جلد 6/ 3

بیان الامامت

ترجمہ و تشریح

نہج البلاغہ

امیر المومنین علی ابن ابیطالب علیہما السلام

خُطبات (35 - 94)

الفقیہ الحکیم السید محمد احسن زیدی (مجتہد)

ڈاکٹر آف ریلیجنز اینڈ سائنس

Presented by Ziaraat.Com

جلد 3/6

مسکات ایمان

(بیان الامامت)

ترجمہ و تشریح

نہج البلاغہ

آمیر المومنین

علی ابن ابی طالب

علیہما السلام

خُطبات (35 - 94)

الفقیہ الحکیم السید محمد احسن زیدی (مجتہد)

ڈاکٹر آف ریلیجنز اینڈ سائنس

Presented by Ziaraat.Com

جُملہ حقوق بحق مُصنف محفوظ

نام کتاب : بیان الامامۃ

(ترجمہ و تشریح نہج البلاغۃ)

مترجم : الفقیہ الحکیم السید محمد احسن زیدی (مجتہد)

ڈاکٹر آف ریلیجنز اینڈ سائنس

جلد : سوم

طبع : دوم

سنِ اشاعت : 2018

تعداد : 500

قیمت :

****

Presented by Ziaraat.Com

نمبر شمار	خطبہ نمبر: (محمد احسن زیدی)	خطبہ نمبر: علی نقی طہرانی	خطبہ نمبر: مفتی جعفر حسین	عنوان	صفحہ نمبر
1	35	46	46	سفر سے پہلے خود کو اور اپنے اہل وعیال کو اللہ کے سپرد کرنا۔ اللہ کو ہم سفر بھی بنانا اور اپنا خلیفہ بھی مقرر کرنا۔	1439
2	36	48	48	فوج کے آگے آگے ایڈوانس گارڈ (Advance Guard) کو سفر کی ہدایات کے ساتھ بھیجنا۔ باقی فوج اور سردارانِ فوج کو سفر کا پروگرام اور مقصد سمجھانا۔	1447
3	37	54	55	معاویہ اور طرفداران معاویہ کے ساتھ جہاد و قتال اسی طرح واجب تھا جس طرح کفارِ مکہ کے ساتھ واجب تھا۔ دونوں مخالفِ اسلام تھے۔ علیؑ موت سے کسی حال میں نہیں ڈرتے تھے۔ نورِ مرتضویؑ کی جھلک باعثِ ہدایت ہوتی ہے۔ گمراہی واضح کردینے کے بعد اہل شام کا قتل جائز تھا۔	1492
4	38	65	64	جنگ صفین میں بہادارانہ کارزار کے متعلق ہدایات سے پہلے اللہ کو ممد و مددگار بنانے کی تاکید کی ہے۔ اللہ اور اللہ کے جانشینؑ کی نصرت میں جنگ کرنے کا یقین کامیابی کا ضامن ہے۔ اسلحہ کو استعمال سے پہلے پہلے ملاحظہ کرلو۔ دوران جنگ وقار انسانیت برقرار رکھو۔	1524
5	39	106	105	عرب کے معزز اور بہادر کہلانے والے لوگوں کے ایک دستے کا جنگ صفین میں پسپا ہونا اور حضرت علی علیہ السلام کا اظہار تکلیف کرنا۔	1562
6	40	197	204	مسلمانوں کو آپس میں گالیاں دینے سے منع فرمایا ہے اور جنگ صفین کے دشمنوں پر صحیح تنقید کا طریقہ سکھایا ہے۔	1568
7	41	198	205	حضرت علی علیہ السلام حضراتِ حسنینؑ کے تحفظ کے ذمہ دار تھے۔ تاکہ اللہ کا وعدۂ ذبح عظیم (الصّٰفّٰت 108۔107/37) پورا ہو سکے۔ اور رسوؐل اللہ کو سرّی و جہری شہادت کا درجہ مل جائے۔ حسنینؑ سے متعلق باقی خدائی پروگرام کا مادی اور انسانی انتظام رکھنا بھی حضرت علی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے واضح فرمادیا ہے۔	1571
8	42	122	121	دوران جہاد بہادروں کا فریضہ ہے کہ اپنے کمزور ساتھیوں کی حفاظت اور مدد کریں اور انہیں کمزوری کا احساس نہ ہونے دیں۔	1573
9	43	124	122	جنگ کے اطوار اور ایسے اقدامات جن سے ہمت میں بلندی اور دشمن میں احساس ناکامی وقوع میں آئے۔	1576
10	44	51	51	پانی حاصل کرنے کیلئے جنگ کرنا جائز ہے مگر کسی پر پانی بند کردینا اسلامی اخلاق کے خلاف ظلم ہے۔ جنگ جوئی کرنے والوں سے جنگ نہ کرنا توہین انسانیت ہے۔	1581

Presented by Ziaraat.Com

نمبر شمار	خطبہ نمبر: (محمد احسن زیدی)	خطبہ نمبر: علی نقی طہرانی	خطبہ نمبر: مفتی جعفر حسین	عنوان	صفحہ نمبر
11	45	121	120	کسی صورت حال یا واقعہ کی تحقیق یا تفتیش کا لا جواب طریقہ۔	1626
12	46	125	123	صاحبِؑ قرآن کسی ایسی دعوت کو رد نہیں کرسکتا جو قرآن سے متعلق ہو۔ قرآن کے فیصلے اللہ کے فیصلے اور حدیث کے فیصلے رسولؐ کے فیصلے ہیں۔	1639
13	47	176	175	ملاؤں نے خود دو اشخاص کو علیؑ اور معاویہ کے درمیان فیصلہ کرنے کیلئے انتخاب کیا تھا۔ حضرت علیؑ نے ان دونوں کو سو فیصد قرآن سے فیصلہ کرنے کا پابند کردیا تھا۔	1665
14	48	199	206	تحکیم پر حضرت علی علیہ السلام کی فوج نے اصرار کیا جنگ جاری رکھنے سے انکار کردیا اور حقیقی جان نثار مومنین جنگ کرتے کرتے نڈھال ہو چکے تھے۔	1678
15	49	238	235	اپنے مخالفوں کی حقیقی پوزیشن یہ بتائی ہے کہ وہ سب کے سب بد قماش، بدنہاد، کمینہ اور مخلوط النسل ومخلوط النسب لوگ تھے۔	1688
16	50	35	35	حمد وثنائے خداوندی ہر حالت میں لازم ہے۔توحید خداوندی اور اس کے متعلقات کا اقرار واعلان کرنا بھی حمدِ خداوندی میں شامل ہے۔	1694
17	51	40	40	خارجی نعرہ ''لَا حُکْمَ اِلَّا لِلّٰہ'' لَاحُکْمَ اِلَّا لِلّٰہ کی تصدیق اور خارجیوں کی تردید کی ہے۔	1722
18	52	57	58	''کَلَّمَ بِہِ الْخَوَارِج'' حضرت علی علیہ السلام ان مسلمانوں کو مخاطب فرما رہے ہیں جنہوں نے تلواریں کھینچ کر علیؑ کو چاروں طرف سے گھیر لیا تھا اور قتل وگرفتاری کی دھمکی دے کر جنگ صفین رکوائی،	1735
19	53	127	125	''خارجیوں کے متعلق فیصلہ کُن خطبہ'' ایک شخص کے کفر پر دوسروں کو کافر سمجھنا غلط ہے۔	1740
20	54	183	182	بنی طے کے خارجی کو ڈانٹنا۔	1751
21	55	180	179	اس خطبے میں اس شخص کو مخاطب فرمایا ہے جسے علیؑ نے اس گروہ کی خبر لینے کیلئے بھیجا تھا جو خارجیوں کی جماعت میں داخل ہونے کے لئے جا رہی تھی۔	1752
22	56	78	77	آپؑ نے خارجیوں کی سرکوبی کے لئے فوج کو روانگی کا حکم دیا تو ایک صحابی نے عرض کیا کہ: **یا امیر المومنین ان سرت فی ھذا الوقت خشیت ان لا تظفر بمرادک من طریق علم النجوم فقال علیہ السلام** یا امیر المومنین اگر آپ نے اس وقت سفر کیا تو میں بڑی عاجزی سے عرض کرتا ہوں کہ علم نجوم کی رو سے آپ اپنی مراد میں کامیاب نہ ہوں گے۔ اُس کو یہ خطبہ مطمئن کرتا ہے۔	1756

Presented by Ziaraat.Com

نمبر شمار	خطبہ نمبر: (محمد احسن زیدی)	خطبہ نمبر: علی نقی طہرانی	خطبہ نمبر: مفتی جعفر حسین	عنوان	صفحہ نمبر
23	57	58	59	حضرت علی علیہ السلام نے خوارج پر حملہ کرنے کا ارادہ فرمایا تو بتایا گیا کہ خارجی لوگ نہروان کا پل پار کر کے دوسری طرف نکل چکے ہیں۔تب آپ نے یہ فرمایا:۔	1759
24	58	59	59	لوگوں کا یہ سمجھنا کہ تمام خارجی ختم ہوگئے غلط تھا۔حضرت علی علیہ السلام بتاتے ہیں کہ نہ تمام خارجی ختم ہوئے اور نہ ابھی ختم ہونے والے ہیں۔	1760
25	59	60	59	اپنے بعد خوارج کو قتل کرنے کی ممانعت فرمائی ہے۔وہ لوگ جو حق کو تلاش کریں اور غلطی سے حاصل نہ کرسکیں ان سے بہر حال بہتر ہوتے ہیں جو حق کے بجائے باطل کی تلاش کریں اور غلطی کئے بغیر باطل کو حاصل کرلیں۔	1761
26	60	36	36	خارجیوں کو ان کی تباہی و بربادی سے خبردار کیا گیا تھا۔انہیں قیامت میں حساب و مواخذہ سے بھی ڈرایا گیا تھا۔3۔انہیں نافرمانی اور عہد شکنی کا منظر دکھایا گیا تھا۔	1762
27	61	83	82	عمرو بن العاص کی تمام خصوصیات بیان فرمائی ہیں۔نابغہ (حرامکارہ) کا بیٹا، تہمت تراش، کاذب، وعدہ خلاف، بے حیا، کمینہ بھکاری، بخیل، خیانت کار، سنگدل، مکار و حیلہ ساز۔تلوار سے بچنے کے لئے اندام نہانی پیش کرنے والا ہے۔	1791
28	62	43	43	علیؑ کے صحابہ نے ملک شام اور معاویہ پر فوج کشی کا تقاضا کیا تو انہیں صبر سے جنگ کی تیاری کا مشورہ دیا۔	1799
29	63	161	160	اس قدر علم و فضیلت و قربِ رسالت کے باوجود رسولؐ کی مخاطب قوم نے حضرت علی علیہ السلام کو کیسے ان کے حقوق اور حکومت سے دور رکھا؟	1808
30	64	120	119	خطبہ کا پس منظر یہ تھا کہ: دوبارہ ملکِ شام پر حملہ کا حکم دیئے جانے پر لوگ طرح طرح کے حیلے بہانے تیار کرتے اور حضورؑ کو بحثوں میں الجھاتے رہتے تھے۔	1827
31	65	191	198	نظم و ضبط و تدبر و دور بینی میں حضرت علی علیہ السلام اور معاویہ ابن ابی سفیان کا مقام؟ حضرت علیؑ کو مکر و فریب کے ہتھکنڈوں سے دھوکہ نہیں دیا جاسکتا تھا۔	1833
32	66	179	178	حضرت علیؑ اللہ کی تقدیرات اور فیصلوں اور آزمائشوں پر راضی اور شکر گزار تھے۔ علیؑ کو مانتے ہوئے اطاعت نہ کرنے والے فرقہ کا وجود۔	1838
33	67	117	116	حضرت علی علیہ السلام کے مستند و مقبول صحابہ جن کی قوت و جرأت و فداکاری کی خود علیؑ نے مدح کی ہے۔	1851
34	68	72	71	مروان کے متعلق حضرت علی علیہ السلام کی پیشگوئی۔	1860
35	69	137	135	طلحہ اور زبیر پر بے انصافی کا الزام، عثمان کا خون بہانے والے۔	1869

Presented by Ziaraat.Com

نمبر شمار	خطبہ نمبر: (محمد احسن زیدی)	خطبہ نمبر: علی نقی طہرانی	خطبہ نمبر: مفتی جعفر حسین	عنوان	صفحہ نمبر
36	70	196	203	طلحہ و زبیر اور سردارانِ قریش حضرت علیؑ سے بھی نظام مشاورت اور مساعدت کا قیام چاہتے تھے۔	1901
37	71	168	167	عائشہ طلحہ اور زبیر اپنی فوج اور اونٹ کے ساتھ بصرے کی طرف چلے گئے تو ان کا مقصد اسلام کی جگہ دورِ قبل نبوت کو واپس لانا بتایا گیا تھا۔	1913
38	72	171	170	حکومت و خلافت کے لالچی ہونے کا جواب دیا ہے۔	1918
39	73	148	146	طلحہ و زبیر دونوں الگ الگ اور بیک وقت خلافت حاصل کر لینے کی اسکیمیں رکھتے اور ایک دوسرے سے چھپاتے تھے۔	1933
40	74	173	172	وعدۂ خداوندی ہر قدم پر پورا ہوتا چلا گیا۔ 1۔ جو شخص اللہ سے نصرت کا وعدہ لے چکا ہو وہ جنگ اور فوج کشی کی دھمکیوں سے کیسے خوفزدہ ہو سکتا ہے؟	1939
41	75	169	168	جنگ جمل کے سلسلے میں جب علیؑ مع اپنی فوج کے بصرے کے قریب پہنچے تو بصرے کی ایک قوم کا قاصد حاضر ہوا اور عائشہ اور طلحہ و زبیر کی پوزیشن پر سوالات کئے اور نتیجہ میں قاصد ایمان لایا اور بیعت کر کے خادموں میں داخل ہو گیا۔	1944
42	76	209	216	طلحہ بن عبید اللہ اور عبدالرحمٰن ابن عتاب بن اُسید کو میدان جنگ میں مقتول پڑا دیکھ کر افسوس فرمایا ہے۔	1956
43	77	96	95	اللہ کا مہلت دینا ظالموں کے لئے تباہ کن موقع فراہم کرنے کے لئے ہوتا ہے۔	1963
44	78	97	96	بنی امیہ کا مسلسل ظلم و ستم جاری رکھنا۔ ہر حرام چیز کو اسلام میں حلال کر لیں گے۔	1973
45	79	74	73	بنی اُمیہ نے بھی طلحہ و زبیر کی طرح حضرت علیؑ پر قتل عثمان کی تہمت لگائی، حالانکہ بنی اُمیہ تمام حالات اپنی آنکھوں سے دیکھتے رہے۔	1988
46	80	76	75	خراج کی وصولی پر بنی اُمیہ کو دھمکی دی گئی ہے۔ حکومت اور واجبات حکومت کو اپنی موروثی چیز فرمایا ہے۔	1994
47	81	39	39	قریشی صحابہ کیسے چپ سادھے رہتے تھے؟ قریش کا نطفۂ ناتحقیق ہونا، بے غیرت و بے دین ہونا۔	2001
48	82	68	67	صحابہ کے ساتھ حضرت علی علیہ السلام کی نرمی اور مدارات۔	2004
49	83	118	117	حضرت علیؑ کا مقام "مرکز و محورِ کائنات" اور قطب اُمت ہے۔	2009
50	84	116	115	تمہیں جان و مال و قوت و اختیار و اقتدار بخشا گیا ہے۔ بخشی ہوئی اور مفت ملی ہوئی چیزوں کو بھی نہ بخشنا اور مفت نہ دینا شریفوں کا کام تو نہیں ہے۔	2015

Presented by Ziaraat.Com

نمبر شمار	خطبہ نمبر: (محمد احسن زیدی)	خطبہ نمبر: علی نقی طہرانی	خطبہ نمبر: مفتی جعفر حسین	عنوان	صفحہ نمبر
51	85	123	121	معرکہ جنگ میں شور و غوغا ناپسندیدہ عمل ہے۔ اپنا حق لے کر چھوڑنے کا تقاضا کیا گیا ہے۔	2019
52	86	131	129	پراگندہ دل و دماغ رکھنے والے مومنین سے تعلق رکھنا۔	2022
53	87	165	164	بزرگوں کا چھوٹوں سے اور چھوٹوں کا بزرگوں سے کیسا سلوک ہونا چاہیئے؟۔	2054
54	88	167	166	حضرت علی علیہ السلام کی بیعت مکمل ہوتے ہی صحابہ کی ایک قوم نے علیؑ پر تقاضا کیا تھا کہ عثمان پر جمگھٹا کرنے والوں سے باز پرس کریں۔	2062
55	89	203	210	نصرت خداوندی سے منہ موڑنے والا اور دین کو ترقی دینے سے جی چرانے والا کون شخص کہلائے گا؟	2067
56	90	211	238	دین خداوندی کو وراثت میں لینے کے لئے اللہ کا شکریہ ادا کرنا لازم ہے۔	2074
57	91	73	72	حضرت علیؑ ابوبکر و عمر کی پیروی سے انکار کر کے خلافت و حکومت کو ٹھکرا چکے، لوگ عثمان کی بیعت کا ارادہ کر رہے ہیں۔	2081
58	92	235	237	خلیفہ عثمان نے عبداللہ ابن عباس کی معرفت حضرت علی علیہ السلام سے درخواست کی کہ آپؑ کچھ دن کیلئے مدینہ سے باہر چلے جائیں تاکہ عثمان کے مخالف حضرت علیؑ کو خلیفہ بنانے کی جلدی میں عثمان پر معزولی کا زیادہ دباؤ نہ ڈالیں۔	2086
59	93	208	215	قریش اور قریش کے مددگاروں کے مقابلے میں اللہ سے مدد کا ہاتھ طلب کرنا یہ بھی ثابت کرتا ہے کہ آپؑ خود قریش کے قبیلے سے نہ تھے۔	2094
60	94	103	102	رسولؐ کی بعثت کے زمانہ میں ان عربوں میں سے یا ان کے آباؤ اجداد میں سے کوئی نہ تو کسی الہامی کتاب کی تلاوت کرتا تھا نہ کسی نبیؑ کی نبوت کا دعویدار تھا یعنی عرب خالص بے دین اور بے دینوں کی اولاد تھے۔	2119

☆☆☆☆☆

Presented by Ziaraat.Com

مفتی جعفر حسین: خطبہ نمبر: 46

علی نقی طہرانی: خطبہ نمبر: 46

خُطبہ ﴿35﴾

1۔سفر سے پہلے خود کو اوراپنے اہل وعیال کو اللہ کے سپرد کرنا۔

2۔اللہ کو ہم سفر بھی بنانا اوراپنا خلیفہ بھی مقرر کرنا۔

3۔ساتھ ساتھ رہنے اور خلیفہ بن سکنے کی قدرت اللہ کی مخصوص صفات ہیں۔

4۔جنگ صفین کے سفر سے پہلے حضرت علی علیہ السلام کی دعا اور تمنا۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡم

اَللّٰھُمَّ اِنِّیۡ اَعُوۡذُبِکَ مِنۡ وَّعۡثَآءِ السَّفَرِ ؛	1	اے اللہ میں سفر کی دقتوں سے اور مشقتوں سے بھی تیری پناہ چاہتا ہوں۔
وَکَآبَۃِ الۡمُنۡقَلَبِ ؛	2	اور واپسی میں پیش آنے والی دشواریوں سے بھی تیری حفاظت میں رہنا چاہتا ہوں۔
وَسُوۡءِ الۡمَنۡظَرِ فِی الۡاَھۡلِ وَالۡمَالِ وَالۡوَلَدِ ؛	3	اور اپنی اولاد واموال اور اہل وعیال اور متعلقین کو بھی تیری پناہ میں دے کر ان کو خوشحال دیکھنے کا متمنی ہوں۔
اَللّٰھُمَّ اَنۡتَ الصَّاحِبُ فِی السَّفَرِ ؛	4	اے اللہ تو ایسی ہستی ہے کہ بیک وقت سفر میں بھی ساتھی رہتا ہے۔
وَاَنۡتَ الۡخَلِیۡفَۃُ فِی الۡاَھۡلِ ؛	5	اور عین اسی وقت اہل وعیال میں بھی جانشینی ونیابت کرتا ہے۔
وَلَا یَجۡمَعُھُمَا غَیۡرُکَ ؛	6	اور یہ دونوں باتیں تیرے علاوہ کسی اور میں جمع نہیں ہوسکتی ہیں۔
لِاَنَّ الۡمُسۡتَخۡلَفَ لَایَکُوۡنُ مُسۡتَصۡحَبًا ؛	7	اس لئے کہ خلیفہ بنائے جانے والا شخص ساتھ ساتھ نہیں رہ سکتا۔
وَالۡمُسۡتَصۡحَبُ لَایَکُوۡنُ مُسۡتَخۡلَفًا ؛	8	اور جو ہم سفر وہم صحبت رہے وہ پس ماندگان میں خلیفہ نہیں ہوسکتا ہے“

ضروری وضاحت:

خطبوں کے نمبروں کی قدیم ترتیب ’عقل وفطرت وضرورت کے مخالف ہونے اور مقصد ”تبلیغ“ کے منافی ہونے کی بنا پر تبدیل کرنا پڑی۔ ہمارا ارادہ تھا اور لکھ بھی دیا تھا کہ ہم نہج البلاغہ کے خطبات کی قدیم سے چلے آنے والی ترتیب اور نمبروں کی ترتیب بحال رکھیں گے۔ اور اپنے ترجمے اور تشریحات ”بیان الامامة “ میں قدیم نمبروں کے ساتھ ہی ساتھ اُس نہج البلاغہ کی پیروی کریں گے جسے علامہ علی نقی فیض الاسلام طہرانی نے فارسی ترجمہ کے ساتھ ایران سے شائع کیا تھا۔ اگر ہم نے صرف ترجمہ کا کام ہاتھ میں لیا ہوتا تو بہت ممکن تھا کہ ہم اپنے ارادے اور وعدے کے مطابق خطبوں کا ترجمہ قدیم ترتیب کے مطابق کرتے چلے جاتے۔ حالانکہ یہ ایک تباہ کن غلطی ہوتی۔ ہم اس غلطی سے اس لئے بچالئے گئے کہ ہم

Presented by Ziaraat.Com

نے ہر خطبے کے بعد اُس کی تشریح لکھنا شروع کر دی۔۔ چنانچہ ہم ترجمہ اور تشریح کرتے کرتے خطبہ (34) تک آ گئے۔ اس دوران بھی ہمیں کئی مرتبہ پچھتانا پڑا لیکن ہم قدیم نمبروں کی پابندی کے ساتھ ترجمہ وتشریح کرتے چلے آئے ہمیں اپنی غلطی اور قدیم ترتیب کی خامی اُس وقت محسوس ہوئی جب ہم نے قدیم ترتیب کے خطبہ (35) کا آٹھواں جملہ لکھا تو سر چکرا گیا۔ وہاں فرمایا گیا تھا کہ::'' وَقَدْ كُنْتُ اَمَرْتُكُمْ فِيْ هٰذِهِ الْحَكُوْمَةِ اَمْرِىْ '' ''میں نے یقیناً پہلے بھی تمہیں اس تحکیم کے سلسلے میں اپنا حکم اور فیصلہ سُنا دیا تھا''

سوچئے کہ نہج البلاغہ میں چونتیس (34) خطبوں تک کسی خطبے میں جنگ صفین کا ذکر نہیں آیا ہے۔ تو قاری تحکیم کو کیسے سمجھے گا؟ جو کہ جنگ صفین کا نہایت پیچیدہ' تباہ کُن اور آخری مرحلہ ہے؟ قاری کو تحکیم کے سمجھانے سے پہلے اُسے جنگ صفین کے اسباب بتانا ہوں گے۔ جنگ سے بچنے کی تمام کوششیں دکھانا ہوں گی۔ جنگ کی تیاریاں اور جنگ کی تمام تفصیلات اُس کے سامنے رکھنا ہوں گی۔ پھر اُسے بتانا ہوگا کہ عین فتح کے وقت حضرت علی علیہ السلام کی فوج فریب میں آ کر حضرت علیؑ سے باغی ہوگئی اور اُنہیں گرفتار یا قتل کرنے کی دھمکی دے کر جنگ بند کرا دی اور صلح کا معاہدہ زبردستی لکھوالیا۔ اور معاملہ دو حکموں یا ثالثوں کے سپرد کر دیا گیا تھا۔ جسے تحکیم کہتے ہیں۔ اور جسے ہم نے نہج البلاغہ کی تشریحات میں یعنی '' بیان الامامۃ '' میں آٹھ سو (800) صفحات میں پیش کیا ہے یعنی جنگِ صفین مع مسئلہ تحکیم آٹھ سو صفحات میں سمائی ہے۔ اور حضرت علی علیہ السلام نے بھی جنگ صفین کے تمام اہم پہلوؤں کو اپنے خطبات میں بیان فرمایا ہے اور وہ تمام خطبات اسی نہج لبلاغہ میں موجود بھی ہیں۔ ظاہر ہے کہ جنگ صفین سے پہلے حضرت علیؑ تحکیم پر خطبہ نہیں دے سکتے تھے۔ وہ پہلے جنگ صفین کے اسباب پر بیان دیں گے۔ پھر جنگ کو ٹالنے اور پُر امن رہ کر حالات کو سنوارنے پر بات کریں گے اور مختلف پہلوؤں پر خطبات اور بیانات دیتے ہوئے آخر میں آخری مرحلہ یعنی تحکیم پر بیانات دیں گے۔ چنانچہ حضورؐ نے ایسا ہی کیا ہے۔ رضی صاحب رضی اللہ عنہ کو چاہئے تھا کہ وہ اپنے جمع کردہ ذخیرہ کو ترتیب دے کر پہلے مرحلہ والے خطبہ کو پہلے لکھتے اور آخر والے کو آخر میں لاتے۔ اُنہوں نے جو کچھ جمع کیا تھا اور جس طرح جمع کیا تھا۔ اُسی طرح کتاب میں لکھ کر چھوڑ دیا جس کی وجہ سے ترتیب سر کے بل کھڑی ہوگئی۔ یہی نہیں ہوا کہ بلکہ جنگ صفین کے متعلق خطبات کو چھ سات سو صفحات میں بکھرا ہوا چھوڑ دیا۔ اور بعد کے مترجمین اور شارحین مکھی پر مکھی مارتے چلے آئے۔ ہم نے اس اندھی تقلید وترتیب کو ترک کر دیا اور خطبات کو اس طرح ترتیب دی کہ پہلی بات پہلے اور آخری بات آخر میں آ گئی۔ اور خطبات واقعات کے مطابق ہوگئے۔ چنانچہ ہم نے واقعات کے تقاضے کے ماتحت پینتیسویں (35) نمبر پر قدیم ترتیب کا چھیالیسواں خطبہ لکھا ہے۔ اس لئے کہ اُس میں حضورؐ سفر شروع کرنے سے پہلے اللہ سے دعا فرماتے ہیں۔ یعنی جنگ صفین کے لئے سفر دعا کے بعد شروع ہوگا۔ بہرحال ہم نے قارئین کی سہولت کے لئے اپنی ترتیب کے نمبروں کے ساتھ مفتی جعفر حسین کے خطبہ کا نمبر اور فیض الاسلام علی نقی طہرانی کے خطبہ کا نمبر لکھ دیا ہے تاکہ اگر کوئی قاری خطبے یا ترجمے کا مقابلہ کرنا چاہے تو اُسے مطلوبہ نمبر سہولت سے مل جائے۔

2۔ یہ بھی سمجھ لیں کہ جب قدیم یا رضیؒ صاحب والی ترتیب بدل ہی گئی ہے تو ہم صفین وتحکیم کے بعد بھی بہترین صورت برقرار رکھیں گے۔ مثلاً مسئلہ تحکیم کو آڑ بنا کر معاویہ اینڈ کمپنی نے دوسری جنگ سے بچنے کی سازش کی اور خارجی پارٹی کو آگے کر دیا۔ لہٰذا تحکیم کے بعد خارجیوں سے متعلق تمام خطبات ہم مسلسل اور ایک جگہ لکھیں گے۔ پھر معاویہ اور عمرو عاص پر جتنے خطبات ہوں گے اُن کو یکے بعد دیگر سامنے لائیں گے۔ علیٰ ھذا القیاس ہم بکھرے اور بکھیرے ہوئے خطبات کو فطری صورت دینے کی کوشش کریں گے اور جب تسلسل نہ رہے گا اور ہر خطبہ اپنے موضوع پر تنہا رہ جائے گا تو چھوڑے ہوئے نمبروں کو شروع سے لانا اور لکھنا جاری کریں گے۔ انشاء اللہ وَالِامام علیہ السلام۔

تشریحات:

اس خطبے میں حضورؑ نے جنگِ صفین پر روانگی کے وقت اللہ کے حضور خود کو پیش کر کے یہ دعا مانگی ہے کہ:

اَے اللہ میں سفر میں پیش آنے والی دقتوں اور مشقتوں سے بھی تیری پناہ میں رہنا چاہتا ہوں۔2۔اور واپسی کے دوران پیش آنے والی دشواریوں اور الجھنوں سے بچنے کیلئے بھی تیری ہی پناہ چاہتا ہوں۔3۔اور اپنی اولاد و اموال اور اہل وعیال اور متعلقین کو بھی تیری پناہ میں دے کر اُن کو خوشحال دیکھنے کا متمنی ہوں۔4۔اَے اللہ تو ایسی باکمال ہستی ہے کہ جو بیک وقت سفر میں بھی مسافر کے ساتھ رہتا ہے اور۔5۔عین اُسی وقت مسافر کے اہل وعیال میں اس کا جانشین وخلیفہ بھی رہتا ہے اور۔6۔یہ دونوں باتیں تیرے علاوہ نہ کسی کو حاصل ہیں اور نہ کسی میں بیک وقت جمع ہو سکتی ہیں۔7۔اس لئے کہ جسے خلیفہ بنایا جائے وہ مسافر کے ساتھ ساتھ ہم سفر نہیں رہ سکتا۔8۔اور جو ہم سفر ہو وہ پس ماندگان میں خلیفہ نہیں رہ سکتا‘‘ (خطبہ 35، جملے 1 تا 8)

1۔ اللہ کا ہمسفری کے عالم میں خلیفہ ہونا حقیقت ثابتہ مُسلّمہ ہوتے ہوئے بھی مادی ثبوت کا محتاج ہے مگر احتیاج رفع ہو چکی ہے۔

یہ بات بھی کہ اللہ ہر وقت ہر جگہ موجود ہے تمام اہل مذاہب کے مسلّمات میں سے ہے۔لیکن مذہب کے وہ مسلّمات جن کا مذہب کے پاس یا اہل مذاہب کے پاس مادی ثبوت نہ ہو عقلائے انسانیت کی نظر میں کوئی قیمت نہیں رکھتے۔اُنہیں اوہام اور عقیدت کہہ کر ٹھکرا دیا جاتا ہے۔اور ہم ایسے ٹھکرانے والوں کو بے خطا اور اہل مذاہب کو خطاوار ٹھہراتے ہیں۔اس لئے کہ جس چیز یا عقیدہ یا مذہبی مسلمہ کا اُن کے پاس کوئی مادی ثبوت نہیں ہے وہ اُس کا ذکر ہی کیوں کرتے ہیں؟ ایسی چیزوں کو بیان کرنے کے بجائے چھپانا چاہئے۔یہی سبب ہے کہ آج کی عاقل و بالغ دنیا میں مذاہب بکواس بن کر رہ گئے ہیں۔یعنی اہل مذاہب نے خود کوشش کر کے اپنے مذاہب کو مضحکہ بنایا ہے۔اور اہل مذاہب کا ساری دنیا میں دُنیا کی نظروں میں ذلیل وخوار ہونا ایک سزا ہے جو انہیں اللہ کی طرف سے دی گئی ہے۔اور اُن کی تباہی و بربادی کا اللہ نے ایسا انتظام کر دیا ہے جو انہیں داخلی اور خارجی دونوں طرف سے گھیرتا چلا آرہا ہے۔اور جس سے بچ نکلنے کی ہر راہ بند کر دی گئی ہے۔

2۔ تمام اہل مذاہب نمائندہ خداوندی سے محروم اور خالی ہیں اور جن لوگوں کو وہ خدا کے نمائندے کہتے ہیں اُن کا اللہ سے کسی قسم کا تعلق نہیں ہے۔

آج دنیا میں سیکڑوں بلکہ ہزاروں مذاہب ہیں۔اور سب کا دعویٰ یہ ہے کہ وہ اللہ کے بھیجے ہوئے مذاہب ہیں۔اور اُن سب کا یہ دعویٰ بھی ہے کہ اُن کے علاوہ باقی تمام مذاہب اور اہل مذاہب باطل اور جہنمی ہیں۔اور ہمارا اپنا دعویٰ بھی یہی ہے کہ ہمارا مذہب اللہ کا بھیجا ہوا مذہب ہے۔مگر ہم باقی مذاہب کو بھی اللہ کی طرف سے بھیجا ہوا مذہب مانتے ہیں اور اُن سب کو غیر مشروط طور پر نہ باطل قرار دیتے ہیں نہ جہنمی کہتے ہیں۔بلکہ ہر مذہب کے عوام کی کثرت کو فریب خوردگی اور لاعلمی کی بنا پر جنتی مانتے اور لکھتے ہیں۔البتہ ہم تمام مذاہب کے علما کو بلا اِستثنا جہنمی مانتے اور لکھتے ہیں۔سوال یہ ہے کہ اُن تمام مذاہب میں ہمیں کسی ایسے شخص کا پتہ نہیں ملتا جو اُن کے رسولؑ یا نبیؑ کی طرف سے عملاً اور سنداً اُس رسولؑ یا نبیؑ کا جانشین اور اللہ کا نمائندہ ثابت ہو سکے۔دُور کیوں جایئے۔مسلمانوں میں سارے مسلمانوں کے نزدیک کوئی شخص نمائندہ نہیں ہے۔عیسائیوں میں پوپ کے سائز کا شخص اللہ کا نمائندہ کہلاتا ہے۔لیکن نہ وہ سنداً نمائندہ ہے اور نہ عملاً نمائندہ ہے۔لوگوں نے اُسے خود ہی نمائندہ بنا لیا ہے۔لہٰذا وہ عیسائیوں کا یا بنانے والوں کا نمائندہ تو ہے مگر نہ وہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا نمائندہ ہے نہ وہ اللہ کا نمائندہ ہے مسلمانوں میں تو ایسی نمائندگی کا ابتداہی میں انکار

Presented by Ziaraat.Com

کر دیا گیا تھا۔

ہم تفصیل میں جانے کی ضرورت محسوس نہیں کرتے بلکہ نمائندۂ خداوندی کی مسلّمہ پوزیشن قارئین کے سامنے رکھ کر اپنی گفتگو اور منشا کو مختصر کئے دیتے ہیں۔نمائندوں کے معنی بچہ بچہ جانتا ہے۔یعنی وہ شخص جواُن تمام ضرورتوں کو پوری کر دے جو اصل شخص پوری کرسکتا ہو تاکہ اُس کو ہر جگہ خود جانے کی احتیاج نہ ہو۔اُس کے نمائندہ کو دیکھ کر اُس کا دیکھا جانا مان لیا جائے اُس کی بات سن کر یقین ہو جائے کہ ہم اصلی متعلق شخص کی بات سن رہے ہیں۔مثلاً حضرت عیسیٰ علیہ السلام باقی انبیاؑ ورسلؑ کی طرح اللہ کے نمائندے تھے۔وہ اللہ کی طرح مردوں کو زندہ کر سکتے تھے۔نظروں سے ہر بیماری کو دُور کر دیتے تھے۔گھروں میں رکھا ہوا سامان کا ذخیرہ بتا سکتے تھے۔مادر زاد اندھوں کو نورِ نظر عطا کر سکتے تھے۔(آلِ عمران 3/49) مٹی کے کھلونوں کو زندگی اور قوت پرواز دے سکتے تھے۔اُن کو اللہ کا نمائندہ کہنا زیب دیتا ہے۔اسی طرح ہم ہر مذہب کے لوگوں سے ایسا شخص چاہتے ہیں جو اُن کے نبیؑ اور رسولؑ کی جگہ ہر وہ کام انجام دے سکے جو اُن کا نبیؑ یا رسولؑ انجام دیتا تھا۔تاکہ یقین ہو جائے کہ فلاں مذہب وہ تمام سامان رکھتا ہے جو اُس مذہب کے نبیؑ کو اللہ نے دیا تھا۔دوسرے الفاظ میں ہمیں ہر مذہب میں ایسا شخص درکار ہے جو وہ تمام کام کر سکے جو اللہ کرتا یا کرسکتا ہے۔تاکہ بات بات میں لوگ اللہ کو دیکھنے اور سمجھنے کے چکر میں اُلجھا کر لوگوں کو مذہب اور عقائد وتعلیماتِ مذہب سے برگشتہ نہ کرتے رہیں اور یہ ایک مسلّمہ حقیقت ہے کہ تمام مذاہب اور اہل مذاہب کے پاس آج کوئی ایسا نمائندہ نہیں ہے۔جنہیں وہ مذہبی نمائندوں کی حیثیت سے پیش کرتے ہیں وہ سب بفضلِ شیطان جمورے ہیں۔یعنی جمہوریت کی تعلیم دیتے ہیں۔اپنے ملکوں اور مملکتوں کے نام مثلاً ”جمہوریہ اسلامیہ ایران“ یا پاکستان رکھ کر کثرتِ رائے کو اپنا راہنما بناتے ہیں۔کہیں نہ توریت پر لفظ بلفظ عمل ہے نہ انجیل وقرآن نافذ العمل ہے۔اپنا خود ساختہ ایک مذہب ہے جسے وہ یہودی یا عیسائی یا اسلام بنائے ہوئے ہیں۔حالانکہ اُن کے مذاہب کا نام کے سوا نہ یہودیت سے تعلق ہے نہ وہ عیسائیت واسلام سے تعلق رکھتے ہیں۔ہم نے جس انسان کے سلسلے میں زیرِ نظر عنوان رکھا ہے وہ آج کہانی اور قصوں کے ہیرو کی سی پوزیشن نہیں رکھتا بلکہ اُس کا جانشینؑ یا نمائندہؑ، نمائندۂ خداوندیؑ کی طرح زندہ بر سرِ عمل موجود ہے اور اُسی کے وجود کی طاقت ہے کہ ہم زیرِ نظر قسم کے عنوان بار بار قائم کرتے ہیں اور تمام دینداروں اور بے دینوں کو چیلنج کرتے ہیں۔کہ وہ کسی شخص کو اُن صفات کا حامل پیش کریں۔جو صفات وہ خدا کے لئے مانتے ہیں۔اس لئے کہ نمائندہؑ خداوندی صفاتِ خداوندی ہی کا نمائندہ ونمونہ ہوتا ہے۔یا ایسا شخص پیش کریں جو اُن کی الہامی کتاب کا ایسا عالم ہو کہ جس کی موجودگی میں وہ کتاب پڑھنے کی احتیاج نہ رہے۔اور مسلمانوں پر لازم ہوگا کہ اس نمائندہ خداوندی کا علم قرآن کے بیان اور معیار کے مطابق ہو۔الغرض آج ساری دنیا کے نام نہاد مذاہب میں کوئی ایسا شخص موجود نہیں ہے۔جو اللہ کی نمائندگی کرتا ہو یا کر سکے یا کم از کم ایسا دعویٰ ہی کر سکے۔اس لئے کہ ایسے دعوے کا مطلب اس کائنات کی ہر ہر چیز کی تفصیلات کا علم ہونا(یوسف 12/111) ہوگا۔

3۔ نمائندہؑ خداوندی کو قرآن، خلیفہؑ خداوندی کہتا ہے اور حضرت علیؑ اللہ کو خلیفہ فرما کر خلیفہؑ خداوندی کا حدود اربعہ پیش کرتے ہیں

آپ نے حضرت علی علیہ السلام کی دعا میں پڑھا ہے کہ حضرت علی علیہ السلام اللہ کو خلیفہ فرماتے ہیں اور اس کی خصوصیتِ خاصہ یہ بیان فرمائی ہے کہ اللہ جس وقت خلیفہ ہوتا ہے عین اُسی وقت ہم سفر بھی ہوتا ہے۔یعنی اللہ کی ہمہ گیر یعنی ہر جگہ ہونے کی صفت کو قابلِ فہم ولطف انگیز انداز میں پیش فرما دیا ہے۔ورنہ حقیقت صرف اس قدر ہے کہ اللہ کسی ایک جگہ سما ہی نہیں سکتا۔وہ اپنی پوزیشن بدل ہی نہیں سکتا۔جس طرح مخلوق مادی طور پر بیک وقت ایک ہی جگہ ہو سکتی ہے۔اُسی طرح اللہ کسی جگہ سے غائب نہیں ہو سکتا۔کوئی چاہے یا نہ چاہے وہ ہر مخلوق کے ساتھ ہے، اُن کے اندر بھی

Presented by Ziaraat.Com

ہے باہر بھی ہے اوپر بھی ہے نیچے بھی ہے ساتھ ہی وہ کسی مخلوق کا جز یا حصہ نہیں ہے۔ لہٰذا اُسے ہمسفر کہنا اور خلیفہ قرار دینا علیؑ کو ہی زیب دیتا ہے۔ اس لئے کہ حضرت علی علیہ السلام مظہرِ ذاتِ خداوندی یعنی نمائندۂ صفاتِ خداوندی ہیں۔ اور اللہ کی زیرِ گفتگو ہر جگہ موجود ہونے کی صفت کو قابلِ فہم حد تک مادی طور پر ثابت کرنے والے بھی وہی ہیں۔ وہ اللہ کی طرح ہر جگہ اور ہر وقت تو موجود نہیں رہ سکتے اس لئے کہ وہ مخلوق ہیں۔ مگر انہیں اللہ نے اپنا مظہر و نمائندہ ہونے کی بنا پر وہ سامان عطا کیا ہے کہ وہ مادی طور پر خود لاتعداد اور ضروری مقامات پر بیک وقت موجود ہو سکتے ہیں اور باقی مقامات اُن کے روبرو موجود رکھے جاسکتے ہیں۔ تاکہ اللہ کی زیرِ بحث ہمہ گیری کی صفت کا مادی ظہور ثابت کرسکیں۔ سمجھنے کے لئے فرض کیجئے کہ کائنات میں کل سو (100) مقامات ہیں۔ لہٰذا حضرت علی علیہ السلام کو اگر اللہ پچاس مقامات پر اُن کے جسم کے ساتھ موجود رکھے اور باقی پچاس مقامات کو اُن کی نظروں کے سامنے حاضر کردے تو ہماری گفتگو ثابت ہو جاتی ہے۔ ساتھ ہی یہ بھی ثابت ہو جاتا ہے کہ حضرت علیؑ کو اُن کی مقرر شدہ حدود کے اندر ظہور کی قوت و وسائل حاصل ہوں گے اور مقررہ حدود سے باہر کے مقامات کو اُن کی نظروں کے سامنے رکھ دیا جائے گا یوں سو فیصد مقامات اُن کے سامنے ہوں گے اور وہ خود سو فیصد مقامات کے سامنے ہوں یعنی اگر باقی مقامات پر آنکھوں والی مخلوق ہوگی تو وہ سب بھی مظہرِ خداوندی کو اپنے سامنے موجود دیکھ رہے ہوں گے۔ اللہ کا ہر جگہ ہر وقت موجود ہونا اور مخلوق سے الگ رہنا اور اللہ کی اس صفت کو مادی صورت میں ثابت کرنا الٰہیات کے مشکل ترین مسائل میں سے ہے۔ جسے ہم نے عوام کی عام فہم زبان میں سمجھانے کی کوشش کی ہے۔ رہ گیا ان دونوں حقیقتوں کا قرآن اور حدیث سے ثبوت؟ اس کے لئے ہم یہ عرض کریں گے کہ قرآن کا ہر ورق اُن ہی کو ثابت کرتا ہوا آگے بڑھتا ہے۔

4۔ قرآن تو آیا ہی اس لئے تھا کہ صاحبِ قرآن کے بیانات و تصورات کے لئے علمی ثبوت بن کر قیامت تک نوع انسان کو غور و فکر میں مصروف رکھے۔

اگر آپ اپنے عقائد پر اپنے مسلمات پر اور قرآن کی آیات پر غور و فکر کرنے کی عادت ڈال لیں تو یقین کیجئے کہ آپ کو اپنے چاروں طرف علیؑ اور اللہ کے سوا اور کچھ نظر ہی نہ آئے۔ مگر نہ آپ غور کرتے ہیں اور نہ آپ کا مسلک یعنی اجتہاد غور و فکر و تدبر کو عوام و خواص کے لئے جائز ضرورت قرار دیتا ہے۔ اور مجتہدین کا فریضہ ہے کہ وہ عوام و خواص کے سامنے تعلیمات اسلام یا قرآن کا کوئی ایسا پہلو نہ آنے دیں۔ جو مجتہدین کی چڑھی ہوئی ہنڈیا کو اُتار لے۔ یا انہیں اپنے مجتہدانہ نصاب (Syllabus) سے زیادہ پڑھنے پر مجبور کردے یا انہیں اُن حقائق کو بیان کرنے اور ماننے پر متقاضی ہو جو اُن کے قریشی بزرگوں نے چھپانا ضروری سمجھے تھے۔ آپ کا عقیدہ ہے کہ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پوری نوع انسان کے لئے رسولؐ ہیں۔ یعنی قیامت تک نہ اور کوئی نبیؐ ہوگا نہ اور کوئی رسولؑ تعلیم دینے آئے گا۔ مگر آپ کا یہ عقیدہ سوچا سمجھا عقیدہ نہیں ہے۔ اور ایسے سیکڑوں عقائد ہیں۔ جن پر نہ آپ نے غور کیا اور نہ سمجھ کر انہیں اختیار کیا۔ اس سلسلے کے چند آیات بطور نمونہ ملاحظہ ہوں۔

(الف) **محمدؐ تمام انسانوں کیلئے رسولؐ ہیں۔**

وَمَآ اَرۡسَلۡنٰکَ اِلَّا کَآفَّۃً لِّلنَّاسِ بَشِیۡرًا وَّنَذِیۡرًا وَّلٰکِنَّ اَکۡثَرَ النَّاسِ لَا یَعۡلَمُوۡنَ۔ (سبا 34/28)

مودودی ترجمہ ''اور (اے نبی) ہم نے تم کو تمام ہی انسانوں کیلئے بشیر و نذیر بنا کر بھیجا ہے مگر اکثر لوگ جانتے نہیں ہیں'' (تفہیم القرآن جلد 4 صفحہ 02)

قَدۡ اَنۡزَلَ اللّٰہُ اِلَیۡکُمۡ ذِکۡرًا ۝ رَّسُوۡلًا یَّتۡلُوۡا عَلَیۡکُمۡ اٰیٰتِ اللّٰہِ مُبَیِّنٰتٍ ۔۔۔۔ الخ (الطلاق 65/10-11)

''اے صاحبِ عقل لوگو جو ایمان لائے ہو اللہ نے تمہاری طرف ایک نصیحت نازل کردی ہے، ایک ایسا رسولؐ جو تم کو اللہ کی صاف صاف ہدایت

Presented by Ziaraat.Com

دینے والی آیات سناتا ہے'' (تفہیم القرآن جلد5 صفحہ 580)

اِن آیات کے متعلق بات کرنے سے پہلے آپ کو یہ بتائیں۔ کہ مودودی صاحب نے مندرجہ بالا پہلی آیت (34/28) کی تشریح میں یہ ثابت کرنے کے لئے کئی ایک اور آیات بھی لکھی ہیں اور بڑے شدومد سے یہ ثابت کیا ہے کہ ہر زمانے کے لئے حضوؐر کو رسوؐل بنایا گیا تھا۔ اُن کی لکھی ہوئی دو آیات کو ہم یہاں لکھتے ہیں۔ اور چونکہ وہ لفظ عالمین کا صحیح ترجمہ قریشی مصلحت کے خلاف سمجھتے ہیں اس لئے ترجمہ ہمارا ہوگا۔

محمدؐ صرف انسانوں ہی کے لئے نہیں بلکہ سارے عالمین کے لئے رسوؐل اور رحمت ہیں۔

(3) وَمَآ اَرۡسَلۡنٰکَ اِلَّا رَحۡمَۃً لِّلۡعٰلَمِیۡنَ۔ (انبیا 21/107)

(4) تَبٰرَکَ الَّذِیۡ نَزَّلَ الۡفُرۡقَانَ عَلٰی عَبۡدِہٖ لِیَکُوۡنَ لِلۡعٰلَمِیۡنَ نَذِیۡرًا ۔ (فرقان 25/1)

''اے نبیؐ ہم نے تمہیں ساری کائنات کے لئے صرف رحمت بنا کر بھیجا ہے''

''بڑی بابرکت ہے وہ ہستی جس نے اپنے بندے پر فرقان نازل کیا ہے تا کہ وہ پوری کائنات کے لئے نذیر ہو جائے''

(ب) **اِن آیات کے الفاظ پر اور اپنے عقائد پر غور فرما کر اللہ کی بات اور رسوؐل کی پوزیشن سمجھیں۔**

سب سے پہلے دوسرے نمبر پر آئی ہوئی آیت پر غور فرمائیں اور پہلے یہ دیکھیں کہ تمہارا رسوؐل محمدؐ نازل شدہ رسوؐل ہے اور خود ہی مجسم ذکر بھی ہے۔ آپ تو صرف اتنا سمجھتے ہیں کہ محمدؐ حضرت عبدؑاللہ اور حضرت آمنہؑ سے پیدا ہونے والے اور چالیس سال کی عمر تک ایک عام آدمی رہ کر رسوؐل بنائے جانے والے رسوؐل تھے۔ جن پر چالیس سال کے بعد قرآن نازل ہونا شروع ہوا یعنی ایسا رسوؐل جو چالیس سال تک قرآن سے جاہل ایک عام (معاذاللہ) کافر تھا۔ سوچئے کہ لفظ '' اَنۡزَلۡنَا '' کے معنی یہ نہیں کہ ''عبدؑاللہ اور آمنہؑ سے رسوؐل کو پیدا کیا'' نازل کے معنی تو اُترنا اور اُتارنا ہوتے ہیں۔ یا کسی بلند مقام سے گھٹیا درجہ پر لانا ہوتے ہیں۔ (تنزّل) پھر یہ بھی فرمایا گیا ہے کہ:

اَنۡزَلَ اللّٰہُ اِلَیۡکُمۡ۔۔۔ الخ، ''اللہ نے تمہاری طرف اُتارا''

سوال یہ ہے کہ قرآن قیامت تک آنے والے تمام لوگوں کو مخاطب کرتا ہے۔ کیا ہمارے قارئین اس آیت میں آئے ہوئے لفظ '' اِلَیۡکُمۡ '' میں داخل ہیں یا نہیں؟ اگر نہیں تو تمہارا یہ عقیدہ غلط نکلا کہ قرآن ہر زمانہ کے لوگوں کو مخاطب کرتا ہے۔ اور یہ کہ محمدؐ قیامت تک آنے والے تمام ہی انسانوں کے لئے رسوؐل ہیں۔ اگر تمہارا عقیدہ صحیح ہے تو تم سے کہا جارہا ہے کہ:

اللہ نے تمہاری طرف رسوؐل نازل کیا ہے اور وہ تمہیں اللہ کی آیات پڑھ کر یا تلاوت کر کے سناتا ہے اور سناتا چلا جائے گا'' (مضارع کا صیغہ ہے)

اب آپ سے چند سوالات دریافت طلب ہیں۔ اول یہ کہ کیا واقعی ہمارے قارئین سے محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ملاقات ہوئی ہے؟ کیا آپ نے آنحضرؐت سے آیات کی تلاوت سنی ہے؟ آپ سے ملاقات ہوئی یا نہیں اور آپ نے حضوؐر سے قرآن سنا یا نہیں اس پر اِس آیت کے معنی اور ترجمہ کا انحصار نہیں ہے۔ معنی یہی ہیں کہ:

''محمدؐ تمام انسانوں کے پاس جا کر اُن کو اللہ کی آیات سناتے ہیں اور مستقبل میں بھی برابر قیامت تک سناتے رہیں گے''

قارئین اپنے اپنے عقیدے کو چھوڑیں یا اُس پر قائم رہیں۔ مگر یہ سوچیں کہ کیا آپ اس آیت (34/28) میں ہمارا بیان کردہ عقیدہ نہیں دیکھتے کہ ایک محمدؐ بیک وقت اربوں انسانوں کے سامنے رہ کر اُن کو قرآن سناتا ہے یا سنا سکتا ہے؟ یہی نہیں بلکہ تنہا محمدؐ بیک وقت ساری کائنات میں

Presented by Ziaraat.Com

ساری مخلوقات کے سامنے رہ سکتے ہیں؟ ہمیں کم ازکم ایک دفعہ پھر عرض کرنے دیں کہ تم نے اپنے عقائد کو قریشی چھلنی میں چھان کر اختیار کیا ہے۔ یعنی صحیح عقائد کو غلط صورت دے کر اپنایا ہے۔ یہی کچھ فرمایا تھا رسولؐ نے جب اللہ سے قریشی اسلام کی شکایت کی تھی کہ:

وَقَالَ الرَّسُوْلُ یٰرَبِّ اِنَّ قَوْمِی اتَّخَذُوْا هٰذَا الْقُرْاٰنَ مَهْجُوْرًا ۔(فرقان 25/30)

''محمدؐ رسول اللہ نے کہا کہ اے میرے پروردگار میری قوم نے اس قرآن کو اس طرح بدل کر اختیار کیا ہے کہ گویا اختیار کیا ہی نہیں ہے''

ہم مظہرؐ خداوندی کی پوزیشن پر تفصیل میں جانا نہیں چاہتے ورنہ سارا قرآن دلائل کے لئے پیش کیا جا سکتا ہے۔صرف ایک مقام اور دکھا کر خلیفہؐ خداوندی کی بات ختم کرتے ہیں۔ سنئے اور قریشی پٹی سرکا کر دیکھئے:

(ج) علیؑ ومحمدؐ اور جانشینانِ محمدؐ وعلیؑ کائنات کی ہر چیز اور ہر انسان کو کیسے پہچانتے اگر سب کے ساتھ نہ رہے ہوتے؟

اللہ فرماتا ہے کہ: وَعَلَى الْاَعْرَافِ رِجَالٌ يَّعْرِفُوْنَ كُلًّا بِسِيْمٰهُمْ وَنَادَوْا اَصْحٰبَ الْجَنَّةِ اَنْ سَلٰمٌ عَلَيْكُمْ ۔۔(اعراف 7/46)

وَنَادٰٓى اَصْحٰبُ الْاَعْرَافِ رِجَالًا يَّعْرِفُوْنَهُمْ بِسِيْمٰهُمْ قَالُوْا مَآ اَغْنٰى عَنْكُمْ جَمْعُكُمْ وَمَا كُنْتُمْ تَسْتَكْبِرُوْنَ O(7/48)

مودودی کا کافرانہ یا قریشیانہ ترجمہ ''جس کی بلندیوں (اعراف) پر کچھ اور لوگ ہوں گے یہ ہر ایک کو اُس کے قیافہ سے پہچانیں گے اور جنت والوں سے پکار کر کہیں گے'' کہ سلامتی ہو تم پر''۔الخ''(تفہیم القرآن جلد 2 صفحہ 33-32)

''پھر یہ اعراف کے لوگ دوزخ کی چند بڑی بڑی شخصیتوں کو اُن کی علامتوں سے پہچان کر پکاریں گے کہ'' دیکھ لیا تم نے، آج نہ تمہارے جتھے تمہارے کسی کام آئے اور نہ وہ ساز وسامان جن کو تم بڑی چیز سمجھتے تھے''(تفہیم القرآن جلد 2 صفحہ 33)

(د) مودودی کے ترجمہ پر تنقیدی نظر، اُس کا قریش کی طرفداری میں فریب دینا اور نمائندگانِ خداوندی کا مجازی ومادی ہمہ گیر ہونا۔

علامہ کا یہ ترجمہ نہ صرف غلط ہے بلکہ علامہ نے اِن آیات کی حقیقت کو چھپانے کے لئے مسلمانوں کو فریب بھی دیا ہے۔اور خلفاؑئے خداوندی یا مظاؑہر خداوندی یا نمائندگانِ خداوندی کی ہمہ گیری کو چھپانے کے لئے بد دیانتی بھی کی ہے۔

اِن دونوں آیات (7/46,48) میں چند ایسی ذواؑتِ مقدسہ کا ذکر ہوا ہے جو اللہ کے الفاظ اور معیار کے مطابق معرفت کے اعلیٰ ترین مقام پر فائز ہیں۔(عَلَى الْاَعْرَافِ)اور وہ حضراؑت اُن تمام انسانوں کو اُن کے چہروں (سِيْمَا) سے یا صورتوں سے پہچانتے ہیں جو جنت اور دوزخ میں بطور جزا وسزا داخل ہیں۔اور ظاہر ہے کہ یہ پوری نوع انسانی کی بات ہو رہی ہے۔یعنی حضرت آدم علیہ السلام کے زمانہ سے قیامت تک پیدا ہونے والے تمام انسان یا جنت میں ہوں گے یا جہنم میں ہوں گے۔مطلب یہ ہوا کہ حضرت آدمؑ سمیت وہ حضراؑت ازاول تا آخر ہر آدمی کو پہچانتے ہیں۔یہ حقیقت ثابت کرتی ہے کہ وہ ذواؑتِ مقدسہ ہر زمانہ میں ہر ہر آدمی کے ساتھ ساتھ رہتی گئی تھیں۔اس لئے ہر آدمی کو اس کی صورت یا چہرے سے پہچانتی ہیں اور ایسی ہستیاں ظاہر ہے کہ دنیا میں محمدؐ اور اجزائے نور محمدؐ یعنی محمدؐ وآل محمد صلوٰۃ اللہ علیہم کے علاوہ اور ہو ہی نہیں سکتیں اور یہ بات قریش مان لیتے تو جھگڑا ہی باقی نہ رہتا۔لہٰذا مودودی نے ان دونوں آیات میں دونوں جگہ آئے ہوئے لفظ '' سِيْمَا '' کا ترجمہ غلط کر کے صورتِ حال کو مشکوک کرنے کی کوشش کی ہے اور''چہرے'' ترجمہ کرنے کے بجائے''قیافہ''اور''علامتوں''ترجمہ کر دیا حالانکہ اس ملعون علامہ نے اس سے پہلے بھی یعنی سورہ بقرہ میں بھی اور اس کے بعد بھی یعنی سورہ محمدؐ اور سورہ فتح اور سورہ رحمان میں بھی اسی لفظ'سِيْمَاهُمْ '' کا ترجمہ''چہرے'' کیا ہے۔آیئے اس ملعون کی تفہیم القرآن کی تلاشی لیں اور اُسے رنگے ہاتھوں پکڑ کر پبلک کو دکھائیں۔

Presented by Ziaraat.Com

(ہ) قریش اور مودودی علیؑ و محمدؐ کے ایسے کمینہ اور بدترین دشمن ہیں کہ خود اپنے ترجمہ کے خلاف ترجمہ کرنے سے بھی نہیں چوکتے۔

(1) تَعۡرِفُهُمۡ بِسِیۡمٰهُمۡ (بقرہ 2/273)

''تم اُن کے چہروں سے اُن کی اندرونی حالت پہچان سکتے ہو'' (تفہیم القرآن جلد اول صفحہ 209)

(2) فَلَعَرَفۡتَهُمۡ بِسِیۡمٰهُمۡ۔ (محمدؐ، 47/30)

''اُن کے چہروں سے تم اُن کو پہچان لو'' (تفہیم القرآن جلد 5 صفحہ 29)

(3) سِیۡمَاهُمۡ فِیۡ وُجُوۡهِهِمۡ مِّنۡ اَثَرِ السُّجُوۡدِ۔ (فتح 48/29)

''سجود کے اثرات اُن کے چہروں پر موجود ہیں'' (ایضاً جلد 5 صفحہ 63)

(4) یُعۡرَفُ الۡمُجۡرِمُوۡنَ بِسِیۡمٰهُمۡ۔ (رحمٰن 55/41)

''مجرم وہاں اپنے چہروں سے پہچان لئے جائیں گے'' (ایضاً صفحہ 265)

یہ ہیں قریش کے اہلسنت کہلانے والے علامہ مودودی جنھوں نے پبلک کو یہ نہ بتایا کہ محمدؐ اور جانشینان محمدؐ صلوٰۃ اللہ علیہم ساری کائنات کی تمام مخلوقات کے ساتھ ساتھ رکھے گئے تھے اور یہی پوزیشن تھی جس کی بنا پر فرمایا گیا اور دُہرا دُہرا کر فرمایا گیا ہے کہ:

وَیَوۡمَ نَبۡعَثُ فِیۡ کُلِّ اُمَّةٍ شَهِیۡدًا عَلَیۡهِمۡ مِّنۡ اَنۡفُسِهِمۡ وَجِئۡنَابِکَ شَهِیۡدًا عَلٰی هٰۤؤُلَآءِ وَنَزَّلۡنَا عَلَیۡکَ الۡکِتٰبَ تِبۡیَانًا لِّکُلِّ شَیۡءٍ وَّهُدًی وَّرَحۡمَةً وَّبُشۡرٰی لِلۡمُسۡلِمِیۡنَ O (نحل 16/89 اور نساء 4/41 وغیرہ)

''اے محمدؐ! انہیں اس سے خبردار کردو جب ہم ہر اُمت پر خود اُس کے اندر سے ایک ایک چشم دید گواہ قائم کریں گے اور اُن سب پر تمہیں چشم دید گواہ کی حیثیت سے پیش کریں گے اور اسی ہمہ گیر پوزیشن کو ثابت کرنے کے لئے تو ہم نے تم پر ایک ایسی مکمل کتاب نازل کی ہے جو ہر ہر چیز کو بیان کرتی ہے اور مسلمانوں کے لئے ہدایت اور رحمت اور خوشخبریوں کی حامل ہے''

(و) اعراف پر تمام انسانوں کو صورتوں سے پہچاننے والے علیؑ و محمدؐ اور آئمہؑ ہیں۔ حدیث۔

قرآن کریم نے ایسی صفت بیان کردی ہے جو کسی اور میں ثابت نہیں ہوسکتی بہر حال ایک طویل حدیث کا ابتدائی جملہ اور پڑھ لیں۔

عَنۡ مقرن قال: سَمِعۡتُ ابا عبدِاللّٰہ علیه السلام: یقول جَاءَ ابن الکوّا اِلٰی امیر المومنین علیه السلام فقال: یَا امیرَ المومنین "وَعَلَی الۡاَعۡرَافِ رِجَالٌ یَعۡرِفُوۡنَ کُلاًّ بِسِیۡمَاهِمۡ" فقال: نَحۡنُ عَلَی الاعراف۔

''مقرنؒ نے روایت کیا کہ میں نے امام جعفر صادق علیہ السلام کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ: ''ابن الکوا حضرت علی علیہ السلام کے پاس آیا اور پوچھا کہ وہ کون لوگ ہیں جو اعراف پر سب کو اُن کے چہروں سے پہچانتے ہیں؟'' فرمایا کہ اعراف پر ہم لوگ ہیں''

(کافی کتاب الحجۃ باب معرفۃ الامام والرد الیہ) (اسی حدیث کو محدث ابن مردویہ نے بھی لکھا ہے)

بہر حال ہمارے یہاں نمائندۂ خداوندی علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنی قوتوں اور صفات کے ساتھ موجود ہے اور اللہ کی تمام صفات درحقیقت اسی کی صفات ہیں جن کو اللہ نے اپنی ذات پاک سے منسوب کیا ہوا ہے۔

Presented by Ziaraat.Com

مفتی جعفر حسین: خطبہ نمبر: 48

علی نقی طہرانی: خطبہ نمبر: 48

خُطبہ ﴿36﴾

1۔ فوج کے آگے آگے ایڈوانس گارڈ (Advance Guard) کو سفر کی ہدایات کے ساتھ بھیجنا۔

2۔ باقی فوج اور سرداران فوج کو سفر کا پروگرام اور مقصد سمجھانا۔

3۔ راستے میں آنے والی آبادیوں کو دعوت جہاد دینا۔ اور ثابت کرنا کہ تنخواہ دار فوج موجود نہ تھی۔

4۔ سفر سے پہلے پابندی کے ساتھ حمد وثنائے خداوندی بجالانا۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡم

اَلۡحَمۡدُ لِلّٰہِ کُلَّمَا وَقَبَ لَیۡلٌ وَّغَسَقَ ؛	1	حمدِ خداوندی جاری رہنا چاہیئے جب تک راتیں آتی اور اندھیرا پھیلاتی رہیں۔
وَالۡحَمۡدُلِلّٰہِ کُلَّمَا لَاحَ نَجۡمٌ وَّخَفَقَ ؛	2	حمد وستائش کی ہر صورت اللہ کے لئے مخصوص رہنا چاہیئے جب تک کہ ستارے ابھرتے اور ڈوبتے رہیں۔
وَالۡحَمۡدُ لِلّٰہِ غَیۡرَ مَفۡقُوۡدِ الۡاِنۡعَامِ ؛	3	حمد وثنا تو ہونا ہی اللہ کے لئے چاہیئے جس کے انعامات کبھی ختم نہیں ہوتے۔
وَلَامُکَافَآءِ الۡاِفۡضَالِ؛	4	اور جس کے فضل وکرم کا بدلہ نہیں ہوسکتا۔
اَمَّابَعۡدُ فَقَدۡ بَعَثۡتُ مُقَدِّمَتِیۡ ؛	5	حمد وثنا کے بعد معلوم ہو کہ میں نے اپنی فوج کا ہراول دستہ روانہ کردیا ہے۔
وَاَمَرۡتُھُمۡ بِلُزُوۡمِ ھٰذَا الۡمِلۡطَاطِ حَتّٰی یَاتِیَھُمۡ اَمۡرِیۡ ؛	6	اور اسے حکم دیا ہے کہ وہ میرا دوسرا حکم پہنچنے تک فرات کے کنارے پڑاؤ ڈالے رہے اور ہدایات پہنچنے تک کسی قسم کا بھی اقدام نہ کرے۔
وَقَدۡ رَاَیۡتُ اَنۡ اَقۡطَعَ ھٰذِہِ النُّطۡفَةَ اِلٰی شِرۡذِمَةٍ مِنۡکُمۡ مُّوۡطِنِیۡنَ اَکۡتَافَ دَجۡلَةَ ؛	7	میں نے اس میں بہتری دیکھی ہے کہ میں دریائے فرات کے پار نکل کر تمہارے ان ہمدردوں میں پہنچوں جو دجلہ کے آس پاس قیام کئے ہوئے ہیں اور ہماری روانگی کے لئے وہاں منتظر ہیں۔
فَاُنۡهِضَھُمۡ مَعَکُمۡ اِلٰی عَدُوِّکُمۡ ؛	8	چنانچہ ان کے پاس پہنچ کر میں انہیں تمہارے ساتھ تمہارے دشمنوں کی طرف روانہ کروں گا۔
وَاَجۡعَلَھُمۡ مِّنۡ اَمۡدَادِ الۡقُوَّةِ لَکُمۡ ؛	9	اور انہیں تمہاری قوت میں اضافہ اور مدد کے طور پر استعمال کروں گا۔

Presented by Ziaraat.Com

علامہ رضیؒ کی تشریح :اَقُوْلُ : یَعْنِیْ عَلَیْهِ السَّلَامِ بِالْمِلْطَاطِ هٰهُنَا السَّمْتَ الَّذِیْ اَمَرَهُمْ بِلُزُوْمِهٖ وَهُوَ شَاطِئُ الْفُرَاتِ وَیُقَالُ ذٰلِکَ اَیْضًا لِشَاطِیءِ الْبَحْرِ وَاَصْلُهٗ مَااسْتَوٰی مِنَ الْاَرْضِ وَیَعْنِیْ بِالنُّطْفَةِ مَاءَ الْفُرَاتِ وَهُوَمِنْ غَرِیْبِ الْعِبَارَاتِ وَ عَجِیْبِهَا ؛

رضی صاحب فرماتے ہیں کہ: ''میں کہتا ہوں کہ حضرت علی علیہ السلام نے لفظ 'مِلْطَاط'' سے یہاں اُس سمت کی طرف اشارہ فرمایا ہے جہاں ہر اول دستہ کا قیام لازم فرمایا تھا اور دریائے فرات کا کنارہ تھا۔ اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ مِلْطَاط سمندر کے کنارے کو بھی مراد لیتے ہیں۔ اور اس لفظ ملطاط کی اصلیت دراصل ''ہموار زمین'' ہے۔ اور لفظ ''نطفہ'' سے دریائے فرات کا صاف شفاف پانی مراد لیا ہے۔''

مفتی کے فتوے کی رُو سے جنگ صفین 5 شوال 37ھ تک شروع نہ ہوئی تھی بلکہ بارہ ہزار فوجیوں کا رسالہ ہراول دستہ کے طور پر روانہ ہوا تھا۔ حالانکہ صفر 37ھ میں ختم ہو چکی تھی۔ بہرحال اول دستہ بارہ ہزار کا تھا اور اُس کے سردار شریح ابن ھانی اور زیاد ابن نصر رضی اللہ عنہا ہی تھے۔

تشریحات:

اس خطبہ کی دھاک آناً فاناً سارے عرب وعراق میں پھیل گئی تھی۔ اور اسی بنا پر علما نے اس خطبہ کی تاریخ 5 شوال 36ھ بھی نوٹ کی ہے۔ یہ یاد رکھنا چاہئے کہ جنگ جمل کے بعد حضرت علی علیہ السلام قریشی محاذ کی پیدا کردہ جن مشکلات اور مصائب میں مبتلا ہیں وہ اگر کسی اور خلیفہ یا بادشاہ کو پیش آتیں تو وہ ایک روز بھی عنانِ حکومت اپنے ہاتھ میں نہ رکھ سکتا تھا۔ اور اپنی پہلی فرصت میں حکومت سے دستبردار ہو کر بیٹھ جاتا۔ لیکن مشکل کشا علیہ السلام کا فرض منصبی تھا کہ وہ ہر آنے والی مشکل کو توڑ پھوڑ کر آگے بڑھتے چلے جاتے۔ چنانچہ اس خطبہ میں یہ اعلان فرمایا ہے کہ:

''حمد خداوندی جاری رہنا چاہئے جب تک راتیں آتی اور اندھیرا پھیلاتی رہیں۔ اور حمد وستائش کی ہر صورت اللہ ہی کے لئے مخصوص رہنا چاہئے۔ جب تک کہ ستارے اُبھرتے اور ڈوبتے رہیں۔ حمد وثنا تو ہونا ہی اللہ کے لئے چاہئے جس کے انعامات کبھی ختم نہیں ہوتے۔ اور جس کے فضل وکرم کا بدلہ نہیں ہو سکتا ہے'' (خطبہ 36 جملے 1 تا 4)

جن مخدوش اور ہمت شکن حالات کا سامنا ہے۔ اُن حالات میں اللہ کو یاد رکھنا اور صرف یاد ہی نہیں رکھنا بلکہ اللہ کی عبادت اور حمد وثنا کرنے کا خیال رہنا مذہب کی تعلیمات کا انتہائی بلند مقام ہے اور حضوؑر چاہتے ہیں کہ اُن کے رفقائے کار، اُن کی پیروی کرنے والے کسی حال میں اللہ کو، اُس کے فضل وانعامات واحسانات کو نہ بھولیں بلکہ مشکلات کے بڑھنے کے ساتھ ساتھ عبادت اور حمد خداوندی میں اضافہ کرتے جائیں اور یقین رکھیں کہ مشکلات اُن ہی لوگوں کی حل کی جاتی ہیں اور اُن ہی پر فضل وعنایات ہوتی ہیں جو ہر لمحہ اللہ سے مدد چاہنے میں گزاریں۔ یہاں چونکہ ابھی ابھی حضورؑ جنگ کے لئے روانگی کا اعلان وانتظام کرنے والے ہیں۔ لہٰذا اِن چار جملوں (خطبہ 36 جملے 1 تا 4) میں جنگ کا مقصد بھی واضح ہو جاتا ہے۔ یعنی آپ چاہتے ہیں کہ وہ نام نہاد مسلمان، جن سے جنگ درپیش ہے۔ اسلامی تعلیمات کی مخالفت ختم کر کے خود کو عبادت وحمد وثنائے خداوندی میں مصروف رکھیں۔

اس کے بعد آپ نے جنگ وسفر کیلئے اطلاعات اور ہدایات دی ہیں۔ تاکہ رفقائے سفر سوچ سمجھ کر ساتھ چلیں۔ چنانچہ آپ نے فرمایا کہ: میں نے اپنی فوج کا ہراول دستہ (Advance Guard) روانہ کر دیا ہے۔ اور اُسے حکم دیا ہے کہ وہ میرا دوسرا حکم پہنچنے تک دریائے فرات کے متعینہ مقام پر پڑاؤ ڈالے رکھے۔ اور ہدایات ملنے تک کوئی جنگی اقدام نہ کرے'' (خطبہ 36 جملے 5 تا 6)

یہ دستہ اگر دھوم دھام سے روانہ ہوا ہوتا تو اس اطلاع کی ضرورت نہ ہوتی لہٰذا معلوم ہوا کہ حضرت علی علیہ السلام بارہ ہزار مسلح مجاہدین کی

Presented by Ziaraat.Com

ایک فوج بلا کسی شور و ہنگامہ کے خاموشی سے روانہ فرما چکے تھے۔اس ہراول دستہ کی کمانڈ جناب زیاد ابن نضر اور شریح ابن ہانی کو سونپی گئی تھی۔

قارئین یہ جانتے ہیں کہ حضرت علی علیہ السلام نے تنخواہ دار افواج کو ابتدا ہی میں رخصت کر دیا تھا جس کی بڑی تعداد پہلے عائشہ کے ساتھ جا ملی تھی اور جنگ جمل میں عائشہ اور طلحہ و زبیر کی شکست کے بعد زندہ بچ جانے والے قدیم فوجی معاویہ کی چھاؤنیوں میں بھرتی ہو گئے تھے۔لہٰذا ضروری تھا کہ مذکورہ ہراول دستہ دوران سفر بھی اور فرات پر قیام کے دوران بھی نزدیک و دُور کی بستیوں میں وفود ارسال کرتا اور مسلمانوں کو جہاد کی دعوت دیتا چلا جائے تاکہ جو لوگ بلا معاوضہ بلا مالِ غنیمت بلا تنخواہ کے، خالصتاً فی سبیل اللہ، اپنے اسلحہ اور اپنا راشن ساتھ لے آئیں۔اور باغیانِ خدا و رسولؐ سے جنگ کریں اور کلمۂ حق کو بلند کریں وہ آ جائیں۔جو نہ آئیں وہ اللہ کے سامنے جوابدہی کے لئے تیار رہیں۔لہٰذا یاد رہنا چاہیئے کہ حضرت علی علیہ السلام کی طرف سے جنگ کرنے والے تمام لوگ اللہ کے لئے جہاد پر نکلتے تھے۔اُن پر نہ کسی قسم کا دباؤ اور جبر ہوتا تھا۔نہ باز پرس ہوتی تھی۔اور یہ وہ بات ہے جو معاویہ تو معاویہ تھا خود ابوبکر و عمر و عثمان کی افواج کو حاصل نہ تھی وہاں تنخواہ ملتی تھی۔لوٹ مار کا سامان ملتا تھا۔گھر والوں کو گھر بیٹھے راشن ملتا تھا۔اُنہوں نے نمازیوں سے جنگیں کیں، اُن کا قتل عام کیا۔اُن کی عورتوں سے جائز سمجھ کر زنا کیا، لونڈی اور کنیزیں بنایا اُن کے گھروں کو لوٹا اور جلایا۔یہاں لوٹنا تو بدترین اور ناقابل معافی گناہ تھا۔کسی کو گالی دینے تک کی اجازت نہ تھی۔

پھر حضورؐ نے فرمایا کہ:

''میں نے یہ بہتر سمجھا کہ میں دریائے فرات سے پار نکل کر تمہارے اُن ہمدردوں میں پہنچوں جو دریائے دجلہ کے علاقے میں قیام پذیر ہیں۔اور ہماری روانگی تک وہاں منتظر ہیں۔چنانچہ اُن میں پہنچ کر میں اُنہیں بھی تمہارے ساتھ تمہارے دشمنوں سے جہاد کے لئے روانہ کر دوں گا۔اور انہیں تمہاری قوت اور مدد میں اضافہ کے لئے استعمال کروں گا''(خطبہ 36 جملے 7 تا 9)

یہاں حضورؐ نے دجلہ کے علاقے میں رہنے والے جن لوگوں کا ذکر فرمایا ہے یہ مدائن کے رہنے والے دو ہزار کے قریب باشندے تھے جو حضرت علی علیہ السلام کی دعوت پر سامان جنگ تیار کئے ہوئے حضورؐ کی آمد کے منتظر تھے۔چنانچہ کوفہ سے شام تک جہاں جہاں آپؑ کی آواز پہنچی تھی۔لوگ تیار ہو رہے تھے اور جہاں جہاں سے آپؑ گزرتے مجاہدین شامل ہوتے جاتے تھے۔اور سفر کی یہ صورت دشمن کے کیمپ میں حیرانی اور کھلبلی مچاتی جا رہی تھی۔حیرانی اس لئے کہ لوگ بلا جبر و اکراہ، بلا مزد و معاوضہ سرفروشی کے لئے جوق در جوق چلے آ رہے تھے اور کھلبلی اس لئے کہ تنخواہ دار اور پیٹ کی پجاری فوج کس طرح فدا کارانِ اسلام سے لوہا لے گی؟

2۔جنگ صفین کے متعلقات اور ملک شام کی طرف سفر شروع کرنے سے قبل کے حالات و اقدامات

سابقہ خطبہ (35) بھی جنگ صفین کے لئے سفر سے متعلق تھا۔وہاں بھی حضورؐ نے حمد و ثنائے خداوندی کے ساتھ اپنے سفر اور سفر سے واپسی کے لئے دعا فرمائی تھی۔اور زیر قلم خطبہ (36) کے بعد آپؑ نے سفر شروع کر دیا تھا۔لیکن قارئین کو یہ جاننے کی ضرورت ہے کہ جنگ جمل کے بعد مملکت میں کیا کچھ ہوا؟ معاویہ سے جنگ کیوں اور کیسے ٹھن گئی؟ متعلقہ تفصیلات میں جانے سے پہلے یہ ذہن نشین کر لیں کہ حضرت علی علیہ السلام معاویہ سے جنگ لڑنے کی تیاری کے بجائے اُسے وفود اور خطوط کے ذریعہ سے سمجھانے اور راہ راست پر لانے اور مسلمانوں کا خون بہانے سے بچنے کی کوشش کرتے رہے۔اور اس کوشش کے سلسلے کا آخری قدم وہ خط تھا جو حضورؐ نے عمرو بن العاص کو اس زیر گفتگو سفر سے چند روز پہلے بھیجا تھا اور مایوس کن جواب پایا تھا۔وہ خط مناسب مقام پر قارئین کے سامنے آئیں گے یہاں جنگ جمل کی فتح کے بعد طٰہٰ حسین سے چند واقعات سنئے:

Presented by Ziaraat.Com

(الف) جنگ جمل کی فتح کے بعد دشمن کیمپ کے حالات اور حضرت علیؑ کے اقدامات۔

اول۔ مسلمانوں نے اسلام ترک کردیا تھا۔

''ایسا معلوم ہوتا تھا کہ اُس دن عربوں میں اُن کی جاہلیت اور گمراہی کا دور واپس آگیا تھا۔ اور وہ اپنے روادار دین کو بالکل یا تقریباً فراموش کر چکے تھے۔ یا پھر جنون کا دورہ اُن کے ہوش وحواس کا خاتمہ کر چکا تھا۔ اور وہ جانتے ہی نہ تھے کہ کیا کر رہے ہیں۔ یا پھر یوں کہیئے کہ فتنے کی پٹی اتنی دبیز تھی کہ خود مسلمان اپنی بصارت کھو چکے تھے'' (کتاب علیؑ صفحہ 89)

ڈاکٹر طٰہٰ حسین باتیں تو جہاں تک اُن کا سنی مسلک اجازت دیتا ہے سب ہی لکھ دیتے ہیں مگر نتائج، حقائق اور فیصلوں کو ٹالتے، بکھیرتے اور مقدم ومؤخر کرتے چلے جاتے ہیں چنانچہ اس بیان میں ''عربوں'' سے اُن کی مراد ہرگز حضرت علیؑ نہیں ہیں۔ مگر انہوں نے حضرت علیؑ اور طرفدارانِ مرتضوی کو الگ نہیں کیا ہے۔ تاکہ راسخ العقیدہ سنی یا صحیح الفاظ میں بدعقیدہ سنی اُن پر اعتراض نہ کرسکیں۔ اُنہوں نے اپنی اس کتاب میں حضرت علی علیہ السلام کے برحق ہونے پر اور اُن کے مخالفوں، عائشہ، طلحہ، زبیر اینڈ کمپنی کے باطل ہونے پر بہت واشگاف الفاظ میں اپنے بیانات لکھے ہیں۔ مگر نہ ایک جگہ اور نہ دوٹوک فیصلوں کی طرح بلکہ ٹال ٹال کر، بکھیر بکھیر کر اور مقدم ومؤخر کرکر کے لکھے ہیں۔ اُن کے اس طرزِ تحریر نے یہ تو کیا کہ اُن کے خلاف کوئی مضبوط محاذ نہ بنا مگر حق وباطل الگ الگ نہ ہوسکے اور اُن کی ساری محنت ضائع ہوگئی۔ اور ایک ایسی کتاب کی ضرورت باقی رہ گئی جس میں کوئی اُن کی تحریروں سے حق وباطل کو الگ الگ کرکے پبلک کو اُن کے فیصلے جمع کرکے دکھائے۔ وہ جھوٹی روایات وبیانات واشعار کو جھوٹا بھی کہتے جاتے ہیں اور سنی مسلک کی تائید میں پھر بھی لکھتے چلے جاتے ہیں۔ اور سنیئے:

دوم۔ جانی دشمنوں کو امان اور معافی دی اور مال غنیمت واپس تقسیم کردیا، آستین کے سانپ

''حضرت علیؑ نے اپنے احکام جاری کردئے اونٹ کے گرنے کے بعد آپؑ نے لوگوں کو امان دی۔ اپنے آدمیوں کو بڑی سختی کے ساتھ ہدایت کی کہ کسی زخمی پر حملہ آور نہ ہوں۔ کسی بھاگنے والے کا تعاقب نہ کریں۔ کسی گھر میں نہ گھس پڑیں۔ کسی کی بے حرمتی نہ کریں۔ اس کے بعد آپ نے اپنے ساتھیوں میں جو مال غنیمت تقسیم کیا وہ بیت المال کی کوئی ملکیت نہ تھی۔ بلکہ وہ بصرے والوں کے گھوڑے اور ہتھیار تھے۔ حضرت علیؑ نے اس سلسلے میں احتیاط کی حد کردی۔ آپؑ نے حکم دیا کہ میدان معرکہ میں بصرہ والوں نے جو کچھ چھوڑ دیا ہے۔ وہ سب جمع کرکے مسجد میں لایا جائے۔ پھر آپ نے لوگوں میں منادی کرادی کہ آئیں اور اپنی اپنی چیزیں پہچان کرلے جائیں۔ لوگوں کو اپنے اپنے مردے دفن کرنے کی اجازت دی گئی۔ تمام مقتولوں پر نماز پڑھی جن میں ساتھی بھی تھے حریف بھی۔ کٹے ہوئے اعضاء کے ٹکڑے جمع کروائے اور ایک بڑا گڑھا کھدوا کر اُس میں دفن کروادیا۔ اور خود بصرہ کے باہر اپنے پڑاؤ میں قیام کیا۔ اور تین دن کے بعد بصرہ میں داخل ہوئے۔ طرفین کے مقتولین کی تعداد بہت زیادہ تھی۔ اس کی گنتی میں راویوں کا اختلاف ہے۔ بعضوں نے بیس ہزار لکھا ہے۔ بعض نے دس ہزار سے زیادہ نہیں بتایا'' (ایضاً صفحہ 89 تا 91)

حضرت علی علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کی مشیت کو پوری طرح برسرِکار رکھنے اور دشمنانِ اسلام کو اپنی حسرتیں نکال لینے کا موقع دیا تھا ورنہ اگر حضرت علیؑ دشمنوں کو ڈھونڈ ڈھونڈ کر قتل کرتے اُن کے ہاتھ پیر کٹواتے، انہیں سولیاں دیتے تو یہ اُن کے جرم کی سزا ہوتی (مائدہ 5/33) اور یہ تو وہ لوگ تھے جو بے قصور مسلمانوں کا، نمازیوں اور پرہیزگاروں کا قتل عام جائز سمجھتے اور کرتے رہے مسلمانوں کو لوٹنا عورتوں بچوں کو غلام وکنیز بنانا اُن کے یہاں

Presented by Ziaraat.Com

جائز رہا ہے(مالک بن نویرہ)(طبری خلافت راشدہ صفحہ 95 تا 98)

ابوبکر کا ایک حکم :

''اگر اللہ عزوجل اُن کو فتح دے تو بنی حنیفہ کے اُن تمام مردوں کو جن کی ڈاڑھی نکل آئی ہے قتل کردیں''(ترجمہ تاریخ طبری حصہ 2 صفحہ 119)
اگر حضرت علی علیہ السلام نے قرآن کے حکم(مائدہ 5/33) پر عمل کردیا ہوتا تو وہ تکلیفیں کم ہوجاتیں جو رحم وکرم کرنے سے پیش آئیں۔
سوم۔کس بے جگری سے اور کیسے لوگوں کو اور کن حالات میں نظرانداز کردیا؟

پھر ڈاکٹر صاحب سے سنئے:

''معرکہ کے تین دن بعد حضرت علیؑ بصرہ میں داخل ہوئے۔مسجد پہنچ کر نماز پڑھی۔اور لوگوں سے ملنے کے لئے دوپہر سے پہلے بیٹھ گئے۔ اور جب شام ہوئی تو اپنے ساتھیوں کی ایک جماعت کے ساتھ عائشہ سے ملاقات کے لئے سوار ہوئے اور عبداللہ ابن خلف خزاعی (یعنی جرھمی) کے گھر آئے، جو بصرہ کا سب سے بڑا گھر تھا۔گھر کی مالکہ صفیہ بنتِ حارس عبدریہ بُری طرح پیش آئی،اُس نے کہا دوستوں کے قاتل، جماعت کو منتشر کرنے والے، خدا تیرے لڑکوں کو یتیم کردے جس طرح تو نے عبداللہ ابن خلف خزاعی کے لڑکوں کو یتیم کیا۔اس کا شوہر عبداللہ بن خلف خزاعی اور اس کا بھائی عثمان دونوں معرکے(جمل) میں قتل کئے جاچکے تھے۔حضرت علیؑ نے کچھ جواب نہیں دیا۔اور سیدھے حضرت عائشہ کے پاس پہنچے اور بیٹھنے کے بعد کہا۔صفیہ مجھ سے بری طرح پیش آئی ہے میں نے اُسے اس وقت دیکھا تھا جب وہ بچی تھی۔اُس کے بعد سے آج دیکھا۔پھر آپ نے عائشہ سے کچھ باتیں کیں اور واپس ہوئے۔واپسی پر صفیہ پھر سامنے آئیں اور اپنی باتیں دُہرانے لگی۔حضرت علیؑ نے چاہا کہ اُسے خاموش کردیں۔چنانچہ بند کمروں کے دروازوں کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمانے لگے کہ''میں نے ارادہ کیا ہے کہ ان دروازوں کو کھولوں اور جو لوگ کمروں میں ہیں انہیں قتل کردوں'' یہ سن کر صفیہ چپ ہوگئی اور سامنے سے ہٹ گئی۔اُن کمروں میں عائشہ کے بہت سے زخمی ساتھی تھے۔عائشہ نے اُن کو ان کمروں میں جگہ دی تھی۔اور اچھا ہوجانے تک اُن کی تیمارداری کا انتظام کیا تھا۔حضرت علیؑ کو یہ معلوم تھا۔اس میں کوئی شک نہیں کہ آپ کا ارادہ اُن کو قتل کردینے کا نہ تھا۔بلکہ اس طرح آپ نے اُس قریشیہ کو ڈرایا اور اس سے پیچھا چھڑایا۔حضرت علیؑ کے بعض ساتھیوں نے صفیہ کو پکڑنا چاہا لیکن آپ نے بڑی سختی کے ساتھ اُن کو ڈانٹا اور فرمایا کہ ہمیں تو مشرک عورتوں تک سے روکا جاتا تھا۔اور جو شخص عورت کو مارتا اُس کی اولاد تک کو طعنہ دیا جاتا تھا۔خبردار! اگر مجھے پتہ چلا کہ تم میں سے کسی نے کسی عورت سے اس لئے تعرض کیا کہ اُس نے تم کو اذیت دی ہے یا تمہارے حاکموں کو گالی دی ہے تو میں سخت سزا دوں گا۔(صفحہ 92-93) بصرہ والوں کے ساتھ حضرت علیؑ کا برتاؤ ایک ایسے شریف آدمی کا ساتھا جو قدرت کے باوجود معاف کردیتا ہے۔مالک ہونے پر بھی نرمی کے ساتھ پیش آتا ہے۔حضرت علیؑ کہا کرتے تھے کہ بصرے والوں کے ساتھ میرا سلوک ایسا ہی ہے جیسا کہ مکہ والوں کے ساتھ رسول اللہ(صلی اللہ علیہ وسلم) کا تھا''۔(صفحہ 94)

لوگوں کو امن پسند اور صلح جو دیکھتے تو آپ چشم پوشی کرتے اور اپنے خوش ہونے کا اعلان کرتے۔خوف زدہ لوگوں کو مطمئن کرتے، دشمنوں کے ٹھکانوں سے تجاہل فرماتے۔بنی اُمیہ کی جماعت سے آپ نے تجاہل کیا۔اس جماعت کے افراد معرکہ میں زخمی ہوکر ڈرتے تھے کہ حضرت علیؑ انہیں معاف نہیں کرسکتے۔چنانچہ وہ ادھر اُدھر پھیل گئے۔انہوں نے ممتاز عرب گھرانوں میں پناہ مانگی۔معزز عربوں نے انہیں

پناہ دی۔ تیمارداری کر کے انہیں محفوظ مقامات پر پہنچا دیا۔ حضرت علیؑ یہ سب کچھ جانتے تھے۔ لیکن مخفی رکھتے تھے۔ کیونکہ معرکے کے بعد آپ کسی کے ساتھ زیادتی نہ چاہتے تھے۔ آپ جانتے تھے کہ عائشہ نے بہت سے زخمیوں کو اپنے پاس بلالیا ہے۔ لیکن آپ نے کسی سے تعرض نہیں کیا۔ البتہ یہ بتا دیا کہ آپ اُن سے واقف ہیں'' (صفحہ 96۔97)

چہارم۔ عائشہ اور عرب کے تمام معزز گھرانے حضرت علیؑ کے دشمن تھے۔ ہزاروں آدمی جو زخمی اور واجب القتل تھے ملک میں پھیل گئے تھے۔

قارئین دیکھیں کہ حضرت علی علیہ السلام نے اُن دشمنوں کو جو کل تک مخالفت میں تیغ آزما تھے اور کل پھر تلوار لے کر سامنے آنا تھا۔ سراسر نظر انداز کر دیا اُن سب کو قتل کرنے پر قادر تھے۔ لیکن اُنہیں طعنہ تک نہ دیا۔ گرفتار تک نہ کیا۔ حالانکہ سابقہ خلفا اپنے مخالفوں کا بیج ناس کر دیا کرتے تھے۔ پورے پورے قبیلوں کے اُن لوگوں کو بے دریغ قتل کر دیتے تھے جن کے داڑھی مونچھیں نکل آئی ہوں۔ لیکن حضرت علی علیہ السلام اُن لوگوں سے تعارف رکھتے ہوئے قدرت رکھتے ہوئے اُن ملاعین کو موقع دیتے رہے۔ آج دنیا میں نہ کوئی مسلمان ایسا ہے اور نہ غیر مسلم کی مجال ہے کہ حضرت علیؑ پر جنگ کے دوران یا بعدِ جنگ جبر و زیادتی کا الزام لگا سکیں۔ اور قریش پر اور قریش کے کسی نامور اور مشہور طرفدار اور حلیف پر حضرتؑ کے جانی دشمن ہونے میں شک تک نہیں کیا جاسکتا۔ ذرا سوچیے کہ گالیاں دینے والی اور جھوٹے الزام لگانے والی عورتوں کو اذیت دینے پر سزا مقرر کرنے والے علیؑ کی بیٹیوں کے ساتھ کربلا میں کیا کچھ کیا گیا؟ جب کہ انہوں نے نہ کسی کو اذیت دی تھی نہ برا بھلا کہا تھا؟ حضرتؑ ایسے دشمنوں کو معاف کر کے چلے آئے جو کل کو جنگ صفین میں تلواریں کھینچ کر سامنے آنے والے ہیں۔ کوفہ آئے تو وہاں بھی آپ نے رحم و کرم کا سلوک کیا۔ وہاں بھی وہ لوگ تھے جو جنگ صفین میں مدد کے لئے ساتھ نہ گئے تھے۔ اور کوئی اور سابقہ خلیفہ ہوتا تو انہیں یقیناً سزا دیتا۔ اس سلسلے میں بھی ڈاکٹر صاحب کا ایک جملہ سن لیں:

''کوفہ پہنچنے پر آپؑ نے لوگوں کو خائف پایا اور مغموم۔ مغموم وہ لوگ تھے جن کے بیٹے، بھائی یا باپ معرکہ میں مارے گئے تھے۔ اور خائف وہ لوگ تھے جو گھروں میں بیٹھے رہے اور معرکے میں حصہ نہیں لیا۔ وہ ڈر رہے تھے کہ اُن پر عتاب ہوگا۔ لیکن حضرت علیؑ نے دونوں سے ہمدردی کی اور شامیوں سے جنگ کی تیاری میں مصروف ہوگئے'' (صفحہ 99)

یہاں یہ نوٹ کر لیں کہ عرب و عراق کے چپہ چپہ پر جنگِ جمل میں شکست خوردہ دشمن موجود ہے اور اب حضرت علی علیہ السلام اور معاویہ کا تقابل ملاحظہ ہو۔

(ب) جنگ صفین کا مدمقابل حریف یعنی معاویہ ڈاکٹر طٰہ حسین کی تحقیق کے مطابق بھی نہایت کمینہ اور قدیم دشمن تھا۔

ڈاکٹر طٰہ حسین ابوبکر و عمر و عثمان و عائشہ اور معاویہ کے پیرو ہوتے ہوئے بھی چند حقائق لکھنے پر مجبور ہوئے ہیں۔ چنانچہ پھر اُن ہی کے چند بیانات سنئے:

اول۔ ڈاکٹر طٰہ حسین اور جنگ جمل اور صفین کے دشمنوں کی قسمیں۔

بصرہ کی لڑائی کا نام حضرت علیؑ نے غداروں کی لڑائی رکھا تھا۔ اور شام کی لڑائی کو وہ گمراہوں کی لڑائی کہا کرتے تھے۔ اس لئے کہ بصرے والوں (یعنی طلحہ و زبیر و عائشہ وغیرہ) نے یہ بیعت توڑ دی تھی۔ اور شام والے راہِ حق سے منحرف تھے۔ غداروں کی لڑائی سے فراغت پاتے ہی حضرت علیؑ نے گمراہوں سے مقابلے کی تیاری شروع کر دی۔ نہ اپنے آرام کا کچھ خیال کیا اور نہ ساتھیوں کے ساتھ کوئی رعایت روا رکھی۔ ماہِ رجب

Presented by Ziaraat.Com

کے اواخر میں آپ کوفہ پہنچے اور چار ماہ تک قیام کر کے جنگ کی تیاری کر لی۔آپؑ کے ساتھیوں نے بھی اپنے آرام کا کچھ خیال نہیں کیا۔اُن کو فتح کا جوش تھا۔اور چاہتے تھے کہ ایک فتح میں دوسری فتح کا اضافہ کرلیں۔اور جو لڑائی میں شریک نہیں تھے وہ اپنی غیر حاضری کی تلافی کے لئے بے تاب تھے۔اور چاہتے تھے کہ جنگ میں سرفروشی کر کے اور ثابت قدمی سے حضرت علیؑ کو راضی کرلیں۔آنے والی جنگ میں غیر معمولی قربانی اور زبردست پامردی کی ضرورت تھی۔شام کا حریف بہت بڑا تھا۔اس کے پاس فوج کی خوفناک اور سخت قوت تھی۔اور اُس کی شدت کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ وہ ابوسفیان کا لڑکا ہے۔جس نے بدر کے بعد نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے جنگ کی۔اُس جنگ میں وہ زبردست آزمائش کے دور سے گزرا اور چالبازی کا مظاہرہ بھی کیا۔آخر میں جب اسلام لانے کے بغیر چارہ نہ تھا۔ایک طرف موت تھی۔اور دوسری طرف اسلام تھا۔تب مسلمان ہوا۔معاویہ کو وراثت میں باپ کی طرف سے توانائی ملی،ساتھ ہی سنگدلی،چالاکی،چالبازی اور لچک بھی ملی۔پھر اُن کی ماں بھی اسلام اور مسلمانوں سے بغض وعداوت رکھنے میں اُن کے باپ سے کسی طرح کم نہ تھی۔مسلمانوں نے معرکہ بدر میں اُن کو ڈرایا،دھمکایا تھا۔مشرکوں نے احد کے معرکہ میں اس کا بدلہ لے لیا۔لیکن پھر بھی اُن کے کینے اور دشمنی کی آگ فتح مکہ تک بھڑکتی رہی۔اس کے بعد شوہر کی طرح اسلام لانے پر مجبور ہوئیں۔حضرت عمر نے معاویہ کو شام کا والی بنایا اور بنائے رکھا۔حالانکہ والیوں کو بدلتے رہنے کی اُن کی بڑی خواہش تھی۔اس کے بعد حضرت عثمان کا زمانہ آیا تو انہوں نے تھوڑے دنوں بعد حضرت معاویہ کے علاوہ عمر کے مقرر کردہ تمام حاکموں کو بدل دیا۔حضرت معاویہ کو باقی رکھا اور اُن سے حضرت عمر کی طرح خوش رہے۔انہوں نے حضرت معاویہ پر اپنے تمام گورنروں سے زیادہ بھروسہ کیا۔اس لئے کہ وہ رشتہ دار تھے،مصائب کی شدید تاریکیوں میں بھی وہ ہمت نہیں ہارتے تھے۔حضرت عثمان کے گورنر جب کبھی کوفہ اور بصرہ کے بعض مخالفوں سے تنگ ہوئے تو اُن کو شام بھجوادیا۔جہاں حضرت معاویہ نے اُن کو نرمی یا سختی سے،جیسی ضرورت سمجھی ٹھیک کیا۔اس کتاب کے پہلے حصے (فتنة الکبریٰ) میں،جیسا کہ تم پڑھ چکے ہو حضرت معاویہ کو ایک جلیل القدر صحابی سے بڑی کوفت اٹھانی پڑی۔یہ صحابی حضرت ابوذر ہیں۔اِن کو معاویہ اپنی گرفت میں نہ لاسکے اور نہ مال و دولت کے جال میں پھنسا سکے اس لئے کہ یہ پہلے اسلام لانے والوں میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے جان نثاروں میں ہیں۔اُن کو آپؐ کی خوشنودی کا ایک خاص مرتبہ حاصل ہے۔حضرت معاویہ نے حضرت عثمان سے ان کی شکایت کی۔عثمان نے مدینہ بھجوادینے کا حکم دیا۔پھر خود عثمان کے آخری دنوں میں جب لوگوں کی مخالفت کا زور بہت زیادہ بڑھ گیا تو معاویہ (شام سے) اُن کے پاس آئے اور جیسا کہ مورخین نے لکھا ہے،عثمان کے سامنے یہ تجویز پیش کی کہ وہ اُن کے ہمراہ شام چلے چلیں۔لیکن عثمان نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا پڑوس چھوڑنا منظور نہیں کیا۔پھر یہ تجویز پیش کی کہ مدینے میں وہ شامیوں کی ایک فوج بھیج دیں جو آپ کی محافظ رہے۔عثمان نے یہ بھی منظور نہ کیا۔اور کہا کہ مدینہ والوں کو وہ فوج کے ہاتھوں تنگ کرنا نہیں چاہتے۔تب معاویہ نے مہاجرین کو ہدایت کی کہ وہ بڑے حضرت کا خیال رکھیں۔اور کہا کہ اِن کے معاملے میں اگر کوتاہی اور زیادتی ہوئی تو ٹھیک نہ ہوگا''

لیکن اس کے بعد جب وہ شام پہنچتے ہیں اور انہیں معلوم ہوتا ہے کہ لوگوں کی مخالفت میں شدت پیدا ہوگئی ہے۔پھر یہ معلوم ہوا کہ حضرت عثمان کا محاصرہ کرلیا گیا ہے۔تو نہ مدد کے لئے دوڑ پڑے ہیں اور نہ فوج کا کوئی دستہ بھیجتے ہیں۔اس سے بھی بڑھ کر حیرت کی بات یہ ہے کہ جب اُن کو اور گورنروں کی طرح عثمان کا طلب امداد کا خط پہنچتا ہے تو دوسرے گورنروں کی طرح یہ بھی دیر کرتے ہیں اتنی دیر کہ باغی عثمان کا کام تمام کر چکتے ہیں۔اور جب سب کچھ ہو لیتا ہے تو خون کے بدلے کا دعویٰ لے کر اُٹھتے ہیں۔اگر اس خون کی حفاظت مقصود ہوتی تو اس کے بہنے سے پہلے اقدام

ضروری تھا۔لیکن جب وقت تھا تو شام میں چپ چاپ بیٹھے رہے اور ایک نڈر کی طرح مناسب فرصت کا انتظار کرتے رہے۔اور جیسے ہی موقع ہاتھ آیا پھر اس سے فائدہ اٹھانے میں کوئی کسر اُٹھا نہیں رکھی۔

ہاں مگر دونوں آنکھیں بند کر کے نہیں ، وہ بڑے محتاط اور گہرے غور وفکر کے آدمی تھے۔اسی کے ساتھ چست وسرگرم بھی۔ ہمیشہ اُنہوں نے اپنے کاموں میں عقل وبصیرت کو پیش نظر رکھا۔ابتدا میں لوگوں کو اپنی امداد کی طرف یک گونہ بے نیازی سے متوجہ کیا۔زیادہ زور مظلوم خلیفہ کے قتل کی اہمیت پر صرف کیا۔اور اُس کی ہولنا کی اس طرح پیش کی کہ شامیوں کے دل ودماغ پر قابو پالیا۔نتیجہ یہ ہوا کہ اُن سے کہیں زیادہ خود شامی غیض وغضب میں بیتاب عثمان کے خون کا بدلہ طلب کرنے لگے۔اور چاہا کہ جلد سے جلد اُٹھ کھڑے ہوں۔لیکن معاویہ نے اُن کو روکا۔ احتیاط کے پیش نظر دیر لگائی۔اور دل جوئی کی ہر تدبیر پر عمل کیا۔کچھ لوگوں کو ڈرایا، دھمکایا، کچھ لوگوں کو امیدیں دلائیں،شوریٰ کے ممبروں (طلحہ، زبیر،عبدالرحمٰن بن عوف عبداللہ ابن عمر اور علیؑ میں سے جو زندہ تھے اُن) کی نقل وحرکت پر بھی نظر رکھی کہ کیا کرتے ہیں اور کہاں جاتے ہیں۔اُن میں سے بعضوں کو بنی امیہ کے آدمیوں کے ذریعہ خفیہ طور پر سبز باغ دکھائے۔اور بعضوں کو دھمکیاں دیں۔اور جب دیکھا کہ طلحہ، زبیر اور عائشہ عثمان کے خون پر اس قدر برہم ہیں کہ مکہ چلے آئے ہیں۔اور حضرت علیؑ سے مقابلے کے لئے مشورے کر رہے ہیں تو اُن کو اپنے ہاں نہیں بلایا اور نہ اُن کی امداد کے لئے کوئی فوج بھیجی۔

البتہ اپنے حامیوں کے ذریعہ اُن کو اس کا یقین دلایا کہ شام بلکہ مصر کی طرف سے اطمینان رکھیں۔معاویہ اس کے لئے کافی ہیں۔اب اُن کو چاہیئے کہ عراق پر خود قابض ہو جائیں تا کہ حضرت علیؑ حجاز میں محصور ہو جائیں۔اور مغربی ومشرقی سمت سے جو حملہ بھی ہو اُس سے بچ نہ سکیں۔ طلحہ وزبیر اور عائشہ بنی اُمیہ کی طرف سے آنے والی اس آواز کے رخ پر چل پڑے۔اور بصرہ جانے کا ارادہ کیا کہ وہاں پہنچ کر بصرہ والوں کو اپنے ساتھ لیں گے۔اور کوفہ پر حملہ کر دیں گے۔اور جب عراق قبضہ میں آجائے گا تو اُن کے اور معاویہ کے درمیان حضرت علیؑ کے خلاف مشترک تعاون کی صورت حال پیدا ہو جائے گی۔اور پھر سہ طاقتی خلافت کی تنظیم عمل میں آسکے گی۔جس کے ارکان ثلاثہ طلحہ زبیر اور معاویہ ہوں گے۔اور جس کا مطالبہ طلحہ اور زبیر نے حضرت علیؑ سے بیعت کے بعد کیا تھا اور اُسے آپؑ نے مسترد کر دیا تھا۔حضرت علیؑ، معاویہ اور شامیوں سے جنگ کی جو تیاری (جنگ جمل سے پہلے) کر رہے تھے۔اُس سے اپنی توجہ ہٹا کر طلحہ، زبیر اور عائشہ کے بارے میں غور کرنے لگے۔آپؑ نے ارادہ کیا کہ اُن لوگوں کو اطاعت کے لئے آمادہ کریں۔اور اگر یہ اپنی بات پر اڑے رہیں تو پھر اُن سے جنگ کریں۔معاویہ کو اِن لوگوں کی مشغولیت سے بڑی خوشی ہوئی اور وہ مطمئن ہو کر اپنا معاملہ ٹھیک کرنے میں لگ گئے۔ غالباً وہ خیال کرتے تھے کہ ان بزرگوں کی یہ باہمی آویزش ایک کو دوسرے سے خائف بنا کر کمزور کر دے گی۔پھر اُن کی ہوا اُکھڑ جائے گی۔اور وہ خود ان میں سب سے زیادہ طاقت اور شوکت کے مالک بن جائیں گے اور بقول ایک قدیم شاعر کے وہ ایسے بہادر ہوں گے جو اژدھے کی طرح زہر پھونکتا ہے۔(مطرق ینفث سما کما + اطرق افعی ینفث السم صلّ) چنانچہ ان مہاجر اور انصار بزرگوں نے لڑائی کی، طلحہ اور زبیر مارے گئے۔عائشہ مدینہ میں اپنے گھر واپس آئیں اور کوفہ وبصرہ کے بہت سے لوگ (بیس ہزار) مارے گئے اور وہاں کے بہت سے گھر ماتم کدہ بن گئے۔اب جو معاویہ نے آنکھ اُٹھائی تو اُن کو نظر آیا کہ حضرت علیؑ سے براہ راست مقابلہ ہے۔لیکن پھر بھی اُنہوں نے کوئی کارروائی نہیں کی۔ بلکہ لڑائی کا تذکرہ تک درمیان میں نہیں آنے دیا۔قوت بڑی زبردست، تیاری بھرپور، ساتھی اور حامی سب کے سب خوشحال اور فارغ البال، جان ومال کے خطرہ سے محفوظ، پھر سب کے سب محبت کا دم بھرنے والے، ہر طرح کی حمایت اور خدمت

Presented by Ziaraat.Com

کے لئے تیار اور اس بات پر متفق کہ معاویہ اپنے چچازاد بھائی مظلوم خلیفہ کے خون کا بدلہ ضرور لیں۔ اُدھر حضرت علیؑ کا یہ حال کہ ایک بڑی ناگوار جنگ میں معرکہ آراء رہے۔ جس میں خود اُن کی جماعت اور حریفوں کی بہت سی جانیں گئیں۔ دشمن آپؑ سے ناراض اور نالاں کہ اُن کے آدمی قتل کر کے اُن کو نقصان عظیم پہنچایا۔ دوست اور بھائی اس لئے ناراض کہ بصرہ میں اُن کے بھائیوں کا خون بہایا۔

دوم۔ سیرت وسیاست میں معاویہ اور حضرت علیؑ میں فرق، طٰہٰ حسین۔

اب اگر یہ بات بھی پیش نظر رکھی جائے کہ سیرت اور سیاست دونوں اعتبار سے حضرت علیؑ اور معاویہ میں بڑا فرق تھا۔ تو بات تمہاری سمجھ میں آجائے گی کہ حضرت معاویہ بڑے اطمینان، اعتماد اور قوت کے ساتھ حضرت علیؑ کے انتظار میں تھے۔ دونوں کے درمیان فرق کا یہ عالم کہ حضرت علیؑ خلافت کا یہ مطلب سمجھتے تھے کہ خلیفہ ہونے کے بعد اُن کا یہ فرض ہو جاتا ہے کہ مسلمانوں میں وسیع ترین معنوں میں ایسا انصاف جاری کریں جس میں کسی کو کسی پر فوقیت نہ ہو۔ اُن کا یہ بھی فرض ہے کہ مسلمانوں کے جان و مال کی حفاظت کریں۔ اور خرچ بھی صرف واجبی ہو۔ بیت المال سے صلے اور انعامات گوارہ نہ کریں۔ اپنے اور گھر والوں کے لئے بھی ضرورت سے زیادہ نہ لیں۔ بلکہ کم میں کام چل سکتا ہو تو چلالیں۔ حضرت علیؑ بیت المال میں دولت جمع رکھنا پسند نہیں کرتے تھے۔ جو کچھ جمع تھا وہ اس کو مسلمانوں کے مفاد عامہ میں خرچ کر دیا کرتے تھے۔ اور اگر کچھ بچ رہتا تو انصاف کے ساتھ مسلمانوں میں (مساوی) تقسیم کر دیتے۔ حضرت علیؑ کو یہ بات پسند تھی کہ بیت المال میں داخل ہوں اور مفاد عامہ میں خرچ سے بچا ہوا کچھ پائیں تو انصاف سے اس کو تقسیم کر دیں اور پھر جھاڑ و دینے کا حکم دیں۔ اس کے بعد بیت المال کو پانی سے دھلوائیں پھر اس میں دو رکعت نماز پڑھیں۔ اور یہ فرمائیں کہ بیت المال کو ایسا ہونا چاہئے اس کا مطلب یہ ہے کہ حضرت علیؑ ہر وقت داد و دہش فرماتے رہتے تھے۔ لیکن عدل وانصاف کی مقرر بنیاد پر، اب رہی معاویہ کی سیرت! تو اُس کی ترجمانی میں کم سے کم جو کچھ کہا جا سکتا ہے وہ یہ ہے کہ ''وہ ایسے پختہ کار، چالاک اور فیاض عرب کی سیرت ہے جو لوگوں کو اپنی گنجائش کے مطابق دیتا ہے امراء اور افسروں میں سے جن کی دلجوئی چاہتا ہے کرتا ہے۔ ایسا کرنا اُس کے نزدیک نہ کوئی جرم ہے نہ کوئی گناہ، گویا حرص وطمع رکھنے والوں کے لئے معاویہ کے پاس وہ سب کچھ تھا جو وہ چاہتے تھے۔ اور حضرت علیؑ کے پاس صرف وہ چیز تھی جو دنیا سے بے رغبت لوگوں کو پسند ہے۔ حضرت علیؑ کی سیرت کا اندازہ لگایئے کہ ایک دن اُن کے بھائی عقیل ابن ابی طالبؓ اُن کے پاس آئے اور کچھ امداد طلب کی تو آپؑ نے اپنے صاحب زادے حسنؑ سے کہا کہ جب میرا وظیفہ ملے تو اپنے چچا کو ساتھ لے کر بازار جانا اور اُن کے لئے نیا کپڑا اور نیا جوتا خرید کر دینا'' اب ذرا معاویہ کی سیرت پر نظر ڈالئے کہ یہی عقیل ابن ابی طالبؓ بھائی کی امداد سے ناخوش ہو کر معاویہ کے پاس آتے ہیں۔ تو وہ بیت المال سے ایک لاکھ کی امداد پیش کرتے ہیں۔ یہ تھا حضرت معاویہ کا سیاسی مسلک جس پر وہ اعتماد کرتے تھے۔ اور یقین کرتے تھے کہ اس طرح وہ ہر اس شخص کو اپنے ساتھ کرلیں گے جو دنیا کی کوئی غرض رکھتا ہو۔ پھر اُن کی یہ نوازشیں صرف شامیوں تک محدود نہ تھیں۔

سوم۔ معاویہ حضرت علیؑ کے طرفداروں میں رشوت اور داد و دہش سے اپنے طرفدار تیار کرتے رہے۔

بلکہ بنی اُمیہ کے آدمی حجاز تک حضرت علیؑ کی اطاعت کرنے والوں میں سے جن کو چاہتے عطیات اور مالی امداد پہنچاتے تھے۔ عراق میں بھی معاویہ کے جاسوس موجود تھے۔ جو مخفی طور پر رقمیں دیا کرتے تھے۔ اور لوگوں کو ڈراتے اور امیدیں دلاتے تھے۔ حضرت علیؑ میں ایسی کوئی بات نہ تھی۔ اُن کو حرص تھی تو یہ کہ مال کی امانت میں کہیں کوئی خیانت نہ ہو جائے۔ عہد و پیمان میں کہیں کوئی فرق نہ آجائے۔ دین کے معاملے میں کہیں کوئی کمزوری راہ نہ پائے۔ اُن کو بغض تھا تو اس بات سے کہ بیت المال کا ایک درہم بھی بے جا یا ناحق خرچ ہو جائے۔ اُن کو دشمنی تھی تو مکاری سے،

چالبازی سے اور ہر اُس چیز سے جو پرانی جاہلیت سے وابستہ ہو۔آپؑ کے سامنے حق کی روشن راہ تھی۔اُس پر آپ پختہ ارادے کے ساتھ چلے۔ اور اُسی کی اپنے ساتھیوں کو دعوت دی۔آپؑ کے سامنے باطل بھی بالکل واضح تھا۔جس سے وہ جان بوجھ کر دُور رہے۔اور ساتھیوں کو بھی ہدایت کی کہ وہ قصداً اُس سے دُور رہیں۔ان وجوہ اور اسباب کی بنا پر آپ کے ایسے ساتھی تھے جو آپؑ سے محبت اور خلوص رکھتے تھے۔آپؑ کے اقتدار کے لئے اپنی جان و مال پیش کرتے تھے۔یہی وجہ تھی کہ کوفہ میں قیام کرتے ہی آپؑ کے ساتھیوں نے آپؑ سے مطالبہ کیا کہ شامی دشمنوں سے مقابلے کے لئے اُٹھ کھڑے ہوں۔لیکن آپؑ نے اس کے باوجود شام کی طرف کوچ کرنے سے انکار کر دیا الا یہ کہ پہلے امیر معاویہ کے پاس سفیروں کو بھیج دیں۔اور انہیں دعوت دے دیں کہ لوگوں کی طرح وہ بھی اطاعت قبول کرلیں۔تا کہ آپؑ کی دلیل پُر زور ہو جائے۔اور جو بھی ساتھ دینا چاہے وہ آپؑ کے معاملے میں روشنی میں ہو۔اور خدا کی ہدایت کے ماتحت'' (کتاب علیؑ، صفحہ 100 تا 110)

چہارم۔ <u>حضرت علیؑ اور معاویہ کے عملدرآمد اور اِن کے اصول اور اُن کی سیرت و مذہب پر تنقیدی نظر ڈالنا ضروری ہے۔</u>

سب سے پہلے یہ دیکھئے کہ ڈاکٹر صاحب کے بیان سے معاویہ ایک بے دین موقع شناس اور دشمنِ دین شخص ثابت ہو جاتا ہے۔مگر ڈاکٹر صاحب نے جہاں بھی اس ملعون کا نام لکھا وہاں لفظِ حضرت اور ؓ لکھنا کہیں نہیں بھولے اور اس کے برعکس ہم نے اُس خبیث کو اکثر احترامی الفاظ سے محروم کیا ہے۔سوچنے کی بات یہ ہے کہ سنی ذہنیت کس بنا پر ایسے ملاعین کا احترام کرتی ہے؟ یعنی جسے تفصیل کے ساتھ، مثالیں دے کر باطل پرست لکھتے ہیں اُسے کس دلیل سے حضرت اور رضی اللہ عنہ بناتے ہیں؟ خصوصاً معاویہ کو جسے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے لعنتی قرار دیا ہو (اونٹ پر سواری کرنے والے کو اونٹ کی مہار پکڑنے والے اور اونٹ کو ہانکنے والے تینوں قریشیوں پر لعنت معلوم ومشہور ہے)

دوسری بات یہیں نوٹ کرلیں کہ حضرت علی علیہ السلام اپنے خطبوں میں جن ساتھیوں کی مذمت فرماتے ہیں۔وہ حقیقت میں دشمن محاذ کے آدمی ہوتے ہیں جو حضرت علی علیہ السلام کے ساتھ اُسی طرح اور اُسی مقصد کے ماتحت چپکے رہتے ہیں جس طرح اور جس مقصد کے ماتحت عہد رسولؐ کے قریشی مومنین رسول اللہ کے ساتھ چپکے رہتے تھے (آل عمران 159 تا 152 / 3) ورنہ حضورؐ کے حقیقی ساتھی ویسے ہی ہوتے تھے جیسے ڈاکٹر طٰہٰ نے لکھے ہیں۔وہ خالص دینی تقاضوں کے مطابق کام کرتے تھے۔کبھی حضرت علیؑ سے اختلاف نہ کرتے تھے۔تیسری بات یہ نوٹ کریں کہ معاویہ کی افواج اور جنگی قوت کو ڈاکٹر صاحب نے بھی ایک خوفناک اور عظیم الشان طاقت لکھا ہے اور یہ کہ یہ قوت معاویہ نے ہر ممکن بے ایمانی اور دین فروشی سے فراہم کی تھی۔یہ یاد رکھیں اور جب آپ معاویہ کو اور اُس کی قوت کو حضرت علیؑ کی افواج کے سامنے قرآن کی دھائی دیتے ہوئے دیکھیں تو سوچیں کہ حق کی قوت کے سامنے باطل کی طاقتیں کس طرح سپر انداختہ ہوتی ہیں اس وقت معاویہ پر اور اس کے مذہب پر اور اُس کے راہنماؤں پر اور راہنماؤں کی راہنمائی پر لعنت ضرور بھیجیں۔اور علی علیہ السلام پر، اُن کے اور اُن کے ساتھیوں کے مذہب پر ضرور سلام بھیجیں۔

(ج) <u>معاویہ کو خلیفہ وحکمران بنانے کی اسکیم ابوبکر وعمر کے زمانہ سے طے شدہ تھی۔مگر عثمان نے یا تو مخالفت کی یا وہ اسکیم سے جاہل تھا۔</u>

اس امر پر تمام مورخین نے تعجب کا اظہار کیا ہے کہ عمر نے اپنی حد بھر احتیاط اور عملی طریقے کے باوجود معاویہ کو ملک شام کا حکمران بنائے رکھا۔لیکن نہ صرف بعد کے حالات یہ بتاتے ہیں کہ ابوبکر وعمر و دیگر دانشورانِ قریش روز اول سے یہ منصوبہ رکھتے تھے کہ قومی حکومت کو دو تین مناسب کروٹیں دے کر بنی امیہ میں پہنچا دینا چاہئے بلکہ ابوبکر کی ابھی پوری طرح بیعت بھی نہ ہونے پائی تھی کہ ابوسفیان کی بزرگی اور سرپرستی کو مان لیا گیا تھا۔اور بنو اُمیہ کا تعاون حاصل کرنے کے لئے یزید بن ابوسفیان کو فیلڈ مارشل بنانے کا ابوسفیان سے وعدہ کرلیا گیا تھا۔اور ملک شام بطورِ گارنٹی اُن

Presented by Ziaraat.Com

کو دیا جانا طے کر دیا تھا۔ چنانچہ کتاب روضۃ الصفا اور تمام مورخین نے لکھا ہے کہ:

اول۔ ملک شام بنی اُمیہ کو بطور ضمانت روزِ اول ہی دے دیا گیا تھا۔

''جب ابوبکر اور عمر کو معلوم ہوا کہ ابوسفیان داعیہ مخالفت رکھتا ہے تو اُنہوں نے اس کے بیٹے یزید کو شام کی امارت کی خوشخبری دے دی۔ ابوسفیان کو یہ معلوم ہوا تو اُس نے مخالفت ترک کر دی''

تاریخ طبری میں بھی مانا گیا ہے کہ: ''ثابت سے مروی ہے کہ جب ابوبکر خلیفہ ہوئے ابوسفیان نے کہا کہ ہمیں اُن سے کیا سروکار یہ تو بنی عبد مناف کا حق ہے۔ کسی نے جب اُن سے کہا کہ ابوبکر نے تمہارے بیٹے کو ''ولایت دی ہے'' انہوں نے کہا ہاں اس معاملے میں قرابت کا لحاظ کیا'' (صفحہ 537 ترجمہ طبری جلد اول۔ سیرۃ النبیؐ)

تاریخ طبری نے اور دیگر تمام تواریخ نے بڑی تفصیل سے لکھا ہے کہ ابوسفیان نے اپنا تعاون حضرت علی علیہ السلام کے حضور میں پیش کیا اور کہا کہ اگر جنگ کی نوبت آئی تو میں مدینہ اور گرد و نواحِ مدینہ کو مسلح سواروں اور پیادوں سے بھر دوں گا۔ لیکن حضرت علیؑ نے اس کے تعاون کو بری طرح ٹھکرا دیا۔ اُن کے برخلاف ابوبکر و عمر نے اُس کا ہمہ قسمی تعاون حاصل کرنے کے لئے ولایت و حکومت کو ابوسفیان کے بیٹوں کیلئے مخصوص کر دیا چنانچہ یزید بن ابوسفیان کو والی اور افواج کا ناظم اعلیٰ مقرر کیا گیا اور یزید کے انتقال کے بعد عمر نے معاویہ کو ملک شام کا خود مختار حکمران بنا دیا۔ اور اپنی خلافت کے دوران برابر اُسے برقرار رکھا۔ باوجودیکہ معاویہ کو اپنی آنکھوں سے زرق برق ایسا ریشمی لباس پہنتے ہوئے دیکھا جو بادشاہان ایران و روم پہنتے تھے۔ پھر تیسرے خلیفہ عثمان نے بھی اس سلسلے میں ابوبکر و عمر کی پیروی کی۔ بلکہ اُن دونوں سے کچھ زیادہ بڑھ گئے مودودی سے سنئے:

دوم۔ حکومت کو ملک شام میں معاویہ تک پہنچانے میں کافی عرصہ تک عثمان متفق رہا۔

''اِس سلسلے میں خصوصیت کے ساتھ دو چیزیں ایسی تھیں جو بڑے دُور رَس اور خطرناک نتائج کی حامل ثابت ہوئیں۔ ایک یہ کہ حضرت عثمان نے حضرت معاویہ کو مسلسل بڑی طویل مدت تک ایک ہی صوبے کی گورنری پر مامور کئے رکھا۔ وہ حضرت عمر کے زمانہ میں چار سال سے دمشق کی ولایت پر مامور چلے آرہے تھے۔ حضرت عثمان نے اَیلہ سے سرحدِ روم تک اور الجزیرہ سے ساحل ابیض تک کا پورا علاقہ اُن کی ولایت میں جمع کر کے اپنے پورے زمانہ خلافت (12 سال) میں اُن کو اسی صوبے پر برقرار رکھا۔ یہی چیز ہے جس کا خمیازہ آخر کار حضرت علیؑ کو بھگتنا پڑا۔ شام کا یہ صوبہ اس وقت کی اسلامی سلطنت میں بڑی اہم جنگی حیثیت کا علاقہ تھا۔ اُس کے ایک طرف تمام مشرقی صوبے تھے اور دوسری طرف تمام مغربی صوبے۔ بیچ میں وہ اس طرح حائل تھا۔ کہ اگر اُس کا گورنر مرکز سے منحرف ہو جائے تو وہ مشرقی صوبوں کو مغربی صوبوں سے بالکل کاٹ سکتا تھا۔ حضرت معاویہ اس صوبے کی حکومت پر اتنی طویل مدت تک رکھے گئے کہ اُنہوں نے یہاں اپنی جڑیں پوری طرح جمالیں۔ اور وہ مرکز کے قابو میں نہ رہے۔ بلکہ مرکز ان کے رحم و کرم پر منحصر ہو گیا'' (خلافت وملوکیت صفحہ 115)

سوم۔ عثمان پر معاویہ نے ابوبکر و عمر کی اسکیم کو ازسرِ نو ظاہر کرنا تو مصلحت کے خلاف سمجھا لیکن نہایت اہم اور متعلقہ تجویز پیش کر دی تھی۔

مودودی کا یہ بیان ظاہر و ثابت کرتا ہے کہ ابوبکر و عمر دونوں یہ چاہتے تھے کہ خلافت و حکومت عثمان کے بعد معاویہ کو پہنچ جائے اور اس کے دو بڑے بڑے اور ایک دوسرے سے اہم اسباب تھے اول تو وہی بنیادی وعدہ تھا جو انہوں نے ابوسفیان کا مکمل تعاون حاصل کرنے کے لئے کیا تھا اور اُس کی اولاد میں ولایت کو مخصوص کر دیا تھا۔ دوم یہ کہ نظام سلطنت چلانے کے لئے قریش میں معاویہ یا خاندان ابوسفیان سے بہتر اور کامیاب

Presented by Ziaraat.Com

شخص نہ تھا۔ یہی خاندان تھا۔ جو نہ صرف یہ کہ حکمرانی اور جہانداری سے کما حقہ واقف تھا بلکہ اسی خاندان نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ٹکر لی تھی اور اپنے اثر ورسوخ سے اسلامی منصوبے کو التواء میں ڈالنے اور قومی حکومت بن جانے کا فول پروف (Fool Proof) انتظام کر دیا تھا۔ یعنی ابوبکر وعمر کا خلیفہ بن سکنا ابوسفیان اور اُس کے خاندان کی بصیرت اور کوشش کا رہین منت تھا اور عثمان اس حقیقت پر مطلع تھا۔ اور اسی اسکیم کی تائید میں عثمان نے ملک شام کی حکومت پر نہ صرف یہ کہ سولہ (16) سال تک بحال رکھنا ضروری سمجھا۔ بلکہ عثمان نے بھی معاویہ کو مطلق العنان حاکم رکھتے ہوئے اُسے عمر کی طرح تمام وسائل فراہم کیئے کئی مزید صوبے اُس کے ماتحت کر دیئے اور دوسرے صوبوں کے حالات درست رکھنے میں اس سے مدد لی اور تمام سربرآوردہ لوگوں کو معاویہ کے ہاتھوں زیروذلیل کرایا۔ یعنی گویا معاویہ پوری عثمانی حکومت ومملکت پر مختار بنا کر رکھا گیا۔ غلطی عثمان سے یہ ہوئی کہ اُس نے انتقالِ حکومت کو معمول کے مطابق سمجھا تھا۔ اور یہ سمجھنے سے قاصر رہا تھا کہ لوگوں کی انصاف طلبی اور احتجاج اُسے اچانک موت کے گھاٹ اُتار دے گا اور حکومت کی منتقلی میں اس کا قتل کر دیا جانا حارج ہو جائے گا۔ معاویہ نے تمام حالات کا صحیح اندازہ لگا رکھا تھا۔ مگر کھل کر عثمان سے یہ نہ کہا کہ تم حکومت میرے حوالے کر دو۔ بہرحال اُس نے عثمان کو خطرات کی طرف متوجہ کر دیا تھا اور خطرات سے محفوظ رہنے اور ابوبکر وعمر کی اسکیم پر عمل کر سکنے کا محفوظ طریقہ بتا دیا تھا۔ جسے عثمان نے قبول نہ کیا اور ابوبکر وعمر کی اسکیم معرض التواء میں پڑ گئی یہ تفصیل جناب طٰہٰ حسین کے قلم سے سننا بہتر ہوگا:

چہارم۔ معاویہ عثمان کو فوج کی نگرانی میں محفوظ اور معطل کر کے رکھنا چاہتا تھا۔ تاکہ وہ قتل سے بچ جائے اور حکومت معاویہ کو مل جائے۔

ڈاکٹر صاحب نے لکھا ہے کہ: ''34 ہجری میں حضرت عثمان کو الوداع کہنے سے قبل امیر معاویہ نے اُن کے سامنے دو تجویزیں پیش کی تھیں۔ جن کی حضرت عثمان نے سختی سے تردید کر دی تھی۔ پہلی تجویز یہ تھی کہ: ''حضرت عثمان معاویہ کے ہمراہ شام چلے جائیں۔ اور وہاں امن وحفاظت سے رہیں'' امیر معاویہ کی دوسری تجویز یہ تھی کہ: ''وہ شامیوں کا ایک لشکر حضرت عثمان کی خدمت میں بھیج دیں جو مدینہ میں اُن کے پاس رہے۔ اور انہیں آنے والے خطرات سے محفوظ رکھے'' حضرت عثمان نے یہ پیش کش بھی ٹھکرا دی۔'' (کتاب الفتنۃ الکبریٰ صفحہ 476۔477)

پنجم۔ معاویہ نے ابوبکر وعمر ہی کی نہیں بلکہ پوری قریشی قوم کی اسکیم کا تحفظ چاہا تھا مگر عثمان نے اپنی ذاتی رائے سے اپنی ذاتی نیک نامی کو ترجیح دی تھی

ڈاکٹر صاحب نے وہ جوابات جو عثمان نے معاویہ کی مندرجہ بالا تجاویز پر معاویہ کو دیئے عقیدت مندی کے پردے میں لپیٹ کر لکھے ہیں جنہیں ہم نے نظر انداز کر دیا ہے۔ اس لئے کہ ہمارے عنوان اور مقصد سے اُن جوابات کا کوئی تعلق نہیں ہے۔ ہمارے لئے اتنا کافی ہے اور وہ ڈاکٹر صاحب نے لکھ دیا ہے کہ ''جن کی حضرت عثمان نے سختی سے تردید کر دی تھی'' (صفحہ 476) البتہ ہم یہ مانتے ہیں کہ اگر عثمان نے معاویہ کی تجاویز پر عمل کیا ہوتا تو عثمان قتل نہ ہوا ہوتا۔ حکومت براہِ راست معاویہ کے قابو میں آجاتی، طلحہ اور زبیر اور عائشہ جنگ جمل کا شاخسانہ کھڑا نہ کرتے۔ اور حضرت علی علیہ السلام نہایت اطمینان اور مسلمانوں کی کثرت کے اتحاد وقوت سے معاویہ سے جنگ کرتے اور بلاشک وشبہ اور کم از کم نقصان کے ساتھ معاویہ کو تاریخ ساز شکست دیتے۔ عثمان نے اُن تجاویز کو نہ مان کر اپنی حرام موت کو دعوت دی اور ساتھ ہی اپنی قوم کا بڑے بڑے صحابہ کا اور حضرت علیؑ کا بھی نقصان کیا۔ اس کے بعد معاویہ کی تجاویز کو ٹھکرا دینے کا حقیقی سبب ڈاکٹر طٰہٰ حسین نے دبی زبان سے یہ لکھا ہے کہ:

''علاوہ ازیں اگر حضرت عثمان ایسا کر بھی لیتے تو گویا وہ امیر معاویہ کے ہاتھ میں اسیر ہو جاتے'' (صفحہ 477)

یہ تھا حقیقی سبب جس نے عثمان کو مجبور کیا کہ وہ معاویہ کی دونوں مخلصانہ تجاویز کو ٹھکرا دے۔ اسی طرح گویا عثمان نے ابوبکر وعمر کی اسکیم اور

Presented by Ziaraat.Com

پالیسی کا ستیاناس کر دیا جس کے نتیجے میں عثمان نے اپنا اور اپنی قومی حکومت کا ستیاناس کر دیا اور یوں ابوبکر وعمر کے قومی یا جمہوری حکومت کے تصور کا بھی جنازہ نکال دیا۔ جسے حقیقی عقل و مذہب کے ذہن میں دفن ہونے کی جگہ بھی نہ ملی۔ اور جگہ ملی تو اُن ہی لوگوں کے قبرستان میں ملی جہاں سے نظام اجتہاد و مشاورت کا منصوبہ اختیار کیا تھا۔

(د) ملکِ شام میں بنی اُمیہ کے اقتدار کو قائم کرنے کا سبب بڑا قدیم اور دُوررَس نتائج کا حامل تھا۔ بنی اُمیہ اور حضرتِ ہاشمؑ کا ایک تنازعہ۔

اول۔ دمشق قدیم زمانہ سے خانوادۂ علیؑ ومحمدؐ کے دشمنوں کا دارالخلافہ تھا۔ جس کو فتح کیا جاتا رہا۔

ملک شام عموماً ایسی حکومتوں کے ماتحت رہا ہے جو خانوادہ محمد وعلی علیہما السلام کی دشمن اور اُن سے برسرپیکار رہتی تھیں اور جن کے پایہ تخت دمشق کو علیؑ ومحمدؐ کی قرآنی حکومت (النساء 4/54) فتح کرتی رہی تھی۔ اور جس پر بنی اُمیہ خاندانِ مرتضوی کی دشمنی کی بنا پر ہمیشہ نظر جمائے چلے آئے تھے۔ لہٰذا علامہ سید سلیمان ندوی کی کتاب ارض القرآن سے ایک پُرانا تنازعہ سنئے لکھتے ہیں کہ:

''شام میں بنی اسرائیل کی پہلی حکومت کو شاہانِ بابل نے برباد کیا۔ بابل پر فارس کی حکومت نے جب غلبہ حاصل کیا تو اُن کو 550ق م میں پھر آزادی نصیب ہوئی۔ اور فارس کے زیر اقتدار بنی اسرائیل کے ایک خاندان یہود نے، جن سے (مملکت۔ احسن) یہودیہ کی بنیاد پڑتی ہے ایک نیم آزاد حکومت پھر قائم کی لیکن 333ق م میں اسکندر نے اس کا خاتمہ کر دیا۔ اس کے بعد مملکت یہودیہ (یروشلم یعنی بیت المقدس) بطلیموس، انٹی گونس اور آخر سلوقیین کی ماتحت ہو کر فنا ہو گئی۔ دوسری صدی قبل مسیح میں جب یونانیوں کی پیر سال قوتیں نوجوان رُومی خون سے ہر جگہ شکست کھا کر اُس کے لئے جگہ خالی کر رہی تھیں، یہود کی ابدی الموت زندگی نے آخری بار بدن کو جنبش دی اور مکابیین کے نام سے رومیوں کے بل پر 168ق م میں ایک حکومت، یہودیہ میں قائم ہوئی۔ مکابین اوّلاً مذہبی کاہن کی حیثیت رکھتے تھے۔ لیکن آخراً بادشاہ بن بیٹھے۔ حصول تخت کے لئے ہمیشہ اس خاندان کے ارکان باہم نبرد آزما رہے۔ رُومی آہستہ آہستہ اُن کی آزادی سلب کرتے جاتے تھے۔ پہلے یہود سے اُدوم میں حکومت منتقل کر دی اور اس کے بعد پامپی رومی نے 44ء میں ہمیشہ کے لئے اس تماشا گاہ پر پردہ ڈال دیا۔

دوم۔ تین ہزار سال سے چلے آنے والے خاندانؑ مرتضوی کے بزرگوںؑ اور بادشاہوں کا شام ودمشق سے کچھ تعلق۔

یہ تاریخ تمام تر نبطی عربوں سے گوناگوں تعلق رکھتی ہے۔ ملک یہودیہ، نباطیہ سے ہم سرحد تھا۔ دونوں ملکوں میں تقریباً ایک ہی قسم کے سیاسی حالات رُونما ہوتے تھے۔ سلوقی خاندان ابھی صرف سو برس ملک شام پر حکومت کرنے پایا تھا کہ 166ق م میں یہود امکابی بانی خاندان یہود نے بغاوت کی، یہود خود عرب گئے اور نبطی عربوں سے شرکت اور اعانت کی درخواست کی کہ ہم لوگ متحدہ طاقت سے اِن بیرونی قوموں کو نکال دیں۔

مرتضوی خاندانؑ کے بادشاہوں سے دیگر حکومتوں کا مدد طلب کرنا۔

سلوقیوں نے جب یہ دیکھا تو اُنہوں نے بھی اُن نبطی عربوں کی طرف ہاتھ پھیلایا۔ اُس وقت غالباً حارثِ اول انباط کا بادشاہ تھا جس کا زمانہ 169ق م ہے۔ زید بابل نبطی کے عہد میں سکندر سلوقی اور ڈیمٹر یوس سلوقی کے مابین دعوائے تخت کی بنا پر منازعت پیدا ہوئی ڈیمٹر یوس کے طرفدار نبط تھے۔ اور یہود سکندر کے حامی تھے۔ سکندر نے شکست فاش کھائی، اُس وقت عرب کی آزاد زمین کے سوا اُس کو کوئی مامن نظر نہ آیا۔ لیکن درحقیقت اُس کی روح اُس وقت حقیقی مامن کی تلاش میں نکلی تھی۔

Presented by Ziaraat.Com

حکومت اور یونانی حکمرانوں پر خاندان مرتضویؑ کا غالب رہنا۔

زید بابل نبطی نے سکندر کا سر کاٹ کر بطلیموس کے پاس بھیج دیا۔ زید بابل نبطی کے بعد مالک اول نبطی تخت نشین ہوا۔ سکندر سلوقی کا بیٹا اِنطیا خوس اسی معرکہ میں انباط کے یہاں قید ہوکر پرورش پارہا تھا۔ یونانیوں نے جو اسکندر کے طرفدار تھے، مالک سے درخواست کی کہ انطیا خوس کو باپ کی جگہ حکومت کے لئے آزاد کیا جائے۔ شدید اصرار کے بعد مالک نے یہ درخواست قبول کی۔ یونانیوں کی اس خانگی منازعت نے یہود اور انباط میں کشمکش پیدا کردی۔ یاناتان مکابی رئیس یہودیہ، جس کی قوت یونانیوں کے ضعف سے نشو ونما پارہی تھی۔ اُس نے اچانک نبطیوں پر حملہ کیا اور اُن کو نقصان پہنچایا۔ حارث دوم کے زمانہ میں یونانیوں نے غزہ کے یہودیوں پر حملہ کیا، حارث دوم جو اس وقت انباط کی قوت کا مالک تھا۔ اپنے عہد کا ممتاز بادشاہ تھا۔ اُس نے یونانیوں سے اعانت کا وعدہ کیا۔ لیکن اس سے پہلے کہ نبطی عربوں کی کمک پہنچے یونانی خود خانگی منازعات میں مبتلا ہوگئے۔ حارث دوم کے بعد عبادہ اول نبطی مملکت انباط پر تخت نشین ہوا۔ اس کے عہد میں سکندر مکابی جو یہودیہ کا ایک مجنون رئیس تھا۔ انباط پر حملہ آور ہوا۔ اور گو جنگ میں وہ نبطیوں کے ہاتھ سے بمشکل جانبر ہوسکا تاہم صوبہ مواب اور جلعاد کے 12 شہر اُن سے چھین لے گیا۔ لیکن یہود اس فتح سے خوش نہ ہوئے۔ اور انہوں نے سکندر مکابی کو مجبور کیا کہ وہ مواب وجلعاد کے صوبے نبطی عربوں کو واپس کردے کہ وہ دشمنوں کے شریک نہ بن سکیں۔ حارث سوم 87 تا 62 ق م حکومت انباط کا سلطان اعظم ہے۔ انطیا خوس ڈیانیسوس سلوقی اُس وقت ملک عرب پر حملہ آور تھا۔ حارث کی فوج خالص عرب شجاعت کے ساتھ یونانیوں کے مقابل تھی۔ پہلے حملے میں وہ پسپا ہورہی تھی کہ دفعتاً حارث دس ہزار سواروں کے ساتھ میدان جنگ میں نمودار ہوا۔ انطیا خوس بہادری سے لڑتا رہا، اور عین اُس وقت جب کہ جلوہ فتح اُس کے سامنے تھا لڑائی میں کام آیا (یہ سکندر سلوقی کا وہی بیٹا اور بادشاہ تھا جسے نبطی حکومت نے آزاد کرکے سکندر کی جگہ بادشاہ بننے میں مدد دی تھی۔ احسنؔ) اُس کے مرنے کے ساتھ فوج کے پاؤں اُکھڑ گئے حارث کے لئے اب یہاں سے دمشق تک، جو سلوقیین کا پایہ تخت تھا، کوئی روک نہ تھی۔ اور بطلیموس وسلوقی خاندان باہم خانہ جنگی میں مبتلا تھے۔ چنانچہ خود اہل دمشق کی دعوت پر حارث دمشق پہنچا اور سکندر اعظم کے جانشینوں (سلوکیوس) کا تخت اُس کے پاؤں کے نیچے تھا۔

سوم۔ دمشق کو دوبارہ لڑ کر فتح کرنے کا مرحلہ۔

پہلی صدی قبل مسیح کے اواسط میں اسکندر مکابی کے دو بیٹوں میں تخت یہودیہ کے لئے منازعت ہوئی ایک نے بھاگ کر حارث کے دامن میں پناہ لی اور وعدہ کیا کہ اگر وہ تخت نشین کردیا گیا تو جن بارہ نبطی شہروں پر اُس کا باپ قابض ہوگیا تھا وہ واپس کردے گا۔ حارث پچاس ہزار سپاہ کے ساتھ رقیم (پٹرا) (رقیم اور حجر نبطی حکومت کے پایہ تخت تھے۔ احسنؔ) سے نکلا یہودیوں نے میدان میں شکست کھائی اور یروشلم میں قلعہ بند ہوگئے۔ حارث یروشلم کا محاصرہ کئے ہوئے پڑا تھا۔ کہ نوشباب رومیوں کی فوج نمودار ہوئی جس نے تین سو ٹالنٹ (25 لاکھ روپیہ) پر یہودیوں سے یہ جنگ خرید لی۔ ناچار حارث کو پیچھے ہٹ آنا پڑا۔ لیکن رومیوں نے پیچھا نہ چھوڑا خود پامپی اور اُس کے سپہ سالار سکاروس نے پہلی صدی قبل مسیح کے اواسط میں بار بار رقیم (پٹرا) پر حملہ کیا لیکن راستہ کی دشوار گزاری ہمیشہ انباط کے لئے قلعہ ثابت ہوتی رہی۔ ناچار سکاروس نے اِدھر اُدھر شہروں کو جلانا اور برباد کرنا شروع کیا۔ آخر چار سو ٹالنٹ یعنی تقریباً بیس لاکھ روپے ایک رومی سردار انٹی پیٹر کی دلالی سے اپنے وحشیانہ اعمال کی قیمت لے کر واپس پھر گیا۔ یہ واپسی رومیوں کے تخیل میں عظیم الشان فتح تھی۔ اس کی یادگار میں ایک سکہ جاری کیا گیا جس میں دکھایا گیا کہ حارث سرنگوں ایک ہاتھ میں اونٹ کی مہار اور دوسرے میں ایک خوشبودار درخت کی ٹہنی (جو شاید ملک عرب سے عبارت ہے) لئے کھڑا ہے۔ سکاروس کے بعد گلنیوس

Presented by Ziaraat.Com

اُس کی جگہ پر آیا۔اُس نے یہودیہ رومیوں کی خیر خواہی کے معاوضہ میں انٹی پٹر اُدومی کے حوالہ کیا اور خود انباط کی فتح کے ارادے سے نکلا اور کہتے ہیں کہ میدان میں غالب آیا۔عبادہ ثانی (نبطی بادشاہ۔احسن) کے عہد کا کوئی واقعہ نہیں معلوم۔مالک ثانی نبطی بادشاہ (47 تا 30 ق م) کا زمانہ بعض حیرت انگیز واقعات کا سلسلہ ہے۔انٹی پیٹر مر چکا تھا۔اور اُس کے بجائے ہیروڈ، یہودیہ کا رئیس تھا۔روم میں سیزر اعظم (قیصر) کے قتل کا واقعہ پیش تھا۔اور انٹونی اپنے حریف (قاتلین قیصر) پر غالب آرہا تھا۔مصر میں خاندان بطلیموس کی آخری شہزادی کلیو پیٹرا تخت نشین تھی۔ہیروڈ روپیوں کی تھیلی دے کر رومیوں سے ''بادشاہ یہود'' کا لقب خریدنا چاہتا تھا۔اور اسی ضرورت سے مالک کے پاس جانا چاہا کہ۔

نبطی بادشاہوں سے فوجی مدد کے علاوہ قرض روپے کی مدد مانگنا۔

اُس سے کچھ رقم بطور قرض یا دوستانہ حاصل کرے لیکن مالک (نبطی بادشاہ۔احسن) نے ملاقات سے انکار کر دیا کہ فارس کی ہمسایہ حکومت اس تعلق کو پسند نہیں کرتی۔ہیروڈ رنجیدہ ہو کر رُوم چلا گیا۔لیکن (نبطی) عرب جن کی ضرورت ہر قدم پر ہمسایہ حکومتوں کو ہوتی تھی۔اِن سے کب تک اعراض ہو سکتا تھا۔چنانچہ چند ہی روز کے بعد ایک فوج کشی میں پانی کے لئے نبطی عربوں کی اعانت کی حاجت محسوس ہوئی۔روم سے چل کر انٹونی اب مصر و شام کا فرمانروا تھا۔نبطی عرب گو میدان میں مفتوح نہیں ہوئے تھے۔تاہم رومیوں کی سیاسی فوقیت کو تسلیم کرتے تھے۔انٹونی سب کچھ جو اُس کا تھا کلیو پیٹرا کو نذر کر چکا تھا۔وہی اِن ممالک سے خراج وصول کرتی تھی۔یہودیہ اس کے لئے تیار تھا لیکن نبطی عرب اس محکومی کے لئے تیار نہ تھے۔شاہِ یہود کے توسط کے بعد بھی (بادشاہ نبط) مالک خراج دینے پر آمادہ نہ ہوا۔آخر الامر یہود نے رومیوں کی محبت اور کلیو پٹرا کی ناز برداری میں (نبطی) عربوں پر حملہ کر دیا۔بڑی بڑی لڑائیاں ہوئیں ہزاروں آدمی کام آئے۔اور یہودی مورخ یوسیفوس کے بیان کے مطابق اکثر (نابطی) عربوں کو شکست ہوتی رہی۔عبادہ ثالث (نبطی بادشاہ) (30 تا 9 ق م) گو ایک سست طبع اور ناکارہ تھا۔لیکن اُس کا وزیر نہایت ہوشمند اور چالاک تھا۔یونانی تلفظ میں اُس کا نام سالیوس مذکور ہے۔سالیوس ہمیشہ اپنی دانشمندانہ سازشوں سے یہودیوں اور رومیوں دونوں کو زِک دیتا رہا۔18 ق م میں رومیوں کو جو (عربی نبطیوں کو) فتح کرنے کے خواب دیکھ رہے تھے۔عرب کے بے آب صحرا میں جس طرح اُن کی ہمت کو شکست دے کر واپس پھرایا تھا وہ اب تک ہر اُدومی اور یورپین مورخ کے قلم کیلئے سرمایہ غم وندامت ہے۔واقعہ کی تفصیل ''حمیر'' کے ذکر میں اس سے پہلے گزر چکی ہے۔(جلد اول صفحہ 284-285)

حارثِ رابع (بادشاہ انباط۔احسن) 9 ق م تا 40 عیسوی حضرت یحییٰؑ بن زکریاؑ اور حضرت عیسیٰ علیہما السلام کا معاصر تھا۔اس کا پہلا نام انیس تھا۔عبادہ کی وفات کے بعد جب یہ بادشاہ ہوا تو اپنے لئے شاہی نام حارث اختیار کیا۔ہیروڈ بادشاہ یہودیہ حارث کا داماد تھا۔یہ شخص نہایت بدکار اور ستم دوست تھا۔اپنے بھائی کے مرنے پر اُس نے بھاوج سے جو اُس کی علاتی بھتیجی تھی، دوسری شادی کر لی۔حضرت یحییٰؑ اُن دنوں پند و موعظت کے پیغمبرانہ اثر سے قلوب کو مسخر کر رہے تھے۔اُنؑ کی محبوبیت یہودیہ میں جتنی ترقی کرتی جاتی تھی، ہیروڈ اُسی قدر کانپتا جاتا تھا۔حضرت یحییٰؑ نے ہیروڈ کو اس شادی پر ملامت کی، خون آشام بادشاہ سے ضبط نہ ہو سکا۔حضرت یحییٰؑ کا سر کاٹ کر دوسری بیوی کی نذر کیا۔ہیروڈ کی پہلی بیوی باپ کے پاس (نبطی عرب) چلی گئی۔حارث اپنی اس خاندانی اہانت پر غصہ سے بیتاب ہو گیا فوراً (ملک) یہودیہ پر فوج کشی کی تیاری کر دی اور اس زور شور سے حملہ آور ہوا کہ ہیروڈ تاب نہ لا سکا اور سخت ہزیمت اُٹھا کر واپس آیا، یہودی معتقد تھے کہ یہ شکست حضرت یحییٰؑ کے قتل کا پاداش تھا۔حارث سیدھا دمشق پر قابض ہو گیا۔رومی ہیروڈ کی مدد کے لئے آئے لیکن اتفاقاً اس اثنا میں 37ء میں خود قیصر مر گیا۔حارث کئی برس

Presented by Ziaraat.Com

تک دمشق پر قابض رہا۔ پولوس (سینٹ پال) موجودہ عیسائیت کا بانی اسی حارث کے ہاتھ میں قید ہوا تھا۔ آخر ڈوری لٹکا کر اُس کے سہارے قید خانہ سے نکل کر بھاگا'' (2۔ کرنتھیوں باب 11۔33) (ارض القرآن حصہ دوم صفحہ 68 تا 74)

اس طویل بیان میں قریشی مورخین کی کاٹ چھانٹ کے باوجود یہ ثابت ہوا کہ حضرت اسماعیل علیہ السلام کی امامت وقیادت حضرت نابت علیہ السلام کی اولاد میں برابر چلتی رہی اور 2200 قبل مسیح سے ظہور محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تک مسلسل نسل نابت علیہ السلام میں اُمت مسلمہ (بقرہ 2/128) اور حکومت عظیمہ (نساء 4/54) جاری رہی اور یہ کہ ملک شام اور دمشق پر اکثر و بیشتر نبطی بادشاہوں کا قبضہ رہتا چلا آیا۔ اور اُسے باربار فتح کیا جاتا رہا۔ یعنی دمشق محمدؐ وآل محمدؐ اور بزرگوارانِ محمدؐ کے لئے ایک اہم پوزیشن رکھتا چلا آیا ہے۔ اور دمشق و ملک شام ہی کو معاویہ وابوسفیان وحرب واُمیہ اپنا نشانہ بنائے چلے آرہے تھے۔

چہارم۔ حضرات علیؑ ومحمدؐ کے پردادا حضرت ہاشمؑ، اور معاویہ کے پردادا اُمیہ میں فیصلہ جلاوطنی، اُمیہ نے ملک شام اختیار کیا۔

ملک شام کو معاویہ کے اباواجداد بھی اپنے مقاصد کے لئے بہترین علاقہ سمجھتے تھے اس لئے کہ اس ملک میں آباد نسلیں حضرت علی علیہ السلام سے بہت جلد متنفر کی جاسکتی تھیں۔ اس کے لئے یہ کہہ دینا کافی تھا کہ علیؑ اُن لوگوں کی اولاد ہے۔ جنہوں نے ملک شام ودمشق پر بار بار حملے کئے اور یہاں کے لوگوں کا قتل عام کیا تھا۔ چنانچہ امیر معاویہ کے پردادا نے سب سے پہلے دس سال تک علی محمد علیہما السلام کے بزرگوں کے خلاف ملک شام میں پروپیگنڈا کیا تھا یہ بات تاریخ طبری سے سنئے اور غور کرکے سلسلہ اور رابطہ قائم کیجئے لکھا ہے کہ:

''ہاشم اور اُمیہ میں منافرت'' ''جب ہاشم نے اپنی قوم کی دعوت کی تو اس پر اُمیہ بن عبدالشمس کے دل میں ہاشم کی طرف سے حسد پیدا ہوا یہ بھی دولتمند تھا۔ اُس نے اگرچہ بڑے اہتمام سے اپنی قوم کی ویسی ہی دعوت کی مگر وہ بات نہ ہوسکی جو ہاشم سے بن آئی۔ قریش کے بعض لوگوں نے اُس کا مضحکہ کیا۔ وہ سخت برہم ہوا اور ہاشم کا دشمن ہوگیا۔ اور مطالبہ کیا کہ اس کے متعلق پنچایت سے فیصلہ لیا جائے۔ ہاشم نے اپنی بزرگی اور عزت کی وجہ سے اس بات کو بُرا سمجھا مگر قریش نے اُس کا پیچھا نہ چھوڑا اور اُنہیں جوش دلا کر اس بات پر آمادہ کردیا۔ ہاشم نے کہا کہ میں اس شرط پر اس معاملہ کو پنچایت کے سپرد کرتا ہوں کہ تم کو سیاہ گردن کی پچاس اونٹنیاں مکہ کی تلھٹی میں ذبح کرنا پڑیں گی۔ اور دس سال کے لئے مکہ سے ترک سکونت کرنا پڑے گی۔ اُمیہ نے یہ شرط مان لی۔ اور اب دونوں نے کاہن الخزاعی (جرھمی) کو اپنے درمیان حکم بنایا۔ اُس نے ہاشم کے حق میں فیصلہ کیا۔ ہاشم نے معاویہ کے پردادا اُمیہ سے پچاس اونٹنیاں لے کر اُن کو ذبح کیا اور حاضرین کی اس سے دعوت کی۔ اُمیہ ملک شام چلا گیا اور دس سال وہاں رہا۔ ہاشم اور اُمیہ میں عداوت کا یہ پہلا واقعہ تھا'' (ترجمہ تاریخ طبری جلد اول صفحہ 36۔37)

قارئین نوٹ کرلیں کہ مکہ کے بعد بنی اُمیہ کے لئے ملک شام سارے عرب وعراق میں زیادہ مناسب مقام تھا اور وجہ وہی تھی جو ہم نے ایک طویل بیان اور واقعات کے ساتھ لکھی ہے۔ یعنی ملک شام کے باشندوں کو علیؑ اور محمدؐ کے اور بزرگوارانِ علیؑ ومحمدؐ کے خلاف آسانی سے مشتعل کیا جاسکتا تھا۔

پنجم۔ معاویہ نے قتل عثمان کو حضرت علیؑ کے خلاف ملکِ شام اور دمشق کو مشتعل کرنے کا ذریعہ بنالیا تھا۔

معاویہ کو اس کے ساتھ ساتھ یہ موقع بھی ملا کہ لوگوں نے عثمان کو اُس کی بدعنوانیوں اور حق فراموشیوں کی پاداش میں قتل کردیا اور معاویہ نے اس قتل کو حضرت علی علیہ السلام کے سر لگا کر ملک شام میں عموماً اور دارالسلطنت دمشق میں خصوصاً اشتعال پھیلانے کا مزید ذریعہ بنالیا تھا۔

Presented by Ziaraat.Com

مودودی معاویہ کی اشتعال انگیزی کو باطل اور حق کے خلاف لکھتے ہیں۔ مودودی سے سنئے:

''حضرت عثمان کی شہادت (لاحول ولاقوۃ۔احسنؔ) (18 ذی الحج 53ھ) کے بعد حضرت نعمان بن بشیر اُن کا خون سے بھرا ہوا قمیض اور اُن کی اہلیہ محترمہ نائلہ کی کٹی ہوئی انگلیاں حضرت معاویہ کے پاس دمشق لے گئے۔اور اُنہوں نے یہ چیزیں منظر عام پر لٹکا دیں۔تا کہ اہلِ شام کے جذبات بھڑک اُٹھیں۔یہ اس بات کی کھلی علامت ہے کہ حضرت معاویہ خونِ عثمان کا بدلہ قانون کے راستہ سے نہیں بلکہ غیر قانونی طریقے سے لینا چاہتے تھے۔ورنہ ظاہر ہے کہ شہادت عثمان (لاحول ولاقوۃ۔احسنؔ) کی خبر ہی لوگوں میں غم وغصہ پیدا کرنے کے لئے کافی تھی۔اُس قمیص اور اُن انگلیوں کا مظاہرہ کر کے عوام میں اشتعال پیدا کرنے کی کوئی حاجت نہ تھی'' (خلافت وملوکیت صفحہ 132)

یہاں قارئین یہ سمجھ لیں کہ معاویہ کے بزرگوں کا تیار کردہ ملکِ شام عہد ابوبکر سے لے کر عہد مرتضوؑی تک برابر اور باقاعدہ ابوسفیان کے بیٹوں کی جاگیر دارانہ سلطنت بنا ہوا تھا۔اور اُنہوں نے جو اسلام ملک شام اور دیگر ماتحت صوبوں میں رائج کیا تھا۔اُس میں روز اول سے حضرت علیؑ کو دین کا باغی اور اپنا اور اپنے خاندان کا اقتدار قائم کرنے کی کوششیں کرنے والا اور اسلام کے خلاف ثلاثہ کا دشمن مشہور کیا گیا تھا۔

لہٰذا تیسرے خلیفہ کو قتل کر کے اسلامی حکومت پر قابض ہو جانے کا جرم عائد کر کے شامیوں کو اشتعال اور دشمنی کی انتہائی حدود تک پہنچا دیا گیا تھا۔یہی سبب تھا کہ پہلے ملک شام کی ہر مسجد میں حضرت علی علیہ السلام اور اُن کے خاندان پر لعنت شروع کرائی جا سکی اور پھر پوری مملکت اسلامیہ کے ہر منبر ومسجد سے قریش کی یہ عبادت ننانوے (99) سال تک جاری رہی۔جسے خلیفہ عمر بن عبد العزیز نے اپنی جان کے بدلے میں موقوف کیا تھا۔

(ہ) عمرو بن العاص کا سیاسی مقام اور معاویہ کے ساتھ اُس کا اِنضمام وقریشی بے دینی،فریب کاری اور مکاری کا اِستحکام۔

چونکہ معاویہ کو اُن تمام عقلائے قریش کا تعاون حاصل تھا جو خلیفہ دوم عمر بن الخطاب کی کامیابی کا باعث ہوئے تھے۔لہٰذا ہم چاہتے ہیں کہ اُن دانشورانِ قریش کے نام ومقام ومنزلت سامنے رکھ دیں۔علامہ شبلی نعمانی نے لکھا ہے کہ:

اول۔عمر بن الخطاب،معاویہ بن ابوسفیان،عمرو بن العاص،مغیرہ بن شعبہ،زیاد بن سمیہ

''حضرت عمر نے اس باب میں جس نکتہ رسی اور تدبیر وسیاست سے کام لیا،اِنصاف یہ ہے کہ تاریخ عالم کے ہزاروں ورق اُلٹ کر بھی اس کی نظیر نہیں ملتی۔اس مرحلہ میں اس بات سے بڑی امداد ملی کہ اُن کی طبیعت شروع سے جوہر شناس واقع ہوئی تھی۔یعنی جس شخص میں جس قسم کی قابلیت ہوتی وہ اُس کی تہہ کو پہنچ جاتے تھے۔اس کے ساتھ ہی انہوں نے ملک کے تمام قابل آدمیوں سے واقفیت بہم پہنچائی تھی۔یہی بات تھی کہ اُنہوں نے جس شخص کو جو کام دیا اُس کے انجام دینے کیلئے اُس سے بڑھ کر آدمی نہیں مل سکتا تھا۔عرب میں چار شخص تھے جن کو دُہاۃُ العَرَب کہا جاتا تھا۔یعنی جو فن سیاست وتدبیر میں اپنا جواب نہیں رکھتے تھے۔1۔امیر معاویہ۔2۔عمرو بن العاص۔3۔مغیرہ بن شعبہ۔4۔زیاد بن سمیہ۔حضرت عمر نے زیاد بن سمیہ کے سوا تینوں کو بڑے بڑے مُلکی عہدے دیئے''۔

(الفاروق حصہ دوم صفحہ 11۔12)

دوم۔عمرو بن العاص کن منزلوں سے گزر کر معاویہ بن ابوسفیان کے رفیق بنے؟

قارئین یاد رکھیں کہ قریش کی ساری قوم عموماً اور یہ چاروں اشخاص خصوصاً حضرت علی علیہ السلام کے جانی دشمن تھے۔اور اُنہوں نے روز اول سے حضرت علیؑ کے خلاف محاذ بنانے میں اپنی پوری سیاست وبصیرت صرف کر دی تھی۔اور اب یہ چاروں حضرت علی علیہ السلام کے مقابلہ میں

Presented by Ziaraat.Com

ایک مرکز پر جمع ہو گئے تھے۔ یعنی حضورؐ کے سامنے ابلیس کا خطرناک ترین محاذ تھا۔ جس سے بچ نکلنا ناممکن تھا۔ لیکن ساری دنیا نے دیکھا تھا کہ اُس محاذ اور اُن شیاطین کو جائے پناہ نہ ملتی تھی۔ جان کے لالے پڑے ہوئے تھے۔ بڑے شرمناک حیلوں سے جان بچا سکے تھے۔ بہر حال عمرو بن العاص کا قصہ طٰہٰ حسین سے سنئے:

''اب عمر بن العاص سامنے آتے ہیں جو چالاکی، چالبازی اور داؤں پیچ میں معاویہ سے کسی طرح کم نہ تھے۔ حضرت عثمان نے اُن کو مصر کی گورنری سے معزول کر دیا تھا۔ اُسی وقت سے یہ اُن سے خفا تھے جب فتنے کا زمانہ آیا تو حضرت عثمان کی مخالفت کرتے رہے۔ اُن کی خفیہ مخالفت اُن کے ظاہری اختلاف سے زیادہ سخت تھی۔ چنانچہ جہاں تک اُن سے ہوسکتا وہ مخفی طور پر لوگوں کو جمع کرتے اور اُن کی مخالفت پر آمادہ کرتے۔ ایک مرتبہ تو انہوں نے مسجد میں اعلانیہ عثمان کو مخاطب کر کے کہہ دیا'' آپ تو لوگوں کو ساتھ لئے مصیبت کے غار میں چلے آئے۔ اور ہم بھی آپ کے ساتھ یہاں پہنچے۔ اب آپ توبہ کیجئے تو ہم بھی توبہ کریں۔ حضرت عثمان پر اس کا بہت بُرا اثر پڑا۔ پھر جب فتنے میں شدت پیدا ہوگئی اور عمرو بن العاص نے سمجھ لیا کہ مصیبت بہر حال نازل ہو کر رہے گی۔ تو اسی میں خیریت دیکھی کہ اس مدت میں کنارہ کشی اختیار کر لیں۔ چنانچہ اپنی فلسطین والی زمین پر چلے گئے اور وہیں ٹھیر کر حالات و واقعات کا پتہ چلاتے رہے۔ فلسطین کے اس سفر میں اُن کے دونوں بیٹے عبداللہ اور محمد بھی ساتھ تھے۔ عبداللہ تقویٰ وطہارت کی زندگی جیتے تھے۔ لیکن اِن کے بھائی محمد ایک عربی اور وہ بھی قریشی نوجوان تھے۔ اُن میں دنیا سے بے رُخی نہ تھی۔ بلکہ دوسرے نوجوانوں کی طرح اُن کو بھی خوش حالی، ترقی اور شہرت کی غیر معمولی خواہش تھی۔ عمرو بن العاص اپنے دونوں بیٹوں کے ساتھ فلسطین ہی میں تھے کہ عثمان کے قتل کی خبر پہنچی۔ سن کر کہنے لگے۔'' میں ابو عبداللہ ہوں جس پھوڑے کو میری اونگلیاں کھجلا دیں کیا مجال کہ وہ پھر خون آلود نہ ہو جائے''

مطلب یہ کہ '' عثمان کے خلاف بغاوت اور فتنے کی راہ اُنہوں نے ہی ہموار کی تھی۔ اور تحریک کامیاب ہوئی'' اس کے بعد اطلاع آئی کہ لوگوں نے حضرت علیؑ کی بیعت کر لی ہے اور یہ کہ معاویہ بیعت کرنے سے انکار کرتے ہیں۔ اور حضرت عثمان کے خون کا قصاص چاہتے ہیں۔ اور اس سلسلے میں شام کے لوگ حضرت معاویہ کے ہمنوا ہیں۔ اب عمرو بن العاص نے اپنے دونوں لڑکوں سے تبادلہ خیال کیا۔ کہ حضرت علیؑ اور معاویہ دونوں کو سامنے رکھ کر اپنی جگہ کہاں ہونا چاہیئے؟ عبداللہ نے مشورہ دیا کہ جب تک یہ انتشار و خلفشار ہے آپ الگ ہی رہیں۔ پھر جب لوگوں میں یک جہتی اور اتفاق ہو جائے گا تو مسلمانوں کی صف میں کھڑے ہو جانا۔ محمد نے کہا کہ آپ تو عرب کے سرداروں میں سے ایک سردار ہیں۔ ایسے وقت میں جب کہ معاملات کی توڑ جوڑ کی جارہی ہے۔ آپ کی غیر حاضری مناسب نہیں ہے۔ میرا تو مشورہ ہے کہ آپ معاویہ کا ساتھ دیجئے۔ عمر بن عاص کہتے ہیں کہ عبداللہ کا مشورہ میرے دین اور میری آخرت کے لئے مفید ہے۔ اور محمد کی بات میری دُنیا کے لئے مفید ہے۔ رات بھر طرح طرح کے خیالات میں غلطاں و پیچاں جاگتے رہے۔ حضرت علیؑ کی بیعت گوارا نہ تھی۔ اس لئے کہ اس بیعت سے کسی نفع کی اُمید نہ تھی۔ نہ گورنری مل سکتی تھی۔ نہ حکومت میں حصہ اور اس لئے بھی کہ حضرت علیؑ اُن کو ایک معمولی مسلمان کی پوزیشن میں رکھیں گے جو سب کے لئے وہ اُن کے لئے۔ حضرت معاویہ کا ساتھ دینے میں خطرہ یہ ہے کہ وہ اپنی اہلیت سے بڑی چیز کا حوصلہ کریں گے پھر یہ کہ یہ دین کے معاملے میں غیر مناسب ڈھیل ہے۔ پھر عمرو بن عاص نے غور کیا اور خوب غور کیا۔ بڑی دیر کے فکر و تامل کے بعد ارادہ کیا کہ نفس کو لوگوں سے علیحدگی پر رضا مند کر لیں لیکن گمنامی اور انتظار کی زندگی برداشت نہ ہوسکی۔ عمر کو مصر کی گورنری ابھی بھولی نہ تھی۔ جس کا موقع عہد فاروقی میں ملا تھا۔ اور جس سے معزولی پر عثمان سے ناراض تھے۔

Presented by Ziaraat.Com

معلوم ہوتا ہے کہ مصر کا شوق آپ کے دل کی آرزو بنا رہا۔ اور جب صبح ہوئی تو یہ طے کر چکے تھے کہ معاویہ سے جا ملیں گے۔ چنانچہ فلسطین سے دمشق آئے لڑکے بھی ساتھ تھے۔ یہاں آکر دیکھا کہ شامی معاویہ کو عثمان کا قصاص لینے اور حضرت علیؑ سے جنگ کرنے پر آمادہ کر رہے ہیں۔ فوراً ہی اُن کی صف میں کھڑے ہو گئے۔ اور حضرت معاویہ سے ملنے لگے اور اپنی ملاقاتوں میں مظلوم خلیفہ کی اہمیت جتاتے رہے۔ معاویہ اِن کی سب باتیں سنتے مگر بے توجہی کے ساتھ، اُن کے خیال میں ابھی اور رُکے رہنا مناسب تھا۔ اِدھر شامی جنگ کے لئے بے تاب تھے۔ اور خیال کرتے تھے کہ لڑ کر مظلوم خلیفہ کا حق ادا کریں گے۔ ساتھ ہی دین کا ایک فرض بھی انجام دیں گے۔ عمر و لڑائی کی اس لئے جلدی کر رہے تھے کہ معاویہ کو اُن کی ضرورت پڑے۔ مگر جب انہوں نے دیکھا کہ معاویہ کی پہلوتہی بڑھتی جا رہی ہے۔ تو ایک دن ملاقات کے دوران کھل کر گفتگو کی، جس کے بعد معاویہ بات کی تہہ تک پہنچ گئے۔ اور پھر توجہ کی، اور کوشش کرنے لگے کہ کچھ قول و قرار کر کے اُن کو ساتھی بنا لیں۔ ہوا یہ کہ عمرو بن عاص نے حضرت معاویہ سے اس بے رُخی پر تعجب کا اظہار کرتے ہوئے کہا کہ یہ جانتے ہوئے بھی کہ حق پر تم نہیں ہو۔ حق پر تمہارا حریف ہے۔ اور تمہاری کامیابی اور تمہارا ساتھ دُنیا کا راستہ ہے دین کا نہیں۔ میں تمہارا ساتھ دینا چاہتا ہوں۔ اپنے دماغ اپنے ہاتھ اور اپنی زبان سے تمہاری مدد کرنا چاہتا ہوں۔ یہ میری بڑی قربانی ہے۔ یہ سن کر امیر معاویہ سمجھ گئے اور یقین کر لیا کہ اگر عمرو واپس چلے گئے تو وہ کوئی گہری چال چلیں گے۔ خیریت اسی میں ہے کہ ان سے سمجھوتہ کر کے اپنا بنا لیں۔ اور جو کچھ وہ چاہتے ہیں۔ اور جس کے لئے بے تاب ہیں اُنہیں دے دیں۔ علاوہ ازیں وہ ایک لڑاکا اور چالاک کھلاڑی ہیں۔ اُنہوں نے فلسطین فتح کیا۔ مصر فتح کیا۔ فاروق اعظم اُن سے زندگی بھر مطمئن رہے۔ اور ان سب کے بعد وہ عرب کے پختہ کار چالاکوں میں سے ہیں۔ قریش کے شیوخ میں اُن کی شخصیت ممتاز درجے کی مالک ہے۔ مورخین لکھتے ہیں کہ معاویہ نے عمرو سے پوچھا کہ ''اپنے اس ساتھ دینے کی کیا قیمت لو گے؟'' عمرو نے کہا کہ ''زندگی بھر کے لئے مصر کی حکومت'' حضرت معاویہ کی نگاہ میں یہ قیمت زیادہ تھی۔ اس پر دونوں میں کچھ تلخی پیدا ہو گئی اور قریب تھا کہ عمرو غصے میں اُلٹے پاؤں واپس ہو جاتے۔ لیکن عقبہ بن ابوسفیان نے درمیان میں مداخلت کی اور اپنے بھائی حضرت معاویہ کو عمرو بن العاص کے مطالبے پر راضی کر لیا۔ چنانچہ اس کے متعلق دونوں میں ایک تحریری معاہدہ ہو گیا۔ اس کے بعد جب عمرو بن العاص اپنے لڑکوں سے ملے تو وہ دونوں اس قیمت پر خوش نہیں ہوئے۔ اور اُسے بہت کم سمجھ کر اپنے باپ کا مذاق اُڑایا۔ عبداللہ کے خیال میں باپ نے اپنا دین بہت کم دام پر فروخت کر دیا۔ محمد کی رائے میں باپ نے اپنے دماغ کی قیمت بہت کم لی۔ بہر حال معاویہ کے گرد و پیش مشیروں کا اچھا خاصہ مجمع ہو گیا۔ جس میں قبائل کے شیوخ، شہروں کے رئیس ابوسفیان اور بنی اُمیہ کے خاندان کے لوگ شامل تھے۔ اُن ہی میں عمرو بن العاص کا بھی اضافہ ہو گیا۔ یہ سب کے سب معاویہ کو جنگ کے لئے اُٹھ کھڑے ہونے پر آمادہ کرتے تھے۔ اِن میں سے بعضوں نے تو دیر کرنے پر یہ الزام لگایا کہ معاویہ میں کچھ دم نہیں ہے''۔ (کتاب علیؑ صفحہ 111 تا 117)

سوم۔ **حضرت علیؑ کے دشمن بھی اور اُن کے دشمنوں کے طرفدار بھی منافق یا مادر بخطا ہوتے ہیں، عمرو بن العاص کا معاویہ سے نسبی رشتہ؟ عمرو بن العاص نے زیاد بن سمیہ کے قریشی ہونے کی تمنا کی تھی۔** اِس عنوان (ہ) کی ابتدا میں اُن چاروں بے نظیر دانشوروں کا ذکر ہوا ہے جو خلیفہ دوم کے لاجواب سیاسی آلات تھے۔ جن کی ذہانت و فطانت وڈپلومیسی نے انہیں ایک عظیم الشان خلیفہ، سلطان، بادشاہ اور سیاسی راہنما بنایا تھا۔ اور جو خوبی قسمت سے معاویہ کے یہاں جمع ہو گئے تھے۔ اور جن میں سے ایک عمرو بن العاص بھی تھا۔ جس نے اپنا دین و دماغ مصر کی حکومت کے اُدھار وعدے پر نقد فروخت کر دیا تھا۔ اُس کی دُور بینی اور عاقبت اندیشی کا اِسی اُدھار سودے سے پتہ چل جاتا ہے۔ یعنی اُسے قبل از وقت ہی کامل

Presented by Ziaraat.Com

یقین تھا کہ اُسے مصر کی حکومت ضرور ملنا ہے۔

یعنی وہ یہ یقین رکھتا تھا کہ اس کی سیاسی چالوں کے نتیجے میں مصر حضرت علیؑ کے تسلط سے نکل کر معاویہ کے زیرنگین آجائے گا اور معاویہ مختار ہوگا کہ اپنا وعدہ پورا کرے۔ یہی عمرو بن العاص تھا جس کی نظریں زیاد بن سمیہ میں قریشی خون دیکھنے میں کامیاب ہوئی تھیں۔ تاریخی قصہ یوں بیان ہوا ہے کہ:

''زیاد کی ماں سمیہ ایران کے کسی کسان کی کنیز تھی۔ وہ کسان ایک مرتبہ بیمار ہوا علاج کے لئے حارث بن کلدہ ثقفی حکیم کے پاس گیا۔ یا اُسے بلا کر اپنا علاج کرایا۔ صحت ہونے پر اظہار شکر گزاری کے لئے اپنی کنیز سمیہ اُس کو دے دی۔ حارث نے اپنے ایک رومی غلام سے سمیہ کی شادی کر دی جس کا نام عبید تھا۔ عبید کی زوجیت کے زمانے میں سمیہ سے زیاد پیدا ہوا تھا۔ جب زیاد جوان ہوا تو اُس نے حکیم کو ایک ہزار روپے دے کر اپنے باپ عبید کو غلامی سے آزاد کرا لیا تھا۔ زیاد کی ماں سمیہ مشہور پیشہ ور بدکار عورت تھی''

''علامہ ابو عمرو اور علامہ ابن عساکر نے یہ بھی روایت کیا ہے کہ حضرت عمر نے اپنے عہد حکومت میں زیاد بن سمیہ کو یمن بھیجا تاکہ وہاں کے حالات کو درست کرے۔ وہاں سے واپس آیا تو اُس نے ایک تقریر کی جو بہت پسند کی گئی۔ عمرو بن العاص نے کہا کہ اگر یہ نوجوان قریشی ہوتا تو یہ سارے عرب کو اپنی لاٹھی سے ہانکتا'' ابوسفیان نے کہا کہ ''میں اُسے اچھی طرح جانتا ہوں جس نے اس زیاد کو اُس کی ماں سمیہ کے پیٹ میں رکھا تھا'' علیؑ ابن ابی طالبؑ نے پوچھا، ابوسفیان وہ کون شخص تھا؟ ابوسفیان نے کہا کہ ''وہ شخص میں تھا'' علیؑ نے کہا ''چپکے بھی رہو'' ابن عساکر کی لفظیں یہ ہیں کہ ''عمرو عاص نے کہا کہ ''ابوسفیان خاموش رہو اگر عمر نے یہ بات سن لی تو تمہاری دُرگت بنا دیں گے''

اس پر ابوسفیان نے چند شعر پڑھے جن کا مطلب یہ تھا کہ:

''اگر کسی کا خوف نہ ہوتا تو میں اصل واقعہ کو ظاہر کر دیتا۔ میں نے بنی ثقف سے بہت دنوں درگزر کی اور اُن میں اپنے میوہ دل کو چھوڑے رکھا'' اسی واقعہ نے معاویہ کو آمادہ کیا کہ وہ زیاد کو اپنا بھائی بنائے'' (استیعاب جلد 1 صفحہ 195، تاریخ ابن عساکر جلد 5 صفحہ 410)

علامہ شبلی اپنی کتاب الفاروق میں دُہری جھپک دکھاتے ہیں۔

قارئین کو یاد ہے کہ ہم نے الفاروق ہی سے معاویہ، عمرو عاص مغیرہ بن شعبہ اور زیاد بن سمیہ کے نام دُھات العرب کی حیثیت میں لکھے تھے (الفاروق حصہ 2 صفحہ 12) اور یہاں شبلی ہی نے زیاد کو سمیہ کا بیٹا لکھا ہے یعنی زیاد بن سمیہ کہہ کر پیش کیا ہے لیکن اسی حصہ 2 کے صفحہ 66 پر لکھا ہے کہ:

''مجبوراً لوگوں نے ایک 14 سالہ لڑکے یعنی زیاد بن ابی سفیان کی طرف رجوع کیا'' پھر اسی صفحہ پر لکھا ہے کہ:

''جلولاء کی فتح جو 16ھ میں واقع ہوئی تھی زیاد بن ابی سفیان حساب کے کاغذات لے کر مدینہ آئے تھے''

معلوم ہوا کہ مولانا شبلی کو دونوں باتیں معلوم تھیں۔ یعنی یہ بھی کہ زیاد سمیہ کا بیٹا تھا اور یہ بھی کہ وہ ابوسفیان کے زنا سے پیدا ہوا تھا اور خلیفہ چہارم معاویہ بن ابی سفیان نے زیاد کو اپنا بھائی اور ابوسفیان کا جائز بیٹا مان لیا تھا۔ یعنی نسب کے معاملے میں بھی اسلامی قوانین کے پابند رہنا قریش کے لئے ضروری نہ تھا۔

قریش اپنے زمانہ کا ترقی یافتہ معاشرہ تھا جس میں افلاطونی جنسی تعلقات پر عمل ہوتا تھا۔

قریش اور اُن کے حلیف اور پڑوسی اعلان نبوت سے پہلے بھی ایسے ہی مسلمان تھے۔ جیسے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعلیمات

Presented by Ziaraat.Com

کے بعد تھے۔ اُنہیں مشرک قرار دینے کا سب سے بڑا سبب اُن کا جنسی اشتراک تھا۔ یعنی وہ افلاطونی قوانین کے ماتحت ویسا معاشرہ قائم کر چکے تھے جس کی آج کمیونسٹ نظام تعلیم دے رہا ہے۔ یعنی ہر بچہ سارے ملک کا بچہ اور ہر عورت سارے ملک کی زوجہ۔ (سورہ نساء 4/23) دوسرا مگر چھوٹا سبب یہ تھا کہ وہ قوانین خداوندی کی تفہیم اور تنفیذ میں اپنے لیڈروں کو پہلا نمبر دیتے تھے۔ اور اُن کی منظوری کے بغیر آیاتِ خداوندی کے الفاظ واحکام پر عمل کرنا باطل اور باعثِ گمراہی سمجھتے تھے یہاں تک کہ اُن کی منظوری کے بغیر نبیؐ کا حکم مان لینا بھی غلط سمجھتے تھے۔ (سورہ مائدہ 5/41)

زیاد بن سمیہ کو ابوسفیان کا بیٹا مان لینے سے وہ اُم المومنین اُم حبیبہ کا بھائی اور محرم بھی ہوگا۔

چوتھے خلیفہ حضرت معاویہ کے مندرجہ بالا فیصلے کی رُو سے زیاد بن ابی سفیان حضرت اُم المومنین اُم حبیبہ بنتِ ابوسفیان کا بھائی قرار پاتا ہے اور بھائی اور باپ محرم ہوتے ہیں لہٰذا اُم حبیبہ کو زیاد سے پردہ ختم کرنا بھی لازم ہوجاتا ہے۔ اسی بنا پر جب اس فتویٰ اور خلیفہ کے حکم کی اطلاع زیاد کے مادری بھائی ابوبکرہ کو ملی تو اُس نے قسم کھالی کہ وہ زیاد سے کلام وسلام بند کردیں گے۔ اور کہا کہ ''زیاد نے اپنے باپ عبید کی ولایت سے عملی انکار کرکے خود اپنی ماں سے زنا کیا ہے۔ خدا کی قسم میرا یقین تو یہ ہے کہ سمیہ نے کبھی ابوسفیان کی شکل بھی نہ دیکھی ہوگی۔ ستیاناس ہو زیاد کا وہ ام حبیبہ کے ساتھ کس طرح پیش آئے گا؟ کیا وہ اُم حبیبہ کو دیکھنا چاہتا ہے؟ اگر اُم حبیبہ نے اُس سے پردہ کیا تو زیادہ ذلیل ہوجائے گا اور بھائی بننے کی پول کھل جائے گی۔ اور اگر اُم حبیبہ نے پردہ نہ کیا تو بڑی بھاری مصیبت اور پیغمبرؐ کی زبردست ہتک حرمت ہوگی'' معاویہ کے زمانہ میں زیاد نے حج کیا حج سے فارغ ہوکر مدینہ آیا اور چاہا کہ اُم حبیبہ کے پاس بھی جائے مگر ابوبکرہ کا قول یاد آگیا اس لئے پلٹ آیا۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ اُم حبیبہ نے سامنے آنے کی اجازت نہ دی۔ طبری نے ابواسحاق سے روایت کی ہے کہ زیاد جب کوفہ آیا تو اُس نے لوگوں سے کہا کہ ''میں تمہارے پاس ایک ایسی غرض سے آیا ہوں جس کا فائدہ تم ہی کو ہوگا۔ لوگوں نے کہا فرمایئے زیاد نے کہا کہ تم میرا نسب معاویہ سے ملا دو۔ لوگوں نے کہا کہ جھوٹی گواہی سے تو ہم ملانے سے رہے۔ وہاں سے وہ بصرہ آیا جہاں ایک شخص ایسا مل گیا جس نے گواہی دی'' (ترجمہ طبری حصہ چہارم صفحہ 76)

ابوسفیان سمیہ سے مل کر قریشی سنت پر عمل کرتے ہیں۔ ابن عساکر اور ابن اثیر لکھتے ہیں کہ:

''ابوسفیان طائف گیا تھا۔ وہاں ایک شراب فروش کے یہاں قیام کیا۔ جس کا نام ابومریم سلولی تھا۔ یہ ابومریم بعد میں مسلمان بھی ہوا اور پیغمبرؐ کی صحبت سے بھی شرفیاب ہوا۔ ابوسفیان نے شراب پینے کے بعد ابومریم سے عورت کی خواہش ظاہر کی ابومریم نے کہا کہ حارث بن کلدہ کی کنیز اور عبید کی بیوی سمیہ موجود ہے۔ فرمائیں تو حاضر کردوں؟ ابوسفیان نے کہا کہ اُسی کو بلادو اگرچہ اس کے پستان بہت بڑے ہیں اور اُس کی بغلیں بہت بدبودار ہیں۔ ابومریم بلا لایا۔ ابوسفیان نے اُس سے اپنی جنسی ضرورت پوری کی اس سے زیاد پیدا ہوا جسے بعد میں معاویہ نے بھائی بنالیا۔ ابن عساکر نے یہ روایت بھی کی ہے کہ زیاد نے اپنے مادری بھائی ابوبکرہ سے کہا کہ امیرالمومنین معاویہ مجھے اپنا بھائی بنانا چاہتے ہیں۔ حالانکہ میں عبید سے پیدا ہوا اور اُسی سے مشابہ بھی ہوں۔ یہ بھی جانتا ہوں کہ پیغمبرِ خدا نے ارشاد فرمایا ہے کہ جو شخص اپنے باپ کو چھوڑ کر کسی دوسرے کو باپ بنائے اس کا ٹھکانہ جہنم ہے۔ پھر اگلے سال جب زیاد ابوبکرہ سے ملنے آیا تو اس وقت معاویہ کا بھائی بن چکا تھا'' (یہ بے حیائی، بے شرمی اور بے دینی کا واقعہ ہر تاریخ میں ہے)

عمرو بن العاص بھی درحقیقت عمرو بن ابوسفیان تھا۔

یہاں یہ سوال خود بخود پیدا ہوتا ہے کہ معاویہ نے ایک زنازادے کو اپنا بھائی بنایا۔ حالانکہ معاویہ کے باپ ابوسفیان نے زیاد کو اپنا بیٹا

Presented by Ziaraat.Com

قرار دینے کے لئے باقاعدہ یعنی قریشی مذہب کے مطابق نہ دعویٰ کیا تھا نہ احتجاج ہی کیا تھا۔لیکن جس لڑکے کو اپنا بیٹا قرار دینے کے لئے باقاعدہ سب کچھ کیا جو قریشی قانون میں ممکن تھا اُسے معاویہ نے اپنا بھائی نہ بنایا بلکہ مصر کی حکومت کے وعدے پر اُس کا تعاون حاصل کیا۔ سنئے داستانِ حسرت و یاس سنئے: ''ابوالمنذر ہشام کلبی المتوفی 206 ہجری اپنی کتاب ''مثالب العرب'' میں لکھتے ہیں کہ:

''نابغہ عمروعاص کی ماں مکہ کے آس پاس کی ایک زنا پیشہ عورت تھی۔ وہ اپنی چند لڑکیوں کے ساتھ مکہ آئی اس نابغہ سے عاص بن وائل، ابولھب، اُمیہ بن خلف، ہشام بن مغیرہ، ابوسفیان بن حرب نے ایک ہی دن جنسی تعلق (زنا) کیا۔نتیجہ میں عمرو پیدا ہوا۔اُن سبھوں میں جھگڑا ہو گیا۔ ہر ایک مدعی تھا کہ یہ میرا بیٹا ہے۔آگے چل کر تین شخصوں نے اپنا دعویٰ واپس لے لیا۔اب جھگڑا دو اشخاص میں باقی رہ گیا۔ عاص بن وائل اور ابوسفیان بن حرب میں۔ابوسفیان کہتا تھا کہ

''خدا کی قسم میں نے اِسے اِس کی ماں کے رحم میں رکھا'' عاص مدعی تھا کہ تم جھوٹے ہو وہ میرا بیٹا ہے۔فیصلے کا حق اُس کی ماں کو دیا گیا۔ اُس نے کہا کہ یہ عاص بن وائل کا بیٹا ہے۔کچھ دنوں کے بعد نابغہ سے پوچھا گیا کہ تم نے ایسا کیوں کیا؟ ابوسفیان عاص سے کہیں زیادہ شریف ہے۔اُس نے کہا کہ عاص میری لڑکیوں کا خرچ بھی دیتا ہے۔اگر میں ابوسفیان کا بیٹا قرار دیتی تو پھر عاص مجھے کچھ نہ دیتا۔ اور میری لڑکیاں بھوکی مرتیں'' (تذکرہ سبط ابن جوزی صفحہ 117)

عمروبن العاص کے متعلق قریشی اور ہاشمی بزرگوں کے یقینیات۔

حضرت عبدالمطلب علیہ السلام کی بیٹی جناب اروٰی علیہا السلام معاویہ کو قریش اور بنی اُمیہ کا کردار اور وہ سلوک سنا رہی تھیں جو انہوں نے خاندانؑ ہاشمؑ کو تباہ کرنے کے سلسلے میں کیا تھا۔ جب گفتگو کے اِس آخری جملہ پر پہنچیں کہ ''ہماری انتہا جنت ہے اور تمہاری جہنم ہے'' تو عمرو بن العاص نے ڈانٹ کر کہا کہ: ''اُو گمراہ بڑھیا اپنی بکواس بند کر'' اس پر جناب اروٰی نے پوچھا تو کون ہے؟ اُس نے کہا کہ عمرو بن العاص ہوں۔ یہ سن کر حضرتؑ اروٰیؑ نے کہا کہ:

''اے زنا کار وفاحشہ نابغہ کے بیٹے تجھے بھی ہمیں ڈانٹنے کی ہمت ہوگئی ہے؟ تیری ماں تو مکہ شہر کی مشہور پیشہ ور کسبی عورت تھی۔اور زنا کی خاطر سب زانیہ عورتوں سے سستی تھی۔ تجھے ہمارے سامنے خاموش رہنا چاہیئے تھا۔نہ تو تجھے قریش والی شہرت وعزت حاصل ہے نہ تو اُن کے حسب ونسب سے ہے۔تیری پیدائش پر چھ اشخاص نے دعویٰ کیا تھا کہ ہر ایک مدعی تھا کہ تو اُس کا بیٹا ہے۔جب تیری ماں سے پوچھا گیا تو اُس نے کہا کہ ان سبھوں نے مجھ سے مجامعت کی تھی۔صورت ملا کر دیکھو جس سے مشابہ ہو اُسی کا بیٹا سمجھ لو۔اتفاقاً تیری صورت عاص سے ملتی جلتی نکلی تو اُسی کا بیٹا کہہ دیا گیا۔میں نے اَیامِ حج میں مکہ کے اندر تیری ماں کو دیکھا تھا۔وہ ہر بدکار غلام کے ساتھ زنا کیلئے تیار رہتی تھی۔حقیقت میں تو اُن ہی غلاموں کے مشابہ تھا'' (بلاغات النساء صفحہ 27،عقد فرید جلد 1 صفحہ 64 ارض المناظر جلد 8 صفحہ 4)

عمرو اگر واقعی عاص کے نطفہ سے تھا تو وہ قصاب کا نطفہ تھا۔

یہ بھی ریکارڈ کیا گیا ہے کہ ایک مرتبہ جناب امام حسن علیہ السلام معاویہ کے پاس بیٹھے تھے۔عمروعاص اور بہت سے لوگ موجود تھے۔ امامؑ نے عمروعاص سے کہا کہ تمہارا معاملہ تو بہت ہی پیچیدہ ہے۔تمہاری ماں نے تمہیں اس حالت میں پیٹ میں رکھا تھا کہ اُسے یہ بھی خبر نہ تھی کہ تم زنا کا نتیجہ ہو یا سفاح (یعنی قریشی نکاح) کا تمہارے متعلق قریش کے چار اشخاص میں جھگڑا رہا۔لیکن فیصلہ قصاب کے حق میں ہوا تھا۔جو نسبی حیثیت

Presented by Ziaraat.Com

سے بھی سب سے حقیر تھا اور منصبی حیثیت سے بھی سب سے خبیث تھا۔ پھر تمہارے باپ نے کہا کہ میں محمدؐ ابتر کا دشمن ہوں۔ اس پر خداوند عالم نے سورہ کوثر نازل کی جس میں فرمایا کہ اِنَّ شَانِئَکَ هُوَ الْاَبْتَرُ "اے نبیؐ تمہارا بُرا چاہنے والا ہی ابتر رہے گا" (108/3) (تذکرہ سبط ابن جوزی صفحہ 114)

چہارم۔ **حضرت علیؑ کے سفیر جریر بن عبداللہ بجلی کو معاویہ نے کن حالات سے گزارا تھا؟**

ڈاکٹر طٰہٰ حسین کے بیان میں جریر بن عبداللہ کا دمشق پہنچ کر معاویہ سے ملنا اور حضرت علی علیہ السلام کا پیغام پہنچانا مذکور ہو چکا۔ جب جریر پہنچے اُس وقت معاویہ ذہنی طور پر اپنی تیاری سے مطمئن نہ تھا اس لئے اُس نے جریر کو ٹالنے اور ٹرخانے اور بہلانے کی پالیسی میں اُلجھائے رکھا اور وہ بھی اپنی سادہ لوحی کی بنا پر اُلجھے رہے۔ اور معاویہ کے پیدا کردہ حالات کو دیکھتے اور سنتے اور مرعوب ہوتے رہے۔ جب عمرو بن عاص معاویہ کا مشیر اور دست وبازو بن گیا تو معاویہ نے اُنہیں بے وقوفوں کی طرح واپس کر دیا۔ یہ بات بھی طٰہٰ حسین سے سنیں:

''جب سب کچھ ٹھیک ہو گیا تو حضرت معاویہ نے حضرت علیؑ کے سفیر جریر بن عبداللہ بجلی کو خالی ہاتھ کوفہ واپس کر دیا۔ جریر نے آکر حضرت علیؑ کو اطلاع دی کہ معاویہ بیعت کرنے سے انکار کرتے ہیں اور یہ کہ شام کے حالات غیر معمولی طور پر اہم ہو گئے ہیں۔ حضرت علیؑ غالباً جریر کی سفارت سے مطمئن نہیں ہوئے اور آپؑ کے ساتھیوں نے جن میں اشتر پیش پیش تھا، جریر کو بعض ناگوار باتیں سنائیں جس پر خفا ہو کر وہ اپنے بال بچوں سمیت کوفہ سے نکل کر مضافاتِ شام کے ایک مقام قرقیسیا چلے گئے اور غیر جانبدار رہے۔ بعض مورخوں کا خیال ہے کہ وہ حضرت معاویہ کے ساتھ مل گئے۔ اب حضرت معاویہ بھی جنگ کی تیاری کرنے لگے۔ لیکن انہوں نے بھی حضرت علیؑ کی طرح پہلے اپنا ایک سفیر بھیجا'' (کتاب علی صفحہ 117)

(و) **حضرت علیؑ اور معاویہ کے درمیان سفارت اور سفارت کے دوران معاویہ کے فریب کارانہ اقدامات اور سفیروں کو ناکام کر کے بھیجنا۔**

جریر بن عبداللہ بجلی کو معاویہ نے چار ماہ تک بیوقوف بنایا اور اُن کے اس طویل قیام سے سیاسی فائدہ اُٹھایا۔ اِدھر حضرت علی علیہ السلام کے صحابہ جریر کی طرف سے قدرتی طور پر مشکوک ہو گئے۔ اُنہیں جریر کی بے عقل سادہ مومنانہ ذہنیت پر شبہ ہوا کہ معاویہ ایسا شاطر شخص انہیں جُل دے سکتا ہے۔ یہ تذکرہ حضرت علی علیہ السلام کے سامنے ہوا تو آپؑ نے فرمایا کہ میں ایک خط میں جریر کی واپسی کو متعین کئے دیتا ہوں۔ اگر وہ اُس کے بعد بھی تاخیر کرے تو اس کی نافرمانی ثابت ہو جائے گی۔ چنانچہ اُسے لکھا کہ:

''میرا یہ خط ملتے ہی فوراً معاویہ سے آخری جواب حاصل کرو جنگ کا ارادہ ہو تو جلد واپس پلٹو، صلح چاہتا ہو تو بیعت لے کر جلد پہنچو'' خط پڑھ کر جریر نے معاویہ کو دکھایا اور آخری جواب کی تاکید کی اور کہا کہ تو حق وباطل پر مطلع ہو چکا ہے۔ اور جان بوجھ کر دیر کر رہا ہے۔ معاویہ نے جریر سے کہا کہ ہمارے درمیان فیصلہ تلوار کرے گی۔ اور جریر کو حضرت علیؑ کے نام یہ خط لکھا کہ:

''امابعد اگر تم عثمان کے خون میں ملوث نہ ہوتے اور پھر لوگوں نے تمہاری بیعت کی ہوتی تو اس میں شک نہیں کہ تم بھی خلفائے ثلاثہ کی طرح امام واجب الاطاعت ہوتے مگر تم نے مہاجرین کو عثمان کے خلاف برانگیختہ کیا اور انصار کو اُس کی نصرت سے منع کیا۔ اب اہل شام تمہارے ساتھ جنگ کرنے پر مصر ہیں۔ حتیٰ کہ قاتلان عثمان کو ہمارے حوالے کر دو۔ اور خلافت کو شوریٰ کے سپرد کر دو تاکہ مسلمان جسے چاہیں اپنا خلیفہ بنالیں۔ یا علیؑ مجھ پر تمہاری حجت ایسی نہیں ہے جیسی طلحہ وزبیر پر تھی۔ کیونکہ وہ تمہاری بیعت کر چکے تھے۔ میں نے بیعت کی ہی نہیں ہے۔ اور اہل شام کا اہل بصرہ پر قیاس نہیں ہو سکتا۔ اس لئے کہ اہل بصرہ تمہاری اطاعت میں داخل ہو چکے تھے۔ اہل شام تمہاری

Presented by Ziaraat.Com

اطاعت کے لئے تیار ہی نہیں ہیں۔لیکن اسلام میں تمہارے مراتب اور رسولؐ خدا کے ساتھ تمہاری قرابت اور قریش میں صاحب عزت واعتبار ہونا اُس کا میں انکار نہیں کرتا والسلام۔''

جریر یہ خط لے کر کوفہ واپس آیا اور امیر المومنین کی خدمت میں پیش کیا۔مالک اشتر وہاں موجود تھے عرض کی یا امیر المومنین اگر آپ مجھے اس رسالت وسفارت کے لئے بھیجتے تو بہتر ہوتا جریر نے وہاں سستی کی اور معاویہ کے فریب میں مبتلا ہو گیا۔چار مہینے یہ وہاں پڑا رہا۔اور معاویہ اس دوران اپنا ساز وسامان وانتظام درست کرتا رہا۔جریر نے کہا قسم بخدا اگر تو وہاں جاتا تو اہل شام تجھے قتل کر دیتے اس لئے کہ اُن کے نزدیک تو قاتل عثمان ہے۔اشتر نے کہا کہ اَے جریر خدا کی قسم میں معاویہ کے جواب سے ہرگز عاجز نہ ہوتا۔اور کلام سے اُسے اِس طرح گھیرتا کہ اُسے اطاعت کے سوا اور کوئی راہ نہ ملتی۔جریر نے کہا کہ اگر ایسا ہے تو اب چلا جا۔مالک کو غصہ آ گیا اور اُس نے کہا کہ اب جانے سے کیا فائدہ جب تو تمام کام خراب کر چکا۔اَے جریر تو وہی تو ہے کہ عثمان نے حکومت ہمدان کے بدلے میں تیرا دین خرید لیا تھا۔اب تجھے حق نہیں کہ تو اس زمین پر زندہ رہے۔تو اس سفارت کا اسی لئے خواہاں ہوا تھا کہ معاویہ سے دوستی کی پینگ بڑھائے۔اب یہاں آ کر ہمیں شامیوں سے مرعوب کر رہا ہے۔میرے نزدیک تو بھی اُن ہی میں سے ایک ہے۔اگر امیر المومنینؑ میرا کہنا مانیں تو تجھے اور تیرے امثال کو قید رکھیں یہاں تک کہ خدا روئے زمین کو ظالموں سے پاک کر دے اور نور حق عالم میں جلوہ گر ہو۔یہ سن کر جریر اس قدر حواس باختہ اور خوفزدہ ہوا کہ کوفہ میں قیام نہ کر سکا۔اور ملک شام میں قرقیسیا کی طرف فرار کر گیا۔قبیلہ قیس سے بھی کچھ لوگ اُس سے جا ملے ثور یربن عامر بھی اس کے پاس پہنچ گیا۔اور غزوہ صفین میں اُن میں سے کوئی شریک نہ ہوا۔

بہر حال حضرت علی علیہ السلام نے معاویہ کے اُس خط کا جواب جو جریر لایا تھا جناب اصبغ بن نباتہ تمیمی کے ہاتھ معاویہ کے پاس روانہ کر دیا۔خط میں لکھا تھا کہ:

(اول) جریر کے لائے ہوئے خط کا معاویہ کو جواب بھیجا گیا تھا۔

''تمہارا خط مجھے مل گیا ہے۔تمہارا یہ عذر کہ میرا عثمان کو قتل کرنا تجھے میری بیعت میں مانع ہے۔چنانچہ واضح رہے اس معاملے میں، میں مہاجرین کے ساتھ تھا جو کچھ انہوں نے کیا میں اُس میں شریک تھا۔جس سے وہ باز رہے میں بھی الگ رہا۔میں نے نہ اُسے قتل کیا کہ قصاص مجھ سے لیا جائے۔نہ اُس کے قتل کا حکم اور مشورہ دیا کہ ملزم ٹھیرایا جا سکوں۔پھر تمہارا یہ مطالبہ کہ میں قاتلان عثمان کو تیرے پاس بھیج دوں۔تجھے اس مطالبہ کا حق ہی نہیں پہنچتا بلکہ اولاد عثمان موجود اور اس مطالبہ کی حقدار ہے۔تم باقی بنی اُمیہ کی طرح اس قبیلے کے ایک فرد ہو۔اور کچھ نہیں۔اور بالفرض تم ہی اُس کے ولی ہو۔تب بھی تم پر واجب ہے کہ باقی مسلمانوں کی طرح پہلے میری بیعت کرو اور مجھے امام برحق مان کر امام برحق کے سامنے قصاص کا مطالبہ پیش کرو۔اور تم نے اہل شام اور اہل بصرہ میں جو فرق کیا ہے۔اور طلحہ وزبیر سے جو خود کو ممتاز مانا ہے۔یہ بہت بے سروپا خیال ووہم ہے۔یہ بیعت، بیعت عامہ ہے۔مسلمہ قریش کی رُو سے حاضر وغائب پر اس کا حکم یکساں ہے۔رہ گیا تیرا میرے فضائل اور رسولؐ سے قربت وغیرہ کو ماننا، ہوسکتا ہے تو اس کا انکار کر دے۔ناسخ التواریخ میں مناقب خوارزمی سے لکھا گیا ہے کہ جس وقت اصبغ حضرت علیؑ کا یہ خط لے کر معاویہ کے پاس پہنچا تو وہ مسند سرخ پر سبز گاؤ تکیہ لگائے ہوئے بیٹھا تھا۔اور مسند کے دہنی جانب عمرو بن العاص اور حوشب ذی ظلیم اور ذوالکلاع اور بائیں طرف عتبہ بن ابوسفیان وعبداللہ ابن عامر کریز اور ولید بن عقبہ وعبدالرحمٰن بن خالد اور شرجیل بیٹھے ہوئے تھے۔اور سامنے ابو ہریرہؓ وابو درداء اور نعمان بن بشیر اور ابو امامہ باہلی بیٹھے تھے۔معاویہ نے خط

Presented by Ziaraat.Com

لیا اور پڑھنے کے بعد کرسی نشینوں سے کہا کہ علیؑ قاتلان عثمان کو ہمیں دینے سے انکار کرتے ہیں۔ اصبغ کا بیان ہے کہ میں نے جواب میں کہا کہ اَے معاویہ تو عثمان کے خون کا طلبگار نہیں ہے۔ بلکہ تو نے اس کو اپنے لئے اقتدار و بادشاہت کی طلب کا ذریعہ بنایا ہے۔ اگر تو فی الواقع اس کا ہمدرد ہوتا تو اُس کی اس وقت مدد کرتا جب کہ اُسے اس کے مکان میں محصور کر کے اس پر پانی بند کیا گیا تھا۔ اور وہ بار بار تیرے پاس مدد کے لئے پیغام بھیجتا رہا۔ اور تو خاموش بیٹھا اُس کے قتل ہوجانے کا انتظار کرتا رہا۔ یہ سن کر معاویہ غیظ وغضب میں بھر گیا۔ میں نے چاہا کہ اُسے اور غصہ دلاؤں۔ میں نے ابو ہریرہؓ کو مخاطب کر کے کہا کہ اے ابو ہریرہؓ تم رسولؐ کے صحابی ہو میں تمہیں اللہ و رسولؐ کے حقوق کی قسم دے کر پوچھتا ہوں کہ تم نے غدیر خم پر علیؑ کے بارے میں رسولؐ سے کیا سنا تھا؟ ابو ہریرہ نے کہا کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تھا کہ۔ مَنْ كُنْتُ مَوْلَاهُ فَعَلِيٌّ مَوْلَاهُ اَللّٰهُمَّ وَالِ مَنْ وَالَاهُ وَعَادِمَنْ عَادَاهُ وَانْصُرْ مَنْ نَصَرَهُ وَاخْذُلْ مَنْ خَذَلَهُ.

''جس کا میں مولا ہوں یہ علیؑ بھی اُس کا مولا ہے یا اللہ اس کو اپنی ولایت میں داخل کر جو علیؑ کو اپنا مولیٰ سمجھے اور اُس کا دشمن رہنا جو علیؑ سے دشمنی کرے۔ اور اُس کی نصرت کرنا جو علیؑ کی نصرت کرے اور اُس کو بے یار و مددگار کر دینا جو اُسے بے یار و مددگار چھوڑ جائے''

میں نے کہا کہ اَے ابو ہریرہؓ تو کس لئے اُن کے دشمنوں کو دوست بنائے ہوئے ہے؟ اور کس واسطے اُن کے دوستوں کا دشمن بنا ہوا ہے؟ ابو ہریرہ نے ٹھنڈی سانس بھر کر کہا۔ اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ، معاویہ یہ دیکھ کر آگ بگولا ہوگیا۔ اور کہا کہ اے اصبغ اپنی زبان کو تھام تو چاہتا ہوگا کہ اہل شام کو ان باتوں سے خون عثمان طلب کرنے سے روک دے، صحیح یہ ہے کہ علیؑ نے لوگوں کو برانگیختہ کیا۔ اور عثمان کو قتل کرایا۔ اس کا خون ضائع نہ جائیگا۔ اس وقت حاضرین نے کہا کہ اے معاویہ مطمئن رہ جب تک ہمارے جسم میں جان ہے تیری نصرت کریں گے۔ اصبغ نے معاویہ کی مذمت میں اشعار پڑھنا شروع کئے تو معاویہ نے کہا کہ تیرا کام پیغام رسانی ہے ایذا رسانی نہیں ہے۔ لہٰذا اشعار مکمل کرنے سے پہلے ہی اسے دربار سے روانہ کر دیا۔

دوم۔ حضرت علی کی سفارت اور ناصحانہ خطوط پر معاویہ کا جواب میں ٹال مٹول کرنا اور معاویہ کی معزولی پر مودودی کا فیصلہ کن بیان۔

علامہ مودودی اُن تمام علما اور دانشوروں کو جاہل ثابت کرتے ہیں جنہوں نے حضرت علی علیہ السلام کو سیاست سے اس لئے ناواقف لکھا ہے کہ اُنہوں نے معاویہ اور معاویہ کی قسم کے دوسرے تمام گورنروں کو پہلی فرصت میں معزول کرنے کے احکام جاری کئے سنئے اور اپنی رائے محفوظ رکھئے:

''ادھر حضرت علیؑ نے منصبِ خلافت سنبھالنے کے بعد جو کام سب سے پہلے کئے اُن میں سے ایک یہ تھا کہ محرم 36 ہجری میں حضرت معاویہ کو ملک شام سے معزول کر کے حضرت سہل بن حنیف کو اُن کی جگہ مقرر کر کے روانہ کر دیا۔ مگر ابھی یہ نئے گورنر تبوک تک ہی پہنچے تھے کہ شام کے سواروں کا ایک دستہ اُن سے آ کر ملا اور اُس سے کہا کہ ''اگر آپ حضرت عثمان کی طرف سے آرہے ہیں تو اہلاً وسہلاً۔ اور اگر کسی اور کی طرف سے آئے ہیں تو واپس تشریف لے جایئے'' یہ اس بات کا صاف نوٹس تھا کہ شام کا صوبہ نئے خلیفہ کی اطاعت کے لئے تیار نہیں ہے۔ حضرت علیؑ نے ایک اور صاحب کو اپنے ایک خط کے ساتھ حضرت معاویہ کے پاس بھیجا۔ مگر اُنہوں نے اس کا کوئی جواب نہ دیا۔ اور صفر 36ھ میں اپنی طرف سے ایک لفافہ اپنے ایک پیغامبر کے ہاتھ اُنؑ کے پاس بھیجا۔ حضرت علیؑ نے لفافہ کھولا تو اُس میں کوئی خط نہ تھا۔ حضرت علیؑ نے پوچھا کہ یہ کیا معاملہ ہے؟ اُس نے کہا کہ ''میرے پیچھے دمشق میں ساٹھ ہزار آدمی خون عثمان کا بدلہ لینے

Presented by Ziaraat.Com

کیلئے بے تاب ہیں' حضرت علیؑ نے پوچھا کس سے بدلہ چاہتے ہیں؟ اُس نے کہا کہ ''آپ کی رگ گردن سے'' اس کے صاف معنی یہ تھے کہ شام کا گورنر صرف اطاعت ہی سے منحرف نہیں ہے۔ بلکہ اپنے صوبہ کی پوری فوجی طاقت مرکزی حکومت سے لڑنے کیلئے استعمال کرنا چاہتا ہے۔اور اُس کے پیش نظر قاتلینِ عثمان نہیں بلکہ خلیفہ وقت سے خونِ عثمان کا بدلہ لینا ہے۔ یہ سب کچھ اس کا نتیجہ تھا کہ حضرت معاویہ 16۔17 سال (نہیں بلکہ 25 سال۔احسنؔ) ایک ہی صوبے، اور وہ بھی جنگی نقطہ نظر سے انتہائی اہم صوبے کی گورنری پر رکھے گئے۔ اسی وجہ سے شام میں خلافت اسلامیہ کے ایک صوبے کی بہ نسبت اُن کی ریاست زیادہ بن گیا تھا۔ مورخین نے حضرت علیؑ کے حضرت معاویہ کو معزول کرنے کا واقعہ کچھ ایسے انداز میں بیان کیا ہے کہ جس سے پڑھنے والا یہ سمجھتا ہے کہ وہؑ تدبر سے بالکل ہی کورے تھے، مغیرہ بن شعبہ نے اُنؑ کو عقل کی بات بتائی تھی کہ معاویہ کو نہ چھیڑیں۔ مگر انہوںؑ نے اپنی نادانی سے یہ رائے نہ مانی اور حضرت معاویہ کو خواہ مخواہ بھڑکا کر مصیبت مول لے لی حالانکہ واقعات کا جو نقشہ خود اُن ہی مورخین کی لکھی تاریخوں سے ہمارے سامنے آتا ہے۔ اُسے دیکھ کر کوئی سیاسی بصیرت رکھنے والا آدمی یہ محسوس کئے بغیر نہیں رہ سکتا کہ حضرت علیؑ اگر حضرت معاویہ کی معزولی کا حکم صادر کرنے میں تاخیر کرتے تو یہ بہت بڑی غلطی ہوتی اِنؑ کے اس اقدام سے ابتدا ہی میں یہ بات کھل گئی کہ حضرتِ معاویہ کس مقام پر کھڑے ہیں۔ زیادہ دیر تک اُن کے موقف پر پردہ پڑا رہتا تو یہ دھوکے کا پردہ ہوتا جو زیادہ خطرناک ہوتا۔ حضرت علیؑ نے اِس کے بعد شام پر چڑھائی کی تیاری شروع کر دی۔

عائشہ، طلحہ اور زبیر نے غداری کر کے معاویہ کو استحکام فراہم کر دیا تھا۔

اُس وقت اُنؑ کے لئے شام کو اطاعت پر مجبور کرنا کچھ بھی مشکل نہ تھا۔ کیونکہ جزیرۃ العرب، عراق اور مصر اُنؑ کے تابع فرمان تھے۔ تنہا شام کا صوبہ اُنؑ کے مقابلے پر زیادہ دیر نہ ٹھہر سکتا تھا۔ علاوہ بریں دنیائے اسلام کی عام رائے بھی اس کو ہرگز پسند نہ کرتی کہ ایک صوبے کا گورنر خلیفہ کے مقابلے میں تلوار لے کر کھڑا ہو جائے۔ بلکہ اس صورت میں خود شام کے لوگوں کے لئے بھی یہ ممکن نہ تھا کہ وہ سب متحد ہو کر خلیفہ کے مقابلے میں حضرت معاویہ کا ساتھ دیتے۔ لیکن عین وقت پر ام المومنین حضرت عائشہ اور حضرت طلحہ و زبیر کے اس اقدام نے جس کا ذکر ہم پہلے کر چکے ہیں۔ حالات کا نقشہ یکسر بدل دیا۔ اور حضرت علیؑ کو شام کی طرف بڑھنے کے بجائے ربیع الثانی 36ھ میں بصرے کا رُخ کرنا پڑا۔ جنگِ جمل (جمادی الآخر 36ھ) سے فارغ ہو کر حضرت علیؑ نے پھر شام کے معاملے کی طرف توجہ کی اور حضرت جریر بن عبداللہ البجلی کو حضرت معاویہ کے پاس ایک خط دے کر بھیجا جس میں اُن کو یہ سمجھانے کی کوشش کی کہ اُمت جس خلافت پر جمع ہو چکی ہے اُس کی اطاعت قبول کر لیں اور جماعت سے الگ ہو کر تفرقہ نہ ڈالیں۔ مگر حضرت معاویہ نے ایک (چار ماہ کی) مدت تک حضرت جریر کو ہاں یا نہ کا کوئی جواب نہ دیا اور انہیں برابر ٹالتے رہے۔ پھر حضرت عمرو بن العاص کے مشورے سے انہوں نے یہ فیصلہ کیا کہ حضرت علیؑ کو خونِ عثمان کا ذمہ دار قرار دے کر اُن سے جنگ کی جائے دونوں حضرات کو یقین تھا کہ جنگِ جمل کے بعد اب حضرت علیؑ کی فوج پوری طرح متحد ہو کر اُن کے جھنڈے تلے نہ لڑ سکے گی۔ اور نہ عراق اُس دل جمعی کے ساتھ اُن کی حمایت کر سکے گا جو اہل شام میں حضرت معاویہ کے لئے پائی جاتی تھی۔ اس دوران میں جب کہ حضرت معاویہ ٹال مٹول کر رہے تھے۔ حضرت جریر بن عبداللہ نے دمشق میں شام کے بااثر لوگوں سے ملاقاتیں کر کے اُن کو یقین دلایا کہ خونِ عثمان کی ذمہ داری سے حضرت علیؑ کا کوئی تعلق نہیں ہے۔ حضرت معاویہ کو اس سے تشویش لاحق ہوئی اور اُنہوں نے ایک صاحب کو اس کام پر مامور کیا کہ کچھ گواہ ایسے تیار کریں جو اہل شام کے سامنے یہ شہادت دے دیں کہ حضرت علیؑ ہی عثمان کے قتل کے ذمہ دار ہیں۔ چنانچہ وہ صاحب پانچ گواہ تیار کر کے لے آئے

Presented by Ziaraat.Com

اور انہوں نے لوگوں کے سامنے یہ شہادت دی کی ’’حضرت علیؑ نے عثمان کو قتل کیا ہے‘‘ (خلافت و ملوکیت 132 تا 135)

سوم۔ عائشہ طلحہ وزبیر اور معاویہ کے اقدامات اتفاقیہ نہ تھے۔ بلکہ اُن کے تمام کام معاویہ کو خلیفہ بنانے کی قدیم پالیسی کے ماتحت تھے۔

قارئین پڑھ چکے ہیں کہ قتلِ عثمان سے کافی پہلے معاویہ نے عثمان سے آخری ملاقات کی تھی اور چاہا تھا کہ عثمان کو اپنے ساتھ شام لے جائے اور اُس صورتِ حال کا رُخ بدل دے جو ثلاثہ اینڈ کمپنی کی داخلی تخریب کا نتیجہ تھی اور جس کی بنا پر قریشی حکومت کا جنازہ نکلنے والا تھا اور جو خلافت کو قدم بقدم حضرت علیؑ کی طرف لئے چلی جارہی تھی۔ اور جب عثمان نے ساتھ جانے سے انکار کر دیا تو معاویہ نے چاہا کہ عثمانی خلافت کو اپنی فوج کے محاصرہ میں رکھ کر خلافت کو علیؑ کی طرف بڑھنے سے روکے اور بلا کسی تصادم کے چوتھا خلیفہ بن جائے مگر عثمان نے فوجی تحفظ بھی پسند نہ کیا۔ یعنی خلافت اس تیزی سے حضرت علی علیہ السلام کی طرف بڑھ رہی تھی کہ عثمان دانشورانِ قوم کا منشا سمجھنے سے قاصر رہا۔ یہ حال دیکھ کر معاویہ، طلحہ، زبیر، عائشہ اور دوسرے قریشی لیڈروں نے خود کو حالات کے سپرد کر دیا اور وہ پالیسی بنائی جو حضرت علی علیہ السلام کی خلافت منعقد ہونے کے بعد برسرِ کار آئی تھی۔ چند بڑے لیڈروں کا بیعت نہ کرنا تا کہ سو فیصد اتفاق و اجماع کا دعویٰ نہ کیا جا سکے۔ سب کا مل کر عثمان کی غلط مدد و تحفظ سے الگ رہنا تا کہ قتل کرنے والوں کو قتل کے فعل کو برحق سمجھنے کا موقع ملے اور وہ اطمینان سے قتل کر سکیں۔ قتل کو یقینی بنانے کے لئے معاویہ اور تمام گورنروں کا مدد نہ کرنا اور قتل ہو جانے دینا۔ قتل کو حضرت علیؑ کے خلاف بطور حربہ استعمال کرنا اور حضرتؑ کی مقبولیتِ عام اور بزرگی کو قتل کا سبب قرار دینا یعنی اُس وقت وہ تنہا ایسی ہستی تھے جن کی خوشنودی تمام گروہ چاہتے تھے لہٰذا یہ عذر کارگر ہوا کہ اگر وہ نہ چاہتے تو کوئی گروہ قتلِ عثمان کی جرأت نہ کرتا۔ لہٰذا اُن کا خلیفہ بننا اور خلافت کا سب سے زیادہ حقدار ہونا اُن کو قتلِ عثمان میں ذاتی مفاد کا نظر آنا اور اس مفاد کو حاصل کرنے کے لئے قتل کا حکم دینا اور یا خاموش رہنا اور جس طرح ہو سکے خلیفہ بن جانا۔ صورتِ حال کو حضرت علیؑ کے خلاف مشکوک کرنے کے لئے کافی تھا۔ پھر یہ کہ قتل واقع ہوا لہٰذا ضرور قاتل موجود تھے۔ اور بیعت کرنے والوں میں وہ بھی شامل تھے لہٰذا بیعت کو مشکوک کرنے کو بھی حربہ بنایا گیا۔ بیعت کر لینے والے اور بزرگ صحابہ کہلانے والوں کا بیعت توڑنا بھی انعقادِ بیعت کو مشکوک کرتا تھا یعنی ضرور کوئی گڑبڑ تھی جو طلحہ وزبیر اور عائشہ ایسی ہستیاں مخالف ہو گئیں۔ لہٰذا اسکیم کا دو حصوں میں تقسیم کیا جانا یقیناً سوچا سمجھا معاملہ تھا۔ ورنہ اگر سارے قریشی صحابہ اور صحابیات، معاویہ، طلحہ، زبیر، عائشہ وغیرہ دو جنگوں کی جگہ ایک ہی جنگ مل کر لڑتے تو حضرت علی علیہ السلام انہیں ایسی شکست دیتے کہ قیامت تک قریش سرکشی کے لئے سر نہ اُٹھا سکتے تھے۔ اُنہوں نے نہایت مکاری و دور اندیشی کے ساتھ لڑائی کو دو جنگوں کی صورت میں ترتیب دیا اور اُن دو میں پہلا نمبر طلحہ اور زبیر کو دینا بھی سوچا سمجھا معاملہ تھا۔ یعنی طلحہ وزبیر شوریٰ کے ممبران ہونے کی بنا پر سارے مسلمانوں کے نزدیک علیؑ کے بعد پہلا نمبر رکھتے تھے لہٰذا اگر انہیں فتح ہو تو وہ خلافت سنبھال لیں۔ شکست ہو جائے اور زندہ رہیں تو فاتح کو یعنی معاویہ کو خلیفہ تسلیم کر کے اطاعت کریں۔ یہ تھی وہ سوچی سمجھی اسکیم جس پر عمل کیا گیا اور دکھایا یہ گیا کہ یہ سب کچھ اتفاقی طور پر وقوع میں آیا تھا۔ لیکن وائے برحالِ قریش کہ ہزاروں کمینہ طریقوں، اور مکروفریب کے باوجود اُن کو اور اُن کی اسکیم کو بار بار اور ہر بار شکست و شرمندگی کا سامنا رہا اور اگر حضرت علی علیہ السلام کو حالتِ نماز میں شہید نہ کر دیا ہوتا تو قریش قیامت تک حکومت سے محروم رہتے۔

چہارم۔ جریر بن عبداللہ حضرت علیؑ کے سفیر کی حیثیت سے پہنچے تو معاویہ نے اُنہیں روکا اور عمرو بن العاص کو پیغام بھیج کر بلایا تھا۔

ہم ڈاکٹر طٰہٰ حسین کے قلم سے یہ دکھا چکے ہیں کہ عمرو بن العاص معاویہ کے پاس آیا اور مصر کے بدلے میں اس کا معاون و مددگار بن گیا تھا لیکن ڈاکٹر صاحب نے اپنی مختصر نویسی کی بنا پر یہ نہیں لکھا کہ درحقیقت معاویہ نے اُسے خط بھیج کر اپنی مدد کے لئے بلایا تھا اور مصر کی حکومت کا سودا اور

Presented by Ziaraat.Com

معاہدہ بعد میں ہوا تھا۔ بہرحال ہم بتاتے ہیں کہ جریر کے پہنچنے پر معاویہ ایک مستقل الجھن میں مبتلا ہو گیا تھا۔ اگر وہ جریر کو منع کر کے واپس بھیج دیتا ہے تو یقیناً حضرت علیؑ جنگ کے لئے روانہ ہو جائیں گے اور جنگ ہو کر رہے گی اور اُن کا شکست کھانا ممکن نہیں ہے۔ لہٰذا منع کرنے سے پہلے پہلے وہ سازش تیار کر لینا ضروری ہے جس سے علیؑ کو شکست دینا یا خود شکست سے بچنا ممکن نظر آنے لگے۔ ادھر علیؑ کی تلوار سے زیادہ اُن کی زبان میں اثر ہے۔ ایسا نہ ہو کہ اہل شام کا لشکر اُن کا خطبہ سنتے ہی اِدھر سے اُدھر ہو جائے یعنی معاویہ کے سامنے دو ضرورتیں تھیں اول یہ کہ علی علیہ السلام کے خلاف بہترین سازش اور پالیسی تیار کرنا دوم اہل شام کو دشمنی میں پختہ کرنا۔

یہ دو ضرورتیں تھیں جن کو پورا کرنے کے لئے معاویہ کو عمرو بن العاص کی احتیاج تھی چنانچہ اُس نے عمرو کو لکھ بھیجا کہ گو میرے پاس وہ پوری جماعت ہے جو خلیفہ دوم کی مشیر تھی۔ مگر تیری کمی ہے۔ مجھے علیؑ کے سفیر جریر بن عبداللہ کو فیصلہ کن جواب دینا ہے۔ جو تیرے مشورہ کے بغیر نہیں دے سکتا۔ لہٰذا جلد سے جلد پہنچ کر میری مشکلات میں مدد کریں۔ اس خط کے بعد عمرو بن العاص مع اپنے بیٹوں کے روانہ ہوا تھا اور معاہدہ ہو جانے کے بعد معاویہ کو اپنے بہترین مشوروں سے مستفیض کرنا شروع کر دیا تھا۔

<u>پنجم۔ عمرو بن العاص کو پہلے سے معلوم ہو گیا تھا کہ حضرت علیؑ شہید کر دیئے جائیں گے اور معاویہ خلیفہ ہو جائے گا۔</u>

کچھ لوگوں نے عمرو بن العاص پر اعتراض کیا ہے کہ تو نے اُدھار کے بدلے میں نقد سودا کر لیا ہے۔ یعنی مصر کی حکومت تو تب ملے گی جب حضرت علیؑ ناکام ہو جائیں گے لیکن تو نے تو معاویہ کے لئے اپنا دین پہلے ہی برباد کر لیا ہے۔ یہی اعتراض معاویہ کے بھائی عتبہ بن ابوسفیان نے کیا تھا جب اُس نے معاویہ کو آمادہ کیا کہ عمرو کو مصر کی حکومت کا وعدہ دے دو فی الحال مصر تیرے قبضے میں نہیں ہے۔ جب مصر ملے گا تب وعدہ کو پورا کرنے کا وقت آئے گا لیکن تمہیں تو اُس کی فراست اور خلوص کی فوراً ضرورت ہے۔ لہٰذا نقد لے لو اور ادھار وعدہ کرنے میں جلدی کرو۔ اِن تمام باتوں میں کسی کو یہ معلوم نہ تھا کہ عمرو عاص جو وعدہ لے رہا ہے وہ اُدھار نہیں نقد اور یقینی ہے۔ بات یوں ہے کہ جب عمرو بن العاص عثمان کے گرد انتقامی جال بن کر مدینہ سے فلسطین آیا تو اُس نے ایک کاہن سے معلوم کیا کہ عثمان کا مستقبل کیسا ہے؟ اس نے بتایا کہ وہ قتل کر دیا جائے گا۔ اِس نے پوچھا کہ عثمان کے بعد خلیفہ کون ہو گا؟ اُس نے بتایا کہ ایک ایسا شخص خلیفہ ہو گا جس کا نظیر قیامت تک نہ ملے گا۔ مگر وہ تسلط پانے سے پہلے پہلے شہید کر دیا جائے گا۔ اور پھر حکومت اِس کے ہاتھ میں آئے گی جو اُس وقت ملک شام کا حکمران ہو گا۔ اس روز سے عمرو بن العاص کو یقین تھا کہ معاویہ ضرور خلیفہ ہو گا اور اُس کے ساتھ پرخلوص رہنے میں دنیا کے سارے فوائد حاصل ہونے کا یقین ہے۔

<u>ششم۔ معاویہ عمرو بن العاص سے استفادہ شروع کرتا ہے۔ محمد بن ابی حذیفہ، رُومی اور مرتضوی حملے کا خطرہ۔</u>

چنانچہ جیسے ہی عمرو بن العاص دمشق آیا۔ معاویہ نے تین مشکلات اس کے سامنے رکھ دیں۔ اول یہ کہ محمد بن ابی حذیفہ قید خانہ کو توڑ کر مصر کی طرف نکل گیا ہے۔ دوم یہ کہ قیصر روم شام پر حملے کی تیاری کر رہا ہے۔ سوم یہ کہ علیؑ مرتضیٰ کوفہ میں ہیں اور اُن کا سفیر جریر بن عبداللہ البجلی میرے سر پر سوار ہے اور علیؑ کی بیعت کے لئے ہاں یا ناں میں جواب کا روزانہ تقاضا کرتا ہے۔ اور میں اُسے ٹالتا آرہا ہوں۔ عمرو نے کہا کہ ابن ابی حذیفہ کے پیچھے چند سوار متعین کر دے جو اُسے جہاں پائیں ختم کر دیں۔ قیصر روم کے لئے چند غلام اور کنیزیں زر و جواہر اور سونے چاندی کے چند برتن بطور تحفہ بھیج اور صلح کی درخواست کر لے۔ کام ٹھیک ہو جائے گا۔ رہ گیا علیؑ کا معاملہ یہ مشکل ترین صورت حال ہے۔ بہرحال تم شرجیل ابن سمط کندی کو یہاں طلب کر لو وہ ملک شام کا ایک مشہور رئیس ہے۔ اور سارا ملک اُس کی عزت کرتا اور بات مانتا ہے۔ چنانچہ اپنے مخصوص لوگوں کے ذریعہ سے

Presented by Ziaraat.Com

شام میں یہ شہرت پھیلوا دے کہ علیؑ نے ہی خلافت حاصل کرنے کی غرض سے عثمان کو قتل کیا ہے۔ جب شرجیل کومختلف لوگوں سے یہی ایک بات معلوم ہوگی تو اُسے یقین آ جائے گا۔ اس کے بعد وہ پورے ملک کو علیؑ کے خلاف اور تیرے مقصد پر متفق کر دے گا۔ معاویہ نے اس رائے کو بہت پسند کیا اور یزید بن اسد اور بسر بن ارطاط اور عمر بن سفیان اور فارق بن حارث زبیدی وحمزہ بن مالک وعابس بن معد طائی کو کہ سب رؤسائے قحطان ویمن تھے اور معاویہ کے قابلِ اعتماد اور سرفروش لوگ تھے۔ اُنہیں حضرت علیؑ کو عثمان کا قاتل کہنے اور شہرت پھیلانے اور شرجیل کو باور کرانے اور اُس کے سامنے شہادت دینے پر تعینات کر دیا۔ اور خود شرجیل کو ایک خط لکھا اور اُسے بتایا کہ علیؑ کی طرف سے جریر بن عبداللہ البجلی ہمارے پاس ایک نہایت تکلیف دہ پیغام لایا ہے مناسب یہ ہے کہ تم جلد سے جلد آ کر ملاقات کرو۔ یہ خط شرجیل کو حمص میں ملا وہاں اُسے چند نیک آدمیوں نے معاویہ کے پاس جانے سے منع کیا لیکن وہ روانہ ہو گیا اور جب آ کر معاویہ سے ملا تو ظاہر ہے کہ اس کا بڑے تپاک سے استقبال اور آؤ بھگت کی جانا چاہئے تھی۔ معاویہ نے اُسے بتایا کہ جریر علیؑ کی بیعت کا مطالبہ کر رہا ہے۔ میں کہتا ہوں کہ اگر وہ عثمان کے خون میں شریک نہ ہوتے تو مجھے بیعت کرنے میں کوئی مضائقہ نہ تھا۔ اب میں نے تمہارے جواب پر فیصلہ ملتوی کر رکھا ہے۔ میں بھی ملک شام کے ایک باشندے کی طرح ہوں جس بات سے اہل شام راضی ہوں میں بھی خوش ہوں اور جس معاملے میں اہل شام خفا ہوں میں بھی ناراض ہوں شرجیل نے کہا کہ میں سوچ کر جواب دوں گا۔ یہ کہہ کر شرجیل باہر نکل کر راہ چلا تو راہ میں سوچی سمجھی اسکیم کے مطابق اُن لوگوں سے ملاقاتیں ہوتی گئیں جو پہلے سے تعینات تھے۔ وہ بڑے انتظام کے ساتھ غیر محسوس طور پر یہی اطلاع دیتے گئے کہ علیؑ قاتل ہیں۔ علیؑ عثمان کے قاتل ہیں۔ شرجیل مختلف لوگوں سے یہ بیانات سن کر غصہ میں بھرا ہوا واپس معاویہ کے پاس آیا۔ اور کہا کہ اَے معاویہ تمام شام اس حقیقت پر متفق اور گواہ ہے کہ عثمان کا قاتل علیؑ ہے۔ پس قسم بخدا اگر تو نے علیؑ کی بیعت کی تو ہم تجھے قتل کریں گے یا ملک سے باہر نکال دیں گے۔ معاویہ نے کہا کہ میں تمہارے اور پورے ملک کے خلاف کوئی کام نہیں کر سکتا۔ شرجیل نے کہا کہ تو جریر کو واپس کر کہ ہمارے اور اُن کے درمیان اب تلوار کے سوا کچھ نہیں ہے۔ معاویہ دل میں خوش ہوا کہ تیر ٹھیک نشانے پر لگا ہے۔ اب شرجیل معاویہ کے ساتھ رہنے لگا اور سارا ملک شرجیل کے ساتھ ہے ہی۔ شرجیل یہاں سے نکلا اور حصین بن نمیر کو ہمراہ لے کر جریر سے ملا اور کہا کہ اَے جریر تو یہ چاہتا ہے کہ جس طرح عراق تباہ ہوا ہے اُسی طرح ملکِ شام کو بھی تباہ کرائے۔ تو علیؑ کی مدح وثنا کرتا ہے۔ حالانکہ ہم پر یقین ہیں کہ حضرت عثمان کو علیؑ ہی نے بے گناہ قتل کیا ہے۔ جریر تم روز حساب اللہ کو کیا جواب دو گے؟ جریر یہ سن کر ہنسے اور کہا کہ اَے شرجیل یہ کیا بکواس ہے؟ اگر علیؑ ایسے ہوتے تو تمام مہاجرین وانصار اُن کی بیعت ہرگز نہ کرتے۔ اور طلحہ وزبیر سے علیؑ کی طرفداری میں جنگ نہ کرتے۔ یقیناً تجھے چند جھوٹوں نے مل کر فریب میں مبتلا کیا ہے۔ شرجیل خفا ہو کر چلا گیا۔ دوسرے روز معاویہ جریر کی منزل گاہ پر آیا اور کہا کہ اَے جریر میرے خیال میں ایک بات آئی ہے۔ جس پر اگر عمل کیا جائے تو شام اور عراق جنگ وجدل سے محفوظ رہ سکتے ہیں۔ اور وہ یہ ہے کہ علیؑ ملک مصر وشام میرے لئے چھوڑ دیں۔ اور بیعت پر اصرار نہ کریں۔ اگر میں اُن سے پہلے مروں تو مصر وشام اُن کے اختیار میں رہیں جو چاہیں کریں اور اگر وہ مجھ سے پہلے مر جائیں تو میری گردن میں اُن کی بیعت نہ ہو اور اپنی مرضی کے مطابق جو چاہوں کروں۔ جریر نے کہا کہ جو تیرا دل چاہے خط میں لکھ دے میں خط وہاں بھیج دوں گا۔ معاویہ نے خط لکھا اور جریر نے کوفہ روانہ کر دیا۔ حضرت علی علیہ السلام نے جواب میں لکھا کہ اَے جریر معاویہ میری بیعت سے بچنا اور اہل شام کی متفقہ رائے جاننا چاہتا ہے اور اسی لئے تجھے روک رکھا ہے۔ مجھے مغیرہ بن شعبہ نے پہلے ہی دن یہ مشورہ دیا تھا کہ معاویہ کو شام پر بحال رکھوں۔ خدا نہ کرے کہ میں گمراہوں کو اپنا مددگار بناؤں۔ اگر وہ تیرے ساتھ بیعت کرتا ہے تو فبہا ورنہ جلد واپس روانہ ہو جا۔ جریر نے یہ خط معاویہ کو دیا اُسے

Presented by Ziaraat.Com

یقین ہوگیا کہ علیؑ شام کے دینے پر کبھی راضی نہ ہوں گے۔

واپس آ کر شرجیل کو بلوایا اور کہا کہ اَے شرجیل تجھے حق تعالیٰ جزائے خیر دے کہ تو نے حق کو قبول کیا اور حق کا ساتھ دینے پر آمادہ ہوا ہے۔ مگر معلوم رہے کہ عثمان کے قتل کا قصاص لینا کوئی آسان کام نہیں ہے ۔ تجھے چاہئے کہ اول شہر بشہر اور قریہ بقریہ (گاؤں گاؤں) پھر کر اپنے منہ سے بھی لوگوں کو مطلع کرے کہ علیؑ، عثمان کا قاتل ہے اور یہ کہ ہر ایک مسلمان پر فرض ہے کہ اس مظلوم کا انتقام لینے کے لئے کھڑا ہو جائے اور دامے درمے سخنے قدمے حکومت شام سے تعاون کرے۔ اگر اَے شرجیل تم نے یہ مہم انجام دے دی تو کامیابی کی امید ہے ورنہ نہیں۔ شرجیل نے اس مہم پر جانا قبول کرلیا اور اپنا خیمہ وسامان لے کر باہر نکلا اور ملک شام میں گشت کرنے لگا۔ جس شہر یا بستی میں پہنچتا اُس کی طرف سے منادی اعلان کرتا تھا کہ علیؑ عثمان کے قاتل ہیں۔ عثمان کو قتل کرکے زبردستی خلافت پر قبضہ کیا اب تلوار کھینچے ملک شام پر حملہ کرنے والے ہیں۔ کسی کو اُن کے سامنے ٹھہرنے کی طاقت حاصل نہیں ہے۔ صرف معاویہ اُن کا مقابلہ کرسکتا ہے۔ اَے مسلمانوں تمہیں لازم ہے کہ دیر نہ کرو اور معاویہ کے سامنے حاضر ہو جاؤ۔ تاکہ تمہاری مدد سے اس مصیبت کو تم سے دُور کرے۔ ورنہ یاد رکھو کہ علیؑ اور عراقی افواج تمہارے ملک کی اینٹ سے اینٹ بجادیں گے۔ تم سب کو غلام وکنیز بنالیا جائے گا۔

شرجیل ایک عابد وزاہد شخص تھا اس کی طرف سے یہ اعلانات سن کر ملک شام کا بچہ بچہ معاویہ کی مدد اور خون عثمان کا بدلہ لینے کے لئے تیاریاں کرنے لگا۔ جنگ کے متعلق تمام سامان اور وسائل معاویہ کے پاس فراہم ہوگئے۔ اس کے باوجود معاویہ کو جنگ کے لئے روانگی کی ہمت نہ ہوتی تھی۔ اور اُس کے ہمدرد واحباب اس کا مذاق اُڑانے کے لئے نظمیں لکھ لکھ کر اُسے جوش دلانے میں مصروف تھے۔

ہفتم۔ <u>معاویہ جنگ سے پہلے پہلے ہر تنکے کا سہارا لیتا ہے اپنے معاونین کی کھوج لگاتا ہے، مرتضوی کیمپ میں پھوٹ ڈالتا ہے۔</u>

معاویہ کے جنگ سے گریز کرنے کا سبب تاریخ طبری سے سنئے:

''حضرت معاویہ کوچ کرنے میں تاخیر سے کام لے رہے تھے۔ اُنہوں نے ہر اُس شخص کو خط تحریر کیا جسے علیؑ سے کچھ بھی خوف لاحق تھا، یا علیؑ نے اُس پر کوئی اعتراض کیا تھا، یا جس کی نظروں میں حضرت عثمان کے خون کی عظمت تھی، یا حضرت عثمان کی کسی صورت میں بھی اس نے حمایت کی تھی۔ جب ولید کو یہ حالات معلوم ہوئے تو اُس نے امیر معاویہ کے پاس یہ اشعار لکھ کر بھیج دئے۔

<u>ترجمہ اشعار</u>'' کوئی معاویہ بن حرب کو یہ خبر پہنچادے کہ تو اپنے معتبر بھائی کی جانب سے ملامت کے قابل ہے۔

تو نے بے توجہ دیواروں کی طرح زمانہ سے قطع تعلق کرلیا ہے۔ تو دمشق میں آرام کررہا ہے آخر تیری آرزو کیا ہے؟

تو کمزور عورت کی طرح بیٹھا علیؑ کو خط لکھ رہا ہے۔ حالانکہ بے عقلوں کو بھی عقل آ گئی ہے'' وغیرہ وغیرہ۔

(طبری ترجمہ خلافت راشدہ حصہ سوم صفحہ 273)

<u>طبری کے بیان سے، مرسلہ اشعار سے اور معاویہ کے کردار سے اُس کی خوفزدگی اور حواس باختگی ثابت ہے۔</u>

معاویہ کے پاس بقول طٰہٰ حسین نہایت ہی خوفناک وعظیم الشان، آزمودہ اور جدید اسلحہ سے مسلح افواج بھی موجود ہیں۔ سارا شام متحد ومتفق بھی ہے لیکن اس کے باوجود وہ بقول اُس کے دوستوں کے، عورتوں کی طرح گھر میں بیٹھا خط وکتابت کررہا ہے۔ یہ ساری صورت حال صحیح اور بیان کے عین مطابق ہے۔ مگر خطوط صرف حضرت علی علیہ السلام ہی کو نہیں لکھے جارہے ہیں بلکہ معاویہ ڈوبتے ہوئے شخص کی طرح ہر تنکے کا سہارا لینا

Presented by Ziaraat.Com

اور آزمانا چاہتا ہے۔ وہ ہر اُس شخص کے دل کو ٹٹول رہا ہے جو کسی نہ کسی طرح اُس کا طرفدار یا علیؑ کا مخالف بنایا جا سکے۔ ایسے لوگوں کو وہ ہر ممکن لالچ، رشوت اور تخویف بھی دے رہے تھے۔ مثلاً جن نام نہاد صحابہ نے حضرت علی علیہ السلام کی بیعت نہیں کی تھی۔ معاویہ کو اُمید تھی کہ وہ سب حضرت علیؑ کے خلاف معاویہ کی تائید وطرفداری کے لئے کھڑے ہو جائیں گے۔ اُن لوگوں سے تو بہت قوی اُمید تھی جو حضرت علیؑ سے جنگ جمل میں لڑے اور شکست کھا گئے تھے۔ وہ لوگ بھی مفید تھے جو کوئی مالی غبن کر چکے تھے۔ یا جن کے خلاف کوئی شرعی دعویٰ تھا۔ جیسے عبید اللہ ابن عمر پر قتل کا دعویٰ اور مغیرہ بن شعبہ پر زنا کا دعویٰ۔ یا ایسے دانشور جن کو علیؑ کے یہاں حسب منشا عہدہ ملنے کی اُمید نہ ہو۔ ایسے اور اسی قسم کے تمام لوگوں کو معاویہ نے خطوط لکھے۔ عطیات ورشوت بھیجی اور ہر وہ کوشش کی جو اُن کو کامیاب کرتی نظر آئی۔ ڈاکٹر صاحب سے چند جملے سنئے۔

ڈاکٹر طٰہٰ حسین کے چند الفاظ معاویہ کی کوششوں اور مکاریوں کا پردہ فاش کرنے کے لئے کافی ہیں۔

''یہ امن کی زندگی اُن کو بڑی محبوب تھی اور بہرحال اُس بے نتیجہ لڑائی سے تو بہت ہی اچھی تھی جس میں مال غنیمت تو کچھ نہیں ملتا تھا۔ اُلٹے تاوان پر تاوان ادا کرنا پڑتا تھا اور دوستوں اور سرپرستوں کا قتل کرنا مزید برآں۔ اس طرح حضرت علیؑ کے ساتھی آرام وراحت کی زندگی گزارتے رہے اور جنگ ومقابلے کی ہر دعوت کو ٹالتے رہے۔ پھر امیر معاویہ کی چال نے اُن کی دولت اور فارغ البالی میں اور اضافہ کردیا اور اُنکے افسروں اور سرداروں کو امن وسلامتی کا گرویدہ بنادیا۔ اُنکے افسروں اور سرداروں کو امیر معاویہ مسلسل خطوط میں سبز باغ دکھاتے رہے اور ساتھ ہی عطیات اور انعامات کی پیشکش بھی کرتے رہے۔ جو اُن کو آئندہ کی توقعات پر آمادہ کرتی رہی اور چھوٹی سی نقد رقم وعدے کی بڑی رقموں کا فریب دیتی رہی تا آنکہ اُن افسروں اور سرداروں کو خرید لیا اور اُن کو منافق بنا ڈالا جو کہ زبان سے خلیفہ کی اطاعت کا اعلان کرتے تھے اور دلوں میں اسکے غدار اور نافرمان تھے اور یہی کیفیت یہ سردار اپنے ماتحتوں میں بھی پیدا کرنا چاہتے تھے'' (علی صفحہ 116)

یہ تھا وہ قدیم طریقہ جسے معاویہ کے باپ ابوسفیان اور ابوبکر وعمر اور دیگر بڑے لیڈر استعمال کر کے اپنی قوم کو رسولؐ کا مخالف بناتے رہے۔ (مائدہ 5/41) اور رسولؐ کی جگہ اپنے خودتراشیدہ احکام منواتے رہے (5/41)

تہذیب المتین فی تاریخ امیر المومنینؑ سے معاویہ کی مکارانہ کوششیں۔ اہل مدینہ کو خطوط۔

یہاں ہم تاریخ امیر المومنینؑ سے چند مقامات اپنی زبان میں لکھتے ہیں اس لئے کہ اس میں 1312 ہجری کی قدیم اُردو ہے۔

''معاویہ نے ملکِ شام کی پبلک کو ہموار کر چکنے کے بعد چاہا کہ اہل مدینہ کے صحابہ کو بھی اپنی حمایت پر رضامند کر لے۔ اس لئے کہ اُس وقت تک اُس کے پاس صرف چار شخص ایسے تھے جنہیں رسولؐ اللہ کی صحبت حاصل ہوئی تھی۔ ایک ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ دوم ابودرداء سوم ابوامامہ باہلی اور چوتھا نعمان بن بشیر انصاری تھا۔ اس کے برعکس حضرت علی علیہ السلام کے ساتھ صحابہ کی کثرت تھی۔ چنانچہ معاویہ نے تمام اہل مدینہ کی طرف خطوط لکھے اور اُن سے اپنی حمایت اور طلبِ خونِ عثمان میں اعانت کی درخواست کی۔ اُن سب نے معاویہ کو اس مسئلہ میں گمراہ اور غلط کار قرار دیا اور لکھا کہ تم اور عمرو بن العاص دونوں رسولؐ اللہ کی خلافت سے کوئی نسبت وتعلق نہیں رکھتے ہو۔ عبداللہ بن عمر بن الخطاب کو خط میں لکھا تھا کہ:

عبداللہ بن عمر کے نام معاویہ کا خط۔

''میرے نزدیک قریش میں عثمان کے بعد تم سے بہتر وبزرگ تر اور کوئی شخص نہ تھا۔ لیکن تم میری نظر سے اس لئے گر گئے تھے کہ تم نے

Presented by Ziaraat.Com

محاصرہ کے دوران عثمان کی نصرت نہ کی بلکہ اُلٹا نصرت کرنے والوں کو موردِ طعن وملامت ٹھہرایا تھا۔ مگر اب جب کہ تم نے علیؑ سے مخالفت کی اور جنگ جمل میں اُس کا شریک نہ ہوا میرا قلبی میلان پھر تمہاری طرف ہو گیا ہے۔ لہٰذا میں تمہیں اس مظلوم ومقتول خلیفہ کے خون کا قصاص لینے کے لئے مدعو کرتا ہوں۔ تمہیں چاہیئے کہ میری اعانت کرو۔ میں چاہتا ہوں کہ مسلمانوں کی امارت وخلافت تمہارے لئے حاصل کروں اور اگر تم کسی وجہ سے قبول نہ کرو تو خلافت کو مسلمانوں کے شوریٰ پر چھوڑ دوں۔ خدا تم پر رحمت کرے۔ والسلام۔

عبداللہ بن عمر کا جواب معاویہ کے نام۔ عبداللہ بن عمر نے جواب میں لکھا کہ ''تم غور کرو کہ جب میں نے مہاجرین وانصار کے بیعت کر لینے کے باوجود علیؑ کی بیعت نہیں کی۔ اور طلحہ وزبیر اور ام المومنین عائشہ کا بھی ساتھ نہ دیا تو میں تیرا ساتھ کیسے دے سکتا ہوں؟ رہ گیا تیرا یہ گمان کہ میں نے علیؑ کی مخالفت کی ہے غلط ہے۔ مجھے اپنی جان کی قسم کہ میں ایمان وہجرت میں اُن کے مثل وبرابر نہیں ہوں۔ اور جو قربِ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے وہ رکھتے ہیں۔ مجھے حاصل نہیں ہے۔ اور جو ایذا واہانت انہوں نے دشمنان اسلام کو پہنچائی ہیں۔ وہ مجھ سے ممکن نہ تھیں۔ چنانچہ میں اُن کی فضیلت اور بزرگی میں اُن کی برابری نہیں کر سکتا ہوں۔ مجھے جو صورت حال پیش آئی اُس میں میرے پاس رسوؐل کی طرف سے کوئی دلیل نہ مل سکی۔ اس لئے مجبوراً میں نے توقف کیا تھا۔ اور سوچا تھا کہ اگر اُن کا ساتھ دینا رُشد وہدایت ہے تو میں ایک فضیلت سے محروم رہوں گا۔ لہٰذا اے معاویہ تم میری طرف سے مایوس ہو جاؤ'' روضۃ الصفا اور دیگر معتبر کتابوں میں عبداللہ ابن عمر کا یہ قول موجود ہے کہ میں کسی فعل کے ترک کرنے پر اس قدر متاسف نہیں جتنا افسوس مجھے علیؑ کی حمایت نہ کرنے پر ہوا ہے۔ اور کتاب مستقصیٰ میں حضرت ابوذرؓ سے روایت کی ہے کہ آنحضرتؐ نے فرمایا تھا کہ: **مَنْ قَاتَلَ عَلِیًّا عَلَی الْخِلَافَةِ فَاقْتُلُوْهُ كَائِنًا مَنْ كَانَ** ''خلافت کے معاملے میں جو بھی علیؑ سے جنگ کرے اُس کو قتل کر ڈالو، ہونے دو وہ کوئی بھی ہوتا رہے''۔

عبداللہ ابن عمر سے مایوس ہو کر معاویہ نے سعد بن وقاص کو لکھا کہ: سعد بن وقاص کے نام معاویہ کا خط۔

''حقیقت یہ ہے کہ عثمان کے کاموں کے لئے قریش میں سب سے اَحق واَولیٰ وہ لوگ ہیں جو شوریٰ کے ممبران تھے اور اُنہوں نے اس کا حق تسلیم کیا تھا اور اُس کو اوروں پر تفصیل وترجیح دی تھی۔ اس سلسلے میں طلحہ اور زبیر نے حق رفاقت ادا کر دیا۔ اور عائشہ نے اُن کی تائید اور نصرت کی تھی۔ اب ہم کو چاہیئے کہ خلافت کو پھر شوریٰ کے حوالے کریں تم لوگ پیشتر اس پر رضامند ہو چکے ہو لہٰذا لازم ہے کہ تم شوریٰ سے اختلاف نہ کرو'' سعد بن وقاص نے جواب میں لکھا کہ:

معاویہ کو سعد بن وقاص نے خط کا جواب یہ دیا کہ: ''عمر نے قریش میں سے اُن ہی اشخاص کو شوریٰ میں داخل کیا تھا۔ جن کو خلافت حلال تھی۔ ہم سب رتبہ میں یکساں تھے۔ الّا علیؑ۔ اس لئے کہ جو باتیں ہم سب میں تھیں وہ سب علیؑ میں موجود تھیں۔ اور جن فضائل سے علیؑ مخصوص تھے وہ ہم میں سے کسی میں نہ تھیں۔ لہٰذا واضح رہے کہ شوریٰ نہ ہمیں پہلے پسند تھا نہ انتہا میں پسند تھا۔ اور طلحہ اور زبیر اگر اپنے گھروں میں بیٹھتے اور علیؑ سے جنگ نہ کرتے تو اُن کے لئے بہتر ہوتا۔ عائشہ کو اللہ معاف کرے اُس عمل سے جو اُن سے سرزد ہوا''

پے در پے ایسے جوابات سے معاویہ مایوس نہیں ہوا۔ بلکہ اسی قسم کے خطوط اُس نے تمام متعلقین کو لکھے۔ چنانچہ محمد بن مسلمہ کو بھی ایک خط لکھا۔ جس کا جواب یہ ہے۔

محمد بن مسلمہ کا معاویہ کو جواب۔ ''اے معاویہ مجھے یہ حقیقت خوب معلوم ہے کہ تو محض اپنی ذاتی حکومت وخلافت کے لئے کوشاں ہے۔

Presented by Ziaraat.Com

توعثمان کے قاتلوں سے انتقام لینے کو بہانہ بنائے ہوئے ہے۔واضح ہو کہ میں تجھے ہرگز علیؑ پر ترجیح نہ دوں گا۔اور تیری خاطر اُن کی مخالفت نہ کروں گا''(ایضاً صفحہ 99۔100)

(ز) حضرت علیؑ اور اُن کے فدا کاروں اور طرفداروں اور متعلقین کے حالات وانتظامات وحضورؑ کے احکامات۔

ملک شام اور معاویہ کے موٹے موٹے اور مختصر حالات قارئین کے سامنے آ گئے یہاں تک کہ معاویہ جنگ کے لئے روانہ ہونا چاہتا ہے۔تمام سامان اور لشکر تیار وآمادہ ہے۔عمرو بن العاص نے حضرت علی علیہ السلام سے ڈرا کر معاویہ کو خوفزدہ کر دیا ہے اور کہا ہے کہ دمشق سے کافی دور جا کر علیؑ کا انتظار کرے تاکہ میدان جنگ دارالسلطنت سے دُور ہو اور اگر شکست ہو اور فوج کو بھاگنا پڑے تو دمشق میں آ جائے۔اور اگر جنگ دمشق میں ہوئی اور فرار کی ضرورت پیش آئی تو جائے مفر کوئی نہ ہوگی۔یعنی جنگ سے پہلے بھاگنے کی راہ کا تعین ضروری تھا۔یعنی جو ماہرینِ فنونِ جنگ ہوتے ہیں وہ بھاگنے کا انتظام پہلے ہی سے کرتے ہیں۔یہی وجہ ہے کہ عرب کے بھگوڑوں یا ماہرینِ فنونِ جنگ نے حضرت علی علیہ السلام کو فنون جنگ سے ناواقف قرار دیا ہے۔اور اللہ نے اُنہیں کَرَّارٌ غَیرَ فَرَّارٍ کا لقب دیا ہے۔

اول۔اپنے صحابہ کو شام کے سفر پر مطلع کر کے اُن کی رائے طلب کرنا۔

تاریخ امیرؑ المومنین میں لکھا گیا ہے۔''منقول ہے کہ جب اِمضاءِ مہم شام قطعی طور سے پیش نہاد ھمتِ والا نہمتِ امیرؑ المومنین وامام المسلمینؑ ہوگئی''۔یہ اُس تاریخ کی اُردو ہے جسے ہمارے جدید وسادہ اُردوداں سمجھنے میں دقت محسوس کریں گے۔اِس لئے ہم نے اپنی سادہ زبان میں پیش کیا ہے۔مندرجہ بالا جملے کا مطلب یہ ہے کہ جب حضور علیہ السلام نے دمشق کی مہم پر جانے کا تہیہ کر لیا تو منادی کو حکم دیا کہ شہر کوفہ کے لوگوں کو مسجد کوفہ میں جمع ہونے کا فرمان پہنچا دے۔چنانچہ تمام مہاجرین وانصار اور عہدیداران وذمہ دارانِ محکمہ جات اور سربرآوردہ افراد اور عوام جمع ہو گئے حضورؑ نے منبر پر جا کر حمد وثنائے خداوندی کے بعد اپنا ارادہ ظاہر فرمایا اور سب سے اُن کی رائے اور مشورہ طلب کیا۔

فداکارانِ ولایت کی رائے اور بیانات۔ چنانچہ سب سے پہلے ہاشم بن عتبہ بن ابی وقاص کھڑے ہوئے اور کہا کہ معاویہ اور اُس کے اصحاب نے شام کے جاہلوں کو یہ کہہ کر فریب دیا ہے کہ وہ خون عثمان کا بدلہ چاہتے ہیں۔حالانکہ یہ محض غلط اور سراسر دنیا طلبی کی اسکیم ہے۔آپ حکم نافذ فرمائیں تاکہ ہم سامان سفر وجنگ مہیا کر کے اُن پر چڑھائی کریں۔پھر حضرت عمارؓ یاسر کھڑے ہوئے اور عرض کیا کہ سب عوام وخواص جانتے ہیں کہ معاویہ اور اہلِ شام نصیحت قبول کرنے والے لوگ نہیں ہیں اور وہ کبھی اطاعت اختیار نہ کریں گے اور مال ودولت واقتدار کو اس قدر دوست رکھتے ہیں کہ اُن کے سامنے آخرت وعاقبت کی کوئی قدر وقیمت واہمیت نہیں ہے۔لہٰذا جب آخر کار اُن سے جنگ کرنا ہی ہے تو اُن پر دھاوا بولنے میں جتنی عجلت ممکن ہو عمل میں لانا ضروری ہے۔جب لشکروں کا آمنا سامنا ہوگا تو انہیں ایک دفعہ پھر نصیحت کی جا سکتی ہے۔اگر قبول کر لیا تو بہتر ورنہ ہم اُن پر آتشِ جنگ کو پیش کریں گے۔یہاں تک کہ اللہ ہمارے اور اُن کے درمیان فیصلہ کر دے اور وہ بہترین فیصلہ کرنے والا ہے۔اُنکے بعد جناب قیس بن سعد بن عبادہ انصاری کھڑے ہو گئے اور ایک بہت جوشیلی تقریر کی۔اس پر چند لوگوں نے اعتراض کیا کہ تم نے اپنے بزرگوں کو پہلے موقع دیا ہوتا عرض کیا کہ میں معاویہ وغیرہ کی چالبازیوں اور مکاریوں پر غصہ میں بھرا بیٹھا تھا اور جوش میں اُٹھ کھڑا ہوا۔میں بزرگوں کی عظمت کا بہرحال قدردان ہوں۔اُن کے بعد انصار نے سہیل بن حنیف کو تمام انصار کی طرف سے بات کرنے کیلئے کہا وہ کھڑے ہوئے اور عرض کیا کہ یا امیر المومنین:

نَحْنُ سِلْمٌ لِمَنْ سَالَمْتَ وَحَرْبٌ لِمَنْ حَارَبْتَ

Presented by Ziaraat.Com

ہم سب اُس کے لئے از سرتاپا سلامتی ہیں جو آپؑ کی سلامتی کا خواہاں ہو اور ہم سب مجسم جنگ و پیکار ہیں ہر اس شخص کے لئے جو آپؑ سے برسر جنگ ہو۔ ہم ہر طرح آپؑ کے مطیع و فرمانبردار ہیں۔ ہم ہر حال میں آپؑ کے ساتھ ہیں۔ دوسروں کی رائے معلوم کیجئے۔ اس کے بعد آپ نے عوام کو مخاطب کیا۔ سب لوگ جوش میں بھرے بیٹھے تھے۔ آپ نے حکم دیا کہ:

سِیْرُوْا اِلٰی اَعْدَاءِ الْقُرْآنِ وَالسُّنَنِ سِیْرُوْا اِلٰی بَقِیَّةِ الْاَحْزَابِ وَقَتَلَةِ الْمُهَاجِرِیْنَ وَالْاَنْصَارِ۔

عجلت کے ساتھ دشمنانِ قرآن اور سنت کی طرف چلو، تیزی سے اُن لوگوں کی طرف بڑھو جنہوں نے عہد رسولؐ میں مہاجرین و انصار سے جنگیں کی تھیں یہ گروہ اُن ہی میں سے باقی بچا ہوا گروہ ہے۔ (صفحہ 112)

دوم۔ تیاری اور روانگی کا حکم ملنے کے بعد بھی ذمہ دار لوگ آپؑ سے ملتے رہے۔

اعلان عام ہو جانے کے بعد اہل کوفہ اپنی اپنی تیاری اور سامان کی فراہمی میں مصروف ہو گئے۔ اپنے چلے جانے کے بعد اہل خانہ کی اور دوسرے متعلقین کے انتظام کی راہیں نکالنے لگے۔ اور جن معاملات و حالات میں انتظامیہ اور حکومت کی مدد کی ضرورت تھی۔ وہ باقاعدہ نوٹ کرانے لگے۔ اِن تیاریوں کے دوران وہ صحابہ اور سربرآوردہ حضرات جو جلسۂ عام میں شرکت نہ کر سکے تھے۔ حضور سے ملاقاتیں کرتے اور اپنے جذبات و وسائل پیش کرتے جاتے تھے۔

عمر بن الحمق اور اُن کے جذبات و تصورات۔

چنانچہ جناب عمر بن الحمق نے عرض کیا کہ حضور ہم نے آپؑ کی بیعت دنیاوی اغراض کے لئے نہیں کی ہے۔ بلکہ آپؑ کی دینی خصوصیات کو مدنظر رکھا ہے۔ آپؑ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ کے چچازاد بھائی اور اُن ہی کے پروردہ اور تربیت دادہ ہیں۔ دُختر رسولؐ خدا آپ کی زوجہ ہیں۔ فرزندانِ رسولؐ آپ کے بیٹے ہیں۔ تمام مہاجرین میں آپ ممتاز اور جہاد میں سب پر مقدم ہیں۔ اگر آپ حکم دیں کہ پہاڑ کو اُس جگہ سے ہٹا دو یا دریا کا رخ موڑ دو تو ہم جب تک جسم میں جان ہے۔ برابر تعمیل حکم کریں گے۔ ہم آپؑ کے دوستوں تک کے مددگار اور آپؑ کے دشمنوں سے بیزار ہیں۔ یہ باتیں سن کر حضورؑ خوش ہوئے اور دعا کی کہ "اَللّٰهُمَّ نَوِّرْ قَلْبَهٗ بِالتُّقٰى وَاهْدِهٖ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ" خداوندا، اس کے دل کو پرہیزگاری کے نور سے منور کر دے اور ہمیشہ برقرار رہنے والے راستے کی طرف اس کی راہنمائی کرتا چلا جا"۔ اور فرمایا کہ اَے عمر کاش کہ میرے لشکر میں سب تمہارے ایسے مجاہد ہوتے۔

حجر بن عدی کے جذبات۔ حجر بن عدی نے عرض کیا کہ حضورؑ کا سارا لشکر سچی عقیدت رکھتا ہے۔ اُن میں بہت کم ہیں جو شک و شبہ میں گرفتار ہوں۔ اور کہا کہ یا امیر المومنینؑ ہم فرزندانِ حرب وضرب ہیں۔ اور میدان جنگ ہی میں ہماری پرورش و تربیت ہوئی ہے۔ لڑائیوں میں آزمودہ اور معاملات میں پختہ کار ہیں۔ علاوہ ازیں قوم و قبیلہ بھی رکھتے ہیں۔ یعنی قریش کی طرح مخلوط النسل نہیں ہیں۔ آپ کی اطاعت کے لئے بجان و دل حاضر ہیں۔ جو کچھ آپ حکم دیں گے فوراً بجا لائیں گے۔ حضورؑ نے دریافت کیا کہ اَے حجر یہ تیرا ہی عقیدہ ہے یا تیرے ہم قوم بھی اس میں شامل ہیں؟ عرض کی کہ اس عقیدہ اور جذبہ میں سب ہم آہنگ ہیں۔ میں اپنے پورے قبیلے کی طرف سے ضامن ہوں۔ حضورؑ نے اُن کے لئے دعا دی۔

سوم۔ افواج جمع کرنے اور کوفہ آنے کی تاکید کے خطوط تمام صوبوں میں بھیجے گئے۔

حضورؑ نے گرد و نواح میں افواج کے جمع کرنے اور مرکز میں پہنچنے کے لئے منادیاں کرائیں اور ضروری اشخاص کو خطوط بھی ارسال کئے

Presented by Ziaraat.Com

تا کہ سب کو اطلاع بھی ہو جائے اور جو مومنین جہاد کے لئے ساتھ چل سکیں وہ اپنے اسلحہ اور کپڑوں اور ریشن کی درستی اور فراہمی بھی کر سکیں۔ یہ ہمیشہ یاد رہنا چاہیئے کہ حضرت علی علیہ السلام نے عنان حکومت سنبھالتے ہی تنخواہ دار مستقل افواج (Standing Army) کو برخاست کر دیا تھا اور وہ جنگی نظام مسمار کر دیا تھا جو عمر کے زمانہ میں قائم کیا گیا تھا اور عہد عثمانی میں برابر ترقی کرتا رہا تھا۔

مخنف بن سلیم کے نام جہاد کا خط۔ آپ نے مخنف بن سلیم کے نام اطلاعی خط لکھا جو صوبہ اصفہان و ہمدان کے گورنر تھے۔

''جس وقت تمہیں میرا یہ خط ملے کسی اپنے معتمد کو اپنی جگہ نائب بناؤ اور معاویہ بن ابوسفیان کے ساتھ جہاد پر جانے کے لئے فوج جمع کر کے روانہ ہو جاؤ۔ اُمید ہے کہ تم امر بالمعروف اور نہی عن المنکر میں اور حق پرستوں کو متفق کرنے اور باطل پرستوں میں تفرقہ ڈالنے میں کوشاں ہو گے۔ یاد رکھو کہ جہاد کے اُجر و ثواب سے میں اور تم مستغنی نہیں ہو سکتے ہیں''

جب یہ خط مخنف کو ملا تو انہوں نے حارث بن ابی الحارث بن ربیع کو اصفہان میں اور سعید بن وھب کو ہمدان میں اپنا نائب مقرر کیا اور خود جتنے سوار اور پیادہ فراہم ہوئے سب کو لے کر کوفہ کا سفر شروع کر دیا۔

بصرے کے گورنر عبداللہ بن عباس کا اور اہل بصرہ کا منافقانہ رویہ۔

حضورؐ نے عبداللہ بن عباس کو بھی تیاری اور فوج جمع کر کے روانہ ہونے کا خط لکھا تھا مگر اہل بصرہ کو طلحہ و زبیر و عائشہ کی طرفداری کے سبب جنگ جمل میں سخت نقصان پہنچا تھا۔ اور تقریباً سولہ ہزار افراد جنگ جمل میں تلوار کے گھاٹ اُتر گئے تھے۔ اُن کے خاندان والوں کے دلوں میں حضرت علیؑ سے اُسی طرح دشمنی اور کینہ موجود تھا جس طرح مکہ کے دشمنان اسلام یعنی قریش کے دلوں میں برابر دشمنی اور کینہ رہتا چلا آیا تھا۔ یہ آخر الذکر قریش رسوؐل خدا کو فنا کرنے کے لئے میدان کارزار میں آئے تھے۔ اور حضرت علیؑ کے ہاتھوں قتل و شکست سے دوچار ہوئے تھے۔ اور اہل بصرہ طلحہ و زبیر و عائشہ کی طرفداری میں حضرت علی علیہ السلام کو فنا کرنے کے لئے جنگ جمل میں نکلے تھے اور انہیں بھی قتل و شکست کا سامنا کرنا پڑا تھا۔ یہ دونوں گروہ حق کے خلاف نبرد آزما ہوئے تھے۔ انہیں خود اپنی ذات سے بغض و کینہ اور دشمنی ہونا چاہئے تھی۔ علی علیہ السلام نے حق کی طرفداری میں دشمنانِ حق کو قتل کیا تھا۔ کسی ذاتی غرض سے قتل نہ کیا تھا۔ اُن لوگوں کو اللہ اور حق سے دشمنی ہونا چاہئے تھی نہ کہ علیؑ سے معلوم ہوا کہ علیؑ خود ہی حق اور اللہ کے نمائندے تھے۔ لہٰذا اہلِ بصرہ نے یقیناً علیؑ کی یا حق کی طرفداری میں تکلف کرنا تھا۔ یہی حال عبداللہ بن عباس کا بھی تھا۔ جیسا کہ اُس کے بعد کے اعمال و خطوط سے ظاہر ہوا کہ وہ بھی صحیح معنی میں قریش تھے بلکہ اپنی خفیہ پالیسی میں بنی اُمیہ سے بھی بڑھ کر دشمن علیؑ اور اسلام تھے۔ جب اُنہوں نے اپنا اصلی رُوپ دکھایا تھا تو لکھ دیا تھا کہ علیؑ نے جنگ جمل اور صفین میں ہزاروں مسلمانوں کا خون ناحق بہایا تھا۔ لہٰذا عبداللہ بن عباس بھی وہی کچھ چاہتے تھے جو اہل بصرہ چاہتے تھے۔ فرق یہ تھا کہ وہ حضرت علی علیہ السلام کی طرف سے بصرے کے گورنر تھے۔ اور گورنر ہونے کی بنا پر اُن کو کچھ نہ کچھ علیؑ کی طرفداری میں کہنا ہی تھا۔ چنانچہ حضرت علیؑ کے خط پر عبداللہ بن عباس اور اہل بصرہ کا ردعمل تاریخ امیر المومنین کے الفاظ میں سنئے:

''اسی طرح ایک خط عبداللہ بن عباس کے نام، جو اُس وقت حاکمِ بصرہ تھے لکھا۔ مگر اہل بصرہ میں جنگ جمل نے سخت صدمہ پہنچایا تھا۔ قریب سولہ ہزار مرد اس شہر کا طعمۂ تیغ و سنان ہو چکا تھا۔ اِس لئے وہاں تعمیل حکم میں تاخیر ہوئی جس وقت ابن عباس نے سرداران قبائل کو جمع کر کے مضمون خط امیر المومنین سے مطلع کیا تو اُن میں اختلاف ہوا۔ جن کے ایمان کامل اور اعتقاد واثق تھے۔ اُنہوں نے اس دعوت کو

Presented by Ziaraat.Com

قبول کیا۔ باقی خاموش رہے۔اس لئے ابن عباس کی طرف مکرر فرامین لکھے گئے۔اور رؤسائے بصرہ کو جدا جدا خطوط تحریر ہو کر اطاعت کی طرف رغبت دلائی اور خلاف وشقاق سے تخویف کی گئی۔آخر میں عبداللہ بن عباس کو لکھا کہ اہل بصرہ کو یاد دلاؤ کہ اُنہوں نے میری نافرمانی کی اور مجھ کو کمال درجہ زحمت پہنچائی مگر جب اُن پر مظفر ہوا تو میں نے اُن کے گناہوں کو بخش دیا اور اُن کی جان ومال سے کچھ بھی تعرض نہ کیا۔اور فضائل جہاد کو اُن کے سامنے تقریر کر کے اُنہیں ترغیب کر۔اور جو اس پر آمادہ ہوا سے اس طرف کو روانہ کر۔جب یہ خط ابن عباس کے پاس پہنچا تو اُنہوں نے اہل بصرہ کو جمع کیا اور خط کو اُن کے سامنے پڑھا۔پھر کہا کہ **اَیُّھَا النَّاس** اپنے امامؑ کی طرف کوچ کرو اور اس راہ میں جان ومال سے دریغ نہ کرو۔بہ تحقیق کہ تم جماعت قاسطین کے ساتھ جنگ کو جاتے ہو۔جنہوں نے قرآن کو پس پشت ڈالا احکام خداوندی کو تبدیل کر دیا اور دین حق سے ایک طرف ہو گئے۔آگاہ رہو کہ تم پسرعم رسولؐ خدا کی معیت میں جہاد کرو گے جو آمر بالمعروف اور ناہی عن المنکر ہیں۔اُن کے تمام احکام کتاب خدا کے موافق ہیں۔حکم کرنے میں فاسقوں اور فاجروں سے ہرگز رشوت قبول نہیں کرتے۔احکام الٰہی کے اِجرا میں وہ کسی کی ملامت سے نہیں ڈرتے۔یہ سن کر احنف بن قیس اُٹھے اور کہا کہ:

احنف بن قیس دعوت قبول کرنے کا اعلان کرتے ہیں۔

''ہمیں حضرت علی علیہ السلام کی یہ دعوتِ جہاد قبول ومنظور ہے خواہ اس میں ہمیں نقصان پہنچے یا فائدہ ہو۔اور ہمیں اللہ سے امید فوز وفلاح ہے۔ اور اُس سے اجر عظیم کے طلبگار ہیں۔

خالد بن معمر کا دعوت قبول کرنا۔

پھر خالد بن معمر سدوسی اُٹھے اور کہا کہ: ''ہم نے حکم امیرالمومنین سنا اور اطاعت کے لئے تیار ہو گئے اور جب روانگی کا حکم ملے جانے کو تیار ہیں''

عمر بن مرحوم عبدی کا بیان۔

پھر عمر بن مرحوم عبدی اُٹھے اور کہا کہ: ''اللہ امیرالمومنین کو توفیقات خیر عطا کرے اور اختلاف مسلمین کو اُن کے معاملے میں دُور کرے۔ہم جماعت قاسطین اور منکرین قرآن کو دشمن رکھتے ہیں۔اور اُن پر لعنت کرتے ہیں۔اے امیر عبداللہ بن عباس جب تم حکم دو گے۔ہمارے سوار و پیادے تیرے ساتھ ہیں۔اس وقت مردم بصرہ دل وجان سے کوچ کی تیاری میں مصروف ہو گئے''(صفحہ 114)

جیسا کہ آگے چل کر معلوم ہوگا کہ مردم بصرہ دل وجان سے ہرگز جنگ صفین میں شریک نہ ہوئے تھے۔اس جنگ میں کثرت ایسے مسلمانوں کی تھی جو معاویہ کی پالیسی کے ماتحت جنگ میں شامل ہوئے اور تخریب کے مواقع تلاش کرتے رہے۔بہرحال آگے سنئے:

چہارم۔اِدھر اُدھر سے افواج کا کوفہ میں آکر جمع ہوتے رہنا۔

''عبداللہ بن عباس نے ابوالاسود دوئلی کو بصرہ پر نائب مقرر کیا اور خود لشکر گران لے کر حاضر درگاہ امیرالمومنین ہوئے۔اسی طرح اور عمال بھی اطراف واکناف سے اپنے اپنے لشکر لے کر کوفہ پہنچے۔ابن اعثم کوفی کہتا ہے کہ آخری شخص جو عمال میں سے کوفہ میں پہنچا ربیع بن خثیم حاکم رَے تھا۔کہ چار ہزار مرد مکمل و مسلح لے کر حاضر درگاہ ہوا''

پنجم اہل کوفہ میں سے چند لوگوں کا اختلاف کرنا۔

''نصر کہتا ہے کہ کُل اہل کوفہ نے علیؑ کی دعوت کو قبول کیا۔سوائے عبداللہ بن مسعود کے پیروؤں کے جن میں سے عبیدہ سلمانی اور اُس کے پیرو لوگ تھے۔انہوں نے کہا کہ یا علیؑ ہم تمہارے ساتھ چلتے ہیں۔مگر تمہارے لشکر میں شریک نہ ہوں گے۔علیحدہ رہیں گے۔تا کہ

Presented by Ziaraat.Com

شامیوں کے ساتھ تمہارا عملدرآمد دیکھیں۔ اگر اول انہوں نے پیش قدمی کی اور فتنہ وبغاوت کی ابتدا اُدھر سے ہوئی تو ہم آپ کے ساتھ ہیں۔حضرتؑ نے انہیں مرحبا کہا اور فرمایا کہ یہ فقہ فی الدین ہے۔اور سنت کو جاننا اسی کو کہتے ہیں۔ جو اس پر راضی نہ ہو وہ خائن وظالم ہے۔ پھر دوسرا گروہ اصحاب عبداللہ بن مسعود کا حاضر ہوا۔جن میں سے ربیع بن خثیم تھا۔اور اس کے تابعین تھے۔ یہ لوگ قریب چار سو کے تھے۔ عرض کی یا امیر المومنینؑ ہمیں اس جنگ میں اشتباہ ہے۔ باوجود یکہ ہم آپ کی فضیلت کا یقین کامل رکھتے ہیں۔ہم چاہتے ہیں کہ آپ ہمیں کسی سرحد کی حفاظت پر مقرر کر دیں۔ کہ ملک کو مداخلت غیر سے محفوظ رکھیں۔اور اس لڑائی میں شریک نہ ہونا پڑے۔حضرت نے اس درخواست کو قبول فرما لیا۔اور اُن کے لئے ایک علم ترتیب دیا اور حدودِرے کی طرف اُن کو بھیج دیا۔راوی کہتا ہے کہ یہ پہلا علم تھا جو کوفہ میں ربیع بن خثیم کے لئے ترتیب دیا گیا۔پھر حضورؑ نے قبیلہ باہلہ کو طلب کیا اور فرمایا کہ خدا اس بات پر گواہ ہے کہ تم مجھے دوست نہیں رکھتے۔پس میں بھی تم کو دوست نہیں رکھتا۔اور نہیں چاہتا کہ تم میرے ساتھ شام کا سفر کرو۔ پھر حکم دیا کہ اُن کا حصہ عطایا میں سے نکال دیں۔اور انہیں کہا کہ تم دیلم میں سکونت اختیار کرو'' (صفحہ 115-114)۔یہ آخری بات تصدیق شدہ نہیں ہے۔

ششم۔ صفین کے لئے تیاری کے دوران بے ادبی کرنے والے شخص کا کتا بن جانا اور حضرت علیؑ کا کوفہ سے معاویہ کو ٹھوکر مار سکنے کا دعویٰ۔

مصنف تاریخ امیر المومنینؑ علیہ الرحمۃ حضرت علامہ رجب برسی رضی اللہ عنہ سے ایک معجزہ کا ذکر یوں کرتے ہیں کہ:

''علامہ برسی کتاب مشارق الانوار میں روایت کرتے ہیں کہ جب امیر المومنین شام کے سفر کے لئے لشکر کی تیاری میں مصروف تھے تو دو اشخاص اپنا کوئی تنازعہ لے کر حضورؑ کے پاس آئے اور حالات بیان کرنا شروع کئے۔اُن میں سے ایک نے دوران کلام کوئی نامناسب بات کہہ دی۔حضرتؑ نے اُس کی طرف دیکھا اور فرمایا کہ ''اَخسَئْ یَا کَلْبُ'' اے کتے یہاں سے دور ہو جا'' یہ فرمانا تھا کہ وہ شخص فوراً ایک کتا بن گیا۔ اور کتوں کی طرح دم ہلانے اور غوغو کرنے لگا۔ حاضرین مجلس یہ عجیب وغریب واردات دیکھ کر حیران رہ گئے۔ اور کتا ہاتھوں سے اشارے کرنے اور رونے اور گھگیانے لگا۔پھر حضرت نے اُدھر دیکھا اور ہونٹوں کو آہستہ آہستہ حرکت دی تو وہ کتا جیسا پہلے تھا ویسا ہی آدمی بن گیا۔اس وقت صحابہ میں سے کچھ لوگ کھڑے ہو گئے اور کہا کہ حضورؑ جب آپؑ کو ایسی قدرت حاصل ہے تو پھر فوجیں جمع کرنے کی کیا ضرورت ہے؟ (مطلب یہ تھا کہ یہیں بیٹھے بیٹھے کوئی منتر پڑھ کر معاویہ اور اُس کے ملکِ شام کو رگڑ دو۔یقیناً یہ ویسے ہی صحابہ تھے جیسے رسولؐ اللہ کے بے بصیرت اور فریب ساز قریشی صحابہ ہوا کرتے تھے۔احسنؔ) فرمایا خدا کی قسم اگر میں چاہوں تو میرا یہ پیر اس قدر دراز ہو جائے کہ شام میں معاویہ کے سینہ پر لگے اور اُسے اُس کے تخت سے الٹا گرا دے۔ وَلٰكِنْ عِبَادٌ مُّكْرَمُوْنَ Oلَا يَسْبِقُوْنَهٗ بِالْقَوْلِ وَهُمْ بِاَمْرِهٖ يَعْمَلُوْنَ (سورہ انبیا 27-21/26) ولیکن وہ تو بہت نفع رساں بندے ہیں اور بات بھی کرنے میں اللہ پر سبقت نہیں کرتے اور وہ تو اللہ کے حکم کے ماتحت ہر عمل کرتے ہیں'' اور کتاب اختصاص میں منقول ہے کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے ابان بن احمر سے فرمایا کہ یہ کیا بات ہے کہ یہ لوگ امیر المومنین علیہ السلام کے اس فرمان کو نہیں مانتے کہ اگر میں چاہوں تو معاویہ کو لات مار کر یہیں سے اس کے تخت سے گرا دوں اور ساتھ ہی یہ لوگ یہ مانتے ہیں کہ حضرت سلیمانؑ کے وزیر نے تختِ بلقیس کو آنکھ جھپکنے سے پہلے پہلے اُٹھا کر سامنے رکھ دیا تھا۔کیا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وزیر اور وصی آصف برخیا سے بھی گیا گزرا ہونا چاہئے؟ اللہ ہمارے اور اس قوم کے درمیان فیصلہ کرے جو ہمارے فضائل وحقوق کا انکار کرتی ہے'' (115-114)

Presented by Ziaraat.Com

ہفتم۔ اِتمام حجت کی انتہا عمرو بن العاص کے نام ایک خط دنیا کی بے ثباتی پر متوجہ کیا گیا۔

جب حضور علیہ السلام نے شام پر حملے کی پوری تیاری کر لی تو عمرو بن العاص کو ایک خط میں چند سطریں اس لئے لکھ بھیجیں کہ وہ یہ نہ کہہ سکے کہ اگر حضرت علیؑ نے مجھے نصیحت کی ہوتی تو میں معاویہ کو جنگ وجدل سے روک دیتا اس لئے کہ معاہدہ کے مطابق اُس پر میری رائے اور مشورے پر عمل کرنا واجب تھا۔ حضورؑ نے لکھا کہ:

''یہ دنیا اپنے ماسوا ہر چیز کی طرف سے لاپرواہ اور غافل بنا دینے والی ہے۔ دنیا میں اُلجھ جانے والا شخص دنیا کے ہاتھ میں بے بس ومجبور ہو کر رہ جاتا ہے۔ جب بھی اُسے دنیا کی کوئی چیز حاصل ہوتی ہے تو اُس کے ساتھ ہی ایسا سامان پیدا ہوتا ہے کہ متعلقہ چیزوں کو حاصل کرنے کا لالچ پیدا ہوتا جاتا ہے۔ لہٰذا سامان دُنیا کتنا بھی مل جائے آدمی کی احتیاج میں کمی نہیں آتی ہے اور انجام یہ ہوتا ہے کہ ایک دن دامن جھاڑ کر دنیا سے جدا ہونا پڑتا ہے۔ لہٰذا اے ابوعبداللہ تم اپنے اَجر کو ضائع اور برباد نہ ہونے دو''۔

3۔ جنگ صفین کے لئے حضورؑ کا کوفہ شہر سے روانہ ہونا اور وادی نُخیلہ میں افواج کی جمع وترتیب وسرداران افواج کا تقرر اور روانگی

آپ کے زمانہ میں جو لوگ بیرون کوفہ سے نصرت اور جہاد کے لئے آتے تھے وہ شہر میں لوگوں کے مہمان ہوتے تھے۔ اُن کے کھانے پینے اور قیام کا بندوبست مومنین کرتے تھے یا وہ خود اپنے کفیل ہوتے تھے۔ بیرون شہر خیمے (Tents) لگائے جاتے تھے۔ تعداد زیادہ بڑھ جانے پر انہیں نُخیلہ کے میدان میں قیام کی اجازت اور حکم مل جاتا تھا۔ اور اس اجازت وحکم کے معنی یہ ہوتے تھے کہ بس دو چار روز میں افواج کا سفر شروع ہو جائے گا۔ اس میدان میں خود حضرت علی علیہ السلام کا خیمہ بھی لگ جاتا تھا اور افواج کو ترتیب دی جاتی تھی اُن کے کمانڈر اور خبر رساں دستے، بیماروں کی دیکھ بھال کرنے والے دستے۔ بھاری سامان اُٹھانے والے دستے وغیرہ مقرر کر دیئے جاتے تھے۔ باقی ترتیب وانتظام سرداروں یا کمانڈروں کو خود کرنا ہوتا تھا۔

اول۔ وادی نُخیلہ میں پہنچنے کی منادی، کوفہ کی نیابت اپنے سفر اور عدم موجودگی میں اپنا خلیفہ مقرر کرنا اور دیگر انتظامات پر نظر۔

جب شام کے سفر میں کوئی رکاوٹ نہ رہی تو حضورؑ نے حارث اعور کو حکم دیا کہ شہر کوفہ میں منادی کرا دے تاکہ غازیان اسلام باہر نکلیں اور وادی نُخیلہ میں لشکر گاہ بنائیں۔ اِس کے بعد عقبہ بن عمر انصاری کو بلایا اور اپنی جگہ کوفہ کا حاکم بنایا۔ یہ عقبہ سابقین اولین میں سے تھے۔ اُنہوں نے مکہ میں وہ اولین بیعت کی تھی جسے بیعت عقبہ ہی کا نام دیا گیا ہے۔ جو اہل مدینہ نے خفیہ طور پر کی تھی اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مدینہ میں آنے اور صلح وجنگ ہر حال میں نصرت کرنے کا معاہدہ کیا گیا تھا۔ یہ اعلان نبوت سے گیارہ سال بعد کا واقعہ ہے۔ تقرر نائب کے بعد آپ نے سوار ہونے کے لئے رکاب میں پیر رکھا اور اللہ سے مخاطب ہوئے کہ:

اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُبِکَ مِنْ وَّعْثَآءِ السَّفَرِ ؛ وَکَآبَةِ الْمُنْقَلَبِ ؛وَسُوْءِ الْمَنْظَرِ فِی الْاَهْلِ وَالْمَالِ وَالْوَلَدِ ؛ اَللّٰهُمَّ اَنْتَ الصَّاحِبُ فِی السَّفَرِ ؛ وَاَنْتَ الْخَلِیْفَةُ فِی الْاَهْلِ ؛وَلَا یَجْمَعُهُمَا غَیْرُکَ ؛ لِاَنَّ الْمُسْتَخْلَفَ لَایَکُوْنُ مُسْتَصْحَبًا ؛ وَالْمُسْتَصْحَبُ لَایَکُونُ مُسْتَخْلَفًا ؛(خطبہ 35، جملے 1 تا 8)

اے اللہ میں سفر کی دقتوں اور مشقتوں سے بھی تیری پناہ چاہتا ہوں اور واپسی میں پیش آنے والی دشواریوں سے بھی تیری حفاظت میں رہنا چاہتا ہوں اور اپنی اولاد واموال اور اہل وعیال اور متعلقین کو بھی تیری پناہ میں دے کر اُن کو خوش حال دیکھنے کا متمنی بھی ہوں۔ اے اللہ تو

Presented by Ziaraat.Com

ایسی ہستی ہے کہ بیک وقت سفر کے دوران بھی ساتھی رہتا ہے اور عین اُسی وقت مسافر کے اہل وعیال میں جانشینی و نیابت بھی کرتا ہے۔اور یہ دونوں باتیں تیرے علاوہ کسی اور میں جمع نہیں ہوسکتی ہیں،اس لئے کہ خلیفہ بنائے جانے والا شخص ساتھ ساتھ صحبت میں نہیں رہ سکتا اور جو ہم سفر وہم صحبت رہے وہ پس ماندگان میں خلیفہ نہیں ہوسکتا۔

یہی وہ دعا ہے جو سابقہ خطبہ نمبر 35 میں ارشاد فرمائی گئی تھی۔اس دعا کے بعد آپ اطمینان سے اولادو اموال واہل وعیال اور نائب حکومت کو سپرد خدا کر کے سوار ہوئے۔مسلمان گروہ درگروہ ساتھ ساتھ اور آگے پیچھے چل رہے تھے۔مالک بن حبیب یربوعی رکاب پکڑے ہوئے ساتھ ساتھ چل رہے تھے اور حسرت بھرے لب ولہجے میں عرض کر رہے تھے کہ خوش نصیب مسلمان آپؑ کے ہمرکاب جہاد کا ثواب کمانے جارہے ہیں اور مجھے حضورؑ نے یہاں چھوڑ دیا ہے کہ آنے والی کمک اور مجاہدین کو آپ کے پاس بھیجتا رہوں۔فرمایا کہ جو ثواب مجاہدین کو میدان جنگ میں ملے گا وہی تمہیں اس خدمت کے بدلے میں ملے گا۔شہر کی حدود سے باہر نکلے تو دو رکعات نماز پڑھی اور نُخیلہ میں قیام فرمایا۔مالک بن حبیب نے لشکر کو ترتیب دی اور بتایا کہ تمام افواج کی تعداد نوے ہزار (90,000) ہے۔جن میں سے آٹھ سو (800) انصار کے غازی ہیں۔اور نو سو (900) کے قریب بیعت الرضوان سے مشرف صحابہ ہیں اور اسی (80) بدری صحابہ ہیں۔حضرت علی علیہ السلام نے کوفہ والے لشکر کے سات حصے کئے۔سعید بن مسعود ثقفی کو جو امیر مختار ابن ابوعبیدہ ثقفی کے چچا تھے،قبیلہ قیس وعبدالقیس پر سردار مقرر کیا۔اور قبائل تمیم وضبہ ورباب وقریش وکنانہ واسد پر معقل بن قیس یربوعی کو،اور قبیلہ اَزد و بجیلہ وخثعم وانصار وخزاعہ پر مخنف بن سلیم کو،قبیلہ کندہ وحضر موت وقضاعہ پر حجر بن عدی کندی کو اور طائفہ مذحج وقبائل اشعری پر زیاد بن نضر کو،ہمدان وحمیر پر سعید بن مرہ ہمدانی کو اور عدی بن حاتم کو قبیلہ طے پر حاکم مقرر کیا۔اسی طرح بصرہ سے آنے والے لشکر کے پانچ حصے کئے خالد بن معمر سدوسی کو قبیلہ بکر بن وائل پر سردار مقرر کیا۔برادر عمر بن مرحوم عبدی کو قبیلہ عبدالقیس پر،ابن سلمان ازدی کو قبیلہ ازد پر اور احنف بن قیس کو بنی تمیم وضبہ ورباب پر۔شریک بن اعور کو اہل عالیہ پر حکمران مقرر فرمایا۔یہ وہ سردار ہیں جو روانگی کے وقت تھے۔

دوم۔سرداروں کے ناموں میں اختلاف،اختلاف کے لئے باطل ہے سچ کا اختلاف ممکن تھا،کوئی خطا وار نہیں سوائے مجتہدین کے۔

مختلف تواریخ میں حضرت علیؑ کی افواج کے سرداروں کے ناموں میں اختلاف کیا گیا ہے۔اور اس کا سبب یہ ہے کہ جنگی ضروریات کی بنا پر سرداروں کو بدل دیا جاتا ہے۔ایک ضعیف العمر بزرگ سردار کو زیادہ دقت طلب اور دُور مار دھاوے پر بھیجنا غلط ہے۔بزرگی،قبیلہ کی رعایت اور شہریت ہر جگہ ملحوظ رکھنا ضروری نہیں ہے۔ضروری ہے وہ مقصد جس کے لئے سردار کا انتخاب اور تقرر کیا جاتا ہے۔سرداری عارضی طور پر بھی بدلی جاسکتی ہے۔چنانچہ سرداروں کے وہ تمام نام صحیح ہیں جو تواریخ میں مذکور ہیں۔اس لئے کہ حالات اور ضرورت بدلنے پر سردار بھی بدلا جاسکتا ہے۔حادثات بھی ملحوظ رکھے جاتے ہیں۔

سردارانِ فوج روضۃ الصفا کی رُو سے۔ روضۃ الصفا کے مطابق حضرت عمار یاسر تمام فوج کے سواروں پر سردار اعلیٰ تھے۔اور عبداللہ بن بدیل خزاعی پیادوں کے اور ہاشم بن عتبہ علمبردار۔اشعث بن قیس سردار میمنہ۔عبداللہ بن عباس سردار میسرہ۔

سردارانِ فوج ابن قتیبہ کے مطابق۔ مقدمہ پر مالک اشتر۔اُس کے ساقہ پر شریح بن ہانی،مہاجرین وانصار پر محمد بن ابی بکر۔اہل بصرہ پر عبداللہ بن عباس،اہل کوفہ پر عبیداللہ بن جعفر،سواروں پر عمار یاسر،قلب پر حسنؑ بن علیؑ نامزد کئے گئے۔

علامہ ابن خلدون کی رُو سے۔ ''اشتر سواران کوفہ پر،سہل بن حنیف سواران بصرہ پر،قیس بن سعد پیادگان بصرہ پر،عمار یاسر پیادگان

Presented by Ziaraat.Com

کوفہ پر اور ہاشم کل فوج کے علمبر دار تھے‘‘

فوج یا دستہ کے تعین کے بغیر سرداروں کے نام۔ مالک اشتر۔ حجر بن عدی۔ شبث بن ربعی۔ خالد بن العمر الدوسی۔ زیاد بن نضر۔ سعید بن قیس ہمدانی۔ قیس بن سعد بن عبادہ۔

قارئین کو یہ سمجھ لینا چاہیئے کہ حضرت علی علیہ السلام کی فوج میں مندرجہ بالا تمام حضرات سرداری کے قابل تھے۔ رہ گیا یہ کہ کون کہاں اور کب مقرر کیا گیا اس سے کوئی حقیقت تبدیل نہیں ہوتی۔ واقعات جنگ اُن سب کی جرأت اور شجاعت اور پامردی وفداکاری آپ کے سامنے رکھ دیں گے۔

سوم۔ لشکر معاویہ کی تفصیلات انتظامات وروانگی کے حالات۔

معاویہ کے جاسوس سارے ملک میں پھیلے ہوئے تھے۔ جیسے ہی معاویہ کو یہ اطلاع ملی کہ حضرت علی علیہ السلام وادی نُخیلہ میں آ چکے ہیں۔ فوراً افواج کو روانہ ہونے کا حکم دیا۔ فوج کا شمار اس وقت تراسی ہزار (83,000) تھا۔ معاویہ نے میمنہ پر عبدالرحمٰن بن خالد بن ولید کو، میسرہ پر عمرو عاص کو اور مقدمہ پر ابوالاعور سلمیٰ کو مقرر کیا۔ بسر بن ارطاۃ ساقہ پر متعین ہوا۔ اور خود قلب لشکر میں رہا۔ مروان بن الحکم ایک گھوڑے پر سوار عثمان کی تلوار حمائل کیئے ہوئے آگے آگے چلا۔ دمشق سے ایک منزل دُور آ کر قیام کیا تا کہ پیچھے رہ جانے والے آملیں۔ پھر منزل بمنزل سفر کرتا ہوا مقام صفین میں ایک موزوں ترین بلند جگہ پر پڑاؤ ڈال دیا۔ یہاں تک پہنچتے پہنچتے فوج کی تعداد ایک لاکھ بیس ہزار (1,20,000) ہو چکی تھی۔ معاویہ کی افواج کے سردار بھی مختلف جنگی وانتظامی ضرورتوں کے مطابق بدلتے رہے ہیں۔

معاویہ کے سرداران فوج کے ناموں میں بھی اختلاف پایا گیا۔ اس لئے وہاں بھی مورخین نے مختلف نام لکھے ہیں۔ چنانچہ لکھا گیا ہے کہ معاویہ نے بھی اپنی فوج کے سات ہی حصے کیئے تھے اور اُن پر سردار مقرر کیئے تھے۔

1۔ عبدالرحمٰن بن خالد بن ولید۔ 2۔ ابوالاعور سلمیٰ۔ 3۔ حبیب بن مسلم فہری۔ 4۔ ذوی الکلاع حمیری۔

5۔ عبیداللہ بن عمر بن خطاب۔ 6۔ شرجیل بن سمط کندی۔ 7۔ حمزہ بن مالک ہمدانی۔

حبیب السیئر کے مطابق۔ سواروں کے سردار عبداللہ بن عمرو بن العاص۔ پیادوں کا سردار مسلم بن عقبہ۔ میمنہ پر عبیداللہ بن عمر بن خطاب میسرہ پر حبیب بن مسلمہ اور علمبردار عبدالرحمٰن بن خالد بن ولید۔

صاحب مقصد اقصیٰ کے مطابق۔ عبیداللہ بن عمر بن خطاب سواروں کا اور عبداللہ بن عمرو عاص میمنہ کا سردار تھا۔

ابن خلدون کے مطابق۔ ’’میمنہ پر ذوالکلاع، میسرہ پر حبیب بن مسلمہ، مقدمہ پر ابوالاعور بن سلمیٰ۔ سواران دمشق پر عمرو بن العاص۔ پیادگان دمشق پر مسلم بن عقبہ اور کل فوج کا سردار ضحاک بن قیس۔

ابن قتیبہ نے بیان کیا کہ:۔ مقدمہ پر ابوالاعور سلمیٰ اُس کی ساق پر بسر بن ارطاۃ۔ سواروں پر عبیداللہ بن عمر بن خطاب۔ میمنہ پر یزید عبسی، میسرہ پر عبداللہ بن عمرو عاص۔ اور علمبردار عبدالرحمٰن بن خالد بن ولید۔

پھر نوٹ فرمائیں کہ جنگ صفین دنیا کی سب سے طویل جنگ ہے۔ جس میں باقاعدہ ستر لڑائیاں وقوع میں آئیں۔ اور چھ ماہ سے زیادہ زمانہ صرف ہوا۔ اس لئے بھی سرداروں کا بدلتے رہنا فطری تھا۔

Presented by Ziaraat.Com

قبائل کے سردار مستقلاً برقرار رہے جو صرف قبیلہ واریت کے ذمہ دار تھے۔

حضرت علیؑ کی طرف سے قبائل واحزاب کے سردار۔1۔سلیمان بن صرد خزاعی ۔2۔حارث بن مرۃ العبدی ۔3۔حصین بن منذر۔ 4۔احنف بن قیس تمیمی ۔5۔عمرو بن حمق خزاعی ۔6۔نعیم بن ہبیرہ شیبانی۔ 7۔اعین بن ضبیعہ ۔8۔حارث الاعور ۔9۔عمرو بن عطارد۔ 10۔شداد الھلالی ۔11۔شریح بن ہانی ۔12۔عمرو بن جبلہ ۔13۔حصین بن نمیر ۔14۔خزیمہ بن جابر بن قدامہ ۔15۔رفاعہ بن شداد۔ 16۔رویم الشیبانی ۔17۔عدی بن حاتم طائی ۔18۔جندب بن زبیر الازدی ۔19۔عمرو بن مرثد ۔20۔صعصعہ بن صوحان ۔ 21۔عبداللہ بن طفیل ۔22۔عمرو بن حنظلہ ۔23۔حارث بن نوفل ۔24۔قبیصہ بن شداد ۔25۔قاسم بن حنظلہ جہنی ۔ 26۔سعد بن مسعود ثقفی ۔27۔معقل بن قیس ۔28۔عامر بن واثلہ ۔29۔ابوایوب انصاری ۔30۔ابوالہیثم بن الیتھان ۔

معاویہ کے طرفدار قبائل کے سردار۔

معاویہ کے طرفدار قبائل کے سرداروں کے نام بھی ریکارڈ کرلیں تاکہ دشمنوں کی نسلیں پہچاننے میں مدد ملتی رہے۔1۔ضحاک بن قیس۔ 2۔زفر بن حارث ۔3۔مسلمہ بن خالد ۔4۔بسر بن ارطاۃ ۔5۔حوشب بن حارث ۔6۔حابس بن سعد ۔7۔حسان بن سجدل ۔8۔یزید بن ہبیرہ 9۔یزید بن امیہ۔10۔عمرو بن العاص ۔11۔مخارق بن حارث ۔12۔قعقاع بن ابرہہ۔13۔سفیان بن عمرو ۔14۔حارث بن خالد۔ 15۔ہشام بن قبیصہ ۔16۔حوشب بن ذی ظلیم ۔17۔حابس بن ربیعہ ۔18۔عباد بن زید ۔19۔یزید بن اسد ۔20۔ظریف بن حابس ۔ 21۔ہانی بن عمیر ۔22۔نائل بن قیس ۔23۔حمزہ بن مالک ۔24۔ہلال بن ابی ہبیرہ ۔25۔زید بن بجیرہ ۔26۔حارثہ بن قدامہ۔ 27۔سعد بن قیس بن عبداللہ ۔28۔قیس الجہنی ۔29۔زید بن صعصعہ بن صوحان''

چہارم۔نُخیلہ کے قیام میں دیگر فوجی وغیر فوجی واقعات، ہراول دستہ؟

نُخیلہ کے قیام میں درحقیقت حضوؑر روانگی کو بے خطر بنانے کے اقدامات کررہے تھے۔تاکہ جب لشکر روانہ ہو تو راستہ بھر کوئی حادثہ یا خطرہ پیش نہ آنے پائے۔اوراُن تمام رکاوٹوں اور تصادموں کا سدِ باب ہوجائے جو معاویہ کی چالاک اسکیموں کے نتیجے میں ممکن ہوسکتے تھے۔چنانچہ آپؑ نے زیاد بن نضر اور شریح بن ہانی کو بلایا اور چند ہدایات فرمائیں۔زیاد کو آٹھ ہزار سواروں پر سردار بنایا۔اور شریح کو چار ہزار سواروں کا کمانڈر بنایا اور حکم دیا کہ وہ بڑے لشکر کے لئے محافظ فوج کا کام کریں گے۔اُس کی آنکھیں بن کر دشمن کی نقل وحرکت پر نظر رکھیں گے۔اُس کے کان بن کر ہر مخالف بات سنیں گے اور فوری تدارک کے ساتھ ہی ساتھ مجھے اپنے مشاہدوں اور دیگر حالات سے مسلسل مطلع رکھیں گے کوئی ایسی بات نظر انداز نہ کریں گے۔جو جنگی مقاصد میں حارج ہوسکتی ہو۔تمہیں اپنے آگے اور دہنے بائیں خود اپنی حفاظت اور مشاہدے کے لئے انتظام کرنا ہوگا۔تمہارے متعینہ طلایہ دار دستے تم سے مناسب فاصلوں تک آگے پیچھے اور دہنے بائیں پھیلے رہیں۔اور تمام ضروری اطلاعات تمہیں پہنچاتے رہیں تاکہ کسی طرف سے اچانک حملہ وخطرہ پیش نہ آنے پائے۔راستے میں آنے والے پہاڑوں، ٹیلوں، کمین گاہ بن سکنے والی جگہوں، جنگل اور درختوں کے جھنڈ کی تلاشی لیتے ہوئے گزرو، تاکہ دشمن کا گھات لگا کر بیٹھنا ناممکن ہوجائے۔سفر دن میں کرو۔رات کو محتاط قیام کرو۔نگرانی اور حفاظت کا مستقل انتظام کروتاکہ رات کو دشمن کا حملہ ممکن نہ رہے۔شبخون کو ہمیشہ پیش نظر رکھو۔اچانک حملہ ہوجانے پر جو افراتفری پھیلا کرتی ہے۔اُس کے واقع نہ ہونے کا انتظام کرو۔اسلحہ اور سامانِ حرب ہاتھوں کے پاس ہونا چاہئے۔سونے سے پہلے اندھیرے میں پہچانے جانے والا لباس پہنو تاکہ آپس میں ایک

Presented by Ziaraat.Com

دوسرے پر حملہ ممکن نہ رہے۔ اور ہر ضرب صرف حملہ آوروں پر یعنی شب خون مارنے والوں ہی پر پڑے۔ کوشش کرو کہ دشمن سے مقابلہ کے وقت تمہارے پیچھے سے حملہ کر سکنے کا موقع دشمن کو نہ ملے۔ پہاڑ یا دریا یا بلند مقام تمہاری پشت پر ہو اور وہ تمہیں گھیرنے اور نرغہ میں لینے کا موقع نہ پائیں۔ پراگندگی اور بکھری ہوئی حالت میں کوچ نہ کرو۔ سب مجتمع ہو کر مناسب فاصلوں پر رہتے ہوئے سفر کا آغاز کرو۔ ایک ہی مناسب مقام پر منزل اور پڑاؤ کرو۔ سفر اور قیام کے دوران ہر شخص وہیں موجود پایا جائے جہاں اُس کے موجود ہونے کی سب کو اُمید ہو۔ اندھیری راتوں میں فوج کے تحفظ کے لئے زیادہ بیدار و نگران آنکھیں تعینات کرو۔ مسلح اور مستعد جوان باری باری پہرہ دیں۔ اس انتظام کے بعد کشادہ میدان کا پڑاؤ بھی قلعہ کی طرح محفوظ رکھتا ہے۔

اَے زیاد اور اَے شریح تم اپنے اپنے لشکروں کے سردار ہو اس لئے اُن کی حفاظت تمہاری ذاتی ذمہ داری ہے۔ لہٰذا راتوں کو صرف بقدر ضرورت ہی آرام کرو۔ ضرورت سے زیادہ آرام کو حرام سمجھو۔ تمہارا لشکر اس پر مطلع رہنا چاہئے کہ تم راتوں کو اور دن میں اُن کی حفاظت خود اُن سے زیادہ کرتے ہو۔ سونے اور آرام کرنے میں وقت ضائع نہیں کرتے ہو۔ تمہارے قاصدوں کا روزانہ مجھ تک پہنچنا اور مجھے حالات سے مطلع رکھنا ضروری ہے۔ ایسا انتظام کرو کہ گویا ہم میں مادی فاصلہ ہے ہی نہیں۔ میں بھی تمہارے پیچھے آ رہا ہوں تاکہ تمہارا پشت پناہ و مددگار رہوں۔ لڑائی میں تم کبھی پہل نہ کرو۔ جلدی سے فتح حاصل ہو جانے کے لالچ سے بھی اتمام حجت کو نہ چھوڑو۔ جب تک میری اجازت یا حکم نہ مل جائے جنگی اقدام نہ کرو۔ والسلام۔

بزرگوں کی دو قبروں کے متعلق غلط فہمی دُور کرنا۔

نصر بن مزاحم نے اصبغ بن نباتہ سے روایت کیا ہے کہ نُخیلہ میں ایک بہت عظیم الشان قبر تھی۔ یہودی اپنے مُردوں کو اُس قبر کے آس پاس دفن کرنا مبارک سمجھتے تھے۔ امیر المومنینؑ نے دریافت کیا کہ لوگ اس قبر کے متعلق کیا عقیدہ رکھتے ہیں؟ امام حسن علیہ السلام نے عرض کیا کہ لوگ اُسے حضرت ہود علیہ السلام کی قبر سمجھتے ہیں۔ اور کہتے ہیں کہ جب اُن کی قوم نافرمان ہو گئی تو وہ حضرتؑ یہاں آ کر آباد ہوئے اور یہیں انتقال فرمایا تھا۔ حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا کہ وہ حضرت یہودہ بن یعقوبؑ بن اسحاقؑ کی قبر ہے۔ پھر فرمایا کہ یہاں کے کسی قدیم اور سن رسیدہ باشندے کو بلاؤ۔ چنانچہ ایک شخص کو لایا گیا۔ آپؑ نے اُس سے پوچھا کہ تمہارا گھر کہاں ہے؟ اس نے کہا کہ میں سمندر کے کنارے رہتا ہوں۔ آپؑ نے پھر پوچھا کہ جبل احمر سے تمہارا گھر کتنی دُور ہے؟ جواب دیا کہ بس جبل احمر کے بالکل قریب ہے۔ دریافت کیا کہ تم لوگوں کا جبل احمر کے متعلق کیا عقیدہ ہے؟ اُس نے بتایا کہ ہمارے یہاں یہ مشہور ہے کہ جبل احمر میں ایک جادوگر کی قبر ہے۔ آپؑ نے بتایا کہ جادوگر کی نہیں بلکہ وہی قبر تو حضرت ہود علیہ السلام کی قبر ہے۔

پنجم۔ جنگ صفین کے لئے ملک شام پر فوج کشی کا حکم اور روانگی سے پہلے حمد خداوندی کی اہمیت اور ہراول دستے کے متعلق اطلاعات دینا۔

5 ماہ شوال 36ھ بروز بدھ شام کی طرف روانگی سے پہلے لشکر کو کوچ کی تیاری کا حکم دیا۔ جب سب تیار ہو گئے تو حضورؑ نے خطبہ دیا اور فرمایا کہ:

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ كُلَّمَا وَقَبَ لَيْلٌ وَّغَسَقَ ؛وَالْحَمْدُلِلّٰهِ كُلَّمَا لَاحَ نَجْمٌ وَّخَفَقَ ؛وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ غَيْرَ مَفْقُوْدِ الْاِنْعَامِ ؛ وَلَامُكَافَاءِ الْاِفْضَالِ؛اَمَّابَعْدُ فَقَدْ بَعَثْتُ مُقَدِّ مَتِىْ ؛وَاَمَرْتُهُمْ بِلُزُوْمِ هٰذَا الْمِلْطَاطِ حَتّٰى يَاتِيَهُمْ اَمْرِىْ ؛وَقَدْ رَاَيْتُ اَنْ اَقْطَعَ هٰذِهِ النُّطْفَةَ اِلٰى شِرْذِمَةٍ مِنكُمْ مُّوْطِنِيْنَ اَكْنَافَ دَجْلَةَ ؛فَاُنْهِضَهُمْ مَعَكُمْ اِلٰى عَدُوِّكُمْ ؛وَاَجْعَلَهُمْ مِّنْ اَمْدَادِ الْقُوَّةِ لَكُمْ ؛۔

”ہر قسم کی حمد و ثنا اللہ کے لئے اس وقت تک جاری رہنا چاہئے جب تک راتیں آتی اور اندھیرا پھیلاتی رہیں۔ حمد وستائش کی ہر صورت اللہ کے لئے مخصوص رہنا چاہئے جب تک ستارے اُبھرتے اور ڈوبتے رہیں۔ حمد وثنا تو ہونا ہی اللہ کے لئے چاہئے جس کے انعامات کبھی ختم نہیں ہوتے۔ اور جس کے فضل وکرم ومہربانی کا کوئی بدلہ نہیں ہوسکتا ہے۔ حمد وثنائے خداوندی کے بعد معلوم ہو کہ میں اپنی فوج کا ہراول دستہ روانہ کر چکا ہوں اور اُسے میں نے یہ حکم دیا ہے کہ وہ میرا دوسرا حکم پہنچنے تک دریائے فرات کے کنارے پڑاؤ ڈالے رہے اور ہدایات پہنچنے سے پہلے کوئی فوجی اقدام نہ کرے۔ اور میں نے اس میں بہتری دیکھی ہے کہ میں دریائے فرات کے پار نکل کر تمہارے اُن ہمدردوں میں پہنچوں جو دجلہ کے آس پاس قیام کئے ہوئے ہیں اور ہماری روانگی کے منتظر ہیں۔ چنانچہ اُن میں پہنچ کر میں اُنہیں بھی تمہارے ساتھ تمہارے دشمنوں کی طرف روانہ کردوں گا۔ اور انہیں تمہاری قوت میں اضافہ اور مدد کے طور پر استعمال کروں گا“ (خطبہ 36، جملہ 1 تا 9)

میرا یہ بھی ارادہ ہے کہ فرات کے آس پاس کی زمینوں میں سے جو کچھ زمین اُن مدائن کے باشندوں کو بطور جاگیر دے دوں تاکہ وہ لوگ وہاں آکر مستقلاً آباد ہوسکیں۔ میری طرف سے تمہارے متعلق کاموں اور ذمہ داریوں میں سستی اور تقصیر نہیں ہوئی ہے۔ لہٰذا تمہیں بھی چاہئے کہ میری اعانت میں تساہل اور کمی نہ کرو۔ میں نے مالک بن حبیب یربوعی کو کوفہ میں چھوڑ دیا ہے اس کی ڈیوٹی ہے کہ جو لوگ جہاد کے لئے تیار ہوتے جائیں انہیں روانہ کرتے رہیں جو لوگ ہمیں چھوڑنے آئے تھے وہ نماز قصر نہ کریں۔ خدا حافظ وناصر والسلام۔

4۔ جنگ صفین سے متعلق خطبات کی مجرمانہ حد تک اُلٹ پلٹ اور نہایت سنگدلانہ انداز میں اُن کا بکھیرنا ناقابل برداشت ہوگیا تو تدارک لازم ہوگیا۔

ہم نے ارادہ کیا تھا اور لکھ بھی دیا تھا کہ ہم خطبات کی قدیم سے چلے آنے والی ترتیب اور نمبروں کو بحال رکھیں گے۔ اور اُس نہج البلاغہ کی پیروی کریں گے جسے علامہ علی نقی فیض الاسلام طہرانی نے فارسی ترجمہ کے ساتھ شائع کیا ہے۔ چنانچہ ہم اپنے اس ارادے اور تحریر پر بار بار پچھتاتے اور تعمیل کرتے چلے گئے یہاں تک کہ ہم نے چونتیسویں (34) خطبے خطبہ نمبر 34 تک سو فیصد نقل مطابقِ اصل ترتیب جاری رکھی۔ لیکن اِس سے آگے اُسی ترتیب کو جاری رکھنا ہمیں نہج البلاغہ کے مقصد پر ظلم وزیادتی معلوم ہوئی۔ چنانچہ ترتیب کو بامقصد بنانے کے لئے ہم نے نہج البلاغہ کی قدیم واندھی ترتیب کی پابندی ترک کردی اور موزوں ترین اور اثر انگیز ترتیب اختیار کرلی۔ یعنی ہمارے ترجمہ اور تشریحات (بیان الامامة) میں پینتیسویں (35) نمبر پر سابقہ ترتیب کا چھیالیسواں (46) خطبہ آیا ہے۔ اس لئے کہ سابقہ اندھی ترتیب کے پینتیسویں خطبے میں تحکیم پر بیان دیا گیا ہے۔ حالانکہ اب تک کوئی خطبہ ایسا نہیں لکھا گیا جس میں جنگ صفین بیان ہوئی ہوتی۔

ظاہر ہے کہ نہج البلاغہ کے قاری کے سامنے جب جنگ صفین آئی ہی نہیں۔ تو جنگ صفین کو ناکام کردینے والی آخری اسکیم کو کیسے سمجھے گا؟ اُسے مسئلہ تحکیم سمجھانے کے لئے جنگ صفین کے اسباب، جنگ سے بچنے کی تمام کوششیں، جنگ صفین کی تیاریاں اور پھر جنگ صفین کی تفصیلات پہلے معلوم ہونا چاہئیں۔ یعنی جنگ صفین کے متعلق تمام خطبات اُس کے سامنے ابتدا سے انتہا تک ترتیب وار آنا ضروری ہیں۔ پھر کہیں وہ مسئلہ تحکیم اور اُس کی اغراض ومقاصد اور نتائج کو سمجھ سکتا ہے۔ ہم نے اُس اندھوں کی اندھی ترتیب کو چھوڑ کر حضرت علی علیہ السلام کے وہ تمام خطبات، جن میں حضوؑر نے جنگ صفین کا کسی طرح بھی اور کتنا بھی تذکرہ فرمایا ہے، الگ لکھا اور اُنہیں اس طرح ترتیب دی کہ پہلی بات پہلے آجائے اور بتدریج خطبات جنگ صفین کی انتہا تک بڑھتے چلے جائیں اور واقعات کے حساب سے مناسب مقام پر تحکیم والے خطبات بھی آجائیں۔ یہ ترتیب دینے

Presented by Ziaraat.Com

کے لئے خطبات کی تلاش کے دوران ہم نے دیکھا کہ جنگِ صفین سے متعلق خطبات کو سات سونو (709) صفحات پر پھیلا رکھا تھا۔ یہ دیکھ کر ہمیں جو تکلیف پہنچی اور جو ہزاروں سال میں اُس کا نتیجہ نکلا وہ ہم نے زیرِ قلم عنوان میں بڑے دکھ کے ساتھ سپردِ قلم کر دیا ہے۔ ہم ہر اُس چیز کی اور ہر اُس شخص کی مذمت کرتے ہیں اور نہج البلاغہ کے معاملے میں تو برداشت کرتے ہی نہیں، جو نہج البلاغہ کی اثر انگیزی یا مقصد میں تقصیر کرے۔ اس لئے ہم نے تمام خطبات کو چھان کر جنگ صفین سے متعلق خطبات الگ کر کے انہیں مذکورہ بالا ترتیب دی ہے۔ جو واقعات کے عین مطابق ہے۔ یعنی جنگ صفین شروع ہونے سے پہلے حضرت علیؑ تحکیم پر خطبہ دے ہی نہیں سکتے تھے۔ مگر مرتب نے پھر بھی پہلے لکھ دیا ہے۔

اول۔ ہماری ترتیب کے نمبروں کو مفتی جعفر اور فیض الاسلام کی ترتیب میں تلاش کرنے کیلئے دونوں کے خطبات کے نمبر اور صفحات نمبر ملاحظہ ہوں۔

بیان الامامة	مفتی جعفر		فیض الاسلام	
خطبہ نمبر	خطبہ نمبر	صفحہ نمبر	خطبہ نمبر	صفحہ نمبر
35	46	183 جلداول	46	124 جلداول
36	48	185 جلداول	48	125 جلداول
37	55	191 جلداول	54	134 جلداول
38	64	202 جلداول	65	149 جلداول
39	105	302 جلداول	106	309 جلداول
40	204	247 جلددوم	197	650 جلددوم
41	205	248 جلددوم	198	651 جلددوم
42	121	11 جلددوم	122	371 جلداول
43	122	12 جلددوم	124	373 جلداول
44	51	188 جلداول	51	129 جلداول
45	120	9 جلددوم	121	367 جلداول
46	123	19 جلددوم	125	377 جلداول
47	175	141 جلددوم	176	568 جلداول
48	206	248 جلددوم	199	652 جلددوم
49	235	308 جلددوم	238	814 جلددوم
50	35	169 جلداول	35	107 جلداول

دوم۔ علامہ رضی صاحبؒ کی ذمہ داری تھی کہ تمام خطبات میں ربط و تسلسل قائم کرنے کے لئے اپنے اندوختہ پر ترتیب کے لئے دوبارہ نظر ڈالتے۔

یہ معلوم ہو چکا کہ علامہ رضی صاحب رضی اللہ عنہ نے مختلف قسم کی کتابوں میں سے یہ خطبات نقل کر کے جمع کئے تھے۔ اور جو کچھ جہاں سے ملا لکھتے چلے گئے ہوں گے۔ اور نقل کرنے کے دوران وہ کسی ترتیب کا خیال تک بھی نہ رکھ سکتے تھے۔ لیکن سوال یہ ہے کہ جب وہ اپنا مطلوبہ ذخیرہ جمع کر چکے یا جب اُن کو جو کچھ مل سکتا تھا مل چکا تو اُس کے بعد اُنہوں نے خطبات کو ترتیب کیوں نہ دی؟ یعنی کیوں نہ اُنہوں نے جنگ جمل

Presented by Ziaraat.Com

اور صفین کے خطبات کو اُن کے موضوع یا تاریخ یا واقعات کے مطابق کر کے لکھا؟ یہ خیال اُنہیں کیوں نہ آیا کہ پہلی بات یا پہلا واقعہ پہلے آئے؟ اور آخری بات آخر میں لکھی جائے؟ کیوں اُنہوں نے جیسی بے ترتیبی اور منتشر حالت میں لکھا تھا، ہو بہو اُسی ترتیب اور منتشر حالت میں شائع کرنے یا نقل کرنے کے لئے دے دیا؟ حالانکہ انہوں نے اپنے مقدمہ میں اپنی دیدہ ریزی اور کاوش کا اس اہتمام سے ذکر کیا ہے کہ قاریوں پر اُن کا رعب طاری ہو جاتا ہے۔ لیکن حقیقت واقعی اُن کے خلاف ثابت ہے۔ انہوں نے خود ہی اپنے منصوبے کی اثر انگیزی کو باطل اور ضائع کر دیا ہے۔ رہ گئے بعد کے مترجمین اور شارحین اُن کی کثرت اُن لوگوں کی تھی جو قریشی مشن کے پیرو تھے۔ اس کثرت کا تو مقصد ہی یہ تھا کہ علی علیہ السلام اور اُن کے خطبات بے اثر و بے نتیجہ ہو کر رہ جائیں۔

Presented by Ziaraat.Com

مفتی جعفر حسین: خطبہ نمبر: 55

علی نقی طہرانی: خطبہ نمبر: 54

خُطبہ ﴿37﴾

1۔معاویہ اور طرفداران معاویہ کے ساتھ جہاد وقتال اسی طرح واجب تھا جس طرح کفارِ مکہ کے ساتھ واجب تھا۔دونوں مخالفِ اسلام تھے۔2۔علیؑ موت سے کسی حال میں نہیں ڈرتے تھے۔3۔اتمام حجت کے لئے لوگوں کو گمراہی سے نکلنے کا موقع دینا چاہیئے اور لوگوں کے اعتراض سے بچنے کے لئے جنگ میں جلدی کرنا غلط ہے۔4۔نورِ مرتضویؑ کی جھلک باعثِ ہدایت ہوتی ہے۔5۔گمراہی واضح کردینے کے بعد اہل شام کا قتل جائز تھا۔

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

اَمَّا قَوۡلُکُمۡ : اَکُلَّ ذٰلِکَ کَرَاهِيَةَ الۡمَوۡتِ ؟	1	رہ گیا تمہارا یہ کہنا کہ جنگ شروع کرنے میں یہ سب تاخیر موت سے ڈر کر کی جارہی ہے اور موت کا آنا اور مرنا ناگوار گزر رہا ہے؟
فَوَاللّٰهِ مَا اُبَالِیۡ دَخَلۡتُ اِلَی الۡمَوۡتِ اَوۡخَرَجَ الۡمَوۡتُ اِلَیَّ ؛	2	خدا کی قسم مجھے کبھی اس کی پرواہ نہیں رہی ہے کہ موت بڑھ کر میری طرف آتی ہے یا میں خود موت کی طرف پیش قدمی کرتا ہوں۔
وَاَمَّاقَوۡلُکُمۡ شَکًّافِیۡ اَهۡلِ الشَّامِ ؟	3	تمہاری دوسری بات یہ ہے کہ اہل شام سے جنگ کرنے میں مجھے کچھ شک ہو رہا ہے
فَوَاللّٰهِ مَادَفَعۡتُ الۡحَرۡبَ يَوۡمًا اِلَّا وَاَنَا اَطۡمَعُ اَنۡ تَلۡحَقَ بِیۡ طَائِفَةٌ فَتَهۡتَدِیَ بِیۡ ؛	4	میرا جواب یہ ہے کہ خدا کی قسم میں نے جنگ کو ایک دن کے لئے بھی نہیں ٹالا سوائے اس کے کہ مجھے یہ طمع رہی ہے کہ شاید ان میں سے کوئی گروہ آکر مجھ سے مل جائے اور یوں وہ میری تاخیر کی وجہ سے ہدایت پا جائے۔
وَتَعۡشُوَاِلٰی ضَوۡئِیۡ ؛	5	اور اپنی چندھیائی ہوئی آنکھوں سے میری روشنی دیکھ لے۔
وَذٰلِکَ اَحَبُّ اِلَیَّ مِنۡ اَنۡ اَقۡتُلَهَا عَلٰی ضَلَالِهَا وَاِنۡ کَانَتۡ تَبُوۡءُ بِآثَامِهَا ؛	6	اوران کا ہدایت یاب ہو جانا مجھے اس سے زیادہ پسند ہے کہ میں انہیں ہدایت کا موقع دیئے بغیر گمراہی میں قتل کر ڈالوں۔حالانکہ وہ سب اپنے گناہوں کے خود ذمہ دار ہیں۔

تشریحات:

جنگ صفین کے متعلق خطبات میں ربط وترتیب۔

جیسا کہ عرض کیا گیا ہے کہ آج تک کی موجودہ نہج البلاغہ میں جنگ صفین کے سلسلے میں جو خطبہ سب سے پہلے سامنے آتا ہے اُس کا سلسلہ نمبر پینتیس (35) ہے اور اُس میں جنگ صفین کی پہلی بات کی جگہ آخری بات یعنی تحکیم لکھ کر گویا جنگ صفین کے خطبات کو سر کے بل اُلٹا کھڑا

Presented by Ziaraat.Com

کر دیا گیا ہے۔لہٰذا ہم نے دنیا میں موجود تمام نہج البلاغاؤں کی ترتیب کے خلاف پینتیس (35) نمبر پر موجود قدیم ترتیب کا چھیالیسواں (46) خطبہ لکھا ہے اور قدیم ترتیب کے پینتیسویں خطبے کو اپنی ترتیب میں پچاسویں نمبر پر پہنچا دیا ہے۔یہ ردوبدل فطری اور واقعاتی تقاضا کے ماتحت کی گئی ہے۔اور اب آپ کو معلوم ہوگا کہ جنگ صفین کے سفر پر روانہ ہونے سے پہلے آپ نے اللہ سے بخیر وخوبی واپس آنے کی دعا کی ہے اور اسی دعا کو خطبہ نمبر 35 کی ذیل میں لکھا گیا ہے۔اس دعا میں حضوؑر نے اپنی اولاد اور اہل وعیال اور اموال اور اپنے نائب السلطنت کو اللہ کے سپرد کیا ہے۔ اور اللہ کو اپنا خلیفہ بنایا ہے۔پھر سوار ہو کر اپنی چھاؤنی نخیلہ میں قیام فرمایا،نصرت کے لئے آنے والوں کو جنگی ترتیب دی سرداروں کا تعین فرمایا اور اتمام حجت کیا۔ یہاں سے ملک شام پر فوج کشی کے لئے روانہ ہونے سے پہلے پھر خطبہ نمبر 36 دیا جس میں حمدِ خداوندی کا ہمہ وقت لازم ہونا بتاتے ہوئے فوج کی روانگی کے متعلق اپنا پروگرام سنایا اور روانہ ہو گئے۔

2۔ فوج کشی میں تاخیر کا مطلب قریش سے جہاد کا مشکوک ہونا نہ تھا۔اور نہ ہی آنحضرتؑ موت سے خائف تھے بلکہ اتمام حجت کرنا مطلوب تھا۔

خطبہ نمبر 37 قیامت تک آنے والے مسلمانوں کو یہ بتانے کے لئے دیا گیا ہے کہ علی علیہ السلام کے مخالف لوگوں پر بالکل اُسی طرح فوج کشی اور جہاد واجب تھا جس طرح عہد رسوؐل میں رسوؐل کے مخالفوں پر فوج کشی اور جہاد واجب تھا۔اور جس طرح مخالفوں کے مقتول جہنمی تھے اسی طرح جنگِ جمل وصفین میں مخالف لوگوں کے مرُدے جہنمی تھے۔رہ گیا دشمن کا مال غنیمت لوٹنا اور قیدیوں کو غلام وکنیز بنانا علیؑ کے نزدیک کبھی جائز تھا ہی نہیں۔اسی خطبے میں یہ بات واضح کی گئی ہے کہ جہاد کے دوران کسی اور کا مرنا یا خود حضرت علیؑ کا قتل ہونا۔ان باتوں سے حضوؑر کو نہ کوئی خطرہ تھا اور نہ وہ تکلف کرتے تھے۔اور اسی کا ذکر انہوں نے اپنے اس خطبہ 37 کے جملے 1 تا 6، میں فرمایا ہے۔

3۔ سوائے چند مومنین کے دونوں طرف کی کثرت جو کچھ سوچتی اور توقع کرتی تھی وہ وہی کچھ ہوتا تھا جو سابقہ خلفا نے عملاً اسلام کے نام پر کیا تھا۔

ابوبکر وعمر وعثمان نے اور اُن کے حمایتی صحابہ نے اُن ہزار ہا مسلمانوں کو مرتد (دین کو رد کر دینے والے) قرار دے دیا تھا۔جنہوں نے ابوبکر کو زکوٰۃ دینے سے انکار کیا تھا۔اور اُن کو قتل وغارت کرنا،لوٹنا، دھوکے اور فریب سے گھیر کر نماز کی جماعت کی حالت میں بھی قتل کر ڈالنا،اُن کو اور اُن کی ازواج اور عورتوں بچوں کو لونڈی غلام بنالینا،شادی شدہ اور کنواری لڑکیوں کو گرفتار کرتے ہی حلال کر لینا،قیدی عورت کی عدت کا بھی لحاظ نہ رکھنا،یعنی سب کے ساتھ زنا کو حلال کر لینا، جائز رکھا گیا۔چنانچہ عہدِ ابوبکر میں ہزار ہا عورتوں سے زنا کیا گیا۔ ہزار ہا مردوں کو غلام بنایا گیا۔ ہزار ہا مسلمان مردوں کو قتل کیا گیا۔ ہزار ہا لوگوں کو زندہ جلایا گیا۔ ہزار ہا لوگوں کے گھر لوٹے گئے مسمار کئے گئے۔جلاء وطن کئے گئے۔خلیفہ وقت کی مخالفت کی سزا میں تین روز تک مدینہ میں قتل عام کیا گیا۔مدینہ کے ہر گھر کو لوٹا گیا۔مدینہ کے صحابہ کی ازواج کو، بیٹیوں کو اور عورتوں کو حلال کر کے اُن سے مسلسل تین روز تک بارہ ہزار (12000) فوجیوں نے زنا کیا۔جس کے نتیجے میں ہزار ہا حرامی بچے پیدا ہوئے اور سب تابعین کہلائے۔ خلافت کے مخالفین کے ساتھ یہ سب کچھ پچیس (25) سال تک اُن لوگوں کے ساتھ کیا گیا جو مسلمان تھے،صحابہ رسوؐل تھے،نمازی وپرہیزگار تھے، حاجی اور تہجد گزار وروزہ دار تھے۔بس صرف حکومت وقت کے مخالف تھے۔اُنہیں اسلام سے ہرگز مخالفت نہ تھی۔وہ پرُامن مسلمان اور اللہ ورسوؐل کے فرمانبردار مسلمان تھے۔کسے شبہ ہوسکتا ہے اور کون ہے جو حضرت امام حسین علیہ السلام کے ایمان واسلام میں،خاندانِ رسوؐل کی مستورات

Presented by Ziaraat.Com

اورمَردوںؑ میں کوئی اسلامی عیب بتائے؟ کون ہے جو خاندان رسوؐل کے ننھے ننھے بچوں کو قصوروار قرار دے؟ مگر یہ سب قتل کئے گئے۔ پیاسے اور بھوکے رکھ کر تلوار و نیزہ سے قتل کئے گئے۔اُن کی مستورات کو رسوؐل کی بیٹیوں کو قیدی بنایا گیا۔ بازاروں محلوں اور گلی کوچوں میں تشہیر کیا گیا۔اُن کے ساتھ حیوانوں سے بدتر سلوک روا رکھا گیا۔صرف اس لئے کہ یہ سب حکومتِ وقت کے مخالف تھے۔حکومتِ وقت کے مخالفوں کے طرفدار تھے۔ حکومت وقتِ کے مخالفوں کی ازواج واولاد تھے۔ پھراس پچیس سال میں جو کچھ اہل کتاب اور غیر مسلموں کے ساتھ ہوا وہ نہایت قابل شرم وملامت ہے لاکھوں انسان قتل کئے گئے۔ پُرامن شہریوں کو تلوار کے گھاٹ اتارا گیا۔ساری اقوام عالم نے آدمؑ سے لے کر خاتمؐ تک جتنا زنا کیا ہوگا اس سے ہزاروں گنا زنا صحابہ رسوؐل اور پہلی صدی کے مسلمانوں نے کیا۔انہوں نے ساری دنیا کے ہمہ قسمی جرائم وفواحش وسنگدلی سے کئی گنا جرائم کئے۔خون کی ندیاں بہادیں (نہرالدم) ساری دنیا کو غلام وکنیز بناڈالا۔لوٹ کے مال ودولت سے عرب میں سیم وزر کی نہریں بہادیں۔ یہ سب کچھ دیکھتے اور سنتے چلے آنے والے مسلمان علیؑ سے وہی اُمید وتوقع رکھتے تھے جو خلفائے ثلاثہ کے زمانوں میں خود کرتے یا سنتے چلے آئے تھے۔اورحکومت کے مخالفین کے ساتھ وہ سب کچھ کرنا اپنے خودساختہ اسلام کی رُو سے جائز سمجھتے تھے۔

(الف) علیؑ کے خلاف مسلمانوں کو خوفزدہ اور مشتعل کرکے مجتمع اور متحد کرنے کے لئے ایسا اعلان جس پر فوراً یقین اور اشتعال پیدا ہو جائے۔

مودودی نے اپنے ڈھیلے اور محتاط انداز میں یہ تسلیم کیا ہے کہ حضرت علی علیہ السلام سے مسلمانوں کو لڑانے اور اپنے خون کا آخری قطرہ تک بہادینے کیلئے تیار کرنے میں وہ تمام سچی یا جھوٹی ٹیکنیک استعمال کی جاتی رہی جس سے علیؑ اور طرفداران علیؑ کو شکست دی جاناممکن ہو سکے۔ چنانچہ مودودی سے ایک ترکیب سنئے۔لکھا ہے:

''لوگوں نے خبراُڑائی کہ علیؑ یہ ارادہ رکھتے ہیں کہ بصرے کے تمام مردوں کو قتل اور عورتوں کو لونڈیاں بنالیں'' (خلافت وملوکیت صفحہ 131)

یہاں مودودی نے لفظ ''لوگوں'' کے پردہ میں قریشی لیڈروں اور بااثر لوگوں کو چھپادیا ہے۔عام لوگوں کی بات کا نہ عام لوگ اثر لیتے ہیں اور نہ بات اُڑانے میں کامیابی ہوتی ہے۔بات کا اثر تب ہوا کرتا ہے جب وہ بات معتبر اور بااثر لوگ کہیں۔لہٰذا خود بخود مودودی کے جملے کا مطلب یہ ہوجاتا ہے کہ: ''عائشہ اور دوسرے قریشی صحابہ اور لیڈروں نے پبلک کو بتایا کہ علیؑ کا ارادہ یہ ہے کہ بصرے کے تمام مَردوں کو قتل کردیں گے اور عورتوں اور بچوں کو لونڈی وغلام بنالیں گے''

اس لئے ہم نے مودودی کی باتوں کو ڈِھیلا اور محتاط قرار دیا ہے۔ بہرحال قارئین یہ سمجھتے ہیں کہ بات یا افواہ وہی اُڑائی جایا کرتی ہے جس پر سننے والوں کو یقین آجائے اور وہ بات اُڑانے، پھیلانے یا کہنے والوں کی منشا اور مقصد کے مطابق عمل کریں۔کسی کا یہ کہنا کوئی نتیجہ پیدا نہ کرے گا کہ:

''کل آسمان زمین پر گرے گا''

لہٰذا ثابت ہوا کہ پبلک کو معلوم تھا کہ ماضی کے خلفائے راشدین اپنے مخالف مومنوں اور کافروں کا قتل عام کرنا اور عورتوں اور بچوں کو لونڈی غلام بنانا اسلام کے نام پر جائز سمجھتے اور قتل عام کرتے اور لونڈی غلام بناتے رہے تھے۔لہٰذا علیؑ بھی زیادہ سے زیادہ خلیفہ راشد ہی ہوسکتے ہیں۔ چنانچہ اگر وہ بصرے کے تمام مردوں کو قتل کردیں اور تمام عورتوں اور بچوں کو کنیزیں اور غلام بنالیں تو یہ اُسی طرح جائز اور اسلام کے عین مطابق ہوگا جس طرح ابوبکروعمروعثمان کے زمانوں میں جائز اور اسلامی تھا۔

ظاہر ہے کہ ہر غیرت مند مرد مرجانا پسند کرے گا مگر یہ پسند نہ کرے گا کہ اس کی مائیں، بہنیں، بیٹیاں اور بیویاں قید ہو کر لونڈیاں بنائی

جائیں اور اُس کے بیٹے زندگی بھر غلامی کرتے رہیں۔ لہٰذا کافر ہوں یا مومن ہوں ایسے خطرے سے بچنے کے لئے اپنی جان و مال و دین و مذہب کو داؤ پر لگا دیں گے۔ اور کوشش کریں گے کہ ایسے دشمن کا ستیاناس کر دیں۔ قریشی لیڈروں کا، ابوبکر و عمر و عثمان کا، علیؑ کے خلاف پھیلایا ہوا تعصب واشتعال ہی تو تھا جو اُن کے خاندان یعنی آلِ رسولؐ کے قتل کا باعث ہوا۔ سو سال تک علیؑ وآلِ رسولؐ پر لعنت بھیجنے میں مددگار رہا۔ لاکھوں مساجد میں ہر جمعہ کو نام بنام علیؑ وآل رسولؐ پر لعنت ہوتی رہی نہ کسی نے کوئی احتجاج کیا نہ اُن کے دینِ اسلام میں کوئی خرابی پیدا ہوئی۔

(ب) **علیؑ نے ابوبکر و عمر و عثمان کے زیرِ بحث عملدرآمد کو نہ صرف اسلام کے بلکہ شرافت کے بھی خلاف قرار دیا۔ مگر مودودی نے چالاکی کی ہے۔**

علامہ مودودی نے مندرجہ بالا اشتعال انگیز افواہ کے ساتھ ہی مسلسل لکھا ہے کہ:

''حضرت علیؑ نے فوراً ہی اس کی تردید کردی اور فرمایا کہ: ''مجھ جیسے آدمی سے یہ اندیشہ نہ ہونا چاہئے'' یہ سلوک تو کافروں کے ساتھ کرنے کا ہے۔ مسلمانوں کے ساتھ یہ سلوک نہیں کیا جاسکتا'' (ایضاً صفحہ 131)

حضرت علی علیہ السلام کا تقدس، شرافت اور اعلیٰ درجہ کا کیریکٹر اگر سارے عرب میں مشہور و مقبول نہ ہوتا تو یہ جملہ کہنا فضول ہوتا کہ:

''مجھ جیسے آدمی سے یہ اندیشہ نہ ہونا چاہئے کہ علیؑ بھی قتل عام اور غلامی وکنیزی کو پسند کرتے ہوں گے''

یعنی میرے چال وچلن، عملدرآمد اور دینی تصورات سے واقفیت کے بعد مجھ سے ایسی توقع رکھنا بہت غلط ہے۔ اور جب کہ مجھ سے کسی ایسی حرکت کا سرزد ہونا دیکھا ہی نہ گیا ہو جو ایسی بے دینی کی توقع مجھ سے کرنا جائز کردے۔

(ج) **مودودی نے حضرت علیؑ کی زبانی کفار سے قتل عام اور غلام وکنیز بنانے کا سلوک لکھ کر خود اپنی تحریروں کے خلاف جرم کیا اور ابوبکر و عمر کا تحفظ کیا ہے**

مودودی نے حضرت علی علیہ السلام کی زبانی کفار کا قتل عام کرنا اور اُن کی عورتوں کو اور بچوں کو غلام وکنیز بنانا دراصل خلفائے ثلاثہ کے مظالم اور بے دینی پر پردہ ڈالنے کے لئے لکھا ہے۔ تاکہ قارئین یہ تاثر لے لیں کہ جب حضرت علی علیہ السلام نے فرمادیا ہے تو واقعی اسلام میں کفار کا قتل عام کرنا اور اُن کی عورتوں اور بچوں کو کنیزیں اور غلام بنانا جائز ہوگا۔ لیکن حضرت علیؑ کا نہ یہ عقیدہ تھا۔ نہ اس پر عمل تھا اور نہ ہی اسلام کسی قوم یا گروہ کے ساتھ اس سلوک کی اجازت دیتا ہے۔ اسلام میں جبر وظلم کی کسی حالت میں اجازت نہیں ہے۔

(د) **جنگ صرف جنگ کے جواب میں جائز ہے اور اس وقت تک جنگ جاری رہے گی جب تک مخالفین جنگ کرتے رہیں صلح یا شکست کے بعد جنگ نہیں۔**

اللہ کا حکم سنئے ارشاد ہے کہ: وَقَاتِلُوۡا فِیۡ سَبِیۡلِ اللّٰہِ الَّذِیۡنَ یُقَاتِلُوۡنَکُمۡ وَلَا تَعۡتَدُوۡا اِنَّ اللّٰہَ لَا یُحِبُّ الۡمُعۡتَدِیۡنَ۔ (سورہ بقرہ 2/190)

''اور تم اللہ کی راہ میں اُن لوگوں سے جنگ کرو جو تم سے جنگ کرتے ہیں۔ مگر تم زیادتی نہ کرنا۔ یقیناً اللہ زیادتی کرنے والوں کو محبوب نہیں رکھتا ہے''

مودودی کی تشریح۔ علامہ مودودی نے وضاحت کرتے ہوئے لکھا ہے کہ:

''۲۰۰؎ اس سے پہلے جب تک مسلمان کمزور اور منتشر تھے، اُن کو صرف تبلیغ کا حکم تھا، اور مخالفین کے ظلم وستم پر صبر کرنے کی ہدایت کی جاتی تھی۔ اب مدینے میں اُن کی چھوٹی سی شہری ریاست بن جانے کے بعد پہلی مرتبہ حکم دیا جارہا ہے کہ جو لوگ اس دعوتِ اصلاح کی راہ میں مسلح مزاحمت کرتے ہیں، اُن کو تلوار کا جواب تلوار سے دو'' (تفہیم القرآن جلد اول صفحہ 149)

اس آیت کے آخری حکم یعنی ''زیادتی نہ کرو'' کی وضاحت یہ کی کہ:

Presented by Ziaraat.Com

''۱۰۲؎ یعنی تمہاری جنگ نہ تو اپنی مادی اغراض کے لئے ہو، نہ اُن لوگوں پر ہاتھ اُٹھاؤ جو دین حق کی راہ میں مزاحمت نہیں کرتے، اور نہ لڑائی میں جاہلیت کے طریقے استعمال کرو۔ عورتوں اور بچوں اور بوڑھوں اور زخمیوں پر دست درازی کرنا۔ دشمنوں کے مقتولوں کا مُثلہ کرنا، کھیتوں اور مویشیوں کو خواہ مخواہ برباد کرنا اور دوسرے تمام وحشیانہ اور ظالمانہ افعال ''حد سے گزرنے'' کی تعریف میں آتے ہیں۔ اور حدیث میں ان سب کی ممانعت وارد ہے۔ آیت کا منشا یہ ہے کہ قوت کا استعمال وہیں کیا جائے جہاں وہ ناگزیر ہو، اور اسی حد تک کیا جائے، جتنی اُس کی ضرورت ہو'' (ایضاً صفحہ 150)

(ہ) حضرت علیؑ نے اس آیت اور تمام متعلقہ آیات پر ہر زمانہ میں سو فیصد عمل کیا ہے۔

قارئین نے اللہ کا واضح حکم دیکھ لیا اب یہ دیکھیں کہ اِس حکم اور اسی قسم کے دیگر احکام پر حضرت علی علیہ السلام نے سو فیصد عمل کیا ہے یہ حقیقت بھی مودودی صاحب ہی سے سن لیں لکھتے ہیں کہ:

''حضرت علیؑ نے اس جنگ جمل کے سلسلے میں جو طرزِ عمل اختیار کیا وہ ایک خلیفۂ راشد اور ایک بادشاہ کے فرق کو پوری طرح نمایاں کر دیتا ہے۔ اُنہوں نے اپنی فوج میں پہلے ہی یہ اعلان کر دیا کہ کسی بھاگنے والے کا پیچھا نہ کرنا۔ 2۔ کسی زخمی پر حملہ نہ کرنا۔ 3۔ اور فتحیاب ہو کر مخالفین کے گھروں میں نہ گھسنا۔ تمام مال جو لشکر مخالف سے ملا تھا اُسے مال غنیمت قرار دینے سے قطعی انکار کر دیا اور بصرے کی جامع مسجد میں اُس کو جمع کر کے اعلان فرما دیا کہ جو اپنا مال پہچان لے وہ لے جائے۔'' (خلافت وملوکیت صفحہ 131)

اور سنئے اسی صفحے پر لکھا ہے کہ:

2۔ ''بصرے میں داخل ہوئے تو ہر گھر سے عورتوں نے گالیوں اور کوسنوں کی بوچھاڑ کر دی۔ حضرت علیؑ نے اپنی فوج میں اعلان کیا تھا کہ:

''خبردار کسی کی بے پردگی نہ کرنا۔ کسی گھر میں نہ گھسنا۔ کسی عورت سے تعرض نہ کرنا خواہ وہ تمہیں اور تمہارے اُمراء اور صلحاء کو گالیاں ہی کیوں نہ دیں۔ ہم کو تو اُن پر دست درازی کرنے سے اُس وقت بھی روکا گیا تھا جب یہ مشرک تھیں۔ اب ہم اُن پر ہاتھ کیسے ڈال سکتے ہیں جب کہ یہ مسلمان ہیں۔ حضرت عائشہ کے ساتھ جو شکست خوردہ (دشمن۔ احسنؔ) فریق کی اصل قائد تھیں، انتہائی احترام کا برتاؤ کیا اور پوری حفاظت کے ساتھ اُنہیں مدینہ بھیج دیا'' (ایضاً صفحہ 131) اور سنئے چار صفحات کے بعد لکھا ہے کہ:

3۔ ''حضرت معاویہ کا لشکر دریائے فرات کے پانی پر پہلے قابض ہو چکا تھا۔ اُنہوں نے لشکر مخالف (علیؑ۔ احسنؔ) کو اس دریا کے پانی سے فائدہ اُٹھانے کی اجازت نہ دی۔ پھر حضرت علیؑ کی فوج نے لڑ کر اُن کو وہاں سے بے دخل کر دیا اور حضرت علیؑ نے اپنے آدمیوں کو حکم دیا کہ اپنی ضرورت بھر پانی لیتے رہو اور باقی سے لشکر مخالف کو فائدہ اُٹھانے دو'' (ایضاً صفحہ 135)

اور سنئے اگلے صفحہ پر لکھا ہے کہ: (جنگ صفین کا ذکر ہو رہا ہے)

4۔ ''محرم گزرنے کے بعد صفر 37ھ سے اصل فیصلہ کن جنگ شروع ہوئی۔ اور آغاز ہی میں حضرت علیؑ نے اپنی فوج میں یہ اعلان کر دیا کہ ''خبردار لڑائی کی ابتداء اپنی طرف سے نہ کرنا جب تک وہ حملہ نہ کریں۔ پھر جب تم انہیں شکست دے دو تو کسی بھاگنے والے کو قتل نہ کرنا۔ کسی زخمی پر ہاتھ نہ ڈالنا۔ کسی کو برہنہ نہ کرنا۔ کسی مقتول کی لاش کا مُثلہ نہ کرنا۔ کسی گھر میں نہ گھسنا۔ اُن کے مال نہ لوٹنا۔ اور عورتیں خواہ تمہیں گالیاں ہی کیوں نہ دیں اُن پر دست درازی نہ کرنا'' (ایضاً صفحہ 136 بابت جنگ صفین)

Presented by Ziaraat.Com

4۔ ابوبکروعمروقریش کی تمام حکومتوں نے کبھی کسی حالت میں اللہ اور قرآن کے احکام کی تعمیل نہیں کی اُنہوں نے مال ودولت بٹورنے کے لئے قرآن کی مخالفت کی۔

حضرت علی علیہ السلام کی سب سے بڑی خطا یہ رہی ہے کہ اُنہوں نے کبھی کسی حالت میں اللہ، رسولؐ اور قرآن کے خلاف کوئی اقدام نہ کیا۔اور ایسی حالت میں بھی سوفیصد دین کے پابند رہے جب کہ سارا ماحول، سارے مسلمان، سارے حالات اور دشمن کی تمام سازشیں مصلحت کوشی کا تقاضا کرتی رہیں اور کامیابی بے دینی ہی میں نظر آتی رہی۔حضرت علی علیہ السلام کے مخالفین کی تمام کامیابیاں بے دینی اور اللہ ورسولؐ اور قرآن کی مخالفت ہی کی رہین منت رہتی چلی گئیں۔

(الف) ابوبکروعمر نے قرآن کے خلاف بے قصور پرُامن اور نہتے شہریوں اور دیہاتیوں پر غارتگری یعنی لوٹ مار اور قتل عام اور قیدوبند جاری رکھا۔

اِس عنوان کو ثابت کرنے کے لئے ہم علامہ شبلی کی کتاب الفاروق کو سامنے لاتے ہیں تاکہ ایک صحابہ پرست اور ابوبکروعمر کے انتہائی جانبدار عالم کے قلم سے اُن دونوں قریشی خلفا کا مذہب اور قرآن کے خلاف عملدرآمد ثابت ہوجائے۔چنانچہ قارئین کتاب الفاروق حصہ اول کا صفحہ 38 (مطبع رحمانی پریس دہلی) ملاحظہ فرمائیں لکھا ہے۔

''پرویز کے بعد جو انقلابات حکومت ہوتے رہے اُس کی وجہ سے ملک (ایران۔احسنؔ) میں بدامنی پھیل گئی چنانچہ پُوران (دُخت) کے زمانہ میں مشہور ہوگیا کہ فارس میں کوئی وارثِ تاج وتخت نہیں۔برائے نام ایک ایوانِ شاہی میں بٹھار کھا ہے اس خبر کی شہرت کے ساتھ عراق میں قبیلہ وائل کے دوسرداروں مثنی شیبانی اور سوید عجلی نے تھوڑی جمعیت بہم پہنچا کر عراق کی سرحد حیرہ واَبلہ کی طرف غارتگری شروع کی (اخبار الطّوال ابوحنیفہ دینوری) یہ حضرت ابوبکر کی خلافت کا زمانہ تھا اور خالد سیف اللہ یمامہ اور دیگر قبائل عرب کی مہمات سے فارغ ہوچکے تھے۔مثنی نے حضرت ابوبکر کی خدمت میں حاضر ہوکر عراق پر حملہ کرنے کی اجازت حاصل کی مثنی خود اگرچہ اسلام لاچکے تھے۔لیکن اس وقت تک اُن کا تمام قبیلہ عیسائی یابت پرست تھا۔حضرت ابوبکر کی خدمت سے واپس آکر انہوں نے اپنے قبیلے کو اسلام کی ترغیب دی اور قبیلہ کا قبیلہ مسلمان ہوگیا (فتوح البلدان بلاذری صفحہ 241)۔ان نومسلموں کا ایک بڑا گروہ لے کر عراق کا رخ کیا۔اُدھر حضرت ابوبکر نے خالد کو مدد کے لئے بھیجا۔خالد نے عراق کے تمام سرحدی مقامات فتح کرلئے اور حیرہ پر علم فتح نصب کیا۔یہ مقام کوفہ سے تین میل ہے........ حضرت ابوبکر نے ربیع الثانی 13ھ بمطابق 634ء میں خالد کو حکم بھیجا کہ فوراً شام کو روانہ ہوں اور مثنیؔ کو اپنا جانشین کرتے جائیں۔خالد اُدھر روانہ ہوئے اور عراق کی فتوحات دفعتہً رک گئیں۔حضرت عمر مسند خلافت پر بیٹھے تو سب سے پہلے عراق کی مہم پر توجہ کی''

(الفاروق حصہ اول صفحہ 38-39)

قارئین علامہ شبلی کے اس بیان کو بار بار پڑھیں اور دوسرے خلیفہ کے متعلق علامہ شبلی کا بیان بھی سن لیں۔

(ب) عمر نے غارتگری میں شکست کھا کر بھی غارتگری بند نہیں کی ملکی وقومی تعصب بھڑکا کر تمام اقوام وقبائل کا متحدہ حملہ کیا۔

الفاروق میں لکھا گیا ہے کہ:

''اِس شکست نے حضرت عمر کو سخت برہم کیا اور نہایت زور شور سے حملہ کی تیاریاں کیں تمام عرب میں خطباء اور نقیب بھیج دیئے جنہوں نے پرُجوش تقریروں سے تمام عرب میں ایک آگ لگادی اور ہر طرف سے عرب کے قبائل اُمنڈ آئے قبیلہ ازد کا سردار مخنف بن سلیم سات سو

Presented by Ziaraat.Com

سواروں کوساتھ لے کر آیا۔بنوتمیم کے ہزار آدمی حصین بن معید کے ساتھ آئے حاتم طائی کے بیٹے عدی ایک جمعیت کثیر لے کر پہنچے۔اسی طرح قبیلہ رباب بنوکنانہ،قثم بن حنظلہ،بنوضبہ کے بڑے بڑے جتھے اپنے اپنے سرداروں کے ساتھ آئے۔یہ جوش یہاں تک پھیلا کہ نمرو تغلب کے سرداروں نے،جو مذہباً عیسائی تھے۔حضرت عمر کی خدمت میں حاضر ہوکر کہا کہ آج عرب وعجم کا مقابلہ ہے اس قومی معرکہ میں ہم بھی قوم کے ساتھ ہیں۔اِن دونوں سرداروں کے ساتھ اُن کے قبیلے کے ہزاروں آدمی تھے۔اور عجم کے مقابلہ کے جوش سے لبریز تھے۔اُدھر مثنی نے عراق کے تمام سرحدی مقامات میں انفبا بھیج کر ایک بڑی فوج جمع کر لی۔ایرانی جاسوسوں نے یہ خبریں شاہی دربار میں پہنچائیں۔پُوران دُخت نے حکم دیا کہ فوج خاصہ سے بارہ ہزار سپاہی انتخاب کئے جائیں اور مہران بن مہرویہ ہمدانی افسر مقرر کیا جائے مہران کے انتخاب کی وجہ یہ تھی کہ اُس نے خود عرب میں تربیت پائی تھی۔اور اس وجہ سے وہ عرب کے زور وقوت کا اندازہ کرسکتا تھا۔کوفہ کے قریب بُوَیب نام ایک مقام تھا۔اسلامی فوجوں نے یہاں ڈیرے ڈالے۔مہران پایہ تخت سے روانہ ہوکر سیدھا بُوَیب پہنچا اور دریائے فرات کو بیچ میں ڈال کر خیمہ زن ہوا۔صبح ہوتے ہی فرات اُتر کر بڑے سروسامان سے لشکر آرائی کی۔مثنی نے بھی نہایت ترتیب سے صفیں درست کیں۔فوج کے مختلف حصے کر کے بڑے بڑے ناموروں کی ماتحتی میں دیئے۔چنانچہ میمنہ پر ندعور،میسرہ پر نسیر،پیدل پر مسعود۔والنٹیئر پر عاصم،گشت کی فوج پر عصمہ کو مقرر کیا۔لشکر آراستہ ہو چکا تو مثنی نے اِس سرے سے اُس سرے تک ایک بار چکر لگایا۔اور ایک ایک علم کے پاس کھڑے ہوکر کہا کہ بہادرو۔دیکھنا! تمہاری وجہ سے تمام عرب پر بدنامی کا داغ نہ آئے۔عجمی اس طرح گرجتے ہوئے بڑھے کہ تمام میدان گونج اُٹھا۔مثنی نے فوج کو للکارا کہ گھبرانا نہیں یہ نامردانہ غل ہے عیسائی سردار جو ساتھ تھے اُن کو بلا کر کہا کہ تم اگرچہ عیسائی ہو لیکن ہم قوم ہو اور آج قوم کا معاملہ ہے میں مہران پر حملہ کرتا ہوں تم ساتھ رہنا اُنہوں نے لبیک کہا۔مثنی نے اُن عیسائی سرداروں کو دونوں بازوؤں پر لے کر دھاوا کیا اور پہلے ہی حملہ میں مہران کا میمنہ توڑ دیا اور لشکر کے قلب میں گھس گئے۔عجمی دوبارہ سنبھلے اور اس طرح ٹوٹ کر گرے کہ مسلمانوں کے قدم اُکھڑ گئے۔مثنی نے للکارا کہ مسلمانو کہاں جاتے ہو؟ میں کھڑا ہوں۔اس آواز کے ساتھ سب پلٹ آئے۔مثنی نے اُن کو سمیٹ کر پھر حملہ کیا۔عین اس حالت میں مسعود جو مثنی کا بھائی اور مشہور بہادر تھا زخم کھا کر گرا۔اُن کی رکاب کی فوج پیدل ہونا چاہتی تھی۔مثنی نے للکارا کہ مسلمانو میرا بھائی مارا گیا۔تو کچھ پرواہ نہیں شرفا یوں ہی جان دیا کرتے ہیں۔دیکھو تمہارے علم نہ جھکنے پائیں خود مسعود نے گرتے گرتے کہا کہ میرے مرنے سے بددل نہ ہونا۔دیر تک گھمسان کی لڑائی رہی۔انس بن ہلال جو عیسائی سردار تھا اور بڑی جان بازی سے لڑ رہا تھا زخم کھا کر گرا۔مثنی نے خود گھوڑے سے اُتر کر اُس کو گود میں لیا اور اپنے بھائی مسعود کے برابر لٹا دیا۔مسلمانوں کی طرف بڑے بڑے افسر مارے گئے۔لیکن مثنی کی ثابت قدمی کی وجہ سے لڑائی کا پلہ اسی طرف بھاری رہا عجم کا قلب خوب جم کر لڑا مگر کل کا کل برباد ہو گیا شہر براز جو ایک مشہور افسر تھا قرط کے ہاتھ سے مارا گیا۔تاہم سپہ سالار مہران ثابت قدم تھا اور بڑی بہادری سے تیغ بکف لڑ رہا تھا۔کہ قبیلہ تغلب کے ایک نوجوان نے تلوار سے اس کا کام تمام کر دیا مہران گھوڑے سے گرا تو نوجوان اُچھل کر اُس کے گھوڑے کی پیٹھ پر جا بیٹھا اور فخر کے لہجے میں پکارا کہ میں ہوں تغلب کا نوجوان اور رئیس عجم کا قاتل۔مہران کے قتل پر لڑائی کا خاتمہ ہو گیا عجم نہایت ابتری میں بھاگے۔مثنی نے فوراً پل کے پاس جا کر راستہ روک لیا کہ عجمی بھاگ کر نہ جانے پائیں۔مورخین کا بیان ہے کہ کسی لڑائی نے اس قدر بے شمار لاشیں اپنی یادگار میں نہیں چھوڑیں چنانچہ مدتوں کے بعد جب مسافروں کا اُدھر گزر ہوا تو اُنہوں نے جا بجا

Presented by Ziaraat.Com

ہڈیوں کے انبار پائے۔ اس فتح کا ایک خاص اثر یہ ہوا کہ عربوں پر جو رعب عجم کا چھایا ہوا تھا جاتا رہا اور اُن کو یقین ہو گیا کہ اب سلطنت کسریٰ کے آخیر دن آ گئے۔ خود مثنیٰ کا بیان ہے کہ اسلام سے پہلے میں بارہا عجم سے لڑ چکا ہوں۔ اس وقت سو عجمی ہزار عرب پر بھاری تھے اور آج ایک عرب دس عجمیوں پر بھاری ہے۔ اس معرکہ کے بعد مسلمان عراق کے تمام علاقہ میں پھیل پڑے۔ جہاں اب بغداد آباد ہے۔ وہاں اُس زمانہ میں بہت بڑا بازار (منڈی۔ احسن) لگتا تھا۔ مثنیٰ نے عین بازار کے دن حملہ کیا بازاری لوگ جان بچا کر اِدھر اُدھر بھاگ گئے اور بے شمار نقد و اسباب ہاتھ آیا'' (الفاروق حصہ اول صفحہ 42 تا 44)

(ج) اسلامی جہاد یا جنگ کی شرائط کو ابوبکر و عمر کی جنگوں میں تلاش کرنے کے لئے اللہ کی عائد کردہ شرائط کو یہاں تقابل کے لئے جمع کر لیں۔

قارئین کرام نے عراق پر فوج کشی، جنگیں اور فتح کے حالات شبلی کے قلم سے دیکھ لئے ہیں۔ اب یہ دیکھنا ہے کہ آیا ابوبکر اور عمر نے عراق پر فوج کشی سے فتح تک اللہ رسولؐ اور قرآن کے احکامات و قواعد و شرائط پر عمل کیا تھا یا نہیں۔ چنانچہ وہ شرائط جو اللہ و رسولؐ نے فوج کشی اور جہاد کے لئے عائد کئے ہیں ہم عنوان 3 کے (د) اور (ہ) میں بیان کر چکے ہیں۔ اُن میں پہلی شرط یہ ہے کہ:

(1) جنگ صرف اس حالت میں جائز ہے جب کہ مخالفین پہلے جنگ شروع کر دیں۔ دوسری شرط یہ ہے کہ:

(2) جنگ کا جواز مادی اغراض سے پیدا نہیں ہوتا۔ بلکہ مسلح مزاحمت یا تلوار کے جواب میں تلوار سے جواب دینا جائز ہوتا ہے۔

(3) عورتوں، بچوں اور بوڑھوں پر جنگ کے دوران بھی دست درازی نہیں کی جائے گی۔ اور

(4) زخمیوں اور بھاگنے والوں پر ہاتھ نہیں اُٹھایا جائے گا۔ اور

(5) کھیتوں، مویشیوں اور مکانات کو تباہ نہیں کیا جائے گا۔ اور

(6) مخالفوں کے گھروں میں گھسنا اور لوٹ مار کرنا جائز نہیں ہے۔ اور

(7) عورتوں سے تعرض کرنا، گالی کا جواب دینا۔ بے پردگی کرنا جائز نہیں اور

(8) مخالف پر پانی بند کرنا جائز نہیں ہے اور

(9) لاشوں کی بے حرمتی حرام ہے۔

(د) فتح عراق کے دوران ابوبکر و عمر نے مندرجہ بالا تمام شرائط کے خلاف عمل کیا تھا۔ اُن کی تمام جنگیں اور جنگی عمل در آمد فساد و غارتگری تھا۔

علامہ شبلی کے دونوں بیانات کا ایک ایک لفظ دوبارہ پڑھ کر دیکھیں آپ کو بار بار مندرجہ بالا نو (9) شرائط کی خلاف ورزی اور اللہ و رسولؐ کی مخالفت ملے گی۔ وہاں تو کہیں بھی یہ معلوم نہ ہو گا کہ پہلے اہل عراق نے عربی مملکت پر حملہ کیا یا کوئی جنگی الٹی میٹم دیا یا کسی مسلمان کو اُس کے مذہبی کاموں یا عبادت سے روکا تھا۔ اس کے برعکس بات یہ ہوتی ہے کہ دو (2) راہزنوں یا ڈاکوؤں یا غارتگروں مثنیٰ اور سوید نے ملک عراق میں راہزنی، لوٹ مار اور غارتگری مچا رکھی تھی۔ اُنہوں نے اپنی راہزنی، لوٹ مار اور غارتگری کو وسعت دینے کے لئے اُس راہزن، ڈاکو یا غارتگر سے مدد طلب کی جو بقول قرآن ساری دنیا کو راہزنی، لوٹ مار اور غارتگری سے فتح کرنا اور اپنے زیر نگین لانا چاہتا تھا (سورہ بقرہ 205-2/204۔ اور سورہ محمدؐ 47/22-23) اور وہ لعنتی شخص ابوبکر تھا (سورہ فرقان 29-25/27) جس نے بلا تکلف مثنیٰ کو راہزنی، لوٹ مار اور غارتگری کی سند عطا کر دی اور اس کی مدد کے لئے اپنی تمام ضروری مدد فراہم کر دی اور یوں عراق میں چاروں طرف قتل عام و لوٹ مار شروع ہو گئی مفتوحہ علاقے ابوبکر کی مملکت میں

Presented by Ziaraat.Com

شامل کئے جانے لگے اورلوٹ کا پانچواں حصہ ابوبکر کے یہاں پہنچنے لگا۔ابوبکر واصل جہنم ہوا تو عمر نے اُس کے مشن کو مذکورہ بنیادوں پر جاری رکھا۔
شبلی کے دونوں بیانات میں کہیں نہ اسلامی مقاصد کا ذکر ہوا ہے نہ لفظ جہاد اور اُس کی شرائط کی بات ہے۔جنگوں کی غرض وغایت غارتگری کوقرار دیا گیا ہے۔اور عمر نے یہ تشریح کردی ہے کہ یہ جنگیں ملکی اور قومی مقاصد کے لئے تھیں نہ کہ اسلام کے لئے۔چنانچہ عمر سے کہا گیا کہ: ''آج عرب وعجم کا مقابلہ ہے اس قومی معرکہ میں ہم بھی قوم کے ساتھ ہیں'' (عنوان ب) اور مثنیٰ نے عرب کے نام پر اپیل کی کہ: ''بہادرو دیکھنا تمہاری وجہ سے تمام عرب پر بدنامی کا داغ نہ آجائے'' اور مثنیٰ نے یہ اپیل بھی کی تھی کہ: ''تم اگر چہ عیسائی ہو لیکن ہم قوم ہو اور آج قوم کا معاملہ ہے'' معلوم وتحقیق ہوگیا کہ یہ غارتگری قوم وملک کے مفاد میں کی جارہی تھی۔اسلام سے یا اسلامی مقاصد سے اُن ناپاک اور شیطانی جنگوں کا کوئی تعلق نہ تھا۔اسلامی جہاد میں جنگ سے بھاگنے والوں کا نہ تعاقب کیا جاتا ہے نہ اُن کا راستہ روک کر اُن کوقتل کیا جاتا ہے۔لیکن ابوبکر وعمر کی غارتگرانہ جنگوں میں دنیا بھر کے غارتگروں نے جتنے بےقصور یا بےبس لوگوں کوقتل کیا تھا،اُن سب کی تعداد سے کئی گنا زیادہ لوگوں کوقتل کیا۔چنانچہ آپ نے یہ جملہ پڑھ لیا ہے کہ: ''مورخین کا بیان ہے کہ کسی لڑائی نے اس قدر بےشمار لاشیں اپنی یادگار میں نہیں چھوڑیں''

(ہ) ابوبکر وعمر کی جنگیں خواہ اندرون عرب ہوں یا بیرون عرب ہوں قرآن کے خلاف محض غارتگری،فساد فی الارض اور سنگدلانہ نسل کشی تھیں۔

جس قدر سنگدلی، بےرحمی اور انسانی تباہی ابوبکر وعمر کی قائم کردہ حکومت کی طرف سے ظہور میں آئی وہ سابقہ تمام ظالم وجابر اقوام کی طرف سے یا اُن کی ظالم وجابر حکومتوں کی طرف سے وقوع میں نہیں آئی تھی۔ابوبکر وعمر کے کرائے ہوئے قتلِ عام اور نہتے خالی ہاتھ لوگوں کا تہہ تیغ کیا جانا،سر جھکا کر بیٹھے ہوئے لوگوں کے سر قلم کرنا اگر لکھا جائے تو ایک مستقل کتاب درکار رہے۔ہم تو چند مثالیں ہی لکھ سکتے ہیں۔لہٰذا سنئے کہ عہد عمر میں اُسی ڈاکو مثنیٰ کے لئے لکھا جاچکا ہے کہ اُس نے ایک بازار یا ایک منڈی میں جب لوگوں نے دکانیں سجالیں اور اپنا مال واسباب گاہکوں کے لئے قرینہ سے لگا کر بیٹھ گئے تو مثنیٰ نے حملہ کر کے لوگوں کوقتل کرنا شروع کیا۔ظاہر ہے کہ بازار یا منڈی میں نہ دکاندار مسلح ہوتے ہیں نہ گاہک ہتھیار لگا کر آتے ہیں۔چنانچہ مثنیٰ کی فوج نے حملہ کیا تو شبلی کی تحریر کے مطابق:

''بازاری لوگ جان بچا کر اِدھر اُدھر بھاگ گئے اور بےشمار نقد واسباب ہاتھ آیا'' (الفاروق حصہ اول صفحہ 44)

غارتگری کی یہی مثال تاریخ طبری سے۔

ابوبکر وعمر کے ایک ڈاکو مثنیٰ کی غارتگری تاریخ طبری سے بھی سنتے چلیں لکھا ہے کہ:

(1) ''مثنیٰ نے پوچھا کہ اُن میں سے کون سی جگہ پہلے آتی ہے انہوں نے کہا کہ خنافس کی منڈی پہلے آتی ہے اس منڈی میں بکثرت لوگ آتے ہیں اور ربیعہ اور قضاعہ کے لوگ اُن کی حفاظت کے لئے پہرہ دیتے ہیں۔مثنیٰ نے اسی منڈی کی تیاری کردی۔اور جب انہوں نے اندازہ کیا کہ اب ٹھیک بازار کے دن وہاں پہنچ جائیں گے۔تو سوار ہوکر خنافس پہنچے اور اس کو لوٹ لیا۔وہاں سواروں کے دو دستے تھے۔ایک ربیعہ کا ایک قضاعہ کا قضاعہ کا سردار رومانس بن وبرد تھا اور ربیعہ کا سردار السلیل بن قیس تھا۔یہ لوگ وہاں کے محافظ تھے۔مثنیٰ نے بازار کو لوٹ لیا اور محافظوں کو زیر کرلیا۔اور اُسی روز صبح سویرے انبار کے دہقانوں کے پاس پہنچے وہ لوگ قلع گیر ہوگئے مگر جب انہوں نے مثنیٰ کو پہچانا تو اُن کے پاس آئے اور اُن کے لئے توشہ اور اُن کے گھوڑوں کے لئے چارہ وغیرہ مہیا کیا۔اور بغداد جانے کے لئے راہنما بھی ساتھ کئے مثنیٰ نے بغداد کا رُخ کیا اور ٹھیک صبح کے وقت وہاں پہنچ کر چھاپہ مارا'' (ترجمہ طبری حصہ دوم صفحہ 234)

Presented by Ziaraat.Com

اسی غارتگری اورلوٹ مارکودوسری روایت میں یوں لکھاہے کہ:

(2)''خنافس کی منڈی''''مذکورہ بالا واقعہ کے متعلق دوسری روایت یہ ہے کہ حیرہ کے ایک شخص نے مثنیٰ سے کہا کہ آپ کوایک ایسی بستی کا پتہ دیتے ہیں جہاں مدائن کسریٰ اورسواد کے تاجر جمع ہوتے ہیں۔وہ لوگ وہاں سال میں ایک مرتبہ جمع ہوتے ہیں اُن کے پاس اس قدر مال ہوتا ہے کہ گویا وہ جگہ بیت المال ہے اُن ہی دنوں میں اُن کا بازار لگتا ہے۔اگر آپ بے خبری کے عالم میں اُن پر چھاپہ مار سکتے ہیں تو اس قدر مال ہاتھ آئے گا کہ مسلمان دولت مند ہوجائیں گے اورآپ ہمیشہ کے لئے دشمنوں سے زیادہ قوی ہوجائیں گے''مسلسل لکھا ہے کہ:''**خنافس پراچانک چھاپہ مارنے کی تجویز**۔مثنیٰ نے دریافت کیا کہ اس مقام اور مدائن کسریٰ کے درمیان کتنا فاصلہ ہے؟اُنہوں نے کہا کہ پورا ایک دن یااس سے کم،مثنیٰ نے کہا کہ میں وہاں کس طرح جاؤں؟اُنہوں نے کہا کہ اگر آپ وہاں جانا چاہتے ہیں تو ہم آپ کومشورہ دیتے ہیں کہ آپ صحرا کے راستے سے خنافس پہنچ جائیں۔کیونکہ انبار کے لوگ وہاں جانے والے ہیں۔اگرانہوں نے خنافس کے لوگوں کو آپ کی اطلاع کردی تو وہ اپنے بچاؤ کا انتظام کرلیں گے۔وہاں سے آپ انبار کی طرف مڑ جائیں اور وہاں کے دہقانوں کوراہنما بناکر راتوں رات یلغار کرتے ہوئے وہاں پہنچ جایئے اور صبح کے وقت غارتگری کیجئے.......مثنیٰ روانہ ہوئے اور جب آدھا راستہ طے کرچکے تو مثنی نے پوچھا کہ اب وہ بستی کتنی دُور ہے؟راہنماؤں نے کہا کہ چار پانچ فرسخ دُور ہے۔مثنیٰ نے اپنے لوگوں سے کہا کہ تم میں سے حفاظت کے لئے کون آمادہ ہے؟بعض لوگوں نے اپنے آپ کوحفاظت کے لئے پیش کیا۔مثنیٰ نے اُن سے کہا کہ تم لوگ بہت ہوشیاری سے پہرہ دواور وہیں قیام کیا۔اورلوگوں سے کہا کہ تم لوگ ٹھہرو کھانا کھاؤ،وضوکرواور تیار رہواور طلایہ گرد جماعتوں کواطراف میں بھیجا۔جنہوں نے ہرطرف سے لوگوں کوروک دیا۔تاکہ کسی قسم کی خبریں نہ جانے پائیں۔جب سب کاموں سے فراغت ہوگئی تو آخرشب میں مثنیٰ روانہ ہوگئے۔اورصبح ہوتے ہی اُن کی منڈی میں پہنچ گئے۔اور تیغ زنی شروع کردی بہت لوگ قتل ہوئے اور جس قدر مال لے سکے لیا۔مثنیٰ نے مسلمانوں کوحکم دیا تھا کہ صرف سونا اور چاندی لو،اور ہرشخص اتنا سامان لے جتنا کہ وہ اپنی سواری پرلاد سکے۔بازار کے سب لوگ بھاگ گئے سونا چاندی اورنفیس ترین برتن سامان مسلمانوں کے ہاتھ آیا''(ایضاًترجمہ طبری حصہ دوم صفحہ 234 تا236)

غارت گری کی دوسری مثال: چند صفحات پہلے مثنیٰ کے لئے لکھاہے کہ:

''مثنیٰ نے سواد کے علاقہ میں لوٹ مچادی''(ایضاً صفحہ 333)اور سنئے:

غارت گری کی تیسری مثال:

''عطیہ ابن الحارث کی روایت ہے کہ جب مہران ہلاک ہوگیا تو مسلمانوں کوسواد کے تمام علاقے پراُن کی فرودگاہ سے لے کر دجلہ تک دست برد کرنے کا پورا موقع مل گیا۔اوراُنہوں نے بے خوف ہوکرلوٹ مچادی''(ایضاً صفحہ 331)ایک صفحہ پہلے لکھاہے کہ:

غارت گری کی چوتھی مثال:

''اگرآپ ہم کوپیش قدمی کی اجازت دیتے ہیں تو دشمنوں کوزیرکرنا کچھ مشکل نہیں ہے۔مثنیٰ نے اُن کوپیش قدمی کی اجازت دے دی۔اس لئے وہ لوگ غارت گری کرتے ہوئے ساباط تک پہنچ گئے۔اہل ساباط قلعہ بند ہوگئے اس کے قرب وجوار کے دیہات مجاہدین نے لوٹ لئے''(ایضاً صفحہ 330)اورملاحظہ فرمائیں لکھتے ہیں کہ:

Presented by Ziaraat.Com

''اس کے بعد خالد نے بغداد کے بازار پر العال کی منڈی کی طرف سے چڑھائی کی اور اس کے لئے مثنیٰ کو بھیجا۔ مثنیٰ نے اُس بازار پر حملہ کیا۔ اُس میں قضاعہ اور بکر کے لوگ جمع تھے۔ اس بازار کا تمام مال، مالِ غنیمت میں شامل کرلیا گیا۔ اس کے بعد خالد عین القمر پہنچے اور اُس کو بجبر فتح کیا۔ جنگ جو لوگوں کو قتل کیا اور باقی افراد کو لونڈی غلام بنالیا۔ اور اُن کو ابوبکر کی خدمت میں بھیج دیا'' (ایضاً صفحہ 223-222)

سنتے جایئے اور اُن پر لعنت بھیجتے جایئے۔ لکھا ہے کہ:

غارت گری کی پانچویں مثال:

''پھر اُن (مثنیٰ) کو اہل دبا اور حوران کا ایک قافلہ مل گیا۔ دیہاتیوں کو مسلمانوں نے قتل کردیا اور اُن کے سواری کے جانور جو فاضل تھے لے لئے۔ اس لوٹ میں بنی تغلب کے تین چوکیدار بھی ہاتھ آئے۔ مثنیٰ نے اُن سے کہا تم میری راہبری کرو۔ اُن میں سے ایک نے کہا کہ اگر تم مجھ کو جان و مال کی امان دیدو تو میں تم کو بنی تغلب کے ایک خاندان تک پہنچا دیتا ہوں۔ جن کے پاس سے میں آج ہی صبح کو آرہا ہوں۔ مثنیٰ نے اس کو امان دے دی۔ اور اُس کے ساتھ روانہ ہوئے۔ دن بھر چلنے کے بعد جب رات ہوگئی تو اچانک اُن لوگوں کے سروں پر پہنچ گئے۔ چوپائے پانی پی کر واپس ہو رہے تھے۔ لوگ اپنے گھروں کے صحنوں میں بے فکر بیٹھے تھے۔ کہ مثنیٰ نے غارتگری کرکے جنگ جو لوگوں کو قتل کیا۔ اور عورتوں اور بچوں کو لونڈی غلام بنایا۔ اور جو کچھ سامان ہاتھ آیا لاد کرلے آئے'' (ایضاً صفحہ 338) اور سنئے:

غارت گری کی چھٹی مثال:

''مثنیٰ کو خبر ملی کی دشمنوں کے بیشتر لوگ چارے کی خاطر دجلہ کے کنارے پر موجود ہیں۔ اس لئے مثنیٰ اُن کی طرف روانہ ہوئے۔ مثنیٰ نے دشمنوں کے پیچھے حذیفہ کو بھیجا اور اُن کے پیچھے خود چلے۔ تکریت کے قریب دشمنوں کو جالیا۔ اور پانی میں گھس گھس کر اُن کو پکڑا۔ مسلمانوں کو بہت سا مال غنیمت ملا۔ ایک ایک آدمی کے حصے میں پانچ پانچ چوپائے اور لونڈی غلام آئے'' (ایضاً صفحہ 338)

(و) غارت گری کی مثالوں کے بعد اب بے بسوں بیکسوں اور شکست خوردہ بھاگنے والوں کے قتل عام کی چند مثالیں دیکھیں۔

ابوبکر کا سنگدلانہ خط: ''اِس موقع پر ان باغیوں کو بغیر کسی رحم کے ایسی سزا دو کہ جو دوسروں کے لئے باعث عبرت ہو۔ اُن کا صفایا کرکے تم میرے آئندہ حکم تک اعلاب ہی میں مقیم رہنا'' (ایضاً صفحہ 144) یعنی توبہ اور معافی کی گنجائش نہیں ہے۔

آگے چلنے سے پہلے یہ نوٹ کرلیں کہ:

علیؑ کا مقام: ''اگر علیؑ نے اسلام کے حقیقی باغیوں کو اُن کی جنگی کارروائیوں کی قرآنی سزائیں (مائدہ 5/33) دے دی ہوتیں اور رحم و کرم سے کام نہ لیا ہوتا تو حکومت تو الگ قریش کا دنیا میں نام و نشان تک نہ ہوتا''۔

ابوبکر کا دوسرا خط: پورے قبیلے کے قتل عام کا حکم سنئے:

''ابوبکر نے خالد کو ایک خط بھیجا تھا جس میں خالد کو حکم دیا تھا کہ اگر اللہ عزوجل اُن کو فتح دے تو وہ بنی حنیفہ کے اُن تمام مردوں کو جن کی داڑھی نکل آئی ہے قتل کردیں'' (ایضاً صفحہ 119) اور ملاحظہ ہو:

ابوبکر کا ایک اور خط:

''حضرت ابوبکر نے مغیرہ بن شعبہ کے ذریعہ مہاجر کو یہ حکم بھیجا کہ جب تم کو میرا خط ملے اور تم کو اس وقت تک فتح نہ ہوئی ہو۔ تو جب تمہیں

Presented by Ziaraat.Com

دشمن پر فتح حاصل ہوتو اگر بزورشمشیر مغلوب کیئے گئے ہوں تو تم اُن کے جنگ جو مردوں کو قتل کر دینا۔ اور اُن کے اہل وعیال کو قید کر لینا۔ یا اب وہ میرے تصفیے پر ہتھیار رکھ دیں تو اس کی اجازت دو اور اگر اس خط کے پہنچنے سے پہلے مصالحت ہو چکی ہو تو اب یہ کیا جائے کہ وہ جلاء وطن کردیئے جائیں۔ کیونکہ اِن کی اس بغاوت اور شورش کے بعد اس بات کو برا سمجھتا ہوں کہ اُن کو اُن کے مکانوں میں رہنے دیا جائے تا کہ یہ کچھ تو اپنی بدکرداری کا خمیازہ بھگتیں اور اُن کو معلوم ہو کہ جو حرکت انہوں نے کی ہے وہ بہت نازیبا ہے'' (ایضاً163-162)

(1) بھاگے ہوئے لوگوں کا بے دریغ قتل عام:

مہاجر صنعا آئے اور انہوں نے حکم دیا کہ تمام مفروروں کی تلاش اور تعاقب کر کے سرکوبی کی جائے چنانچہ مسلمانوں نے جس پر قابو پایا اُنہوں نے اُسے بے دریغ بری طرح قتل کر دیا۔ کسی سرکش کو معاف نہیں کیا گیا'' (ایضاً صفحہ 154)

(2) ہتھیار رکھوا کر نہتے مخالفوں کو قتل کرنا:

''مثنیٰ روانہ ہو کر عورت کی نہر پر پہنچے اور اُس قلعے کے پاس آئے جہاں وہ عورت مقیم تھی۔ مثنیٰ نے اُس جگہ معنیٰ بن حارثہ کو چھوڑا، اُنہوں نے اُس عورت کو اُس کے محل میں محصور کر لیا۔ اور خود مثنیٰ نے آگے بڑھ کر اُس کے شوہر کو گھیر لیا۔ اور اُس سے اور اُس کی فوج سے جبراً ہتھیار رکھوا لئے اور سب کو قتل کر دیا اور اُن کے تمام مال پر قبضہ کر لیا'' (ایضاً صفحہ 179)

(3) قیدیوں کو قتل کر کے خون کی نہر بہا دینا:

''خالد بن ولید نے اعلان کر دیا قید کرو، قید کرو...... اسلامی فوجیں قیدیوں کو گرفتار کر کے ہانک ہانک کر لانے لگیں۔ اور خالد نے کچھ لوگوں کو متعین کر دیا کہ اُن کی گردنیں اُڑا کر اُن کا خون نہر میں بہاتے رہیں۔ یہ عمل ایک رات اور ایک دن ہوتا رہا۔ اگلے دن اور اُس کے بعد دوسرے روز نہرین تک اور الیس کے چاروں طرف اُتنے ہی فاصلے سے دشمنوں کو پکڑ پکڑ کر لاتے گئے اور قتل کرتے گئے۔ خالد نے نہر کا پانی روک دیا تھا جب آپ نے نہر میں دوبارہ پانی جاری کرایا تو خالص سرخ خون بہتا ہوا نظر آنے لگا۔ اِس واقعے کی وجہ سے یہ نہر آج تک خون کی نہر (نہر الدم) مشہور ہے'' (ایضاً صفحہ 187)

(4) قتل عام کے بعد شہروں اور مکانوں کا گرانا اور لوٹ مار کرنے کا اقرار:

''جب خالد اُلیس کی فتح کے بعد امغیشیا آئے تو اُن کے آنے سے پہلے ہی وہاں کے باشندے بستی چھوڑ کر بھاگ گئے اور سواد میں منتشر ہو گئے۔ خالد نے امغیشیا اور اُس کے قرب وجوار کے تمام مکانات منہدم کرا دیئے۔ امغیشیا حیرہ کے برابر کا شہر تھا۔ فرات العجلی کہتے ہیں کہ ذات السلاسل سے لے کر امغیشیا کے واقعہ تک مسلمانوں کو اس قدر مال غنیمت کہیں حاصل نہیں ہوا جتنا کہ امغیشیا میں حاصل ہوا'' (ایضاً صفحہ 189)

(5) شکست خوردہ لوگوں اور قیدیوں کا تعاقب اور قتل اور لاشوں کا انبار:

''خالد نے قلعہ کی طرف پسپا ہونے والوں کا پیچھا کیا اور اتنے آدمی قتل کیئے کہ اُن کی لاشوں سے قلعے کا دروازہ مسدود ہو گیا۔ پھر جودی کو بلا کر اس کی گردن ماری اور تمام قیدیوں کو قتل کر دیا۔ مسلمان قلعہ میں گھس گئے لڑنے والوں کو قتل کیا گیا نو عمروں کو لونڈی غلام بنا کر نیلام کیا گیا'' (ایضاً صفحہ 214)

Presented by Ziaraat.Com

(6) شب خون مار کر قتل عام اور لوٹ مار، غلام اور کنیزیں:

''اِن تینوں سرداروں نے ربیعہ کی فوج پر اور اُن لوگوں پر جو بڑی شان سے لڑنے کے لئے جمع ہوئے تھے۔ شب خون مارا اور تلواریں سونت کر اُن کا ایسا صفایا کیا کہ کوئی بھاگ کر کہیں خبر بھی نہ دے سکا۔ اُن کی عورتیں گرفتار کرلی گئیں۔ بیت المال کا خمس نعمان بن عوف بن نعمانی شیبانی کے ذریعہ ابوبکر کی خدمت میں بھیجا گیا اور باقی مال غنیمت اور عورتیں مجاہدین میں تقسیم کردی گئیں'' (ایضاً صفحہ 219)

(7) چھاپہ مارنا، لوٹ مار اور ہتھیار ڈالنے والوں کا قتل عام:

''خالد نے یہاں سے روانہ ہو کر عین التمر والوں پر چھاپہ مارا جس میں اُن کو بہت سا مال غنیمت حاصل ہوا۔ اس کے بعد آپ نے اس کے ایک قلعہ کو، جس میں کسریٰ نے جنگجو لوگوں کو متعین کر رکھا تھا محصور کرلیا۔ جب اُنہوں نے ہتھیار ڈال دیئے تو اُن کو قتل کر دیا۔ عین التمر میں اور اس قلعے میں بہت سے لونڈی غلام ہاتھ آئے۔ خالد نے اُن سب کو ابوبکر کی خدمت میں بھیج دیا'' (ایضاً صفحہ 261)

(8) اَسی ہزار (80,000) مخالفوں کو بھاگتے ہوئے گھیر گھیر کر قتل کرنا:

''مسلمانوں نے پسپا ہونے والوں کا تعاقب کیا۔ وہ سمجھتے تھے کہ دشمن ابھی مدافعت کے لئے جمنا چاہتا ہے۔ مگر بعد میں معلوم ہوا کہ وہ لوگ سخت حیران و پریشان اور اپنے ٹھکانے سے بالکل ناآشنا لوگ ہیں۔ شکست اور پریشانی نے اُن کو دلدل اور کیچڑ میں دھکیل دیا۔ مسلمانوں کی فوج کے آگے کے دستوں نے جو دشمن کے قریب تھے۔ اُن کا تعاقب کیا رومی دلدل میں دھنس دھنس گئے۔ اُن کی یہ کیفیت ہوگئی کہ کوئی اُن کو چھوتا تو وہ روکتے نہ تھے۔ مسلمانوں نے اُن کو نیزوں کے کچوکے دیئے۔ دشمنوں کو ہزیمت تو محل میں ہوئی اور دلدل میں قتل ہوئے اس روز اَسی ہزار (80,000) رومی قتل ہوئے تھے'' (ایضاً صفحہ 291)

(9) ایک لاکھ آدمیوں کو تعاقب کے دوران گھیر گھیر کر قتل کر ڈالا:

''خالد نے اپنی فوج کو حکم دیا کہ اُن کا پیچھا کرو اور اُن کو دم نہ لینے دو۔ چنانچہ ایک ایک رسالدار اپنے دستے کے تیروں سے دشمن کے بڑے بڑے گروہ کو گھیرتا اور اس کے بعد تلوار کے گھاٹ میں اُتارتا تھا۔ فراض کی لڑائی میں عین میدان جنگ میں اور پھر تعاقب میں ایک لاکھ آدمی کام آئے'' (ایضاً 221)

(10) جنگ کے علاوہ ایک لاکھ بیس ہزار قیدیوں اور شکست خوردہ لوگوں کا قتل عام:

''پھر خالد اور مسلمان پیدل لوگوں کی طرف متوجہ ہوئے اور اُن کو کاٹ کاٹ کر یہ حالت کردی کہ گویا کہ ایک عظیم الشان دیوار تھی جو منہدم ہوگئی۔ رومی اپنی خندق میں گھس گئے۔ خالد وہاں بھی پہنچے وہاں سے جان بچا کر رومیوں نے داقور کی گھاٹی کا رخ کیا۔ جن لوگوں کے پاؤں میں بیڑیاں اور زنجیریں تھیں وہ اس گھاٹی میں دھڑادھڑ گرنے لگے۔ بلکہ اُن میں سے جو لڑنے کے لئے جم کر کھڑا ہوتا اُس کو وہ لے مرتا جس کے دل میں دہشت طاری ہوتی۔ ایک ایک کرکے گرنے سے دس دس کی جان پر آبنتی۔ ذرا دو آدمی جھکتے اور اُن کے ساتھ کے باقی لوگ بے بس ہوجاتے۔ ایک لاکھ بیس ہزار رومی واقور کی گھاٹی کی نذر ہوئے۔ اُن میں سے اَسی ہزار (80,000) پابجولان تھے۔ اور چالیس ہزار کھلے ہوئے۔ یہ تعداد اُن سواروں اور پیدلوں کے علاوہ ہے جو معرکے میں قتل ہوئے۔ اس جنگ کے مال غنیمت میں ہر سوار کو پندرہ سو کا حصہ دیا گیا'' (ایضاً 243-242)

Presented by Ziaraat.Com

(11) بیکسوں اور معزز سرداروں کا نہایت شرمناک قتلِ عام:

''فیقاء اور بعض دوسرے معزز رومی سرداروں نے مارے شرم اور غیرت کے اپنی ٹوپیوں سے اپنے منہ چھپالئے۔ اور بیٹھ گئے۔ اور کہا کہ آج اگر ہم نصرانیت کی حمایت کرنے اور یوم مسرت دیکھنے کے قابل نہیں ہیں تو ہم اس ذلت اور بدبختی کے دن کو بھی دیکھنا نہیں چاہتے۔ چنانچہ اُن لوگوں کو اُسی حالت میں قتل کر دیا گیا۔'' (ایضاً243)

5۔ اللہ نے قرآن میں جو کچھ فرمایا تھا قریش کی حکومتوں اور حکمرانوں نے اُسے لفظ بلفظ ہی نہیں بلکہ بار بار اور بڑھ چڑھ کر پورا کر دیا۔

یہاں قارئین سوچیں اور اُن مسلمانوں کی ذہنیت پر غور کریں جو ابوبکر و عمر و عثمان کی جنگوں کو اسلامی جنگیں یا جہاد مانتے ہیں۔ اگر یہ جنگیں اور جہاد اسلامی جنگ و جہاد تھا تو پھر اُس اسلام کے متعلق سوچیں جو قریش نے اختیار کیا تھا؟ اگر آپ یا کوئی اور شخص قریش کے اسلام اور قریش کی جنگوں اور دوسرے اعمال و اقوال و عقائد کو قرآن کے سامنے رکھیں تو وہ قریش اور اُن کے دین کو ابلیسی نظام کے علاوہ کچھ اور نہ بتائے گا۔ اللہ نے قریشی راہنما یعنی عمر کیلئے فرمایا تھا کہ: وَاِذَا تَوَلّٰی سَعٰی فِی الْاَرْضِ لِیُفْسِدَ فِیْهَا وَیُهْلِکَ الْحَرْثَ وَالنَّسْلَ وَاللّٰهُ لَا یُحِبُّ الْفَسَادَ۔ (بقرہ2/205) ''اور جیسے ہی وہ اپنی قومی حکومت بنالے گا تو ساری دنیا میں فساد پھیلانے کی اور کھیتوں کو تباہ کرنے کی اور تمام انسانی نسلوں کو ہلاک کرنے کی کوشش کرے گا۔ اور اللہ فساد اور فسادیوں کو پسند نہیں کرتا ہے''

یہ عہد رسولؐ کا وہ شخص ہے جو رسولؐ سے کھل کر ہی نہیں بلکہ جھگڑے کی حد تک بات کرنے میں جری و بے باک ہے۔ اور جس کی دنیاوی اسکیموں کو رسولؐ اللہ حیرانی کی حد تک پسند کرتے ہیں۔ مگر درحقیقت وہ اپنی اسکیموں میں رسولؐ اللہ کا مدمقابل اور بڑا خطرناک دشمن ہے۔ (بقرہ 2/204) اور یہ تمام صفات اسلامی ریکارڈ (بخاری) میں عمر کے لئے سب کی مسلمہ ہیں۔

قریشی حکمرانوں کے لئے فرمایا تھا کہ: فَهَلْ عَسَیْتُمْ اِنْ تَوَلَّیْتُمْ اَنْ تُفْسِدُوْا فِی الْاَرْضِ وَتُقَطِّعُوْٓا اَرْحَامَکُمْ۔ (47/22)

''چنانچہ تم سے اِس کے سوا اور کیا توقع کی جاسکتی ہے کہ اگر تم حاکم ہوگئے تو ساری دنیا میں فساد پھیلا دو گے اور اپنے ارحام کو کاٹ ڈالو گے'' (محمدؐ 47/22)

قارئین پچھلی مثالیں دیکھ کر فیصلہ کرلیں کہ ابوبکر و عمر اور اُن کی جانشین حکومتوں نے قرآن کی پیشگوئی کو اُس انتہائی حد و د تک پورا کر دکھایا۔ اب اگر عائشہ، طلحہ، زبیر، معاویہ اور یزید بھی اپنے بزرگوں کے رویہ اور اُن کے دین پر عمل کریں تو تعجب کی ضرورت نہیں پڑتی۔ چنانچہ انہوں نے حضرت علی علیہ السلام کے ساتھ اور اُن کی رعایا کے ساتھ وہ تمام طریقے استعمال کئے جو ابوبکر و عمر نے استعمال کئے تھے۔ مگر حضرت علیؑ نے اُن سب کے مقابلے پر ہمیشہ قرآن و اسلام کی پیروی کی۔ ذرہ برابر ظلم و جبر و مکر استعمال نہ کیا اور اُن کی تمام شیطانی چالوں کو مات دی۔ اور خود اُن کے علما سے اپنی مدح و ثنا اور اُن کی مذمت کرائی۔ عملاً انہیں لعنتی ثابت کر دکھایا (سورہ محمدؐ 47/23)

(الف) عائشہ، طلحہ اور زبیر نے اُسی طرح حالت نماز میں چھاپہ اور شبخون مارا جس طرح ابوبکر و عمر کے زمانہ میں ہم دکھا چکے ہیں۔

ہم لکھ چکے ہیں کہ عہد مرتضوی کے مسلمان بجاطور پر وہ سب کچھ جائز سمجھتے تھے جو انہوں نے ابوبکر و عمر و عثمان کے زمانوں میں ہوتے دیکھا تھا اور اُن کی کثرت اُن کی شریک کار رہی تھی۔ چنانچہ جنگ جمل کی تیاری کے سلسلے میں عائشہ طلحہ اور زبیر نے بصرہ پر قبضہ کرنے کے لئے پہلے ایک تحریری معاہدہ کیا اور بصرہ کے مرتضوی گورنر عثمان بن حنیف کو فریب دیا اور اچانک حملہ کر کے حالت نماز میں گورنر اور تمام نمازیوں کو گرفتار کرلیا اور

Presented by Ziaraat.Com

شرمناک مظالم کیئے۔ڈاکٹر طہٰ حسین سے سنئے لکھتے ہیں کہ:

''مگر اس کے باوجود عثمان بن حنیف کے ساتھ بصرہ والوں کی ایک زبردست فوج جمی رہی اور شدید معرکہ رہا اور کافی لوگ زخمی ہوئے۔ اس کے بعد روک تھام ہوئی اور حضرت علیؑ کے آنے تک مصالحت ہوگئی۔ایک معاہدہ لکھا گیا۔جس کی رُو سے عثمان بن حنیف بدستور حاکم مقرر رہے۔اوراُن ہی کے قبضے میں ہتھیار اور بیت المال رکھا گیا۔اور حضرت زبیر حضرت طلحہ اور حضرت عائشہ کو یہ آزادی دی گئی کہ وہ بصرہ میں جہاں چاہیں قیام کریں۔ بظاہر لوگوں میں اَمن وامان کی کیفیت پیدا ہوگئی۔عثمان بن حنیف معمول کے مطابق نماز پڑھانے، مال تقسیم اور شہر کا انتظام کرنے چلے گئے۔لیکن بصرہ میں آنے والی یہ قوم آپس میں مشورہ کرنے لگی۔ایک نے کہا کہ اگر ہم علیؑ کے آنے تک رُکے رہے تو وہ ہماری گردنیں ماردیں گے۔چنانچہ اُنہوں نے عثمان بن حنیف پر شب خون مارنے کا فیصلہ کرلیا۔رات نہایت تاریک اور اُس میں سخت آندھی چل رہی تھی۔اُن لوگوں نے موقع غنیمت جان کر عثمان پر ایسی حالت میں حملہ کردیا کہ وہ عشا کی نماز پڑھارہے تھے۔ اُن کو بری طرح مارا پیٹا۔اُن کی داڑھی مونچھ کے بال نوچ لئے۔اس کے بعد بیت المال کا رُخ کیا۔وہاں کے چالیس پہرہ داروں کوقتل کیا۔اور عثمان بن حنیف کو قید کرکے انہیں اذیتیں پہنچائیں۔اب تو بصرہ والوں کی ایک جماعت برافروختہ ہوگئی۔اُس کو اس بدعہدی کا امیر عثمان بن حنیف کے ساتھ اس زیادتی کا،اور بیت المال پر اس طرح دھاوا کردینے کا بڑا رنج ہوا۔وہ شہر سے بچتے ہوئے ایک طرف نکل آئی تاکہ لڑائی شروع کردے اور جس بات پر اتفاق ہوا تھا۔کہ کوئی کسی سے تعرض نہ کرے اُس کی حمایت کرے۔یہ جماعت قبیلہ ربیعہ کے لوگوں کی تھی۔اس کی قیادت حکیم بن جبلہ عبدی کررہا تھا۔اس کے مقابلے کے لئے حضرت طلحہ اپنی قوم کے کچھ لوگوں کو ساتھ لے کر نکلے اور لڑنے لگے۔حضرت طلحہ کے ساتھیوں نے حریف کے ستر (70) سے زیادہ آدمیوں کا صفایا کردیا۔حکیم ابن جبلہ بھی بڑی بے جگری سے مقابلہ کرنے کے بعد مارا گیا۔بعد میں اس کے قصاص کا معاملہ بڑی اہمیت اختیار کرگیا۔کہتے ہیں کہ حضرت طلحہ کے آدمیوں میں سے کسی نے اس پر ایسا وار کیا جس سے اُس کی ایک ٹانگ کٹ گئی حکیم اپنی کٹی ہوئی ٹانگ کے پاس آیا اور اُس کو پھینک کر حملہ آور کو اس طرح مارا کہ وہ گر پڑا اس وقت حکیم کی زبان پر یہ رجز جاری تھا۔**یا نفس لا تراعی ,ان قطعوا کراعی, ان معی ذراعی۔**

''اَے دل کچھ حرج نہیں اگر میرا پاؤں کاٹ دیا گیا میرا ہاتھ تو سلامت ہے۔

اس قدر شدید زخمی ہونے پر بھی وہ لڑتا رہا اور یہ رجز پڑھتا رہا۔

لَیْسَ عَلَّی فِی الممات عار ,وَالْعَارُ فِی الْحَرْبِ هُوَا الْفِرَار ,وَالْمَجْدُ اَلَّا یَفْضَحُ الذّمَار۔

''مرنے میں میرے لئے شرم کی کوئی بات نہیں شرم تو لڑائی سے بھاگنے میں ہے۔بزرگی یہ ہے کہ غیرت کو زندہ رکھا جائے''

اور لڑتے لڑتے جان دے دی۔اس طرح لوگوں نے نہ صرف یہ کہ حضرت علیؑ کی بیعت توڑ دی بلکہ عثمان بن حنیف کے ساتھ معاہدے کی بدعہدی کا بھی اضافہ کردیا۔اور شہریوں میں سے جن لوگوں نے بھی اس بدعہدی پر اعتراض کیا اور حاکم کے قید کردینے کی، بیت المال کی چیزوں پر قابض ہوجانے کی اور پہرہ داروں کو قتل کردینے کی مذمت کی اُن کو قتل کردیا'' (کتاب علی صفحہ 61 تا 64)

Presented by Ziaraat.Com

(ب)ڈاکٹر طہٰ کا بیان،

طلحہ، زبیر وعائشہ کا عملدرآمد تو ظاہر کرتا ہے دین وشرافت کے خلاف جو کچھ کیا گیا وہ بھی بتاتا ہے مگر مجرموں کی مذمت نہیں کرتا۔

طہٰ حسین بہرحال قریش پرست اور قریشی مذہب کے عالم ہیں اس لئے اگر وہ عائشہ اینڈ کمپنی کی مذمت نہ کریں قابل تعجب نہیں ہے۔ قابل تعجب یہ ہے کہ اُنہوں نے وہ جرائم لکھے ہیں جو عائشہ، طلحہ اور زبیر نے کئے تھے۔ وہ مانتے ہیں کہ اُن تینوں نے اپنی قوم سمیت بصرہ میں بغاوت پھیلانے اور بصرہ پر قبضہ کرنے کے لئے:

(1) پُرامن مسلمانوں نمازیوں پر غفلت کے عالم میں حملہ کیا۔

(2) بصرہ کے گورنر اور رعایا نے اس حملے کو ناکام کردیا تو صلح کا معاہدہ لکھ کر اُنہیں مطمئن اور غافل کر دیا۔ اور اُسی رات کو۔

(3) عین حالت نماز میں شب خون مار کر گورنر وغیرہ کو گرفتار کرلیا۔

(4) بصرہ کے خزانہ پر حملہ کیا پچاس پہرہ داروں کو قتل کر کے خزانہ پر قبضہ کرلیا۔

(5) بدعہدی، قتل وغارتگری کے خلاف اُٹھنے والوں سے جنگ کی اور بصرہ شہر پر قابض ہو گئے اور ہزاروں مسلمانوں کو قتل کر دیا۔

(6) گورنر کو اذیت کے ساتھ اُس کی داڑھی اور موچھیں اکھیڑ کر رسوا کیا۔

ظاہر ہے کہ یہ سب کچھ عائشہ، طلحہ اور زبیر کی قیادت میں ہوا اُن تینوں نے ثابت کر دیا کہ یہ چھ عدد اقدامات مخالف مسلمانوں کے ساتھ اس لئے جائز تھے کہ یہ اور بہت سے اور اقدامات ابوبکر وعمر وعثمان اپنے مخالف مسلمانوں کے ساتھ کرتے رہے تھے۔ اس کی بہت سی مثالوں میں سے ایک مالک بن نویرہ اور اُس کی قوم کی مثال ہے۔ جنہیں حالت نماز میں گرفتار کیا گیا۔ پھر قتل کیا گیا۔ اُن کی عورتوں کو اُسی شب میں زنا کے لئے استعمال کیا گیا اور تمام باقی ماندہ لوگوں کو مع بچوں کے غلام وکنیز بنایا گیا (طبری حصہ دوم کا ترجمہ صفحہ 95 تا 98)

6۔ حضرت علیؑ نے خطبہ (37) میں خود کو ابوبکر وعمر وغیرہ سے علیحدہ وممتاز دکھایا ہے۔

ابوبکر وعمر اور اُن کی قوم کی قائم کردہ حکومت کا اسلام اور اُن کے خود ساختہ اسلام پر اُن کا عملدرآمد واضح ہو چکا اور یہ بھی واضح کر دیا گیا کہ اُن کا اور اُن کے اسلام کا قرآن سے کوئی تعلق نہ تھا۔ بہرحال وہ اپنے طویل ومسلسل عملدرآمد کو حق بجانب سمجھتے اور اُس پر عمل کرتے چلے آرہے تھے اور چاہتے تھے کہ حضرت علی بھی اُسی طریقے کو اختیار کرلیں۔ لیکن حضرت علی علیہ السلام روز اول سے اُس طریقے کے سب سے بڑے مخالف تھے۔ یہی مستقل مخالفت تھی جس کی وجہ سے قریش نے علی ومحمد صلی اللہ علیہما کے مقابلے میں اپنی جداگانہ راہ نکالی (فرقان 29 تا 25/27) اور قرآن کی ایک مصلحت آمیز تفہیم پر اپنی قوم کو متفق کیا (25/30) اور اُس مجرمانہ اور دشمن اسلام طریقے کے ماتحت اپنی حکومت بنائی (25/31) اور علیؑ ومحمدؐ نے اُن کو راہ راست پر لانے کے لئے موقع پر موقع دیا (خطبہ 37، جملے 4 تا 6) اور ثابت کر دیا کہ علی علیہ السلام کو واقعی یہ طمع تھی کہ کسی طرح قریش راہ راست پر آجائیں (34/4 خطبہ) اور حضورؐ کو اُنہیں گمراہی کے عالم میں قتل نہ کرنا پڑے (خطبہ 37، جملے 5 تا 6) چنانچہ آپؑ نے اُنہیں حکومت پر قبضہ کرنے دیا۔ یعنی کم از کم اُنہیں قریش کا ہدایت یاب ہو جانا اپنے حقوق سے زیادہ محبوب تھا (خطبہ 37، جملہ 5) اور حکومت کی طمع کے مقابلے میں اُنہیںؑ قریش کی ہدایت یافتگی کی طمع زیادہ تھی (خطبہ 37، جملہ 4)۔

قارئین کو معلوم ہے کہ ابوبکر کے ہاتھ پر ابھی تین چار آدمیوں نے ہی بیعت کی تھی۔ یا یوں کہئے کہ ابھی ابوبکر کی خلافت اپنے پیروں پر

Presented by Ziaraat.Com

کھڑی بھی نہ ہونے پائی تھی۔ کہ ابوبکر وعمر کے قدیم سر پرست اور معاویہ کے والد ابوسفیان سردار قریش نے حضرت علی علیہ السلام کو خلافت کا جائز اور موزوں ترین حقدار مان کر اپنا تعاون پیش کیا تھا۔ اور ابوبکر وعمر اور اُن کے تمام طرفداروں کو بزور شمشیر زیر کرنے کا اعلان کیا تھا۔ اور مدینہ کے بازاروں گلی کوچوں کو مسلح افواج سے بھر دینے کا یقین دلایا تھا۔ لیکن آپؑ نے نہ چاہا کہ ابوبکر وعمر اینڈ کمپنی سے فریب خوردہ لوگوں پر تلوار اُٹھائیں۔ اس لئے کہ اُن کے طرفداروں کی کثرت حق و باطل کو الگ الگ نہ پہچانتی تھی۔ سوائے ابوبکر وعمر اور چند اور قریشی لیڈروں کے حقیقت کوئی نہ جانتا تھا وہ لیڈروں کے بہکائے ہوئے فریب خوردہ اور مغالطہ میں مبتلا کثرت تھی۔ اور اتمام حجت کئے بغیر اور حق و باطل کو اور حق پرست اور باطل پرست کو الگ الگ اور واضح کئے بغیر کسی پر تلوار اُٹھانا اسلام میں جائز نہیں ہے۔ تلوار تو اُن لوگوں پر اُٹھائی جاتی ہے جو حق کو سمجھنے اور پہچاننے کے بعد جان بوجھ کر حق کی یا حقدار کی مخالفت میں برسر پیکار رہوں۔ چنانچہ ابوسفیان کا تعاون حاصل کر کے جنگ کے معنی یہ تھے کہ کثرت کو جہالت و گمراہی کے عالم میں قتل کر دیا جائے۔ جس کے لئے اللہ اجازت نہیں دیتا۔

اور حضرت علی علیہ السلام کوئی ایسا کام کر ہی نہ سکتے تھے جو اللہ کی رضا مندی اور خوشنودی کے خلاف ہو۔ اگر ابوبکر یا عمر یا معاویہ تنہا تنہا ہوتے تو حضرت علیؑ نے اُن کو قتل کرنے میں ذرہ برابر دیر نہ کی ہوتی اس لئے کہ وہ حق کو جانتے تھے۔ اور دنیاوی جاہ وحشمت کے لئے جان بوجھ کر اسکیم بنا کر حق کے خلاف عمل پیرا تھے۔ مگر ایسے سیاسی لیڈر ہرگز میدان جنگ میں مقابلہ پر نہیں آتے وہ سادہ لوح پبلک کو فریب اور لالچ میں مبتلا کر کے لڑایا کرتے ہیں۔ ابوبکر وعمر کے زمانہ میں لاکھوں مسلم اور غیر مسلم قتل ہوئے لیکن اُن دونوں کے جسم پر خراش (Scratch) تک نہ آئی۔ اُن کی بزدلانہ عادت سے واقف لوگوں نے اُن کو میدان جنگ سے دُور رہنے کا مشورہ دیا۔ اگر وہ دونوں تلوار کے ذریعہ سے حق کا فیصلہ کرنے علیؑ کے سامنے آئے ہوتے تو پہلے ہی منٹ میں چار ٹکڑے ہو کر زمین پر گرے ہوتے اور جھگڑا ختم ہو گیا ہوتا۔ لیکن اُنہوں نے سیدھے سادے مسلمانوں کو شخصی حکومت کا ہوّا دکھا کر، اُنہیں جمہوریت اور ذاتی آزادی کا سبز باغ دکھا کر، قرآن کی آیات کے خودساختہ مفاہیم سنا کر (فرقان 25/30) اُن کی مصلحتوں کے مطابق اُن کے اشاروں اور مشوروں پر چلنے کا جھانسہ دے کر علیؑ کے مقابلہ پر لا کھڑا کیا تھا۔ ابوسفیان کے ہمہ قسمی تعاون کو حضورؐ نے ٹھکرا دیا۔ آپؑ کو معلوم تھا کہ ابوسفیان دو دھاری تلوار کی طرح ہے۔ اُس کو پکڑنے والا زخمی ہوئے بغیر نہیں رہ سکتا۔ اور وہ زخم ہر صورت میں دین کے جسم پر لگے گا۔ یہ تو صحیح ہے کہ اُس کے تعاون سے حکومت مل سکتی تھی۔ لیکن یہ بھی تو صحیح ہے کہ ابوسفیان کو اسلامی حکومت میں یعنی حکومت الٰہیہ میں شریک کرنا پڑتا جو قرآن میں بار بار اور سیکڑوں بار حرام کیا گیا ہے۔ اس لئے کہ شریک کار کو برابر کے نہ سہی کچھ حقوق تو ضرور دیئے جاتے ہیں۔ اور اُس کی رضا مندی کے مطابق عمل کرنا پڑتا ہے۔ یعنی خالص احکام الٰہی کی تعمیل ممکن نہیں رہتی یہ ایک زخم ہوتا۔ دوسرا زخم یہ تھا کہ یہ وہی ابوسفیان تھا جس نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر یہ الزام عائد کیا تھا کہ:

''نہ کوئی فرشتہ آیا ہے نہ وحی کی بات ہے یہ تو بنی ہاشم کو اقتدار میں لانے کے لئے نبوت کا ڈھونگ رچا گیا ہے''

یاد رہے کہ بالکل یہی بات اُس کے پوتے یزید نے بھی دربار میں کہی تھی۔ لہٰذا ابوسفیان نہ بھی کہتا تو کوئی اور شخص کہہ سکتا تھا کہ:

''دیکھا بنی ہاشم کا اقتدار مطلوب تھا نا؟ اس لئے ابوسفیان کی مدد سے علیؑ نے آخر حکومت کی باگ ڈور سنبھال لی''

یہ ایسا زخم ہوتا جو نبوت ہی کو باطل کر دیتا۔ لہٰذا حضرت علی علیہ السلام نے ابوسفیان کا تعاون ہی نہیں ٹھکرایا بلکہ اُسے اور سارے قریشی لیڈروں کو یقین دلا دیا کہ علیؑ کسی حالت میں بھی باطل سے مدد نہ لیں گے۔ چنانچہ وہ یہ بھی جانتے تھے کہ ابوسفیان کو دُھتکارنے سے باطل اور مضبوط ہو جائے گا۔

Presented by Ziaraat.Com

کیونکہ ابوسفیان کا تعاون یعنی اُس کی اور اُس کے خاندان کی سیاسی بصیرت اور افرادی مسلح قوت ابوبکر سے گٹھ جوڑ کرلے گی۔ یہ سب کچھ جان بوجھ کر حضوؐر نے اُس سے کہا کہ: ''اَے ابوسفیان تو کبھی بھی اسلام کا ہمدرد اور دوست نہ تھا اور نہ آج تیرا تعاون دوستی کی بنا پر ہے''

قارئین سوچیں کہ حضرت علیؑ کے اس جواب نے ابوسفیان کو کتنا غصہ دلایا ہوگا۔مگر وہ ایک گھٹا ہوا، منجھا ہوا سیاسی راہنما تھا۔ وہ مسکرایا اور چلا گیا۔ وہاں چلا گیا جہاں اُس کی درحقیقت ضرورت تھی اور جہاں اُسے سرآنکھوں پر بٹھایا جانا تھا۔ بہرحال آج اُسی کے بیٹے معاویہ سے حضرت علیؑ کو جنگ درپیش ہے۔معاویہ سے جنگ میں تاخیر ہی پر تو حضرت علیؑ کو طعنہ دیا گیا ہے۔

جس کے جواب میں یہ خطبہ 37 دیا گیا ہےاور معترضین کو یہ بتایا گیا ہے۔

(1) تمہارا یہ کہنا کہ میں مرنا یا مارنا، ناپسند کرتا ہوں اس لئے جنگ کو ٹالتا رہا ہوں اس لئے غلط ہے کہ:

(2) تم نے اور تمہارے بزرگوں نے مسلسل دیکھا ہے کہ مجھے کبھی بھی اس کی پرواہ نہیں رہی کہ موت مجھ پر گرتی ہے یا میں بڑھ کر موت پر گرتا ہوں۔ چنانچہ میں وہی علیؑ ہوں جس نے دنیائے عرب کے بڑے بڑے نامور اور خوفناک جنگجو بہادروں کو تہہ تیغ کیا تھا۔اور جب سارے قریش عمر بن عبدوُد سے لرزاں اور ترساں تھے تو میں نے موت کی پرواہ کئے بغیر اس کو چیلنج کے ساتھ قتل کیا تھا۔ میں وہی تو ہوں جس نے قلعہ خیبر کو فتح کیا تھا اور مرحب وعنتر ایسے سورمالوگوں کو پچھاڑا تھا۔ جب کہ ابوبکر وعمر مع افواج کے اُن کے سامنے بزدلی کا ناچ ناچتے اور بھاگتے رہے تھے۔ میں وہی تو ہوں جس کا مدمقابل کبھی بچ کر نہیں گیا ہے۔اور

(3) اور تمہارا یہ کہنا بھی غلط ہے کہ مجھے معاویہ سے جنگ کرنے میں شکوک وشبہات ہیں۔معاویہ سے جنگ میں تاخیر کسی شک وشبہ کی بناپر نہیں کی جارہی ہے۔

(4) بلکہ اہل شام کو حق و باطل کو سمجھنے اور مجھے پہچاننے کا اُتنا موقع نہیں ملا ہے جتنا ابوبکر وعمر وعثمان کو اور اُن کی قوم کو ملا تھا۔ میں چاہتا رہا ہوں کہ کم ازکم اہل شام کا کوئی گروہ مجھ سے ملتا اور میری صحبت اور بیانات وحالات اور میرے عملدرآمد کو دیکھ کر حق اور،

(5) باطل میں فرق سمجھ کر ہدایت پاجاتا اور باقی اہل شام پر حجت بن جاتا اور یوں میری روشنی اُسے اتنا منوّر کردیتی کہ باقی لوگوں کو اُس کے ذریعہ سے میری ہدایات روشن کرسکتیں۔

(6) ہدایت یافتگی کی یہ صورت حال مجھے اُس صورت حال سے زیادہ محبوب وپسند ہے کہ میں انہیں اتمام حجت کے بغیر ہی گمراہی کے عالم میں قتل کردوں۔ حالانکہ اُس صورت میں بھی اُن کے گناہ اُن کے قتل کے لئے کافی ہیں۔ یہ تاخیر تو چند ماہ کی ہے میں نے تو ابوبکر وعمر وعثمان کو پچیس سال کی مہلت دی تھی۔اور اُن کے فریب ومکر کے مقابلے میں دینی اقدامات اور صبر کا وہ منصوبہ خوشی خوشی اختیار کرلیا تھا جس کی وہ خود مدح وثنا کرتے اور حیران ہوتے رہے تھے۔اُن کے بہکائے ہوئے لوگوں کو اپنے قرآنی کردار سے ایسا بنادیا تھا کہ انہیں قریشی لیڈروں کے باطل پرست ہونے میں ذرہ برابر شک وشبہ نہ رہا تھا۔اور اُنہوں نے باطل سے رفتہ رفتہ تنگ آکر قریشی حکومت اور حکمران کا جنازہ نکال دیا تھا۔اور مجھے میرا حق دینے اور میرے انکار کے باوجود مجھے اپنا حکمران بنانے کے لئے بار بار میرے گھر کے چکر لگاتے رہے اور آکر میری تمام شرطوں کو مان کر میری بیعت کے لئے چاروں طرف سے مجھ پر ٹوٹ پڑے تھے۔مگر معاویہ نے اور اُس کے خاندان نے ابوبکر وعمر وعثمان کی پالیسی کے ماتحت پچیس سال میرے خلاف پروپیگنڈا کرنے میں صرف کئے اور اہل شام کو مجھ ہی سے نہیں بلکہ اسلام وقرآن کی حقیقی تعلیمات سے بھی جاہل رکھا ہے۔اس لئے

Presented by Ziaraat.Com

میں نے اہل شام کی ہدایت واصلاح کے لئے تلوار اُٹھانے میں دیر کی ہے۔

(الف) حضرت علیؑ کے منفرد ومخصوص حالات کا تقاضا تھا کہ اُن سے وہ توقعات نہ رکھی جاتیں جو خلفائے ثلاثہ پوری کرتے رہے۔

قریشی حکومتوں کی تیار کرائی ہوئی تمام کتابیں بھی جلی الفاظ میں بتاتی ہیں کہ حضرت علی علیہ السلام سے خلفائے ثلاثہ نے جب بھی اُن کا فیصلہ یا مشورہ چاہا تو حضورؑ نے انہیں ہمیشہ اُن اقدامات سے منع کیا جو اسلام یا قرآن کے مخالف تھے۔ اُن سے ہر اُس بات میں تعاون کیا جو نیکی اور تقویٰ سے متعلق تھی اور ہر اُس بات کو منع کر کے تعاون سے انکار کیا جو نیکی اور تقویٰ کی حدود سے باہر نکلتی یا نکالتی تھی۔ اِس کے ساتھ ہی آپؑ نے اپنے مددگاروں اور حمایتیوں کی کوئی سیاسی پارٹی نہ بنائی اور کبھی خلافت پر قابو حاصل کرنے کی کوئی اور کسی قسم کی کوشش نہ کی بلکہ اپنے اسلامی طرزِ عمل اور اقدامات سے پرُامن رہتے ہوئے وہ نتیجہ پیدا کر دیا کہ وہی حکومت جسے ابوبکر وعمر اور قریشی لیڈروں نے دن رات مکروفریب اور ہر قسم کی بے دینی وسازشوں سے حاصل کیا تھا۔ آپؑ کے پیروں میں سجدہ ریز ہوگئی۔ مودودی سے سنئے:

(1) علیؑ کی اسلامی زندگی اور قرآنی طرزِ عمل قریشی حکومت کو علیؑ کے سامنے سجدہ کراتا ہے۔

''چنانچہ تمام معتبر روایتوں سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب اور دوسرے اہل مدینہ اُنؑ (علیؑ) کے پاس گئے اور اُنؑ سے کہا کہ ''یہ نظام کسی امیر کے بغیر قائم نہیں رہ سکتا، لوگوں کے لئے ایک امام کا وجود ناگزیر ہے۔ اور آج آپؑ کے سوا ہم کوئی ایسا شخص نہیں پاتے جو اس منصب کے لئے آپ سے زیادہ مستحق ہو۔ نہ سابق خدمات کے اعتبار سے اور نہ رسوؐل اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ قرب کے اعتبار سے۔'' انہوںؑ (علیؑ) نے انکار کیا اور لوگ اصرار کرتے رہے۔ آخر کار اُنہوں نے کہا کہ ''میری بیعت گھر بیٹھے خفیہ طریقے سے نہیں ہوسکتی۔ عام مسلمانوں کی رضا کے بغیر ایسا ہونا ممکن نہیں'' پھر مسجد نبوی میں اجتماع عام ہوا۔ اور تمام مہاجرین وانصار نے اُنؑ کے ہاتھ پر بیعت کی۔ صحابہ میں سے 17 یا 20 ایسے صحابہ تھے جنہوں نے بیعت نہیں کی۔ اِس رُوداد سے اس امر میں کوئی شبہ نہیں رہتا کہ حضرت علیؑ کی خلافت قطعی طور پر ٹھیک اُن ہی اصولوں کے مطابق منعقد ہوئی تھی۔ جن پر خلافت راشدہ کا انعقاد ہوسکتا تھا۔ وہ زبردستی اقتدار پر قابض نہیں ہوئے۔ اُنہوں نے خلافت حاصل کرنے کے لئے برائے نام بھی کوشش نہیں کی۔ لوگوں نے خود آزادانہ مشاورت سے اُن کو خلیفہ منتخب کیا۔ صحابہ کی عظیم اکثریت نے اُن کے ہاتھ پر بیعت کی'' (خلافت وملوکیت صفحہ 122-121)

(2) مودودی کا یہ بیان حضرت علیؑ کے مقررہ معیار پر بھی خلفائے ثلاثہ کی خلافتوں کو باطل قرار دیتا ہے یعنی وہ جمہوری خلیفہ بھی نہ تھے۔

ساری دنیا جانتی ہے کہ حضرت علی علیہ السلام خود کو منصوص من اللہ خلیفۂ رسوؐل وخلیفۂ خداوندی مانتے تھے اور بار بار اور طرح طرح خلفائے ثلاثہ کی خلافت کو باطل اور انہیں غاصب وغادر وخائن سمجھتے اور کہتے رہے۔ اور قریش پرست وقریشی مذہب کے علما نے آیات واحادیث کے معنی بدل کر (فرقان 25/30) اور روایات کے الفاظ کو اُلٹ پلٹ کر اور بعض احادیث کو غیر معتبر کہہ کر اُن حقائق سے انکار کیا ہے۔ مگر مودودی نے اور اُن کے ہم مذہب علما نے مندرجہ بالا بیان من وعن صحیح تسلیم کیا ہے۔ اور اس بیان کو صحیح مانتے ہی ابوبکر وعمر وعثمان کی حکومتیں یا خلافتیں بہت بری طرح باطل ثابت ہو جاتی ہیں۔

(3) مودودی کے بیان کی پہلی بات ہی قریش کو باطل عقیدہ پر ثابت کرتی ہے۔

قریشی صحابہ اور اہل مدینہ حضرت علیؑ علیہ السلام سے اُن کے مکان ہی پر بیعت کر کے اُن کو خلیفہ بنالینا اور اُن کا خلیفہ بن جانا جائز مانتے

Presented by Ziaraat.Com

تھے۔مگر حضرت علی علیہ السلام نے دو باتیں ثابت کر دیں۔اول یہ کہ اس طرح بنایا ہوا خلیفہ باطل ہوتا ہے اور اس طرح خلیفہ بن جانے والے بھی باطل پرست ہوتے ہیں۔چونکہ خلیفہ بنانے کے لئے آنے والے صحابہ کا یہ یقین سابقہ خلفا کی وجہ سے پیدا ہوا تھا کہ یوں گھر میں چند آدمیوں کا بیعت کر لینا بھی خلیفہ بنا دیتا ہے۔لہٰذا ابوبکر کی خلافت باطل ہوگئی اور اُن کو خلیفہ بنانے والے اور خلیفہ ماننے والے بھی باطل پرست ثابت ہوگئے۔اور باطل طریقہ پر بنے ہوئے خلیفہ کا کسی اور کو خلافت کے لئے نامزد کرنا بھی باطل ہوا اور یوں عمر کی خلافت بھی باطل ہوگئی۔اور جب عمر کی خلافت ہی باطل تھی تو اس کا خلافت کو چھ اشخاص میں محدود کرنا یعنی شوریٰ بھی باطل تھا۔اور اسی شوریٰ میں حضرت علی علیہ السلام کا ابوبکر وعمر کے طریقہ پر عمل نہ کرنے کا اعلان بھی اُن دونوں کی خلافت کو باطل کرتا ہے۔یعنی ابوبکر نے دو آدمیوں کی بیعت سے خلیفہ بن جانا جائز مان لیا لہٰذا اُس کی خلافت کے ساتھ ساتھ دونوں بیعت کرنے والے بھی باطل پرست ثابت ہوگئے لہٰذا حضرت علیؑ کو گھر میں خلیفہ بنانا جائز سمجھنے والے لوگ یقیناً ابوبکر کی خلافت اور بیعت کو اور مقام وطریقہ بیعت کو ہی دلیل حق خیال کرتے تھے۔مگر حضرت علیؑ نے یہ فرما کر یہ سب کچھ باطل کر دیا۔

''میری بیعت گھر بیٹھے خفیہ طریقہ پر نہیں ہوسکتی عام مسلمانوں کی رضا کے بغیر ایسا ہونا ممکن نہیں ہے'' اسی طرح ابوبکر کی بیعت وخلافت ڈبل باطل ہوگئی۔انہوں نے عوام کی رضا مندی حاصل نہیں کی تھی۔اُن کی بیعت مسجد نبوی میں نہیں بلکہ خفیہ طریقے پر ہوئی۔یعنی جمہور کی نہ رضا مندی حاصل تھی اور نہ مجمع عام میں بیعت کی گئی۔

(4) ابوبکر وعمر وعثمان اُن اصولوں کے مطابق اُمت پر خلیفہ بنے تھے جو مودودی خلافت راشدہ کے لئے لازم کرتے۔

علامہ مودودی نے یہ جملہ لکھ کر ابوبکر وعمر وعثمان کی خلافتوں کو رُشد وہدایت سے خارج کر کے ضلالت وگمراہی ثابت کر دی ہے کہ۔

''حضرت علیؑ کی خلافت قطعی طور پر ٹھیک انہی اصولوں کے مطابق منعقد ہوئی تھی جن پر خلافت راشدہ کا انعقاد ہوسکتا تھا''

یعنی جو شخص اُن ہی اصولوں کے مطابق خلیفہ نہ بنا ہو وہ ہرگز خلیفہ راشد نہیں ہوسکتا۔

(5) وہ اصول جن کے مطابق بیعت ہو تو خلیفہ راشد ہوگا ورنہ خلافت باطل ہوگی۔

اُن تمام اصولوں کو اکٹھا کر لیں جن کے ماتحت حضرت علیؑ کو اُمت نے اپنا خلیفہ بنایا تھا۔

پہلا اصول۔حکومت حاصل کرنے کے لئے کوشش نہ کرنا۔

دوسرا اصول۔رعایا کے سربرآوردہ لوگوں کی جماعتیں خود آ کر درخواست کریں اور خلیفہ بنانے کی وجہ اور حق وبیان تسلیم کریں۔

تیسرا اصول۔خلیفہ بننے سے انکار کرتا رہے جب تک کہ دانشوران قوم کا اصرار وتقاضا قابل قبول نہ ہو جائے۔

چوتھا اصول۔بیعت کے لئے عوام الناس کا باقاعدہ اجتماع منعقد ہو تنہائی میں یا خفیہ طور پر بیعت نہ کی جائے۔

پانچواں اصول۔عوام الناس کی رضا مندی حاصل کرنے کے بعد بیعت لینا چاہئے۔عظیم الشان کثرت کا اتفاق یقینی ہونا چاہئے۔

ساری تاریخیں اور حدیث کی کتابیں پڑھ جایئے آپ کو یہ پانچوں اصول یا ان میں سے کوئی ایک اصول خلفائے ثلاثہ میں نہ ملے گا۔لہٰذا اُن کا خلفائے ضلالت وباطل ہونا تحقیق شدہ ہے۔اور چونکہ حضرت علیؑ نے ابوبکر وعمر کے طریقہ کار کو باطل قرار دیا تھا۔اِس لئے اُن سے وہ اُمیدیں اور توقعات نہیں رکھنا چاہئیں جو ابوبکر وعمر وعثمان سے رکھی جاتی تھیں اور وہ بلاتکلف ہر غلط وباطل امید کو پورا کر کے پبلک کی خوشنودی حاصل کر لیتے تھے عہد رسول صلی اللہ علیہ وآلہ میں بھی اُنہوں نے اپنی قوم کو اسی اصول پر متفق اور رضا مند رکھا تھا اور اُن سے منشاء خدا اور رسولؐ کے خلاف کام لیا تھا۔

Presented by Ziaraat.Com

(6) قوم کے اشاروں پر چلنا قومی مصلحتوں کے ماتحت قرآن کے احکامات پر عمل کرنا ہی وہ حربہ تھا جس نے قومی حکومت بنانے میں کامیاب کیا۔

ابوبکر وعمر اور دیگر قریشی لیڈروں نے اپنی قوم کو خلافت علیٰ منہاج النبوت سے خوفزدہ کیا اُن کو بتایا کہ جس طرح رسولؐ تمہاری مصلحتوں کی پرواہ نہیں کرتے اور لفظ بلفظ قرآن میں نازل ہونے والے احکامات پر عمل کرتے ہیں بالکل اُسی طرح اگر علیؑ خلیفہ ہو گئے تو عمل کریں گے۔ تمہاری رائے اور تمہارے مشوروں کو ذرہ برابر شامل نہ کریں گے اور تم علیؑ کے ہاتھوں میں ایک غلام کی طرح کٹھ پتلی بن کر رہ جاؤ گے۔ اور اگر علیؑ کو ہٹا کر ہم نے اپنی قومی حکومت بنالی تو اُس حکومت میں تمہیں پورا پورا اور برابر کا اختیار حاصل ہوگا اور بنی ہاشم کی مصلحتوں کو ذرہ برابر اللہ کے احکام میں داخل نہ کیا جائے گا۔ اور مفادِ عامہ کو ملحوظ رکھا جائے گا۔ ہم قرآن کی وہ تعبیر و تنفیذ کریں گے جس میں کسی خاص گروہ یا قبیلے کی بزرگی مدِ نظر نہ ہوگی لیکن محمدؐ اور علیؑ فطری طور پر اپنے خاندان کے اقتدار کو پہلا نمبر دیتے ہیں۔ ہر حکم کو بنی ہاشم کی طرف جھکا دیتے ہیں اور منشائے خداوندی بھی یہی سمجھتے ہیں کہ بنی ہاشم کو سارے عرب پر مسلط رکھنا ہے۔ یوں قریش کو اور دوسری ہم خیال و ہم مسلک اقوام کو فریب دیا گیا اور اُن کی رضامندی حاصل کر لی گئی اور ہر ہر معاملے اور مسئلے میں اُن کو کثرت کا تعاون حاصل ہو گیا۔ اس صورت حال کو قرآن میں یوں ریکارڈ کیا گیا ہے۔ کہ:

وَمِنْهُمُ الَّذِيْنَ يُؤْذُوْنَ النَّبِيَّ وَيَقُوْلُوْنَ هُوَ اُذُنٌ قُلْ اُذُنُ خَيْرٍ لَّكُمْ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَيُؤْمِنُ لِلْمُؤْمِنِيْنَ وَرَحْمَةٌ لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَالَّذِيْنَ يُؤْذُوْنَ رَسُوْلَ اللّٰهِ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ٥ يَحْلِفُوْنَ بِاللّٰهِ لَكُمْ لِيُرْضُوْكُمْ وَاللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗٓ اَحَقُّ اَنْ يُّرْضُوْهُ اِنْ كَانُوْا مُؤْمِنِيْنَ ٥ اَلَمْ يَعْلَمُوْٓا اَنَّهٗ مَنْ يُّحَادِدِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَاَنَّ لَهٗ نَارَ جَهَنَّمَ خَالِدًا فِيْهَا ذٰلِكَ الْخِزْيُ الْعَظِيْمُ ٥ يَحْذَرُ الْمُنٰفِقُوْنَ اَنْ تُنَزَّلَ عَلَيْهِمْ سُوْرَةٌ تُنَبِّئُهُمْ بِمَا فِيْ قُلُوْبِهِمْ قُلِ اسْتَهْزِءُوْا اِنَّ اللّٰهَ مُخْرِجٌ مَّا تَحْذَرُوْنَ ٥ وَلَئِنْ سَاَلْتَهُمْ لَيَقُوْلُنَّ اِنَّمَا كُنَّا نَخُوْضُ وَنَلْعَبُ قُلْ اَبِاللّٰهِ وَاٰيٰتِهٖ وَرَسُوْلِهٖ كُنْتُمْ تَسْتَهْزِءُوْنَ ٥ لَا تَعْتَذِرُوْا قَدْ كَفَرْتُمْ بَعْدَ اِيْمَانِكُمْ اِنْ نَّعْفُ عَنْ طَآئِفَةٍ مِّنْكُمْ نُعَذِّبْ طَآئِفَةً بِاَنَّهُمْ كَانُوْا مُجْرِمِيْنَ ٥ اَلْمُنٰفِقُوْنَ وَالْمُنٰفِقٰتُ بَعْضُهُمْ مِّنْ بَعْضٍ يَاْمُرُوْنَ بِالْمُنْكَرِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمَعْرُوْفِ وَيَقْبِضُوْنَ اَيْدِيَهُمْ نَسُوا اللّٰهَ فَنَسِيَهُمْ اِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ ٥ وَعَدَ اللّٰهُ الْمُنٰفِقِيْنَ وَالْمُنٰفِقٰتِ وَالْكُفَّارَ نَارَ جَهَنَّمَ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا هِيَ حَسْبُهُمْ وَلَعَنَهُمُ اللّٰهُ وَلَهُمْ عَذَابٌ مُّقِيْمٌ ٥ كَالَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ كَانُوْٓا اَشَدَّ مِنْكُمْ قُوَّةً وَّاَكْثَرَ اَمْوَالًا وَّاَوْلَادًا فَاسْتَمْتَعُوْا بِخَلَاقِهِمْ فَاسْتَمْتَعْتُمْ بِخَلَاقِكُمْ كَمَا اسْتَمْتَعَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ بِخَلَاقِهِمْ وَخُضْتُمْ كَالَّذِيْ خَاضُوْا اُولٰٓئِكَ حَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ ٥ اَلَمْ يَاْتِهِمْ نَبَاُ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ قَوْمِ نُوْحٍ وَّعَادٍ وَّثَمُوْدَ وَقَوْمِ اِبْرٰهِيْمَ وَاَصْحٰبِ مَدْيَنَ وَالْمُؤْتَفِكٰتِ اَتَتْهُمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ فَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيَظْلِمَهُمْ وَلٰكِنْ كَانُوْٓا اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ ٥ ۔ (توبہ 70-9/61)

''اور اِن ہی مسلمانوں میں وہ مسلمان بھی شامل ہیں۔ جو نبیؐ کو اذیتیں دیتے ہیں وہ یہ بھی کہتے ہیں کہ یہ شخص تمہاری ہر بات اور ہر اسکیم کو سننے کا نظام چلا رہا ہے۔ اے نبیؐ اُن کو بتاؤ کہ بات ٹھیک ہے مگر رسولؐ کے سننے کا نظام تمہارے لئے نقصان دہ نہیں بلکہ وہ تو تمہارے لئے بھلائی فراہم کرنے کے لئے ہے۔ رسولؐ اللہ، اللہ پر ایمان رکھتے ہیں اور مخصوص مومنینؑ پر بھی ایمان لائے ہیں۔ اور تمہارے اندر جو لوگ سچ مچ ایمان لائے ہیں اُن کے لئے رحمت ہیں اور جو لوگ اللہ کے رسولؐ کو اذیت دیتے ہیں اُن کے لئے دردناک عذاب ہے وہ لوگ تمہیں اپنے خلوص کا یقین دلانے کے لئے اللہ کے نام پر حلفیہ بیان دیتے ہیں تا کہ تمہاری رضامندیاں اور خوشنودیاں حاصل کر لیں

Presented by Ziaraat.Com

حالانکہ اللہ اور اللہ کا رسولؐ زیادہ حقدار ہے کہ اُس کی رضامندی اور خوشنودی حاصل کریں۔ اگر وہ سچ مچ کے مومن ہوتے تو قومی رضامندی وخوشنودی کے بجائے رسولؐ کی رضامندی اور خوشنودی کو پہلا نمبر دیتے کیا انہیں اب تک بھی یہ علم نہیں ہوا ہے کہ جو کوئی اللہ اور اس کے رسولؐ کے احکام کی حد بندی کو توڑ کر اپنے احکام اور حد بندی کرتا ہے یقیناً اُس کے لئے جہنم کی آگ میں جلنا طے شدہ ہے اور وہ ہمیشہ اس میں جلتا رہے گا اور وہ بہت عظیم الشان رسوائی کی بات ہے۔قریشی جاسوس اِس بات سے بچ کر کام کر رہے ہیں کہ کہیں کوئی ایسی سورۃ اُن کے متعلق نازل نہ ہوجائے جو اُن کے قلبی منصوبے کو ظاہر کرڈالے۔اے رسولؐ آپؐ اُن سے کہہ دیں کہ’’خوب مذاق اُڑا لومگر یقین کرو کہ اللہ وہ چیز ظاہر کردے گا جس سے بچ کر تم جاسوسی کر رہے ہو۔‘‘

یعنی تمہارا منصوبہ چھپا نہ رہے گا اور اگر اُن لوگوں سے تم باز پرس کروگے تو فوراً کہہ دیں گے کہ ہم تو آیات میں بطور تفریح غور وخوض کر رہے تھے۔اگر وہ یہ کہیں تو تم اُن سے پوچھو کہ کیا تم اللہ سے اور اُس کی آیتوں سے اور اُس کے رسولؐ سے تفریح اور مضحکہ کرتے ہو؟ اُن سے کہو کہ اب عذرات اور بہانہ بازیاں بے کار ہیں اس لئے کہ یہ ثابت ہوچکا ہے کہ تم ایمان لانے کے بعد بھی جان بوجھ کر حقائق چھپانے میں مصروف ہو۔اگر ہم نے تم میں سے بہکائے ہوئے گروہ کو معاف بھی کردیا تو اُس لیڈروں کے مجرم گروہ کو تو ضرور عذاب میں مبتلا کریں گے جو پبلک کو گمراہ کررہا ہے۔ یہ بھی سمجھ لو کہ جاسوس خواہ مرد ہوں یا عورتیں ہوں وہ سب ایک ہی مشن چلا رہے ہیں۔ وہ صحیح احکامِ خداوندی پر عمل کرنے میں رکاوٹ ڈال رہے ہیں۔اور باطل احکامات پر چلانے میں مصروف ہیں۔اور اس مشن کو اپنے ہاتھوں کے مضبوط قبضے میں لئے ہوئے ہیں۔اور اُنہوں نے فی الحال اللہ کو بھلا دیا ہے اور جواب میں اللہ بھی اُن کو نظر انداز کئے ہوئے ہے۔ یقیناً منافق فاسق (قانون شکن) ہیں۔یعنی وہ ایسے جاسوس ہیں جو قرآن کے الفاظ کی پابندی نہیں کرتے (مائدہ 5/47) اور خودساختہ مفاہیم لوگوں میں پہنچاتے ہیں۔اللہ نے جاسوس مردوں اور جاسوس عورتوں کے متعلق اور حقائق کو چھپانے والوں کے متعلق جہنم میں جلانے کا وعدہ کرلیا ہے۔ جہاں وہ سب ہمیشہ جلیں گے اور یہ ہمیشہ جلنا ہی اُن کے حسبِ حال صحیح ہے۔اور اللہ نے اُن سب پر لعنت کررکھی ہے۔اور اُن کے لئے قائم رہنے والا عذاب مقرر ہے۔(مودودی کے الفاظ میں)’’تم لوگوں کے رنگ ڈھنگ وہی ہیں جو تمہارے پیشروؤں کے تھے۔وہ تم سے زیادہ زور آور اور تم سے بڑھ کر مال اور اولاد والے تھے۔پھر اُنہوں نے دنیا میں اپنے حصے کے مزے لوٹ لئے اور تم نے بھی اپنے حصے کے مزے اُسی طرح لوٹے جیسے انہوں نے اپنے حصے کے مزے لُوٹے تھے‘‘ اور ویسی ہی دینی بحثوں میں تم بھی الجھا رہے ہو جیسی بحثیں کرکے انہوں نے عوام کو گمراہ کیا تھا۔اُن کا انجام یہ ہوا تھا کہ دنیا وآخرت میں اُن کے اعمال وکردار ضائع ہوگئے تھے اور وہ گھاٹے میں رہے تھے۔ چنانچہ بحثیں کرکے لوگوں کو بے دین کرنے کے صلے میں تمہارے اعمال بھی دنیا وآخرت میں ضائع ہوچکے اور تم بھی خسارے میں رہنے والے ہو۔کیا قریش کو اپنی پیش رو اقوام کے حالات کی اطلاع نہیں ہوئی یعنی نوحؑ کی قوم کی اطلاع اور عاد وثمود کی اطلاع نہیں پہنچی اور کیا انہیں ابراہیمؑ کی قوم کے حالات بھی معلوم نہیں ہوئے؟ اور مدین والوں کے حالات اور اُلٹ دی جانے والی بستیوں کی خبر نہیں ملی ہے اُن کے پاس واضح تعلیم لے کر اُن کے رسولؐ پہنچے تھے۔اللہ تو ظلم کرنے والا تھا ہی نہیں لیکن اُنہوں نے خود ہی اپنے اوپر ظلم کیا تھا‘‘(سورہ توبہ 9/61-70)

Presented by Ziaraat.Com

(ب) زیرِقلم آیات (9/61-70) میں حکومت الٰہیہ اور قریشی حکومت میں فرق کے علاوہ قریش کی قومیت اور مسئلہ متعہ پر بھی روشنی پڑتی ہے۔

اِن دس آیات نے قریشی طرزِ حکومت کی قدامت اور اُس کا دین کے نام پر بے دینی پھیلانا بالکل قوم عاد وثمود وغیرہ کی پیروی میں ثابت ہوگیا اور واضح کر دیا گیا کہ جس طرح قریش سے پہلی اقوام تعلیمات خداوندی کو اپنے غوروخوص اور اجتہاد سے بے دینی کے لئے استعمال کرتی چلی آئی تھیں بالکل اُسی طرح قریش نے دنیاوی عیاشی اور جاہ ومال کے لئے قرآنی تعلیمات کو اپنے سیاسی مقاصد کے لئے تبدیل کرکے استعمال کیا ہے۔(25/30) یعنی وہ سب کچھ جو کچھ تاریخ طبری سے دکھایا گیا ہے وہ قرآن نے بھی اصولی حیثیت سے تصدیق کر دیا ہے۔اور کوئی ایسی گنجائش نہیں چھوڑی جس سے قریشی قوم کا قریشی حکومت کا کوئی اقدام یا پالیسی دین کی تائید میں ثابت ہو سکے۔ساتھ ہی اسی بیان میں اللہ نے قریش کو قوم عاد وثمود اور قوم ابراہیمؑ سے الگ قومیت کے لوگ ثابت کر دیا ہے۔یعنی اگر قریش کسی حیثیت سے بھی حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اولاد یا قوم وقبیلے سے تعلق رکھتے ہوتے تو اُن سے یہ نہ کہا جاتا کہ:

مودودی ''کیا اِن لوگوں کو اپنے پیش رَوؤں کی تاریخ نہیں پہنچی؟۔۔۔۔۔۔ابراہیمؑ کی قوم مدین کے لوگوں کا حال معلوم نہیں ہوا؟''

(تفہیم القرآن جلد 2 صفحہ 213)

یعنی اگر قریش خود ابراہیمؑ کی قوم سے ہوتے تو اُن سے یہ کہنا تھا کہ: ''کیا ان لوگوں کو اپنی قوم ابراہیمؑ کے حالات معلوم نہیں ہوئے؟''

مذکورہ بالا دس آیات میں کی آخری آیت (9/70) رسوؐل اللہ کی مخاطب قوم کو چھ عدد اقوام کی قومیت سے الگ کرتی ہے۔یعنی نہ قریش قوم نوحؑ سے تھے۔نہ وہ عاد وثمود سے تعلق رکھتے تھے۔نہ اُن کا مدین سے کوئی نسبی تعلق تھا۔نہ وہ اُن لوگوں میں سے تھے جن کی بستیوں کو اُلٹ دیا گیا تھا اور نہ وہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی قوم میں سے تھے۔ورنہ انہیں کم از کم اپنی قوم کی پچھلی تاریخ سے تو ضرور اطلاع ہوتی۔اور یہ قرآن سے واضح اور ثابت ہے کہ حضرت ابراہیمؑ اور اسماعیل علیہما السلام کی قوم برابر عہد رسوؐل تک موجود چلی آرہی تھی۔جس سے قریش کا کوئی نسبی تعلق نہ تھا۔اور یہ بات ہم نے مختلف تواریخ سے ثابت کر دی ہے۔

اِن آیات کی آخری بات یعنی مسئلہ متعہ کے لئے اس سلسلے میں کی آیت (9/69) دوبارہ ملاحظہ کرنا پڑے گی فرمایا ہے کہ:

كَالَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ كَانُوْٓا اَشَدَّ مِنْكُمْ قُوَّةً وَّاَكْثَرَ اَمْوَالًا وَّاَوْلَادًا فَاسْتَمْتَعُوْا بِخَلَاقِهِمْ فَاسْتَمْتَعْتُمْ بِخَلَاقِكُمْ كَمَا اسْتَمْتَعَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ بِخَلَاقِهِمْ وَخُضْتُمْ كَالَّذِيْ خَاضُوْا....الخ(9/69)

مودودی ترجمہ ''تم لوگوں کے رنگ ڈھنگ وہی ہیں جو تمہارے پیش روؤں کے تھے۔وہ تم سے زیادہ زور آور اور تم سے بڑھ کر مال اور اولاد والے تھے۔پھر اُنہوں نے دنیا میں اپنے حصے'' کے مزے لُوٹ لئے'' اور تم نے بھی اپنے حصے'' کے مزے اُسی طرح لُوٹے جیسے اُنہوں نے لُوٹے تھے اور ویسی ہی بحثوں میں تم بھی پڑے جیسی بحثوں میں وہ پڑے تھے'' (تفہیم القرآن جلد 2 صفحہ 212)

یہاں قارئین دین کو مسلسل بدلنے کی بحثوں سے قطع نظر کرکے قرآن کے تین الفاظ پر خاص نظر ڈالیں۔

1. فَاسْتَمْتَعُوْا 2. فَاسْتَمْتَعْتُمْ 3. اِسْتَمْتَعَ.

اِن تینوں الفاظ کے معنی مودودی نے ترتیب وار لکھے ہیں۔

1۔اُنہوں نے مزے لوٹے۔2۔تم نے مزے لوٹے۔3۔مزے لوٹے تھے'' علامہ کے اِن معنی کو سامنے رکھ کر ایک اور آیت پڑھیں۔

Presented by Ziaraat.Com

متعہ والی آیت۔ كِتٰبَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَاُحِلَّ لَكُمْ مَّا وَرَآءَ ذٰلِكُمْ اَنْ تَبْتَغُوْا بِاَمْوَالِكُمْ مُّحْصِنِيْنَ غَيْرَ مُسٰفِحِيْنَ فَمَا اسْتَمْتَعْتُمْ بِهٖ مِنْهُنَّ فَاٰتُوْهُنَّ اُجُوْرَهُنَّ فَرِيْضَةً وَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ فِيْمَا تَرٰضَيْتُمْ بِهٖ مِنْ بَعْدِ الْفَرِيْضَةِ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلِيْمًا حَكِيْمًا۔(4/24)

متعہ کی آیت کا صحیح صحیح لفظی ترجمہ اور معنی کر کے مفہوم ومقصد متعین کریں اور چالاکی نوٹ کریں۔

قارئین نوٹ کریں کہ اللہ اور رسولؐ کی اور تمام صحابہ کی رُو سے یہ آیت (4/24) متعہ (میعادی نکاح) کے جواز میں نازل ہوئی تھی عہد رسولؐ اور عہد ابوبکر میں اور عمر کے اولین زمانہ میں اسی آیت کی رُو سے متعہ ہوتا رہا۔ یعنی آزاد مرد وعورت ایک مقررہ مدت تک کے لئے آپس میں جنسی تعلقات قائم کرتے رہے عمر نے انتظامی مصلحت کے ماتحت اس جنسی تعلق یا متعہ کو حرام کردیا۔ اس کے بعد شیعہ اور سنی اس آیت کے مطلب میں کھینچ تان کرنے لگے۔ اس لئے کہ سنیوں نے عمر کے حرام کردہ متعہ کو حرام سمجھا مگر شیعوں نے اسے حسبِ سابق حلال رکھا۔ اب ہم مودودی کا ترجمہ لکھتے ہیں تا کہ آپ وہ چالاکی اور اضافہ اور ترکیب نوٹ کر سکیں جو متعہ کو حرام کرنے کے لئے کی جاتی ہے۔

مودودی ترجمہ۔

”یہ اللہ کا قانون ہے جس کی پابندی تم پر لازم کردی گئی ہے۔ اِن کے ماسوا جتنی عورتیں ہیں اُنہیں اپنے اموال کے ذریعہ سے حاصل کرنا تمہارے لئے حلال کردیا گیا ہے، بشرطیکہ حصارِ نکاح میں اُن کو محفوظ کرو، نہ یہ کہ آزاد شہوت رانی کرنے لگو۔ پھر جو ازدواجی زندگی کا لطف تم اُن سے اُٹھاؤ اُس کے بدلے اُن کے مَہر بطورِ فرض کے ادا کرو۔ البتہ مَہر کی قرارداد ہوجانے کے بعد آپس کی رضامندی سے تمہارے درمیان اگر کوئی سمجھوتہ ہوجائے تو کوئی حرج نہیں، اللہ علیم اور دانا ہے“ (تفہیم القرآن جلد اول صفحہ 341-339)

مودودی کے ترجمہ پر تنقیدی نظر۔

قارئین دیکھیں کہ اس آیت میں لفظ ”مَہر“ نہیں ہے مگر ترجمہ میں یہ لفظ دو مرتبہ لایا گیا ہے۔ پھر یہ دیکھیں کہ آیت میں لفظ نکاح بھی نہیں ہے۔ مگر علامہ نے متعہ کو نکاح بنانے کی کوشش کی ہے۔ پھر آیت میں نہ لفظ ازدواجی زندگی آیا ہے نہ کوئی لفظ ایسا آیا ہے جس کا ترجمہ ازدواجی زندگی کیا جاسکتا ہو۔ پھر یہ سوچیں کہ بقول علامہ مَہر کی قرارداد طے ہوجانے کے بعد اور کون سا سمجھوتہ ہوسکتا ہے؟ مَہر تو وہ رقم ہوتی ہے جو شوہر کی عائد کردہ تمام ذمہ داریاں سن لینے اور مان لینے کے بعد طے ہوگی۔ مَہر منظور کرتے ہی نکاح کا آخری معاہدہ ہوتا ہے اور دونوں میاں بیوی بن جاتے ہیں اور سب سے آخری بات یہ کہ سابقہ آیت میں لفظ اسْتَمْتَعْتُمْ کے معنی ”مزے لوٹنا“ کیئے تھے اور یہاں اُسی لفظ کے معنی کو ہلکا کرنے کے لئے اپنے پاس سے ازدواجی زندگی بڑھا کر لطف اُٹھانا کیئے ہیں۔ اب آپ اسی آیت اور اُن سبھی الفاظ کے معنی ہمارے ترجمہ میں دیکھیں جہاں ہم مودودی کے ”مزے اُڑانے“ والے جملے کو بھی شامل کریں گے۔ ملاحظہ ہو۔

متعہ کی آیت کا بلا اضافہ اور بلا ردوبدل ترجمہ:

”مندرجہ بالا (4/23) فہرست کے علاوہ باقی رہنے والے تمام رشتوں کے مرد وعورت تمہارے لئے حلال ہیں۔ اور وہ سب کچھ تمہارے لئے لکھ دیا گیا ہے۔ مگر شرط یہ ہے کہ تم مالی ذمہ داری لے کر جنسی تعلق کی پابندی عائد کرو نہ کہ چلتا پھرتا جنسی تعلق قائم کرلو۔ جس مال کے بدلے میں تم جن عورتوں سے جنسی تعلق کے مزے اُڑاؤ وہ مال اُن کو لطف اندوزی میں مدد ہونے کی وجہ سے ادا کردینا فرض ہے۔ اور جنسی تعلق اور اُجرت کا فریضہ طے کر لینے کے بعد بھی تم آپس کی رضامندی سے جنسی تعلق اور اُجرت میں تبدیلی کرتے رہنے پر ماخوذ نہ

Presented by Ziaraat.Com

ہو گے۔ چنانچہ تم جو کچھ بھی کرو یہ سمجھ کر کرو کہ یقیناً اللہ علیم وحکیم ہے"

یہ ترجمہ مرد و عورت کو مختار بناتا ہے کہ دونوں جتنی مدت کے لئے راضی ہوں اور جتنی اُجرت مناسب سمجھیں طے کر سکتے ہیں اور دونوں مختار ہیں کہ ایک دوسرے کی رضامندی سے مدت اور اُجرت میں جب چاہیں کمی بیشی کر سکتے ہیں۔ اور اسی قسم کے جنسی تعلق کو "متعہ" اور اِستمتاع کہا گیا ہے۔ متعہ میں اور عام مشہور نکاح میں تمام شرائط یکساں ہیں فرق یہ ہے کہ متعہ میں دونوں فریق اپنی رضامندی سے وہ مدت مقرر کرتے ہیں جس میں جنسی تعلقات یا محرم ہونے کے تعلقات برقرار رہتے ہیں۔ اس میں وہ مدت ختم ہوتے ہی متعہ کا معاہدہ ختم ہو جاتا ہے اور عدت شروع ہو جاتی ہے۔ اگر حمل موجود ہو تو وضع حمل تک تمام اخراجات شوہر کے ذمہ رہیں گے۔ جنسی تعلق ممنوع رہے گا۔ البتہ دوبارہ حمل ہی کے زمانہ میں بھی وہ متعہ کر سکتا ہے۔ کسی اور مرد سے نہ نکاح ہو سکتا ہے نہ متعہ ہو سکتا ہے۔ وضع حمل کے بعد دونوں کی رضامندی سے بچہ کو اجرت پر دودھ پلانے کی ذمہ داری عورت لے سکتی ہے۔ یا آزادانہ زندگی بسر کر سکتی ہے۔ کسی اور مرد سے متعہ کر سکتی ہے یا اپنے سابقہ متعہ کی مدت بڑھوا سکتی ہے۔ متعہ کو دائمی نکاح میں تبدیل کیا جا سکتا ہے۔ اب شوہر کو طلاق دینے کا اختیار نہ ہوگا۔ اِن تمام صورتوں کو جائز کرنے کے لئے فرمایا گیا ہے کہ:

لَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ فِيمَا تَرَاضَيْتُم بِهِ مِن بَعْدِ الْفَرِيضَةِ ۔

"جنسی تعلق یا متعہ کے شرائط اور اُس کی اُجرت کا فریضہ طے کر لینے کے بعد بھی آپس کی رضامندی سے متعہ کی شرائط اور اُجرت میں تبدیلی کرنے پر تم سے کوئی باز پُرس نہیں ہوگی" (4/24)

الغرض قارئین یہ سمجھ کر خطبہ نمبر 37 کی تشریحات کے لئے پلٹ آئیں کہ زیرِ بحث آیت میں ہرگز اُس عام نکاح کی بات نہیں ہوئی ہے جو مسلمانوں میں عموماً رائج ہے۔ اور اپنے اپنے طریقے سے تمام مذاہب واقوام میں ہوتا چلا آ رہا ہے۔ اُس نکاح کا باقاعدہ اور تفصیل سے حکم سورہ نور (24/32-33) میں بیان ہوا ہے۔ اور سورہ نساء میں ازواج کی تعداد وغیرہ بھی مذکور ہے۔ (4/2-3)

7۔ شام کی طرف سفر جاری ہے۔ راہ میں گزرنے والے چند واقعات۔

(الف) چشمہ برآمد کرنا اور عیسائی راہب کا مسلمان ہونا۔

جب حضرت علی علیہ السلام مع لشکر جزیرہ کے علاقہ میں پہنچے تو فوج کے پانی کا اسٹاک ختم ہو رہا تھا۔ قریب ہی ایک دَیر یعنی گرجا تھا۔ اس گرجا کے راہب کو بلا کر اس سے پانی طلب کیا گیا۔ اس نے کہا کہ میرے پاس تین برتن پانی سے بھرے ہوئے رکھے ہیں۔ وہ حاضر ہیں۔ حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا کہ ہمیں اس فوج کے لئے پانی درکار ہے۔ لہٰذا ہمیں وہ چشمہ بتادے جہاں سے بنی اسرائیل کے انبیا علیہم السلام پانی لیا کرتے تھے۔ راہب نے عرض کیا کہ میرے والد اپنے بزرگوں سے روایت کرتے تھے کہ اسی منزل میں ایک چشمہ ہے جو لوگوں کی نظروں سے پوشیدہ کیا ہوا ہے۔ جسے رسولؐ یا رسولؐ کا وہی وصی کھول سکتا ہے۔ اگر آپ مجھے وہ چشمہ دکھادیں تو میں آپؑ کے روبرو اسلام کی شہادت دوں گا۔ جناب امیر علیہ السلام گرجا سے مشرق کی طرف گئے اور بیس گز قطر کا ایک نشان لگا کر فرمایا کہ اس کے اندر اندر کھدائی کرو۔ کھودتے کھودتے ایک پتھر دکھائی دیا۔ بہت سے آدمیوں نے مل کر اُسے اٹھانا اور ہٹانا چاہا مگر ہلا بھی نہ سکے۔ تو حضورؑ نے نیچے اُتر کر پتھر کو اُٹھا کر دور پھینک دیا۔ چنانچہ صاف وشفاف پانی کا چشمہ برآمد ہوا۔ ساری فوج اور گھوڑوں اور دوسرے جانوروں نے سیراب ہو کر ٹھنڈا اور میٹھا پانی پیا اور اپنے ساتھ کے برتن بھر لئے۔ راہب مسلمان ہو گیا اور گرجا سے ایک یادداشت نکال کر لایا جس میں اُس مقام اور چشمہ نکالنے کی تفصیل لکھی ہوئی تھی۔ اور یہ تحریر حضرت عیسیٰ

علیہ السلام کے حواری جناب شمعونؑ کی تھی۔ حضرت علی علیہ السلام نے وہ صحیفہ پڑھ کر خدا کا شکر ادا کیا اور وہاں سے روانہ ہوئے۔ راہب بھی ساتھ ہی روانہ ہو گیا۔ اور جنگ صفین میں شہید بھی ہوا (تمام متعلقہ کتابیں)

(ب) **دیہاتیوں کا فوج کے لئے مختلف سامان پیش کرنا۔**

حضورؑ کی آمد سے مطلع ہو کر شاہ راہ کے قرب وجوار کے لوگ کھانے پینے کی اور راستے میں کام آنے کی چیزیں، مویشی اور چارہ وغیرہ نذر کرتے تھے تو آپؑ منع فرماتے تھے اور صرف حکومت کے ٹیکس اور لگان کے بدلے میں قبول فرماتے تھے۔

آپ کو یاد ہوگا کہ جب ابوبکر کی مدد سے مثنٰی عراق میں غارت گری کر رہا تھا تو لوگ اُسے بطورِ رشوت سامانِ رسد لا کر دیتے تھے اور وہ خوشی خوشی قبول کرتا تھا اور ابوبکر کی طرف سے غارت گری کرنے والی افواج لوگوں کو، دیہاتیوں کو، قافلوں کو لوٹ کر اپنا سامانِ رسد فراہم کرتی تھیں۔ یہ تھا فرق اسلامی فوج کشی میں اور قریش کی جنگی مہم میں۔

(ج) **زمین کربلا سے گزرنا۔** سفر کے دوران ایک مقام پر آپؑ نے سواری کو روکا۔ اِدھر اُدھر دیکھا اور فرمایا کہ ''**اسی جگہ۔ اسی جگہ**''

''یہیں اُن کے اُترنے کی جگہ ہوگی اور یہیں اُن کی سواریاں بٹھالی جائیں گی، اِسی جگہ اُن کا خون بہے گا''

حضرتؑ کے اِن جملوں سے لوگوں پر خاموشی اور حیرانی چھا گئی۔ سہمے ہوئے لہجہ میں دریافت کیا گیا کہ حضورؑ نے یہ کیا بات کی ہے؟ حضرتؑ خاموش رہے۔ جب نظریں امام حسین علیہ السلام پر پڑیں۔ تو غمگین آواز میں فرمایا کہ:

''یہاں آلِ محمدؐ پر مصائب کے پہاڑ ٹوٹیں گے۔ اُنہیں تباہی کا سامنا کرنا پڑے گا۔ آج علیؑ، آلِ سفیان کی طرف سے مصائب سے دوچار ہے کل آلِ رسولؐ کو اُن کی طرف سے مصیبتوں کا سامنا کرنا پڑے گا۔

نصر بن مزاحم نے ہرثمہ بن سلیم سے روایت کی ہے کہ وہ کہتا تھا کہ میں غزوہ صفین میں حضرت علی علیہ السلام کے ساتھ تھا۔ جب زمین کربلا پر پہنچے تو حضرت وہاں اُترے اور نماز پڑھائی سلام کے بعد کچھ مٹی زمین سے اُٹھا کر سونگھی اور فرمایا خوشا حال اَے خاکِ کربلا کہ تجھ سے ایک جماعت اُٹھے گی جو بے حساب جنت میں داخل کی جائے گی۔ ہرثمہ کہتا ہے کہ جنگ صفین کے بعد جب میں گھر آیا تو یہ قصہ اپنی زوجہ کو سنا کر کہا کہ تیرے مولیٰ علم غیب کی خبریں دیتے ہیں۔ زوجہ نے کہا کہ اے شخص جو کچھ حضرت علیؑ فرماتے ہیں۔ وہ سب حق وصدق ہوتا ہے۔ پھر بیان کرتا ہے کہ جب ابن زیاد نے کوفہ سے لشکر بھیجا تو میں بھی ساتھ تھا۔ جب ہم امام حسین علیہ السلام کے قریب ٹھہرے تو میں نے اسی جگہ کو پہچان لیا جہاں حضرت علی علیہ السلام کے ساتھ اُترا تھا۔ جب مجھے حضرت کا کلام یاد آیا تو مجھے اپنا ابن زیاد کے لشکر میں ہونا پسند نہ آیا۔ میں فوج سے الگ ہو کر امام حسینؑ کے پاس گیا اور اپنی تمام سرگزشت بیان کی تو پوچھا کہ اب تیرا کیا ارادہ ہے؟ کیا تو ہماری نصرت کرے گا۔ یا ہمارے دشمن کی؟ میں نے عرض کیا کہ میرے اہل وعیال کوفہ میں ہیں۔ اگر آپ کا ساتھ دیتا ہوں تو ڈرتا ہوں کہ ابن زیاد اُن کو ستائے گا۔ فرمایا تو بہتر یہ ہے کہ یہاں سے ایک طرف چلا جا نہ ہماری نصرت کر نہ ہمارے دشمن کی نصرت کرنا اور نہ ہماری تکلیفیں اور قتل ہونا دیکھنا ورنہ جہنم واصل کیا جائے گا۔ یہ سن کر میں جنگل بیابان میں نکل گیا۔ اور سعید بن وہب کہتا ہے کہ جن دنوں حضرت علی علیہ السلام صفین کا سفر کر رہے تھے۔ تو مجھے مخنف بن سلیم نے کسی کام کے لئے اُن کے پاس بھیجا۔ میں منزل کربلا میں حضورؑ کے پاس پہنچا میں نے دیکھا کہ آپؑ اپنے ہاتھ سے ایک سمت اشارہ کر کے فرمارہے تھے کہ ھٰھُنا ھٰھُنا یعنی یہاں یہاں۔ ایک شخص نے عرض کیا یا امیر المومنین یہ کیا بات ہے؟ فرمایا کہ ایک زمانہ میں آلِ محمدؐ یہاں سے وارد ہوں گے۔ فَوَيْلٌ لَهُمْ مِنْكُمْ وَوَيْلٌ

Presented by Ziaraat.Com

"لَکُمْ مِنْھُمْ وائے ہو تم پر اُن سے اور وائے ہو اُن پر تم سے۔ اُس نے کہا کہ مجھے اس کا مطلب سمجھایئے، فرمایا کہ تم میں سے کچھ لوگ انہیں قتل کریں گے اور اس عمل کی وجہ سے واصلِ جہنم ہوں گے اور فرمایا کہ یہ جگہ ہے جہاں وہ اپنی سواریوں سے اُتریں گے اور یہ جگہ ہے جہاں وہ قتل ہوں گے۔

(د) کربلا سے روانہ ہو کر شہنشاہِ ایران کی تفریح گاہ کے کھنڈرات سے گزرنا۔

کربلا سے روانہ ہوئے تو اُس شہر کے کھنڈرات پر سے گزرے جس کا نام بہر سیر تھا اور جہاں کسی زمانہ میں شاہی مکانات اور تفریح گاہیں اور باغات وچمن ہوا کرتے تھے اور شہنشاہانِ ایران یہاں سیر وتفریح اور عیاشیوں کے لئے آیا اور رہا کرتے تھے۔ جریر بن سہم ربیعی اصحابِ امیرؑ المومنین میں سے تھے وہ اُن کھنڈرات کی سیر کو نکلے تو نہایت عبرت انگیز طریقے سے یہ شعر پڑھا۔

جَرَتِ الرِّیَاحُ عَلٰی مَکَانِ دِیَارِھِمْ فَکَاَنَّمَا کَانُوْا عَلٰی مِیْعَادِ۔

"ہوائیں اُن کے مکانات اور شہروں پر چلیں اور انہیں تباہ کر دیا پس گویا اُن کے لئے ایک خاص مدت ومیعاد مقرر کر دی گئی تھی"

امیرؑالمومنین نے سنا تو فرمایا کہ اَے سہم کے بیٹے اگر تم اس شعر کی جگہ یہ آیات پڑھتے تو زیادہ صحیح صورت حال سامنے آتی۔

کَمْ تَرَکُوْا مِنْ جَنّٰتٍ وَّعُیُوْنٍ O وَّزُرُوْعٍ وَّمَقَامٍ کَرِیْمٍ O وَّنَعْمَۃٍ کَانُوْا فِیْھَا فٰکِھِیْنَ O کَذٰلِکَ وَاَوْرَثْنٰھَا قَوْمًا اٰخَرِیْنَ O فَمَا بَکَتْ عَلَیْھِمُ السَّمَآءُ وَالْاَرْضُ وَمَا کَانُوْا مُنْظَرِیْنَ O۔ (سورہ دخان 29-25/44)

ترجمہ "کتنے ہی باغ اور چشمے اور کھیت اور شاندار محل تھے جو وہ چھوڑ گئے۔ کتنے ہی عیش کے سروسامان، جن میں وہ مزے اُڑا رہے تھے۔ اُن کے پیچھے دھرے رہ گئے۔ یہ ہوا اُن کا انجام اور ہم نے دوسروں کو ان چیزوں کا وارث بنا دیا۔ پھر نہ آسمان اُن پر رویا نہ زمین روئی، اور ذرا سی مہلت بھی اُن کو نہ دی گئی" (سورہ دخان 29-25/44)

یہاں حضورؑ نے فوج کو قیام کا حکم دیا فوراً ترتیب سے خیمہ اور دفاتر قائم ہو گئے۔ آپ نے حارث اعور کو اہل مدائن میں دعوت جہاد کے لئے بھیجا وہ تیسرے روز آٹھ سو جوان مردوں کو مسلح کر کے لائے۔ ساتھ ہی زید بن عدی کو دوسرے علاقے میں بھیجا وہ بھی چار سو مسلح بہادروں کو لے کر حاضر ہو گئے۔

(ہ) مدائن سے انبار کی طرف روانگی اور عجمیوں کا سامان جنگ ورسد لے کر استقبال کرنا۔

مدائن سے روانہ ہو کر آپؑ مع لشکر انبار پہنچے تو وہاں کے عجمی باشندے بہت سے گھوڑے اور مویشی اور چارہ اور فوج کے کھانے کا سامان اور سامان جنگ ورسد لے کر آئے اور چاہا کہ وہ تمام سامان بطور نذر وہدیہ قبول فرما لیا جائے۔ آپؑ نے خراج ولگان وٹیکس میں مجرا کرنے کی شرط پر گھوڑے اور قیمتی سامان لینے کی اجازت دے دی۔ معمولی کھانے پینے کا سامان انہوں نے خود ہی فوج میں تقسیم کر دیا۔ دو روز قیام کے بعد فوج روانہ ہوئی۔ اور مقام ہیت سے گزرتی ہوئی منزل افطار میں مقیم ہوئی۔ یہاں حضورؑ نے ایک مسجد بھی تعمیر کروائی تھی۔ یہاں سے روانہ ہو کر جزیرہ کی سرزمین پر پہنچے۔ یہاں قبیلہ بنی تغلب اور قبیلہ نمر بن قاسط نے آپؑ کا استقبال کیا۔ حضرت علی علیہ السلام نے یزید بن قیس ارجبی سے فرمایا کہ یہ لوگ تیری قوم وقبیلے کے ہیں۔ تمہیں لازم ہے کہ اُن کی رسومات مہمانداری اور خاطر اور خدمت کا انتظام کرو۔ چنانچہ لشکر میں اُن کی تواضع اور مدارات کا باقاعدہ انتظام کیا گیا۔ وہاں سے کوچ کیا تو نہر ملیحہ پر ٹھہرے وہاں سے سفر کر کے شہر رقہ کے پاس آئے دریائے فراط کے کنارے خیمہ وخرگاہ لگائے گئے۔ اور باقاعدہ قیام کیا گیا۔

Presented by Ziaraat.Com

(و) حضورؑ کے بھیجے ہوئے ہراول دستہ کا سفر اور پلٹ کر حضورؑ سے ملنا۔

قارئین کو یاد ہوگا کہ حضرت علی علیہ السلام نے نخیلہ سے آٹھ ہزار سواروں کا ایک لشکر زیاد بن نضر کی سرداری میں اور چار ہزار سوار شریح بن ہانی کی سرکردگی میں بطور مقدمۃ الجیش یعنی بڑے لشکر سے آگے آگے چلنے والے ہراول دستوں کی صورت میں بھیجے تھے۔ وہ دونوں سردار اپنی اپنی متعینہ ومقرر ذمہ داریوں کو پورا کرتے ہوئے بڑھتے چلے جارہے تھے۔ اور ہر گام پر مرکز کو مطلع ومربوط رکھتے جارہے تھے۔ اور حضرتؑ کے قیام وسفر سے منزل بمنزل واقف رہتے ہوئے بڑھ رہے تھے۔ مقامات عانات پر پہنچ کر معلوم ہوا کہ معاویہ ایک زبردست لشکر کے ساتھ اِدھر کو روانہ ہوگیا ہے۔ چنانچہ سرداروں کی ڈیوٹی تھی کہ حضرت علیؑ کی اجازت کے بغیر جنگی اقدام نہ ہونے پائے۔ اِدھر اس شرط کو بحال رکھنا تھا۔ اُدھر اگر تصادم ہو بھی جائے تو مرکزی لشکر سے مدد طلب کرنا اور مدد کا پہنچنا سہولت اور یقین کے ساتھ عمل میں آسکے۔ دونوں سرداروں کو معلوم تھا کہ حضرت علیؑ اور مرکزی فوج دور اور شاہراہ پر ہے اور وہ دریا کے اُس پار ہیں اور ہم اس پار۔ مقام عانات سے دریا کے دوسری طرف نکلنا چاہتے تھے۔ مگر عانات والوں نے کشتیاں دینے سے انکار کردیا اور خود قلعہ بند ہوکر بیٹھ گئے۔ مجبوراً واپس سفر شروع کیا اور ہیت کے گھاٹ پر پہنچ کر دریا کے اُس پار نکلے اور قرقیسا گاؤں میں مرکزی لشکر سے مل گئے۔ حضرت علیؑ نے انہیں آگے سے آکر ملنے کے بجائے پیچھے سے آتے دیکھا تو فرمایا کہ ''مقدمہ لشکر پیچھے سے آرہا ہے''، یعنی آگے والے لشکر کو آگے آنا چاہئے تھا۔ مگر جب زیاد اور شریح نے واقعات بیان کئے تو آپؑ نے فرمایا کہ تم نے خوب کیا۔

(ز) رقہ میں قیام کے بعد فرات کو عبور کرنے میں رقہ کے باشندوں کی مزاحمت اور تدارک۔

شہر رقہ سے دریائے فرات کو عبور کرنے کے لئے اہل رقہ سے کشتیوں کا پل بنانے کے لئے کہا گیا۔ مگر اُنہوں نے بھی پل بنانے اور کشتیاں دینے سے انکار کردیا اور اور خود شہر کا دروازہ بند کرکے محصور ہوگئے۔ اہل رقہ تمام ہی عثمان اور معاویہ کے طرفدار تھے۔ بہرحال حضرت علیؑ نے اُن پر تشدد کرنے کے بجائے آگے بڑھنے اور منبج کے پختہ پل سے عبور کرنے کا ارادہ کرکے سفر شروع کردیا۔ اُدھر مالک اشتر اپنی فوج کا ایک دستہ لے کر رقہ کے دروازے پر پہنچے اور اہل رقہ سے کہا کہ ابھی وقت ہے فوراً دروازہ کھولو اور جلدی سے پل بنادو ورنہ میں تمہارے اس شہر کی اینٹ سے اینٹ بجادوں گا اور تمہیں قتل کرکے ڈھیر لگادوں گا۔ اس دھمکی نے اثر کیا اور لوگ کشتیاں لے کر باہر نکلے اور پل بنانے لگے۔ اُدھر مالک اشتر نے حضرت علی علیہ السلام کو اطلاع دی اور واپس لوٹنے اور اس پل سے عبور کرنے کی درخواست کی حضورؑ اور حضورؑ کا پورا لشکر اس پل سے پار ہوا۔ اور پار نکل کر پھر زیاد اور شریح کو ہدایات دے دے کر بطور ہراول روانہ کیا۔

(ح) معاویہ کے ہراول دستے سے مڈبھیڑ اور مالک اشتر کی مدد کے لئے روانگی۔

اُس طرف سے معاویہ نے ابوالاعور اسلمی کو ایک بہت بڑا لشکر دے کر اپنے آگے بطور ہراول روانہ کیا تھا۔ مقام سُور الرّوم پر دونوں ہراول افواج ایک دوسرے کے سامنے پہنچ کر رُکیں۔ زیاد اور شریح نے ابوالاعور اور اُس کے سرداروں سے حضرت علی علیہ السلام کی اطاعت کرنے کی پیش کش کی۔ مگر وہ اطاعت کرنے والے ہوتے تو ہراول دستے میں شامل ہی کیوں ہوتے؟ ناچار ہوکر حضرت علی علیہ السلام کو پیچھے اطلاع دی گئی حضورؑ نے خط پڑھ کر مالک اشتر کو تین ہزار سواروں کے ساتھ مدد کو پہنچنے کا حکم دیا اور ہدایت کی کہ دیکھو جنگ کی ابتدا نہ کرنا جب تک اُدھر سے پیش قدمی نہ ہوجائے۔ میرے آنے تک کوشش کرنا کہ جنگ نہ چھڑے۔ اس قدر سختی نہ کرنا کہ وہ تمہیں جارح سمجھیں اور اس قدر نرمی نہ کرنا کہ وہ ڈرپوک خیال کریں۔ جنگ ناگزیر ہوجائے تو میمنہ پر زیاد کو اور میسرہ پر شریح کو رکھنا خود قلب لشکر میں رہنا۔ نہ آگے بڑھنا کہ وہ جنگ کے لئے

Presented by Ziaraat.Com

مشتاق اور آرزومند قرار دیں۔ میں بھی بڑے لشکر کی رفتار سے جلد پہنچوں گا۔ اُشتر جلدی سے روانہ ہو گئے ساتھ ہی زیاد شریح کو لکھا کہ مالک اُشتر جنگ کی حالت میں تمہارا امیر لشکر ہے۔ اُس کے احکام سنو اور تعمیل کرو۔ وہ دانا اور مستقل مزاج ہے۔ جلدی کے وقت سستی نہیں کرتا۔ اور آہستگی کے وقت عجلت نہ کرے گا۔ یہ خط بھی حارث بن جمہان ہی لے کر واپس زیاد و شریح کے پاس پہنچے۔

(ط) مالک اشتر اور ابوالاعور میں جنگی جھڑپیں۔

کتاب روضۃ الصفا میں ریکارڈ کیا گیا ہے کہ مالک اشتر نے ایک خط ابوالاعور کو بھیجا جس میں اُسے حضرت علی علیہ السلام کی اطاعت کی دعوت دی گئی تھی۔ یہ خط لے کر ابونجدہ ارزانی گئے تھے جو اپنی زاہدانہ روش کی بنا پر حضرت علیؑ کے نزدیک قابل اعتبار و اعتماد تھے جب وہ ابوالاعور کی فوج کے نزدیک پہنچے تو ابوالاعور کی فوج میں سے ایک شامی فوجی باہر نکلا اور ابونجدہ کو ایک گھٹیا درجہ کا آدمی سمجھ کر اس کی راہ روکی اور مذاق کرنے لگا۔ ابونجدہ نے کہا کہ اَے برادرانِ شیطان تمہیں یہ حق نہیں پہنچتا کہ تم مومنین کا راستہ روکو اور اُن سے چھچھوری باتیں کرو۔ شامی نے جواب میں کہا کہ راستے میں کافی وسعت موجود ہے۔ ابونجدہ نے کہا کہ ہند اور سندھ میں اس سے بھی زیادہ وسعت ہے۔ تم لوگ وہاں جا کر اُن کا راستہ کیوں نہیں روکتے؟ جب شامی فوجی کو ابونجدہ کی گفتگو سے اُس کی شرافت کا علم ہوا تو اسے ابوالاعور کے خیمہ تک پہنچا دیا۔ ابونجدہ نے خیمے سے دو بدمست شرابیوں کو نکلتے دیکھا اور خیمہ میں پہنچنے کے لئے اپنے گھوڑے پر سوار قالین پر سے گزرتا چلا گیا؟ کچھ لوگوں نے گھوڑے سے نہ اُترنے پر اعتراض کیا تو ابونجدہ نے کہا کہ فاسق و فاجر لوگوں کا ادب اور تواضع ممنوع ہے۔ اور یہ کہتا ہوا ابوالاعور کے سامنے جا پہنچا اور اُس پر سلام نہ کیا اور کہا کہ تیرے احالی موالی اور مشیر شراب پیتے اور بدمست ہو کر باہر نکلتے ہیں۔ اور تو خود اُن کی ہمت افزائی کرتا ہے۔ ابوالاعور نے کہا کہ تم اپنے کام سے کام رکھو۔ جو پیغام لائے ہو مجھے دو اور میرا جواب وہاں پہنچاؤ۔ الغرض اُس نے خط پڑھا اور چند سطریں معاویہ کی شان میں لکھ کر دے دیں۔ مالک اشتر نے ابوالاعور کے جواب کو اپنے بیٹے کو سپرد کیا کہ حضرت علی علیہ السلام کو بطور حجت دکھائے۔ اور فوراً سپاہ کو جنگ کے لئے تیار ہونے کا حکم دے دیا۔ میمنہ پر زیاد بن نضر کو اور میسرہ پر شریح بن ہانی کو تعینات کیا۔ ابوالاعور کی فوج پہلے سے تیار تھی۔ اُس نے مالک اشتر سے مقابلہ کرنے کے لئے عبداللہ بن منذر تنوخی کو میدان میں بھیجا۔ مالک اشتر نے اُسے اور اُس کے بعد اُس کے دو بھائیوں کو ٹھکانے لگا دیا۔ چند اور بہادروں میں جنگ ہوئی اور مالک کے جوانوں کا پلہ بھاری رہا۔ شام کو دونوں لشکروں نے جنگ بندی کر دی۔ اور فوجوں نے آرام کیا۔ مالک اشتر کی فوج سونے کی تیاری میں مصروف تھی کہ ابوالاعور نے پوری طاقت سے شب خون مارا۔ اُسے اُمید تھی کہ اُس کا یہ ناگہانی اور بھرپور حملہ کامیاب ہوگا۔ اور دشمن کے پیر اُکھڑ جائیں گے مگر نتیجہ اُلٹا نکلا ابوالاعور کی فوج بے قابو ہو کر بھاگ نکلی۔ صبح ہوتے ہوتے سارا میدان صاف تھا۔ فوج مع سردار کہیں دُور فرار کر گئی تھی۔ مالک اشتر اپنی فوج کا ایک دستہ لے کر ابوالاعور کی تلاش میں نکلے۔ چاروں طرف تلاش کرنے کے بعد اُس کا پتہ قنسرین میں چلا۔ جو حلب کے راستے میں پڑتا ہے۔ وہ ایک بہت بلند مقام پر پڑاؤ ڈال کر ٹھیرا ہوا تھا۔ یہاں بھی مالک اشتر نے ابوالاعور کی فوج پر جوابی حملہ کیا دشمن کے کافی بہادر کام آئے۔ مالک اشتر نے اپنے ایک بہادر سنان نخعی سے کہا کہ تم آگے بڑھ کر ابوالاعور سے کہو کہ اگر تمہیں کچھ دعوائے مردانگی ہو تو مقابلے کے لئے خود نکلو۔ سنان نے کہا کہ میں آپ سے مقابلہ کی دعوت دوں یا خود اپنے ساتھ لڑنے کی دعوت دوں؟ مالک نے کہا کہ اگر میں تم سے کہوں تو کیا تم ابوالاعور سے مقابلہ کرو گے؟ سنان نے کہا کہ اگر آپ حکم دیں تو میں فوج پر حملہ کر کے اس تک پہنچوں اور قتل کر کے پلٹوں؟ مالک اشتر بہت خوش ہوئے شاباش دی۔ اور کہا کہ میرے مقابلہ کی دعوت دے دو۔ اگر اُس میں غیرت ہوگی تو وہ آزمودہ کار اور عمر دار مد مقابل سے لڑے گا۔ اور تم ابھی کم سن ہو۔

Presented by Ziaraat.Com

ابوالاعور نے دعوت سن کر سر جھکا لیا۔ کافی دیر سے سوچ کر سیاسی پہلو اختیار کرتے ہوئے کہا کہ: ''اشتر نے اپنی تند مزاجی اور برے نظریات وخیالات ہی کی بنا پر عثمان کے گورنروں کو عراق سے نکال باہر کیا تھا۔ اُنہوں نے عثمان پر طرح طرح کے الزامات لگائے اُن کی اچھائیوں کو مذموم قرار دیا۔ اُن کے حقوق کی پرواہ نہ کی اُن کی عداوت کو پھیلایا۔ عثمان پر چڑھائی کی اور عثمان کے دشمنوں کے ساتھ مل کر انہیں قتل کیا۔ اب عثمان کے خون کا مالک اشتر سے بھی مطالبہ ہے۔

سنان نے جواب میں کہا کہ اب ذرا میری بات بھی سن لو۔ ابوالاعور نے چلا کر کہا جاؤ جاؤ مجھے مالک اشتر سے مقابلہ کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ مالک اشتر نے کہا کہ ابوالاعور ڈر گیا ہے۔ بہرحال دست بدست کی جنگ جاری رہی۔ مالک اشتر کا لشکر بے جگری سے حملے کرتا اور چاروں طرف لاشوں کے ڈھیر لگا تا رہا۔ آخر ابوالاعور کا لشکر بھاگا اور ابوالاعور نے معاویہ کے پاس پہنچ کر دم لیا۔ معاویہ نے ابوالاعور اور سفیان بن عمر کو بہترین مقام تلاش کر کے افواج کے آخری پڑاؤ کا انتظام کرنے کے لئے حکم دیا۔ اُنہوں نے صحرائے صفین کو انتخاب کیا۔ یہاں دریائے فرات کا صرف ایک گھاٹ تھا اس کے علاوہ دُور دُور تک پانی لینے کی اور کوئی جگہ نہ تھی۔ یہاں معاویہ کی ایک لاکھ تیس ہزار فوج ٹھیری۔

(ی) حضرت علیؑ کا لشکر معاویہ کی افواج کے سامنے خیمہ زن ہوا، معاویہ کی فوج نے مرتضوی سپاہ پر پانی بند کر دیا تو ساقیؑ کوثر نے کیا کِیا۔

فوجوں کی ملاقات مودودی کے قلم سے۔ علامہ مودودی نے لکھا ہے کہ:

''اس کے بعد حضرت علیؑ عراق سے اور حضرت معاویہ شام سے جنگ کی تیاریاں کر کے ایک دوسرے کی طرف بڑھے۔ اور صفین کے مقام پر جو فرات کے مغربی جانب الرقہ کے قریب واقع تھا، فریقین کا آمنا سامنا ہوا۔ حضرت معاویہ کا لشکر فرات کے پانی پر پہلے قابض ہو چکا تھا۔ اُنہوں نے لشکر مخالف کو اُس سے فائدہ اُٹھانے کی اجازت نہ دی۔ پھر حضرت علیؑ کی فوج نے لڑ کر اُن کو وہاں سے بے دخل کر دیا۔ اور حضرت علیؑ نے اپنے آدمیوں کو حکم دیا کہ اپنی ضرورت بھر پانی لیتے رہو اور باقی سے لشکر مخالف کو فائدہ اُٹھانے دو''۔

(خلافت وملوکیت صفحہ 135)

آپ نے دیکھا کہ مودودی نے حضرت علی علیہ السلام اور معاویہ علیہ اللعن دونوں کو رضی اللہ لکھا نہ اُنؑ کی مدح کی نہ اِس ملعون کی مذمت کی گویا دونوں اسلام کے مطابق عمل کر رہے تھے۔ اب یہی صورت حال ڈاکٹر طٰہٰ حسین سے سنئے:

(2) طٰہٰ حسین علیؑ ومعاویہ کا حال لکھتے ہوئے رقم طراز ہیں۔

''یہ معلوم کرنے کے بعد کہ حضرت علیؑ نکلنے کے لئے تیار ہو چکے ہیں۔ امیر معاویہ شامیوں کی ایک بڑی فوج لے کر نکل پڑے۔ مقدمہ الجیش کو پہلے بھیج دیا اور حضرت علیؑ سے پہلے صفین پہنچ گئے۔ اور اپنے آدمیوں کو نہر فرات سے قریب تر ایک اچھے کشادہ مقام پر اُتارا۔ حضرت علیؑ بھی اپنا بہت بڑا لشکر لے کر آ گئے۔ اور اپنے آدمیوں کو حریف کے بالمقابل اُتارا۔ لیکن اُن کو فرات کی کوئی نہر نہ مل سکی۔ جہاں سے پانی کا انتظام ہوتا۔ حضرت علیؑ نے معاویہ کے پاس سفیر بھیجے اور مطالبہ کیا کہ پانی آزاد رکھا جائے تا کہ دونوں فوجیں پی سکیں۔ حضرت علیؑ کے سفیروں نے معاویہ سے گفتگو کی۔ لیکن انہیں کوئی جواب نہ مل سکا۔ اور وہ بلا جواب واپس آ گئے۔ تھوڑی دیر بعد حضرت علیؑ کے آدمیوں نے دیکھا کہ معاویہ نہر فرات پر پہرہ داروں کی تعداد میں اضافہ کر رہے ہیں۔ تا کہ حضرت علیؑ کے آدمیوں کو پیاسا رہنے پر مجبور کر دیں۔ وہ چاہتے تھے کہ جس طرح حضرت عثمان پر محاصرے کے وقت پانی حرام کر دیا گیا تھا۔ اُسی طرح اِن پر بھی حرام کر دیا جائے

Presented by Ziaraat.Com

کہا جاتا ہے کہ عمرو بن عاص کا معاویہ سے اصرار تھا کہ پانی کی راہ میں مزاحمت نہ کی جائے۔ ورنہ فوراً تصادم شروع ہو جائے گا۔ اس لئے کہ یہ نہیں ہو سکتا کہ حریف سیراب ہوتا رہے اور حضرت علیؑ کے آدمی پیاسے رہیں۔ لیکن اُموی عصبیت عقلمندوں کے مشورے پر غالب آئی اور معاویہ کو بھی اُس کے سامنے سر جھکانا پڑا۔ اب ضروری تھا کہ پانی کے لئے مقابلہ ہو، ہوا اور سخت ہوا، قریب تھا کہ جنگ کی صورت اختیار کرلے۔ لیکن حضرت علیؑ کے آدمی غالب آئے۔ اور پانی پر قبضہ کرلیا۔ اور چاہا کہ اب حریف کو پیاس پر مجبور کردیں۔ جیسا کہ اُس نے چاہا تھا۔ لیکن حضرت علیؑ نے اُن کو روکا آپؑ نے چاہا کہ امن و امان رہے اور بلا اتمام حجت جنگ نہ چھڑ جائے۔ پھر آپ کو یہ بات بھی بہت پسند نہ تھی کہ اللہ نے تو نہر اس لئے جاری کی ہے کہ تمام لوگ اُس سے سیراب ہوں اور ہم اپنے حریف کو پیاسا رکھیں۔ اس طرح قوم کو موقع ملا کہ چند دن ایک دوسرے سے بے خوف ہو کر ملیں۔ پانی پر اکٹھا ہوں۔ ایک دوسرے کے لئے کوشش کریں۔ فریقین کے درمیان سخت اختلاف اور شدید دشمنی تھی۔ لیکن جنگ نہ تھی۔ اس کے بعد حضرت علیؑ نے چاہا کہ آخری بات کرلی جائے تاکہ کوئی عذر نہ رہ جائے۔ چنانچہ سفیر آئے گئے۔ لیکن نہ مفاہمت ہو سکی اور نہ مفاہمت جیسی کوئی بات بن سکی۔ جب حضرت علیؑ مایوس ہو گئے۔ تو اپنے آدمیوں کے ہاتھوں میں جھنڈے دے دیئے۔ اور ایک ایک دستہ نکلنے لگا۔ حضرت علیؑ کی فوج کا ایک دستہ نکلتا۔ اُس کے مقابلہ کے لئے معاویہ کی فوج کا ایک دستہ آتا اور دن بھر یا دوپہر تک معرکہ آرائی رہتی۔ پھر دونوں رُک جاتے۔ حضرت علیؑ ایک عام جنگ نہیں چاہتے تھے۔ اس خیال سے کہ شاید حریف راہ پر آجائے۔ خدا کے کلمہ کی طرف رُخ کرلے اور مسلمانوں کے امن و امان کا خواہاں بن جائے۔ بات اسی طرح دس دن یا کم و بیش ذی الحجہ کے آخر تک چلتی رہی۔ اس کے بعد محرم کا مہینہ آگیا۔ جو حرمت کا مہینہ ہے۔ تیس دن امن و امان سے گزرے۔ لوگ ایک دوسرے سے مطمئن رہے۔ اس اثناء میں سفیر مسلسل آئے گئے۔ لیکن پورا مہینہ گزار دینے کے بعد بھی صلح کی کوئی صورت نہ نکلی۔ اب تو فریقین کو یقین ہو گیا کہ تصادم کے سوا چارہ نہیں'' (کتاب علیؑ صفحہ 132 تا 134)

اسی صورت حال اور جنگ صفین کی تمہید کو تاریخ اسلام سے بھی سن لیں:

جناب ذاکر حسین جعفر مختلف تواریخ کے حوالوں سے لکھتے ہیں کہ:

''اب علیؑ کی تمام فوج معاویہ کے کل لشکر کے مقابل پہنچ گئی۔ ابن ابوسفیان نے صفین کی طرف متوجہ ہو کر علیؑ کے پہنچنے سے پہلے ابوالاعور کو مامور کر دیا تھا کہ فرات کے گھاٹ پر جو اُس علاقہ میں ایک ہی تھا، قبضہ کرلے۔ جناب امیرؑ نے معاویہ کے مقابلے میں چھاؤنی ڈالی۔ پانی کی روک کی خبر ہوئی تو صعصعہ بن صوحان اور شبث بن ربعی کی معرفت معاویہ کے پاس یہ پیغام بھیجا کہ تیرے لشکر نے پانی روک دیا ہے۔ لشکر کے ساتھ ضعیف، کمزور اور بوڑھے بھی ہیں۔ مناسب نہیں کہ مسلمانوں سے پانی روکا جائے۔ اگر ہم تجھ سے پہلے وارد ہوتے تو ہرگز منع نہ کرتے۔ ہم لوگ پانی پر لڑائی کرنے نہیں آئے ہیں۔ بلکہ دین پر لڑنے کو آئے ہیں۔ تاکہ خلق خدا پر حجت پوری ہو۔ مناسب ہے کہ لشکر کو لب دریا سے اُٹھالو اور پھر لڑو کہ حق و باطل کا فرق لڑائی سے ظاہر ہو جائے۔ اور اگر تمہاری یہی مرضی ہے کہ جو گھاٹ کو لے لے فتح اُس کی سمجھی جائے تو ہم اس پر بھی راضی ہیں۔ اس پیغام کے بھیجنے پر معاویہ نے اپنے اُمراء سے مشورہ لیا۔ عمرو بن العاص نے کہا کہ اَے معاویہ کیا تو اپنے خیال میں ساقی کوثر کو کنارے آبِ فرات پر پیاسا رکھ سکتا ہے؟ زہے تصورِ باطل زہے خیال محال۔

ولید بن عقبہ نے کہا کہ ان لوگوں میں اکثر قاتلان عثمان ہیں۔ اِن لوگوں نے کئی دن اُن جناب سے پانی روکے رکھا مناسب ہے کہ ہم بھی

Presented by Ziaraat.Com

اُن کو پیاس کی تکلیف پہنچائیں ۔معاویہ نے ولید کی بات پسند کی اور سفیر ولید بن عقبہ کو بُرا بھلا کہتے ہوئے بے نیل ومرام واپس آئے ۔
جناب امیرؑ کے لشکری پیاس سے سخت بے تاب ہوئے ۔حضرتؑ کی لشکرگاہ سے اس دوسرے (گھاٹ) مقام تک جہاں پانی دستیاب ہوسکتا تھا۔دوفرسخ (6 میل) کا فاصلہ تھا۔ یہ حالت دیکھ کر اشتر اور اشعث جناب امیرؑ کے پاس آئے اور کہا کہ یاامیرالمومنینؑ تمام لشکر پیاسا ہے اور معاویہ مع اپنے لشکر کے سیراب ہورہا ہے ۔ہم لوگ کب تک خاموش رہیں؟ اجازت دیجئے کہ لڑیں اور پانی چھین لیں۔امیرؑ المومنین نے فرمایا کہ اگر تم دشمن سے مغلوب ومقہور ہوکر جیئے تو یہ زندگی عین موت ہے ۔اور اگر دشمن پر مظفر ومنصور ہوتے ہوتے مرگئے تو یہ عین حیات ہے ۔الغرض اپنے آقا اور سردار سے اجازت پاکر دس ہزار فوج لے کر گھاٹ کی طرف چلے اور معاویہ کے لشکر کے قریب پہنچ کر آواز دی ۔''اے اہل شام پانی چھوڑ دو نہیں تو تمہارا خون تمہاری گردن پر ہوگا'' کسی نے اُن کے کہنے کی پرواہ نہ کی ۔ ناچار حملہ آور ہوئے ۔ زور شور کی لڑائی کے بعد ابوالاعور سے گھاٹ چھین لیا۔لشکر امامؑ نے دریا پر چھاؤنی ڈال دی اور فریق مخالف کو پانی لینے سے روک دیا۔معاویہ نہایت مضطرب ہوا۔عمروبن عاص نے اُسے ملامت کرنا شروع کی اور کہا کہ میں کیا کہتا تھا؟ بتاؤ اب اگر علیؑ تمہارے ساتھ وہی کرے جو تم نے کل اُس کے ساتھ کیا تھا تو تمہارا کیا حال ہوگا؟ معاویہ نے کہا کہ پھر اب کیا ہوگا ۔عمرو نے کہا کہ عثمان کو محاصرہ کے دوران پانی بھجوانے والا علیؑ تمہاری طرح ہرگز پانی روکنے والا نہیں ۔خجل اور شرمندہ ہوکر معاویہ نے اپنے ارکان دولت میں سے بارہ شخصوں ،مثل ضحاک بن قیس ، بسر بن ارطاۃ ، مقاتل بن زید ، داؤد بکری ، اور حوشب بن ذی ظلیم وغیرہ کی معرفت امیرؑ المومنین کی خدمت میں کہلا بھیجا کہ ہم پر پانی بند نہ کریں ۔ساقی کوثرؑ نے جواب میں فرمایا کہ ہم کسی پر پانی بند نہیں کرتے ۔خاطر جمع رکھو۔اور اس خبر کے پاتے ہی اپنے سرداروں کو کہلا بھیجا کہ پانی نہ روکنا منادی کرادی ۔''پانی حلال ہے کسی کو اس میں مضائقہ نہیں ہے ۔ دونوں لشکروں میں جس کو ضرورت ہو آدمیوں اور جانوروں کے لئے پانی لے جائے'' مقاتل بن زید اور داؤد بکری کو اُن جناب کے کلام سے ایسا اثر ہوا کہ انہوں نے توبہ کی اور وہ حضرتؑ ہی کی خدمت میں رہ گئے ۔معاویہ کے پاس نہ گئے ۔(حبیب السیر صفحہ 197 ۔198)

Presented by Ziaraat.Com

مفتی جعفر حسین: خطبہ نمبر: 64

علی نقی طہرانی: خطبہ نمبر: 65

خُطبہ ﴾38﴿

1۔ جنگ صفین میں بہادرانہ کارزار کے متعلق ہدایات سے پہلے اللہ کو ممد و مددگار بنانے کی تاکید کی ہے۔

2۔ اللہ اور اللہ کے جانشینؑ کی نصرت میں جنگ کرنے کا یقین کامیابی کا ضامن ہے۔

3۔ معاویہ کے لشکر میں شیطان موجود ہے جو جنگ کے ساتھ ہی فرار کی اسکیم بھی بنائے ہوئے ہے۔

4۔ اللہ کے حضور خوشی خوشی اپنی جانیں پیش کرنے کے لئے بڑھو۔

5۔ حق کو نافذ کرنے تک قدم آگے بڑھاتے رہو۔ اللہ تمہارے ساتھ ہے۔ تمہارے اعمال ضائع نہیں ہوسکتے۔

6۔ اسلحہ کو استعمال سے پہلے پہلے ملاحظہ کرلو۔ دوران جنگ وقار انسانیت برقرار رکھو۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡم

مَعَاشِرَ الْمُسْلِمِيْنَ ؛	1	اے گروہ مسلمانان!
اسْتَشْعِرُوا الْخَشْيَةَ ؛	2	خدا کے روبرو عاجزی کو شعار بنالو
وَتَجَلْبَبُوا السَّكِيْنَةَ ؛	3	اور اپنے اوپر سکون واطمینان کی چادریں اوڑھ لو۔
وَعَضُّوا عَلَى النَّوَاجِذِ ؛	4	اور دانتوں کو بھینچ کر رکھو۔
فَاِنَّهٗ اَنْبٰى لِلسُّيُوْفِ عَنِ الْهَامِ ؛	5	دانت بھنچے ہوئے ہوں تو تلوار کھوپڑی سے اُچٹ جایا کرتی ہے۔
وَاَكْمِلُوا اللَّاْمَةَ ؛	6	اپنی زرہ اور تحفظ کا سامان ٹھیک سے ملاحظہ کر کے پہنا کرو۔
وَقَلْقِلُوا السُّيُوْفَ فِىْ اَغْمَادِهَا قَبْلَ سَلِّهَا	7	تلواروں کو ان کے میانوں میں ہلا جلا کر دیکھو تاکہ جلدی سے باہر نکلنے میں شبہ نہ رہ جائے۔
وَالْحَظُوا الْخَزْرَ ؛	8	دشمن پر سامنے اور گوشۂ چشم سے ادھر اُدھر نظر رکھو۔
وَاطْعَنُوا الشَّزْرَ ؛	9	دشمن کو دور رکھنے کے لئے نیزہ ادھر اُدھر گھما لیا کرو۔
وَنَافِحُوْا بِالظُّبَا ؛	10	دشمنوں کو تلوار کی باڑھ پر رکھو۔
وَصِلُوا السُّيُوْفَ بِالْخُطَا ؛	11	تلواروں کو بڑھ بڑھ کر دشمنوں تک پہنچاتے رہو۔
وَاعْلَمُوْا اَنَّكُمْ بِعَيْنِ اللّٰهِ وَمَعَ ابْنِ عَمِّ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ ؛	12	یہ یقین رکھو کہ تم رسولؐ اللہ کے چچازاد بھائی کے ساتھ مل کر اور اللہ کی آنکھوں کے سامنے جہاد کر رہے ہو۔ اللہ ان پر اور ان کی آل پر درود بھیجتا ہے۔

فَعاوِدُو االْکَرَّ ؛	13	بار بار جم کر جنگ کرتے رہو۔
وَاسۡتَحۡيُوۡا مِنَ الۡفَرِّ ؛	14	اور بھاگنے سے شرماتے رہو۔
فَاِنَّهٗ عَارٌ فِی الۡاَعۡقَابِ ؛	15	یقیناً جہاد سے فرار بعد کی نسلوں کو بھی شرمندہ کیا کرتا ہے
وَنَارٌ يَوۡمَ الۡحِسَابِ ؛	16	اور روز حساب آگ اس کی سزا ہے۔
وَطِيۡبُوۡا عَنۡ اَنۡفُسِكُمۡ نَفۡسًا ؛	17	ہر شخص خوشی سے اپنی جان اللہ کو سونپنے میں مسرت محسوس کرے۔
وَامۡشُوۡا اِلَی الۡمَوۡتِ مَشۡيًا سُجُحًا ؛	18	اور موت کی طرف اس طرح چلو جس طرح چلتے رہنے کو باوقار رفتار کہتے ہیں
وَعَلَيۡكُمۡ بِهٰذَا السَّوَادِ الۡاَعۡظَمِ ؛	19	تم پر لازم ہے کہ تم اس انبوہ کثیر کو اپنا نشانہ بنائے رکھو۔
وَالرِّوَاقِ الۡمُطَنَّبِ ؛	20	اور اس طرح طنابوں سے تانے ہوئے خیمہ پر نظریں جمالو۔
فَاضۡرِبُوۡا ثَبَجَهٗ ؛	21	اور اس کے وسط پر حملے کر کے پہنچ جاؤ۔
فَاِنَّ الشَّيۡطَانَ كَامِنٌ فِیۡ كِسۡرِهٖ ؛	22	بلاشبہ وہاں شیطان اپنی کمین گاہ میں چھپا ہوا بیٹھا ہے۔
قَدۡ قَدَّمَ لِلۡوَثۡبَةِ يَدًا ؛	23	ایک طرف تو اس نے حملے کرنے کے لئے ہاتھ بڑھا رکھا ہے۔
وَاَخَّرَ لِلنُّكُوۡصِ رِجۡلاً ؛	24	اور ساتھ ہی بھاگنے کے لئے پہلے ہی سے قدم پیچھے موڑے ہوئے ہیں۔
فَصَمۡدًا صَمۡدًا ؛	25	تم استقلال و مضبوطی سے اپنے ارادے پر قائم رہو۔
حَتّٰی يَنۡجَلِیَ لَكُمۡ عَمُوۡدُ الۡحَقِّ : " وَاَنۡتُمُ الۡاَعۡلَوۡنَ وَاللّٰهُ مَعَكُمۡ وَلَنۡ يَّتِرَكُمۡ اَعۡمَالَكُمۡO "(سورہ محمدؐ 47/35)	26	یہاں تک کہ تمہارے لئے حق کا مینار چمک اٹھے "اور تم ہی بلند مرتبہ رہنے والے ہو۔ اور اللہ تمہارے ساتھ ساتھ ہے اور وہ ہرگز تمہارے اعمال میں کمی نہ کرے گا۔" (سورہ محمدؐ: 47/35)

تشریحات:

یہ خطبہ بھی جنگ صفین کے سلسلے میں دیا گیا ہے اور مسلمانوں کو ویسا انسان بن جانے کی ہدایات دی گئی ہیں جیسا کہ ایک کامیاب مجاہد کو میدان جنگ میں ہونا چاہئے۔

1۔ حضرت علیؑ کے خطبات ہی کی طاقت تھی جس نے معاویہ اور قریش کے دُہات اور نابغاؤں کی قوت و بصیرت کو شکست دی۔

ہمارے قارئین نے قریش کے حالات میں یہ دیکھا تھا کہ اللہ نے قریش کو اپنا مد مقابل مان کر یہ فرمایا تھا کہ:

وَاِذۡ يَمۡكُرُ بِكَ الَّذِيۡنَ كَفَرُوۡا لِيُثۡبِتُوۡكَ اَوۡ يَقۡتُلُوۡكَ اَوۡ يُخۡرِجُوۡكَ وَيَمۡكُرُوۡنَ وَيَمۡكُرُ اللّٰهُ وَاللّٰهُ خَيۡرُ الۡمَاكِرِيۡنَO (انفال 8/30)

ترجمہ: "وہ وقت بھی یاد رکھنے کے قابل ہے جب کہ حقائق کو چھپانے والے لوگ تیرے خلاف مکر کر رہے تھے تاکہ تجھے عمر بھر کے لئے قید

Presented by Ziaraat.Com

میں ڈال دیں یا قتل کر ڈالیں یا جلاء وطن کر دیں۔ وہ اپنے مکر کر رہے تھے اور اللہ اپنا مکر کر رہا تھا۔ اور اللہ تمام مکاروں کے مکر سے بہتر مکر کرنے والا ہے'' (انفال 8/30)

ایک اور آیت دیکھ کر مقصد بیان کریں گے۔

وَقَدْ مَكَرُوْا مَكْرَهُمْ وَعِنْدَ اللّٰهِ مَكْرُهُمْ وَاِنْ كَانَ مَكْرُهُمْ لِتَزُوْلَ مِنْهُ الْجِبَالُO (ابراہیم 14/46)

ترجمہ: ''اُنہوں نے اپنا ہر مکر کر دیکھا، مگر اُن کے ہر ہر مکر کا توڑ اللہ کے پاس تھا۔ اگر چہ اُن کے مکر ایسے تھے کہ جن سے پہاڑوں کو ہٹایا جاسکتا ہے''

2۔ قریش کا ساری دنیا سے دانش وبینش سیاست اور ڈپلومیسی میں بڑھ کر منفرد ویگانہ ہونا؟

پہلی آیت (8/30) سے یہ اصول سمجھ لیں کہ جب بھی کوئی انتہائی طاقتور یا انتہائی بابصیرت ہستی اپنا کسی سے مقابلہ کرنے کے بعد خود کو اُس سے بہتر قرار دے تو مقابلہ میں لایا ہوا شخص یا قوم اپنی جنس میں سب سے عقل وبصیرت وطاقت میں بڑھی ہوئی ماننا پڑے گی۔ یہاں (8/30) میں اللہ نے قریش کو مکر یا ڈپلومیسی میں اپنے بعد دوسرا نمبر دیا ہے۔ یعنی قریش اپنے مکر وبصیرت میں اللہ کے بعد تمام انسانوں سے بڑھ کر تھے۔ دوسری آیت میں تو بات صاف ہے کہ قریشی ڈپلومیسی اور مکر وتدبر کے سامنے پہاڑ قیام نہیں کر سکتے۔ اور صرف اللہ ہی ایسی ہستی ہے جس کا مکر وڈپلومیسی اور تدبر قریش کو ناکام کر سکتا ہے اسی اصولی اور واقعاتی حیثیت کو سامنے رکھیں اور دیکھیں کہ معاویہ خود اپنے مکر وڈپلومیسی میں درجۂ کمال رکھتا تھا اور عمر جیسا نابغہ اس کا لوہا مانتا تھا۔ اور اُس نے معاویہ ایسے تین اور ڈپلومیٹ اپنے اراکین سلطنت میں جمع کر رکھے تھے۔ یعنی زیاد حرام زادہ اور عمرو بن العاص یا عمرو بن ابوسفیان حرام زادہ اور مغیرہ بن شعبہ حرام زادہ۔ یہ پانچ حرام زادے تھے جنہوں نے قریشی حکومت کو کھڑا کیا، استحکام بخشا اور ساری دنیا کو تگنی کا ناچ نچایا تھا۔ اب معاویہ کے پاس اُسی قسم اور سائز کے درجن بھر حرام زادے تھے۔ اور اُن کے مقابلے پر بھی حضرت علی علیہ السلام ہی تھے۔ اور تاریخ چلا چلا کر کہتی ہے کہ حضرت علیؑ نے خالص دیانت وامانت وایمانداری کے کھلے عملدر آمد سے قریش کی ہر اسکیم اور ہر ڈپلومیسی اور ہر مکر وفریب کو بار بار شکست دی۔ دین پر اس احتیاط اور سختی سے عمل کیا کہ قریش بے دینی اور بدمذہبی سے بھی کامیاب نہ ہوئے۔ قریش سے دین ودیانت کا دامن ایسا چھوٹا کہ آج چودہ سو سال گزرنے تک اُن میں سے کسی کے بھی ہاتھ نہ آیا۔ اُن سے اُس زمانہ سے لے کر آج تک کوئی ایک کام بھی ایسا نہ ہوسکا جو اللہ، رسولؐ، قرآن اور شرافت کے مطابق ہوتا۔ اُن کی نمازیں، اُن کے حج اور دیگر عبادتیں، اُن کے اخلاق اور دیگر تصورات فریب ودغا اور غدر سے خالی نہ رہے۔

3۔ معاویہ کا ایک اور فریب اور فریب کی کامیابی کا داخلی نظام۔

ہم یہ عرض کر چکے ہیں کہ اگر حضرت علی علیہ السلام اپنے مقامِ بلند کو ملحوظ نہ رکھتے اور اللہ کے اُن احکامات پر عمل کرتے جو اُس نے دشمنوں اور غداروں کے ساتھ روا رکھے ہیں تو قریش کا دُنیا سے نام ونشان تک مٹ جاتا۔ اللہ نے فرمایا ہے کہ:

فَمَنِ اعْتَدٰى عَلَيْكُمْ فَاعْتَدُوْا عَلَيْهِ بِمِثْلِ مَا اعْتَدٰى عَلَيْكُمْ وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ مَعَ الْمُتَّقِيْنَO (بقرہ 2/194)

''چنانچہ جو کوئی تمہارے ساتھ حد سے بڑھ کر زیادتی کرے تم بھی اُس کے ساتھ حد سے بڑھ کر اُتنی ہی زیادتی کرو جتنی اُس نے تم سے کی تھی۔ اور اللہ کے سامنے ذمہ دار رہو اور جان لو کہ اللہ ذمہ دار لوگوں کے ساتھ ہے''

Presented by Ziaraat.Com

قارئین دیکھ چکے کہ معاویہ اوراس کے لشکر نے پلان بنا کر پانی پر قبضہ کیا اور حضرت علیؑ کے لشکر کو پیاسا ماردینے کے لئے اُن پر پانی بند کیا اور درخواست کرنے پر بھی پانی کو آزاد نہ کیا لہٰذا مندرجہ بالا آیت کی رُو سے معاویہ اور اُس کے لشکر پر پانی اُس وقت تک بند رکھنا جائز تھا جب تک بند رکھنے کا معاویہ اوراس کے مشیروں نے اعلان کیا تھا۔اور ساتھ ہی اُن پر جنگ وقتل کی پوری ضربیں لگانا لازم تھیں۔اللہ اور رسولؐ وامامؑ کے باغیوں اور جنگ کرنے والوں کا قتل عام کرنا، اعضاء منقطع کرنا، اُنہیں دُنیا سے معدوم کرنا جائز ہے(مائدہ 5/33) مگر حضرت علیؑ نے شرع کے احکام بھی اپنے دشمنوں پر نافذ نہ کئے۔اس رحم وکرم وشرافت وقربانی اور فداکاری کے سبب قریش باقی رہے اور اُسی رحیم وکریم انسان کے خاندان کا قتل عام جاری رکھا۔اور مسلسل چودہ سو سال سے محسن کُشی کو اسلام سمجھتے چلے آرہے ہیں۔چنانچہ اُن کے لئے پانی کو آزاد کردیا۔لیکن معاویہ نے بدلے میں دغا اور فریب سے کام لیا۔پھر تاریخ سے سنئے:

''فریب۔علیؑ کے لشکر نے فرات کے کنارے خیمے گاڑدیئے دونوں طرف کے لوگ بلا تردد پانی صرف کرنے لگے۔تین روز تک اسی طرح کوئی مزاحمت نہ ہوئی۔چوتھے روز معاویہ نے کچھ آدمیوں کو کدالیں دے کر حکم دیا کہ علیؑ کے لشکر کے پاس فرات کا بند ہے رات کے وقت اُسے توڑ ڈالو کہ اُن کا تمام لشکر ڈوب جائے۔علیؑ کے لشکری رات کو گردوغبار اور کھودنے والوں کا شوروغل سن کر ڈرے اور وہاں سے ہٹنے کیلئے اسباب باندھنے لگے۔یہ دیکھ کر جناب امیرؑ نے فرمایا کہ یہ معاویہ کا مکر ہے۔اگر وہ ولایت شام کا تمام خراج بھی صرف کردے تو اس بند کو نہیں توڑ سکتا۔اِس سے اُس کا یہ مطلب ہے کہ تم کو ہٹا کر اس مقام پر خود متصرف ہوجائے۔مگر لوگوں پر ایسا خوف طاری ہوا کہ وہاں سے ہٹ کر دُور چلے گئے اور جب جناب امیرؑ اکیلے رہ گئے تو انہیں بھی مجبوراً اپنا خیمہ بھیجنا پڑا۔معاویہ کا یہ پہلا فریب تھا جو علیؑ کے لشکر پر کارگر ہوا۔صبح ہوئی تو دیکھا گیا کہ جہاں سے یہ لوگ غرق ہوجانے کے خوف سے ہٹ آئے تھے۔اب وہاں معاویہ اپنے حشم وخدم کے ساتھ دندنا رہا ہے۔علیؑ نے اشعث اور مالک اشتر کو بلا کر کہا کہ ''ہم کیا کہتے تھے؟'' اشعث نے شرمندہ ہوکر اپنے قبیلے کے لوگوں کو جمع کیا اور مالک نے بھی سپاہی ساتھ لئے۔معاویہ کی فوج پر چڑھائی شروع کردی۔لشکروں میں جنگ ہونے سے پہلے اشتر نے سات شامیوں کو مار گرایا۔شرجیل بن سمط اور ابوالاعور اشعث بن قیس کے زخم کھا کر بھاگے۔حوشب بن ذی ظلیم اور ذوالکلاع اشعث اور اشتر سے دیر تک لڑتے رہے۔لشکروں میں بھی لڑائی ہوتی رہی۔نتیجہ یہ ہوا کہ معاویہ کے لشکر نے جگہ چھوڑ دینے کیلئے ایک شب کی مہلت مانگی۔مگر اشعث اور اشتر نے قسم کھائی کہ ہم اس وقت تک تلوار نیام میں نہ رکھیں گے جب تک تم جگہ نہ چھوڑو گے۔اُنہوں نے کہا اچھا ہتھیار روک لئے جائیں۔ہم ابھی جگہ خالی کئے دیتے ہیں۔جگہ خالی ہوگئی اور علیؑ کے سپاہی اطمینان سے اُس پر قابض ہوگئے'' (روضۃ الصفا صفحہ 199-198)

قارئین یہاں پر نوٹ کریں کہ معاویہ کے انتظام کے ماتحت آئے ہوئے لوگ حضرت علیؑ کے لشکر میں خاموشی سے اپنے ساتھیوں کی ہاں میں ہاں ملا کر گزرتے رہتے تھے۔مگر اس فکر میں رہتے تھے کہ فوج میں کسی بات پر اختلاف پیدا ہو تو ہم اپنا پورا زور اور بصیرت صرف کرڈالیں۔اور جدھر اختلاف کرنے والوں کی کثرت ہوا اُدھر شامل ہوجائیں۔خواہ وہ کثرت معاویہ کے حق میں مفید ہو، یا مضر ہو۔اُن کا کام صرف اختلاف پیدا کرنا اور اُسے کامیاب کرنا ہے۔مفید ومضر دیکھنا اُن کا بنیادی مقصد نہیں ہے۔اس لئے کہ اختلاف کسی قسم کا بھی ہو بہرحال نقصان ہی پر منتج ہوا کرتا ہے۔اور نقصان کرنا ہی اُن کا انتہائی مقصد ہے۔یہی وہ گروہ تھا جس نے جنگ صفین کی تمام پیچیدگیاں پیدا کیں اور جنگ کو ناکام کیا تھا۔معاویہ کا فراہم کردہ یہ گروہ اپنی کارکردگی کو مشکوک اور مشتبہ نہ ہونے دیتا تھا۔ضرورت پڑنے پر بڑی تندہی اور جانفشانی سے کام کرتا رہا۔اُن میں سے اشعث بن

Presented by Ziaraat.Com

قیس کو مثال میں پیش کیا جاسکتا ہے جس پر قریشی عادت وسنت و پالیسیوں سے ناواقف دانشور وفاداری کا یقین رکھتے اور اُسے حضرت علی علیہ السلام کا صحیح صحابی سمجھتے اور لکھتے رہے ہیں۔لیکن حقیقت اس تصور کے خلاف ہے۔ یہ حقیقی معنی میں حضرت علیؑ اور خاندان مرتضوی کا سب سے زیادہ سنجیدہ اور خطرناک دشمن تھا۔ یہ اور اس کی اولاد کبھی اور کسی حالت میں پُرخلوص نہیں رہے۔ اِس کی بیٹی حضرت امام حسن علیہ السلام کی قاتلہ تھی۔ جعدہ بنت اشعث ہی تھی جس نے امام حسنؑ کو زہر دیا تھا۔ اُس کے لڑکے میدان کربلا میں قاتلان حسینؑ میں شریک تھے۔ بہرحال ہم مسئلہ تحکیم کی ذیل میں تفصیل سے اشعث بن قیس کا حال علامہ طٰہٰ حسین کے قلم سے پیش کریں گے یہ سرسری تذکرہ اس لئے کیا گیا ہے کہ اشعث بن قیس پانی کے قضیے میں بڑا پُرجوش، وفادار اور سرفروش معلوم ہوتا رہا ہے۔ اور اس کی یہ کارکردگی قارئین کو فریب میں مبتلا کرسکتی تھی۔ بہرحال معاویہ نے بڑی گہری ڈپلومیسی کے ماتحت اور بڑے تدبر کے ساتھ حضرت علی علیہ السلام کے چاروں طرف اپنے دانشوروں کا جال بن رکھا تھا اور یہ جال قتل عثمان سے فوراً بعد بننا شروع کردیا تھا۔ اور اس میں ایسے افراد تعینات کئے گئے تھے۔ جن پر شکوک وشبہات قائم کرنا ہر ایک کے لئے ممکن نہ تھا۔ اور حضرت علی علیہ السلام کا رویہ ایسا تھا جس میں وفادار وغدار کی شرط نہ تھی وہ قرآنی رویہ تھا۔ جو ہر شخص کو اُس کی منزل تک جانے کی پوری آزادی اور چھوٹ دیتا تھا۔ اس میں کسی فرد پر شکوک وشبہات رکھنے کی ضرورت ہی نہ تھی۔ وہاں اچھے اور بُرے عمل پر مدح ومذمت میں کنجوسی نہ ہوتی تھی۔ وہ اللہ کا مستقل اور مقرر کردہ راستہ تھا۔ جس پر حضرت علی علیہ السلام گامزن تھے۔ اور مسلمان اُسی پر اپنی آزادی، بصیرت اور مقصد کے ماتحت جتنا اُن سے ہوسکتا تھا عمل کرتے جارہے تھے۔ اور اُن پر کسی طرح کا جبر نہ کیا جاتا تھا۔

4۔ معاویہ نے پانی کے بعد حضرت علیؑ کے لشکر کی سپلائی یا رسد بند کرنے کی کوشش کی۔

پانی دونوں فوجوں کے لئے آزاد کرالیا گیا تو اب معاویہ کو یہ فکر ہوئی کہ حضرت علی علیہ السلام تک پہنچنے والے لوگوں کو اور سامان خورد ونوش کو اور سامان جنگ کو روک دیا جائے یہ نوٹ کرنے کی بات ہے کہ معاویہ اور قریش کے ہر فرد کو یہ یقین رہا ہے کہ انہیں حضرت علیؑ کے مقابلے میں مکر وفریب اور غدر وبددیانتی کے بغیر کسی طرح کامیابی نہیں ہوسکتی یہ سبب تھا کہ قریش کی ساری تاریخ مکر وفریب وکمینہ حرکات سے بھری پڑی ہے۔ بہرحال معاویہ نے ضحاک بن قیس کو ایک ہزار سپاہیوں کے ساتھ عراق سے آنے والی سڑک پر بھیجا تاکہ وہ حضرت علیؑ تک آنے والی رسد کو بند کردے۔ اور یوں حضرت علیؑ کی فوج بھوک سے مرجائے۔ چنانچہ ضحاک نے بہت لوگوں کو اور اُن کے ساتھ آنے والی رسد کو راہ میں پکڑ لیا۔ حضورؑ کو اطلاع ہوئی تو آپؑ نے زہیر بن قیس کو پانچ سو سواروں کے ساتھ بھیجا لڑائی ہوئی اور ضحاک زخمی ہوکر اور باقی ماندہ سواروں کو لے کر بھاگا اور معاویہ کی پناہ میں آگیا۔ (روضۃ الصفا مذکورہ تاریخ صفحہ 199)

کتاب مطالب السؤل کی رُو سے بھی دونوں فوجیں یکم ذی الحجہ کو آمنے سامنے خیمہ زن ہوئی تھیں۔ اُسی دن سے حضرت علی علیہ السلام نے معاویہ کو خطوط اور سفیروں کے ذریعہ راہ راست اختیار کرنے پر راضی کرنے کی کوشش شروع کردی تھی۔ حبیب السیئر کی رُو سے بھی پانی اور رسد کے قضیے کے بعد حضرت علیؑ نے معاویہ کو کئی خطوط لکھے مگر اُس پر ذرہ برابر اثر نہ ہوا'' (صفحہ 199)

5۔ آغاز جنگ کی باقاعدگی سے پہلے ماہ صفر ۳۷ھ کے آخری دن تک۔

''مورخین کا بیان ہے کہ فریقین کی فوجیں ماہ ذی الحجہ ۳۶ھ میں صفین میں جمع ہوئی تھیں۔ ذی الحجہ کا سارا مہینہ اسی طرح گزرا کہ لڑائی میں ایک ایک شخص آتا تھا مبارز طلب کرتا تھا لڑتا تھا دھوپ سخت ہوجاتی تھی تو واپس چلا جاتا تھا۔ اس مہینہ بھر کی لڑائی میں زیادہ لوگ ضائع نہیں

Presented by Ziaraat.Com

ہوئے۔اب ماہ محرم ۳۷ھ شروع ہوا۔علیؑ نے محرم کے احترام سے لڑائی روک دی۔اور مہینہ بھر تک لڑائی نہیں ہوئی فوجیں ایک دوسرے کے مقابل رہیں (اور معاویہ کا علوی گروہ ڈپلومیسی ترتیب دیتا رہا۔احسنؔ) جناب امیر علیہ السلام نے اس دوران بھی معاویہ کو مصالحت کی طرف راغب کرنے کی کوشش جاری رکھی قاصد آتے جاتے رہے۔ایک موقع پر حضرت علیؑ سے معاویہ کے قاصدوں نے پوچھا کہ کیا عثمان مظلوم قتل نہیں ہوئے آپؑ نے جواب دیا کہ میں نے نہ عثمان کو ظالم کہا اور نہ مظلوموں میں شمار کیا۔نہ میں نے اُن کے قتل میں کوشش کی اور نہ بچانے میں ہاتھ اُٹھایا۔قاصد واپس چلے گئے۔(ابن خلدون ابن اثیر صفحہ 200)

چونکہ لڑائی بھی بند تھی اور پانی بھی کھلا تھا۔لہٰذا دونوں طرف کے غرض مند لوگوں کے لئے آپس میں ملنے اور ایک دوسرے کے خیالات سے واقفیت حاصل کرنے اور مشورہ لینے اور دینے کا بڑا ہی اچھا موقع ملا۔وہ تمام باتیں جن کا طے ہونا تاریخ میں نہیں ملتا۔وہ اس قسم کے مواقع پر آپس میں طے کی گئی تھیں۔حضرت علی علیہ السلام کے ساتھ دل سے طرفداری کرنے والوں میں بھی کثرت ابوبکر وعمر کو برحق خلیفہ ماننے والوں کی تھی۔

6۔جنگ صفین باقاعدہ شروع ہونے تک یعنی یکم صفر ۳۷ھ تک کے مذکورہ واقعات میں جو تفصیلات نظر انداز کی جاتی رہی ہیں۔

جنگ صفین کے بہت سے ایسے جزئی واقعات ہیں کہ جن کو سامنے رکھنے سے جنگ کے متعلق بڑے مفید اور عبرت خیز نتائج سامنے آتے ہیں۔مگر جنہیں جزئیات سمجھ کر نظر انداز کر دیا گیا ہے۔چونکہ یہ ایک عظیم الشان اور وسیع الاطراف جنگ تھی۔جس میں حق و باطل کا بہت کھل کر حال سامنے آتا ہے اور جس کی موٹی موٹی باتیں ہی لکھ دینے سے کافی مواد مل جاتا ہے۔اس لئے بھی لوگوں نے تفصیلات میں جانا ضروری نہ سمجھا اور اس لئے بھی مورخ تفصیل میں نہ گئے کہ جتنا وہ تفصیل میں جائیں گے ابوبکر وعمر ومعاویہ کی اُسی قدر مذموم باتیں سامنے آئیں گی اور مذہب قریش اُسی قدر ننگا ہوتا جائے گا۔بہرحال ہمارا کام یہ نہیں ہے کہ ہم ابوبکر وعمر وعثمان وعائشہ اور طلحہ وزبیر کا پردہ رکھنے کے لئے صفین کی یا کسی اور واقعہ کی تفصیلات کو چھپا جائیں۔اور عدیم الفرصتی کا یا کوئی اور بہانہ کر کے بچ نکلیں۔ہم جانتے ہیں کہ اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانے کے اور بعد کے خلفا کے حالات مفصل بیان نہ کئے جائیں تو قریش کی بدکرداری اور بے دینی چھپ کر رہ جاتی ہے۔

(الف) پانی کو آزاد کرنے کے لئے گھاٹ پر قبضہ کرنے کے سلسلے میں اشعث کی نمایاں کارگزاریاں۔

تاریخ امیر المومنین یعنی تہذیب المتین کے الفاظ میں واقعہ یوں ہے کہ:

''ایک دن اور ایک رات اہل عراق نے پیاسے رہ کر حد بھر پیچ وتاب میں بسر کی صبح ہوئی تو اشعث بن قیس کندی نے حاضر خدمت ہو کر عرض کی یا امیرؑ المومنین یہ قوم ہم کو پانی سے منع کرتی ہے۔حالانکہ حضرت سا دلیر ودلاور ہمارا سید ہے۔اور تیغ آتش بار ہمارے قبضہ میں ہے۔اذنِ جہاد دیجئے۔قسم بخدا ہم واپس نہ آئیں گے جب تک کہ گھاٹ اُن سے چھین نہ لیں یا قتل نہ ہو جائیں۔مالک اشتر نے بھی اسی قسم کے کلام کئے۔امیر المومنینؑ نے اجازت جنگ دی۔اشعث نے تمام لشکر میں پکار دیا کہ جس کو پانی کی طلب ہو فلاں مقام پر حاضر ہو جائے۔بارہ ہزار مرد جرار نے اشعث اور اشتر کی دعوت کو قبول کیا۔اشعث نے ہتھیار لگائے۔اشتر بھی سوار ہوئے اور اس فوج کو لے کر دریا کا رخ کیا۔اشعث پے در پے نیزے کو آگے پھینکتا تھا اور اپنے اصحاب سے کہتا تھا۔بِاَبِیْ اَنْتُمْ وَاُمِّیْ تَقَدَّمُوْا اِلَیْھِمْ قَابَ رُمْحِیْ۔ میرے ماں باپ تم پر فدا ہوں میرے نیزے کے ساتھ ساتھ آگے بڑھو۔لوگ آگے کو دوڑتے تھے حتیٰ کہ لشکرِ غنیم سے جا ملے۔منقول ہے کہ اُس وقت اشتر نے حارث بن ہمام نخعی کو اپنا علم دے کر کہا کہ اَے حارث اگر مجھے معلوم نہ ہوتا کہ تو موت کے رُخ پر چل سکتا

Presented by Ziaraat.Com

ہے تو ہرگز یہ علم تیرے ہاتھ میں نہ دیتا۔ اور نہ تجھ کو اتنا عزیز رکھتا۔ حارث نے کہا کہ اَے مالک آج تو مجھ سے وہ امر مشاہدہ کرے گا کہ تیری آنکھیں ٹھنڈی ہو جائیں گی ۔ تو جس طرف کو ارادہ کرے گا میں تیرے آگے رہوں گا ۔ پھر علم ہاتھ میں لے کر کچھ اشعار پڑھے جن سے اشتر بہت مسرور ہوئے اور اُس کے پاس جا کر اس کے سر وچشم پر بوسے دیئے ۔ اور ایک اسپ راہوار اور ایک ہزار درہم اس کو عطا کیا ۔ اور اپنے اصحاب سے کہا کہ میری جان تم پر فدا ہو جلد جلد حملہ ہائے متواتر کرو اور زخم ہائے نیزہ وشمشیر پر صبر کرو۔ اشعث نے یہ دیکھا تو اپنے قبیلے سے ایک مرد مسمّی بہ معاویہ بن حارث کو بلایا اور کہا یا بن حارث تو نے دیکھا کہ اشتر نے کیا کیا؟ قبیلہ نخع قبیلہ کندہ سے کبھی بہتر نہیں ہوا۔ تو یہ علم مجھ سے لے اور آگے بڑھ معاویہ نے علم لیا اور کچھ اشعار پڑھے جنہیں سن کر اشعث رضا مند ہوا اور کہا کہ اَے پسر حارث تو نے مجھے شاد کیا اگر اس حرب سے سلامت پھرا تو تیرے ساتھ وہ سلوک کروں گا کہ تو مالا مال ہو جائے گا ۔ اور جو معاملہ دگر گوں ہوا تو فلاں مزرعہ حضر موت میں اپنی جائیداد سے تیرے نفقہ کے لئے مقرر کرتا ہوں ۔ القصہ یہ دونوں سردار اپنے لواحقین کو جوش دلاتے تھے ۔ اور اس طرف ابوالاعور سلمیٰ شامیوں کو ترغیب وتحریص کرتا تھا۔ عین ہنگامہ کارزار میں اشعث نے اپنا عمامہ اُتارا اور سر برہنہ کر کے کہا کہ اَے اہل شام میں اشعث بن قیس ہوں پانی کی راہ چھوڑ دو ۔ ابوالاعور نے کہا کہ بغیر اس کے کہ شمشیر آبدار ہمارے اور تمہارے درمیان میں فیصلہ کرے ممکن نہیں کہ پانی تک رسائی ہو ۔ اشعث نے عمرو عاص سے کہا کہ وائے ہو تجھ پر اے پسر عاص ہم کو پانی لینے دے ورنہ آبِ شمشیر سے تمہیں سیراب کریں گے ۔ عمرو نے کہا عنقریب معلوم ہو جائے گا کہ جنگ پر زیادہ کون توانا ہے ۔ اور ضرب ہائے تیغ وسنان کی سہار زیادہ کس کو ہے ۔ اشعث نے کہا ثَكِلَتْكَ اُمُّكَ تیری ماں تیرے ماتم میں بیٹھے ۔ تیرا گمان یہ ہے کہ تو ہم میں اور مشرع آب میں حائل ہو سکے گا ؟ لَا وَاللّٰهِ یہ کبھی نہ ہو گا تو آب صاف وشیریں نوش کرے اور ہم تشنہ کام رہیں ۔ تیری عقل کہاں ہے موہوم آرزو پر مرتا ہے؟ نقل ہے کہ بعد اختتام غزوہِ صفین ایک مرتبہ عمرو عاص اور اشعث میں ملاقات ہوئی تو عمرو نے کہا کہ اَے اشعث میری اُس روز یہ رائے نہ تھی کہ پانی لشکر علیؑ پر بند کیا جائے ۔ میں پہلے سے جانتا تھا کہ یہ کام حسبِ مراد پورا نہ ہو گا ۔ اُس وقت جو کچھ میں تجھ سے کہتا تھا براہ فریب وخدیعت کہتا تھا ۔ وَالْحَرْبُ خَدْعَةٌ ۔ الحاصل اشعث نے حملہ گراں کیا اور بہت سے مخالفین کو تہہ تیغ بے دریغ کیا اور کہتا تھا کہ بخدا مجھ کو ناگوار ہے کہ اہل قبلہ کے ساتھ جنگ کروں ۔ مگر ایسے شخص کے ساتھ ہوں کہ اسلام میں مجھ سے سابق ہے ۔ اور کتاب وسنت کو میری نسبت زیادہ جاننے والا ہے ۔ مالک اشترؒ اس روز ایک مشکین گھوڑے پر سوار تھے ۔ سات اشخاص بہادران ومشاہیر شام سے انہوں نے اپنے ہاتھ سے قتل کئے مقتولوں کے نام یہ ہیں ۔ صالح بن فیروز کلی ۔ مالک بن ادھم سلمانی ۔ ریاح بن عبیدہ غسانی ۔ اجلح بن منصور کندی ۔ ابراہیم بن وضاح جمجی ۔ رائل بن عتیک خرامی ۔ محمد بن وصانہ جمجی ۔ نصر کہتا ہے کہ جب جبلہ خواہر اجلح بن منصور کو دریافت ہوا کہ اس کا بھائی شمشیر اشتر سے قتل ہوا تو چند اشعار اُس کے مرتبے میں پڑھے اور شدت قلق واضطراب سے جان بحق تسلیم ہو گئی ۔ امیرؑ المومنین نے یہ سنا تو فرمایا کہ : اَمَا اِنَّهُنَّ لَيْسَ يَمْلِكْنَ مَا رَاَيْتُمْ مِنَ الْجَزْعِ اَمَا اِنَّهُمْ قَدْ اَضَرُّوْا بِنِسَآئِهِمْ وَتَرَكُوْهُنَّ خَزَايَا مِنْ قَبْلِ ابْنِ اٰكِلَةِ الْاَكْبَادِ اَللّٰهُمَّ احْمِلْهُ اٰثَامَهُمْ وَاَوْزَارَهُمْ اَثْقَالًا مَعَ اَثْقَالِهِمْ.

ترجمہ: ''یہ عورات میں صبر وسکون کم ہوتا ہے ۔ آگاہ رہو کہ اِن لوگوں نے اپنی عورتوں کو ایذا دی اور جگر خوارہ کے بیٹے کی محبت میں اُن کو نامراد اور نقصان میں چھوڑا ۔ پروردگارا تو یہ سب جرائم اور گناہ معاویہ کے اوپر لاد دنا۔

Presented by Ziaraat.Com

روایت ہے کہ اسی دار و گیر کے دوران اشتر نے ابوالاعور کو مقابلہ پر بلایا اور لڑائی شروع ہوگئی چند واروں کے رد و بدل کے بعد اشتر نے ایک تلوار اُس کے سر پر ماری جس سے اُس کا خود کٹ گیا اور قدرے خراش منہ پر آئی۔ ابوالاعور میں برداشت کی ہمت نہ رہی نام و ننگ کی فکر کئے بغیر اشتر کے سامنے سے فرار کیا اور اپنی صفوں میں جا کر دم لیا۔ القصہ اشتر اور اشعث نے بہت جان فشانی کی اور بار بار حملے کر کے شام کی افواج کی مستحکم آہنی دیوار کو توڑ دیا۔ اور شامی افواج گھاٹ چھوڑ کر پسپا ہوگئیں۔ اُن کا گھاٹ چھوڑنا تھا کہ امیرالمومنین کی افواج نے گھاٹ پر قبضہ کر لیا۔ اور آگے بڑھ کر لب دریا خیمے نصب کر لئے۔ مجبور ہو کر معاویہ کی افواج دریا سے دُور اس طرح خیمہ زن ہوئیں کہ اُن کے اور دریائے فرات کے درمیان حضرت علی علیہ السلام کی افواج حائل تھیں۔ حضرت علیؑ نے فرمایا کہ هٰذَا يَوْمٌ نُصِرْتُمْ فِيْهِ بِالْحَمِيَّةِ آج وہ دن ہے کہ تم غیرت وحمیت کی بنا پر فتح مند ہوئے ہو۔ بہرحال جب شامیوں پر پانی تک پہنچنے کا راستہ بند ہوگیا تو عمرو بن عاص نے معاویہ سے کہا کہ دیکھا میں نے تم سے کہا تھا کہ علیؑ کی فوج پر پانی بند کرنے کا نتیجہ خطرناک ہوگا۔ اب اگر علیؑ تمہارے ساتھ وہی سلوک کریں جو تم اُن کے ساتھ کر چکے ہو تو کیا حشر ہوگا؟ معاویہ نے کہا کہ یہ طعن و تشنیع کا موقع نہیں اب تو یہ بتاؤ کہ علیؑ ہمارے ساتھ کیا کریں گے؟ عمرو بن عاص نے کہا کہ علیؑ ہرگز ایسی ناشائستہ حرکت نہیں کر سکتے جو تم نے کی تھی۔ جس کام کے لئے وہ یہاں آئے ہیں وہ پانی سے ماوراء ہے۔ پس معاویہ نے اپنے صحابہ میں سے بارہ اشخاص منتخب کئے اور انہیں امیرالمومنین کی خدمت میں بھیجا وہ لوگ یہاں حاضر ہوئے تو حوشب ذی ظلیم نے اُن سب کی طرف سے عرض کیا کہ مَلَكْتَ فَاسْجَحْ وَجُدْ عَلَيْنَا بِالْمَآءِ وَاعْفُ عَمَّا سَلَفَ مِنْ مَعَاوِيَةَ يَا عَلِيُّ. یا علیؑ فتح و نصرت تمہارے شامل حال ہے۔ کرم کیجئے اور ہم کو پانی دیجئے اور جو کچھ معاویہ سے سرزد ہوا اُسے معاف فرمائیے'' نصر کہتا ہے کہ اس وقت علیؑ کے بعض صحابہ نے کہا حضورؐ آپ بھی شامیوں پر پانی بند رکھئے۔ جیسا کہ انہوں نے بند کیا تھا۔ ساقی کوثر نے فرمایا کہ: لَا خَلُّوا بَيْنَهُمْ وَبَيْنَهُ لَا اَفْعَلُ مَا فَعَلَهُ الْجَاهِلُوْنَ وَسَنَعْرِضُ عَلَيْهِمْ كِتَابَ اللّٰهِ وَنَدْعُوْهُمْ اِلَى الْهُدٰى فَاِنْ اَجَابُوْا ۔ وَاِلَّا فَفِىْ حَدِّ السَّيْفِ مَا يُغْنِىْ عَنْ مِّثْلِ هٰذَا انشاء اللّٰه تعالىٰ ''نہیں نہیں میں اُن کے ساتھ وہ سلوک نہ کروں گا جو اُن جاہلیت پرستوں نے کیا تھا۔ پانی کی راہ اُن کے لئے کھلی چھوڑ دو۔ ہم جلد ہی اللہ کی کتاب کی طرف اُن کو دعوت دیں گے اگر انہوں نے قبول کیا تو خیر ورنہ تلواروں سے وہ کام نکل سکتے ہیں جو ایسی صورت حال سے بے نیاز کر دیتے ہیں''

اس اعلان کے بعد دیکھا گیا کہ گھاٹ پر اپنے اور پرائے امن واطمینان سے آتے پانی بھرتے اور دوستانہ ماحول میں باتیں کر کے رخصت ہو جاتے

(ب) معاویہ کا ایک کارگر فریب دریائے فرات کا بند توڑ کر عراقی لشکر کو غرق کرنے کا جھانسہ دینا۔

دریائے فرات کا بند توڑنے والا فریب سامنے آچکا ہے۔ مگر تفصیلات وہاں بھی نظرانداز کی گئی ہیں۔ یہ بھی تہذیب المتین کی متانت میں ملاحظہ ہو لکھا ہے کہ: ''مکیدۂ معاویہ۔ اس قضیہ کو تین روز نہ ہوئے تھے۔ کہ معاویہ نے ایک اور فتنہ برپا کیا۔ ہم پہلے لکھ چکے ہیں کہ صفین دریائے فرات کی ایک وادی ہے۔ اُس میں صرف ایک مقام سے پانی لے سکتے تھے۔ چونکہ متصل کی زمین پست و بلند تھی لہٰذا ایک بند بہت مضبوط دریا کی روک کے لئے باندھ رکھا تھا۔ معاویہ نے رات کے وقت دوسو آدمیوں کو اپنے ملازمین میں سے کدالیں اور بیلچے دے کر بھیجا کہ بند کو توڑ کر پانی کو لشکر امیرالمومنین کی طرف چھوڑ دیں تا کہ سب غرق ہو کر ہلاک ہو جائیں۔ وہ لوگ وہاں جا کر بند کاٹنے اور شور وغوغا کرنے لگے تا کہ اہل عراق سنیں اور خائف ہوں۔ اور نصر بن مزاحم نے روایت کی ہے کہ معاویہ مکار نے ایک تیر پر یہ عبارت لکھی کہ:

Presented by Ziaraat.Com

’’یہ تحریر ایک مردِ ناصح کی طرف سے ہے اہلِ عراق کے لئے۔ بتحقیق معاویہ یہ چاہتا ہے کہ نہرِ فرات کو تم پر جاری کر کے تم کو ہلاک کر دے، ’’فَالْحَذَرُ ثُمَّ الْحَذَرُ‘‘ اور اس تیر کو کمان میں رکھ کر لشکر منصور میں پھینک دیا۔ ایک شخص نے اُٹھا کر اُس کو پڑھا اور دوسرے کو دیا اُس نے تیسرے کو اور اُس نے اور کو۔ حتیٰ کہ یہ تیر دست بدست خدمت حضرت امیرؑ میں پہنچا اور یہ خبر تمام لشکر میں پھیل گئی بہر کیف معاویہ کی تدبیر کا تیر ٹھیک نشانہ پر لگا۔ اور عراقی لشکر میں ایک شور مچ گیا۔ چونکہ اس حال کے سننے سے اُن میں ایک خوف وہراس غالب آ گیا تھا۔ انہوں نے ارادہ کیا کہ اُس جگہ کو چھوڑ کر دوسری جگہ پڑاؤ ڈالیں۔ ہر چند حضرت علی علیہ السلام نے منع کیا اور بتایا کہ یہ معاویہ کا مکروفریب ہے اس کو یہ قدرت حاصل نہیں کہ وہ اس بند کو توڑ سکے اگر وہ ملک شام کا تمام خراج بھی صرف کر دے تب بھی کامیاب نہیں ہوسکتا۔ اس کی غرض یہ ہے کہ تمہیں دھوکہ دے کر یہاں سے اُٹھادے اور اپنی فوج کو یہاں ڈالے۔ مگر کوئی حضرت علیؑ کی بات نہ سنتا تھا۔ (اور نہ ہر شخص کو اُن کی بات پہنچ سکتی تھی۔ احسنؔ) اور لوگ اپنا اسباب اُٹھائے چلے جارہے تھے اور کہتے جاتے تھے کہ یہاں ڈوبنے کا خطرہ ہے۔ آپؑ مختار ہیں۔ یہاں قیام رکھیں یا ہمارے ساتھ چلیں۔ تاآنکہ سارا لشکر وہاں سے دوسری جگہ منتقل ہوگیا۔ ناچار حضرت علی علیہ السلام بھی وہاں سے لشکر میں منتقل ہوگئے۔ معاویہ نے میدان خالی پا کر اپنے خیمے وہاں لگائے اور اُس کی افواج دوبارہ دریا پر قابض ہوگئیں۔ صبح ہوئی تو اہلِ عراق نے شامیوں کو دیکھا کہ وہ اُن کے مقام پر متمکن ہیں۔ اس وقت عراقیوں کو یقین آیا کہ یہ معاویہ کا فریب تھا۔ اپنی حرکت پر بہت پشیمان ہوئے۔ اعثم کوفی کہتا ہے کہ اس وقت اشعث اور اشتر نے عرض کی کہ یا امیر المومنین ہم سے سخت قبیح حرکت صادر ہوئی ہے کہ آپؑ کے کہنے پر عمل نہ کیا۔ اب ہم اس کا تدارک کرتے ہیں۔ اور جو کام ہم سے خراب ہوگیا ہے۔ اس کی اصلاح کرتے ہیں۔ پس دونوں نے اپنی اپنی قوم کو آواز دی۔ سب کے سب خوشی خوشی حاضر ہوئے۔ اور دونوں قومیں ایک انبوہ لشکر کے ساتھ دشمن کی طرف متوجہ ہوئیں۔ معاویہ نے بھی فوج کی صفوں کو آراستہ کیا اور جنگ شروع ہوگئی۔ شرجیل بن سمط کندی نے جو نامداران شام سے تھا۔ مبارز طلب کیا۔ تو اشعث نے اُس پر حملہ کیا اور سنان کی ضربت سے اُسے گھوڑے سے زمین پر گرادیا۔ پھر ابوالاعور سلمیٰ آگے آیا۔ اشعث نے اس کے بھی نیزہ مارا ابوالاعور گہرا زخم کھا کر بھاگ گیا۔ اس کے بعد حوشب ذی ظلیم اور ذوالکلاع حمیری میدان میں آئے۔ اشتر اور اشعث نے اُن کا مقابلہ کیا اور بہت دیر تک ان سرداروں میں جنگ ہوتی رہی۔ آخر معاویہ کے لشکر کو تاب قرار نہ رہی۔ اور ایک شب کی مہلت مانگی تاکہ اس مقام سے اپنے ڈیرے اُٹھا سکیں۔ اشتر اور اشعث نے کہا کہ تم کو ایک لمحہ کی بھی مہلت نہیں فوراً یہاں سے اُٹھو اور جگہ خالی کرو۔ اُنہوں نے جنگ بندی کی درخواست کی تاکہ اسباب باندھنے اور لے جانے کا موقعہ ملے۔ چنانچہ ہاتھ روک لئے گئے۔ اور شامی اپنے خیموں اور خرگاہوں اور اسباب سمیت اپنے سابقہ پڑاؤ پر واپس چلے گئے۔ اس وقت اشعث نے حضرت علیؑ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ یا امیر المومنین کیا آپ ہم سے راضی ہوگئے؟ فرمایا میں راضی ہوں خدا بھی تم سے راضی ہوجائے‘‘

7۔ دریا پر قبضہ ہوجانے اور پانی آزاد کردینے کے بعد معاویہ کو راہ راست پر لانے کی مختلف کوششوں کی وہ تفاصیل جو چھوڑ دی گئیں

عموماً مورخین نے ماہ محرم 37ھ کے واقعات کو یہ کہہ کر گول کردیا ہے کہ: ’’جناب امیر نے اِس اثنا میں موقع پا کر پھر معاویہ کو مصالحت کی طرف راغب کرنا چاہا قاصد آتے جاتے رہے‘‘ (تاریخ اسلام از ذاکر حسین جعفر صفحہ 200)

چنانچہ اُس زمانہ کے لئے تہذیب المتین میں یہ عنوان قائم کیا گیا ہے کہ ’’ذکر بعضے از مراسلات فیما بین امیرؑ المومنین ومعاویہ‘‘

Presented by Ziaraat.Com

اس عنوان کے بعد اپنی قدیم اُردو میں جولکھا ہے اُس کا مطلب یہ ہے کہ:

''نصر بن مزاحم مورخ صفین کی حکایت اس طرح سناتا ہے کہ جب حضرت علیؑ کا لشکر فرات پر قابض ہو گیا اور حضرت علی علیہ السلام کی فطری سخاوت کی بنا پر شامی افواج کو پانی لینے کی اجازت و رخصت مل گئی تو اس کے بعد امیر المومنین چند روز خاموش رہے اور خطوط و قاصد بھی روانہ نہ کیئے گئے۔ نہ اِدھر سے کوئی جاتا تھا نہ اُدھر سے کوئی آتا تھا۔ اہل عراق اس مصلحت آمیز خاموشی کی تاب نہ لا کر کہنے لگے کہ یا امیرا لمومنین ہم لوگ اپنے اہل و عیال اور کاروبار سے علیحدہ ہو کر اس صحرا میں پڑے ہوئے ہیں۔ اجازت دیجئے کہ جنگ وجدال کر کے معاملات کو یک سو کر لیں۔ علاوہ ازیں عوام کی زبان بند نہیں کی جاسکتی۔ لوگ اس طویل قیام اور سکوت پر چند احتمالات پیش کرتے ہیں۔ بعض کہتے ہیں کہ بخوف قتل آپؑ جنگ سے دستکش ہیں۔ کچھ کا خیال یہ ہے کہ اہل شام سے جنگ کرنے میں حضرت کو شک وشبہ ہو گیا ہے۔ اس لئے جنگ میں توقف فرما رہے ہیں۔ یہ سن کر امیرؑ المومنین نے فرمایا۔ تعجب ہے کہ میرے متعلق قتل سے ڈرنے کا احتمال کرتے ہیں۔ حالانکہ میں نے میدان جنگ میں پرورش پائی ہے۔ میرا بچپن اور جوانی حرب وضرب اور جنگ وقتال میں صرف ہوئی ہے۔ اب جب کہ میں عمر کے آخری حصہ میں پہنچ چکا ہوں اور رحلت کا زمانہ سر پر آ کھڑا ہوا ہے اب جنگ سے مجھے جان کا خوف کیوں کر ہوسکتا ہے؟ رہا یہ کہ شام کے متعلق مجھے شک وشبہ ہو رہا ہے؟ اگر مجھے شک ہوا ہوتا تو اہل بصرہ طلحہ و زبیر زیادہ مستحق تھے کہ اُن سے جنگ و جہاد میں شک وشبہ ہوا ہوتا خدا کی قسم میں نے قریش سے جنگ کے معاملے کو خوب اچھی طرح اُلٹ پھیر کر کے سمجھ لیا ہے۔ اب تو صورت حال صرف اس قدر ہے کہ یا تو اُن کے ساتھ جنگ کروں یا خدا اور رسولؐ کا نافرمان بن جاؤں۔ ان دوصورتوں کے علاوہ تیسری کوئی صورت نہیں ہے۔ درحقیقت جنگ میں تاخیر کا حقیقی سبب یہ ہے کہ میں یہ چاہتا رہا ہوں۔ کہ یہ سب لوگ یا اُن میں سے کچھ لوگ راہ راست پر آجاتے۔ بعدازاں آپؑ نے ابوعمرہ بشیر بن عمر بن محصین انصاری وسعید بن قیس ہمدانی وشیث بن ربعی تمیمی کو بلایا اور فرمایا کہ تم معاویہ کے پاس جاؤ اور حتی الامکان اُس کو نصیحت کرو شاید ہدایت پائے۔ شیث بن ربعی نے کہا کہ یا امیرؑ المومنین میرا گمان ہے کہ معاویہ اپنی فطری خباثت کی بنا پر گمراہی سے باز آنے والا نہیں ہے۔ حضورؐ نے فرمایا کہ بہر حال تم جا کر اس پر اتمام حجت کا فریضہ ادا کردو۔ چنانچہ یہ لوگ معاویہ کی مجلس میں داخل ہوئے۔ پہلے ابوعمرہ نے بات شروع کی اور کہا کہ اَے معاویہ یہ دُنیا فانی ہے کسی کو یہاں مستقل قیام حاصل نہیں ہے۔ تمہیں بھی یہ دُنیا بہرحال چھوڑنا ہے۔ آخرت میں اعمال خیر کے سوا اور کوئی چیز نفع نہ دے گی۔ چندروزہ زندگی کے لئے دائمی عذاب سر پر نہ لے۔ اور ہزار ہا بندگان خدا کا ناحق قتل نہ کرا۔ معاویہ نے بات کاٹ کر کہا کہ تم جو نصیحت مجھے کر رہے ہو وہ علیؑ کو کیوں نہیں کرتا؟ ابوعمرہ نے کہا کہ اَے معاویہ اپنی گفتگو میں ادب واحترام ملحوظ رکھو تم حضرت علیؑ کو اپنی مانند سمجھ کر بات کر رہے ہو۔ وہ اسلام میں سبقت رکھنے اور جہاد اور قربت رسولؐ کی بنا پر ہر طرح شایان خلافت وامامت ہیں۔ تجھ میں اُن فضائل میں سے کوئی چیز موجود نہیں جو حضرت علیؑ کو حاصل ہیں۔ معاویہ نے کہا تم مجھ سے کیا چاہتے ہو؟ انہوں نے کہا کہ حضرت علیؑ کی دعوت قبول کرلو۔ اور مثل دیگر مہاجرین وانصار کے اُن کی بیعت واطاعت اختیار کرلو تا کہ تمہاری دنیا اور عاقبت سنور جائے۔ معاویہ نے کہا کہ خلیفہ مظلوم کا خون ضائع کردوں اور علیؑ بن ابی طالبؑ کا مطیع اور فرماں بردار بن جاؤں؟ لا واللہ یہ مجھ سے نہ ہوگا۔ میں اپنے ارادے سے باز نہیں آسکتا۔ اس پر سعید بن قیس نے چاہا کہ جواب دے شیث ربعی نے پہل کرلی اور کہا کہ اَے معاویہ جو کچھ تو نے ابوعمرہ سے کہا ہے۔ تجھے معلوم ہے کہ ہمیں اس کا بہت عمدہ جواب آتا ہے۔ عثمان کی زندگی میں تو

Presented by Ziaraat.Com

نے اُس کی نصرت نہ کی۔اور اُس کو موت کے منہ میں ڈال کر بیٹھا تماشہ دیکھتا رہا۔تو اُس کے قتل کا آج کے لئے خواہاں تھا۔اور شام کے عوام کو اس بہانے سے گمراہ اور اغوا کر رہا ہے۔درحقیقت تو طالب حکومت وریاست ہے۔پس تو اپنی مراد کو نہ پہنچے گا۔یعنی خون عثمان کے ڈھونگ سے تجھے حکومت نہیں مل سکتی۔اور اگر کبھی ملی تو اُس سے پہلے تو اپنا ٹھکانہ جہنم میں بنا چکا ہوگا۔چنانچہ بہتر ہے اپنے فسادانگیز ارادوں سے باز آجائے۔اور خلیفہ برحق وامام وپیشوائے مطلق کے ساتھ تنازعہ نہ کرے۔حالانکہ تو ایک بری قوم کا فرد بھی ہے۔اور سارے عرب کی شرارتوں کا ذخیرہ بھی ہے۔یہ سن کر معاویہ آگ بگولہ ہوگیا۔اَے گنوار وغیر مہذب شخص کیوں جھوٹی باتیں بنائے چلا جا رہا ہے۔اور جن چیزوں کی حقیقت تجھے معلوم نہیں اُن میں مداخلت کر رہا ہے۔میرے پاس سے چلے جاؤ میرے پاس تم لوگوں کے لئے تلوار کے سوا اور کوئی صحیح جواب نہیں ہے۔یہ سن کر تینوں واپس آ گئے۔ابوعمرہ نے چلتے چلتے کہا کہ اَے معاویہ تو ہمیں تلوار سے ڈراتا ہے۔قسم بخدا کہ علیؑ کی تلوار میں تجھے وہ روزِ سیاہ دیکھنا ہوگا کہ آرزوئے مرگ کرے گا۔اور کہے گا کہ اَے کاش میں شکم مادر سے پیدا نہ ہوا ہوتا۔واپس آ کر تمام سرگزشت حضرت علی علیہ السلام سے بیان کردی۔

(الف) ابوعمرہ کی واپسی کے بعد ماہ ذی الحجہ میں افواج کو سرداروں کے ماتحت کر کے جنگی مشقوں میں نبرد آزمائی کا موقع فراہم کرنا۔

ابوعمرہ اور اُس کے ساتھیوں نے جب معاویہ کے جوابات سنائے تو حضرت علی علیہ السلام نے طے کرلیا کہ اب معاویہ کو جنگ کے متعلق دینداروں اور بے دینوں کا فرق محسوس کرادیا جائے۔چنانچہ آپؑ نے اپنی افواج کو چند حصوں میں تقسیم فرما کر اُن پر موزوں سپہ سالار مقرر فرما دیئے۔تاکہ ضرورت کے وقت ہر سردار اپنے حصہ کو لے کر دشمن سے ٹکرائے اور اپنی جسمانی اور ایمانی قوت کا مظاہرہ کرے۔لہٰذا مالک اشتر، اشعث بن قیس، حجر بن عدی، شیث بن ربعی، خالد بن معمر سدوسی، زیاد بن نصر حارثی، زیاد بن جعفر کندی، سعید بن قیس ہمدانی، معقل بن قیس ریاحی اور قیس بن سعد بن عبادہ انصاری ایک ایک فوج پر تعینات ہوئے۔اُس طرف معاویہ نے بھی اس طریقہ کو اختیار کیا اور حضرت علی علیہ السلام کے مقابلہ میں یہ سرداران افواج مقرر کئے۔عبدالرحمٰن بن خالد بن ولید مخزومی۔ابوالاعور سلمٰی، حبیب بن مسلمہ فہری، ذوالکلاع حمیری، عبیداللہ بن عمر خطاب، شرجیل بن سمط، حمزہ بن مالک ہمدانی۔

(ب) منتخب من چلے بہادروں کی جنگ، سہم بن عُرار اور مالک اشتر۔

دوسری صبح دونوں افواج میدان جنگ میں صفیں آراستہ کر کے کھڑی ہوئیں تو معاویہ کے لشکر سے ایک آہن پوش اور تمام اسلحہ سے مسلحہ جنگ آزما میدان میں نکلا اور حضرت علی علیہ السلام کے لشکر کو للکارا اور اپنا نام سہم بن عرار بتا کر اپنا مدمقابل طلب کیا۔اُدھر سے جناب مالک اشتر اُس کے سامنے آئے اور تھوڑی دیر اُس کے گرد گردش کر کے اُس کی ہمت بڑھانے کی حرکتیں کرتے رہے۔اور مناسب موقع ملنے پر حملہ آور ہوئے اور ایک ہی وار سے اُسے گھوڑے سے گرا کر اُس کی بہادری اور جوش وخروش کو موت کی نیند سلا دیا۔اُس کے گرنے سے معاویہ کی افواج میں سنسنی اور خوف پھیل گیا اس کے باوجود ایک اور جنگ آزمودہ ازدی قبیلے کا شخص یہ کہتا ہوا میدان میں آیا کہ خدا کی قسم میں سہم کے قاتل کو زندہ نہ چھوڑوں گا۔مالک اشتر مقابلہ پر آئے اور بتایا کہ سہم کا قاتل تمہارے سامنے کھڑا ہے۔دو چار واروں کی ردوبدل کے بعد اُسے بھی ملک الموت کے حوالے کردیا۔اس کے بعد معاویہ کی فوج نے یکبارگی حملہ کیا اور مالک اشتر کی فوج بھی اُن پر ٹوٹ پڑی سردھڑ سے جدا ہوتے رہے شام تک جنگ ہوتی رہی۔اس کے بعد دونوں افواج نے رات کے لئے جنگ بند کردی۔اور فوجیں اپنی اپنی فرودگاہ پر پلٹ آئیں۔اسی طرح ہر روز مذکورہ سرداروں

Presented by Ziaraat.Com

میں سے ایک ایک سردار اپنی فوج لے کر میدان کارزار میں نکلتا جنگ کرتا اور رات کو جنگ بند ہو جاتی بعض روز دو (2) دو (2) سرداروں کی افواج جنگ کرتی تھیں۔ اُن جنگوں میں برابر مرتضوی افواج کا پلہ بھاری رہتا تھا۔ مگر ایک ہمہ گیر جنگ کو دونوں فریق ٹال رہے تھے۔

(ج) ماہ محرم 37ھ میں مصالحت کی آخری کوششیں، سابقہ خلفاپر ایک نظر بازگشت، فضائل و رویہ کا مقابلہ، حق و باطل کی وضاحت معاویہ کی ضد۔

گروہی جنگیں جاری تھیں کہ ماہ محرم 37ھ کا چاند جنگ بندی کا دستور لے کر نمودار ہوا۔ حضورؑ نے ایک ماہ کے لئے سو فیصد امن و امان کا اعلان فرما دیا۔ دونوں افواج کے لوگ اپنے اپنے ہم خیال و ہم عقیدہ اور ہم قبیلہ اور ہم مقصد لوگوں کو تلاش کر کے ملاقاتیں کرنے اور مستقبل کے لئے تیاری میں مصروف ہو گئے۔ وہ لوگ جو حضرت علی علیہ السلام کو خلیفہ منصوص من اللہ یا خلیفہ بلا فصل مانتے تھے۔ وہ اگر معاویہ کی فوج میں جاتے تھے تو اپنے عقاید کا پرچار کرتے تھے۔ اُن پر معاویہ کی پالیسیوں کا ذرہ برابر اثر نہ ہوتا تھا۔ البتہ اُن کے علاوہ جو چار یاری لوگ تھے وہ ہر احتمال اور ہر شک سے متاثر ہوتے تھے۔ اور بات بات میں متزلزل ہو جاتے اور اپنے ارادوں اور اقدامات میں خیالی ردوبدل و اصلاح کر لیتے تھے۔ اس ماحول میں حضرت علی علیہ السلام نے معاویہ کو سمجھانے کی ایک اور کوشش کی اور اس دفعہ مندرجہ ذیل افراد کا ایک وفد معاویہ کے پاس بھیجا۔ عدی بن حاتم، شیث ربعی، یزید بن قیس، اور زیاد بن حفصہ، یہ لوگ وہاں پہنچے تو عدی بن حاتم نے بات شروع کی اور کہا کہ اَے معاویہ ہم تیرے پاس آئے ہیں تا کہ تمہیں اس امر کی طرف متوجہ کریں جس پر اللہ نے ہمیں فائز کیا ہے۔ اور ہمارے جان و مال اس کی وجہ سے محفوظ کر دیئے ہیں۔ اور وہ امر یہ ہے کہ تم بھی اُس کی بیعت اور اطاعت اختیار کر لو جس کے مقابلے میں آج کسی کو وہ فضیلت و فوقیت حاصل نہیں ہے جو اُس کے لئے مسلمانوں کی اکثریت میں مسلّمہ ہے۔ اُسے اسلام میں سبقت اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ سے جو قرابت اور جہاد کی جو بزرگی حاصل ہے وہ کسی کو نصیب نہیں ہے۔ اور تمام اہل حل وعقد اس سے خوشی خوشی بیعت کر چکے ہیں۔ اب سوائے تیرے اور تیرے چند ساتھیوں کے کوئی باقی نہیں جو اُس کی اطاعت میں داخل نہ ہو گیا ہو۔ لہٰذا میرا مشورہ یہ ہے کہ قبل اس کے کہ تجھے ہی اُسی مصیبت سے دوچار ہونا پڑے جو کل طلحہ، زبیر، عائشہ اور اُن کے ساتھی اہل جمل کو پیش آچکی ہے اپنی اس بغاوت اور خلاف ورزی کو ترک کر دے۔ معاویہ نے کہا کہ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ تم یہاں صلح اور اصلاح کے لئے نہیں بلکہ مجھے دھمکانے اور تنبیہہ کرنے اور جنگ کی ہولناکی سے ڈرانے آئے ہو؟ اَے عدی میں پسرِ صخر بن حرب ہوں، میدان جنگ میں پالا گیا اور اس عمر کو پہنچا ہوں۔ میں ایسی دھمکیوں سے اپنا ارادہ بدل نہیں سکتا۔ اور خدا کی قسم تو بھی اُس جماعت سے ہے جس نے عثمان کو قتل کیا ہے۔ امیدوار ہوں کہ اللہ مجھے تجھ پر اور تیرے ساتھیوں پر نصرت بخشے۔ شیث بن ربعی اور زیاد بن حفصہ نے کہا اَے معاویہ ہم تیرے پاس آئے تھے تا کہ تجھے حقیقت حال پر متوجہ کر کے تجھ سے اپیل کریں کہ مسلمانوں کو اس عذاب سے بچالے جس میں وہ اس وقت گھرے ہوئے ہیں۔ مگر تو ہمارے سامنے مثالیں پیش کرتا ہے۔ جن سے کسی کو کوئی فائدہ نہیں پہنچتا تو ایسا کلام کر جو تیرے لئے اور ہمارے لئے اور سارے مسلمانوں کے لئے مفید ہو۔ یزید بن قیس نے کہا کہ اَے معاویہ ہماری پوزیشن ایک ایلچی سے زیادہ کچھ نہیں ہے۔ اور ایلچی کے کام میں نقائص تلاش نہیں کئے جاتے۔ جو وہاں سے کہا گیا تجھ سے کہہ دیا جو تو کہے گا وہ وہاں کہہ دیں گے۔ البتہ علیؑ کی فضیلت ایسی چیز نہیں ہے کہ جو تجھ پر یا کسی اور مسلمان پر پوشیدہ ہو۔ اور تم یہ بھی خوب جانتے ہو کہ جس میں معمولی سی بصیرت بھی موجود ہے وہ ہرگز تجھ کو اُن کے برابر نہ سمجھے گا۔ پس اَے معاویہ خوف خدا کو کام میں لا اور علیؑ سے مخالفت اور سرکشی نہ کر۔ قسم بخدا کہ ہم نے علیؑ جیسا زاہد و متقی تمام ہی خوبیوں کا مجسمہ دوسرا نہیں دیکھا ہے۔ معاویہ نے کہا کہ تم نے جو اتفاق کلمہ اور اتحاد و اجتماع کی طرف دعوت دی ہے تو میں بھی جانتا ہوں کہ یہ امر بہت ہی خوب ہے۔ مگر میں تمہارے امیر کی اطاعت ہرگز نہ کروں گا۔ اس لئے کہ انہوں نے خلیفہ

Presented by Ziaraat.Com

مظلوم کو قتل کیا اور امت میں تفرقہ ڈالا۔ اُن کا یہ کہنا کہ میں نے قتل نہیں کیا۔ اگر اُن کی یہ بات صحیح ہے تو عثمان کے قاتلوں کو ہمارے پاس بھیج دیں تا کہ اُن سے خونِ عثمان کا قصاص لیا جائے وہ اُن قاتلوں کو اپنی پناہ میں رکھے ہوئے ہیں اور چاہتے ہیں کہ ہم خون عثمان کا دعویٰ چھوڑ کر اُن کی بیعت واطاعت کرلیں۔ اُنہوں نے پوچھا کہ اُن آدمیوں کے نام بتاؤ جن پر قتل کا جرم قانون شہادت کی رُو سے ثابت ہوگیا ہے؟ اور یہ ایک حقیقت ہے کہ عثمان کے اہل وعیال جو موقعہ واردات پر موجود تھے اُنہوں نے کوئی ایسا نام نہیں بتایا جس کو قتل کرتے ہوئے دیکھا گیا ہو۔ محض شکوک وشبہات اور قیاسات کی بنا پر نہ کسی پر قتل کا جرم لگایا جاسکتا ہے اور نہ قصاص لیا جاسکتا ہے۔ رہ گیا عثمان کا قتل چاہنے والوں اور قتل کا فتویٰ دینے والوں کا قاتل ہونا تو اُن میں سے ایک عائشہ زندہ موجود اور آزاد ہے جس نے کہا تھا کہ: ''اُقْتُلُوا النَّعْثَلَ قَدْ كَفَرَ اس یہودی کو قتل کرڈالو یہ یقیناً کافر ہوگیا ہے'' اور رہ گئے وہ لوگ جنہوں نے قوت وقدرت رکھتے ہوئے عثمان کو قتل سے نہ بچایا حالانکہ عثمان اُن سے مدد کی درخواست کرتا رہا؟ اُن میں سے سرفہرست خود تو ہے۔ لہٰذا عائشہ سے اور تجھ سے قصاص لینا چاہئے اور تم قصاص نہیں لیتے ہو بہر حال حضرت علی علیہ السلام کا یہ وفد ناکام واپس چلا تو معاویہ نے آدمی بھیج کر زیاد بن حفصہ کو تنہا اندر بلایا اور کہا اے ربیعہ کے رشتے سے میرے بھائی علیؑ نے قطع رحمی کی اور خلیفۃ المسلمین کا خون اپنی گردن پر لیا۔ اُس کے قاتلوں کو پناہ دی۔ اب میں تجھ ہی سے پوچھتا ہوں کہ کیا تم ہماری نصرت نہ کروگے؟ اور علیؑ سے الگ ہوکر اپنے قبیلے سمیت ہم سے آملنا پسند نہ کروگے؟ میں خدا کو درمیان میں شاہد بنا کر وعدہ کرتا ہوں کہ اگر میں نے فتح پائی تو کوفہ اور بصرہ کی حکومتوں میں سے جس کو تم پسند کروگے تمہیں دے دوں گا۔ زیاد نے کہا کہ اے معاویہ تو مجھ سے مایوس ہوجا اس لئے کہ میں نے اپنا دین حجت ویقین کے ساتھ اختیار کیا ہے۔ میں اہل جرم وعصیان کا کبھی اور کسی حالت میں مددگار نہ بنوں گا۔ اُس کے آنے کے بعد معاویہ نے عمرو عاص سے کہا کہ خدا اس جماعت کو ہلاک کرے یہ کیسے سب کے سب ایک دل اور ایک زبان ہیں؟

(د) معاویہ کا جوابی وفد حضرت علی علیہ السلام کے دربار میں۔

نصر بن مزاہم کہتا ہے کہ اگلے روز معاویہ نے بھی حبیب بن مسلمہ فہری اور شرجیل بن سمط اور معن بن یزید بن اخنس سلمی کو امیرالمومنین کی خدمت میں بھیجا۔ یہ لوگ حاضر درگاہ ہوئے تو حبیب نے گفتگو کا آغاز کیا۔ اور کہا کہ عثمان خلیفہ راشد تھا۔ کتاب اللہ کے مطابق کام کرتا تھا۔ اور قرآن کے احکام پر کاربند رہتا تھا۔ یا علیؑ تم کو اُس کی زندگی ناگوار ہوئی تو تم اُس کی ہلاکت کے درپے ہوئے۔ اور ظلم وتعدی سے اُسے قتل کرایا۔ پس مناسب ہے کہ اُس کے قاتلوں کو ہمارے حوالے کرو تا کہ اُن سے قصاص لیں۔ اور اگر یہ کہتے ہو کہ میں نے اُسے قتل نہیں کیا تو تم خلافت چھوڑ کر الگ ہٹ جاؤ لوگ خود آپس میں مشورہ کرکے اس منصب کے لئے کسی کو انتخاب کرلیں گے۔ حضرت علیؑ اُس کے اس ناشائستہ بے دلیل بیان سے سخت برہم ہوئے اور فرمایا کہ اے شخص اپنی زبان کو تھام تیرا یہ مرتبہ نہیں ہے کہ اُمر امامت وخلافت میں دخل دے تجھ کو اس مجلس میں بیٹھنے کی بھی قابلیت نہیں ہے۔ حبیب یہ سن کر اُٹھا اور کہا کہ خدا کی قسم اب تم مجھ کو ایسی جگہ پاؤ گے جو ہر طرح زیادہ ناگوار ہوگی۔ فرمایا جو کچھ تجھ سے ہوسکے اُس میں کوتاہی نہ کرنا۔ میں جس روز تجھے سواروں یا پیادوں میں دیکھوں گا۔ خدا مجھے زندہ نہ رکھے اگر میں تجھے زندہ رکھوں۔ شرجیل نے کہا کہ میرے پاس بھی وہی مضمون ہے جو حبیب نے ادا کیا۔ مجھے ڈر ہے کہ اگر میں نے اُسے بیان کیا تو آپؑ مجھے بھی وہی جواب دیں گے جو حبیب کو دیا ہے۔ یا علیؑ اگر آپ کے پاس حبیب کو دئے ہوئے جواب کے علاوہ کوئی اور جواب ہے تو بیان فرمایئے۔ حضرتؑ نے فرمایا کہ ہاں تیرے لئے اور معاویہ کے لئے میرے پاس اور جواب بھی ہے'' (تہذیب المتین صفحہ 134-133)

Presented by Ziaraat.Com

(ہ) حضرت علیؑ کی زبان سے ایسے جوابات یا باتیں لکھنا جواُن کی مسلّمہ عادت وفطرت اور قرآن اور اُن کے اقوال کے خلاف ہوں فریب ہے۔

ہم نے اکثر وبیشتر یہ حقیقت واضح کی ہے کہ قریش نے اپنے پانچ چھ سو سالہ (500۔600) تسلط کے دوران قرآن واحادیث وواقعات کو اپنی پالیسیوں اور منصوبوں اور اعمال وکردار وعقائد وافکار میں تبدیل کر کے امت تک پہنچایا اور یہ عملدرآمد عہد رسوؐل ہی میں شروع کر دیا تھا (فرقان 31-25/30) اوراس کی حد یہ تھی کہ قرآن کے احکام کو اِس طرح تبدیل کر دیا تھا کہ سارے قرآن کی تکذیب ہوگئی تھی (انعام 6/66) اور پھر اس اصول کے ماتحت اقوال رسوؐل کو تبدیل کیا تھا۔ رسوؐل کے نام پر جو روایات گھڑوا کر کتابیں تیار کیں۔ اوراس قدر تدبر اور کثرت سے پروپیگنڈا کیا کہ ساری دنیا نے اُن کی تیار کردہ تاریخوں اور دیگر کتابوں کو سچا سمجھا۔ اُن سے مدد لی انہیں اپنے بیانات اور کتابوں میں من وعن لکھا، منبروں سے بیان کیا یعنی قریش کی تیار کردہ تفسیر وتاریخ وغیرہ کو شیعوں میں بھی پھیلا دیا۔ چنانچہ تہذیب المتین تاریخ امیر المومنین کا مصنف تو ایک پرائمری کا ٹیچر تھا اور جگادھری جیسے ایک گاؤں کا باشندہ تھا۔ شیعوں کے تو بڑے سے بڑے علما اور آیت اللہ وحجۃ اللہ اور امام کہلانے والے جاہلوں نے بری سے بری بات قریشی تاریخ سے لے کر شیعوں کے ریکارڈ میں داخل کر کے شیعہ بات بنادی۔ حد یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی چار بیٹیاں مان کر اُن کا مشرکوں سے نکاح کیا جانا شیعہ ریکارڈ میں نقل کر لیا (حیات القلوب جلد 2 باب نمبر 51 صفحہ 570-569)

یہی طریقہ تھا جس پر تہذیب المتین کا مولف چلا اور بعض ایسی باتیں لکھتا چلا گیا جو شیعہ عقائد اور حقائق سے کوئی تعلق نہیں رکھتیں۔ چنانچہ مندرجہ بالا عنوان میں حضرت علی علیہ السلام کا وہ جواب بالکل باطل اور قریش ساز ہے جو حبیب بن مسلمہ فہری کو دلوایا اور علیؑ کے سر چپکایا گیا ہے۔ پھر وہ جواب بھی باطل اور قریش کا خود ساختہ ہے جو شرجیل کو دلوایا گیا ہے۔ جو کچھ حبیب بن مسلمہ کا تصور اور بیان تھا اور جو کچھ شرجیل کا بیان ہوتا اُسے سن کر حضرت علی علیہ السلام تو کجا ایک مستقیم المزاج اور دین سے واقف شخص بھی نہ غصہ کرتا نہ برہم ہوتا اور نہ سائل اور اغوا شدہ شخص سے درشت کلامی کرتا۔ بلکہ اُس کی باتوں کو اُس پر واضح کرنے اور اُن کی اہمیت پر متوجہ کرنے کے لئے حبیب سے دریافت کرتا کہ:

''بھائی جان عثمان کا خلیفہ راشد ہونا اور قرآن پر کاربند رہ کر قرآن کے احکام کے مطابق عمل کرنا تمہارا شنیدہ ہے یا خود آزمودہ ہے اور آزمودہ ہے تو کوئی ایک بات عثمان کی ایسی بتا دو جو قرآن کے مطابق ہو۔ یعنی ایک واقعہ سناؤ اور ایک آیت پڑھ دو جس پر عثمان نے اس واقعہ میں عمل کیا ہے۔ یہ سوال کرتے ہی حبیب تو حبیب تھا تمام دنیا کے سنی علما اس طرح ثبوت نہ دے سکیں گے۔ پھر اُس سے کہا جاتا کہ یہ کہ ''خلیفہ راشد'' کیا ہوتا ہے؟ قرآن کی کس آیت میں یہ اصطلاح آئی ہے؟ اور عثمان کو کون سی آیت میں خلیفہ راشد فرمایا گیا ہے؟ پھر تمہیں حضرت علیؑ کے متعلق یہ یقین قرآن کی کون سی آیات کے مطابق ہوا کہ انہیں عثمان کی زندگی ناگوار تھی اور انہوں نے عثمان کو ظلم وتعدی سے قتل کروا دیا؟ یعنی علیؑ کے خلاف ایسا یقین کر لینا تم نے قرآن کی تعلیمات کے ماتحت کیا ہے یا یوں ہی لوگوں سے بار بار سن کر سمجھ لیا ہے جو پبلک میں مشہور تھیں؟ یہ سوالات حبیب بن مسلمہ ہی کو نہیں بلکہ آج کے تجربہ کار سنی مناظروں کو بھی مبہوت وششدر کر سکتے ہیں۔ لہٰذا یہ تاریخ ہو یا کوئی اور ہو، شیعوں کی لکھی ہوئی کتاب ہو یا کسی اور کی لکھی ہوئی ہو۔ اُن میں سے کوئی ایسی بات حضرت علیؑ محمدؐ وفاطمہؑ اوران کی اولادؑ کے آئمہ علیہم السلام کے لئے قابل توجہ بھی نہیں جو قرآن کے خلاف ہو یا حدیث کے خلاف ہو یا اُن کی مسلّمہ عادات وصفات کے خلاف ہو یا خود اُن کے اپنے اقوال کے خلاف جاتی ہو۔

آخر میں لکھا ہے کہ شرجیل اور معن نے حضرت علی علیہ السلام سے سوال کیا کہ کیا تم گواہی دیتے ہو کہ عثمان مظلوم شہید ہوا ہے یا نہیں؟ حضرت علیؑ نے جواب دیا کہ میں عثمان کو مظلوم نہیں سمجھتا۔ اُن دونوں نے کہا کہ جو شخص عثمان کو مظلوم نہیں مانتا اور اس کے قاتلوں سے بیزار نہیں ہم

Presented by Ziaraat.Com

اُس سے بیزار ہیں۔ یہ کہا اور چلے گئے۔

(و) اُسی مہینہ میں ابودرداء اور ابوامامہ باہلی نام نہاد صحابہ بھی معاویہ سے جدا ہوئے۔

روضۃ الصفا میں ہے کہ ابودرداء اور ابواُمامہ باہلی اصحاب رسوؐل کافی عرصہ سے ملک شام میں معاویہ کے پاس مقیم تھے اور جنگ صفین سے پہلے صفین میں موجود تھے۔ انہوں نے معاویہ سے کہا کہ ہم کو تحقیق ہے کہ علیؑ تجھ سے زیادہ مستحق خلافت ہیں۔ پس تو کس حجت اور دلیل سے اُن کے ساتھ جنگ کرتا ہے؟ اُس نے کہا کہ طلبِ خون عثمان کے لئے انہوں نے کہا کیا علیؑ نے عثمان کو قتل کیا ہے؟ معاویہ نے کہا کہ گو انہوں نے قتل نہیں کیا ہے۔ مگر قاتلان عثمان اُن کے پاس موجود ہیں۔ اگر علیؑ اُن کو میرے حوالے کریں کہ اُن سے قصاص لوں تو تمام نزاع برطرف ہو جائے اور میں مع جملہ اہل شام اُن کی اطاعت میں داخل ہوں۔ یہ دونوں علیؑ کی خدمت میں آئے اور جو معاویہ سے سنا تھا وہ گزارش کر دیا۔ یہ خبر لشکر میں منتشر ہوگئی تو قریب بیس ہزار مرد نامور مسلح ہو کر اُن کے سامنے آئے اور کہا کہ ہم قاتلان عثمان ہیں۔ امیر المومنین نے فرمایا کہ معاویہ ان کو طلب کرتا ہے۔ میں اس جم غفیر کو کس طرح اُس کے حوالے کروں؟ ابوامامہ اور ابودرداء نے جب یہ سنا اور دیکھا تو لشکر گاہ سے نکل گئے اور معاویہ سے بھی کنارہ کش ہو گئے۔

8۔ یکم صفر 37ھ دنیا کی سب سے بڑی، سب سے مقدس اور تاریخ ساز جنگ جس کے بعد قریش اور قریشی مذہب بے نقاب ہو گئے اور ابلیس راہنما ہو گیا۔

آخر اتمام حجت کا زمانہ اور معیار مکمل ہو گیا اور حضرت علی علیہ السلام کی طرف سے پورے پیمانے پر جنگ وقتال کی اجازت مل گئی۔ فوج کی تیاری اور ہدایات ہم پھر تہذیب المتین ہی سے لکھتے ہیں تاکہ وہ تفصیلات بھی سامنے آجائیں جنہیں معمولی سمجھ کر چھوڑ دیا جاتا ہے۔ تہذیب میں لکھا گیا ہے کہ:

(الف) پورے پیمانے (Full Scale) پر جنگ کا اعلان اور فیصلہ کن جنگ کی جنگی ترتیب اور تیاریاں۔

''مورخین نے لکھا ہے کہ جب ماہ محرم گزر گیا اور وفود و پیغامات کا کوئی اثر نہ ہوا تو امیر المومنین نے محرم کے آخری دن غروب آفتاب سے پہلے یزید بن حارث جشمی کو چند سپاہیوں کے ساتھ متعین کیا تھا۔ اُس نے شامی افواج کے قریب تر جا کر اعلان کیا کہ حضرت علیؑ فرماتے ہیں کہ تمہارے ساتھ پورے پیمانے کی جنگ کو ملتوی رکھنے کی غرض یہ تھی کہ تم ہدایت پا سکو اور اپنے ناہنجار کردار سے توبہ کر سکو۔ چنانچہ تمہیں راہِ ہدایت دکھائی گئی کلام اللہ کی طرف دعوت دی گئی مگر تم نے قبول نہ کیا اور اپنی ہٹ اور گمراہی پر بدستور قائم رہے۔ چنانچہ تم پر اتمام حجت ہو گیا۔ ماہ محرم بھی گزر گیا اب تمہارے ساتھ باقاعدہ جنگ کروں گا۔ شامیوں نے یہ انتباہ سنا تو اپنے سرداروں کو بتایا اور معاویہ کو بھی اطلاع ہو گئی۔ اہل حق واہلِ باطل رات بھر سامان جنگ کی درستی میں مصروف رہے۔ شمعیں روشن تھیں۔ امیر المومنین نے نشان جنگ ہاشم بن عتبہ مرقال کے سپرد کیا۔ سواروں پر عمارؓ یاسر، پیادوں پر عبداللہ بن بُدیل ورقاء مقرر ہوئے۔ میمنہ پر اشعث بن قیس میسرہ پر حارث بن مرہ عبدی۔ قبیلہ مضر کوفہ وبصرہ کا قلب میں وقبیلہ یمن وربیعہ اُس کے داہنے بائیں رکھے گئے۔ دوسری روایت میں کہا گیا ہے کہ میمنہ عراق پر عبداللہ بن بُدیل ورقا، میسرہ پر عبداللہ بن عباس، سوارانِ کوفہ پر مالک اشتر، سوارانِ بصرہ پر سہیل بن حنیف، پیادگان کوفہ پر عمار یاسر و پیادگان بصرہ پر قیس بن سعد بن عبادہ کو کہ مصر سے آکر شریک صفین ہو گئے تھے۔ اور ہاشم بن عتبہ کو اُن کا رفیق کار مقرر کیا گیا۔

Presented by Ziaraat.Com

نیز عمارؓ یاسر اور عبداللہ بن بُدیل کو قُرّاءِ (قاریوں) کوفہ پر سرداری بخشی۔ بصرہ کے قاریوں کی سرداری مسعود بن فدکی تمیمی کو حاصل ہوئی۔ لشکرِ شام کی ترتیب ایک روایت کی رُو سے علم لشکر عبدالرحمٰن بن خالد ولید کو دیا گیا۔ سواروں پر عبیداللہ بن عمر بن خطاب پیادوں پر مسلم بن عقبہ مری میمنہ پر عمرو عاص میسرہ پر حبیب بن مسلمہ فہری اور قلب میں ضحاک بن قیس مع اہل دمشق کے۔ دوسری روایت کی رُو سے لشکر شام میں میمنہ پر ذوالکلاع، میسرہ پر حبیب بن مسلمہ، سوارانِ دمشق وشام پر عمرو عاص اور پیادگان دمشق پر مسلم بن عقبہ مری اور باقی پیادگان پر ضحاک بن قیس۔ نصر بن مزاحم کہتا ہے کہ اگلے روز بروز چارشنبہ یکم صفر المظفر 37ھ دونوں لشکر علی الصباح میدان میں آئے۔ حضرت علی علیہ السلام نے لشکر شام پر نظر ڈالی۔ اپنے اصحاب سے ہر قبیلے کا نام دریافت کرتے جاتے تھے۔ اُن کی تعداد اور دیگر اطلاعات حاصل کیں۔ پھر قبیلے کے مقابلے کے لئے عراق کو اسی قبیلے سے نامزد کیا۔ مثلاً شام کے ازدیوں کے مقابلے کے لئے عراق کا ازدی قبیلہ۔ چنانچہ مالک اشتر عراق سے تو حبیب بن مسلمہ فہری اہل شام سے مع سپاہ فراوان میدان میں آئے اور مصروف کارزار ہوئے۔ چنانچہ بہت سے اہل عراق نے جام شہادت نوش کیا اور ادھر اہل شام کی بہت بڑی تعداد واصل جہنم ہوئی۔ امیر المومنین افواج کی صفوں کے سامنے سے گزرتے جاتے تھے اور ہدایات جنگ دیتے جاتے تھے۔ یہاں تک کہ پورے عراقی لشکر کے ہر فرد کو اپنی ہدایات اور نصیحتوں اور احکامات پر مطلع کر دیا۔'' (تہذیب المتین، صفحہ 136 تک)

(ب) مرثد بن حارث جشمی بھی اعلان جنگ اور تفصیلات کی منادی کر رہے تھے۔ اور حضورؑ اپنی فوج کو ہدایات دے رہے تھے۔

قارئین یہ پڑھ چکے ہیں کہ معاویہ کے ساتھ ایک لاکھ بیس ہزار فوج دمشق سے چلی تھی اور یقیناً بعد کے دوماہ میں اُس میں کافی اضافہ ہوا ہوگا۔ اِدھر حضرت علی علیہ السلام کوفہ سے نوے ہزار فوج لے کر چلے تھے جس میں روزانہ اضافہ ہوتا رہا۔ بہرحال کہنا یہ ہے کہ تین لاکھ کے قریب آدمیوں کو جب کہ وہ ایک دوسرے سے ملے ہوئے نہ کھڑے ہوں بلکہ کیمپ کی صورت میں ڈیرے ڈالے ہوئے پڑے ہوں ایک یا دو اشخاص کوئی اعلان نہیں سنا سکتے بلکہ کئی ایک منادی کرنے والے ہونا چاہئیں۔ لہٰذا اگر روایات میں ایک سے زیادہ منادی کرنے والے مذکور ملیں تو تعجب کرنا یا روایات میں تضاد واختلاف کی راہ نکالنا دشمنوں اور بدبین وبدباطن لوگوں کا کام ہوگا نہ کہ عقلمندوں اور عاقبت اندیشوں کا۔ لہٰذا اعلان وہدایات کے سلسلے میں ایک دوسرا بیان سنئے:

''محرم کا مہینہ تمام ہوا اُسی کے ساتھ صلح وسلامتی کی امیدیں بھی رخصت ہوئیں۔ صفر کا چاند اُفق پر نمودار ہوا۔ اسی وقت امیرؑ المومنین کی طرف سے مرثد بن حارث جشمی نے لشکر معاویہ کی طرف جا کر منادی کی:

''شام والو! ہم نے تمھیں بہت ڈھیل دی اور حق کی طرف رجوع کرنے اور سرکشی سے باز آجانے کے لئے بہت محنت کی اور کافی مہلت دی۔ ہم نے تم پر بار بار کتاب خدا پیش کی اور تمھیں اُس کی طرف بلایا مگر تم اپنی سرکشی سے باز نہ آئے اور نہ حق کو قبول کرنے پر آمادہ ہوئے۔ خدا کی قسم ہم نے اب تک تم پر ہاتھ اس لئے نہیں اُٹھایا تھا کہ شاید تم حق کو اختیار کرلو ورنہ تم پر تلوار اُٹھانے اور تمھیں قتل کرنے میں نہ ہمیں کوئی شک تھا نہ ہم از راہ رحم وکرم ہاتھ روکے رہے۔ اور پھر محرم کا مہینہ بھی بلا جنگ گزارنا تھا۔ شام والو ہم تم سب کو اور ہر ایک کو پیغام جنگ دیتے ہیں۔ اور خدا خیانت کرنے والوں کو دوست نہیں رکھتا''

اُدھر مرثد اعلان کر رہے تھے اور اِدھر حضرت علی علیہ السلام اپنے چند ساتھیوں کے ساتھ اپنے لشکر کا دورہ فرما رہے تھے۔ آپ نے ایک

Presented by Ziaraat.Com

ایک کیمپ میں جا کر جوانوں کو جنگ کی ترغیب دی۔ میمنہ، میسرہ اور قلب لشکر مرتب فرما کر ہر ایک کے سردار مقرر فرمائے۔ اُس رات کسی کی پلک تک نہ جھپکی۔سبھی حضوؑر کے ارشادات کی تعمیل میں مصروف تھے۔آپؑ مثل نسیم ایک طرف سے دوسری طرف اور ایک قبیلے سے دوسرے قبیلے کی طرف جاتے آتے رہے۔نہ آپؑ پر تھکن تھی نہ نیند کا غلبہ تھا۔صبح ہوتے ہی پورا لشکر اسلحہ سے مسلح ہو کر صف بستہ تھا۔معلوم ہوتا تھا جیسے سیسہ پلائی ہوئی دیوار ہو(الصّف،61/4) افواج کے پرچم لہلہا رہے تھے۔اور اسلحہ کی چمک آنکھوں کو چندھیائے دے رہی تھی۔امیر المومنین اپنے لشکر کا جائزہ لینے کے لئے رُکے اور حسبِ سابق فوجیوں کو یہ نصیحتیں اور ہدایات تلقین فرمائیں۔

(ج) وہ احکامات و ہدایات جن کے مطابق مرتضویؑ افواج جنگ کرتی تھیں۔

جب تک دشمن پہل نہ کرے تم جنگ شروع نہ کرنا اِس لئے کہ تم دلیل وحجت پر قائم ہو۔تمہارا اُنہیں چھوڑ دینا کہ جنگ کی ابتدا اُن کی طرف سے ہو یہ اُن پر دوسری دلیل وحجت ہوگی۔2۔خبر دار جب دشمن بھاگے تو اُن کا تعاقب اور قتل نہ کرنا۔3۔کسی مجبور و بے دست و پا پر ہاتھ نہ اُٹھانا۔4۔کسی زخمی کی جان نہ لینا۔5۔عورتوں کو ہرگز نہ ستانا چاہے وہ تمہاری عزت وآبرو پر حملہ کریں یا تمہیں گالیاں دیں۔6۔مقتول اور مرُدوں کی صورتیں نہ بگاڑو(مثلہ نہ کرو) اُنہیں ننگا نہ کرو۔7۔دشمن کی قیام گاہ میں جاؤ تو کسی کی پردہ دری نہ کرو۔8۔دشمن کا مال غارت نہ کرو۔9۔میدان جنگ میں پڑے ہوئے مال کے علاوہ کوئی اور مال وسامان نہ لو۔10۔پرچموں سے دُوری نہ رکھو۔انہیں سرنگوں نہ ہونے دو۔

(د) حضرت اویس قرنی کی موجودگی باعث ہدایت وراہنمائی ہوئی لیکن حضرت علیؑ کا عظیم الشان وجود شامیوں کی ہدایت نہ کرسکا۔

روضۃ الصفا نے لکھا ہے کہ جس وقت یکم صفر کو دونوں فریق کی افواج صف بستہ آمنے سامنے پرے باندھ کر کھڑی ہوئیں۔اہل شام کے ایک لشکری نے آواز دے کر پوچھا کہ:

> ”کیا اویس قرنی تمہارے اندر موجود ہیں؟“ جواب دیا گیا کہ موجود ہیں۔یہ جواب سن کر وہ شخص معاویہ کو چھوڑ کر حضرت علی علیہ السلام کی فوج میں شامل ہوگیا۔اُس نے معاویہ کو باطل پرست سمجھنے اور حضرت علیؑ کے حق پر ہونے کی شناخت یہ بتائی کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا تھا کہ ”اویسؓ بہترین تابعین میں سے ہے“ چنانچہ بہترین تابعی باطل کی طرف نہیں ہوسکتا۔سوال یہ ہے کہ اُس نے یقیناً حضرت علی علیہ السلام کی شان میں بھی سیکڑوں احادیث سنی ہوں گی۔مگر اُن سے کیوں اُسے یقین حاصل نہ ہوا؟

دوسری صفر کو پھر فوجیں تیار ہوئیں مرتضویؑ لشکر سے ہاشم بن عتبہ مرقال اور اُن کی فوج میدان کارزار میں بڑھی معاویہ کی طرف سے ابوالاعور سلمٰی اور اس کی فوج مقابلہ پر آئی رات آنے تک جنگ ہوتی رہی۔شب کو فوجوں نے آرام کیا۔

تیسری صفر کو جناب عمارؓ یاسر اور اُن کی فوج میدان میں نکلی اور اُدھر سے عمرو بن العاص اپنی فوج مقابلے میں لایا۔حضرت عمار نے پکار کر کہا کہ اَے مسلمانوں اگر تم دشمن خدا اور رسوؐل اور مسلمانوں کے دشمن کو دیکھنا چاہتے ہو تو معاویہ کو دیکھ لو۔اور اس پر لعنت کرو اللہ اس پر لعنت کرے یہ چاہتا ہے کہ نور خدا کو بجھا دے اور دشمنان خدا کی مدد کرے۔قسم بخدا کہ میں اُس کو خوب پہچانتا ہوں۔یہ ہمیشہ فاسقوں اور بدکاروں کا دوست اور مسلمانوں کا دشمن رہا ہے۔یہ تلوار کے خوف سے مسلمان ہوا تھا اور کفر ونفاق کو دل کی گہرائی میں چھپائے رکھا تھا۔اور وفات رسوؐل کے بعد یہ اور اس کا خاندان پھر اپنے قدیم مذہب پر پلٹ گیا تھا۔اتنا کہنے کے بعد جناب عمارؓ یاسر نے زیاد بن نضر کو جو اُن کی فوج کے سواروں کا سردار تھا حکم دیا کہ وہ سواروں کے ساتھ عمرو بن العاص کی فوج پر بھرپور حملہ کریں اور خود پیادہ فوج سے اس شدت سے حملہ آور ہوئے کہ عمرو عاص کی فوج میں بھگدڑ مچ گئی

Presented by Ziaraat.Com

اور ذرا دیر میں میدان خالی ہو گیا۔

یہ بھی لکھا گیا ہے کہ اس حملے کے دوران زیاد بن نضر کا مادری بھائی، معاویہ بن عمرو عقیلی جو لشکر شام میں معاویہ کی طرف سے لڑ رہا تھا، زیاد پر حملہ آور ہوا تو زیاد نے ایسی ضرب لگائی کہ وہ گھوڑے سے گر پڑا تو زیاد اُسے قتل کرنے کے لئے اس کے اوپر چڑھ گئے اور نقاب اُٹھا کر دیکھا تو پہچان لیا اور ہاتھ خود بخود رُک گیا۔ کسی نے کہا کہ اَے زیاد قتل دشمن میں تاخیر کیوں کر رہے ہو؟ جواب میں واقعہ سنایا۔ لوگوں نے کہا کہ بھائی ہے تو چھوڑ دو۔ زیاد نے کہا کہ حضرت علی علیہ السلام کی اجازت کے بغیر چھوڑ بھی نہیں سکتا۔ حضورؑ کو معلوم ہوا تو قتل سے منع کرنے کا حکم بھیجا اور یوں زیاد کا مادری بھائی بچ گیا۔

(ہ) دسویں صفر سے پوری افواج کی دونوں طرف سے پوری پوری قوت سے فتح وشکست کے لئے جنگ آزمائی ہوتی رہی۔

دسویں صفر تک مختلف سرداروں اور اُن کی افواج میں جنگ ہوتی رہی۔ آخر حضرت علی علیہ السلام نے پورے لشکر سے حملہ آور ہونے کا ارادہ کر لیا اور سرداران افواج اور بہادران لشکر کو اپنے ارادہ سے مطلع فرما دیا اور ایک خطبہ کے ذریعہ سے مومنین میں جوش وجذبہ فداکاری وشہادت کو اُبھار دیا۔ رات بھر افواج کو جنگ کی تیاری میں مصروف رکھا جب سورج طلوع ہوا تو آپؑ کی فوج حملہ کرنے کے لئے تیار کھڑی تھی۔ مگر آپؑ نے اچانک حملہ کو پسند نہ کیا۔ دشمن کی غفلت سے فائدہ اُٹھانا آپؑ کی فطرت اور دین کے خلاف تھا آپؑ نے دشمن کے کیمپ میں اپنے حملے کی اطلاع کر دی۔ اعلان جنگ ہوتے ہی معاویہ کی افواج میں کھلبلی مچ گئی۔ معاویہ نے گھبرا کر آواز دی کہ ہراول دستہ کہاں ہے؟ ابوالاعور سلمٰی اپنے دستے کو لے کر آگے بڑھا۔ معاویہ نے پھر پکارا کہ ''اُردن والی فوج کہاں ہے'' سفیان بن عمرو سلمٰی اردنی فوج کو لے کر صف بستہ ہوا۔ پھر پکارا کہ ''قنسرین والوں کی فوج کدھر ہے'' زفر بن حارث نے قنسرین کی فوج کو آراستہ کیا۔ پھر پکارا کہ ''ہمارا محافظ دستہ کہاں ہے'' ضحاک بن قیس فہری نے محافظ دستے سے معاویہ کو حلقہ میں لے لیا۔ یہ دمشق کی فوج تھی۔ اسی طرح معاویہ افواج اور رسالوں اور دستوں کو نام لے لے کر پکارتا جاتا تھا اور افواج پر افواج رسالوں پر رسالے اور دستوں پر دستے تمام قدیم وجدید اسلحہ سے مسلح پرچم اور اپنے اپنے نشان لئے ہوئے آگے بڑھتے اور میدان کو گھیرتے چلے جارہے تھے۔ رفتہ رفتہ معاویہ کا لشکر بھی اُسی طرح تیار ہو گیا جس طرح حضرت علی علیہ السلام کا لشکر تیار کھڑا تھا۔ اس کے بعد معاویہ کے سامنے ایک دستہ آیا اور حلفیہ اعلان کیا کہ ہم آپ کی حمایت میں سر دھڑ کی بازیں لگا دیں گے۔ آپ پر آنچ نہ آنے دیں گے۔ چاہے ہمارے سر قلم ہو جائیں۔ انہوں نے بھی معاویہ کو حلقے میں لے لیا۔ اور اُس کے اردگرد دیوار کی طرح کھڑے ہو گئے۔ قبیلہ عک والوں کو بھی جوش آیا انہوں نے بھی مرنے اور مارنے کا عہد کیا اور ایک پتھر لا کر رکھا اور کہا کہ جب تک یہ پتھر نہ بھاگے گا ہم بھی نہ بھاگیں گے۔ یہاں یہ نوٹ کر لیں کہ واقعی اس قبیلے نے خوب خوب جوہر مردانگی دکھائے تھے۔ لشکر کے تیار کر چکنے کے بعد معاویہ نے عمرو بن عاص سے رائے لی۔ اُس نے کہا کہ ہم میں اور آپ میں جو عہد وپیمان ہو چکا ہے وہ آپ کو یاد ہے۔ اب آپ پورا نظام عسکری اور تدبیر جنگ میرے سپرد کر کے بےفکر ہو جائیں۔ معاویہ نے کہا کہ مجھے منظور ہے۔ اس کے بعد معاویہ نے ابوالاعور کو الگ لیجا کر موجودہ صورت حال اور مصلحتوں پر مطلع کیا اور بتایا کہ علیؑ کے مقابلہ پر عمرو بن العاص کی حکمت عملی اور ڈپلومیسی کامیاب ہو سکتی ہے۔ اور ہمیں عمرو بن العاص کی پوری سیاسی بصیرت اور تعاون کی احتیاج ہے لہٰذا مجھے اور تمہیں خوشی خوشی اپنے اختیارات اور وسائل اسے سونپ دینا لازم ہیں اور اُس کی ہر تجویز اور ہر حکم کی بلا پس وپیش تعمیل کرنا ضروری ہے۔ لہٰذا تم اپنا چارج اُسے سپرد کر کے میری طرح ساتھ ساتھ رہو اور اُس کے اشاروں پر کام کرو۔ ابوالاعور نے بھی اس طریق کار پر اتفاق کر لیا اور وہ دونوں عمرو عاص کی تائید کے لئے

Presented by Ziaraat.Com

حاضر ہوگئے۔اس کے بعد عمروعاص نے چارج سنبھالا۔لشکر کی صفوں میں مناسب تبدیلیاں کیں۔سواروں کے دستے از سرنو مرتب کیئے۔پیدل فوج کو اثر انگیز ترتیب دی۔عمروعاص اس سے پہلے آزادانہ جنگی قیادت کر چکے تھے۔وہ فاتح مصر تھے۔لہٰذا انہیں جتنا تجربہ حاصل تھا۔جتنی جنگی چالیں اوراسکیمیں معلوم تھیں۔جتنے گر آتے تھے۔سب ہی کو سامنے رکھ کر جنگی اسکیم بنائی تاکہ علیؑ اوران کے جانباز مجاہدوں سے مقابلہ کیا جا سکے۔جوسیکڑوں میں خود اپنا راشن اور ہتھیار لے کر فی سبیل اللہ جہاد کے لئے آئے ہوئے تھے اور طے کر رکھا تھا کہ فتح حاصل کریں گے یا شہادت پر فائز ہوں گے۔جب عمروعاص اپنی پسند کی ترتیب دے چکا اور ہر پہلو پر اطمینان کر چکا تو اُس نے لشکر کے بیچوں بیچ بلند جگہ پر اپنے لئے ایک منبر آراستہ کرایا اور اُس پر بیٹھ کر سارے لشکر پر نظر اور کنٹرول رکھنے کا اہتمام کیا۔یمنی فوج کو حکم دیا کہ منبر کے گرد گھیرا ڈال لیں۔اور کسی کو اندر داخل نہ ہونے دیں۔جو داخل ہونے کی کوشش کرے اُسے بے دریغ قتل کر دیا جائے خواہ وہ کوئی بھی ہو۔

قارئین معاویہ اور عمروعاص میں صرف اُس معاہدے کو آخری اور پہلا معاہدہ نہ سمجھیں جو ابتداء میں کیا گیا تھا۔اور جس میں مصر کی حکومت کا تحریری وعدہ تھا۔وہ معاہدہ تو عمروعاص کے تعاون کے لئے ایک مستقل تمہید تھی۔اُس کے بعد بھی عمروعاص نے ہر موڑ پر اور ہر مشکل سے نکالنے کے لئے معاویہ سے وعدے لئے ہیں۔مندرجہ بالا جنگی چارج لینے اور آخر وقت تک ذمہ داری سنبھالنے کے وقت بھی عمروعاص نے سب سے بڑا وعدہ لیا تھا۔اور وہ یہ تھا کہ حکومت مصر کے علاوہ پوری حکومت شام میں عمروعاص کو برابر کا شریک رکھا جائے۔اس گفتگو کے چند جملے سنئے:
عمروعاص ''بشرطیکہ حکومت میں میرا حصہ بھی رہے'' معاویہ ''حکومت میں حصہ کیا معنی؟'' عمروعاص ''ہاں! حکومت میں حصہ۔اگر خداوند عالم نے علیؑ کو موت دی اور تمام اُمور تمہاری مرضی کے مطابق طے پا گئے تب'' معاویہ ''کیا میں نے تم سے مصر کی حکومت کا معاہدہ نہیں کیا ہے؟ عمروعاص۔فاتحانہ انداز میں مسکرا کر کہا کہ کیا مصر جنت کا بدلہ ہوسکتا ہے؟ اور علیؑ کا قتل عذاب جہنم کی قیمت بن سکتا ہے؟ عمروعاص کے اس جواب پر معاویہ کے پاس کوئی عذر نہ رہا حکومت میں حصہ منظور کیا اور مجمع عام میں ایسی باتوں سے منع کیا (کتاب الصفین نصر بن مزاحم)

(و) حضرت علیؑ فوج کو طریق جنگ پر ہدایات دیتے ہیں، فوجی پرچموں کی اہمیت نوٹ کراتے ہیں کمزور ساتھیوں کی مدد کا تقاضا۔

اُدھر معاویہ اور عمروعاص میں سازشوں اور سودا بازی ہو رہی تھی اِدھر حضرت علی علیہ السلام اپنی فوج کو بتا رہے تھے کہ ''زرہ پوش جوان آگے آگے رہیں تاکہ دشمن کے حملے کی سختی کو توڑ سکیں اور وہ لوگ عقب میں رہیں جن کے پاس زرہ وبکتر نہ ہو (خطبہ 43، جملے 1 تا 2) تمہیں اپنی صفوں کو آہنی دیواروں کی طرح مضبوط رکھنا چاہیئے کہ تمہارے لئے اللہ کی حمد وثنا موزوں ہو جائے اور تمہارے لئے بھی کہا جائے کہ۔

اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الَّذِيْنَ يُقَاتِلُوْنَ فِيْ سَبِيْلِهٖ صَفًّا كَاَنَّهُمْ بُنْيَانٌ مَّرْصُوْصٌ (الصّف 61/4)

''اللہ یقیناً اُن لوگوں کو محبوب رکھتا ہے جو اُس کی راہ میں اس طرح جم کر جنگ کرتے ہیں گویا کہ وہ ایک سیسہ پلائی ہوئی دیوار ہیں''
دل کو مضبوط اور قدموں کو جمائے رکھو (خطبہ 43، جملے 29 تا 30) جنگ کے دوران آوازوں کو دھیما رکھو بلند آوازی سے کمزوری پیدا ہوتی ہے۔ (خطبہ 43، جملے 10 تا 11) نیزوں کو مضبوطی سے سنبھالنا (خطبہ 43، جملے 5 تا 6) فوج کے جھنڈے اپنی جگہ سے نہ ہٹیں فوج کا پرچم ایسے شخص کو دینا جو دلیر ہو اور پرچم کی حفاظت پر جان لڑانے والا ہو۔اور جنگ کی شدت میں صابر وثابت قدم رہے (خطبہ 43، جملے 12 تا 19) وغیرہ وغیرہ۔
حضرت علی علیہ السلام کا سب سے بڑا علم میمنہ کے سردار عبداللہ بن بدیل خزاعی کے مضبوط ہاتھوں میں تھا۔جن کی مردانگی اور شجاعت کا لوہا مخالف فوج بھی مانتی تھی۔حملے کا حکم دینے سے پہلے یہ بھی فرمایا کہ:

Presented by Ziaraat.Com

''خدا کی قسم تم اپنے پروردگار کے حق اور روشن دلیل پر ہو۔ ان سرکش اور بدخوشامیوں سے ڈرنا نہیں۔ بے دھڑک اُن سے جنگ کرو۔ تم اُن سے ڈر بھی کیسے سکتے ہو تمہارے ساتھ رسولؐ کا بھائی اور اللہ کی کتاب ہے (خطبہ 43) دشمنانِ خدا اور رسولؐ پر حملہ کرو۔ خدا زیادہ سزاوار ہے کہ اُس سے ڈرا جائے۔ اگر تم حقیقی مومن ہو تو ان سے جنگ کرو۔ اللہ تمہارے ہاتھوں اُنہیں مبتلائے عذاب کرے گا۔ انہیں ذلیل وخوار اور تمہیں مظفر ومنصور کرے گا۔ مومنین کے کلیجے ٹھنڈے ہوں گے'' (کتاب الصفین)

(ز) کھنچی ہوئی تلواریں میانوں میں رکھنا پڑیں۔ اچانک آخری اور اجتماعی اتمام حجت اور قرآن کی طرف دعوت، صاحبؑ قرآن کا حکم۔

مندرجہ بالا تقریر اور خطبہ کے آخری الفاظ پر تلواریں میان سے نکل آئی تھیں۔ سوار لگا میں ڈھیلی چھوڑنے والے ہی تھے کہ حضرت علی علیہ السلام نے بلند آواز سے پکارا کہ تم میں سے کون ہے جو یہ قرآن لے کر جائے اور دشمن کے لشکر کو قرآن کی دعوت کرے کہ ہم قرآن سے اپنا فیصلہ کرلیں اور مسلمانوں کا خون بہنے سے روک دیں؟''

حضرت علی علیہ السلام کی اس دعوت پر صرف ایک نوجوان سامنے آیا اور عرض کیا کہ میں دشمنوں کے اندر جا کر قرآن پیش کروں گا۔ حضرت علیؑ چاہتے تھے کہ فوج میں سے کوئی تجربہ کار وعمر دراز شخص نکلتا اور خود محفوظ رہتے ہوئے قرآنی دعوت کی تکمیل کرتا۔ آپ نے دو تین بار پکارا۔ لیکن کوئی باہر نہ نکلا۔ اس لئے کہ جوانانِ فوج ارادہ بدل چکے تھے۔ وہ اتمام حجت کرتے کرتے بار بار ناکام ہو کر نقصان اُٹھا چکے تھے۔ وہ بجا طور پر معاویہ اور اُس کی فوج سے مایوس تھے۔ وہ اس دعوت کو بھی غیر ضروری سمجھ رہے تھے اور وہ دعوت اُن کے تجربہ میں غیر ضروری نکلی۔ لیکن حضرت علی علیہ السلام معاویہ اور اس کے ساتھیوں کے پاس کوئی عذر چھوڑنا نہ چاہتے تھے اور انہیں رجعت کے مواخذے کے لئے تیار کر دینا چاہتے تھے۔ بہر حال حضورؐ نے اُسی نوجوان کو اس کے اصرار پر معاویہ کی فوج میں بھیج دیا اور وہاں اُس نوجوان کو شہید کر دیا گیا۔ بالکل اُسی طرح جس طرح جنگ جمل میں قرآن پیش کرنے والے جوان کو قتل کر دیا گیا تھا۔ یعنی بظاہر نظر یہ دعوت اور شہادت رائیگاں گئی۔ لیکن بباطن حضرت علی علیہ السلام معاویہ کی طرف سے قرآن کا نیزوں پر بلند ہونا دیکھ رہے تھے اور یہ دعوت اور شہادت پیش کر کے اپنی فوج کو ایک زبردست دلیل فراہم کر دی تھی کہ مخالف فوج کا قرآن کی دہائی دینا اور نیزوں پر بلند کرنا ایک فریب ہے۔ اگر وہ قرآن کو کوئی اہمیت دیتے ہوتے تو ضروری تھا کہ حضرت علی علیہ السلام کی قرآنی دعوت کو قبول کر لیتے اور قرآن پیش کرنے والے کو قتل نہ کرتے۔ مگر یہ عذر پیش نہیں کیا گیا۔

(ح) فیصلہ کن اور ہیبت ناک حملہ، بار بار فتح وشکست کا خوفناک نظارہ۔ دونوں طرف کی افواج کی پسپائی، علیؑ کی تلوار؟

رات گزری کل قرآن کی شہادت بھی لوگوں نے دیکھ لی۔ صبح ہوئی تو حضرت علی علیہ السلام کے تیور بدلے ہوئے تھے آپؑ خود مجسمہ جنگ وقہر معلوم ہو رہے تھے۔ معمول تھا کہ آپ خچر پر سوار ہو کر میدان جنگ میں آیا کرتے تھے۔ لیکن آج گرج دار آواز میں حکم دیا کہ میرے لئے گھوڑا لاؤ۔ آج آپ کے لب ولہجہ میں نرمی اور حلاوت موجود نہ تھی، رحم وکرم وصلح پسندی پیچھے ہٹ کر کھڑی ہوگئی تھیں۔ آپ کی شخصیت کا جلالی پہلو سامنے آگیا تھا۔ جبر وقہر وہیبت اپنی تمام قہرمانیوں کے ساتھ حاضر تھے۔ اندھیری رات کی طرح سیاہ رنگ کا گھوڑا پیش کیا گیا، جو چیتے کی تیزی وپھرتی لئے ہوئے اچھلتا کودتا سامنے آیا۔ حضورؐ نے کمر پر ہاتھ رکھا تو شوخی غائب ہوگئی۔ آپؑ نے قرآن کی آیت تلاوت فرمائی کہ۔

سُبْحٰنَ الَّذِیْ سَخَّرَ لَنَا ھٰذَا وَمَا كُنَّا لَهٗ مُقْرِنِیْنَ ۝ (زخرف 43/13)

''پاک ہے وہ ذات جس نے ایسے سرکش جانوروں پر ہمیں تسلط عطا کیا ورنہ ہم اُن پر قابو پانے کی قدرت نہ رکھتے تھے''

Presented by Ziaraat.Com

گھوڑے پر سوار ہوئے قبلہ کی طرف رُخ کیا اور اللہ سے دعا کی کہ:

''خدایا ہمارے قدم تیری راہ میں اُٹھے ہیں۔ دل تیری طرف مائل ہیں تیرے آگے ہاتھ بلند اور آنکھیں نگران ہیں۔ پیغمبرؐ خدا کی عدم موجودگی تعداد کی کمی، دشمنوں کا اژدھام، خواہشوں کے اختلافات اور زمانہ کی سختیوں پر تیرے حضور شکایت ہے۔ اَے اللہ ہمارے اور اس قوم کے درمیان حق کو کشادہ کردے تو بہترین وسعتوں والا ہے۔ اِن لوگوں پر ہمیں جلد فتح عطا کرنا اور ایسی کامیابی عنایت فرمانا جس سے حق کی سلطنت اور اقتدار مستحکم ہو جائے'' پھر اپنے لشکر کو پکار کر فرمایا کہ: ''خدا کی برکت کے ساتھ حملہ کرو''

پلک جھپکنے نہ پائی تھی کہ موت کا بازار گرم ہوگیا۔ سرتن سے جدا ہو کر زمین پر لڑھک رہے تھے۔ ہاتھ پیر کٹ کٹ کر گر رہے تھے۔ گھوڑوں کا ایک دوسرے پر گرنا اور اپنے سواروں کو لے کر بھاگنا دل ہلا دینے والا نظارہ پیش کر رہا تھا۔ تیروں کی بارش ہو رہی تھی اور حضرت علی علیہ السلام کے جسم پر نہ زرہ تھی نہ سر پر خود تھا۔ ایک کرتہ پہنے ہوئے افواج کی مہم دیکھ رہے تھے۔ دشمن کی کینہ توز نگاہوں نے دُور سے دیکھا۔ ابھی آپؑ کافی دُور تھے کہ معاویہ کے میسرہ نے آپ کو قریب دیکھ کر یلغار کر دی۔ اُن کو دیکھ کر میمنہ والی فوج بھی آگے بڑھی۔ آپؑ کی نظر افواج کے درمیان سے گزرتی ہوئی لشکر معاویہ کے بیچ میں پہنچی۔ جہاں معاویہ ایک قبہ میں قیام رکھتا تھا۔ اور اُس کے چاروں طرف صف بصف اور تہہ بہ تہہ افواج اُس قبہ کا محاصرہ کئے ہوئے تھیں۔ یہ وہی افواج تھیں جنھوں نے معاویہ کے تحفظ میں جان دینے کا عہد کیا تھا اور اُن کا نعرہ تھا کہ ہماری قبریں یہاں بنیں گی۔ حضرت علی علیہ السلام اُن افواج کے سر پر جا پہنچے۔ پیچھے سے آپؑ کی فوج کا میمنہ اور میسرہ بھی بڑھ کر آگئے۔ میمنہ کا سردار عبداللہ بن بدیل تھا اور میسرہ کا عبداللہ بن عباس تھا۔ عراق کے قاریان قرآن کچھ تو حضرت عمار یاسر کے ہم رکاب تھے کچھ قیس بن سعد کے ہمراہ تھے۔ کچھ عبداللہ بن بدیل کے ساتھ تھے۔ قلب لشکر میں خود امیر المومنینؑ تھے۔ اور آپؑ کے ہمرکاب مدینہ وکوفہ اور بصرہ کے معززین تھے۔ دفعتہً حضرت علیؑ پیچھے مڑے۔ مڑنے کی دیر تھی میدان میں زلزلہ آگیا۔ آپ کی افواج دشمن پر پل پڑیں۔ آپؑ کے میمنہ کے سردار عبداللہ بن بدیل نے معاویہ کے میسرہ پر حملہ کر دیا یہ حملہ اتنا اچانک اور زبردست تھا کہ معاویہ کی افواج کے منہ پھر گئے۔ اگلی صفیں ٹوٹ کر پچھلی صفوں پر اس طرح گریں جس طرح دیوار گرتی ہے۔ عبداللہ بن بدیل کے حملے نے انہیں نہ تو سوچنے سمجھنے کا موقع دیا نہ قدم جمانے اور دلوں کو سنبھالنے کا وقت ملا۔ عبداللہ بن بدیل اپنی فوج کی ہمت بڑھاتے اور کہتے جاتے تھے کہ: ''کیا تم لوگ ان شامیوں سے ڈرتے ہو تمہیں تو خدا سے ڈرنا چاہئے''

اسی کے ساتھ ہی تابڑ توڑ حملے کرتے، وار پر وار، حملہ پر حملہ، اُن کے دونوں ہاتھوں میں تلواریں تھیں اور دونوں دشمن کے سروں پر بجلی کی طرح گرتی تھیں اور ستھراؤ کرتی جا رہی تھیں۔ انہوں نے حبیب بن مسلمہ کی فوجوں کو توڑ پھوڑ کر رکھ دیا۔ سب ہی اُن کے سامنے سے بھاگ کھڑے ہوئے۔ معاویہ پکارتے ہی رہ گئے۔ کسی بھاگنے والے نے اس کی بات نہ سنی۔ اب معاویہ کے پاس کوئی نہ تھا۔ سوائے اس کے حفاظتی دستے کے جس نے جان دینے کی معاویہ کے ہاتھ پر بیعت کی تھی۔ عبداللہ بن بدیل کی کوشش تھی کہ کسی طرح اس حفاظتی دستے تک پہنچیں اور اُن کا قلع قمع کر ڈالیں۔ اور معاویہ کے خیمے میں گھس جائیں۔ چنانچہ عبداللہ ایک دیوار کے بعد دوسری دیوار توڑ کر گراتے ایک صف کے بعد دوسری صف درہم برہم کرتے ہوئے آگے بڑھتے گئے۔ معاویہ کی افواج کا جب کوئی اور بس نہ چلا تو انہوں نے عبداللہ بن بدیل پر ہر طرف سے پتھر برسانے شروع کئے۔ پتھروں کی اتنی بارش ہوئی کہ عبداللہ زخموں سے چور چور ہو گئے۔ اُن کی پیش قدمی رک گئی۔ اصل میں انہیں چاہئے تھا کہ حبیب بن مسلمہ کے لشکر کا پیچھا نہ چھوڑتے۔ اس طرح اُس کے لشکر کی طرف سے انہیں بھی اطمینان ہو جاتا اور امیرؑ المومنین کے لشکر کو بھی اطمینان ہو جاتا۔ لیکن انہوں

Presented by Ziaraat.Com

نے اپنی پوری توجہ معاویہ پر مرکوز کردی، انہیں امید تھی کہ وہ تن تنہا معاویہ کا قصہ پاک کردیں گے۔ ابن بدیل کا خیال یہ تھا کہ حبیب ابن مسلمہ کی فوجوں کو بھگا کر جو ہم معاویہ کے قلب لشکر پر پل پڑتے ہیں۔ تو یہ ناگہانی حملہ ہی انہیں بدحواس کردے گا۔ اور اُن کی صفوں میں ابتری پھیل جائے گی۔ مگر ابن بدیل نے جیسا سوچا تھا ویسا ہوا نہیں۔ اُن سے یہ چوک ہوئی کہ انہوں نے فتح اور شکست دونوں کے تمام امکانات پر غور نہیں کیا۔ انہوں نے معاویہ کے میسرہ یعنی حبیب ابن مسلمہ کی بھاگتی ہوئی فوج کو اہمیت نہ دی۔ اُسے تو شکست دے ہی چکے تھے۔ سمجھے کہ معاویہ کی شکست بھی کوئی دم کی بات ہے۔ مارتے کاٹتے دشمنوں کی صفیں چیرتے چلے جارہے تھے۔ رُخ اُن کا معاویہ کی طرف تھا۔ معاویہ کا حال دگرگوں تھا۔ موت سامنے تھی۔ مقابلے پر آنے کی ہمت نہ ہوتی تھی۔ معاویہ نے وہ جگہ چھوڑ کے جان بچائی۔ اُس ہی کے ساتھ اُس کے لشکر کا قلب بھی ہٹتا چلا گیا۔ قلب لشکر نے دوبارہ اپنے پرے جمالئے۔ سواروں کا دستہ بھی مدد کو آ گیا۔ اس کے ساتھ ہی حبیب بن مسلمہ کی فوج اپنے حواس ٹھیک اور ہمت مضبوط کرکے پلٹ پڑی اور پوری طاقت سے عبداللہ بن بدیل پر حملہ کردیا یہ حملہ اتنا زبردست تھا کہ امیرؑ المومنین کا میمنہ پسپائی اختیار کرنے پر مجبور ہوگیا۔ مگر ابن بدیل کی ہمت ابھی تک اپنے شباب پر تھی۔ قلب لشکر کے پھر جمنے اور حبیب بن مسلمہ کی فوج کے دوبارہ پلٹ پڑنے نے اُن کے عزم وارادہ میں کمزوری پیدا نہ کی۔ وہ معاویہ کو نشانہ بنائے ہوئے آگے ہی آگے بڑھتے گئے۔ نہ اُنہیں دشمنوں کے اژدھام کی پرواہ تھی نہ سواروں کے رسالہ کو خاطر میں لاتے تھے۔ نہ تیروں کی بارش اُن کے قدم روکتی تھی۔ آگے پیچھے دہنے بائیں چاروں طرف سے وہ دشمن کے نرغہ میں آگئے۔ ہر طرف سے اُن کے اردگرد دیوار کھڑی ہوگئی۔ پھر بھی اُن کے قدم نہ رکنا تھے نہ رکے بڑھتے ہی گئے نہ انہوں نے جان بچانے کا خیال کیا نہ اس مہلکہ سے نجات پانے کی کوشش کی۔ وہ تو موت کے لئے آئے ہی تھے۔ دشمن کی موت یا پھر اپنی موت۔ اُن کا شیرازہ بکھرنے لگا۔ ساتھی ایک ایک کرکے گھٹتے اور شہید ہوتے گئے۔ سختی پر سختی بڑھتی گئی۔ مگر وہ اپنی دُھن میں ہر چیز سے بے پرواہ صرف سو (100) جان بازوں کے ساتھ معاویہ کی طرف بڑھتے گئے۔ اور کہتے جاتے تھے ''ارے ان شامیوں سے ڈرتے ہو خدا سے ڈرنا چاہئے''۔

عبداللہ بن بدیل کی جدوجہد اور معاویہ کا سرکاٹ لینے کی کوشش کہاں تک جاری رہتی؟ سوساتھیوں کی تعداد کہاں اور کہاں معاویہ کی اجتماعی تعداد تھوڑی ہی دیر میں عبداللہ بن بدیل اور اُن کے تمام ساتھی زخموں سے چور چور ہوکر زمین پر آرہے۔ فتح یابی ہزیمت میں تبدیل ہوگئی۔ حضرت علی علیہ السلام نے اُن لوگوں کو معاویہ کے لشکر کے قلب میں گھستے دیکھ کر ہی خطرہ کا اندازہ کرلیا تھا۔ اور آپؑ نے اُسی وقت سہل بن حنیف کو اُن کی مدد پر بھیجا مگر سہل بن حنیف کو پہنچتے پہنچتے کافی دیر ہوگئی اتنی دیر میں دشمن فوج نے اپنی پوری طاقت مجتمع کرکے حملہ کردیا۔ اس حملہ میں معاویہ کا حفاظتی دستہ بھی شریک تھا۔ سواروں کا رسالہ بھی اور پھر میسرہ کی فوجیں بھی۔ سہل بن حنیف اگر ہوا کے گھوڑے پر سوار ہوکر آتے تب بھی پانسہ پلٹنے سے پہلے اُن کا پہنچنا ناممکن تھا۔ حضرت علیؑ کے میمنہ کے قدم پیچھے ہٹ گئے۔ سہیل کی کوشش بھی کوئی فائدہ نہ پہنچاسکی۔ مرتضویؑ فوج کے قلب لشکر نے جب اپنے میمنہ کی پسپائی دیکھی تو وہ آگے بڑھ کر معاویہ کے میسرہ کی افواج پر حملہ آور ہوا۔ مگر یلغار اتنی زبردست تھی کہ قلب لشکر بھی اس کو روکنے پر قادر نہ ہوا۔ حضرت علیؑ نے دیکھا کہ اُن کا میمنہ بری طرح بکھر چکا ہے۔ جو مدد بھیجی گئی تھی اُسے بھی دشمن نے تتر بتر کردیا ہے۔ اور بہت کثرت سے آپ کے جوان مارے گئے ہیں۔ جدھر نظر اُٹھتی تھی تباہی ہی تباہی نظر آتی تھی۔ میمنہ، میسرہ اور قلب ہر طرف افراتفری مچی ہوئی تھی۔ پھر بھی حضورؑ گھبرائے نہیں اس لئے کہ ابھی آپ کے سینے میں آپ کا دل موجود تھا۔ جو مطمئن تھا۔ میمنہ اور میسرہ نہ سہی آپؑ کے اپنے دونوں بازو تو سلامت تھے۔ آپؑ تو خود ایک عظیم الشان لشکر تھے۔ آپؑ کی وحدت خود ایک گراں قدر کثرت تھی۔ موت کیا چیز تھی اور دشمن کا ساز وسامان کیا حیثیت رکھتا

Presented by Ziaraat.Com

تھا۔آپؑ کے ہاتھوں میں وہی ذوالفقار موجود تھی۔جس سے خیبر وخندق جیسے مرحلے تنہا سر کئے تھے۔حضرت علیؑ بار بار چاہتے تھے کہ دشمن کی افواج میں گھس جائیں۔لیکن آپؑ کے جان نثار اصحاب اور بیٹے بھتیجے حائل ہو جاتے تھے۔ ہر شخص کوشاں تھا کہ ہماری جانیں قربان ہو جائیں اور امیرالمومنین ہلاکت میں نہ پڑیں اُن لوگوں نے آپ کو حلقے میں لے رکھا تھا۔آپؑ کے اردگرد اپنی گردنوں سینوں اور جسموں کو حصار کی صورت میں قائم کئے ہوئے تھے۔آپؑ انہیں جھڑک کر آگے بڑھے۔اس وقت بھی آپ کے جسم پر نہ زرہ تھی نہ سر پر خود تھا اور نہ ہی ہاتھ میں سپر تھی۔اور ہاتھ میں ایک چھوٹے سے نیزے کے سوا اس وقت اور کوئی اسلحہ بھی نہ تھا۔سعید بن قیس نے حیران ہو کر پوچھا۔

''یا امیرالمومنین کیا آپ کو اس کا بھی خوف نہیں کہ آپ کے دشمن اتنے قریب ہیں اور کہیں کمین گاہ سے چھپ کر حملہ نہ کر دیں؟'' آپؑ نے فرمایا کہ:''سعید ہر شخص کے لئے خداوند عالم نے کچھ پاسبان مقرر کر رکھے ہیں۔جو اُنہیں کنویں میں گرنے، دیوار سے دبنے اور کسی آفت میں مبتلا ہونے سے بچاتے ہیں۔جب وقت آجاتا ہے تو وہ نگہبان اُسے اُس کے حال پر چھوڑ دیتے ہیں''

آپ لپک کر دشمن کی افواج کی طرف بڑھے بیٹوں اور بھتیجوں نے یا اصحاب میں سے جو بھی مزاحم ہوا اُسے سختی سے جھڑک دیا۔اور تن تنہا پوری فوج پر حملہ کر دیا۔آپؑ کی کیفیت اُس وقت ایک ایسے پرچم کی سی تھی جو ہموار زمین پر نصب ہو،اور مثل ایسے ہدف اور نشانہ کے تھے جو ہر طرف سے زد پر تھا۔تیروں کی بارش ہو رہی تھی۔تلواریں کوند رہی تھیں۔امام حسن علیہ السلام سے ضبط نہ ہو سکا عرض کیا کہ حضورؑ اس میں کیا حرج ہے کہ آپؑ اس طرف بڑھیں جدھر آپ کے صحابہ دشمن کے مقابلہ پر جمے ہوئے ہیں؟'' حضورؑ نے اپنے میسرہ پر نظر ڈالی جہاں ابھی تک صحابہ گھمسان کی جنگ لڑ رہے تھے۔پھر مسکراتے ہوئے فرمایا کہ:

''بیٹا۔تمہارے باپ کے لئے بھی ایک دن مقرر ہے۔اُس سے تجاوز ممکن نہیں ہے۔کوشش کرنے سے وہ وقت ٹل نہیں سکتا ہے۔اور نہ جلدی کرنے سے پہلے آسکتا ہے۔معاویہ کے لشکر نے جب دیکھا کہ حضرت علیؑ اس حال میں حملہ آور ہیں تو غول کے غول آپؑ کو قتل کرنے کے لئے دوڑ پڑے ابوسفیان کے غلام احمر نے خیال کیا کہ یہ بہترین موقع ہے۔علیؑ بالکل نہتے آرہے ہیں۔اُن کو ہلاک کر کے اپنے آقا معاویہ کو تمام پریشانیوں سے نجات دلائی جا سکتی ہے۔اُس نے امیرالمومنین کو بڑھتے دیکھ کر یقین کر لیا کہ اُن کی قضا آگئی ہے۔ گھوڑے کو ایڑ لگائی اور تلوار کھینچے اچانک آپؑ کے سر پر آپہنچا۔مگر وہ قریب پہنچ کر تلوار چلانے بھی نہ پایا تھا کہ حضرت علیؑ نے بجلی کی سی تیزی کے ساتھ اُس کے پٹکے پر ہاتھ ڈالا اور اُسے گھوڑے سے اُٹھا کر بلند کیا اور زور سے زمین پر مارا کہ ہڈیاں چکنا چور ہو گئیں۔اور بدن کا گوشت دور تک چیتھڑوں کی صورت میں بکھر گیا(کتاب الصفین نصر بن مزاحم)

اُس وقت آپؑ کے میسرہ میں صرف قبیلہ ربیعہ والے بڑی ثابت قدمی اور پامردی سے جم کر جنگ کر رہے تھے۔اُن پر نہ خوف طاری تھا نہ محاذ جنگ کے دوسرے حصوں میں شامیوں کے غلبے سے انہیں پریشانی لاحق تھی۔باوجود اس کے آپؑ میسرہ کی طرف نہیں بڑھے۔اور نہ اس کی صفوں کی آڑ لینا پسند کی میمنہ پسپا ہو چکا تھا۔قلب لشکر کی بری حالت تھی۔صرف آپؑ ہی تنہا قائم تھے۔آپؑ آگے بڑھے اور افواج میں ڈوب گئے۔جو سامنے آیا موت کے گھاٹ اُترا۔اس دار و گیر کے عالم میں بھی آپؑ اپنے لشکر کی دیکھ بھال سے غافل نہ رہے۔اور دشمنوں کو مارتے بھی جاتے تھے اور لشکر کی ترتیب بھی درست کرتے جا رہے تھے۔اِدھر اُدھر بڑھ بڑھ کر حملے پر حملہ بھی کر رہے تھے اور اپنے بکھرے ہوئے جوانوں اور ٹوٹی ہوئی صفوں کو بھی سمیٹ سمیٹ کر ٹھکانے پر پہنچا رہے تھے۔کبھی میمنہ پر نظر آتے تو کبھی میسرہ کو منظّم کرتے تھے۔جدھر جاتے فوجیوں کی ہمت بڑھاتے بے جگری

Presented by Ziaraat.Com

اور اللہ پر اعتماد کا نمونہ دکھاتے، صبر کی تلقین فرماتے بھاگنے کی ذلت سے بچنے کی تاکید کرتے اور شہادت کے فوائد بتاتے۔آپؑ نے مالک اشتر کو بلا کر فرمایا۔ ''میمنہ والوں کے پاس جاؤ اور اُن سے کہو کہ تم موت سے بچ کر کہاں تک بھاگو گے؟''

محاذ کے ہر حصہ پر آپؑ پوری طرح نگران تھے۔ جدھر کمزوری محسوس ہوتی یا صفوں میں انتشار پاتے فوراً اُس کا تدارک کر دیتے تھے۔ تین شب و روز صفین کا میدان قیامت کا نمونہ بنا رہا۔لڑائی ہوتی رہی، تلواریں چلتی رہیں، لاشیں گرتی رہیں۔اس پورے عرصے میں حالات کا جائزہ لیتے رہے۔اپنے لشکر کی پیش قدمی، دشمن کو دھکیلنا، پھر ڈھیلا پڑ جانا، یلغار اور فرار کرنا، کوئی معمولی سے معمولی بات بھی آپ سے مخفی نہ تھی۔ پورے میدان جنگ کو آپ اُسی طرح دیکھ رہے تھے جس طرح کسی کتاب کے ایک صفحہ کو دیکھا جاتا ہے۔اور ضرورت کے وقت فوراً تدارک کی کاروائی کرتے جاتے تھے۔آپ کی ہمت و شجاعت اپنے شباب پر تھی۔جنگی مشکلات اور شدت آپؑ کے حوصلوں کی بلندی کا باعث ہو رہی تھیں۔ جس وقت آپؑ کے قلب لشکر میں جنگی شدت نے ابتری پیدا کی تو حضوؑر نے فوراً اس کی وجہ معلوم کر لی اور ساتھ ہی اُس کا تدارک بھی کر دیا۔قلب لشکر میں صرف مٹھی بھر مجاہد رہ گئے جن میں آپؑ خود بھی تھے۔آپؑ نے جیسے ہی اپنی صفوں میں انتشار دیکھا دشمنوں کی صفوں میں گھس گئے۔کبھی ادھر والی دشمن فوج پر ٹوٹ کر گرتے کبھی اُدھر کی صفوں کو تہہ و بالا کر دیتے تن تنہا دشمن کے چڑھتے ہوئے دریا اور اُمنڈتے ہوئے جنگی سیلاب سے جنگ کر رہے تھے۔اس لئے نہیں کہ فتح آپؑ ہی کی ہو بلکہ اس لئے کہ گھبرائے اور سہمے ہوئے دلوں کی ڈھارس بندھے۔آپؑ کو دیکھ کر جوانان لشکر تقلید کریں اور بھاگنے والے جم کر لڑنے پر آمادہ ہو جائیں۔اُسی وقت کا واقعہ ہے کہ معاویہ کے بہت بڑے گھوڑے سوار دستے نے امیرؑالمومنین کے سوار دستے پر حملہ کر کے انہیں مغلوب کر لیا۔ ہزاروں سپاہی دشمن کی یلغار میں گھر کر رہ گئے۔اور نرغہ سے نکلنے کی کوئی صورت نہ رہی تو آپؑ نے پکار کر فرمایا: ''کوئی ہے جو اپنی جان اللہ کے ہاتھ فروخت کر کے اپنی دنیا کو آخرت کے بدلے دے ڈالے؟''

قبیلہ جعف کا ایک آہن پوش بہادر آگے بڑھا اور عرض کی کہ ''میں حاضر ہوں حکم دیجئے فوراً تعمیل کروں گا''

آپ نے فرمایا کہ: ''اے ابوالحارث اللہ تمہارے بازو سلامت رکھے شام کی فوج پر حملہ کرتے ہوئے اپنے گھرے ہوئے ساتھیوں تک پہنچو اُن سے کہو کہ علیؑ تمہیں سلام کہتے ہیں اور کہتے ہیں کہ تم وہاں سے تکبیر کے نعرے بلند کرتے ہوئے حملہ کرتے چلو یہاں سے ہم تکبیر بلند کرتے ہیں۔تم اُدھر سے حملہ کرو ہم ادھر سے حملہ کرتے ہیں''

لوگوں نے دیکھا کہ ابوالحارث نے دشمن کی افواج پر گھوڑا ڈال دیا اور دشمن کی آہنی صفوں کو چیرتے، گھستے، دھنستے، دو دستی تلواریں مارتے اپنے نرغہ میں میں پھنسے ہوئے ساتھیوں تک پہنچے ساتھیوں نے دیکھتے ہی پوچھا۔ ''امیرؑالمومنین کس حال میں ہیں''ابوالحارث نے کہا کہ:

''بخیر و خوبی ہیں تمہیں سلام اور پیغام بھیجا ہے۔سلام و پیغام کا سننا تھا کہ نعرہ تکبیر کے اور تلوار کے حملے شروع ہو گئے۔کبھی اللہ اکبر کی مار اُدھر سے دی جاتی کبھی اِدھر سے تکبیر بلند ہوتی۔معلوم ہو رہا تھا کہ معاویہ کی افواج پر چاروں طرف سے دھاوا بول دیا گیا ہو۔شامی افواج میں دہشت پھیل گئی گھبرائے ہوئے کہ یہ نئی آفت کہاں سے ٹوٹ پڑی ہے؟ فوری طور پر یہ سمجھے کہ حضرت علیؑ بہت بڑا لشکر لے کر آ گئے ہیں۔تکبیر کی صدائیں کبھی سامنے سے آتی ہوئی معلوم ہوتیں کبھی پیچھے سے۔انہیں یقین ہو گیا کہ وہ چکی کے دو پاٹوں کے درمیان ہیں۔ چاروں طرف سے گھیر اڈال لیا گیا ہے۔اللہ واقعی ہر بڑی چیز سے بڑا ہے۔تدبیر کارگر ہوئی۔امیرؑالمومنین کی فوج دشمن کے نرغہ میں محصور تھی اُسے نرغہ توڑ کر باہر نکلنے کا موقع مل گیا۔مالک اشتر حضرت علیؑ کا حکم پا کر پسپا شدہ میمنہ والوں کے پاس آئے تھے۔انہیں پیغام سنایا

Presented by Ziaraat.Com

غیرت دلائی ثابت قدمی کی تاکید کی۔ مگر اُن لوگوں پر اتنی دہشت طاری تھی کہ بہت کم لوگ متوجہ ہوئے۔ وہ اپنی گرجدار آواز سے پکارتے ہی رہے کہ:

''میں مالک بن اشترہوں میں مالک بن حارث ہوں تم میری طرف آؤ۔ مگر اُن کی آواز سن کر اگر ایک اُن کی طرف آیا تو دس (10) دُور بھاگتے تھے۔ وہ اُنہیں للکارتے بُرا بھلا کہتے مگر اُنہیں کوئی پرواہ نہ ہوتی۔ جیسے اُنہوں نے کانوں میں اُنگلیاں دے لی ہوں۔ اُنہوں نے اپنی قوم والوں کو خصوصیت سے آواز دی ''مذحج والے میرے پاس آجائیں'' مالک کی یہ آواز کارگر ہوئی۔ دہشت سے سہمے ہوئے لوگوں کی جیسے بدحواسی دُور ہوگئی ہو۔ بھاگنے والوں کے قدم رُکے۔ ہوش آنے لگا۔ مالک اشتر نے اپنی قوم کو پکار کر جیسے دیگر قبائل کی غیرت وحمیت کا چیلنج دے دیا ہو۔ دوسروں نے محسوس کیا کہ مالک اشتر ہمیں ناقابل التفات سمجھتے ہیں۔ اور ہمیں نامردوں اور بھگوڑوں اور ناکارہ لوگوں میں شمار کر لیا ہے اور صرف قبیلہ مذحج ہی کو مرد میدان سمجھا جارہا ہے۔ وہ مالک اشتر کی طرف متوقع نگاہوں سے دیکھنے لگے۔ مگر مالک اشتر اُن کی طرف متوجہ ہی نہ ہوئے۔ وہ صرف اپنے قبیلے والوں کو جمع کرتے رہے۔ رفتہ رفتہ اُن کی جمعیت اکٹھا ہوگئی تو مالک نے اُنہیں پھٹکارتے ہوئے کہا ''تمہارا ستیاناس ہو خدا کی قسم تم نے نہ اپنے پروردگار کو راضی کیا نہ اُس کی خیر خواہی کی۔ ایسا ہوا کیسے؟ جب کہ تم جنگ کے سپوت ہو، مارکاٹ کے سورما ہو؟ میدان جنگ کے شہسوار ہو؟ تم تو اپنے دشمن کی موت ہو۔ تم نیزہ بازی میں مشہور مذحج ہو'' مالک تھوڑی دیر خاموش رہے۔ قبیلے والے شرم وندامت سے سرجھکائے کھڑے تھے۔ پھر مالک نے نرم لہجہ میں کہا کہ: ''آج مجھے سرخرو کرو۔ میرے چہرے کا خون پلٹالاؤ۔ خدا کی قسم یہ جتنے شامی تمہیں نظر آتے ہیں اُن میں سے ایک بھی تو ایسا نہیں ہے جس کے دل میں ذرہ برابر دین خداوندی ہو''

قبیلہ والوں نے کہا کہ آپ مختار ہیں ہم ہر حکم کی تعمیل کریں گے اور اب ہم سے کوتاہی سرزد نہ ہوگی۔ مالک اشتر انہیں لے کر میمنہ کی طرف بڑھے۔ سب سے پہلی ضرورت یہ تھی کہ میمنہ کو درست رکھا جائے۔ جو درہم برہم ہو چکا تھا۔ بڑا مشکل مرحلہ تھا۔ معاویہ کی افواج نے میمنہ کو توڑ پھوڑ کر رکھ دیا تھا۔ میمنہ پر متعین پوری فوج جگہ چھوڑ کر پیچھے ہٹ آئی تھی۔ قبیلہ ہمدان کے صرف آٹھ سو جانباز سر ہتھیلی پر لئے دشمن سے مقابلہ کر رہے تھے۔ اُن آٹھ سو میں سے ایک سو اسی (180) قتل ہو چکے تھے۔ کئی سردار مارے جا چکے تھے۔ گیارہ سردار باری باری علم کے تحفظ میں شہید ہوئے اور علم کو برابر اب تک بلند رکھا ہوا تھا۔

(ط) مرتضویؑ لشکر کی پسپائی، صرف میمنہ کے پرچم کو بلند رکھنے میں گیارہ سردار قتل ہوئے، تین دن رات کی ہولناک جنگ کا نتیجہ۔

سب سے پہلے میمنہ کی فوج کا علم کریب بن شریح کے ہاتھوں میں تھا۔ اُس کے گرنے کے بعد اُس کے بھائی شرجیل بن شریح نے پرچم سنبھالا اُس کے بعد تیسرے بھائی مرثد بن شریح نے اس کے بعد ہبیرہ بن شریح نے اور اُس کے بعد شمر بن شریح نے سنبھالا۔ یہ چھ بھائی یکے بعد دیگرے اسلامی علم پر قربان ہو گئے۔ اُن کے بعد ابوسفیان بن زید نے پرچم اُٹھایا وہ گرے تو جبہ بن زید نے لیا اُن کے گرنے پر کرب بن زید نے لیا یہ تینوں بھائی بھی ایک ایک کر کے مقتول ہوئے اُن کے بعد پھر عمیرہ بن بشر نے پھر حارث بن بشر نے علم سنبھالا یہ دونوں بھائی بھی لڑتے لڑتے شہید ہو گئے۔ پھر وہیب بن کریب نے علم لیا اور چاہتے تھے کہ جم کر جنگ کریں گے لیکن اس کی قوم کے کسی شخص نے پکار کر کہا کہ:

''اب اس علم کو لے کر ہٹ آؤ تمہاری قوم کے بڑے بڑے معززین قتل ہو چکے ہیں۔ اب اپنے اوپر بھی رحم کرو اور اپنی قوم پر بھی رحم کرو''

Presented by Ziaraat.Com

اُن کے بچے کھچے لوگوں نے بڑی حسرت کے ساتھ کہا کہ:

''کاش عرب کے کچھ لوگ ہمارے ساتھ عہد و پیمان کر لیتے پھر ہم بھی آگے بڑھتے اور وہ بھی بڑھتے۔ اور اُس وقت تک لڑتے رہتے جب تک ہم ایک ایک کر کے قتل ہو جاتے یا پھر دشمن پر فتح پاتے''

یہی وقت تھا جب مالک اشترؓ اپنے قبیلے کے لوگوں کو لے کر میمنہ پر پہنچے تھے۔ مالک نے اُن کی حسرت بھری باتیں سن لی تھیں۔ بلند آواز سے کہا کہ ''آؤ ہم تم سے عہد و پیمان کرتے ہیں کہ ہم لوگ اس وقت تک نہ ہلیں گے جب تک غالب نہ ہو جائیں یا اپنی جان نہ دے دیں'' سب ایک ایک کر کے اشتر کے گرد جمع ہو گئے۔

میمنہ کی پسپائی زیادہ دیر تک قائم نہ رہی۔ مالک اشتر کی آمد اور اُن کے ولولہ خیز نعروں اور جوشیلی تقریروں نے اُن میں نئی روح پھونک دی۔ پیچھے ہٹتے ہوئے قدم رُک گئے۔ غول کے غول اُن کے گرد آ کر جمع ہونے گئے۔ اب نہ وہ گھبراہٹ تھی نہ خوف و ہراس تھا۔ کمزوری اور بے بسی کا احساس جاتا رہا۔ اب ہر شخص پشیمان اور رنجیدہ تھا کہ ہم سے ایسی لغزش کیوں سرزد ہوئی۔ اُن میں سے کسی کے دل میں بھی کھوٹ نہ تھا۔ وہ فی سبیل اللہ جہاد کے لئے آئے تھے۔ وہ نہ تنخواہ دار فوجی تھے نہ لوٹ مار کی خاطر آئے تھے۔ وہ تو ناگہانی حملہ ہی اتنا شدید تھا کہ سنبھلنے اور سوچنے کا وقت نہ ملا۔ مالک اشتر آوازوں پر آوازیں دیتے جاتے تھے۔ اور ہر آواز پر کبھی کوئی گروہ اُدھر سے آجاتا تھا کبھی اِدھر سے۔ سب کے سب اپنے دامن سے شکست کا غبار جھاڑتے اور چہروں سے فرار کی سیاہی مٹاتے ہوئے آرہے تھے۔ جب سب لوگ پلٹ آئے اور میمنہ پہلے کی طرح مرتب ہو گیا تو مالکؓ انہیں لے کر اُس طرف بڑھے جدھر عبداللہ بن بدیل نرغہ میں گھرے ہوئے تھے۔ دشمن کا رسالہ سامنے آیا اُسے روندتے کچلتے راہ بناتے ہوئے آگے بڑھے موت کا فرشتہ اُن کے لئے راستہ صاف کرتا جارہا تھا۔ اور زمین کامیابی کا فرش بچھاتی جارہی تھی۔ معاویہ کی فوج مالک اشتر کی جان بازی، ثبات واستقلال نیزوں کو اپنے سینوں سے ریلتے دیکھ کر مبہوت تھے۔ جب دشمن اُن کے سامنے ٹھہرنے کی کوشش کرتے تو وہ بے دھڑک اُن میں گھس پڑتے۔ جب اُن سے کتراتے تو وہ تیزی سے جھپٹ کر قریب جا پہنچتے۔ بھاگنے کا ارادہ کرتے تو اُن کی راہ میں حائل ملتے۔ جدھر نظر اُٹھتی تھی انہیں صرف مالکؓ کی تلوار نظر آتی تھی۔ اور تلوار کی چمک میں ملک الموت دکھائی دیتا تھا۔ خود مالکؓ کے ساتھی اُن کی بے جگری اور شجاعت سے دنگ ہو ہو جاتے تھے۔ مالک کی کیفیت اس وقت دیکھنے کے قابل تھی۔ معلوم ہوتا تھا جیسے ایک دیو گھوڑے پر سوار ہے۔ اُن کا گھوڑا آندھی کی طرح میدانِ جنگ کو تہہ و بالا کئے دے رہا تھا۔ چھلاوے کی طرح ایک لمحہ میں کبھی یہاں دکھائی دیتا تو کبھی وہاں نظر آتا تھا۔ مالک کو اس وقت صرف یہ فکر تھی کہ جس طرح ہو سکے جلد سے جلد وہ عبداللہ ابن بدیل کو اور اُن کے ساتھیوں کو دیکھ سکیں۔ چنانچہ وہ سامنے آنے والی صفوں میں گھستے اور جتنے جنگ جو سامنے ٹھہرتے قتل کرتے جارہے تھے۔ اُن کی تلوار مشین کی طرح چلتی تھی۔ وہ چاہتے تھے کہ کسی طرح سامنے سے دشمن کی افواج کے بادل چھٹیں اور وہ ابن بدیل اور اُن کے جوانمرد ساتھیوں کو دیکھ سکیں۔ جو اطلاعات اور واقعات کی رُو سے زخموں سے چور چور پڑے تھے۔ چنانچہ ذرا دیر بعد مالک اشتر اپنے جان بازوں سمیت ابن عدیل اور اُن کے زخمی ساتھیوں کے قریب پہنچ گئے۔ جب ابن بدیل اور اُن کے خاک و خون میں غلطاں ساتھیوں نے اپنے قریب سواروں کی آہٹ سنی تو آنکھیں کھول دیں۔ اور مالکؓ اشتر کی آواز پہچان کر یقین ہو گیا کہ یہ اپنی فوج ہے۔ سب میں زندگی کی لہر دوڑ گئی۔ اُٹھ اُٹھ کر بیٹھ گئے اور سب نے حسرت و یاس کے لہجہ میں دریافت کیا کہ امیرؑ المومنین کا کیا حال ہے؟ اشتر کے ساتھیوں نے کہا زندہ سلامت ہیں اور میسرہ پر دشمنوں سے مصروف کارزار ہیں۔ یہ سن کر ابن بدیل اور ساتھیوں کے چہرے کھل گئے۔ خدا کا شکر ادا کرتے ہوئے کہا کہ

Presented by Ziaraat.Com

ہم تو سمجھے تھے حضورؑ بھی قتل ہو چکے ہیں۔ابن بدیل اُچھل کر کھڑے ہو گئے نہ مہلک زخموں کی فکر تھی نہ ضعف ونقاہت کا احساس تھا۔گویا بہت تھک گئے تھے۔ذرا لیٹ کر تھکن دُور کی ہے۔حضرت علی علیہ السلام کی خیریت اور مصروفیت سن کر گویا تنِ مردہ میں دوبارہ جان پڑ گئی تھی۔وہ پھر پہلے جیسے ابن بدیل تھے۔ضدی، ہٹیلے، خطروں سے کھیلنے اور موت کو للکارنے والے عبداللہ بن بدیل۔اُنہوں نے اپنے ساتھیوں سے کہا:

''چلو اُٹھو ہمارے ساتھ آؤ''

اب پھر ایک مرتبہ اُس جان باز مجاہد نے بچی کھچی طاقت سے دشمن پر حملہ کیا۔اِس مرتبہ بھی ان کا رُخ اُسی قبہ سفید کی طرف تھا جس میں معاویہ قیام کرتا تھا۔ابن بدیل کے نقش قدم پر اُن کے ساتھی بھی لپکے اتنی ہی تیزی کے ساتھ جتنا زخمی بدن سے ممکن ہوسکتا تھا۔انہوں نے ایک دوسرے سے اپنے شانے ملا لئے تھے۔یوں چل رہے تھے کہ ایک شخص چلا جارہا ہو۔سب کے قدم ایک ساتھ اُٹھتے اور ایک ساتھ زمین پر پڑتے تھے۔پہلوؤں میں دل کامیابی اور شہادت کے لئے اُچھل رہا تھا۔ابن بدیل علم لشکر اور مشعل راہ بنے ہوئے تھے۔وہ آگے آگے اور ساتھی پیچھے پیچھے مشعل کی روشنی میں چلے جارہے تھے۔مالک اشتر کے منع کرنے پر بھی اُن جوانمردوں کی رفتار کم نہ ہوئی حتیٰ کہ زخمی حالت میں جنگ کرتے رہے حتیٰ کہ عصر تک شامی فوجیوں کو پیچھے دھکیل دیا اور اِسی حالت میں معاویہ کہ قبہ تک جا پہنچے مگر انتہائی زخمی ہونے کے باعث اسی حالت جنگ میں شہید ہو گئے،تو معاویہ نے پکار کر کہا دیکھو تو یہ جان فروش کون شخص ہے۔سپاہیوں نے بتایا کہ عبداللہ بن بدیل ہیں۔معاویہ نے آگے بڑھ کر چاہا کہ اُس چادر کو چہرے سے ہٹا دے جو خود معاویہ کے ایک سپہ سالار نے ابن بدیل کی لاش پر ڈال دی تھی۔جس کا نام عبداللہ بن عامر تھا۔عبداللہ بن عامر نے معاویہ کا ہاتھ جھٹک کر کہا کہ خدا کی قسم جب تک میری جان میں جان ہے۔اس بہادر کی لاش کی توہین نہیں کی جاسکتی۔معاویہ نے کہا کہ اُن کا چہرہ دکھادو میں لاش کا مُثلہ نہیں کروں گا۔میں اِن کی میت تمہیں ہبہ کرتا ہوں۔اس کے بعد اُس نے منہ کھول دیا اور معاویہ نے ایک فاتح کی حیثیت سے مغرورانہ نظر ڈالی اور کہا کہ:''پروردگار کعبہ کی قسم یہ تھا اپنی قوم کا سردار۔خداوندا مجھے مالک اشتر پر بھی فتح یاب کردے''

''خدا کی قسم ابن بدیل ویسے ہی تھے جیسا کہ شاعر نے کہا ہے کہ:

''وہ جنگ کا بھائی ہے۔اگر جنگ اُس پر دانت لگائے تو وہ بھی اُسے کاٹ کھائے۔میدان جنگ میں جب موت سے اُس کی مڈبھیڑ ہوتی ہے۔تو قدم پیچھے ہٹانے کو ننگ اور عار سمجھتا ہے۔وہ کچھار کے شیر کی طرح اپنی کچھار کی حفاظت کرتا رہتا ہے''اس کے بعد بولے کہ:

''بنی خزاعہ کے مرد تو مرد اگر اُن کی عورتیں بھی ہم سے لڑنے کا امکان دیکھتیں تو بے دریغ جنگ کرتیں''

معاویہ اپنے قبہ میں چلے گئے اور عبداللہ بن عامر نے آنسو پی کر ابن بدیل کے چہرہ کو ڈھک دیا۔(کتاب الصفین،تاریخ طبری،وغیرہ)

(ی) حضرت علیؑ کی افواج کا دوبارہ سنبھل کر غلبہ کی کوشش کرنا،اور معاویہ وعمرو عاص کا میدان میں آنا،فرار اور سازشیں کرنا۔

مالک اشتر اور دیگر تمام سرداران فوج اپنی اپنی افواج کو مجتمع کرنے اور آگے بڑھانے میں مصروف تھے۔لیکن دوپہر تک جنگ کی کیفیت ڈانواںڈول رہی کسی طرف غلبہ حاصل ہو گیا تھا۔کسی طرف ابھی پسپائی کے اثرات باقی تھے۔مالک اشتر میمنہ کو درست کرنے میں لگے ہوئے تھے۔میسرہ میں جناب علی علیہ السلام جمے ہوئے مصروف کارزار تھے۔نہ کوئی لشکر تھا نہ حفاظتی دستہ تھا۔صرف قوم ربیعہ کے لوگ تھے جو ثابت قدمی سے دشمن کے مقابلے میں ڈٹے ہوئے تھے۔طلوع آفتاب سے لے کر رات کی تاریکی پھیلنے تک اُن کی یہی کیفیت رہی۔موت اُن سے الجھی ہوئی تھی اور وہ موت سے اُلجھے ہوئے تھے۔اور آخر وہ موت پر غالب آ کر رہے۔حضرت علیؑ نے اُن کے پاس آ کر دریافت کیا کہ:

Presented by Ziaraat.Com

''لشکر کے یہ پرچم کن لوگوں کے ہیں؟ لوگوں نے بتایا کہ یہ قبیلہ ربیعہ کے پرچم ہیں۔آپ نے اُن کے حق میں دعائے خیر کی، اُن کی قدروقیمت بڑھانے والی مدح کی اور فرمایا کہ''نہیں یہ قبیلہ ربیعہ کے پرچم نہیں بلکہ یہ تو اللہ کے اپنے پرچم ہیں۔خدا اُن لوگوں کو محفوظ رکھے انہیں مزید ثبات قدم عنایت فرمائے انہیں برکتیں اور ہمہ قسم کی وسعتیں عطا کرے پھر آپؑ نے ایک کم سن نوجوان کو اپنے پاس بلایا جو سرخ رنگ کا علم اُٹھائے ہوئے تھا۔اور اُس سے فرمایا کہ:''اے نوجوان کیا تم اس علم کو ایک ہاتھ اور آگے نہیں بڑھا سکتے؟ جوان نے عرض کیا:''جی حضورؑ ایک ہاتھ نہیں بلکہ دس ہاتھ بڑھا سکتا ہوں'' یہ کہہ کر وہ نوجوان جھپٹ کر آگے بڑھا اور چاہا کہ دشمن کے گھنے لشکر میں ڈوب جائے۔اُسے گھمسان کے معرکہ کی فکر نہ تھی۔نہ ہی موت سے کوئی ہراس تھا۔اُسے جوش شجاعت نے ہر خطرے سے لاپرواہ کر دیا تھا۔مگر حضرت علیؑ نے اُسے روکا کہ''جہاں ہو وہیں رُکے رہو'' نوجوان خود بھی رُک گیا۔اور اُس کا فوجی دستہ بھی رُک گیا۔وہ سب شانے سے شانے ملائے ہوئے تھے۔نہ اُن کی صفوں میں کسی قسم کا گھسنا ممکن تھا نہ اُن کے قدم کسی کے ہٹائے ہٹنے والے تھے۔دست بدست جنگ ہونے لگی ایک ایک قدم بڑھانے پر جنگ ہوئی۔

معاویہ کی بڑی کوشش یہی تھی کہ کسی طرح موت سے بچارہے اسی لئے قلب لشکر میں قبہ تیار کرایا تھا اور انتہائی جنگ آزمودہ دلیر سپاہیوں کا حفاظتی دستہ بھی تعینات کیا تھا۔جنہوں نے جان دینے کے لئے عہد و پیمان کر رکھے تھے۔اس کے ساتھ ہی اس کی انتہائی کوشش یہ بھی تھی کہ جس طرح ہوسکے علیؑ کی جان لی جائے۔کھل کر وار کرنے کے مواقع نہ ملیں تو گھات لگا کر قتل کیا جائے اس مقصد کے لئے انہوں نے مکروفریب کے ہتھکنڈے بھی جاری کر رکھے تھے۔مال وزر بھی بے دریغ خرچ کرتے تھے۔عہدوں اور جاگیروں کے دینے میں تکلف نہ کرتے تھے۔خوشامد اور مدح سرائی میں کمی نہ کرتے تھے۔ہر حیلہ اور ضروری وسیلہ برسرکار رکھتے تھے۔اور معاویہ کو یہ بھی یقین تھا کہ علیؑ کی فوج کا ہر آدمی اُسے نشانہ بنائے ہوئے ہے وہ اپنے قبہ سے باہر نکلنا خطرناک سمجھتے تھے۔لیکن فوج کو یہ تاثر نہ دیتے تھے کہ وہ بزدل ہے اور قبہ سے باہر نکل کر میدان میں آتا ہی نہیں۔

معاویہ نے افواج کے ساتھ ساتھ رہنے اور کبھی کبھی تیغ آزمائی کرتے ہوئے دکھائی دیتے رہنے کا بھی ایک بہت دل چسپ انتظام کر رکھا تھا یعنی اس کا ایک غلام بنام حریث تھا جو شکل وصورت میں اُس خبیث سے ملتا جلتا تھا۔اُسے ذرا سے میک اَپ کے ساتھ اپنے لباس و پوشاک میں رکھتا تھا۔اُسے مخصوص اور راز دار لوگوں کے علاوہ کوئی نہ جانتا تھا سب اُسے معاویہ ہی سمجھتے تھے۔اُسی طرح کا احترام کرتے تھے۔یہ غلام معاویہ کی بزدلی کے لئے پردہ کا کام کرتا تھا۔وہ ویسے بھی اچھا خاصا بہادر آدمی تھا۔جنگ میں بھی حصہ لیتا رہتا تھا۔الغرض معاویہ خود کو اُس غلام کی آڑ میں چھپائے رکھتا تھا۔اور حقیقت یہ ہے کہ معاویہ تھا بھی غلام زادہ ہی۔خاندانی ریاست اس گھر میں چلی آرہی تھی۔گھر میں غلام بھی ہمیشہ سے موجود رہتے چلے آئے تھے۔اور بیویاں اور کنیزیں بھی کافی تعداد میں ہوتی تھیں اور انہیں اپنی جنسی ضروریات کے لئے غلاموں کو استعمال کرنا پڑتا تھا۔لہٰذا اس خاندان ہی میں نہیں بلکہ سارے قبیلے یعنی قریش میں کسی کے لئے بھی یقین سے یہ کہنا ممکن نہ تھا کہ فلاں شخص ضرور ہی فلاں شخص کے نطفے سے اس کا بیٹا ہے۔(احزاب 33/4-5) بہرحال حریث لوگوں کو دکھانے کے لئے ایک دوسرا معاویہ تھا۔چنانچہ لشکر کی کثرت یہ سمجھتی تھی کہ ہمارا امیر معاویہ ہمارے ساتھ جنگ میں شریک رہتا ہے۔قبہ محض آرام اور ہدایات جاری کرنے کے لئے ہے۔یہ بات خود بخود سمجھ میں آتی ہے اور ضروری وقدرتی تھی کہ جو شخص یوں معاویہ کا پشت پناہ اور عزت کا باعث ہو اس کا محفوظ رکھنا اشد ضروری ہے۔چنانچہ معاویہ حریث کا حد بھر خیال رکھتا تھا۔اور پسند نہ کرتا تھا کہ حریث خطرے کے منہ میں چلا جائے۔اس لئے کہ اُس کے مرنے سے اُدھر اُس کا راز فاش ہو جائے گا اور اِدھر معاویہ

Presented by Ziaraat.Com

کوخود میدان میں نکلنا پڑے گا۔ چنانچہ جب بھی میدان جنگ میں نکلتا تو معاویہ اس سے کہتا کہ دیکھوتم ہمیشہ علیؑ سے بچ کر دُور دُور رہنا۔مگر معاویہ کی نصیحت اور تاکید حریث کو حضرت علیؑ کی تلوار سے نہ بچاسکی۔ چنانچہ عمروعاص نے حریث سے کہا کہ:

عمروعاص نے حریث کی موت میں مصلحت دیکھی۔

''تمہیں اگر موقع ملے تو علیؑ کو چھوڑ نا نہیں حملہ کر کے مار ڈالنا۔ بات یہ ہے کہ وہ یہ نہیں چاہتے کہ تمہاری ناموری اور شہرت پھیل جائے۔

حریث نے پوچھا:''کون نہیں چاہتا؟ عمروعاص نے جواب دیا کہ:''معاویہ نہیں چاہتے۔خدا کی قسم اے حریث اگر تم قریشی ہوتے تو معاویہ کی یہ کوشش ہوتی کہ تم علیؑ کو مار ڈالو۔مگر چونکہ تم قریشی نہیں ہو اس لئے انہیں گوارا نہیں ہے'' حریث نے غصہ سے دانت پیش کر اور سانپ کی طرح پھنکار کر کہا:''اُنہیں گوارا نہیں ہے''؟

ہاں! اگر موقع لگے تو اُن پر حملہ کر ہی دینا اُن کی مشہور شجاعت کو خاطر میں نہ لانا'' ایسا ہی ہوا بھی۔حریث اچھا خاصہ بہادر شخص تھا۔اُس نے چلا کر کہا:

''اے علیؑ، آؤ آگے بڑھو اور مجھ سے لڑ کر دیکھو''

مگر یہ آخری آواز تھی جو حریث کے دہن سے نکلی تھی اور آخری سانس تھی جو اُس نے چین سے لی تھی۔امیرالمومنین نے اُس کی طرف بڑھتے ہوئے فرمایا:''اے نادان شخص سنبھل کر بات کرو'' پھر پلک جھپکتے ہی حریث دو برابر کے ٹکڑوں میں آدھا اُدھر گرا اور آدھا اِدھر پڑا تھا۔(کتاب الصفین نصر بن مزاحم)(ذاکر حسین جعفر)

عمرو بن العاص کی ذہنیت اور اُس کا طریق کار سمجھیں۔

وہ جذبات کیا تھے جن کے ماتحت عمروعاص نے حریث کو علیؑ کے سامنے بھیج کر اُسے ملک عدم کو روانہ کر دیا؟ اللہ ہی بہتر جانتا ہے۔

عمروعاص علیؑ کی قوت وقدرت وہیبت سے ناواقف نہ تھا۔وہ یہ بھی جانتا تھا کہ اُس کے بیان کا ہر ہر لفظ حریث کے دل میں سوئی کی طرح چبھ کر رہ جائے گا۔اور وہ علیؑ سے مقابلہ کر کے رہے گا۔اور اُسے یہ بھی معلوم تھا کہ حضرت علی علیہ السلام کے سامنے جانا اُسے موت کے حوالے کر دے گا۔یعنی یہ کہئے کہ عمروعاص نے جان بوجھ کر حریث کو موت کے منہ میں دھکیل دیا تھا۔اور یہ ایک حقیقت ہے کہ اُسے حریث سے کوئی دشمنی یا کینہ نہ تھا۔ پھر بھی انہوں نے حریث کے سامنے ایسا بیان دے دیا جس کا ہر لفظ وہ سوئی بن گیا۔جس سے اس کا کفن سلنا تھا اور وہ کدال بن گیا جس سے اُس کی قبر کھودے جانا تھی۔ بہرحال عمروعاص نے حریث کو مروا ڈالا۔اُس کی یہ حرکت نہ کسی انتقام کے لئے تھی اور نہ عداوت اور کینہ کے لئے تھی۔اصل بات یہ تھی کہ عمروعاص اپنی قدر و قیمت پر مطلع تھا۔اور معاویہ کی حالت وعادت و ذہنیت سے بھی پوری طرح واقف تھا۔عمروعاص کے پاس جو کچھ تھا وہ یہی مکروحیلہ اور اثر انگیز سازش کے داؤ پیچ تھے اور معاویہ اِن چیزوں کا خریدار تھا۔اور ظاہر ہے کہ جو مال بازار میں بہت سے دکانداروں کے پاس ہو اس کی قیمت کم ہو جاتی ہے لیکن اگر وہ مال صرف ایک ہی دکاندار کے پاس ہو تو اس مال کے اونچے اونچے دام مل سکتے ہیں۔ اور ضرورتمند مجبوراً مگر خوشی سے منہ مانگے دام دیتا ہے۔معاویہ کو ایک مددگار کی ضرورت تھی۔اور عمرو بن العاص سو فیصد ویسا ہی مددگار تھا جیسا کہ معاویہ کو مطلوب تھا اور معاویہ نے اُسے منہ مانگی قیمت پر حاصل کیا تھا۔عمروعاص نے اپنے معاہدہ پر عمل کرنے میں کبھی کوتاہی نہیں کی وہ معاویہ کے ساتھ نہ غداری کر سکتا تھا نہ غداری اس کے لئے مفید ہی تھی۔اُسی نے معاویہ کو کامیاب کیا تھا۔اس لئے کہ معاویہ کی کامیابی ہی اُس کی کامیابی تھی اور وہ کامیاب ہوا۔اس سب کے باوجود عمروعاص ایک کام ہرگز نہ کر سکتا تھا۔وہ ہر آنے والے قدم پر معاویہ کو اپنا محتاج رکھنا چاہتا تھا۔ ہر وہ بات جو

Presented by Ziaraat.Com

معاویہ کو اُس سے لاپرواہ کردے اُسے پسند نہ آسکتی تھی۔حریث کا وجود معاویہ کو عمروعاص کی طرف سے بے فکر کئے ہوئے تھا۔حریث کی عدم موجودگی میں معاویہ کو اپنے چین سے رہنے کی ترکیب دریافت کرنا پڑے گی ۔ یہ سبب تھا کہ عمروعاص نے حریث کو درمیان سے ہٹا کر معاویہ کو اپنا محتاج بنا دیا۔ اسی اصول پر عمروعاص اپنے اور معاویہ کے باہمی تعلقات کو جانچتے اور تولتے رہتے تھے۔ ذاتی مصالح ہی نے ان دونوں کو ایک نقطہ پر لا کھڑا کیا تھا۔جس حدتک ایک کو دوسرے کی حاجت ہوتی اُسی حد سے ناپ کر دونوں میں وابستگی ہوتی تھی۔اور جس حدتک ایک دوسرے سے بے نیاز ہوتے تھے اُسی حساب سے بے تعلق رہتے تھے۔عمروعاص نے اپنی ضرورت اور قدر و قیمت برقرار رکھنے کے لئے یہ سب کچھ کیا تھا۔

حریث کو قتل کرانے سے عمروعاص کا یہ مقصد نہ تھا کہ معاویہ کمزور ہو جائے ۔ بلکہ یہ مقصد تھا کہ معاویہ اپنی سطح سے اونچا نہ ہو جائے اور ہر حالت میں اُس کا محتاج رہے۔اور ہر موڑ پر اُس کا سہارا ڈھونڈے ۔ چنانچہ عمروعاص معاویہ کی کمزوریاں نمایاں کرنے میں کوشاں رہتے تھے۔مگر بے موقع کوئی حرکت نہ کرتے تھے ۔ وہ خود کو معاویہ کی نظر میں دنیا کا سب سے بڑا سیاست دان، چالاک ترین مدبر اور سب سے کامیاب ترین ڈپلومیٹ بنائے رکھنا چاہتے تھے۔ وہ کسی طرح معاویہ کو یہ تاثر نہ دینا چاہتے تھے کہ وہ عمروعاص سے چالاک تر یا مکار تر ہے۔ وہ ہر وقت معاویہ کو اپنے سے گھٹیا درجہ کا شخص ثابت کرتے اور وہ ثابت کرتے رہتے تھے ۔ چنانچہ درخواست کئے بغیر مشورہ نہ دیتا تھا۔مشورہ کی قیمت الگ وصول کر لیتا تھا۔اور مشورہ کے اندر ایسی باتیں شامل کر دیتا تھا جن سے معاویہ کے غرور وتکبر ونخوت کو صدمہ پہنچے۔اُسی دن کا قصہ ہے جب گھمسان کی جنگ ہو رہی تھی ۔ امیرؑ المومنین نے معاویہ کو کئی آوازیں دیں مگر معاویہ کوئی جواب نہ دیتے تھے ۔انہوں نے اپنے ساتھیوں سے کہا کہ علیؑ سے دریافت کرو کہ وہ کیا چاہتے ہیں؟ علیؑ نے کہا کہ ''میں چاہتا ہوں کہ معاویہ ذرا میرے سامنے آئیں'' اس موقع پر عمروعاص اصرار کر کے معاویہ کو دونوں صفوں کے درمیان لائے یہ سننے کے لئے کہ علیؑ کیا کہتے ہیں۔امیرؑ المومنین نے فرمایا۔

''اے معاویہ وائے ہو تم پر۔لڑائی ہمارے اور تمہارے درمیان ہے۔ہم دونوں کی وجہ سے خلق خدا کا خون کیوں بہہ رہا ہے؟ آؤ میں اور تم لڑ کر فیصلہ کر لیں جو فتح یاب ہو جائے وہی خلیفہ مان لیا جائے''

معاویہ نے عمروعاص سے پوچھا کہ: ''ابوعبداللہ تمہاری کیا رائے ہے؟ کیا میں ان سے مقابلہ کروں؟

''ہاں اس موقع کو غنیمت سمجھو'' (عمرو نے کہا)

''کیا؟'' (معاویہ نے حیران ہو کر کہا)

''ٹھیک تو ہے علیؑ نے بڑے انصاف کی بات کہی ہے'' (عمرو) معاویہ دہشت زدہ ہو کر بولے: اے عمروعاص تم پاگل تو نہیں ہو گئے ہو؟

''دیکھو اگر اس وقت تم اِن کے مقابلے سے گریز کرتے ہو تو ہمیشہ کے لئے تم اور تمہاری اولاد ذلیل ہو جائے گی ۔اور کلنک کا وہ ٹیکہ لگے گا جو چھڑائے نہ چھوٹے گا'' (عمرو)

مگر عمرو کی چال کامیاب نہ ہوئی۔معاویہ کو اپنی جان بہت ہی پیاری تھی ۔ وہ اُس قبر سے کیوں کر آنکھیں بند کر سکتے تھے جو چند ہی قدم پر منہ کھولے انتظار کر رہی تھی۔معاویہ نے چیخ کر کہا کہ:

''کتنے احمق ہو تم ؟ میرے ایسے آدمی کو دھوکا نہیں دیا جا سکتا۔خدا کی قسم علیؑ کے مقابلے میں جو بھی آیا وہ موت کے گھاٹ اُترا۔ تمہارا یہی منشا ہے کہ میں مارا جاؤں اور میرے بعد حکومت تم کو مل جائے''

Presented by Ziaraat.Com

معاویہ نے اپنی زندگی بچالی۔علیؑ ہنسے۔عمروعاص نے مذاق اُڑاتے ہوئے کہا کہ:

''افسوس افسوس اپنے غنیم کے مقابلے میں بزدلی دکھاتے ہو؟ اور اپنے خیر خواہ پر تہمت لگاتے ہو''

پھر عمروعاص نے اکڑ کر کہا کہ: ''خدا کی قسم اگر مجھے ہزار مرتبہ بھی مرنا پڑتا تب بھی میں علیؑ سے لڑنے سے گریز نہ کرتا''

حضرت علیؑ نے کچھ عرصہ تک گھوڑے کو میدان میں کاوے دیئے۔اور جب یقین ہوگیا کہ معاویہ مقابلہ میں نہ آئے گا تو باگ اُٹھا کر اپنی صفوں میں چلے گئے۔

عمروبن العاص نے چوڑے میدان جنگ میں ثابت کردیا کہ معاویہ بدباطن اوراحمق تھا۔

حضرت علی علیہ السلام کے مقابلہ پر معاویہ کا نہ آنا اور عمروعاص کا اُسے شہہ دینا دُنیا کی تمام تواریخ میں مسلمہ اور مشہور واقعہ ہے۔لیکن اُسے لکھ کر لوگوں نے سنجیدگی کا ثبوت نہیں دیا بلکہ بطور مذاق وتفریح لکھا ہنسے اور گزر گئے۔دیکھنا یہ چاہئے تھا کہ اُن دونوں میں کس کا عملدرآمد دانشورانہ تھا اور کس کا احمقانہ تھا؟ اس میں شبہ کی گنجائش نہیں کہ وہ دونوں نابغہ اور دُہات العرب تھے دونوں خلیفہ دوم کے معیاری دانشور تھے۔لیکن مقابلہ کرنے سے ثابت ہے کہ عمروبن العاص معاویہ سے زیادہ ڈپلومیسی کا ماہر تھا۔یہ یوں بھی ثابت ہے کہ معاویہ غرض مند تھا وہ عمروعاص پر منحصر تھا عمروعاص کی پوزیشن راہنما کی تھی۔یہ لکھا بھی جاچکا اور تجربہ میں صحیح ثابت ہوچکا کہ عمروعاص ہرگز معاویہ سے غداری کرنے والا نہ تھا۔البتہ وہ اپنی دانشورانہ فوقیت اور معاویہ کی احمقانہ حیثیت کو ظاہر کرنے میں تکلف نہ کرتا تھا۔مندرجہ بالا واقعہ میں عمروعاص کامیاب ہوا اور اُس نے اپنی دانشورانہ بالادستی ثابت کردی ہے۔وہ ہرگز معاویہ کو علیؑ کے ہاتھ سے قتل کرانے کے ارادے سے اُسے مقابلہ پر بھیجنے کا تقاضا نہ کررہا تھا۔وہ چاہتا تھا کہ معاویہ مقابلہ کی دعوت کا کوئی عقلمندانہ دانشورانہ اور ٹھوس جواب دے۔تاکہ لوگ مقابلہ پر بلانے والے کو بے انصاف کہیں۔معاویہ کی جگہ اگر عمروعاص یا کوئی اور عقلمند شخص ہوتا تو اُسے پوچھنا چاہئے کہ جناب خلافت کے لئے تلوار سے مقابلہ کون سی آیت کی رُو سے جائز ہے؟ اور کون سی آیت کی رُو سے غالب آنے والا شخص خلیفہ برحق ہوجاتا ہے؟ پھر مقابلہ کی دعوت کون سے اصول کے ماتحت دی گئی ہے؟ مقابلہ تو متناسب حریفوں میں ہوا کرتا ہے۔ مثلاً ایک بچہ اور ایک جوان میں مقابلہ غلط اور غیر متناسب ہے۔ایک نحیف وکمزور شخص سے قوی وتنومند شخص کا مقابلہ اُسی طرح غلط اور غیر متناسب ہے۔اور نہ میں نے یہ دعویٰ کیا ہے کہ میں تمہارے برابر ہوں۔میں تو قاتلان عثمان کو قتل کرنا چاہتا ہوں جو ہزاروں کی تعداد میں ہیں۔ظاہر ہے کہ میں تنہا اُن کو قتل نہیں کرسکتا ہوں۔یہ جنگ اس لئے کی جارہی ہے کہ قاتلان عثمان کو قتل کیا جائے ہم لوگوں کے ہاتھ سے جو قتل ہورہا ہے اُسے ہم عثمان کا قاتل سمجھتے ہیں۔مجھے معلوم ہے کہ آپ عثمان کے قاتل نہیں ہیں تو تنہا آپ سے جنگ ومقابلہ اصولاً بھی غلط ہے۔آپ کو قتل کردینے سے عثمان کے قاتلوں کا بدلہ یا قصاص پورا نہیں ہوتا۔اگر آپ سچ مچ عثمان کے قاتل ہوتے اور آپ کو تنہا قتل کردینے سے عثمان کا قصاص پورا ہوجاتا تو میں مقابلتاً کمزور وناتواں ہوتے ہوئے بھی آپ کے مقابلے پر ضرور آتا۔غالب آتا تو قصاص کا مقصد حاصل ہوجاتا۔ناکام رہتا تو یقیناً شہید مرتا۔ معاویہ نے نہ صرف یہ کہ اپنی حماقت کا مظاہرہ کردیا بلکہ اپنے سچے خیر خواہ کی نیت پر شبہ کرنے کا جرم بھی کیا۔اور اپنی بدباطنی کو تہمت لگا کر ثابت کردیا اور اُس کے لاتعداد جرائم اور گناہوں میں دوعدد گناہوں کا اور اضافہ ہوگیا۔اور عمروعاص کی فطانت وذہانت اور ڈپلومیسی ثابت ہوگئی۔رہ گیا معاویہ کا یہ کہنا کہ: ''میرے جیسے شخص کو دھوکا نہیں دیا جاسکتا'' اس لئے احمقانہ وبچگانہ بات ہے کہ عمروعاص نے اُسے میدان میں لاکر دھوکا دے دیا تھا۔ عمروعاص جانتا تھا کہ علیؑ مقابلے کی دعوت دیں گے۔مگر معاویہ یہ بات سمجھنے سے قاصر رہا اگر اُسے عمروعاص نے دھوکہ نہ دیا ہوتا اور اُس نے دھوکہ نہ

Presented by Ziaraat.Com

کھایا ہوتا تو وہ ہرگز میدان میں نہ آتا۔اس نے عمروعاص کے کہنے سے یہ سمجھا کہ بات تلوار کی نہ ہوگی۔بلکہ پالیسی میٹر پر گفتگو ہوگی۔لہٰذا معاویہ کا فریب زدہ ہونا ثابت ہوا اور فریب کھا چکنے کے بعد یہ کہنا کہ مجھے دھوکا نہیں دیا جاسکتا انتہائی حماقت ہے۔

عمرو بن العاص دھوکہ کھا گئے تھے اور شرمگاہ کے صدقہ میں جان بچا گئے۔

حضرت علیؑ معاویہ اور عمرو عاص کو جھگڑتا چھوڑ کر واپس آئے تو لباس تبدیل کرلیا اور پھر میدان جنگ میں اُسی جگہ پہنچ گئے جہاں معاویہ سے باتیں ہوئی تھیں۔وہاں آکر ٹھہرے اور فرمایا کہ ہے کوئی بہادر جو میرے مقابلہ پر آئے اور بہتر ہوگا کہ معاویہ یا عمرو عاص مرنے کو آئیں۔یہ سن کر عمرو بن العاص شامت کا مارا میدان میں آگیا۔اُسے وہم تک نہ تھا کہ وہ حضرت علیؑ کے سامنے آیا ہے۔حضرت علیؑ اُس کے گرد اس طرح پھرنے لگے گویا ڈر رہے ہوں۔اُس کے پاس نہ جاتے تھے۔اُس کی ہمت بڑھنے لگی۔اور حضورؑ نے اس طرح بچنا شروع کیا کہ وہ اپنی فوج سے دُور تک آگیا اور برابر وار کرنے کی فکر میں تھا۔اور آخر یہ غپ ماردی کہ:

''اے قاتلان عثمان میں تم سب کو شمشیر سے ٹکڑے ٹکڑے کرسکتا ہوں۔یہ دوسری بات ہے کہ امیر معاویہ کا مشیر ہونے کی بنا پر جنگ میں حصہ نہیں لیتا اب جب کہ میں میدان میں آہی گیا ہوں تو اس وقت اگر ابوالحسنؑ بھی مقابلہ پر آجائیں تو انہیں بھی ٹکڑے ٹکڑے کرکے رکھ دوں گا''

حضرت علیؑ نے بھی رجز پڑھا تو عمرو عاص نے آواز پہچان لی فوراً بدحواسی میں گھوڑا واپس بھگایا۔حضورؑ نے چند قدم پر جالیا گھوڑا قریب لے جاکر نیزہ کا وار کیا جو عمرو عاص کی زرہ پر لگا فوراً سر کے بل گھوڑے سے گرا اور پاؤں اونچے کرکے کرتہ اُلٹ کر ننگا ہوگیا۔امیرؑ المومنین نے ننگا ہوجانے کی بنا پر منہ پھرالیا۔اور فرمایا کہ جاؤ تم اپنی شرمگاہ کے آزاد کردہ غلام ہو۔لوگوں نے کہا کہ حضور وہ شخص تو بھاگا جارہا ہے۔آپ نے تبسم فرما کر پوچھا جانتے ہو وہ کون شخص ہے؟ لوگوں نے کہا کہ ہم نہیں جانتے۔فرمایا کہ وہ عمرو بن العاص تھا۔گر کر ہمارے سامنے ننگا ہوگیا تو ہم نے منہ پھرالیا اور اُسے جانے دیا۔

عمرو عاص جان بچا کر آخر کہاں جاتے جانا تو معاویہ ہی کے پاس تھا۔معاویہ نے بطور مذاق پوچھا کیا کر آئے عمرو عاص؟

عمرو نے بلا شرمائے جواب دیا کہ: ''علیؑ سے میرا مقابلہ ہوا اُنہوں نے مجھے پچھاڑ دیا''

معاویہ مذاق اُڑاتے ہوئے بولے۔''تم خدا کا بھی شکر ادا کرو اور اپنی شرمگاہ کا بھی شکر ادا کیا کرو جنہوں نے تمہاری جان بچادی۔

عمرو عاص نے تن کر کہا کہ اس میں ہنسنے کی کون سی بات ہے؟ علیؑ اپنے ایک بھائی سے لڑے اور اُسے پچھاڑ ڈالا۔کیا تمہارا خیال ہے کہ اس کی وجہ سے آسمان خون برسائے گا؟

معاویہ نے کہا کہ ''نہیں یہ بات نہیں البتہ تم ہمیشہ کیلئے ذلیل ہوگئے''(کتاب الصفین صفحہ 216)(شرح ابن ابی الحدید جلد 2 صفحہ 287 وغیرہ)

قبیلہ واریت اور خاندانی تعصب کی بنیاد پر معاویہ کی پہلی سازش۔

یہ بات ابتدائی عنوانات میں واضح ہوچکی ہے کہ بعض قبائل ایسے تھے جن کا کچھ حصہ حضرت علی علیہ السلام کی نصرت کررہا تھا اور دوسرا بعض حصہ معاویہ کی طرف داری میں مصروف تھا۔معاویہ اور عمرو بن العاص خود کو ابتدائی ایام ہی سے خطرہ میں محسوس کرتے چلے آرہے تھے اور اس خطرے سے نکلنے اور حضرت علی علیہ السلام کو شکست دینے کے ہر ممکنہ سازش اور جوڑ توڑ سے کبھی غافل نہ رہتے تھے۔اب جب کہ حضرت علیؑ کی پسپا شدہ افواج ازسرنو مجتمع ہورہی تھیں اور قریب تھا کہ پھر ایک ہلاکت خیز حملہ کردیں تو عمرو عاص اور معاویہ دونوں سر جوڑ کر بیٹھے اور اُن امکانات پر غور کیا

Presented by Ziaraat.Com

جن سے علیؑ کی فوج میں بغاوت یا پھوٹ ڈالی جاسکتی تھی۔ چنانچہ انہوں نے شام کے قبیلہ خثعم کے سردار عبداللہ بن حنش کو بلایا اور کہا کہ تم عراقی قبیلہ خثعم کے سردار اُبی کعب خثعمی کو علیؑ سے توڑنے میں ہماری مدد کرو۔ لہٰذا عبداللہ بن حنش نے اُبی کعب سے ملاقات کر کے تجویز کیا کہ:

''ہم چاہتے کہ ہم بھی جنگ سے ہاتھ روک لیں اور تم بھی روک لو تا کہ قبیلے کی پھوٹ ختم ہو جائے اور خواہ مخواہ کا قتل عام رُک جائے پھر قبیلے کے دونوں حصے انتظار کریں اگر تمہارے امیر علیؑ بن ابی طالب غالب آجائیں تو ہم تمہارے ساتھ ہو جائیں گے۔ اگر معاویہ غالب آجائے تو تم ہمارے ساتھ ہو جانا یوں قبیلہ قتل اور دوسرے نقصانات سے محفوظ ہو جائے گا اور قبیلے کا مقام و مرتبہ بھی بحال رہے گا۔ ابی کعب سمجھ گئے کہ یہ اپیل رشتہ داری کی بناپر نہیں ہے بلکہ امیرالمومنین کے لشکر میں پھوٹ اور اختلاف پیدا کرنے کے لئے ہے تا کہ ہمیں جنگ سے ہاتھ روکتے دیکھ کر دوسرے قبیلے بھی ہاتھ روک لیں۔ اور یوں حضرت علیؑ تنہا رہ جائیں۔ رہ گئی معاویہ کی افواج تو اُن کی تعداد اتنی زیادہ ہے کہ ایک نہیں اگر کئی قبائل بھی جنگ سے ہاتھ روک لیں تو کوئی بُرا اثر نہ پڑے گا۔ یہ سب صورت حال سمجھ لینے کے بعد ابی کعب نے عبداللہ بن حنش کو نفی میں جواب دیا تو عبداللہ نے عوامی ہمدردی حاصل کرنے کے لئے عراق کے خثعمیوں کو سناتے ہوئے شامی خثعمیوں سے کہا کہ بھائیو ہم نے اپنے عراقی خثعمیوں سے کہا تھا کہ آؤ ہم تم آپس میں لڑنا اور ایک دوسرے کو قتل کرنا بند کر دیں آپس کی رشتہ داریوں اور قبیلے کی عزت کا خیال کریں مگر اُنہوں نے انکار کر دیا ہے۔ بہر حال ہمیں اپنے قبیلے کا قتل کرنا پسند نہیں لہٰذا تم ہاتھ روک لو شاید اُن سے کچھ عقلمند اور قبیلے کے ہمدرد لوگ موقع کی نزاکت کو سمجھیں اور قبیلے کو ہلاکت سے بچانے کی کوشش کریں۔

اُبی کعب پر ان باتوں کا کوئی اثر نہ ہوا اور اپنے قبیلہ خثعم کو للکار کر کہا کہ ''بھائی بھائی میں اسلام کی خاطر جنگ ہوتی رہی ہے حق کو قبول کرنے والوں پر تلوار اُٹھانا منع ہے۔ ہمیں حق کے لئے نہیں بلکہ قبیلے کے لئے ہاتھ روکنے کی سازش میں مبتلا کر کے فریب دینے کی کوشش کی جارہی ہے۔ ہمیں خود ہمارے ہی قبیلے کے لوگوں کے ہاتھوں بہکایا جارہا ہے۔ لہٰذا کسی کی نہ سنو حق کے مخالفوں سے بدستور شدت سے جنگ کرتے رہو''۔

عبداللہ بن حنش نے بلند آواز سے دوبارہ اپیل کرتے ہوئے کہا ہے کہ:

> ''اَے ابوکعب یہ دونوں طرف تمہارے ہی قبیلے کے لوگ ہیں۔ ذرا انصاف اور رحم سے کام لو'' مگر ابوکعب پر اس دُہائی کا بھی ذرہ برابر اثر نہ ہوا۔ اپنے امام علی علیہ السلام کی محبت واطاعت میں کمی نہ آنے دی۔ وہ دشمن کی صفوں کو درہم برہم کرتے ہوئے آگے ہی آگے بڑھتے گئے یہاں تک کہ درجہ شہادت پر فائز ہو گئے۔ خود اُن کو قتل کرنے والے نے اُن کے سرہانے بیٹھ کر اُن کا ماتم کیا اور حسرت واندوہ بھرے لہجے میں کہا کہ ''تم پر اللہ اپنی رحمت نازل کرے۔ اَے ابوکعب میں نے ایسے لوگوں کی اطاعت میں داخل ہو کر تمہیں قتل کیا ہے جن سے تم زیادہ میرے قریبی رشتہ دار تھے۔ اور اُن سب سے بڑھ کر مجھے محبوب تھے۔ لیکن خدا کی قسم میری سمجھ میں نہیں آتا کہ میں کیا کہوں؟ میرا تو یہی خیال ہے کہ شیطان نے ہمیں اپنا تختہ مشق بنایا ہے۔ قریش والے ہم لوگوں سے کھیل کھیلے ہیں''

ابوکعب کے شہید ہو جانے پر اُن کے فرزند کعب نے بڑھ کر علم ہاتھ میں لیا اُن کی آنکھوں پر جب نیزہ پڑا تو وہ بھی گر پڑے اُن کے بعد شریح بن ہانی نے علم سنبھالا اور پورے جوش وخروش سے لڑے یہاں تک کہ اُن کی قوم کے اَسی (80) جوان کام آئے۔ شام کے قبیلے کے بھی اتنے ہی آدمی مارے گئے۔ پھر شریح بن ہانی نے وہ علم کعب کے ہاتھوں میں دے دیا۔ اور جنگ مسلسل جاری رہی۔ اس وقت تک بھی معاویہ کی افواج کا پلہ بھاری تھا۔ امیرالمومنین کا میمنہ ابھی تک درہم وبرہم تھا۔ جسے مالک اشتر اِدھر اُدھر سے سنبھالتے پھرتے تھے۔ قلب لشکر میں یمن والوں کی خاصی تعداد تھی

Presented by Ziaraat.Com

وہ سب کے سب پیٹھ پھرا چکے تھے۔میسرہ میں ایک تو قبیلہ مضر والے تھے دوسرے قبیلہ ربیعہ والے۔ ربیعہ والے تو ڈٹے ہوئے تھے۔مگر مضر کے لوگ میدان سے ہٹ گئے تھے۔ابھی تک پورا لشکر بکھرا ہوا تھا۔صرف حضرت علی علیہ السلام کی محیر العقول قوتِ قلب اور ثبات قدم تھا کہ جو شکست فاش کو روکے ہوئے تھا۔عبیداللہ بن عمر خطاب نے قبیلہ ربیعہ کی طرف اشارہ کرکے شامی فوج کے میمنہ والوں سے کہا کہ اگر تم نے اس قبیلے کو شکست دے دی تو عثمان کے خون کا بدلہ لے لو گے اور علیؑ بھی ہلاک ہوجائیں گے۔اور عراق والے بھی ختم ہوجائیں گے۔ یہ سن کر شامی فوج تلواریں سونت سونت کر عبداللہ کے ساتھ ربیعہ والوں پر ٹوٹ پڑی۔ یہ سب کے سب قبیلہ حمیر کے لوگ تھے۔جن کا سردار ذوالکلاع حمیری تھا۔اِن میں اور قبیلہ ربیعہ میں قدیمی عداوت چلی آرہی تھی۔حمیری لوگ تعداد میں چار ہزار تھے۔معاویہ نے مذکورہ عداوت کو مدنظر رکھ کر حمیری قبیلہ کو ربیعہ کے مقابلے پر تعینات کیا تھا۔گو نہایت خون ریز معرکہ قائم ہوا مگر ربیعہ والوں میں ذرہ برابر کمزوری پیدا نہ ہوئی۔وہ ڈٹ کر مقابلہ کرتے رہے۔اُن حمیریوں کا سردار ذوالکلاع بھی بڑی جرأت سے جنگ کررہا تھا۔آج اُس کے دل میں ذرہ برابر تردد اور شک وشبہ نہ تھا۔

ابوالکلاع حمیری پر عمار یاسر کا وجود ایک مصیبت بنا ہوا تھا۔

مگر یہی ابوالکلاع حمیری ایک حدیث کی وجہ سے اپنی جنگی کاوشوں اور معاویہ کی طرف داری پر کانپ اُٹھتا تھا۔چنانچہ اسی جنگ صفین کے دوران اُس نے ایک دن اپنے چچازاد بھائی ابونوح کو حضرت علی علیہ السلام کی فوج سے بلایا اور بتایا کہ ہم نے تمہیں اس لئے بلایا ہے کہ ہم تم سے ایک حدیث کے سلسلے میں بات کرنا چاہتے ہیں جو کافی عرصہ ہوا ہم نے عمرو بن العاص سے سنی تھی۔اس وقت خلیفہ دوم عمر کا زمانہ تھا ابونوح جو حضرت علیؑ کا ایک فدا کار سردار تھا حیران ہوا کہ دوران جنگ اِسے کون سی حدیث یاد آگئی کہ مجھے تصدیق کے لئے بلایا ہے۔بہرحال۔ذوالکلاع نے کہا کہ عمرو بن العاص نے بیان کیا تھا کہ ''رسولؐ کا ارشاد ہے کہ اہل شام اور اہل عراق میں جنگ ہوگی ایک لشکر حق پر ہوگا اور اس کی قیادت ہدایت کا امام کررہا ہوگا اور عمارؓ یاسر اُسی کے ساتھ ہوں گے'' ابونوح خوش ہوا اور کہا کہ ''خدا کی قسم عمار یاسر ہمارے ساتھ ہیں۔ابوالکلاع نے پوچھا کہ کیا وہ بھی جنگ میں شریک ہیں؟ابونوح نے کہا کہ ہاں وہ بھی اُسی شدت سے جنگ میں مصروف ہیں۔جس شدت کی جنگ تم ہماری دیکھ رہے ہو۔میری خود یہ کیفیت ہے کہ میں تم سب کو ایک آن میں قتل کردینا چاہتا ہوں۔اور سب سے پہلے تمہیں قتل کرڈالوں۔ذوالکلاع نے حسرت وافسوس بھرے لہجے میں کہا کہ:

> ''وائے ہو تم پر تمہیں میری جان لینے کی اتنی فکر کیوں ہے حالانکہ ہم تم میں جو رشتہ ہے اُسے ہم نے نہیں توڑا ہے۔تم ہمارے نزدیکی رشتہ دار بھی ہو میں تو تمہیں قتل کرکے خوش نہیں ہوسکتا'' ابونوح پر ذوالکلاع کی جذبات انگیز باتوں کا کچھ اثر نہ ہوا۔اور پلٹ کر کہا کہ خداوندعالم نے مسلمانوں اور دشمنان اسلام کے تمام نزدیکی رشتوں کو بھی منقطع کردیا ہے۔اور اسلام کی وجہ سے دُور دراز کے رشتوں کو قریب و مستحکم کردیا ہے۔چنانچہ میں تم سے اور تمہارے ساتھیوں سے جنگ میں کمی نہ کروں گا۔ہم حق پر ہیں اور تم باطل پر ہو۔تم آئمہ کفر اور سرگروہ مشرکین کے طرف دار ہو''

اس گفتگو کے بعد ابوالکلاع نے کہا کہ کیا تم سے یہ ہوسکتا ہے کہ تم میرے ساتھ چل کر عمروعاص اور معاویہ کے سامنے عمار یاسر کی موجودگی اور جنگ کی شرکت کا حال بیان کردو۔میں تمہیں اپنی حمایت اور ضمانت میں رکھوں گا۔ابونوح نے کہا کہ تم خود بھی غدار ہو، معاویہ، عمرو بن العاص اور اُن کی افواج بھی غدار ہیں تم خود اگر غداری نہ بھی کرنا چاہو تو تمہارے لشکر والے تمہیں بہکا کر غداری پر مجبور کردیں گے۔ابوالکلاع نے کہا کہ

Presented by Ziaraat.Com

میں اس کا ذمہ لیتا ہوں کہ نہ تم قتل کئے جاؤ گے۔ نہ تمہاری تلوار چھینی جائے گی۔ نہ تمہیں بیعت پر مجبور کیا جائے گا۔ اور نہ اپنے لشکر میں واپس جانے سے روکا جائے گا'' دونوں لشکر شام میں پہنچے۔ عمرو عاص اور معاویہ پاس بیٹھے تھے۔ ذوالکلاع نے عمرو سے کہا کہ میں ایک مرد ناصح اور راست گو کو تمہارے پاس لایا ہوں جو تم سے عمار کا صحیح حال بیان کرے گا۔ انہوں نے پوچھا وہ کون ہے؟ ذوالکلاع نے بتایا کہ میرا چچا زاد بھائی ابونوح جو کوفہ کا رہنے والا ہے۔ عمرو عاص نے کہا کہ میں تیرے چہرے پر ابوترابی نشان پاتا ہوں۔ ابونوح نے کہا کہ میرے چہرے پر محمد مصطفیٰؐ کی پیروی کا نشان ہے اور میں تم لوگوں کے چہروں پر ابوجہل اور فرعون کی پیشانیاں دیکھ رہا ہوں۔ ابوالاعور سلمٰی نے تلوار سونت لی اور کہا کہ یہ جھوٹا اور ذلیل شخص جو ہمارے منہ پر ہمیں گالیاں دے یہ ہم نہیں دیکھ سکتے۔ ذوالکلاع نے کہا کہ خدا کی قسم اگر تم نے ذرا بھی ہاتھ اُٹھایا تو میں تلوار سے تمہاری ناک توڑ دوں گا یہ میرا چچا زاد بھائی ہے۔ اور میری پناہ میں ہے میں اس لئے لایا ہوں کہ جو شبہ واقع ہوا ہے اُسے رفع کرے۔ عمرو عاص نے پوچھا ''کیا عمار تم میں موجود ہیں'' ابونوح نے کہا میں تمہیں کوئی جواب نہ دوں گا جب تک تم اپنے سوال کا سبب نہ بتا دو۔ عمرو نے کہا کہ میں عمار یاسر کو اس لئے دریافت کر رہا ہوں کہ میں نے پیغمبرؐ خدا سے یہ حدیث سنی ہے کہ ''عمار کو باغی گروہ قتل کرے گا۔ اور عمار کے شایان شان نہیں کہ وہ حق سے جدا ہوں۔ اور یہ کہ آتش جہنم انہیں ہرگز گزند نہ پہنچائے گی'' ابونوح نے کہا لا الہ الا اللہ واللہ اکبر خدا کی قسم عمار ہمارے ساتھ ہیں۔ اور تم سے انتہائی سرگرمی سے برسرپیکار ہیں۔ عمرو عاص نے کہا کیا واقعی وہ ہم سے سخت جنگ میں مصروف ہیں؟ ابونوح نے کہا ہاں۔ خدائے وحدہ لاشریک کی قسم یہی بات ہے۔ اور وہ تم سے جنگ کرنے کے از حد مشتاق ہیں۔ جب ہم لوگ جنگ جمل میں مشغول تھے تو ایک دن مجھ سے کہا تھا کہ اطمینان رکھنا چاہئے کہ ہم فتح یاب ہوں گے اور کل مجھ سے بیان کر رہے تھے کہ اگر معاویہ کی فوجیں ہمیں شکست دے کر مدینہ کی کھجوروں تک بھی بھگا لے جائیں تب بھی ہمارے اس یقین میں کمی نہ ہوگی کہ ہم حق پر ہیں۔ اور شام والے باطل پر ہیں۔ اور ہمارے مقتولین جنتی ہیں اور اُن کے جہنمی ہیں۔

عمرو بن العاص نے پوچھا کہ کیا تم عمار یاسر سے ہماری ملاقات کرا سکتے ہو؟ ابونوح نے کہا کہ ہاں۔ چنانچہ ابونوح عمار یاسر کو بلا لایا۔ عمار یاسر اور عمرو عاص کی ایک دوسرے سے ملاقات ہوئی۔ عمرو عاص نے کلمہ شہادت **اشھد ان لا الہ الا اللہ** زبان پر جاری کیا۔ جناب عمارؓ نے کہا خاموش رہو تم تو اس کلمہ کو محمدؐ کی زندگی ہی میں چھوڑ چکے تھے۔ ہم تم سے زیادہ اس کلمہ کے حقدار ہیں۔ عمرو عاص نے کہا کہ میں نے اُن سب باتوں کیلئے تمہیں نہیں بلایا ہے۔ میرا مقصد یہ ہے کہ آپ اس لشکر میں بہت معزز و محترم ہیں۔ سبھی آپ کے مطیع و فرمانبردار ہیں میں آپ کو خدا کا واسطہ دیتا ہوں کہ آپ ان لشکر والوں کو لڑائی سے روکئے اُن کا خون نہ بہنے دیجئے۔ آخر اس لڑائی کا سبب کیا ہے؟ کیا ہم سب ایک ہی خدا کی عبادت نہیں کرتے؟ کیا ہم آپ کے قبلے کی طرف رُخ کر کے نماز نہیں پڑھتے؟ کیا ہم آپ کی کتاب نہیں پڑھتے؟ کیا ہم آپ کے رسولؐ پر ایمان نہیں رکھتے؟

عمار: خدا کا شکر ہے کہ اُس نے تمہارے منہ سے یہ بات نکلوا دی کہ قبلہ اور دین اور عبادت الٰہی اور نبیؐ اور کتاب ہماری اور ہمارے اصحاب کی ہے۔ تمہاری یا تمہارے ساتھیوں کی نہیں ہے۔ خدا کا شکر ہے جس نے تمہیں یہ اقرار و اعتراف کرنے پر مجبور کیا ہے۔ اور تمہیں گمراہ و گمراہ کن قرار دیا ہے۔ تمہیں یہ بھی پتہ نہیں کہ تم ہدایت یافتہ ہو یا گمراہ ہو؟ اور اللہ نے تمہیں اندھا بنایا ہے۔ میں تمہیں بتاتا ہوں کہ کیوں میں نے تم سے اور تمہارے اصحاب سے جنگ کی ہے۔ پیغمبر خدا نے مجھے حکم دیا تھا کہ ناکثین یعنی اصحاب جمل سے جنگ کرنا وہ میں کر چکا ہوں۔ اور یہ بھی حکم دیا تھا کہ قاسطین سے جنگ کروں قاسطین تم ہی لوگ ہو۔ رہ گئے مارقین! اب پتہ نہیں اُن سے جنگ کرنے کا موقع ملے گا یا نہیں؟ اے ابتر کیا تمہیں خبر نہیں ہے کہ حضرت سرورؐ کائنات نے علیؑ کے لئے فرمایا ہے کہ:۔

Presented by Ziaraat.Com

مَنْ کُنْتُ مَوْلَاہُ فَعَلِیٌّ مَوْلَاہُ اَللّٰھُمَّ وَالِ مَنْ وَالَاہُ وَعَادَ مَنْ عَادَاہُ وَانْصُرْ مَنْ نَصَرَہُ وَاخْذُلْ مَنْ خَذَلَہ ۔

جس کا میں مالک وآقا ہوں یہ علیؑ بھی اس کا مولا وآقا ہے یا اللہ جو علیؑ کی ولایت میں داخل ہوا سے اپنی ولایت میں داخل کر اور جو علیؑ سے دشمنی کرے اس سے دشمنی رکھ اور جو علیؑ کی نصرت کرے اس کی نصرت کر اور جو علیؑ کو بے یارو مددگار چھوڑ دے تو بھی اُسے بے یارومددگار کر دے‘‘

لہٰذا میں خدا کا مطیع وفرمانبردار ہوں اُس کے رسوؐل کا مطیع وفرمانبردار ہوں اور اُن کے بعد علیؑ کا اطاعت گزار ہوں۔ اور تمہارا آقا کوئی نہیں ہے۔ (سورہ محمدؐ 47/11)

عمروعاص۔ ابو یقطان میں تو آپ کو گالیاں نہیں دیتا آپ کیوں گالیاں دے رہے ہیں؟

عمار۔ تم مجھے کون سی صحیح گالی دے سکتے ہو؟ کیا تم کہہ سکتے ہو کہ میں نے کبھی بھی خدا اور رسوؐل کی نافرمانی کی تھی؟

عمروعاص: ’’یہ نہ سہی دوسری برائیاں تو آپ میں ہیں‘‘

عمار۔ عزت دار وہی ہے جسے خدا عزت والا کرے۔ میں پہلے پست درجہ کا انسان تھا۔ خدا نے مجھے بلندی بخشی۔ پہلے میں غلام تھا۔ اس نے مجھے آزاد کیا۔ پہلے میں کمزور تھا اُس نے مجھے قوی کیا۔ پہلے محتاج تھا اب اس نے غنی کر دیا ہے۔

عمروعاص۔ اچھا قتل عثمان کے متعلق تمہارا کیا خیال ہے؟

عمار۔ اُسی نے تو تمہارے لئے ہر بُرائی کا دروازہ کھول دیا ہے۔

عمروعاص۔ تو علیؑ ہی نے عثمان کو قتل کیا ہے۔

عمار۔ اُس کے اعمال کی پاداش میں اللہ نے اُسے قتل کرایا ہے۔ (کتاب الصفین نصر بن مزاحم صفحہ 176۔ شرح ابن ابی الحدید جلد 2 صفحہ 273)

دونوں میں بات کافی بڑھ گئی تو شام والے اُٹھ کر چلے گئے۔ معاویہ نے روئیداد سن کر کہا کہ:

’’خدا کی قسم اگر یہ حبشی غلام (یعنی عمار) کی بات عام ہوگئی تو سارا عرب ہلاک ہو جائے گا۔

معاویہ نے صحیح کہا کہ عمار کی بات شامیوں میں پھیلتی چلی گئی اور بہت سے لوگ معاویہ کو چھوڑ کر حضرت علیؑ کی صفوں میں چلے آئے تھے۔ اور معاویہ کی ہمت ٹوٹتی جا رہی تھی۔ اس کا علاج سازش سے بھی نہ ہو سکا۔

افواج کو منظم کرنے کا مسلسل تذکرہ اور عمل۔

جس وقت عبید اللہ بن عمر بن خطاب اور ذوالکلاع قبیلہ حمیر کو لے کر حملہ آور ہوئے تھے۔ ہر ایک کو یقین تھا کہ انجام اُن ہی کے ہاتھوں میں ہے۔ اُن ہی کو کامیابی ہوگی۔ اور علیؑ کی فوجوں کو شکست، خوف، موت اور فرار کا سامنا کرنا پڑے گا۔ واقعی حضرت علیؑ کی افواج میں کھلبلی تھی، احساس شکست تھا۔ خوف وہراس آگ کی طرح پھیلتا جا رہا تھا۔ میمنہ میں قلب میں، ہراول دستہ میں بلکہ محاذ جنگ کے ہر ہر حصہ میں سوائے اتنی سی جگہ کے جہاں میسرہ میں ربیعہ والوں نے شامی افواج کو اُلجھا رکھا تھا، ہر جگہ ابتری تھی۔ واقعہ یہ ہے کہ قبیلہ ربیعہ نے اس محاذ کی اس طرح حفاظت کی تھی جیسے اپنے گھر کی حفاظت کی جاتی ہے۔ دوپہر سے حضرت علیؑ کی فوج میں تباہی مچی ہوئی تھی۔ لاتعداد سپاہی موت کے گھاٹ اُتر چکے تھے۔ مگر ربیعہ والوں نے بے خوف وہراس دشمن کے لشکر جرار کو روک رکھا تھا۔ عبید اللہ ابن عمر اور ذوالکلاع ایڑی چوٹی کا زور لگا رہے تھے اپنی افواج کی ہمت بڑھا رہے تھے۔ مگر ربیعہ والے ایک انچ آگے تو بڑھ جاتے تھے پیچھے نہ ہٹتے تھے۔ اُن کا ایک دستہ زخموں سے چور ہو کر گرتا تو غیر محسوس طریقہ پر دوسرا

Presented by Ziaraat.Com

دستہ جم کرلڑنے لگتا تھا۔آفتاب بلند ہونے سے لے کرغروب آفتاب تک ذوالکلاع اور عبیداللہ کی فوج برابر کوشش کررہی تھی کہ ربیعہ کوروندتی ہوئی اوپر سے گزرجائے۔مگر ربیعہ کی فوج ٹس سے مس نہ ہوتی تھی۔اُن کا ایک ایک آدمی دس دس کے مقابلے میں بھاری پڑرہا تھا۔اُن کا کوئی آدمی ایک لمحہ کے لئے بھی ہاتھ نہ روکتا تھا۔سانس لینے کے لئے بھی نہیں،نماز پڑھنے کے لئے بھی نہیں۔انہوں نے اشاروں سے نمازیں ادا کی تھیں۔پورے دن اُن کا ہراقدام امامؑ کی راہ میں اٹھااورکوئی تلوارایک لمحہ کے لئے بھی میان میں نہ گئی۔موت کا بازارگرم تھا۔صبح سے لے کردوپہرتک اوردوپہر سے لے کررات تک موت ربیعہ کے بہادروں کے سامنے ناچتی رہی۔مگر وہ موت سے ہراساں نہ تھے وہ موت کی طرف پیش قدمی کرتے مگر موت دشمن کے تیغ آزماؤں کوآجاتی۔ذوالکلاع اورعبیداللہ کی امیدیں رفتہ رفتہ مایوسی سے بدلنے لگی تھیں۔اُن کے یہ دشمن آدمی نہیں بھوت تھے کسی کوایک بار موت آتی ہے مگر یہ بار بار مرتے تھےاورپھرجی اُٹھتے تھے۔امیرالمومنین کے ایک سردارزیاد بن حفصہ دوڑکرقبیلہ عبدالقیس کی طرف گئے۔اور چلا کرکہا آج کے دن کے بعدقبیلہ بکر کا نام ونشان تک نہ رہے گا۔ذوالکلاع اورعبیداللہ بن عمر ربیعہ والوں کوختم کئے دے رہے ہیں۔جلدی خبرلوورنہ سب کے سب ہلاک ہوجائیں گے۔مگر یہ قبیلہ فنا ہونے والا نہ تھا زندگی بس اُسی کی ہے جوزندگی کوحق پرقربان کرنے میں دریغ نہ کرے۔ربیعہ والوں کاعزم وارادہ پختہ تر ہوتا گیا۔اُن کی ضدسخت تر ہوتی گئی۔وہ موت کے منہ میں پھاند پھاند پڑتے تھے۔اورموت اُنہیں اُگلنے لگی تھی۔شاید اُن کے خون اورگوشت کا ذائقہ موت کوپسند نہ تھا۔یا اُسے بدہضمی کا اندیشہ ہوگیا تھا۔جوں جوں وقت گزررہا تھا ربیعہ کے بہادروں کی ہمت وجرأت میں اضافہ ہورہا تھا اورشامی فوج سست پڑتی جارہی تھی۔فرزند عمر کا غرور خاک میں ملا جارہا تھا۔ذوالکلاع کی چابکدستی جواب دے رہی تھی اورمعاویہ کی کامیابی کا یقین دُھندلا رہا تھا۔مایوسی عروج کی طرف رواں دواں تھی۔رات آتے آتے توشامی افواج کے رگ وپے میں دہشت بیٹھ گئی تھی۔مرتضویؑ فوجیں سمٹ سمٹ کراپنی اپنی پوزیشن سنبھال رہی تھیں۔سپاہی پلٹ پلٹ کرصفوں میں اپنی اپنی جگہ لے رہے تھے۔پھروہی بکھری ہوئی صفیں سیسہ پلائی ہوئی دیواروں کی طرح بڑھ رہی تھیں۔ناقابل شکست وناقابل تسخیر سمجھنے میں حق بجانب تھیں۔صف بندی مکمل ہوتے ہی مالک اشتراوردوسرے سرداروں نے یک لخت دشمن افواج پرہلہ بول دیا۔اب اُن کا عالم ہی کچھ اورتھا۔گویادشمن کی افواج پرایک سیلاب موت بڑھتا جارہا تھا۔دشمن کی فوج میں ابتری پھیل گئی تھی۔

دشمن کی فوج گاجرمولی کی طرح کٹ رہی تھی۔جوٹھہرنے اورجمنے کی کوشش کرتا دوٹکڑے ہوکرگرتا۔آفتاب غروب ہواتومعاویہ کی فوجوں کا مقدربھی خون میں ڈوبتا نظرآرہا تھا۔یہی وقت تھاجب معاویہ نے منت مانی تھی کہ اگربس چلاتوربیعہ کے ایک ایک مردکوچن چن کرقتل کروں گا اُن کی عورتوں کوکنیزیں بناڈالوں گا''

معاویہ کی آنکھوں میں دنیا بھی اندھیرہوئی جارہی تھی۔جس ہوامیں وہ سانس لے رہا تھاوہ برچھی کی طرح کلیجے سے پارنکلی جارہی تھی۔ربیعہ والےاس کے گلے میں پھنسی ہوئی ہڈی بن کررہ گئے تھے۔انہوں نے اس کا سانس لینا بھی دُوبھرکردیا تھا۔وہ ایسی بلا کی طرح چمٹ گئے تھے جوپیچھا ہی نہیں چھوڑتی ہے۔ساری مرتضویؑ فوج کے قدم پیچھے ہٹےمگراُن کے قدم آگے ہی بڑھتے رہے۔وہ نہ صرف ثابت قدم رہے بلکہ دشمن کی پوری فوج کومنہ توڑ جواب جاری رکھا۔اُن کی قوت کوکمزورکرکے رکھ دیا۔اوراتنی دیرتک اُن کے مقابلے میں ڈٹے رہے کہ مالک اشتر نے بھاگی ہوئی افواج کی ہمت بندھائی۔انہیں ایک ایک کرکے جمع کیا۔اورسب کوجمع کرنے کے بعد مجموعی طاقت سے دشمن کی فوج پرٹوٹ پڑے۔معاویہ اپنے سفید قبے میں بیٹھے رہے۔انہیں لمحہ لمحہ کی خبریں ملتی رہیں۔اوراُن کے سارے خواب غلط ہوتے رہے۔ابن بدیل کا خون رائیگاں نہیں گیا۔

Presented by Ziaraat.Com

انہیں دم توڑے ہوئے مشکل سے دو گھنٹے ہوئے تھے کہ معاویہ کی افواج کے ہزاروں بہادر خاک وخون میں غلطاں پڑے تھے۔ معاویہ کی میسرہ والی فوج جس نے امیرالمومنین کے میمنہ کو پسپا ہونے پر مجبور کر دیا تھا اب بری طرح کٹ رہی تھی۔ پیدل فوج کے دستے اور سواروں کے رسالے بھاگ بھاگ کر جان بچا رہے تھے۔ کشتوں کے پشتے لگتے جارہے تھے۔ گھوڑوں کے بھاگنے اور گرنے سے ایک کہرام مچا ہوا تھا۔ الغیاث الغیاث اور المدد کی پکار بلند تھی۔ سرداروں کو کمک پہنچانے اور مقتولوں کی جگہ پُر کرنے کا نظام مفلوج ہو چکا تھا۔ مرتضوٰی فوج کے سردار مناسب دستوں کا گھیرا ڈال ڈال کر صفایا کر رہے تھے۔ قبیلہ ربیعہ کو قلب لشکر میں جا کر آرام کرنے اور ستانے اور کچھ دیر تلواروں کو نیام میں رکھنے کے لئے کہا گیا لیکن وہ برابر بڑھتے اور حملے کرتے اور دھاوے پر دھاوا بولتے رہے۔ وہ حضرت علی علیہ السلام سے دعائیں لینے اور اُنہیں خوش کرنے کی فکر میں تھے۔ حضرت علی علیہ السلام نے معاویہ کی افواج کو میدان سے ہٹتے دیکھا تو لڑائی بند کرنے کا حکم دے دیا۔ تلواریں رُک گئیں تین دن رات کے بعد اپنے خیموں میں پلٹ کر آئے۔

Presented by Ziaraat.Com

مفتی جعفر حسین: خطبہ نمبر: 105

علی نقی طہرانی: خطبہ نمبر: 106

خُطبہ ﴿39﴾

1۔عرب کے معزز اور بہادر کہلانے والے لوگوں کے ایک دستے کا جنگ صفین میں پسپا ہونا اور حضرت علی علیہ السلام کا اظہار تکلیف کرنا۔

2۔اسی دستے کا دوبارہ دشمن پر غالب آنا اور حضرت علی علیہ السلام کا اظہار مسرت فرمانا۔

3۔عارضی پسپائی بھی پسند نہیں تو مستقل شکست کیسے پسند آسکتی تھی؟

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

وَقَدۡ رَاَیۡتُ جَوۡلَتَکُمۡ ؛	1	یقیناً میں نے دیکھا کہ تم نے جنگ سے پیٹھ پھرالی تھی۔
وَانۡحِیَازَ کُمۡ عَنۡ صُفُوۡفِکُمۡ ؛	2	میں نے تمہیں اپنی صفوں سے بھاگتے ہوئے بھی دیکھا تھا۔
تَحُوۡزُکُمُ الۡجُفَاۃُ الطَّغَامُ ؛	3	تمہیں اوباش اور کمینہ لوگوں نے گھیر رکھا تھا۔
وَاَعۡرَابُ اَھۡلِ الشَّامِ ؛	4	ملک شام کے بدّو لوگوں نے تمہارے چھکے چھڑا دیئے تھے، اور تمہیں روندے ڈال رہے تھے۔
وَاَنۡتُمۡ لَھَامِیۡمُ الۡعَرَبِ ؛	5	اور کہنے کو تم جواں مردانِ عرب اور بہادر لوگ ہو۔
وَیَاٰفِیۡخُ الشَّرَفِ ؛	6	اور شرافت وعزت کے علم بردار ہو۔
وَالۡاَنۡفُ الۡمُقَدَّمُ؛	7	تم بڑی اونچی ناک والے اور بڑے نخرے والے لوگ ہو۔
وَالسَّنَامُ الۡاَعۡظَمُ ؛	8	تمہیں تو چوٹی کی بلندی والے عظیم لوگ سمجھا جاتا ہے۔
وَلَقَدۡ تَشۡفٰی وَحَاوِحَ صَدۡرِیۡ ؛	9	بہرحال تمہارے بھاگنے منہ موڑنے اور پسپا ہونے سے جو تکلیف میرے دل میں ہوئی تھی وہ اس وقت دور ہوئی،
اَنۡ رَاَیۡتُکُمۡ بِاَخَرَۃٍ تَحُوۡزُوۡنَھُمۡ کَمَا حَازُوۡکُمۡ؛	10	جب میں نے تمہیں دیکھا کہ تم آخر کار غالب آرہے ہو اور ان کمینہ فوجوں کو اسی طرح بھگا رہے ہو جیسے انہوں نے تمہیں گھیرے میں لیا تھا۔
وَتُزِیۡلُوۡنَھُمۡ عَنۡ مَوَاقِفِھِمۡ کَمَا اَزَالُوۡکُمۡ حَسًّا بِالنِّصَالِ ؛	11	تم نے بھی تیر بارانی سے انہیں ان کی جگہ سے اسی طرح اکھیڑ دیا جس طرح انہوں نے تمہیں تتر بتر کیا تھا۔
وَشَجۡرًا بِالرِّمَاحِ ؛	12	اور تم بھی نیزوں کے ایسے وار کر رہے تھے کہ وہ بدحواسی میں مبتلا ہو گئے تھے۔

Presented by Ziaraat.Com

تَرْکَبُ اُوْلَاهُمْ اُخْرَاهُمْ کَالْاِبِلِ الْهِيْمِ الْمَطْرُوْدَةِ ؛	13	ان کی اگلی صفیں پچھلی صفوں پر اس طرح گر رہی تھیں جیسے پیاسے اونٹوں کو حوضوں سے دور ہانک دینے پر۔
تُرْمٰی عَنْ حِيَاضِهَا ،	14	اور ان کو ان کے گھاٹ پر آنے سے روکنے پر، وہ اپنے
وَتُذَا دُعَنْ مَّوَارِدِهَا ؛	15	حوضوں پر پہنچنے میں جھپٹتے ہیں۔

تشریحات:

وہ ذات پاک جو کسی بات پر یا کسی اصول میں یا کسی جنگ و پیکار میں کبھی اور کسی حال میں شکست نہ کھائے وہ پسپائی کیسے برداشت کرے؟

خدائی راہنماؑ کی ذمہ داری یہ ہے کہ وہ ہدایات حاصل کرنے والوں کو ایسی ہدایات دے دے جن پر عمل کرنے والا کبھی ناکام نہ ہونے پائے۔ چنانچہ اس قریش زدہ اور سازشی تاریخ اور ریکارڈ میں بھی حضرت علی علیہ السلام وہ معصومؑ راہنما ہیں۔ جن کی ایک ہدایت بھی ایسی نہیں ہے جس پر عمل کرنے والا کوئی شخص اُس زمانہ میں یا اُس وقت سے لے کر آج چودہ سو سال میں ناکام ہوا ہو۔ چنانچہ سابقہ خطبہ (خطبہ 38، کے جملے 1 تا 20) میں آپؑ نے اپنے لشکر کے مجاہدین کو وہ تمام ہدایات دے دی تھیں جو جہاد میں کامیابی و کامرانی کی ضامن تھیں۔ لیکن اُن ہدایات اور جان بازی کے عملی مظاہروں کو دیکھتے ہوئے بھی مرتضوی لشکر ایک دفعہ بحیثیت مجموعی پسپا ہوا۔ اُس میں ابتری پھیلی، بھگدڑ مچی اور اُس کا میمنہ و میسرہ اور قلب بکھر کر رہ گیا۔ اسی پسپائی پر حضرت علی علیہ السلام نے اپنے خطبہ نمبر 39 میں اظہار خیال فرماتے ہوئے اپنی افواج سے کہا ہے کہ:

وَقَدْرَاَيْتُ جَوْلَتَكُمْ ؛	اور میں نے بلاشبہ یہ دیکھا کہ تم نے جنگ سے پیٹھ پھرا لی ہے۔
وَانْحِيَازَ كُمْ عَنْ صُفُوْفِكُمْ ؛	اور میں نے تمہیں اپنی صفوں سے بھاگتے ہوئے بھی دیکھا تھا۔
تَحُوْزُكُمُ الْجُفَاةُ الطَّغَامُ ؛	تمہیں اوباش اور کمینہ لوگوں نے گھیر رکھا تھا۔
وَاَعْرَابُ اَهْلِ الشَّامِ ؛	ملک شام کے بدو لوگوں نے تمہارے چھکے چھڑا دیئے تھے اور وہ تمہیں روندے ڈال رہے تھے۔

حضورؑ نے یہ بتایا ہے کہ گو میرا مقام قلب لشکر میں تھا مگر میں اپنی پوری فوج کے ہر فرد پر نظر رکھے ہوئے تھا اور فوج کی انفرادی اور اجتماعی نقل و حرکت میرے سامنے تھی مجھ سے نہ تمہارا جم کر لڑنا پوشیدہ ہے نہ تمہارا منہ پھرا کر جہاد سے بھاگنا چھپا رہا ہے۔ ساتھ ہی میں دیکھ رہا تھا کہ بڑے گھٹیا اور کمینہ لوگوں کے مقابلے میں بھی تم جم کر نہ لڑ سکے تمہیں شام کے گنواروں نے گھیر گھیر کر پیٹا، بھگایا اور تمہارے کس بل سب نکال کر رکھ دیئے۔

وَاَنْتُمْ لَهَامِيْمُ الْعَرَبِ ؛	حالانکہ تم لوگ عرب کے جوان و سردار شجاع مشہور ہو۔
وَيَافِيْخُ الشَّرَفِ ؛	اور شرافت و عزت کے علم بردار رہتے چلے آرہے ہو۔
وَالْاَنْفُ الْمُقَدَّمُ؛	تم بڑی اونچی ناک اور نخروں والے ہو۔
وَالسَّنَامُ الْاَعْظَمُ ؛۔	تم ہی تو چوٹی کی بلندی رکھنے والے عظیم الشان لوگ ہو۔ (خطبہ 39، جملے 1 تا 8)-

مطلب یہ کہ تم نے گھٹیا درجہ کے لوگوں کے سامنے سے بھاگ کر اپنی، اپنے خاندان کی اور سارے عرب کی ناک کٹوا دی ہے۔ اور عربوں کی غیرت و بہادری کے قصوں کو بکواس بنا کر رکھ دیا ہے۔ پھر فرمایا کہ:

Presented by Ziaraat.Com

وَلَقَدْ تَشْفٰی وَحَاوِحَ صَدْرِیْ ؛ اَنْ رَاَیْتُکُمْ بِاَخَرَةٍتَحُوزُونَھُمْ کَمَاحَازُوْکُمْ؛ وَتُزِیْلُوْنَھُمْ عَنْ مَوَاقِفِھِمْ کَمَا اَزَالُوْکُمْ حَسًّابِالنِّصَالِ ؛وَشَجْرًا بِالرِّمَاحِ ؛تَرْکَبُ اُوْلَاھُمْ اُخْرَاھُمْ کَالْاِبِلِ الْھِیْمِ الْمَطْرُوْدَةِ ؛تُرْمٰی عَنْ حِیَاضِھَا،وَتُذَادُعَنْ مَّوَارِدِھَا ؛(خطبہ 39، جملے 9 تا 15)۔

تمہارے بھاگنے اور نامردی دکھانے سے جو تکلیف میرے سینے میں پیدا ہوئی تھی وہ اُس وقت دور ہوگئی جب میں نے دیکھا کہ تم بھی آخر کار غالب آرہے ہو اور اُن کمینہ افواج کو اُسی طرح بھگا رہے ہو جیسے انہوں نے تمہیں گھیر کر بھگایا تھا اور تم بھی تیروں کی بارش سے انہیں اُن کی جگہوں سے اُسی طرح اُکھیڑ رہے ہو جس طرح اُنہوں نے ڈگمگایا تھا۔ اور تم بھی نیزوں کے ایسے حملے کر رہے تھے کہ جن سے وہ بدحواسی میں مبتلا ہوگئے تھے۔ اُن کی اگلی صفیں پچھلی صفوں پر اُسی طرح گر رہی تھیں جیسے پیاسے اونٹوں کو پانی کے حوضوں سے دُور ہانک دینے پر وہ بے چین ہو جاتے ہیں اور پھر اُن کو اُن کے گھاٹ پر آنے سے روکنے پر وہ ایک دوسرے پر گرتے ہیں۔

قارئین نے جنگ صفین کے دوران مرتضوی افواج کی پسپائی اور دوبارہ منظم ہو کر حملہ کرنا دیکھ لیا ہے۔ اس لئے آپ اُن جذبات واحساسات کا خوب اندازہ کر سکتے ہیں جو حضرت علی علیہ السلام پر گزر رہے تھے۔ بھاگ تو فوج رہی تھی لیکن شرمندگی حضورؑ کو تھی۔ ایک بے دین فوج کے سامنے سے دین دار فوج کا بھاگنا دین کو بھی شرمسار وسرنگوں کرتا ہے۔ بہرحال حضرت علیؑ کی قیادت میں لڑنے والی فوج کے لئے یہ عارضی اور ذرا دیر کی پسپائی بھی زیب نہیں دیتی۔ اور یہ صرف اس لئے کہ قیادت کرار اور غیر فرار اور مشکلکشاؑ کی ہے۔

2۔ یکم صفر سے صفین کی جنگ کو علامہ طٰہٰ حسین گھسیٹ کر آخری مرحلہ میں لے آنا چاہتے ہیں۔ کوتاہ آستینی ملاحظہ ہو۔

طٰہٰ حسین لکھتے ہیں کہ:

''محرم گزر جانے کے بعد جنگ بدستور جاری رہی۔ ایک ٹکڑی کے لئے دوسری ٹکڑی نکلتی، اور ایک قبیلے کے لئے دوسرا قبیلہ نکلتا۔ اور بعض اوقات تو ایک آدمی کے مقابلے میں دوسرا آدمی نکلتا۔ اور یہ لڑائی صرف تلوار کی لڑائی نہ تھی بلکہ اس میں زبان بھی چلتی تھی اور ''افسروں میں تو خط وکتابت کی جنگ بھی جاری تھی'' شام کو جب لڑائی بند ہوئی تو عربوں کی عادت کے مطابق قصہ گوئی شروع ہوتی، اشعار پڑھے جاتے، جدید اور قدیم عہد کے کارنامے دُہرائے جاتے اپنی یا حریف کی سرفروشی اور ثابت قدمی کا تذکرہ کیا جاتا۔ اسی طرح ماہ صفر کے ابتدائی دن گزر گئے۔ اور فریقین میں سے کوئی بھی اپنا مقصد حاصل نہ کر سکا۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ قوم اس تھوڑی تھوڑی اور رہ رہ کر شروع ہونے والی لڑائی سے اُکتا گئی تھی اور حضرت علی بھی اس طوالت سے اُکتا گئے، جو کسی کے لئے مفید نہ تھی۔ بلکہ اس سے فتنے کی رسی دراز ہو رہی تھی۔ اور برائی کی آگ پھیلتی جاتی تھی۔ لوگوں کے دلوں میں دشمنی اور کینے کے جذبات بڑھتے جا رہے تھے۔ آپؑ کے اور آپؑ کے ساتھیوں کے دن ایک ایسی لڑائی میں ضائع ہو رہے تھے۔ جو نہ پیچھے ہٹتی تھی نہ آگے بڑھتی تھی اور اتحاد واتفاق کی اُمیدیں غیر معلوم مدت کے لئے ٹلتی جا رہی تھیں۔ پس آپؑ نے ایک عام حملے کی تیاری کر دی۔ یہ دیکھ کر معاویہ نے بھی ایسا ہی کیا۔ چنانچہ دونوں لشکر دن بھر لڑتے رہے اور رات کا بھی ایک حصہ لڑائی میں گزرا۔ اور کسی کو کامیابی نہ ہوئی۔ دوسرے دن دن بھر شدید مقابلہ رہا۔ اور فریقین بری طرح لڑتے رہے جس میں حضرت علیؑ کے میمنہ میں ابتری اور تقریباً شکست کے آثار پیدا ہوگئے اور قلب سے متصل فوج کمزور ہوگئی۔ حضرت علیؑ میسرہ کی طرف متوجہ ہوئے جو ربیعہ پر مشتمل تھا۔ ربیعہ کے لوگوں نے اپنے آپ کو جان نثاری کیلئے پیش کر دیا۔ اُن میں سے ایک نے کہا کہ:

Presented by Ziaraat.Com

''ربیعہ کے لوگو! اگر ہماری موجودگی میں امیرالمومنین پر کوئی مصیبت آئی تو آج کے بعد عربوں میں تم اپنا کوئی عذر پیش نہ کرسکو گے'' چنانچہ ربیعہ نے موت کا عہدو پیمان کیا۔ اس کے بعد اشتر اوراُس کے ساتھیوں کی وجہ سے میمنہ مضبوط ہوگیا۔ اورحضرت علیؑ کا لشکر دوپہر سے پہلے منظّم ہوگیا۔ اب رات آگئی لیکن کچھ لوگ برابر لڑتے رہے اور باز نہیں آئے۔ یہاں تک کہ تیسرے دن کی صبح نمودار ہوئی اور معاویہ کی فوج میں ابتری اور کمزوری پیدا ہوگئی اوراُن کے آدمی فسطاط کے قریب پسپا ہوگئے۔ خود معاویہ بھاگنے کی فکر کرنے لگے۔ امن کے دنوں میں معاویہ اس واقعے کا تذکرہ کیا کرتے تھے۔ دن چڑھ گیا اورقوم جنگ میں مصروف تھی۔ نہ آرام کرتی تھی نہ آرام کرنے دیتی تھی۔ حضرت علیؑ کے ساتھی اپنی فتح کا یقین کرچکے تھے'' (کتاب علی صفحہ 135 تا 138)

اس کے بعد طٰہ صاحب نیزوں پر قرآن اُٹھوانے والے تھے کہ ہم نے ہاتھ روک لیا۔ یہ کہنے کے لئے کہ موڈرن زمانہ کے لوگ حضرت علی علیہ السلام کے صرف اتنے حالات لکھتے ہیں جتنے حالات کو بنیاد بنا کرانہیں اپنی باطل بحث چلانا ہوتی ہیں اوراُن حالات کو بھی اُس انداز سے لکھا کرتے ہیں جس سے انہیں اپنی بحث سے اپنا اُلو سیدھا کرنے کا موقع ملے۔ یعنی وہ حقائق کو دہنے بائیں کاٹتے اور چھوڑتے چلے جاتے ہیں تاکہ خلفائے ثلاثہ اینڈ کمپنی کی مذمت کم سے کم سامنے آسکے۔

3۔ قرآن کریم کی آڑ لینے سے پہلے پہلے وہ تفصیلات جنہیں اوروں نے چھوڑا اور ذاکر حسین جعفر نے اپنی تاریخ میں قلم بند کیا ہے

عبدالرحمٰن بن خالد بن ولید کا معمولی زخم پر رونا؟ ہم نے ابوبکر وعمر کی طرف سے خالد بن ولید اور مثنیٰ ایسے غارتگروں کی لوٹ مار اور قتل عام دکھایا تھا وہاں بھی ایسا محسوس ہونے لگتا ہے۔ جیسا کہ خالد ومثنیٰ وغیرہ ڈاکو کوئی بہادر لوگ ہوں گے۔ یہاں خالد کے بیٹے کی بہادری ملاحظہ ہو۔ لکھا ہے کہ:

''ایک دن عبدالرحمٰن بن خالد معاویہ کی طرف سے معرکہ میں آکر مبارز طلب ہوا۔ مالک اشتر مقابلہ پر آئے اور ایسی تلوار لگائی کہ خود کو کاٹ کر سر پر بیٹھی۔ عبدالرحمٰن بھاگا اور معاویہ سے آکر کہا کہ اب ہمیں عثمان کے خون کا بدلہ لینے کی طاقت نہیں رہی ہے۔ معاویہ نے کہا کہ بہت جلد لڑائی سے ملول ہوگئے۔ اور ایسے زخم سے ملول ہوتے ہو جو بچوں کے کھیل میں لگ جاتا ہے۔ عبدالرحمٰن نے کہا کہ آپ تو اطمینان سے سریرِ اقبال پر بیٹھے ہوئے سیر دیکھ رہے ہیں۔ اور ہم تلوار ونیزہ کی ضربوں میں گرفتار ہیں۔ آپ ہی ایک دفعہ میدان میں کیوں نہیں جاتے۔ معاویہ ہنسا اور مسلح ہوا، میدان میں آیا اور قبیلہ ہمدان سے مبارز طلب ہوا۔ سعید بن قیس ہمدانی نے گھوڑا ڈالا اور حملہ کیا معاویہ اس طرح بھاگا جیسے عقاب کے چنگل سے چڑیا بھاگتی ہے اور اپنے خیمہ میں گھس گیا۔ مارے خوف کے کسی سے بات نہ کرسکتا تھا۔ اُسی روز عبیداللہ بن عمر بن خطاب مالک اشتر کے مقابلے میں آیا مگر اشتر کو دیکھ کر کہا کہ اَے چچا مجھے معلوم نہ تھا کہ آپ نے مبارز طلب کیا ہے۔ مجھے واپسی کی اجازت دیجئے مالک نے کہا کہ اُلٹے پھرنے کی عار گوارا کرتے ہو؟ عبیداللہ نے کہا کہ: لوگوں کا یہ کہنا کہ 'فَرَّ جَزَاهُ اللّٰهُ'' (بھاگ گیا خدا اُسے جزا دے) اس سے بہتر ہے کہ لوگ کہیں 'قُتِلَ رَحِمَهُ اللّٰه' (قتل ہوگیا اللہ اُس پر رحمت کرے)''

مالک نے کہا اچھا واپس چلے جاؤ۔ واپس گیا تو معاویہ نے کہا کہ اَے عمر کے بیٹے تم کیوں ڈر گئے؟ اشتر میں اور تم میں کیا فرق ہے؟ عبیداللہ نے کہا کہ آپ ہی کیوں نہیں جاتے؟ اور سعید کے مقابلہ سے چڑیا کی طرح کیوں بھاگ آئے؟ معاویہ نے کہا کہ میں تو علیؑ کے مقابلہ میں بھی بھاگنے کے عیب کو پسند نہ کروں گا۔ اسی اثنا میں جناب امیرؑ کی آواز معاویہ اور عبیداللہ کے کانوں میں پہنچی کہ فرماتے ہیں ''اَے پسر ہند ناحق مسلمانوں کے خون کرتے ہو میدان میں آؤ کہ ہم تم دونوں بھگت لیں' معاویہ کا سانس بند ہوگیا۔ عبیداللہ نے کہا کہ اَے معاویہ لیجئے اب اپنی مردانگی دکھایئے۔ مگر

Presented by Ziaraat.Com

معاویہ منہ پر گوند لگائے چپکا بیٹھا رہا۔ ہر چند عبیداللہ نے بار بار کہا جواب نہ دیا۔اسی طرح عمرو بن العاص نے ترغیب دی اور طعن کیا مگر معاویہ نہ نکلا۔ جناب امیرؑ بھیس بدل کر میدان میں آئے اور مبارز طلب کیا۔عمرو عاص نے اُن حضرت کو نہ پہچانا۔ چند قدم آگے آیا۔ حضرتؑ اُس کے گرد پھرتے تھے اور پاس نہ جاتے تھے۔ یہاں تک کہ عمرو دلیر ہوکر صفِ لشکر سے دُور ہوگیا۔اور رجز پڑھنے لگا کہ اَے کشندگان عثمان میں تمہارے اعضا کو ریزہ ریزہ کروں گا۔اگر چہ ابوالحسن ہی کیوں نہ ہوں۔ جناب امیر نے بھی رجز پڑھا۔جب عمرو کو معلوم ہوا کہ علیؑ ہیں بھاگا حضرتؑ نے پیچھے سے گھوڑا دوڑا کر ایک نیزہ لگایا جو اس کی زرہ کے دامن پر لگا۔اور گھوڑے سے زمین پر گرا اور دونوں ٹانگیں اونچی کر دیں۔ چونکہ ازار پہنے ہوئے نہ تھا ننگا ہوگیا۔جناب امیر نے ہاتھ روک لیا اور فرمایا یا بن الباغیۃ جا کہ تو اپنی شرمگاہ کا آزاد کردہ غلام ہے۔جب عمرو نہایت شرمندگی کے عالم میں واپس آیا تو معاویہ نے طعن اور تعریض کی زبان کھولی اور عرصہ تک اُس سے مسخرہ پن کرتا رہا۔اس طرح ایک دن لشکر شام سے عثمان بن وائل جمیری میدان میں آیا اور عیاش بن ربیعہ کی تلوار سے مارا گیا۔اُس کے بعد اُس کا بھائی حمزہ میدان میں آیا تو علیؑ مرتضیٰؑ نے عیاش کا لباس پہن کر مقابلہ کیا اور ایک تلوار کے اشارے سے اس کا سر اُتار پھینکا۔اُس وقت عمرو بن عیش لخمی نے حمزہ کے قاتل کو عیاش سمجھ کر جناب امیرؑ پر حملہ کیا۔حضرت علیؑ نے اُسے ایسا دونیم کیا کہ اوپر کا آدھا زمین پر گرا اور نیچے کا آدھا زین پر رہا جب حیران کن صورت عمرو عاص نے دیکھی تو کہا کہ سوائے علیؑ بن ابی طالب کے اس قسم کی ضرب اور کوئی نہیں لگا سکتا۔معاویہ نے انکار کیا تو عمرو عاص نے کہا کہ تمام سپاہ کو یکبارگی حملہ کا حکم دے اگر یہ سوار حیدرؑ کرار ہوگا تو ہرگز نہ بھاگے گا۔اگر کوئی اور ہوگا بھاگ جائے گا۔جب تمام لشکر نے حملہ کیا تو حضرتؑ اُسی جگہ جم کر کھڑے رہے۔اور وہیں سے اپنی فوج کو یکبارگی حملہ کرنے کا حکم دیا۔اس روز تینتیس (33) تیغ آزما جناب امیر علیہ السلام کے ہاتھ سے قتل ہوئے۔اُسی روز دو آدمی بنی لخم کے معاویہ کی رشوت سے خوش ہوکر میدان میں آئے اور مقابلہ کے لئے عیاش کو طلب کیا حیدرؑ کرار عیاش کے گھوڑے پر سوار ہوکر اُسی کا جوشن پہن کر میدان میں آئے۔اُن میں سے ایک نے حضرتؑ پر حملہ کیا حضرتؑ نے اس کے کمر سے دوٹکڑے کرڈالے اور ایسی صفائی اور تیزی سے ہاتھ مارا کہ تھوڑی دیر تک گھوڑے سے نہ گرا اور لوگوں نے سمجھا کہ وار خالی گیا ہے۔جب گھوڑے نے حرکت کی تو آدھا آدھا دونوں طرف گر پڑا۔ایک دن شقران بن احمر نے جو عثمان کا غلام تھا میدان میں آکر کہا کہ میں سوائے علیؑ کے کسی سے نہ لڑوں گا اور بغیر اس کا سر لئے واپس نہ جاؤں گا۔جناب امیرؑ مقابلے میں آئے اُس کا بازو پکڑا اور زین سے اُٹھا کر زمین پر اس طرح پٹکا کہ چور چور ہوگیا۔پھر کریب بن ابرہہ میدان میں نکلا اُس نے جناب امیرؑ کے تین صحابیوں کو شہید کیا۔ایسا طاقتور تھا کہ نقش درہم چٹکی سے مل کر مٹا دیا کرتا تھا۔آخر جناب امیرؑ اُس کے مقابلے کو نکلے پہلے اُسے نصیحت کی۔کریب نے کہا کہ اس سے کیا ہوتا ہے میں اس تلوار سے تم جیسے بہت لوگ مار چکا ہوں۔یہ کہہ کر تلوار ماری حضرت علیؑ نے سپر پر روک کر ایسی تلوار ماری کہ کاٹتی ہوئی قربوس زین تک اُتر گئی۔اُسے قتل کر کے اپنی جگہ واپس آگئے (حبیب السیر ، روضۃ الصفا) مسلسل لکھا ہے کہ:

"جب کئی لڑائیاں ہوچکیں اور کئی نامی سردار طرفین کے مارے جاچکے تو معاویہ نے عبیداللہ ابن عمر بن خطاب سے کہا کہ اَے بھتیجے اب تم میدان میں جاؤ۔عبیداللہ مسلح ہوا۔ایک سرخ پگڑی سر پر رکھی۔اپنے باپ کی تلوار میان میں رکھی اور میدان میں آگئے۔حضرت علیؑ کی طرف سے عبداللہ سوار العبدی باہر نکلے اور ذرا دیر بعد عبیداللہ کو موت کے گھاٹ اُتار دیا۔اُس کے مارے جانے کے ساتھ ہی اصح بن ذی الجوشن کی ماتحتی میں ساٹھ پرچم معاویہ کے گرد ہوگئے۔دشمن کی یہ تیاری دیکھ کر مقدس عمار یاسر نے جن کی عمر اُس وقت بروایت مسعودی وابن اثیر ترانوے (93) سال کی تھی۔اور اتنے ضعیف تھے کہ حربہ اُن کے ہاتھ میں کانپتا تھا۔اپنے سپاہیوں کو مخاطب کیا اور بروایت ابن

Presented by Ziaraat.Com

خلدون فرمایا کہ ہمارے ساتھ اُن لوگوں پر حملہ کرو جو خون عثمان کے طالب ہیں۔اور اس ذریعہ سے اپنی دلی خواہشات کے مکر کو پھیلا رہے ہیں۔ بروایت ابن اثیر وغیرہ معاویہ کے نشان (پرچم) لشکر دکھا کر کہا کہ میں اِن ہی علموں سے تین مرتبہ اُحد و بدر و حنین میں رسولؐ اللہ کے ہمراہ ہو کر لڑا ہوں اور اب یہ چوتھی لڑائی ہے۔ آج آخری جنگ کا ارادہ ہے خواہ میں مارا جاؤں خواہ یہ قوم جنگ سے باز آجائے۔ جسے بہشت کی خواہش ہو وہ میرے ساتھ آئے۔ پھر اپنے رعشہ دار ہاتھوں سے حملہ کیا اور کہا کہ آج ہم تاویل قرآن کے لئے لڑ رہے ہیں۔ جیسا کہ رسولؐ اللہ کے زمانہ میں تنزیل قرآن کے لئے لڑتے تھے۔ کیوں کہ اَے اہل شام تم مسلمان ہو کر علیؑ کے حق کو نہیں مانتے۔ جس طرح حالت کفر میں نزول قرآن کا انکار کرتے تھے۔ غرض یہ متبرک بزرگ بھی اُٹھارہ (18) آدمیوں کو اہل شام والوں میں سے قتل کر کے شہید ہو گئے۔ اور اس طرح رسولؐ اللہ کی پیشن گوئی پوری ہوئی کہ بروایت بخاری و مسلم آنحضرتؐ نے فرمایا تھا کہ ''اَے عمار قریب ہے گروہ باغیہ تجھ کو قتل کرے گا۔ تو اُن کو جنت کی طرف دعوت کرے گا اور وہ تجھ کو دوزخ کی طرف بلائیں گے''۔

(ایس ذاکر حسین جعفر جلد سوم صفحہ 200 تا 202)

حضرت عمار یاسر رضی اللہ عنہ کی شہادت کے متعلق جنگ صفین کے بیان کے ساتھ ساتھ اور تفصیل بھی آنے والی ہے۔

Presented by Ziaraat.Com

مفتی جعفرحسین: خطبہ نمبر: 204

علی نقی طہرانی : خطبہ نمبر: 197

خُطبہ ﴿40﴾

1۔ مسلمانوں کو آپس میں گالیاں دینے سے منع فرمایا ہے اور جنگ صفین کے دشمنوں پر صحیح تنقید کا طریقہ سکھایا ہے۔

2۔ بلادلیل مذمت اشتعال پیدا کرتی ہے۔اور اشتعال نفرت کو جنم دیتا ہے۔اس لئے وہ کام اور تصورات بیان کرو جو مذموم ہیں سننے والے خود ہی مذمت اور لعنت کرنے لگیں گے۔

3۔ یہ بھی ایک طریقہ ہے کہ گمراہوں کے لئے راہ راست پر آجانے کی اللہ سے دعا کی جائے اور مواقع پیدا کردیئے جائیں ۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اِنِّیۡ اَکۡرَہُ لَکُمۡ اَنۡ تَکُوۡنُوۡا سَبَّابِیۡنَ ؛	1	میں یقیناً تمہارے لئے اس بات کو ناپسند کرتا ہوں کہ تم لوگ گالیاں بکنے والے بن کر رہ جاؤ۔
وَلٰکِنَّکُمۡ لَوۡ وَصَفۡتُمۡ اَعۡمَالَھُمۡ وَذَکَرۡتُمۡ حَالَھُمۡ کَانَ اَصۡوَبُ فِی الۡقَوۡلِ؛	2	ولیکن یہ چاہتا ہوں کہ تم ان کی بری صفات بری خصلتوں اور برے اعمال کا ذکر کیا کرو۔اور ان کی بری حالت صحیح صحیح بیان کیا کرو یہ طریقہ سننے والوں پر بہت صحیح اثر کرنے والا ہے۔
وَاَبۡلَغَ فِی الۡعُذۡرِ ؛	3	اور اس طرح تمہارا ان کو برا سمجھنا اور انہیں برا کہنا دل نشین عذر بن جائے گا۔
وَقُلۡتُمۡ مَکَانَ سَبِّکُمۡ اِیَّاھُمۡ ؛	4	اور ان کو گالیاں دینے کے بجائے تمہیں ان کے حق میں یہ بھی کہتے رہنا چاہئے کہ:
اَللّٰھُمَّ اَحۡقِنۡ دِمَآءَ نَا وَدِمَآءَ ھُمۡ ؛	5	یا اللہ تو ہمارا خون بھی محفوظ رکھ اور ان لوگوں کو بھی قتل ہونے سے بچنے کی توفیق عطا فرمادے۔
وَاَصۡلِحۡ ذَاتَ بَیۡنَنَا وَبَیۡنَھُمۡ ؛	6	اور تو ہمارے اور ان کے درمیان اصلاحات بہم پہنچادے۔
وَاھۡدِ ھِمۡ مِّنۡ ضَلَالَتِھِمۡ حَتّٰی یَعۡرِفَ الۡحَقَّ مَنۡ جَھِلَہٗ ؛	7	اور انہیں ان کی گمراہی سے نکال کر اس طرح ان سب کی ہدایت کردے کہ جو لوگ حق سے جاہل ہیں وہ حق کو پہچان سکیں۔
وَیَرۡعَوِیۡ عَنِ الۡغَیِّ وَالۡعُدۡوَانِ مَنۡ لَھِجَ بِہٖ ؛	8	اور جو لوگ گمراہی وسرکشی کا پرچار کررہے ہیں وہ باطل تبلیغ سے باز آجائیں۔

Presented by Ziaraat.Com

تشریحات:

حضرت علی علیہ السلام مسلمانوں کی کوئی ایسی بات برداشت نہ کرتے تھے جو ذرا بھی قرآن کریم یا فطرتِ انسانی کے خلاف ہوتی تھی۔

حضرت علی علیہ السلام بے دینی پھیلانے سے روکنے کے لئے قریش کے سامنے ایک بہت بڑی اور تکلیف دہ رکاوٹ تھے۔مشہور ہے کہ عائشہ نے حضرت علی علیہ السلام کی موت پر کہا تھا کہ: ''علیؑ مر گئے،عربوں کی ناک سے نکیل نکل گئی،اب وہ آزاد ہیں جو چاہیں کریں'' واقعی اُس کے بعد عربوں نے اور خود عائشہ نے جو چاہا کیا اور جو کچھ کیا وہ آج تک موجود ہے۔اور وہ اس سے زیادہ کچھ نہ کر سکتے تھے جو کچھ اللہ نے قرآن میں پہلے ہی ریکارڈ کر دیا تھا(فرقان 31-25/27)(انعام 6/66،بقرہ 205-2/204،محمدؐ 47/22)

یہ حقیقت بار بار اور طرح طرح سے سامنے آتی رہی ہے کہ قریش نے جو اسلام پبلک کے سامنے پیش کیا تھا اور جس خود ساختہ اسلام پر مسلمانوں کو چلایا اس میں چند ناموں اور چند لفظوں کے سوا کچھ باقی نہ رہا تھا جسے حقیقی اسلام یا تعلیماتِ قرآن کہا جا سکتا۔اور یہ بات بھی رسوؐل اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی حیات ہی میں قریشی صحابہ سے کہہ دی تھی اور پھر حضرت علی علیہ السلام نے دُہرا دی تھی کہ:

سَيَاتِى عَلَيْكُمْ زَمَانٌ لَا يَبْقٰى فِيْهِ مِنَ الْقُرْاٰنِ اِلَّا رَسْمُهٗ وَلَا مِنَ الْاِسْلَامِ اِلَّا اِسْمُهٗ۔الخ

''اے قریشی صحابہ عنقریب تم پر وہ زمانہ آنے والا ہے جب قرآن کی تعلیمات میں سے کچھ باقی نہ رہے گا الّا یہ کہ الفاظ ولب ولہجہ رہ جائیں گے اور اسلام میں سے بھی کچھ نہ بچے گا سوائے اس کے کہ نام لینے کے لئے لفظ اسلام رہ جائے گا''

یہ اور بہت سی احادیث ثابت کرتی ہیں کہ رسوؐل کے نام نہاد صحابہ کی زندگی میں وہ زمانہ آچکا تھا جب بلا تکلف احکامِ خداوندی کے خلاف عمل کیا جاتا تھا۔مثلاً اللہ نے منع کیا تھا کہ تم لوگ بتوں کو لیڈروں کو اور بت پرستوں کو یا لیڈر پرستوں کو گالیاں نہ دیا کرو(انعام 6/108)

مگر مسلمانوں کو اس میں ذرہ برابر تکلف نہ ہوتا تھا کہ وہ خود مسلمانوں کو گالیاں دیں۔مسلمانوں کو گالیوں سے روکنے کے لئے ہی یہ خطبہ(40)ارشاد فرمایا گیا تھا۔

2۔اصلاحِ انسانیت کی راہ میں ضد اور تعصب کو حارج نہیں ہونے دینا چاہئے۔حقائق واضح الفاظ میں بیان کرو تا کہ ہر شخص تمہارا ہم نوا ہو جائے۔

اندھے کو اندھا کہنا حقیقت کے خلاف نہیں مگر ضروری نہیں ہے کہ حق وحقیقت کو بلا وجہ کڑوا رہنے دیا جائے۔اگر لفظ اندھے کی جگہ کچھ اور کہہ کر کام چلتا ہو تو وہ لفظ کہنے میں تکلف نہ کرنا چاہئے اور اگر ایسے الفاظ موجود ہوں جن کو سن کر اندھے شخص پر زیادہ اچھا اور مفید اثر پڑنے کی امید ہو تو ڈکشنری تلاش کرنے سے بھی نہ چوکئے۔کسی کو گالیاں اس لئے دی جاتی ہیں کہ اس نے کوئی بہت بُرا کام کیا ہے لیکن گالیاں اُسے سنوار نہیں سکتیں۔مقصد تو یہ ہونا چاہئے کہ وہ شخص بُرا کام ترک کر دے اور کی ہوئی برائی کا تدارک کرے۔گالیاں سن کر تو اُسے غصہ آئے گا۔ضد پیدا ہوگی اور ہوسکتا ہے کہ وہ بھی ناکردہ گناہ تمہیں گالیاں دینا شروع کر دے اور اپنی برائی پر اور سختی سے قائم ہو جائے۔اِسی بُرائی کو دور کرنے کے لئے اللہ نے قریش سے کہا تھا کہ: وَلَا تَسُبُّوا الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ فَيَسُبُّوا اللّٰهَ عَدْوًا بِغَيْرِ عِلْمٍ كَذٰلِكَ زَيَّنَّا لِكُلِّ اُمَّةٍ عَمَلَهُمْ ثُمَّ اِلٰى رَبِّهِمْ مَّرْجِعُهُمْ فَيُنَبِّئُهُمْ بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ O(6/108)

Presented by Ziaraat.Com

''مسلمانوں تم ان لوگوں کوگالیاں نہ دیا کرو جو اللہ کے علاوہ اوروں سے بھی دعا کرتے ہیں ورنہ وہ لوگ ازراہِ دشمنی لاعلمی کی بناپراللہ کو گالیاں دینے لگیں گے۔بات وہی ہے کہ ہم نے ہرامت کواس کے اعمال سجا کر پسندیدہ بنا کردکھادیئے ہیں۔پھران تمام امتوں کواپنے رب کی طرف رجعت کرنا ہے۔چنانچہ ہم زمانۂ رجعت میں ان کوان کے عمل درآمد کی غیبی خبردیں گے''

قریش نے جہاں قرآن کے دیگراحکام پرعمل ترک کردیا تھاوہیں انہوں نے مندرجہ بالا آیت (6/108) کوبھی بالائے طاق رکھ دیا تھا اوریہ کام وہ مومنین بھی بےتکلف کیا کرتے تھے جوحضرت علی علیہ السلام کے جان نثارساتھی تھے۔وہ معاویہ اورمعاویہ کی پوری قوم کواس لئے گالیاں دیتے تھے کہ انہوں نے قرآن اورصاحبؐ قرآن سے روگردانی کرکےان کے خلاف برسرِ جنگ وپیکارہوئے تھے۔حضرت علیہ علیہ السلام چاہتے تھے کہ ان کے صحابہ اوران کی رعایاوہ تمام جذباتی طرزِعمل ترک کردے جس سے لوگوں میں اشتعال اورضد پیداہوتی ہواوروہ طرزِعمل اختیارکریں جس سے لوگوں میں حق اورحقدار سے محبت وہمدردری پیداہو۔جس سے لوگ حق کواختیارکریں اورباطل کوچھوڑدیں۔حضوؑرچاہتے تھے کہ معاویہ اور قریش کوگالیاں دینے اوران کی مذمت کرنے کے بجائے ان کے مذموم وخلافِ قرآن اعمال وعقائد بیان کئے جائیں۔آیات پڑھ کراللہ کے احکام لوگوں کوسنائے جائیں مثلاً اللہ نے فرمایاہے کہ:

فَوَيۡلٌ لِّلۡمُصَلِّيۡنَOالَّذِيۡنَ هُمۡ عَنۡ صَلَاتِهِمۡ سَاهُوۡنَOالَّذِيۡنَ هُمۡ يُرَآءُوۡنَ Oوَيَمۡنَعُوۡنَ الۡمَاعُوۡنَO(107/4-7ماعون)

''افسوس توان پابندِنمازلوگوں پرہے جواپنی نماز کے متعلقات کودورانِ نمازاورقبل وبعدنمازبھُلائے رکھتے ہیں جوضرورت مندوں کو ضرورت کی چیزدکھاتے رہتے ہیں اورجوضرورت کی عام چیزوں سے بھی لوگوں کومنع کردیتے ہیں''۔

یہ آیات سن کرمعاویہ اینڈ کمپنی کے اعمال واقدامات کوان آیات سے مطابق کرکے دکھاؤ مثلاً دریاکےکبھی کم نہ ہونے والے پانی کومسلمانوں پربند کرکےفوجیں تعینات کردینااورجنگ کے بغیرایک بوندبھی مسلمانوں کونہ دینا۔پھرحضرت علی علیہ السلام کاعمل پیش کردوکہ پانی کوسب کے لئے کھلا رکھا۔اورمعاویہ نے پھردھوکہ دے کرچھین لیااورعلیؑ نے پھرپانی کوعام کردیا۔

3۔حضرت علیؑ کے خاندان کےساتھ وہ تمام مظالم کئے گئے جواللہ نےمنع کئے تھےاورعلیؑ نےقریش کوجن سے بچایااورفوجوں کومنع کیا۔

جنگِ صفین کے دوران یہ معلوم ہوچکا کہ حضرت علی علیہ السلام نے معاویہ اوراس کی افواج پرانتقاماً بھی پانی بندنہ کیا۔یہ بھی معلوم ہواکہ حضرت علیؑ نے معاویہ اینڈ کمپنی کوگالیوں اورمذمت سے بچایا۔یہ بھی باربار دیکھا گیاکہ حضوؑرنے قیدیوں کو،ضعیفوں اوربچوں کوقتل کرنے سے منع کیا۔یہ بھی ہواکہ حضرت علیؑ نے اپنی افواج کولوگوں کے گھروں میں گھسنے سے روکا۔عورتوں کی بےحرمتی نہ ہونے دی مقتولوں کی بےحرمتی سے باز رکھا۔مغلوب افواج اوراقوام کولوٹنے کی اجازت نہ دی۔اس کے بعدقارئین کومعلوم ہے کہ حضرت علی علیہ السلام اوران کے خاندان پرنام بنام ہر مسجد سےروزانہ عموماًاورجمعہ کے دن خصوصاًپوری مملکت اسلامیہ میں لعنت اورسَبّ وشتم کیا جاتاتھااوریہ عمل درآمد 99 ننانوے سال تک برابرجاری رہا۔امام حسین علیہ السلام اوران کے تین سوانصاراوراھل حرم ننھے ننھے بچے تین روزکلیتاًاور 18 روزویسے پیاسے قتل کئے گئے۔اہل حرم کولوٹا گیا، قیدی بناکرایک سال قیدمیں رکھا۔یہ اورسیکڑوں مظالم کئے گئےاورمظالم کاوہ سلسلہ آج تک جاری ہے۔

Presented by Ziaraat.Com

مفتی جعفرحسین: خطبہ نمبر: 205

علی نقی طہرانی: خطبہ نمبر: 198

خُطبہ ﴿41﴾

1۔حضرت علی علیہ السلام حضراتِ حسنینؑ کے تحفظ کے ذمہ دار تھے۔تاکہ اللہ کا وعدہِ ذبحِ عظیم (الصّٰفّٰت 108۔107/37) پورا ہوسکے۔اور رسوؐل اللہ کو سِرّی وجہری شہادت کا درجہ مل جائے۔

2۔نسلِ رسوؐل کو قیامت تک جاری رکھنا بھی ان کے تحفظ کا متقاضی تھا اور یہ ذمہ داری روزِ ازل سے حضرت علیؑ کو سپرد تھی۔

3۔حسنینؑ سے متعلق باقی خدائی پروگرام کا مادی اور انسانی انتظام رکھنا بھی حضرت علی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے واضح فرمایا دیا ہے۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡم

اِمۡلِکُوۡا عَنِّیۡ ھٰذَا الۡغُلَامُ لَا یَھُدَّنِیۡ ؛	1	میری طرف سے اس لڑکے کی حفاظت کرنا ہر شخص کی ملکیت میں داخل ہے۔ ایسا نہ ہو کہ کہیں اس کی موت میرے اعضائے جسمانی کو منہدم کر ڈالے۔
فَاِنَّنِیۡ اَنۡفَسُ بِھٰذَیۡنِ (یَعۡنِی الۡحَسَنَ وَالۡحُسَیۡنَ عَلَیۡھِمَا السَّلَامِ)عَلَی الۡمَوۡتِ لِئَلَّا یَنۡقَطِعَ بِھِمَا نَسۡلُ رَسُوۡلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیۡہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم ؛	2	میں ان دونوں لڑکوں حسنؑ اور حسینؑ کو موت کے منہ تک بھیجنے میں حد بھر تک بخیل ہوں۔اس لئے کہ اس طرح رسوؐل اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نسل منقطع ہوجانے میں میری لاپرواہی ثابت ہوجائے گی۔جو مجھے منظور نہیں ہے۔

تشریحات: نسلِ رسوؐل ہی نسلِ ابراہیمؑ تھی جس کا تحفظ حضرت علیؑ کی ذمہ داری تھی،اللہ کے وعدہ کو پورا کرنے کا مادی انتظام۔

یہ یاد رکھنا چاہیئے کہ حضرت اسماعیل علیہ السلام کی قربانی اگر ہو جاتی تو حضرت محمد مصطفٰی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور ان کے آباؤ اجداد علیہم السلام کا مادی وجود اس دنیا میں ناممکن تھا۔لہٰذا نبوت محمدؐیہ اور ولایت علوؑیہ کو قائم کرنے کیلئے اللہ نے حضرت اسماعیلؑ کو زندہ رکھا تاکہ وہ پاک وپاکیزہ نسل چلے جس میں حضرت محمدؐ پیدا ہوں اور اس دنیا کو اپنے فیض سے مالا مال کریں۔یہ سب کچھ اس لئے اور اس طرح وجود میں آیا کہ اللہ نے اعلان فرمایا کہ:

اِنَّ ھٰذَا لَھُوَ الۡبَلٰٓؤُا الۡمُبِیۡنُ O وَفَدَیۡنٰہُ بِذِبۡحٍ عَظِیۡمٍ Oوَتَرَکۡنَا عَلَیۡہِ فِی الۡاٰخِرِیۡنَ Oسَلٰمٌ عَلٰٓی اِبۡرٰھِیۡمَ O کَذٰلِکَ نَجۡزِی الۡمُحۡسِنِیۡنَ O(الصّٰفّٰت 110-37/106)

’’یقیناً یہ تمہاری آزمائش بہت ہی کُھلی کُھلی اور دردناک آزمائش تھی۔اور ہم نے اسماعیلؑ کو ایک عظیم الشان قربانی وقوع میں لانے کے لئے محفوظ کرلیا۔اور مستقبل میں اُس قربانی کو آخری امت پر موقوف کر دیا تاکہ ابراہیمؑ پر آخری زمانوں تک سلام جاری رہے۔وہی طریقہ ہے جس کے مطابق ہم احسان پیشہ لوگوں کو جزا دیا کرتے ہیں‘‘۔

اس اعلان نے آخری اُمت میں ایک عظیم الشان قربانی تجویز کر کے حضرت اسماعیل علیہ السلام کو زندہ رکھا۔وہ زندہ رہے تو نسلِ اسماعیلؑ میں آنحضرتؐ کے آباؤ اجداد علیہم السلام پیدا ہوئے اور حضوؐر نے مادی وجود اختیار کیا اُدھر حضرت علی علیہ السلام حضرت ابوطالب علیہ السلام سے پیدا ہوئے۔یوں

Presented by Ziaraat.Com

سلسلہ امامت ونبوت مکمل صورت اختیار کر گیا۔مگر ابھی وہ وجود ذی جُود عالم وجود میں آنا تھا جس نے حضرت اسماعیلؑ کو بچایا اور سلسلہ امامت ونبوت و رسالت کو محمدؐ و علیؑ تک پہنچایا۔آنحضرتؐ کو اولادِ نرینہ کی جگہ حضرت فاطمہؑ دی گئیں اور جن کو حضرت علی علیہ السلام کی زوجیت میں دیا گیا اور یوں سلسلہِ امامت قیامت تک محیط ہو گیا اور وہ عظیم الشان قربانی امام حسین علیہ الصلوٰۃ والسلام کی صورت میں سامنے آ گئی۔آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نسل کا تحفظ کرنا حضرت علی علیہ السلام کی ذمہ داری تھی۔اسی ذمہ داری کے ہم پلہ ذمہ داری قرآن کریم کا تحفظ تھا۔اور یہ دونوں ذمہ داریاں حدیث کی رُو سے بھی حضرت علیؑ پر عائد ہوتی تھیں۔رسوؐل اللہ نے فرمایا تھا کہ:۔اِنِّی تَارِکٌ فِیْکُمُ الثَّقَلَیْنِ کِتَابَ اللّٰہِ وَ عِتْرَتِیْ اَھْلَبَیْتِی۔ الخ

’’میں تمہارے اندر دو مرکزی قوتیں چھوڑے جا رہا ہوں ایک اللہ کی کتاب ہے اور دوسری میری عترت اہل بیتؑ ہے۔اگر تم نے ان دونوں سے رابطہ ورشتہ مرکزیت رکھا تو تم کبھی ہرگز گمراہ نہ ہو گے اور یہ دونوں کبھی ایک دوسرے سے جدا نہ ہوں گے یہاں تک کہ حوضِ کوثر پر بھی اکٹھے ہی میرے پاس پہنچیں گے‘‘

یعنی قرآن اور اہل بیتؑ یا دونوں مرکزی قوتیں (ثقلین) ساتھ ساتھ رکھتے ہوئے امت کے درمیان چھوڑنا اور قیامت تک مسلسل برقرار رہنے کا انتظام کرنا حضرت علی علیہ السلام کی ذمہ داری تھی اِن دونوں کو برقرار رکھنے اور دونوں کو صحیح وسلامت اُمت میں چھوڑنے پر فخر فرمایا ہے۔

سنئے ارشاد ہے کہ: وَاعْذِرُوْا مَنْ لَّا حُجَّۃَ لَکُمْ عَلَیْہِ وَاَنَا ھُوَ؛اَلَمْ اَعْمَلْ فِیْکُمْ بِالثَّقَلِ الْاَکْبَرِ، وَاَتْرُکْ فِیْکُمُ الثَّقَلَ الْاَصْغَرَ،وَرَکَزْتُ فِیْکُمْ رَایَۃَ الْاِیْمَانِ (مفتی خطبہ 85،فیض الاسلام خطبہ86)

’’اور وہ ہستی جس نے تم پر حجت قائم کر دی ہے اور جس پر تمہاری کوئی بھی حجت قائم نہ ہوسکی وہ میں ہی تو ہوں۔کیا میں نے تمہاری پیدا کردہ تمام دقتوں کے باوجود ثقل اکبر یعنی قرآن کے عین مطابق عمل کر کے نہیں دکھایا ہے اور کیا میں نے تمہارے اندر ثقلِ اصغر یعنی حسنینؑ کو صحیح وسالم نہیں چھوڑا ہے؟اور کیا میں نے تمہارے درمیان ایمان کا پرچم نہیں گاڑ دیا ہے؟(الخ۔وغیرہ وغیرہ)

یہ دونوں ذمہ داریاں پورا کرنے میں حضرت علیؑ کو کتنی دقتیں پیش آئیں؟ان کا صحیح علم اُسی شخص کو ہوگا جو یہ کتاب ’’بیان الامامۃ‘‘ از اول تا آخر پڑھے گا۔بہرحال اس زیرِ قلم خطبے میں حضور علیہ السلام حضرت حسنین علیہما السلام کو محفوظ رکھنے کی تاکید اور وجوہات بیان فرماتے ہیں کہ:

1۔اِمْلِکُوْا عَنِّی ھٰذَا الْغُلَامَ لَا یَھُدَّ نِی ۔2۔فَاِنَّنِیْ اَنْفَسُ بِھٰذَیْنِ (یعنی اَلْحَسَنَ وَالْحُسَیْنَ عَلَیْھِمَا السَّلَام) عَلَی الْمَوْتِ لِئَلَّا یَنْقَطِعَ بِھِمَا نَسْلُ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم۔

’’میری طرف سے اس لڑکے کی حفاظت کا ہر شخص مالک بن جائے یعنی ہر شخص اس کی حفاظت اپنی ذاتی ملکیت کی طرح کرے۔ایسا نہ ہو کہ کہیں اس کی موت میرے اعضائے جسمانی کو منہدم کر ڈالے۔میں ان دونوں لڑکوں حسنؑ اور حسینؑ کو موت کے منہ تک بھیجنے میں حد بھر کنجوس ہوں۔اس لئے کہ اس طرح نہ کرنے سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نسل منقطع ہو جانے میں میری لاپرواہی ثابت ہو جائے گی (جو مجھے منظور نہیں ہے)‘‘

یوں حضور علیہ السلام نے ثقلِ اکبر اور ثقلِ اصغر یعنی ثقلین کی دن رات حفاظت کی اور اس حفاظت پر فخر فرمایا ہے۔جنگ صفین کے ہنگاموں اور معرکوں میں بہت سے ایسے مواقع آئے جہاں حسنین علیہما السلام اپنے والد بزرگوار کی نظر بچا کر دشمن کی افواج میں ڈوب سکتے تھے۔اس لئے حضرت علیؑ نے اپنی ساری فوج کو ان کا خیال رکھنے اور حفاظت کرنے پر متعین کر دیا تھا۔اس کے باوجود وہ حضراتؑ مناسب مواقع پر حملے کرتے رہتے تھے لیکن جان نثار مومنین انہیں خطرہ کی حدود تک نہ جانے دیتے تھے۔

Presented by Ziaraat.Com

مفتی جعفرحسین: خطبہ نمبر: 121
علی نقی طہرانی: خطبہ نمبر: 122

خُطبہ ﴿42﴾

1۔دوران جہاد بہادروں کا فریضہ ہے کہ اپنے کمزور ساتھیوں کی حفاظت اور مدد کریں اور انہیں کمزوری کا احساس نہ ہونے دیں۔ 2۔بستر پر لیٹ کر مرنا بڑی گھٹیا درجہ کی اور عام موت ہے۔3۔ ہر قسم کی توہین اور طعنہ سے ارفع و اعلیٰ رہنا چاہئے۔ 4۔جہاد میں فداکاری نجات کی ضامن اور درجات کی بلندی کے لئے سند ہے۔5۔موت سے بچنے کی کوئی صورت تمہارے ہاتھ میں نہیں ہے۔6۔جنگ کی شدت کے وقت سکون و وقار برقرار رکھو۔7۔حق کو غالب کرنے میں کوتاہی جائز نہیں ہے۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡم

وَاَیُّ امْرِیٍ مِنۡکُمۡ اَحَسَّ مِنۡ نَّفۡسِہٖ رَبَاطَةَ جَاشٍ عِنۡدَ اللِّقَآءِ ؛	1	اورتم میں سے جو شخص بھی جنگ کے دوران اپنے دل میں جوش و ہمت اور بہادری کا غلبہ محسوس کررہا ہو۔
وَرَاٰیَ مِنۡ اَحَدٍ مِّنۡ اِخۡوَانِہٖ فَشَلاً ؛	2	اور اپنے کسی ساتھی کو کمزور پڑتا ہوا دیکھے تو،
فَلۡیَذۡبَّ عَنۡ اَخِیۡہِ بِفَضۡلِ نَجۡدَتِہِ الَّتِیۡ فُضِّلَ بِھَاعَلَیۡہِ ؛	3	اسے چاہئے کہ وہ اپنی قوت اور شجاعت کی برتری کو اس کی مدد اور اس کے دفاع پر صرف کرے جو اسے خدا کے فضل سے ملی ہوئی ہے۔اور اُس کا اُسی طرح تحفظ اور دفاع کرے جسے کم قوت ملی ہے،
کَمَایَذُبُّ عَنۡ نَّفۡسِہٖ ؛	4	جیسا کہ وہ خود اپنا تحفظ اور دفاع کرتا ہے۔
فَلَوۡ شَآءَ اللّٰہُ لَجَعَلَہٗ مِثۡلَہٗ؛	5	اگر اللہ چاہتا تو اسے بھی اس کے کمزور ساتھی کی مانند کمزور کردیتا۔
اِنَّ الۡمَوۡتَ طَالِبٌ حَثِیۡثٌ ؛	6	یقیناً موت ایسی طلب گار ہے کہ اپنے مطلوب کو جلدی سے تلاش کرلیتی ہے۔
لَایَفُوۡتُہُ الۡمُقِیۡمُ ؛	7	نہ تو اس سے جم کرلڑنے والا بچ سکتا ہے۔
وَلَایُعۡجِزُہُ الۡھَارِبُ ؛	8	اور نہ جہاد سے بھاگ جانے والا موت کو مجبور کرسکتا ہے۔
اِنَّ اَکۡرَمَ الۡمَوۡتِ الۡقَتۡلُ ؛	9	بلاشبہ راہِ خدا میں قتل ہونا بڑی عزت کی موت ہوتی ہے۔
وَالَّذِیۡ نَفۡسُ ابۡنِ اَبِیۡ طَالِبٍؑ بِیَدِہٖ لَاَلۡفُ ضَرۡبَةٍ بِالسَّیۡفِ اَھۡوَنُ عَلَیَّ مِنۡ مَیۡتَةٍ عَلَی الۡفِرَاشِ فِیۡ غَیۡرِ طَاعَةِ اللّٰہِ؛	10	اور اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں ابوطالبؑ کے بیٹے کی جان ہے کہ مجھے بستر پر لیٹ کر مرجانے والے اس شخص سے تلوار کی ہزار ضربیں کھا کر مرنا بہت آسان ہے جو اطاعت خداوندی کرتے کرتے نہ مرا ہو۔

Presented by Ziaraat.Com

وَ كَاَنِّیْ اَنظُرُ اِلَيْكُمْ تَكِشُّوْنَ كَشِيْشَ الضِّبَابِ ؛	11	میں تمہیں ایسی حالت میں دیکھ رہا ہوں گویا تم لوگ محاذِ جنگ کی شدت کے وقت ایسی کرب انگیز آوازیں نکال رہے ہو جیسے گوہ کے ہجوم میں انکی بدن کی رگڑ سے پیدا ہوتی ہے۔
لَا تَأْخُذُوْنَ حَقًّا وَ لَا تَمْنَعُوْنَ ضَيْمًا ؛	12	نہ تم حق کو غلبہ دلاتے ہو نہ ہی اسلام کی توہین کا دفاع کرتے ہو۔
قَدْخُلِّيْتُمْ وَالطَّرِيْقَ ؛	13	ایسا یقین ہوتا ہے گویا تمہیں بے راہ روی کے لئے آزاد چھوڑ دیا گیا ہے۔
فَالنَّجَاةُ لِلْمُقْتَحِمِ ؛	14	نجات جہاد میں کودنے والے کے لئے ہے۔
وَالْهَلَكَةُ لِلْمُتَلَوِّمِ ؛	15	اور ہلاکت ڈانواڈول لوگوں کے لئے ہے۔

تشریحات:

جنگ صفین کی پسپائی کے وجوہ اور تدارک پر ہدایات، دورانِ جنگ مجاہدوں کی ذمہ داری، بستر مرگ اور میدان جنگ، جہاد نجات ہے

قارئین نے دیکھا کہ حضرت علی علیہ السلام نے جنگ صفین کی پسپائی میں اپنی افواج کے تمام حصوں اور دستوں پر نگاہ رکھی تھی (خطبہ 39) اور افواج کی حالت بیان فرما دی تھی۔ یہاں اس خطبے میں بھی حضورؑ جنگ سے متعلق ہدایات دے رہے ہیں اور پسپائی کو روکنے کے لئے اپنی سپاہ کو بتاتے ہیں کہ تم میں نہ تو سب طاقت ور ہوتے ہیں اور نہ ہی سب ضعیف و ناتوان و کمزور ہوتے ہیں۔ نہ سب کے دلوں میں جنگ و تیغ آزمائی کی امنگ ہوتی ہے۔ لہٰذا یہ فیصلہ کرنا کہ کون طاقتور، کمزور یا امنگ سے بھرپور ہے تمہارا اپنا انفرادی کام ہے میں تو اس قدر کہوں گا۔

وَاَیُّ امْرِیٍٔ مِنكُمْ اَحَسَّ مِنْ نَّفْسِهٖ رَبَاطَةَ جَاشٍ عِنْدَ اللِّقَآءِ ؛وَرَاٰى مِنْ اَحَدٍ مِّنْ اِخْوَانِهٖ فَشَلًا ،فَلْيَذُبَّ عَنْ اَخِيْهِ بِفَضْلِ نَجْدَتِهِ الَّتِیْ فُضِّلَ بِهَا عَلَيْهِ ؛ كَمَايَذُبُّ عَنْ نَّفْسِهٖ ،فَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ لَجَعَلَهٗ مِثْلَهٗ؛.

اور تم میں سے جو شخص بھی جنگ کے دوران اپنے دل میں جوش و ہمت اور بہادری کا غلبہ محسوس کر رہا ہو۔ اور اپنے کسی ساتھی کو کمزور پڑتا ہوا دیکھے تو، اسے چاہئے کہ وہ اپنی قوت اور شجاعت کی برتری کو اس کی مدد اور اس کے دفاع پر صرف کرے جو اسے خدا کے فضل سے ملی ہوئی ہے۔ اور اُس کا اُسی طرح تحفظ اور دفاع کرے جسے کم قوت ملی ہے، جیسا کہ وہ خود اپنا تحفظ اور دفاع کرتا ہے۔ اگر اللہ چاہتا تو اسے بھی اس کے کمزور ساتھی کی مانند کمزور کر دیتا۔

ظاہر ہے کہ کمزوری اور بے بسی ہی وہ چیز ہے جو کسی انسان کو میدان جنگ سے فرار پر مجبور کرتی ہے کمزوری یوں بھی پیدا ہوتی ہے کہ ایک شخص پر تین اشخاص حملہ کر دیں تو وہ تنہا شخص ان کے مقابلے میں کمزوری محسوس کرے گا۔ لیکن اگر حضرت علی علیہ السلام کی ہدایات کا خیال رکھا جائے گا تو اپنے دہنے بائیں والوں پر نظر بھی رکھنا ہوگی اور ضرورت کے وقت کمزوروں کو بچانا بھی ہوگا۔ اور جب ہر شخص یہ دیکھے گا کہ اس کے مشکل وقت پر اس کے ساتھی مدد کریں گے تو پسپائی ممکن ہی نہ رہے گی۔ لہٰذا حضورؑ نے پوری فوج کو ایک تنِ واحد کی طرح جنگ کرنے کا سبق دیا ہے۔ اس کے بعد حضورؑ نے اپنے خطبے میں موت کا تذکرہ اور اس کی پوزیشن بیان فرمائی ہے۔ درحقیقت زندگی ہی انسان کی سب سے قیمتی چیز سمجھی جاتی ہے اور واقعی قیمتی ہوتی بھی ہے۔ جنگ میں پسپائی کا انتہائی مقصد عموماً جان بچانا ہی ہوتا ہے۔ کہا گیا ہے کہ ''جان ہے تو جہان ہے'' عبادت اور اطاعتِ خدا اور رسولؐ

Presented by Ziaraat.Com

بھی زندگی ہی میں ممکن ہے۔ اگر آدمی زندہ نہیں تو نہ عبادت اور اطاعت کر سکتا ہے نہ دنیا کی دوسری ذمہ داریوں کو پورا کر سکتا ہے۔ یعنی زندگی وہ سب سے بڑا بہانہ، عذر اور ضرورت ہے جس کی بنا پر لوگ جنگ سے فرار کر جاتے ہیں۔ لہٰذا ایسے تمام انسانوں کو بتایا گیا ہے کہ:۔

اِنَّ الْمَوْتَ طَالِبٌ حَثِيْثٌ ؛لَا يَفُوْتُهُ الْمُقِيْمُ ؛وَلَا يُعْجِزُهُ الْهَارِبُ؛

یقیناً موت ایسی طلب گار ہے کہ اپنے مطلوب کو جلدی سے تلاش کر لیتی ہے۔ نہ تو اس سے جم کر لڑنے والا بچ سکتا ہے۔ اور نہ جہاد سے بھاگ جانے والا موت کو مجبور کر سکتا ہے۔ (خطبہ 42، جملے 6 تا 8)

یعنی دونوں نے اور سب نے بہر حال موت سے دوچار ہونا ہے اس سے بچنے کے لئے راہِ فرار اختیار کرنا فضول ہے۔ دیکھنا یہ ہوگا کہ جب موت آنا ہی ہے تو اچھی اور مفید موت کون سی ہے؟

حضورؑ بتاتے ہیں کہ:۔ اِنَّ اَكْرَمَ الْمَوْتِ الْقَتْلُ ؛ ''بلاشبہ سب سے عزت دار و مفید موت قتل ہو کر مرنا ہے۔

مطلب یہ ہے کہ جہاد میں قتل ہو کر اللہ کو جان دینا۔ یعنی اللہ کی عطا کردہ زندگی اللہ ہی کی راہ میں اللہ کے حوالے کرنا۔ خود بھی ایک پسندیدہ بات ہے اور یقیناً ایسی موت کو عزت و اکرام کی موت کہنا بجا ہے۔ پھر حضرت علی علیہ السلام تو یہ بھی فرماتے ہیں ہے کہ:۔

وَالَّذِیْ نَفْسُ ابْنِ اَبِیْ طَالِبٍ بِيَدِهٖ لَاَلْفُ ضَرْبَةٍ بِالسَّيْفِ اَهْوَنُ عَلَىَّ مِنْ مَيْتَةٍ عَلَى الْفِرَاشِ فِیْ غَيْرِ طَاعَةِ اللّٰهِ؛

اور اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں ابوطالبؑ کے بیٹے کی جان ہے کہ مجھے بستر پر لیٹ کر مر جانے والے اس شخص سے تلوار کی ہزار ضربیں کھا کر مرنا بہت آسان ہے جو اطاعت خداوندی کرتے کرتے نہ مرا ہو۔

بات صاف ہے کہ ایسے شخص کے لئے بستر پر لیٹ کر مرنا پسندیدہ موت نہیں ہو سکتی جس نے اپنی جان و مال و اولاد خدا کی راہ میں صرف کرنا طے کر رکھا ہو۔ اور سب کچھ خدا کو فروخت کر چکنے کا دعویٰ بھی کرتا ہو۔ اور پھر بھی میدان جہاد سے بچنے اور بستر پر مرنے کا بندوبست کرے۔

اس بیان کے بعد خطبے میں ان لوگوں کو مخاطب فرمایا ہے جو دورانِ جنگ گھٹی ہوئی آوازیں نکالتے اور پست ہمتی کا مظاہرہ کرتے تھے۔

اُن سے کہا گیا کہ: وَكَاَنِّیْ اَنْظُرُ اِلَيْكُمْ تَكِشُّوْنَ كَشِيْشَ الضِّبَابِ ؛لَا تَاْخُذُوْنَ حَقًّا وَ لَا تَمْنَعُوْنَ ضَيْمًا ؛ قَدْ خُلِّيْتُمْ وَالطَّرِيْقَ ؛ فَالنَّجَاةُ لِلْمُقْتَحِمِ ؛وَالْهَلَكَةُ لِلْمُتَلَوِّمِ ؛

''میں تو تمہیں ایسی حالت میں دیکھ رہا ہوں گویا تم لوگ محاذِ جنگ کی شدت کے وقت ایسی کرب انگیز آوازیں نکال رہے تھے جیسے گوہ کے ہجوم میں ان کے بدن کی رگڑ سے پیدا ہوتی ہے۔ نہ تم حق کو غلبہ دلاتے ہو اور نہ ہی اسلام کی توہین ہونے سے روکتے ہو۔ ایسا یقین ہوتا ہے گویا تمہیں بے راہ روی کے لئے آزاد چھوڑ دیا گیا ہے۔ نجات جہاد میں کودنے والے کے لئے ہے۔ اور ہلاکت ڈانواڈول لوگوں کے لئے ہے۔''

یہ وہ گروہ تھا جو حضرت علی علیہ السلام کو ابوبکر و عمر و عثمان کی طرح کا ایک خلیفہ یعنی چوتھے نمبر کا خلیفہ مانتے تھے اور یہ نہ سمجھتے تھے کہ آنحضرتؐ من جانبِ خدا خلیفہ ہیں نہ اُنہیںؑ معصوم اور غلطیوں سے مُنزّہ سمجھتے تھے۔ یہی وہ لوگ تھے جن کے نزدیک خلیفہ ایک مجتہد سے زیادہ نہیں ہوتا اور یہ کہ خلفا سے غلطیاں بھی ہوتی رہتی ہیں۔

Presented by Ziaraat.Com

مفتی جعفر حسین: خطبہ نمبر: 122

علی نقی طہرانی: خطبہ نمبر: 124

خُطبہ ﴿43﴾

1۔جنگ کے اطوار اور ایسے اقدامات جن سے ہمت میں بلندی اور دشمن میں احساس ناکامی وقوع میں آئے۔2۔لشکر کے پرچموں کا تحفظ و احترام کیسے اور کیوں کیا جانا چاہئے؟3۔اپنے ساتھیوں کی مدد اور تحفظ خود اپنی کامیابی کا ضامن ہے۔4۔جہاد سے فرار نہ موت سے فرار ہے اور نہ آخرت سے فرار ہے۔5۔جنت نیزوں کی بھال کے نیچے رہتی ہے۔6۔جنگ میں مقابلہ کرنے کا اتنا ہی شوق ہے جتنا اپنے گھر جانے کا شوق۔7۔حق کو ٹھکرانے والوں کے ساتھ طریق کار۔8۔قریش کو کیسے سلوک کی ضرورت تھی؟ تابڑ توڑ اور تباہ کن لگاتار حملے،فوجوں کی مسلسل یلغار، ہاتھوں، پاؤں اور سروں کے انبار،سبزہ زار اور چراگاہیں اُجاڑ 9۔اللہ سے باطل پرستوں کے لئے بددعا۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

فَقَدِّمُوا الدَّارِعَ ؛	1	زرہ پوش مجاہدوں کو آگے رکھا کرو۔
وَاَخِّرُوا الْحَاسِرَ ؛	2	زرہ سے محروم لوگوں کو پیچھے رکھا کرو۔
وَعَضُّوا عَلَى الْاَضْرَاسِ ؛	3	دانتوں کو بھینچ کر رکھا کرو۔
فَاِنَّهٗ اَنْبٰى لِلسُّيُوْفِ عَنِ الْهَامِ ؛	4	یقیناً دت کیڑی بند ہو تو تلوار کھوپڑی سے پھسل جایا کرتی ہے۔
وَالْتَوُوْا فِيْ اَطْرَافِ الرِّمَاحِ ؛	5	اور نیزوں کے آنے والے وار کو پہلو بدل کر خالی نکال دیا کرو۔
فَاِنَّهٗ اَمْوَرُ لِلْاَسِنَّةِ ؛	6	یقیناً خالی دینے اور پہلو بدل لینے سے حملہ آور کا اور بھال کا رخ بدل جاتا ہے
وَغُضُّوا الْاَبْصَارَ ؛	7	آنکھوں کو جھکا کر قریب والوں کو نظر میں رکھا کرو۔
فَاِنَّهٗ اَرْبَطُ لِلْجَاشِ ؛	8	یقیناً اس طرح حوصلہ اور توجہ مربوط و مجتمع رہا کرتے ہیں۔
وَاَسْكَنُ لِلْقُلُوْبِ ؛	9	اور دلوں میں سکون و اطمینان برقرار رہا کرتے ہیں۔
وَاَمِيْتُوا الْاَصْوَاتَ ؛	10	آوازوں کو دبائے رکھنا چاہیے۔
فَاِنَّهٗ اَطْرَدُ لِلْفَشَلِ ؛	11	یقیناً خاموشی بزدلی کو دور رکھتی ہے۔
وَرَايَتَكُمْ فَلَا تُمِيْلُوْهَا ؛	12	اپنے فوجی پرچموں کو جھکنے نہ دو انہیں سیدھا اور بلند رکھو۔
وَلَا تُخْلُوْهَا ؛	13	اور پرچموں کو اکیلا بھی نہ چھوڑ جاؤ۔

Presented by Ziaraat.Com

وَلَاتَجْعَلُوْهَااِلَّا بِاَيْدِىْ شُجْعَانِكُمْ ؛	14	اور نہ پرچموں کو اپنے بہادروں کے علاوہ کسی اور کے ہاتھ میں دیا کرو۔
وَالْمَانِعِيْنَ الذِّمَارَمِنْكُمْ ؛	15	بلکہ پرچم تو عزت کے پاسبانوں کے ہاتھوں میں رہنا چاہئے۔
فَاِنَّ الصَّابِرِيْنَ عَلٰى نُزُوْلِ الْحَقَائِقِ هُمُ الَّذِيْنَ يَحُفُّوْنَ بِرَايَاتِهِمْ ؛	16	جب مصیبتوں کا ہجوم ہوتا ہے تو وہی لوگ ڈٹے رہتے ہیں جو اپنے جھنڈوں کی حفاظت کرتے ہیں اور انہیں اپنے احاطے میں لئے رکھتے ہیں۔
وَيَكْتَنِفُوْنَ حِفَافَيْهَا ؛	17	وہ اپنے علموں کو اور علموں کے اٹھانے والوں کو دہنے بائیں اور آگے پیچھے سے گھیرے رہتے ہیں۔
لَايَتَاَخَّرُوْنَ عَنْهَا فَيُسَلِّمُوْهَا ؛	18	وہ پرچموں سے پیچھے نہیں رہ جاتے کہ دشمن ان پر قبضہ کرلے۔
وَلَايَتَقَدَّمُوْنَ عَلَيْهَا فَيُفْرِدُوْهَا ؛	19	وہ پرچموں سے بہت آگے بھی نہیں بڑھتے کہ وہ غیر محفوظ اور تنہا ہی رہ جائیں۔"
اَجْزَا امْرُؤٌ قِرْنَهُ ؛	20	ہر مجاہد کو اپنے سامنے والے مقابل سے مقابلہ کرنا چاہئے۔
وَاٰسٰى اَخَاهُ بِنَفْسِهٖ ؛	21	اور اپنے بھائی کو اپنے نفس پر ترجیح دینا چاہئے۔
وَلَمْ يَكِلْ قِرْنَهُ اِلٰى اَخِيْهِ فَيَجْتَمِعَ عَلَيْهِ قِرْنُهُ وَقِرْنُ اَخِيْهِ ؛	22	اپنے مدمقابل کو اپنے بھائی پر نہ چھوڑ دینا چاہئے اس لئے کی اس کا چھوڑا ہو مدّ مقابل شخص اور اس کے ساتھی کا مدّ مقابل دونوں مل کر اس کے بھائی پر حملہ کردیں گے۔
وَاَيْمُ اللّٰهِ لَئِنْ فَرَرْتُمْ مِنْ سَيْفِ الْعَاجِلَةِ لَاتَسْلَمُوْا مِنْ سَيْفِ الْاٰخِرَةِ	23	اور اگر تم بھاگ کر دنیا والی تلوار سے بچ بھی نکلے تو تم آخرت والی تلوار سے نہ بچ سکو گے۔
وَاَنْتُمْ لَهَامِيْمُ الْعَرَبِ وَالسَّنَامُ الْاَعْظَمُ ؛	24	ساتھ ہی یہ بھی سوچو کہ تم تو عرب کے نامور شرفاء اور بہادر اور عزت و وقار کی بلند ترین چوٹی (کوہان) ہو تمہارا جنگ سے بھاگنا یوں بھی قابلِ تعجب ہوگا۔
اِنَّ فِى الْفِرَارِ مَوْجِدَةَ اللّٰهِ ؛	25	یہ سمجھ لینا چاہئے کہ جنگ سے بھاگنے والے اُدھر اللہ کے غضب کے شکار ہوں گے۔
وَالذُّلَّ اللَّازِمَ ؛	26	اور ادھر وہ انسانوں میں بھی ذلیل و رسوا رہیں گے۔
وَالْعَارَ الْبَاقِىَ ؛	27	اور ہمیشہ باقی رہنے والی بدنامی اور شرمندگی بھی ہوگی۔
وَاِنَّ الْفَارَّ لَغَيْرُ مَزِيْدٍ فِىْ عُمْرِهٖ ؛	28	اور یہ بھی تو نہیں ہوتا کہ جنگ سے بھاگنے والے کی عمر ہی میں اضافہ ہوجائے۔
وَلَا مَحْجُوْزٍ بَيْنَهُ وَ بَيْنَ يَوْمِهٖ ؛	29	اور نہ اس کا فرار کرنا اس کے اور اس کی موت کے درمیان رکاوٹ بنتا ہے۔
اَلرَّائِحُ اِلَى اللّٰهِ كَالظَّمْاٰنِ يَرِدُ الْمَآءَ الْجَنَّةُ تَحْتَ اَطْرَافِ الْعَوَالِىْ	30	جہاد کی راہ سے اللہ کی طرف جانیوالا تو ایسا ہے جیسے کوئی پیاسا پانی پر پہنچ جائے، رہ گئی جنت! وہ تو مجاہد کے نیزے کی بھال کے نیچے ہوتی ہے۔

Presented by Ziaraat.Com

اَلۡيَوۡمَ تُبۡلَى الۡاَخۡبَارُ ؛	31	آج کا دن تو بہادری، غیوری، فداکاری جیسی مشہور باتوں کی آزمائش کا دن ہے۔
وَاللّٰهِ لَاَنَا اَشۡوَقُ اِلٰى لِقَائِهِمۡ مِنۡهُمۡ اِلٰى دِيَارِهِمۡ ؛	32	خدا کی قسم میں ان لوگوں سے جنگ کرنے کا اس سے زیادہ مشتاق ہوں جتنا وہ اپنے شہروں کو پلٹنے کے مشتاق ہیں۔
اَللّٰهُمَّ فَاِنۡ رَدُّوا الۡحَقَّ فَافۡضُضۡ جَمَاعَتَهُمۡ وَشَتِّتۡ كَلِمَتَهُمۡ ؛	33	یااللہ اگروہ اس واضح حق کو ٹھکرادیں تو توان کی جتھا بندی کو منتشر کردے۔ ان کی جماعتوں میں پھوٹ ڈال دے اوران کے عقائد اوراعمال میں اختلاف پھیلادے کہ باطل ظاہر ہوجائے۔
وَاَبۡسِلۡهُمۡ بِخَطَايَاهُمۡ ؛	34	اورانہیں ان کی اجتہادی خطاؤں پر زیادہ جری کردے۔
اِنَّهُمۡ لَنۡ يَزُوۡلُوۡا عَنۡ مَوَاقِفِهِمۡ دُوۡنَ طَعۡنٍ دِرَاكٍ ؛	35	حقیقت یہ ہے کہ یہ قوم اپنے موقف (عقیدے) سے ڈگمگانے والی ہرگزنہیں ہے جب تک اس پر نیزوں کے دھڑادھڑ ایسے زخم نہ لگائے جائیں۔ جن سے زخموں کے منہ اتنے کشادہ ہوجائیں کہ ان میں سے ہوا گزرنے لگے۔
يَخۡرُجُ مِنۡهُ النَّسِيۡمُ ؛	36	اورایسے کاری وار کئے بغیر باز نہ آئیں گے جو کھوپڑیوں کو ٹکڑے کردیں۔
وَضَرۡبٍ يَفۡلِقُ الۡهَامَ ؛	37	اور جو ہڈیوں کو چکنا چور کرڈالیں۔
وَيُطِيۡحُ الۡعِظَامَ ؛	38	اور جواُن کے بازوؤں اورٹانگوں کو توڑ کرڈال دیں۔
وَيُنۡدِرُ السَّوَاعِدَ وَالۡاَقۡدَامَ ؛	39	وہ اپنے موقف کو نہ چھوڑیں گے جب تک کہ ان پر مسلسل فوجیں حملہ آور نہ رہیں
وَحَتّٰى يُرۡمَوۡا بِالۡمَنَاسِرِ تَتۡبَعُهَا الۡمَنَاسِرُ	40	اور ہرفوج کی پشت پر برابر مددگار فوجیں پہنچتی رہیں۔
وَيُرۡجَمُوۡا بِالۡكَتَائِبِ تَقۡفُوۡهَا الۡحَلَائِبُ ؛	41	اورانہیں مسلسل چھوٹے بڑے فوجی دستوں سے پٹوایا اور مارا جائے۔
وَحَتّٰى يُجَرَّ بِبَلَادِهِمُ الۡخَمِيۡسُ يَتۡلُوۡهُ الۡخَمِيۡسُ؛	42	یہاں تک کہ ان کے شہروں اور بستیوں کے اندراور باہر ہزاروں ہزار فوجیوں کے دستے حملہ آور رہ کر غارت گری کرتے رہیں۔ اورانہیں تہس نہس کردیا جائے۔
وَحَتّٰى تَدۡعَقَ الۡخُيُوۡلُ فِيۡ نَوَاحِرِ اَرۡضِهِمۡ ؛	43	وہ اپنا موقف نہ چھوڑیں گے یہاں تک کہ فوجیوں کے گھوڑے ان کی زمینوں اور کھیتیوں کو روندنہ ڈالیں۔
وَبِاَعۡنَانِ مَسَارِبِهِمۡ وَمَسَارِحِهِمۡ ؛	44	اوران کی چراگاہوں اورسبزہ زاروں کو پامال نہ کرڈالیں۔

Presented by Ziaraat.Com

تشریحات:

ہمارے شارحین ومترجمین علمی بحثوں کو ہرگز نہیں چھیڑتے وہ صرف تاریخی کیچڑ اچھالنا جانتے ہیں۔ کیچڑ نہ ملے تو چپ گزر جاتے ہیں

شرح اور تشریحات کا اولین مقصد تو یہ ہے کہ قاری کو خطیب کے الفاظ اور منشا کا پورا پورا علم ہو جائے۔ جو کچھ خطیب کہنا چاہتا ہے قاری اُس سے پوری طرح لطف اندوز ہو جائے۔ تاریخ میں کیا لکھا ہے؟ وہ لکھنے کی ضرورت اس صورت میں تو ممکن ہے کہ وہی کچھ لکھا ہوا ہو جو خطبہ میں فرمایا گیا ہے۔ اگر شارح نے اپنی تشریحات میں صفحات کالے کئے ہیں اور خطبے میں اُن میں سے کوئی بات موجود نہیں تو شارح نے اپنا اور قاری کا وقت ضائع کیا ہے۔ یہ زیرِ قلم خطبہ (43) بتاتا ہے کہ حضرت علی علیہ السلام کے ساتھ پیشہ ور، تنخواہ دار، تمام اسلحہ سے مسلح اور فنون جنگ میں علم ومہارت رکھنے والی مستقل افواج نہیں تھیں اس لئے حضوؑر کو خود ہدایات اور ضروری معلومات فراہم کرنا ہوتی تھیں۔ پرچموں کی دیکھ بھال اور اُن کے تحفظ پر راہنمائی بھی یہی ثابت کرتی ہے کہ حضوؑر کے پاس بے ترتیبی سے آئے ہوئے قبائل وگروہ تھے جن کے پاس اپنے اپنے قبیلوں کے مختلف الحال جھنڈے ہوتے تھے۔ انہیں ایک زبردست فوج میں پرچموں کی ترتیب وشناخت اور پرچم سنبھالنے کی ذمہ داریاں پہلے سے معلوم ہوتیں تو بتانے کی ضرورت نہ تھی۔ اُنہیں اپنے مدّ مقابل حملہ آور کو سنبھالنا بھی نہ آتا تھا وہ سب ایک پر اور ایک سب پر پڑنے کے عادی تھے۔ جو فنون جنگ میں بڑا نقص ہے۔ اُنہیں یہ سمجھانے کے بجائے کہ جنگی ترتیب میں اگر کسی وجہ سے بھی کوئی خلل پڑ جائے تو یہاں سے وہاں تک ساری فوج میں بھگدڑ رمچا دیا کرتا ہے اُنہیں اُن کی اور اُن کی قوم وملک کی عزت وبہادری کے نام پر میدان سے نہ بھاگنے کی تاکید کی جارہی ہے، خوف خدا سے ڈرایا جارہا ہے۔ اور آخر میں مدّ مقابل قوم قریش کے ساتھ وہ سلوک بتایا گیا ہے جو عربوں کے ساتھ چنگیز خاں اور ہلاکو نے کیا تھا۔ جس کے بغیر قریشی اپنی سازشوں، غداریوں اور مکاریوں اور بے رحمی وسنگدلی کو چھوڑنے والے نہ تھے۔ یعنی وہی سلوک اُن کے ساتھ کرنا پڑے گا جو یہ قوم ساری دنیا کی اقوام، نہتے مردوں، عورتوں اور بچوں کے ساتھ کر چکے ہیں۔ اُن کے سرواعضاء کے انبار لگنا ضروری ہیں اُن کا قتل عام اور پامالی لازمی ہے۔

جنگ صفین کے دوران حضرت علی علیہ السلام نے اپنی افواج کو جن ہدایت کے ماتحت رہنے اور جن اصولوں پر عمل کرنے کی تاکید کی

جنگ صفین کا بیان پڑھتے ہوئے قارئین نے حضرت علی علیہ السلام کی چند جنگی ہدایات پڑھی تھیں وہی ہدایات تفصیل کے ساتھ اس خطبے میں دی گئی ہیں جو جملہ نمبر 1، 2 سے شروع کی ہیں۔

اس نصیحت پر عمل کرنے سے ادھر دشمنوں کی افواج پر رعب قائم ہوگا اس لئے کہ اگلی صفوں میں تیروں کے حملے سے گھبراہٹ اور ہچکچاہٹ دیکھنے میں آئے گی اِدھر زرہ پوش مجاہد جوابی حملے میں پوری شدت اور توجہ استعمال کریں گے۔ مگر اس انتظام میں جو دقت پیش آئے گی وہ یہ ہوگی کہ افواج عموماً قبیلوں پر مشتمل ہوتی تھیں اور کوئی قبیلہ بھی ایسا نہ ہوسکتا تھا جو سارا کا سارا زرہ پوش ہوتا۔ لہٰذا زرہ پوش مومنین کو اپنے قبیلے سے ہٹنا لازم تھا۔ یعنی مختلف قبائل کے زرہ پوش لوگوں کو ایک جگہ ترتیب دیا جانا ضروری تھا۔ اس ہدایت اور صورتِ حال سے بھی یہ حقیقت ثابت ہوتی ہے کہ حضرت علی علیہ السلام کے پاس تنخواہ دار اور پہلے سے مسلح تیار افواج نہ تھیں۔ ورنہ کسی کے پاس زرہ کا ہونا اور کسی کے پاس نہ ہونا ممکن ہی نہ تھا۔ ایک باقاعدہ مسلح تنخواہ دار فوج (Standing Army) تو یکساں طور پر مسلح رکھی جایا کرتی ہے۔ پھر جملہ نمبر 3 تا 9 میں منشا یہ ہے کہ مجاہد کو سارے میدان پر نظر رکھنا ویسے بھی مشکل ہوگا اور اس سے ہمت شکنی بھی ہوگی اور قریب کے حملہ آوروں کی طرف سے بھی غفلت ہوگی۔ نظریں سارے میدان سے ہٹا کر ہر شخص سامنے اور دھنے بائیں کے چند اشخاص پر اگر نگاہ رکھے گا تو وہ اپنے دشمنوں پر حاوی رہے گا۔

Presented by Ziaraat.Com

جملہ نمبر10-11 میں بتایا گیا کہ باتیں خواہ کسی قسم کی بھی ہوں لوگوں کی توجہ کوکھینچتی ہیں اور توجہ کے انتشار کے وقت تیغ زنی یقیناً کارگر نہ ہوگی۔

(جملہ نمبر12 تا19)

قارئین جانتے ہیں کہ ایک پرچم پوری فوج کی نمائندگی کرتا ہے جولشکر کے قلب میں ہوتا ہے۔ یا سپہ سالار لشکر کا ٹھکانہ بتاتا ہے۔اسی طرح فوج کے مختلف اور معلوم ومشہور حصوں کے علم ہوتے ہیں مثلاً میمنہ اور میسرہ (دہنے اور بائیں والے لشکر) دست بدست جنگ میں آگے والا حصہ یعنی مقدمۃ الفوج قلب کے آگے سمٹ آتا ہے۔اور پچھلا حصہ یعنی ساقۃ الفوج پسِ پشت سے حملے کو روکنے میں لگا رہتا ہے۔ان تمام ہی حصوں کے پرچم الگ الگ شناخت کے ہوتے ہیں اوران پرچموں کے قیام ومقام سے لشکر کی پوزیشن معلوم ہوتی ہے۔ظاہر ہے کہ ان کے مقام اور فاصلے سے ہٹنے کے معنی فوج کی حالت میں تبدیلی کے ہیں اور تبدیلی کسی خاص صورت حال کے پیش آنے پر ہی ہوسکتی ہے۔بہرحال سپہ سالار لشکر کا تمام افواج پر کنٹرول ان پرچموں پر منحصر ہوتا ہے۔پھر ہر فوج میں ہر قبیلے کی نمائندگی کے لئے قبیلوں کے پرچم ہوتے ہیں۔پرچم چونکہ بلند اور اونچے رہتے ہیں اس لئے بہت دُور سے نظر آسکتے ہیں۔لہٰذا پرچموں کا نظم ونسق دیکھ کر اپنے اور پرائے جنگی پوزیشن کا اندازہ لگاتے ہیں۔ انہیں دیکھ کر فوج کا ہر سپاہی اطمینان حاصل کرتا ہے۔اس لئے ان کو سنبھال کر رکھنے پر حضرت علی علیہ السلام نے اتنا زور دیا ہے۔اس کے بعد (جملہ نمبر20۔21 میں) حضوؑر نے سپاہیوں کو آپس میں ایک دوسرے کی مدد کرنے اور رابطہ رکھنے کی تاکید کی۔اوران ہدایات کے بعد (جملہ نمبر 23 تا44 میں) حضوؑر نے جنگ سے بھاگنے اور موت سے بچنے والوں کو غیرت دلائی۔

2۔حضرت علی علیہ السلام قریش کی ذہنیت اور خباثت پر اور ان کے تدارک پر پوری طرح مطلع تھے۔مگر انہیں زمانہ رجعت کے لئے ذخیرہ کررہے تھے۔

اس خطبے کے آخری دس جملے (35 تا44) تفصیل سے وہ سلوک بتاتے ہیں جو بے دریغ قریش اور طرفداران قریش کے ساتھ کرنا جائز تھا۔اور ہمیشہ جائز رہا اور آج بھی جائز ہے اور جو سلوک حضوؑر نے بیان فرمایا وہ اور جو بیان نہیں فرمایا وہ سب زمانہ رجعت میں ان کے ساتھ کیا جائے گا۔زمانہ رجعت کو اور زمانہ رجعت میں ہونے والے سلوک کی تفصیل تو ہماری تفسیر میں ملے گی۔یہاں تو یہ سمجھ لیں کہ قریش نے اللہ ورسوؐل اور قرآن اور سابقہ کتب اور عقل وشرافت کے خلاف جو کچھ اور جتنا کچھ انسانوں یا حیوانوں کے ساتھ کیا تھا یا کریں گے وہ سب کچھ قریش کے ساتھ اُسی طرح کیا جائے گا جس طرح انہوں نے کیا تھا یا کریں گے۔مثلاً جن کو قریش نے قتل کیا تھا وہ قریش کو قتل کریں گے۔جن کو لُوٹا تھا وہ قریش کو لوٹیں گے۔جن کو سزائیں دی تھیں وہ ان کو سزائیں دیں گے۔شہدائےؑ کربلا ان کا اسی طرح پیاسا رکھ کر قتل عام کریں گے جس طرح انہیں قتل کیا گیا تھا،انہیں اتنی ہی طویل عمریں دی جائیں گی جتنی عمروں میں تمام ہی انتقام لئے جاسکیں۔جس نے جتنے زیادہ قتل کئے ہوں گے۔اسے گن کر اتنی ہی دفعہ قتل کیا جائے گا اور زندہ کیا جائے گا۔جتنی صدیوں تک انہوں نے حکومت کی تھی اتنی ہی صدیوں تک انہیں محکوم ومسخر رکھا جائے گا جس طرح انہوں نے دل بھر کر جرائم وگناہ کئے اور انہیں موقع دیا گیا اُسی طرح ان سے دل بھر کر انتقام لیا جائے گا (زخرف 43/41)

Presented by Ziaraat.Com

مفتی جعفر حسین: خطبہ نمبر: 51

علی نقی طہرانی: خطبہ نمبر: 51

خُطبہ ﴿44﴾

1۔پانی حاصل کرنے کے لئے جنگ کرنا جائز ہے مگر کسی پر پانی بند کر دینا اسلامی اخلاق کے خلاف ظلم ہے۔

2۔طاقت کی موجودگی میں ظالموں سے دب کر رہنا مُردوں کی طرح کا جینا ہے۔

3۔جنگ جوئی کرنے والوں سے جنگ نہ کرنا توہین انسانیت ہے۔

4۔معاویہ کی ہم خیال جماعت گمراہ کرنے والے لیڈروں کی ایک چھوٹی سی ٹولی تھی جس نے قریش کی مدد سے مسلمانوں کی کثرت کو گمراہ کر دیا تھا۔

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

قَدِاسۡتَطۡعَمُوۡكُمُ الۡقِتَالَ ؛	1	معاویہ اور اس کا لشکر چاہتا ہے کہ تمہیں جنگ کا کھانا کھلائے
فَاَقِرُّوۡا عَلٰى مَذَلَّةٍ ؛	2	اب یا تو تم اپنی ذلت و کمزوری کا اقرار کر کے تلواریں کھانے سے بچ جاؤ۔
وَتَاۡخِيۡرِ مَحَلَّةٍ ؛	3	اور اپنے مقام پر یہ مان لو کہ ہم پانی کی خاطر سر تسلیم خم کرتے ہیں۔
اَوۡ رَوُّوا السُّيُوۡفَ مِنَ الدِّمَآءِ تَرۡوَوۡا مِنَ الۡمَآءِ ؛	4	یا پھر یہ کرو کہ ان کی تلواروں کی پیاس اپنے خون سے بجھا کر اپنی پیاس پانی سے بجھا لو۔
فَالۡمَوۡتُ فِيۡ حَيَاتِكُمۡ مَّقۡهُوۡرِيۡنَ ؛	5	چنانچہ حقیقی موت یہ ہے کہ تم مغلوب ہو کر زندہ رہو۔
وَالۡحَيَاةُ فِيۡ مَوۡتِكُمۡ قَاهِرِيۡنَ ؛	6	اور حقیقی زندگی یہ ہے کہ تم ان پر غلبہ حاصل کر کے زندہ رہو۔
اَلَا وَاِنَّ مُعَاوِيَةَ قَادَ لُمَّةً مِنَ الۡغُوَاةِ ؛	7	خبردار ہو کر نوٹ کرو کہ معاویہ حقیقی معنی میں چند اغوا شدہ لوگوں کا قائد و راہنما ہے۔
وَعَمَّسَ عَلَيۡهِمُ الۡخَبَرَ حَتّٰى جَعَلُوۡا نُحُوۡرَهُمۡ اَغۡرَاضَ الۡمَنِيَّةِ ؛	8	اور اس نے ان چند لوگوں کو بھی حقیقی حالات سے بے خبر رکھا ہوا ہے اور اس بے خبری میں ان کی تمناؤں اور اغراض کو اتنا ابھارا ہے کہ وہ گلے کٹانے پر آمادہ ہو گئے ہیں۔

Presented by Ziaraat.Com

تشریحات:

پانی بند کرنے والی طاقت کو کچل کر نوعِ انسان کیلئے آزاد کرنا واجب ہے، ظالم طاقت کے سامنے سر جھکا کر جینے سے مرجانا بہت بہتر ہے۔

جنگ صفین کے ابتدائی حالات میں یہ واقعہ سامنے آچکا ہے کہ معاویہ نے دریائے فرات کے گھاٹ پر پڑاوٗ ڈال کر یہ انتظام کر دیا تھا کہ جب حضرت علی علیہ السلام کی افواج صفین پہنچیں تو انہیں پانی نہ مل سکے۔لہٰذا یہی پیش آیا اور درخواست کرنے کے بعد بھی پانی لینے کی آزادی نہ مل سکی۔حضرت علیؑ سے تذکرہ کیا گیا تو آپؑ نے اپنی فوجی سرداروں کو مندرجہ بالا خطبہ (44) بیان فرمایا۔

اس خطبے نے جنگ اور امن کے اصول متعین کر دیئے ہیں۔فطری حقوق جبراً غصب کئے جائیں تو خاموش رہنا انسانی موت ہے اور اس خاموش زندگی کو امن کہنا غلط ہے۔اور اپنے حقوق حاصل کرنے کے لئے اقدامات کرنا بدامنی نہیں ہے۔حقوق حاصل کرنے کی جدّ وجہد بھی اور اس جدوجہد میں مرجانا بھی حقیقی زندگی یعنی شہادت ہے۔مطلب واضح ہے کہ ظالم کو جس طرح ہو سکے مجبور و مقہور و بےبس و بےکس کر دینا عین اسلام ہے اور جہاد کا یہی مقصد ہے کہ ظالم سے اور تمام جنگی ہتھیار و جنگی عزائم چھین لئے جائیں (محمدؐ 47/4) مظالم کرنا، مکر و فریب کے بدلے میں مکر و فریب کرنا جائز ہے (طارق 17-86/15) مگر حضرت علیؑ اس سے بھی بلند مقاصد رکھتے تھے۔وہ قریش کو دل کھول کر من مانی کرنے اور رجعت تک موقع دینے کے لئے مہلت دینا چاہتے تھے۔جیسا کہ ان کے لئے حکم تھا کہ:۔

اِنَّهُمْ يَكِيْدُوْنَ كَيْدًا ۝ وَّاَكِيْدُ كَيْدًا ۝ فَمَهِّلِ الْكٰفِرِيْنَ اَمْهِلْهُمْ رُوَيْدًا ۝ (طارق 17-86/15)

''یقیناً یہ لوگ تمہارے ساتھ تباہ کُن چالوں میں سے ایک چال چل رہے ہیں۔اور میں بھی اُن کے ساتھ ایک تباہ کُن چال چل رہا ہوں۔ چنانچہ آپ ہم دونوں کی چالیں مکمل ہونے تک ان حق پوشوں کو مہلت پر مہلت دیتے چلے جائیں''۔

لہٰذا حضورؐ نے اللہ کے احکام کو ان کی عام صورت میں استعمال نہیں کیا بلکہ تمام دُنیاوی و دینی مصلحتوں سے بلند رہ کر ان کی بہترین صورت میں استعمال کیا۔اور دین کا بلندترین معیار برقرار رکھنے کے لئے جو کچھ ممکن تھا وہ سب کچھ کیا۔اور ان کی قائم کردہ بنیادوں اور طریقوں پر باقی آئمہ معصومین عمل کرتے رہے ہیں۔مصلحتوں پر عمل کرنا اور دشمن کے ساتھ برابر کا اسلامی سلوک کرنا یہ کام ان کے حقیقی شیعوں کا ہے۔جنہوں نے رفتہ رفتہ قریشی حکومتوں کی اینٹ سے اینٹ بجادی۔

2۔جنگ صفین کے باقی حالات اختتام تک

جنگ صفین حق و باطل کی سب سے بڑی جنگ تھی اور اس جنگ سے پہلے اور جنگ کے دوران اور جنگ کے بعد اس جنگ میں بلا اختلاف معاویہ کو باطل کا اور حضرت علیؑ کو حق کا نمائندہ مانا جاتا رہا ہے۔مولانا مودودی اور ابن العربی نے لکھا ہے کہ:

1) علامہ مودودی قاضی ابوبکر بن العربی (جصّاص) کی کتاب احکام القرآن سے علیؑ کے مخالفوں کو باطل لکھتے ہیں۔

''ایسا ہی معاملہ حضرات طلحہ و زبیر کا بھی تھا۔اُن دونوں حضرات نے نہ تو علیؑ کو خلافت سے بے دخل کیا تھا نہ وہ ان کے دین پر معترض ہوئے تھے البتہ ان کا خیال یہ تھا کہ سب سے پہلے حضرت عثمان کے قاتلوں سے ابتدا کی جائے۔مگر حضرت علیؑ اپنی رائے پر قائم رہے اور ان ہی کی رائے صحیح تھی، آیت فَقَاتِلُوا الَّتِیْ تَبْغِیْ حَتّٰی تَفِیْٓءَ اِلٰٓی اَمْرِ اللّٰهِ (حجرات 49/9) چنانچہ جو گروہ بغاوت کرے اس سے جنگ کرو یہاں تک کہ وہ اللہ کے حکم کو مان لے) حضرت علیؑ نے ان حالات میں اُسی آیت کے مطابق عمل کیا تھا۔انہوں نے ان باغیوں کے

Presented by Ziaraat.Com

خلاف جنگ کی جو امامؑ پر اپنی رائے مسلط کرنا چاہتے تھے اور ایسا مطالبہ کر رہے تھے جس کا انہیں حق نہ تھا'' (خلافت وملوکیت صفحہ 127)

یہاں مودودی اور ابن عربی نے عائشہ طلحہ زبیر اور تمام جنگ جمل والوں کو اللہ و رسولؐ اور قرآن کا باغی مان لیا ہے۔ اور ہمیں اس میں شبہ نہیں کہ اللہ، رسولؐ اور قرآن کا باغی اور ان سے جنگ کرنے والا گروہ قرآن (مائدہ 5/33) کی رُو سے مستحق ہے کہ اسے قتل کیا جائے۔ سُولی چڑھایا جائے اور جوڑوں پر سے ان کے اعضا کاٹے جائیں، اور زمین سے ان کو مٹا دیا جائے'' لیکن حضرت علیؑ نے انہیں نیست و نابود نہیں کیا بلکہ رجعت کے لئے ذخیرہ کر دیا تھا تاکہ دین کی خلاف ورزی دل بھر کے کر سکیں اور پھر دل بھر کر انہیں مذکورہ و دیگر ضروری سزائیں دی جاسکیں۔

2) عائشہ، طلحہ، زبیر کی طرح معاویہ اور اس کے تمام ساتھی بھی باطل پرست تھے۔

پھر مودودی ابن العربی کا بیان لکھتے ہیں کہ:

''علیؑ بن ابی طالبؑ رضی اللہ عنہ نے باغی گروہ کے خلاف تلوار سے جنگ کی اور انؑ کے ساتھ وہ اکابر صحابہ اور اہل بدر بھی تھے جن کا مرتبہ سب جانتے ہیں۔ اس جنگ میں وُہ حق پر تھے۔ اور اس میں اس باغی گروہ کے سوا، جو انؑ سے برسر جنگ تھا۔ اور کوئی بھی ان سے اختلاف نہ رکھتا تھا۔ مزید برآن خود نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمار سے فرمایا تھا کہ ''تم کو ایک باغی گروہ قتل کرے گا۔ یہ ایک ایسی خبر (حدیث۔ احسن) ہے جو تواتر کے ساتھ منقول ہوئی ہے۔ اور عام طور پر صحیح مانی گئی ہے۔ حتیٰ کہ خود حضرت معاویہ سے بھی جب عبداللہ بن عمرو بن العاص نے اسے بیان کیا تو وہ اس کا انکار نہ کر سکے'' (خلافت وملوکت صفحہ 137، احکام القرآن جلد 3 صفحہ 492)

3) تاریخ طبری اور ابن بدیل معاویہ اور اس کے ساتھیوں کو باطل پرست کہتے ہیں۔

تاریخ طبری میں ابن بدیل کی میدانِ جنگ صفین میں تقریر لکھی ہے کہ:۔

''خبردار معاویہ نے اُس شے کا دعویٰ کیا ہے جس کا وہ اہل نہیں ہے۔ اور خلافت کے معاملے میں اُس شخص سے اختلاف کیا ہے جس کا آج دنیا میں ثانی موجود نہیں۔ حق کو مٹانے کے لئے باطل کی حمایت میں جنگ کی، تم پر اعراب اور لشکروں کو چڑھا لایا۔ اور لوگوں کے سامنے گمراہی پر ملمع کر کے پیش کیا۔ لوگوں کے دلوں میں فتنوں کا بیج بویا۔ اور لوگوں پر اصل معاملے کو خلط ملط کر دیا۔ اس طرح ان کی ناپاکی میں مزید ناپاکی کا اضافہ کیا۔ تم اپنے پروردگار کی جانب سے نورِ ایمان پر قائم ہو۔ اور تمہارے پاس حقانیت کے واضح دلائل ہیں۔ اِن سرکشوں اور باغیوں سے جنگ کرو۔ ان سے قطعاً کسی قسم کا خوف نہ کرو۔ اور تمہیں ان سے ڈرنا بھی نہیں چاہئے۔ کیونکہ تمہارے پاس اللہ کی پاک کتاب اور اختلاف سے منزہ کتاب ہے۔ **اَتَخْشَوْنَهُمْ فَاللّٰهُ اَحَقُّ اَنْ تَخْشَوْهُ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَO قَاتِلُوْهُمْ يُعَذِّبْهُمُ اللّٰهُ بِاَيْدِيْكُمْ وَيُخْزِهِمْ وَيَنْصُرْكُمْ عَلَيْهِمْ وَيَشْفِ صُدُوْرَ قَوْمٍ مُّؤْمِنِيْنَ** O(توبہ 14-9/13)

''کیا تم ان سے ڈرتے ہو حالانکہ اللہ زیادہ حقدار ہے کہ تم اس سے ڈرو اگر تم واقعی مومنین ہو؟ ان کو قتل کرو اللہ انہیں تمہارے ہاتھوں سے عذاب کرائے گا۔ اور ان کو رسوا کرے گا اور تمہاری نصرت کرے گا ان پر تمہیں فتح دے گا۔ مومنین کی قوم کے سینوں کو شفا بخشے گا''

ہم نے ایک بار ان لوگوں کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی معیت میں جہاد کیا تھا۔ اور ان کے ساتھ ہماری یہ دوسری جنگ ہے۔ خدا کی قسم وہ اس معاملے میں تم سے زیادہ متقی، زیادہ نیک، اور زیادہ ہدایت یافتہ نہیں ہیں۔ تم اپنے دشمنوں کے مقابلے کے لئے تیار ہو جاؤ۔ اللہ تمہیں برکت دے'' اس کے بعد عبداللہ بن بدیل اور ان کے ساتھیوں نے زبردست جنگ کی۔ (ترجمہ تاریخ طبری حصہ سوم کا حصہ دوم صفحہ 311-312)

Presented by Ziaraat.Com

4) یزید ابن قیس ارجی معاویہ اور اہل معاویہ کو اپنی تقریر میں باطل پرست کہتا ہے۔

میدان جنگ میں یزید ابن قیس کی تقریر: ''خالص و محفوظ مسلمان وہ ہے جس کا دین اور جس کی رائے محفوظ ہو۔ خدا کی قسم یہ قوم جب تک ہم سے اقامت دین پر جنگ کرتی رہے گی۔ تو ہمارا خیال ہے کہ ہم اُسے تباہ کر دینگے جب تک یہ احیاءِ حق کے معاملے میں ہم سے جنگ کرتی رہے گی تو ہم اُسے موت کے گھاٹ اتار دیں گے اور اگر یہ قوم ہم سے اس دنیا کی خاطر لڑ رہی ہے تا کہ یہ دنیا کے جابر بادشاہ بن جائیں۔ تو خواہ یہ تم پر غالب آ جائیں لیکن میرا گمان ہے کہ اللہ انہیں غالب نہ فرمائے گا۔ اور نہ انہیں یہ خوشی حاصل ہوگی۔ تم سعید بن العاص، ولید ابن عقبہ اور عبداللہ ابن عامر جیسے جاہل و گمراہ کا خاص طور سے خیال رکھو۔ ان میں سے ہر شخص اپنی مجلس میں اپنی اور اپنے باپ دادا کی دیت (خون بہا) کا ذکر کر کے کہتا ہے کہ یہ میرا حصہ ہے اور اسکے لینے میں مجھ پر کوئی گناہ نہیں ہے۔ گویا کہ یہ مال اُسے ماں باپ کی جانب سے میراث میں ملا ہے۔ حالانکہ یہ اللہ کا مال ہے۔ جو اللہ نے ہمیں ہماری تلواروں اور نیزوں کے ذریعہ عطا کیا ہے۔ اَے اللہ کے بندو ان ظالموں سے جنگ کرو جو اللہ کے نازل کردہ احکام کو چھوڑ کر اپنی رائے سے فیصلہ کرتے ہیں۔ اور ان سے جہاد کرنے میں کسی ملامت کرنے والے کی ملامت کا خوف نہ کرو۔ کیوں کہ اگر یہ تم پر غالب آ گئے تو یہ تمہارے دین اور دنیا دونوں خراب کر دیں گے یہ وہ لوگ ہیں جنہیں تم خوب جانتے ہو۔ اور جن کے حالات سے تم خوب واقف ہو۔ خدا کی قسم جس دن یہ حکومت پر قابض ہو جائیں گے تو سوائے شر کے اور کچھ نہ ہوگا'' (ایضاً 314)

5) مالک اشتر کا خطبہ، معاویہ اینڈ کمپنی اپنے مُشرک بزرگوں کا انتقام لے رہی ہے کفر پھیلا رہی ہے۔

مالک اشتر نے اپنی فوج کو خطبہ دیا کہ:۔

''اپنے دانتوں اور کُچلیوں کو دبا لو اور اپنی کھوپڑیوں سے دشمن کا استقبال کرو اور اس قوم کے مقابلے میں شدید ترین بن جاؤ جو اپنے باپ دادا اور بھائی بندوں کا بدلہ لینے آئی ہے۔ تم ان دشمنوں کے گلے گھونٹ دو جنہوں نے موت کو اپنی جانوں کا وطن بنا لیا ہے تا کہ وہ میدان چھوڑنے میں سبقت نہ کریں اور دنیا میں ذلیل و خوار نہ ہوں۔ خدا کی قسم کسی قوم کے لئے کسی شے کو چھوڑ دینا اتنا برا نہیں جتنا کہ اپنے دین کو چھوڑنا ہے۔ اور یہ قوم تم سے جو جنگ کر رہی ہے وہ تمہارے دین کی وجہ سے کر رہی ہے۔ اور ان کا مقصد اس کے علاوہ اور کچھ نہیں کہ یہ لوگ سنت کو ختم کر کے بدعات ایجاد کریں۔ اور جس گمراہی سے اللہ نے تمہیں نہایت عمدہ طریقے سے نکالا تھا اس میں تمہیں دوبارہ مبتلا کر دیں۔ اَے اللہ کے بندو اپنا خون دینے پر خوشیاں مناؤ۔ لیکن دین چھوڑنے پر خوش نہ ہو۔ کیوں کہ تمہیں اس کا اللہ کے یہاں اجر ملے گا۔ اور اللہ کے پاس نعمت والی جنتیں ہیں اور میدانِ جنگ سے فرار میں بے عزتی، مال کا ضیاع، موت و زندگی کی ذلت اور دنیا و آخرت کی رسوائی ہے'' اس کے بعد مالک اشتر نے مخالفین پر حملہ کیا اور انہیں پیچھے ہٹا دیا کہ عصر کے بعد وہ دشمنوں کو پیچھے ہٹاتے ہٹاتے امیر معاویہ کے لشکروں کی صفوں تک پہنچ گئے'' (ایضاً صفحہ 320-321)

6) معاویہ کے لشکر کی پسپائی

''یہ دیکھ کر اشتر معاویہ کی جانب بڑھا اور معاویہ بھی قبیلہ عک اور اشعر کی جماعت کو لے کر آگے مقابلے پر آئے۔ اشتر نے قبیلہ مذحج سے کہا کہ ہمارے لئے عک کافی ہے۔ اور یہ کہہ کر اشتر ہمدانیوں میں کھڑا ہو گیا۔ اور قبیلہ کندہ سے بولا ہمارے لئے اشعرئین کافی ہیں۔ ان قبائل میں باہم بہت سخت جنگ ہوئی۔ اور اشتر گھڑی گھڑی صف سے باہر آ کر اپنی قوم سے کہتا کہ یہ لوگ عک ہیں ان پر سختی سے حملہ کرو۔ اشتر

Presented by Ziaraat.Com

کے ساتھی گھٹنوں پر سہارا لے کر جنگ کرتے تھے ان لوگوں نے شام تک جنگ کی۔ پھر اشتر نے قبیلہ ہمدان اور کچھ اور لوگوں کو ساتھ لے کر شامیوں پر حملہ کیا اور انہیں اپنی جگہ سے ہٹا دیا۔ حتیٰ کہ انہیں پیچھے ڈھکیلتے ڈھکیلتے اس مقام تک پہنچ گئے جہاں پانچ صفیں معاویہ کے گرد اپنے آپ کو عماموں سے باندھے کھڑی تھیں۔ یہاں پہنچ کر اشتر نے پھر سختی سے حملہ کیا حتیٰ کہ چار صفوں کو الٹ پلٹ کر پھینک دیا۔ اور یہ چاروں صفیں خود کو عماموں سے باندھے ہوئے تھیں۔ پھر یہ لوگ پانچویں صف پر حملہ آور ہوئے جو امیر معاویہ کے گرد حلقہ کئے ہوئے تھے۔ جب یہ لوگ معاویہ کے قریب پہنچے تو معاویہ نے گھوڑا طلب کیا'' (ایضاً صفحہ 322-323)

7) ان تقریروں کا مرکزی نقطہ پوری قریشی قوم کی بے دینی وگمراہی ہے۔

میدان جنگ کی ان تقریروں میں نوٹ کرنے کی خاص بات یہ ہے کہ معاویہ اوران کے ساتھی تمام وہ لوگ تھے جو حضرت علی علیہ السلام کے دین پر نہ تھے اوراس دین کو مٹانا اور بگاڑنا چاہتے تھے۔ اورحکومت اس لئے لینا چاہتے تھے کہ اپنے آباؤ اجداد کا دین پھیلائیں۔ وہ بدعتیں پھیلائے ہوئے تھے۔ اورقومی حیثیت سے مل کر اسلام کے خلاف محاذ بنائے ہوئے تھے اور مسلمانوں کی اپنی تیار کردہ تاریخ میں بھی معاویہ وہی شخص ہے جس نے تاریخ کی کتابیں لکھوائیں تھیں اور بعد میں وہی کتابیں مسلمانوں کے ریکارڈ کی بُنیاد بنی تھیں۔ پھر یہ نوٹ کرلیں کہ معاویہ خود کو کتنے خطرے میں سمجھتا تھا۔ پانچ صفوں کے اندر رہ کر قیادت کر رہا تھا۔ اورصفیں بھی ایسی کہ لوگوں نے خود کو عماموں سے باندھا ہوا تھا تاکہ کوئی میدان سے بھاگ نہ سکے اور کوئی شخص معاویہ تک پہنچ کر اُسے قتل نہ کر سکے۔

8) حضرت عمارؓ یاسر کی تقریریں، عقائد اور جنگی اقدامات شہادت پر فائز ہونے تک۔

اس کے بعد طبری میں بڑا عنوان یہ ہے کہ: ''حضرت عمار ابن یاسر رضی اللہ عنہ کی شہادت'' اس عنوان کے بعد چھوٹے عنوانات کی ذیل میں واقعات لکھتے ہیں:

حضرت عمار کی دعا'' عمار بن یاسر نے لوگوں کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا ''اے اللہ آپ جانتے ہیں کہ اگر مجھے یہ معلوم ہوتا کہ آپ کی رضا اس میں ہے کہ میں اپنے آپ کو اس سمندر میں غرق کردوں تو میں یہ بھی کرتا۔ اے اللہ آپ جانتے ہیں کہ اگر مجھے اس کا علم ہوتا کہ آپ کی رضا اس میں ہے کہ میں اپنے سینے پر تلوار کی نوک رکھ کر اُس پر گر جاؤں اور وہ میری پشت سے نکل جائے تو میں یہ بھی کرتا۔ آج کے روز مجھے کسی ایسے عمل کا علم نہیں جو اِن فاسقوں کے ساتھ جہاد کرنے سے بہتر ہو اور اگر مجھے کسی ایسے عمل کا علم ہوتا جو اس عمل سے زیادہ آپ کی رضا کا باعث ہوتا تو میں اُسے ضرور انجام دیتا'' (مسلسل لکھا ہے:) (صفحہ 343)

جنگ کے بارے میں حضرت عمارؓ کی رائے

''ابو مخنف نے صقعب ابن زہیر الازدی کا یہ بیان نقل کیا ہے کہ میں نے عمار کو یہ کہتے سُنا ''خدا کی قسم میں ایک ایسی قوم دیکھ رہا ہوں جو تمہیں خوب مارے گی اور جس کی مار سے باطل پرست رُوگردانی کرتے ہیں۔ خدا کی قسم اگر وہ ہمیں مارتے مارتے حجر کے کھجوروں کے باغوں تک بھی پہنچا دیں تب بھی ہم یہی یقین رکھیں گے کہ ہم حق پر ہیں اور یہ لوگ باطل پر'' (صفحہ 343-344)

یہ سمجھ لیں کہ طبری ہر بیان سے پہلے راویوں کے نام بھی لکھتا ہے جیسا ابھی ابھی ابو مخنف اور صقعب لکھا گیا۔ ہم یہ نام ترک کرتے جارہے ہیں۔

عمارؓ کے بارے میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد۔ حبہ بن جوین العرنی کا یہ بیان نقل کیا ہے کہ:

''میں اور ابو مسعودؓ مدائن میں حذیفہ ابن الیمان کے پاس گئے۔ انہوں نے ہمیں مبارکباد دے کر فرمایا کہ قبائل عرب میں کوئی شخص ایسا نہیں

Presented by Ziaraat.Com

ہے جو مجھے تم دونوں سے زیادہ عزیز ہو میں نے ابو مسعود سے ٹیک لگا لی اور پھر ہم دونوں نے عرض کیا کے اَے ابو عبداللہ ہم فتنوں سے ڈرتے ہیں۔آپ ہم سے کوئی حدیث بیان فرمائیے۔حضرت حذیفہ نے فرمایا کہ اُس وقت تم اس جماعت میں شامل ہونا جس میں سمیہؓ کا بیٹا عمارؓ رہو۔کیونکہ میں نے رسوؐل اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ ''اُسے ایک باغی جماعت قتل کرے گی جو راہِ حق سے ہٹی ہوئی ہو گی اور اُس کا آخری رِزق پانی ملا ہوا دودھ ہو گا''

حبہ کہتا ہے کہ میں صفین کی جنگ میں موجود تھا اور میں نے عمارؓ کو یہ کہتے ہوئے سنا ''میرا دنیا کا آخری رزق لاؤ'' ایک کشادہ پیالے میں جس کے سرخ حلقے تھے پانی ملا ہوا دودھ ان کے پاس لایا گیا۔حذیفہؓ نے اس حدیث میں بال برابر فرق نہیں کیا۔عمارؓ یہ شعر پڑھ رہے تھے

ے اَلْیَوْمُ اَلْقِیْ الْاَحِبَّہ محمداً وَّ حِزْبَہ

ترجمہ: میں آج اپنے دوستوں سے ملنا چاہتا ہوں، یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کی جماعت سے۔

خدا کی قسم اگر یہ لوگ ہمیں مارتے مارتے حجر کے باغات تک پہنچا دیں تب بھی ہمیں اس پر فخر رہے گا کہ ہم حق پر ہیں اور یہ لوگ باطل پر ہیں۔اور اس کے بعد فرمایا کہ موت تلواروں کی دھار کے نیچے ہے اور جنگ ان کی چمک کے نیچے'' (مسلسل لکھا کہ)

<u>حضرت عمارؓ کا خطبہ:</u> ''کون ہے جو اللہ کی رضامندی کا متلاشی ہو اور اُسے نہ مال کی آرزو ہو اور نہ اولاد کی؟ کچھ لوگوں کی ایک جماعت ان کے پاس پہنچ گئی انہوں نے فرمایا: ''اے لوگو ہمارے ساتھ ان لوگوں کے مقابلے میں چلو جو عثمان ابن عفان کے خون کا مطالبہ کر رہے ہیں۔اور ان کا خیال ہے کہ وہ مظلوم قتل کئے گئے۔خدا کی قسم وہ ان کے خون کا مطالبہ نہیں کر رہے ہیں۔بلکہ اس قوم نے دنیا کا مزہ چکھ لیا ہے۔اور اس سے یہ محبت رکھتی ہے۔اور اسی کے پیچھے لگی ہے۔یہ لوگ خوب جانتے ہیں کہ اگر انہوں نے حق کو قبول کر لیا تو حق ان کے دنیاوی امور میں حائل ہو جائے گا۔جن میں یہ مبتلا ہیں۔ان لوگوں کو اسلام میں بھی کوئی سبقت حاصل نہیں جس کے باعث یہ لوگوں کی اطاعت اور ان کی امارت کے حق دار ہوں۔یہ لوگ اپنے متبعین کو یہ کہہ کر دھوکہ دیتے ہیں کہ ہمارے امام مظلوم قتل ہوئے۔تاکہ اس ذریعہ سے یہ جابر بادشاہ بن کر بیٹھ جائیں۔اور یہ ایک ایسی چال ہے جس میں اُن کے متبعین مبتلا ہو چکے ہیں۔جیسا کہ تم دیکھ رہے ہو۔اور اگر یہ بات نہ ہوتی یعنی خون عثمان کا یہ لوگ مطالبہ نہ کرتے تو لوگوں میں سے دو شخص بھی ان کی اتباع نہ کرتے۔اَے اللہ اگر تو ہماری مدد فرمائے تو تُو نے لاکھوں بار ہماری امداد فرمائی ہے اور اگر مخالفین کو کامیاب فرمائیں تو چونکہ انہوں نے تیرے بندوں میں بدعات پھیلائی ہیں اس لئے ان کے لئے دردناک عذاب کا ذخیرہ فرما'' پھر عمار آگے بڑھے اور وہ جماعت بھی ان کے ساتھ ہوئی جنہوں نے ان کی آواز پر لبیک کہی تھی۔یہاں تک کہ عمارؓ آگے بڑھتے بڑھتے عمرو عاص تک پہنچ گئے۔حضرت عمارؓ نے عمرو بن العاص سے مخاطب ہو کر کہا کہ: ''اَے عمرو تو نے اپنے دین کو مصر کی حکومت کے بدلے بیچ ڈالا ہے تجھ پر افسوس ہے تو اسلام میں بھی ہمیشہ ٹیڑھی چال چلتا رہا ہے'' اس کے بعد عمارؓ نے عبید اللہ بن عمر بن خطاب سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ:۔

<u>حضرت عمارؓ اور عبیداللہ بن عمر کا مکالمہ:۔</u>

''تو نے اپنا دین اُس شخص کے ہاتھ فروخت کر دیا ہے جو خود بھی دشمن اسلام ہے اور دشمن اسلام کا بیٹا بھی ہے۔عبید اللہ نے فرمایا میں نے اپنا دین ہرگز فروخت نہیں کیا بلکہ میں تو عثمان کے خون کا مطالبہ کر رہا ہوں۔حضرت عمار نے فرمایا کہ اس بات کا گواہ ہو جا کہ میری

Presented by Ziaraat.Com

معلومات تو یہ کہتی ہیں کہ تو رضائے خداوندی کے لئے نہ کسی شے کا مطالبہ کر رہا ہے اور نہ تیرا کوئی فعل رضائے خداوندی کے لئے ہے۔اور اگر تو آج قتل نہ ہوا تو ایک نہ ایک روز تجھے موت ضرور آئے گی اور لوگوں کو وہاں جو کچھ صلہ ملے گا وہ ان کی نیتوں کے مطابق ہوگا۔اب تو اس بات پر غور کر لے کہ تیری نیت کیا ہے" (ایضاً صفحہ 345-346)

قارئین نوٹ کریں کہ حضرت عمارؓ یاسر کا ہر لفظ سند ہے۔انہوں نے عمرو اور عبیداللہ کو دین فروش فرمایا اور معاویہ کو دشمن اسلام کہا لہٰذا ہمیں بھی ان لوگوں کو اوران کے اھالیوں موالیوں کو بے دین سمجھنے میں شبہ نہ ہونا چاہئے۔پھر لکھا ہے کہ:۔

"عمارؓ کا عمرو بن العاص کے بارے میں ارشاد: "ابوعبدالرحمٰن سلمیٰ نے کہا کہ میں نے صفین کے روز عمارؓ یاسر کو یہ کہتے سُنا کہ:۔

"میں نے اس علم بردار یعنی عمرو بن العاص سے رسوؐل اللہ کی معیت میں تین بار جنگ کی ہے۔یہ چوتھی جنگ ہے"

حضرت علیؑ کی شجاعت (مسلسل اُسی راوی کا بیان لکھا ہے کہ:)

"ہم لوگ صفین میں علیؑ کے ساتھ تھے۔ہم میں سے دو شخص ان کی حفاظت کے لئے ان کے گھوڑے کے ادھر اُدھر رہتے اور انہیں حملہ کرنے سے روکتے رہتے۔علیؑ جب اپنے ان دونوں محافظوں کو ذرا بھی غافل دیکھتے تو فوراً حملہ کرتے اور اس وقت تک واپس نہ لوٹتے جب تک ان کی تلوار خون سے سُرخ نہ ہو جاتی۔اسی طرح انہوں نے جو ایک روز حملہ کیا تو اس وقت تک نہ لوٹے جب تک ان کی تلوار مڑ نہ گئی۔انہوں نے یہ تلوار اپنے ساتھیوں کی طرف پھینک دی اور فرمایا کہ اگر میری تلوار نہ مڑ جاتی تو میں ہرگز نہ لوٹتا۔اعمش کہتے ہیں کہ خدا کی قسم انؑ کی مار ایسی مار تھی جو خالی نہ جاتی تھی۔(صفحہ 346-347)

حضرت عمار کا حملہ "ابوعبدالرحمٰن کہتے ہیں کہ میں نے عمارؓ کو دیکھا کہ صفین کی جس وادی میں پہنچتے تو نبیؐ کریم کے صحابہ ان کے ساتھ ہوتے۔عمار، مرقال، ھاشم ابن عتبہ کے پاس پہنچے جو حضرت علی علیہ السلام کے علم بردار تھے۔عمار نے کہا اَے ھاشم تو بھینگا بھی ہے اور بزدل بھی، بھینگے کے ساتھ کوئی بھلائی نہیں۔وہ کسی کی تکلیف کو دور نہیں کر سکتا۔اچانک دونوں صفوں کے درمیان ایک شخص ظاہر ہوا۔حضرت عمار نے فرمایا کہ خدا کی قسم یہ اپنے امام کی ضرور مخالفت کرے گا۔اور اس کے لشکر کو ذلیل کرے گا۔اور خود ان کی تکلیف و مشقت کو دیکھتا رہے گا۔اے ھاشم سوار ہو۔ہاشم سوار ہو کر آگے بڑھے۔عمار آگے بڑھتے ہوئے کہہ رہے تھے اَے ھاشم آگے بڑھو کیونکہ جنگ تلواروں کے سائے کے نیچے ہے۔

عمارؓ کی شہادت۔ اور موت تلواروں کی دھاروں میں پوشیدہ ہے۔آسمان کے دروازے کھل چکے ہیں اور حوریں بناؤ سنگھار کر چکی ہیں۔عمارؓ اور ھاشمؓ پھر واپس نہیں آئے اور وہیں مقتول ہو گئے۔راوی کہتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ میں سے جو کچھ ان دونوں کو حاصل تھا وہ تیرے لئے کافی ہے۔کیونکہ وہ دونوں خود کو حق پر سمجھتے تھے۔

حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص کا اپنے والد سے مکالمہ

ابوعبدالرحمٰن سلمیٰ کہتا ہے کہ جب رات ہوئی تو میں نے یہ ارادہ کیا کہ میں دشمنوں میں جاؤں گا اور یہ معلوم کروں گا کہ آیا ہماری طرح انہیں عمار کے قتل کا علم ہوا ہے یا نہیں؟ اور چونکہ جب جنگ بند ہو جاتی تھی تو دونوں لشکری آپس میں ملتے اور باتیں کرتے۔میں اپنے گھوڑے پر سوار ہوا اور آہستہ آہستہ شامیوں کے لشکر کی جانب چلا جب میں شامی لشکر میں داخل ہوا تو چار شخص میدان جنگ میں گھوم رہے تھے۔یہ چار شخص معاویہ، ابولاعور سلمیٰ، عمرو بن العاص اور عبداللہ بن عمرو العاص تھے میں ان چاروں شخصوں کے بیچ میں داخل ہو گیا (اور عبداللہ ان چاروں میں سب سے بہتر

تھے) تا کہ وہ باتیں سنوں جو مخالفین عمار کے بارے میں کریں۔عبداللہ نے ایک شخص کی لاش کو دیکھ کر اپنے باپ سے کہا۔اے میرے باپ کیا تم نے آج اس شخص کو بھی قتل کر دیا حالانکہ رسوؐل اللہ نے اس شخص کے بارے میں فرمایا تھا۔باپ نے پوچھا حضوؐر نے کیا فرمایا تھا؟ عبداللہ نے کہا کہ کیا تم ہمارے ساتھ نہ تھے جب ہم مسجد رسوؐل بنا رہے تھے اور لوگ ایک ایک پتھر اور ایک ایک اینٹ اٹھا کر لا رہے تھے اور عمارؓ یاسر، دو دو پتھر اور دو دو اینٹیں اٹھا کر لاتے تھے۔اس سے عمارؓ پر غشی طاری ہوگئی تھی۔رسوؐل اللہ ان کے پاس تشریف لائے اور ان کے چہرے سے مٹی صاف کرنے لگے اور فرمایا کہ اَے سمیہؓ کے بیٹے افسوس لوگ تو ایک ایک پتھر اور ایک ایک اینٹ اٹھا کر لاتے ہیں اور تو دو دو پتھر اور دو دو اینٹیں لاتا ہے۔اور یہ کام تو ثواب کی زیادتی کے لئے کرتا ہے۔اور افسوس ہے کہ تجھے ایک باغی جماعت قتل کرے گی۔

حدیث کی غلط تاویل۔ عمرو بن عاص نے یہ سن کر اپنے گھوڑے کا رُخ موڑ لیا معاویہ نے انہیں پیچھے سے پکڑ کر کھینچا، عمرو نے کہا کہ کیا تم نے وہ حدیث نہیں سنی جو عبداللہ بیان کر رہا ہے؟ معاویہ نے سوال کیا کہ وہ کیا حدیث ہے؟ عمرو بن العاص نے انہیں وہ حدیث سنائی۔معاویہ نے جواب دیا تیرا تو بڑھاپے کی وجہ سے دماغ خراب ہوگیا ہے۔تو ہمیشہ حدیثیں بیان کرتا رہتا ہے اور تمام دن اپنے پیشاب میں ڈوبا رہتا ہے۔کیا ہم نے عمارؓ کو قتل کیا ہے؟ بلکہ عمارؓ کو اس شخص نے قتل کیا ہے جو انہیں میدان میں گھسیٹ کر لایا۔ابو عبدالرحمٰن کہتے ہیں کہ میں نہیں جانتا ان دونوں باتوں میں سے کون سی زیادہ تعجب خیز ہے؟

امیر معاویہ کو مقابلے کی دعوت: ابو جعفر کہتے ہیں کہ لوگ یہ بھی ذکر کرتے ہیں کہ جب عمارؓ قتل ہوگئے تو علیؑ نے ربیعہ اور ہمدان کو پکارا اور فرمایا کہ تم میری زرہ اور میرے نیزے ہو تقریباً بارہ ہزار کے قریب یہ لوگ علیؑ کے پاس جمع ہوگئے۔علیؑ آگے آگے ایک خچر پر سوار تھے۔علیؑ اور اس لشکر نے یک بارگی سخت حملہ کیا شامی افواج کی کوئی صف ایسی نہ تھی جو اس لشکر نے تتر بتر نہ کر دی ہو۔اور جس شخص کے پاس بھی یہ لوگ پہنچتے اُسے قتل کر دیتے۔یہاں تک کہ یہ جنگ کرتے کرتے معاویہ کے پاس پہنچ گئے۔اس وقت علیؑ یہ شعر پڑھ رہے تھے

اَضْرِبُهُمْ وَلَا ارىٰ مُعَاوِيَه اَلْجَاحِظُ الْعَيْنِ الْعَظِيْمِ الْحَادِيَه

(ترجمہ) میں لوگوں کو مار رہا ہوں اور مجھے وہ بڑی بڑی آنکھوں والا اور ہر طرف نظر رکھنے والا معاویہ نظر نہیں آتا۔

پھر علیؑ نے معاویہ کو پکار کر کہا۔اے معاویہ تو لوگوں کو بلاوجہ کیوں قتل کرا رہا ہے۔یہاں آ میں تجھ سے اللہ کے یہاں کے لئے فیصلہ کرلوں، ہم میں سے جو شخص بھی اپنے مخالف کو قتل کرے گا وہی تمام امور کا مالک ہو۔عمرو بن العاص نے کہا کہ یہ شخص انصاف کی بات کر رہا ہے مقابلے پر جاتے کیوں نہیں؟ معاویہ نے جواب دیا۔اس نے کوئی انصاف کی بات نہیں کہی۔اس لئے تُو بھی یہ بات جانتا ہے کہ جو شخص بھی اس کے مقابلے پر جائے گا وہ اُسے قتل کر دے گا۔عمرو بن العاص نے جواب دیا کہ اب تمہارے لئے مقابلہ کے بغیر کوئی چارہ نہیں۔معاویہ نے کہا کہ شاید تو میرے بعد ان چیزوں کا خواہاں ہے؟ (مسلسل صفحہ 250 تک)

9) خطبہ نمبر 44 طبری نے بھی لکھا ہے مگر مندرجہ بالا عنوانات کے بعد اور جنگ صفین میں قرآن اُٹھانے سے ذرا دیر پہلے لکھا ہے

جنگ صفین سے متعلق ہم نے طبری سے وہ تمام ضروری عنوانات قارئین کے سامنے رکھ دیئے جن سے معاویہ اور علی علیہ السلام کے مخالفوں کی بے دینی اور ذہنیت واضح ہو جاتی ہے۔اس کے بعد طبری معاویہ کی افواج کی شکست لکھنے والے ہیں اور جنگ کی انتہا تک پہنچنے سے پہلے جو حالات لکھے ہیں ان میں اُس خطبے کا بیان اور کافی الفاظ ملتے ہیں جسے ہم نے تینتالیس نمبر دیا ہے۔طبری سے سنئے عنوان قائم کرتے ہیں۔

Presented by Ziaraat.Com

''غسانیوں سے جنگ'': ''حضرت علیؑ کا کچھ علمبرداروں کے پاس سے گزر ہوا جو اپنی جگہ پر ڈٹے ہوئے تھے اور ذرا بھی پیچھے نہ ہٹتے تھے۔ حضرت علیؑ نے اپنے ساتھیوں کو ان کے مقابلے پر اُبھارا ان لوگوں نے عرض کیا کہ یہ لوگ غسانی ہیں۔حضرت علیؑ نے فرمایا ''یہ لوگ ہرگز بھی اپنے مقام سے اُس وقت تک نہیں ہٹ سکتے جب تک ان کے ایسے بھرپور نیزے نہ مارے جائیں جو اُن کی آنتیں بھی نکال لیں اور اس وقت تک یہ نہیں ٹل سکتے جب تک ان کے ایسے تلواریں نہ ماری جائیں جن سے ان کی گردنیں اُڑ جائیں، ان کی ہڈیاں ریزہ ریزہ نہ ہو جائیں۔اور اُن کے جوڑ ٹوٹ جائیں۔اور ہاتھ کٹ کر گر پڑیں اور یہ اُس وقت تک پیچھے نہ ہٹیں گے جب تک لوہے کے مُکّھوں سے ان کی پیشانیاں نہ توڑی جائیں اور اُن کی پلکیں اور آنکھیں اُن کی ٹھوڑیوں اور سینوں پر نہ آ گریں'' اس کے بعد حضرت علیؑ نے فرمایا کہاں ہیں ثابت قدم رہنے والے؟ اجر کے طلب کرنے والے کہاں ہیں؟ یہ سنتے ہی حضرت علیؑ کے پاس مسلمانوں کا ایک گروہ جمع ہو گیا۔اس کے بعد اپنے بیٹے محمدؑ کو بلایا اور فرمایا کہ اس علمبردار کے پاس ہلکے ہلکے اپنی چال سے جاؤ اس طرح کہ ان کے سینوں میں نیزے تیر جائیں۔پھر اپنی جگہ قائم رہو۔حتیٰ کہ تیرے پاس اللہ کا حکم یعنی موت پہنچ جائے۔محمدؑ بن علیؑ آگے بڑھے اور حضرت علیؑ نے ان کی امداد کے لئے غسانیوں کے مقابلے کے کچھ افراد بھیج دیئے جب یہ لوگ غسانیوں کے قریب پہنچے تو جس کام کا انہیں حکم دیا گیا تھا۔انہوں نے وہی کیا یعنی ان کے سینوں میں سے نیزے اُتار دیئے اور ان پر نہایت سخت حملہ کیا محمدؑ نے اپنے سامنے کے لوگوں کو پیچھے ہٹا دیا۔اور انہوں نے اپنی جگہ چھوڑ دی۔ان کے کئی آدمی مقتول ہوئے۔مغرب کے بعد بھی ان لوگوں میں سخت جنگ ہوئی۔مغرب کی نماز اشاروں سے پڑھی'' (ترجمہ طبری حصہ سوم کا حصہ دوم صفحہ 355)

10) طبری نے بھی معاویہ کی بگاڑی ہوئی تاریخ سے قریش کی مدد کی

ہم نے بڑی تفصیل سے یہ بتایا ہے کہ نبطی حضرت اسماعیل علیہ السلام کی اولاد تھے اور ان کے بڑے بیٹے حضرت نابتؑ کی وجہ سے نبطی یا نابتی کہلاتے تھے اور یہ کہ قرآن کریم کے وعدے والی عظیم الشان مملکت (نساء 4/54) نبطیوں ہی میں ساڑھے تین ہزار سال سے چلی آ رہی تھی۔ (ارض القرآن سلیمان ندوی)

نبطیوں ہی کے ایک خاندان کو غسانی کہنے لگے تھے اس لئے کہ یہ خاندان نہر غسان کے کنارے آباد تھا۔اور یہ کہ مملکت عظیمہ کا آخری بادشاہ جبلہ، عمر کے زمانہ تک موجود تھا اور وہ غسانی خاندان ہی سے تھا۔اور یہ کہ نبطی حکومت کا دارالخلافہ حجر اور رقیم میں رہتا چلا آیا تھا۔اور یہ وہی حجر ہے جس کے باغوں تک پسپائی کا ذکر جناب عمار رضی اللہ عنہ نے کیا ہے اور طبری سے لکھا جا چکا ہے۔یعنی اگر علی مرتضیٰ علیہ السلام کی فوج پسپا ہوتی تو جناب عمارؓ کے یقین کے مطابق اپنی نبطی قوم کی آبادیوں کی طرف پسپا ہوتی اور پھر اُن کی مدد سے قریش کا ستیاناس کر دیتی۔بہرحال نبطی یا غسانی قبیلہ خود علی و محمد علیہم السلام کا قبیلہ تھا۔لہٰذا یہ ممکن ہی نہ تھا کہ جنگ صفین میں غسانی لوگ معاویہ کی طرف سے شامل ہوئے ہوں۔چونکہ تواریخ و احادیث کی کتابیں لکھوانے کی مہم معاویہ نے شروع کی تھی (سیرۃ النبی علامہ شبلی) اس لئے ایسا سامان جمع کرانا ضروری تھا جس سے قریشی حکومتوں کی پالیسیوں اور مذہب کو تقویت ملے۔لہٰذا طبری کا بیان فریب خوردگی کی بنا پر ہے۔یہ تو خطبہ 43 خود ہی بتاتا ہے کہ بات قریشی اور قریشی آبادیوں کی ہو رہی ہے اور واضح الفاظ میں حضورؑ نے بتایا ہے کہ وہ لوگ جب تک کلیتاً برباد نہ کر دیئے جائیں اپنے موقف سے ہٹنے والے نہیں۔طبری کی روایت انہیں محاذ جنگ سے ہٹانے کی بات کرتی ہے۔اور محاذ جنگ سے ان کا ہٹ جانا تو طبری کے بیان ہی سے ثابت ہو چکا ہے۔بات تو ان کے موقف یا عقائد کی ہے۔اِنَّھُم لَن یَّزُولُوا عَن مَوَاقِفِھِم دُونَ طَعنٍ دِراکٍ ؛(خطبہ 43، جملہ 35) ملاحظہ ہو پورا خطبہ اور یہ کہ یہ خطبہ

Presented by Ziaraat.Com

جنگ صفین کے آخری ایام میں ہی دیا گیا تھا۔

11)جنگ کے وہ حالات جو تہذیب المتین تاریخ امیر المومنین میں خصوصیت رکھتے ہیں اور مورخین نے اپنے مصلحتوں سے چھوڑ دیئے ہیں۔

ابوایوّب انصاری رضی اللہ عنہ کی جنگ۔ ابوایوّب انصاری میدان جنگ میں نکلے اور اپنا مقابل طلب کیا۔کئی مرتبہ پکارنے پر بھی جب کوئی مقابلے پر نہ آیا تو آپ نے تلوار سونت کر لشکرِ شام پر گھوڑا ڈال دیا جس طرف رخ کرتے تھے سامنے والے سپاہی فرار کرتے جاتے تھے۔یوں سامنے والوں کو ہانکتے ،مارتے قتل کرتے معاویہ تک جا پہنچے۔معاویہ خوف کے مارے بھاگ کر اپنے خیمہ میں گھس گیا اور ابوایوب معاویہ کے محافظ دستے کو تہہ و بالا کرتے ہوئے اپنے مقام پر واپس آ گئے۔اُدھر معاویہ نے اپنے اصحاب اور محافظوں کو بہت سرزنش کی اور کہا کہ وہ شخص بڑا بدبخت و نامراد ہے جو تم لوگوں کو اپنا معین و مددگار سمجھے اور یہ امید رکھے کہ تم خطرناک وقت پر اُس کی حفاظت کرو گے۔کیا کسی نے تمہارے ہاتھ پیر باندھ دیئے تھے کہ تم اپنی جگہ سے حرکت کرنے کے قابل نہ رہے تھے؟ تمہیں شرم نہیں آتی ہر دفعہ تم پر مرتضویؑ لشکر کا آدمی حملہ کرتا ہے اور تمہاری اس بھاری جمعیت کو پراگندہ کر دیتا ہے اور میرے خیمہ تک پہنچ جاتا ہے۔اور تم اُسے روک بھی نہیں سکتے۔تم تو تعداد میں اتنے ہو کہ اگر ایک ایک مُٹھی مٹی کی اُس پر ڈالو یا ایک ایک کنکری اس پر پھینکو تو وہ دب کر رہ جائے۔اُس وقت ایک بہادر مترفع بن منصور لشکر شام سے باہر نکلا اور کہا کہ اَے معاویہ یہ کوئی بڑا کام نہیں کہ ایک شخص دفعتاً صفوں پر آ پڑے اور ھاتھ پیر مار کر پلٹ جائے۔اب تُو دیکھ میں بھی ایسا کر کے دکھاتا ہوں۔جیسا علیؑ کے سوار کرتے رہے ہیں۔یہ کہہ کر تلوار تانے ہوئے آگے بڑھا۔ابوایوّب تو پہلے سے ایسے آدمی کا انتظار کر رہے تھے جو مقابلہ پر آئے۔مترفع کو بڑھتا دیکھ کر مقابل ہو گئے۔دونوں طرف سے تلوار کے چند وار ہوئے اور وہ اچانک بلا وجہ ایک دوسرے سے جدا ہو گئے۔دونوں لشکر جنگ دیکھ رہے تھے۔دونوں کو صحیح سلامت واپس لوٹتے دیکھ کر حیران تھے کہ لڑنا کیوں بند کر دیا؟ بات جب سمجھ میں آئی جب دیکھا کہ جاتے جاتے مترفع کا سر ایک طرف اور بدن گھوڑے سے دوسری طرف گر پڑا۔لشکر حیران تھے۔ابوایوب کے ہاتھ کی قوت اور صفائی کی دھوم مچ گئی۔یہاں تک کہ حضرت علی علیہ السلام نے بھی اس ضرب کی تعریف کی۔

مقطع عامری کی جنگ۔ نصر کہتا ہے کہ ابوایوّب انصاری کے بعد لشکر شام سے ایک اور بہادر حمار بن معیدہ اسدی میدان میں آیا اور مدّ مقابل طلب کیا۔حضرت علیؑ کے لشکر سے ایک جوان جہاد کی اجازت کے لئے حضوؑر کے سامنے آیا۔آپؑ نے اس کا نام معلوم کیا۔اس نے اپنا نام مقطع عامری بتایا۔حضوؑر نے پوچھا کہ یہ کیسا نام ہے؟ عرض کیا کہ میرا پہلا اور اصلی نام ھیثم تھا۔جنگ کے دوران مجھے ایک بڑا مہلک زخم لگا تھا۔تب سے مقطع نام مشہور ہو گیا ہے۔آپؑ نے جہاد کی اجازت دی اور دعا کی کہ:اَللّٰھُمَّ اَنْصُرُ الْمَقْطَعُ عَلٰی حمار بن مُعِیْدہ (''اے اللہ مقطع کو حمار پر فتح عطا کرنا)مقطع نے حمار پر اس دھماکے سے حملہ کیا کہ وہ تاب مقابلہ نہ لا کر بھاگا۔مقطع نے تعاقب کیا تو حمار معاویہ کی خیمہ گاہ میں سے ہوتا ہوا دوسری طرف نکل گیا۔آخر مقطع پھر اپنی جگہ آ گیا۔لکھا گیا ہے کہ جب معاویہ خلافت پر قابض ہو گیا تو مقطع عامری کا خیال آیا تو اُسے بلوایا جب حاضر ہوا تو اُس سے کہا کہ اگر تو ضعیفی کی عمر کو نہ پہنچ گیا ہوتا تو میں تجھے قتل کرا دیتا۔مقطع نے کہا کہ میرے قتل میں جتنی جلدی ہو سکے بہتر ہے تاکہ میں زحمتوں سے چھوٹ کر شہداء میں داخل ہو جاؤں۔معاویہ نے کہا کہ میں تجھے قتل نہ کراؤں گا۔بلکہ چاہتا ہوں کہ تیرے ساتھ بھائی چارہ (عقد مواخاۃ) قائم کروں۔مقطع نے کہا کہ ہم تم سے فی سبیل اللہ جدا ہوئے ہیں۔قیامت تک ہم میں رشتہ قائم نہیں ہو سکتا۔معاویہ نے کہا کہ یہ منظور نہیں تو اپنی بیٹی میرے نکاح میں دے دو۔مقطع نے کہا کہ یہ بات اُس سے بھی زیادہ قبیح ہے۔جب بھائی چارہ ہی قائم نہیں ہو سکتا تو رشتہ داری کیسے ہو سکتی

Presented by Ziaraat.Com

ہے۔معاویہ نے کہا کہ اچھا کم از کم مجھ سے اپنے اخراجات کے لئے ایک معقول رقم بطورِ وظیفہ قبول کر لے۔مقطع نے کہا کہ مجھے تیری مدد کی بھی احتیاج نہیں ہے۔یہ کہہ کر چلا گیا۔

امام حسنؑ کے سامنے زیرقان بن بدر صحابی نے توبہ کی تھی۔ ایک صحابی بنام زیرقان بن بدر میدان جنگ میں آ کر مبارز طلب ہوا تو امام حسن علیہ السلام نے حضرت علی علیہ السلام سے اذن جہاد حاصل کیا۔جن پر امامؑ زادگان حیران ہوئے کہ حسنؑ کو کیسے اور کیوں اجازت مل گئی۔جب حضرت حسنؑ زیرقان کے سامنے آئے تو اس نے آپ کا نام ونسب دریافت کیا۔آپؑ نے تفصیل سے بتایا۔زیرقان نے کہا کہ اے فرزندِ رسولؐ اگر آپ خنجر و برچھیاں مار مار کر میرے پیٹ کی ساری آنتیں نکال ڈالیں تب بھی میری یہ مجال نہیں ہوسکتی کہ میں آپ کی طرف گستاخانہ نظر اُٹھاؤں چہ جائے کہ آپؑ پر حملہ کے لئے تلوار اُٹھانا؟ میں نے بارہا رسولؐ اللہ کو دیکھا ہے کہ آپؐ کا سر و سینہ چوما کرتے تھے۔امامؑ نے فرمایا کہ اگر تو یہ سب کچھ جانتا ہے تو معاویہ کی تائید میں حضرت علی علیہ السلام سے جنگ کرنے کیوں آیا ہے؟ زیرقان نے عرض کیا کہ مجھ سے خطائے عظیم صادر ہوئی ہے۔میں حد بھر نادم و پشیمان ہوں آپ میری سفارش کر کے حضورؑ سے میری خطا معاف کرا دیں۔امام حسن علیہ السلام اُسے خدمت امیرؑالمومنین میں لائے۔زیرقان نے اظہارِ ندامت و توبہ کیا تو حضورؑ نے اُسے معاف فرما دیا۔

12) خطبہ 44 کا ایک جملہ جو ثابت کرتا ہے کہ پورا خطبہ قریشی قوم کے لئے تھا۔

مروی ہے کہ جنگ صفین کے دوران ایک دن حضرت علی علیہ السلام مع اپنے چند صحابہ کے ولید بن عقبہ وغیرہ چند اہل شام کے قریب سے گزرے تو آپؑ کے صحابہ نے بتایا کہ یہ لوگ آپ کو گالیاں دیا کرتے ہیں۔فرمایا کہ یہ لوگ اس کام کے لئے سب سے زیادہ موزوں ہیں۔یہ لوگ پہلے بھی مجھے بُرا کہتے اور سمجھتے تھے اور میرے ساتھ جنگ کرتے تھے۔میں ان کو اسلام کی طرف بلاتا تھا وہ مجھے لیڈر اور بُت پرستی کی دعوت دیتے تھے۔خدا کی قسم وہ قوم ایام جاہلیت سے زیادہ قریب ہے جن کا راہنما اور لیڈر معاویہ ہے۔اور عمرو بن العاص اور ابن اعور سلمی اور ابن ابی معیط شاربِ حرام (حرام پینے والے) اور حذ زدۂ اسلام جن کے مشیر و ہوا خواہ ہوں۔الحمدللہ کہ جس طرح یہ فاسق و فاجر قوم مجھے دشمن رکھتی ہے اسی طرح اللہ ان کو دشمن رکھتا ہے۔عظیم ترین حادثہ اور ہلاکت خیز سانحہ یہ ہے کہ ان دشمنانِ دین نے امت کے ایک گروہ کو گمراہ کیا اور طرح طرح کی تہمتوں اور افترا پردازی سے امت کو اپنی طرف مائل کیا اور اپنی فتنہ ساز اور فساد انگیز اسکیم میں ان کو شامل کیا اور آخر کار ہمارے ساتھ جنگ وقتال پر انہیں آمادہ کر لیا ہے اور نورِ خداوندی کو بجھانا اور بے اثر کرنا چاہتے ہیں۔ وَاللّٰهُ مُتِمُّ نُوْرِهٖ وَلَوْ كَرِهَ الْكٰفِرُوْنَ O (صف 61/8)

''اور اللہ اپنے نور کو درجہ کمال تک پہنچانے والا ہے خواہ حق پوش گروہ کو ناپسند ہی کیوں نہ ہو''

پھر فرمایا کہ: اَللّٰهُمَّ اِنَّهُمْ رَدُّوا الْحَقَّ فَافْضُضْ جَمْعَهُمْ وَاشْتِتْ كَلِمَتَهُمْ ؛

وَابْسِلْهُمْ بِخَطَايَاهُمْ ؛فَاِنَّهٗ لا يَذِلُّ مَنْ وَالَيْتَ وَلَايَعِزُّ مَنْ عَادَيْتَ ؛

تہذیب کا ترجمہ: ''بارِ الہٰا اِن لوگوں نے حق کو رد کیا پس ان کی جماعت کو پراگندہ اور ان کے کلمہ کو پریشان کر اور ان کے خطا وعصیان میں ان کو ہلاک فرما'' حقیقت یہ ہے کہ تیری ولایت کو ماننے والا کبھی ذلیل نہیں ہوتا اور تیری ولایت کا دشمن کبھی عزت نہیں پاتا۔''

خطبے کے یہ جملے آپ کو بیان الامامۃ میں خطبہ 43 کے اندر جملہ نمبر 33-35 کے ماتحت ملیں گے۔اور جن کی شان میں جملے فرمائے ہیں وہ قریشی قوم ہے چنانچہ معاویہ، عمرو عاص وغیرہ چند نام بھی درج کر دیئے گئے ہیں جو کہ قریشی ہیں۔

Presented by Ziaraat.Com

انصار کے حملوں سے تنگ آ کر نعمان بن بشیر کی اپیل اور احتجاج

جب جناب قیس بن سعد بن عبادہ انصار کی افواج کے ساتھ دوبارہ شامیوں پر حملے کے لئے بڑھے تو نعمان بن بشیر دونوں لشکروں کے درمیان آیا اور قیس بن سعد سے کہا کہ "جو شخص لوگوں کو اُسی کام کے کرنے کو کہے جو خود کرتا ہے وہ بے انصاف نہیں ہے۔ گروہ انصار سے پہلے تو یہ غلطی ہوئی کہ انہوں نے بروز محاصرہ عثمان کی مدد نہ کی۔ پھر جنگِ جمل میں عثمان کے خون کے طلبگاروں کو انہوں نے قتل کیا۔ اور اب وہ صفین کی فوج کشی میں شامل ہیں۔ عثمان کو بے یار و مددگار چھوڑا تھا تو چاہئے تھا کہ علیؑ کی مدد بھی نہ کرتے۔ مگر تم لوگوں نے حق کے مقابلے میں باطل کو اختیار کیا۔ اب بھی قناعت نہیں کرتے کہ لشکر میں عام لوگوں کی طرح رہو۔ فخر و فوقیت کے طلب گار رہو۔ میدان میں تیغ آزماؤں کو مقابلے کے لئے پکارتے ہو۔ ہر شدت و مصیبت میں علیؑ پر جان دینے نکل کھڑے ہوتے ہو۔ قیس یہ باتیں سن کر ہنسے اور کہا اے نعمان تو نے انصاف نہیں کیا۔ تو جو عثمان کا ذکر کرتا ہے اگر اب تک اس کے حال سے واقف نہیں تو اب سن کہ مسلمانوں نے جمع ہو کر اُسے قتل کیا اور صحابہ کبارِ رسوؐل مختار اس کے مددگار نہ ہوئے۔ اور اہل جمل کے ساتھ ہم نے عہد شکنی اور بیعت توڑنے پر جنگ کی تھی۔ رہ گیا معاویہ سو اگر تمام عرب بھی اس پر متفق ہو جائے تب بھی انصار اس پر اتفاق نہ کریں گے۔ ہماری جنگ آج اس سے ویسی ہی ہے جیسے کل حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ ہو کر کرتے تھے۔ تلواریں اپنے منہ پر لیتے اور برچھیاں سینوں پر برداشت کرتے تھے۔ تا اینکہ حق ظاہر و آشکار ہوا ہر چند کہ وہ کراہت کرتے تھے۔ اے نعمان معاویہ کے ساتھ بجز طلقاء و اعراب (بدّو) اور چند اہل یمن کے اور کوئی صاحب عزت گروہ نہیں ہے اور وہ طلقاء وغیرہ بھی فریب میں مبتلا کئے گئے ہیں۔ غور کر کہ مہاجرین و انصار اور تابعین بالاحسان کس طرف ہیں؟

انصار میں سے صرف تم اور تمہارا ساتھی مسلمہ معاویہ کی طرف ہیں اور تم بھی نہ بدری ہو نہ جنگ احد میں شریک ہوئے نہ بیعت عقبہ میں شامل تھے۔ نہ اسلام کے کسی اور کام میں سبقت رکھتے ہو نہ قرآن کی کوئی آیت تمہاری شان میں نازل ہوئی ہے۔ یہ جواب سن کر نعمان بن بشیر مع اپنی پارٹی کے شرمندہ ہو کر چلا گیا۔ اُدھر قیس بن سعد بن عبادہ کی یہ باتیں حضرت علی علیہ السلام کو سنائی گئیں تو قیس کو اپنے پاس بلایا اور اُن کو شاباش دی اور ان کی مدح و ثنا کی۔

عمار یاسر رضی اللہ عنہ اور عمرو بن العاص کی گفتگو سننے والوں کا معاویہ سے الگ ہونا۔

تاریخ اعثم کوفی میں ہے کہ معاویہ کے لشکر میں حصین بن مالک حمیری اور حارث بن عوف سکسکی دو ایسے اشخاص تھے جو اپنے دلوں میں حضرت علی علیہ السلام کی بڑی قدر و منزلت رکھتے تھے اور ان کے حالات کا پتہ لگاتے رہتے تھے۔ لیکن بچند عذرات لشکر شام کے ساتھ آئے ہوئے تھے۔ ایک روز حارث نے حصین کو خبر دی کہ آج عمرو عاص اور عمارؓ یاسر ایک مقام پر جمع ہو کر علیؑ اور معاویہ کے بارے میں گفتگو کریں گے لہٰذا لازم ہے کہ ہم بھی اس مجلس میں حاضر ہوں اور ان کی گفتگو سُنیں۔ چنانچہ وہ دونوں شریک ہوئے اور دیکھا کہ عمار یاسر رضی اللہ عنہ کی گفتگو حق اور باطل کو الگ الگ اور واضح کر رہی ہے اور عمرو عاص لاجواب و حیران ہے۔ تب حارث نے حصین سے کہا کہ ہمیں اس باطل صورتِ حال سے نکل جانا چاہئے۔ چنانچہ دونوں معاویہ کے لشکر سے نکل گئے۔ اُدھر عمرو عاص گفتگو کے بعد اپنے خیمہ پر آیا تو معاویہ کے صحابہ کا ایک گروہ اس کے پاس آیا اور اعتراض کیا کہ تو نے ہم سے کہا تھا کہ رسوؐل اللہ نے عمار کے لئے فرمایا ہے کہ یَدُوْرُ الْحَقُّ مَعَ عَمَّارٍ حَیْثُمَا دَارَ (حق عمار کے ساتھ گردش کرتا ہے جس طرف کہ عمار گردش کرے) عمرو نے کہا کہ ہاں میں نے یہ حدیث تمہیں سنائی تھی۔ اور میں نے حضور علیہ السلام سے سنی تھی۔ لیکن تم کیوں

Presented by Ziaraat.Com

گھبرائے ہوئے ہو؟ کیا تم عمارؓ کو ہم سے جدا سمجھتے ہو؟ کیا تمہیں علم نہیں کہ عمار آج بھی ہمارے پاس ملنے آئے تھے۔ چنانچہ وہ ہم میں سے ہے اور ہم اس کے ساتھی ہیں۔ ذوالکلاع نے یہ سنا تو غصہ سے کہا کہ اَے عمرو خدا سے ڈر اور اس بکواس سے باز آ تو اُس کو عمارؓ کا ملاقات کے لئے آنا کہتا ہے اور اس پر فخر کرتا ہے؟ حالانکہ اس نے دلائل وحق بیانی سے تجھے ذلیل ورسوا کیا اور تو جواب میں عاجز وپریشان رہا۔ کاش وہ نہ آیا ہوتا اور ہمیں اس قدر ذلیل وخوار نہ کرتا۔ حضرت عمار یاسر رضی اللہ عنہ کا عمرو عاص سے ملنا اور اس کی زبان بندی کردینا عبداللہ بن عمر عبسی کو معلوم ہوا تو اسے یقین ہو گیا کہ معاویہ کا سارا کاروبار فریب سازی پر مبنی ہے۔ وہ ایک عابد وزاہد اور نہایت بہادر شخص تھا فوراً لشکر شام سے نکلا اور حضرت علی علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہو کر اپنا خلوص وخدمات پیش کردیں حضورؑ نے دعائے خیر دی اور اپنے احباب میں شامل کیا۔ اگلے روز معاویہ کو اطلاع ہوئی تو عمرو عاص پر حد درجہ ناراض ہوا اور کہا کہ تو خلقت کو مجھ سے باغی کئے دے رہا ہے۔ کیا ضرورت تھی کہ تو نے یہ احادیث عوام کے سامنے بیان کیں؟ کیا یہ ضروری ہے کہ جو احادیث پیغمبرؐ سے سنی ہو وہ عوام کے سامنے بیان ہی کی جائے؟ عمرو بن العاص نے کہا کہ میں نے ایک کلمہ عمار کے حق میں رسولؐ اللہ سے سنا تھا وہ بیان کردیا تھا۔ جب میں نے بیان کیا تھا نہ تیرا لشکر تھا نہ علیؑ کا نہ اس جنگ وجدل کی کچھ اصل وبنیاد تھی۔ مجھ کو کیا معلوم تھا کہ تیرے اور علیؑ کے مابین لڑائی ہوگی اور عمار علیؑ کی طرف ہوگا۔ معاویہ خاموش ہو گیا اس لئے کہ بات بہت عرصہ پہلے وقوع میں آئی تھی۔

نیز تاریخ اعثم کوفی میں ہے کہ لشکر شام میں ایک شخص عقیل بن مالک عبسی بزرگانِ شام میں سے تھا اور اپنی شجاعت میں مشہور ومعروف تھا۔ اس نے جنگ سے ہاتھ کھینچ لیا تھا۔ ایک روز معاویہ نے اُسے بلایا اور کہا کہ تم کس لئے علیؑ سے جنگ نہیں کرتے حالانکہ جرات وبہادری میں تمہارا کوئی ثانی نہیں ہے؟ عقیل نے کہا میرا ارادہ یہی تھا کہ اس جنگ میں پوری جدّ وجہد کرتا رہوں مگر جس روز سے عمرو عاص اور عمار یاسر اور ذوالکلاع اور ابونوح کے مابین گفتگو ہوئی مجھ پر شک وشبہ عارض ہو گیا ہے اب میں کبھی علیؑ کے خلاف جنگ نہ کروں گا۔ اس لئے کہ جہاں تک میں دیکھتا ہوں علیؑ کو حق پر پاتا ہوں۔ یہ سن کر معاویہ کو حد بھر تشویش ہوئی۔ اور اپنے اسٹاف سے اُسے خاموشی کے ساتھ قتل کرادیا۔

حریث بن جابر کا مرتضوؑی لشکر کے لئے دودھ، ستو، گوشت اور مکھن کا انتظام

نصر کہتا ہے کہ حُریث بن جابر نے اُن ایام میں لشکر کی دوصفوں کے درمیان ایک سرخ خیمہ نصب کرایا اور لشکر عراق کے لئے دودھ، ستو اور پانی پینے کے لئے اور گوشت اور مکھن کھانے کے لئے مہیا کیا تھا۔ عام اجازت تھی کہ جو چاہے آئے اور کھائے پیے۔ چنانچہ اس کی تعریف میں اہل عراق نے اشعار نظم کئے۔ راوی نے بیان کیا ہے کہ جب خلافت معاویہ کو مل گئی تو اُس نے عراق کے حاکم زیاد بن ابیہ کو لکھا کہ حریث بن جابر کو ہمدان کی گورنری سے برخواست کردے۔ اس لئے کہ جب مجھے اُس کے صفین کے حالات یاد آتے ہیں تو میرے سینے میں غصہ کی آگ بھڑکنے لگتی ہے۔ زیاد نے جواب میں لکھا کہ اَے امیر المومنین صبر سے کام لو حریث بن جابر اُس شرف وفضیلت پر پہنچا ہوا ہے کہ ہمدان کی گورنری سے معزول ہونا اُسے نقصان نہیں پہنچا سکتا ہے۔

دسویں صفر کے بعد کے جنگی حالات۔ دسویں صفر 37ھ کو حضرت علی علیہ السلام علی الصباح خیمہ سے برآمد ہوئے اور قوم ربیعہ حضورؑ کے گردوپیش جمع تھی۔ حضورؑ کے برآمد ہوتے ہی انہوں نے چاروں طرف گھیرا ڈال لیا۔ عتاب بن لقیط نے بلند آواز سے کہا کے اے معشر ربیعہ، آج علی علیہ السلام کی حمایت کرو اگر تمہارے درمیان خدانخواستہ ان کو کچھ صدمہ پہنچا تو منہ دکھانے کو جگہ نہ رہے گی۔ تم نہیں دیکھتے کہ وہ حضرت اس وقت تمہارے پرچموں کے سایہ میں تشریف رکھتے ہیں۔ شقیق بن ثور نے چلا کر کہا کہ اے قوم ربیعہ اگر ایک مرد بھی تم میں سے باقی رہا اور امیرؑ المومنین کو

تمہارے ہوتے ہوئے کوئی گزند پہنچا تو یقین کرلو کہ عرب کے سامنے تمہارا کوئی عذر قبول نہ ہوگا۔پس حفاظت کروان کی جیسا کہ تمہارے شایان شان ہو۔اور جنگ کروان کے دشمن کے ساتھ فیصلہ کن جنگ کرو۔چنانچہ سارا قبیلہ ربیعہ جان قربان کرنے کا حلف کر کے اُٹھا اور فیصلہ کیا کہ جب تک معاویہ کے خیمہ تک نہ پہنچ جائیں گے منہ نہ پھرائیں گے۔چنانچہ تلواریں سونت کر حملہ آور ہوئے۔اور وہ جنگ کی کہ چشم فلک نے ایسا معرکہ کبھی نہ دیکھا تھا۔کہا گیا ہے کہ صفین کی لڑائیوں میں اس سے سخت جنگ کوئی نہ ہوئی تھی۔جنگ کی شدت سے معاویہ پر خوف وہراس چھا گیا۔عمروعاص سے مشورہ کیا اس نے کہا کہ ربیعہ اپنی قسم پوری کیئے بغیر نہ رہیں گے لہٰذا موت سامنے ناچتی نظر آرہی تھی۔معاویہ وعمروعاص اپنا خیمہ وخرگاہ چھوڑ کر بھاگے اور لشکر کے آخری حصہ میں جاکر کسی چھوٹی سی چھولداری میں پناہ گیر ہوگئے۔ان کے خیمے اور خرگاہ لوٹ لئے گئے۔

کتابِ صفین میں شریک بن نملہ محاربی سے روایت کی گئی کہ جنگ صفین میں لوگ لڑتے لڑتے اپنے مرکز ومقام سے جدا اور دُور ہو جاتے تھے۔اور جب تک گردوغبار ختم نہ ہوجاتا تھا واپس نہ ہوسکتے تھے۔ایک روز کثرت کارزار سے میدان جنگ گردوغبار میں پوشیدہ ہوکر رہ گیا تھا۔جب غبار دور ہوا تو ہم نے دیکھا کہ حضرت علی علیہ السلام ہمارے یعنی بنی محارب کے پرچموں کے نیچے تشریف رکھتے ہیں۔آپؑ نے مجھ سے پانی طلب کیا میں نے پانی کا مشکیزہ منہ کھول کر حضورؑ کی طرف جھکا دیا میرا مطلب یہ تھا کہ حضورؑ منہ لگا کر پانی پی لیں۔مگر حضورؑ نے فرمایا کہ ہم نے پانی کے برتنوں سے منہ لگا کر پانی پینے سے منع کیا ہوا ہے۔لہٰذا میں نے حضورؑ کے ہاتھ دھلوائے اور آپ نے ہاتھوں سے پانی پیا۔آپ نے تلوار کو لٹکا دیا تھا اس سے خون ٹپک کر زمین پر جم گیا تھا۔پانی پی کر حضورؑ نے سر بلند کیا اور پوچھا کہ قبیلہ مضر کہاں ہے۔میں نے کہا کہ اَنْتَ فِیْھِمْ یَااَمِیْرَ الْمُؤْمِنِین۔آپ تو قبیلہ مضر ہی میں ہیں۔دریافت کیا تم لوگ کون ہو اللہ تمہیں برکت عطا کرے؟ میں نے عرض کیا کہ ہم بنی محارب ہیں۔اس وقت حضور کو اپنے محل ومقام کا علم ہوا اور اپنی قرارگاہ کو مراجعت فرمائی۔

قبیلہ ربیعہ کی قدرومنزلت ان کی فداکاری وقربانی سے قائم ہوئی تھی قبیلہ مضر نے بھی وہی مقام حاصل کرلیا۔

نصر بن مزاحم کہتا ہے کہ حضرت علی علیہ السلام قبیلہ ربیعہ کو ان کی حسن خدمات کی بنا پر بہت دوست رکھتے تھے۔یہ بات قبیلہ مضر پر گراں گزرتی تھی۔ابوطفیل عامر بن واثلہ کنانی وعمیر بن عطارد تمیمی،قبیصہ بن جابر اسدی وعبداللہ بن طفیل عامری مع چند اور روساء قبائل کے حضرت کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ابوطفیل نے عرض کی کہ یاامیرالمومنین جس قوم نے نیکی سے آپ کے ساتھ خصوصیت حاصل کی ہے ہم ان پر حسد نہیں کرتے مگر قوم ربیعہ کا خیال یہ ہے کہ وہ ہم سے بڑھ کر آپ کے مطیع وفرمانبردار ہیں۔ان کا یہ خیال صحیح نہیں ہے۔چونکہ سب اکٹھے ہوکر جنگ کرتے ہیں ہماری کوششیں حضور پر اچھی طرح ظاہر نہیں ہوتیں۔ہماری التجا یہ ہے کہ چندے ربیعہ کو جنگ سے معاف رکھیں۔آپؑ نے یہ درخواست منظور فرمالی۔اور ربیعہ کو حکم دیا کہ چندروز آرام کریں۔کہتے ہیں کہ ان دنوں میں وہ میمنہ شام کے مقابلہ میں تھے۔پس اول روز ابوطفیل کنانہ کی قوم کی کثرت کو لے کر میدان جنگ میں نکلے۔اور سخت جنگ کی۔پھر خدمت آنحضرتؑ میں حاضر ہوکر عرض کیا کہ یاامیرؑالمومنین آپ نے فرمایا ہے کہ صبر نیک ہے اور راہِ خدا میں شہید ہونا ثواب عظیم رکھتا ہے۔پس قسم بخدا کہ ہم نے صبر کیا حتیٰ کہ ہم میں سے بہت سے شہید ہوگئے اور ہمارے لئے دین وایمان اور یقین میں ترقی ہوئی ہے کوئی شک وشبہ واقع نہیں ہوا ہے۔حضرتؑ نے ان کی مدح وثنا کی۔دوسرے دن عمیر بن عطارد جو رئیس مضر کوفہ تھا جماعت بنی تمیم کو ہمراہ لے کر میدان جنگ میں آیا اور کہا کہ اے قوم میں ابوطفیل کی طرح جنگ کروں گا تم میرا ساتھ دو پھر حملہ آور ہوا اور یہ لوگ شام تک بڑی کوشش سے جنگ کرتے رہے۔شام کو عمیر بدن پر ہتھیار لگائے ہوئے اسی طرح حضرت علیؑ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی

Presented by Ziaraat.Com

کہ یا امیرالمومنین میرا گمان اپنی قوم کی طرف نیک تھا۔مگر بخدا وہ میرے گمان سے بڑھ کر نکلی اور خوب جنگ کی۔تیسرے دن قبیصہ بن جابر اور چوتھے دن عبداللہ بن طفیل نے میدان میں نکل کر خوب خوب جنگ کی اور شام تک لڑتے رہے۔امیرالمومنین نے ان سب کی صفت وثنا کی اور ان کو دعائے خیر دی۔قبیلہ مضر کلام امیرالمومنین سے نہایت مطمئن اور شاداں ہوئے اور جو کشیدگی ان کے دلوں میں قبیلہ ربیعہ کی طرف سے تھی وہ زائل ہو گئی اور دونوں قبیلے باہم شیر وشکر ہو گئے۔

قریش کا خودساختہ اسلام حقیقی مسلمانوں کے لئے یا پیروانِ علی مرتضیٰ کے لئے ایک کافرانہ ملت تھی۔

نصر کہتا ہے کہ عقبہ بن مسعود ثقفی نے جو کوفہ کا گورنر تھا جناب سلیمان بن صرد خزاعی کو صفین میں خط بھیجا اور لکھا کہ "تم کو چاہئے کہ صبر و ثابت قدمی سے حضرت علیؑ کے سامنے ان کے دشمنوں سے جنگ کرو اس لئے کہ اگر دشمن غالب آ گئے تو ہم کو سخت عذاب میں مبتلا کریں گے ورنہ ہمیں اپنی ملت میں داخل کرلیں گے اور اس طرح تم کبھی فلاح نہ پاسکو گے"

قارئین جنگ صفین کے حالات میں معاویہ اور اس کے ساتھیوں اور آباؤ اجداد کا اور ان کے قبیلوں کا دین وہی تھا جو زمانہ قبل نبوت میں تھا یعنی وہ لیڈر پرست اور جمہوری مسلمان تھے۔جنہیں اللہ کی زبان میں مشرک فرمایا گیا صرف اس لئے کہ وہ حکومتِ خداوندی میں لیڈروں اور ملاؤں کو شریک کرنے کا عقیدہ رکھتے تھے۔اور رسولؐ کی تنہا بصیرت کو ناکافی سمجھتے تھے (نساء 65-4/60)۔

قریش روزِ اول سے رسولؐ اور مومنین کو اپنے والے دین کا پیرو بنانا چاہتے تھے۔

ان ہی کے لئے قرآن میں فرمایا گیا ہے کہ:۔

وَلَا یَزَالُوْنَ یُقَاتِلُوْنَکُمْ حَتّٰی یَرُدُّوْکُمْ عَنْ دِیْنِکُمْ اِنِ اسْتَطَاعُوْا وَمَنْ یَّرْتَدِدْ مِنْکُمْ عَنْ دِیْنِہٖ فَیَمُتْ وَھُوَ کَافِرٌ فَاُولٰٓئِکَ حَبِطَتْ اَعْمَالُھُمْ فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَۃِ وَاُولٰٓئِکَ اَصْحٰبُ النَّارِ ھُمْ فِیْھَا خٰلِدُوْنَ O (بقرہ 2/217)

"اور یقین کرلو کہ یہ ابوسفیان اور قریش تم سے اس وقت تک برابر جنگ کرتے رہیں گے جب تک کہ تمہیں تمہارے دین سے اپنے دین کی طرف واپس نہ لوٹالیں یہ اپنی پوری استطاعت خرچ کردیں گے اور جو کوئی تم میں سے اپنے دین سے ان کے دین کی طرف پلٹ جائے گا سمجھ لو کہ وہ مرگیا۔اور حق پوشی کا مجرم ہوجائے گا اور ایسے لوگوں کے تمام نیک اعمال بھی دنیا اور آخرت میں ضائع ہوجائیں گے اور وہ لوگ جہنمی صحابہ بن جائیں گے اور ہمیشہ جہنم میں رہیں گے"

قارئین غور کریں کہ آنحضرتؐ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ سارے قریش ابوسفیان کی قیادت وسرداری میں جنگ کرتے تھے۔اس وقت رسولؐ سے جنگ علیؑ سے جنگ تھی اس لئے کہ رسولؐ کی فوج کا سردار علی ابن ابی طالب علیہم السلام ہوتے تھے۔اور علیؑ نے قریش کے تمام چیدہ چیدہ تیغ آزماؤں کو تہہ تیغ کردیا تھا اور آج اسی ابوسفیان کا بیٹا معاویہ اُسی علیؑ بن ابوطالبؑ سے جنگ صفین لڑ رہا ہے۔اور اللہ کی طرح حضرت علی علیہ السلام نے بھی فرمادیا ہے کہ:

اِنَّھُمْ لَنْ یَّزُوْلُوْا عَنْ مَوَاقِفِھِمْ دُوْنَ طَعْنٍ دِرَاکٍ ؛ یَخْرُجُ مِنْہُ النَّسِیْمُ ؛ (خطبہ 43، جملے 35-36)

"وہ ہرگز ہرگز اپنے موقف وعقائد وپلان سے باز نہ آئیں گے جب تک ان کے نیزوں کے ایسے کشادہ زخم نہ لگ جائیں جن میں سے ہوا آرپار نکلتی رہے (خطبہ 43، جملے 35-36) (وغیرہ)۔

Presented by Ziaraat.Com

حضرت عمارؓ یاسر ایک دفعہ پھر بتاتے ہیں کہ معاویہ اور عمرو عاص ابوسفیان کی پیروی میں ان ہی مقاصد کے لئے جنگ کر رہے تھے جو ابوسفیان کے تھے۔

نصر بن مراحم نے روایت کی ہے کہ ایام جنگ صفین میں ایک مردعمارؓ یاسر کے پاس آیا اور کہا کہ میں اپنے گھر سے دینی بصیرت اور یقین کے ساتھ شامیوں سے جہاد کرنے کے لئے آیا تھا۔ اور مجھے اس قوم کی ضلالت وگمراہی میں ذرہ برابر شک وشبہ نہ تھا۔ سوائے اس کے کہ آج رات میں نے خواب میں دیکھا کہ گویا ہمارے موذن نے بھی اذان دی اوران کے موذن نے بھی اذان دی۔ اس کے بعد فریقین نے باھم اکٹھا نماز ادا کی اور تلاوت قرآن کی۔ اور دعا مانگی۔ اب میں سوچتا ہوں کہ جب ہمارا قرآن ایک ہے۔ رسوؐل ایک ہے۔ قبلہ اور دین ایک ہے تو آپس میں جنگ تو جائز نہ ہوئی۔ میں باقی رات بہت ہی پریشان رہا صبح ہوئی تو جناب علی مرتضٰی علیہ السلام سے اپنی کیفیت بیان کی تو آپؑ نے فرمایا کہ عمارؓ یاسر کے پاس جاؤ۔ اور اپنا حال انہیں سناؤ۔ عمارؓ نے کہا کہ تم یہ کالا پرچم دیکھتے ہو۔ وہ عمرو بن العاص کا پرچم ہے۔ میں نے عہد رسوؐل میں تین مرتبہ اُحد، بدر اور حنین میں اس پرچم والوں سے جہاد کیا ہے۔ یہ چوتھی بار ہے۔ کہ میں اس پرچم والوں سے جنگ کر رہا ہوں۔ یہ چوتھی مرتبہ پہلی تین دفعہ سے زیادہ بدتر اور ناپاک تر ہے۔ ہم اس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ کے پرچم کے سایہ میں ہوتے تھے اور یہ لوگ مشرکین اور احزاب کے سایہ میں ہوتے تھے۔ قسم بخدا اگر یہ تمام قوم سمٹ کر ایک فرد واحد بن جائے اور ہم اسے ذبح کریں تو میرے نزدیک ان کا خون ایک چڑیا کے خون سے زیادہ حلال ہے''

13) حضرت عمارؓ یاسر اور چند دیگر صحابہؓ کی شہادت تہذیب المتین فی تاریخ امیر المومنین سے

حضرت عمارؓ یاسر رضی اللہ عنہ کی شہادت پھر لکھی جا رہی ہے تا کہ کوئی ضروری پہلو باقی نہ رہ جائے۔ چنانچہ ہم حسب سابق مورخ کی 100 سوسالہ پرانی اردو کو آج کل کی زبان میں تبدیل کرتے چلیں گے اوران کے آسان جملوں کو بجنسہ لکھتے جائیں گے چنانچہ لکھا ہے کہ:۔

''مناقب وفضائل حضرت عمارؓ یاسر ایسے نہیں کہ اس مقام پر کماحقہٗ بیان ہوسکیں۔ وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صحابہ میں سے بڑے مومن اور نیک تھے۔ ان کی رگ وپے میں ایمان ویقین بھرا ہوا تھا۔ دین کے دو معاملات میں سے ہمیشہ مشکل اور دقت طلب اور زیادہ ثواب والے معاملے کو اختیار کیا کرتے تھے سہولت پسندی اور سُستی نام کو نہ تھی۔ آنحضرت ان کو جَلَدَۃٌ بَیۡنَ عَیۡنَیَّ (اپنی آنکھوں کے درمیان والی جھلّی) فرمایا کرتے تھے۔ حضرت علی علیہ السلام کی قدر ومنزلت ان کی چورانوے سال کی عمر میں میدان جنگ میں آنے ہی سے ثابت ہے۔ اس کے ساتھ ہی جنگ میں ان کی کوششیں اور قربانیاں مثالی حیثیت رکھتی ہیں۔ منقول ہے کہ جب وہ دن آیا جس میں عمارؓ کو شربتِ شہادت نوش کرنا تھا تو عین اسی وقت جب کہ جنگ کی آگ پوری شدت سے بھڑک رہی تھی تو حضرت علیؑ کی خدمت میں جہاد کی اجازت کیلئے حاضر ہوئے حضوؐر نے توقف فرمایا تو دوبارہ گزارش کی تب حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا کہ ''مَھۡلًا رَحمَکَ اللّٰہ'' اَے عمارؓ مہلت دو اللہ تم پر اپنی رحمت فرمائے۔ ذرا دیر رُک کر عرض کیا کہ سرکار آج وہی دن ہے جس دن میرے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے میری شہادت کی اطلاع دی تھی اجازت دیجئے کہ اپنی جان آپؑ پر قربان کروں۔ حضرت علیؑ آبدیدہ ہوئے، گھوڑے سے اُترے عمارؓ کو گلے لگایا اور فرمایا کہ ''اے ابوالیقطان خدا تمہیں بہترین جزا دے گا۔ تم ایک لاجواب دوست اور بہترین بھائی ثابت ہوئے ہو''۔

عمارؓ نے عرض کیا کہ میں نے آپ کی پیروی عقل وبصیرت کے ماتحت کی ہے۔ میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ سے بروزِ حنین سنا تھا۔ فرماتے

Presented by Ziaraat.Com

تھے کہ میرے بعد فتنہ برپا ہوگا۔اَے عمارؑ تم اس وقت علیؑ کے ساتھ رہنا۔اس لئے کہ علیؑ حق کے ساتھ ہے اور حق علیؑ کے ساتھ ہے۔علیؑ ناکثین اور قاسطین کے ساتھ جنگ کرے گا۔چنانچہ اَے امیر المومنین اللہ آپ کو اسلام کی طرف سے جزائے خیر دے۔آپ پر جو فرائض تھے آپ نے ادا کر دیئے۔اس کے بعد وداع ہو کر سوار ہوئے۔میدان جنگ میں آئے اور آسمان کی طرف منہ کر کے کہا کہ خداوندا تو خوب جانتا ہے کہ میں ہر حال میں تیرا مطیع و فرمانبردار ہوں۔اگر مجھ کو علم ہو کہ تیری رضا اس میں ہے کہ چلتے دریا میں غرق ہو جاؤں یا جلتی آگ میں جل جاؤں تو میں اِن امور سے درگزر نہ کروں۔پروردگارا اگر تو دوست رکھے تو میں نوکِ سناں اپنے سینے پر رکھوں اور زور کروں حتیٰ کہ پشت سے نکل جائے۔بارِالٰہا جہاں تک مجھ کو علم ہے آج کوئی عمل تیری رضا کے واسطے ان فاسقوں کے ساتھ جنگ کرنے سے بڑھ کر نہیں ہے۔اگر مجھ کو اس سے بڑھ کر تیری رضا کے لئے کوئی اور کام معلوم ہوتا تو میں وہی کرتا۔اس مناجات کے بعد اپنے ساتھیوں سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ جو شخص اپنے رب کی رضا جوئی چاہتا ہے۔اُسے چاہئے کہ اپنے کو مال واولاد کی محبت سے فارغ رکھے۔اَیُّھَا النَّاس یہ لوگ خون عثمان کا دعویٰ کرتے ہیں مگر درحقیقت ان کا ارادہ عثمان کے خون کا انتقام لینے کا نہیں ہے۔انہوں نے زندگانیِ دنیا کا ذائقہ چکھ لیا ہے۔اُسی کو حاصل کرنے کی فکر میں ہیں۔اگر یہ لوگ حق کو اختیار کرتے تو چونکہ اسلام میں ان کو کوئی مقام حاصل نہیں اس لئے دو آدمی بھی اس پر متفق نہ ہوتے کہ خلافت ان کا حق ہے۔اور حق خلافت سے محروم رہ جاتے اس لئے انہوں نے حق کو یعنی صحیح دعوے کو اختیار نہ کیا بلکہ لوگوں کو دھوکہ دینے کے لئے عثمان کو آڑ بنا لیا ہے اور دل میں بادشاہت حاصل کرنے کا ارادہ ہے۔اَے مسلمانو سنو کہ ان لوگوں نے مجبور ہو کر اسلام اختیار کیا تھا۔اور آزادی اور خوشی سے اسلام کو ترک کر دیا ہے۔قسم بخدا اگر یہ لوگ ہمیں ڈھکیلتے ڈھکیلتے حجر کے باغات تک پہنچا دیں تب بھی میں یہ کہوں گا کہ یہ باطل پرست ہیں اور ہم حق پرست ہیں۔پروردگارا اگر تو ہمیں اس قوم پر فتح عطا کرے تو یہ تیرا فضل واحسان ہوگا۔تو ہمیشہ حق کی تائید کرتا ہے۔اگر مقدر اس کے خلاف ہو تو بروزِ قیامت ان کو عذابِ الیم میں مبتلا کرنا۔کیونکہ انہوں نے امت محمدیہؐ میں فسادِ عظیم برپا کیا ہے۔چنانچہ اس گفتگو کے بعد حضرت عمارؑ اپنے اصحاب کے ساتھ جدھر سے گزرتے تھے اصحابِ رسولِؐ خدا ان کے ساتھ ساتھ رہتے تھے۔چلتے چلتے آپ حضرت علیؑ کے علم بردار ہاشم بن عتبہ مرقال کے پاس پہنچے اور کہا کہ اَے ہاشم تم اپنا عَلَم آگے بڑھاؤ کہ جنت تلواروں کے سایہ میں ہے۔اور موت برچھیوں کے گرداگرد ہے۔آسمان کے دروازے شہیدوں کے لئے کھلے ہوئے ہیں اور جنت کی حوریں اپنا سنگھار کر چکی ہیں۔اَلْیَوْمُ اَلْقِیَ الْاَحِبَّۃَ مُحَمَّدًا وَّ حِزْبَہٗ آج میں اپنے دوستوں اور محمدؐ اور ان کے گروہ سے ملوں گا۔جب عمر بن العاص کے ہاتھ میں معاویہ کا پرچم دیکھا تو کہا کہ یہ وہی علم ہے جس سے بدر واحد وخندق میں ہم نے جنگ کی تھی۔آج یہ چوتھی جنگ ہے جو اس پرچم سے ہو رہی ہے۔یہ بھی سابقہ تین جنگوں سے اپنے اندر کوئی خوبی نہیں رکھتی ہے۔پھر عمرو سے کہا کہ افسوس ہے تجھ پر اَے عاص کے بیٹے مصر کی حکومت کی لالچ نے تیری عقل کی آنکھوں کو اندھا کر دیا اور تو نے دین کو دنیا کے بدلے میں بیچ ڈالا۔عمرو نے کہا نہیں بلکہ میں تو خونِ عثمان پر جنگ کر رہا ہوں۔عمارؑ یاسر نے کہا کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ تیرا کوئی کام بھی خالص خوشنودیِ خدا کے لئے نہیں ہے۔اَے عمرو اگر آج قتل ہونے سے بچ رہا تو کل اپنی موت سے ضرور مرے گا۔تو اُس وقت دیکھے گا کہ تجھ کو تیری اس نیت کے موافق جزا ملے گی۔المختصر تلوار چلنے لگی اور اس شدت کا رَن پڑا کہ چشم فلک نے ایسی جنگ کم ہی دیکھی ہوگی۔عمارؑ زرہ پہنے ہوئے تھے اور کہتے تھے کہ اَے لوگو جنت کو چلو۔لاشوں کے انبار لگ گئے۔خیموں کی میخوں کی کمی محسوس ہوتی تو لوگ خیمہ کی طنابوں کو لاشوں کے ہاتھوں اور پیروں سے باندھ دیتے تھے۔اشعث بن قیس کندی کہا کرتا تھا کہ اس روز صفین میں کوئی نیا خیمہ ایسا نہ لگایا گیا جس کی کوئی نہ کوئی رسی لاشوں سے نہ باندھی گئی ہو۔ابوسماک اسدی تلوار ایک ہاتھ میں اور پانی دوسرے ہاتھ میں لئے پھرتا تھا

Presented by Ziaraat.Com

جس میں جان دیکھتا تو پاس کھڑا ہوکر دریافت کرتا کہ امیرالمومنین کون ہے؟ جو علی علیہ السلام کا نام لیتا تھا اسے پانی پلاتا، زخم دھوتا تھا۔ جو خاموش رہتا خنجر سے اس کی مشکل آسان کر دیتا تھا۔ چنانچہ جنگ کے اس ہنگامہ میں جناب عمارؓ بھی لشکر میں ڈوبے ہوئے تیغ زنی کر رہے تھے بتایا گیا ہے کہ انہوں نے اٹھارہ نامی گرامی سورماؤں کو موت کے گھاٹ اتارا۔ اسی دوران ابن جوید ملعون نے گھات لگا کر ایک برچھی ان کے سینہ پر ماری۔ یہ ضرب کھا کر آپ واپس پلٹے اس لئے کہ شدید پیاسے تھے۔ آتے ہی پینے کے لئے پانی طلب کیا ان کے سامنے پانی ملا ہوا دودھ (لَبَنٌ صَیَاحٌ) پیش کیا جسے دیکھتے ہی فرمایا کہ اللہ اکبر صدق رسوؐل اللہ، سبحان اللہ رسوؐل اللہ کی بات سچ نکلی۔ حضوؐر نے فرمایا تھا کہ تیرا آخری رزق پانی ملا ہوا دودھ ہوگا۔ اس میں سے جتنا پیا تھا وہ زخم کے راستے سے نکل گیا۔ اس کے ذرا دیر بعد شہید ہوگئے۔ فَرَحْمَةُ اللّٰهِ عَلَيْهِ۔ جب حضرت علی علیہ السلام کو عمارؓ یاسر کی شہادت کی اطلاع ہوئی تو آنسو بہاتی ہوئی آنکھوں سے لاشہ عمارؓ پر آئے اور ان کا سر اپنے زانو پر رکھا اور فرمایا اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُون اور یہ کہ جو شخص عمارؓ کی وفات پر مغموم نہ ہو وہ یقیناً اسلام اور مسلمانی سے خارج و بے بہرہ ہے۔ میں نے جب بھی رسوؐل اللہ کے پاس تین آدمی دیکھے تو وہاں عمارؓ بھی چوتھے ہوتے تھے۔ چار اشخاص ہوتے تھے تو عمارؓ پانچویں ہوا کرتے تھے۔ مطلب یہ کہ عمارؓ ہمیشہ حضوؐر کے پاس رہتے تھے۔ اور یہ کہ بار بار عمارؓ پر جنت واجب ہوتی رہی ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ عمارؓ حق کے لئے قتل ہوئے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ نے فرمایا تھا کہ: يَدُوْرُ الْحَقُّ مَعَ عَمَّارٍ حَيْثُمَا دَارَ حق عمارؓ کے ساتھ گردش کرتا ہے جس طرف کہ وہ گردش کرے۔ عمارؓ کا قتل کرنے والا اور اس کو بُرا کہنے والا جہنمی ہے۔ پھر عمارؓ کی نماز جنازہ پڑھائی۔ اور انہیں دفن کیا۔ کتاب کامل بہائی میں کتاب محیط قاضی عبدالجبار معتزلی سے نقل کیا ہے کہ حضرت علی علیہ السلام عمارؓ کی شہادت سے پہلے جنگ میں ہرگز ابتدا نہ کرتے تھے۔ جب کہ چھبیسویں روز عمارؓ کو قتل کر دیا گیا تو مخالف فوج پر حکم کفار جاری کر دیا۔ بعدازاں جنگ میں ابتدا کرتے تھے۔ چنانچہ ایک رات میں پانچ سوتیں افراد کو اپنے ہاتھ سے قتل کیا۔ اور ہر مرتبہ تکبیر کہتے تھے۔ جیسا کہ کافروں کے قتل پر کہتے تھے۔ چنانچہ کہتے تھے کہ مَنْ اَصَابَهُ سَيْفِي فَهُوَ فِي النَّارِ کہ جس کو میری تلوار لگے گی وہ جہنمی ہے۔ اور بعض کتب میں ہے کہ عمار نے وصیت کی تھی کہ مجھ کو مع میرے اس لباس خون آلود کے دفن کرنا تا کہ بروزِ قیامت اسی لباس میں مبعوث ہوں اور حق تعالیٰ کے سامنے اپنے قاتل سے مخاصمت کروں۔ سنی و شیعہ نے بہت کثرت سے معتبر روایات لکھی ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عمارؓ کی شہادت کی پیشگوئی فرماتے ہوئے کہا تھا کہ: يَا عَمَّارُ سَتَقْتُلُكَ الْفِئَةُ الْبَاغِيَةُ ۔ اے عمارؓ عنقریب تجھ کو ایک باغی گروہ قتل کرے گا۔ منقول ہے کہ جب مدینہ میں مسجد نبوی تعمیر ہوئی تو صحابہ ایک ایک پتھر اٹھا کر لاتے تھے۔ مگر عمارؓ یاسر دو دو لاتے تھے۔ حضرتؐ نے فرمایا کہ اے ابوالیقظان اس قدر مشقت کیوں کر رہے ہو۔ اتنا ہی بوجھ کیوں نہیں اُٹھاتے جتنا باقی لوگ اُٹھا رہے ہیں۔ عمارؓ نے عرض کی کہ یا رسوؐل اللہ میں اس بات کو محبوب رکھتا ہوں کہ میں اس مسجد میں سب سے زیادہ کام کروں اور سب سے زیادہ اجر و ثواب کا مستحق بنوں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نہایت محبت و شفقت سے عمارؓ کی پشت پر ہاتھ پھیرا اور ان کے کپڑوں اور جسم سے گرد جھاڑی اور فرماتے جاتے تھے کہ حقیقتاً عمارؓ اهل جنت سے ہے اور اُسے ایک باغی گروہ قتل کرے گا۔ باغی گروہ عمارؓ کو جہنم کی طرف دعوت دے گا اور عمارؓ انہیں جنت کی دعوت دے رہا ہوگا۔ حضرت عمارؓ کی شہادت کے بعد اُن احادیث کا چرچا پھیل گیا۔ قریب تھا کہ معاویہ کی افواج میں بددلی پھیل جاتی مگر عمرو عاص نے معاویہ کے پاس آکر بتایا کہ عمارؓ کے قتل کے بعد افواج میں اضطراب پھیل رہا ہے۔ معاویہ نے کہا کہ ہم نے عمارؓ کو قتل نہیں کیا ہے۔ اِنَّمَا قَتَلَهُ مَنْ اَخْرَجَهُ درحقیقت عمارؓ کا قاتل تو وہ شخص ہے جس نے اُسے جنگ کے لئے نکالا ہے اس حیلے سے لشکر شام میں شورش پھیلنے سے روک دی۔ حضرت علی علیہ السلام نے جب اس ترکیب کو سُنا تو فرمایا کہ اس صورت میں لازم ہے کہ رسوؐل اللہ امیر حمزہؓ کے

Presented by Ziaraat.Com

قاتل ہوں ۔ کیونکہ آنحضرتؐ ہی امیر حمزہؓ کو جنگ میں لائے ۔اور مشرکوں کے سامنے پیش کیا۔لکھا گیا ہے کہ عمارؓ کے قتل میں ابوالعادیہ فرازی اور ابن جویر سکسکی دونوں شریک تھے۔اول کے ہاتھ سے سنان لگی۔دوسرے نے سربدن سے جُدا کیا (سر کا کاٹا جانا باطل کہانی ہے)اس لئے دونوں تکرار کرتے تھےاور ہرایک اس کے قتل کا دعویدار تھا۔ یہ قضیہ عمروعاص کے پاس لائے عمرو نے کہا بخدا کہ تم دونوں جہنم کے لئے لڑتے ہو۔معاویہ کو یہ سن کر بہت طیش آیا کہ لوگ ہمارے لئے لڑتے ہیں اور جان قربان کرتے ہیں اور تو ان کو جہنمی بتلاتا ہے۔عمروعاص نے کہا کہ قسم بخدا صورتحال یہی ہےاور تو بھی اس حقیقت کوخوب جانتا ہے۔مگر مصلحتاً اس حقیقت کو چھپاتا ہے۔واللہ کہ میں اس بات کو پسند کرتا ہوں کہ میں آج سے بیس سال پہلے مرگیا ہوتا۔بعض کتابوں میں حنظلہ بن خویلد سے روایت ہے کہ اس نے کہا کہ میں معاویہ کے پاس بیٹھا تھا کہ دوشخص عمارؓ کا سر لئے ہوئے جھگڑتے ہوئے آئے ان میں سے ہرایک عمارؓ کے قتل کا مدعی تھا۔عبداللہ بن عمرو بن العاص نے کہا کہ جھگڑا نہ کرواور آرام سے غور کرو کہ میں نے رسولؐ اللہ سے سنا ہے کہ عمارؓ کو باغی گروہ قتل کرے گا۔معاویہ نے کہا کہ اے ابن عمر اپنی زبان کولگام دواور دیوانوں کی طرح باتیں نہ کرو۔اگر حقیقت یہی ہے جو تو کہتا ہے تو کس لئے تو ہمارے ساتھ ہے؟ عبداللہ بن عمروعاص نے کہا کہ ہر چند میں تمہارے ہمراہ ہوں مگر جنگ میں تمہارا شریک نہیں ہوں ۔اور ساتھ اس لئے ہوں کہ ایک مرتبہ میرے باپ نے حضرت رسولؐ خدا سے میری شکایت کی تھی تو آپؐ نے فرمایا تھا کہ تادم زیست اپنے باپ کی اطاعت کرنا۔مناقب خوارزمی میں ہے کہ خزیمہ بن ثابت انصاری معروف بہ ذوالشہادتین جنگ جمل میں حضرت امیرؑالمومنین کے ساتھ تھا مگر اس نے تلوار میان سے کبھی نہ نکالی تھی۔علیٰ ھٰذا جنگِ صفین میں لڑائی سے دستکش ہی رہا۔اور کہتا تھا کہ کسی امام کے ساتھ نماز نہ پڑھوں گا۔آخر وہ وقت آیا کہ حضرت عمارؓ یاسر قتل ہوگئے،اس وقت خزیمہ نے کہا کہ اب میری نماز درست ہوئی کیونکہ میں نے حضرت رسالتؐ پناہ سے سنا ہے کہ :یَا عَمَّارُ سَتَقْتُلُکَ الْفِئَۃُ الْبَاغِیَۃ ۔ یہ کہہ کر مصروف جہاد ہوا۔لکھا گیا ہے کہ ذوالکلاح حمیری عمارؓ یاسر کی شہادت سے پہلے قتل ہو چکا تھا۔عمارؓ شہید ہوئے تو عمروعاص نے کہا کہ خوب ہوا کہ ذوالکلاع اس وقت موجود نہیں ہے۔زندہ ہوتا تو ضرور فوج میں بغاوت پھیلاتا۔بلکہ تعجب نہ ہوتا کہ اپنی قوم سمیت علیؑ کی فوج میں جاملتا۔مناقب ابن شہر آشوب میں مروی ہے کہ شریک کے پاس بہت سے اہلحدیث جمع ہوئے تا کہ اس سے حدیث عمارؓ **یاعمار ستقتلک الفئة الباغية** کو سماعت کریں۔شریک کو غصہ آیا اور کہا کہ اے لوگو علیؑ کے لئے کچھ فخر نہیں کہ عمارؓ اس کے ساتھ ہو کر قتل ہوا۔عمارؓ کو البتہ فخر ہونا چاہئے کہ اس نے اپنی جان علیؑ پر قربان کی۔

14) حضرت عمارؓ کی شہادت اور نتائج پر علامہ مودودی صاحب کے تاثرات۔

علامہ مودودی جنگ صفین پر بحث کے دوران لکھتے ہیں کہ:''اس جنگ کے دوران میں ایک واقعہ ایسا پیش آگیا جس نے نصِ صریح سے یہ بات کھول دی کہ فریقین میں سے حق پر کون ہے اور باطل پر کون؟

نصِ صریح کی رُو سے مودودی علیؑ کو حق پر معاویہ کو باطل پر لکھتے ہیں وہ واقعہ یہ ہے کہ حضرت عمارؓ بن یاسر جو حضرت علیؑ کی فوج میں شامل تھے۔ حضرت معاویہ کی فوج سے لڑتے ہوئے شہید ہو گئے۔حضرت عمارؓ کے متعلق نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد صحابہ میں مشہور ومعروف تھا اور بہت سے صحابیوں نے اُس کو حضورؐ کی زبان سے سنا تھا کہ:۔تَقْتُلُکَ الْفِئَۃُ الْبَاغِیَۃ (تم کو ایک باغی گروہ قتل کرے گا) مسند احمد، بخاری، مُسلم ،ترمذی، نسائی،طبرانی، بیہقی ،مسند ابوداؤد طیالسی وغیرہ کتب احادیث میں حضرات ابوسعید خُدری،ابوقتادہ انصاری،ام سلمہ،عبداللہ بن مسعود،عبداللہ بن عمرو بن العاص،ابوھریرہ،عثمان بن عفان،حذیفہ،ابوایوب انصاری،ابورافع،خُزیمہ بن ثابت،عمرو بن العاص،ابوالیُسر ،عمار بن یاسر رضی اللہ عنھم

Presented by Ziaraat.Com

اور متعدد دوسرے صحابہ سے اس مضمون کی روایت ہوئی ہے۔ ابن سعد نے طبقات میں بھی یہ حدیث کئی سندوں نے نقل کی ہے۔ متعدد صحابہ وتابعین نے، جو حضرت علیؑ اور معاویہ کی جنگ میں مذبذب تھے، حضرت عمار کی شہادت کو یہ معلوم کرنے کے لئے ایک علامت قرار دے لیا تھا کہ فریقین میں حق پر کون اور باطل پر کون؟ ابوبکر ابن العربی قاضی بصاص نے احکام القرآن میں لکھا ہے کہ:

''علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے باغی گروہ کے خلاف تلوار سے جنگ کی۔ اور ان کے ساتھ وہ اکابر صحابہ اور اھل بدر تھے جن کا مرتبہ سب جانتے ہیں۔ اس جنگ میں وہ حق پر تھے۔ اور اس میں اُس باغی گروہ کے سوا جو اُن سے برسر جنگ تھا اور کوئی بھی ان سے اختلاف نہ رکھتا تھا۔ مزید برآں خود نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمارؓ سے فرمادیا تھا کہ تم کو ایک باغی گروہ قتل کریگا۔ یہ ایک ایسی خبر (حدیث) ہے جو تواتر کے ساتھ منقول ہوئی ہے۔ اور عام طور پر صحیح مانی گئی ہے۔ حتیٰ کہ خود معاویہ سے بھی جب عبداللہ بن عمرو بن العاص نے اسے بیان کیا تو وہ اس کا انکار نہ کرسکے، البتہ انہوں نے اس کی یہ تاویل کی کہ عمارؓ کو تو اس نے قتل کیا ہے جو انہیں ہمارے نیزوں کے آگے لے آیا۔ اس حدیث کو اہل کوفہ، اھل بصرہ، اھل حجاز اور اھل شام سب نے ہی روایت کیا ہے'' (احکام القرآن للجصاص، جلد3 صفحہ 492)

ابن عبدالبرؒ الاستیعاب میں لکھتے ہیں کہ ''نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے بتواتر اثار یہ بات منقول ہے کہ عمارؓ بن یاسر کو باغی گروہ قتل کرے گا اور صحیح ترین احادیث میں سے ہے'' (الاستیعاب جلد2 صفحہ 424)

یہی بات حافظ ابن حَجر نے الِاصابہ میں لکھی ہے۔ دوسری جگہ حافظ ابن حَجر کہتے ہیں کہ ''قتل عمار کے بعد یہ بات ظاہر ہوگئی کہ حق حضرت علیؑ کے ساتھ تھا اور اہل سنت اس بات پر متفق ہوگئے، درآنحالیکہ پہلے اس میں اختلاف تھا (الاصابہ جلد2 صفحہ 506-502) حافظ ابن کثیر البدایہ والنہایہ میں حضرت عمارؓ بن یاسر کے قتل کا واقعہ بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ ''اس سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی دی ہوئی اس خبر کا راز کُھل گیا کہ حضرت عمارؓ کو ایک باغی گروہ قتل کرے گا اور اس سے یہ بات ظاہر ہوگئی کہ حضرت علیؑ حق پر ہیں اور حضرت معاویہ باغی ہیں'' (البدایہ جلد7 صفحہ 270) جنگ جمل سے حضرت زبیر کے ہٹ جانے کی ایک (فرضی۔ احسنؔ) وجہ یہ بھی تھی کہ اُن کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد یاد تھا۔ اور انہوں نے دیکھا کہ حضرت علیؑ کے لشکر میں حضرت عمارؓ بن یاسر موجود ہیں۔ مگر جب حضرت عمارؓ کے شہید ہونے کی خبر معاویہ کے لشکر میں پہنچی اور حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص نے اپنے والد اور معاویہ دونوں کو حضورؐ کا یہ ارشاد یاد دلایا تو معاویہ نے فوراً اس کی یہ تاویل کی کہ ''کیا ہم نے عمارؓ کو قتل کیا ہے؟ ان کو تو اس نے قتل کیا ہے کہ جو انہیں میدان میں لایا'' حالانکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ نہیں فرمایا تھا کہ: حضرت عمارؓ کو باغی گروہ میدان جنگ میں لائے گا۔ بلکہ یہ فرمایا تھا کہ باغی گروہ ان کو قتل کرے گا اور ظاہر ہے کہ ان کو قتل معاویہ کے گروہ نے کیا تھا نہ کہ حضرت علیؑ کے گروہ نے'' (خلافت وملوکیت صفحہ 136۔139)

یہ طویل بیان مولوی مودودی نے بڑی شدّ ومدّ سے دیا ہے اور حضرت علی علیہ السلام کے حق پر ہونے اور معاویہ کے باطل پرست ہونے پر حدیث کی ان تمام کتابوں کے نام لکھے ہیں اور ان تمام راویوں اور آئمہ حدیث کے نام بتائے ہیں جن میں اس حق وباطل کا ثبوت موجود ہے۔ لیکن اس کے باوجود مودودی کے مذہب میں معاویہ کو حضرت لکھنا بھی جائز ہے اور اللہ پر بھی لازم ہے کہ اس ملعون سے راضی ہو اس لئے مودودی کے نزدیک معاویہ بھی رضی اللہ عنہ ہیں۔ یعنی اللہ ورسوؐل اور اسلام کا سو فیصد مطیع وفرمانبردار اور اللہ ورسوؐل اور اسلام کا باغی دونوں برابر ہیں۔ ہم قرآن کی رُو سے مودودی کے اس مذہب پر لعنت بھیجتے ہیں۔

Presented by Ziaraat.Com

15) حضرت عمارؓ کی شہادت پرڈاکٹر طٰہٰ حسین کے عیارانہ الفاظ میں تاثرات

اب ہم چند جملے ڈاکٹر طٰہٰ حسین کے قلم سے لکھتے ہیں تاکہ آپ یہ دیکھ سکیں کہ خود کو موڈرن سمجھنے والے قریشی علما کس طرح حقائق کو ناول نگاری کا رنگ دے کر ضائع کرتے ہیں۔ سنئے:

’’لیکن اتنی بات قطعی ہے کہ اس لڑائی میں شام اور عراق کے بزرگوں اور بڑوں کی ایک جماعت قتل ہوگئی۔ ان بزرگوں کا مارا جانا دیکھنے والوں کے لئے دردناک تھا اور سننے والوں کے لئے بھی۔ اور آج جو بھی لوگ تاریخ وسوانح کی کتابوں میں ان کے واقعات پڑھتے ہیں ان کے دل درد سے بھر جاتے ہیں۔ معاویہ کے ساتھیوں میں سے فاروق اعظم کے لڑکے عبیداللہ ابن عمر جو ہرمزان کے قاتل تھے۔ اسی لڑائی میں مارے گئے اسی طرح معاویہ کے اور بہت سے ساتھی مارے گئے جو بڑی شان وشوکت اور غیر معمولی شجاعت اور بہادری کے مالک تھے۔ حضرت علیؑ کے ساتھیوں میں عمارؓ بن یاسر جن کا قتل مسلمانوں میں ایک تاریخی روایت بن گیا۔ اسی لڑائی میں مارے گئے۔ اسلام میں وہ سب سے پہلے شہید ہونے والے ماں باپ کے بیٹے تھے۔ سب جانتے ہیں کہ ابوجہل نے ان کے ماں باپ کو مصیبتوں میں مبتلا کیا یہاں تک کہ مار ڈالا۔ رسوؐل اللہ نے عمارؓ بن یاسر کو خطاب کر کے فرمایا تھا۔ افسوس ابن سمیہ تجھے باغی جماعت قتل کردے گی۔ اور ابھی تم نے پڑھا ہے کہ زبیر کو جب معلوم ہوا کہ عمار حضرت علیؑ کے ساتھ ہیں تو وہ ڈر گئے (یہ جھوٹا قصہ ہے۔ احسن) خزیمہ بن ثابت انصاری صفین کے معرکے میں حضرت علیؑ کے ساتھ ساتھ تھے لیکن لڑتے نہ تھے وہ عمارؓ کی جستجو میں تھے جب ان کو معلوم ہوا کہ وہ مارے گئے تو انہوں نے کہا کہ اب گمراہی کھل گئی چنانچہ لڑائی میں شرکت کی اور مارے گئے۔ خزیمہ نے دیکھا کہ شامیوں نے عمارؓ کو قتل کیا ہے تو ان کو یقین ہوگیا کہ شامیوں کی جماعت ہی وہ باغی جماعت ہے جس کا ذکر رسوؐل اللہ نے اپنی حدیث میں کیا ہے۔ معاویہ اور ان کے ساتھیوں پر بھی عمارؓ کے قتل کا بڑا دردناک اور گہرا اثر ہوا۔ وہ بھی اچھی طرح جانتے تھے کہ آنحضرؐت نے خود عمارؓ سے کہا تھا کہ ’’تجھے باغی جماعت قتل کردے گی‘‘ لیکن وہ چاہتے تھے کہ اس حدیث سے اپنی بے خبری کا اظہار کریں۔ لیکن جب اس کی کوئی صورت بن نہ پڑی تو تاویل کرنے لگے۔ چنانچہ معاویہ نے کہا کہ ’’ان کو ہم نے قتل نہیں کیا ان کے قاتل تو وہ ہیں جو ان کو یہاں لائے‘‘ حالانکہ عمارؓ کو صفین میں لانے والا کوئی نہیں۔ حضرت علیؑ نے ان کو جنگ کے لئے یا لڑائی پر نکلنے کے لئے مجبور نہیں کیا۔ عمارؓ تو بوڑھے تھے۔ نوے سال سے زیادہ ان کی عمر تھی۔ ان کا جسم بوڑھا ہو چکا تھا۔ لیکن ان کا دل، ان کی عقل اور ان کی بصیرت بڑھاپے کی زد سے محفوظ تھی۔ چنانچہ وہ بولنے چالنے میں، بحث ومباحثہ میں اور جہاد کرنے میں جوان تھے۔ انہوں نے معرکہ جمل کے بعد حضرت عائشہ کو سلام کیا اور کہا ’’کَیۡفَ رَاَیۡتِ ضَرَابَنَا یَا اُمِّی؟‘‘ امی جان ہمارا معرکہ کیسا رہا؟ حضرت عائشہ نے جواب دیا کہ ’’نہ میں تمہاری ماں ہوں نہ تم میرے بیٹے‘‘ عمارؓ نے ہنس مکھ بن کر جواب دیا کہ ’’چاہے جتنا بھی تمہارا دل نہ چاہے لیکن مجھے بیٹا اور تمہیں ماں تو رہنا ہے۔ عمارؓ کا مطلب یہ تھا کہ قرآن نے نبی کریمؐ کی ازواج کو امہات المومنین کہا ہے۔ اب عائشہ قرآن کو تو نہیں بدل سکتیں تھیں۔ عمارؓ حضرت علیؑ کے ساتھیوں میں لڑائی پر ابھارنے میں سب سے زیادہ سخت تھے۔ ایک دن لڑائی میں وہ عمرو بن العاص کے مقابلے میں تھے اور یہ رجز ان کی زبان پر تھا:

نَحۡنُ ضَرَبۡنَاکُمۡ عَلٰی تنزیلہ

والیوم نَضۡرِبُکُمۡ عَلٰی تَاوِیلِہٖ

Presented by Ziaraat.Com

ضَرْبًا یَزِیْلُ الْھَامَ عَنْ مَقِیْلِہٖ
وَیَذْھَلُ الْخَلِیْلُ عَنْ خَلِیْلِہٖ
اَوْیَرْجِعُ الْحَقُّ اِلٰی سَبِیْلِہٖ

''ہم نے تم کوقرآن کے نزول کے موقعہ پر بھی مارا تھا اوراب اس کے مقاصد کے تحت تم کو ماریں گے۔ایسی مار جوسر کوجدا کر دے گی۔اور دوست کی یاد، دوست سے بھلادے گی۔تا آنکہ حق کے لئے راستہ صاف ہوجائے'' عمارؓ اُس دن عمروالعاص کے جھنڈے کی طرف اشارہ کر کے اپنے ساتھیوں سے کہتے تھے۔قسم بخدااس جھنڈے والے سے میں رسولؐ اللہ کی معیت میں تین مرتبہ لڑ چکا ہوں۔اور یہ چوتھی بار ہے اور یہ موقعہ پہلے سے کچھ اچھا نہیں ہے۔عمارؓ ساتھیوں میں جب بھی کچھ انتشار یا ابتری محسوس کرتے تو کہتے تھے کہ اگر حریف ہم کو مار مار کر ہجر کے نخلستان تک بھگادے تب بھی ہم کو یہی یقین رہے گا۔کہ ہم حق پر ہیں اوروہ باطل پر۔

کہا جاتا ہے کہ عمارؓ نے اپنے آخری معرکہ میں جانے سے پہلے پانی مانگا توان کے سامنے دودھ پیش کیا گیا۔جب آپ نے دیکھا تو تکبیر کہی اور کہا رسولؐ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے خبر دی ہے کہ:

''دنیا میں تیرا آخری توشہ دودھ کے چند گھونٹ ہوں گے''اس کے بعد پی کر معرکے میں ٹوٹ پڑے۔اورساتھیوں کوآواز دی۔''کون ہے جو جنت کو چلے'' جنت تلواروں کے نیچے ہے، آج گھاٹ کا دن ہے۔کل دوستوں سے ملاقات ہوگی یعنی محمدؐ اوران کی جماعت سے۔جس دستے کی کمان عمارؓ یاسر کررہے تھے اسکا جھنڈا ہاشم ابن عتبہ ابن ابی وقاص کے ہاتھ میں تھا۔یہ قریش کے بڑے شہسواروں اور بزرگوں میں سے تھے۔حضرت علیؑ کے ساتھ ان کوغیر معمولی اخلاص اور محبت تھی۔وہ یک چشم تھے۔عمارؓ کبھی ان کو یک چشم کہہ کرسختی کے ساتھ آگے بڑھنے کا حکم دیتے اور کبھی نرمی سے کہتے۔ تم پر میرے ماں باپ فدا ہوں میاں آگے بڑھو۔ھاشم ابن عتبہ عمارؓ کوٹھنڈا کرتے ہوئے کہتے ابوالیقطان ذرا ٹھہروتم تو پھُدکتے ہو اور میں رینگتا ہوں شاید میں اپنے مقصد میں کامیاب ہوجاؤں۔اس حالت میں ابن عتبہ لڑتے تھے اور رجز پڑھتے تھے۔

اَعْوَرُ یَبْغِیْ نَفْسَہٗ مَحَلًّا
قَدْاَکْثَرَ الْقَوْلَ وَمَا اَقَلًّا
وَعَالِجَ الْحَیَاۃَ حَتّٰی مَلاًّ
لَا بُدَّ اَنْ یَّفَلْ اَوْیَفُلاًّ
اَشُلُّھُمْ بِذِی الْکُعُوْبِ شَلاًّ

یک چشم اپنے لئے ایک مقام چاہتا ہے۔اس نے کہنے میں کسی قسم کی کمی نہیں کی بہت کچھ کہا ہے، زندگی کا علاج کرتے کرتے وہ تھک گیا ہے۔اب اُس کا گرنا یا گرایا جانا ضروری ہوچکا ہے۔میں اُن کو گرہ دار نیزوں سے بھگاتا ہوں''

اسی طرح عمارؓ ان کوآگے بڑھاتے رہے اور وہ بڑھتے رہے یہاں تک کہ دونوں نے جان دے دی'' (کتاب علی صفحہ 146-142)

16) دسویں صفر معاویہ کی شکست وسازش پر مختلف علما کے بیانات، جنگ صفین فتح کے بعد بھی حضرت علیؑ کے لئے الجھادی گئی۔

ہم رفتہ رفتہ جنگ صفین کے خاتمہ تک آپہنچے ہیں۔ان واقعات اور جنگی اقدامات کے دوران صرف دو تین گھنٹے ایسے گزرے جن میں لشکر مرتضویؑ کا آگے بڑھنا رُکا ہو ورنہ روزِ اول سے لے کر روزِ آخر تک روزانہ معاویہ کی افواج کو شکست کا سامنا کرنا پڑتا رہا۔پانی کو آزاد کرانے

Presented by Ziaraat.Com

کے لئے معاویہ کی تمام افواج کو ہتھیار رکھنا پڑے پھر دھوکا دے کر معاویہ نے گھاٹ کے علاقہ میں پڑاؤ ڈال لیا۔ وہاں سے ان کی تمام افواج کو بڑی ذلت اور کس مپرسی کے عالم میں ہٹنا پڑا تھا ان دونوں اولین اور ہمہ گیر فتوحات سے جنگ شروع ہوئی اور ہر شام کو معاویہ کی افواج کو شکست کا مزا چکھ کر سونا پڑا اب ماہِ صفر کی دسویں یعنی حضرت عمارؓ رضی اللہ عنہ کی شہادت کے اگلے دن حضرت علی علیہ السلام کی افواج نے معاویہ کی فوجی طاقت کو خاک میں ملا دیا اور وہ قرآن کی دُھائی دینے پر مجبور ہو کر رہ گئیں۔ اگر انہوں نے قرآن کی پناہ نہ لی ہوتی تو ان کا ایک شخص بھی صفین کے میدان سے زندہ پلٹ کر نہ جا سکتا تھا۔ لہٰذا اپنی جان بچانے کے لئے آخری چال قرآن کے نام پر چلی گئی۔ اس سلسلے میں سب سے پہلے مودودی کا بیان سنئے:

مودودی قرآن کے نام پر معاویہ اور عمرو بن العاص کی سازش مان کر لکھتے ہیں:

''حضرت عمارؓ کی شہادت کے دوسرے روز 10 صفر کو سخت معرکہ برپا ہوا جس میں حضرت معاویہ کی فوج شکست کے قریب پہنچ گئی۔ اس وقت عمرو بن العاص نے حضرت معاویہ کو مشورہ دیا کہ فوج شکست کے قریب پہنچ گئی ہے اب ہماری فوج نیزوں پر قرآن اٹھا لے اور کہے کہ: هٰذَا حَكَمٌ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ (یہ ہمارے اور تمہارے درمیان حکم ہے) اس کی مصلحت حضرت عمرو نے خود یہ بتائی کہ:۔

''اس سے علیؑ کے لشکر میں پھوٹ پڑ جائے گی۔ کچھ کہیں گے کہ یہ بات مان لی جائے اور کچھ کہیں گے کہ نہ مانی جائے۔ ہم مجتمع رہیں گے اور ان کے یہاں تفرقہ برپا ہو جائے گا۔ اگر وہ مان گئے تو ہمیں مہلت مل جائے گی'' اس کے صاف معنی یہ ہیں کہ یہ محض ایک جنگی چال تھی قرآن کو حکم بنانا سرے سے مقصود ہی نہ تھا۔ اس مشورے کے مطابق لشکر معاویہ میں قرآن نیزوں پر اٹھایا گیا اور اس کا وہی نتیجہ ہوا جس کی حضرت عمرو بن العاص کو امید تھی۔ حضرت علیؑ نے عراق کے لوگوں کو لاکھ سمجھایا کہ ''اس چال میں نہ آؤ اور جنگ کو آخری فیصلے تک پہنچ جانے دو'' مگر ان میں پھوٹ پڑ کر رہی اور آخر کار حضرت علیؑ مجبور ہو گئے کہ جنگ بند کر کے حضرت معاویہ سے تحکیم کا معاہدہ کریں۔ پھر یہی پھوٹ حَکَم مقرر کرنے کے موقع پر بھی رنگ لائی۔ حضرت معاویہ نے اپنی طرف سے عمرو بن العاص کو حکم بنایا۔ حضرت علیؑ چاہتے تھے کہ اپنی طرف سے حضرت عبداللہ بن عباس کو مقرر کریں۔ مگر عراق کے لوگوں نے کہا کہ وہ تو آپ کے چچا زاد بھائی ہیں ہم غیر جانبدار آدمی چاہتے ہیں۔ آخر ان کے اصرار پر ابو موسیٰ اشعری کو حکم بنانا پڑا، حالانکہ حضرت علیؑ ان پر مطمئن نہ تھے''

(خلافت و ملوکیت صفحہ 140-139)

اس بیان میں نوٹ کرنے کی بات یہ ہے کہ معاویہ اور عمرو بن عاص نے محض دھوکا دینے اور شکست و تباہی سے بچنے کے لئے قرآن کی آڑ لی تھی ورنہ قرآن سے ان کا کوئی تعلق نہ تھا۔

تہذیب المتین سے چند اور بزرگوں کی شہادتیں اور تحکیم تک ضروری حالات۔

تہذیب المتین میں لکھا گیا ہے کہ:۔ ''جنگ صفین میں امیر المومنین علیہ السلام کے بہت سے صحابہ اور تابعین شہید ہوئے۔ چنانچہ بعض مورخین نے ستّر اصحاب کا اھل بدر سے شہید ہونا لکھا ہے۔ اسی طرح معاویہ کے لشکر کے لوگ بہت بڑی تعداد میں قتل ہوئے۔ حتیٰ کہ کشتگانِ شام کی تعداد میں ایک لاکھ تیس ہزار تک کی تعداد لکھی گئی ہے۔ اور لشکرِ مرتضویؑ اور معاویہ کی افواج کے برسرِ جنگ رہنے کی مدت گیارہ مہینے لکھی ہے۔ اس عرصے میں سوائے محترم مہینوں کے دونوں افواج اکثر اوقات مصروفِ کارزار رہیں۔ مگر جنگ عظیم جو مسلسل و متواتر جاری رہی وہ ماہ صفر 37ھ میں واقع ہوئی۔ اور بعض مورخین کہتے ہیں کہ فریقین میں کُل نوّے (90) لڑائیاں ہوئیں اور یہ ایک سو

Presented by Ziaraat.Com

دس دن میں واقع ہوئیں۔

جنگ لیلۃ الحریر۔ میدان صفین کی جنگوں میں سے جنگ لیلۃ الحریر آخری اور شدید ترین جنگ ہے۔اس جنگ میں لاشوں کے انبار لگ گئے۔اس سے پہلی جنگوں میں بھی مومنین روزانہ فاتح کی حیثیت سے رات کو آرام کے لئے خیمہ گاہوں میں پلٹتے تھے۔مگر اس آخری جنگ میں مومنین نے جس بہادری اور سرفروشی کا ثبوت دیا وہ تاریخ عالم میں حیران کن یادگار کے طور پر برقرار رہے گی۔اس جنگ میں معاویہ کی افرادی اور اسلحہ کی طاقت کا دم نکل گیا۔معاویہ نے بھاگ کر جان چھپانے کے لئے گھوڑا منگا لیا لیکن بطورِ قسمت آزمائی حضرت علی علیہ السلام کی خدمت میں ایک خط بھیجا اور اس میں صلح کی وہی صورت پیش کی جو اس سے پہلے بھی لکھ چکا تھا۔یعنی مجھے ملک شام دے دیا جائے۔خط کا مضمون سنئے۔اس نے اپنا مقصد یوں لکھا کہ''ہم کو اور آپ کو اگر یہ معلوم ہوتا کہ اس لڑائی کا انجام یہ ہوگا اور اس جنگ و پیکار کی نوبت یہاں تک پہنچے گی تو پہلے ہی سے سوچ سمجھ کر کام کرتے اور اس گرداب بلا میں خود کو نہ ڈالتے تم بھی یا علیؑ اپنی زندگی کے ایسے ہی طلب گار ہو جیسے کہ ہم ہیں۔اور موت سے اُسی قدر خائف ہو جیسے کہ ہم۔میں نے سبق میں تم سے ملک شام طلب کیا تھا۔اس شرط پر کہ تمہارے حلقہ اطاعت میں داخل نہ ہوں۔اور بیعت کے وزن اور گرفت سے میری گردن آزاد رہے۔مگر تم نے اس کو قبول نہ کیا۔پس جو تم چاہتے تھے خدا نے نہ چاہا اور تمہارا دلی مدعا پورا نہ ہوا۔اب کہ بہت سے نیک اور پارسا لوگ اس امت کے قتل ہو چکے ہیں۔لہٰذا باقی بچنے والے لوگوں پر رحم کرو۔اور ملک شام مجھے سابقہ مذکورہ شرط پر دے دو۔یہ بات بھی ملحوظ رہنا چاہئے کہ ہم دونوں اولاد عبد مناف میں سے ہیں اور ہم میں سے کسی کو دوسرے پر ترجیح اور تفضیل نہیں ہے۔والسلام''(تہذیب صفحہ 174)

اس خط پر ہمارے چند جملے:

ابھی حضرت علی علیہ السلام کا جواب قارئین کے سامنے آنے والا ہے۔اُس سے پہلے یہ دیکھ لیں کہ معاویہ کو اپنی شکست وتباہی کا یقین آ چکا ہے۔مگر وہ خط میں اس کا اعتراف نہیں کرتا۔بلکہ برابر رہنے کا تاثر دیتا ہے۔وہ مانتا ہے کہ اس جنگ کا نتیجہ اُس کی موت ہوگا اور وہ موت سے خوفزدہ ہے۔مرنا نہیں چاہتا بلکہ زندہ رہنا اور ملک شام کا حاکم رہ کر زندہ رہنے کی تمنا رکھتا ہے۔مگر وہ حضرتؑ کو بھی اپنے ساتھ برابر کا شریک یعنی موت سے خائف اور زندگی اور حکومت کا طالب لکھتا ہے۔حالانکہ اسے معلوم ہے کہ علیؑ موت سے قطعاً نہیں ڈرتے بلکہ موت سے اُسی طرح مانوس ہیں جس طرح شیر خوار بچہ اپنی ماں کے دودھ سے مانوس ہوتا ہے۔مگر معاویہ اس وقت یہ نہ سمجھتا تھا کہ اُس کا ایک ایک لفظ حضرت علی علیہ السلام کے بیانات سمیت ساری امت تک پہنچ جائے گا۔اور کسی کو اس کی چالاکیوں اور چالوں سے ناواقفیت نہ رہے گی۔بہرحال وہ اس خط میں کثرت سے مرنے والوں کو اپنی اپیل کی پہلی بنیاد بناتا ہے۔اور دوسری بھیک خاندانی رشتہ داری کے نام پر مانگتا ہے اور یہی دونئی باتیں ہیں جو اُس سابقہ خط میں نہ تھیں۔وہ جنگ سے بہت پہلے کا خط تھا اور اس میں وہ اپنی قوت وقدرت کی جھلک دکھا کر ملک شام مانگ رہا تھا۔ہم نے اس تازہ خط کو صرف اس لئے لکھا ہے کہ قارئین حضرت علیؑ کے جواب میں یہ دیکھیں کہ معاویہ جناب عبدؑ مناف کی اولاد نہیں ہے۔اور جب بنی امیہ خاندان علیؑ ومحمدؐ سے نہیں تو ابوبکر وعمر وقریش بھی اولاد ابراہیمؑ نہیں ہیں۔

حضرت علیؑ کا معاویہ کو جواب، معاویہ وبنواُمیہ کا نسل رسولؐ وابراہیمؑ سے نہ ہونا۔

اب قارئین حضرت علی علیہ السلام کا جواب پڑھیں:''تیرا خط ملا اور تیری عداوت اور بغاوت کی تفصیل روشن ہو کر سامنے آئی۔تو نے جو یہ

Presented by Ziaraat.Com

لکھا کہ ''اگر ہم کو پہلے معلوم ہوتا کہ اس لڑائی کا یہ انجام ہوگا تو اس کام کو شروع نہ کرتے۔ مگر میں آج بھی تجھ سے جنگ کرنے کا اُتنا ہی شائق ہوں جیسا کہ پہلے تھا۔ اور میرا یہ شوق ہر روز بڑھتا اور اُبھرتا ہے۔ اور تو نے یہ لکھا ہے کہ ہم امید وبیم اور خوف ورجا میں یکساں ہیں۔ یہ ہرگز صحیح نہیں ہے۔ اس لئے کہ تم اہلِ شک وریب ہو اور ہم ثبات ویقین کے پیکر ہیں۔ اہل عراق ثوابِ آخرت کے امیدوار ہیں اور اہل شام دنیا کے طلب گار ہیں۔ اور ملک شام کی حکومت میری بیعت واطاعت اختیار کئے بغیر مجھے منظور نہیں ہے۔ پہلے بھی تو نے اس کی خواہش کی تھی جسے نامنظور کر دیا گیا تھا۔ اب تم نے ہم پر کون سا نیا حق پیدا کیا ہے کہ دوبارہ وہی چیز طلب کرتے ہو جو پہلے نہ ملی تھی۔ اور یہ جو لکھا ہے کہ ہم دونوں اولادِ عبد مناف سے ہیں۔ اگر تسلیم بھی کر لیا جائے تو لازم نہیں کہ ایک دوسرے پر فوقیت وفضیلت نہ ہو۔ امیہ ہاشمؑ کی مثل نہ تھا۔ اور حرب عبد المطلبؑ سے بہت درجہ گھٹیا تھا۔ ابوسفیان ابوطالبؑ کے پایہ تک نہ پہنچ سکا اور تجھ کو اے معاویہ مجھ سے کوئی نسبت ہی نہیں ہے۔ اور ایک طلیق (آزاد کردہ غلام) کو مہاجر اول سے کیا مناسبت نہ تُو اسلام میں کوئی سابقہ اور مقام رکھتا ہے نہ حضرت رسوؐل خدا سے قرابت حاصل ہے۔ اس کے برعکس میں حضوؐر کا چچازاد بھائی اور داماد ہوں اور تمام انبیاؑء کے علوم کا وارث ہوں۔ مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے وہی نسبت ہے جو حضرت ھارونؑ کو حضرت موسیٰؑ سے تھی۔ اگر ذاتِ بابرکت سرورِ کائنات پر نبوت کا خاتمہ نہ ہو گیا ہوتا تو مسندِ نبوت میرے وجود سے زینت پاتی۔ علاوہ ازیں مجھے اللہ نے اور بے شمار ایسے فضائل بخشے ہیں جو دنیا میں کسی اور کو نہیں دیئے گئے اور اس بات کا تو کبھی وہم بھی نہ کرنا کہ میں تیرے ساتھ جنگ کرتے کرتے ملول ومتاسف اور ناامید ہوا ہوں۔ اے معاویہ میری بیعت اور اطاعت کرنا تجھ پر اور تیرے تمام ساتھیوں پر واجب ولازم ہے۔ اور اگر تو اس شرفِ سعادت سے محروم رہا تو یقین کر لے کہ تو جہنم کے دائمی عذاب میں مبتلا رہے گا'' (ایضاً صفحہ 174-175)

آپ نے پڑھ لیا کہ حضرت علی علیہ السلام اُس کے اباواجداد اور نسل کو اپنے قبیلے اور اپنی نسل وذریت ابراہیم علیہ السلام سے تسلیم نہیں بلکہ بات یوں کرتے ہیں کہ:

''اگر تسلیم بھی کر لیا جائے تو لازم نہیں آتا۔۔۔۔'' لہٰذا تسلیم کرنا پڑے گا کہ قریش نے اپنا شجرہ حضرت اسماعیل وابراہیم علیہما السلام سے ملانے کے لئے اپنی ساختہ پرداختہ روایات وتاریخ میں فراڈ کیا تھا۔ اور اپنے خبیث بزرگوں کے نام حضرت علی علیہ السلام کے بزرگوں سے جوڑ دیئے تھے۔ چنانچہ عباس کو عبد المطلبؑ کا بیٹا بنایا گیا اور بنی امیہ وبنی تیم وبنی عدی کو جہاں موقع مناسب معلوم ہوا چپکا دیا تھا۔ لیکن ہم نے بڑی تفصیل سے اور بار بار قریش کے اس نسلی وتاریخی فراڈ کی دھجیاں اڑادی ہیں۔ اور ان ہی تواریخ وکتب احادیث سے انہیں فریب کار اور مخلوط النسل ثابت کیا ہے''۔ کتاب کا مضمون مسلسل جاری ہے کہ: (صفحہ 175 پر)

''جب حضرت علیؑ کا یہ جواب معاویہ کو ملا تو وہ صلح اور جنگ بندی سے مایوس ہو گیا اور از سرِ نو جنگ کی تیاری میں مصروف ہو گیا۔ اگلے روز پنجشنبہ دسویں صفر المظفر ۳۷ھ کو ابھی آفتاب بلند نہ ہوا تھا کہ دونوں افواج نے میدان جنگ میں اپنی پوزیشن سنبھالی۔ حضرت علی علیہ السلام نے اُس روز عمامہ رسوؐل خدا سر پر پہنا، حضوؐر کی زرہ پہنی، اور آپؐ کی تلوار حمائل کی اور پیغمبرؐ کا مشوق نامی نیزہ ہاتھ میں لیا اور آنحضرتؐ ہی کے گھوڑے پر سوار ہو کر میدان جنگ میں تشریف لائے۔ اور ایک نہایت اثر انگیز خطبہ دیا جس کا خلاصہ یہ ہے کہ:

''قسم بخدا اگر میں یہ جانتا کہ بیباکانہ ظلم کرنے والے اپنی حاسدانہ اور سرکشانہ روش سے دین خداوندی میں تبدیلیاں کر کے اُمت میں فتنہ

Presented by Ziaraat.Com

وفساد نہ کریں گے اور حق داروں کے حقوق اُن کے دست ستم سے پامال نہ ہوں گے تو جنگ و جہاد کو روا نہ رکھتا۔ اور اپنے گھر میں آرام سے رہتا۔ مگر اب واجب ہو گیا ہے کہ اس گمراہ قوم کو راہِ راست پر لاؤں اور سنتِ رسوؐل پر چلنے کی اُن کو دعوت دوں۔ آگاہ اور خبردار ہو جاؤ کہ اس قوم کے دلوں میں ایام جاہلیت یعنی اعلان اسلام قبول کرنے سے پہلے کا اور جنگ بدر و احد و خندق و خیبر و حنین وغیرہ کے زمانہ کا کینہ پوشیدہ ہے۔ یعنی یہ قوم آج تک اپنے بزرگوں کے سابقہ مذہب پر قائم ہے۔ اور یہ کینہ خاص طور پر معاویہ کے سینے میں جوش مارتا ہے۔ وہ چاہتا ہے کہ ہم سے بدلہ لے کر اپنا اور اپنے مقتول بزرگوں کا دل ٹھنڈا کرے۔ اللہ اسے اس کی تمناؤں میں نامراد کرے۔ **فَقَاتِلُوْٓا اَئِمَّۃَ الْكُفْرِ اِنَّهُمْ لَآ اَيْمَانَ لَهُمْ لَعَلَّهُمْ يَنْتَهُوْنَ** ۔'' چنانچہ حقائق کو چھپانے والوں کے ان اماموں اور لیڈروں سے جنگ کرو اور ان کے کسی معاہدے کا کوئی اعتبار نہیں، شاید تلواروں کی مار سے اپنی حرکتیں چھوڑ دیں (توبہ 9/12) اس پر خالص مومنین اور مہاجرین اور انصار نے عرض کیا کہ اگر کسی کو کوئی شک وشبہ تھا بھی تو حضرت عمار یاسر رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد رفع ہو گیا ہے۔ حضوؑر ہمیں حکم دیں ہم دل و جان سے تعمیل احکام کریں گے۔ حضرت علی علیہ السلام نے ان کی مدح کی اور دعائیں دیں۔ پھر حضوؑر نے دس ہزار منتخب سواروں کا دستہ علیحدہ کیا اور انہیں حکم دیا کہ یکدل اور ہم لگام ہو کر شخصِ واحد کی طرح معاویہ کی افواج پر حملہ کریں۔ چنانچہ ایسا حملہ کیا گیا کہ برق و باد کی طرح دشمن پر ٹوٹ کر گرے اور آناً فاناً دشمن افواج کی صفوں کو درہم و برہم کر کے رکھ دیا۔ اور اس طرح قتل عام کیا گیا کہ ہاتھ پاؤں گھوڑوں کے خون میں رنگین ہو گئے۔ اس حملہ کے بعد لشکر شام میں تاب و توانائی باقی نہ رہی۔ معاویہ نے عمرو عاص سے کہا کہ آج صبر کی سخت ضرورت ہے تاکہ کل شرف و فخر حاصل ہو سکے۔ عمرو عاص نے کہا کہ یہ تو درست ہے مگر آج موت حق ہے اور حیات باطل ہے اگر علیؑ نے ایسا ہی ایک اور حملہ کر دیا تو ہم میں کوئی زندہ نہ بچ سکے گا۔ اس روز کے متعلق لکھا گیا ہے کہ ایک شخص ایک کمیت گھوڑے پر سوار، اسلحہ میں ڈوبا ہوا تھا جس کی صرف آنکھیں نظر آتی تھیں۔ ہاتھ میں نیزہ لئے ہوئے تھا اور نیزہ کے اشارہ سے افواج کی صفوں کو درست کرتا پھرتا تھا۔ جب صفیں درست ہو گئیں تو اہل شام کی طرف پشت کر کے اپنے لشکر کی طرف منہ کر کے کھڑا ہوا اور بعد حمد و ثنائے الٰہی اور درود حضرؐت رسالت پناہی کے کہا کہ **اَيُّهَا النَّاس** مقام شکر و سپاس ہے کہ ہمارے امام و پیشوا اس جنگ میں رسوؐل اللہ کے چچازاد بھائی علیؑ بن ابی طالب علیہ السلام ہیں۔ جو اسلام میں سب سے اول اور ہجرت میں سابق ہیں۔ وہ دشمنانِ دین کے لئے اللہ کی کھنچی ہوئی تلوار ہیں۔ لہٰذا جس وقت ہنگامہ کارزار گرم ہو اور مردانِ میدان اپنے گھوڑوں کو جولان کریں تو صبر و سکون کے ساتھ میرے ہمراہ رہو پھر وہ بہادر لشکر شام میں داخل ہو کر مصروفِ جہاد ہوا۔ اور نہایت شدت کا حملہ کیا۔ نیزہ کے ساتھ جنگ کر رہا تھا اور شامیوں کو اس سے موت کے گھاٹ اُتار رہا تھا کہ اس کا نیزہ ٹوٹ گیا۔ اپنے لشکر گاہ کو لوٹا اور خود سر سے اُٹھایا اس وقت معلوم ہوا کہ وہ مالک اشتر ہے۔ لکھا گیا ہے کہ اسی دوران ایک شخص لشکر شام سے باہر نکلا اور دو صفوں کے درمیان کھڑے ہو کر حضرت علی علیہ السلام کو نام لے کر بلایا آپ فوراً پہنچے تو اس نے کہا کہ یا علیؑ میں ایک بات عرض کرتا ہوں اگر قبول کر لیں تو یہ جنگ روکی جا سکتی ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ آپؑ ملک شام ہمارے پاس رہنے دیں اور اُس سے تعارض نہ کریں اور ہم عراق سے تعارض نہ کریں۔ یہ قرارداد طے کر کے دونوں فریق اپنے مقام پر لوٹ جائیں۔ حضرؐت نے فرمایا کہ میں نے تیری نصیحت کو سن لیا اور تیرے مقصد سے واقف ہو گیا میرا جواب سن اور گواہ رہ کہ میں نے اس امر پر بہت ہی طرح غور و فکر کیا۔ میرے لئے دو ہی صورتیں قابل عمل ہیں۔ یا تو اس قوم پر جہاد کروں اور یا دین سے نکل کر کافر ہو جاؤں۔ اولیاء اللہ کا یہ کام نہیں ہے کہ وہ

Presented by Ziaraat.Com

دنیا میں گناہ وجرائم اور معصیت جاری دیکھے اور وہ باوجود قدرت کے بیٹھے دیکھتے رہیں اور عمل بالمعروف اور نہی عن المنکر نہ کریں۔ چنانچہ راہِ خدا میں جہاد کرنا بہت آسان ہے بہ نسبت اس عذاب کے جو کہ دائماً چمٹا رہے گا۔ اس شخص نے یہ سن کر اِنَّا لِلّٰہِ و اِنَّا اِلَیہ رَاجعون پڑھا اور وہاں سے چلا گیا۔ اس کے بعد دونوں فوجیں حرکت میں آ گئیں، صفیں ٹوٹ گئیں اور افواج دست وگریباں ہو گئیں۔ تیر اتنے برسائے گئے کہ ترکش خالی ہو گئے۔ سنان وخنجر وتلوار اور نیزے چلتے رہے۔ گُرز پر گُرز پڑتا تھا۔ لوہے سے لوہا ٹکرانے کا شور برپا تھا۔ ھولناک آوازیں قتل ہونے والے کے منہ سے نکلتی تھیں۔ گھوڑوں کی رُست وخیز سے گرد وغبار بلند ہو کر فضا میں چھا گیا دن میں رات کی طرح اندھیرا ہو گیا تھا۔ لڑتے لڑتے صبح سے شام اور شام سے رات ہو گئی۔ تلواریں روکنے کا موقع ہی نہ ملتا تھا۔ سورماؤں کے دل تیغ آزمائی سے بھرتے نہ تھے۔ ظہر وعصر ومغرب وعشاء کی نمازیں تکبیروں اور اشاروں سے ادا ہوئیں۔ کسی کو گھوڑے سے اترنے یا دم لینے کی مہلت نہ ملتی تھی۔ امیر المومنین وامام المسلمین آسمان کی طرف سر مبارک بلند کر کے فرماتے تھے کہ:۔

اَللّٰھُمَّ اِلَیکَ نُقِلَتِ الْاَقْدَامُ ،وَافَضَتِ الْقُلُوْبُ ،وَرَفَعَتِ الْاَیْدِیْ ،وَمُدَّتِ الْاَعْنَاقُ وَشَخَصَتِ الْاَبْصَارُ،وَطَلَبَتِ الْحَوائِجَ،اَللّٰھُمَّ اِنَّا نَشْکُوْا اِلَیکَ غَیْبَةَ نَبِیِّنَا وَ کَثْرَةَ عَدُوِّنَا وَتَشَتَّتَ اَھْوَائِنَا ،رَبَّنَا افْتَحْ بَیْنَنَا وَ بَیْنَ قَوْمِنَاوَاَنْتَ خَیْرُ الْفَاتِحِیْنَ.

''خداوندا قدم تیری طرف ہی بڑھتے ہیں، اور قلوب تیری ہی طرف راغب ہوتے ہیں، اور ہاتھ تیری ہی طرف پھیلتے ہیں، اور گردنیں تیری طرف بلند ہوتی ہیں، اور نظریں تیری ہی طرف اُٹھتی ہیں اور تمام حاجتیں تجھ ہی سے طلب کی جاتی ہیں۔ پروردگار ہم اپنے نبیؐ کی غیبت اور ان دشمنوں کی کثرت کا تجھ سے شکوہ تیرے حضور پیش کرتے ہیں اور اپنے چاروں طرف مختلف خواہشات کے پھیل جانے کی شکایت کرتے ہیں۔ خداوندا ہمارے اور ہماری مدمقابل اس قوم کے درمیان فیصلہ کر دے اور تو ہی تمام فیصلہ کرنے والوں سے بہتر فیصلہ کرنے والا ہے''

یہ فرماتے جاتے تھے اور اس اندھیری رات میں شامی افواج پر تابڑ توڑ حملے کرتے جاتے تھے۔ اور بانیانِ شر وفساد کو قتل کرتے جاتے تھے۔ راوی کہتا ہے کہ قسم ہے خدا کی جس نے محمدؐ کو برحق مبعوث کیا کہ ابتدائے عالم سے آج تک کسی رئیس قوم کے متعلق یہ نہیں سنا گیا کہ اس نے صرف ایک دن میں اتنے دشمنانِ دین کو قتل کیا ہو۔ جتنے حضرت علی علیہ السلام نے لیلۃ الحریر میں قتل کیے تھے۔ منقول ہے کہ اس رات میں جب وہ حضرت کسی کو قتل کرتے تھے تکبیر کہتے تھے اصحاب میں سے ایک شخص نے جو ہم رکاب رہتا رہا تکبیروں کا شمار کیا تو تکبیروں کی تعداد اس نے پانچ سو تیئیس (523) گنی تھی۔ مگر بعض کتب میں معاویہ کی زبانی لکھا گیا ہے کہ لیلۃ الحریر میں نوسو (900) آدمی حضرت علیؑ کے ہاتھ سے قتل ہوئے۔ ابن ابی الحدید نے لکھا ہے حضرت علی علیہ السلام کے لئے دو صفوں کے درمیان مصلیٰ بچھا دیا گیا تھا۔ اور حضرتؑ نے نماز اور دیگر عبادات بجا لانا شروع کیں دہنے بائیں اور ہر طرف سے تیر گزرتے تھے آپ کو ذرہ برابر فکر وخوف نہ تھا۔ جب تک آپؑ نے اپنے معمول کے مطابق عبادت مکمل نہ کر لی جائے نماز سے علیحدہ نہ ہوئے۔ نصر بن مزاحم کہتا ہے کہ حضرت علیؑ قلب لشکر میں تھے اور مالک اشتر ایک غضبناک شیر کی طرح اپنے لشکر کے ہر دستہ اور ہر قوم اور ہر قبیلے تک گھوڑا دوڑا کر پہنچتے اور سب کی ہمت افزائی کرتے اور جنگ میں شدت برتنے کا تقاضا کرتے جاتے تھے اور کہتے تھے۔ اَلا مَنْ یَّشْرِیْ نَفْسَهٗ لِلّٰهِ وَیُقَاتِلُ مَعَ الْاَشْتَرِ حَتّٰی یَظْهَرَ الْحَقَّ اَوْ یَلْحَقُ بِاللّٰهِ۔ ہاں ہاں کون ہے جو اپنے نفس کو اللہ کی راہ میں فروخت کر دے اور اُشتر کے ساتھ مل کر راہِ خدا میں جنگ جاری رکھے کہ یا تو حق غالب آجائے یا وہ شہید ہو کر اللہ سے جا ملے''

Presented by Ziaraat.Com

چاروں طرف سے لوگ جان قربان کرنے کے لئے اشتر کے ساتھ ملتے جاتے تھے۔اشتر اپنا نیزہ پوری طاقت سے آگے دشمن کی فوج پر پھینک دیتے اور ساتھیوں کو بڑھنے کا اشارہ کرتے وہ حملہ کر کے دشمن کا صفایا کرتے تو اپنی کمان پھینک دیتے اور کہتے میرے چچا اور ماموں سب تم پر قربان ہو جائیں جھپٹا مارو اور دشمن کا ناطقہ بند کر دو اسی طرح اس بے جگری اور شدت سے حملے کئے کہ شامی افواج میں تہلکہ مچ گیا۔اوران کے قدم اکھڑ گئے۔ وہ بھاگتی اور پیچھے ہٹتی جارہی تھیں اور لشکر مرتضوی تیزی سے انہیں گھیرنے کے لئے بڑھتا جاتا تھا۔جو سامنے آتا لقمہ اجل بن جاتا تھا۔وہ پسپا ہوتے ہوتے اپنے پڑاؤ اور خیمہ گاہوں تک جا پہنچے۔اب اور پسپائی کی جگہ نہ پا کر انہیں بھی جم کر مقابلہ کرنا پڑا اور یوں لاشوں کے انبار لگتے چلے گئے۔ معاویہ کے لشکر کا علمدار مارا گیا۔حضرت علی علیہ السلام مالک اشتر کی مدد کے لئے فوج پر فوج روانہ فرماتے جاتے تھے۔ابن ابی الحدید نے لکھا ہے کہ اگر کوئی قسم کھا کر یہ کہہ دے کہ اللہ نے مالک اشتر اور مالک اشتر کے استاد و مربی علیؑ جیسا بہادر کوئی اور پیدا نہیں کیا تو وہ شخص گناہگار نہ ہوگا۔کیا خوب کہا ہے کسی کہنے والے نے مالک اشتر کی شان میں کہ ’’میں کیا صفات بیان کروں اس شخص کی جس کی زندگی اہل شام کے لئے شکست کا باعث تھی اور جس کی موت اھل عراق کی تباہی کا باعث بن گئی‘‘ اور حضرت علی علیہ السلام نے اشتر کے لئے کہا کہ ’’مالک اشتر میرا ویسا ہی ناصر و مددگار تھا کہ جیسا میں رسولؐ خدا کے لئے ناصر و مددگار رہا‘‘ نصر بن مزاحم نے روایت کی ہے کہ اس روز آسمان سے تازہ خون برسا لوگوں نے برتنوں کو بھر بھر پھینکا اس دن شامی افواج پر خوف و ہراس چھا گیا تو عمرو عاص نے پکار کر کہا کہ لوگو یہ اللہ کا ایک معجزہ اور انتباہ ہے تا کہ تم لوگ اپنا معاملہ خالص اللہ سے وابستہ کرلو۔اس جملے سے فوج کی ہمت بڑھی اور پھر شدت سے مقابلہ کرنے لگے۔لیکن مرتضوی فوج نے ذرا ہی دیر میں پھر خوف وہراس غالب کر دیا۔خود معاویہ نے بھاگ نکلنے کے لئے ایک نہایت تیز و تند گھوڑا منگا لیا تھا۔وہ کہتا ہے کہ میرا پختہ ارادہ تھا کہ یا علیؑ سے پناہ طلب کروں یا قیصر روم کی مملکت میں جا کر پناہ لوں۔لیکن مجھے ابن اطنابہ کے چند اشعار یاد آ گئے جن کی وجہ سے میں فرار سے رک گیا۔نقل ہے کہ اشعث بن قیس ملعون نے اپنی قوم و قبیلہ کندہ کو اُس رات جمع کر کے اغوا کیا کہ تم نے آج کی کیفیت دیکھی کہ عربوں پر کیسی بلائے عظیم نازل ہوئی ہے۔بخدا میں نے اپنی پوری عمر ایسا کشت و خون نہیں دیکھا تھا۔اگر کل ایسی ہی ایک اور لڑائی ہوگئی تو امید نہیں کہ ان دونوں لشکروں میں سے کوئی زندہ رہ جائے۔لہٰذا تم لوگ اپنے بچوں اور عورتوں پر رحم کرو اور اس جنگ و خون ریزی سے موقع ملتے ہی ایک دم دستکش ہو جاؤ۔اشعث کو معاویہ کی طرف سے بے شمار رشوت پہنچ چکی تھی اور جب معاویہ کو اشعث کی اس گفتگو کا علم ہوا تو اُسے اطمینان حاصل ہو گیا۔بہر حال جنگ برابر جاری تھی۔کشتوں کے پشتے لگتے جا رہے تھے۔اہل شام میں فریاد و فغان جاری تھی لیکن تلواریں نہ رکتی تھیں۔اعثم کوفی لکھتا ہے کہ لیلۃ الحریر میں مقتولوں کی تعداد چھتیس ہزار (36000) تک پہنچ گئی تھی جس میں سے بتیس ہزار (32000) لشکر معاویہ کے مقتول تھے۔

قرآن نیزوں پر بلند کر کے لشکر امیرالمومنینؑ میں پھوٹ ڈالنے کا کامیاب حربہ

اس تباہی کو دیکھ کر معاویہ نے عمرو العاص سے کہا کہ تیری وہ پالیسیاں آج کہاں ہیں؟ یہ آخری وقت ہے اگر بچنے کی کوئی راہ نکال سکتے ہو تو دیر کرنے اور سوچنے کی گنجائش نہیں ہے۔عمرو عاص نے کہا کہ پوری فوج کو جنگ روک کر نیزوں پر قرآن بلند کرنے کا حکم دے دو۔چنانچہ جس قدر قرآن لشکریوں کے ساتھ تھے نیزوں پر باندھ کر بلند کر دیئے گئے اور عمرو عاص کا یہ جملہ سب طرف سے دھرایا جانے لگا کہ:

’’یہ قرآن کلامِ خدا اور وحی منزل من اللہ ہے۔ہم اس پر ایمان رکھتے ہیں۔تم بھی مسلمان ہو اور اللہ کے کلام پر ایمان رکھتے ہو۔لہٰذا یہ قرآن ہمارے اور تمہارے درمیان ہے۔اس کے مطابق جو حکم ہو اس پر عمل کرنے کے لئے ہم تیار ہیں اور جنگ بند کرتے ہیں‘‘

Presented by Ziaraat.Com

عمروعاص نے بتایا کہ ہم نے علیؑ کے لشکر کے سرداروں کو پہلے سے ہموار کررکھا ہے وہ منتظر ہیں سب جنگ سے دستکش ہوجائیں گے۔ چندسرداران فوج اور علیؑ ایک طرف رہ جائیں گے یہی ایک چال ہے جو میں نے آج کے دن کے لئے محفوظ رکھی ہوئی تھی۔سب نے بالا تفاق اس تدبیر کو پسند کیا۔جن کے پاس قرآن نہ تھے انہوں نے اینٹ پتھر جو کچھ ملا نیزوں پر باندھ کر بلند کردیا تھا۔اور جو قرآن کہ شام کی مسجد اعظم میں رہتا تھا اور عثمان نے ملک شام میں بھیجا تھا۔اس کو چار نیزوں پر باندھا اور خاص امیرالمومنین کے سامنے کھڑا کیا۔اور باآوازِ بلند پکارا گیا کہ:

''اے اھل عراق یہ مصحفِ مجید ہے ہم اس کے اوامر ونواھی کو مانتے ہیں۔اور اس کے فرض وسنت کی پیروی کو لازم جانتے ہیں۔تم بھی اگر خداپرایمان رکھتے ہو اور اس کو کلام ربانی سمجھتے ہو تو اس کے بموجب عمل کرو۔اور عورات واطفال پر رحم کھاؤ۔اگر ہم اسی طرح لڑبھڑ کرفنا ہو گئے تو اہل روم وفارس بدلے لیں گے۔اور عورات واطفال کو قید کرکے لے جائیں گے''

بالجملہ کل پانچ سوقرآن تھے یا پانچ سو پچاس تھے۔امیرالمومنین نے یہ دیکھ کرفرمایا کہ: ''پروردگارتو خوب جانتا ہے کہ قرآن ان کا مقصود ومدعا نہیں ہے۔لہٰذا اے اللہ ہمارے اور ان کے درمیان تو خود فیصلہ کر کہ تو تمام فیصلہ کرنے والوں سے بہتر فیصلہ کرنے والا ہے''

اس ترکیب سے آنحضرتؑ کے لشکر اور صحابہ میں تفرقہ پڑگیا۔ایک فریق کہتا تھا کہ بدستور جنگ جاری رکھو۔دوسرا فریق اُس کا مخالف تھا اور جنگ بند کرچکا تھا۔اشعث بن قیس کندی نے ان قرآنوں کو دیکھا وہ درپردہ معاویہ سے سازش رکھتا اس لئے فی الفور امیرالمومنین کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی کہ یا امیرالمومنین اب کوئی عذر باقی نہیں رہا ہے۔آپ ہمیشہ یہی کہتے رہتے تھے کہ میں ان کے ساتھ کتابِ خداوندی کے مطابق اور سنت رسولؐ کے حساب سے عمل کروں گا۔اب وہ خود اس کے خواستگار ہیں۔اسی لئے قرآن پیش کئے ہیں۔پس ان کی درخواست قبول کیجئے۔ورنہ قسم بخدا کہ ہم آپ کی اطاعت نہ کریں گے۔اور آپ کے کہنے سے ان کی طرف ایک بھی تیر نہ پھینکیں گے۔امیرالمومنین نے فرمایا کہ:۔

''میں ان لوگوں کو خوب جانتا ہوں ان کا مقصود قرآن اور حکم قرآن ہرگز نہیں ہے۔بلکہ انہوں نے اپنی شکست اور ہماری فتح کا یقین کرلیا ہے۔لہٰذا چاہتے ہیں کہ اس حیلے سے ہم کو اپنے سر سے دفع کردیں۔اور جان بچالے جائیں۔اے اشعث تو ان کے مکارانہ جال میں نہ پھنس جانا۔یہ کھلا دھوکا دے رہے ہیں۔ذرا سا صبر کر اور اپنی ذمہ داری مستعدی سے انجام دیتا رہ ذرا دیر میں فتح ہونے والی ہے۔ایسا نہ ہو کہ تیرے منہ سے تیری فریب زدگی کی یہ باتیں کوئی اور بھی سن لے۔اور شک وشبہ میں الجھ جائے جو کہ معاویہ اور عمروعاص کا بنیادی مقصد ہے''اشعث نے کہا کہ معاذ اللہ میں ہرگز ایسی قوم پر تلوار کھینچنے کو تیار نہ ہوں گا۔جو ہمیں قرآن اور سنت رسولؐ کی طرف دعوت دے رہی ہو۔اگر آپ کو تردد ہے تو مجھے اجازت دیں کہ میں معاویہ کے پاس جاؤں اور حقیقت حال اس سے دریافت کروں۔آنحضرتؑ نے فرمایا کہ:''میں جو کچھ اس قوم کے متعلق جانتا تھا تجھ سے بیان کردیا۔اب جو تیرا دل چاہے کر''اشعث معاویہ کے پاس گیا اور اس سے پوچھا کہ تم نے یہ قرآن کس غرض سے بلند کئے ہیں؟ معاویہ نے کہا اس لئے کہ ہم اور تم اس کلام اللہ کے مطابق باھم مصالحہ کرلیں اور اس جنگ جوئی سے باز رہیں''اشعث نے کہا کہ بہت خوب ہے اور امیرالمومنین کے پاس آکر ماجرا بیان کیا۔پس ایک مرد شامیوں میں سے ایک ابلق گھوڑے پر سوار قرآن کھول کر دوصفوں کے درمیان کھڑا ہوا اور اس آیت کی تلاوت کرتا تھا کہ: اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ اُوْتُوْا نَصِيْبًا مِّنَ الْكِتٰبِ يُدْعَوْنَ اِلٰى كِتٰبِ اللّٰهِ لِيَحْكُمَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ يَتَوَلّٰى فَرِيْقٌ مِّنْهُمْ وَهُمْ مُّعْرِضُوْنَ O(آل عمران 3/23)

ترجمہ مصنف تہذیب المتین کا:''یعنی نہیں دیکھا تو نے ان لوگوں کی طرف جو کتاب خدا سے بہرہ اور حصہ دیئے گئے ہیں جب ان کو کتاب

Presented by Ziaraat.Com

خدا کی طرف بلاتے ہیں تا کہ ان کے درمیان بحق حکم کریں تو ان میں سے ایک فرقہ پشت پھیرتا ہے اور قبول حکم سے اعرض و روگردانی کرتا ہے"(صفحہ 179)(ترجمہ غلط ہے۔احسنؔ)

بالجملہ معاویہ وعمروعاص کا یہ تیر تدبیر نشانہ پر بیٹھا اور اشعث برملا آنحضرتؑ کے خلاف ہو گیا۔اور اس کے ساتھ ہی اور اکثر دنیادار جنہوں نے معاویہ سے رشوتیں لی تھیں بگڑ گئے۔اور حضرت علیؑ کے لشکر میں عظیم اختلاف پیدا ہو گیا۔بعض کہتے تھے کہ یہ لوگ ہم کو کتابِ خدا کی طرف دعوت دیتے ہیں ہم کو اس جنگ سے سخت صدمہ اور نقصان پہنچا ہے۔ہمارے دلیر و دلاور مرد میدان جنگ میں قتل ہو چکے ہیں۔اب جو یہ کہتے ہیں اس کو قبول کرو۔اور قتال و جدال سے ہاتھ روک لو۔تا کہ قدرے قلیل جو لوگ زندہ رہ گئے ہیں نجات پائیں۔بعض دیگر جو اپنے دین وایمان پر قائم تھے اور معاویہ کی سازشوں اور پروپیگنڈے سے متاثر نہ تھے اس کے برعکس رائے دیتے تھے کہ یہ محض شامیوں کا مکروفریب ہے۔جنگ نے ان کی کمر توڑ کر انہیں عاجز کر دیا ہے۔ذرا سا صبر کرنا چاہیے کہ یہ جھگڑا چند سانسوں میں ہمیشہ کے لئے طے ہوا جاتا ہے۔ثُفیان بن ثوُر بکری نے کہا کہ:

"اے اھلِ عراق ہم شامیوں سے اس لئے جنگ کرتے تھے کہ ان کو کتاب خدا کی طرف بلایا جاتا تھا اور وہ اس سے انکار کرتے تھے اب وہ ہم کو قرآن کی طرف دعوت دے رہے ہیں۔کیسے ہوسکتا ہے کہ ہم قبول نہ کریں؟اگر ہم قبول نہ کریں گے تو ان کو ہمارے ساتھ جنگ کرنا حلال ہو جائے گا جیسا کہ پہلے ہمیں حلال تھا۔تعجب ہے کہ علیؑ بن ابی طالب پر اس صورتِ حال کا کوئی اثر ظاہر نہیں ہو رہا ہے اور وہ بدستور اپنی پہلی رائے پر قائم ہیں۔اور ہم کو جنگ جاری رکھنے کا حکم دیئے چلے جارہے ہیں۔ہم میں اب طاقت جنگ باقی نہیں ہے۔ہمارے تمام مرد ھلاک ہو چکے ہیں اب صلح کرنا ہی صحیح بات ہے"

عدی بن حاتم نے کہا:۔"یا امیرؑ المومنین اگر ہمارے آدمی مارے گئے ہیں تو ان کے بھی مارے گئے ہیں۔ہم زخمی اور مجروح ہیں تو وہ بھی زخمی اور مجروح ہوئے ہیں۔خدا کا شکر ہے کہ ہماری حالت ان سے بدرجہا بہتر ہے۔ان میں قلق واضطراب و بدحالی نمایاں ہے اور فتح و نصرت ہمیں حاصل ہے"

مالک اشتر نے کہا کہ"یا امیرؑ المومنین معاویہ کی فوج میں اتنے جواں مرد باقی نہیں رہے جتنے آپ کی فوج میں ہیں اور اگر ہوتے بھی تو یہ جرات و جسارت جو ہماری فوج میں ہے ان کو نصیب نہ ہوتی۔چنانچہ فَاقْرِعِ الْحَدِيْدَ بِالْحَدِيْدِ وَ اسْتَعِنْ بِاللّٰهِ الْمَجِيْدِ،ہتھیاروں کو ہتھیاروں سے ٹکراتے رہیئے اور خدائے بزرگ سے مدد طلب کیجئے"چنانچہ عمر بن الحمق خزاعی اور رفاعہ بن شداد بجلی و حصین بن منذر و خالد بن معمر وغیرہ نے جنگ جاری رکھنے کے متعلق اسی قسم کی باتیں کیں۔یہ لوگ اپنی گفتگو اور رائے پیش کر رہے تھے اور حضرت علی علیہ السلام خاموش بیٹھے سن رہے تھے۔ نصر بن مزاحم کہتا ہے کہ جب سب اپنی اپنی باتیں کر چکے تو حضوؑر نے فرمایا کہ:

"اَیُّھَا النَّاس میں کتابِ خداوندی کو قبول کرنے میں سب سے زیادہ حقدار اور اولیٰ ہوں۔تمام عالم سے پہلے میں نے کتاب خداوندی کی دعوت کو قبول کیا تھا۔حقیقت یہ ہے کہ معاویہ اور عمروعاص وابن معیط اور پسر ابی سرح اھل دین اور اھل قرآن سے نہیں ہیں۔میں بچپن اور جوانی میں ان کے ساتھ رہا ہوں۔ان میں خیر وصلاح کبھی موجود نہ تھی۔یہ قرآن بلند کرنے والی بات ان کی عیاری اور فریب ہے۔وہ بظاہر کلمہ حق کہہ رہے ہیں مگر اس کے پیچھے ایک باطل مقصد ہے۔قرآن ساتھ رکھتے ہیں لیکن قرآن کے مقاصد ومطلب سے سروکار نہیں رکھتے۔اور ہرگز اس پر عمل نہیں کرتے۔تھوڑی دیر صبر کرو اور اپنے سر اور بازو ہمیں عاریتاً دے دو کہ حق اپنی انتہا تک پہنچ گیا ہے

Presented by Ziaraat.Com

اور ظلم وجفا پیشہ لوگوں کا فیصلہ ہوا جاتا ہے‘‘

حضرت علیؑ کے بیان پر حافظانِ قرآن کا ہنگامہ: حضرت علی علیہ السلام کے بیان کے بعد بیس ہزار (20000) ایسے لوگ جن کی پیشانیوں پر سجدے کے نشانات تھے۔اور اسلحہ میں ڈوبے ہوئے تھے۔ننگی تلواریں کاندھوں پر رکھے ہوئے آئے۔مُسعر بن فدکی اور زید بن حصین وغیرہ قاریانِ قرآن جو بعد میں خارجی کہلائے اور ان بیس ہزار مسلح لوگوں کے نمائندہ وراہنما تھے۔اور بجائے امیر المومنین کہنے کے حضوؑر کا نام لے کر مخاطب ہوئے اور کہا کہ:

مقدس لوگ معاویہ کی سازش کا شکار ہوئے۔ ’’یا علیؑ یہ قوم کتابِ خدا کی طرف دعوت دے رہی ہے اس دعوت کو قبول کرو ورنہ قسم بخدا کہ ہم تم کو اسی طرح قتل کریں گے جیسا کہ عثمان کو قتل کیا تھا‘‘

حضرت علیؑ کا مقدس نافرمانوں کو جواب۔ حضرت علی علیہ السلام نے جواب میں فرمایا کہ:

’’افسوس ہے تم لوگوں پر! ارے میں تو سب سے پہلے کتاب اللہ کی طرف بلایا جانے والا شخص ہوں اور تمام قبول کرنے والوں سے پہلے قرآنی دعوت کو قبول کرنے والا ہوں۔یہ کب ممکن ہے کہ کوئی مجھے کتاب اللہ کی دعوت دے اور میں قبول نہ کروں۔میں تو ان سے لڑتا ہی اس لئے ہوں کہ انہوں نے کتاب اللہ کی دعوت کو ابتدا ہی سے ٹھکرائے رکھا ہے۔میں یہی تو چاہتا ہوں کہ یہ احکام قرآن کو سنیں اور ان پر عمل کریں حقیقت یہ ہے کہ انہوں نے کتاب اللہ کی نافرمانی کی ہے اور عہد خداوندی کو توڑا ہے اور کتاب اللہ کو ترک کیا ہے آگاہ و خبردار رہو کہ یہ قوم تم کو فریب دے رہی ہے۔قرآن پر عمل کرنا ان کا مقصود و مطلوب نہیں ہے۔جنگ کو بند نہ کرو۔تمہاری فتح میں اب چند ساعتیں باقی ہیں‘‘

مقدس نافرمان، علیؑ کو قتل کرنے پر آمادہ ہو گئے۔ حضرت علی علیہ السلام کے بیان کے بعد باغیوں نے اعلان کیا کہ:

’’یا علیؑ ان باتوں سے کوئی فائدہ نہیں ہے جلد از جلد کسی ذمہ دار شخص کو بھیج کر مالک اشتر کو میدانِ جنگ سے واپس بلاؤ جنگ فوراً بند کراؤ ورنہ ہم تم کو قتل کرتے ہیں۔یا گرفتار کر کے دشمن کے حوالے کرتے ہیں‘‘

نصر بن مزاحم لکھتا ہے کہ: مالک اُشتر اس وقت لشکر کے میمنہ پر مصروف جہاد تھے اور لڑتے لڑتے معاویہ کے پاس جا پہنچے تھے۔اور قریب تھا کہ اہل شام شکست کھا کر فرار اختیار کرلیں۔حالانکہ قرآن بلند کرنے کی خبروں کی متعلقہ افواہوں سے مرتضوؐی فوج میں ابتری پھیل رہی تھی اور دستے جنگ بند کر کے واپس جانے کی تیاریاں کر رہے تھے مگر غلبہ بہر حال علوؐی فوج ہی کو حاصل تھا۔بہر حال حضرت علی علیہ السلام نے جب باغیوں کی اس صورت حال کو دیکھا تو افسوس کے ساتھ ہاتھ پر ہاتھ مار کر فرمایا۔غَلَبَ ابْنُ هِنْدٍ، ہندہ کا بیٹا غالب آ گیا‘‘

اور یزید بن ھانی کو مالک اشتر کے پاس بھیجا کہ اُس کو بُلا لائے۔یزید بن ھانی نے حضوؑر کا پیغام مالک اشتر کو دیا۔اشتر نے کہا کہ امیرالمومنین سے کہو کہ یہ ایسا موقع نہیں کہ میں ایک ثانیہ کے لئے بھی یہاں سے ہٹوں۔یزید نے واپس آ کر یہ جواب سنایا اُدھر یزید اشتر کا جواب سنا ہی رہا تھا کہ معاویہ کے لشکر سے الغیاث والمدد کا شور بلند ہوا گھوڑوں کے بھاگنے سے آسمان پر گرد و غبار چھا گیا اور مرتضوؐی فتح نمایاں ہونے لگی۔اس پر خارجیوں نے شور مچا کر کہا کہ معلوم ہوتا ہے کہ تم نے مالک اشتر کو واپس بلانے کے بجائے جنگ کو تیز تر و شدید تر کرنے کا حکم دیا ہے؟ حضرت علی علیہ السلام نے ڈانٹ کر کہا کہ مجھے اشتر کو ایسی تاکید کرنے کا حکم دینے کا وقت کہاں ملا ہے تمہارے سامنے پیغام بھیجا گیا تھا۔بہر حال یزید بن ھانی کو دوبارہ روانہ کیا اور پیغام دیا کہ یہاں فتنہ عظیم برپا ہو گیا ہے۔یزید دوبارہ گیا اور جو سنا اور دیکھا تھا اس مرتبہ سب بیان کر دیا۔اشتر نے کہا کہ

ان قرآن کو بلند کرنے سے یہ فتنہ پیدا ہوا ہے۔یزید نے بتایا کہ ہاں یہی وجہ ہے۔مالک اشتر نے کہا کہ واللہ میں نے پہلے ہی کہا تھا کہ قرآنوں کا بلند کرنا ضرور ہمارے لشکر میں اختلاف وافتراق پیدا کردے گا۔کیا وہ لوگ نہیں جانتے کہ یہ عمرو بن العاص کا ایک حیلہ اور فریب ہے؟ جب انہیں شکست کا یقین ہوگیا تو قرآن کی پناہ میں چھپ رہے ہیں۔اے یزید میں کس طرح یہاں سے جاؤں؟ کیا تجھے آثارِ فتح نظر نہیں آرہے ہیں؟ یزید نے کہا کہ تم یہ کہتے ہو اور وہاں پچاس ہزار ننگی تلواریں امیرالمومنینؑ کے سر پر بلند ہیں۔اگر تم نے ذرا دیر کی تو آنحضرتؑ کو زندہ نہ پاؤ گے۔یہ سن کر مالک اشتر بے قرار ہوگئے۔اور فوراً تلوار کو میان میں رکھا اور کہا کہ مجھے امیرالمومنینؑ کے بغیر رُوئے زمین کی سلطنت بھی درکار نہیں ہے۔واپس لشکر گاہ میں پہنچے تو دیکھا کہ حضرت علی علیہ السلام زمین پر بوریا بچھائے بیٹھے ہیں۔سر جھکا رکھا ہے اور خاموش ہیں اور وہاں موجود سارا لشکر ننگی تلواریں سُونتے ہوئے حضرت کے گرد حلقہ زن ہے۔اور آپؑ کے صاحبزادوں حسنؑ و حسینؑ و محمدؒ اور معدودے چند مخلص صحابہ کے جو دس سے زیادہ نہ تھے کوئی ناصر و مددگار پاس نہیں ہے۔مالکؒ اشتر نے بہ آواز بلند ڈانٹ کر کہا کہ:

مالکؒ اشتر کو میدان جنگ سے بلا لیا گیا انہوں نے باغیوں سے کیسے خطاب کیا؟

''اے اہل عراق، اے اصحابِ شقاق (یعنی تفرقہ پیدا کرنے والو) ونفاق تمہاری عقلیں کہاں گئیں؟ اور تمہاری فہم وبصیرت کو کون لے گیا؟ جب وقت آیا کہ تمہاری جان کا عرق ریزیاں بار آور ہوں تو چشم زدن میں ابن نابغہ (عمرو عاص) نے تمہیں فریب دے کر گمراہ اور بے وقوف بنا دیا۔اور تم اُس کے جال میں اس طرح پھنس گئے جیسے بھوکا پرندہ دانہ پر گر کر جال میں گرفتار ہوجایا کرتا ہے۔قسم بخدا کہ وہ قرآن اور احکام قرآن کو نہیں مانتے۔اور صاحبِ قرآن رسوؐل آخرالزمان کو نہیں پہچانتے۔ایک لمحہ مجھ کو مہلت دو کہ پھر فتح تمہاری ہے۔زیادہ نہیں تو اسی قدر توقف کرلو کہ ایک دفعہ اپنے گھوڑے کو میدان میں دوڑا دو پھر دیکھو کہ پردہ غیب سے کیا ظہور میں آتا ہے؟''

مگر افسوس ہزار افسوس کہ اُن ملاعین نے ایک بات نہ سُنی اور کہا کہ:

باغیوں کا آخری جواب: ''اگر ہم ایسا کریں تو گناہ میں تیرے ساتھ شریک ہوجائیں گے''

مالکؒ اشتر کا آخری طنز اور ان سے برسر جنگ ہوجانا حضرتؑ کا روکنا۔

مالکؒ اشتر نے کہا کہ: ''کل تک جب تم ان سے جنگ کر رہے تھے اور انہیں بے دریغ قتل کرتے تھے تو راہ راست پر تھے؟ یا گناہ کر رہے تھے؟ اگر گناہ کر رہے تھے تو تمہارے جو نیک لوگ قتل ہوئے وہ سب کے سب جہنمی ٹھہرتے ہیں؟

باغیوں نے کہا کہ: ''اے اشترؒ ان باتوں سے درگزر کہ ہم ہمیشہ خدا کے واسطے جنگ کرتے تھے اور اب خدا ہی کے واسطے جنگ بند کرتے ہیں''

اشترؒ نے کہا کہ: ''اس کے سوا اور کچھ نہیں کہا جاسکتا کہ تم ان کے فریب میں بُری طرح الجھ گئے ہو۔اے کالی پیشانیوں والو ہمارا گمان تھا کہ تمہارا نماز روزہ، زہد وتقویٰ خدا کیلئے تھا۔اب معلوم ہوا کہ تم موت سے بھاگتے ہو اور دنیا کے طلب گار ہو۔یاد رکھو کہ تم آج کے بعد کبھی عزت نہ پاؤ گے۔ فَابُعْدُوْا کَمَا بُعْدُ الظَّالِمُون ، دور ہوجاؤ جیسا کہ ظالم قوم دور ہوگئی۔پس اشترؒ نے ان کو سب وشتم کیا انہوں نے اشترؒ کو بُرا کہا۔انہوں نے اشترؒ کے گھوڑے کے منہ پر تازیانے لگائے۔اشترؒ نے ان کے گھوڑوں کے منہ پر تازیانے لگائے۔اشترؒ کے صحابہ اس کی مدد کو اٹھے اور قریب تھا کہ داخلی جنگ اور تازہ فتنہ چل نکلے۔حضرت علی علیہ السلام نے فریقین کو منع کیا۔اور شور وشر سے باز رکھا۔خارجیوں نے غل مچا کر اعلان کردیا کہ امیرالمومنین راضی ہوگئے اور حکم قرآن کو انہوں نے قبول کرلیا۔مالکؒ اشتر خاموش ہوگئے کہ جب حضوؐر راضی ہیں تو مجھے ان کی رضامندی کے علاوہ اور کچھ درکار

Presented by Ziaraat.Com

نہیں، باغی اور نافرمان لوگ چاروں طرف یہ صدائیں لگاتے پھر رہے تھے کہ:

اَلْمَوَادَعَةُ الْمَوَادَعَةُ قَدْرَضِیَ اَمِیْرَالْمُوْمِنِیْنَ قَدْ قَبِلَ اَمِیْرَ الْمُوْمِنِیْنَ.

''خلاصی ہوگئی چھٹکارا ہوگیا رخصت ہو جاؤ یقیناً امیرؑ المومنین راضی ہوگئے امیرؑ المومنین نے قبول ومنظور کرلیا''

اور حضرت علی علیہ السلام سر جھکائے خاموش بیٹھے یہ پروپیگنڈا سن رہے تھے۔اس کے بعد حضورؑ اُٹھے اور سب کو مخاطب کر کے فرمایا:

حضرت علیؑ کے احساسات پر ایک عبرت انگیز خطبہ۔

اَیُّهَا النَّاسُ اِنَّ اَمْرِیْ لَمْ یَزَلْ مَعَکُمْ عَلٰی مَااُحِبُّ اِلٰی اَنْ اَخَذَتْ مِنْهُمُ الْحَرْبَ وَقَدْ وَاللّٰهِ اَخَذَتْ مِنْکُمْ وَتَرَکَتْ وَاَخَذَتْ مِنْ عَدُوِّ فَلَمْ یَتْرُکْ وَاِنَّهَا فِیْهِمْ اَنْکٰی وَاَنْهَکَ اِلَّا اِنِّیْ کُنْتُ اَمْسِ اَمِیْرًا فَاَصْبَحْتُ الْیَوْمَ مَامُوْرًا وَ کُنْتُ نَاهِیًا فَاَصْبَحْتُ مَنْهِیًّا وَقَدْ اَحْسَبْتُمُ الْبَقَاءَ وَلَیْسَ لِیْ اَنْ اَحْمِلَکُمْ عَلٰی مَاتَکْرَهُوْنَ(تہذیب المتین صفحہ 181)

''تہذیب کا ترجمہ'' ''اے مردمان تم اب تک میرے ساتھ تھے اور میری خواہش کے مطابق اس قوم سے جنگ کرتے تھے۔تا اینکہ طرفین سے بہت سے آدمی اس میں کام میں آئے۔مگر زیادہ تر صدمہ دشمن کو پہنچا چنانچہ ہم میں اب بھی بہت سے مردانِ کار موجود ہیں ان کا قریباً خاتمہ ہوگیا۔لیکن میں کل تمہارا امیر اور حاکم تھا اور آج مامور ومحکوم ہوں۔کل تم کو امرونہی کرتا تھا۔آج تم مجھ کو امرونہی کرتے ہو۔حقیقت یہ ہے کہ تم نے بقاء وحیات کو دوست رکھا اور مرگ وہلاکت سے کراہت کی مجھ کو مقدور نہیں کہ تم کو تمہارے خلافِ طبع پر مجبور کروں والسلام''

یہ فرما کر بیٹھ گئے۔مگر خلقت کی زبان بند نہ ہوتی تھی۔جو کچھ جس کے جی میں آتا تھا کہہ رہا تھا۔تاریخ اعثم کوفی میں ہے کہ اُس وقت ابو الاعور سلمی گھوڑے پر سوار قرآن سر پر رکھے معاویہ کی طرف سے وہاں آیا اور امیرؑ المومنین کے سامنے کھڑے ہو کر کہنے لگا کہ بہت خلقت دونوں طرف سے قتل ہوئی۔ہر فریق اپنے آپ کو حق پر اور دوسرے کو باطل پر جانتا ہے لہٰذا ایک دوسرے کی بات کو نہیں مانتا۔اور اس پر توجہ ہی نہیں دیتا۔اگر یہ جنگ چندروز اسی طرح جاری رہی تو سخت دشواری ہوگی۔یاعلیؑ فردائے قیامت ہم سب سے اس کُشت وخون کا حساب لیا جائے گا اور اسی مقام پر جہاں ہم کھڑے ہیں سوال کیا جائے گا۔اب مصلحت یہ ہے کہ ایک حَکَم ہم میں سے اور ایک تمہاری طرف سے مقرر ہو جائے وہ دونوں متفق ہو کر بموجب قرآن ہمارے درمیان حق کے ساتھ فیصلہ کردیں۔پس خدا سے ڈرو اور اس صلاح پر راضی ہو جاؤ۔کہ خون ریزی سے نجات ملے اور صلح و سلوک ظہور میں آجائے۔یہ کلام اس کا ابھی ختم نہ ہوا تھا کہ چاروں طرف سے آوازیں بلند ہوگئیں کہ ہم حکم قرآن پر راضی ہیں۔ابوالاعور نے کہا کہ الحمدللہ آپ لوگوں کو توفیق نصیب ہو۔اور یہ فتنہ اس تدبیر سے دب جائے۔پس معاویہ کے پاس گیا اور یہ حال بیان کیا۔شامی یہ سُن کر خوشی کے مارے اُچھل پڑے اور تلواریں میان میں رکھ لیں اور ہتھیار اُتار دیئے۔اور دو حَکَم مقرر کرنا گویا تسلیم کرلیا گیا۔عمروعاص نے معاویہ سے کہا کہ دیکھا میری ترکیب کہ تمہیں مرتضویؑ افواج کے سمندر میں ڈوب مرنے سے بچالیا۔معاویہ نے اس کی تحسین کی اور کہا کہ میں نے تمہیں ہمیشہ صائب الرائے پایا ہے۔اور اسی لئے تمہیں اپنا شریک کار ومونس وہمدم بنایا ہے۔اور جس بات میں تم پر اعتماد کیا بامراد رہا ہوں۔

عبداللہ بن حارث طائی کا ناکام مشورہ اور افسوس۔

روضۃ الصفا میں ہے کہ اسی دوران عبداللہ بن حارث طائی جو بہت بڑے عابد وزاہد اور خدا رسیدہ شخص تھے اور جنگ لیلۃ الحریر میں نہایت کاری سولہ زخم کھائے تھے امیرؑ المومنین کے خیمہ میں داخل ہوئے۔حضرت نے ان کی تعظیم وتکریم کر کے پوچھا کہ اے عبداللہ اب تمہارا کیا

Presented by Ziaraat.Com

حال ہے۔عرض کیا کہ میرا خیال ہے کہ زیادہ سے زیادہ ایک روز کی میری زندگی اور ہے۔حضرت علی علیہ السلام نے آنکھوں میں آنسو بھر کر فرمایا کہ خوشا حال تمہارا کہ تم جلد رحمتِ خداوندی سے فیضیاب ہونے والے ہو،تمہارا حشر زمرہ مہاجرین وانصار اور شھدائے کبار کے ساتھ ہوگا۔عبداللہ نے عرض کیا کہ یا امیرؑالمومنین میں نے سنا ہے کہ آپ کے اصحاب مخالفت کر رہے ہیں۔اور چاہتے ہیں کہ آپؑ معاویہ سے صلح کرلیں۔آپؑ ہرگز ان کی رائے نہ مانیں اور جنگ سے دستکش نہ ہوں۔حضرت علیؑ نے کہا کہ کس لشکر اور ناصر و مددگار کو لے کر معاویہ سے جنگ جاری رکھوں؟ اَے عبداللہ تم نہیں جانتے آنحضرتؐ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم چالیس پیغمبروںؑ کی قوت رکھتے تھے۔نبوت کے اعلان کے بعد بھی تین سال تک اسلام کی تبلیغ پوشیدہ اور خاموشی سے کرتے رہے۔اور دس سال تک مظالم برداشت کئے اور جنگ نہ کی۔جب معقول تعداد میں انصار و مددگار فراہم ہو گئے تب حضورؐ کو جہاد کا حکم ملا۔مجھ کو بھی انصار و مددگار ملے تو قیام حق کے لئے جنگ کروں گا ورنہ انبیاؑ اور اوصیاؑ کی طرح صبر کروں گا۔اَے عبداللہ مجھے رسوؐل خدا نے ان تمام حالات کی اطلاع دے دی تھی۔جو وقوع میں آچکے یا ابھی واقع ہونا ہیں۔میں اس قوم کی بارگاہِ احدیت میں شکایت کروں گا۔اور کوئی ایسی حرکت بھی نہ کروں گا جو امامت کے شایانِ شان نہ ہو۔عبداللہ نے کہا کہ میں شہادت دیتا ہوں کہ آپؑ امام برحق ہیں اور وہ علم دین ہیں جسے اللہ نے اپنی مخلوق کے درمیان ہدایت کے لئے نصب کیا ہوا ہے۔خوشا نصیب اُس کا جو آپؑ کی پیروی کو سرمایہ سعادت سمجھے اور بد بخت وشقی ہے وہ انسان جو آپؑ کی اطاعت کے دائرے سے باہر قدم نکالے۔

__تحکیم اور حکمَین کا تباہ کُن واقعہ۔__ جب قرآن کے حکم سے فیصلہ کرانے پر دونوں لشکر متفق ہو گئے تو عراق اور شام کے قاری لوگ باہر نکلے اور دونوں لشکروں کے درمیان باہم جمع ہوئے اور قرآن پڑھ پڑھ کر قرآنی حُکم نکالنے پر بحث ومباحثہ کرنے لگے۔آخر یہ رائے قائم کی کہ دونوں جانب سے دو حکم مقرر کئے جائیں ان کو ایک سال کی مہلت دی جائے تاکہ اس عرصہ میں وہ غور وفکر کر کے اس معاملہ کا فیصلہ کرسکیں۔اور جو کچھ فیصلہ وہ کر دیں اس میں کسی کو انکار کی مجال نہ رہے۔دونوں لشکر اس پر بھی متفق ہوگئے کہ حکمین کے متفقہ فیصلہ سے کوئی انحراف نہ کرے گا۔اہل شام نے کہا کہ ہم نے اپنی طرف سے اپنا حَکَم عمرو بن العاص کو مقرر کیا ہے۔اشعث بن قیس اور ان کے گروہ کے لوگ، جو بعد میں خارجی کہلائیں گے، کہنے لگے کہ ہم اپنا حکم ابوموسیٰ اشعری کو مقرر کرتے ہیں۔حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا کہ میں ابوموسیٰ اشعری کو حَکَم مقرر کرنے پر رضامند نہیں ہوں۔لہٰذا وہ میری طرف سے حَکَم نہیں ہے۔لہٰذا کسی اور کو حَکَم مقرر کرو۔اشعث بن قیس، یزید بن حصین، عبداللہ بن الکوا، وغیرہ نے کہا کہ ہم ابوموسیٰ اشعری کے علاوہ کسی اور کو حکم بنانا نہیں چاہتے۔وہ اول ہم کو اس حادثہ جنگ وجدال سے منع کرتا اور خوف دلاتا تھا۔جس میں ہم آج مبتلا ہیں۔امیرؑالمومنین نے کہا کہ ابوموسیٰ اشعری نے میری مخالفت اور مفارقت اختیار کی تھی۔اور میری حکومت میں خلل انداز ہوا تھا۔اور ان ہی حرکتوں کی وجہ سے مجھ سے خوفزدہ تھا مگر میں نے اس کو امن وچین فراہم کیا۔اور وہ آج بھی مجھ سے عداوت رکھتا ہے۔اور مسلمانوں کو میری بیعت اور اطاعت سے منع کرتا ہے۔اور برملا میری عیب جوئی کرتا ہے۔میں کسی صورت اس کو حکم مقرر کرنے پر رضامند نہیں ہوں۔عبداللہ بن عباس اس کام کے لئے انسب ہے (یہ جملہ قریشی مصلحت نے داخل کیا۔احسن) اُس کو حکم بنالو۔انہوں نے کہا کہ عبداللہ بن عباس میں اور تم میں کوئی فرق نہیں ہے ہم ایسا شخص چاہتے ہیں جو تم سے اور معاویہ سے برابر کی نسبت رکھتا ہو۔تم دونوں میں سے اس کی نظر میں کسی کو ترجیح وتفوق نہ ہو۔حضرت علیؑ نے فرمایا کہ شامیوں نے عمرو بن العاص کو پسند کیا آیا اُس کے نزدیک میں اور معاویہ یکساں ہیں؟ یعنی کیا عمرو بن العاص مجھے اور معاویہ کو برابر سمجھتا ہے؟ انہوں نے کہا کہ وہ اپنی مصلحت آپ جانیں، ہماری مصلحت تو اسی میں ہے کہ ابوموسیٰ اشعری کو حکم اور ہمارا وکیل بنایا جائے۔یعنی شامیوں کی مصلحت تو یہ ہونا ہی چاہیئے

Presented by Ziaraat.Com

تھی کہ ان کا وکیل اور حکم ان کے حکمران کے حق میں بات کرے اور علیؑ کی مخالفت کرے۔مگر عراقیوں کی کثرت کی مصلحت بھی یہی تھی کہ ان کا وکیل ایسا ہو جو علیؑ کو معاویہ کے برابر رکھ کر علیؑ کے خلاف اور معاویہ کے حق میں بات کرے۔حضرت علیؑ نے فرمایا کہ اگر تم عبداللہ ابن عباس سے راضی نہیں تو مالک اشتر اس کام کے لئے اَولیٰ ہے‘‘اشعث ملعون نے کہا کہ:هَلْ سَعَرَ الْاَرْضَ عَلَيْنَا اِلاَّ الْاُشْتَرَ وَهَلْ نَحْنُ اِلاَّ فِيْ الْحُكْمِ الْاُشْتَرِ ۔ کیا اب ہم اُشتر ہی کے حکم میں نہیں ہیں؟ اور کیا یہ آتش فتنہ وفساد اشتر کی روشن کی ہوئی نہیں ہے؟ کسی اور کی روشن کی ہوئی ہے؟ اس کا حکم تو یہ ہے کہ اُس کو چھوڑ دو کہ کُشت وخون جاری رکھے اور تلواریں مارتا رہے حتیٰ کہ تمہارا اور اس کا مقصد حاصل ہو جائے‘‘(قارئین نوٹ کرلیں کہ لشکر مرتضوی کی کثرت حضرت علیؑ کی سرتوڑ مخالفت کر رہی تھی)

نصر بن مزاحم لکھتا ہے کہ امام محمدؑ باقر سے روایت ہے کہ حَکَمین مقرر کرنے کا جھگڑا پیش آیا تو حضرت علیؑ نے کہا کہ’’معاویہ نے عمرو بن العاص کو اختیار کیا ہے اس کے عقل وشعور پر معاویہ کو مکمل اعتبار ہے تم عبداللہ بن عباس کو اپنا حکم مقرر کرو(یہ پھر قریشی چالاکی کو اختیار کیا گیا ہے۔احسن) تا کہ عمرو عاص کا مقابلہ کر سکے۔عمرو عاص قریشی ہے تم بھی ایک قریشی ہی کو مقرر کرو۔عمرو عاص اگر کوئی چالاکی کرے گا تو عبداللہ اسے بے اثر کردے گا۔ اشعث بن قیس نے کہا کہ لاَ واللہ یہ ہرگز نہ ہوگا کہ دو مضری(قبیلہ مضر کے افراد) ہمارے حکمین بن کر ہم پر حکومت کریں۔انہوں نے اہل مکہ سے ایک شخص مقرر کیا ہے ہم اہل یمن سے ایک شخص مقرر کرتے ہیں۔حضرت علیؑ نے فرمایا کہ مجھ کو خوف ہے کہ وہ مکی تمہارے اس یمنی کو(ابو موسیٰ) فریب نہ دے دے۔اس لئے کہ عمرو بن العاص ایک چالاک وعیار شخص ہے اور وہ اپنے عمل درآمد میں بالکل خوفِ خدا اور رسوؐل نہیں کرتا‘‘۔ اشعث نے کہا کہ قسم بخدا کہ جو حکم ایک یمنی اور ایک مضری مل کر کریں ہمیں قبول ہے گو اُس میں ہمارا نقصان ہو۔اور ہمیں دو مضریوں کا حُکم قبول نہیں خواہ وہ سراسر نفع رساں ہو۔

1) اَحنف بن قیس جو قبیلہ بنی تمیم کا رئیس تھا حضرت علی علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ یا امیرؑ المومنین ابوموسیٰ اشعری کم عقل اور کوتاہ اندیش ہے۔وہ ہرگز حکم بننے کی اہلیت نہیں رکھتا۔اگر آپؐ کی رضا ہو تو مجھے حکم بنا دیں تو عمرو بن العاص معاویہ کے لئے جو دلیل پیش کرے گا میں اُس سے محکم تر دلیل آپ کے حق میں پیش کر کے اُسے حیران کرتا رہوں گا۔حضرت علی علیہ السلام نے یہ تجویز اُن اشقیاء کے سامنے پیش کردی مگر انہوں نے قبول نہ کیا۔

2) ابوالاسود دوئلی ملتجی ہوا کہ اگر مجھے بااختیار حکم مقرر نہیں کرتے تو کم از کم مجھے ابوموسیٰ کے مشیر ونائب کی حیثیت سے مقرر کردو۔آگاہ رہو کہ ابوموسیٰ کی فراست وفہم ہرگز قابل اعتماد نہیں ہے۔میں نے ابوموسیٰ کی پیستانِ عقل کو خوب خوب دُوھا ہے اس میں قطعاً عقل کی نمی تک نہیں ملی۔

3) ایمن بن جریر اسدی جو معاویہ سے الگ ہو کر گوشہ نشین ہو گیا تھا۔اس نے چند اشعار بھیجے کہ ان لوگوں کی اصلاح اور فلاح اسی میں ہے کہ عبداللہ ابن عباس کو حکم بنائیں۔ابوموسیٰ سے بہتری کی امید نہیں ہے‘‘(عبداللہ والی بات قریشی پروپیگنڈا ہے) لیکن معاویہ نے اپنی رشوت ستانی اور وعدوں کے بل پر سرداران فوج کو اپنے ساتھ ملا رکھا تھا لہٰذا عراقی لشکر کی کثرت وہی کچھ چاہتی تھی جو سردارانِ فوج چاہتے تھے۔اور سردارانِ فوج معاویہ کی خوشنودی کے طالب تھے۔اس لئے انہوں نے ابوموسیٰ اشعری کے علاوہ کسی کو حکم منظور نہ کیا۔اور انجام کار وہی ہوا جو انہوں نے چاہا۔اور جب نتیجہ سامنے آیا تو اس اکثریت میں سے بہت سے لوگ لَا حُكْمَ اِلاَّ لِلّٰهِ کا نعرہ مار کر خارجی ہو گئے جس کی تفصیل آنے والی ہے۔(تہذیب المتین کا بیان مسلسل جاری ہے۔احسنؔ)

Presented by Ziaraat.Com

واضح رہے کہ یہ ابوموسیٰ اشعری عقل و دانش سے اس قدر بے بہرہ اور کورا تھا کہ عربوں نے ضرب المثل بنالی تھی۔اور اسی طرح اہلبیتؑ رسالت کی دشمنی میں پورا ناصبی تھا۔اور اس کی عداوت آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بھی ثابت ہے۔کتاب بحارالانوار میں کتاب امالی شیخ سے نقل کیا گیا ہے کہ عمار یاسر رضی اللہ عنہ نے ایک مرتبہ ابوموسیٰ کو حضرت علیؑ کی بیعت نہ کرنے پر ملامت کرتے ہوئے کہا کہ اَے ابوموسیٰ کیا وجہ ہے کہ تو حضرت علیؑ کی اطاعت سے باہر رہا؟ اگر تجھے اس سلسلے میں کوئی شک ہوا ہے تو یقیناً تو اسلام سے خارج ہو چکا ہے۔ابوموسیٰ نے کہا کہ اے ابو الیقظان اظہار غیظ و غضب بند کرو کہ میں تمہارا مسلمان بھائی ہوں۔عمارؓ نے کہا کہ تو ہرگز میرا بھائی نہیں ہے تجھ کو حضرت رسوؐل خدا نے لیلۃ العقبہ میں لعنتی قرار دیا تھا۔اور اس رات میں جو تیرا ارادہ تھا تو اس اپنے ارادے سے بخوبی واقف ہے۔ابوموسیٰ نے کہا کہ اُس کے بعد آنحضرت نے میرے لئے استغفار فرمائی تھی۔عمار نے کہا کہ میں نے لعنت سنی ہے استغفار نہیں سنی القصہ ابوموسیٰ جب سے کوفہ کی گورنری سے نکالا گیا تھا ملک شام کے کسی گاؤں میں پناہ گزیں تھا۔اور روپوشوں کی زندگی بسر کرتا تھا۔مندرجہ بالا مخالف کثرت نے کسی کو بھیج کر ابوموسیٰ کو بلایا۔نصر کہتا ہے کہ ابوموسیٰ کے غلام نے اُسے بتایا کہ اہل عراق و شام میں صلح ہوگئی ہے۔اس نے یہ سن کر کہا الحمدللہ۔پھر کہا کہ تجھ کو حکم مقرر کیا ہے تو کہا کہ انا للہ وانا الیہ راجعون۔روضۃ الصفا میں ہے کہ ابوموسیٰ لشکر گاہِ امیر المومنین میں آیا تھا اور حضرت علی علیہ السلام کی دست بوسی کا شرف حاصل کیا تھا۔چونکہ اُسے مقدمات کے فیصلے کرنے میں مہارت نہ تھی اس لئے جو صحابی اس سے ملتا اُسے وصیت و نصیحت کرتا کہ حکومت یعنی حَکم کی ذمہ داری کے معاملے میں حزم و احتیاط کو ملحوظ رکھا کرے۔اس نصیحت کی بھرمار سے ابوموسیٰ خفا ہو گیا اور بولا کہ اگر تم لوگ مجھ سے مطمئن نہیں ہو تو کسی اور کو حکم مقرر کرلو۔اس پر مالکؒ اشتر نے کہا کہ کیا تو وہی شخص نہیں ہے کہ جس روز امام حسنؑ کوفہ میں خطبہ دے رہے تھے تو تُو لوگوں سے کہتا تھا کہ علیؑ سے اتفاق کرنا باعثِ فتنہ و فساد ہے ابوموسیٰ نے کہا کہ درست کہتا تھا آج اُسی دن کی آگ میں جلتا ہوں کہ اس حادثہ میں تمہارا شریک اور اس دریا میں تمہارے ساتھ غوطہ زن ہوں (تہذیب المتین فی تاریخ امیر المومنین صفحہ 167-183)

17) حکمین کے سلسلے میں وہ عہد نامہ جو معاویہ کے ساتھ ہوا اور جس کی پابندی حکمین پر عائد ہوتی تھی کتاب تہذیب المتین سے۔

مورخین نے لکھا ہے صلح طے ہوگئی اور عمرو عاص و ابوموسیٰ عراق و شام کی طرف سے حَکم معین ہو گے۔تو امیر المومنین علیؑ بن ابی طالبؑ اور معاویہ بن ابوسفیان اپنے اپنے سرداران لشکر کے ساتھ ایک مقام پر دونوں لشکر گاہوں کے درمیان جمع ہوئے۔اور عبداللہ بن ابورافع حضرتؑ کا کاتب صلح نامہ لکھنے پر مامور ہوا۔چنانچہ اس نے لکھنا شروع کیا کہ:

هٰذَا مَا صَلَحَ عَلَيْهِ اَمِيرُ الْمُومِنين عليؑ بن ابى طالب وَ مُعَاوِيَةُ ابنِ اَبى سُفيان.

معاویہ نے کہا کہ اگر میں یہ اقرار کرلوں کہ علیؑ امیر المومنین ہیں اور پھر ان کے ساتھ جنگ کروں تو مجھ سے بدتر تمام مخلوق میں اور کوئی نہ ہوگا۔عمرو بن العاص نے کہا کہ امیر المومنین لکھنا ضروری نہیں ہے صرف نام مع ولدیت لکھنا کافی ہے۔اَحنف بن قیس نے کہا کہ یا امیرؑ المومنین اپنے نام سے مسلمانوں کی امارت کو الگ نہ کریں۔اگر یہ لفظ آپ کے نام نامی سے جُدا ہوا تو مجھ کو خوف ہے کہ پھر کبھی آپ کی طرف نہ پلٹے گا۔حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا، اللہ اکبر، یہ قصہ بعینہٖ صلح حدیبیہ کی طرح ہے۔جب میں نے حضرتِ رسوؐل خدا اور سہیل بن عمر کے مابین صلح نامہ لکھنے لگا تو میں نے لکھا تھا: **’’هٰذامَا تَصَالَحَ عَلَيْهِ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ وَ سُهَيْلُ بْنُ عُمر‘‘**

تو سہیل نے کہا تھا کہ ہم آپؐ کو اللہ کا رسوؐل مانتے ہوتے تو آپ سے جنگ کیوں کرتے؟ اور خانہ کعبہ کے طواف سے کیوں منع کرتے؟ لہٰذا صرف

Presented by Ziaraat.Com

محمدؐ بن عبداللہ لکھو۔اور لفظ رسوؐل اللہ کو قلم زد کر دو۔میں نے لفظ رسوؐل اللہ کو کاٹنے سے انکار کیا تو رسوؐل اللہ نے فرمایا کہ یا علیؑ میں اللہ کا رسوؐل اور محمدؐ بن عبداللہ ہوں۔صرف نام لکھا جائے گا تو اس سے میری رسالت میں کوئی فرق نہیں آئے گا۔سہیل کی خواہش کے مطابق محمدؐ بن عبداللہ لکھدو۔اور اَے علیؑ آگاہ ہو جاؤ کہ تمہیں بھی ایک زمانہ میں ایسا ہی واقعہ پیش آنے والا ہے۔چنانچہ آج وہی دن ہے جس کی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے خبر دی تھی۔وہ صلح مشرکین مکہ کے ساتھ تھی اور یہ صلح اُن مشرکین کی اولاد کے ساتھ ہے۔عمرو عاص نے کہا کہ سبحان اللہ آپ ہمیں کفار و مشرکین کے ساتھ نسبت دیتے ہیں حالانکہ ہم مومن مسلمان ہیں۔حضرت نے اُسے ڈانٹ کر فرمایا کہ اَے نابغہ (حرامکار عورت) کے بیٹے خاموش رہ تو کب مسلمانوں کا دوست تھا؟ اور کس روز تجھ سے کفار و مشرکین کی خیر خواہی ظاہر نہیں ہوئی ہے؟ تو زمانہ حیاتِ رسوؐل میں مشرکین کے ساتھ ہو کر آنحضرتؐ سے جنگ کرتا تھا۔ان کی وفات کے بعد ان کی امت میں تفرقہ اندازی کرتا رہا ہے۔اور فتنہ و فساد پھیلانے میں سرگرم رہتا ہے۔عمرو بن العاص وہاں سے اُٹھا اور کہا کہ اب میں کبھی آپؑ کے ساتھ ایک مجلس میں جمع نہ ہوں گا۔آپؑ نے فرمایا کہ میں خدا سے یہی چاہتا ہوں کہ میری مجلس تجھ ایسے لوگوں سے پاک رہے۔ابن اعثم کوفی کہتا ہے کہ حضرت علیؑ نے اپنے منشی سے کہا کہ لکھو:

''یہ اقرار نامہ ہے علیؑ بن ابی طالبؑ اور معاویہ بن ابی سفیان کی طرف سے۔ابوالاعور سلمی نے کہا کہ ابتدا معاویہ کے نام سے ہونا چاہیے۔اشترؒ نے کہا کہ او گھٹیا قسم کے آدمی خاموش رہ تیرا یہ مرتبہ نہیں کہ تو ان معاملات میں مداخلت کرے۔ابتدا علی بن ابی طالب علیہ السلام کے نام نامی ہی سے ہوگی۔وہ معاویہ وغیر معاویہ سب سے سابق اور مقدم ہیں۔معاویہ نے کہا کہ اَے اشترؒ معاہدہ لکھنے دے ہم منع نہیں کرتے جس کو تیرا جی چاہے مقدم و موخر کر۔نصر کہتا ہے کہ اثنائے کتابت میں کسی نے عرض کیا کہ یا امیرؑ المومنین کیا آپ راضی ہیں کہ معاویہ اور اھل شام اس تحریر میں مومن مسلمان لکھے جائیں؟ آپؑ نے فرمایا مجھ کو اس کا اقرار نہیں ہے مگر وہ اپنے لئے جو لقب پسند کریں لکھوا دیں (لقب اللہ کو بھی قرآن میں منظور تھا۔نسا 4/136) اور خود کو جس نام سے چاہیں لکھوالیں۔پس کاتب نے لکھا کہ:۔

''یہ اقرار نامہ ہے علیؑ بن ابی طالبؑ اور ان کے شیعانِ مومنان مسلمانان عراق اور معاویہ بن ابی سفیان اور اس کے متابعان مومنان مسلمانانِ شام کی طرف سے،فریقین اقرار کرتے ہیں کہ کتابِ خدا از ابتدا تا انتہا ہمارے درمیان ہے،اس کے موافق عمل ہوگا۔جس کو وہ احیا کرے زندہ کریں گے۔اور جس کے افنا اور اماتت کا فتویٰ دے اسکے مارنے میں شرائط سعی و کوشش بجالائیں گے۔علیؑ اور شیعان علیؑ کی طرف سے عبداللہ بن قیس (ابوموسیٰ) معاویہ و اھل شام کی طرف سے عمرو بن العاص حکم ہیں۔یہ دونوں عہدِ استوار کرتے ہیں کہ ٹھیک کتاب اللہ کے موافق مسلمانوں میں حُکم کریں گے۔اور جو کسی امر کی تصریح کتاب اللہ میں نہ پائیں تو اس میں سنت رسوؐل اللہ پر کاربند ہوں گے اور ہوائے نفسانی اور تسویلاتِ شیطانی کو اصلاً اس مقدمہ میں دخل نہ دیں گے۔اور فریقین کا ان کے ساتھ یہ عہد و میثاق ہے کہ ان کے حُکم سے،جو بموجب کتاب و سُنت ہو،تجاوز نہ کریں۔اور جب کہ وہ امر حکومت میں شرائط امانت و دیانت ملحوظ رکھیں گے،ان کے جان و مال واھل و عیال کی بخوبی حفاظت کی جائے گی۔اور مدتِ حکم ایک سال کامل ہے۔اور محل حکم دومۃ الجندل ہے۔اگر بالفرض قبل اصدار حکم احد الحکمین فوت ہو جائے تو اس فریق کا امیر بجائے اُس کے دوسرے کو نصب کرے اور جو مدت معینہ منقضی ہو جائے اور حکمین اس اثناء میں فیصلہ نہ کر سکیں تو پھر جانبین جنگ و صلح میں اختیار رکھتے ہیں۔جس طرح چاہیں عمل میں لائیں۔پس یہ عہود و مواثیق ہیں جو باہم قرار پائے جو ان میں اختلاف و نزاع کرے تمام امت پر لازم ہے کہ اس کے شر کو مسلمانوں سے دفع کرے'' (تہذیب المتین صفحہ 184-183)

Presented by Ziaraat.Com

جب یہ معاہدہ مکمل ہو گیا تو امام حسنؑ، امام حسینؑ، عبداللہ بن عباس، عبدالہ بن جعفر واشعث بن قیس نے عراق سے گواہیاں ثبت کیں۔اور اسی طرح معاویہ کی طرف سے لشکر شام نے اپنی اپنی شہادتیں ثبت کیں۔آخر میں تاریخ کتابت چارشنبہ 23۔بقولے 13 صفر 37 ہجری تحریر ہوئی۔یہ روایت نصر بن مزاحم کی ہے۔اور ابن اعثم کوفی وغیرہ نے نقل کیا ہے کہ اُس دستاویز کے دو نسخے لکھے گئے تھے۔ایک عبداللہ بن ابورافع امیرالمومنین کے کاتب نے لکھا اور اس پر شیعان امیرالمومنین کی گواہی ثبت ہوئی اور وہ اہل شام کو دیا گیا۔دوسرا عمر بن عباد کلبی معاویہ کے کاتب نے تیار کیا تھا اور امرائے لشکر شام نے اُس پر گواہی لکھی وہ اہل عراق کو ملا۔روضۃ الصفا میں ہے کہ جب عہد نامہ لکھ کر تیار ہو گیا تو اشعث بن قیس نے مالکؒ اشتر سے کہا کہ اس پر اپنی گواہی لکھے۔تو اشترؒ نے کہا کہ اشترؒ کا داہنا ہاتھ کٹ جائے اور بائیں ہاتھ پر فالج گر جائے اگر اشترؒ اس پر دستخط کرے۔اشعث نے کہا کہ جب تک تو اس پر اپنا نام نہ لکھے گا میں تجھ سے راضی نہ رہوں گا۔مالکؒ اشتر نے کہا کہ تو کون ہے اور تیری رضا کیا چیز ہے؟ تو راضی ہو یا ناراض رہا کر۔چونکہ اس مجلس میں بزرگانِ عرب مثل عدیؓ بن حاتم وغیرہ موجود تھے۔اشعث نے کہا کہ مجھ کو حرمتِ عظماءِ عرب ملحوظ ہے ورنہ جو جواب کہ تیرے لئے موزوں تھا تجھ کو دیتا۔مالکؒ اشتر نے کہا کہ میری تیغ تیری زبان سے تیز تر اور میری سنان تیری سنان سے نافذ تر ہے اور میرا قبیلہ تیرے قبیلے سے بہتر و برتر ہے۔میں امیرالمومنین کا دوست ہوں اور تو دشمن ہے۔اور تو اس کے سوا اور کیا ہے کہ ایک چمڑے کی دباغت کرنے والا چمار ہے۔اشعث کو طیش آ گیا اور قبضہ شمشیر پر اس نے ہاتھ ڈالا، اشترؒ نے بھی قائمہ شمشیر ہاتھ میں سنبھالا، اُدھر ابراہیم بن مالکؒ اشتر نے میان سے تلوار نکال لی۔مالکؒ نے اپنے فرزند کو نصیحت کر کے روک دیا اور اشعث کی طرف متوجہ ہوئے کہ اگر تجھ میں کوئی خیر ہوتی تو کبھی مُرتد نہ ہوا ہوتا۔تو پہلے بجبر واکراہ مسلمان ہوا اور بعد ازاں بڑی خوشی اور رغبت سے کفر کی طرف رجوع کیا پھر بخوفِ جان دوبارہ اسلام لایا۔یہ خبر حضرت علی علیہ السلام کو پہنچی تو مالکؒ اشتر سے فرمایا کہ اے مالکؒ اس قوم سے رعایت کر جیسا کہ میں مدارا کرتا ہوں۔حقیقت یہ ہے کہ اشعث سے جو کچھ صادر ہوگا اس کی مجھے رسوؐل خدا نے اطلاع دے رکھی ہے اور جو کچھ اس کی اولاد سے میری اولاد کو صدمے پہنچیں گے ان سے مجھے آگاہ فرمایا ہے۔روضۃ الصفا کا مولف کہتا ہے کہ امیرالمومنین کا یہ کلام بتاتا ہے کہ محمد بن اشعث نے امیرالمومنین حسینؑ سے کربلا میں مقاتلہ کیا۔اور اسحاق بن اشعث نے کربلا میں خانوادہِ رسوؐل پر پانی بند کیا تھا۔اور حقیر مولف تہذیب المتین کہتا ہے کہ جعدہ بنت اشعث نے امام حسن علیہ السلام کو زہر پلا کر شہید کیا تھا۔پھر روضۃ الصفا میں فتوح ابومخنف سے نقل کیا ہے کہ جب لوگوں نے امیرالمومنین سے کہا کہ مالکؒ اشتر صلح نامہ کے مضمون سے راضی نہیں ہے تو فرمایا کہ قسم بخدا میں بھی راضی نہ تھا اور چاہتا تھا کہ تم بھی راضی نہ ہوتے۔مگر تم نے اس پر اتفاق کر لیا تو میں مجبور ہو گیا۔اور اُسے قبول کرنا پڑا۔اب اُس کی خلاف ورزی کو موزوں نہیں سمجھتا۔کاش تمہارے اندر اشترؒ کی مانند ایک اور شخص ہوتا کہ دشمنوں کی اس کارستانی کے لئے کفایت کرتا اور میرے دل کو ان آزار وافکار سے خلاصی بخشتا۔(ایضاً صفحہ 185)

18) خارجی فرقہ کس طرح ظہور میں آیا، ان کے بنیادی تصورات پر تہذیب المتین کے بیانات اوران کے اعمال

تہذیب المتین کے مولف نے عنوان قائم کیا اور لکھا کہ:۔

''حدوثِ فرقہ ضالہ خوارجِ لئام: منقول ہے کہ جب صلح کا عہد نامہ مکمل ہوا تھا تو حضرت علی علیہ السلام کی فوج کا ایک شخص گھوڑے پر سوار ہو کر نکلا اور پانی مانگا۔پانی پی کر معاویہ کی فوج پر حملہ آور ہوا اور چند لوگوں کو زخمی کیا۔واپس آیا پھر پانی پیا اور کچھ رجزیہ کلام کیا اور اس دفعہ لشکر علیؑ پر حملہ کیا اور کئی ایک آدمیوں کو زخمی کر دیا۔اسی طرح کبھی اُس لشکر پر اور کبھی اس لشکر پر حملہ کرتا تھا۔اور پکار کر کہتا تھا کہ:۔

Presented by Ziaraat.Com

''اَے لوگو آگاہ رہو کہ میں علیؑ اور معاویہ دونوں سے بیزار ہوں۔ وَلَا حُکْمَ اِلَّا اللّٰہَ وَلَوْکِرَہَ الْمُشْرِکُون ،کوئی حکم نہیں مگر خدا کے لئے ہر چند مشرکین اس سے کراہت کریں۔ آخرش ایک بار لشکر امیرؑالمومنین پر حملہ کرتے ہوئے قتل ہو گیا۔ چنانچہ پہلا خارجی جو تہہ تیغ ہوا وہی تھا۔ اور نصر بن مزاحم نے لکھا ہے کہ جب صلح نامہ لکھا گیا تو اشعث بن قیس اس کو لے کر افواج شام کی طرف گیا وہ اپنے اپنے پرچموں کے نیچے کھڑے تھے۔ اس نے ایک طرف سب کو پڑھ کر سنایا سب نے کہا کہ ہم راضی ہیں۔ پھر لشکر عراق میں آیا اور قبیلہ بقبیلہ سنانا شروع کیا جو سنتا تھا کہتا تھا رَضِینَا اِلَّا قَبِیلَۃَ عَنْزَہ کہ اس قبیلے کے چار ہزار مرد حضرت علیؑ کے لشکر میں تھے۔ جب ان کے سامنے پڑھا تو دو جوان ان میں سے نکلے اور لَا حُکْمَ اِلَّا لِلّٰہِ کہہ کر خارجی ہو گئے اور وہ دونوں لشکر شام سے جنگ کرتے تھے حتیٰ کہ مقتول ہوئے۔ بعد ازاں قبیلہ مراد کے پاس آیا، صالح بن شقیق نے جو قبیلے کے رئیسوں میں تھا۔ پکار کر کہا لَا حُکْمَ اِلَّا لِلّٰہِ اور خارجی ہو گیا۔ پھر اشعث بنی راسب کے علموں کے پاس آیا اور ان لوگوں کے سامنے اس صلح نامہ کو پڑھا۔ انہوں نے کہا کہ ہم راضی نہیں ہیں اور دینِ خدا میں آدمیوں کی حکومت کو تسلیم نہیں کرتے۔ لَا حُکْمَ اِلَّا لِلّٰہِ پھر بنی تمیم کو سنایا ایک شخص ان میں سے چلایا کہ حکومت نہیں مگر خدا کے لئے وہی بحق حکم کرتا ہے اور خیر الفاصلین ہے۔ پر ہر طرف سے شور بلند ہوا اور صدائیں تھیں لاحکم الا اللہ، یا علیؑ تمہارے لئے حکومت نہیں ہم دین خدا میں لوگوں کی حکومت پر راضی نہیں ہوتے۔ حق تعالیٰ حکم کر چکا تھا کہ معاویہ اور اصحاب معاویہ کو قتل کریں حتّٰی کہ وہ ہماری اطاعت میں داخل ہوں۔ مگر ہم نے خطا کی کہ تحکیم حکمین پر راضی ہوئے۔ اب اُس خطا پر متنبہ اور اُس سے پشیمان ہیں اور حق تعالیٰ کی طرف رجوع کرتے ہیں اور اس لغزش سے تائب ہوتے ہیں تم بھی ہماری طرح اس گناہ سے توبہ کرو اور تحکیم حکمین سے باز آؤ ورنہ ہم تم سے بیزار ہیں''

امیرؑالمومنین نے فرمایا کہ:۔''افسوس ہے کہ تم پر کہ عہد و پیمان کر لینے کے بعد اس کی خلاف ورزی کہاں جائز ہے؟ اللہ فرماتا ہے۔ اوفوا بالعقود (مائدہ 5/1) عہدوں کو پورا کرو اور فرماتا ہے کہ: وَاَوْفُوْا بِعَهْدِ اللّٰهِ اِذَا عَاهَدْتُّمْ وَلَا تَنْقُضُوا الْاَيْمَانَ بَعْدَ تَوْكِيْدِهَا... (16/91) یعنی پورا کرو عہد خدا کو جب تم عہد کر لو۔ اور پختہ کر چکنے کے بعد معاہدوں کو نہ توڑو' چنانچہ حضرت علی علیہ السلام نے عہد شکنی سے انکار کر دیا۔ اور خارجیوں نے امیرؑالمومنین سے برائت اور علیحدگی اختیار کر لی۔ اور آپ نے اُن سے بری الذمہ ہونے کا اعلان کر دیا۔ نصر لکھتا ہے کہ۔ 1) سلیمانؓ بن صرد خزاعی صلح نامہ لکھا جانے کے بعد حضرت علیؑ کے پاس آئے۔ حالانکہ اس کے مُنہ پر تلواروں کے زخم موجود تھے۔ آنحضرتؑ نے اس کا یہ حال دیکھ کر فرمایا کہ۔ فَمِنْهُمْ مَّنْ قَضٰى نَحْبَهٗ وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّنْتَظِرُ وَمَا بَدَّلُوْا تَبْدِيْلًاO (احزاب 33/23) بعض ان میں سے وہ ہیں جو اپنی مدت پوری کر چکے اور بعض وہ ہیں جو انتظار کر رہے ہیں۔ اور انہوں نے کوئی تبدیلی نہیں کی ہے۔ اَے سلیمان تم بھی انتظار کرنے والوں میں سے ہو اور تمہاری حالت میں بھی کوئی تغیر نہیں ہوا ہے۔ سلیمانؓ نے کہا کہ یا امیرؑالمومنین اگر مجھے مددگار ملتے تو یہ صلح نامہ کبھی نہ لکھا جاتا۔ قسم بخدا کہ میں ان لوگوں کے پاس بہت پھرا کہ وہ اپنی پہلی حالت میں رجوع کریں مگر بہت کم لوگوں کو اہل خیر دیکھا۔

2) محرز بن خویش نے عرض کیا کہ یا امیرؑالمومنین کیا اس صلح نامہ کو رد کرنے کی کوئی راہ نہیں ہے؟ قسم بخدا مجھ کو اندیشہ ہے کہ کہ یہ صلح نامہ ہماری ذلت کا باعث بنے گا۔ حضورؑ نے فرمایا کہ یہ جائز نہیں ہے کہ ہم ایک باقاعدہ اور جائز عہد کر کے اُس کی خلاف ورزی کریں۔ اور اس کو توڑ ڈالیں (احزاب 33/23) اس کے بعد قبیلہ ہمدان نہایت اطمینان کے ساتھ حاضر ہوا اور سعید بن قیس اور اس کا بیٹا عبدالرحمٰن ان کے ساتھ تھے۔ سعید نے کہا یا امیرؑالمومنین میری قوم حاضر ہے آپؑ جو بھی حکم دیں گے بسر و چشم عمل کریں گے۔ حضرتؑ نے فرمایا کہ اگر صلح نامہ کی تحریر سے پہلے تم لوگ یہ

Presented by Ziaraat.Com

ارادہ ظاہر کرتے تو میں تم کو لے کر دشمنوں سے جنگ کرتا۔ یہاں تک کہ یا ان کو شکست دیتا یا خود قتل ہو جاتا۔ مگر اب ایک تنہا قبیلے کو پورے لشکر کے سامنے نہیں کر سکتا۔ لہٰذا صبر کرو یہاں تک کہ اللہ اپنا حکم نافذ کرے۔ پس لوگ اپنے اپنے مُردوں کو تلاش کرنے اور دفن کرنے میں مصروف ہو گئے۔ بعدازاں حضورؑ نے کوفہ کو روانہ ہونے کا حکم دیا اور معاویہ اپنی افواج کو لے کر شام چلا گیا۔ اور یہ طے ہو گیا کہ عمرو بن عاص اور ابوموسیٰ اشعری میعاد گاہ یعنی موضع دومۃ الجندل میں حاضر ہو کر امر خلافت میں بحث کریں۔ امیرالمومنین نے شریح بن ھانی کو پانچ ہزار سپاہ دے کر ابوموسیٰ کے ساتھ کیا اور عبداللہ بن عباس کو اس جماعت کا پیش نماز مقرر کر دیا۔ اور معاویہ نے بھی اسی قدر سپاہ ابوالاعور اسلمی و شرجیل کندی کو دے کر عمرو عاص کے ساتھ روانہ کیا۔ مگر بعض روایات میں ہے کہ صرف چار چار سو سپاہی فریقین کے تعینات کئے گئے تھے۔

19) تحکیم کا نتیجہ یعنی حکمین، عمرو عاص اور ابوموسیٰ کا رویہ اور ان کا فیصلہ اور فیصلے پر فریقین کا عمل ور دِعمل۔

فی الحال ہم حضرت علی علیہ السلام کی صفین سے کوفہ کی واپسی کو نظرانداز کر کے تہذیب المتین سے حکمین کے حالات لکھتے ہیں کہ:۔

''پیشتر گزرا کہ امیرالمومنین نے شریح بن ھانی کو کچھ فوج دے کر اور عبداللہ بن عباس کو ان کا امام نماز بنا کر اشعری کے ساتھ روانہ کیا تھا۔ احنف بن قیس نے بوقت وداع ابوموسیٰ کو بہت کچھ سمجھایا تھا اور عبداللہ بن عباس بھی اثنائے راہ میں ہر چوک و مقام پر اُسے فہمائش اور نصیحت کرتے جاتے تھے۔ اور بتاتے تھے کہ عمرو بن العاص نہایت شاطر و مکار ہے اُس کے فریب سے بچ کر رہنا۔ اور ہرگز اس کی خوشامدانہ باتوں کا اثر نہ لینا۔ ابوموسیٰ بھی اس کا اقرار کرتا اور انہیں اطمینان دلاتا جاتا تھا۔ کہ ایسا نہیں ہو سکتا کہ میں اس کا دھوکہ کھاؤں۔

علامہ مدائنی نے کتاب صفین میں روایت کی ہے کہ جب اہل عراق نے ابوموسیٰ کو حکم بنانے کی غرض سے طلب کیا اور وہ امیرالمومنین کی افواج میں داخل ہوا تو عبداللہ بن عباس اس کے پاس آئے اور کہا کہ اَے ابوموسیٰ تجھ کو ان لوگوں نے کسی شرف وفضیلت کی بنا پر اختیار نہیں کیا ہے۔ یہاں مہاجرین وانصار میں سے بہت سے ایسے اشخاص موجود ہیں جو رُتبے میں تجھ سے بدرجہا زیادہ ہیں۔ اصل سبب یہ ہے کہ لشکر شام میں اہل یمن کثرت سے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ اہل عراق کا حکم بھی یمنی ہونا چاہئے۔ قسم بخدا میرا گمان یہ ہے کہ یہ صورت حال ہمارے اور تمہارے دونوں کے لئے ایک بلائے بے درمان ہے جو تیرے سر لگائی گئی ہے۔ آگاہ رہو کہ معاویہ میں کوئی ایسا وصف نہیں جس سے وہ مستحق خلافت ہو سکے۔ اگر تیرا حق اس کے باطل پر غالب آیا تو فبہا ورنہ وہ ضرور تجھ سے اپنی ضرورت پوری کرے گا۔ اَے ابوموسیٰ تو جانتا ہے کہ معاویہ طلیق الاسلام ہے اور اس کا باپ مخالف افواج کا راس ورئیس تھا۔ وہ بلا مشاورت اور بیعت کے ہی خلیفہ بن جانا چاہتا ہے۔ اگر وہ کہے کہ مجھے عمرو عثمان نے ملک شام کا گورنر بنایا تھا۔ یہ درست ہے مگر اس سے خلافت کا استحقاق تو پیدا نہیں ہو جاتا۔ عمرو عثمان کے اور بہت سے گورنر تھے۔ جو خلافت کا دعویٰ نہیں کرتے ہیں۔ معلوم رہے کہ عمرو عاص کے تمام کام تم کو خوشنما معلوم ہوں گے۔ مگر باطن اس کے ہر کام کا خراب و باطل ہوگا۔ اور سب کچھ بھول جائے تو اتنا ضرور یاد رکھنا کہ علیؑ کے ہاتھ پر اسی قوم نے بیعت کی ہے جس نے ابوبکر وعمر وعثمان کے ساتھ بیعت کی تھی۔ اور بیعت ہدایت ہے۔ اور آنحضرتؐ نے جو جنگ کی ہے تو صرف ناکثین واہل عصیان کے ساتھ جنگ کی ہے۔ ابوموسیٰ نے کہا رحمک اللہ قسم خدا کی میں بجز علیؑ مرتضیٰ کے اور کسی کو اپنا امام و پیشوا نہیں جانتا۔ اور جو باتیں تو نے کہی ہیں ان سب سے آگاہ ہوں۔ اور یہ مجھے پسند نہیں کہ حق کو چھوڑ کر معاویہ اور اہل شام کی مرضی کی پیروی کروں۔ نقل ہے کہ کسی نے عبداللہ ابن عباس سے پوچھا کہ علیؑ نے عمرو عاص کے مقابلہ میں تم کو حکم کیوں مقرر نہ کیا؟ کیا بات ایسا کرنے سے مانع ہوئی؟ کہا اس میں اللہ کی مصلحت حائل ہو گئی تھی۔ اور محنت ابتلاء اور قصر مدت نے منع کیا۔ قسم بخدا اگر میں حکم ہوتا تو عمرو بن العاص کا سانس تک روک دیتا اور

Presented by Ziaraat.Com

ہر نقض وابرام میں اُس پر غالب رہتا۔مگر مقدر نے سبقت کی۔اور افسوس باقی رہ گیا۔بہر حال آج کے بعد کل آنے والی ہے اور آخرت کی خوبی امیرالمومنین کے لئے ہے۔جب ابوموسیٰ دومۃ الجندل میں پہنچا تو عمروعاص پہلے سے وہاں موجود تھا۔بڑے تپاک سے ملا۔دور سے آتا دیکھ کر سرو قد تعظیم کے لئے کھڑا ہو گیا اور آگے بڑھ کر استقبال کیا اور بڑی گرمجوشی سے سلام بجالایا۔اور اس کا ہاتھ پکڑ کر اپنے سینہ سے لگایا۔اور کہا کہ اے بھائی جدائی نے بہت تکلیف دینے والا طول کھینچا اور شوقِ ملاقات نے بہت پریشان کیا،خدا خدا کر کے ملاقات ہوئی۔یہ سب کچھ کہتے ہوئے اُسے اپنی مسند پر بٹھایا اور اِدھر اُدھر کی باتوں کے دوران کھانا منگایا،دونوں نے مل کر کھانا کھایا۔اس کے بعد ابوموسیٰ اپنی قیام گاہ کو لوٹا۔اس کے بعد ہر روز اسی طرح باہم ملاقاتیں کرتے،ہنستے بولتے،دلچسپی کے سامان فراہم کرتے۔روزانہ ساتھ کھانا کھاتے الغرض عمروعاص نے ابوموسیٰ کو بے تکلف کر لیا اور اس کی تعظیم وتکریم میں روزانہ اضافہ کرتا گیا۔اُس کے روبرو شاگردوں کی طرح ادب سے بیٹھتا۔ضرورت سے پہلے ہی اس کے جوتے پہنانے کے لئے سیدھے کر کے رکھا کرتا تھا،خدمت گزاری میں خادموں سے بھی اہتمام کراتا خود بھی انتہائی جدوجہد کرتا تھا۔موقع بموقع ابوموسیٰ کے علم وعبادت کا اعتراف اور قدردانی کرتا تھا۔اور اُس کے ذہن میں اس کی عظمت وشان پیوست کرتا جاتا تھا۔تاکہ وہ اپنے دل کی گہرائی میں خود کو ایک حقیقی عالم وعابد و بزرگ تصور کرنے لگے۔ان کوششوں سے عمروعاص نے ابوموسیٰ کو فریب میں مبتلا کر لیا۔وہ ابوموسیٰ پر کسی طرح سبقت نہ کرتا تھا۔بولتا تو نہایت ادب واحترام میں لپیٹ کر بات کرتا۔اور ہر روز ابوموسیٰ کے قلب میں اپنا اعتماد واعتبار اور صداقت وخلوص اور امانت و دیانت بڑھاتا چلا گیا۔نصر بن مزاحم لکھتا ہے کہ سعد بن ابی وقاص قریش میں ایک دانش مند و بزرگ صحابی مشہور تھا جوان ہی ایام میں حضرت علیؑ اور معاویہ کے درمیان گزرنے والے تازہ حالات کا پتہ لگانے کے لئے بادیہ کے علاقہ سے آکر بن سلیم کے چشموں پر خیمہ لگائے ہوئے تھا۔اس کا بیٹا عمر بن سعد بن ابی وقاص (میدان کربلا والا عمر سعد) دومۃ الجندل سے اپنے باپ سعد کے پاس آیا اور کہا کہ آج کل عمرو بن العاص اور ابوموسیٰ اشعری علیؑ اور معاویہ کی طرف سے حکم مقرر ہو کر دومۃ الجندل میں مقیم ہیں اور خلافت کے مسئلے میں بحث ومباحثہ کر رہے ہیں تاکہ صحیح حقدار کا تعین کریں۔ان کے ساتھ بہت سے قریش کے لوگ بھی موجود ہیں۔آپ رسوؐل اللہ کے صحابی ہیں اور آپ امیدوارانِ خلافت میں شمار ہیں چنانچہ آپ کو جماعت شوریٰ میں نامزد کیا گیا تھا۔اور آپ اب تک کسی جھگڑے،تنازعہ اور جنگ میں کسی کے جانب دار نہیں رہے ہیں۔پُر امن زندگی بسر کرنے اور مصلحت عامہ کے خلاف کوئی اقدام نہ کرنے میں مشہور ومعروف ہیں لہٰذا آپ کا دومۃ الجندل میں موجود ہونا ضروری ہے۔اور تم خلافت کے حقدار بھی ہو۔سعد بن وقاص نے کہا کہ بیٹے جلد جلد فیصلے نہ کرو غور وفکر کا مقام ہے میں نے رسوؐل اللہ سے سنا ہے کہ:

''میرے بعد ایک فتنہ برپا ہونے والا ہے جو اس فتنہ کے دوران اس سے کنارہ کش رہے گا وہی اس وقت کے تمام لوگوں سے افضل اور نیک ہوگا'' علاوہ ازیں میں ابتدا سے خلافت کے ان جھگڑوں سے الگ الگ رہا ہوں۔تو اب آکر میں اس میں کیسے حصہ لے سکتا ہوں؟ اور اگر میں اس میں حصہ لیتا تو بلا شبہ علیؑ بن ابی طالبؑ کے ساتھ رہتا۔مگر تجھ کو معلوم نہیں کہ تیرے باپ نے بوقت شوریٰ اپنا حق اوروں کو بخش دیا تھا۔اور خود علیحدہ رہا۔عمر بن سعد اپنے باپ سعد کی رائے معلوم کر کے واپس چلا گیا۔اور نصر بن مزاحم نے یہ بھی روایت لکھی ہے کہ عبداللہ بن عمر اور عبداللہ بن زبیر وغیرہ چند اشخاصِ قریش میں سے معاویہ کے طرفدار تھے۔مگر جنگ میں اس کی نصرت کرنے کو ناپسند کرتے تھے۔جنگ صفین ختم ہوئی تو معاویہ نے ان دونوں کو اپنے پاس بلا لیا تھا۔اور مغیرہ بن شعبہ جو طائف میں گوشہ نشین تھا۔معاویہ کے پاس آیا تو معاویہ نے اسے دومۃ الجندل بھیجا تاکہ حکمین کے حالات معلوم کرے کہ وہ کیا رائے رکھتے ہیں۔مغیرہ وہاں پہنچ کر پہلے ابوموسیٰ سے ملا اور کہا کہ اے ابوموسیٰ تو اس شخص کے بارہ میں کیا کہتا

Presented by Ziaraat.Com

ہے جو اس جنگ وقتل عام سے الگ رہا اور طرفین میں سے کسی کا بھی ساتھ نہ دیا۔ابو موسیٰ نے کہا کہ تمام انسانوں میں بہتر انسان ہے۔اس کے کاندھے گناہوں کے بوجھ سے خالی ہیں۔اور اس کا پیٹ حرام سے خالی ہے۔پھر عمرو عاص سے ملا اور اس سے یہی سوال کیا۔عمرو عاص نے کہا کہ ایسا شخص تمام انسانوں سے بدترین شخص ہے۔نہ اس نے حق کی معرفت حاصل کی اور نہ وہ باطل پر مطلع ہوا۔مغیرہ بن شعبہ معاویہ کے پاس آیا اور کہا کہ میں نے ان دونوں کا عندیہ معلوم کیا ہے۔عبداللہ بن قیس یعنی ابوموسیٰ اشعری تو اپنے حاکم کو خلافت سے الگ کرنا چاہتا ہے اور کسی ایسے شخص کو خلافت کے لئے پسند کرتا ہے جو ان تمام جھگڑوں سے علیحدہ رہا ہو۔لیکن عمرو بن العاص تو جانتا ہے کہ وہ تیرا آدمی اور تیرا دوست ہے۔مگر بعض لوگوں کا خیال ہے کہ وہ اپنے لئے خلافت چاہتا ہے۔اور تجھ سے زیادہ خود کو خلافت کا حقدار سمجھتا ہے۔نصر کہتا ہے کہ اس آخری جملے نے معاویہ کو تردد و تشویش میں مبتلا کر دیا تو اس نے اسی سلسلے کے چند اشعار عمرو عاص کو بھیجے عمرو عاص نے جواب میں چند اشعار ارسال کئے تو معاویہ کو اطمینان ہوگیا۔ بہر حال کافی زمانہ گزر گیا اور حکمین نے کوئی فیصلہ نہ کیا تو حاضرین کو فکر ہوئی کہ کہیں مدت مقررہ گزر نہ جائے اور فیصلہ نہ ہو سکے۔اور پھر ہمیں جنگ میں الجھنا پڑے۔انہوں نے حکمین پر تقاضا شروع کیا چنانچہ عمرو عاص ابو موسیٰ کے پاس آیا اور پوچھا کہ آپ نے اس معاملہ میں کیا طے کیا ہے؟ ابو موسٰی نے کہا کہ میرے نزدیک امت کی بہتری اسی میں ہے کہ عمر بن الخطاب کی سنت کو زندہ کیا جائے اور عبداللہ بن عمر ایک عابد وزاہد ہے اور تمام جھگڑوں اور جنگوں سے الگ رہا ہے اُسے خلافت پر نصب کیا جائے۔عمرو بن العاص نے کہا کہ آپ کے نزدیک معاویہ میں کیا قباحت ہے؟ عثمان کو ظلم وستم سے قتل کیا گیا وہ عثمان کے خون کا ولی ہے۔حق تعالیٰ فرماتا ہے کہ۔وَمَنْ قُتِلَ مَظْلُومًا فَقَدْ جَعَلْنَا لِوَلِيِّهِ سُلْطٰنًا (بنی اسرائیل 17/33) جو شخص مظلوم قتل کر دیا جائے تو ہم نے اس کے ولی کو اختیار دے دیئے ہیں' علاوہ اس کے قریش میں وہ ایک اعلیٰ درجہ رکھتا ہے۔حسن سیاست اور حکومت وملک داری کا طویل اور کامیاب تجربہ رکھتا ہے۔اور اس کے علاوہ صحابی رسولؐ بھی ہے۔اور زوجہ رسولؐ کا حقیقی بھائی بھی ہے یعنی ساری امت کا ماموں بھی ہے۔اور یہ بھی یہیں سمجھ لو کہ اگر معاویہ خلیفہ بنتے ہیں تو تیرے لئے اُس سے زیادہ خیر و برکت اور کسی سے متوقع نہیں ہے۔ ابوموسیٰ اشعری نے کہا کہ اَے عمرو خدا سے ڈرو خلافت اسلامیہ دنیاوی فخر و جاہ وحشم و تدبیر سے تعلق نہیں رکھتی۔حالانکہ اگر شرف ومنزلت پر ہی دارومدار ہوتا تو علیؑ بن ابی طالب سے زیادہ کوئی اس کا حقدار نہیں ہے۔اور یہ جو کہا کہ معاویہ وارث عثمان ہے۔میں مہاجرین اولین کے مقابلہ میں عثمان کے ورثا کو کوئی مقام نہیں دیتا۔اور تمہارا میرے فائدے کی طرف اشارہ کرنا تو میں بخدا دین خدا میں رشوت لینے والا نہیں۔

مگر ہمیں چاہئے کہ سنت عمر بن الخطاب کو زندہ کریں یعنی عبداللہ بن عمر کو خلیفہ بنائیں۔نصر لکھتا ہے کہ ایک مرتبہ نہیں بلکہ ابوموسیٰ نے بار بار کہا کہ اگر میرا قابو ہو تو عمر کے نام کو دوبارہ زندہ کروں۔عمرو بن عاص نے کہا اگر ابن عمر تیرے نزدیک دینداری اور پرہیزگاری سے قابل حمد وثنا ہے تو میرا بیٹا عبداللہ موجود ہے۔اس کے تقویٰ اور طہارت کا حال تجھ پر پوشیدہ نہیں ہے۔اس کو اختیار کر لیجئے۔ابوموسیٰ نے کہا کہ درست ہے وہ اس کے لائق تھا مگر تم نے اسے اپنے ساتھ اس فتنہ میں شامل رکھ کر بگاڑ دیا۔لیکن عبداللہ بن عمر اس آلائش سے پاک وطیب ہے۔اور پاک وطیب کا بیٹا بھی ہے۔عمرو عاص نے کہا کہ اے ابوموسیٰ اس کام کے لئے ایک مرد شریف النفس وکریم الطبع درکار ہے جو خود بھی کھائے اور دوسروں کو بھی کھلائے ابنِ عمر اس کے لئے شایانِ شان نہیں ہے۔نصر کہتا ہے کہ امیر المومنین علیہ السلام نے شریح بن ھانی کو وصیت کی تھی کہ جب عمرو بن عاص سے ملے تو آنحضرتؑ کی طرف سے اس سے کہے کہ خدا کے نزدیک تمام انسانوں میں افضل وپسندیدہ وہ شخص ہے جو نقصان ہو جانے کے یقین کے باوجود حق پر عمل کرے اور بدترین انسان وہ ہے جو ہر حال میں باطل پر عمل کرے خواہ اس میں نقصان ہی ہو۔خدا کی قسم اَے عمرو تو حق اور مقام حق اور حق دار کو

Presented by Ziaraat.Com

خوب پہچانتا ہے۔ تجھے حق سے ناواقفیت کا بہانہ نہ کرنا چاہئے اور دنیا کی طمع میں خود کو الجھانا نہ چاہئے۔اور دوستداران خدا سے عداوت نہ رکھنا چاہئے۔ تجھے معلوم ہے کہ دنیا کے اسباب اور اموال زوال پذیر ہیں۔کل بروزِ مرگ اس پر حسرت و پشیمانی سے بچنا چاہئے۔ایسا نہ ہو کہ کل تجھے افسوس کرنا پڑے کہ کاش تو نے علیؑ کے ساتھ عداوت نہ رکھی ہوتی۔اور دینِ خداوندی میں رشوت نہ لی ہوتی۔شریح بن ھانی کہتے ہیں کہ میں نے دومۃ الجندل میں حضورؑ کا یہ پیغام پہنچایا تو اس کے چہرہ کا رنگ اُڑ گیا۔اور بولا کہ میں تو علیؑ سے کبھی مشورہ نہ لیتا تھا۔انہوں نے کس حیثیت سے مجھے یہ پیغام بھیجا اور نصیحت کی ہے؟ میں نے تو کبھی نہ اُن سے رائے لی نہ ان کی رائے پر عمل کیا۔میں نے کہا کے اَے پسر نابغہ (حرام کا رعورت کے بیٹے) تجھے کون سی دلیل روکتی ہے کہ تو اپنے مولیٰ و سید و سردار مسلمین سے مشورہ کرے؟ اور ان کی صلاح مانے؟ ابوبکر و عمر جو تجھ سے ہزار درجہ بہتر تھے ان سے مشورہ لیتے تھے اور ان کی رائے پر عمل کرتے تھے۔عمرو نے کہا کہ اَے شریح میں تجھ سے بات کرنا پسند نہیں کرتا۔میں نے کہا کہ کون سے والدین کا فرزند ہو کر مجھ سے بات کرنے میں نفرت کرتا ہے؟ کیا اپنے بدنسب باپ یا اپنی ماں پیشہ ور حرام کا رعورت کی وجہ سے متنفر ہے؟ اس پر عمرو عاص وہاں سے اٹھ کر چلا گیا۔القصہ عمرو عاص اپنے کام میں مصروف تھا اور ابوموسیٰ کی خوشامد و درآمد طرح طرح کرتا تھا صدر مجلس میں اس کو جگہ دیتا تھا۔کلام و طعام ہی میں نہیں بلکہ کسی بھی کام میں اس پر سبقت نہ کرتا تھا۔اور کہتا تھا کہ اَے صاحب رسوؐل تو عمر میں زیادہ اور مرتبہ میں بزرگ تر ہے۔آپ مجھ سے زیادہ رسوؐل اللہ کی صحبت میں رہے ہیں اور مجھ سے زیادہ فیض یاب ہوئے ہیں۔آپ کو مجھ پر ہر طرح کی فوقیت حاصل ہے۔ جب عمرو عاص نے ابوموسیٰ کی عادت میں بزرگی داخل کر دی اور اُسے پوری طرح اپنا گرویدہ بنا لیا تو ایک دن تخلیہ میں اس سے دریافت کیا کہ حضور آخر آپ کی زیر بحث مقدمہ میں کیا رائے ہے؟ اُس نے کہا کہ بہتر یہ ہے کہ ہم ان دونوں علیؑ و معاویہ کو خلافت سے معزول کر دیں۔اور خلیفہ کے انتخاب کو امت کے شوریٰ یا مشورہ کے حوالے کر دیں۔وہ جسے چاہیں اپنا خلیفہ منتخب کر لیں۔بعض کتابوں سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ رائے پہلے عمرو عاص نے دی تھی۔بہرحال اس گفت و شنید کے بعد ابوموسیٰ اپنی قیام گاہ میں آیا تو عبداللہ بن عباس نے اس کے چہرہ سے صورتِ حال کا اندازہ لگا کر کہا کہ قسم بخدا میرا گمان یہ ہے کہ پسر نابغہ نے تجھ کو فریب دے دیا ہے۔اَے ابوموسیٰ اگر تم دونوں کسی فیصلے پر متفق ہو گئے ہو تو برائے خدا میری اس قدر التماس ہے کہ مجمع عام میں تم اپنی رائے کا اظہار اس وقت کرنا جب عمرو عاص اپنا فیصلہ سُنا دے۔یاد رکھ عمرو عاص ایک مکار و غدار شخص ہے۔ مجھے اندیشہ ہے کہ اگر تو نے اپنا فیصلہ پہلے سنا دیا تو وہ اصلی قرارداد سے منحرف ہو جائے گا۔اور اپنی رائے میں اختلاف پیدا کر لے گا اور اس سے ایک فتنہ عظیم پیدا ہو جائے گا جس کا تدارک حد امکان کے اندر نہ رہے گا۔مگر ابوموسیٰ نے اس پر توجہ نہ دی اور کہا تو یہ کہا کہ جس بات پر ہمارا اتفاق ہوا ہے اس سے کوئی انحراف کر ہی نہیں سکتا ہے۔روضۃ الصفا میں ہے کہ دوسرے روز حکمین اور تمام آدمی مسجد اعظم میں جمع ہوئے ابوموسیٰ نے عمرو عاص سے کہا کہ منبر پر جا کر متفقہ فیصلے کو بیان کر دے۔عمرو نے کہا معاذ اللہ ایسا کب ہو سکتا ہے کہ میں حضور پر سبقت کر کے گناہگار ہو جاؤں؟ اور آپ کی بزرگی اور فضل و شرف کو مسلمانوں کے سامنے گھٹا دوں؟ آپ منبر پر تشریف لے جائیں اور اپنا فیصلہ سنائیں پھر میں اپنا فیصلہ سناؤں گا۔چنانچہ ابو موسیٰ منبر پر آئے۔اور حمد و صلوٰۃ کے بعد کہا کہ **اَیُّھَا النَّاس** ہم دونوں نے اِس امت کی صلاح و فلاح و بہبود میں بغور نظر کی ہمارے نزدیک امت کے لئے اس سے بہتر اور کوئی بات نہیں کہ ہم دونوں علیؑ بن ابی طالب اور معاویہ بن ابی سفیان کو خلافت و حکومت سے معذور و معزول رکھیں اور امت کو اختیار دیں کہ وہ اپنے مشورے اور صواب دید سے جسے بہتر سمجھیں اپنے لئے خلیفہ منتخب کر لیں اور اس کی بیعت میں داخل ہو جائیں۔چنانچہ میں اپنی طرف سے علیؑ و معاویہ دونوں کو خلافت سے خلع کرتا ہوں اور خلافت سے الگ کرنے کی مثال میں اپنی انگلی سے انگوٹھی اُتار کر دکھایا کہ اس طرح

علیؑ ومعاویہ کوخلافت سے نکالتا ہوں جیسے یہ انگوٹھی انگلی سے نکال لی ہے۔ پھر منبر سے اُتر آیا۔اس کے بعد عمرو عاص منبر پر گیا اور کہا کہ اَے معاشر حاضرین تم نے سنا کہ ابوموسیٰ نے اپنے صاحب علیؑ کوخلافت سے نکال دیا ہے۔میں بھی ابوموسیٰ کے موکل علیؑ بن ابی طالبؑ کو خلافت سے معزول اور خلع کرتا ہوں اور اپنے موکل معاویہ بن ابی سفیان کوخلافت پر قائم کرتا ہوں ۔حقیقت یہ ہے کہ وہ عثمان کا ولی ہے اور عثمان کے خون کا قصاص طلب کرتا ہے۔اور سب سے زیادہ سریر خلافت پر بیٹھنے کا حقدار ہے۔ چنانچہ مثال میں اپنی انگوٹھی کو اپنی اونگلی میں پہن لیا۔ابوموسیٰ نے یہ اعلان سن کر عمروعاص کوگالیاں دینا شروع کیں اور کہا کہ تو نے غداری کی ہے اور اللہ کا گناہگار ہوا ہے۔ہم دونوں میں یہ فیصلہ نہ ہوا تھا جوتو نے کہا ہے۔ یقیناً تو اُس کتے کی مانند ہے کہ جس پر حملہ کریں تو زبان نکال دیتا ہے اور حملہ نہ کریں اور چھوڑ دیں تب بھی زبان نکالتا ہے۔

فَمَثَلُهُ كَمَثَلِ الْكَلْبِ اِنْ تَحْمِلْ عَلَيْهِ يَلْهَثْ اَوْ تَتْرُكْهُ يَلْهَثْ(اعراف 7/176)

عمرو بن عاص نے جواب میں ابوموسیٰ سے کہا کہ ’’تیری مثال اُس گدھے کی ہے جس پر بھاری بھاری کتابیں لدی ہوئی ہوں اور اُسے خبر نہ ہو کہ اُن کتابوں میں کیا لکھا ہے(انما مَثَلُكَ الْحِمَارِ يَحْمِلُ اَسْفَارًا)(جمعہ 62/5)

چنانچہ وہ کُتا اور یہ گدھا خوب گالم گلوچ ہوئے ،عبدالرحمٰن بن ابوبکر بن ابوقحافہ نے کہا کہ اَے ابوموسیٰ کاش تجھے موت آ گئی ہوتی اور یہ حکم تجھ سے صادر نہ ہوا ہوتا۔عبداللہ بن عباس نے کہا کہ یہ اس کا قصور نہیں، قصور اس کا ہے جس نے اس کوحکم مقرر کیا۔شریح بن ھانی نے جوشِ غضب میں عمرو بن عاص کوتازیانہ مارا۔لوگوں نے درمیان میں پڑکران کوٹھنڈا کیا۔شریح بن ھانی افسوس کیا کرتے تھے کہ کاش میں نے عمروعاص کوتازیانہ کی جگہ سر پرتلوار ماری ہوتی ۔کہ دنیا اس خبیث کے وجود سے پاک ہو جاتی ۔بعض حاضرین نے کہا کہ حکومت تو خدا کے لئے ہے عمروعاص اور ابوموسیٰ اس میں دخل نہیں دے سکتے۔اور اہل عراق کے ایک گروہ نے چاہا کہ شمشیر انتقام کھینچ کر زیرِ منبر ہی ہنگامہ کارزار گرم کردیں لیکن عدیؓ بن حاتم نے یہ کہہ کر روک دیا کہ بے اِذنِ امام جہاد جائز نہیں ہے۔قاریوں کی جماعت جو وہاں مسجد میں حاضر تھی ابوموسیٰ کی مذمت کرنے لگی اور اُسے گالیاں دیتے ہوئے کہا کہ حضرت علیؑ تیری حماقت پر مطلع تھے اسی لئے تیرے حکم بنانے کے خلاف تھے۔بعض شیعان امیر المومنینؑ نے ابوموسیٰ کے قتل کا ارادہ کیا لیکن وہ جان بچا کر مکہ کوفرار ہو گیا۔سعید بن قیس ہمدانی نے جو بزرگانِ عرب میں سے اور حضرت علی علیہ السلام کے مخصوصین میں سے تھے، کہا کہ قسم بخدا اگر ابوموسیٰ اور عمرو بن عاص راہ ہدایت پر بھی ہوتے تب بھی وہ ہمارے عقائد وایمان اور یقین میں کوئی اضافہ نہ کر سکتے تھے۔اب ان کی گمراہی اور ضلالت سے بھی ہم پر کوئی نئی چیز واقع نہیں ہوئی ہے۔اور ہم ذرہ برابر اُن کی پرواہ نہیں کرتے۔اُن سے جس قسم کی امید اس تحکیم کی ابتدا میں تھی وہی کچھ ان سے انتہا میں ثابت ہوا ہے۔ہم آج بھی اپنے اُسی کامل یقین پر قائم ہیں جس پر کل تھے۔یعنی حکمین کا قول اور پیشاب ہمارے نزدیک یکساں ہے۔اور کرؔدوس بن ہانی نے چند اشعار اپنے غیظ وغضب کوظاہر کرتے ہوئے پڑھے جن میں امیرؑ المومنین کا اور ان کی رضامندی کا اور ان کے دشمنوں سے تبراء اور حکمین کی مذمت کا مقام بیان کیا تھا۔اسی طرح اور مومنین نے اپنے اپنے عقائد اور جذبات کے اظہار پر کلام کیا۔پھر یہ مجمع متفرق ہو گیا۔اور عمروعاص مع اپنے ساتھیوں کے شام کو چلا گیا اور وہاں پہنچ کر معاویہ کوخلیفہ کی حیثیت سے سلام کیا۔اور اہل عراق کوفہ واپس آئے اور امیرؑ المومنین کی خدمت میں تمام حالات پیش کئے۔نصر نے لکھا ہے کہ حضرت علی علیہ السلام کوحکمین کی شرارت اور ابوموسیٰ کی حماقت کا حال معلوم ہوا تو بہت غمگین ہوئے اور اپنے اصحاب کو جمع کر کے خطبہ دیا اور ارشاد فرمایا کہ:

’’حمد وثناء کی تمام صورتیں ہر حال میں اللہ کے لئے جاری رہنا چاہئیں خواہ زمانہ کیسے ہی بے بس کرنے والے پیغامات لاتا رہے۔(وغیرہ)

Presented by Ziaraat.Com

جنگ صفین اور تحکیم پر چند نوٹس اور وضاحتیں اور اصلاحات۔

(اول) ہم نے خطبہ نمبر 44 کی ذیل میں جنگ صفین کے موٹے موٹے واقعات قارئین کے سامنے اسلیئے پیش کیئے ہیں تا کہ جب حضرت علی علیہ السلام کے آنے والے خطبات میں کوئی اشارہ یا مختصر بیان ان کے سامنے آئے تو وہ اس کی تفصیل کو پہلے سے جاننے کی وجہ سے پوری طرح لطف اندوز ہوسکیں۔ چنانچہ اگلے خطبہ 45 میں تحکیم کے واقعہ کا تذکرہ ملے گا لہٰذا اس ذکر کے اختصار میں قارئین کو وہ سب کچھ نظر آجائے گا جو ابھی ابھی سامنے سے گزرا ہے۔

(دوم) یہ بتانا ہے کہ تہذیب المتین فی تاریخ امیر المومنینؑ کے مولف جناب مولوی السید مظہر حسین صاحب مرحوم اعلیٰ اللہ مقامہ نے بھی باقی علمائے شیعہ کی طرح قریشی حکومتوں کی تیار کردہ تاریخ وروایات ہی کی مدد سے یہ کتاب تیار کی ہے اس لئے انہوں نے بہت سی ایسی باتیں صحیح مان لی ہیں جو حقیقت وفطرت اور واقعات کے خلاف ہیں۔ مثلاً وہ یہ مانتے ہیں کہ عبداللہ بن عباس (معاذ اللہ) حضرت علی علیہ السلام کے چچازاد بھائی تھے۔2۔اور حضرت علی علیہ السلام کے ہم مذہب وہم مسلک تھے۔3۔اور ان پر حقیقی شیعوں ایسا ایمان رکھتے تھے۔4۔اور یہ کہ وہ حضرت علیؑ کے پُرخلوص اور فداکار صحابی تھے۔وغیرہ وغیرہ۔ہم اُسی قریش ساز تاریخ وروایات سے اور احادیث معصومین علیہم السلام سے اُسے ہرگز اشعث بن قیس کِندی سے کم نہیں سمجھتے وہ ایک اعلیٰ درجہ کا ڈپلومیٹ اور موقع شناس قریشی تھا اور عمرو بن العاص کی تقریباً تمام عادات وصفات کا حامل تھا۔

(سوم) یہ کہ حضرت علی علیہ السلام اور مالک اشتر اور تمام حقیقی مومنین کا موقف یہ تھا کہ معاویہ سے برابر جنگ جاری رکھی جائے اور اُن قرآنوں کی ذرہ برابر پرواہ نہ کی جائے جو فریب کے طور پر اٹھائے گئے تھے۔لہٰذا حضرت علیؑ اور ان کے حقیقی صحابہ کے متعلق یہ کہنا کہ انہوں نے جنگ سے روکنا یا صلح کرنا یا حکمین مقرر کرنا یا حکمین کے فیصلے کو ماننا منظور کرلیا تھا۔غلط تہمت ہے۔صرف یہ کہا جاسکتا ہے کہ معاہدہ کی خلاف ورزی اُن کی نظر میں غلط تھی۔وہ معاہدہ کی پابندی لازم سمجھتے تھے اور بس۔ورنہ فوج کی کثرت جنگ بند کرنے اور صلح کرنے اور حکمین مقرر کرنے پر متفق ہوئی تھی۔ اور حضرت علی علیہ السلام کو اپنی مخالفت کی صورت میں قتل وگرفتار کرنے پر متفق تھی۔اس داخلی جنگ کو روکنے کے لئے حضرت علیؑ خاموش ہوگئے تھے اور بس۔باقی تمام عمل درآمد قرآن اور علیؑ کے خلاف دشمنوں کا تھا یعنی دشمنوں نے دھوکا دینے کے لئے قرآن بلند کیئے، دشمنوں ہی نے قرآن بلند کرنے کا لحاظ کیا، دشمنوں ہی نے اپنی کثرت اور قوت کی بنا پر جنگ بند کرائی۔دشمنوں ہی نے صلح کی۔دشمنوں ہی نے حکم مقرر کیئے اور حکمین کے فیصلے کو دلیل حق مانا۔دشمنوں ہی نے حضرت علیؑ کو مجبور کرکے خاموش کیا۔یعنی جنگ کے علاوہ جو کچھ بھی کیا وہ دشمنوں نے کیا تھا۔

(چہارم) تمام علمانے عائشہ، طلحہ، زبیر اور معاویہ اور ان کے ساتھیوں کو باغی اور گمراہ مانا ہے اور میدان جنگ میں صحابہ نے اپنی تقریروں میں ان کو باغی وگمراہ کہا ہے۔اور ثابت کیا ہے کہ وہ اسلام کے بجائے اپنے مشرک اباؤاجداد کے دین یعنی ایام جاہلیت کے مذہب اور طریقے پر تھے۔

(پنجم) جنگ صفین کی ہر روز کی لڑائی میں کسی دن معاویہ کی افواج کو فتح نہیں ہوئی۔روزانہ انہیں شکست کا سامنا کرنا پڑا۔

(ششم) معاویہ کے مکروفریب اور غداریاں اس کے خوف وہراس اور شکست کے یقین کی مظہر ہیں۔

(ہفتم) حضرت علی علیہ السلام کی افواج میں حقیقی مومنین از اول تا آخر موجود وثابت قدم رہے۔اور یہ کہ مرتضوی فوج کی کثرت چار یاری مسلمانوں کی تھی۔

Presented by Ziaraat.Com

مفتی جعفرحسین: خطبہ نمبر: 120

علی نقی طہرانی: خطبہ نمبر: 121

خُطبہ ﴿45﴾

1۔ کسی صورت حال یا واقعہ کی تحقیق یا تفتیش کا لاجواب طریقہ۔

2۔ تحکیم پر اعتراض کرنے والے صحابہ کو مجرم ثابت کیا انہوں نے صحیح حکم پر عمل نہیں کیا تھا۔

3۔ قرآن اور علیؑ میں کبھی اختلاف نہیں ہوا ہمیشہ ہم آہنگ رہے۔

4۔ قریش سے جنگ اس لئے لازم ہوگئی کہ انہوں نے قرآن کی غلط تاویلات کرکے کجی اور گمراہی پھیلا دی تھی۔

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

اَكُلُّكُمْ شَهِدَ مَعَنَا صِفِّيْنَ ؟	1	کیا تم سب ہمارے ساتھ ہماری طرف سے جنگ صفین میں موجود تھے؟
فَقَالُوْا : مِنَّامَنْ شَهِدَ وَمِنَّا مَنْ لَمْ يَشْهَدْ ؛	2	انہوں نے کہا کہ ہم میں اس وقت وہ لوگ بھی موجود ہیں جو جنگ میں موجود تھے اور بھی ہیں جو جنگ میں موجود نہ تھے۔
قَالَ: فَامْتَا زُوْا فِرْقَتَيْنِ ؛	3	فرمایا کہ تم امتیاز کرانے کے لئے دو فرقوں میں الگ ہو جاؤ۔
فَلْيَكُنْ مَنْ شَهِدَ صِفِّيْنَ فِرْقَةً ؛	4	چنانچہ وہ فرقہ الگ ہو جائے جو جنگ صفین میں موجود تھا۔
وَمَنْ لَمْ يَشْهَدْهَا فِرْقَةً ؛	5	اور وہ لوگ جو موجود نہ تھے الگ فرقہ بنالیں۔
حَتّٰى اُكَلِّمَ كُلاًّ مِنْكُمْ بِكَلَامِهٖ ؛	6	تاکہ میں دونوں فرقوں سے الگ الگ ان ہی سے متعلق باتیں کروں۔
وَنَادَى النَّاسَ فَقَالَ :	7	اور تمام لوگوں سے پکار کر کہا کہ:
اَمْسِكُوْا عَنِ الْكَلَامِ ؛	8	اب تم باتیں کرنا بند کردو۔
وَاَنْصِتُوْا لِقَوْلِيْ ؛	9	اور میری باتیں غور سے سننے کے لئے خاموش اور متوجہ رہو۔
وَاَقْبِلُوْا بِاَفْئِدَتِكُمْ اِلَيَّ ؛	10	اور اپنے قلب و ذہن کو میری باتیں سمجھنے پر لگائے رکھو۔
فَمَنْ نَّشَدْنَاهُ شَهَادَةً فَلْيَقُلْ بِعِلْمِهٖ فِيْهَا ؛	11	چنانچہ ہم جس شخص سے جس بات پر گواہی چاہیں اس پر لازم ہوگا کہ وہ اپنے علم کے مطابق شہادت دے۔
ثُمَّ كَلَّمَهُمْ عَلَيْهِ السَّلَام بِكَلَامٍ طَوِيْلٍ مِنْ جُمْلَتِهٖ اَنْ قَالَ :	12	پھر علی علیہ السلام نے طویل بات چیت کی اسی میں یہ بھی فرمایا کہ:۔ جب ان لوگوں نے مکر و حیلہ اور فریب و سازش سے قرآن نیزوں پر بلند کئے تھے کیا تم

Presented by Ziaraat.Com

		نے اس وقت یہ نہ کہا تھا کہ:
اَلَمْ تَقُوْلُوْا عِنْدَ رَفْعِهِمُ الْمَصَاحِفَ حِيْلَةً وَّغِيْلَةً وَّمَكْرًاوَّ خَدِيْعَةً ؛اِخْوَانُنَا وَاَهْلُ دَعْوَتِنَا اسْتَقَالُوْنَا ؛	13	''وہ ہمارے بھائی بند ہیں اور یہ کہ انہوں نے بھی وہی دین اختیار کیا ہے جو ہمارا دین ہے وہ ہم سے یہ چاہتے ہیں کہ ہم جنگ سے ہاتھ روک لیں۔
وَاسْتَرَا حُوْا اِلٰى كِتَابِ اللّٰهِ سُبْحَانَهُ ؛	14	اور اللہ سبحانہ کی کتاب کے فیصلے کا سہارا لے رہے ہیں۔
فَالرَّأْىُ الْقَبُوْلُ مِنْهُمْ ؛	15	صحیح رائے یہی ہے کہ ان کی بات مان لی جائے۔
وَالتَّنْفِيْسُ عَنْهُمْ ؟	16	اور ان کی گلوخلاصی کردی جائے۔
فَقُلْتُ لَكُمْ : هٰذَا اَمْرٌ ظَاهِرُهُ اِيْمَانٌ ؛	17	تمہاری یہ باتیں سن کر میں نے تم سے اسی وقت کہہ دیا تھا کہ یہ ان کی پیش کردہ تجویز ایک ایسی چال ہے کہ بظاہر اس کے باہر ایمانداری نظر آ رہی ہے۔
وَبَاطِنُهُ عُدْوَانٌ ؛	18	لیکن اس ایمانداری کے پردہ میں بڑی خدا فراموشی اور سازش چھپی ہے۔
وَاَوَّلُهُ رَحْمَةٌ ؛	19	اور اس کی ابتدا رحمت معلوم ہوتی ہے۔
وَاٰخِرُهُ النَّدَامَةُ ؛	20	مگر اس میں آخر کار ندامت پوشیدہ ہے۔
فَاَقِيْمُوْا عَلٰى شَانِكُمْ ؛	21	چنانچہ تم اپنی موجودہ شان جاری اور برقرار رکھو۔
وَالْزَمُوْا طَرِيْقَتَكُمْ ؛	22	اور اپنے طریقہ پر مضبوطی سے قائم رہو۔
وَعَضُّوْا عَلَى الْجِهَادِ بِنَوَاجِذِكُمْ ؛	23	ان سے جہاد جاری رکھنے پر مصمم اور مستحکم ارادہ رکھو۔
وَلَا تَلْتَفِتُوْا اِلٰى نَاعِقٍ نَعَقَ ؛	24	اور اس کوے کی طرح کائیں کرنے والے کی کاں کاں پر التفات نہ کرو۔
اِنْ اُجِيْبَ اَضَلَّ ؛	25	اگر التفات کیا گیا تو گمراہی لازم ہے۔
وَاِنْ تُرِكَ ذَلَّ ؛	26	اور اگر التفات کے بعد اسے ترک کیا گیا تو ذلت کا سامنا ہوگا۔
وَقَدْ كَانَتْ هٰذِهِ الْفَعْلَةُ ؛	27	اور یہ عملی سازش جب قبول کرلی گئی تو ساتھ کے ساتھ،
وَقَدْ رَاَيْتُكُمْ اَعْطَيْتُمُوْهَا ؛	28	میں نے دیکھا کہ تم ہی سب سے زیادہ اس صورت حال کے پیدا کرنے والے اور اس کی منظوری دینے والے تھے۔
وَاللّٰهِ لَئِنْ اَبَيْتُهَا مَا وَجَبَتْ عَلَيَّ فَرِيْضَتُهَا ؛	29	خدا کی قسم اگر میں نے مذکورہ تجویز کو ٹھکرا دیا ہوتا تو مجھ پر اس کی کوئی ذمہ داری عائد نہ ہوتی۔ یعنی اس تجویز کا دین سے اور دینی احکام اور دینی اغراض سے کوئی تعلق نہ تھا۔

Presented by Ziaraat.Com

وَلَاحَمَّلَنِی اللّٰهُ ذَنۡبَهَا ؛	30	اور اسی لئے اللہ بھی مجھے اس کے متعلقات کا گنہگار نہ ٹھہراتا۔
وَوَاللّٰهِ اِنۡ جِئۡتُهَا اِنِّیۡ لَلۡمُحِقُّ الَّذِیۡ یُتَّبَعُ ؛	31	اور میں نے جو اسے بدرجہ مجبوری اختیار کر لیا تھا وہ بھی ایک ایسا حق پرستانہ کام تھا کہ اس میں بھی لوگوں کو میری ہی پیروی اختیار کرنا چاہئے تھی۔
وَاِنَّ الۡکِتَابَ لَمَعِیۡ مَا فَارَقۡتُهٗ مُذۡ صَحِبۡتُهٗ ؛	32	اور بلا شبہ میرے ہر اقدام میں اللہ کی کتاب میرے ساتھ متفق رہتی ہے اور میں نے جب سے قرآن کی صحبت اختیار کی ہے کبھی اس سے جدا نہیں ہوا ہوں۔
فَلَقَدۡ کُنَّا مَعَ رَسُوۡلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیۡهِ وَآلِهٖ وَاِنَّ الۡقَتۡلَ لَیَدُوۡرُ عَلَی الۡاٰبَآءِ وَالۡاَبۡنَآءِ وَ الۡاِخۡوَانِ وَالۡقَرَبَاتِ ؛	33	اور یہ بھی یقیناً دیکھا بھالا معمول رہا ہے کہ عہد رسوؐل صلی اللہ علیہ وآلہ میں ہم ان کے ساتھ ساتھ عمل کرتے تھے اور جہاد میں قتل ہونے والے اور قتل کرنے والے بھی وہی لوگ ہوتے تھے جو ایک دوسرے کے باپ بیٹے اور بھائی بند اور رشتے دار ہی ہوا کرتے تھے۔یعنی معاملہ دین کا تھا رشتہ داریوں کا نہ تھا۔
فَمَا نَزۡدَادُ عَلٰی کُلِّ مُصِیۡبَةٍ وَّشِدَّةٍ اِلَّا اِیۡمَانًا ؛	34	اسلام اور رسوؐل کی تائید کرتے ہوئے تمام قسم کی مصیبتیں اور آفات وشدائد ہمارے ایمان ویقین میں اضافہ کے سوا اور کچھ نہ کرتے تھے۔
وَمُضِیًّا عَلَی الۡحَقِّ ؛	35	اور حق پر چلنے میں استحکام ہوتا چلا جاتا تھا۔
وَتَسۡلِیۡمًا لِلۡاَمۡرِ ؛	36	اور دین خداوندی کو قبول کرنے میں زیادتی ہوتی تھی یعنی کمزوری پاس نہ پھٹکتی تھی۔
وَصَبۡرًا عَلٰی مَضَضِ الۡجِرَاحِ؛	37	زخموں کی تکلیف پر صبر کرنے میں ہمیں برابر اور ہمیشہ ہی راحت ولذت ملتی رہی۔
وَلٰکِنَّا اِنَّمَا اَصۡبَحۡنَا نُقَاتِلُ اِخۡوَانَنَا فِی الۡاِسۡلَامِ عَلٰی مَادَخَلَ فِیۡهِ مِنَ الزَّیۡغِ وَالۡاِعۡوِ جَاجِ وَالشُّبۡهَةِ وَالتَّاوِیۡلِ ؛	38	ولیکن اب ہمیں ان لوگوں سے جنگ کرنا پڑ رہی ہے جو ہمارے دینی بھائی ہیں۔اس لئے کہ ان دینی بھائیوں نے دین میں غلط منصوبے داخل کر لئے ،غلط تفہیمات قرآن میں پیدا کر لیں (فرقان 25/30)اپنے منصوبوں پر قرآن کو ڈھال لیا (انعام 6/66)اور دین کا کوئی پہلو ایسا نہیں چھوڑا جس میں شبہات اور کجی پیدا نہ کر دی ہو۔
فَاِذَا طَمِعۡنَا فِیۡ خَصۡلَةٍ یَّلُمُّ اللّٰهُ بِهَا شَعۡثَنَا وَنَتَدَانٰی بِهَا اِلَی الۡبَقِیَّةِ فِیۡمَا بَیۡنَنَا ؛	39	چنانچہ جب بھی ہمیں کوئی ایسا پہلو نظر آتا ہے جس سے یہ امید ہو کہ اس کے ذریعہ سے اللہ ہماری پریشانیوں کو دور کر سکتا ہے اور جو کچھ دینی تعلق باقی رہ گیا ہے اس میں ترقی کرتے کرتے اور قریب ہو سکتے ہیں تو اس پہلو کی طرف ہم متوجہ ہو جاتے ہیں
رَغِبۡنَا فِیۡهَا ؛	40	اور بڑی رغبت سے اس پر عمل شروع کر دیتے ہیں۔
وَاَمۡسَکۡنَا عَمَّا سِوَاهَا ؛	41	اور اس کے علاوہ جو تفرقہ پیدا کرنے والی باتیں ہیں ان سے علیحدہ ہو جاتے ہیں اور انتشار پیدا کرنے والی چیزوں سے خود کو روک لیتے ہیں۔

Presented by Ziaraat.Com

تشریحات:

قریش نے یہ طے کر رکھا تھا کہ حضرت علیؑ کے قرآنی مقام کو مشکوک کرنے کا ہر حربہ آزمائیں گے۔

قریشی علما اور قریش کے تنخواہ دار علما یہ مانتے ہیں کہ عہد رسولؐ میں حضرت علی علیہ السلام سے زیادہ کوئی قرآن کا عالم نہ تھا اور یہ حقیقت یوں بھی ثابت ہے کہ عہد رسولؐ کے بعد حضرت علیؑ نے کسی صحابی کی مدد کے بغیر قرآن جمع کر کے خلیفہ اول کے سامنے پیش کر دیا تھا۔اور جب قریشی خلافت کو قرآن جمع کرنے کی ضرورت محسوس ہوئی تو اُس وقت کوئی ایسا صحابی نہ تھا کہ جو تنہا بیٹھ کر یا دو چار صحابہ کو پاس بٹھا کر قرآن لکھ لیتا۔یعنی یہ تمام بعد کی بکواس ہے کہ صحابہ میں فلاں اور فلاں حافظان قرآن تھے۔بہر حال یہ مان کر کہ حضرت علی علیہ السلام عہد رسولؐ میں اور بعد عہد رسول ساری امت میں سب سے بڑے عالم قرآن تھے۔کسی غیر عالم کو امت کا راہنما بنا دینا ایک ایسا جرم اور ظلم تھا جو قرآن سے ثابت ہے اور جسے معاف نہیں کیا جاسکتا۔یہی نہیں بلکہ انہوں نے حضرت علیؑ کو طرح طرح ستایا اُنکے اور اُن کے خاندان کے تمام انسانی اور قرآنی حقوق غصب کئے۔اُن کو مسلسل آنحضرتؐ کی جانشینی اور حکومت سے محروم رکھا اور جب وہ حضرت اپنے صبر و تقویٰ کی طاقت سے خلیفہ بنائے گئے اور تمام عوام و خواص نے اُن کی اطاعت اور بیعت اختیار کر لی تو قریشی لیڈروں اور سرداروں نے اُنکے خلاف محاذ بنایا اور بزور شمشیر اُن سے حکومت چھیننے کے لئے سارا زور لگا دیا۔اُن سے جنگیں کیں۔فریب و فراڈ کئے ہر بے ایمانی اور بد دیانتی کی،اور حد ہوگئی کہ جنگ کی،خود قرآن کی آڑ لی،خود صلح کی،خود حکمین مقرر کئے اور باز پرس حضرت علی علیہ السلام سے کی،اُن کو قصوروار ٹھہرایا۔اور خطبہ نمبر 45 اُسی باز پرس کا جواب دیتے ہوئے فرمایا گیا ہے۔

2۔جن دشمنانِ دین کی کثرت نے حضرت علیؑ کو صلح اور تحکیم پر مجبور کیا تھا اُن کو بھی کتنا پیارا جواب دیا؟

قارئین کرام یہ دیکھیں کہ وہ لوگ جو حضرت علی علیہ السلام کو اپنا خلیفہ مان رہے تھے اور خلیفہ کے مخالفوں سے جنگ کر رہے تھے وہ پچاس ہزار کی تعداد میں تلواریں سونت کر حضرت علیؑ کو گھیر لیتے ہیں اور صلح اور تحکیم کو ماننے پر مجبور کرتے ہیں اور نہ ماننے کی صورت میں قتل یا گرفتاری کی دھمکی دیتے ہیں۔وہی اپنی غلط کاری کا غلط نتیجہ دیکھ کر حضرت علیؑ سے باز پرس کرتے ہیں۔سوچئے کہ ایسے ملاعین کو تلوار،موت و ملامت کے سوا دوسرا ہر جواب غیر موزوں تھا۔لیکن جو جواب دیا گیا اُسی میں اس نرم جواب کا سبب بیان فرما دیا ہے کہ ہمیں ہر اُس پہلو کو اختیار کر لینا ہے۔جس میں اصلاح کی گنجائش نظر آئے اور ہر اس عمل کو چھوڑ دینا ہے جس سے افتراق و انتشار پیدا ہوتا (خطبہ 45، جملے 39 تا 41)۔یعنی حضرت علی علیہ السلام اب بھی اُن ناہنجار اور نابکار لوگوں کی اصلاح کی امید رکھتے ہیں اور انہیں اُن کی خطا اور غلطی بتانے کے سوا کسی قسم کی ملامت نہیں کرتے،باز پرس نہیں کرتے بلکہ نہایت شاندار،دینی اور نرم جواب دیتے ہیں۔اب ہمیں حق پہنچتا ہے کہ انہیں لعنتی قرار دیں۔اور اُن کے تمام نیک اعمال کو حبط اور ضائع اور ولایت محمدیہؐ سے خارج سمجھیں۔

3۔جنگ صفین اور تحکیم پر مزید معلومات اور علماء اسلام کے تاثرات و جذبات و عذرات اور متعلقہ عنوانات پر تحقیقات۔

ہم نے قدیم نہج البلاغہ سے ہٹ کر جنگ صفین کے متعلق خطبوں کو جو ترتیب دی ہے اس میں اب جتنے خطبے آئیں گے وہ تحکیم پر ہوں گے۔اس لئے ہم خطبات لکھنے کے بعد جنگ صفین اور مسئلہ تحکیم سے متعلق باقی ماندہ حالات وغیرہ لکھیں گے تاکہ اس سلسلے کی تمام اطلاعات ہمارے قارئین کو پہنچ جائیں اور کوئی ایسی بحث نہ رہ جائے جس سے وہ ناواقف رہ جائیں۔چنانچہ سب سے پہلے ہم علامہ مودودی کو سامنے لاتے ہیں۔

Presented by Ziaraat.Com

(الف) علامہ مودودی کی نظر میں حضرت علیؑ اور مسئلہ تحکیم؟

مودودی صاحب تحکیم کو تسلیم کر لینے میں خلافت کو ملوکیت سے بچانے کا آخری موقع دیکھتے ہیں۔اور ظاہر ہے کہ تحکیم پر اگر حضرت علی علیہ السلام راضی نہ ہوتے تو یہ آخری موقع بھی پیدا نہ ہوا ہوتا۔سنئے:

''چھٹا مرحلہ'' ''اب خلافت کو ملوکیت کی طرف جانے سے بچانے کا آخری موقع باقی رہ گیا تھا۔اور وہ یہ تھا کہ دونوں حَکَم ٹھیک ٹھیک اُس معاہدے کے مطابق فیصلہ دیں جس کی رو سے اُن کو فیصلے کا اختیار سونپا گیا تھا۔معاہدے کی جو عبارت مورخین نے نقل کی ہے اس میں تحکیم کی بنیاد یہ تھی۔

تحکیم کی بنیاد مودودی نے اس طرح مانی ہے۔

''دونوں حَکَم جو کچھ کتاب اللہ میں پائیں اس پر عمل کریں اور جو کچھ کتاب اللہ میں نہ پائیں اُس کے بارے میں سُنت عادلۂ جامعۂ غِیر مُفرّ قه پر عمل کریں۔''

لیکن دومۃ الجندل میں جب دونوں حکم مل کر بیٹھے تو سرے سے یہ امر زیر بحث ہی نہ آیا کہ قرآن وسنت کی رو سے اس قضیہ کا فیصلہ کیا ہوسکتا ہے؟ قرآن میں صاف حکم موجود تھا کہ مسلمانوں کے دو گروہ اگر آپس میں لڑ پڑیں تو اُن کے درمیان اصلاح کی صحیح صورت طائفہِ باغیہ کو راہ راست پر آنے کیلئے مجبور کرنا ہے(سورہ الحجرات آیت 9 کے الفاظ یہ ہیں کہ : فَاِنْ بَغَتْ اِحْدٰاھُمَا عَلَی الْاُخْرٰی فَقَاتِلُوا الَّتِیْ تَبْغِیْ حَتّٰی تَفِیْٓءَ اِلٰی اَمْرِ اللّٰهِ پھر واللہ اگر اُن میں سے ایک نے دوسرے پر زیادتی کی ہو تو زیادتی کرنے والی جماعت سے لڑو یہاں تک کہ وہ اللہ کے حکم کی طرف پلٹ آئے'')

حضرت عمارؓ کی شہادت کے بعد نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی نص صریح نے متعین کر دیا تھا کہ اس قضیہ میں طائفہ باغیہ کونسا ہے۔ایک امیر کی امارت قائم ہو جانے کے بعد اُس کی اطاعت نہ کرنے والے کے بارے میں بھی واضح احادیث موجود تھیں۔خون کے دعوے کا بھی شریعت میں صاف صاف ضابطہ موجود تھا۔جس کی رو سے دیکھا جاسکتا تھا کہ حضرت معاویہ نے خون عثمان کے متعلق اپنا دعویٰ ٹھیک طریقہ سے اٹھایا ہے یا غلط طریقہ سے؟ اور معاہدۂ تحکیم کی رو سے دونوں صاحبوں کے سپرد یہ کام سرے سے کیا ہی نہیں گیا تھا کہ وہ خلافت کے مسئلہ کا جو فیصلہ بطور خود مناسب سمجھیں کر دیں، بلکہ اُن کے حوالے فریقین کا پورا جھگڑا اس صراحت کے ساتھ کیا گیا تھا کہ اُن کے درمیان اَوّلاً کتاب اللہ اور پھر سنت عادلہ کے مطابق تصفیہ کریں۔مگر جب دونوں بزرگوں نے بات چیت شروع کی تو ان سارے پہلوؤں کو نظر انداز کر کے یہ بحث شروع کر دی کہ خلافت کا مسئلہ اب کیسے طے کیا جائے؟

حضرت عمرو بن العاص نے حضرت ابو موسیٰ اشعری سے پوچھا کہ'' آپ کے نزدیک اس معاملہ میں کیا صورت مناسب ہوگی؟'' انہوں نے کہا کہ:

''میری رائے یہ ہے کہ ہم ان دونوں حضرات، علیؑ و معاویہ، کو الگ کر کے خلافت کے مسئلہ کو مسلمانوں کے باہمی مشورے پر چھوڑ دیں، تاکہ وہ جسے چاہیں منتخب کرلیں''

حضرت عمرو نے کہا کہ:۔'' ٹھیک بات یہی ہے جو آپ نے سوچی ہے''۔

اس کے بعد دونوں صاحب مجمع عام میں آئے جہاں دونوں طرف کے چار چار سو اصحاب اور کچھ غیر جانبدار بزرگ موجود تھے۔حضرت عمرو نے

Presented by Ziaraat.Com

حضرت ابوموسیٰ سے کہا کہ:

''آپ ان لوگوں کو بتا دیجئے کہ ہم ایک رائے پر متفق ہوگئے ہیں۔'' حضرت عبداللہ بن عباس نے حضرت ابوموسیٰ سے کہا کہ:

''اگر آپ دونوں ایک رائے پر متفق ہوگئے ہیں تو اس متفقہ فیصلے کا اعلان عمرو بن العاص کو کرنے دیجئے مجھے اندیشہ ہے کہ آپ دھوکا کھا گئے ہیں۔''

ابوموسیٰ نے کہا کہ ''مجھے اس کا کوئی خطرہ نہیں ہے۔ ہم نے بالاتفاق ایک فیصلہ کیا ہے''

پھر وہ تقریر کے لئے اٹھے اور اس میں اعلان کیا کہ:

''میں اور میرے یہ دوست عمرو بن العاص ایک بات پر متفق ہوگئے ہیں اور وہ یہ ہے کہ ہم علیؑ اور معاویہ کو الگ کر دیں اور لوگ باہمی مشورے سے جس کو پسند کریں اپنا امیر بنالیں۔ لہٰذا میں علیؑ اور معاویہ کو معزول کرتا ہوں، اب آپ لوگ اس اپنے معاملہ کو اپنے ہاتھ میں لیں اور جسے اہل سمجھیں اپنا امیر بنالیں۔'' اس کے بعد حضرت عمرو بن العاص کھڑے ہوئے اور انہوں نے کہا کہ:

''ان صاحب نے جو کچھ کہا وہ آپ لوگوں نے سُن لیا۔ انہوں نے اپنے آدمی علیؑ کو معزول کر دیا ہے۔ میں بھی ان کی طرح انہیں معزول کرتا ہوں اور اپنے آدمی معاویہ کو قائم رکھتا ہوں۔ کیونکہ وہ عثمان بن عفان کے ولی اور اُن کے خون کے دعویدار اور اُن کی جانشینی کے سب سے زیادہ مستحق ہیں۔''

حضرت ابوموسیٰ نے یہ بات سنتے ہی کہا: ''**مالک لا وفقک اللہ عذرت و فجرت** یہ تم نے کیا کیا؟ خدا تمہیں توفیق نہ دے تم نے دھوکا دیا اور عہد کی خلاف ورزی کی''

حضرت سعد بن ابی وقاص بولے: ''افسوس تمہارے حال پر اے ابوموسیٰ تم عمرو کی چالوں کے مقابلہ میں بڑے کمزور نکلے''

حضرت ابوموسیٰ نے جواب دیا: ''اب میں کیا کروں اس شخص نے مجھ سے ایک بات پر اتفاق کیا اور پھر اس سے دامن چھڑا لیا''

حضرت عبدالرحمٰن بن ابوبکر نے کہا: ''ابوموسیٰ اس سے پہلے مرگئے ہوتے تو اُن کے حق میں زیادہ اچھا ہوتا''

حضرت عبداللہ بن عمر نے کہا: ''دیکھو اس امت کا حال کہاں جا پہنچا اس کا مستقبل دو ایسے آدمیوں کے حوالے کر دیا گیا جن میں سے ایک کو اس کی کچھ پرواہ نہیں کہ وہ کیا کر رہا ہے۔ اور دوسرا ضعیف ہے''

درحقیقت کسی کو بھی وہاں اس امر میں شک نہ تھا کہ دونوں کے درمیان اسی بات پر اتفاق ہوا تھا جو حضرت ابوموسیٰ نے اپنی تقریر میں کہی تھی۔ اور حضرت عمرو بن العاص نے جو کچھ کیا وہ طے شدہ بات کے بالکل خلاف تھا۔ اس کے بعد حضرت عمرو بن العاص نے جا کر حضرت معاویہ کو خلافت کی بشارت دی۔ اور حضرت ابوموسیٰ شرم کے مارے حضرت علیؑ کو منہ نہ دکھا سکے اور سیدھے مکہ چلے گئے''

(ب) **ایک عقل اور دین کے اندھے عالم عمرو کے طرف دار۔**

مسلسل مودودی لکھتے ہیں کہ: ''حافظ ابن کثیر حضرت عمرو بن العاص کے اس فعل کی یہ توجیہ کرتے ہیں کہ:

''انہوں نے اس حالت میں لوگوں کو بلا امام چھوڑنا مناسب نہ سمجھا، کیونکہ اس وقت لوگوں میں جو اختلاف برپا تھا اس کو دیکھتے ہوئے انہیں خطرہ تھا کہ ایسا کرنا ایک طویل وعریض فساد کا موجب ہوگا۔ اس لئے انہوں نے مصلحت کی بنا پر حضرت معاویہ کو برقرار رکھا اور اجتہاد صحیح بھی ہوتا ہے اور غلط بھی''۔

Presented by Ziaraat.Com

(ج) مودودی کی تنقید میں بھی باطل پرستی موجود رہتی ہے اور حق پرستی پر پردہ ڈالتے ہیں۔

ابن کثیر کا اندھا پن لکھ کر مسلسل تنقید کی ہے۔

''لیکن جو انصاف پسند آدمی بھی نیزوں پر قرآن اٹھانے کی تجویز سے لے کر اس وقت تک کی روداد پڑھے گا وہ مشکل ہی سے یہ مان سکتا ہے کہ یہ سب کچھ ''اجتہاد'' تھا۔ بلا شبہ ہمارے لئے رسوؐل صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام صحابہ واجب الاحترام ہیں۔اور بڑا ظلم کرتا ہے وہ شخص جو اُن کی کسی غلطی کی وجہ سے اُن کی ساری خدمات پر پانی پھیر دیتا ہے اور اُن کے مرتبے کو بھول کر گالیاں دینے پر اتر آتا ہے۔مگر یہ بھی کچھ کم زیادتی نہیں ہے کہ اگر اُن میں سے کسی نے کوئی غلط کام کیا ہو ہم محض صحابیت کی رعایت سے اس کو ''اجتہاد'' قرار دینے کی کوشش کریں۔ بڑے لوگوں کے غلط کام اگر اُن کی بڑائی کے سبب سے ''اجتہاد'' بن جائیں تو بعد کے لوگوں کو ہم کیا کہہ کر ایسے ''اجتہادات'' سے روک سکتے ہیں۔

اجتہاد کی تعریف یاد کر لینا چاہئے۔

اجتہاد کے تو معنی ہی یہ ہیں کہ: ''امر حق معلوم کرنے کے لئے آدمی اپنی انتہائی حدّ وسع تک کوشش کرے''۔اس کوشش میں نادانستہ غلطی بھی ہو جائے تو حق معلوم کرنے کی کوشش بجائے خود اجر کی مستحق ہے'' لیکن جان بوجھ کر ایک سوچے سمجھے منصوبے کے مطابق غلط کام کرنے کا نام ''اجتہاد'' ہرگز نہیں ہو سکتا۔ دراصل اس طرح کے معاملات میں افراط وتفریط دونوں ہی یکساں احتراز کے لائق ہیں۔کوئی غلط کام محض شرف صحابیت کی وجہ سے مشرّف نہیں ہو سکتا۔ بلکہ صحابی کے مرتبہ بلند کی وجہ سے وہ غلطی اور نمایاں ہو جاتی ہے۔لیکن اُس پر رائے زنی کرنے والے کو لازماً یہ احتیاط ملحوظ رکھنی چاہئے کہ غلط کو صرف غلط سمجھنے اور کہنے پر اکتفا کرے۔اس سے آگے بڑھ کر صحابی کی ذات کو بحیثیت مجموعی مطعون نہ کرنے لگے۔حضرت عمرو بن العاص یقیناً بڑے مرتبے کے بزرگ ہیں اور انہوں نے اسلام کی بیش بہا خدمات انجام دی ہیں۔البتہ اُن سے یہ دو کام ایسے سرزد ہو گئے ہیں جنہیں غلط کہنے کے سوا چارہ نہیں ہے''۔

(د) دومۃ الجندل کی پوری کارروائی معاہدہ کے خلاف اور علیؑ کا مقام

''اس بحث سے قطع نظر کہ دونوں حکموں میں سے ایک نے کیا کیا اور دوسرے نے کیا؟ بجائے خود یہ پوری کارروائی جو دومۃ الجندل میں ہوئی معاہدہ تحکیم کے بالکل خلاف اور اُن کی حدود سے قطعی متجاوز تھی۔اُن حضرات نے غلط طور پر یہ فرض کر لیا تھا کہ وہ حضرت علیؑ کو معزول کرنے کے مجاز ہیں۔حالانکہ حضرت علیؑ عثمان کی شہادت کے بعد باقاعدہ آئینی طریقے پر خلیفہ منتخب ہوئے تھے۔اور معاہدہ تحکیم کے کسی لفظ سے یہ اختیار ان دونوں حضرات کو نہیں سونپا گیا تھا۔ کہ وہ اُنہیں معزول کر دیں۔پھر انہوں نے یہ بھی غلط فرض کر لیا کہ حضرت معاویہ حضرت علیؑ کے مقابلے میں خلافت کا دعویٰ لے کر اُٹھے ہیں۔حالانکہ اس وقت تک وہ صرف خون عثمان کے مدعی تھے نہ کہ منصب خلافت کے۔مزید برآن اُن کا یہ مفروضہ بھی غلط تھا کہ وہ خلافت کے مسئلے کا فیصلہ کرنے کیلئے حکم بنائے گئے ہیں۔معاہدۂ تحکیم میں اس مفروضے کیلئے بھی کوئی بنیاد موجود نہیں ہے اسی بنا پر حضرت علیؑ نے اُن کے فیصلے کو رد کر دیا اور اپنی جماعت میں تقریر کرتے ہوئے فرمایا کہ:

(ہ) حکمین کے فیصلے پر حضرت کا صحیح فیصلہ مودودی کی نظر میں۔

''سنو یہ دونوں صاحبان جنہیں ''تم لوگوں نے'' حکم مقرر کیا تھا۔انہوں نے قرآن کے حکم کو پیٹھ پیچھے ڈال دیا اور خدا کی ہدایت کے بغیر

Presented by Ziaraat.Com

اُن میں سے ہرایک نے اپنے خیالات کی پیروی کی اور ایسا فیصلہ دیا جوکسی واضح حجت اور سنت ماضیہ پر مبنی نہیں ہے۔اوراس فیصلے میں دونوں نے اختلاف کیا ہےاور دونوں ہی کسی صحیح فیصلے پر نہیں پہنچے ہیں۔''

اس کے بعد حضرت علیؑ نے کوفہ واپس پہنچ کر شام پر چڑھائی کی پھر تیاریاں شروع کردیں۔

(و) **مودودی مانتے ہیں کہ حضرت علیؑ اُمت مسلمہ پر ملوکیت کے مسلط ہوجانے کا خطرہ محسوس کرتے تھے۔**

اس زمانہ میں حضرت علیؑ نے جو تقریریں کی ہیں اُن سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ وُہ اُمت پر ملوکیت مسلط ہوجانے کا خطرہ کس شدت سے محسوس کرتے تھے۔اور خلافت راشدہ کو بچانے کے لئے کس طرح ہاتھ پاؤں مار رہے تھے۔ایک تقریر میں وُہ فرماتے ہیں کہ:

''خدا کی قسم اگر یہ لوگ تمہارے حاکم بن گئے تو تمہارے درمیان کسریٰ اور ہرقل کی طرح کام کریں گے۔''

ایک دوسری تقریر میں انہوں نے فرمایا کہ:''چلواُن لوگوں کے مقابلے میں جوتم سے اس لئے لڑرہے ہیں کہ ملوک جبابرہ بن جائیں اوراللہ کے بندوں کو اپنا غلام بنالیں۔''(مسلسل لکھتے ہیں کہ)

(ز) **حضرت علیؑ، جنگ جمل وصفین پر مودودی کے آخر ریمارکس اور حضرتؑ پر ایک الزام قائم کرنا۔**

''مگر عراق کے لوگ ہمت ہار چکے تھے۔اور خوارج کے فتنے نے حضرت علیؑ کے لئے مزید ایک دردسر پیدا کردیا تھا۔پھر حضرت معاویہ اور حضرت عمرو عاص کی تدبیروں سے مصر اور شمالی افریقہ کے علاقے بھی اُن کے ہاتھ سے نکل چکے تھے۔اور دنیائے اسلام عملاً دو متحارب حکومتوں میں بٹ گئی تھی۔آخر کار حضرت علیؑ کی شہادت (رمضان 40ھ) اور پھر حضرت حسنؑ کی مصالحت 41ھ نے میدان حضرت معاویہ کے لئے پوری طرح خالی کردیا۔اس کے بعد جو حالات پیش آئے انہیں دیکھ کر بہت سے وہ لوگ بھی جو پہلے حضرت علیؑ اور اُن کے مخالفین (یعنی کون کون؟) کی لڑائیوں کو فتنہ سمجھ کر غیر جانب دار رہے تھے، یہ اچھی طرح جان گئے تھے کہ حضرت علیؑ کس چیز کو قائم کرنے کے لئے اور امت کو کس انجام سے بچانے کے لئے اپنی جان کھپارہے تھے۔

حضرت عبداللہ بن عمر نے اپنے آخری زمانہ میں کہا:

1۔''مجھے کسی چیز پر اتنا افسوس نہیں ہے جتنا اس بات پر ہے کہ میں نے علی رضی اللہ عنہ کا ساتھ کیوں نہ دیا''

ابراھیم النخعی کی روایت ہے کہ:

2۔مسروق بن اجدع حضرت علیؑ کا ساتھ نہ دینے پر توبہ واستغفار کیا کرتے تھے۔''

3۔حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص کو عمر بھر اس بات پر سخت ندامت رہی کہ وہ حضرت علیؑ کے خلاف جنگ میں حضرت معاویہ کے ساتھ کیوں شریک ہوا؟''

حضرت علیؑ نے اس پورے فتنے کے زمانہ میں جس طرح کام کیا وہ ٹھیک ٹھیک ایک خلیفہ راشد کے شایان شان تھا۔البتہ صرف ایک چیز ایسی ہے جس کی مدافعت میں مشکل ہی سے کوئی بات کہی جاسکتی ہے وہ یہ ہے کہ جنگ جمل کے بعد انہوں نے قاتلین عثمان کے بارے میں اپنا رویہ بدل دیا۔جنگ جمل تک وہ اُن سے بیزار تھے۔بادل ناخواستہ اُن کو برداشت کرتے تھے اور اُن پر گرفت کرنے کیلئے موقع کے منتظر تھے۔حضرت عائشہ اور حضرت طلحہ وزبیر سے گفتگو کرنے کیلئے جب انہوں نے حضرت قعقاع بن عمر کو بھیجا، تو اُن کی نمائندگی کرتے ہوئے حضرت قعقاع نے کہا تھا کہ:

Presented by Ziaraat.Com

''حضرت علیؑ نے قاتلانِ عثمان پر ہاتھ ڈالنے کو اس وقت تک موخر کر رکھا ہے۔

1۔جب تک وہ انہیں پکڑنے پر قادر نہ ہو جائیں۔

2۔آپ لوگ بیعت کر لیں تو پھر خونِ عثمان کا بدلہ لینا آسان ہو جائے گا۔

پھر جنگ سے عین پہلے جو گفتگو اُن کے اور حضرت طلحہ وزبیر کے درمیان ہوئی۔اُس میں حضرت طلحہ نے حضرت علیؑ پر الزام لگایا کہ آپ خونِ عثمان کے ذمہ دار ہیں۔اور انہوں نے جواب میں فرمایا کہ **لعن اللّٰہ قتلة عثمان**۔عثمان کے قاتلوں پر خدا کی لعنت۔لیکن اس کے بعد بتدریج وہ لوگ اُن کے ہاں تقرب حاصل کرتے گئے جو حضرت عثمان کے خلاف شورش برپا کرنے اور بالآخر انہیں شہید کرنے کے ذمہ دار تھے۔حتیٰ کہ انہوں نے مالک بن حارث الاشتر اور محمد بن ابی بکر کو گورنری کے عہدہ تک دے دیئے۔درآں حالیکہ قتلِ عثمان میں اُن دونوں صاحبوں کا جو حصہ تھا وہ سب کو معلوم ہے۔حضرت علیؑ کے پورے زمانہ خلافت میں ہم کو صرف یہی ایک کام ایسا نظر آتا ہے جس کو غلط کہنے کے سوا کوئی چارہ نہیں۔''(کتاب خلافت وملوکیت صفحہ 140 تا146)

4۔علامہ مودودی کے بیانات پر ایک منصفانہ نظر اور تحکیم کے فیصلے پر قریشی صحابہ کا موجود ہونا اور حقیقی اعتراض نہ کرنا۔

قارئین نے تحکیم کے متعلق مودودی کے بیانات میں وہ تفصیل بھی ملاحظہ کی جو تہذیب المتین کے مولف نے نہ معلوم کیوں نظر انداز کر دی ہے۔یعنی دومۃ الجندل میں عبداللہ بن عمر اور عبدالرحمٰن بن ابوبکر اور سعد بن وقاص وغیرہ کا موجود ہونا۔یہاں قارئین یہ سمجھ لیں کہ قریشی تاریخ میں اگر صحیح واقعات اور قوم قریش کے صحیح جذبات وحالات لکھے گئے ہوتے تو یقیناً یہ بھی لکھا جاتا کہ وہاں وہ تمام قریشی لیڈر موجود تھے جو حضرت علی علیہ السلام کی خلافت نہ چاہتے تھے اور جس طرح بھی ہو سکے آنحضرتؐ کی جگہ قریشی حکومت بنانا پسند کرتے تھے۔اور ہم تو یہ عرض کریں گے کہ دومۃ جندل کے ایک سالہ قیام میں عمرو بن العاص اور ابوموسیٰ اشعری میں صرف اُن دو جملوں کی ردوبدل نہ ہوئی تھی۔جو مودودی وغیرہ نے لکھے ہیں۔یعنی عمرو بن العاص کا ابوموسیٰ سے اُس کی رائے معلوم کرنا اور اس کا اپنی رائے بتا دینا کہ علیؑ ومعاویہ کو معزول کر کے شوریٰ کے ذریعہ خلیفہ منتخب کر لو۔اس تجویز تک پہنچنے کے لئے سال بھر کی مدت اُسی صورت میں صحیح ہو سکتی ہے جب یہ مانا جائے کہ:

''ابوموسیٰ اشعری اور عمرو بن العاص نے اُن تمام لوگوں سے مشورہ لیا ہوگا جو اُن دونوں کے نزدیک علیؑ کے مخالف اور قریش کے دوستدار و ہمدرد تھے۔جو نہایت عمدہ قسم کے ڈپلومیٹ تھے۔جو براہ راست یا بالواسطہ خلافت سے تعلق رکھتے تھے اور پبلک پر اثر رکھتے تھے۔

دومۃ الجندل کا ایک سال آسانی سے غائب نہیں کیا جا سکتا ہے۔

کوئی صاحب عقل یہ ماننے کو تیار نہیں ہو سکتا کہ خواہ مخواہ بلا کسی ٹھوس سبب اور رکاوٹ کے دونوں حکموں نے تحکیم کے معاہدہ کو یکسر نظر انداز کر لیا تھا۔یعنی متلاشی حق اُن طفل تسلیوں سے بہلائے نہیں جا سکتے جو مودودی نے یا قریشی تاریخ نے دی ہیں۔لازم وضروری تھا کہ دونوں حکمین کے پاس تحکیم کے معاہدہ کی نقل ہو اور وہ لفظ بلفظ اس پر غور کریں اور کم از کم اُن تمام پہلوؤں پر نظر ڈالیں جو مودودی نے ہلکا اور لاتعلق ہو کر لکھی ہیں۔مودودی نے مانا تھا کہ فرقہ باغیہ وگمراہ معاویہ اور اس کا گروہ ہے۔مگر صلح نامہ پر بات کرتے ہوئے وہ یہ نہیں کہتے کہ:

''معاویہ اور اس کے ساتھ اور اُن کا وکیل یعنی حکم باغی وگمراہ گروہ کے لوگ ہیں۔اور یہ کہ ساری امت کو معاویہ اور اہل معاویہ سے جنگ کرنا لازم ہے۔''

Presented by Ziaraat.Com

مودودی مانتے ہی نہیں بلکہ قرآن کی آیت (حجرات 9) کا نمبر وعبارت بھی لکھتے ہیں۔مگر یہ نہیں کہتے کہ تحکیم کے معاہدہ کی رو سے قرآن کا حکم معاویہ اوراہل معاویہ سے اس وقت تک جنگ کرنے کا ہے جب تک وہ اطاعت قبول نہ کرلیں۔سوچئے کہ دونوں حکمین کیسے قرآن کے مطابق فیصلہ کرسکتے تھے؟

تحکیم کوقبول کرنے میں کون عقلمند، پسندیدۂ خدااور قرآن سے متفق اورنفع میں تھا؟؟؟

یعنی دومۃ الجندل میں پہنچنے کے بعد دانشوران قریش کی سمجھ میں آ گیا کہ مسئلہ تحکیم کوقبول کر کے انہوں نے نہایت ہلاکت خیز غلطی کی ہے۔اس لئے کہ قرآن وسنت کی رو سے یہ فیصلہ سُنانا لازم تھا کہ:

''حدیث صریح اور حضرت عمارؓ یاسر کی شہادت سے یہ ثابت ہوگیا کہ معاویہ اوراسکے تمام افواج باغی اور گمراہ ہیں۔جب تک وہ اطاعت اختیار نہ کریں اُن کے ساتھ ساری امت کو جنگ کرنا لازم ہے۔

مطلب یہ ہوا کہ فریب سازی کر کے قرآن اٹھوانے سے فوری طور پر جنگ سے مہلت تو مل گئی تھی۔مگراس مہلت کے بعدانہیں پھر ساری امت سے جنگ کرنا پڑتی لہٰذاانہیں یا تو اسی رسوا کن شکست ودارورسن سے دوچار ہونا پڑتا یاہاتھ جوڑ کر معافی مانگنا پڑتی۔یعنی تمام چالاکیاں اورفریب سازیاں ضائع ہوکر کامیابی علیؑ کے لئے لازم تھی۔یہ سبب تھا کہ حضرت علیؑ نے تحکیم کو مان لیا تھالیکن معاویہ کا اُسے مان لینا نہ صرف اُس کی تباہی تھی بلکہ اس کی حماقت کا ثبوت بھی تھی۔اس غلطی سے بچنے کے لئے دونوں حکمین پرلازم تھا کہ تحکیم کے معاہدہ کو یکسر نظرانداز کردیں اور یہ نظراندازی ایسی ہو جس سے تمام قریشی لیڈر متفق رہیں اورفیصلہ سنانے کے وقت وہ تمام قریشی اور غیرقریشی دانشور موجود ہوں جن کی خاموشی قوم کے لئے دلیل بن جائے اورکوئی یہ سوال نہ اٹھائے کہ:تمہارا یہ فیصلہ تحکیم کے معاہدے کے خلاف ہے''

چنانچہ دومۃ الجندل میں مودودی کے بیانات سے بھی ثابت ہے کہ کسی نے یہ اعتراض نہ کیا تھا کہ فیصلہ تحکیم کے معاہدے کے مطابق قرآن سے کرو۔نہ یہ کہا کہ تمھیں یہ حق نہیں پہنچتا کہ تم حضرت علیؑ کوخلافت سے معزول کردو۔نہ یہ اعتراض کیا گیا کہ معاویہ تو اب تک خلیفہ ہے ہی نہیں اس کے لئے یہ کیوں کہا گیا کہ:

''میں معاویہ کوقائم رکھتا ہوں''(اورعلیؑ کومعزول کرتا ہوں)معاہدہ کی رو سے معاویہ کوقائم رکھنے کا مطلب اس کے سوااور کچھ نہیں کہ:

''میں معاویہ کوعثمان کے خون کا دعویدار برقرار رکھتا ہوں''معلوم ہوا کہ معاویہ اورقریشی دانشوروں کو نہ صرف جنگ میں رسوا کن شکست ہوئی بلکہ مسئلہ تحکیم میں بھی وہ ذلیل ورسوا ہوئے۔

حضرت علیؑ کا خطبہ 45 لفظ بلفظ صحیح ثابت ہوکر دلیل حق بن گیا۔

حضرت علی علیہ السلام کا یہ فرمانا کہ:

''اگر میں تحکیم اورصلح کو نہ مانتا تب بھی حق پر ہوتا اور مجھ پر کسی جرم وگناہ کا الزام نہ آتا۔اور میرا تحکیم وصلح کو مان لینا بھی دلیل حق ہے اور سب کواس معاملے میں میری ہی پیروی کرنا چاہئے تھی اور یہ کہ میں کبھی قرآن کے خلاف کوئی عمل نہیں کرتا''لفظ بلفظ ثابت ہوگیا ہے۔

اورمودودی نے یہ مان لیا کہ خلافت کوملوکیت سے بچانے کا یہ آخری موقع تھا جوظاہر ہے کہ حضرت علی علیہ السلام نے پیدا کیا تھا۔پھر مودودی نے حضرت علی علیہ السلام کی تمام جنگوں کواور تمام اقدامات کو برحق مان کر عائشہ اورطلحہ وزبیر کواور تمام غیرجانبدار رہنے والے لوگوں کوغلط کار مان لینااور

Presented by Ziaraat.Com

بعض کو شرمندہ اور توبہ کرنے والا دکھا کر ثابت کیا کہ وہ سب گناہگار و مجرم تھے۔

دشمنانِ علیؑ اور مخالفانِ اسلام کو صحابہ کہہ کر اُن کے احترام کو واجب کہنا۔

ہمارے قاری یہ دیکھتے چلے آئے ہیں کہ مودودی جن لوگوں کی غلط کاریاں بیان کرتے ہیں اُن کے ساتھ بلا ناغہ حضرت اور رضی اللہ عنہ بھی لکھتے جاتے ہیں اور دوسروں سے بھی چاہتے ہیں کہ وہ صحابہ کا ہر حال میں احترام واجب سمجھیں۔ اور جو ہر حال میں صحابہ کو واجب الاحترام نہیں سمجھتے انہیں ظالم قرار دیتے ہیں چنانچہ انہوں نے لکھا ہے کہ:

صحابہ ہر حال میں واجب الاحترام ہیں اُن کی کوئی ایک غلطی اُن کی ساری خدمات کو ضائع نہیں کر سکتی۔

''بلاشبہ ہمارے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام صحابہ واجب الاحترام ہیں۔ اور بڑا ظلم کرتا ہے وہ شخص جو اُن کی کسی غلطی کی وجہ سے اُن کی ساری خدمات پر پانی پھیر دیتا ہے اور اُن کے مرتبہ کو بھول کر گالیاں دینے پر اُتر آتا ہے۔'' (خلافت وملوکیت صفحہ 143)

قارئین کو یاد ہوگا کہ حضرت علی علیہ السلام نے ایک پورا خطبہ (40) گالیاں دینے سے منع کرنے پر دیا ہے۔ لہٰذا قرآن اور صاحبِ قرآن دونوں کی رو سے گالیاں دینا مذموم فعل ہے لہٰذا ہم مودودی سے اس حد تک متفق ہیں کوئی صحابی ہو یا غیر صحابی ہو یا خود مولانا مودودی ہوں اُن کو گالیاں دینا غلط اور قابلِ مذمت ہے۔ لیکن ہم صرف اُن ہی باتوں کو تسلیم کرتے ہیں جو قرآن اور صاحب قرآن نے بیان کی ہوں۔ وہ باتیں جو خود لوگوں نے یا مودودی نے طے کر رکھی ہوں اور قرآن سے اُن کی تائید نہ ہوتی ہو یا قرآن میں اُن کی مخالفت ہو اُن باتوں کو ہم مردود قرار دیتے ہیں۔

تمام صحابہ کا غلطیوں کے باوجود واجب الاحترام ہونا قرآن میں کہاں ہے؟

لہٰذا علامہ اور اُن کے ہم عقیدہ لوگوں سے یہ سوال کرنا ناجائز نہیں کہ وہ آیت یا آیات دکھائی جائیں جن میں غلطیاں یعنی مسائل دین میں غلطیاں کرنے والے تمام صحابہ کا واجب الاحترام ہونا بیان ہوا ہے؟ اور دوسرا سوال یہ ہے کہ وہ کون سی آیت یا آیات ہیں جن میں یہ فرمایا گیا ہے کہ صحابہ کی کسی غلطی پر اُن کی باقی خدمات یا نیکیاں ضائع نہیں ہو سکتی ہیں۔

رسولؐ کے سامنے بلند آوازی پر صحابہ کے تمام اعمال ضائع ہو جانا۔

جب کہ قرآن میں صحابہ کے لئے فرمایا گیا ہے کہ:

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَرْفَعُوْۤا اَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ وَلَا تَجْهَرُوْا لَهٗ بِالْقَوْلِ كَجَهْرِ بَعْضِكُمْ لِبَعْضٍ اَنْ تَحْبَطَ اَعْمَالُكُمْ وَاَنْتُمْ لَا تَشْعُرُوْنَ O (حجرات 49/2)

مودودی ترجمہ: ''اے لوگو جو ایمان لائے ہو، اپنی آواز نبیؐ کی آواز سے بلند نہ کرو، اور نہ نبیؐ کے ساتھ اونچی آواز سے بات کیا کرو جس طرح تم آپس میں ایک دوسرے سے کرتے ہو۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ تمہارا کیا کرایا سب غارت ہو جائے۔ اور تمہیں خبر بھی نہ ہو۔'' (تفہیم القرآن جلد 5 صفحہ 70)

اس آیت کے الفاظ یہ تھے کہ: اَنْ تَحْبَطَ اَعْمَالُكُمْ وَاَنْتُمْ لَا تَشْعُرُوْنَ O (حجرات 49/2)

''یہ کہ تمہارے تمام اعمال ضائع ہو جائیں اور تمہیں شعور تک نہ ہو سکے''

مودودی نے ترجمہ میں ''تمہارا کیا کرایا سب غارت ہو جائے'' لکھا ہے اور تشریح میں یہ جملہ درج کیا ہے کہ:

Presented by Ziaraat.Com

''رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے احترام میں ذراسی کمی بھی اتنا بڑا گناہ ہے کہ اُس سے آدمی کی عمر بھر کی کمائی غارت ہو سکتی ہے۔'' (ایضاً جلد 5 صفحہ 72)

اب قارئین سوچیں کہ مودودی نے لکھا تھا کہ:

''بڑا ظلم کرتا ہے وہ شخص جواُن کی کسی غلطی کی وجہ سے اُن کی ساری خدمات پر پانی پھیر دیتا ہے (خلافت وملوکیت صفحہ 143)

لہٰذا اگر مودودی کی بات بکواس نہیں بلکہ صحیح بات ہے تو کہئے کہ:

''بڑا ظالم ہے اللہ جو صحابہ کی معمولی سی بلند آوازی پر اُن کے تمام نیک اعمال غارت کرنے والا ہے''

ہم مودودی اینڈ کمپنی کو چیلنج کرتے ہیں کہ اپنا عقیدہ قرآن وحدیثِ معصومؑ سے ثابت کریں۔ رہ گیا اُن کے خلفا کا خود تیار کردہ مذہب وہ شیطان کا مذہب ہے۔ ہم اُن کے صحابہ کو لعنتی قرار دیتے ہیں اور اُن کی پوری قوم کو بلا کسی استثناء کے اللہ ورسولؐ کا دشمن، مجرم اور جہنمی سمجھتے ہیں اس لئے کہ رسولؐ اللہ نے قریش کو بلا استثنا، قرآن کو مہجور کرنے والا اور اس کی تکذیب کرنے والا کہا ہے (فرقان 31-25/30، انعام 6/66)

اجتہاد بھی صحابہ کی ایجاد اور اختراع و بدعت ہے اور قرآن کی رو سے حرام وفسق وظلم وکفر ہے۔

قرآن میں جس طرح مودودی کے صحابہ کو لعنتی وجہنمی فرمایا گیا ہے اُسی طرح اُن کی تمام ایجادات کو عمل شیطان فرمایا گیا ہے۔ اور جو کوئی خالص قرآن کے الفاظ میں احکام نافذ نہ کرے اُسے ظالم وکافر و فاسق فرمایا ہے (مائدہ 47 تا 5/44) مودودی اینڈ کمپنی اجتہاد کی تائید میں نہ کوئی آیت دکھا سکتے ہیں اور نہ کوئی ایسی حدیث دکھا سکتے ہیں جس کی خود اُن کے علما اور بزرگوں نے تردید نہ کی ہو۔

حضرت علی علیہ السلام عثمان کے قاتلوں کو لعنتی یا مجرم نہ سمجھتے تھے۔

علامہ مودودی نے حضرت علیؑ کے ایک کام کو یقین کے ساتھ غلط قرار دیا ہے۔ لیکن اُن کا وہ یقین درحقیقت وہ شبہ ہے جو قریش کی تیار کردہ تاریخ وروایات سے پیدا ہوا ہے۔ جو سر سے پیر تک اور یہاں سے وہاں تک جھوٹ اور باطل کا انبار ہے۔ اور اس انبار میں بھی عثمان کے تلوار مار کر قتل کرنے والے کا یقین سے عثمان کے اہل خانہ بھی نام نہیں بتا سکے۔ رہ گیا قیاسات واحتمالات اور لوگوں کے اعلانات۔ اُن کی رو سے تو بنی امیہ کے نزدیک بنی امیہ کے علاوہ سارا مدینہ قاتل عثمان تھا۔ چنانچہ خود مودودی نے لکھا ہے کہ:

طلحہ وزبیر اور اُن کے قریشی ساتھی تمام عثمان کے قاتل تھے۔

> ''موجودہ وادی فاطمہؓ پہنچ کر سعید بن العاص نے اپنے گروہ کے آدمیوں سے کہا کہ ''اگر تم قاتلین عثمان سے بدلہ لینا چاہتے ہو تو اُن لوگوں کو قتل کردو جو تمہارے ساتھ اس لشکر میں موجود ہیں''۔ اُن کا اشارہ طلحہ وزبیر وغیرہ بزرگوں کی طرف تھا، کیونکہ بنی امیہ کا عام خیال یہ تھا کہ قاتلین عثمان صرف وہی نہیں جنہوں نے اُن کو قتل کیا، یا جو اُن کے خلاف شورش برپا کرنے کے لئے باہر سے آئے تھے۔ بلکہ وہ سب لوگ بھی قاتلین عثمان ہی ہیں جو شورش کے وقت مدینہ میں موجود تھے مگر قتل عثمان کو روکنے کے لئے نہ لڑے۔ اور وہ سب لوگ بھی قاتلین عثمان ہیں جنہوں نے وقتاً فوقتاً حضرت عثمان کی پالیسی پر اعتراضات کئے تھے۔ مروان نے کہا کہ نہیں ہم اُن کو یعنی طلحہ وزبیر اور حضرت علیؑ کو ایک دوسرے سے لڑائیں گے۔ وغیرہ'' (خلافت وملوکیت صفحہ 138)

لہٰذا مودودی کا اُن تمام لوگوں کو قاتلین عثمان مان لینا جن کی حضرت علی علیہ السلام نے قدر ومنزلت کی یا جن کو عہدے دیئے وہ بنی امیہ ہی کے وزن کی بات ہے۔ قاتل یا مجرم اس کو قرار دیا جائے گا جسکے خلاف اسلامی قانون کے مطابق شہادتیں گزر جائیں اور عدالت کی سطح پر ثابت ہو جائے کہ اسی

Presented by Ziaraat.Com

نے قتل کیا تھا یا جرم کیا تھا۔لہٰذا علامہ کی بات کا کوئی شرعی وزن نہیں ہے۔لہٰذا اگر مودودی قریشی تاریخ وروایات کا اُسی تحقیقی نظر سے مطالعہ کرتے جس سے انہوں نے بہت سے واقعات کو سمجھا اور قریشی مورخین ومحدثین کی تحقیق کا انکار کیا ہے مثلاً جیسا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تمام مورخین ومحدثین نے سحر زدہ مانا اور جادو میں مبتلا لکھا اور مودودی نے اُن کا تحقیقی انکار کیا ہے۔تو یقیناً مودودی کا یہ فیصلہ غلطی کی طرف نہ بڑھتا کہ:

''حضرت علیؑ نے اس پورے فتنے کے زمانے میں جس طرح کام کیا وہ ٹھیک ٹھیک ایک خلیفہ راشد کے شایان شان تھا۔

(ملوکیت وخلافت صفحہ 146)

یہ بات نوٹ کرلیں کہ حضرت علی علیہ السلام کے نزدیک عثمان کا قتل جائز ولازم تھا۔وہ اُن کے اور قرآن واسلام کے نزدیک ملعون جہنمی تھا۔البتہ عثمان کے قاتلوں پر بے صبری اور بے ڈھنگے پن کا الزام ضرور لگایا ہے۔

Presented by Ziaraat.Com

مفتی جعفرحسین: خطبہ نمبر: 123

علی نقی طہرانی : خطبہ نمبر: 125

خُطبہ ﴿46﴾

1۔صاحبِؑ قرآن کسی ایسی دعوت کو رد نہیں کرسکتا جو قرآن سے متعلق ہو۔

2۔قرآن کے فیصلے اللہ کے فیصلے اور حدیث کے فیصلے رسوؐل کے فیصلے ہیں۔

3۔قرآن بولتا نہیں اس کی طرف سے بولنے والا انسان ہونا چاہئے جو قرآن اور اللہ کی طرف سے بولے اور سو فیصد صحیح اور آخری فیصلہ صادر کرے۔

4۔قرآن اور سنت کی رو سے علیؑ کے سوا کوئی خلیفہ خداوندی نہیں ہوسکتا ہے۔

5۔حق و باطل میں امتیاز کرنے کے لئے لوگوں کو موقع دینا، سامان فراہم کرنا، مطلوبہ مہلت دینا اور اتمام حجت کرنا واجب ہے۔

6۔قریش اور طرفدارانِ قریش قرآن سے دُور رہنے والے گمراہ لوگ تھے۔

7۔علیؑ کے ساتھی صحابہ قریش کے پٹھو اور دل میں علیؑ کے مخالف تھے۔

8۔علیؑ کے صحابہ نے نہ جہاد میں علیؑ کا ساتھ دیا نہ رازداری برقرار رکھی نہ حصولِ عزت اور نہ دینی تحفظ میں کام آئے۔

9۔ظاہر بظاہر نقصان کے مقابلہ میں بھی عمل دین کرنا چاہئے اور ظاہری نفع کی صورت میں بھی باطل سے الگ رہنا لازم ہے۔

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

اِنَّالَمۡ نُحَکِّمِ الرِّجَالَ ؛	1	حقیقت صرف یہ ہے کہ ہم نے لوگوں کو فیصلہ کرنیوالا ثالث نہیں بنایا تھا۔
وَاِنَّمَا حَكَّمۡنَا الۡقُرۡآنَ ؛	2	ہم نے تو قرآن کو فیصلہ کرنے والا حکم وحاکم بنایا تھا،یعنی لوگوں کی رائے پر فیصلہ نہ چھوڑا تھا۔
وَهٰذَا الۡقُرۡاٰنُ اِنَّمَا هُوَخَطٌّ مَّسۡطُوۡرٌ بَيۡنَ الدَّفۡتَيۡنِ ؛	3	البتہ یہ قرآن اس کے سوا کچھ نہیں کہ وہ تو دوگتوں کے درمیان سطروں میں لکھی ہوئی ایک مجلد ومکمل کتاب ہے۔اور
لَايَنۡطِقُ بِلِسَانٍ ؛	4	زبان سے بات نہیں کرتی ہے۔
وَلَابُدَّ لَهٗ مِنۡ تَرۡجُمَانٍ ؛	5	اور لازم ہے کہ اس کے لئے ترجمان ہوں۔
وَاِنَّمَا يَنۡطِقُ عَنۡهُ الرِّجَالُ ؛	6	اور قرآن کی ترجمانی کرنے والے انسان ہی ہوتے ہیں۔
وَلَمَّا دَعَانَا الۡقَوۡمُ اِلٰى اَنۡ نُّحَكِّمَ	7	اور جب قریشی قوم نے ہمیں آپس میں قرآن سے فیصلہ کرانے کی دعوت دی تو ہم ایسا فرقہ تو

Presented by Ziaraat.Com

بَيْننَا الْقُرْاٰنَ لَمْ نَكُنِ الْفَرِيْقَ الْمُتَوَلِّيَ عَنْ كِتَابِ اللّٰهِ تَعَالٰى ؛		تھے ہی نہیں کہ جو قرآن کے خلاف کسی اور کی ولایت یا حکومت مان لیتا (جیسا کہ طاغوت کو اپنا فیصلہ کرنے والا حاکم مانتے ہیں۔نساء 65 تا 4/60) کیونکہ ہم تو قرآن اور رسوؔل کو اپنا آخری حاکم مانتے ہیں۔
وَقَدْ قَالَ اللّٰهُ سُبْحَانَهٗ :	8	اور جب کہ اللہ نے بلاشبہ قرآن میں یہ حکم دے رکھا ہے کہ :
فَاِنْ تَنَازَعْتُمْ فِيْ شَيْءٍ فَرُدُّوْهُ اِلَى اللّٰهِ وَالرَّسُوْلِ ؛	9	جب تم میں کسی بات پر جھگڑا اس حد پر آجائے کہ دین میں تفرقہ پیدا ہونے لگے تو اس جھگڑے کو اللہ اور اسکے رسوؔل کے سامنے پیش کردو اوران کے فیصلے پر عمل کرو۔
فَرَدُّوْهُ اِلَى اللّٰهِ اَنْ نَحْكُمَ بِكِتَابِهٖ ؛	10	چنانچہ تمہارے مسلّمات میں سے ہے کہ اللہ کی طرف رد کرنے کا مطلب کتاب اللہ سے فیصلہ کرانا ہے۔
وَرَدُّوْهُ اِلَى الرَّسُوْلِ اَنْ نَّاْخُذَ بِسُنَّتِهٖ ؛	11	اور اسی طرح رسوؔل کے سامنے پیش کرنے کا مطلب رسوؔل کی سنت کو اختیار کرنا ہے
فَاِذَا حُكِمَ بِالصِّدْقِ فِيْ كِتَابِ اللّٰهِ فَنَحْنُ اَحَقُّ النَّاسِ بِهٖ ؛	12	چنانچہ جب بھی سچائی اور راستی سے کتاب اللہ میں سے حکم نکالا جائے گا تو ہم ہی سارے انسانوں میں خلافت وحکومت کے سب سے زیادہ حقدار نکلیں گے۔
وَاِنْ حُكِمَ بِسُنَّةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهٖ فَنَحْنُ اَوْلَاهُمْ بِهٖ ؛	13	اور اگر رسوؔل کی سنت سے حکم لیا جائے گا تب بھی ہم ہی اس خلافت وحکومت کے اولین حقدار ثابت ہوں گے۔مطلب یہ ہے کہ تم نے خود ہی مان لیا ہے کہ قرآن اور حدیث میں حکومت اور خلافت کا فیصلہ کیا ہی نہیں گیا ہے۔ہم نے خود ہی خلافت ابوبکر کو دے دی تھی اور وہ بھی ایک حادثہ تھا۔
وَاَمَّا قَوْلُكُمْ ؛	14	اور رہ گیا تمہارا یہ اعتراض کہ:
"لِمَا جَعَلْتَ بَيْنَكَ وَبَيْنَهُمْ اَجَلًا فِي التَّحْكِيْمِ ؛؟	15	تم نے اپنے اور ان کے درمیان فیصلہ کرنے کیلئے تحکیم کی مدت کیوں منظور کرلی؟"
فَاِنَّمَا فَعَلْتُ ذٰلِكَ لِتَبَيَّنَ الْجَاهِلُ ؛	16	جواب یہ ہے کہ میں نے وہ سب کچھ اس لئے منظور کیا ہے کہ:۔ تمام ناواقف لوگ اس صورت حال اور صورت مسئلہ سے کما حقہ واقفیت حاصل کر سکیں۔اورحق وباطل کو سمجھ اور پوچھ سکیں۔
وَيَتَثَبَّتَ الْعَالِمُ ؛	17	اور عالم اشخاص حق کو ثابت کرنے میں اطمینان حاصل کریں۔
وَلَعَلَّ اللّٰهَ اَنْ يُّصْلِحَ فِيْ هٰذِهِ الْهُدْنَةِ اَمْرَ هٰذِهِ الْاُمَّةِ ؛	18	اور شاید اس مدت کے دوران اللہ اس امت کی اصلاح کی خاطر اس کے پیچیدہ حالات کو سنوار دے۔

Presented by Ziaraat.Com

وَلَاتُؤْخَذَ بِاَكْظَامِهَا ؛	19	اور مدت نہ دی جانے کے صورت میں امت کا گلا گھونٹ کر اسے مجبور نہ کیا جا سکے
فَتَعْجَلَ عَنْ تَبَيُّنِ الْحَقِّ ؛	20	اور امت پر حق واضح ہونے سے پہلے ہی جلدی سے فیصلہ نہ ٹھونسا جائے۔
وَتَنْقَادَ لِاَوَّلِ الْغَيِّ ؛	21	اور اس طرح اسے اس کی پہلی ہی گمراہی میں نہ رہنے دیا جا سکے۔
اِنَّ اَفْضَلَ النَّاسِ عِنْدَاللّٰهِ مَنْ كَانَ الْعَمَلُ بِالْحَقِّ اَحَبَّ اِلَيْهِ وَاِنْ نَقَصَهُ وَكَرَثَهُ مِنَ الْبَاطِلِ وَاِنْ جَرَّاِلَيْهِ فَائِدَةً وَّزَادَهُ ؛	22	یقیناً اللہ کے نزدیک سارے انسانوں سے افضل وہ شخص ہے جس کے نزدیک حق پر عمل کرنا ہی محبوب ہوتا ہے۔ خواہ اسے حق پر عمل کرنے میں نقصان اور تکلیف سے دو چار ہونا پڑے اور وہ باطل سے بچتا رہتا ہے۔ خواہ باطل پر عمل کرنا اس کو فائدہ اور فراوانیاں ہی کیوں نہ پہنچاتا ہو۔ یعنی مجھے حق پر بہر حال عمل کرنا محبوب ہے۔
فَاَيْنَ يُتَاهُ بِكُمْ ؟وَمِنْ اَيْنَ اُتِيتُمْ ؟	23	تمہیں کن ترکیبوں سے گمراہ کیا جا رہا ہے؟ اور تمہیں کون سی پٹی پڑھا دی گئی ہے؟
اِسْتَعِدُّوْا لِلْمَسِيْرِ اِلٰى قَوْمٍ حَيَارٰى عَنِ الْحَقِّ لَايُبْصِرُوْنَهُ ؛	24	اب تو تم اس قوم کی طرف بڑھنے کے لئے مستعد ہو جاؤ جو حق سے منہ موڑ کر اسے دیکھے بغیر بھٹک رہی ہے۔
وَمُوْزَعِيْنَ بِالْجَوْرِ لَايَعْدِلُوْنَ بِهِ ؛	25	اور اسے انصاف کی راہ سے ہٹا دیا گیا ہے۔ اور وہ انصاف کی راہ پر آنا بھی نہیں چاہتے ہیں۔
جُفَاةٍ عَنِ الْكِتَابِ ؛	26	وہ لوگ کتاب خدا کے خلاف جفا پیشہ بن گئے۔
نُكُبٍ عَنِ الطَّرِيْقِ ؛	27	راست روی اور راہ راست سے رخ پھیرے ہوئے ہیں۔
مَااَنْتُمْ بِوَثِيْقَةٍ يُعْلَقُ بِهَا ؛	28	تم بھی تو کوئی ایسا مستحکم وسیلہ نہیں ہو جس سے تعلق رکھنا مفید ہو،
وَلَازَوَافِرَ عِزٍّ يُعْتَصَمُ اِلَيْهَا ؛	29	اور نہ ہی تم عزت حاصل کرنے کا ایسا سبب بن سکتے ہو جس سے وابستگی اور تحفظ کا یقین ہو جائے۔
لَبِئْسَ حُشَّاشُ نَارِالْحَرْبِ اَنْتُمْ ؛	30	یقیناً تم تو جہاد کی آتش فشانی کے لئے بھی بہت برا سامان ہو۔ یعنی جنگ میں نا قابلِ یقین لوگ ہو۔
اُفٍّ لَكُمْ لَقَدْ لَقِيْتُ مِنْكُمْ بَرْحًا ؛	31	تم پر افسوس ہے کہ تمہاری وجہ سے مجھے بہت تکلیفیں سہنا پڑی ہیں۔
يَوْمًا اُنَادِيْكُمْ وَيَوْمًا اُنَاجِيْكُمْ؛	32	کبھی میں تمہیں جہاد میں مدد کرنے کے لئے پکارتا ہوں۔ اور کبھی ملکی راز داری کے لئے تاکیدیں کرتا ہوں۔
فَلَا اَحْرَارُ صِدْقٍ عِنْدَ النِّدَآءِ ؛	33	مگر تم نہ مدد کی پکار پر سچے جوان مرد اور بہادر نکلتے ہو۔
وَلَا اِخْوَانُ ثِقَةٍعِنْدَ النَّجَآءِ ؛	34	اور نہ راز داری میں تم قابل اعتماد بھائی ثابت ہوتے ہو۔

Presented by Ziaraat.Com

تشریحات:

صاحبُ القرآن کبھی قرآن کی دعوت کو رَد نہیں کرسکتا اور قرآنؑ ناطق کو ہرگز دانشورانِ انسانیت سے مشورے اور رائے کی احتیاج نہیں ہوسکتی۔

سابقہ خطبہ میں حضرت علی علیہ السلام تنہا ایسے شخص ثابت ہو گئے جنہیں جنگ صفین میں صلح کرنے اور تحکیم کو ماننے اور نہ ماننے کا حق حاصل تھا۔ جو دونوں صورتوں میں حق کو نافذ کرنے والے تھے۔ اور جنہوں نے معاویہ اور اس کی قوم قریش کو اور اسکے تمام حلیفوں کو جنگ و صلح دونوں میں انتہائی شرمناک شکست دی اور ثابت کر دکھایا کہ ان کے تمام مخالفین ہر حال میں بے دین و دغا باز و غدار و فریب کار تھے۔ حضوؑر علیہ السلام نے اُن پر ہر پہلو سے اتمام حجت کر کے قیامت تک آنے والے انسانوں کو زندگی کے تمام شعبوں پر مکمل تعلیم اور اسباق فراہم کر دیئے ہیں اور جب تک انسانیت ان کے بیانات و ہدایات سے وابستہ رہے گی کبھی گمراہ نہ ہوگی۔ قریشی دانشوروں نے حضرت علی علیہ السلام کو نوکِ شمشیر پر صلح کے لئے مجبور کیا اور پھر اپنی پسند اور مصلحت کے ماتحت جبریہ حکم بھی خود ہی مقرر کیا۔ جب نتیجہ میں ذِلت و خواری پیش آئی تو اُلٹا حضرت علی علیہ السلام کو صلح اور تحکیم قبول کرنے پر ماخوذ کیا اور چاروں طرف سے اعتراضات کی بارش کر دی آپ نے تمام معترضین کو نہایت صبر و سکون سے سو فیصد حق پرستانہ جوابات دئے اور صلح اور تحکیم پر یکے بعد دیگرے دل میں اُتر جانے والے خطبات دیئے۔ اسی سلسلہ میں معترضین سے فرماتے ہوئے علی علیہ السلام نے خطبہ نمبر 46 بیان فرمایا۔

2۔ قریش نے قرآن کو فریب کیلئے جان بچانے کی خاطر استعمال کیا۔ علیؑ نے قرآن کو دینی حجۃ اور قریش کو فریبی اور بے دین ثابت کر دیا

قریش کے سب سے بڑے طرفداروں نے بھی معاویہ اور عمرو بن العاص کے عمل درآمد کی مذمت کی ہے۔ لیکن مذمت کی آڑ میں اس کمال کو چھپا دیا گیا ہے جو حضرت علی علیہ السلام کے فکر و کردار سے ظہور میں آیا۔ یعنی مذمت اور مدح وثنا کو حقائق کے چھپانے کا ذریعہ نہیں بننے دینا چاہیئے۔ بتانا یہ چاہیئے کہ فلاں شخص کے عمل درآمد اور کردار سے خود اُسے اور نوع انسان کو کیا فائدہ یا نقصان ہوا اور اس نے قوانین خداوندی اور احکاماتِ الٰہی کی کہاں تک پابندی یا خلاف ورزی کی؟ صرف مدح وثنا اور مذمت و تبرا پر بات ختم نہ ہونا چاہیئے۔ ہمیں معلوم ہے کہ جس طرح محمدؐ اور علیؑ اور ان کی آل صلوٰۃ اللہ علیھم ہر حال میں قابل مدح وثنا ہیں۔ اسی طرح قریش اور ان کی آل و اولاد و متعلقین، لعنۃ اللہ علیھم ہر حال میں قابل مذمت و تبرا ہیں اور اُن حضرات علیھم السلام کی مدح وثنا کرنا عبادت ہے اور ان ملاعین کی مذمت و تبرا بھی عبادت ہے۔ مگر سمجھنے کی بات تو یہ ہے کہ ان کی مدح وثنا اور ان کی مذمت کیوں کی جانا چاہیئے؟ اس طرح دونوں فریق کا کردار نوع انسان کے سامنے آکر انہیں حق و باطل، نیک و بد، اچھا و بُرا کی تمیز کرائے گا اور وہ اپنے اعمال و افکار کے متعین کرنے کے قابل ہوں گے۔ مذموم اعمال و افکار سے بچیں گے اور ممدوح اعمال و افکار کو اختیار کریں گے۔ جنگ صفین کے سلسلے کی تفصیلات ہمارے سامنے سے گزر گئی ہیں۔ اس کا ڈراپ سین بھی دیکھا جا چکا ہے۔ اور وہی فی الحال زیر بحث ہے اور دیکھنا ہے کہ جنگ صفین علی علیہ الصلوٰۃ والسلام اور معاویہ لعنت اللہ علیہ کے جن اعمال پر ختم ہوئی ان سے مسلمانوں یا انسانوں کو کیا سبق ملتا ہے؟ کس کے کون سے عمل سے لوگوں کو کیا فائدہ پہنچتا ہے؟

Presented by Ziaraat.Com

قرآن بلند کرنے میں معاویہ اینڈ کمپنی وغیرہ نے مسلمانوں یا باقی انسانوں کو کیا سبق دیا؟

یہ سوال علامہ مودودی کے سابقاً گزرے ہوئے بیان سے حل ہو جاتا ہے۔انہوں نے لکھا تھا کہ:۔

قرآن بلند کرنے کی غرض وغایت معاویہ عمروعاص اور علامہ کی نظر میں۔

''حضرت عمارؓ کی شہادت کے دوسرے روز،۱۰ صفر ۳۷ھ سخت معرکہ برپا ہوا جس میں حضرت معاویہ کی فوج شکست کے قریب پہنچ گئی۔اُس وقت حضرت عمر بن العاص نے حضرت معاویہ کو مشورہ دیا کہ اب ہماری فوج نیزوں پر قرآن اٹھالے اور کہے کہ:

''هٰذَا حَكَمٌ بَيْنَنَا وَ بَيْنَكُمْ''

''یہ قرآن ہمارے اور تمہارے درمیان فیصلہ کرنے والا ہے''

اس کی مصلحت حضرت عمرو نے خود یہ بتائی کہ اس سے علیؑ کے لشکر میں پھوٹ پڑ جائے گی۔کچھ کہیں گے کہ یہ بات مان لی جائے۔اور کچھ کہیں گے کہ نہ مانی جائے۔ہم مجتمع رہیں گے اور ان کے ہاں تفرقہ برپا ہو جائے گا۔اگر وہ مان لیں گے تو ہمیں مہلت مل جائے گی''

اس کے صاف معنی یہ ہیں کہ یہ محض ایک جنگی چال تھی قرآن کو حکم بنانا سرے سے مقصود ہی نہ تھا''(خلافت وملوکیت صفحہ 139)

اب قارئین کے غور کرنے کی بات یہ ہے کہ معاویہ اور عمروعاص کے اس عمل سے مسلمانوں کو یہ سبق ملتا ہے کہ قرآن کریم کو فریب دینے اور مسلمانوں میں پھوٹ اور تفرقہ پیدا کرنے کے لئے بلا تکلف استعمال کیا جا سکتا ہے''چونکہ دو صحابہ رسوؐل نے یہ عمل لوگوں سے اجتماعی طور پر بر سر میدان کرایا تھا اس لئے ساری امت کو یہ سبق بھی مل گیا کہ قرآن کو فریب کاری کے لئے ہر مسلمان انفرادی طور پر بھی اور اجتماعی حیثیت سے بھی اور خفیہ طور پر بھی اور اعلانیہ بھی استعمال کر سکتا ہے''

یہ بھی یہیں سمجھ لیجئے کہ مودودی کے حضرت معاویہ اور حضرت عمروعاص جو اُن کے قلم سے سیکڑوں مرتبہ رضی اللہ عنھم لکھے گئے ہیں ہرگز صحابہ رسوؐل ہو کر قرآن کو فریب کاری کے لئے استعمال نہ کرتے۔اگر ان کے بزرگوں میں اور ان کے مذہب میں یہ کام جائز نہ ہوتا،یقیناً انہوں نے ابوبکر وعمر اور اپنے دیگر بزرگانِ دین کو دیکھا تھا کہ وہ قرآن کو فریب کاری اور اپنی مصلحتوں کی کامیابی کے لئے کُھل کر استعمال کرتے تھے۔انہوں نے کتاب اللہ کی آڑ لے کر رسوؐل اللہ کو ایک ایسی تحریر لکھنے سے روک دیا تھا جس سے ساری امت قیامت تک گمراہ نہ ہوتی۔یعنی ابوبکر وعمر اور ان کے ہم مسلک لوگوں میں جس چیز کو رسوؐل اللہ''گمراہی''قرار دیتے تھے وہ گمراہی نہیں بلکہ رُشد وہدایت تھی۔یعنی ایک قومی شکست اور مشاورت والی حکومت کا بنانا ہی ان کے نزدیک اسلام کی صحیح تعلیم اور مقصد تھا جس سے آنحضرؐت روکنا چاہتے تھے اور جسے گمراہی قرار دیتے تھے۔اور قرآن کو اپنی مصلحتوں اور پالیسیوں کی تائید میں استعمال کرنا قریش کے تمام بزرگوں کی سنت تھی(فرقان 25/30،انعام 6/66)اور قرآن میں اللہ نے اِس طریق کار کو مجرمانہ اور دشمنانہ فرمایا تھا(فرقان 25/31)مگر قریش نے اس چودہ سو سال میں ہمیشہ بلا ناغہ قرآن کو فریب دہی کے لئے استعمال کیا ہے۔اور قیامت تک کرتے رہیں گے(فرقان 31-25/27)

قرآن بلند کرنے کے بعد حضرت علیؑ کا صفین میں عمل درآمد اور اس کے نمایاں فوائد ومقاصد؟

معاویہ وعمروعاص نے کُھلی شکست اور تباہی سے بچنے اور مہلت حاصل کرنے کے لئے فریب دیا تھا۔لیکن وہ فریب دینے میں ناکام ہوئے اس لئے کہ حضرؐت کو ہرگز فریب نہ دیا جا سکا اور حضوؐر نے قرآن بلند ہوتے ہی اعلان کر دیا کہ یہ فریب ہے،غداری ہے،بظاہر ایمانداری ہے

Presented by Ziaraat.Com

لیکن بباطن بد دیانتی اور بے ایمانی ہے۔اور جو لوگ رشوت یا جہالت کی بنا پر اس فریب میں پھنسنا اور صلح کر کے معاویہ کو کامیاب کرنا چاہتے تھے ان کو وہیں اور اُسی وقت بتا دیا تھا کہ تم آخر کار نادم و ذلیل ہو گے۔چنانچہ وہ لوگ نادم و ذلیل و خوار ہوئے۔

دوم۔جب حضرت علی علیہ السلام کی فوج نے ان سے بغاوت کی اور تلواریں سونت کر قتل اور گرفتاری کی دھمکی دی تو حضورؑ نے اپنے بہادر تیغ زنوں اور جان نثاروں کو مدد کے لئے نہیں بلایا ورنہ وہ تنہا بھی فوج کی اُس کثرت کو مع معاویہ کی فوج کے تلوار کے یعنی ذوالفقار کے گھاٹ اُتار سکتے تھے۔ اِس طرح آپؑ نے پھر قرآن اور اللہ و رسُول کے احکام کے مطابق صبر کیا اور اپنی مرضی اور پسند اور فیصلے کو جو سراسر حق تھا جبراً نافذ نہ کیا اور کلمہ گو ملاعین کے قتل عام اور جنگ جاری رکھنے سے دستکش ہو گئے اور پھر اللہ کے دوسرے احکام کے مطابق عمل کیا یعنی:

سوم۔آپؑ نے قرآن کی دعوت کو اللہ کے حکم (نساء 4/59) کو بحال رکھتے ہوئے قبول کیا اور فریب کاروں کے اعلان،اپنے اور ان کے مابین حَکَمْ یعنی ثالث کی حیثیت سے سچ مچ بڑی سختی سے قبول کر لیا۔پھر باغی فوج کی کثرت کے دباؤ سے نہیں بلکہ قرآن کے اعتماد پر غلط اور باغی حکم ابوموسیٰ کو اختیار کر لیا لیکن یہ بتا دیا کہ یہ مجھ سے باغی شخص ہے میرا دشمن ہے اور میرے دشمنوں کا طرفدار ہے۔یعنی حضرت علیؑ جانتے تھے اور دونوں حکموں، عمرو بن العاص اور ابوموسیٰ اشعری کو تحریری معاہدے میں پابند کر دیا کہ ان کا فیصلہ قرآن کا فیصلہ ہونا چاہئے ان کی ذاتی رائے قابل قبول نہ ہوگی۔گویا آپؑ نے غلط حَکَم مقرر ہو جانے کو بے اثر کر کے رکھ دیا۔اور بعد میں بتا دیا کہ نہ قرآن سے آنحضرتؐ کے خلاف کوئی حکم نکالا جا سکتا ہے نہ حدیث و سنت رسُولِ آپؑ کے کسی عمل وطرزِ عمل کو غلط قرار دے سکتی ہے۔اور نہ قرآن و حدیث و سنت سے اُنکے مخالفوں کو کوئی دلیل مل سکتی ہے۔یعنی آپؑ نے صلح قبول کر کے قرآن کو حکم ماننے اور غلط لوگوں کو حَکَم کی حیثیت سے برداشت کرنے میں نہ دھوکا کھایا نہ اسلام کے کسی حکم کی خلاف ورزی کی بلکہ سو فیصد احکام خداوندی پر عمل کیا اور گویا اپنے عمل درآمد سے معاویہ اور عمرو عاص کو ایک ایسی شکست کے سامنے لا کھڑا کیا جس سے ان کا دین و دنیا دونوں تباہ ہو کر رہ جائیں اور وہ آخر تک اُس دینی چال و مکر کو نہ سمجھ سکیں جو علیؑ نے چوڑے میدان میں ان ہی کی پسند اور چال کے مقابلہ میں کیا یعنی۔

چہارم۔حضرت علی علیہ السلام نے حکمین کو ایک سال کی مدت دے کر یہ انتظام کر دیا کہ ساری مملکت اسلامیہ،عراق و شام کا ہر باشندہ خواہ جاہل ہو یا عالم یہ سمجھ لے کہ۔

1) معاویہ نے قرآن بلند کر کے یہ اعلان کیا تھا کہ وہ قرآن کے حکم پر بلا چوں و چرا عمل کرے گا اور

2) معاہدہ پر دستخط کر کے اس نے یہ بھی مان لیا تھا کہ حکمین کی ذاتی رائے کو قبول نہیں کیا جائے گا اور ان کو قرآن سے فیصلہ کرنا ہوگا۔لہٰذا جب مملکت اسلامیہ،عراق و شام،کا ہر جاہل و عالم یہ دیکھے گا کہ معاویہ نے قرآن و سنت کے فیصلوں کو اختیار کرنے کے بجائے عمرو عاص کی ذاتی اور غدارانہ رائے کو قرآن اور سنت پر اور خود اپنے معاہدے پر ترجیح دی ہے تو اُسے آئندہ کسی مسلمان کا تعاون حاصل نہ ہوگا۔اور جب اُن پر قرآن کو ٹھکرانے اور سنت رسُول سے منہ پھرانے اور خود اپنے تحریری معاہدے کو رَد کرنے کا قرآن (مجادلہ 58/16،2/224) سے جرم عائد کر کے حملہ کیا جائے گا تو معاویہ و عمرو عاص اینڈ کمپنی کو کوئی مددگار نہ ملے گا اور انہیں ایسی شکست دی جائے گی جو صفین سے زیادہ تباہ کن اور شرم انگیز ہوگی۔اور معاویہ کو اس کی اطلاع بھی دے دی تھی۔اس شکست کی تباہ کاری سے بچنے کے لئے حضرتؑ کو قتل کرانے کی سازش کی تھی اور جس شب میں حضورؑ کے سر میں ضرب لگی وہی رات تھی جس کی صبح کو (65000) پینسٹھ ہزار سواروں کی فوج شام پر دھاوا بولنے کے انتظار میں تھی کہ حضورؑ زخمی ہو گئے اور معاویہ کو علیؑ سے نجات مل گئی۔ورنہ قریش کا لفظ تک دنیا سے مٹ گیا ہوتا۔

Presented by Ziaraat.Com

3۔تحکیم کے متعلق تاریخ طبری کی سند سے مزید معلومات اور حالات

ہم یہ کہہ چکے ہیں کہ جنگ صفین اور واقعہ تحکیم کے متعلق ہم ایک دائرۃ المعارف کھینچ دینا چاہتے ہیں تاکہ ہمارے قاری کو اس سلسلے میں کوئی احتیاج نہ رہ جائے۔اور وہ اس سلسلے کی ہر بات کا جواب دے سکے۔لہٰذا تاریخ طبری سے آپ یہ عنوان پڑھیں:

''شامیوں کا قرآن اُٹھانا

''آمدم برسر مطلب۔الغرض ابومخنف کہتا ہے کہ جب عمرو بن العاص نے یہ دیکھا کہ عراقی غالب آتے جارہے ہیں اور انہیں ہلاکت کا خوف پیدا ہوا تو انہوں نے امیر معاویہ سے کہا کہ میں آپ کے سامنے ایک رائے پیش کرتا ہوں جس سے ہم میں تو اتحاد بڑھ جائے گا اور دشمنوں میں انتشار پیدا ہوجائے گا۔معاویہ نے کہا ہاں بیان کرو۔عمرو بن العاص نے کہا کہ وہ تدبیر یہ ہے کہ ہم قرآن اٹھالیں اور یہ کہیں کہ قرآن جو فیصلہ کرے وہ فیصلہ ہمیں اور تمہیں منظور ہونا چاہئے۔اگر مخالفین میں سے چند لوگوں نے بھی اُسے قبول کرنے سے انکار کیا تو آپ دیکھیں گے کہ ان میں ایک گروہ پیدا ہوجائے گا جو اُس فیصلے کو قبول کرے گا۔اس طرح ان میں تفرقہ پیدا ہوجائے گا۔اور اگر سب نے یہ کہا کہ ہمیں یہ فیصلہ متفقہ طور پر منظور ہے تو ایک مدت تک یہ جنگ ہمارے سروں سے دُور ہوجائے گی''اس بات پر شامیوں نے قرآن نیزوں پر اٹھالئے اور بولے''ہمارے اور تمہارے درمیان یہ کتاب اللہ فیصلہ کن ہے۔شامیوں کا فیصلہ سب اہل شام پر واقع ہو گا اور عراقیوں کا فیصلہ تمام اہل عراق پر نافذ ہوگا۔عراقیوں نے جب یہ دیکھا کہ قرآن اٹھالئے گئے تو بولے کہ ہم اللہ عزوجل کی کتاب کو قبول کرتے ہیں اور اس کی جانب رجوع کرتے ہیں''(ترجمہ طبری خلافت راشدہ حصہ سوم صفحہ 358-359)

قارئین دیکھیں کہ یہاں بھی قرآن کے فیصلے پر عمل کرنے کا اعلان کیا گیا ہے۔جس کی بعد میں نہ پرواہ کی گئی نہ اس بحث کو اٹھایا گیا کہ حکمین نے نہ قرآن سے حکم نکالا نہ حدیث کو زیر گفتگو لائے بلکہ اپنی ذاتی رائے کو پیش کیا اور معاویہ نے قرآن کو حکم بنانے اور معاہدے پر دستخط کرنے کے باوجود عمرو بن العاص کے غدارانہ ذاتی فیصلہ پر خود کو خلیفہ بنالیا تھا۔بہرحال طبری کا دوسرا عنوان ملاحظہ ہو۔

2)''حضرت علیؑ کا فیصلہ''

''ابومخنف نے عبدالرحمٰن بن جندب الازدی سے نقل کیا ہے کہ جس وقت یہ صورتِ حال رونما ہوئی حضرت علیؑ نے لوگوں سے فرمایا:

''اے اللہ کے بندو تم اپنے حق وصداقت اور اپنے دشمنوں سے جنگ پر قائم رہو کیونکہ معاویہ،عمرو بن العاص،عقبہ بن ابی معیط،حبیب بن مسلمہ،عبداللہ بن ابی سرح اور ضحاک بن قیس دیندار لوگ اور قرآن پر چلنے والے نہیں۔میں تم سے زیادہ ان لوگوں سے واقف ہوں۔میں تو بچپن میں بھی ان کے ساتھ رہا اور بڑے ہوکر بھی ان کے ساتھ رہا۔یہ بچپن میں نہایت شریر تھے اور بڑے ہوکر بھی نہایت شریر آدمی نکلے۔تم پر افسوس انہوں نے وہ چیز نیزوں پر اٹھائی جسے یہ کسی اور وقت ہاتھ بھی نہیں لگاتے۔اور یہ تک نہیں جانتے کہ اس میں کیا لکھا ہوا ہے۔انہوں نے صرف تمہیں دھوکہ دینے اور فریب میں مبتلا کرنے کے لئے قرآن اٹھایا ہے''(ایضاً صفحہ 360-361)

یہاں یہ نوٹ کرلیں کہ حضرت کو ذرہ برابر دھوکا نہیں ہوا اور انہوں نے اپنی بصیرت سے وہ راز کھول کر سب کو سنادیا جو معاویہ اور عمرو بن العاص میں طے ہوا تھا۔اور ساتھ ہی ان تمام معاویہ کے ساتھی قریشی لیڈروں کے نام لے کر قریش اور قرآن واسلام کا تعلق واضح کرکے انہیں بے دین اور دین کو فریب وفراڈ کے لئے استعمال کرنے والے فرمادیا۔اور طبری نے ان سب کے ناموں پر'' ؓ ''رضی اللہ عنہ لکھ کر اپنے بزرگ مان

Presented by Ziaraat.Com

لیا۔ یہ بھی سُن لیں کہ آئندہ طبری کے بیانات میں ہم راوی وغیرہ کا ذکر ساقط کر کے نفس معاملہ لکھیں گے تاکہ طوالت اور فضولیات سے بچا جائے۔

طبری کا تیسرا بیان۔

3) ''طرفداران علیؑ نے جواب دیا۔

''یہ کیسے ممکن ہے کہ ہمیں اللہ عزوجل کی کتاب کو قبول کرنے کی دعوت دی جائے اور ہم قبول کرنے سے انکار کردیں؟''

4) ''حضرت علیؑ نے فرمایا۔

''میں نے ان سے اسی لئے جنگ کی تھی تاکہ وہ اس کتاب کے احکام پر عمل پیرا ہوں۔ انہوں نے اللہ عزوجل کے ان احکامات کی نافرمانی کی جو انہیں دیئے گئے تھے اور انہوں نے اللہ عزوجل سے جو عہد کیا تھا اُسے بھلا دیا۔ اور اس کتاب کو پس پشت ڈال دیا''

اس پر مسعر بن فدکی التمیمی اور زید بن حصین الطائی السنبسی جو بعد میں قاریوں کی ایک جماعت کے ساتھ خارجی بن گئے تھے بولے:

5) ''اے علیؑ جب تجھے کتاب اللہ کی دعوت دی جارہی ہے تو تم اسے قبول کرو ورنہ ہم تجھے اور تیرے مخصوص ساتھیوں کو ان لوگوں کے ہاتھوں میں دے دیں گے یا جو سلوک ہم نے عفان کے بیٹے عثمان کے ساتھ کیا تھا۔ وہی تیرے ساتھ کریں گے (ابن الاثیر میں ہے کہ جس طرح ہم نے عثمان بن عفان کو قتل کیا تھا اُسی طرح تجھے بھی قتل کردیں گے) ہم پر یہ لازم ہے کہ ہم اللہ کی کتاب پر عمل پیرا ہوں اور ہمیں شامیوں کی یہ دعوت قبول ہے۔ خدا کی قسم یا تو تجھے اس پر ضرور بالضرور عمل کرنا ہوگا یا ہم تیرا بھی وہی حشر کریں گے (یعنی عثمان جیسا حشر)'' (ایضاً صفحہ 361)

نوٹ کریں کہ یہی وہ، حضرت علی علیہ السلام کی اپنی فوج ہے جس کی تعداد بیس ہزار اور پچاس ہزار تھی اور جو حضورؑ کو امیر المومنین کہنا چھوڑ کر نام لے کر بدتمیزی سے مخاطب کرنے لگے تھے۔ یہ بات خاص طور پر نوٹ کریں کہ ان لوگوں کا مطالبہ بھی ''قرآن پر عمل پیرا ہونے'' کا ہے۔ یہ سمجھنا کہ یہ تمام لوگ عثمان کے قاتل تھے، تنکے کا سہارا لینا ہوگا، دراصل حضرت علی علیہ السلام پر دباؤ ڈالنے کے لئے عثمان کے ساتھ سلوک اور اس کے قتل کا ذکر کیا گیا ہے۔ مطلب یہ تھا کہ جس طرح عثمان کو خلیفہ ہونے کے باوجود راہ سے ہٹا دیا گیا تھا تمہیں بھی ہٹایا جاسکتا ہے۔ منحرفین اور باغیوں کے اس بیان کو طبری اور دوسرے لوگوں نے عثمان کے قاتلوں کے اقرار پر محمول کیا ہے جو باطل تصور ہے۔ اب حضرت علیؑ کا جواب سنئے:۔

6) ''حضرت علیؑ نے فرمایا کہ۔

''تم میری اس غیر رضامندی کو دماغ میں محفوظ کرلو اور میری یہ بات یاد رکھو کہ اگر تم میری اطاعت کرتے ہو تو تمہیں جنگ کرنا چاہئے۔ اور اگر تم نافرمانی کرتے ہو تو تم جو بہتر سمجھو کرو'

یہاں یہ پہلو صاف ہو جانا چاہئے کہ حضورؑ کی آخری اور ضروری مرضی جنگ جاری رکھنا اور قرآن بلند کرنے کو نظر انداز کرنا تھی۔ اس کے بعد جو کچھ حضورؑ کریں گے وہ غلط اقدامات کے توڑ اور معالجہ کی حیثیت سے ہوں گے۔ پھر سنئے:۔

7) ''ان لوگوں نے جواب دیا کہ۔

''یہ ہرگز نہیں ہوسکتا بلکہ آپ آدمی بھیج کر اشتر کو میدان جنگ سے واپس بلا لیجئے یعنی آپؑ کو ہر صورت میں ہماری رائے اور حکم پر چلنا ہوگا اور ہم آپؑ کے حکم پر چلنے کے لئے تیار نہیں ہیں'' (ایضاً صفحہ 361-362)

یہی وہ صورتِ حال تھی جس کے لئے آنحضرتؐ نے فرمایا تھا کہ کل تک میں حاکم تھا آج محکوم ہوں۔ اور یہ بھی سمجھ لیں کہ حضرت علیؑ کی

Presented by Ziaraat.Com

اس باغی فوج کو یقین تھا کہ اگر مالک اشترؒ اور اس کی ماتحتی میں لڑنے والی فوج نے جنگ بند نہ کی تو معاویہ کو شکست اور قرآن بلند کرنے کی پالیسی کا ناکام ہو جانا لازم ہے۔ یعنی اگر حضرت علیؑ چاہتے تو جنگ جاری رکھ سکتے تھے مگر لازم ہو جاتا کہ اپنی اس باغی فوج سے بھی جنگ کرتے لہٰذا خوفِ جان کی وجہ سے نہیں بلکہ داخلی جنگ کو ناپسند کر کے آپؑ نے بگڑی ہوئی صورتِ حال کا معالجہ شروع کیا تھا۔ ورنہ وہ ان باغیوں کو اپنی ذوالفقار سے فرار پر مجبور کر سکتے تھے۔ لیکن آپ نے داخلی تنازعہ کو بھی قرآن کی روشنی میں حل کر دیا تھا اور ایسا کہ اُس حل کے کسی گوشہ پر اعتراض کی گنجائش نہ چھوڑی تھی۔ مسلسل لکھا ہے کہ:۔

8) ''ابومخنف نے فضیل بن خدیج الکندی کے ذریعہ قبیلہ نخع کے ایک شخص سے نقل کیا ہے کہ:

اس نے دیکھا کہ ابراہیم بن مالک الاشتر مصعب بن زبیر کے پاس گئے۔ مصعب نے کہا کہ جس وقت لوگوں نے حضرت علیؑ کو تحکیم پر مجبور کیا میں حضرت علیؑ کے پاس تھا۔ ان لوگوں نے حضرت علیؑ کو مجبور کیا کہ کسی شخص کو بھیج کر اشتر کو میدان جنگ سے واپس بلایئے۔ مصعب کہتے ہیں کہ حضرت علیؑ نے یزید بن ھانی السبیعی کو اشتر کے پاس روانہ کیا اور کہلوایا کہ فوراً میرے پاس آؤ۔ قاصد نے یہ پیغام اشتر کو پہنچا دیا۔ اشتر نے جواب دیا کہ میری جانب سے حضرت علیؑ سے کہنا کہ یہ وقت ایسا نہیں ہے کہ جس میں آپؑ مجھے میری جگہ سے ہٹالیں آپؑ قطعاً جلدی نہ کریں کیونکہ مجھے امید ہے کہ میں فتح حاصل کر لوں گا۔ یزید بن ھانی واپس آیا اور حضرت علیؑ کو اشتر کے جواب سے مطلع کیا۔ اس پر ایک شور وشر بلند ہوا اور اشتر کے بارے میں لوگ چیخنے لگے۔ اور حضرت علیؑ سے کہا کہ خدا کی قسم ہمیں یقین ہے کہ تو نے ہی اُسے جنگ جاری رکھنے کا حکم دیا ہے۔ حضرت علیؑ نے جواب دیا کہ تمہارے لئے یہ رائے قائم کر لینا مناسب نہیں ہے۔ کیا تم نے مجھے اس سے سرگوشیاں کرتے کبھی دیکھا ہے؟ کیا میں اشترؒ سے تمہارے سامنے اعلانیہ باتیں نہیں کرتا؟ کیا جب میں اس سے باتیں کرتا ہوں تو تم نہیں سنتے؟ ان لوگوں نے جواب دیا کہ یا تو آپ آدمی بھیج کر اُسے فوراً واپس بلوایئے ورنہ ہم آپ کو معزول کر دینگے۔ حضرت علیؑ نے یزید بن ھانی سے کہا کہ اَے یزید اشترؒ سے جا کر کہو کہ فوراً میرے پاس آجائے یہاں فتنہ پیدا ہو چکا ہے۔ یزید نے اشترؒ کو یہ پیغام پہنچایا۔ اشترؒ نے سوال کیا کہ کیا قرآن اٹھانے کی وجہ سے فتنہ پیدا ہوا ہے؟ یزید نے جواب دیا ہاں۔ اشترؒ نے کہا کہ میں تو پہلے ہی جب قرآن اٹھائے گئے سمجھ گیا تھا عنقریب ایک نیا اختلاف اور نئی فرقہ بندی ہوگی کیونکہ یہ عاہرہ کے بیٹے کا مشورہ ہے۔ کیا تو نہیں دیکھتا کہ اللہ نے ہمارے لئے غیب سے کیا مدد فرمائی ہے؟ کیا مناسب ہے کہ ایسے وقت دشمنوں کو چھوڑ کر میدان سے واپس لوٹ جاؤں؟ یزید نے جواب دیا کہ کیا تو یہ چاہتا ہے کہ یہاں میدان جنگ میں تو کامیابی حاصل کر لے اور وہاں امیرالمومنین ایسی منزل پر پہنچ چکے ہیں کہ یا تو اُن کی فوری مدد کی جائے یا انہیں بھی دشمنوں کے سپرد کر دیا جائے۔ اشترؒ نے جواب دیا کہ خدا کی قسم یہ ہرگز نہیں ہوسکتا۔ سبحان اللہ یہ کیسے ممکن ہے یزید نے کہا کہ شیعانِ علیؑ تو یہ کہہ رہے ہیں کہ یا تو آپ کسی شخص کو بھیج کر اشترؒ کو فوراً واپس بلایئے ورنہ ہم تجھے بھی اُسی طرح قتل کر دیں گے جیسے ہم نے ابن عفان عثمان کو قتل کیا ہے۔ اشترؒ یہ سن کر فوراً واپس ہوا اور ان لوگوں کے پاس پہنچا۔ اشترؒ نے ان لوگوں سے مخاطب ہو کر کہا:۔

9) اشترؒ کا باغیوں سے خطاب نرم نہ تھا

''اَے عراقیو! اَے ذلیل بُزدلو! کیا تم نے قوم کی پشت کو نیچا کر دکھایا؟ کیا تم یہ سمجھتے ہو کہ تم شامیوں کے مقابلے میں زبردست ہو؟ ان لوگوں نے جو قرآن اٹھائے ہیں اور قرآن کے فیصلے پر عمل پیرا ہونے کی دعوت دے رہے ہیں تو خدا کی قسم انہوں نے خود اللہ کے احکام کو

Presented by Ziaraat.Com

چھوڑ رکھا ہے جو اللہ نے اس کتاب میں نازل فرمائے ہیں۔ یہ اس سنت کے بھی تارک ہیں جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل کی گئی تھی۔ تم ان کی اس دعوت کو ہرگز قبول نہ کرو اور کم از کم مجھے اتنی مہلت دے دو کہ جتنی دیر میں گھوڑا رُک جاتا ہے (ابن الاثیر میں ہے کہ جتنی دیر میں اونٹنی کا دودھ دُوھا جاتا ہے) کیونکہ مجھے فتح سامنے نظر آرہی ہے' انہوں نے جواب دیا کہ اس صورت میں تو ہم بھی تیرے ساتھ گناہ میں شریک بن جائیں گے۔ اشترؒ نے کہا کہ اچھا یہ تو بتاؤ کہ جب تمہارے بڑے قتل ہوگئے اور ذلیل لوگ باقی رہ گئے کیا تم اس وقت بھی حق پر تھے جب تم جنگ کر رہے تھے؟ اور تمہارے نیک لوگ قتل ہو رہے تھے؟ اب جب تم نے جنگ سے ہاتھ روک لیا تو یا تو تم اس وقت باطل پر ہوئے یا حق پر ہوئے؟ اگر تم اِس وقت حق پر ہو تو تمہارے وہ مقتولین جن کی فضیلت کے تم منکر نہیں تو اس صورت میں وہ دوزخ میں بھی تم سے بہتر ہوں گے' ان لوگوں نے جواب دیا کہ اشترؒ تم اس قسم کی باتیں چھوڑو۔ ہم تو صرف یہ جانتے ہیں کہ ہم نے شامیوں سے اللہ کی خاطر جنگ کی اور آج جوان کے قتال سے ہاتھ روک رہے ہیں یہ بھی اللہ کی خاطر روک رہے ہیں۔ ہم نہ تیرے مطیع ہیں نہ تیرے امیر کے مطیع ہیں۔ تم ہم سے علیحدہ ہو جاؤ۔

10) اشترؒ نے کہا:

''تم لوگوں کو دھوکا دیا گیا ہے اور خدا کی قسم کہ تم اس دھوکے میں مبتلا ہوگئے ہو۔ تمہیں جنگ بندی کی دعوت دی گئی تم نے فریب میں آکر اُسے قبول کر لیا۔ اے سیاہ پیشانیوں والو (سجدوں کے نشان سے چونکہ ان کی پیشانیاں سیاہ تھیں اس لئے اشتر نے یہ جملہ کہا) ہم تو تمہاری نمازیں دیکھ کر یہ سمجھتے تھے کہ تمہیں دنیا سے کوئی غرض نہیں ہے اور تم جو یہ عبادت کر رہے ہو اللہ سے ملاقات کے شوق میں کر رہے ہو لیکن اب تمہارے جہاد سے فرار سے یہ ظاہر ہوا کہ تم دنیا کی طلب میں موت سے بھاگنا چاہتے ہو۔ افسوس صد افسوس اے بڑی بڑی جھولیں پہننے والو تم آج کے بعد ہمیشہ دورایوں پر چلتے رہو گے۔ یعنی ایک رائے پر کبھی متفق نہ ہو گے تم بھی ہمارے سامنے سے اُسی طرح دور ہو جاؤ جس طرح ظالم قوم دور ہو گئی ہے'' (ایضاً صفحہ 362-364)

11) طبری کے بیان اور اس صورت حال پر ایک اطمینان بخش نظر ڈالیں۔

قارئین سلسلہ نمبر 8 سے طبری کے بیان کو دوبارہ پڑھنا اور نتیجہ نکالنا شروع کیجئے۔ اور پہلی بات یہ نوٹ کیجئے کہ:

1۔ زبیر جنگ جمل میں حضرت علیؑ کا مدّ مقابل اور دشمن تھا۔ مگر اُس کا بیٹا مصعب جنگ صفین میں حضرت علیؑ کے ساتھ پایا جاتا ہے اور ابراہیمؒ بن مالک اشترؒ کو اس کے والد اشترؒ کی جرات و بہادری اور حضرت علیؑ کے ساتھ ان کی عقیدت اور خصوصیت سنا رہا ہے۔ اور دوسری بات نوٹ کریں کہ:

2۔ ''نہ حضرت علیؑ اپنی مخالف فوج سے خائف ہیں نہ اُن کی قتل کی دھمکی کی پرواہ کرتے ہیں ورنہ وہ مالک اشترؒ کو اس خطرے کی ضرور اطلاع دیتے تا کہ مالکؒ کے آنے پر قتل اور گرفتاری کا خطرہ دور ہو جائے۔ پھر وہ اپنے پیغام میں فتنہ پیدا ہو جانے کی مالکؒ کو اطلاع دیتے ہیں یعنی باغی فوجیوں کو فتنہ گر قرار دیتے ہیں جو ایک خوفزدہ آدمی کا کام نہیں ہے۔ پھر یہ نوٹ کریں کہ۔

3۔ مالک اشترؒ بھی ان باغیوں کو ذلیل وخوار کرتے ہیں اور ثابت کرتے ہیں کہ وہ بھی ان سے خوفزدہ نہیں ہیں بلکہ جو کچھ رعایت کرتے ہیں وہ اس لئے کہ حضرت علی علیہ السلام کے سامنے وہ کوئی پیش قدمی یا فیصلہ کرنا گناہ سمجھتے ہیں۔ البتہ یزید بن ھانی نے جب باغیوں کے جُملے سنائے تو

Presented by Ziaraat.Com

وہ فوراً چلے آئے اور یہ کہا کہ حضرت علیؑ کو قتل یا گرفتار کرنا'' کیسے ممکن ہوسکتا ہے'' پھر یہ دیکھیں کہ:

4۔ مالک اشترؓ کا انہیں سیارہ رُو کہنا، جانوروں والی جھولیں پہنے ہوئے قرار دینا اور یہ کہنا کہ کیا تم یہ سمجھتے ہو کہ تم شامیوں کے مقابلے میں زبردست ہو؟ ثابت کرتا ہے کہ مخالف باغی فوج کی مالک اشترؓ کو ذرہ برابر پرواہ نہیں ہے اگر حکم ملتا تو انہیں بھی شامیوں کی طرح تلوار کی باڑھ پر رکھ لیا جاتا۔یعنی خواہ وہ بیس ہزار تھے یا پچاس ہزار تھے۔ان کی عدم موجودگی میں جو مومنینؓ جنگ کر رہے تھے وہ معاویہ کی فوج کو شکست دینے اور باغیوں کا استیصال کرنے کے لئے کافی تھے۔

5۔ پھر یہ نوٹ کریں کہ مالک اشترؓ قرآن سے واقف ہیں اور یہ جانتے ہیں کہ شامی قرآن کے کون کون سے حکم کے مخالف عمل کر رہے ہیں۔

6۔ اور یہ نوٹ کریں کہ مالک اشترؓ کے نزدیک سنتِ رسوؐل، رسوؐل کی ذاتی رائے نہیں بلکہ منزّل من اللہ ہے۔

7۔ پھر یہ کہ مالکؓ اشتران کو دور ہو جانے کا بلکہ دشمن قوم کی طرح دُور ہو جانے کا چیلنج کرتے ہیں۔اگر حضرت علیؑ ذرا سا اشارہ کر دیتے تو باغیوں کی لاشوں کا ڈھیر پڑا ملتا۔مگر کریں کیا؟ مالکؓ و موؐلا نرم مزاج اور خدا کی مرضی کا پابند ہے انہیں انتہائی منزل تک لے جانا چاہتا ہے۔چنانچہ وہی ملاعین ہیں جو حکمین تحکیم پر بعد میں اعتراض بھی کرتے ہیں۔تم نے مدت کیوں مقرر کی؟ تم نے یہ کیوں کیا، تم نے وہ کیوں نہ کیا؟ اور آپؑ نہایت ٹھنڈے دل سے انہیں جوابات دیتے ہیں۔ان کی ہدایت کی راہیں نکالتے ہیں اور امید رکھتے ہیں کہ کل نہیں تو شاید آج راہ راست پر آجائیں۔اور سنئے:

12) ''اشعث کی پیامبری''

''اشعث بن قیس حضرت علیؑ کے پاس آیا اور کہا کہ میرا خیال ہے کہ سب لوگ اس پر راضی اور خوش ہیں کہ قرآن کے حکم پر چلنے کی جو دعوت انہیں دی جا رہی ہے وہ اسے قبول کرلیں۔اگر آپ چاہیں تو میں معاویہ کے پاس جا کر ان کا ارادہ معلوم کروں تاکہ آپ ان کے سوالات پر غور کرسکیں۔حضرت علیؑ نے فرمایا اگر تم یہی چاہتے ہو تو ان سے پوچھو۔اشعث امیر معاویہ کے پاس گیا اور سوال کیا کہ اَے معاویہ تم نے یہ قرآن کس لئے اٹھوائے؟ امیر معاویہ نے جواب دیا کہ اسلئے تاکہ ہم اور تم ان احکامات پر عمل کریں جو اللہ نے اپنی کتاب میں دیئے ہیں۔ تم اپنے میں سے ایک شخص فیصلے کے لئے متعین کر دو جس پر ہم راضی ہوں۔اور ہم بھی اپنے میں سے ایک شخص کو متعین کر دیتے ہیں۔اور ہماری جانب سے ان دونوں پر یہ لازم ہوگا کہ جو کچھ اللہ کی کتاب میں پائیں اس پر عمل پیرا ہوں۔اور اُس سے سرِ مُو تجاوز نہ کریں۔اور جس امر پر یہ دونوں متفق ہو جائیں ہم اس کی پیروی کریں۔اشعث بن قیس نے جواب دیا یہ حق بات ہے۔اِس کے بعد اشعث حضرت علیؑ کے پاس لوٹ کر آیا اور جو کچھ معاویہ نے کہا تھا اس سے انہیں مطلع کیا۔علیؑ کے ساتھیوں نے کہا ہم نے یہ بات قبول کی اور ہم اس پر راضی ہیں۔شامیوں نے اپنی جانب سے عمرو بن العاص کو متعین کیا۔اشعث نے کہا (اور یہ اشعث ان لوگوں میں سے ہے جو بعد میں خارجی بن گئے) کہ ہم ابوموسیٰ اشعری کو حکم بنانے پر راضی ہیں۔حضرت علیؑ نے فرمایا کہ ''تم نے پہلی بات میں تو میری نافرمانی کی ہے لیکن اب تو میری نافرمانی نہ کرو۔میں تو ابوموسیٰ کو حکم بنانا نہیں چاہتا۔اس پر اشعث، زید بن حصین الطائی اور مسعر بن فدکی بولے ہم ابو موسیٰ کے علاوہ کسی کا فیصلہ قبول کرنے کو تیار نہیں۔کیونکہ جس آفت میں ہم مبتلا ہو گئے ہیں اس سے وہ ہمیں پہلے ہی ڈراتے تھے۔حضرت علیؑ نے فرمایا مجھے ابوموسیٰ پر کوئی اعتماد نہیں۔اس لئے کہ انہوں نے مجھے چھوڑ دیا۔اور میری جانب سے لوگوں کو بہکایا اور میرے پاس سے

Presented by Ziaraat.Com

بھاگ گیا۔حتیٰ کہ میں نے کئی ماہ بعداُسے امان دی'' الخ۔(ایضاً صفحہ 364-365)

13) **نظر بازگشت اور تنقید۔**

قارئین اس بیان سے ثابت ہے کہ حضرت علیؑ نے قرآنوں کے اٹھائے جانے اور صلح کرنے کو تسلیم نہیں کیا۔بلکہ ان کی باغی فوج نے قبول کیا اور آپ نے ان پر اتمام حجت کیلئے قرآنی راہ عمل اختیار کی،جس کی تفصیل گزر چکی ہے۔پھر یہ دیکھئے کہ معاویہ نے اشعث سے یہ کہا تھا کہ:

''تم اپنے میں سے ایک ایسا شخص فیصلے کے لئے متعین کردو جس پر ہم راضی ہوں۔اور ہم بھی اپنے میں سے ایک شخص کو متعین کردیتے ہیں''

مگر اشعث معاویہ سے یہ نہیں کہتا کہ تم بھی ایک ایسا شخص متعین کرو جس پر ہم راضی ہوں۔ورنہ ہم تمہاری رضامندی کے پابند کیوں ہوں گے؟ جسے ہم پسند کریں گے مقرر کردیں گے''

قارئین نوٹ کریں کہ اشعث اور اس کی ساتھی باغی فوج نے طبری کی رُو سے بھی آخر تک ابوموسیٰ کے علاوہ کسی پر رضامندی نہ دی۔ معلوم ہوا کہ اشعث کو بتا دیا گیا تھا کہ ''ابوموسیٰ کو حکم مقرر کرنا اور بس''،یعنی معاویہ ابوموسیٰ کے علاوہ کسی اور کو حکم مقرر کرنے پر رضامند نہیں تھا۔اور معاویہ کی رضامندی کو اشعث اور باغیوں نے بحال رکھنا ضروری سمجھا تھا۔علامہ طبری نے مسلسل لکھا ہے کہ حضرت علی علیہ السلام نے عبداللہ ابن عباس کو اور مالکؒ اشتر کو اپنی طرف سے حکم مقرر کرنا چاہا لیکن اشعث اور باغیوں نے منظور نہ کیا آخر تنگ آ کر حضرت علیؑ نے دریافت کیا کہ:

14) ''کیا تم ابوموسیٰ کے علاوہ کسی اور پر راضی نہیں؟ انہوں نے جواب دیا ہاں ہم صرف ان ہی کو حکم بنانا چاہتے ہیں۔

حضرت علیؑ نے فرمایا ''اچھا جو تمہارا جی چاہے کرو'' (ایضاً صفحہ 366)

15) طبری نے وہ تنازعہ بھی لکھا ہے جو حضرت علی علیہ السلام کے نام کے ساتھ لفظ امیر المومنین لکھنے پر اُٹھایا گیا تھا۔

اور حضرت علیؑ نے اس تنازع کو صلح حدیبیہ والے تنازع سے تشبیہ دی تھی (صفحہ 368)

16) **تحکیم پر فریقین کا معاہدہ۔**

بہرحال طبری سے تحکیم کا معاہدہ سنئے:''اب ہم ابومخنف کی روایت کی جانب رجوع کرتے ہیں وہ ناقل ہے کہ معاہدہ ان الفاظ میں لکھا گیا تھا:

''یہ وہ معاہدہ ہے جو علی بن ابی طالب اور معاویہ بن ابی سفیان نے باہم کیا۔حضرت علیؑ کا یہ فیصلہ اہل عراق اور ان لوگوں پر نافذ ہوگا جو لوگ ان کی جماعت میں سے یا عام مومنین میں سے انکے ساتھ ہیں۔اور معاویہ کا یہ معاہدہ اہل شام اور ان لوگوں پر نافذ ہوگا جو معاویہ کے ساتھ ہیں۔ہم اللہ عزوجل کے حکم اور اس کی کتاب کو قبول کرتے ہیں اور کتاب اللہ کے علاوہ ہمیں کوئی فیصلہ قبول نہ ہوگا۔اور اللہ کی کتاب میں از اول تا آخر جو کچھ بھی موجود ہے اس پر عمل کرینگے جس شے کے احیا کا یہ کتاب حکم دیتی ہے اُسے رائج کریں گے۔اور جس شے کے ختم کرنے کا حکم دیتی ہے اسے ختم کرینگے دونوں حکم یعنی ابوموسیٰ الاشعری عبداللہ بن قیس،اور عمرو بن العاص القرشی کتاب اللہ میں جو حکم پائیں گے اس پر عمل پیرا ہوں گے۔اور اگر اس معاملے میں کتاب اللہ میں یہ دونوں کوئی حکم نہ پائیں تو اس سنت پر عمل پیرا ہوں گے جو عدل وانصاف پر مبنی ہوگی۔اور جس پر سب کا اتفاق ہوگا اور کسی کو اس سے اختلاف نہ ہوگا۔ہر دو حکم علیؑ اور معاویہ اور ان کے لشکروں سے عہدو پیمان لیں گے اور اسی طرح دیگر معتبر لوگوں سے کہ ان دونوں کی جان ومال محفوظ رہینگے۔اور جو کچھ یہ دونوں فیصلہ کرینگے اس پر تمام امت ان کی معاون ومددگار رہوگی۔اور دونوں فریقین کے مسلمانوں پر اللہ کے نام پر یہ عہد لازم ہوگا کہ جو کچھ اس معاہدہ میں تحریر ہے

Presented by Ziaraat.Com

وہ ہمیں قبول ہے اور میں نے ان دونوں حکموں کا فیصلہ تمام مسلمانوں پر لازم کر دیا ہے۔ یہ سب لوگ ہتیار اُتار کر رکھ دیں گے اور سب لوگ مامون ہونگے۔ جہاں چاہیں وہ جائیں اور ان کی جان و مال اور اہل و عیال محفوظ رہیں گے۔ موجود و غائب سب لوگ مامون ہوں گے۔ اور عبداللہ بن قیس اور عمرو بن العاص پر اللہ کا یہ عہد و میثاق ہوگا کہ وہ اس امت کا فیصلہ کر دیں اور انہیں دوبارہ جنگ و اختلاف میں مبتلا نہ کریں۔ یہ دوسری شے ہے کہ کوئی ان کا فیصلہ قبول نہ کرے۔ اور اس فیصلہ کی مدت رمضان تک ہوگی۔ اور اگر یہ دونوں حکم اس مدت کو بڑھانا چاہیں تو باہمی رضامندی سے بڑھا سکتے ہیں اگر دونوں حکموں میں سے کسی حکم کا انتقال ہو جائے تو شیعوں کا امیر اس کی جگہ دوسرا حکم مقرر کرے گا۔ اور وہ شخص اہل عدل و انصاف میں سے منتخب کیا جائے گا۔ اور ان دونوں کے فیصلے کا مقام جس میں فیصلہ کریں گے وہ جگہ ہوگی۔ جو اہل کوفہ و اہل شام کے درمیان واقع ہے۔ یہ دونوں حکم فیصلہ پر جس کی گواہی لینا چاہیں لے سکتے ہیں اور ان کی شہادت وہ اس فیصلے پر تحریر کریں گے اور یہ گواہ اس فیصلے کی ان لوگوں کے مقابلہ میں حمایت کریں گے جو اسے مٹانا چاہیں یا اس کی مخالفت کریں۔ اَے اللہ ہم آپ سے اس شخص کے مقابلے میں امداد طلب کرتے ہیں جو اس فیصلے کو چھوڑ دے''۔ (صفحہ 369-370)

17) گواہوں کے دستخط

''حضرت علیؑ کے ساتھیوں میں سے اس معاہدے پر یہ لوگ گواہ ہوئے: اشعث بن قیس الکندی، عبداللہ بن عباس، سعید بن قیس الھمدانی، ورقاء بن سمی البجلی، عبداللہ بن محل العجلی۔ حجر بن عدی الکندی، عبداللہ بن الطفیل العامری، عقبۃ بن زیاد الحضرمی، یزید بن حجیۃ التیمی، اور مالک بن کعب الھمدانی، معاویہ کے ساتھیوں میں سے ان لوگوں نے معاہدہ پر بطور گواہ دستخط کئے۔ ابوالاعور السلمی، عمرو بن سفیان، حبیب بن مسلمۃ الفہری، مخارق ابن حارث الرمیدی، زمل بن عمرو العذری، حمزۃ بن مالک الھمدانی، عبدالرحمٰن بن خالد المخزومی، سبیع بن یزید الانصاری، علقمہ ابن یزید الانصاری، عتبۃ بن ابوسفیان، اور یزید بن الحر العبسی'' (طبری صفحہ 370-371)

18) مالکؓ اشتر اس معاہدہ کا اور اشعث بن قیس کا مخالف رہا۔ مسلسل لکھا ہے کہ:

''جب یہ معاہدہ لکھا گیا تو اس پر گواہی کیلئے اشترؓ کو بھی طلب کیا گیا۔ اس نے کہا کہ خدا کرے یہ دایاں ہاتھ میرے پاس نہ رہے اور نہ میں اس بائیں ہاتھ سے کوئی نفع حاصل کر سکوں اگر میں اس معاہدہ پر دستخط کروں جو صلح کے نام سے لکھا گیا ہے۔ کیا میں اپنے پروردگار کی طرف سے حق پر نہیں ہوں۔ اور کیا میں اپنے دشمن کی گمراہی پر یقین نہیں رکھتا ہوں؟ اس پر اشعث بن قیس نے جواب دیا کہ خدا کی قسم تو نے نہ کوئی کامیابی دیکھی اور نہ کوئی ظلم دیکھا۔ تو ہمارے ساتھ آ ہمیں تجھ سے کوئی دشمنی نہیں ہے۔ اشترؓ نے جواب دیا کیوں نہیں؟ خدا کی قسم میں تجھ سے دنیا میں دنیا کی خاطر اور آخرت میں آخرت کی خاطر نفرت کرتا ہوں اور اللہ عزوجل نے میری اس تلوار کے ذریعہ بہت سے افراد کا خون بہایا ہے۔ اور تو میرے نزدیک ان سے بہتر نہیں ہے۔ اور نہ میں تیرا خون حرام سمجھتا ہوں۔ عمارہ کہتا ہے کہ میں نے اس شخص کو نظر اٹھا کر دیکھا ایسا معلوم ہوتا تھا کہ اس کی ناک پر کوئلے رکھ دیئے گئے ہیں۔ یعنی وہ سیاہ تھی ''اس شخص'' سے مراد اشعث ہے'' (ایضاً صفحہ 371)

19) معاہدہ لکھتے ہی اس کا انکار شروع ہو گیا تھا اور اسی وقت سے خارجی جماعت نے وجود اختیار کیا۔

تاریخ طبری سے بھی یہ معلوم ہوتا ہے کہ حضرت علی علیہ السلام سے بغاوت اور معاویہ سے سازش کرنے والے لوگوں نے معاہدہ لکھے جانے کے دوران ہی اپنی غلط روش کو محسوس کر لیا تھا اور وہ چاہتے تھے کہ حضرت علیؑ پھر ان کی طرح اس معاہدے کو غلط قرار دے کر اس کی مخالفت

Presented by Ziaraat.Com

کریں لیکن حضرت علی علیہ السلام نے ملعون باغیوں کو پہلے ہی بتا دیا تھا کہ: قرآن بلند کرنے والی چال ایسی ہے جس میں بظاہر ایمانداری نظر آ رہی ہے لیکن اس میں بے ایمانی اور سازش پوشیدہ ہے۔ جس میں آخر کار ندامت سے دوچار ہونا پڑے گا'' (خطبہ 45)

چنانچہ باغیوں نے ضد کر کے قتل کر ڈالنے اور گرفتار کر لینے کی دھمکی دے کر حضرت علیؑ کو مجبور کر کے یہ معاہدہ کروایا۔ اب وہ ندامت کی جھلک دیکھ کر اپنے اس خطرناک فیصلے سے غداری کرنا چاہتے ہیں۔ اور حضرت علیؑ کو اپنی غداری میں شریک کرنا چاہتے ہیں۔ حالانکہ حضرت علیؑ ان کو بتا چکے تھے کہ یہ معاہدہ کر لینے کے بعد اس کی خلاف ورزی ذلت میں مبتلا کرے گی'' (خطبہ نمبر 45) لہٰذا حضرت علیؑ ان ملاعین کی طرح نہ غداری کر سکتے تھے نہ اپنی تحریر کے خلاف عمل کر سکتے تھے۔ نہ اللہ کے احکام کے خلاف کچھ کر سکتے تھے۔ معاہدہ کو قبول کرنے میں انہوں نے ان ملاعین کی ضد کو کوئی مقام نہ دیا تھا۔ بلکہ معاویہ اور باغیوں کے مطلوبہ معاہدہ کو قرآن کے اعتماد پر اختیار کیا تھا اور اسے ایسا بنا دیا تھا کہ معاویہ اور باغی جماعت دونوں بے دین ثابت ہو جائیں اور انہیں ہر آنے والے قدم پر شکست وندامت و ذلت کا سامنا کرنا پڑے۔ اور اس شکست وندامت و ذلت سے بچنے کے لئے پھر قرآن کا مخالف تدارک اختیار کریں تو ہر دفعہ شکست وندامت و ذلت بڑھ کر سامنے آتی رہے۔ چنانچہ آج تک قریش اور قریشی مذہب کے پیرو لوگ اسی بار بار کے تدارک اور شکست وندامت و ذلت کے کبھی نہ ختم ہونے والے چکر میں گھومتے چلے آ رہے ہیں۔ اور اس چکر و سرگردانی کے عالم میں یہ سمجھنے سے قاصر ہیں کہ ہم کل بھی گمراہی میں سرگردان تھے اور آج بھی گمراہی میں ہاتھ پیر مار رہے ہیں اور آنے والے کل بھی ہدایت سے دُور تر ہوتے جائیں گے۔ بہر حال حضرت علی علیہ السلام کے اسلامی اقدامات اور عمل درآمد نے ہی انہیں اسلام سے ہٹ کر اپنا تحفظ کرنے پر مجبور کیا۔ کبھی انہوں نے اپنے تحفظ میں قرآن میں معنوی تحریف کر کے خود کو قرآن کی تکذیب وتحجیر کا مجرم بنایا۔ کبھی بے قصور اقوام عالم کا قتل عام کیا اور لوٹ کے مال کی آڑ میں اپنی بے دینی کو چھپایا۔ کبھی محمدؐ و آل محمدؐ کو ان کے حقوق سے محروم کرنے کے لئے دشمنانِ خدا و رسوؐل بننا پڑا۔ اور اپنے باطل مسالک پر پردہ ڈالنے کے لئے نِت نئے فرقے اور مذاہب بنانا پڑے۔ اسی سلسلے کا وہ دوسرا اقدام تھا جہاں انہیں اُمت کی طرف سے لفظ ''خارجی'' کا لقب ملا تھا اور اس کی ابتدا اسی معاہدہ سے ہوئی تھی جو حضرت علی علیہ السلام نے اس طرح مرتب کرایا تھا کہ مخالف و باغی لوگ فوراً ہی سمجھنے اور انکار کرنے لگے تھے۔ اور حضرت علیؑ کو اپنے ہاتھوں میں کٹھ پتلی بنا لینا چاہتے تھے، طبری نے دونوں قسم کے منکروں کا حال لکھا ہے سنئے:۔

20) حضرتؑ کے وفاداروں اور باغیوں کا معاہدہ سے انکار کرنا۔

''اشعث معاہدہ کی یہ تحریر لے کر لوگوں کو سنانے کے لئے نکلا۔ وہ اسے لوگوں کے سامنے پیش کرتا وہ اسے پڑھتے۔ حتیٰ کہ اشعث یہ تحریر لے کر بنو تمیم کی ایک جماعت کے پاس سے گزرا جس میں عروہ بن ادیہ بھی موجود تھا اور عروہ ابو بلال کا بھائی ہے۔ اشعث نے یہ تحریر ان کو پڑھ کر سنائی تو عروہ بن ادیہ بولا تم اللہ کے احکام میں انسانوں کو حکم بناتے ہو۔ اور اللہ کے علاوہ کسی کا حکم نہیں۔ پھر تلوار لے کر اشعث کی طرف لپکا اور اشعث کی سواری کی پچھاڑی پر اس نے ہلکے سے وار کیا جس سے سواری بھڑک اٹھی۔ اشعث کے ساتھیوں نے اسے پکارا اور کہا کہ اپنا ہاتھ ہمارے ہاتھ میں دے دو۔ وہ واپس لوٹا۔ اشعث کی قوم اور یمن کے بہت سے لوگ اس پر غضبناک ہوئے جس پر احنف بن قیس السعدی معقل بن قیس الریاحی اور مسعر بن فدکی اور بہت سے بنو تمیم نے اس سے اس غلطی کی معذرت کی۔ اشعث نے ان کی معذرت قبول کی اور اس بات سے درگزر کیا'' (ایضاً صفحہ 371-372)

Presented by Ziaraat.Com

21) مالک بن اشتر کا صلح کے معاہدے سے متفق نہ ہونا حضرت علیؑ کی نمائندگی کرتا ہے۔

تاریخ طبری میں جناب مالک اشتر کو حضرت علیؑ کا مخالف دکھانے کے لئے ان کے معاہدے پر اختلاف کو بطورِ حربہ استعمال کیا گیا ہے۔اس سلسلے میں یہ غلط اور گھٹیا درجے کا عنوان دیکھئے اور پھر اس پر بیان ملاحظہ فرمائیے:۔

''حضرت علیؑ کی اپنے ساتھیوں سے بیزاری''

''ابومخنف نے فضیل بن خدیج الکندی کا یہ بیان نقل کیا ہے کہ جب معاہدہ لکھا جاچکا تو حضرت علیؑ سے عرض کیا گیا کہ معاہدہ میں جو کچھ تحریر کیا گیا ہے اشترؒ اس پر راضی نہیں ہے۔اور وہ تو ان لوگوں سے جنگ کے علاوہ اور کوئی صورت مناسب نہیں سمجھتا۔حضرت علیؑ نے فرمایا خدا کی قسم میں بھی اس معاہدہ پر راضی نہ تھا۔اور نہ میں اسے پسند کرتا ہوں تم ہی لوگ اسے پسند کرتے ہو۔جب تم لوگوں نے معاہدہ کے علاوہ ہر بات ماننے سے انکار کر دیا تو میں نے بھی اسے قبول کرلیا۔اور جب میں اُسے قبول کر چکا تو قبول کر لینے کے بعد اس بات سے پلٹ جانا مناسب نہیں اور اقرار کے بعد اقرار سے ہٹ جانا کسی صورت میں مناسب نہیں۔سوائے اس صورت کے کہ اللہ کی نافرمانی کی جائے۔اور اس کی کتاب سے تجاوز کیا جائے اب تم ان لوگوں سے جنگ کرو جنہوں نے اللہ کے حکم کو چھوڑ دیا ہے۔(طبری مسلسل دوسرا عنوان لکھتے ہیں حالانکہ پہلے عنوان کی بات جاری ہے یعنی یہ کہ:)

اشتر کے بارے میں حضرت علیؑ کی رائے

''تم نے مجھ سے جو یہ بات کہی کہ اشترؒ نے میرے فیصلے کو چھوڑ دیا ہے تو میں اسے اِس سے ڈرا بھی نہیں سکتا کیونکہ وہ اُن غداروں میں داخل نہیں۔کاش تم میں سے اشترؒ جیسے دو آدمی اور موجود ہوتے؟ کاش تم میں اُس جیسا ایک آدمی موجود ہوتا۔جس کی میرے دشمنوں کے معاملے میں وہی رائے ہوتی جو میری (اور اشترؒ کی) رائے تھی؟ اس وقت مجھے تمہارے احسان کی ضرورت نہ رہتی۔مجھے یہ امید تھی کہ تم میں سے بعض لوگ مجھ سے محبت کرنے والے میری رائے پر چلیں گے۔اور میں نے تمہیں حکم بھی دیا تھا لیکن تم نے میری نافرمانی کی اس پر جو جماعت حضرت علی کے ساتھ باقی رہ گئی تھی اس میں سے کچھ لوگوں نے عرض کیا ''یا امیرالمومنین ہم نے تو وہی کام کیا جو آپؑ نے کیا ہے۔حضرت علیؑ نے فرمایا ہاں لیکن تم نے اس وقت ہماری جانب سے جنگ بندی کو کیوں قبول کیا؟ اور جہاں تک میرا تعلق ہے میں نے تو اسی فیصلے کی تائید کی جو تم نے کیا تھا۔اور اس سے میری غرض صرف یہ تھی کہ تم گمراہ نہ ہو جاؤ۔اور اللہ رب العالمین چاہے تو تمہیں گمراہی سے بچالے''(ایضاً صفحہ 377-378)

22) طبری کے مندرجہ بالا دونوں عنوانات میں الفاظ اور جملوں کی گنجلک اور اس کی تالیف و تصنیف پر ہماری عام رائے۔

طبری اور دیگر مورخین نے ہر لحہ یہ خیال رکھ کر اپنی تالیف اور تصنیفات لکھی ہیں کہ وہ کوئی ایک ایسی حقیقت نہ لکھ جائیں جس سے پبلک یا ان کے ہم مسلکوں کی کثرت خفا ہو جائے۔مگر طبری نے باقی تمام مورخین کے برعکس حقائق کے لکھنے میں زیادہ کوشش کی مگر حقائق کو اس طرح بکھیر کر جدا جدا کر دیا اور فضول کے جُملوں میں لپیٹ کر لکھا ہے کہ عوام اس سے فائدہ نہیں اٹھا سکتے۔یہی بات ہم مندرجہ بالا دونوں عنوانات میں دکھائیں گے۔عمری و بکری مذہب کے لوگوں کو خوش کرنے کے لئے طبری نے یہ عنوان لکھا تھا کہ:

''حضرت علیؑ کی اپنے ساتھیوں سے بیزاری'' لیکن آپ نے دونوں عنوانات لفظ بلفظ پڑھے ان میں کہیں نہ لفظ ''بیزاری'' ہے نہ کہیں ملامت و

Presented by Ziaraat.Com

مذمت ہے۔حضورؑ نے حقائق بیان فرمائے ہیں نافرمانی کرنے والوں پر الزام عائد کیا ہے۔اور ان کے ہدایت پا جانے کی امید رکھتے تھے۔اور رکھتے ہیں اور ان کے ہدایت کے لئے کچھ ناپسندیدہ کام بھی کرتے رہے ہیں اور بس۔نہ ان بیانات میں بیزار ہوئے نہ بیزاری کے الفاظ آئے۔ محض عنوان بازی کیلئے لکھ دیا جو ان ہی کے الفاظ میں غلط نکلا۔

زیرِ بحث عنوانات میں وہ جملے جن سے غلط تاثر اور نتیجہ اخذ کیا جا سکتا ہے۔

اب مندرجہ بالا دونوں عنوانات میں وہ جملے دیکھیں جن سے ایک کوتاہ اندیش یا مخالف شخص حضرت علی علیہ السلام اور مالک اشتر رضی اللہ عنہ کے خلاف مطلب اخذ کر سکتا ہے۔پہلا جملہ پڑھئے:

باغی گروہ کا حضرت علیؑ کو اشترؓ کا مخالف بنانے کے لئے یہ جملہ کہ:

''معاہدہ میں جو کچھ تحریر کیا گیا ہے اشترؓ تو اس پر راضی نہیں ہے۔اور وہ تو جنگ کے علاوہ اور کوئی صورت مناسب نہیں سمجھتا۔''

یہ جملہ کئی طرح غلط اور خلافِ واقعہ ہے۔اول اس لئے کہ حضرت علیؑ نے یہ فرمادیا کہ:

''1۔میں بھی اس معاہدہ سے راضی نہ تھا اور نہ میں اسے پسند کرتا ہوں''یعنی حضرت علیؑ اشترؓ کے خلاف وہ تصور نہیں رکھتے جو اُن کے مخالفوں نے پیدا کرنا چاہا۔اور یہ کہ۔2۔حضرت علیؑ اشتر کو غداروں سے الگ فرماتے ہیں۔اور یہ کہ۔3۔اشترؓ ایسا وفادار وفدا کار و مطیع و فرمانبردار و ہوش مند دیندار شخص دوسرا کوئی نہ تھا۔ایسے تاثرات غلط شخص سے وابستہ نہیں کئے جا سکتے لہٰذا معلوم ہوا کہ شکایت کرنے والے کاذب وغادر،غیبت کرنے والے لوگ تھے اور پھوٹ ڈالنا ان کا مقصد تھا۔

دُوسرا مشکوک کرنے والا جملہ:(یعنی لفظ معاہدہ کا غلط استعمال)

1''میں بھی اس معاہدہ پر راضی نہ تھا''یا

2۔اور نہ میں اسے(معاہدہ کو)پسند کرتا ہوں''یا

3۔تم لوگوں نے معاہدہ کے علاوہ ہر بات ماننے سے انکار کر دیا''

4۔میں نے بھی اُسے(معاہدہ کو)قبول کر لیا''یا

5۔جب میں اسے(معاہدہ کو)قبول کر چکا''یا

6۔قبول کرنے کے بعد اس بات(معاہدہ)سے پلٹ جانا مناسب نہیں''

یہ چھ جملے ہیں جن میں لفظ''معاہدہ''استعمال ہوا ہے اور بہت غلط استعمال ہوا ہے۔اس لئے کہ ان میں سے ہر ایک جملہ سطحی ذہن رکھنے والا آدمی وہ معاہدہ مراد لے گا جو فریقین کے درمیان لکھا گیا تھا۔جس میں قرآن سے حکم نکالنے کی شرط لازم کی گئی تھی۔جس پر شہادتیں لکھی گئی تھیں۔اس معاہدے کے خلاف صرف خارجی تھے اور کوئی نہ تھا۔البتہ قرآن اٹھا کر صلح کی سازش کرنے اور صلح کا معاہدہ کرانے کے تصور کے خلاف حضرت علیؑ مالک اشترؓ اور تمام حقیقی مومنین تھے۔اور جہاں معاہدہ کے خلاف ہونے کا،اسے ناپسند کرنے کا ذکر ہوا ہے۔وہ وہی سازشی اور خیالی صلح کا معاہدہ ہے نہ کہ لکھے جا چکنے والا معاہدہ؟اس لئے کہ اس کی شان میں تو حضرت علی علیہ السلام نے طبری کے اسی بیان میں کہا ہے کہ:

''جب میں اسے قبول کر چکا تو قبول کر لینے کے بعد اس بات سے پلٹ جانا مناسب نہیں اور اقرار کر لینے کے بعد اقرار سے ہٹ جانا کسی

Presented by Ziaraat.Com

صورت میں مناسب نہیں''

مطلب یہ ہے کہ میں نے اس معاہدہ کو معاویہ اینڈ کمپنی والا معاہدہ نہیں رہنے دیا۔ بلکہ تمام متعلقین کو قرآن کریم کے مضبوط رسوں سے باندھ دیا ہے۔اب اس قرآنی دستاویز کو ماننا اور اس پر عمل کرنا واجب وفرض ولازم ہے''اور حکم دیا ہے کہ ''اب تم ان لوگوں سے جنگ کرو جنہوں نے اللہ کے حکم کو چھوڑ دیا ہے''یعنی یہ حکمین کے غلط فیصلے کے بعد کی بات ہے کہ انہوں نے قرآن کو پس پشت ڈال کر اپنی ذاتی رائے سے ایک ایسا حکم دیا جس کا اس تحریری معاہدہ میں انہیں اختیار نہ دیا گیا تھا۔اور وہ دونوں اس ذاتی رائے میں بھی متفق نہ تھے۔ان سے اسی معاہدے کی رو سے اور قرآن کے فیصلے کو اختیار نہ کرنے کی وجہ سے جنگ کا حکم دیا گیا ہے۔لہٰذا معلوم وثابت ہوا کہ طبری کے جملے اور الفاظ اطمینان بخش نہیں ہوتے ان سے غلط مفہوم اخذ کر لینا ممکن رہتا ہے۔ جب تک ان کے اسی سلسلے کے باقی بیانات کو جمع کر کے فیصلہ نہ کیا جائے۔یعنی وہ حق بات لکھتے ہیں مگر اُسے اُلجھا دیتے ہیں۔یعنی طبری کو پڑھ کر صحیح مطلب تک پہنچنے والے کو پہلے عالم ہونا چاہیے۔

23) قرآن اٹھا کر فریب سے صلح چاہنے اور جنگ بند کرانے پر مرتضوی لشکر میں پھوٹ ڈالنے،مرتضوی فوج کی بغاوت پر حضرت علیؑ کی تقریر۔

جس معاہدہ کو آخر تک ناپسند کیا گیا اور جس کے مقابلہ میں جنگ جاری رکھنا لازم وضروری تھا۔اس پر طبری نے حضرت علی علیہ السلام کی تقریر یوں لکھی ہے کہ:

''حضرت علیؑ کی تقریر'': ''ابو مخنف نے اسماعیل بن یزید اور حمید بن مسلم کی سند سے جندب بن عبداللہ کا یہ بیان ذکر کیا ہے کہ حضرت علیؑ نے صفین کے روز لوگوں سے فرمایا کہ:

''تم نے وہ کام کیا ہے جس سے تمہاری قوت ختم ہوگئی ہے۔تمہارے احسانات ختم ہوگئے۔تم سست پڑ گئے اور سستی وذلت تم نے وراثت میں لے لی ہے۔ جب تم بلند ہو چکے تھے اور تمہارے دشمن مقابلے سے گھبرا رہے تھے۔اور ان کا قتل عام ہو رہا تھا اور انہیں زخموں کی تکلیف محسوس ہو رہی تھی تو ان لوگوں نے قرآن اٹھا لئے اور تمہیں قرآن کے احکام پر چلنے کی اسلئے دعوت دی تاکہ تم ان سے اپنے ہاتھ روک لو۔اور تمہارے اور انکے درمیان جنگ بند ہو جائے۔اور دھوکا بازوں کی طرح وہ تمہاری گھات میں لگ جائیں اور تمہیں دھوکے اور فریب میں مبتلا کر دیں۔انہوں نے جو خواہش کی تھی تم نے اسے پورا کر دکھایا۔اور تم نے جی حضوری کرنے اور بزدلی کے علاوہ کسی اور چیز کو قبول نہ کیا۔خدا کی قسم میرا گمان تو یہ ہے کہ تم آئندہ کبھی ہدایت حاصل نہ کرسکو گے۔اور نہ تم کوئی یقینی بات حاصل کرسکتے ہو''(ایضاً صفحہ 373)

یہ تھی چاریاری مذہب کے لوگوں کی وہ کثرت جو معاویہ اینڈ کمپنی کی طرفداری میں حضرت علیؑ سے باغی ہوگئی تھی۔

24) حکمین کے دومۃ الجندل میں قیام کے دوران حضرت علیؑ کے فوجی دستے کی بدگمانیاں۔

چاریاری مسلمانوں کا وہ چارسو آدمیوں کا دستہ جو دومۃ الجندل میں حضرت علی علیہ السلام کی طرف سے گیا تھا اس کا حال طبری سے سنئے:

''دومۃ الجندل میں حکمین کا اجتماع''

''حضرت علیؑ نے چارسو آدمی روانہ فرمائے ان پر شریح بن ھانی الحارثی کو امیر بنایا۔اور ان کے ساتھ عبداللہ بن عباس کو بھی بھیجا۔ابن عباس ہی لوگوں کو نماز پڑھاتے اور ان آدمیوں کے کاموں کا انتظام کرتے اور ابوموسیٰ اشعری بھی ان ہی کے ساتھ تھے۔معاویہ نے عمرو بن العاص کے ساتھ چارسو اشخاص روانہ کئے تھے یہ دونوں جماعتیں اذرح میں دومۃ الجندل کے مقام پر جمع ہوئیں۔راوی کہتا ہے کہ

Presented by Ziaraat.Com

معاویہ جب عمرو بن العاص کے پاس کوئی قاصد بھیجتے تو وہ آتا اور واپس چلا جاتا۔اور کسی کو کانوں کان خبر نہ ہوتی۔کہ وہ کیا پیغام لے کر آیا تھا۔اور کیا پیغام لے کر واپس گیا ہے۔اور نہ شامی اس سے کوئی سوال کرتے۔اس کے برعکس جب حضرت علیؑ کا کوئی قاصد عبداللہ ابن عباس کے پاس آتا تو عراقی فوراً ابن عباس سے سوال کرتے کہ امیرالمومنین نے آپ کو کیا تحریر کیا ہے؟اور اگر ابن عباس کچھ چھپاتے تو یہ لوگ ان پر مختلف قسم کی بدگمانیاں کرتے اور کہتے ہمارا خیال ہے کہ انہوں نے ایسا ایسا لکھا ہوگا۔ابن عباس نے مجبور ہو کر فرمایا کہ کیا تم ذرا سی بھی عقل نہیں رکھتے؟ کیا تم معاویہ کے قاصد کو نہیں دیکھتے کہ وہ پیغام لے کر آتا ہے۔اور اس پیغام کی کسی کو خبر نہیں ہوتی۔اور یہاں سے پیغام لے کر واپس جاتا ہے اور کسی کو علم تک نہیں ہوتا کہ وہ کیا پیغام لے کر گیا ہے۔اور نہ اس پر شامی چیختے چلاتے ہیں۔اور نہ زبان سے کوئی لفظ نکالتے ہیں۔اور ایک تم ہو کہ ہر وقت نئی نئی بدگمانیاں کرتے رہتے ہو'' (ایضاً صفحہ 392-393)

قارئین عراقی لوگوں کو یہ عادت اس لئے پڑی تھی کہ اسلامی طرزِ حکومت میں خفیہ کارروائیاں اور پوشیدہ پالیسیاں تقریباً صفر کے برابر ہوتی ہیں، ہر بات کھلے عام اور عام رعایا کے سامنے اعلانیہ کی جاتی ہے۔مستقبل کے منصوبے اور پروگرام پہلے سے بیان کر دیئے جاتے ہیں اور رعایا کو مطلع اور خبر دار رکھا جاتا ہے تا کہ اس کا ملکی کاموں میں زیادہ سے زیادہ حصہ اور ہاتھ رہے۔

25) دومۃ الجندل میں حکمین اور متعلقین کی کارکردگی اور قریشی وڈیروں اور لیڈروں کا آس پاس لگے رہنا اور دیگر حالات۔

اس کے بعد طبری نے مختلف عنوانات کے ماتحت دومۃ الجندل میں گزرنے والے حالات لکھے ہیں اور صورتِ حال پر روشنی ڈالی ہے لہٰذا متعلقہ ضروری چیزیں ملاحظہ ہوں پہلا عنوان: ''حکمین کا اجتماع''

''جب دونوں حکم ازرح میں جمع ہوئے تو جو لوگ وہاں فیصلہ سننے کو آئے تھے ان میں مغیرہ بن شعبہ بھی تھے دونوں حکموں نے حضرت عبداللہ بن عمر اور حضرت عبداللہ بن زبیر کے پاس بلانے کیلئے آدمی روانہ کئے کہ وہ اور بہت سے اشخاص کو ساتھ لیکر آئیں'' (ایضاً 374)

یہاں طبری صاحب یہ نہیں بتاتے کہ عبداللہ بن عمر اور عبداللہ بن زبیر کو کہاں سے بلایا گیا تھا اور وہ بہت سے اشخاص کون تھے جن کو ساتھ لانے کے لئے کہا گیا تھا؟ اور نہ یہ بتاتے ہیں کہ ان دونوں کو اور باقی بہت سے اشخاص کو کیوں بلایا گیا تھا اور ان کی کیا ضرورت تھی؟ پھر وہ ان لوگوں کے آنے کی بات کہیں آس پاس کرتے ہی نہیں اور بائیس (22) تیئیس (23) مختلف و متفرق عنوان پر گفتگو کرنے کے بعد ایک بہت غیر متعلق جگہ پر اُنیس (19) صفحات کے بعد ایک ناقص عنوان لکھ کر بتاتے ہیں کہ:

صحابہ کی آمد: ''راوی کہتا ہے کہ ان لوگوں کے ساتھ عبداللہ بن عمر، عبداللہ بن زبیر، عبدالرحمٰن بن الحارث بن ھشام المخزومی، عبدالرحمٰن بن عبدیغوث الزھری، ابوجہم بن حذیفۃ العدوی اور مغیرہ بن شعبۃ الثقفی بھی آئے تھے'' (صفحہ 393)

قارئین یاد کریں کہ سابقہ عنوان ''حکمین کا اجتماع'' کے بعد والا عنوان طبری میں ''مغیرہ بن شعبۃ کی پیشین گوئی'' لکھا گیا ہے یعنی یہ مغیرہ حکمین کے اجتماع کے وقت وہاں موجود تھا اور اپنے حصے کا کام کر رہا تھا (صفحہ 374-375) اور اوپر لکھے ہوئے عنوان ''صحابہ کی آمد'' میں مغیرہ کو عبداللہ بن عمر وغیرہ کے ساتھ نتھی کیا گیا ہے۔یعنی یہ تمام صحابہ اور بہت سے قریشی وڈیرے اور لیڈر حکمین کے گرد و پیش موجود تھے۔جن کے وجود کو طبری نے کھل کر لکھنا پسند نہیں کیا بلکہ انیس صفحات اور تیئیس عنوانات میں لپیٹ کر لکھا ہے۔بہر حال قریشی لیڈروں نے حکمین سے وہ فیصلہ کرایا تھا اور جس کا مقصد علیؑ کو معزول کر کے عمر کی پالیسی کے مطابق معاویہ کو خلیفہ بنانا تھا۔یعنی وہ قریشی لیڈر تھے جنہوں نے تحریری معاہدہ کی تمام شرائط کو بالائے

Presented by Ziaraat.Com

طاق رکھوا کرقرآن کی جگہ اپنی ذاتی رائے اور قومی ضرورت کو اپنا حکم بنایا تھا۔اورقریشی تواریخ نے ان تمام قریشی لیڈروں کی سازش پر پردہ ڈالنے کیلئے ابوموسیٰ اورعمروبن العاص کو آگے بڑھادیا۔اب طبری صاحب سے حکمین کے متعلق ایک لنگڑا بیان سنئے:

''خلیفہ کے انتخاب پر بحث''

''جب یہ دونوں حَکَم جمع ہوئے اور باہم گفتگو شروع ہوئی تو عمرو بن العاص نے کہا کے اَے ابوموسیٰ میں یہ خیال کرتا ہوں کہ سب سے اولین فیصلہ اس بات کا ہونا چاہیئے کہ باوفا لوگوں کو ان کی وفا کا حق ادا کیا جائے اور غداروں کو ان کی غداری کی سزا ملے۔

ابوموسیٰ۔وہ کیوں کر؟

عمرو: کیا تم نہیں جانتے کہ معاویہ اور اہل شام نے اپنا وعدہ پورا کیا اوراس عہد کو نباھا جوانہوں نے لوگوں سے کیا تھا۔

ابوموسیٰ: کیوں نہیں۔(یعنی معلوم ہے اور صحیح ہے)

عمرو: آپ یہ بات تحریر فرمالیں۔

ابوموسیٰ نے اُسے تحریر کرلیا۔

عمرو: کیا آپ کسی ایک ایسے شخص کا نام بتاسکتے ہیں جسے اس امت کی خلافت سونپی جائے؟ آپ نام بتایئے اگر میں آپ کی متابعت پر قادر رہوں گا تو ضرور آپ کی متابعت کروں گا ورنہ آپ پر لازم ہوگا کہ میری متابعت کریں۔

ابوموسیٰ: میں اس کام کے لئے عبداللہ بن عمر کا نام لیتا ہوں ابن عمر اُن لوگوں میں شامل تھے جو اس فتنہ سے الگ رہے۔

عمرو: میرے نزدیک معاویہ بن ابی سفیان بہتر ہیں۔یہ مجلس زیادہ دیر تک قائم نہ رہ سکی اور ہر ایک نے دوسرے کو بُرا بھلا کہا۔جب یہ دونوں باہر آئے تو ابوموسیٰ نے لوگوں سے کہا کہ عمرو کی مثال ایسی ہے جیسے اللہ نے فرمایا ہے کہ:

وَاتْلُ عَلَيْهِمْ نَبَاَ الَّذِىْٓ اٰتَيْنٰهُ اٰيٰتِنَا فَانْسَلَخَ مِنْهَا (7/175)

آپؐ اِن لوگوں کو اس شخص کا واقعہ سنایئے جسے ہم نے اپنے احکام دیئے پھر وہ ان سے ہٹ گیا'' (یہ ترجمہ بھی اتنا ہی غلط ہے جتنا خود ابو موسیٰ غلط تھا۔احسن) جب ابوموسیٰ خاموش ہوگئے تو عمرو بولے کہ اَے لوگو میں نے ابوموسیٰ کو ایسا پایا جیسا کہ اللہ کا ارشاد ہے کہ:۔

مَثَلُ الَّذِيْنَ حُمِّلُوا التَّوْرٰىةَ ثُمَّ لَمْ يَحْمِلُوْهَا كَمَثَلِ الْحِمَارِ يَحْمِلُ اَسْفَارًا ....الخ(جمعة62/5)

''جن لوگوں نے تورات کو اٹھایا پھر اس کے اٹھانے کا حق ادا نہ کیا ان کی مثل اس گدھے کی طرح ہے جو کتابیں اٹھائے ہوئے ہو'' ان دونوں نے اپنی مثل کو جو دوسرے کے لئے کہی تھی مختلف شہروں میں لکھ بھیجا'' (ایضاً صفحہ 375-376)

اگر طبری کا یہ بیان صحیح ہے تو دو حقیقتوں کو ماننا پڑے گا اول یہ کہ ساری مملکت اسلامیہ کو یہ معلوم ہوگیا تھا کہ دومۃ الجندل میں جن لوگوں کو حکم بنایا گیا ہے ان میں سے ایک لکھا پڑھا گدھا ہے اور دوسرا اللہ کے احکام سے کھیلنے والا اور انحراف کرنے والا ہے۔دوم یہ کہ جب ابوموسیٰ نے خود سمجھ لیا تھا کہ عمرو بن العاص احکام خداوندی سے ہٹ جانے والا شخص ہے تو اس نے عبداللہ ابن عباس کی تاکیدی ممانعت اور نصیحت کے باوجود اپنا فیصلہ عمرو سے پہلے سنا کر اسے اس فیصلے سے ہٹ جانے کا موقع کیوں دیا تھا؟ پھر معلوم ہوا کہ ابوموسیٰ بھی قریشی لیڈروں کے ساتھ ملا ہوا تھا اس نے جان بوجھ کر یہ موقع دیا کہ عمرو معاویہ کو خلیفہ بنادے اور لوگوں میں مجھے غلطی کر جانے والا کہہ کر معاف کردیا جائے۔چنانچہ اسے معاف کردیا گیا۔اور

Presented by Ziaraat.Com

لوگ بے وقوف اور بھولا کہنے لگے۔لیکن معاویہ کو بہرحال امیر المومنین اور حق بجانب مان لیا گیا۔اور یہ اس لئے کہ وہاں تمام قریشی لیڈر موجود و رضامند تھے۔

ہم اپنے قارئین کو جس بات پر متوجہ رکھنا چاہتے ہیں وہ یہ ہے کہ دومۃ الجندل میں وہ تمام لیڈر موجود تھے جو قریشی قوم کے کرتا دھرتا اور کنٹرولر تھے اور جن کی رائے کے خلاف دونوں حَکم کرہی نہ سکتے تھے۔اور جن کی موجودگی کو عام مورخین نے چھپانے کی کوشش کی ہے مگر طبری نے ادھر اُدھر کرکے ان کا موجود ہونا لکھ دیا ہے۔لیکن طبری نے بھی یہ چھپایا ہے کہ حکمین کے فیصلے پر ان کا اثر تھا اور دباؤ تھا۔پھر سنئے:۔

قریش کے تمام مخالف لیڈروں کا موجود ہونا دوبارہ لکھا گیا

''واقدی کہتا ہے کہ سعد بن ابی وقاص بھی ان لوگوں کے ساتھ آئے تھے جنہیں حکمین اپنے ساتھ لائے تھے۔اور ان کا بیٹا عمر بن سعد بھی ان سے اذرح چلنے پر برابر اصرار کرتا رہا لیکن یہاں پہنچ کر وہ اپنی اس آمد پر نادم ہوئے'' (ایضاً صفحہ 392)

یہ نوٹ کریں کہ اگلے صفحہ 393 پر طبری نے ان صحابہ میں سعد کا نام نہیں لکھا اور نہ پہلے ظاہر کیا، جن کی فہرست باقاعدہ لکھی ہے۔لہٰذا سعد بن وقاص کا نام خود شامل کرلیں اور یہ بھی نوٹ کرلیں کہ یہ سعد بن ابی وقاص نہ صرف یہ کہ قریش میں بہت مقدس صحابی مانا جاتا تھا بلکہ عمر بن الخطاب نے اس کو ان چھ صحابہ میں شامل رکھا تھا جن کو وہ خلافت کے امیدوار سمجھتا تھا اور جو شوریٰ میں شامل ہوئے تھے۔اور یہ بھی نوٹ کریں کہ یہ اور اس کا خاندان دشمنانِ علیؑ و اولادِ علیؑ میں بڑھ چڑھ کر تھا۔اسی کا بیٹا عمر سعد ہے جسے کربلا کا فیلڈ مارشل بنایا گیا تھا۔یہ سعد بن ابی وقاص جتنا علیؑ و آلِ علیؑ کا دشمن تھا اتنا ہی معاویہ اور عمر بن الخطاب کا دوست وطرفدار تھا اس کے بعد یہ دیکھیں کہ دومۃ الجندل میں قریش کے تمام لیڈر اسی سائز کے لوگ تھے۔ طبری چپکے سے لکھتا ہے کہ:

حکمین پر اثر انداز ہونے والے وہ صحابہ تھے جنہیں اہل الرّائے قرار دیا جاتا تھا۔

''مغیرہ بن شعبہ نے قریش کے اہل الرائے لوگوں سے کہا کہ کیا تم میں سے کوئی شخص یہ بتا سکتا ہے کہ دونوں حکم کسی ایک فیصلے پر متفق ہوں گے یا نہیں؟ اُن (اھل الرائے) لوگوں نے جواب دیا کہ اس طرح کوئی شخص بھی پہلے سے کچھ نہیں بتا سکتا۔مغیرہ نے جواب دیا خدا کی قسم اگر میں دونوں حکموں کے پاس جاکر واپس آجاؤں تو میں فیصلہ بتا سکتا ہوں۔اس کے بعد مغیرہ عمرو بن العاص کے پاس گئے اور کہا کہ اے ابوعبداللہ میں آپ سے جو سوال کروں اس کا جواب دیجئے۔آپ ہم لوگوں کا جنگ سے جدا رہنا کیسا سمجھتے ہیں؟ کیونکہ اس جنگ کے معاملے میں جسے تم نے جائز سمجھا ہم مشکوک سمجھتے تھے۔اور ہمارا خیال یہ تھا کہ ایک دوسرے سے انس ومحبت کا ذریعہ پیدا کیا جائے تاکہ امت ایک بات پر جمع ہو جائے۔عمرو بن العاص نے جواب دیا ''میں تم جیسے علیحدہ رہنے والوں کو نیک لوگوں کا جانشین اور بدکاروں کا امام خیال کرتا ہوں'' اس کے بعد مغیرہ واپس آگئے اور کوئی سوال نہیں کیا۔پھر ابوموسیٰ کے پاس گئے اور ان سے بھی یہی سوال کیا ابوموسیٰ نے جواب دیا کہ میں تم لوگوں کو تمام انسانوں میں سب سے زیادہ صحیح رائے پر چلنے والا سمجھتا ہوں۔مسلمانوں کا بقیہ حصہ صحیح معنی میں تم ہی لوگوں میں پایا جاتا ہے۔اس کے بعد مغیرہ واپس آگئے اور ابوموسیٰ سے بھی کوئی دوسرا سوال نہیں کیا۔پھر مغیرہ قریش کے ان سمجھدار لوگوں کے پاس پہنچے جن سے بات کرکے گئے تھے ان سے جاکر کہا کہ یہ دونوں حکم کبھی ایک بات پر متفق نہیں ہوسکتے'' (ایضاً صفحہ 374-375)

اس بیان کے بعد یہ نتیجہ اخذ کرنا سو فیصد صحیح ہے کہ:

Presented by Ziaraat.Com

1۔دومۃ الجندل میں قریشی قوم کو کنٹرول کرنے والے تمام دانشور موجود تھے۔اور

2۔انہیں یہ فکر تھی کہ حکمین کا فیصلہ کیا ہوگا؟اور

3۔وہ دونوں حکموں کو ٹٹولتے رہتے تھے۔یعنی

4۔انہیں یہ فکر تھی کہ حکمین کا فیصلہ ان کی قومی پالیسی کے خلاف نہ جانے پائے۔لہٰذا

5۔وہ حکمین سے الگ الگ سوال وجواب میں مصروف رہتے تھے۔

6۔اور مختلف زوایائے نظر سے انہیں دیکھتے،ان سے باتیں کرتے اور انہیں مشورہ دیتے رہتے تھے۔لہٰذا

7۔حکمین کو اس بات پر رضا مند کرنا نہایت آسان تھا کہ علیؑ و معاویہ دونوں کو خلافت سے محروم کردیں اور خلیفہ کا انتخاب امت یا شوریٰ پر چھوڑ دیں۔اُدھر یہ بتانا بھی ان کے لئے مشکل نہ تھا کہ ابوموسیٰ اپنا فیصلہ پہلے سنادیں اور عمرو بعد میں اصلاح کرلے۔لہٰذا حکمین کا فیصلہ درحقیقت حضرت علیؑ کے مخالف قریشی صحابہ کا فیصلہ تھا۔حکمین کو محض آڑ بنایا گیا تھا۔یعنی معاویہ اینڈ کمپنی نے پہلے قرآن کو آڑ بنا کر صلح کی اور پھر حکمین کو آڑ بنا کر خلافت پر ضرب لگائی۔

<u>طبری حکمین کے متعلق ایک دوسرا نظارہ بھی پیش کرتے ہیں۔</u>

آگے چل کر طبری پھر دومۃ الجندل کا ایک اور سین دکھاتے ہیں کہ:۔ **<u>''حکمین کے سوالات وجوابات''</u>**

''جب دونوں حکم ایک دوسرے سے ملے تو عمرو بن العاص نے کہا کہ اَے ابوموسیٰ کیا تم یہ نہیں جانتے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ مظلوم شہید ہوئے''

ابوموسی:ھاں میں اس کی گواہی دیتا ہوں۔

عمرو:کیا آپ یہ نہیں جانتے کہ معاویہ اور ان کی اولاد عثمان کے وارث ہیں؟

ابوموسیٰ:کیوں نہیں۔(مطلب یہ کہ وہ عثمان کے وارث ہیں)

عمرو:اللہ عزوجل کا ارشاد ہے کہ:

وَمَن قُتِلَ مَظْلُومًا فَقَدْ جَعَلْنَا لِوَلِيِّهِ سُلْطَانًا فَلَا يُسْرِف فِّي الْقَتْلِ إِنَّهُ كَانَ مَنصُورًا O(17/33)

''اور جو شخص مظلوم قتل کیا جائے تو ہم نے اس کے ولی کو قصاص کی قدرت دی ہے۔اسے چاہئے کہ وہ قتل میں زیادتی نہ کرے کیونکہ اس کی مدد کی جاتی ہے''(بنی اسرائیل)

اَے ابوموسیٰ آخر اس شے سے کیا مانع ہے کہ معاویہ کو خلیفہ بنا دیا جائے کیونکہ معاویہ عثمان کے وارث اور قریش خاندان سے تعلق رکھتے ہیں جیسا کہ آپ کو علم ہے اگر آپ کو یہ خوف ہے کہ لوگ یہ کہیں گے کہ آپ نے معاویہ کو کیسے خلیفہ بنا دیا حالانکہ انہیں تو اسلام میں سبقت حاصل نہیں؟ تو آپ یہ دلیل پیش کرسکتے ہیں کہ معاویہ عثمان خلیفہ مظلوم کے وارث ہیں اور ان کے قصاص کا مطالبہ کررہے تھے۔اس کے علاوہ وہ سیاست وتدبر میں علیؑ سے زیادہ ماہر اور زوجہ رسولؐ اللہ ام حبیبہ کے بھائی ہیں اور خود بھی حضورؐ کی صحبت میں رہے ہیں۔اس لئے وہ بھی صحابہ میں داخل ہیں۔پھر عمرو بن العاص نے انہیں حکومت پیش کی اور کہا کہ اَے ابوموسیٰ اگر معاویہ خلیفہ بن گئے تو وہ آپ کی وہ عزت

Presented by Ziaraat.Com

کریں گے جو کسی خلیفہ نے نہ کی ہوگی''۔

ابوموسیٰ: اے عمرو اللہ سے ڈر تو نے جو معاویہ کی شرافت بیان کی ہے تو وہ اس قسم کی شرافت نہیں جس کے باعث اسے خلافت سونپ دی جائے۔ اور اگر اس شرافت کی بنا پر خلافت مل جایا کرتی تو اس خلافت کا سب سے زیادہ حقدار ابرهة بن الصباح ہوتا۔ یہ خلافت تو اہل دین اور اہل فضل کا حق ہے۔ اس لحاظ سے اگر میں کسی کو خلیفہ بناتا تو اس شخص کو خلافت دیتا جو قریش میں سب سے زیادہ افضل ہے یعنی علیؑ بن ابی طالبؑ۔ تمہارا یہ کہنا کہ معاویہ خون عثمان کے وارث ہیں تو تم معاویہ کو خلیفہ بنا دو۔ لیکن میں یہ نہیں کرسکتا کہ میں معاویہ کو خلیفہ بنا دوں اور مہاجرین اولین کو چھوڑ دوں۔ رہا تم نے جو حکومت کی پیشکش کی ہے خدا کی قسم اگر معاویہ مجھے اپنی تمام حکومت بھی دے دے تب بھی میں اس حکومت کا حاکم نہ بنوں گا۔ میں اللہ کے احکام پر رشوت نہیں لیتا۔ ہاں اگر تو چاہے تو حضرت عمر بن الخطاب کا نام زندہ کردے۔ ابوموسیٰ اشعری نے فرمایا کہ خدا کی قسم اگر میرے بس میں ہوتا تو میں حضرت عمر کا نام زندہ کردیتا۔ اس پر عمرو بن العاص نے کہا کہ اگر تم ابن عمر سے بیعت کرنا چاہتے ہو تو میرے بیٹے میں کیا کمی ہے؟ حالانکہ آپ اس کے فضل وصلاح کے منکر نہیں ہوسکتے۔ ابوموسیٰ نے جواب دیا کہ واقعی تیرا بیٹا ایک سچا آدمی ہے لیکن تو نے اُسے فتنہ میں مبتلا کردیا ہے عمرو بن العاص نے ابوموسیٰ کی اس بات پر جواب دیا کہ اس کام کیلئے ایسے آدمی کی ضرورت ہے جو داڑھیں رکھتا ہو کہ اچھی طرح چبا سکے اور کھا سکے ابن عمر میں تو غفلت پائی جاتی ہے۔ اس پر عبداللہ بن زبیر نے عبداللہ بن عمر سے کہا کہ ذرا سمجھو اور ہوشیاری سے کام لو۔ عبداللہ بن عمر نے ارشاد فرمایا۔ نہیں خدا کی قسم میں تو خلافت پر رشوت نہ دوں گا۔ اور اس کے بعد عمرو بن العاص سے فرمایا کہ: ''عرب کی جب تلواریں ٹوٹ چکیں اور نیزے بے کار ہو چکے تو اے عمرو انہوں نے تجھ پر بھروسہ کیا اب تو انہیں دوبارہ فتنہ میں مبتلا نہ کرنا'' (ایضاً صفحہ 393-395)

26) دومۃ الجندل میں حکمین کا فیصلہ ابوموسیٰ نے غداری کا موقعہ دیا۔

یہاں ثابت ہوگیا کہ قریشی بزرگ لیڈر حکمین کی باتوں کے وقت موجود ہوتے تھے اور انہیں رشوت اور دباؤ ڈالنے کا موقع رہتا تھا۔ بہرحال اب طبری کا ایک اور عنوان دیکھیں اور حکمین کا فیصلہ سنیں:

''ابوموسیٰ اشعری کا فیصلہ''

''جب عمرو بن العاص دومۃ الجندل میں ابوموسیٰ اشعری سے ملے تو عمرو نے ابوموسیٰ کو پہلے اپنا فیصلہ سنانے پر مجبور کیا اور کہا کہ آپ رسولؐ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی اور مجھ سے عمر میں بڑے ہیں۔ اس لئے آپ پہلے اعلان کریں۔ تو میں بھی اعلان کروں۔ عمرو ہر معاملے میں اسی طرح ابوموسیٰ کو آگے کردیا کرتے تھے۔ اور اسی طرح ہر معاملے میں انہیں کہہ دیا کرتے تھے اور چاہتے یہ تھے کہ علیؑ کی خلافت ختم کرنے کا اعلان کرادیں۔ راوی کہتا ہے کہ ان دونوں نے علیؑ ومعاویہ کے معاملے پر غور کیا اور کسی بات پر اتفاق نہ ہوسکا۔ عمرو نے ابوموسیٰ کے سامنے معاویہ کا نام پیش کیا ابوموسیٰ نے انکار کردیا۔ پھر عمرو نے اپنے بیٹے عبداللہ کا نام پیش کیا۔ لیکن ابوموسیٰ نے اس رائے سے بھی انکار کردیا۔ ابوموسیٰ نے عمرو بن العاص کو عبداللہ بن عمر کی بیعت پر آمادہ کرنا چاہا لیکن اس سے عمرو نے انکار کردیا۔ اس کے بعد عمرو بن العاص نے ابوموسیٰ سے دریافت کیا کہ پھر آخر آپ کی کیا رائے ہے؟

ابوموسیٰ: میری ذاتی رائے تو یہ ہے کہ ہم ان دونوں شخصوں کو معزول کردیں اور اس خلافت کو مسلمانوں کے مشورے پر چھوڑ دیں اور

Presented by Ziaraat.Com

مسلمان اپنے لئے جسے پسند کریں خلیفہ بنالیں''

عمرو: صحیح رائے تو وہی ہے جو آپ نے دی ہے''

اس کے بعد یہ دونوں شخص لوگوں کے پاس آئے، تمام لوگ جمع تھے عمرو نے ابوموسیٰ سے کہا کہ آپ انہیں بتا دیجئے کہ ہم ایک رائے پر متفق و متحد ہو چکے ہیں۔ ابوموسیٰ نے لوگوں سے کہا کہ ''میں اور عمرو بن العاص ایک رائے پر متفق ہو چکے ہیں۔ اور ہمیں امید ہے کہ اللہ اس رائے کے ذریعہ اس امت کی اصلاح فرمادے گا''

عمرو عاص نے کہا کہ ''ابوموسیٰ سچ بولتے ہیں اور نیک بات کر رہے ہیں۔ اے ابوموسیٰ آگے بڑھو اور لوگوں کو بتادو''

''عمر بن العاص کے بارے میں ابن عباس کی رائے''

''جب ابوموسیٰ اعلان کرنے کے لئے آگے بڑھے تو ابن عباس نے ابوموسیٰ سے فرمایا۔ آپ پر افسوس خدا کی قسم مجھے یقین ہے کہ عمرو نے آپ کو دھوکا دیا۔ اگر آپ دونوں ایک امر پر متفق ہیں تو اعلان کے لئے عمرو کو آگے کیجئے تا کہ وہ پہلے اس کا اعلان کرے۔ پھر بعد میں تم اعلان کرنا۔ کیونکہ عمرو بن العاص ایک دھوکہ باز شخص ہے۔ اور مجھے یہ یقین نہیں کہ جو آپ کا اور اس کا فیصلہ ہوا ہے اس پر وہ راضی بھی ہو۔ اگر آپ پہلے لوگوں میں کھڑے ہو کر اعلان کر دیں گے تو وہ آپ کی مخالفت کرے گا۔ ابوموسیٰ نہایت سادہ آدمی تھے (نہیں! نہایت خبیث و مکار لیڈر تھا۔ احسن) انہوں نے ابن عباس کو جواب دیا کہ نہیں ہم دونوں ایک فیصلے پر متفق ہو چکے ہیں۔

''ابوموسیٰ کا اعلان'' ''ابوموسیٰ نے اعلان کیا۔ انہوں نے اللہ کی حمد وثنا کی پھر فرمایا۔ اے لوگو ہم نے اس امت کی خلافت کے معاملے پر غور کیا تو ہم نے اس خلافت کے معاملے میں اس سے بہتر کوئی صورت نہیں دیکھی جس پر میرا اور عمرو کا اتفاق ہوا ہے۔ وہ یہ ہے کہ علیؑ اور معاویہ دونوں کو معزول کر دیں اور اس خلافت کو امت پر چھوڑ دیں وہ جسے پسند کریں اپنا خلیفہ منتخب کرلیں۔ اس لئے میں نے علیؑ اور معاویہ دونوں کو معزول کیا تم اس کام میں خود غور کرلو اور جسے تم اس خلافت کا اہل سمجھو اسے یہ خلافت سونپ دو۔ یہ کہہ کر ابوموسیٰ پیچھے ہٹ گئے''

(مسلسل اس عنوان کے ساتھ لکھا ہے کہ:)

''عمرو بن العاص کی دھوکہ دہی''

''اسکے بعد عمر آگے بڑھے اور ابوموسیٰ کی جگہ کھڑے ہوئے۔ پہلے اللہ کی حمد وثنا کی اس کے بعد کہا کہ اس نے جو کچھ کہا وہ تم نے سن لیا۔ اس نے اپنے ساتھی کو معزول کر دیا ہے میں بھی اسے معزول کرتا ہوں جسے اس نے معزول کیا لیکن میں اپنے ساتھی معاویہ کو برقرار رکھتا ہوں۔ کیونکہ وہ حضرت عثمان بن عفان کے وارث اور ان کے قصاص کے طلبگار ہیں اور لوگوں میں سب سے زیادہ اس مقام کے حقدار ہیں''

حضرت ابوموسیٰ نے فرمایا اے عمرو تجھے کیا ہو گیا۔ اللہ تجھے نیک کام کی توفیق نہ دے تو نے غداری کی اور دھوکہ دیا۔ تیری مثال ایسی ہے جیسا کہ اللہ کا ارشاد ہے کہ: كَمَثَلِ الْكَلْبِ اِنْ تَحْمِلْ عَلَيْهِ يَلْهَثْ اَوْ تَتْرُكْهُ يَلْهَثْ. .(اعراف 7/176)

''اس کی مثال کتے کی طرح ہے اگر اسے کچھ ڈالو تب بھی زبان نکالے رہتا ہے اور اگر چھوڑ دو تب بھی زبان نکالے رہتا ہے''

اس پر عمرو نے جواب دیا کہ تمہاری مثال ایسی ہے جیسا کہ کسی گدھے پر کتابیں لدی ہوں''

یہ دیکھ کر شریح بن ھانی نے عمرو پر کوڑے سے حملہ کیا اور اس کو کوڑے مارے۔ عمرو کے بیٹے نے اس کے جواب میں شریح کو کوڑے مارے۔ فیصلے کے

Presented by Ziaraat.Com

بعد لوگ کھڑے ہو گئے۔ اور ان میں مزید اختلاف پیدا ہو گیا۔ شریح کہتے ہیں کہ مجھے عمرو بن العاص کو کوڑوں سے مارنے پر اتنی ندامت ہے کہ آج تک میں کسی اور بات پر اتنا نادم نہ ہوا تھا۔ اور ندامت یہ ہے کہ کیوں نہ میں نے اُسے تلوار سے مارا پھر زمانہ میں جو کچھ ہوتا سو ہوتا۔ اس فیصلے کے بعد شامیوں نے ابو موسیٰ کو تلاش کیا لیکن وہ اسی وقت سوار ہو کر مکہ چلے گئے تھے۔

''ابو موسیٰ کا اعتراف''

ابن عباس فرماتے ہیں اللہ ابو موسیٰ کی رائے کا بُرا کرے میں نے انہیں ڈرایا بھی تھا اور مشورہ بھی دیا تھا لیکن تب بھی انہیں عقل نہ آئی۔ ابو موسیٰ فرمایا کرتے تھے کہ مجھے ابن عباس نے ایک فاسق کی دھوکہ دہی سے خبردار کیا تھا لیکن میں نے اس پر اطمینان کیا اور خیال کیا کہ یہ شخص امت کی بھلائی پر کسی شے کو ترجیح نہ دیگا'' (ایضاً صفحہ 396-399)

قریش کے لیڈروں نے پہلے سے طے کردہ فیصلے پر کوئی اعتراض و احتجاج نہ کیا۔

قارئین نوٹ کرلیں کہ وہ حقیقت ثابت ہوگئی جس کی طرف ہم توجہ دلاتے اور قریشی لیڈروں کے حکمین کے ساتھ لگے رہنے اور ان سے سوالات کرنے پر متوجہ کرتے رہے تھے۔ یعنی سارے قریشی لیڈروں نے حکمین کے مندرجہ بالا فیصلے کو مل کر تیار کیا تھا۔ اور دونوں کو سمجھا دیا تھا کہ فیصلہ سنانے میں ابو موسیٰ پہل کرے اور عمرو بن العاص خلافت معاویہ کو سونپ دے۔ تاکہ لوگ ابو موسیٰ کو بھولا اور سادہ لوح کہہ کر ملزم بنائیں اور کام حسب منصوبہ طے ہو جائے۔ اگر ایسا نہ ہوتا تو قریشی دانشوروں اور لیڈروں کو حکمین پر یہ اعتراضات کرنا چاہئیں تھے اور انہیں لاجواب کر کے ملزم ٹھہرا کر دوبارہ فیصلہ پر غور کرنے کے لئے مجبور کرنا چاہئے تھا۔

عبداللہ ابن عباس کو علیؑ کی طرف سے اور مخالف اور نام نہاد غیر جانبدار قریشی لیڈروں کو حکمین سے پوچھنا اور بتانا چاہئے تھا کہ:

حکمین سے سوالات۔

اول۔ تمہارا یہ فیصلہ کون سی آیت میں لکھا ہے؟

دوم۔ تمہیں معاہدہ کی رو سے یہ اختیار تھا ہی نہیں کہ تم خلافت کو زیر بحث لاؤ۔ اور خلیفہ وقت کو معزول کر دو؟

سوم۔ معاویہ پہلے سے خلیفہ تھا ہی نہیں لہٰذا اسے برقرار رکھنے کا یہ مطلب کیسے ہوا کہ اسے خلافت پر برقرار رکھتا ہوں یا اُسے خلافت سے معزول کرتا ہوں؟

چہارم۔ اسے برقرار رکھنے کے معنی صرف یہ ہیں کہ اسے خونِ عثمان کے قصاص کا طلبگار بدستور مانا جائے۔

پنجم۔ لہٰذا تم دنوں ازسرنو معاہدہ کے مطابق قرآن سے فیصلہ کی تیاری کرو۔

اور اپنا عذر پیش کرو کہ تم نے تحریری معاہدے کی پابندی کیوں نہیں کی ہے؟

چونکہ غیر جانبدار ہوتے ہوئے انہوں نے نہ کوئی اعتراض کیا اور نہ احتجاج کیا اس لئے یقین کرنا ہوگا کہ وہ غیر جانبدار نہ تھے بلکہ وہ سب کے سب معاویہ کے جانبدار اور حضرت علیؑ کے دشمن تھے اور انہیں روز اول سے یہ پسند نہ تھا کہ خلافت حضرت علی علیہ السلام کے پاس جائے لیکن وہ عوام کی کثرت کے سامنے مجبور ہو گئے مگر خود نہ بیعت کی نہ تعاون کیا بلکہ سازش کی تیاری میں مصروف رہے اور آخر کامیاب ہوئے۔ بہرحال طبری اس عنوان کو یہ کہہ کر ختم کرتا ہے کہ:

Presented by Ziaraat.Com

''فیصلہ کے بعد شامی اور عمرو معاویہ کے پاس واپس لوٹ گئے اور ان لوگوں نے معاویہ کو خلافت سونپ دی ۔اور ابن عباس اور شریح حضرت علیؑ کے پاس واپس چلے گئے'' (ایضاً صفحہ 399)

27) تحکیم پر مجبور کرنے والوں میں سے جن لوگوں نے اپنی غلطی محسوس کی اور معاہدہ کو رد کرنا چاہا وہ دین ہی سے خارج ہو گئے تھے۔

جس طرح حضرت علیؑ سے مخالفت کرنے والا ایک گروہ اہل سنت والجماعت کے نام سے دین سے الگ ہوا تھا اور آج تک الگ ہے اور سیکڑوں فرقوں میں تبدیل ہوتا ہوا گمراہی میں آج تک مبتلا ہے اسی طرح ان ہی میں سے ایک گروہ تحکیم کو غلطی ،گناہ بلکہ کفر سمجھ کر حضرت علی علیہ السلام سے جدا ہوا اور اس کا نام امت میں خارجی رکھا گیا تھا۔ یہاں طبری سے ان کا حال اور تصورات سنئے اور دیکھئے کہ حضرت علی علیہ السلام اسی خطبہ نمبر 46 زیر نظر کو ان کے جواب میں پیش کر کے انہیں لاجواب کرتے ہیں۔طبری کا عنوان اور بیان۔

''حضرت علیؑ کا خارجیوں سے مناظرہ''

''پھر حضرت علیؑ یزید بن قیس کے خیمہ سے نکل کر خارجیوں کی طرف تشریف لے گئے۔اور خارجی اس وقت عبداللہ ابن عباس سے مباحثہ کر رہے تھے۔حضرت علیؑ نے ابن عباس سے فرمایا تم انہیں جواب نہ دو۔اللہ تم پر رحم کرے کیا میں نے تمہیں ان خارجیوں سے بحث کے لئے منع نہ کیا تھا؟ پھر حضرت علیؑ نے خود گفتگو شروع کی اولاً اللہ کی حمد کی پھر فرمایا: اَے اللہ یہ ایسا مقام ہے کہ جس نے آج کے دن دخل دیا وہ قیامت کے روز ضرور دخل دینے والا شمار ہوگا۔اور جس نے اس مسئلہ میں کلام کیا اور اس پر بحث کی تو وہ اندھا اور گمراہ ہوگا۔ پھر حضرت علیؑ نے سوال کیا کہ تمہارا رہبر کون ہے؟

خارجی: عبداللہ بن الکواء''

حضرت علیؑ: تم نے ہم سے بغاوت کیوں کی؟

خارجی: اس لئے کہ تم نے صفین میں تحکیم کو قبول کیا''

حضرت علیؑ نے فرمایا کہ میں تمہیں اللہ کی قسم دے کر سوال کرتا ہوں کہ کیا تم یہ نہیں جانتے کہ جب شامیوں نے قرآن اُٹھائے تو تم ہی نے یہ کہا تھا کہ: ''ہم اللہ کی کتاب کو قبول کرتے ہیں'' حالانکہ میں نے تم سے یہ کہا تھا کہ: ''میں اس جماعت کو تم سے زیادہ جانتا ہوں یہ لوگ نہ دیندار ہیں اور نہ قرآن پر عمل کرنے والے ہیں۔ یہ بچپن میں بھی بُرے تھے اور بڑے ہو کر بھی برے رہے تم اپنی حقانیت اور صداقت پر قائم رہو۔اور ان لوگوں نے جو قرآن اٹھایا ہے وہ مکروفریب اور دھوکہ دہی کیلئے اٹھایا ہے''

لیکن تم نے میری رائے کو قبول نہ کیا اور تم نے جواب دیا کہ: ''نہیں ہم ان کی بات قبول کرتے ہیں'' اب میں تم سے یہ کہتا ہوں کہ تم اپنی اس بات کو یاد کرو۔اور تم نے جو میری نافرمانی کی تھی اسے بھی یاد کرو۔ جب تم نے سوائے معاہدہ کے کسی اور بات کو قبول ہی نہ کیا'' تو میں نے دونوں حکمین پر یہ شرط لگادی کہ جس شے کا قرآن حکم دے گا وہ اسی کا حکم دیں گے۔اور جس سے قرآن منع کرے گا اس سے رُک جائیں گے'' اب اگر وہ قرآن کے مطابق حکم دیتے ہیں تو ہمارے لئے یہ جائز نہیں کہ ان کے اس (قرآنی) فیصلے کی خلاف ورزی کریں جو قرآن کے مطابق ہو۔اگر وہ قرآن کی خلاف ورزی کرتے ہیں تو ہم ان کے حکم سے بری ہیں''۔

خارجی: آپ یہ بتائیے کہ کیا آپ یہ جائز سمجھتے ہیں کہ خونوں کے معاملے میں آدمیوں کو حکم بنائیں اور کیا آپ اسے عادل سمجھتے ہیں؟''

Presented by Ziaraat.Com

حضرت علیؑ: ہم نے آدمیوں کو حکم نہیں بنایا بلکہ ہم نے قرآن کو حکم بنایا ہے۔اور قرآن ایک ایسی تحریر ہے جو دوگتوں کے درمیان لکھی گئی ہے اور قرآن خود کلام نہیں کرسکتا۔اسے تو آدمی ہی تلاوت کریں گے''

خارجی: ہمیں یہ بتائیے کہ آپ نے شامیوں سے یہ مدت کس لئے متعین کی ہے؟:

حضرت علیؑ: تاکہ جاہل اس بات کو جان لے اور عالم تحقیق کرسکے۔اور شاید اللہ اسی ذریعہ سے اس امت کی اصلاح فرمادے۔اللہ تم پر رحم کرے تم سب اپنے اپنے شہروں کو جاؤ۔یہ سب کے سب اس جواب پر اپنے شہروں کو واپس چلے گئے''(ایضاً صفحہ 390-391)

Presented by Ziaraat.Com

مفتی جعفر حسین: خطبہ نمبر: 176

علی نقی طہرانی: خطبہ نمبر: 175

خُطبہ ﴿47﴾

1۔ ملّاؤں نے خود دو اشخاص کو علیؑ اور معاویہ کے درمیان فیصلہ کرنے کے لئے انتخاب کیا تھا۔

2۔ حضرت علیؑ نے ان دونوں کو سو فیصد قرآن سے فیصلہ کرنے کا پابند کر دیا تھا۔

3۔ وہ دونوں سازشی گروپ کے قریشی تھے اور قرآن سے سروکار نہ رکھنا چاہتے تھے۔ لہٰذا:

4۔ ان دونوں نے معاہدہ کی شرائط کے خلاف بلا دلیل اپنی ذاتی رائے سے ایک غیر متعلق فیصلہ کیا۔ اس لئے ان کے فیصلے کی کوئی حیثیت قائم ہی نہیں ہوتی ہے۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

فَاَجۡمَعَ رَأۡیُ مَلَئِکُمۡ عَلٰی اَنِ اخۡتَارُوۡا رَجُلَیۡنِ ؛	1	تمہارے مُلّاؤں کی متفقہ اور اجماعی رائے یہ تھی کہ فیصلے کے لئے دو اشخاص کو چن لیا جائے۔ چنانچہ چن لیا گیا تھا۔
فَاَخَذۡنَا عَلَیۡهِمَا اَنۡ یُّجَعۡجِعَا عِنۡدَ الۡقُرۡاٰنِ	2	تب ہم نے ان دونوں کو قرآن پر عمل کرنے کا پابند کرنے کے لئے ان دونوں سے عہد لے لیا تھا۔
وَلَایُجَاوِزَاهُ ؛	3	اور ان پر قرآن سے سرِ مُو تجاوز نہ کرنے کی پابندی عائد کر دی تھی۔
وَتَکُوۡنُ اَلۡسِنَتُهُمَا مَعَهٗ ؛	4	اور یہ کہ ان دونوں کی زبانیں قرآن کے ساتھ ساتھ بولیں گی۔ یعنی ان کا اور قرآن کا بیان ایک ہی ہوگا۔
وَقُلُوۡبُهُمَا تَبِعَهٗ ؛	5	اور یہ کہ ان کے قلوب ہر طرح قرآن کی پیروی کریں گے۔
فَتَاهَا عَنۡهُ ؛	6	مگر وہ دونوں قرآن کو چھوڑ کر بھٹک گئے۔
وَتَرَکَا الۡحَقَّ وَهُمَا یُبۡصِرَانِهٖ ؛	7	اور حق کو اپنے سامنے دیکھتے بھالتے جان بوجھ کر اسے ترک کر دیا۔
وَکَانَ الۡجَوۡرُ هَوَاهُمَا ؛	8	اور ان کی دلی خواہش بے انصافی کرنا اور راہ راست کو چھوڑ دینے کی تھی۔
وَالۡاِعۡوِجَاجُ رَأۡیُهُمَا ؛	9	ان دونوں کی رائے ٹیڑھی اور کج روی پر قائم تھیں۔
وَقَدۡسَبَقَ اسۡتِثۡنَاؤُنَا عَلَیۡهِمَا فِی الۡحُکۡمِ بِالۡعَدۡلِ وَالۡعَمَلِ بِالۡحَقِّ سُوۡءَ رَأۡیِهِمَا ؛	10	مگر ہم تو انہیں پہلے ہی سے پابند کر کے اپنا استثناء کر کے ان کے غلط فیصلے سے مستثنیٰ ہو چکے تھے کہ وہ عدل کے ساتھ فیصلہ کریں گے اور حق پر عمل کرنے میں بری رائے

Presented by Ziaraat.Com

		اور باطل ارادوں کو استعمال نہ کریں گے۔
وَجَوْرَ حُكْمِهِمَا ؛	11	اور ان دونوں کا غلط فیصلہ ہم پر اثر انداز نہ ہوگا۔
وَالثِّقَةُ فِيْ اَيْدِيْنَا لِاَنْفُسِنَا حِيْنَ خَالَفَنَا سَبِيْلَ الْحَقِّ ؛	12	اب جب کہ ان دونوں نے طے شدہ شرائط کے خلاف راہ حق سے ہٹ کر فیصلہ سنایا ہے تو باوثوق فیصلہ تو خود ہمارے لئے ہمارے اپنے ہاتھوں میں ہے انہوں نے ہمارے معاملہ میں راہ راست کی مخالفت کی ہے۔
وَاَتَيَا بِمَا لَا يُعْرَفُ مِنْ مَّعْكُوْسِ الْحُكْمِ ؛	13	اور ایک الٹا حکم لگا دیا ہے جسے نہ کوئی حکم کی حیثیت دے گا اور نہ اس پر عمل کرے گا۔

تشریحات:

مسئلہ تحکیم پر حضرت علی علیہ السلام نے معترضین کے ہر اعتراض اور ہر سوال کا جواب دے کر انہیں مطمئن کر دیا تھا۔ اور طبری کے بیان کے مطابق یہ دیکھ لیا گیا کہ مسئلہ تحکیم کو آڑ بنا کر دوسری دفعہ بغاوت پر آمادہ لوگ مطمئن بلکہ نادم ہو کر اپنے گھروں اور شہروں کو چلے گئے تھے۔ لیکن معاویہ اور اسکے قریشی دانشور اور مدبرین یہ جانتے تھے کہ حکمین کا فیصلہ کسی ایماندار اور جاہل و عالم شخص کو مطمئن نہیں کر سکتا۔ حضرت علی علیہ السلام کا ایک سال کی مدت دینا ایک ایسی پالیسی تھی جس سے عراق و شام اور ساری مملکت اسلامیہ میں بلکہ مملکت روم و ایران و یونان تک میں معاہدے کی پوزیشن واضح ہوگئی تھی۔ اور ہر مسلم و غیر مسلم یقین سے یہ بات کہہ سکتا تھا کہ حکمین نے معاہدہ کو پس پشت ڈال کر ایک ایسا فیصلہ کیا ہے جو نہ صرف یہ کہ قرآن و عقل و انصاف کا مخالف ہے بلکہ خود ان دونوں میں بھی متفق علیہ نہیں ہے اور انہوں نے علی الاعلان ایک دوسرے کو کُتّا اور لکھا پڑھا گدھا اور غدار قرار دیا ہے۔ لہٰذا معاویہ اور قریشی لیڈروں کو یقین تھا کہ حضرت علی علیہ السلام اُس فیصلے کو تسلیم نہ کریں گے اور دوبارہ جنگ کریں گے اور اس دفعہ انہیں نہ صرف عراق سے پورا تعاون ملے گا بلکہ سارا شام بھی ان کا ہمنوا ہو جائے گا۔ اس لئے وہ یہ چاہتے تھے کہ جس طرح ہم نے قرآن اٹھا کر ان کی فوج میں اختلاف کو بغاوت کی حد تک پہنچا دیا اور انہیں جنگ روکنے اور صلح کرنے پر مجبور کر دیا۔ اُسی طرح حکمین کے قضیے کو ہوا دے کر علیؑ کو قصوروار ثابت کیا جائے یعنی یہ کہا جائے کہ تمہیں حکمین کے متعین کرنے کو قبول نہ کرنا چاہئے تھا۔ جنگ جاری رکھنا چاہئے تھی۔ تم نے حکم منظور کر کے قرآن کا کفر کیا ہے لہٰذا کفر کا اقرار کرو اور پھر کفر سے توبہ کرو۔ اور ظاہر ہے کہ علیؑ نے جو کچھ کیا وہ ہر حیثیت سے حق اور قرآن کے موافق ہے۔ لہٰذا نہ وہ معاہدہ کی خلاف ورزی کر سکتے ہیں نہ یہ مان سکتے ہیں کہ انہوں نے کفر کیا ہے نہ وہ کفر سے توبہ والا مطالبہ مان سکتے ہیں۔ اس طرح تحکیم کے خلاف اٹھنے والی جماعت مستقل طور پر علیؑ سے باغی ہو جائے گی اور پہلے علیؑ کے ساتھ ان کی جنگ ہوگی اور سارے عراق اور مرتضوی حکومت اور رعایا میں مستقل اختلاف و انتشار پھیل جائے گا اور علیؑ اس قوت و ہم آہنگی سے فوج کشی نہ کر سکیں گے۔ جس کی انہیں اور ہمیں آج امید ہے۔ چنانچہ معاویہ کے مدبرین تحکیم کے معاملہ کو برابر ہوا دیتے رہے۔ تحکیم پر نئے نئے اعتراضات کرانے کے لئے مخالفوں کی پارٹیاں تیار کر کے بھیجتے رہے اور پبلک میں اشتعال پھیلانے اور آئندہ جنگ سے ڈرانے کا مشن سارے عراق میں پھیلا دیا۔ جنگ صفین میں جن خاندانوں کے لوگ قتل ہوئے تھے ان کو بددل کرنے کی تمام ہی ترکیبیں اور کوششیں بر سر کار لائی گئیں۔ ضرورت مندوں کو بطور رشوت سیم و زر دیئے جانے کا پہلے سے

Presented by Ziaraat.Com

انتظام تھا قریش کے وہ لوگ جو شروع سے حضرت علی علیہ السلام کے ساتھ نتھی کئے گئے تھے سب مختلف راہوں اور طریقوں سے معاویہ کے لئے کام کرتے چلے آ رہے تھے اور اب زیادہ سرگرمی سے مصروف عمل تھے یعنی صرف چند قبیلوں کے سوا ساری مملکت اسلامیہ کو علیؑ سے توڑ لیا گیا تھا۔ انہیں یقین دلایا جا رہا تھا کہ اگر علیؑ راہ سے ہٹا دیئے جائیں تو ایک دفعہ پھر خلیفہ دوم عمر کا نظام برسر کار لایا جائے گا۔ بیرونی ممالک اور اقوام پر فوج کشی جاری ہوگی لوٹ کے مال کے انبار لگا دیئے جائیں گے غیر مسلم اقوام کی عورتیں، بچے جوان اور بوڑھے تمہاری خدمت کے لئے غلاموں اور کنیزوں کی صورت میں قطار اندر قطار تمہارے پاس آئیں گے۔ دولت و رزق کی فراوانی ہوگی۔ راحت رسانی اور فلاحی منصوبوں کا دور دورہ ہو گا، بڑھو، اٹھو اور علی کو راستے سے ہٹاؤ۔ اس نے سارے عرب کو لڑا لڑا کر تباہ کرنے کی مہم چلا رکھی ہے، دوبارہ جنگ کی تیاری کی جا رہی ہے۔ لوگوں کو اس سے متنفر کرو اور جس طرح ہو سکے تعاون سے باز رکھو۔ تحکیم کے مسئلے پر طرح طرح اعتراض کر کر کے اسے خود کو مشتعل کرو، غصہ دلاؤ تاکہ غیر متوازن اور سخت جواب دینے لگے۔ پھر اُن ناموزوں جوابات کو اُچھالو انہیں بڑھا گھٹا کے موزوں صورت میں پبلک کو سناؤ اور نفرت پھیلاؤ۔ یہ پالیسی حضرت علی علیہ السلام کی زندگی کے آخری سانس تک جاری رہی، سازشوں کا ایک جال سارے ملک میں پھیلا دیا گیا۔ اور حضرت علیؑ کی طرف سے ان کا صحیح دفاع کرنے والا خود حضورؑ کے سوا کوئی نہ تھا۔ چنانچہ انہوں نے خطبہ نمبر 47 ایک سازشی جماعت کو مخاطب فرما کر دیا اور تحکیم پر نئے انداز سے اُٹھنے والے اعتراضات کا جواب اپنے اس خطبہ میں بیان فرمایا۔

2۔ معاویہ اور اس کے مدبرین کی سازش اور مرتضوی لشکر کی بغاوت قرآن کے نام پر صرف جنگ رُکوا سکی۔ لیکن علیؑ نے قرآن سے ان کا منصوبہ تباہ کر دیا۔

قرآن کے مقدس نام پر اور اپنی فوج اور سرداروں کی کثرت کی بغاوت سے حضرت علیؑ علیہ السلام جنگ روکنے پر تو مجبور کئے جا سکے مگر حضرت علیؑ کی سیاسی بصیرت نے معاویہ اور تمام مخالفوں کو قرآن ہی سے اس طرح گھیر لیا کہ ان کے لئے لازم ہو گیا کہ یا تو وہ حق کی طرف پلٹیں یا ساری عمر بلکہ قیامت تک جو کچھ کریں وہ باطل اور بے دینی کی دلیل و ثبوت بنتا چلا جائے۔ اور مودودی جیسے قریش پرست علما اور معاویہ و عمرو بن العاص پر درود وسلام بھیجنے والے ان کے احترام کو واجب قرار دینے والے مورخین و مفسرین معاویہ اینڈ کمپنی کو قیامت تک:

1۔ اللہ و رسولؐ اور اسلام کا باغی اور گمراہ لکھیں۔

2۔ فریب ساز و دھوکے باز و بد دیانت قرار دیں۔

3۔ ان کے تمام اقدامات کو قرآن کا مخالف قرار دیں۔

4۔ انہیں ایامِ جاہلیت یعنی بے دینی کے دَور پر عامل لکھیں۔

5۔ خلافتِ راشدہ کو ختم کر کے قیصر و کسریٰ والی ملوکیت کو قائم کرنے کا جرم عائد کریں۔

6۔ قرآن (حجرات 49/9) سے ان پر قتل و جہاد کا حکم عائد کریں اور پھر بھی بغاوت پر باقی رہیں تو ساری اُمت کو انہیں تہہ تیغ کرنے کا فیصلہ لکھیں (خلافت وملوکیت)

یہ سب کچھ اس لئے ہوا کہ حضرت علی علیہ السلام کا ہر عمل و ہر اقدام حقیقی خلیفہ راشد کا تھا (خلافت وملوکیت) دوسرے الفاظ میں ان کے تمام مدمقابل ومخالفین کا ہر عمل و اقدام باطل پرستانہ اور مخالف قرآن تھا۔ سابقہ خطبہ میں بھی حضرت علیؑ نے معترضین کو متوجہ کیا تھا کہ خود تم ہی نے ضد و بغاوت و

نافرمانی کر کے جنگ رکوائی تھی۔تم ہی نے اپنے پسندیدہ حَکَم مقرر کئے تھے اور اس میں بھی میرا حکم و مشورہ نہ مانا تھا۔تو حکمین کے تقرر میں اور جنگ روکنے میں میری کیا خطا ہے؟ غلطی اور گناہ تم نے کیا اور باز پرس مجھ سے کی جارہی ہے؟ اگر میں نے اس معاہدہ کو اور ان حکمین کو قرآن کا پابند نہ کر دیا ہوتا تو آج ان کا غلط فیصلہ ہرگز غلط نہ کہلا سکتا تھا۔جس طرح تم اس وقت غلط راہ پر تھے آج بھی غلط راستہ پر ہو۔جس طرح تم اس نافرمانی اور گناہ پر پشیمان و نادم ہوئے اور اسے کفر قرار دے رہے ہو اُسی طرح اس وقت جو کچھ کر رہے ہو اس پر نادم و پشیمان ہو گے اور مانو گے کہ تم واقعی بے دین ہو گئے تھے۔لیکن اس دفعہ یہ آخری موقع ہوگا۔اس کے بعد تمہارا ٹھکانہ جہنم ہوگا اور بس۔

3۔ مسئلہ تحکیم کے متعلق تاریخ اسلام مولفہ ذاکر حسین جعفر سے چند بیانات تاکہ قارئین کرام کو صورتحال کا ہر پہلو معلوم ہو جائے

جیسا کہ عرض کیا گیا کہ مورخین نے اصل ذخیرہ میں سے اپنے وقت کی پسند و ناپسند اور ضرورت کے مطابق مواد لکھا ہے۔یعنی پورا ذخیرہ موجود ہوتے ہوئے بعض نے بعض روایات کو ترک کر دیا اور یوں تاریخ مرتب کرنے کے بجائے اپنی پسند اور ناپسند کو مرتب کر کے اس کا نام تاریخ رکھتے چلے آئے۔اس سے اہل حق کو یہ فائدہ ہوا کہ انہیں اہل باطل کے اندازِ فکر و فرار کا پتہ لگتا چلا آیا۔یعنی جن چیزوں کو کسی مورخ نے چھپانا چاہا وہ دوسرے نے منظر عام پر رکھ دیں۔مثلاً تاریخ طبری میں اس حقیقت کو چھُپایا گیا کہ معاویہ اور قریشی لیڈر مل کر حضرت علیؑ کے خلاف ان کی رعایا اور سرداروں کو رشوت دیتے اور اغوا کرتے تھے تو دوسرے مورخین نے یہ راز کھول دیا سنئے:

1) جنگ رکوانے کے لئے قرآن اُٹھانا کافی نہ ہوتا اگر معاویہ کی طرف سے رشوت ستانی نہ ہوئی ہوتی۔

''صبح ہوگئی، جمعہ کا دن ہے۔لڑائی نہ تھمی دوپہر تک ہوتی رہی مالک اشتر مارتے ہوئے مخالفین کی لشکرگاہ تک جا پہنچے، علیؑ مرتضیٰ نے ان کی مدد کا سلسلہ جاری رکھا۔اس حملہ سے معاویہ کی فوج بھاگنے پر آمادہ ہوگئی۔اور معاویہ کو سخت تشویش ہوئی۔عمرو عاص سے کہا کہ ''کوئی تدبیر کرو نہیں تو اگر تھوڑی دیر ایسی ہی لڑائی اور رہی تو کہیں ہمارا نشان نہ ملے گا''

عمرو عاص کو اور تو کچھ بن نہ آیا یہ چال چلا کہ جتنے قرآن مجید سپاہیوں کے خیموں میں دستیاب ہوئے، جن کی تعداد بروایت مسعودی پانچ سو تھی، نیزوں پر باندھ کر بلند کرا دیئے۔اور بہ آوازِ بلند کہلوانا شروع کیا کہ ''یہ کلام اللہ ہمارے اور تمہارے درمیان ہے'' مدعا یہ تھا کہ اے مسلمانوں میں تم کو دین کی طرف بلاتا ہوں یعنی میری لڑائی شرعی غرض سے ہے۔تمہیں اختیار ہے کہ اسے مانو یا نہ مانو۔اس پر اشعث بن قیس نے جسے بروایت حبیب السیر وروضۃ الصفا معاویہ نے بھاری رقم رشوت میں بھیجی تھی اور اکثر قبیلے اس کے تابع تھے اور بعض دیگر سرداران سپاہ نے جو معاویہ سے رقمیں رشوت لے چکے تھے تیراندازی بند کر دی۔اور علیؑ مرتضیٰ سے کہا کہ قرآن مجید کو ماننا چاہئے۔

علیؑ مرتضیٰ نے کہا کہ ''اے بندگانِ خدا تم اپنے حق پر دشمنوں سے لڑے جاؤ۔کیونکہ معاویہ و عمرو العاص اور ابن ابی معیط اور ابن ابی سرح، حبیب اور ضحاک یہ لوگ دیندار اور صاحبِ قرآن نہیں ہیں۔میں اِن کو خوب جانتا ہوں۔انہوں نے فریب دینے کے لئے قرآن نیزوں پر بلند کیا ہے''۔

ان لوگوں نے کہا کہ ''ہم کتاب اللہ کی طرف بلائے جاتے ہیں کیوں کر اجابت نہ کریں؟

علیؑ مرتضیٰ نے کہا:''میں ان سے اس واسطے سے لڑتا ہوں کہ یہ دیندار ہو جائیں۔کیونکہ انہوں نے کتاب اللہ کو چھوڑ رکھا ہے'' اس وقت مسعود بن فدک تمیمی اور زید بن حصین طائی بولے کہ آپ کو قرآن سے انکار نہ کرنا چاہئے۔ورنہ ہم آپ کو مخالفین کے حوالے کر دیں گے یا

Presented by Ziaraat.Com

جو حال ہم نے عثمان کا کیا ہے وہی آپ کا کریں گے۔ جناب امیرؑ نے فرمایا کہ اگر تم کو میری اطاعت منظور ہے تو جنگ کرو اور اگر منظور نہیں تو جو تمہارے جی میں آئے وہ کرو۔ اس موقع پر طرفداران جناب امیرؑ میں سے جو لوگ حضرتؑ سے منحرف ہو گئے وہ خارجی کے نام سے مشہور ہوئے۔ ان خارجیوں نے علیؑ مرتضیٰ سے کہا کہ مالک اشتر کو بھی لڑائی سے روک دو۔ مالکؒ اس وقت بڑی تاک میں تھے۔ اور دشمنوں کے پاؤں اٹھتے ہوئے دیکھ رہے تھے۔ علیؑ مرتضیٰ نے یزید بن ھانی کو مالک کے پاس بھیج کر کہلوایا کہ ''واپس آ کہ یہاں نیا فتنہ کھڑا ہو گیا'' مالک نے اپنی دُھن میں کچھ نہ سنی۔ اس پر خارجیوں نے آپ کو گھیر لیا اور کہا کہ یا تو آپ مالکؒ کو بلائیں ورنہ ہم آپ کو معزول کر دیں یا ابھی مار ڈالیں گے۔ علیؑ مرتضیٰ کے قاصد نے جب یہ حالات مالکؒ کو سنائے تو وہ علیؑ مرتضیٰ کے پاس چلے آئے اور خارجیوں اور خصوصاً اشعث بن قیس سے اس فریب کے متعلق بڑی لمبی گفتگو کی۔ مگر کچھ اثر نہ ہوا۔ پھر اشعث بن قیس علیؑ مرتضیٰ کی اجازت سے معاویہ کے پاس گیا اور کہا کہ تم نے قرآن شریف کو کس وجہ سے بلند کیا ہے؟ اس نے کہا تا کہ تم اور ہم دونوں اس بات پر رجوع کریں کہ جس کا اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں حکم دیا ہے۔ ایک آدمی کو تم اپنی طرف سے حَکم مقرر کرو اور ایک کو ہم اپنی طرف سے مقرر کریں۔ وہ دونوں منصف ہو کر کتاب اللہ کے موافق جو حکم دیں ہم دونوں پر واجب العمل ہو۔ اشعث نے کہا کہ یہ بات درست ہے۔ اور علیؑ مرتضیٰ کے پاس آ کر سب کو اس تجویز سے آگاہ کیا۔ معاویہ نے بھی اپنی طرف سے حبیب بن مسلمہ کو یہی پیغام دے کر بھیجا۔ لوگ اس پر رضا مند ہو گئے شامیوں نے عمرو عاص کو اپنا حَکم مقرر کیا۔ اور اشعث وخوارج نے ابوموسیٰ اشعری کو۔ مگر علیؑ مرتضیٰ ابوموسیٰ کی تقرری سے ناخوش ہوئے۔ خوارج نے کہا کہ ہم اس کے سوا کسی اور سے راضی نہیں۔ آپ نے فرمایا وہ شخص ثقہ نہیں ہے۔ کیونکہ مجھ سے جدا ہو کر اور لوگوں کو مجھ سے جدا کر کے بھاگ گیا تھا۔ اور آخر کئی ماہ کے بعد اس کو میں نے امن دیا۔ مگر پھر بھی مجھ سے ہمیشہ دشمنی رکھتا رہا ہے۔ اور بے عقل بھی ہے۔ اس کے مقابلے میں عمرو عاص مکار ہے۔ بہتر ہے کہ عبداللہ ابن عباس کو اس کام پر مقرر کیا جائے۔ خوارج نے کہا کہ وہ آپ کے چچا کا بیٹا بھائی ہے۔ اور ہم ایسا شخص چاہتے ہیں جس کو آپ سے اور معاویہ سے نسبت برابر ہو۔ علیؑ مرتضیٰ نے کہا کہ مالکؒ اشتر کو مقرر کر دو۔ مگر بروایت اعثم کوفی وغیرہ اشعث، عبداللہ بن الکواء اور حصین وغیرہ نے، بایں وجہ کہ معاویہ وعمرو عاص سے وعدے وعید کر لئے تھے۔ 2 ابوموسیٰ ہی کے حکم مقرر کرنے پر اصرار کیا۔ 3 مجبور ہو کر آپ نے فرمایا کہ ''جب تم میری مانتے ہی نہیں تو جو چاہو سو کرو'' اس کارروائی کے بعد لڑائی بند ہوگئی'' (تاریخ اسلام ایس ذاکر حسین جعفر جلد سوم صفحہ 204-206)

2) ذاکر حسین کے تشریحی حاشیئے۔ اس بیان پر مولف نے تین تشریحی حاشئے لکھے ہیں جن سے صورت حال پر مزید روشنی پڑتی ہے۔

پہلا حاشیہ: ''یہاں بعض عیسائی مورخین کی تحریر قابل غور ہے۔ گبن لکھتا ہے کہ امیر شام بھاگنے کا تہیہ کر رہا تھا لیکن یہ یقینی فتح فوج کے جوش اور نافرمانی کی بدولت علیؑ کے ھاتھ سے چھین لی گئی۔ علیؑ مجبور ہوئے کہ اس پُر توہین صلح اور عیارانہ فیصلہ کو منظور کر لیں وہ رنج وحقارت آمیز غصہ سے کوفہ واپس آئے۔ ایرونگ کہتا ہے کہ اشترؒ شامیوں کو دباتا ہوا خیموں کے قریب لے جا رہا تھا۔ کہ شامیوں نے نیزوں پر قرآن بلند کر دیئے۔ علیؑ کے سپاہیوں نے تلواریں پھینک دیں۔ علیؑ نے ان سے کہا کہ یہ فریب ہے اور لڑائی پر آمادہ کیا لیکن انہوں نے انکار کر دیا۔ اشترؒ کو بلایا گیا جس وقت کہ اس کی تلوار سے خون ٹپک رہا تھا۔ اور کہتا جاتا تھا کہ اُسے شاندار فتح سے دھوکہ دے کر روکا گیا ہے جرجی زیدان تمدن اسلام میں لکھتے ہیں کہ قریب تھا کہ علیؑ کے طرفدار معاویہ کے لشکر کو روند ڈالیں۔ عمرو بن العاص نے ایک ایسا حیلہ پیش کیا

Presented by Ziaraat.Com

کہ جس کے سبب سے خلافت اہل بیتؑ کے ہاتھ سے نکل گئی۔اور بنی امیہ نے من مانی مراد پائی، حیلہ یہ تھا کہ جب معاویہ کی فوج شکست کھانے کے قریب پہنچی تو عمرو عاص نے حکم دیا کہ قرآن شریف نیزوں پر بلند کرکے صلح کی استدعا کی جائے۔چنانچہ نیزوں پر قرآن شریف دیکھ کر حضرت علیؑ کی فوج کے لوگ دھوکا کھا گئے اور خود حضرت علیؑ سے التوائے جنگ کے لئے اصرار کرنے لگے۔ناچار حضرت علیؑ کو جنگ ملتوی کرنی پڑی'' (ایضاً صفحہ 205 حاشیہ)

دوسرا حاشیہ رشوت کی مقدار۔

دوسرا حاشیہ معاویہ اور اشعث وغیرہ میں ابوموسیٰ کے تقرر پر اصرار کی وجہ بتاتے ہوئے لکھا ہے کہ:''اس کے ثبوت میں ناظرین کو روضۃ الصفا میں معاویہ کا اشعث سے ایک لاکھ درہم کا وعدہ اور اعثم کوفی میں خالد بن معمر کو امیر خراسان بنانے کا پیغام۔اور جرجی زیدان کی کتاب تمدن اسلام میں یہ مضمون ملے گا کہ معاویہ علیؑ کے دوستوں کو اپنے ساتھ ملانے کے لئے طرح طرح کی چالیں چلتا تھا۔

تیسرا حاشیہ ابوموسیٰ کی پوزیشن پر۔

امیر علی اپنی تاریخِ اسلام میں لکھتے ہیں کہ''ابوموسیٰ جناب امیر سے پوشیدہ دشمنی رکھتا تھا۔اس وقت گوشہ نشینی اختیار کئے ہوئے تھا۔اور کسی امر میں دخل نہ دیتا تھا۔ابوموسیٰ کو پیغام بھیج کر علیؑ مرتضیٰ کی لشکرگاہ میں بلایا گیا'' (تاکہ حَکَم کی ڈیوٹی سنبھالے) (ایضاً صفحہ 205-206)

3) ذاکر حسین کے بیان پر ہماری تشریحی وتنقیدی نظر۔

اول قرآن بلند کرنے کی چال اتفاقی اور حادثاتی یا فوری نہ تھی بلکہ خود عمرو عاص نے کہا تھا کہ میں نے یہ چال ایسے ہی خطرناک وقت کے لئے پہلے سے سوچ رکھی تھی۔

ایک تاریخی لطیفہ حضرت رضی رضی اللہ عنہ اور شیخ مفید مرحوم کا واقعہ۔

یہ معلوم ومشہور ہے کہ شیخ مفید کے درس میں شیعہ، سنی اور بچے اور جوان سب ہی آیا کرتے تھے اس لئے درس وتدریس کے دوران مذہبی چھیڑ چھاڑ اور طنز منع تھا۔ایک مرتبہ حضرت رضی رضی اللہ عنہ نے شیخ کے ایک صرف ونحو کے سوال پر جو جواب دیا اس سے خلیفہ دوم کی قلبی حالت اور حضرت علی علیہ السلام سے دشمنی کا بیان ہوتا ہے۔اس لئے شیخ کو غصہ آیا اور ڈنڈا لے کر مارنے کو چلے جناب رضیؒ نے ایک ایسی آیت پڑھ دی جس سے ہر بالغ آدمی کو فوراً سجدہ کرنا پڑتا ہے۔شیخ سجدہ میں گر گئے۔سجدہ کے بعد پھر رضی صاحب کی طرف بڑھے انہوں نے ایک اور آیت پڑھ دی۔یوں جب کئی مرتبہ شیخ صاحب کو سجدہ کرنا پڑا تو سمجھ میں آیا کہ اس بچہ کو مارنا ممکن نہیں۔وعدہ کیا کہ میں اب کچھ نہ کہوں گا۔یہ بتاؤ کہ تمہیں یہ ترکیب کس نے بتائی ہے؟ آپ نے فرمایا کہ آپ ہی نے تو بتایا تھا کہ سجدہ کی آیات سنتے اور پڑھتے ہی ہر بالغ شخص پر فوری سجدہ لازم ہوجاتا ہے۔میں نے اسی وقت سوچ لیا کہ اگر مجھے کسی آدمی کو فوراً سجدہ میں گرانے کی ضرورت پڑے گی تو یہ آیات میرے کام آئیں گی۔لہٰذا میں نے تمام آیات فوراً یاد کرلی تھیں۔استاد نے بچے کی ذہانت وفطانت کی داد دی، پیار کیا اور سارا مجمع اس روز کے بعد خصوصی احترام کرنے لگا۔

لہٰذا عمرو بن العاص عرب کے چار دُہات میں سے ایک تھا۔اس نے وہ تمام حیلے اور مکر سوچ سمجھ کر ذہن میں رکھے ہوئے تھے جن سے کام لے کر وہ اپنے گردوپیش کے دانش وروں کو زِک دے سکتا تھا۔اور معاویہ خود بھی اُن چار حرامزادوں میں سے ایک تھا مگر مانتا تھا کہ عمرو عاص اُس سے بڑھ کر حاضر دماغ اور مکروفریب یا ڈپلومیسی میں طاق ہے۔دوم۔یہ غلط تصور ہے کہ معاویہ نے میدانِ صفین میں اشعث یا کسی اور کو رشوت

Presented by Ziaraat.Com

دی تھی۔ صحیح یہ ہے کہ وہ عرصہ دراز سے حضرت علیؑ کے اردگرد کے بااثر لوگوں کو اپنے ساتھ ملائے ہوئے تھا اور انہیں بڑی چھوٹی رقوم پہنچاتا رہتا تھا۔ رہ گیا اشعث بن قیس کندی وہ تو خود قریش کا حلیف اور ابوبکر بن ابوقحافہ خلیفہ اول کا بہنوئی تھا۔ اور حضرت علی علیہ السلام کو خلافت وحکومت سے دور رکھنے کی سازش کا سرگرم وسرکردہ ممبر تھا۔ اسے رشوت نہیں بلکہ عطیات دیئے جاتے تھے۔ یہ سمجھ لینا چاہیے کہ حضرت علیؑ کے گردو پیش رہنے والے تمام قریشی لوگ اس سازش کے ممبران یا اُس کے معاون تھے۔ خواہ عبداللہ بن عباس ہو یا کوئی اور اور ان میں کسی کو حضرت علی علیہ السلام کا ہمدرد سمجھنا اس وقت صحیح ہے جب یہ ثابت ہو جائے کہ اس نے مرتے وقت تک وفاداری کی تھی۔ رہ گئے قریشی تاریخ کے افسانے وہ سب غلط ہیں۔ مثلاً عبداللہ بن عباس کے لئے چچازاد بھائی لکھنا یا یہ کہ حضرت علیؑ نے اُسے حکم بنانا چاہا تھا۔ یہ سب قریشی بکواس ہے۔ یہ دوسری بات ہے کہ بعض یتیم قسم کے علمائے شیعہ بھی قریشی فراڈ کو صحیح مانتے مر گئے۔ ہم نے قریشی تاریخ کو جُلّاب دے کر اس کا پوسٹ مارٹم کر دیا ہے۔ اور ان کے تمام افسانوں کی قلعی کھول دی ہے۔ ہم قریش کو اور قریش کی مرتب کردہ تاریخ وتفسیر وکتب حدیث کو عدالت کے معیار پر پرکھ کر قبول کرتے ہیں۔ ہمارے پاس اسلام کا حقیقی اور معصومؑ ریکارڈ ہے۔ ہمیں قریش فریب نہیں دے سکتے۔ البتہ ہم انہیں فریب دیتے رہے ہیں۔ ہم ہی نے ان کی حکومت کی اینٹ سے اینٹ بجائی تھی۔ پھر تاریخ اسلام کا بیان مسلسل کر لیجئے۔ وہ معاہدہ کو تحریری صورت دینے پر بات کرتے ہیں۔

4) معاہدہ حکمین کو تحریری صورت دینا۔

''دونوں حَکم حضرت علیؑ مرتضیٰ کے پاس آئے۔ جناب امیرؑ کے کاتب عبداللہ بن ابی رافع اور معاویہ کے کاتب عمیر بن عباد کلبی نے اقرار نامہ اس طرح لکھنا شروع کیا ''بسم اللہ الرحمٰن الرحیم یہ وہ اقرار نامہ ہے جس پر فیصلہ کیا امیر المومنین علیؑ مرتضیٰ نے'' ابھی اتنی عبارت لکھنے پائے تھے کہ عمرو عاص نے کہا کہ تمہارے امیر ہیں ہمارے امیر نہیں۔ اس پر جھگڑا ہو کر قرار پایا کہ امیر المومنین نہ لکھا جائے۔ یہ حال دیکھ کر حضرت علیؑ مرتضیٰ نے کہا کہ ''اللہ اکبر۔ یہ قضیہ مثلِ قضیہ حدیبیہ کے ہے۔ صلح حدیبیہ کے دن جب میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے اقرار نامہ لکھنے بیٹھا تو میں نے اس میں محمد رسوؐل اللہ لکھا تھا۔ کفار نے کہا کہ آپ رسوؐل اللہ نہیں ہیں۔ صرف اپنا اور اپنے باپ کا نام لکھئے۔ اُس وقت رسوؐل اللہ صلعم نے یہ لفظ اپنے ہاتھ سے مٹا دیا اور مجھ سے فرمایا کہ ''تم کو بھی ایسا ہی معاملہ پیش آئیگا'' اور تم کو ماننا پڑے گا'' عمرو عاص نے کہا کہ ''سبحان اللہ آپ ہم کو کفار سے تشبیہ دیتے ہیں حالانکہ ہم مسلمان ہیں'' علیؑ مرتضیٰ نے کہا کہ ''اے نابغہ کے بیٹے کس روز فاسقوں کی خیر خواہی اور مومنوں کی دشمنی تجھ سے ظاہر نہیں ہوئی؟'' عمرو نے کہا کہ ''قسم بخدا میں پھر آپ کی مجلس میں کبھی نہ آؤں گا''

جنابؑ امیر نے کہا کہ:

''میں خدا سے چاہتا ہوں کہ میری مجلس تجھ سے اور تیرے ہم خیالوں سے ہمیشہ پاک وصاف رہے'' اس کے بعد اقرار نامہ اس طرح لکھنا شروع ہوا:

''یہ اقرار نامہ علیؑ بن ابی طالبؑ اور ان کے ہمراہیان کوفہ اور معاویہ بن ابی سفیان اور اس کے ہمراہیان شام کی طرف سے ہے۔ ہم فریقین اقرار کرتے ہیں کہ ہم خدا کے حکم اور اس کی کتاب کے موافق عمل کریں گے۔ کتاب اللہ کے سوا کوئی چیز ہمیں متفق نہ کرے گی۔ کتاب خدا ابتدا سے انتہا تک ہمارے درمیان ہے۔ جس کو وہ زندہ کرے اس کو ہم زندہ کریں گے۔ جس کی موت کا فتویٰ دے ہم اس کے مارنے میں کوشش کریں گے۔ یہ دونوں حکم ابوموسیٰ اشعری اور عمرو عاص جو کچھ کتابِ خدا میں پائیں ہم اس پر عمل کریں گے۔ اور اگر کسی امر کی تصریح کتابِ خدا میں نہ پائیں گے تو سنتِ رسوؐل پر کاربند ہوں گے جو جامع اور غیر مفترق ہے۔ اور اگر یہ دو حکم قرآن اور سنت

Presented by Ziaraat.Com

کے موافق عمل نہ کریں تو امتِ رسوؐل اس حکم سے بیزار ہو جائے۔اور ان کے خون اور مال کو مباح جانے'' (حبیب السئیر)

''اس وقت اپنے اپنے گھروں کو پھر جائیں۔آئندہ ماہ رمضان میں دومۃ الجندل کے قریب مقام اذرح میں یہ دونوں حکم آئیں اور وہاں چار سو آدمی حضرت علیؑ کی طرف سے اور چار سو حضرت معاویہ کی طرف سے جملہ آٹھ سو آدمی اور جمع ہوں۔عبداللہ بن قیس یعنی ابوموسیٰ اشعری اور عمرو بن العاص تنہائی میں بحث کریں ان کی رائے علیؑ یا معاویہ میں سے جس کی نسبت قائم ہو وہی امیر المومنین قرار پاوے۔اور اگر ان حکموں کی رائے ان دونوں میں سے کسی پر نہ جمے تو آٹھ سو آدمی جو موجود ہیں ان کی کثرت رائے سے کوئی دوسرا امیر المومنین مقرر کیا جائے۔یہ آٹھ مہینے کی مدت انتہائی معیادِ زمان حکم کی ہے۔اس مدت میں اگر اعمال کر کے مہم خلافت کا فیصلہ نہ کریں تو فریقین کو امر محاربہ (جنگ) میں اختیار حاصل ہوگا۔اور جو کوئی اس معاملہ میں مرتکب خلاف اور ظلم کا ہووے امت کو اس کے شر کے دفع کرنے میں اتفاق کرنا چاہئے''

دونوں حکموں نے علیؑ مرتضیٰ اور معاویہ اور لشکرِ فریقین سے اس مضمون کے وثیقے لکھوا لئے کہ ہم سے اور ہمارے اہل وعیال سے کوئی معترض نہ ہو اور دونوں فریق ہمارے فیصلے پر معاون رہیں۔ابوموسیٰ اور عمرو عاص سے یہ عہد و پیمان لیا گیا کہ وہ ایسا فیصلہ کریں جو ان فریقوں میں لڑائی اور تفرقہ کا موجب نہ ہو۔یہ اقرار نامہ 13 صفر 37ھ یوم چہار شنبہ کو تحریر ہوا۔حسنؑ و حسینؑ عبداللہ بن عباس، عبدؓ اللہ بن جعفرؓ، اشعث بن قیس، شریح بن ھانی، عدی بن حاتم، حجر بن عدی، عبداللہ بن طفیل، سفیان بن ثور، عروہ بن عامر، عبداللہ بن حجر، خالد بن معمر نے علیؑ کی طرف سے دستخط کر کے وثیقہ معاویہ کے حوالے کر دیا۔اور اسی وثیقہ کی نقل پر عتبہ بن ابوسفیان، عبدالرحمٰن بن خالد بن ولید، یزید بن اُسید، ابوالاعور، حصین بن نمیر، حمزہ بن مالک، بشر بن ارطاۃ، نعمان بن بشیر، مخارق بن الحارث نے دستخط کر کے علیؑ کے حوالے کر دیا۔مالکؓ اشترؓ نے اس اقرار نامہ پر دستخط نہ کئے تو اشعث بن قیس اور بعض دیگر خوارج نے نہایت زور دیا کہ مالکؓ بھی ضرور دستخط کرے مگر مالکؓ نے پھر بھی دستخط نہ کئے۔نوبت جنگ پہنچنے کو تھی کہ جناب امیر نے مالکؓ کو دھیما کیا۔اور جو جو ضرر اشعث کی اولاد سے اہل بیت کو پہنچنے والا تھا اس سے مالکؓ کو خبر دی۔(حبیب السئیر وروضۃ الصفاء)

اب طرفین کے لوگ میدان جنگ سے روانہ ہونے لگے۔خارجیوں نے اس صلح پر بھی شور مچایا اور کہا کہ:۔

''علیؑ نے حکم پر رضامندی ظاہر کی تب وہ مسلمان نہیں رہا۔اللہ جو حکم دیتا وہی ٹھیک تھا۔ان الحکم الا للہ۔لڑائی سے فیصلہ کر لیا جاتا عمرو اور ابوموسیٰ کیا فیصلہ کریں گے؟'' علیؑ مرتضیٰ نے کہا کہ:۔

''تم لوگوں نے نیزوں پر قرآن دیکھ کر مجھ کو مجبور کیا اور اب کہتے ہو کہ حکم کیوں مقرر کئے گئے؟'' غرض یہ لوگ وہیں سے علیؑ مرتضیٰ سے علیحدہ ہو گئے اور کوفہ میں آپ کے ہمراہ نہ آئے بلکہ آپ سے علیحدہ ہو کر حروراء میں اُترے جو کوفہ کے باہر ایک گاؤں ہے۔اسی وجہ سے خوارج حروریہ بھی کہلاتے ہیں۔ان کی جمعیت بارہ ہزار تھی۔بروایت مسعودی شبیب بن ربعی تمیمی کو اور بروایت ابن خلدون شبث بن عمرو التمیمی کو امیر جنگ اور عبداللہ بن الکواء لیشکری کو امام نماز مقرر کر کے حروراء میں رہنے لگے۔صفین سے واپسی کے وقت راستہ میں عبداللہ بن ودیعۃ الانصاری جناب امیرؑ سے ملے اور کہا کہ اکثر لوگ آپ پر اعتراض کرتے ہیں کہ آپؑ نے بقیہ اطاعت شعاروں کے ساتھ دشمنوں سے جنگ کیوں نہیں کی؟ فتح پاتے یا شہید ہو جاتے۔نافرمانوں کی پرواہ نہ کرتے۔حضرتؑ نے فرمایا کہ حسنؑ و حسینؑ شہید ہو جاتے اور نسل پیغمبرؐ قطع ہو جاتی۔اور یہ مجھے منظور نہ ہوا۔حسنینؑ کے بعد عبداللہ بن جعفر اور محمد بن حنفیہ بھی شہید ہو جاتے۔اب میں کسی جنگ میں

Presented by Ziaraat.Com

انہیں ساتھ نہ لے جاؤں گا (کامل ابن اثیر۔مطالب السؤل۔ارجح المطالب) الغرض عہد نامہ لکھے جانے کے بعد علیؑ نے کوفہ کواور معاویہ نے دمشق کو مراجعت کی۔(مسلسل عنوان کے ساتھ لکھا ہے کہ:)

''کشتگانِ صفین

''ابوالفداء صاحب حبیب السیئر وغیرہ نے لکھا ہے کہ صفین میں نوے(90) لڑائیاں ہوئیں۔ایک سودس روز تک صفین میں فریقین کا قیام رہا۔شام کے پینتالیس ہزار(45000) عراق کے پچیس ہزار(25000) جن میں چھبیس(26) بدری تھے مارے گئے۔صاحب ترجمہ مستقصٰی نے لکھا ہے کہ صفین میں جنابؑ امیر کی طرف سے چالیس ہزار (40000) اور معاویہ کی طرف سے اسی ہزار(80000) مارے گے۔روضۃ الصفا کی ایک روایت کے موافق جناب امیرؑ کے ستر ہزار(70000) اور معاویہ کے ایک لاکھ بیس ہزار(1,20,000) آدمی قتل ہوئے۔جو سمجھ میں نہیں آتا جب تک روضۃ الصفاہی کی اس روایت کو صحیح نہ مانیں جس میں لکھا ہے کہ معاویہ ایک لاکھ ساٹھ ہزار آدمی میدان میں لایا تھا۔یافعی نے کل کشتوں کی تعداد ساٹھ ہزار لکھی ہے۔ابن سیرین سے ستر ہزار کی روایت ہے۔عقد الفرید میں پچاس ہزار شامی اور بیس ہزار عراقی کل ستر ہزار مقتول لکھے ہیں۔مسعودی کے موافق صفین میں ستر ہزار شامی اور پچیس ہزار عراقی مارے گئے۔وہ لکھتا ہے کہ جناب امیر کے ساتھ کل صحابہ رسولؐ کی تعداد دو ہزار آٹھ سو تھی۔جن میں ایک سو ستاسی بدری اور نو سو بیعت رضوان کرنے والے صحابہ تھے۔پھر لکھتا ہے کہ بعض کے موافق اس ایک سو دس دن کے قیام میں نوے ہزار شامی اور بیس ہزار عراقی کل ایک لاکھ دس ہزار مقتول ہوئے۔پھر کہتا ہے کہ بعض کے نزدیک ڈیڑھ لاکھ(150000) سپاہی اور کم سے کم ڈیڑھ لاکھ نوکر چاکر کل تین لاکھ سے زیادہ شامی اور ایک لاکھ بیس ہزار عراقی علاوہ نوکروں کے موجود تھے۔لیکن ابی مخنف وغیرہ نے پینتالیس ہزار شامی اور پچیس ہزار عراقی کل ستر ہزار تعداد مقتولوں کی بتائی ہے۔ذیل میں طرفین کے مشہور مقتولوں کے نام درج کئے جاتے ہیں۔

جناب امیر کی طرف سے:

1۔عمار یاسرؓ۔2۔اویسؒ قرنی۔3۔خزیمہ بن ثابت۔4۔عبداللہ بن بدیل خزاعی۔5۔اوران کے بھائی عبدالرحمٰن۔6۔ھاشم بن عتبہ (انہیں مرقال بھی کہتے ہیں) بن ابی وقاص۔7۔ابوالھیثم بن الیتھان نقیب رسولؐ اللہ۔8۔عبداللہ بن حارث طائی عابد۔9۔عبید بن الیتھان۔10۔جندب بن زہیر ازدی۔11۔سہیل بن عمرو انصاری۔12۔ابو عمرہ انصاری۔حذیفہ بن الیمان کے دو بیٹے۔ 13۔صفوان بن حذیفہ بن الیمان اور۔14۔سعد بن حذیفہ بن الیمان۔15۔یعلٰی بن منبہ یہ جنگ جمل میں عائشہ کے ساتھ تھا اور صفین میں حضرت علیؑ کی طرف سے شہید ہوا۔16۔عبداللہ بن الحارث نخعی برادر مالکؓ اشتر۔

معاویہ کی طرف سے مرنے والے:

عبیداللہ بن عمر۔2۔ذوالکلاح حمیری۔3۔حابس بن سعد طائی۔4۔حوشب بن ذی ظلیم۔ابن الاثیر اور ابن خلدون نے لکھا ہے کہ شمر ذی الجوشن بھی معاویہ کے ہمراہ ہو کر لڑا تھا مگر مارا نہیں گیا تھا۔(ایضاً صفحہ 206-208)۔

7) معاہدہ پر غور طلب باتیں۔

صلح نامہ کا وہ حصہ جسے ذاکر حسین نے یہ کہہ کر درج کیا ہے کہ: ''صلح نامہ میں یہ بھی لکھا گیا''

Presented by Ziaraat.Com

پہلے حصہ کی تحریر سے باطل ہو جاتا ہے اور ثابت ہو جاتا ہے کہ بعد میں لکھے جانے والا مضمون عرصہ دراز بعد حکمین کو حق بجانب دکھانے کی غرض سے ایجاد کیا گیا ہے۔ یہ سوچنے کی بات ہے کہ جب حکمین کو قرآن پر عمل کرنے اور قرآن سے فیصلہ نکالنے کا پابند کر دیا گیا تو وہ مجبور تھے کہ جو حکم اور فیصلہ قرآن میں ملے اسے دونوں فریق کو سنا دیں۔ خواہ وہ کسی کے حق میں مفید ہو یا مضر ہو۔ خواہ اس میں کسی فریق کے ساتھ جنگ کرنے کا حکم نکلے یا صلح برقرار رہنے کا فیصلہ ہو۔ اس صورتِ حال کے بعد یہ کہنا سو فی صد غلط ہے کہ:۔

''ابوموسیٰ اور عمرو بن العاص سے یہ عہد و پیمان لیا گیا کہ وہ ایسا فیصلہ کریں جو ان فریقوں میں لڑائی اور تفرقہ کا موجب نہ ہو''

معلوم ہوا کہ معاویہ نے اپنی تیار کرائی ہوئی تاریخ میں یہ بعد کا مضمون بڑھوا دیا تھا۔ ورنہ تمام معتبر ترین کتابوں میں یہ سب کچھ نہیں ہے۔ اس میں تو کھل کر خلیفہ بنانے اور معزول کرنے کے اختیارات حکمین کو دیئے گئے ہیں۔ اگر معاہدے میں یہ اختیارات دیئے گئے ہوتے تو علامہ مودودی یہ نہ لکھتے کہ:

''اور معاہدہ تحکیم کی رو سے دونوں صاحبوں کو سپرد یہ کام سرے سے کیا ہی نہیں گیا تھا کہ وہ خلافت کے مسئلہ کا جو فیصلہ بطورِ خود مناسب سمجھیں کر دیں'' معاہدہ میں جس بات کا حکمین نے فیصلہ کرنا تھا وہ سراسر نظر انداز کر دی گئی تھی۔ مودودی سے سنئے:۔

''لیکن دومۃ الجندل میں جب دونوں حکم مل کر بیٹھے تو سرے سے یہ امر زیر بحث ہی نہ آیا کہ قرآن وسنت کی رو سے اس قضیہ کا فیصلہ کیا ہو سکتا ہے؟ قرآن میں صاف حکم موجود تھا کہ مسلمانوں کے دو گروہ اگر آپس میں لڑ پڑیں تو ان کے درمیان اصلاح کی صحیح صورت طائفۂ باغیہ کو راہِ راست پر آنے کیلئے مجبور کرنا ہے۔ حضرت عمارؓ کی شہادت کے بعد نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی نصِ صریح نے متعین کر دیا تھا کہ اس قضیے میں طائفۂ باغیہ کون سا ہے'' (خلافت وملوکیت صفحہ 140-141)

اس سے پہلے مودودی نے فیصلہ کر دیا تھا کہ:

''اس سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی دی ہوئی اس خبر کا راز کھل گیا کہ حضرت عمارؓ یاسر کو ایک باغی گروہ قتل کرے گا۔ اور اس سے یہ بات ظاہر ہوگئی کہ حضرت علیؑ حق پر ہیں اور حضرت معاویہ باغی ہیں'' (ایضاً صفحہ 138)

معلوم ہوا کہ نہ جھگڑا خلافت سازی پر تھا۔ نہ معاویہ نے اپنی خلافت کا اعلان کیا تھا نہ حضرت علیؑ کی خلافت کو باطل و ناجائز قرار دیا تھا۔ بلکہ انہوں نے خونِ عثمان کی آڑ میں برحق خلیفہ وقت کے خلاف بغاوت کی تھی اور ملک کے بہت بڑے حصے کو باغی کر کے غصب کر لیا تھا۔ چنانچہ ابوالاعلیٰ مودودی لکھتے ہیں کہ:

''حضرت عمار کی شہادت کو یہ معلوم کرنے کے لئے علامت قرار دے لیا تھا کہ فریقین میں سے حق پر کون ہے اور باطل پر کون۔ ابوبکر جصاص قاضی ابوبکر بن العربی اپنی کتاب احکام القرآن میں لکھتے ہیں کہ:

''علیؑ بن ابی طالبؑ رضی اللہ عنہ نے باغی گروہ کے خلاف تلوار سے جنگ کی اور ان کے ساتھ وہ اکابر صحابہ اور اہل بدر تھے جن کا مرتبہ سب جانتے ہیں۔ اس جنگ میں وہؑ حق پر تھے اور اس میں اس باغی گروہ کے سوا جو ان سے برسر جنگ تھا اور کوئی بھی انؑ سے اختلاف نہ رکھتا تھا'' (خلافت وملوکیت صفحہ 137) اس سے پہلے لکھا تھا کہ:

''آگے چل کر قاضی صاحب آیت فَقَاتِلُوا الَّتِیْ تَبْغِیْ حَتّٰی تَفِیْٓءَ اِلٰٓی اَمْرِ اللّٰهِ (چنانچہ فرقہ باغیہ سے اس وقت تک جنگ کرو جب

Presented by Ziaraat.Com

تک وہ اللہ کے حکم پر واپس نہ آجائے)(الحجرات۔9) کی تفسیر پر کلام کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ:

''حضرت علیؑ نے ان حالات میں اسی آیت کے مطابق عمل کیا تھا۔انہوں نے ان باغیوں کے خلاف جنگ کی جو امام پر اپنی رائے مسلط کرنا چاہتے تھے۔اور ایسا مطالبہ کررہے تھے جس کا انہیں حق نہ تھا''(ایضاً صفحہ 127)

قارئین نوٹ کریں کہ ان بیانات سے علامہ مودودی اور قاضی ابوبکر ابن العربی طلحہ، زبیر، عائشہ کے اور معاویہ کے مطالبہ کو باطل لکھتے ہیں۔انہیں قرآن کی رو سے باغی مانتے ہیں۔ان پر حضرت علی علیہ السلام کے جہاد و جنگ کو قرآن کے مطابق قرار دیتے ہیں۔لہٰذا صفین کے جھگڑے کا قرآنی فیصلہ تو یہ تھا کہ معاویہ حضرت علیؑ کی حکومت کو تسلیم کر کے بیعت کرتے ورنہ ساری امت کو قرآن (حجرات 49/9) کی رُو سے معاویہ سے جنگ کرنا اور اسے اور اس کے طرفداروں کو تباہ کردینا چاہئے تھا۔بہرحال جناب ذاکر حسین صاحب نے اپنی تاریخ میں سراسر باطل معاہدہ لکھا اور اس کے خلاف کوئی تنقید بھی نہ کی جو حمایتِ باطل کا مجرم بناتی ہے۔اور معلوم ہوتا ہے کہ ذاکر حسین صاحب کے نزدیک معاہدہ کی مذکورہ صورت صحیح اور واقع کے مطابق تھی۔اب ان سے حکمین کا فیصلہ سنئے۔''حکمین کا فیصلہ''

''حکمین کے اذرح میں جمع ہونے کا وقت قریب آیا تو علیؑ مرتضیٰ نے ابوموسیٰ اشعری کو چارسو آدمیوں کے ساتھ، جن کا سردار شریح بن ھانی تھا اور امامت نماز اور نگرانی کے کام پر عبداللہ بن عباس کو مقرر کر کے روانہ کیا۔اور شریح کی معرفت عمروعاص کو کہلا بھیجا کہ''خدا کے نزدیک افضل شخص وہ ہے جو حق کو پسند کرتا ہو اور باطل کو ناپسند۔اَے عمرو تو خوب جانتا ہے کہ حق کدھر ہے، جاہل نہ بنیو، اور خیانت نہ کیجیو۔ظالموں کا مددگار نہ ہوجیو۔حکم میں لالچ اور دنیا کو دخل نہ دیجئیو۔میں اس دن کو دیکھ رہا ہوں جس دن تو نادم ہوگا''۔راستہ میں ابن عباس اور احنف بن قیس دونوں بکرّاتِ ومرّ ات ابوموسیٰ کو سمجھاتے گئے۔کہ عمروعاص کی واھی اور بےھودہ اور مکروتزویر کی باتوں میں نہ آجانا۔ھشیار رہنا۔اور جب کوئی بات تم دونوں میں قرار پاجائے تو مجمع عام میں اُس معاملے کے پیش کرنے میں تم سبقت نہ کرنا۔ابوموسیٰ نے کہا کہ یہی ہوگا۔اور ان کا اطمینان کردیا۔اُدھر سے معاویہ نے عمروعاص کو چارسو آدمیوں کے ساتھ روانہ کیا۔فریقین اذرح کے مقام میں جمع ہوئے۔ان آٹھ سو آدمیوں میں عراق، حجاز، شام، مکہ، مدینہ کے لوگ تھے۔اصحابِ پیغمبرؐ جو حیات تھے سب موجود تھے۔محمد بن ابی بکر بھی ساتھ تھے۔مسعودی اور ابن اثیر نے لکھا ہے کہ سعد بن ابی وقاص بھی آئے تھے۔عبدالرحمٰن بن ابوبکر، عبداللہ بن زبیر، عبدالرحمٰن بن حارث، عبدالرحمٰن بن یغوث، ابوجہم بن حذیفہ اور مغیرہ بن شعبہ سب موجود تھے۔شریح نے عمروعاص کو علیؑ کا پیغام سنایا۔سنتے ہی لال ہوگیا اور کہا کہ میں علیؑ کی بات کس دن سنا کرتا تھا؟ کیا تو علیؑ کی طرف سے مشورہ دینے آیا ہے؟ شریح نے کہا کہ اَے نابغہ کے بیٹے بتا تو، تُو اپنے مولیٰ کی بات کیوں نہیں سنتا؟ جو نبیؐ کے بعد سارے مسلمانوں کا سردار ہے؟ ابوبکر و عمر جو تجھ سے بہتر تھے دونوں اس سے مشورہ لیا کرتے تھے۔اور اس کی رائے پر عمل کیا کرتے تھے۔عمرو بن العاص نے کہا کہ مجھ جیسا تجھ جیسے سے کیا کلام کرے؟ پس شریح اٹھ کر چلے آئے (یہاں اس ذاکر نے شریح بن ھانی کا جواب غائب کرلیا اور عمروعاص کے چلے جانے کی جگہ شریح کا چلا جانا مان لیا)(ابن اثیر)ابوموسیٰ اور عمروعاص کی ملاقات ہوئی تو عمرو نے مکروتزویر کا جال بچھایا۔اور ابوموسیٰ کی اس قدر تعظیم و تکریم کی کہ بالکل مغرور اور فریفتہ ہوکر اس کے فریب میں آگیا۔ایک دن عمروعاص نے ابوموسیٰ سے کہا کہ تم جانتے ہو کہ عثمان بالکل مظلوم مارے گئے۔اور معاویہ اور اس کی قوم اس کے قریبی رشتہ دار ہیں۔ابوموسیٰ نے کہا کہ یہ سچ ہے۔عمرو بولا پھر تم کو معاویہ کے خلیفہ کرنے میں کون امر مانع

Presented by Ziaraat.Com

ہے؟ حالانکہ آپ یہ بھی جانتے ہیں کہ وہ قریش سے ہے۔ اگر چہ وہ سابق الاسلام نہیں ہے مگر حسن سیاست میں بڑھا ہوا ہے۔ رسولؐ خدا کی زوجہ ام حبیبہ کا بھائی ہے۔ اور عثمان کے خون کا طالب ہے۔ ابو موسیٰ نے کہا کہ اَے عمرو خدا سے ڈر اور یہ سمجھ کہ خلافت ان بزرگیوں سے نہیں مل سکتی۔ بلکہ اس کے واسطے دینداری لازم ہے۔ قریش ہونے کا شرف تو علیؑ بن ابی طالبؑ کو بھی حاصل ہے۔ اور میری رائے میں معاویہ خون عثمان کا طالب نہیں ہوسکتا۔ اور نہ میں مہاجرین اولین کو چھوڑ کر خلافت اس کو تفویض کرنا پسند کرتا ہوں۔ البتہ عبداللہ بن عمر کے نام خلافت مقرر کر دی جائے تو میرے نزدیک بہتر ہے۔ عمرو نے اُسے نامنظور کیا۔ اور کہا کہ کوئی تجویز اور کرو۔ ابو موسیٰ نے کہا کہ اب تجویز یہ ہے کہ علیؑ اور معاویہ دونوں کو معزول کر کے یہ امر لوگوں کی مشورّت اور مصلحت پر چھوڑ دیا جائے۔ جن کو مسلمان پسند کریں وہ خلیفہ مقرر ہو۔ عمرو نے کہا کہ یہ رائے مجھے بھی پسند ہے۔ یہ تجویز قرار دے کر دونوں مجمع عام میں آئے۔ عمرو نے ابو موسیٰ سے کہا کہ آپ بزرگ ہیں پہلے آپ ہی تقریر کیجئے۔ ابو موسیٰ نے مجمع کی طرف مخاطب ہو کر کہا کہ:

''ہم دونوں کی رائے ایک امر پر متفق ہوگئی ہے۔ اور ہم کو اُمید ہے کہ اس میں امت کی بہتری ہوگی''

عبداللہ بن عباس نے کہا کہ اَے ابو موسیٰ میرا ظن غالب ہے کہ تو فریب میں آگیا ہے۔ اگر تم دونوں کی رائے متفق ہوگئی ہے تو عمرو سے کہو کہ پہلے وہ تقریر کرے۔ کیونکہ میں جانتا ہوں کہ جب تو اپنی رائے بیان کر چکے گا تو پیچھے سے وہ تیری مخالفت کرے گا۔ اور رائے متفق علیہ نہ رہے گی۔ ابو موسیٰ نے نہ مانا اور آگے بڑھ کر کہا ''لوگو ہم نے امت کے بارے میں غور کی اور دونوں اس کی بہتری میں متفق ہوگئے ہیں۔ ہمارے نزدیک علیؑ اور معاویہ دونوں کو معزول کرنا اور جس کسی کو لوگ پسند کریں اسے خلیفہ بنا دینا چاہئے۔ ہم نے ان دونوں کو برطرف کر دیا ہے۔ اب جس کو تم لائق سمجھو خلیفہ بنالو''

یہ کہہ کر ابو موسیٰ بیٹھ گئے۔ عمرو عاص کھڑا ہوا اور کہا:

''لوگو جو کچھ اس شخص نے کہا وہ تم نے سنا اس نے علیؑ مرتضیٰ کو خلافت سے برطرف کر دیا ہے اور میں بھی اس کو برطرف کرتا ہوں۔ اور معاویہ کو مقرر کرتا ہوں۔ کیونکہ وہ مقرر کیا ہوا عثمان کا ہے۔ اور ان کے خون کا طالب اور سب آدمیوں سے زیادہ ان کا قائم مقام ہونے کا حق رکھتا ہے''

ابو موسیٰ نے یہ سنا تو خفا ہو کر بددعا دی اور کہا کہ اَے عمرو تم نے فریب کیا اور تو گنہگار رہا'' حبیب السئیر اور روضۃ الصفا کے موافق شیعہ امیر المومنین کے ایک گروہ نے ابو موسیٰ کو قتل کرنا چاہا اس سبب سے وہ مکہ کو بھاگ گیا اور بروایت مولوی امیر علیؒ دربار بنی امیہ سے وظیفہ پاتا رہا۔ شریح بن ھانی نے چند تازیانے عمرو بن العاص کے سر پر مارے اور بعد میں افسوس کیا کرتے تھے کہ میں نے تلوار کیوں نہ ماری۔ بعض عراقیوں نے شامیوں پر تلوار چلانا چاہی لیکن عدی بن حاتم طائی نے یہ کہہ کر منع کیا کہ مقاتلہ بغیر اجازتِ امؑام کے جائز نہیں ہے۔ اس قضیہ شنیعہ کے بعد لوگ چار فرقے ہوگئے۔ بعض نے کہا لاحکم الا اللہ۔ اور یہ خارجی کہلاتے ہیں۔ اور ایک گروہ نے کہا کہ ہم نے علیؑ اور معاویہ کا معاملہ اللہ پر چھوڑ دیا۔ اور اس گروہ کا نام مرجیہ قرار پایا۔ اور ایک گروہ نے کہا کہ تحکیم خطا تھی اور ہم کسی امامت وخلافت کیلئے اَحقّ اور اولیٰ علیؑ مرتضیٰ سے نہیں جانتے۔ اور علیؑ کے سوا ہر شخص سے رفض (بیزاری) ظاہر کرتے ہیں۔ اور یہ لوگ روافض مشہور ہوئے۔ اور ایک فرقہ نے کہا کہ ہم پر واجب ہے کہ کتاب خدا کی متابعت کریں اور جس چیز کو کتاب خدا زندہ کرے اسے زندہ کریں اور جسے قرآن مارے

Presented by Ziaraat.Com

اسے ہم بھی ماریں۔اوراس فرقہ کا نام معتزلہ ہوا۔

القصہ اس مکاری کی کارروائی کے بعد عمرو عاص نے معاونانِ معاویہ کے ساتھ دمشق جا کر معاویہ کو خلیفہ بنا دیا۔اور عبداللہ بن عباس اصحابِ جناب امیرؑ کے ساتھ کوفہ آئے اور تمام کیفیت عرض کی''(ایضاً صفحہ 208-210)

یہ تھا واقعہ تحکیم پر وہ سامان جو ذاکر حسین نے اپنی تاریخ اسلام میں لکھا۔اور ہمیں موقع دیا کہ ہم ستر اسی سال پہلے کے شیعوں اور شیعہ علما کے تصورات اور پسند و ناپسند کا ملاحظہ کریں۔ہمیں یہ کہنے میں کوئی تکلف نہیں ہے کہ ان سے پہلے (1312ھ) کی لکھی ہوئی تاریخ امیر المومنین (تہذیب المتین) ذاکر صاحب سے کہیں بہتر تصورات و تحقیق پیش کرتی ہے۔حقیقت یہ ہے کہ ذاکر صاحب نے کوشش کی ہے کہ انہیں مخالف لوگ بھی اچھا سمجھیں یا یہ کہ وہ ایک غیر متعصب مورخ مانے جائیں۔خواہ حق پر پردہ ہی کیوں نہ پڑا رہ جائے۔

مفتی جعفرحسین: خطبہ نمبر: 206

علی نقی طہرانی: خطبہ نمبر: 199

خُطبہ ﴿48﴾

1۔تحکیم پر حضرت علی علیہ السلام کی فوج نے اصرار کیا جنگ جاری رکھنے سے انکار کردیا اور حقیقی جان نثار مومنین جنگ کرتے کرتے نڈھال ہو چکے تھے۔2۔اگر ذرا دیر تحکیم کو قبول کرنے میں حضرت علیؑ کی فوج نے صبر کیا ہوتا تو معاویہ کی افواج کا قلع قمع ہو جاتا۔3۔کچھ لوگوں نے جنگ میں قتل ہونے کو برا سمجھا۔4۔حضرت علیؑ کسی کو یا خود اپنی فوج کو ان کی مرضی کے خلاف مجبور کرکے کوئی کام کرانا اسلام کے خلاف سمجھتے تھے۔5۔حضرت علیؑ کی افواج حکم ماننے کے بجائے اپنی مرضی مسلّط کرنے لگی تھیں

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

يَآيُّهَاالنَّاسُ اِنَّهٗ لَمْ يَزَلْ اَمْرِىْ مَعَكُمْ عَلٰى مَااُحِبُّ حَتّٰى نَهِكَتْكُمُ الْحَرْبُ ؛	1	اے لوگو جب تک جنگ نے تمہیں نڈھال اور سپر انداختہ نہ کردیا اس وقت تک میرا معاملہ اور کاروبار حکومت تمہارے ساتھ میری پسند کے مطابق چلتا رہا۔
وَقَدْ.وَاللّٰهِ. اَخَذَتْ مِنْكُمْ وَتَرَكَتْ ؛	2	اور حقیت یہ ہے کہ بخدا جنگوں نے تم میں سے بعض کو اپنی گرفت میں لے لیا ہے اور بعض کو چھوڑ دیا ہے۔
وَهِىَ لِعَدُوِّكُمْ اَنْهَكُ ؛	3	اور یہی صورت تمہارے دشمنوں کی ہو چکی ہے وہ بھی نڈھال، بدحال اور سپر انداختہ ہو چکے ہیں۔
لَقَدْ كُنْتُ اَمْسِ اَمِيْرًا فَاَصْبَحْتُ الْيَوْمَ مَامُوْرًا ؛	4	یقیناً میں کل تک حاکم رہا ہوں اور آج ایسی صبح ہوئی ہے گویا میں محکوم ہو کر رہ گیا ہوں۔
وَكُنْتُ اَمْسِ نَاهِيًا فَاَصْبَحْتُ الْيَوْمَ مَنْهِيًّا ؛	5	اور میں کل تک غلط باتوں سے روکنے والا تھا اور آج ایسی صبح ہوئی ہے کہ مجھے صحیح باتوں سے بھی روکا جا رہا ہے۔
وَقَدْ اَحْبَبْتُمُ الْبَقَآءَ ؛	6	یقیناً تم نے زندہ رہنے اور جنگ نہ کرنے کو پسند کرلیا ہے۔
وَلَيْسَ لِىْ اَنْ اَحْمِلَكُمْ عَلٰى مَاتَكْرَهُوْنَ ؛	7	اور میرے لئے یہ جائز نہیں کہ تم سے جبراً وہ کام کراؤں جسے تم ناپسند کر رہے ہو۔

تشریحات:

اس خطبہ (48) میں حضرت علی علیہ السلام وہ نتیجہ بیان فرما رہے ہیں جو عمرو بن العاص کی سازش اور تدبر کا نکلا تھا۔یعنی معاویہ اور اس کی افواج تباہی اور فرار کے کنارے پر پہنچیں تو معاویہ نے عمرو بن العاص سے مدد مانگی اُس نے بتایا کہ جس قدر قرآن خیموں میں موجود ہوں سب کو نیزوں پر بلند کرادو اور قرآن کے نام پر صلح چاہو اور مرتضوی فوج کو قرآن کی طرف دعوت دو اور اعلان کرادو کہ ہم قرآن کے فیصلے کو قبول کرنے کے

Presented by Ziaraat.Com

لئے تیار ہیں تم بھی جنگ روک دو اور جھگڑے کو قرآن کے حوالے کردو اور بیٹھ کر سوچ سمجھ کر ایک معاہدہ کرلو اور جب تک فیصلہ ہو دونوں فریق واپس چلے جائیں۔اس اعلان کے بعد مرتضوئی فوج کی کثرت سازشی لیڈروں کی شہہ پر باغی ہوگئی اور تلواریں کھینچ کر حضرت علی علیہ السلام کو گھیر لیا اور جنگ رکوانے کا تقاضا کیا اور دھمکی دی کہ اگر جنگ نہ روکی گئی اور معاہدہ اور صلح نہ کی گئی تو ہم آپ کو قتل کردیں گے یا گرفتار کر کے معاویہ کے حوالے کردیں گے۔حضرت علی علیہ السلام نے معاویہ، عمرو عاص اور ان تمام باغیوں کو ایک دفعہ پھر شکست دی یعنی معاہدہ میں فریقین کو قرآن کے فیصلے کا پابند کردیا اور ذاتی یا قومی مصلحتوں کو مدنظر رکھنے سے روک دیا۔یعنی فیصلہ قرآن کے الفاظ میں قابل قبول ہوگا چونکہ تم قرآن کے نام پر اپیل کررہے ہو۔باغیوں نے خود اپنی پسند کے ثالث مقرر کئے یہ بھی رشوت کے زور پر معاویہ کی رضامندی کے لئے کیا گیا۔بہرحال حضرت علی علیہ السلام کی تحکیم کے معاہدہ میں کوئی رائے اور حکم قبول نہ کیا گیا۔بہرحال افواج واپس چلی گئیں۔

یہ نوٹ کرنے کے قابل بات ہے کہ معاہدہ لکھا جاچکنے کے بعد اگلی سازش کی بنیاد بھی وہیں میدان صفین میں رکھ دی گئی تھی۔یعنی جب اشعث بن قیس نے مرتضوئی فوج کو معاہدہ پڑھ کر سنایا تو بعض لوگوں نے کہا کہ یہ تو معاہدہ اللہ کے حکم کے خلاف ہوا ہے۔ہم سے غلطی بلکہ کفر ہوگیا ہے۔اس معاہدہ کو کالعدم قرار دے کر دوبارہ جنگ شروع کرنا چاہئے ہم اپنی غلطی اور کُفر سے توبہ کرتے ہیں۔

اس میں نکتہ یہ تھا کہ اب حضرت علیؑ نہ معاہدہ توڑیں گے نہ جنگ کریں گے اس لئے کہ معاہدہ قرآن کے مطابق ہوا ہے اور اس قسم کے معاہدہ کی تنسیخ اور خلاف ورزی قرآن (نحل 16/91) میں منع ہے اور نہ حضرت علیؑ یہ مانیں گے کہ انہوں نے غلطی یا کفر کیا ہے اس لئے کہ وہ تو جنگ جاری رکھنے ہی کو قرآن اور اللہ کا حکم فرماتے رہے۔لوگوں نے قبول نہ کیا انہیں مجبور کر کے معاہدہ کرایا، وہ بھی انہوں نے قرآن میں لپیٹ کر کیا ہے لہٰذا وہ غلطی اور کفر کے مجرم نہیں تو توبہ بھی نہ کریں گے اُن کے انکار کو بہانہ بنا کر ہم اُن کے خلاف محاذ بنائیں گے اور قوت ملتے ہی جنگ کریں گے۔

حضرت علی علیہ السلام جنگ صفین میں تحکیم پر اصرار کرنے والوں اور نافرمانوں کا شکوہ کرتے ہیں۔

قارئین کرام نے قرآن بلند کئے جانے کے بعد حضرت علی علیہ السلام کی فوج کی نافرمانی اور بغاوت کا حال مختلف مورخین اور کتابوں سے دیکھا ہے اور وہ صورتِ حال آپ کی نظروں کے سامنے پھرنے لگی ہوگی کہ حضرت علیؑ قرآن کے حکم پر چلنے اور جنگ جاری رکھنے کا حکم دے رہے ہیں۔مگر فوج کی کثرت حکم ماننے کو تیار نہیں۔حضوؐر یہ بتا کر جنگ جاری رکھنے کی اپیل فرما رہے ہیں کہ یہ لوگ تو پہلے ہی قرآن کے احکام کو نہیں مانتے اور تمہیں فریب دینے کے لئے قرآن اٹھایا ہے مگر کوئی اپیل پر کان نہیں دھرتا بلکہ قتل کر ڈالنے اور دشمن کے حوالے کردینے کی دھمکیاں دے رہے ہیں۔جنگ بند کردی تو اب حکم کے تقرر میں بھی حضوؐر کی بات نہیں مانتے۔آپ بتاتے ہیں کہ ابو موسیٰ میرا دشمن ہے آپ تنبیہہ کرتے ہیں کہ ابو موسیٰ کو عمرو دھوکہ دے دے گا۔لیکن ان لوگوں پر ذرہ برابر اثر نہیں ہوتا۔کتنا دردناک ہے یہ نظارہ اور کیسے بے رحم و سنگدل تھے وہ لوگ جو حضرت علیؑ ایسے ہمدرد و حق پرست انسان کو ننگی تلواریں لئے گھیرے کھڑے ہیں۔آپؑ جانتے ہیں کہ باغیوں اور نافرمانوں کا یہ مجمع دس منٹ بھی حضوؐر کے حملہ کو برداشت نہیں کرسکتا۔لیکن آپ تلوار نہیں اٹھاتے۔مالکؓ اشتر اور دیگر شجاعانِ فوج موجود ہیں لیکن آپ سختی نہیں کرتے۔اور صورتِ حال بدل بدل کر قرآن پر عمل کرتے ہیں۔نرمی کی حد کردیتے ہیں۔صلح کا معاہدہ کرلیتے ہیں۔تاکہ باغیوں اور نافرمانوں کو دکھائیں کہ ان کی ہر ضد غلط اور ظلم تھی۔اور حضرت علیؑ کی ہر بات صحیح نکلی۔پھر جب ان کے اعمال کا غلط نتیجہ نکلا تو بھی الزامات حضرت علیؑ ہی پر عائد کئے گئے تم نے صلح کیوں کی؟ تم نے جنگ جاری کیوں نہ رکھی؟ تم نے حکم اور تحکیم کو کیوں قبول کیا؟ ہم نے غلطی کی تھی کفر کیا تھا مگر تم نے کیوں غلطی اور کفر کرنے دیا؟ لہٰذا تم بھی کافر ہوگئے۔ہم

Presented by Ziaraat.Com

اپنی غلطی اور کفر سے توبہ کرتے ہیں تم بھی توبہ کرو ورنہ ہم تم سے جنگ کریں گے۔اس صورتِ حال میں حضورؑ پر خوفناک حد تک دباؤ ڈالا گیا کہ آپؑ قرآن کی روشنی میں لکھے ہوئے معاہدے کی خلاف ورزی کر کے معاویہ اور ملک شام پر حملہ کریں۔آپؑ نے سامنے سے گزرنے والی کیفیات کو ظاہر کرنے کے لئے یہ مختصر (نمبر 48) خطبہ فرمایا۔

یہ خطبہ بتاتا ہے کہ مرتضوی افواج کے جنگ روکنے اور صلح پر زور دینے کے جہاں اور کئی ایک اسباب اور وجوہ تھے وہاں یہ وجہ بھی تھی کہ لڑتے لڑتے وہ تھک چکے تھے۔کھانے پینے اور راشن کی تنگی سے بھی اُکتا چکے تھے۔مالی منافع کوئی سامنے نہ تھا۔اپنے بچوں اور اہل وعیال سے طویل جدائی نے بھی ان کو بد دلی سے دوچار کر رکھا تھا۔وہ جلدی سے کسی مضبوط بہانے کی آڑ میں اپنے گھر لوٹ جانا چاہتے تھے۔حضرت علی علیہ السلام نے اس پہلو کی طرف بھرپور اشارہ فرمایا ہے اور ساتھ ہی یہ بھی فرمادیا ہے کہ جب تمہارے دِل جنگ سے گھبرانے لگے اور تمہیں میدان جنگ میں ٹھہرنا ناپسند ہو گیا تو میں نے نہ چاہا کہ تمہیں تمہاری مرضی کے خلاف جس طرح بھی ہو سکے میدان جنگ میں روکے رکھوں۔خصوصاً اس صورت میں کہ تم نے میرے اوپر حُکم چلانا شروع کر دیا۔اور میرے احکامات کو مسلسل رد کرنے کا تہیہ کر لیا۔اور میں تو تمہیں غلط باتوں غلط کاموں اور غلط اقدامات سے روکا کرتا تھا۔مگر تم نے مجھے میرے صحیح اور مفید قرآنی فیصلوں سے روکنا طے کر لیا ایسی صورت میں مجھ سے یہ امید کرنا کہ میں تمہیں لے کر دشمن پر حملہ کرتا اور جنگ جاری کر دیتا بہت غلط توقع ہے۔میں جانتا ہوں کہ تم میں سے بہت سے لوگ اللہ کو پیارے ہوئے ہیں۔لیکن دشمنوں کے کتنے آدمی قتل ہوئے؟ انہیں کتنا نقصان پہنچا؟ اور وہ کس بدحالی تک جا پہنچے؟ شاید تمہیں اندازہ نہیں ہے۔لیکن ساری دنیا میں ان کے نقصان کا ہمیشہ چرچا رہے گا۔تم ان سے بہتر حال میں ہو۔

2۔اس خطبہ 48 سے پہلے قرآن بلند کئے جانے کے بعد سے دونوں افواج پر گزرنے والے جذبات وبیانات وواقعات۔

فتنہ تحکیم پر حضرت علی علیہ السلام کے اس خطبہ 48 سے پہلے کا نظارہ تاریخی اور جذباتی زبان میں ایک دفعہ پھر دیکھ لیں۔

''رات گزر گئی،صبح ہوئی،آفتاب کی شعاعیں ہر طرف پھیل گئیں،امیرؑ المومنین کی فوجیں مارتی کاٹتی معاویہ کی طرف بڑھتی جاتی تھیں کئی سو علم کھڑے دیکھ کر دفعتاً ٹھٹک کر رہ گئیں۔ان علموں کے نہ تو پھریرے ہی ہوا میں لہرا رہے تھے اور نہ ان کی شکل وصورت ہی عام پرچموں جیسی تھی جو ہاتھوں میں اُٹھائے جایا کرتے ہیں۔بلکہ وہ جھنڈے نما چیزیں تو نیزوں اور تلواروں میں باندھے ہوئے تھے۔اور گھوڑوں کی پشت پر بلند کئے گئے تھے۔امیر المومنین کی افواج دیر تک سپاہِ شام کو غور کی نگاہوں سے دیکھتی رہی۔سارے لشکر پر سناٹا سا طاری تھا۔نہ ہتھیاروں کی جھنکار تھی نہ قدموں کی چاپ تھی۔سب خاموش اور بے حس وحرکت رُکے ہوئے تھے۔ہاتھوں میں تلواریں تھیں مگر نیچے جھکی ہوئیں۔کمانیں اُتری ہوئیں،نیزے زمین پر ٹِکے ہوئے تھے۔سارا لشکر کچھ جاننا چاہتا تھا۔گرد وغبار صورتِ حال کو چھپائے ہوئے تھا۔

اچانک معاویہ کے لشکر سے آواز آئی۔''عراق والو یہ خدا کی کتاب ہمارے اور تمہارے درمیان ہے''

حملہ آور فوج پر دہشت طاری ہو گئی۔سب کی توجہ آواز کی طرف لگ گئی،نظریں اُس نیزہ پر رُکیں جس پر دمشق کا مصحف اعظم آویزاں تھا۔سناٹے کو چیرتی ہوئی وہی آواز پھر آئی۔کہا جا رہا تھا کہ:

''اللہ کی یہ کتاب ہمارے اور تمہارے درمیان بلند ہے'' آواز کے ساتھ ہی دمشق کے مصحف اعظم میں حرکت پیدا ہوئی اس کے پیچھے سیکڑوں ویسے ہی جھنڈے لہرانے لگے۔اور پھر فریاد کی آواز بلند ہوئی:

Presented by Ziaraat.Com

''اے گروہِ عرب خدا سے ڈرو اپنی عورتوں اور بچوں پر رحم کرو۔ اپنے دین کا خیال کرو۔ اگر تم ہمیں قتل کر دو گے تو ہمارے بال بچوں کا کیا بنے گا؟ اگر ہم تم کو قتل کر دیں گے تو تمہارے بال بچوں کا کیا حشر ہو گا؟ اگر اہلِ شام نہ رہے تو مغربی سرحدوں کی حفاظت کون کرے گا؟ اور اگر اہل عراق نہ رہے تو مشرقی سرحدوں کی حفاظت کس طرح ممکن ہو گی؟ کون روم والوں سے جہاد کرے گا؟ کون تُرکوں سے مقابلہ کرے گا؟ کون کفار کے حملوں کو روکے گا؟ اِن صداؤں کے ہر لفظ میں گڑگڑاہٹ تھی۔ اور ہر حرف میں نوحہ اور ماتم اور ندامت کی لہریں تھیں۔ نرم دل والے لوگ ان کو سن سن کر تڑپ اٹھے۔ بہت سی آنکھیں آب گوں ہو گئیں۔ ہر طرف دہائی دی جا رہی تھی۔ بار بار فریاد و فغاں کی آوازیں بلند ہوتی تھیں کہ:

''یہ اللہ کی کتاب ہمارے اور تمہارے درمیان بلند ہے'' امیرُ المومنین کی فوج ان فریادوں میں ڈوب کر رہ گئی۔ ہر طرف سے دھیمے لب ولہجہ میں باتیں ہونے لگیں۔ ہر گروہ اور قبیلے میں گفتگو کی جھنجھناہٹ سنی جا رہی تھی۔ جو خاموش تھے ان کے دل بھی ان فریادوں سے متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکے۔ مالکؓ اشتر بہت خفا تھے ساتھیوں کو نرم اور ڈھیلا پڑتے دیکھ کر غیظ و غصہ آ رہا تھا۔ ان لوگوں کے ہاتھ ایسے ڈھیلے تھے جیسا کہ ابھی ہتھیار چھوٹ کر گر پڑیں گے۔

قدم آگے بڑھنے کا نام نہ لیتے تھے۔ سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ آیا یہ لوگ تھک چکے ہیں یا سب ہی لڑائی سے گریزاں ہیں۔ مالکؓ اشتر نے چیخ کر نعرہ لگایا کہ ''صبر سے کام لو اے گروہِ مسلمانان صبر سے کام لو'' لڑائی کے دوران مالکؓ اشتر کا یہی نعرہ مشہور تھا۔ جنگ کے ہر مرحلہ کو انہوں نے اسی نعرہ سے فتح کیا تھا۔ منٹ منٹ پر وہ اپنے ساتھیوں کو للکارتے ان کا حوصلہ بڑھاتے ہر معرکہ میں آگے رہتے۔ ایسی دلیری اور بے جگری سے حملے کرتے کہ دیکھنے والے مبہوت و حیران رہ جاتے۔ لڑائی کا تماشہ دیکھنے میں یہ بھول جاتے کہ وہ تو میدان جنگ میں لڑنے والے لوگ ہیں۔ اشترؒ لوٹ لوٹ کر پلٹ پلٹ کر خطرات پر اس طرح گرتے کہ دیکھنے والوں کی بھی چیخ نکل جاتی تھی۔ ان کے ساتھی ان کے دہنے بائیں اس طرح رہتے جیسے ان پر جادو کر دیا گیا ہو۔ انہیں نہ اپنی جان کی پرواہ ہوتی نہ اپنے بچاؤ کا خیال رہتا۔

معاویہ انتظار کر رہا تھا کہ ہمارا قرآنی حربہ اور مکر کیا رنگ لاتا ہے؟ اور مالکؓ اشتر شامیوں کی آہ و فریاد کی فکر کئے بغیر آگے ہی آگے بڑھتے جا رہے تھے۔ وہ مقصد کے علاوہ نہ کسی طرف دیکھتے تھے نہ کوئی اور بات سنتے تھے۔ ان کے چہرے پر اس نرمی اور پریشانی کے کہیں آثار نہ تھے جو اکثر فوجیوں کے چہروں پر پائے جاتے تھے۔ وہ اور ان کے ساتھی ایک بھیانک موت کی طرح معاویہ کی طرف بڑھتے جا رہے تھے۔ مگر اس سب کے باوجود معاویہ کچھ مطمئن سے نظر آ رہے تھے۔ اُن کا اضطراب کم ہو رہا تھا۔ معاویہ کی نظریں مالکؓ سے گزر کر ان افواج پر جمی ہوئی تھیں جو حضرت علیؑ کے گرد قلب لشکر میں تھیں اور جن کو رحم دلی نے قابو میں کر لیا تھا۔ وہیں اسے امید کی کرن اور اپنے دکھ اور مصیبت کا مداوا نظر آ رہا تھا۔ ان صفوں میں شگاف نظر آ رہے تھے۔ ان شگافوں پر اس کی آس لگی تھی۔ فریاد و فغاں کی وہ آوازیں جو صبح کو بلند ہوئی تھیں پہلی ہی آوازیں نہ تھیں۔ فریاد و فغاں تو رات ہی سے جاری تھی۔ مگر وہ اکا دُکا اور انفرادی تھیں۔ کبھی اس طرف سے بلند ہوتی۔ کبھی اس طرف سے اٹھتی۔ گھمسان کی جنگ میں دب دب کر رہ جاتی تھیں۔ کچھ نے سنا تھا کچھ نے محسوس ہی نہ کیا تھا۔ البتہ اشعث بن قیس نے کان لگا کر ان آوازوں کو سنا تھا۔ شعبی صعصعہ بن صوحان سے روایت کرتے ہیں کہ جس رات علیؑ و معاویہ کی افواج میں سخت معرکہ پڑا اور لیلۃ الحریر کی یاد تازہ ہو گئی اس رات اشعث کے منہ سے چند ایسے الفاظ نکلے جو معاویہ تک پہنچا دئے گئے۔ معاویہ نے ایسے

Presented by Ziaraat.Com

خطرناک وقت پر ان الفاظ کو بہت غنیمت سمجھا۔ وہ الفاظ کیا تھے؟ اشعث نے اس رات کے اندھیرے میں اپنے قبیلہ کِندہ کے سامنے کھڑے ہو کر حمد وثنائے خداوندی کے بعد یہ تقریر کی تھی کہ:

''اے مسلمانو تم نے دیکھا کہ آج کے دن تم پر کیا گزری؟ اور عربوں کی کس قدر کثیر تعداد میدان جنگ میں ماری گئی؟ میں بوڑھا ہو گیا ہوں مگر خدا کی قسم میں نے جس قدر ہولناک نظارہ آج دیکھا ہے پہلے کبھی نہیں دیکھا تھا۔ دیکھو جو شخص میری بات سن رہا ہو وہ دوسرے شخص کو پہنچا دے۔ کہ ہمیں یہ تہیہ کر لینا چاہئے کہ ہم کل نہیں لڑیں گے۔ کیونکہ عرب کثرت سے مارے جارہے ہیں۔ اور ناحق مسلمانوں کا خون ہو رہا ہے۔ خدا کی قسم میں یہ باتیں جنگ سے ڈر کر یا بزدلی سے نہیں کر رہا ہوں۔ بلکہ مجھے مسلمانوں کی عورتوں اور بچوں پر ترس آرہا ہے۔ اگر کل تم مارے گئے تو ان غریبوں کا کیا حال ہوگا؟'' (خلفائے محمد، عمر ابوالنصر صفحہ 116)

اشعث کی یہ تقریر صرف اس کی قوم کندہ والوں ہی پر اثر انداز نہ ہوئی بلکہ دوسرے لوگوں پر بھی اس کا بہت اثر ہوا۔ دیکھنے میں یہ ایک خاص شخص کا مشورہ ایک خاص قبیلے والوں کے لئے تھا مگر امیر المومنین کے پورے لشکر میں اس تقریر کی تشہیر ہو گئی۔ ایک نے دوسرے کو اور دوسرے نے تیسرے کو بتایا۔ یہ اشعث کی پھیلائی ہوئی متعدی (پھیلنے والی) بیماری تھی جو اچھے خاصے تندرست لوگوں کو بھی لگ گئی۔ یہ اشعث پُرانا منافق تھا۔ ایک زمانہ میں تو یہ مُرتد ہی ہو گیا تھا۔ مگر تلوار کی ضربوں نے پھر اُسے مسلمان بننے پر مجبور کر دیا تھا۔ جنگ صفین میں پھر اس نے وہی سبق دھرایا۔ کل کی بات تھی کہ جب صفین کی جنگ زوروں پر ہو رہی تھی۔ معاویہ کے حقیقی بھائی عتبہ بن ابی سفیان نے اسے بہکانے کی کوشش کی تھی۔ اس وقت تو بات رفت و گذشت ہو گئی تھی۔ مگر آج اسے اپنی فطرت کے مظاہرے کا پورا موقع ہاتھ آ گیا۔ لیلۃ الحریر میں جب کہ امیر المومنین کا لشکر فتح یابی کے بالکل قریب پہنچ چکا تھا۔ حق کا بول بالا ہونے والا تھا۔ اس مرتد ومفرور نے خود بھی کمزوری ظاہر کی اور دوسروں کو بھی کمزور بنانے کی کوشش کی۔ حالانکہ شام کے لوگوں کی فریادیں ابھی تک پوشیدہ ہی پوشیدہ تھیں۔

یہ انقلاب آخر ہوا کیسے؟ کس چیز نے اشعث میں اتنی بڑی تبدیلی کر دی؟ کہاں تو جنگ میں اس کی اتنی کدّ وکاوش اور کہاں جنگ روکنے میں اتنا اصرار؟ یہ چیز بہرحال ناگہانی اور اچانک نہ تھی۔

''ان واقعات کی چھان بین کرنے سے جو جنگِ صفین کے دوران پیش آئے پتہ چلتا ہے کہ یہ فتنہ خود بخود نہیں پھوٹ پڑا تھا۔ بلکہ اس کیلئے پہلے سے زمین ہموار کی گئی تھی اور اس کے تار ہلانے والے پردہ کے پیچھے موجود تھے۔ ہمارا یقین ہے کہ معاویہ نے کامیابی حاصل کرنے کیلئے اور اپنے مقاصد کی تکمیل کے لئے اثناءِ جنگ میں کئی حیلوں سے کام لیا اور جو چاہتے تھے وہ حاصل کر لیا تھا۔ یہ امر یقینی ہے کہ علیؑ کی فوج میں کئی لوگ ایسے تھے جو معاویہ کی طرف سے کام کر رہے تھے۔ ظاہر ہے کہ جنگ کے پہلے دن اشعث کی یہ حالت نہ تھی۔ وہ کیا چیز تھی جس نے اسے اس دس دن کے اندر اندر بالکل بدل دیا اور وہ علیؑ اور اشترؓ کا زبردست مخالف بن گیا؟ حضرت علیؑ کی اس نے ایک نہ سنی اور اپنی من مانی کی۔ اور اشترؓ کے ساتھ ایسا رویہ اختیار کیا جیسا کہ وہ اس کا زبردست قدیم دشمن ہو۔ بہت ممکن ہے کہ معاویہ نے اسے اس دوران ترغیب وتحریص سے اپنی طرف ملا لیا ہو۔ اور معاویہ کی عقل مندی اور عمرو بن العاص کے تدبر سے یہ بات کوئی بعید بھی نہیں ہے''۔
(خلفائے محمدؐ، عمر ابوالنصر حالات علیؑ بن ابی طالبؑ)

معاویہ کو بھی اشعث کی وہ تقریر جاسوسوں کے ذریعہ معلوم ہو گئی تھی۔ انہوں نے بڑی پسندیدگی کا اظہار کیا اور جی کھول کر ستائش کی

Presented by Ziaraat.Com

''پروردگار کعبہ کی قسم اشعث نے بالکل ٹھیک کہا۔۔۔۔اگر ہم کل بھی اسی طرح لڑے تو رومی شام پر چڑھائی کریں گے اور ہماری عزتیں برباد کردیں گے۔اور فارس والے عراق پر چڑھ دوڑیں گے اور ان کی عورتوں کا ناموس لوٹ لیں گے۔خدا کی قسم اشعث نے سچ کہا ہے اس بات کا صاحبان عقل وخرد ہی کو بخوبی اندازہ ہوسکتا ہے''

معاویہ اپنے رفیق کار عمرو بن العاص کے پاس مشورے کے لئے دوڑے گئے۔اور عمرو عاص نے جو آخری تدبیر سوچ رکھی تھی اور جو چال صبح کو چلنے والے تھے۔اس کی تمام تفصیلات سے انہیں آگاہ کیا۔اِدھر یہ ہو رہا تھا۔اُدھر امیر ؑالمومنین کے لشکر میں اختلاف کے آثار ظاہر ہونے لگے تھے۔اشعث نے جو تقریر کی تھی وہ ایک دوسرے کو منتقل ہوکر پہنچ رہی تھی۔زہر برابر پھیلتا جارہا تھا۔جن لوگوں کے اعزہ واقارب اس جنگ میں کام آئے تھے ان پر پورا پورا اثر ہوا۔ہنگامہ برپا ہوگیا۔ہاتھا پائی کی نوبت آگئی۔ہر شخص اپنی سی کہتا۔کوئی کہتا کہ جنگ جاری رہنا چاہئے۔کوئی کہتا کہ ہم ان لڑائیوں سے تنگ آچکے ہیں۔ہمارے سب بہادر ھلاک ہوچکے ہیں اب ہمیں ہاتھ روک لینا چاہئے۔تاکہ باقی آدمی ہلاک نہ ہوجائیں۔

<u>**1۔عدی بن حاتم نے امیرالمومنین کی خدمت میں عرض کی:**</u>

''یاامیرالمومنین یوں تو سب ہی ہلکان ہوئے ہیں مگر ہم میں شامیوں کی بہ نسبت ابھی دم باقی ہے اور وہ لوگ اب گھبرا اُٹھے ہیں ان کے گھبرانے کا لازمی نتیجہ یہی ہے کہ جیت آپ کی ہوگی۔آپ لڑائی جاری رکھئے''

<u>**2۔عمر بن حق نے کہا:**</u>

''امیر ؑالمومنین حق کی جیت یقینی ہوچکی ہے۔آپ ؑ کی موجودگی میں ہماری رائے کا کوئی سوال ہی نہیں۔جیسی آپ ؑ کی مرضی ہو عمل کیجئے''

3۔<u>**مالک اشتر نے عرض کیا**</u>''حضور ؑلوہے کو لوہے سے کاٹیے اور خدا پر بھروسہ رکھئے''۔

تقریباً سب ہی کی خواہش تھی کہ جنگ اُسی زور وشور سے جاری رہے۔اور اس وقت تک ہم لڑتے رہیں جب تک فیصلہ کن کامیابی نہ ہوجائے۔صرف ایک اکیلے اشعث نے اس رائے کی مخالفت کی۔اس نے نہ تو اکثریت کی رائے کی پرواہ کی نہ اپنے ساتھیوں کا مشورہ قبول کیا وہ برابر اپنی رائے پر اصرار کرتا رہا۔اس کا تقاضا تھا کہ یہ جنگ بہرحال بند ہونا چاہئے۔اصرار بڑھتے بڑھتے غیظ وغضب کی صورت اختیار کرگیا۔معلوم ہوتا تھا کہ جیسے وہ زبردستی اپنی بات منوانا چاہتا ہے۔

نوٹ:۔دو ماہ قبل اسرائیل نے (PLO) فلسطینی چھاپہ ماروں پر حملہ کیا تھا۔اور آج انہیں بیروت شہر کے اندر گھیرے میں لئے ہوئے ہے۔اس وقت سارے عرب اور مسلم ممالک تو اسرائیل کے مخالف ہیں ہی۔جنہیں مخالفت کرنا ہی چاہئے۔افسوس تو اس پر ہے کہ امریکہ کے صدر مسٹر ریگن بھی عربی حکومتوں کے دباؤ سے اور اپنے مفاد کی خاطر رفتہ رفتہ اسرائیل کے مخالف ہوگئے جو پرسوں یعنی (12) بارہ اگست تک اشعث کی طرح اسرائیل کے دوست تھے۔مگر (12) اگست کی شام کو انہوں نے بھی جنگ روکنے کیلئے اپنے پورے غیظ وغضب اور طاقت کو استعمال کیا اور وزیر اعظم اسرائیل مسٹر بیگن کو ایک قہر آلود ٹیلیفون پر فوراً فائر بندی کی دھونس دے ڈالی اور انہوں نے فی الفور جنگ بندی کی تعمیل کردی۔امریکہ کے صدر صاحب ہر ایسی تجویز کو یواین او سیکیورٹی کونسل میں ویٹو کرتے آرہے تھے جو اسرائیل کے خلاف ہوتی تھی مگر اس دفعہ اشعث کی طرح اعلان دشمنی کے لئے اس قرارداد کو پاس کرنے میں ہاتھ بٹایا جس میں لبنان سے فوجیں واپس لانے،تمام سپلائی جاری کرنے کا فیصلہ تھا۔یعنی آج اسرائیل اس دنیا میں تنہا ہے۔چاروں طرف سے دشمنوں کی یلغار ہے اور اسے تباہ وبرباد کرنے کی سازباز ہورہی ہے۔

Presented by Ziaraat.Com

لبنان اور فلسطینی چھاپہ ماروں پر اسرائیل نے حملہ کیوں کیا؟

سارے عرب ممالک اور فلسطینی چھاپہ ماروں نے یہ فیصلہ کیا ہوا ہے کہ جس طرح ہو سکے اسرائیلی حکومت کو تباہ و برباد کر کے چھوڑیں گے۔اس سلسلے میں فلسطینی چھاپہ ماروں کو مسلح کیا گیا۔انہیں انتہائی جدید چھوٹے بڑے اسلحہ دیئے گئے اور انہوں نے ان اسلحہ کو نہایت بے دردی سے اسرائیلی نہتی پبلک پر بے دریغ استعمال کیا۔مثلاً دو تین چھاپہ مار چھپ چھپا کر کسی اسرائیلی اسکول میں گھس گئے اور مشین گنوں سے اسکول کے بچوں مردوں اور عورتوں کو بھون ڈالا اور بھاگ نکلے۔کسی بس کو بمب سے اڑا کر خاکستر کر دیا۔کسی بازار یا مارکیٹ میں جا نکلے اور قتل عام کر دیا۔یعنی اس یزیدی گروہ کے حملے ہمیشہ خالی ہاتھ پُر امن شہریوں پر برسہا برس سے ہوتے چلے آ رہے تھے۔اسرائیل بھی ان کے خلاف انتقامی حملے کرتا رہا مگر وہ بھی ان کے مسلح کیمپوں پر ہوتے تھے۔آخر اسرائیل نے بھی طے کر لیا کہ فلسطینی چھاپہ ماروں کو اور ان کے لیڈروں یا سرعرفات وغیرہ کو لبنان سے نکالا جائے تاکہ اس کے شہری ان سے محفوظ ہو جائیں۔چنانچہ اس نے لبنان پر حملہ کیا۔چونکہ ان چھاپہ ماروں نے لبنانی حکومت کو بھی بے دست و پا کر رکھا تھا۔اس لئے چھاپہ ماروں کو لبنانی رعایا کے گھروں پر قبضہ کرنے،اپنے اڈے آبادی کے اندر بنانے سے کوئی روک نہ سکتا تھا۔ادھر شام کی افواج بھی چھاپہ ماروں کی مدد کے لئے لبنان میں رہتی تھیں اس لئے اسرائیل کو شامی افواج اور چھاپہ مار افواج پر یکبارگی حملہ کرنا پڑا اور اس نے بھی ان کو کچلنے اور تباہ کرنے کا پروگرام جاری کیا اور انہیں ڈھکیلتے ڈھکیلتے بیروت شہر میں محصور کر لیا۔وہ چونکہ لوگوں کے گھروں ہوٹلوں اور مارکیٹوں میں اپنے اڈے منتقل کرتے رہتے تھے اس لئے پبلک کا خیال کئے بغیر ان پر بمباری اور گولہ باری جاری رہی۔چونکہ یہ سنگدل گروہ لوگوں کے گھروں میں اڈے تبدیل کرتا رہتا ہے اس لئے پبلک کا مرنا بھی ضروری تھا۔ساری دنیا کی حکومتوں نے شور مچایا کہ اتنے مرد اتنی عورتیں اور اتنے بچے اسرائیل نے مار ڈالے مگر کسی ملعون نے یہ نہیں کہا کہ چھاپہ مار گھروں سے گھروں میں توپیں تبدیل کرتے ہیں۔پبلک کو تو دراصل وہ مروا رہے ہیں اور پبلک کی آڑ میں پبلک کو ڈھال بنا کر خود محفوظ رہنا چاہتے ہیں۔اور نہ کوئی یہ کہتا ہے کہ اسرائیل نے بمباری سے پہلے پبلک کو چھاپہ ماروں سے الگ ہو جانے کا اعلان کیا۔ہوائی جہازوں سے پرچے اور پمفلٹ گرائے اور سمجھدار لوگ انہیں چھوڑ کر چلے بھی گئے۔چلے جانے والوں پر کوئی بم نہیں گرا۔جو اُن کے ساتھ چمٹے ہوئے ہیں ان کا خیال رکھ کر بمباری ناممکن ہے اور یہی چھاپہ ماروں کی چال ہے۔بہر حال چھاپہ مار پبلک کو اپنی بھینٹ چڑھا رہے ہیں۔

اسرائیل کون اور کیا ہے؟ تنازع کس بات پر ہے؟

اسرائیل نسل اسحاق علیہ السلام سے ہیں اور حضرت اسحاقؑ حضرت اسماعیل علیہ السلام کے حقیقی اور چھوٹے بھائی تھے لہٰذا اسرائیل ہم سیدوں کے اور محمدؐ و علیؑ و آل علیؑ و محمدؐ کے چچازاد بھائی ہیں وہ وہی ہیں جن کی شان میں سورہ روم نازل ہوئی تھی۔وہ وہی ہیں جن کو اللہ نے فلسطین اور وہ تمام سرزمین دی جس پر بیت المقدس (یروشلم) ہے جہاں اسرائیلی حکومت ہے (توریت،زبور،انجیل،قرآن کریم) مگر جس طرح قریشی حکومتوں نے حضرت اسماعیلؑ اور محمدؐ و علیؑ کو دی ہوئی سرزمین عرب و عراق پر قبضہ کر لیا تھا اُسی طرح محمدؐ و علیؑ کے چچازاد بھائیوں کو ملے ہوئے ملک پر بھی قبضہ کیا اور اسرائیلیوں کو جلا وطن کیا تہہ تیغ کیا اور ڈیڑھ ہزار سال تک انہیں بے گھر و بے در رکھا خود وہاں آباد ہوئے صدیاں گزر گئیں۔آخر اسرائیل نے قوت کے زور سے نوکِ شمشیر و جبر سے اپنا ملک خالی کرایا۔آباد ہوئے اپنی حکومت بنا لی۔یہ تنازعہ ہے۔عرب دوبارہ اسرائیل کو نکالنا اور تباہ کرنا چاہتے ہیں۔اور وہ باقی رہنا چاہتا ہے۔قارئین سن لیں کہ ہم اسرائیل کے ویسے ہی دوست ہیں جیسے حضرت مالک اشترؒ وغیرہ حضرت علیؑ و

Presented by Ziaraat.Com

اولادِ علیؑ کے دوست تھے۔اور کیوں دوست نہ ہوں؟ جب کہ وہ قرآن سے مومن ہیں ہمارے چچازاد بھائی ہیں اور محمدؐ وآل محمدؐ کے دنیا میں سب سے بڑے اور طاقت ور دوست ہیں۔جن یہود ونصاریٰ کو دشمن اسلام کہا گیا ہے وہ تو عرب کے باشندے،عربی نسل کے مطلب کے لئے بنے ہوئے یہود ونصاریٰ تھے نہ کہ اسحاقؑ کی نسل کے لوگ۔

اشعث ملعون کا ایک بیان جس میں وہ دوستی کا دم بھی بھرتا ہے۔

بات اشعث بن قیس کی ہو رہی تھی کہ ہمیں آج کے اشعث یعنی صدر ریگن کو سامنے لانا پڑا اور اس بہانے سے اسرائیل،عربوں اور فلسطینیوں کا مختصر حال دکھانا پڑا۔اب پھر مسلسل اشعث کا اپنا ایک بیان سنئے وہ کہتا ہے کہ:

''ہم آج بھی آپؑ کے ویسے ہی وفادار ہیں جیسے کل تھے اس وقت ہماری وہ پوزیشن نہیں جو کل تھی۔ہماری پوری جماعت میں کوئی ایسا نہ ہوگا جو مجھ سے بڑھ کر عراق کا ہمدرد ہو اور شام والوں کا دشمن ہو۔آپؑ شام والوں کی بات مان لیجئے۔اور کتابِ خدا پر اس کا فیصلہ رکھئے آپ کتاب خدا پر عمل کرنے کے ان سے زیادہ حقدار ہیں لوگ اب زندہ رہنا چاہتے ہیں لڑائی سے بیزار ہو چکے ہیں''

امیر المومنین نے اسے دھیما کرنے کے لئے کہا کہ:

''اس معاملے میں خوب غور وفکر کرنے کی ضرورت ہے'' مگر اشعث اپنی رائے سے ہٹنے کے لئے تیار نہ تھا۔نہ اسے یہ منظور تھا کہ میری رائے کے ہوتے ہوئے کسی اور رائے پر توجہ دی جائے۔یا میری رائے پر کسی قسم کا بحث ومباحثہ کیا جائے۔اس نے سپاہیوں میں اپنے خیالات پھیلانا شروع کئے۔چپ رہنا بھی پسند نہ کیا بلکہ جنگ روکنے کے لئے اپنی زبان سے پورا پورا کام لیا۔حالانکہ اس وقت لڑائی پوری شدت سے جاری تھی۔اور جنگ کی آگ تیزی سے بھڑک رہی تھی۔ٹھیک اسی بحث وتکرار کے موقع پر مالک اشترؓ نے اپنا معروف نعرہ بلند کیا:''صبر سے کام لو اے گروہِ مومنین صبر سے کام لو''

وہ اپنی مہم پر روانہ ہوئے اشعث کی باتوں نے ان کے عزم وارادے میں سستی نہ پیدا ہونے دی نہ ان کے ہاتھ ڈھیلے پڑے جس جنگ کو پیچھے چھوڑ کر وہ آئے تھے وہ ان کے نزدیک زیادہ قابل توجہ تھی۔بہ نسبت اشعث کی بحث وتکرار کے جس کا حاصل کچھ مفید نہ تھا ان کا خیال تھا کہ یہ بیکار سی تکرار ہے اس میں زیادہ طول نہ ہوگا حق واضح ہو چکا ہے کامیابی پُر یقین ہو چکی ہے معاویہ کا خیمہ چند قدم رہ گیا ہے وہاں تک پہنچتے ہی دشمنوں کا آخری ٹھکانہ بھی ختم ہو جائے گا دشمنوں کا قصہ پاک ہوتے ہی یہ ساری بحث وتکرار دھری رہ جائے گی۔اور یہ طرح طرح کی باتیں کرنے والے بھی خوش ہو جائیں گے۔وہ پوری دل جمعی سے آگے بڑھے فریاد کی صدائیں گونجتی رہیں شام والے دہائی دیتے رہے مگر انہوں نے اس کا نوٹس تک نہ لیا نہ ان کے چہرے پر رحم دلی ونرمی کے آثار پیدا ہونے پائے معاویہ کے بدن میں تھرتھری پڑ گئی۔حیران تھا کہ ہم نے جو چال چلی تھی وہ کیوں رنگ نہیں لائی۔امیر المومنین کی صفوں میں رات کو جو رخنہ ہماری سازش نے پیدا کیا تھا وہ تنگ کیوں ہوتا جا رہا ہے؟ معاویہ کے اھالی موالی بھی اس صورت حال کو دیکھ کر بلبلا اٹھے اور چیخ کر معاویہ سے کہا:

''اے معاویہ ہمیں تو اس کے آثار نظر نہیں آتے کہ عراق والوں نے ہماری درخواست قبول کر لی۔تم نے رحم کی درخواست کر کے ان کو اور جری کر دیا اور اپنے شکست کے بارے میں انہیں لالچ دے دیا ہے''

معاویہ کسی کی بات پر توجہ نہ دیتا تھا اس کی نظریں حضرت علیؑ کے گردوپیش کے لوگوں پر جمی ہوئی تھیں۔وہ دیکھ رہا تھا کہ وہاں ان کی سازش بار آور ہو

Presented by Ziaraat.Com

رہی ہے۔اشعث بن قیس بار بار جنگ بند کرانے کا تقاضا کر رہا تھا۔اور مالک اشترؒ مصاحف کی طرف سے آنکھ اور فریادوں کی طرف سے کان بند کئے حملے پر حملہ کرتے بڑھتے جارہے تھے۔حضرت علی علیہ السلام نے اشعث اور اس کے ورغلائے ہوئے لوگوں سے فرمایا کہ:

یہ لوگ بات تو سچی کہہ رہے ہیں کہ قرآن سے فیصلہ کرلو مگران کی نیت بے ایمانی اور باطل پر جمی ہوئی ہے''

لیکن وہ لوگ برابر اصرار کرتے جارہے تھے یہ وہی لوگ تھے جو خوشنودی خدا کے لئے اپنے گھر بار اور بچوں کو خیر باد کہہ کر جنگ کے لئے نکلے تھے۔انہوں نے ہر معرکہ میں دادِ شجاعت دی تھی۔دشمنوں کو قتل بھی کیا اور خود قتل بھی ہوئے تھے۔آج ان کی ہمتیں سست پڑ گئیں درآں حالیکہ کامیابی کوئی دم کی بات تھی۔آپؑ نے ان کو تنبیہ کرتے ہوئے فرمایا کہ:

''اے بندگانِ خدا قرآن کا فیصلہ سب سے پہلے قبول کرنے والا میں ہوں لیکن معاویہ،عمرو عاص،ابن ابی معیط اور ابن ابی سرح نہ دیندار ہی ہیں اور نہ قرآن ہی سے انہیں کوئی سروکار ہے۔میں ان کو تم سے زیادہ جانتا ہوں۔لڑکوں میں یہ سب سے بُرے لڑکے تھے اور جوانوں میں بدترین جوان۔یہ لوگ جو بات کہہ رہے ہیں۔وہ تو سچ ہے لیکن اس سچ کے پیچھے جھوٹ چھپا ہوا ہے پھر آپؑ نے بلند شدہ قرآن کی طرف دیکھ کر فرمایا کہ''

''یہ جو کچھ کیا جارہا ہے فریب و مکر و سازش ہے'' بندگانِ خدا گھڑی بھر کے لئے اپنے بازو اور سر مجھے عاریتاً دے دو۔فتح بالکل قریب ہے اور ان کی جڑ کٹنے میں ذرا سی دیر رہ گئی ہے''

بہت کم لوگوں نے رضامندی ظاہر کی کثرت بدستور ہٹ دھرمی پر تلی رہی۔ایک جماعت نے آپؑ کی تائید میں نعرہ بلند کیا کہ:''ہم لڑیں گے،ہم ان شام والوں سے اُسی طرح لڑیں گے جس طرح کل لڑ رہے تھے'' مگران کی آوازیں مخالفین کے نعروں میں دب کر رہ گئیں وہ کہہ رہے تھے کہ:

''ہمیں لڑائی نے کھالیا ہے،ہمارے بہت سے آدمی مارے جاچکے ہیں۔شام والے جو دعوت دے رہے ہیں اسے قبول کر لیجئے کہ ہم لوگ فنا ہونے کے قریب ہیں''۔

افراتفری مچ گئی میدان جنگ سے غول کے غول واپس آنے لگے۔زرہ پوش و مسلح گروہ آپؑ کے گرد جمع ہونے لگے۔چاروں طرف سے واپس آنے والوں کا تانتا بندھا ہوا تھا۔کوئی تنہا آرہا تھا۔کچھ مل کر آرہے تھے۔آپس میں باتیں کرنے کا شور بلند تھا۔کوئی کسی کی نہ سنتا تھا۔یہ وہی لوگ تھے جو ذرا دیر پہلے تک حضورؑ کے قدموں پر جان چھڑکنے کو تیار تھے اور اب معلوم ہوتا تھا کہ گویا خود آپؑ سے لڑنے کو تیار ہیں۔

واقعہ یہ تھا کہ سب ہی معاویہ سے نہیں مل گئے تھے کچھ لوگ تو ایسے تھے جنہیں ان کے حد سے بڑھے ہوئے زھد اور پرہیز گاری نے گمراہ کیا تھا۔ان لوگوں نے سوچا کہ شام والے ہمیں قرآن سے فیصلہ کرانے کی دعوت دے رہے ہیں۔اب اگر ہم کتابِ خدا کو ٹھکراتے ہیں تو دین ہی سے خارج ہوجائیں گے۔کچھ لوگ واقعی ایسے تھے جنہیں لڑائی نے ادھ مرا کردیا تھا۔ان کے بہت سے عزیز و اقرباء دونوں طرف لڑتے ہوئے مقتول ہوئے تھے۔کچھ لوگ محض جوش میں آکر لڑائی میں شریک ہوگئے تھے ایمان کی گہرائی سے فیصلہ نہ کیا تھا۔کچھ لوگ ایسے تھے جنہیں معاویہ نے گرویدہ کرلیا تھا۔انہیں یقین تھا کہ علیؑ کے ساتھ رہنے میں دنیاوی سامان ضرورت سے زیادہ نہ ملے گا۔معاویہ کے یہاں دولت و منصب دونوں کی فراوانی ہوگی۔یہ تمام قسم کے لوگ حضرت علیؑ کے لشکر میں ابتدا سے نہ تھے۔جنگ جمل کے بعد آپؑ کے لشکر میں کثرت سے ایسے لوگ شامل ہونے لگے تھے جو ابوبکر و عمر کو حق بجانب خلیفہ مانتے تھے۔اور اپنے خیال میں معاویہ کی اصلاح کے لئے حضرت علی علیہ السلام کا ساتھ دیتے تھے۔

Presented by Ziaraat.Com

زیرِ قلم خطبہ 48 کب دیا گیا؟

مخالفت اور ضد کی انتہا ہوگئی تو حضورؑ نے فرمایا کہ:

''تم برابر میرے فرمانبردار رہے اور میں اپنی مرضی اور پسند کے مطابق تم سے کام لیتا رہا۔ یہاں تک کہ جنگ نے تمہیں ہلکان کر دیا۔ مگر اتنا تو سوچو کہ جنگ نے تو ان کو بھی تباہ حال وھلکان کیا ہے۔ تم پھر بھی ان سے بہتر حالت میں ہو۔ وہ تو بالکل لب گور ہیں''

کسی اختلاف کرنے والے نے حضورؑ کو امیر المومنین کہا تو فرمایا کہ ''میں امیر المومنین کہاں رہ گیا؟ کل تک میں ضرور امیر المومنین تھا۔ آج صبح سے تو مجھ پر الٹا حکم چلایا جا رہا ہے۔ کل تک میں تمہیں غلط باتوں سے روکنے والا تھا آج تو تم مجھے صحیح کاموں سے بھی روک رہے ہو''۔

یہ تھا وہ نظارہ جس میں حضرت علیؑ قرآن کے خلاف عمل کرنے پر قرآن ہی کی آڑ میں مجبور کیے گئے مگر آپؑ نے اس مجبوری میں بھی جو قدم اُٹھایا وہ قرآن کے الفاظ اور واضح آیات کے ماتحت اُٹھایا اور دشمن کی پوری سازش کو قرآن کے بندھنوں میں باندھ کر نا کام کر دیا۔

Presented by Ziaraat.Com

مفتی جعفر حسین: خطبہ نمبر: 235

علی نقی طہرانی : خطبہ نمبر: 238

خُطبہ ﴿49﴾

1۔اپنے مخالفوں کی حقیقی پوزیشن یہ بتائی ہے کہ وہ سب کے سب بد قماش، بدنہاد، کمینہ اور مخلوط النسل ومخلوط النسب لوگ تھے۔ 2۔وہ انسانیت کی ابتدائی باتوں سے بھی جاہل اور عاری تھے، اور۔ 3۔وہ ہاتھ پکڑ کر چلانے کے محتاج تھے۔اُن کو ہر لحہ نگرانی ضروری تھی، اور اُنہیں انسانی اعمال کرانے میں مشق ومہارت کی احتیاج تھی۔4۔ابوموسیٰ اشعری اور عمرو بن العاص پر تنقید کی ہے

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وہ لوگ سنگ دل، و بدنہاد اور وحشی ہیں۔	1	جُفَاةٌ طَغَامٌ ؛
پست ترین وحقیر ترین بندے ہیں۔	2	عَبِيدٌ اَقْزَامٌ ؛
انہیں تمام آنے والے اور لانے والے مقامات سے جمع کیا گیا تھا۔	3	جُمِعُوْا مِنْ كُلِّ اَوْبٍ ؛
اور ان پر تخلیط اور تمزیج کی تمام صورتیں واقع ہو چکی ہیں۔	4	وَتُلُقِّطُوْا مِنْ كُلِّ شَوْبٍ ؛
وہ ان لوگوں میں سے ہیں جن کو سمجھنا بوجھنا سکھایا جانا چاہئے اور شریف الاطوار بنانے کے لئے سدھایا جانا درکار ہے	5	مِمَّنْ يَنْبَغِي اَنْ يُّفَقَّهَ وَيُؤَدَّبَ ؛
اور انہیں تعلیم دی جائے اور دڑبے میں گھسنا اور رہنا سکھایا جائے۔	6	وَيُعَلَّمَ وَيُدَرَّبَ ؛
اور ان پر ایک مختار و لی داروغہ مقرر کیا جائے۔	7	وَيُوَلّٰى عَلَيْهِ ؛
اور قدم قدم پر ان کو دستگیر رکھا جائے۔	8	وَيُؤْخَذَ عَلٰى يَدَيْهِ ؛
نہ وہ مہاجرین میں سے ہیں اور نہ ہی ان کو اسلام کے ناصروں میں شمار کیا جا سکتا ہے۔	9	لَيْسُوْا مِنَ الْمُهَاجِرِيْنَ وَالْاَنْصَارِ ؛
اور نہ وہ مدینہ کے قدیم باشندوں میں سے ہیں اور نہ انہیں اہل ایمان کہا جا سکتا ہے۔	10	وَلَا مِنَ الَّذِيْنَ تَبَوَّؤُا الدَّارَ وَالْاِيْمَانَ ؛
خبردار ہو کر غور سے سنو کہ مذکورہ قوم نے اپنی قوم میں سے اپنے پسندیدہ مقصد کے لئے قوم کے محبوب شخص کو انتخاب کیا تھا۔	11	اَلَا وَاِنَّ الْقَوْمَ اخْتَارُوْا لِاَنْفُسِهِمْ اَقْرَبَ الْقَوْمِ مِمَّا يُحِبُّوْنَ ؛
اور تم نے اپنے پسندیدہ شخص کو جس مقصد کے لئے چنا تھا وہ اس مقصد کے بجائے تمہارے ناپسندیدہ مقصد سے قریب تر تھا۔	12	وَاِنَّكُمْ اخْتَرْتُمْ لِاَنْفُسِكُمْ اَقْرَبَ الْقَوْمِ مِمَّا تَكْرَهُوْنَ ؛

Presented by Ziaraat.Com

وَاِنَّمَا عَهْدُكُمْ بِعَبْدِاللّٰهِ ابْنِ قَيْسٍ بِالْاَمْسِ يَقُوْلُ :	13	اور عبداللہ بن قیس ابوموسیٰ اشعری سے تم نے ایسی صورت میں بھی عہد کرلیا تھا جب کہ کل اس کا کہنا یہ تھا کہ:
اِنَّهَافِتْنَةٌ فَقَطِّعُوْا اَوْتَارَكُمْ ؛	14	یقیناً علیؑ کی طرف داری میں طلحہ وزبیر اور عائشہ سے جنگ کرنا فتنہ ہے۔ چنانچہ تیر کمانوں کے چلّوں کو کاٹ کر بے کار کردو۔
وَشِيْمُوْا سُيُوْفَكُمْ ؛	15	اپنی اپنی تلواروں کو میان میں رکھ لو۔
فَاِنْ كَانَ صَادِقًا فَقَدْ اَخْطَاَ بِمَسِيْرِهٖ غَيْرَ مُسْتَكْرَهٍ ؛	16	اگر ابوموسیٰ اپنے قول میں سچا تھا تو بلا کسی جبر و تقاضا کے اس کا ہمارے ساتھ مہمات جنگ میں سفر کرتے رہنا بہت بڑی غلطی تھی۔
وَاِنْ كَانَ كَاذِبًا فَقَدْ لَزِمَتْهُ التُّهْمَةُ ؛	17	اور اگر وہ جھوٹا تھا تو تمہیں اس کو اپنا نمائندہ حکم بنانے کے بجائے اس پر کذب وافترا کی تہمت لگانا لازم تھا۔
فَادْفَعُوْا فِيْ صَدْرِ عَمْرِو ابْنِ الْعَاصِ بِعَبْدِ اللّٰهِ ابْنِ الْعَبَّاسِ ؛	18	چنانچہ تمہیں عمرو بن العاص کو عبداللہ بن عباس کے زمرے میں دفع کرنا چاہیئے۔
وَخُذُوْا مَهَلَ الْاَيَّامِ ؛	19	اور ان مہلت کے دنوں سے ہر ممکن فائدہ اٹھانا چاہیئے۔
وَحُوْطُوْا قَوَاصِيَ الْاِسْلَامِ ؛	20	اور مملکت اسلامی کی حدود اور سرحدوں کو اپنے حفاظتی احاطہ میں لے لینا چاہیئے۔
اَلَاتَرَوْنَ اِلٰى بِلَادِكُمْ تُغْزٰى ؟؛	21	کیا تم یہ نہیں دیکھ رہے ہو کہ تمہارے شہروں پر حملے کئے جارہے ہیں۔
وَاِلٰى صَفَاتِكُمْ تُرْمٰى ؛	22	اور تمہاری عادات اور صفات پر ضرب لگائی جارہی ہے۔

تشریحات:

اس خطبے میں حضرت علی علیہ السلام اپنے مخالفوں کی ذات وبنیاد ونسل اور ان کی تربیت کا حال بیان فرماتے ہیں اور پھر ان لوگوں کو ملزم ٹھہراتے ہیں جنہوں نے ابوموسیٰ اشعری کو حکم بنانے پر اصرار کیا تھا یا نیم رضامندی ظاہر کی تھی۔ ساتھ ہی ابوموسیٰ کی ایمانی حالت اور مخالفت پر روشنی ڈالتے ہیں۔ خطبے کے آخر میں یہ بتاتے ہیں کہ تحکیم کا فیصلہ ہونے تک جو مدت باقی ہے اس میں ملک کے داخلی اور سرحدی تحفظ میں مصروف رہنا چاہیئے۔

1۔ قریش اور معاویہ اور عمرو عاص اور اُن کے بزرگوں اور سرپرستوں اور حکمرانوں یا خلفاء کے متعلق تمام قریش ساز ریکارڈ باطل ہے

حضورؐ کے اس خطبہ کے اولین دس جملے قریش کے متعلق تمام قصیدوں اور مدح سرائیوں اور فرضی بزرگیوں کو مسمار کرکے رکھ دیتے ہیں۔

جملہ نمبر 1، 2 ان میں آپ جن لوگوں کا ذکر فرمارہے ہیں ان سب کو بلاکسی استثناء کے سنگدل، بدکار و بدنہاد اور وحشی فرمایا ہے اور پھر سب کو ایک دوسرے سے نہایت گھٹیا درجہ کا غلام فرمایا ہے۔ یہ پتہ لگانے کے لئے کہ حضورؐ کس قوم، قبیلے یا گروہ کا ذکر فرمارہے ہیں۔ ان تمام اقوام وقبائل پر نظر ڈالنا ہوگی جو معاویہ کے ساتھ تھے یا حضرت علی علیہ السلام کے ساتھ شامل ہوئے ان میں سے نہ کوئی سارا قبیلہ غلام تھا نہ کسی قبیلے کے تمام افراد

Presented by Ziaraat.Com

سنگدل و بدکار تھے۔لیکن آپ کا فرمانا غلط نہیں ہوسکتا۔جس کے لئے ان جملوں سے اگلے جملوں میں مدد ملتی ہے۔

جملہ نمبر 3 تا 10 اب سوچئے کہ میدان صفین میں ایسے کورے جاہل کہاں تھے؟ جنہیں سمجھ بوجھ بھی نہ تھی اور جنہیں ہاتھ پکڑ کر چلانے کی احتیاج تھی اور جن پر ایک داروغہ تعینات کیا جائے؟ ایسے تو چار پانچ سال کے بچے بھی نہیں ہوتے انہیں بھی تمیز ہوتی ہے ادب ولحاظ ہوتا ہے وہ اچھے بُرے کاموں کو جانتے ہیں۔انہیں مکان میں جانا آنا اور سلیقہ سے رہنا آتا ہے۔اگر وہ چھوٹی عمر کے بچے ہوتے تو ان کے لئے مہاجرین اور انصار سے نفی کرنے کی ضرورت نہ ہوتی۔یعنی وہ جوان وہوش مند لوگ تھے۔اسی لئے انہیں بدکار اور سنگدل اور وحشی فرمایا گیا ہے۔ورنہ یہ الزامات نابالغوں اور معصوم بچوں پر عائد نہیں کئے جاسکتے۔پھر جنگ صفین میں آنے والا کوئی گروہ یا قبیلہ ایسا نہ تھا جو ہر جگہ سے آیا اور لایا گیا ہو۔نہ وہ سب کسی ایک مقام یا علاقے سے آئے یا لائے گئے تھے۔پھر ان کے لئے یہ بھی فرمایا گیا ہے کہ ان میں ہر طرح کی تخلیط وتمزیج ہوئی ہے۔یعنی ان کو وجود میں لانے کے لئے پیوندکاری اور نسلوں کو مخلوط کیا گیا ہے۔اب بات صاف ہوگئی کہ وہ ایسی نسل یا اولادیں ہیں جو مختلف مقامات کے لوگوں کے نطفوں سے پیدا کئے گئے تھے۔یعنی ہر سرزمین کے چیدہ چیدہ اور سربرآوردہ اور چالاک ودانشمند لوگوں کے پاس عورتوں کو بھیج بھیج کر عمدہ سے عمدہ نطفے حاصل کرنے کے بعد جو نسل چلی ان کا ذکر ہو رہا ہے۔اور یہ باتیں عربوں کے یہاں باقاعدہ سوچے سمجھے دستور کے مطابق ہوتی تھیں اور اس قسم کے اور اس غرض کے جنسی تعلقات کا نام سارے عرب میں معلوم ومشہور اور جائز تھا اور عرب کے حقیقی ہمدرد اس قسم کی اولاد و نسل پیدا کرنے میں ہر طرح کا تعاون کرتے تھے۔یہ بات ایک ایسے عالم سے سنئے جو عربوں کا عموماً اور قریش کا خصوصاً طرفدار و پرستار ہے۔اور جس نے عربوں کو ساری دنیا کی اقوام سے بڑھا چڑھا کر پیش کرنے کے لئے تاریخی چوریاں اور بددیانتی بھی کی ہے اور جو اس کی کتاب ''بلوغ الارب'' کے مترجم ڈاکٹر پیر محمد حسن نے جلد اول کے دیباچے ہی میں لکھ کر ثابت کر دی ہے۔لہٰذا وہ عالم محمود شکری آلوسی لکھتے ہیں کہ:

''نکاح کا ایک طریقہ اور بھی تھا۔وہ یہ کہ ایک شخص اپنی بیوی سے کہتا کہ جب تو حیض سے پاک ہو جائے تو فلاں کو بُلا بھیجنا اور اس سے ہم آغوشی کی درخواست کرنا تاکہ تجھے اس سے حمل قرار پا جائے۔استبضعی کے معنی اطلبی منہ الجماع (اس سے ہم آغوشی کرنے کی درخواست کرنا) کے ہیں۔اور مباضعۃ کے معنی ''ہم آغوش'' کے ہیں۔یہ لفظ ''بُضعٌ'' سے لیا گیا جس کے معنی ''شرمگاہ'' کے ہیں۔اس عرصہ میں خاوند اپنی بیوی سے الگ رہتا تھا اور جب تک اس شخص کی توجہ کے باعث حمل ظاہر نہ ہو جاتا خاوند بیوی کے قریب نہ جاتا تھا۔حمل کے ظاہر ہو جانے کے بعد خاوند جب بھی چاہتا بیوی کے پاس چلا جاتا۔خاوند یہ حرکت صرف اس لئے کرتا تھا کہ بچہ ''نجیب'' پیدا ہو۔بالفاظ دیگر اس لئے کہ اُسے (عورت کو) ''اصیل نر'' کا پانی حاصل ہو جائے۔اس کی وجہ یہ تھی کہ عرب اپنے ''اکابر (بڑے لوگوں) اور ان لوگوں سے جو ''شجاعت'' اور سخاوت وغیرہ میں سردار مانے جاتے تھے اس قسم کی درخواست کرتے تھے۔حیض سے فوراً بعد اس قسم کا مطالبہ کرنے میں یہ راز تھا کہ عورت جلد حاملہ ہو جائے اس نکاح کو '' نکاح استبضاع'' کہا جاتا تھا'' (مسلسل لکھا ہے کہ:)

2) ''نکاح کا ایک طریقہ اور بھی تھا۔وہ یہ کہ کچھ لوگ جن کی تعداد دس سے کم ہوتی ایک عورت کے پاس جاتے اور سب کے سب اس سے ہمکنار ہوتے۔یہ اس عورت کی رضامندی اور ان لوگوں کی باہمی مفاہمت سے ہوتا تھا۔جب اسے حمل قرار پا جاتا اور وہ بچہ جنتی تو وضع حمل کے بعد چند راتیں گزر جانے پر ان سب (مردوں) کو بلا بھیجتی۔کسی کو مجال نہ تھی کہ نہ آئے۔جب سب آجاتے تو عورت کہتی:

جو معاملہ بھی ہوا تھا تم سب کو معلوم ہے۔اب یہ بچہ پیدا ہوا ہے۔ازاں بعد وہ جسے پسند کرتی اس کا نام لے کر کہتی کہ ''یہ تمہارا بیٹا ہے''

Presented by Ziaraat.Com

چنانچہ اس بیٹے کا الحاق اس شخص کے ساتھ ہوجاتا تھا۔اس شخص کی مجال نہ تھی کہ انکار کرے‘‘ (اگلے صفحہ پر لکھا ہے کہ:)

3) ’’نکاح کا ایک طریقہ یہ بھی تھا کہ بہت سے لوگ اکٹھے ہوکر ایک عورت کے پاس جاتے وہ کسی کو آنے سے نہ روکتی تھی۔یہ عربوں کی طوائفیں تھیں۔انہوں نے اپنے دروازوں پر علامت کے طور پر جھنڈیاں نصب کر رکھی ہوتی تھیں۔جو چاہتا ان کے پاس چلا جاتا۔اگر عورت حاملہ ہوجاتی اور بچہ جنتی تو یہ سب لوگ جمع ہوتے۔قیافہ شناسوں کو بلایا جاتا۔پھر جس شخص کے متعلق ان قیافہ شناسوں کی رائے قرار پاجاتی کہ بچہ اس کا ہے تو بچے کو اسی کے نسب کے ساتھ ملا دیا جاتا اور وہ اسی شخص کا بیٹا کہلاتا۔اس کی مجال نہ تھی کہ وہ انکار کرے‘‘۔

(کتاب البلوغ الارب صفحہ 260-263)

قارئین نوٹ کریں کہ عمرو بن العاص مندرجہ بالا دوسری قسم کے نکاح سے پیدا ہوا تھا اور زیاد جو کربلا والے ابن زیاد کا باپ تھا وہ تیسری قسم کے نکاح سے پیدا ہوا تھا۔اور ان دونوں کی پیدائش کی پارٹی میں ابوسفیان معاویہ کا باپ بھی شامل تھا۔یہ تاریخی مسلمہ حقیقت ہے۔بہرحال قریش کا ہر فرد مندرجہ بالا قسم کے نکاحوں کی پیداوار تھا۔اب آپ کی سمجھ میں حضرت علی علیہ السلام کے ریمارکس آسانی سے آجائیں گے وہ جس نسل کا تذکرہ فرمارہے ہیں ان کو چاروں طرف سے آنے اور لائے جانے والے فرما کر نطفوں کی اسی اَدلا بدلی کو ظاہر کرنے اور نطفوں کی تلاش و جستجو کرنے اور دور دور سے پارٹیوں کا نطفہ دینے اور بچہ لینے کے لئے آنے کو مختصر ترین اور مہذب ترین صورت میں یوں بیان فرمایا کہ:۔

جُمِعُوا مِنۡ كُلِّ اَوۡبٍ ؛ وَتُلُقِّطُوامِنۡ كُلِّ شَوۡبٍ ؛

’’ان کو تمام آنے والے اور لانے والے مقامات سے جمع کیا گیا اور ان پر تخلیط و تمزیج کی تمام صورتیں واقع ہوچکی ہیں‘‘

ایک حیادار انسان کے لئے اس سے زیادہ کھول کر بات کرنا بے حیائی ہے اور ایک سمجھدار اور عربوں سے واقف شخص کے لئے اتنا سُن کر سب کچھ سمجھ جانا کافی ہے۔

بہرحال حضرت علی علیہ السلام ایک ایسی دوغلی در دوغلی نسل کی بات کرتے رہے ہیں جس میں پیوندکاری انتہا تک پہنچی ہوئی تھی۔جس میں حرام در حرام، پیوند در پیوند سے نسل تیار کی گئی تھی جس میں یہ کہنا حقیقی طور پر ممکن نہ تھا کہ فلاں شخص فلاں کا بیٹا ہے جن کے باپوں کے فرضی اور الحاقی نام بھی لوگوں کو معلوم نہ تھے۔اللہ نے جنہیں دینی بھائی کہہ کر معاشرہ میں کھپایا اور چھپایا تھا (احزاب 33/5) اور یہ ترقی یافتہ نسل ہی قریش کہلاتی تھی ان کی ذہنیت بدکرداری اور حرامکاری سے بنی تھی۔یہ ایسی خبیث نسل تھی (عمران 3/179، نور 24/26) جس میں اپنی بیٹیوں، بہنوں اور ماؤں سے پیدا کی ہوئی اولادیں بھی تھیں (نساء 24-23-4/23) یہ وہ نسل تھی جو کسی اخلاقی قدر کی پابندی کرنے کو غلام ذہنیت سمجھتی تھی۔چنانچہ بدکرداری ان کے یہاں شیرِ مادر تھی۔بدعہدی، غداری، فریب کاری، مکاری، دغا، جھوٹ اور تہمت طرازی ان کی گھٹی میں پڑی تھی۔قریش کی اس مذمت کے بعد یہ فرمایا کہ ان کو آدمی بنانے کیلئے جبری تعلیم اور ڈنڈے سے تربیت دی جانا چاہئے انہیں تادیبی کیمپوں میں رکھ کر ان پر کوڑے برسانے والے داروغہ اور متولی تعینات رہنا چاہئیں انکے ہاتھوں میں ہتھکڑیاں ڈال کر انہیں چلنا پھرنا اور نیک اطواری کا عادی بنانا چاہئے یہ سب کچھ ان ہی کے لئے تجویز فرمایا ہے کہ:۔ مِمَّنۡ يَنۡبَغِیۡ اَنۡ يُّفَقَّهَ وَيُؤَدَّبَ ؛ وَيُعَلَّمَ وَيُدَرَّبَ ؛ وَيُوَلّٰى عَلَيۡهِ ؛ وَيُؤۡخَذَ عَلٰى يَدَيۡهِ ؛

’’وہ نسل ایسی ہے جسے سمجھنا بوجھنا سکھایا جانا چاہئے۔اور شریف الاطوار بنانے کے لئے انہیں سدھایا جانا چاہئے۔اور انہیں تعلیم دینا اور ڈربے میں گھسنا اور رہنا سکھایا جانا چاہئے۔ان پر سدھانے اور آدمی بنانے کے لئے داروغہ لوگ تعینات رہنا چاہئیں۔اور انہیں باندھ کر یا

Presented by Ziaraat.Com

ہتھکڑیاں پہنا کر مہذب بنانا چاہیئے۔اس لئے کہ وہ: جُفَاۃٌ طَغَامٌ ؛ عَبِیْدٌ اَقْزَامٌ ؛
سنگدل، بدکارو بدنہاد اور وحشی ہیں یعنی کھلے ہاتھ ہوں تو نہ معلوم کس کا منہ نوچ لیں کس کا گلا گھونٹ دیں۔وہ پست ترین وحقیر ترین غلامانہ ذہنیت رکھتے ہیں:۔

یوں قریش کی ساخت و پرداخت سے گہرا اور نسلی تعارف کرانے کے بعد حضوؐر علیہ السلام نے ان کی عادات اور خصائل کی مثال میں عمرو بن العاص اور ابوموسیٰ اشعری کو پیش کیا ہے۔اور ان کی حالت اور کردار کی طرف اپنے اس خطبہ کے جملہ نمبر 11 تا 22 میں اشارہ فرماتے ہیں۔

2۔ رئیس احمد جعفری ندوی مترجم نہج البلاغۃ کے، حضرت علیؑ کی خلافت، قاتلانِ عثمان، معاویہ اور جنگ صفین کے متعلق بیانات۔

رئیس احمد صاحب نے نہج البلاغہ کے ترجمہ سے پہلے حضرت علی علیہ السلام کے حالات پر ایک تعارفی نظر ڈالی ہے اس میں سے ضروری بیانات کا سامنے لانا مفید ہوگا۔ان کا عنوان اور بیان یہ ہے کہ:

''حضرت علیؑ کی خلافت''

''آنحضرت کی وفات کے بعد علی الترتیب حضرت ابوبکر، حضرت عمر، حضرت عثمان خلیفہ ہوئے۔حضرت عثمان کی شہادت کے بعد تین دن تک مسند خلافت خالی رہی۔اس عرصہ میں لوگوں نے حضرت علی کرم اللہ وجہ سے اس منصب کے قبول کرنے کے لئے سخت اصرار کیا۔ انہوں نے پہلے اس بارگراں کو اٹھانے سے انکار کر دیا۔لیکن آخر میں مہاجر وانصار کے اصرار سے مجبور ہو کر اٹھانا پڑا۔اور واقعہ کے تیسرے دن اکیس ذی الحجہ ۳۵ھ دوشنبہ کے دن مسجد نبوی میں جناب مرتضٰی کے دست اقدس پر بیعت ہوئی۔مسند نشین خلافت ہونے کے بعد سب سے پہلا کام حضرت عثمان کے قاتلوں کا پتہ چلانا اور ان کو سزا دینا تھا۔لیکن دِقّت یہ تھی کہ شہادت کے وقت صرف ان کی بیوی نائلہ بنت الفرافصہ موجود تھیں۔جو اس کے سوا کچھ نہ بتا سکیں کہ محمد بن ابی بکر دو آدمیوں کے ساتھ جن کو وہ پہلے سے پہچانتی نہیں تھیں اندر آئے ۔حضرت علیؑ نے محمد بن ابی بکر کو پکڑا تو انہوں نے قسم کھا کر اپنی برأت ظاہر کی کہ وہ قتل کے ارادے سے ضرور داخل ہوئے تھے لیکن حضرت عثمان کے ایک جملے سے محجوب ہو کر پیچھے ہٹ آئے۔البتہ ان دونوں نابکاروں نے بڑھ کر حملہ کیا جن کو وہ بھی نہیں جانتے تھے کہ کون تھے ۔حضرت نائلہ نے بھی اس بیان کی تصدیق کی کہ محمد بن ابی بکر شریک قتل نہ تھے۔غرض تحقیق وتفتیش کے باوجود قاتلوں کا پتہ نہ چلا۔تاریخ کی کتابوں میں قاتلوں کے مختلف نام مذکور ہیں۔لیکن شہادت کی قانونی حیثیت سے وہ مجرم ثابت نہیں ہوتے۔اس لئے مجرمین کا کوئی پتہ نہ چل سکا۔اور حضرت علیؑ اس وقت کوئی کارروائی نہ کر سکے'' (نہج البلاغہ مترجمہ رئیس احمد پہلا ایڈیشن صفحہ 48-49)

معاویہ کا بیس بائیں (22,20) سال تک ملک شام وگردو نواح پر قابض ہونا۔اس کے عزائم اس کے چاروں طرف دشمن قریش کا مجمع۔

حضرت علی علیہ السلام کا خط معاویہ کے نام لکھنے کے بعد جعفری صاحب نے لکھا ہے کہ:

''امیر معاویہ بیس بائیس برس سے شام کے والی تھے اس طویل حکومت نے ان کے دل میں استقلال وخودمختاری کی تمنا پیدا کر دی تھی (اور وہ خودمختارانہ حکومت کر رہا تھا۔احسنؔ) جس کے حصول کے لئے اس سے زیادہ بہتر موقع میسر نہیں آسکتا تھا۔نیز حضرت عثمان کی شہادت حضرت علیؑ کی خلافت اور اموی عمال (گورنروں) کی برطرفی سے بنوامیہ اور بنوہاشم کی دیرینہ چشمک پھر تازہ ہوگئی تھی۔حضرت علیؑ کے معزول کردہ تمام اموی عمال (گورنر) امیر معاویہ کے گردو پیش جمع ہوگئے تھے۔بہت سے قبائل عرب، جو اگرچہ اموی نہ تھے، لیکن امیر

Presented by Ziaraat.Com

معاویہ کی شاہانہ دادودہش نے ان کو بھی اس کا طرفدار بنا دیا تھا۔ بعض صحابہ بھی اپنے مقاصد کے لئے ان کے دست و بازو بن گئے تھے۔ حضرت عمرو بن العاص نے مصر کی حکومت کا عہد لے کر اعانت و مساعدت کا وعدہ کر لیا تھا۔ حضرت مغیرہ بن شعبہ، جو عرب کے نامور مدبروں میں سے تھے اور پہلے حضرت علیؑ کی طرف مائل تھے۔ آپ سے دل برداشتہ ہو کر امیر معاویہ کے ساتھ ہو گئے۔ عبیداللہ بن عمر بن خطاب جنہوں نے اپنے والد کے خون کے جوشِ انتقام میں ایک پارسی نومسلم ہرمزان کو بے وجہ قتل کر دیا تھا اور حضرت عثمان نے ان سے قصاص نہ لیا تھا۔ حضرت علیؑ کی مسند نشینی کے بعد مقدمہ قائم ہونے کے خوف سے بھاگ کر امیر معاویہ کے دامن میں پناہ لی تھی۔ امیر معاویہ نے ایک اور نامور مدبر زیاد بن ابیہ کو جو حضرت علیؑ کے حامیوں میں سے تھا اپنے ساتھ ملا لیا۔ اکابر شام کی پہلے ہی سے ان کو تائید حاصل تھی۔ ان کی مدد سے انہوں نے حضرت عثمان کی شہادت کے واقعہ کو، جس سے مسلمان سخت متاثر تھے سارے شام میں پھیلایا۔ ہر ہر گاؤں، قصبہ اور شہر میں اس کی اشاعت کے لئے خطیب مقرر کئے۔ دمشق کی جامع مسجد میں حضرت عثمان کی خون آلود قمیص اور حضرت نائلہ کی کٹی ہوئی اونگلیاں نمائش کے لئے رکھوا دیں'' (ایضاً صفحہ 53-52)

جعفری صاحب کے اِن بیانات میں یہ ثابت ہو گیا کہ عثمان کے قاتلوں کا خود عثمان کی زوجہ نائلہ تک کو علم نہ تھا۔ اور محمد بن ابوبکر کو نائلہ کی تائید حاصل تھی کہ وہ عثمان کے نہ قاتل تھے نہ قاتلوں کے ساتھ تعاون کے مجرم تھے۔ لہٰذا سارے قریش کا وہ ہنگامہ جو انہوں نے عثمان کے قاتلوں کے سلسلے میں مچایا وہ صرف ایک ڈھونگ تھا تاکہ حضرت علی علیہ السلام کے معاونین کو الگ کر کے ان کی حکومت کو کمزور کریں اور جنگ کے ذریعہ حکومت چھین لیں۔ حالانکہ حقیقت یہ تھی کہ حضرت علیؑ کے پاس یا ان کے ساتھ عثمان کا کوئی قاتل موجود نہ تھا۔ اور اگر عثمان کے خلاف تحریک چلانے والوں کو قاتل یا قابل انتقام سمجھا جائے، تو ان میں عائشہ، طلحہ، زبیر اور عبدالرحمٰن بن عوف اور سارے قریشی صحابہ داخل تھے۔ ان سب سے انتقام ضروری تھا اور یہ انتقام بھی حضرت علی علیہ السلام ہی نے جمل و صفین میں ان سے لیا تھا۔

Presented by Ziaraat.Com

مفتی جعفر حسین: خطبہ نمبر: 35

علی نقی طہرانی: خطبہ نمبر: 35

خُطبہ ﴿50﴾

1 ۔حمد وثنائے خداوندی ہر حالت میں لازم ہے۔2۔توحید خداوندی اور اس کے متعلقات کا اقرار و اعلان کرنا بھی حمدِ خداوندی میں شامل ہے۔3۔نصیحت ہر نیک و بد شخص کو کی جانا چاہیئے۔4۔نصیحت سے روگردانی حیرانیوں پریشانیوں اور ندامت سے دوچار کرتی ہے۔5۔نصیحت کبھی کبھی خود ناصح کے لئے الجھن کا سبب بن جایا کرتی ہے۔6۔نصیحتوں کی پیہم مخالفت ناصح کی امنگوں کو سرد کر دیتی ہے۔

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

اَلۡحَمۡدُ لِلّٰهِ وَاِنۡ اَتَى الدَّهۡرُ بِالۡخَطۡبِ الۡفَادِحِ ؛	1	حمد وثنا کی تمام صورتیں ہر حال میں اللہ کے لئے جاری رہنا چاہئیں خواہ زمانہ کیسے ہی بے بس کر دینے والے پیغامات لاتا رہے۔
وَالۡحَدَثِ الۡجَلِيۡلِ ؛	2	اور خواہ کیسے ہی جلیل القدر حادثات گھیرے ہوئے ہوں۔
وَاَشۡهَدُ اَنۡ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحۡدَهٗ لَاشَرِيۡكَ لَهٗ ؛	3	اور میں شہادت دیتا ہوں کہ اللہ کے علاوہ اور کوئی معبود نہیں ہے۔وہ یکتا و یگانہ ہے اس کا کوئی شریک کار نہیں ہے۔
لَيۡسَ مَعَهٗ اِلٰهٌ غَيۡرُهٗ ؛	4	اس کے ساتھ لگا ہوا اور کوئی معبود نہیں ہے۔
وَاَنَّ مُحَمَّدًا عَبۡدُهٗ وَرَسُوۡلُهٗ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيۡهِ وَآلِهٖ ؛	5	اور یہ گواہی بھی دیتا ہوں کہ محمدؐ اس کے بندے اور رسوؐل ہیں۔اللہ ان پر اور ان کی آل پر درود بھیجتا رہے۔
اَمَّابَعۡدُ فَاِنَّ مَعۡصِيَةَ النَّاصِحِ الشَّفِيۡقِ الۡعَالِمِ الۡمُجَرِّبِ تُوۡرِثُ الۡحَيۡرَةَ ؛	6	حمد خداوندی کے بعد واضح ہو کہ ایک غم گسار و ہمدرد اور عالم و تجربہ کار شخص کی نصیحت کی خلاف ورزیاں حیرانی میں مبتلا کیا ہی کرتی ہیں۔
وَتُعۡقِبُ النَّدَامَةَ ؛	7	اور نتیجہ میں ندامت سے دوچار ہونا پڑا کرتا ہے۔
وَقَدۡ كُنۡتُ اَمَرۡتُكُمۡ فِيۡ هٰذِهِ الۡحُكُوۡمَةِ اَمۡرِيۡ ؛	8	میں نے تو یقیناً پہلے ہی تمہیں اس حکومت کے سلسلے میں اپنا حکم اور فیصلہ سنا دیا تھا۔یعنی میں اب بھی اپنے اسی فیصلے پر قائم ہوں
وَنَخَلۡتُ لَكُمۡ مَخۡزُوۡنَ رَاۡيِيۡ ؛	9	اور میں نے تمہارے سامنے اپنی قیمتی رائے کا نچوڑ پیش کر کے رکھ دیا تھا۔یعنی آج بھی اس سے بہتر کوئی رائے نہیں ہے۔

Presented by Ziaraat.Com

لَوْ كَانَ يُطَاعُ لِقَصِيرٍ اَمْرٌ ؛	10	اے کاش کہ تم نے قصیر کے حکم کے سامنے سر اطاعت جھکا دیا ہوتا۔
فَاَبَيْتُمْ عَلَيَّ اِبَآءَ الْمُخَالِفِيْنَ الْجُفَاةِ ؛	11	لیکن تم نے تجربہ کار اور مستقل مخالفوں اور بے درد لوگوں کی طرح میری رائے کو ٹھکرا دیا اور سرکشی پر تل گئے۔
وَالْمُنَابِذِيْنَ الْعُصَاةِ ؛	12	اور تم نافرمانوں اور عہد شکنوں کی طرح میرے ساتھ پیش آئے۔
حَتّٰى ارْتَابَ النَّاصِحُ بِنُصْحِهٖ ؛	13	یہاں تک کہ تمہیں نصیحت کرنے والا اپنی نصیحت کی بنا پر الجھن میں پڑ گیا۔
وَضَنَّ الزَّنْدُ بِقَدْحِهٖ ؛	14	اور اس کی گرمیِ طبیعت اور نصیحتیں کرنے کا جوش اسی طرح ٹھنڈا پڑ گیا جس طرح چقماق شعلہ دینا چھوڑ دے۔
فَكُنْتُ اَنَا وَاِيَّاكُمْ كَمَا قَالَ اَخُوْهَوَازِنَ :	15	میری اور تمہاری حالت کے متعلق قبیلہ ھوازن کے شاعر کا یہ قول بالکل صادق آتا ہے کہ:
اَمَرْتُكُمْ اَمْرِيْ بِمُنْعَرِجِ اللِّوٰى ؛	16	میں نے تمہیں ٹیلے کے موڑ پر مُڑتے مُڑتے بھی اپنا فیصلہ سنا دیا تھا جسے تم نے غلط سمجھ کر نظر انداز کر دیا تھا۔
فَلَمْ تَسْتَبِيْنُوا النُّصْحَ اِلَّا ضُحَى الْغَدِ	17	مگر دوسرے دن دوپہر سے پہلے ہی تمہیں حقیقتِ حال معلوم ہوگئی۔

تشریحات:

یہ تذکرہ ہو چکا کہ حضرت علیؑ کو مجبور کر کے جنگ بند کرائی گئی۔ قرآن سے فیصلہ کرنے کے لئے دو حَکَم، عمرو بن العاص اور ابو موسیٰ اشعری کو حضورؐ کی مرضی کے خلاف مقرر کئے گئے۔ اور یہ کہ حضرت علی علیہ السلام نے حکمین کو قرآن سے فیصلہ کرنے کا پابند کر کے سازشیوں کا سارا کام بگاڑ دیا۔ اور وہ سمجھ گئے کہ قرآن کا فیصلہ ہر حالت میں حضرت علیؑ کے حق میں ہوگا۔ اس لئے اُنہوں نے دوسری سازش کی بنیاد رکھی تھی اور حکمین کا فیصلہ ہونے سے پہلے پہلے اس سازش کو پال پوس کر موٹا تازہ اور مقابلے پر آنے کے لائق بنا دیا تھا تاکہ حکمین کا فیصلہ غلط ہو جانے کے باوجود حضرت علیؑ اپنی فوج کے داخلی تفرقہ اور شورش سے یہ فرصت نہ پاسکیں کہ وہ قرآن کی رُو سے از سر نو شام پر حملہ آور ہو سکیں چنانچہ وہ گروپ حضرت علی علیہ السلام کے سامنے طرح طرح کی تیاریاں کر کے اور اُلٹے سیدھے سوال لے کر آنے لگا اس خطبہ (50) میں ان ہی لوگوں کو جواب دیا ہے۔ انہیں قائل کیا ہے کہ تمام خرابیاں تم نے پیدا کیں۔ تم نے بغاوت کی میرا حکم ماننے سے انکار کیا اگر کچھ بُرے نتائج نکلے ہیں تو تم خود اس کے ذمہ دار ہو۔

اس خطبہ میں ''قصیر'' کا نام لے کر اپنے حکم کو نہ ماننے والوں پر طنز فرمایا ہے۔ مملکت حیرہ کے تاجدار جذیمہ ابرش کا ایک غلام قصیر نام کا تھا جو نہایت عاقل و بالغ شخص تھا اس نے اس بادشاہ کو منع کیا تھا کہ تُو شہزادی زباء کو وفادار نہ سمجھ وہ تجھے اپنے باپ کے قتل کا بدلہ لینے اور قتل کرنے کے لئے شادی کرنے کے بہانے سے بُلا رہی ہے۔ لاکھ سمجھایا مگر بادشاہ پر عورت کا بھوت سوار تھا نہ مانا اور روانہ ہو گیا۔ شہزادی نے گویا ایک خفیہ خط بھیجا تھا کہ میں شرم کے مارے اعلان نکاح نہیں کر سکتی تم آؤ نکاح کی درخواست کرو میں درباریوں سے مشورہ برائے مشورہ کر کے منظور کر لوں گی تم نکاح کر کے دونوں حکومتوں کو سنبھالنا میں محل میں رہا کروں گی۔ لوگ تمہارے آنے اور درخواست کرنے سے اس بات کو نظر انداز کر دیں گے کہ تم نے

Presented by Ziaraat.Com

میرے والد کو میدان جنگ میں قتل کیا تھا۔ جب بادشاہ مع اپنے ساتھیوں کے شہزادی کے شہر کے قریب پہنچا تو استقبال کے لئے فوج موجود تو تھی مگر شاہی تپاک سے استقبال نہ ہوا اس پر قصیر نے پھر توجہ دلائی مگر بادشاہ نے تسلیم نہ کیا آخر شہر میں داخل ہوا اور قتل کر دیا گیا۔ اس وقت قصیر نے کہا تھا:

''لو کان یطاع لقصیر امر'' ''کاش قصیر کا حکم مان لیا گیا ہوتا''۔

دوسری مثال میں حضوؑر نے بنی ھوازن کے شاعر کا حوالہ دیا ہے۔ جس کا نام درید ابن صمہ تھا۔ اُس نے اپنے بھائی عبداللہ ابن صمّہ کو منع کیا تھا کہ یہاں منعرج اللوی پر آرام کرنا غلط ہے جن کے اونٹ ہم لوٹ لائے ہیں وہ حملہ آور ہو سکتے ہیں۔ بھائی نے نہ مانا۔ آخر حملہ ہوا اور عبداللہ مارا گیا۔ زخم درید کو بھی آئے لیکن وہ بچ گیا اُس نے چند اشعار بطور مرثیہ کہے تھے۔ اس کا ایک شعر خطبے کا آخری جملہ (17) ہے۔

جنگ صفین اور تحکیم اور حکمین کے قریشی فیصلے پر حضرت علیؑ کا آخری خطبہ ان کے صبر ووقار واعتماد کا شاہکار ہے

جب دومۃ الجندل سے وہ (400) چار سو آدمی مع عبداللہ ابن عباس اور شریح بن ھانی واپس آئے اور حکمین کے فیصلے کا حال حضوؑر کو سنایا تو آپؑ نے اپنے تاثرات کو اس خطبہ 50 میں بیان فرمایا۔

2۔ قریش کا اور قریشی ماحول میں رہنے والے لوگوں کا طرزِ عمل اور سنگدلی اور احسان فراموشی اور محسن کشی

سابقہ خطبہ میں قریشی قوم کا نسلی خمیر جس طرح اُٹھایا گیا تھا اس پر مطلع ہونے کے بعد قریشی خباثت پر تعجب نہیں ہونا چاہئے۔ ان کی غداری اور محسن کشی اللہ نے قرآن میں بھی بیان کی ہے یعنی وہ حضرت علی علیہ السلام ہی سے غداری اور محسن کشی نہ کرتے تھے بلکہ جب اور جہاں موقع ملتا تھا وہ بے وفائی اور سنگ دلی کا ریکارڈ قائم کر دیتے تھے حتیٰ کہ وہ اللہ اور رسوؐل کو بھی نہ چھوڑتے تھے۔ نمونے کے طور پر قرآن میں سے اللہ کا شکوہ سنئے ارشاد ہے کہ:۔

يَحْلِفُونَ بِاللّٰهِ مَا قَالُوْا وَلَقَدْ قَالُوْا كَلِمَةَ الْكُفْرِ وَكَفَرُوْا بَعْدَ اِسْلَامِهِمْ وَهَمُّوْا بِمَا لَمْ يَنَالُوْا وَمَا نَقَمُوْآ اِلَّآ اَنْ اَغْنٰهُمُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ مِنْ فَضْلِهٖ فَاِنْ يَّتُوْبُوْا يَكُ خَيْرًا لَّهُمْ وَاِنْ يَّتَوَلَّوْا يُعَذِّبْهُمُ اللّٰهُ عَذَابًا اَلِيْمًا فِى الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ وَمَا لَهُمْ فِى الْاَرْضِ مِنْ وَّلِيٍّ وَّلَا نَصِيْرٍO (توبہ 9/74)

''قریش حلفیہ کہتے کہ ہم نے وہ بات نہیں کہی ہے۔ حالانکہ انہوں نے ضرور یقیناً وہ حق پوشی کی بات کہی تھی۔ اور انہوں نے اسلام لانے کے بعد بھی حق کو چھپایا ہے اور انہوں نے وہ کچھ کر گزرنے کی ہمت کی تھی جس کو کرنے میں وہ کامیابی تک نہ پہنچے۔ اور انہوں نے رسوؐل سے اور کسی چیز کا انتقام نہیں لیا۔ سوائے اس چیز کے کہ اللہ اور اس کے رسوؐل نے اپنے فضل سے قریش کو مستغنی مالدار اور غنی بنا دیا ہے۔ اب اگر یہ لوگ اس حق پوشی کے منصوبے سے توبہ کر لیں تو ان کے لئے بہتر ہوگا۔ اور اگر اپنی ولایت الگ سے برقرار رکھیں تو اللہ اُن کو دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی نہایت دردناک عذاب میں مبتلا کرے گا۔ اور اس وقت اس زمین پر نہ کوئی ان کا مددگار ہوگا نہ حاکم ہوگا''

قارئین نوٹ کریں کہ قریش نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اس بات کا انتقام لیا کہ انہوں نے اس ملعون قوم کو مالا مال کر دیا، دنیا میں انہیں کسی کا محتاج نہ چھوڑا۔ یعنی قریش نے یہ پسند نہ کیا کہ ان پر احسانات کرنے والا زندہ اور خوشحال رہ کر ہمیں ہماری سابقہ حالت یاد دلاتا رہے۔ یعنی جو کوئی انہیں کنگالی کے عالم میں بطور بھیک یا بطور احسان کچھ دیتا ہے۔ وہ دل میں یہ تمنا کرتے ہیں کہ کاش وہ ہماری جگہ کنگال ہوتا اور ہمارے سامنے ہاتھ پھیلاتا اور ہم اُسے اسی طرح نوازتے جس طرح وہ نواز رہا ہے۔ چنانچہ وہ اُس وقت تک چین سے نہ بیٹھتے جب تک اپنے محسن کو کنگال و

Presented by Ziaraat.Com

قلّاش نہ کر دیتے یا جان سے مار کر دنیا سے اس کا نام ونشان نہ مٹا دیتے۔ یہ تھی وہ ذہنیت جو قریش کی بدنسلی اور حرام درحرام نے پیدا کی تھی۔ اور یہ تھا وہ بنیادی سبب جس کی خاطر قریش نے نسل رسولؐ کو فنا کے گھاٹ اتارنے میں دل وجان سے کوشش کی۔

عربی نسل کی خصوصیات میں محسن کُشی اعلیٰ درجہ کی خصوصیت ہے۔

یہاں ہم عربوں کی ذہنیت کے ماہرین کا بیان سناتے ہیں۔

''عربی آدمی جسے ''عربیت کا نمائندہ'' تسلیم کر کے مثال اور نمونہ شمار کیا جا سکے۔ قطعاً مادی ہوتا ہے۔ وہ تمام چیزوں کی طرف مادی نگاہ سے ہی دیکھتا ہے۔ وہ چیزوں کی قدر و قیمت محض اس انداز سے لگاتا ہے کہ ان سے اسے کیا نفع حاصل ہوگا؟ حرص اور طمع اس کے حواس پر چھائی ہوتی ہے۔ خیال اور جذبات کی اس کے ہاں کوئی جولان گاہ نہیں ہوتی۔ وہ زیادہ تر کسی دین کی طرف میلان نہیں رکھتا اور نہ ہی وہ کسی چیز کی پرواہ کرتا ہے۔ وہ کسی چیز کی اتنی ہی پرواہ کر سکتا ہے۔ جتنا اسے ان سے کوئی عملی فائدہ ہو سکے۔ عزت نفس کا اسے پورا پورا شعور ہوتا ہے۔ چنانچہ وہ تسلط اور تغلب پر برافروختہ ہو جاتا ہے۔ خواہ وہ کسی شکل میں بھی کیوں نہ ہو۔ حتیٰ کہ سردار قبیلہ اور امیر لشکر کو بھی پہلے دن سے جب سے اسے سرداری کے لئے منتخب کیا گیا ہو، ہر فرد قبیلہ سے حسد، بغض اور خیانت کا دھڑکا لگا رہتا ہے۔ خواہ وہ اب سے پہلے اس کا کتنا ہی مخلص دوست کیوں نہ رہا ہو۔ جو آدمی اس پر احسان کرتا ہے وہ اس سے انتقام لینے کے دَرپے رہتا ہے۔ کیونکہ اس کا احسان اس کے اندر اپنی ذلت اور فروتنی کے احساس کو بیدار کر دیتا ہے۔ چنانچہ احسان کرنے والے کے لئے یہ ضروری ہو جاتا ہے کہ وہ احسان کرتے ہوئے اتنا ضرور کہہ دے کہ ''آپ اس کا کچھ خیال نہ فرمائیں'' (فجر الاسلام صفحہ 123-122)

یہ جو کچھ عربی ذہنیت کے لئے لکھا گیا ہے کم سے کم اور مختصر سے مختصر ہے۔ اور اس کا ہر پہلو قرآن مجید میں بیان کر دیا گیا ہے لیکن عربی ذہنیت کو عنوان بنا کر قرآن کو آج تک پیش نہیں کیا گیا۔ ہمارا ارادہ ہے کہ نہج البلاغہ کی تشریحات میں ہم قرآن سے عربوں کی ذہنیت پیش کریں گے۔ اس بیان کے آخر کا جملہ بتاتا ہے کہ عربوں کے انتقام سے بچنے کے لئے ان کے ہر محسن کو یہ جملہ کہنا ضروری ہے۔ اب دیکھئے کہ محمدؐ وآل محمدؑ نے چودہ سوسال پہلے عربوں کی محسن کشی سے بچنے کے لئے فرمایا تھا کہ:۔

محمدؐ وآل محمدؑ اور قرآن نے عربوں کی محسن کشی کو ملحوظ رکھا اور انہیں اشتعال دلانے سے ہمیشہ باز رہے۔

اللہ سند دے رہا ہے کہ:۔

وَيُطْعِمُوْنَ الطَّعَامَ عَلٰى حُبِّهٖ مِسْكِيْنًا وَّيَتِيْمًا وَّاَسِيْرًا O اِنَّمَا نُطْعِمُكُمْ لِوَجْهِ اللّٰهِ لَا نُرِيْدُ مِنْكُمْ جَزَآءً وَّلَا شُكُوْرًا O (دہر 9-76/8)

''اور وہ تو اللہ کی محبت میں بے سہارا لوگوں کو اور لاوارثوں کو اور قیدیوں کو کھانا کھلاتے ہیں اور کھلاتے رہیں گے اور جنہیں کھانا کھلاتے ہیں ان کو بتاتے ہیں کہ ہم صرف اللہ کی توجہات حاصل کرنے کے لئے تمہیں کھانا کھلاتے ہیں ہمارا ہرگز یہ منشا نہیں کہ تم ہمارا شکریہ ادا کرو یا احسان مان کر بدلے میں کوئی احسان یا سلوک کرو''

ثابت ہو گیا کہ عربوں کی ذہنیت میں محسن کشی داخل تھی جو اللہ کو بھی معلوم تھا اور محمد وآل محمد صلوٰۃ اللہ علیہم بھی جانتے تھے اور ان ملاعین سے بچنے کا اہتمام بھی کرتے تھے۔ لیکن انہوں نے اس عاجزی اور احتیاط کے باوجود رسولؐ کو قتل کرنا چاہا، ناکام ہوئے تو دوا میں زہر ملا کر مار دیا (بخاری)

Presented by Ziaraat.Com

آنحضرتؐ کوقتل کرنے کی کوشش کی گئی(9/74)اس لئے کہ حضورؐ نے قریش کوغنی کردیا تھا۔

چنانچہ قریش نے غنی کردئے جانے کاانتقام پہلے خود رسوؐل اللہ سے لیا تھا۔جس کاذکر پچھلی آیت میں یوں گزرا کہ:

وَهَمُّوْا بِمَا لَمْ يَنَالُوا...الخ(9/74)''اورانہوں نے اس کام کے کرنے کی ہمت کی جس میں کامیابی نہ ملی''

اس پرمودودی کاحاشیہ ملاحظہ فرمائیں:۔

مودودی قریش کوبچانے کے لئے خوداپنی جیب سے منافقین نکالتے ہیں۔

''ان میں سے پہلی سازش کاواقعہ محدثین نے اس طرح بیان کیا ہے کہ جنگ تبوک سے واپسی پر جب مسلمانوں کالشکرایک ایسے مقام کے قریب پہنچاجہاں سے پہاڑوں کے درمیان سے راستہ گزرتا تھاتوبعض منافقوں(یعنی بڑے لیڈروں۔احسن)نے آپس میں طے کیا کہ رات کے وقت کسی گھاٹی میں سے گزرتے وقت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کوکھڈے میں پھینک دیں گے۔حضوؐرکواس کی اطلاع ہوگئی (وہ کیسے؟۔احسن) آپؐ نے تمام اہل لشکرکوحکم دیا کہ وہ وادی کے راستے سے نکل جائیں،اورآپؐ خودصرف عمارؓبن یاسراورحذیفہؓبن یمان کو لے کرگھاٹی کے اندرسے ہوکرچلے(کیوں؟۔احسن)اثنائے راہ میں یکا یک معلوم ہوا کہ دس بارہ منافق ڈھاٹے باندھے ہوئے پیچھے پیچھے آرہے ہیں۔یہ دیکھ کرحضرت حذیفہؓ ان کی طرف لپکے تاکہ ان کے اونٹوں کومار مارکران کے منہ پھیردیں مگروہ دورہی سے حضرت حذیفہؓ کوآگے دیکھ کرڈرگئے اوراس خوف سے کہ کہیں پہچان نہ لئے جائیں فوراًبھاگ نکلے''(تفہیم القرآن جلددوم صفحہ 217-216)

مودودی کی غلط بیانی اور بددیانتی کے باوجودیہ حقیقت ثابت ہوگئی کہ قریش نے اپنے محسن رسوؐل کوقتل کرنے کی برابرکوششیں کیں اوریہ ثبوت ہے اس ذہنیت کاجوقریش کی نسلی پیوندکاری اورنطفوں کی اَدل بدل یاامپورٹ اورایکسپورٹ کے نتیجہ میں پیدا کی گئی تھی اورجسے حضرت علی علیہ السلام نے خطبہ 49(جملے 1تا10)میں واضح فرمایا ہے۔اورخطبہ 50 (جملے 11تا12)میں ان کی نسلی سرکشی اوربے رحمی دکھائی ہے کہ یہ خبیث وملعون نسل اپنے چاہنے والوں،نصیحت کرنیوالوں اوربھلاکرنے والوں کے ساتھ دشمنوں اورغداروں کی طرح پیش آتی تھی۔

''قریش کاتعارف''

یہ عنوان ڈاکٹرطٰہٰ حسین نے اپنی کتاب الفتنہ الکبریٰ یعنی سوانح عمری عثمان میں قائم کیا ہے۔ان کابیان پڑھتے ہوئے آپ حضرات حضرت علی علیہ السلام کے مندرجہ بالاخطبات پرنظررکھیں اوردیکھیں کہ قریش محسن کشی،غداری اورفریب کاری کے تمام تخلیقی اجزا کامجسمہ تھے۔ہم طٰہٰ حسین کاپورابیان لفظ بلفظ نہ لکھیں گے بلکہ ان کے فیصلہ کن جملے انہی کے الفاظ میں جمع کردیں گے۔دیکھئے:

''حضرت عثمان کی رعایامیں سے ہم سب سے پہلے قریش کاذکرکرتے ہیں۔1۔حضرت عمرقبائل عرب میں قریش کے مقام کوکماحقہ جانتے تھے وہ قریش کے مضبوط اورکمزورجملہ پہلوؤں سے بخوبی آگاہ تھے(173-172)۔

2۔اس تجارت نے قریش کوبہت عظیم مالی فائدوں سے زیادہ دنیاوی تجربے سکھائے تھے۔3۔کثرت دولت نے قریش کوحرص،محافظتِ زر،خوش تدبیری اورمال سے زیادہ نفع حاصل کرناسکھایا تھا،4۔مسلسل تجربات اوراقوام عالم سے ارتباط واختلاط نیزمختلف دورودراز علاقوں کی سیروسیاحت نے انہیں مشکلات کامقابلہ کرنے اوران پرقابوپالینے میں ماہربنادیا تھا۔5۔اوراس میں کچھ شک نہیں کہ بالآخر اسی کانتیجہ تھا کہ قریش نہایت پختہ کار،بڑاچالاک وہوشیاراورحیلہ سازقبیلہ بن گیا تھا۔6۔ان تمام امورنے قریش کوبے حدبلندہمت اور

Presented by Ziaraat.Com

طامع بنادیا تھا۔ 7۔اسی چیز نے انہیں ناموافق وناسازگار حالات (جیسے صفین میں تھے) میں استقلال سے کام لے کر مشکلات پر قابو پانے اور دشواریوں کو مسخر کرنے کا خوگر بنادیا تھا (مثلاً تحکیم)۔ 8۔یہی نہیں بلکہ ان امور نے قریش کو اس سے بھی زیادہ خطرناک حد تک بڑھادیا تھا۔جس پر پہنچنے کے بعد انہوں نے مسلّمہ اقدار (مثلاً قرآن اور وفائے عہد) کو حقیر سمجھنا شروع کردیا تھا۔ 9۔وہ فوری یا دیرپا منفعت کی خاطر (مثلاً حکومت وخلافت کے لئے) ہر شے کو جائز قرار دیتے تھے۔ 10۔ان کی چالبازی اس حد تک وسعت اختیار کرچکی تھی کہ باوجود اس کے انہیں دین سے قطعاً کوئی تعلق اور لگاؤ نہ تھا، وہ عرب والوں کو یہی بتاتے رہے کہ وہی اکیلے دین کے محافظ وامین ہیں۔ 11۔سردارانِ قریش کے نزدیک اگر دین کی کوئی وقعت تھی تو یہ کہ دین ایک وسیلہ ہے نہ کہ غایت۔ 12۔ان نصب شدہ بتوں کے بارے میں ان کا یہی خیال تھا کہ وہ روزی کمانے اور اقتدار پھیلانے کے ذرائع ہیں اور بس۔ 13۔گویا ہر قریشی سردار ایک خودغرض، حریص، دوراندیش، چالاک اور انتہائی مدبر سیاست دان تھا۔وہ جانتا تھا کہ ہجوم مشکلات کا کیونکر سامنا کرے اور کس طرح ابتلاء ومحن کے چنگل سے صحیح وسالم نکل جائے'' (ایضاً صفحہ 173 تا 174)

عمر کے روّیے سے قریش اور عمر کی ذہنیت دیکھیں۔

14۔حضرت عمر قریش کی اس نفسیات اور جملہ حالات سے آگاہ تھے لہٰذا قریش اپنے بارے میں انہیں (عمر کو) کوئی فریب نہ دے سکے۔

15۔بلکہ قریش کا قبول اسلام اور حکومتِ اسلام کے ساتھ قریش کی وفاداری بھی حضرت عمر کو ان کی رائے سے نہ ہٹا سکی۔(یعنی عمر نے کبھی قریش کو مسلمان اور وفادار نہ سمجھا)

16۔عمر نے قریش کو ہرگز یہ اجازت نہ دی کہ وہ من مانے طریق پر اپنی بے پناہ حرص اور دوررس ارادوں پر قادر ہوجائیں۔

17۔وہ قریش کو بخوبی جانتے تھے اور ان کی طرف سے بدگمانی رکھتے تھے کہ قریش قوت کا غلط استعمال کریں گے اس سے ناجائز فائدہ اٹھانے سے باز نہ رہیں گے۔

18۔اسی بناپر وہ مال کی محبت اور لالچ کرنے لگتے اور مال ودولت کو ناحق لینے کے درپے ہوجاتے۔

19۔یہی چیز انہیں خودغرضی کا سبق سکھاتی تھی۔نتیجہ یہ ہوتا کہ وہ زودیاب منافع اور لذّات پر امنڈ پڑتے تھے۔یہی چیز انہیں حرص بے پایاں کی راہ دکھاتی تھی۔

20۔جس کے باعث وہ ہر حد کو عبور کرکے دوسروں کے مال پر نگاہ ڈالنے کا عادی اور ظلم واستبداد کا مرتکب کردیتی تھی''۔

(صفحہ 174-177)

عمر صحابیت اور دینی خدمت کو قابل اعتماد نہیں جانتے تھے۔قریش کے یہاں اسلام ایک تجارتی سودا تھا۔

بس اب ایک آخری بیان میں یہ دکھانا ہے کہ قریش کا رسوؑل کی صحبت یا صحابیت میں رہنا اور اسلامی خدمات انجام دینا اس لئے دینی کام نہیں کہ قریش نے اسلام کو تجارتی مقاصد کے ماتحت ایک تجارتی سودا سمجھ کر اختیار کیا تھا۔جسے جب چاہیں فروخت کیا جاسکتا تھا۔طٰہٰ حسین سے سنئے:۔

''جب کہ حضرت عمر ان مہاجرین سے اس قدر خائف تھے جو عرصہ دراز تک رسوؑل کی صحبت میں رہے اور جنہوں نے ہر مقام پر اور ہر مصیبت کے موقع پر نہایت پامردی کا ثبوت دیا تو ظاہر ہے کہ ان قریشیوں سے جو بعد میں اسلام لائے حضرت عمر کو لازمی اتنا ہی بلکہ ان

سے بھی زیادہ خطرہ ہوگا۔ کیونکہ ان میں وہ بوڑھے اور جوان بھی شامل تھے جنہوں نے برضاورغبت اسلام قبول نہیں کیا تھا۔ وہ یا تو اسلام کے پلڑے کو جھکتا ہوا دیکھ کر طمع ولالچ کی وجہ سے مسلمان ہوئے تھے۔ یا پھر جب وہ مکہ میں چاروں طرف سے گھر گئے تو کرھًا اسلام قبول کرلیا۔ ان دونوں اسباب کی بنا پر اسلام لانے والوں نے دین اسلام کو اس نقطہ نظر سے نہیں دیکھا کہ وہ ایک ایسا دین ہے جس کا تعلق قلوب وضمائر سے ہے اور جس میں اللہ کے حقوق وفرائض کی پابندی لازم ہوتی ہے بلکہ قریش نے اسلام کو ایک بڑے سودے کی حیثیت سے دیکھا جیسے سودے وہ کرتے رہتے تھے۔ انہوں نے اسے بھی ایک خطرناک اور جرات مندانہ اقدام خیال کیا جیسے اقدامات وہ عموماً اندرون و بیرون عرب میں کرتے رہتے تھے انہیں یہ بھی یاد تھا کہ جب رسوؐل اللہ نے انہیں اسلام کی دعوت دی تھی تو ان سے دنیوی حکومت اور اُخروی جزائے خیر کا وعدہ فرمایا تھا۔ چنانچہ دنیوی حکومت تو سب ہی کے خیال میں تھی لیکن اُخروی ثواب کا خیال معدودے چند کو تھا۔ اسی دنیوی خیال نے انہیں قبول اسلام پر آمادہ کیا تھا۔ اور یہی دنیوی خیال تھا کہ انہوں نے جہاد وفتوحات (آل عمران 3/152) کی گراں بار ذمہ داریاں، دوسرے صحابہ کی طرح بلکہ ان سے بھی ایک قدم آگے بڑھ کر برداشت کیں۔ ان میں سے بیشتر خلوص نیت یا نمائشی طور پر یہ چاہتے تھے کہ جنگوں میں بڑھ چڑھ کر کارھائے نمایاں سرانجام دے کر وہ اس محرومی کی تلافی کرسکیں جو انہیں رسوؐل خدا کی معیت میں شریکِ غزوات نہ ہوسکنے کی وجہ سے حاصل ہوئی۔ یہی سبب ہے کہ جب عرب شاہراہِ فتوحات پر گامزن ہوئے تو یہ لوگ بھی ہر امکانی استعداد کے ساتھ بصد جوش وخروش بھرتی ہوگئے۔ ان میں سے بیشتر متاع دنیوی کے طلبگار تھے۔ اور بہت ہی کم ثواب آخرت کے طالب تھے۔ ان کے زعما ورؤسا کو خیال تھا کہ وہ مغلوب ہوکر معافی پانے والے (طلقاء) ہیں۔ نیز فتح مکہ سے پہلے اسلام لاکر کارھائے نمایاں انجام دینے والوں سے وہ کم رتبہ ہیں۔ یہ خیال انہیں دل ہی دل میں جلاتا تھا۔ اور غصہ دلاتا رہتا تھا۔ اور ان پر وہی کیفیت طاری کرتا تھا جسے ہم آج کل کی زبان میں ''احساسِ کمتری'' کہتے ہیں۔ پھر انہیں یہ بھی معلوم تھا کہ ان کے بارے میں حضرت عمر کی مخصوص رائے کیا ہے؟ اس خیال کی وجہ سے وہ حضرت عمر سے بھی ناراض تھے اور یہی بات انہیں جہاد میں پامردی سے شدائد کا مقابلہ کرنے پر اُبھارتی تھی۔ تاکہ وہ حضرت عمر پر ظاہر کرسکیں کہ ہمارے بارے میں آپ کی رائے مبنی برصواب نہیں۔ ذیل کے واقعہ سے آپ کو اس خیال کی تائید ملے گی۔ کہتے ہیں کہ جب خالد بن ولید کے پاس شام کی ایک جنگ میں عکرمہ بن ابوجہل زخموں سے چُور چُور لائے گئے تو انہوں نے اپنا سر حضرت خالد کی ران پر رکھ کر ان کی طرف دیکھتے ہوئے کہا ''ابن حنتمہ (یعنی حضرت عمر) سمجھتے ہیں کہ ہم شہادت کے طلبگار نہیں ہیں'' (الفتنۃ الکبریٰ صفحہ 177-179)

یہ بیانات غور سے پڑھیں اور دیکھیں کہ حضرت علی علیہ السلام نے اپنے چند جملوں میں ان تمام صفات وخبائث کو سمو کر رکھ دیا ہے۔

ہے کوئی جو ابوبکر وعمر وعثمان وعائشہ وحفصہ، طلحہ اور زبیر اور معاویہ اور سعد بن وقاص، مغیرہ بن شعبہ کو مندرجہ ذیل سے بچالے؟

قارئین یہاں تک کے تمام بیانات میں قریش کی قومی ونسلی خصوصیات وعادات وفطرت دیکھیں اور بتائیں کہ قریش کے کسی فرد کو کس قاعدہ کی رو سے ان فطری، پیدائشی اور قومی صفات سے خارج کیا جاسکتا ہے؟ ذیل میں ہم نمبر دے کر ان مسلّمہ صفات کو لکھتے ہیں۔

1۔ دنیاوی فائدہ پرست۔ 2۔ دنیاوی تجربہ کار، 3۔ حریص، 4۔ زرپرست، 5۔ مدبّر، 6، ہوس حصول دولت، 7۔ مشکلات کے حل کرنے میں ماہر، 8۔ پختہ کار، 9۔ بہت چالاک، 10۔ ہوشیار، 11۔ حیلہ ساز، 12۔ طامع۔ 13، مستقل مزاج، 14۔ مستقل اقدار کو بیچ جانے

Presented by Ziaraat.Com

والے،15۔ ہر کام کو جائز کر لینے والے،16۔ چالباز، 17۔ بے دین، 18۔ دین کے نام پر فریب کرنے والے،19۔ دین کو منفعت واقتدار کا ذریعہ بنانے والے، 20۔خود غرض ، 21۔ چالاک، 22۔سیاسی مدبر، 23۔فریب ساز، 24۔منافق، 25۔قوت کا غلط استعمال کرنے والے، 26۔لالچی، 27۔مال حرام لینے والے، 28۔مال کے پجاری، 29۔لذائذ پر مر مٹنے والے، 30۔حدود فراموش، 31۔ظالم و مستبد،32۔اسلام کا ڈھونگ رچانے والے،33۔حکومت کے لالچ سے اعلانِ اسلام کرنے والے۔34۔اسلام کو مال تجارت سمجھنے والے،35۔حقیقی مسلمانوں سے جلنے اور حسد کرنے والے،36۔عمر کو ابن حنتمہ کہنے والے۔یعنی ایک ایسی حرامکارہ کی طرف متوجہ کرنے والے جس کا حرامکاری اور پیوند سازی میں جواب نہ تھا۔جس کی پہیلی یہ ہے کہ:

بھائی یہ بھتیجا یہ سگی سوت کا جایا یہ

جن یہ جایا اُن میں جائی اس کا باپ میرا بھائی؛

یعنی ''عمر بن الخطاب کی ماں'' ''حنتمہ''

3۔ قریش اور قریشی لیڈروں کی کارکردگی جنگ صفین میں اور مسئلہ تحکیم کی ایجاد پر طہٰ حسین کا بیان۔

ہم نے جنگ صفین کے ہر ہر پہلو کو ان خطبات کے ساتھ ساتھ بیان کر دیا ہے۔اب اس آخری خطبہ 50 کے ساتھ ڈاکٹر طہٰ حسین کا بیان پیش کر کے جنگ صفین کو ختم کرتے ہیں۔ہمیں امید ہے کہ طہٰ صاحب کے بیانات میں آپ کو کئی پہلوؤں پر نئی معلومات حاصل ہوں گی۔سنئے لکھتے ہیں کہ:۔

''میرا خیال ہے کہ قرآن مجید نیزوں پر اٹھانے کی چال تنہا عمرو بن العاص کی ساختہ پرداختہ نہ تھی۔اس لئے نہیں کہ وہ حضرت علیؑ کے ایک عمل کی نقل تھی۔بلکہ اس کا ایک اور سبب ہے، جو آگے چل کر آپ کو معلوم ہوگا۔یہ بات پیش نظر رہے کہ بصرہ کی جنگ کے موقع پر قرآن مجید بلند کرنے کی کارروائی حضرت علیؑ نے جنگ شروع کرنے سے پہلے کی تھی۔مطلب یہ تھا کہ مقابل کے پاس کوئی عذر باقی نہ رہ جائے۔اور یہ بھی پیش نظر رہے کہ طلحہ، زبیر اور عائشہ کا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک (قریش کے یہاں) جو درجہ ہے اس کا تقاضا تھا کہ حضرت علیؑ احتیاط اور تدبیر سے کام لیتے۔ان کو قرآن مجید اور اس کے احکام کی یاد دلاتے اور اپنی دعوت کے جواب میں جب تک مایوس نہ ہو جاتے لڑائی کا آغاز نہ کرتے، چنانچہ جب بصرہ والوں نے اس قرآن اٹھانے والے نوجوان کو تیروں کا نشانہ بنالیا۔تب حضرت علیؑ نے کہا اب کوئی چارہ کار نہیں۔پس شام کے لوگ اگر واقعی فتنہ اور لڑائی سے بچنا چاہتے تو یہ کام ان کو لڑائی شروع کرنے سے پہلے کرنا چاہئے تھا۔لیکن انہوں نے ایسا نہیں کیا۔حالانکہ بار بار ان کو قرآن اور احکام قرآن کی یاد دلائی گئی۔اور انہوں نے اس کا کچھ خیال نہیں کیا۔کتنی مرتبہ انہوں نے حضرت علیؑ کے سفیروں کو خالی ہاتھ واپس کر دیا۔نہ صلح کی نہ صلح جیسی کوئی بات پیش کی۔پھر لڑائی پر ہفتوں گزر جانے کے بعد بلکہ محرم کا ایک پورا مہینہ امن سے گزار لینے کے بعد اب قرآن بلند کرنا مکاری کے سوا کیا معنی رکھتا ہے؟ یہ تو فتنے سے بچنا نہیں شکست سے گریز کرنا ہے۔اندازہ یہ ہے کہ حضرت علیؑ کے ساتھیوں میں بھی بعض افسر مخلص اور آپؑ کے سچے خیر خواہ نہ تھے۔اس لئے کہ وہ دیندار نہیں دنیا دار تھے۔وہ دل ہی دل میں ان عیش بھرے دنوں کی حسرت رکھتے تھے جو حضرت عثمان کی خلافت کے دور میں انعام وعطیات پاتے رہنے کی فضا میں گزارے تھے۔اس قسم کے افسروں میں سے میں صرف اشعث ابن قیس کندی کا تذکرہ کروں گا۔جو عہدِ نبوت

Presented by Ziaraat.Com

میں مسلمان ہوا۔لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات کے بعد مرتد ہوگیا (یعنی خلافت ابوبکر کا منکر ہو گیا تھا۔احسن)اور اپنے قبیلے کو اُبھارکر (بکری خلافت سے)جنگ کی مصیبت میں مبتلا کر دیا۔پھر قبیلے کے لوگوں کو (غداری سے) حوالے کر کے خود توبہ کر لی۔اور بڑی عجلت کے ساتھ مدینہ آیا اور حضرت ابوبکر سے نہ صرف اپنا خون بچانے میں کامیاب ہو گیا بلکہ آپ کی بہن اُم فروہ سے شادی بھی کرالی۔اسکے بعد حضرت عمر کے دَور میں گمنامی کے گوشہ میں رہا۔اور عہدعثمانی میں باہر آیا۔حضرت عثمان نے اس کو فارس کے بعض مقامات کا والی (گورنر) بنادیا۔پھر جب حضرت علیؑ نے شام پر چڑھائی کا ارادہ کیا تو اس کو اسکے منصب سے معزول کر دیا۔کہا جاتا ہے کہ آپؑ نے اس سے مسلمانوں کے کچھ مال کا مطالبہ کیا۔بعد میں اپنے ساتھ رکھا۔اور اُس کی اصلاح کی کوشش کی۔پھر جب قرآن اٹھائے گئے اور ثالثی کی تجویز پیش ہوئی تو یہی اشعث بن قیس تھا جس نے حضرت علیؑ کو بڑی شدت کے ساتھ مجبور کیا کہ تجویز منظور کرلیں۔ہمیں یہ بھی ملحوظ رکھنا چاہیئے کہ شام پر اس حملے میں حضرت علیؑ کے ساتھ صرف کوفہ اور حجاز ہی کے لوگ نہ تھے۔بلکہ بصرہ کے بھی ہزاروں آدمی تھے۔کچھ تو معرکہ جمل کے وفادار تھے۔کچھ وہ لوگ تھے جنہوں نے اس دن کنارہ کشی اختیار کی تھی اور بہت سے وہ لوگ تھے جو طلحہ اور زبیر کے قتل کے بعد شکست کھا گئے تھے۔اس کے معنی یہ ہیں کہ یہ سب عثمانی تھے۔اور حضرت علیؑ کے ساتھ سچائی اور رضامندی سے نہیں بادلِ ناخواستہ تھے۔ان کے دلوں میں حضرت علیؑ کی طرف سے کدورت تھی اس لئے کہ آپؑ نے ان کے لوگوں کو قتل کیا تھا۔اور ان کو شکست کھانے پر مجبور کیا تھا۔پس حضرت علیؑ کے سب آدمی مخلص نہ تھے۔کچھ مخلص تھے کچھ مطلبی۔ہم پہلے بتا چکے ہیں کہ طرفین کے آدمی محرم کے دنوں میں (اور ہررات کو۔احسن) پوری آزادی سے آپس میں ملتے جلتے تھے۔اب ہم مزید کہتے ہیں کہ ایک دن جب مقتولوں کی تعداد بہت زیادہ ہوگئی تو حضرت علیؑ نے ان کی تجہیز وتکفین کے لئے وقتی مصالحت کا مطالبہ کیا جو منظور کرلیا گیا۔اس سے پتہ چلتا ہے کہ شامی اور عراقی مختلف مواقع پر ایک دوسرے سے ملا کرتے تھے۔اوران کیلئے اس میں کوئی دشواری نہ تھی کہ باہم سرگوشیاں اور تبادلہ خیالات کریں۔ایسی حالت میں مَیں یہ بعید نہیں سمجھتا کہ عراق کے چالاک سردار اشعث بن قیس کی ملاقات شام کے کھلاڑی عمرو بن العاص سے ہوئی ہو۔اور دونوں نے مل جل کر یہ تدبیر نکالی ہو کہ لڑائی جاری رکھیں۔اگر شامی غالب آجائیں تو ٹھیک ہی ہے اور اگر خطرہ ہو اور شکست دیکھ رہے ہوں تو قرآن مجید بلند کریں۔اور حضرت علیؑ کے ساتھیوں میں اختلاف پیدا کر کے آپس میں ایک دوسرے کو خائف کردیں۔اگر ایسا ہوا ہو تو کہنا چاہیئے کہ ان کی تدبیر کارگر ہوئی۔اور اشعث اور اس کے ماتحتوں نے حضرت علیؑ کو مجبور کر دیا کہ وہ ان کا کہا مانیں۔اور لڑائی روک دیں۔میں یہ بھی خیال کرتا ہوں کہ یہ سازش یہیں آکر نہیں رُکی بلکہ اس سے بھی زیادہ خطرناک میدان میں اس نے قدم بڑھائے۔یہ خطرناک میدان دو ثالثوں کا انتخاب تھا۔اس لئے کہ اشعث اور اس کے یمنی آدمیوں کا کسی وجہ سے سخت اصرار تھا کہ ابوموسیٰ اشعری کو حَکَم چنا جائے۔حضرت علیؑ کو اس بات کی آزادی نہیں دی گئی کہ وہ اپنے بھروسہ کا آدمی ثالث بنا سکیں حالانکہ وہ جانتے تھے کہ ابوموسیٰ نے لوگوں کو کوفہ میں حضرت علیؑ کی امداد سے باز رکھا تھا۔اور اسی وجہ سے حضرت علیؑ نے اُن کو معزول کر دیا تھا۔حضرت علیؑ کو ثالثی کے فیصلے پر مجبور کیا گیا۔یہ تمام باتیں اتفاقیہ ظہور پذیر نہیں ہوئیں۔بلکہ مکروچال سے ہوئیں۔اور اس کے اندر حضرت علیؑ اور امیر معاویہ کے دنیا دار ساتھیوں کا ہاتھ تھا‘‘(کتاب علی صفحہ 150-154)

یہ بیان ڈاکٹر صاحب نے عنوان ’’حضرت علیؑ کے ساتھی‘‘ کے ماتحت لکھا ہے۔اب دوسرا عنوان ملاحظہ ہو:

Presented by Ziaraat.Com

''فریقین کے حَکَم''

''بہر حال فریقین نے اس بات پر اتفاق کیا کہ دو حکم مقرر کئے جائیں۔امیر معاویہ کی طرف سے عمرو بن العاص اور حضرت علیؑ کی طرف سے ابوموسیٰ اشعری، حضرت علیؑ کے ساتھیوں نے یہ بات نہیں مانی کہ ابن عباس کو حضرت علیؑ اپنی طرف سے حَکَم بنائیں۔اس لئے کہ وہ آپ کے بہت قریبی رشتہ دار ہیں۔(علامہ بہر حال قریشی منصوبوں کو صحیح مانتے ہیں) اور یہ بھی نہیں مانا کہ اشتر حَکَم ہوں۔اس لئے کہ ان میں جنگ اور جنگ میں فتح حاصل کرنے کی اسپرٹ بہت زیادہ تھی۔احنف بن قیس چاہتے تھے کہ وہ اس معاملے میں حضرت علیؑ کی نمائندگی کریں یا کم از کم ابوموسیٰ کے ساتھی رہیں لیکن حضرت علیؑ کی مجبوری کا یہ عالم تھا کہ ان کے ساتھیوں نے اس کی بھی اجازت نہیں دی اور اصرار کیا کہ نمائندگی تو صرف ان کے پرانے حاکم ابوموسیٰ اشعری ہی کریں گے۔جنہوں نے ان کے لئے فتنہ پسند نہیں کیا۔نہ لڑائی میں کسی کی طرف سے حصہ لیا۔ان لوگوں کو یہ خیال نہیں آیا کہ عمرو بن العاص نے تو جنگ میں حصہ لیا تھا۔اور اپنی زبان سے تلوار سے اور دماغ سے جنگی خدمت انجام دی تھی۔خیال تو ان کو ضرور آیا ہوگا۔لیکن ان لوگوں نے اس بات کی طرف توجہ نہیں کی۔فریقین کی جانب سے گفت و شنید کرنے والے اکٹھا ہوئے اور ایک تحریر میں اس بات پر اتفاق کیا کہ طرفین لڑائی بند اور ثالثی منظور کرتے ہیں۔دو حَکَم، فیصلے کی جگہ اور وقت مقرر کرتے ہیں۔اور یہ کہ دونوں حَکَم جو کچھ بھی فیصلہ کریں گے۔ان کی جان و مال بہر حال محفوظ رہے گی۔نیز معاہدے کی خلاف ورزی کرنے والے کے خلاف پوری قوم متحد ہوگی۔ان نکات کی بڑی باریک بینی کے ساتھ حد بندی کی گئی۔لیکن ایک بات بالکل چھوڑ دی گئی اور نزدیک و دور کہیں سے اس کو بحث میں نہیں لایا گیا۔یعنی جھگڑے کا موضوع جس کا فیصلہ دونوں حَکَم کو کرنا ہے۔پہلے اس تحریر کو پڑھئے جو بلاذری کی روایت کے مطابق یہ ہے:۔

بلاذری کی رُو سے فریقین کا معاہدہ۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم: یہ وہ قرارداد ہے جس پر حضرت علیؑ اور معاویہ نے اپنے عراقی اور شامی حامیوں کے ساتھ اتفاق کیا۔ہمیں اللہ کا حکم تسلیم ہے۔ہمارے اختلافات کے لئے اللہ کی کتاب از اول تا آخر ہمارے درمیان ہے۔اللہ کی کتاب نے جس کو زندگی بخشی ہم اس کو زندہ رکھیں گے۔جس کو اس نے مردہ کیا ہم بھی اس کو فنا کے گھاٹ اتار دیں گے۔دونوں حَکَم اللہ کی کتاب میں جو کچھ پائیں گے اس کی اتباع کریں گے۔اور اگر اپنے اختلاف کے بارے میں کتاب اللہ میں کوئی راستہ نہ پاسکیں تو پھوٹ سے بچنے والا انصاف کا راستہ اختیار کریں گے۔عبداللہ ابن قیس اور عمرو بن عاص حَکَم ہوں گے۔ہم نے ان دونوں سے عہد و پیمان لیا ہے کہ اللہ کی کتاب کے صاف اور صریح حُکم کے مطابق فیصلہ کریں گے اگر کوئی مقررہ حکم نہیں ملا تو پھوٹ نہ ڈالنے والی متفقہ راہ اختیار کریں گے۔دونوں حکم علیؑ اور معاویہ سے اور دونوں کی فوجوں اور افسروں سے عہد و پیمان کرتے ہیں کہ جو کچھ بھی وہ فیصلہ کریں اسے قبول کرنا ہوگا۔یہ حَکَم بھی لوگوں سے اپنی جان و مال اور اپنے اہل وعیال کی امان کا قول و قرار کرتے ہیں۔اور اس کا عہد کہ پوری قوم ان کے فیصلے کی حمایت کرے گی۔دونوں حکموں پر یہ ذمہ داری ہے کہ وہ امت میں صلح اور اتفاق کرائیں گے۔پھوٹ اور لڑائی نہ ہونے دیں گے۔فیصلے کی مدت رمضان تک مقرر کی جاتی ہے۔اگر اس سے پہلے کرنا چاہیں تو ان کو اختیار ہے۔طرفین کی مرضی کے بغیر اگر حَکَم تاخیر کرنا چاہیں تو ان کو اجازت ہے۔فیصلے سے قبل اگر کسی حَکَم کا انتقال ہو جائے تو اُس کے امیر اور اس کی جماعت کو حق ہے کہ وہ کوئی دوسرا آدمی اس جگہ مقرر کرے جو عادل اور مخلص ہو۔فیصلے کی جگہ کوفہ، شام اور حجاز کے

Presented by Ziaraat.Com

درمیان کا کوئی مقام ہو۔ جہاں ثالثوں کی اجازت کے بغیر کوئی نہ جا سکتا ہو۔ اگر دونوں حکم فیصلے کے لئے کوئی دوسری جگہ چاہیں تو پسند کر سکتے ہیں۔ اور طرفین میں سے جس کو چاہیں گواہی کے لئے لے جا سکتے ہیں۔ پھر ان گواہوں کی اس معاہدے میں یہ گواہی لکھی جائے کہ وہ معاہدے کی خلاف ورزی کرنے والے کے خلاف دوسرے کی مدد کریں گے۔ اور کہیں گے کہ اے اللہ ہم اس شخص کے خلاف تیری مدد چاہتے ہیں جو اس معاہدے کے خلاف زیادتی سے کام لینا چاہے گا۔

عراق اور شام کی طرف سے دس دس آدمیوں نے یہ شہادت دی۔ عراق کی طرف سے عبداللہ بن عباس، اشعث بن قیس، سعد ابن قیس ہمدانی، ورقاء ابن سمی، عبداللہ بن طفیل، حُجر ابن عدی کندی، عبداللہ ابن حجل ارجی بکری، عقبہ بن زیاد، یزید بن حُجیہ تمیمی، مالک ابن ارجی نے اور شام کی طرف سے ابوالاعور عمرو بن سفیان سلمیٰ، حبیب بن مسلمہ فہری، مخارق بن حارث زبیدی، زمل بن عمرو عذری، حمزہ بن مالک ہمدانی، عبدالرحمٰن بن خالد بن ولید مخزومی، سُبَیع بن یزید حضرمی، علقمہ بن یزید حضرمی، عتبہ بن ابی سفیان، یزید بن الحرالعبسی''

بلاذری کے علاوہ دوسروں نے بھی اس معاہدہ کی روایت کی ہے جس میں لفظوں کا معمولی ہیر پھیر ہے اور کچھ جملوں کی تقدیم وتاخیر ہے۔ لیکن اس میں کوئی اہمیت نہیں۔ البتہ اہمیت کے قابل جیسا کہ ہم پہلے کہہ چکے ہیں، یہ ہے کہ فریقین نے اختلاف کے اصل موضوع کو جس کا فیصلہ ثالثوں نے کرنا ہے چھوڑ کر باقی تمام باتوں کی اچھی طرح حد بندی کردی تھی'' (علیؑ صفحہ 155 تا 159)

طٰہ حسین کا بیان یہاں روک کر معاہدہ پر نظر ڈالنا ضروری ہے۔

بلاذری کا پیش کردہ یہ معاہدہ بھی خود معاویہ اینڈ کمپنی کی ایجاد ہے۔

حکمین کے لئے لکھے ہوئے معاہدہ پر پہلے تنقید کی جا چکی ہے اور ہم یہ کہتے اور ثابت کرتے ہیں کہ آج یا کل جو ریکارڈ مسلمانوں میں قدیم ریکارڈ کہلاتا رہا ہے وہ سب معاویہ کے زمانہ میں اور معاویہ کی صواب دید سے اور معاویہ کی داد ودھش سے تیار کرایا گیا تھا اور بعد میں بھی اس کو ثلاثہ اینڈ کمپنی کی پالیسیوں کے مطابق بنانے کی کوششیں، ترمیم واضافہ ہوتا چلا آیا ہے اور آج کے عمری وبکری مصنفین بھی روزانہ اُسے موزوں بنانے میں مصروف ہیں (دیکھو سیرۃ النبی علامہ شبلی) ایسی صورت میں بلاذری یا کسی اور کا لکھا ہوا معاہدہ نہ بنیاد بن سکتا ہے نہ سند بہرحال ان قریشی معاہدوں میں آئے ہوئے ایسے جملے یا شرائط جن میں اختلاف وتضاد نہ ہو اور جو صورتِ احوال اور عقلی تقاضوں پر پورے اُترتے ہوں ضرور قابل غور وبحث ہو سکتے ہیں۔

معاہدہ خود اپنا بطلان کرتا ہے۔

یہ بات متفقہ طور پر روایت اور معاہدہ میں موجود ہے کہ:

''حکمین قرآن سے قرآن کے الفاظ میں فیصلہ کریں گے۔'' اور یہ بھی مسلّمات میں سے ہے کہ:

''حکمین نے آٹھ ماہ یا سال بھر کی مدت میں وہ فیصلہ قرآن سے کرنا تھا۔''

یعنی حکم مقرر ہونے کے وقت دونوں حکموں کو وہ فیصلہ معلوم نہ تھا اس لئے اس معاہدہ میں یا کسی اور روایت والے معاہدہ میں یہ لکھا نہیں جا سکتا تھا کہ:۔

''دونوں حکموں پر یہ ذمہ داری ہے کہ وہ اُمت میں صلح اور اتفاق کرائیں گے۔ پھوٹ اور لڑائی نہ ہونے دیں گے''

نہ حکموں کو قبل از وقت یہ ذمہ داری دی جا سکتی تھی نہ یہ ذمہ داری معاہدہ میں لکھی جا سکتی تھی اس لئے کہ ابھی یہ معلوم ہی نہیں ہے کہ قرآن

Presented by Ziaraat.Com

سے کیا فیصلہ نکلے گا؟ لہٰذا یہ معاہدہ جنگ صفین کی صلح کے وقت نہیں بلکہ بعد میں سوچ سمجھ کر گھڑا اور لکھا گیا یہاں تک کہ بلاذری وغیرہ کو یوں ہی لکھا ہوا ملا اور انہوں نے آگے بڑھا دیا۔

دوسری دلیل یہ ہے کہ جب یہ بات طے شدہ مسلّمہ اور متفقہ ہے کہ:۔

''حکمین اللہ کی کتاب کے صاف اور صریح حکم کے مطابق فیصلہ کریں گے'' تو معاہدہ میں یہ لکھا ہی نہیں جا سکتا تھا کہ: ''جو کچھ بھی وہ فیصلہ کریں اسے قبول کرنا ہوگا'' اس لئے کہ حکمین ''جو کچھ بھی فیصلہ کرنے'' کے مجاز و مختار نہیں بنائے گئے تھے۔ عبارت یہ ہونی چاہئے تھی کہ:

''دو حکمین متفقہ طور پر قرآن سے جو کچھ بھی فیصلہ کریں اُسے قبول کرنا ہوگا''

لہٰذا پھر ثابت ہوا کہ برسوں کے بعد عمرو عاص کو حق بجانب دکھانے کے لئے یہ معاہدہ گھڑا گیا تھا۔ یہ وہ معاہدہ نہیں ہے جو قرآن کریم کے فیصلے کی پابندی حکمین پر عائد کرتا تھا۔

تیسری دلیل یہ ہے کہ قریشی عقائد کی رُو سے قرآن میں ہر ہر معاملہ اور صورتِ حال کا فیصلہ موجود نہیں ہے اور جن معاملات کا فیصلہ بقول قریش، قرآن میں نہ ملے ان معاملات کا فیصلہ سُنت رسوؐل سے حاصل کیا جائے گا۔ اور جن معاملات کا فیصلہ نہ قرآن میں ملے نہ سنت رسوؐل میں ملے تو بقولِ قریش اب اجتہاد سے ان معاملات کا فیصلہ کیا جائے گا۔ لہٰذا قریشی عقیدے کے مطابق اس معاہدہ میں یہ عبارت ہونا چاہئے تھی کہ:

''اگر قرآن سے ان دونوں کو کوئی حکم نہ ملے تو سنت رسوؐل سے حکم نکالیں گے''

چنانچہ اس معاہدہ میں یہ بات یا شرط لکھوائی گئی تھی۔ اس کا ثبوت یہ ہے کہ حضرت علی علیہ السلام نے اپنے خطبہ نمبر 46 میں بیان فرمایا ہے کہ:۔

فَاِذَا حُكِمَ بِالصِّدْقِ فِي كِتَابِ اللّٰهِ فَنَحْنُ اَحَقُّ النَّاسِ بِهِ ؛ وَاِنْ حُكِمَ بِسُنَّةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهٖ فَنَحْنُ اَوْلَاهُمْ بِهِ ؛ (خطبہ 46۔ جملے 12 تا 13)

''چنانچہ جب بھی سچائی اور راستی سے کتاب اللہ میں سے حکم نکالا جائے گا تو ہم ہی سارے انسانوں میں خلافت وحکومت کے سب سے زیادہ حقدار نکلیں گے، اور اگر رسوؐل کی سنت سے حکم لیا جائے گا تب بھی ہم ہی اس خلافت وحکومت کے اولین حقدار ثابت ہوں گے''۔

معلوم ہوا کہ دونوں حکمین کو قرآن اور سنت رسوؐل سے حکم یا فیصلہ کرنے کا پابند کیا گیا تھا۔ لیکن انہوں نے جو فیصلہ کیا نہ وہ قرآن سے تھا نہ سنت سے تھا۔ لہٰذا بلاذری کی طرف سے لکھا ہوا معاہدہ ہو یا طبری اور کسی اور کی طرف سے لکھا ہوا ہو اگر اس میں قرآن کے ساتھ سنت رسوؐل کی شرط نہیں ہے تو وہ معاہدہ قریش کا اپنا اور بعد کا ساختہ پرداختہ ہے۔ مگر حضرت علی علیہ السلام نے اس خطبہ میں اور تحکیم سے متعلق خطبات میں معاہدہ کی حقیقی صورت کو متعین کر دیا ہے اس لئے یہ قریش کے ساختہ پرداختہ معاہدے محض فراڈ ہیں اور کچھ نہیں اب آپ ڈاکٹر طٰہٰ حسین کا بیان مسلسل سنیں لکھتے ہیں کہ:۔

''آخر اختلاف کس بات پر تھا؟ امیر معاویہ حضرت عثمان کے خون کا بدلہ چاہتے تھے۔ اور چاہتے تھے کہ حضرت علیؑ خلیفہ کے قاتلوں کو ان کے حوالے کر دیں۔ حضرت علیؑ عثمان کا کوئی مقرر قاتل نہیں جانتے تھے۔ اور تمام باغیوں کو حوالے کر دینا ان کے بس کی بات نہ تھی۔ پس فریقین ثالثوں کے ذریعہ سے اس اختلاف کا فیصلہ چاہتے تھے۔ پھر یہ کیا بات تھی کہ معاہدے میں انہوں نے اس کی صراحت نہیں کی بلکہ عثمان اور قاتلین عثمان کا تذکرہ تک نہیں کیا؟'' (صفحہ 158)

یہ بیان ڈاکٹر صاحب نے صورتِ اختلاف کو فرض کر کے لکھا ہے ان کا یہ مطلب نہیں کہ تنازعہ قاتلین عثمان ہی پر تھا۔ وہ تو یہ کہنا چاہتے ہیں کہ معاہدہ

Presented by Ziaraat.Com

کا موضوع معاہدہ میں مذکور نہیں ہے۔اور آخر وہ اپنے بیانات میں جو آنے والے ہیں اس نتیجے پر پہنچتے ہیں کہ:

''جس بات کی طرف میں نے ابھی اشارہ کیا ہے اگر وہ برمحل ہے تو چالاکوں اور کھلاڑیوں کی کوشش یہ تھی کہ بات مبہم اور گول رہے انکے خیال میں یہ بات امیر معاویہ کے حق میں مفید تھی اور حضرت علیؑ کے حق میں مضر اور اسی کے ذریعہ وہ دنیا اور دنیا کا اقتدار حاصل کرسکتے تھے'' (علی صفحہ 161)

علامہ صاحب کے اس خیال سے یہ بات ماننا پڑے گی کہ معاہدہ کہیں ایسی جگہ اور ایسے لوگوں نے لکھا تھا جہاں نہ حضرت علیؑ موجود تھے نہ انہوں نے معاہدہ کی عبارت دیکھی تھی''

اور یہ بات تاریخ کے تمام بیانات میں کہیں نہ ملے گی بلکہ جو کچھ ملے گا اس میں معاہدہ کی تحریر کے وقت حضرت علی علیہ السلام اور معاویہ کا برابر موجود رہنا ملے گا۔لہٰذا یہ بات ممکن ہی نہ تھی کہ کوئی ایسی بات لکھی جاسکے جو دونوں فریق کی مرضی کے خلاف اور انہیں نقصان پہنچانے والی ہوتی۔اس میں صلح حدیبیہ کی طرح مخالفین نے اتنی احتیاط مدنظر رکھی تھی کہ لفظ ''رسوؐل اللہ'' کی طرح یہاں لفظ ''امیر المومنین'' بھی لکھنے نہ دیا گیا۔ اس لئے کہ حضرت علیؑ کو امیر المومنین مانتے ہی معاویہ اور اس کے لشکری تحریری طور پر اللہ، رسوؐل اور اسلام کے باغی'' ثابت ہوجاتے اور انہیں فوراً بیعت کرنا پڑتی جو معاویہ کو منظور نہ تھا۔انہیں معلوم تھا کہ اس معاہدہ کے بعد قرآن سے جو حکم نکلے گا اس کی رو سے بھی معاویہ اور اس کے تمام ساتھیوں کو بیعت و اطاعت پر مجبور ہونا پڑے گا۔ورنہ ساری امت کو انہیں تباہ کرنے کے لئے ان پر تباہ کن حملہ کرنا لازم ہوجائے گا (حجرات 49/9-10)اور آخرکار معاویہ کو حضرت علی علیہ السلام کے سامنے ہتھیار ڈال کر سر جھکانا اور بیعت کرنا پڑتی۔یہ سب جاننے کے باوجود معاویہ اور اس کے شاطر اپنی گردنیں چاروں طرف سے برستی ہوئی تلواروں سے اس وقت بچانا چاہتے تھے اور جنگ رک جانے کو غنیمت سمجھ رہے تھے۔اور بعد میں آنے والے قرآن کے حکم کو ٹالنے، حکموں کو اغوا کرکے قرآن کی مار سے بچ نکلنے کے تصور سے آس لگائے ہوئے تھے۔

معاہدے کا موضوع جنگ کا جاری رہنا اور جنگی صورت تھی۔

علامہ مودودی کی بات سنئے وہ لکھتے ہیں کہ: ''معاہدے کی جو عبارت مورخین نے نقل کی ہے اس میں تحکیم کی بنیاد یہ تھی:

''دونوں حَکم جو کچھ کتاب اللہ میں پائیں اس پر عمل کریں اور جو کچھ کتاب اللہ میں نہ پائیں اس کے بارے میں سنت عادلہ جامعہ غیر مُفرِّقہ پر عمل کریں''

لیکن دومۃ الجندل میں جب دونوں حَکم مل کر بیٹھے تو سرے سے یہ امر زیر بحث ہی نہ آیا کہ قرآن اور سنت کی رُو سے اس قضیہ کا فیصلہ کیا ہوسکتا ہے؟ قرآن میں صاف حکم موجود تھا کہ:۔

''مسلمانوں کے دو گروہ اگر آپس میں لڑ پڑیں تو ان کے درمیان اصلاح کی صحیح صورت طائفہ باغیہ کو راہِ راست پر آنے کے لئے مجبور کرنا ہے۔الحجرات آیت 9 کے الفاظ یہ ہیں۔ فَاِنْۢ بَغَتْ اِحْدٰىهُمَا عَلَى الْاُخْرٰى فَقَاتِلُوا الَّتِیْ تَبْغِیْ حَتّٰى تَفِیْٓءَ اِلٰۤى اَمْرِ اللّٰهِ۔

''پھر اگر ان میں سے ایک نے دوسرے پر (بغاوت کی) زیادتی کی ہو تو زیادتی (بغاوت) کرنے والی جماعت سے لڑو یہاں تک کہ وہ اللہ کے حکم کی طرف پلٹ آئے'' (خلافت وملوکیت صفحہ 140)

یہ حکم اگر موقع دیا جاتا اور حضرت علیؑ سے دریافت کرلیا جاتا اور حکم مقرر کرنے پر ضد واصرار نہ کیا جاتا تو صرف دومنٹ میں آیت پڑھ کر سنا دیا جاتا اور

Presented by Ziaraat.Com

تیسرے منٹ پر یا تو معاویہ کو دست بستہ مع لشکر بیعت کرنا پڑتی یا نالہ وفریاد کرتی ہوئی فوج کولڑا کر تباہ کرنا اور موت کے گھاٹ اُترنا پڑتا اس لئے سازش کے اہم نکات یوں طے کئے گئے تھے کہ:۔

(1) قرآن کے نام پر تلواریں رک جائیں۔ جورک گئیں یعنی قتل عام کا خطرہ ٹل گیا۔ اور

(2) فیصلہ تو قرآن سے ہومگر فوراً قرآن پڑھ کر نہیں بلکہ دوحَکم وہ فیصلہ بعد میں کریں گے اور

(3) حَکم وہ مقرر کئے جائیں جو حضرت علیؑ سے متنفر اور دشمن ہوں۔ جو مرتضوی فوج نے بغاوت وقتل کی دھمکی سے خود مقرر کردیئے۔ پھر۔

(4) وہ دونوں حَکم بھی قرآن کا فیصلہ وہیں اور اُسی وقت نہ سنادیں بلکہ بعد میں دومۃ الجندل میں جا کر سنائیں۔ چنانچہ آٹھ ماہ کی مدت مقرر کی گئی۔

یہ چوکور یا چار یاری سازش تھی جس نے وہ مواقع فراہم کئے جن کا نتیجہ معلوم اور جن کے لئے مودودی نے لکھا ہے کہ:۔

''اور معاہدہِ تحکیم کی رُو سے دونوں صاحبوں (حکمین) کے سپرد یہ کام سِرے سے کیا ہی نہیں گیا تھا کہ ''وہ خلافت کے مسئلے کا جو فیصلہ بطورِ خود مناسب سمجھیں کردیں'' بلکہ ان کے حوالے فریقین کا پورا جھگڑا اس صراحت کے ساتھ کیا گیا تھا کہ ان کے درمیان اولاً کتاب اللہ اور پھر سنت عادلہ کے مطابق تصفیہ کریں۔ مگر جب دونوں بزرگوں نے بات چیت شروع کی تو ان سارے پہلوؤں کو نظر انداز کر کے یہ بحث شروع کردی کہ خلافت کا مسئلہ اب کیسے طے کیا جائے۔'' (صفحہ 141)

تحکیم کے فیصلے پر علامہ مودودی کا اور حضرت علیؑ کا فیصلہ کن فیصلہ۔

علامہ مودودی اس کے بعد اپنا فیصلہ یوں سناتے ہیں کہ ''اس بحث سے قطع نظر کہ دونوں حَکموں میں سے ایک نے کیا کِیا اور دوسرے نے کیا، بجائے خود یہ پوری کاروائی جو دومۃ الجندل میں ہوئی، معاہدہ تحکیم کے بالکل خلاف اور اس کے حدود سے قطعی متجاوز تھی۔ ان حضرات نے غلط طور پر یہ فرض کرلیا کہ وہ حضرت علیؑ کو معزول کرنے کے مجاز ہیں۔ حالانکہ وہ حضرت عثمان کی شہادت کے بعد باقاعدہ آئینی طریقے پر خلیفہ منتخب ہوئے تھے۔ اور معاہدہ تحکیم کے کسی لفظ سے یہ اختیار ان دونوں حضرات کو نہیں سونپا گیا تھا کہ وہ انہیں معزول کردیں۔ پھر انہوں نے یہ بھی غلط فرض کرلیا کہ حضرت معاویہ انؑ کے مقابلہ میں خلافت کا دعویٰ لے کر اٹھے ہیں۔ حالانکہ اس وقت تک وہ (معاویہ) صرف خون عثمان کے مدعی تھے۔ نہ کہ منصبِ خلافت کے۔ مزید برآں ان کا یہ مفروضہ بھی غلط تھا کہ وہ خلافت کے مسئلے کا فیصلہ کرنے کے لئے حَکم بنائے گئے ہیں۔ معاہدہ تحکیم میں اس مفروضہ کے لئے کوئی بنیاد موجود نہ تھی۔ اسی بنا پر حضرت علیؑ نے ان کے فیصلے کو رد کردیا اور اپنی جماعت میں تقریر کرتے ہوئے فرمایا:

''سنو، یہ دونوں صاحب جنہیں ''تم لوگوں'' نے حَکم مقرر کیا تھا، انہوں نے قرآن کے۔ ''حکم کو پیٹھ پیچھے ڈال دیا اور خدا کی ہدایت کے بغیر ان میں سے ہر ایک نے اپنے خیالات کی پیروی کی اور ایسا فیصلہ دیا جو کسی واضح حجت اور سنت ماضیہ پر مبنی نہیں ہے، اور اس فیصلے میں بھی دونوں نے اختلاف کیا ہے اور دونوں ہی کسی صحیح فیصلے پر نہیں پہنچے ہیں'' اس کے بعد حضرت علیؑ نے کوفہ پہنچ کر شام پر چڑھائی کی پھر تیاریاں شروع کردیں۔ اس زمانہ میں انہوں نے جو تقریریں کیں ان سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ وہ امت پر ملوکیت کے مسلط ہوجانے کا خطرہ کس شدت کے ساتھ محسوس کر رہے تھے اور خلافت راشدہ کے نظام کو بچانے کیلئے کس طرح ہاتھ پاؤں مار رہے تھے۔ ایک تقریر میں وہ فرماتے ہیں: ''خدا کی قسم، اگر یہ لوگ تمہارے حاکم بن گئے تو تمہارے درمیان کسریٰ اور ہرقل کی طرح کام کریں گے'' ایک دوسری تقریر میں فرمایا: ''چلو ان لوگوں کے مقابلے میں جو تم سے اس لئے لڑ رہے ہیں کہ ملوک جبابرہ بن جائیں اور اللہ کے بندوں کو اپنا غلام بنالیں'' (خلافت وملوکیت صفحہ 144-145)

قارئین نوٹ کرلیں کہ ڈاکٹر طہٰ حسین کے اٹھائے ہوئے فرضی سوالات کا غیر متعلق اور بے ثمر ہونا ثابت ہوگیا۔معاہدہ کا موضوع علامہ مودودی اور حضرت علی علیہ السلام کے بیانات سے متعین ہوگیا ہے اور وہ ضرورت بھی واضح ہوگئی جس کو قرآن بلند کرنے والوں نے سازش سے پورا کیا تھا۔یعنی فی الحال کسی طرح جنگ اور تباہی رُک جائے۔طہٰ حسین کا بیان مسلسل جاری ہے لکھتے ہیں کہ:۔

''طلحہ اور زبیر کے قتل ہوجانے پر اپنی قوت مضبوط اور معاملات منظّم کرلینے کے بعد امیر معاویہ اس خیال کے ہوگئے تھے کہ خلافت کا مسئلہ مسلمانوں کے مشورے سے طے ہونا چاہئے۔(ڈاکٹر صاحب اوھام کی وحی سے بات کر رہے ہیں) حضرت علیؑ کا نقطہ نظر یہ تھا (نقطہ نظر نہیں سارے مسلمانوں کا یہی عمل تھا) کہ اُن کی بیعت سابق خلفا کی طرح (سابق خلفا کو ایسی بیعت کبھی نصیب نہیں ہوئی تھی) ہوچکی ہے۔حرمین کے لوگوں نے بیعت کرلی ہے۔جوارباب حل وعقد ہیں اور بجز شام کے تمام شہروں نے بھی ان کو خلیفہ تسلیم کرلیا ہے۔اس کا مطلب یہ ہے کہ بالعموم مسلمانوں کی زبردست اکثریت کا اور خصوصاً انصار ومہاجرین کا آپ پر اتفاق ہوچکا تھا (یہ عملاً وقوع میں آچکا تھا نہ کہ صرف نقطہ نظر تھا) اب امیر معاویہ کے لئے اس کے سوا چارہ کار نہ تھا کہ وہ عام مسلمانوں کی صف میں کھڑے ہوجاتے۔اور ان کے شامی ساتھی بھی یہی کرتے۔اور اگر انہوں نے ایسا نہیں کیا تو ان کی حیثیت ایک باغی جماعت کی ہے۔جس سے مسلمانوں کو لڑنے کا حکم دیا گیا ہے۔اور کہا گیا ہے کہ جب تک وہ جماعت راہِ راست پر نہ آجائے اور صلح سے انکار کرتی رہے اس سے جنگ جاری رکھو۔پس فریقین کو کیا ہوگیا تھا کہ معاہدے میں اس کا اظہار تک نہیں کیا اور خلافت اور شوریٰ کا نام بھی نہیں لیا۔پھر حیرت تو یہ ہے کہ مورخین کا روایت کردہ یہ معاہدہ فریقین کے لئے اطمینان بخش تھا۔کسی نے اس کے مبہم عام اور غیر واضح ہونے پر اعتراض نہیں کیا۔حالانکہ وہ مسلمانوں کی اس قضیہ سے متعلق تحریروں میں سب سے زیادہ پیچیدہ، مبہم اور عام ہے۔اور ضرورت تھی کہ اس کو ہر پہلو سے اس طرح واضح کردیا جاتا کہ کسی اشتباہ کی گنجائش نہ رہ جاتی''(صفحہ 159-160)

اس فرضی ریسرچ اور اوھام طرازی کے بعد طہٰ صاحب اپنی تحقیق یا حماقت پیش کرتے ہیں جو انتہائی طور پر بے تکی ہے اور خلافِ واقعہ ہے۔سنئے مسلسل لکھتے ہیں کہ:۔

''غالب گمان یہ ہے کہ فریقین میں سے جن لوگوں نے یہ معاہدہ لکھا انہوں نے باریک بینی اور ضبطِ نکات کی طرف زیادہ توجہ نہیں کی۔وہ جنگ سے اکتا چکے تھے اور جلد سے جلد صلح کرلینا چاہتے تھے۔امیر معاویہ کے حامیوں کے لئے اتنا ہی کافی تھا کہ جنگ کے بادل چھٹ جائیں (اور تباہی سے بچ جائیں۔احسن) اور عراقیوں میں پھوٹ پڑ جائے۔اور عام عراقی صرف اس کے خواہاں تھے کہ کسی طرح امن اور صلح کا دور آجائے (اور معاویہ کا نمک حلال کردیا جائے۔احسن) اور جس بات کی طرف میں نے ابھی اشارہ کیا ہے اگر وہ برمحل ہے تو چالاکوں اور کھلاڑیوں کی کوشش یہ تھی کہ بات مبہم اور گول رہے ان کے خیال میں یہ بات امیر معاویہ کے حق میں مفید تھی اور حضرت علیؑ کے حق میں مضر اور اسی ذریعے وہ دنیا اور دنیا کا اقتدار حاصل کرسکتے تھے۔''(صفحہ 160-161)

کتنا غلط ہے ڈاکٹر صاحب کا یہ گمان کہ معاہدہ لکھنے میں دشمنان علیؑ مختار و آزاد تھے اور حضرت علی علیہ السلام نہ معاہدہ کے مضمون میں دخیل تھے نہ انہوں نے معاہدہ لکھا جانے کے بعد پڑھا تھا۔بہرحال موڈرن مورخ اپنے گمان وبدگمانیوں ہی سے نکتہ آفرینیاں تراشا کرتے ہیں اور موڈرن لوگ انہیں محقق وریسرچرز کا خطاب دے دیا کرتے ہیں۔بہرحال ان کا بیان مسلسل جاری ہے کہ:۔

Presented by Ziaraat.Com

’’معاہدے کی تحریر کے بعد جو کچھ ہوا شامیوں میں جو اتحاد اور عراقیوں میں جس طرح پھوٹ پڑی وہ سب ہمارے اجمال کی تفصیل ہے۔ غالبًا حضرت علیؑ نے جب دیکھا کہ ان کے ساتھی ان کی کوئی بات نہیں مانتے اور ان کا کوئی مشورہ قبول نہیں کرتے تو تنگ آ کر ان کے لئے راستہ صاف کر دیا کہ جو چاہیں کریں۔ گویا زبانِ حال سے آپ درید بن صمہ کے یہ اشعار پڑھ رہے تھے۔ (ڈاکٹر یہ نہیں کہتا کہ حضورؑ نے اپنے خطبہ میں یہ پہلا شعر بھی پڑھا تھا) علامہ کا ترجمہ:

امرتهم امری بمنعرج اللوی؛	’’میں نے منعرج اللویٰ میں اپنی بات بتا دی تھی
فلم لستبینوا الرّشد اِلّاضحٰی الغد؛	لیکن یاروں کو ہوش دن چڑھے آیا
فلمّا عصونی كنت منهم وقدارٰی؛	جب انہوں نے میری نافرمانی کی تو میں بھی ان ہی کی رائے کا ہو گیا
غَوَایتهم واِنَّنِیُ غیر مهتدی؛	میں ان کی گمراہی دیکھ رہا تھا لیکن غلط راہ پر تھا
وَهَلُ اَنَا اِلّا من غذیة ان غوت؛	اور میں غذیہ میں سے ہوں وہ گمراہ ہیں تو میں
غویت وان ترشد غزیة ارشد؛	بھی گمراہ ہوں اگر وہ راہ پر ہیں تو میں بھی راہ پر ہوں

مسلسل لکھتے ہیں کہ:

’’ہم دیکھتے ہیں کہ اشعث ابن قیس جب اپنے مقصد میں کامیاب ہو جاتا ہے تو خوشی میں پھولا نہیں سماتا۔ اتنے پر اکتفا نہیں کرتا کہ خوش ہو لے۔ بلکہ وہ تحریر لے کر فوج میں جاتا ہے اور فوجیوں کو سناتا ہے۔ سناتے سناتے جب خود تھک جاتا ہے تو دوسروں کو حکم دیتا ہے کہ اس کو پڑھ کر سناؤ (ڈاکٹر کے نزدیک سب پڑھے لکھے فوجی تھے) فوجی اس تحریر کو سنتے ہیں تو بہت خوش ہوتے ہیں کہ لڑائی سے نجات ملی۔ ایک بڑی جماعت اس سے ناراض بھی ہوتی ہے۔ اس لئے کہ اس کی نظر میں یہ ثالثی اور تحریر دین کے خلاف اور قرآنی احکام کے مخالف تھی۔ اس جماعت کے بعض لوگ کہتے تھے کہ کیا تم اللہ کے دین میں اشخاص کو حکم بناتے ہو؟ اور بعضوں نے صرف ایک جملہ کہا لاحکم الا اللہ۔ اور یہی جملہ آگے چل کر خارجیوں کا نعرہ بنا۔ اور بعض تو غصہ میں آپے سے باہر ہو گئے اور زبان کی جگہ تلوار سے کام لینے لگے۔ کہا جاتا ہے کہ ثالثی کے ایک مخالف نے اپنی جماعت کا ساتھ چھوڑ کر تلوار کھینچ لی اور لاحکم الا اللہ کا نعرہ لگاتے ہوئے شامیوں میں گھُس پڑا اور لڑنے لگا بالآخر مارا گیا۔ اور یہ تو واقعہ ہے کہ تاریخی خارجی مرداس ابو بلال کے بھائی عروہ بن اُدیر کو جب یہ تحریر پڑھ کر سنائی گئی تو وہ اشعث کے خلاف اُٹھ کھڑا ہوا اور چاہتا تھا کہ اس کو قتل کر دے لیکن اشعث کی سواری بھڑک اٹھی اور عروہ کی تلوار کا وار سواری کے پچھلے حصہ پر پڑا اور قریب تھا کہ اشعث کے ہم قبیلہ یمنیوں میں اور عروہ کی قوم تمیمیوں میں بات بڑھ جاتی لیکن تمیم کے بڑے بڑے لوگ دوڑ پڑے اور معذرت چاہی جس پر اشعث راضی ہو گیا۔ مناسب نہ ہوگا کہ ہم حضرت علیؑ کی فوج صفین سے واپس ہونے دیں اور ان لوگوں کا نقطہ نظر پیش نہ کریں۔ جنہوں نے ثالثی کو اور اس تحریر کو بُرا سمجھا اور جو بعد میں اسلامی تاریخ میں بڑی شان کے مالک بنے‘‘ (صفحہ 161-164)

یہاں رک کر اتنا سن لیں کہ ڈاکٹر صاحب کو پھر بدہضمی ہوئی ہے وہ یوں کہ ان کے مندرجہ بالا جملے سے خارجی بھی اسلامی تاریخ میں بڑی شان کے لوگ بن جاتے ہیں۔ وہ لاحکم الا اللہ کہنے والوں کو بے قصور کہتے ہیں اور اس کا تذکرہ تک نہیں کرتے کہ یہ لوگ حضرت علیؑ کو مجبور کر کے جنگ رکوانے والوں میں پیش پیش تھے اور بعد میں سمجھے کہ ہم نے کفر کیا ہے اور ندامت میں لاحکم الا اللہ یعنی آیت کا جملہ غلط معنی میں استعمال کیا تھا جس کا

Presented by Ziaraat.Com

ردحضرت علی علیہ السلام نے وہیں میدانِ صفین میں کر دیا تھا کہ ہم نے انسانوں کوحَکم نہیں بنایا۔قرآن کی ترجمانی کرنے میں ان کوقرآن کا پابند کر دیا تھا جوحکم وہ سناتے اسے اللہ کا حکم ہونالازم کر دیا تھا۔پھرجس طرح خارجیوں نے اللہ کی صحیح بات لاحکم الا اللہ کوغلط جگہ استعمال کیا ہے۔ڈاکٹر نے بھی حضرت علیؑ کواس تحریر کو برا سمجھنے والوں میں شامل کر دیا ہے حالانکہ وہ تحریر قرآن کے مطابق اور قرآن کے حکم سے ایک قرآنی معاہدہ تھا۔جس کی خلاف ورزی کوآپؑ نے بے دینی قرار دیا ہے۔البتہ آپ یہ تحریر کرنے پرخوش نہ تھے۔آپ کوچار یاری مسلمانوں نے جنگ روکنےاورتحریری معاہدہ کرنے پر مجبور کیا تھا۔یعنی وہ تحریر لکھنے سے پہلے راضی نہ تھےلیکن تحریر کوقرآنی ضابطہ میں مضبوط کر دینے کے بعد آپؑ اس تحریر سے خوش تھےاوراس کی پابندی واجب جانتے تھے۔لہٰذاامت میں بڑی شان کے آدمی بننے والے جملےکو یوں لکھاجانا چاہئے تھا کہ:

''مناسب نہ ہوگا کہ ہم صفین سے حضرت علیؑ کی فوج واپس ہونے دیں اوران لوگوں کا نقطہ نظر پیش نہ کریں جو جنگ روکنےکواور جنگ روکنے کاتحریری معاہدہ کرنے کوبُرا سمجھتے تھے۔اورثالثی سے خوش نہ تھےاوراسلامی تاریخ میں بڑی شان کے مالک بنے''

اب ڈاکٹر صاحب کا بیان صحیح ہوجائے گا سنئے:۔

''ان کا نقطہ نظر بالکل صاف اوران کی دلیل بڑی زوردار ہے۔جسے خودقرآن مجید نے اس وضاحت سے پیش کیا ہے کہ کوئی شبہ باقی نہیں رہ جاتا''(صفحہ 164)

اگلے صفحہ 165 پرسورہ الحجرات کی نویں آیت اوراس کا ترجمہ لکھاہے جوہم علامہ مودودی کے قلم سے ڈاکٹر صاحب کی تردید میں چندصفحات پہلے لکھ آئے ہیں۔اب ڈاکٹر صاحب اُن لوگوں کا ذکرکرتے ہیں جنہیں بڑی شان کا مالک بنانا چاہتے ہیں:۔

حضرت علیؑ اوران کے ساتھی،اوریہی مسلمانوں کی اکثریت تھی،خیال کرتے تھے کہ امیر معاویہ اوران کے ساتھیوں نے بغاوت کی ہے۔حضرت علیؑ نے امیر معاویہ اوران کے حامی شامیوں کے پاس اپنے سفیر بھیجے،انہوں نے سفیروں کوواپس کر دیا اور کہہ دیا کہ ہمارے اوران کے درمیان تلوار ہےاورصرف تلوار،اس کے بعدامیر معاویہ اوران کے ساتھی پانی پر پہلے پہنچےاور چاہا کہ خودہی سیراب ہوں اوران کے ساتھیوں کو پیاسا رکھیں۔اس پردونوں میں لڑائی ہوئی،نتیجہ یہ ہوا کہ حضرت علیؑ کا پانی پر قبضہ ہوگیا۔لیکن حضرت علیؑ نے امیر معاویہ اوران کے ساتھیوں کواجازت دی کہ سیراب ہوں۔یہ ہیں مسلمانوں کی دو جماعتیں جوآپس میں لڑیں۔اس کے بعدحضرت علیؑ نے امیر معاویہ کے پاس اپنے سفیر بھیجے جنہوں نے اطاعت کی دعوت دی اور مسلمانوں میں نفاق وشقاق کا باعث بننے سے ان کو روکنا چاہا لیکن سفرا کامیاب نہ ہوسکے چنانچہ کچھ دنوں تک لڑتے رہے۔اس کے بعدمحرم کا مہینہ خیریت سے گزارا۔پھر حضرت علیؑ اوران کے ساتھیوں نے صلح کی کوشش کی لیکن شامیوں نے اسے منظور نہ کیا۔اس کے بعدصفر کے مہینے میں جنگ شروع ہوئی۔مذکورہ بالا آیت(49/9) کے مطابق ضروری تھا کہ جنگ جاری رکھی جائے تا آنکہ امیر معاویہ اورشامی اللہ کے حکم کی طرف رجوع کریں۔اوراس کے بعدان سے جنگ روک دی جائے۔پھرحریف بھائی بھائی بن جائیں اوردو بھائیوں میں صلح اور صفائی کی جائے۔حضرت علیؑ کی فوج باغی جماعت پرغالب آرہی تھی اوراس کواللہ کے حکم کی طرف رجوع کرنے پر مجبور کرنے میں کامیابی ہورہی تھی۔کہ اتنے میں قرآن مجید بلند کئے گئے اور جنگ (جبراً) روک دی گئی۔اورقوم ایک ایسے فیصلے میں الجھ گئی جو بالکل مبہم اورغیرواضح تھا۔پس جن لوگوں نے لاحکم الا اللہ کہاان کا کوئی قصورنہیں۔اللہ کا حکم یہ ہے کہ لڑائی امیر معاویہ اوران کے ساتھیوں کے ہاتھ ٹیک دینے تک جاری رہتی۔اوراس سے بڑھ کردلیل اورکیا ہوسکتی ہے کہ حضرت علیؑ خودامامؑ نے قرآن مجیداٹھانے کے فریب میں آنے سے انکار کر دیا۔اورفرمایا کہ معاویہ اوران کے

Presented by Ziaraat.Com

درباری قرآن اور دین کے آدمی نہیں ہیں۔ یہ تو تلوار سے بچنے کی ایک چال ہے۔اس کے معنیٰ یہ ہیں کہ خود خلیفہ کی بھی یہی رائے تھی کہ حکم اللہ کے لئے ہے (مگر اللہ خود حکم دینے کے لئے نہیں آیا کرتا یہ حکم انسان اخذ کیا کرتے ہیں) اور یہ کہ اللہ کے حکم کا راستہ لڑائی جاری رکھنا تھا تا آنکہ شامی سرِ تسلیم خم کرلیں۔لیکن اکثریت نے یہ راستہ اختیار نہیں کیا اور حضرت علیؑ کو ان کی طبیعت کے خلاف مجبور کیا گیا اس کے نتیجے میں ثالثی کا فیصلہ سامنے آیا۔ بلاشبہ اب تک ثالثی تسلیم نہ کرنے والوں نے کوئی غلطی نہیں کی، انہوں نے قرآن مجید کا حکم مانا اور امامؑ کی رائے کی بھی پابندی کی۔ کہا جاتا ہے کہ ان لوگوں کا امامؑ سے سخت اصرار تھا کہ جنگ بدستور جاری رکھی جائے تا آنکہ اللہ کا حکم نافذ ہو۔لیکن حضرت علیؑ نے دیکھا کہ یہ لوگ بہت تھوڑے ہیں اور یہ کہ ان کا مشورہ قبول کرنے کی صورت میں وہؑ ان کو ایک طرف شامی دشمنوں اور دوسری طرف عراقی (باغی) ساتھیوں کے درمیان محصور کر دیتے ہیں۔اور اس طرح ان کو اپنے ہاتھوں ھلاکت میں ڈال دیں گے اس لئے ان کا مشورہ قبول نہیں کیا۔اور ان کو ٹھنڈا کیا پھر تسلی دی اور مشورہ دیا کہ وہ راستہ اختیار کریں جس میں ان کے اور ان کے (باغی) ساتھیوں کے لئے امن و عافیت ہو۔ یہاں پہنچ کر ثالثی کے مخالفین غلطی کرتے ہیں۔ امامؑ سے مشورہ کرنے تک صحیح راہ پر تھے۔امامؑ نے ان کی خیر خواہی کرتے ہوئے ان کو جلد بازی سے روکا۔اعتدال پسندی کا حکم دیا۔ پھر وہ حضرت علیؑ سے زیادہ قرآن سمجھنے والے نہ تھے اور نہ سنت و مصلحت کے انؑ سے زیادہ محافظ اور عالم تھے۔ان کے لئے ضروری تھا کہ وہ امامؑ کو اتنی آزادی دیتے کہ وہؑ رعایا کے لئے احکام جاری کریں، ایک طرف (باغی) ساتھیوں کی بہت بڑی اکثریت صلح اور ثالثی کا (غلط) مطالبہ کر رہی ہے۔دوسری طرف ساتھ کے تھوڑے سے لوگ جنگ چاہتے ہیں۔اور ثالثی کی تجویز کو مسترد کر دینے پر مُصر ہیں۔دونوں کے دونوں اپنے سرداروں کے سر ہو جاتے ہیں اور اپنی بات کی پچ کرتے ہیں۔ایسی حالت میں امامؑ کے لئے اس کے سوا کیا چارہ کار کہ یا تو وہ اکثریت کا ساتھ دے، صلح اور ثالثی منظور کر کے ایک ایسی مصالحت کی امید کرے جس سے پراگندگی کا خاتمہ ہوگا۔خونریزی بند ہوگی یا پھر اقلیت کا ساتھ دے اور جنگ کر کے ھلاکت آفریں یاس سے ہم آغوش ہو جائے۔حضرت علی نے اکثریت (کو قرآن کا پابند کر کے اس) کا ساتھ دینا پسند کیا۔اب اقلیت کا فرض تھا کہ وہ اپنی رائے پر قائم رہتے ہوئے امامؑ کا انتظار کرتی۔اگر اطمینان بخش صلح ہو جاتی تو ٹھیک تھا۔اور اگر ایسی صورت نہ نکلتی تو سب کے سب جنگ میں شریک ہو جاتے۔لیکن اقلیت اور اکثریت دونوں اپنی ضد پر اڑی رہیں۔حضرت علیؑ نے با دل ناخواستہ (قرآن کا پابند کر کے) اکثریت کا ساتھ دیا، ثالثی کی قرارداد لکھنے پر دو دن کی مدت (یہ بات قارئین نے اب تک کسی کے بیان میں نہیں پڑھی) گزری تھی جس میں قوم نے اپنے اپنے مقتولوں کو سپردِ خاک کیا۔اس کے بعد حضرت علیؑ کے منادی نے اپنی جماعت کو صفین سے کوچ کرنے کا اعلان کیا۔اور لوگ بُری طرح کوفہ واپس ہوئے۔ نکلے تھے تو باہم کتنی محبت تھی۔کیسا اتحاد اور کیسی یگانگت تھی۔اور لوٹے ہیں تو کتنی گہری دشمنی، کیسی نفرت اور کتنا بڑا اختلاف لے کر، ایک دوسرے کو گالیاں دیتے ہیں۔کوڑوں سے مارتے ہیں، اقلیت، اکثریت سے کہتی ہے کہ تم نے دین کی مخالفت کی، قرآن کے حکم سے منہ موڑ لیا۔اللہ کی جگہ اشخاص کو اُس معاملہ میں حکم بنایا جس میں خدا کے سوا کوئی حق نہیں رکھتا۔اکثریت جواب میں کہتی تم نے امامؑ کی مخالفت کی (طہٰ مان چکے کہ اکثریت نے مخالفت کر کے حضرت علیؑ کو قرآن کے جاری حکم سے روکا تھا۔) جماعت میں نفاق و انتشار پیدا کیا۔جماعت کو ٹیڑھی راہ چلانا چاہا (علامہ اب جنگ جاری رکھنے کو ٹیڑھی راہ لکھ رہے ہیں) پھر جس طرح کوفہ سے نکلے تھے سب کے سب واپس نہیں آئے۔ بلکہ کچھ لوگ حروراء جا کر مقیم ہو گئے۔ جو فیصلے کا مقام تھا۔ (یہ غلط کہا ہے) ان کی تعداد زیادہ سے زیادہ بتانے والے اندازے میں بارہ ہزار تھی اور کم سے کم کا اندازہ کرنے والے چھ ہزار بتاتے ہیں۔حرورا میں قیام کرنے کی وجہ سے وہ اسی طرف منسوب ہو گئے۔پھر ان کے منادی نے اعلان کیا کہ لوگو جنگ کے افسر شبث ابن ربعی تمیمی ہیں۔نماز کے

Presented by Ziaraat.Com

امام عبداللہ ابن کوّا یشکری ہیں۔اور اللہ عزوجل کے لئے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی بیعت ہے‘‘(ایضاً صفحہ 170 تک مسلسل)
یہاں تک لکھ کر ڈاکٹر طٰہٰ صاحب نیا عنوان قائم کرتے ہیں۔

''خارجی''

حضرت علیؑ اور آپؑ کے ساتھی اس ٹولی سے مطمئن نہ تھے۔جو جماعت کا ساتھ چھوڑ کر حرورا چلی گئی۔اور یہ ٹولی بھی بجائے خود اپنے مستقبل سے مطمئن نہ تھی۔اور اس کا پتہ اس طرح چلتا ہے کہ اس نے جنگ کا افسر شبث ابن ربعی تمیمی کو بنایا تھا جو چند دنوں کے بعد کوفہ واپس چلا آیا اور جماعت کا ساتھی ہو گیا۔حضرت علیؑ چاہتے تھے کہ وہ راہ پر آجائیں۔اور خود یہ لوگ بھی پُر امید تھے۔کہ اُن کے اور قوم کے درمیان جو ایک مشکل حائل ہو گئی ہے اس کا کوئی نہ کوئی حل نکل آئیگا۔چنانچہ وہ حضرت علیؑ کے پاس وفد بنا کر اپنے آدمی بھیجتے تھے۔جو آپؑ سے گفت وشنید کرتے،بحث و مناظرہ کرتے اور دعوت دیتے کہ شامی دشمنوں کے ساتھ از سرِ نو جنگ جاری کر دیں۔حضرت علیؑ جواب میں فرماتے میں نے لڑائی سے گریز نہیں کیا بلکہ تم ہی لوگ اس سے بیزار ہوئے اور گھبرا گئے۔اور یہ کہ معاویہ اور ان کے ساتھیوں سے اس سلسلے میں ایک معاہدہ طے پاچکا ہے۔ایسی حالت میں ہمیں عہد کا پاس رکھنا ضروری ہے۔وفد کے لوگ حضرت علیؑ کی باتیں سن کر اپنی جماعتوں میں جاتے اور ان کو سناتے۔لیکن (معاویہ کا سرمایہ اور وفود برابر بہکاتے) اسکے بعد قوم اور زیادہ اصرار کے ساتھ قطع تعلق اور دشمنی پر زور دیتی۔اسکے بعد حضرت علیؑ نے ان کے پاس عبداللہ ابن عباس کو اپنے ساتھیوں کی ایک جماعت کے ساتھ بھیجا۔جن سے ان لوگوں کا وہ مناظرہ ہوا جو (قریشی اضافوں کے ساتھ) متکلمین میں زیادہ مشہور ہے۔

عبداللہ ابن عباس کی علمیت کا دیوالہ نکل گیا

عبداللہ بن عباس نے دریافت کیا کہ ''امیر المومنین کی کیا بات آپ لوگوں کو ناگوار ہے؟'' انہوں نے کہا ''دو آدمیوں کا حکم تسلیم کر لینا'' ابن عباس نے جواب میں کہا ''اللہ نے خود شکار کرنے والوں کے سلسلے میں حالت احرام میں حَکم بنانے کا حُکم دیا ہے۔چنانچہ ارشاد خداوندی ہے کہ:

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَقْتُلُوا الصَّيْدَ وَاَنْتُمْ حُرُمٌ وَمَنْ قَتَلَهٗ مِنْكُمْ مُّتَعَمِّدًا فَجَزَآءٌ مِّثْلُ مَا قَتَلَ مِنَ النَّعَمِ يَحْكُمُ بِهٖ ذَوَا عَدْلٍ مِّنْكُمْ هَدْيًا بٰلِغَ الْكَعْبَةِ اَوْ كَفَّارَةٌ طَعَامُ مَسٰكِيْنَ اَوْ عَدْلُ ذٰلِكَ صِيَامًا لِّيَذُوْقَ وَبَالَ اَمْرِهٖ عَفَا اللّٰهُ عَمَّا سَلَفَ وَمَنْ عَادَ فَيَنْتَقِمُ اللّٰهُ مِنْهُ وَاللّٰهُ عَزِيْزٌ ذُو انْتِقَامٍ O (مائدہ 5/95)

''اے ایمان والو احرام کی حالت میں جانوروں کو قتل نہ کرو۔اور جو شخص قصداً کریگا تو اس کو اس جانور کے مساوی پاداش دینی ہوگی۔اور اس کا فیصلہ تم میں سے دو معتبر آدمی کریں اب یہ پاداش خواہ چوپایوں میں سے ہو بشرطیکہ نیاز کے طور پر کعبہ پہنچائی جائے اور خواہ مساکین کو کفارہ دیا جائے اور خواہ روزہ رکھ لیا جائے تاکہ اپنے کئے کی شامت کا مزہ چکھے۔اللہ تعالیٰ نے گذشتہ کو معاف کر دیا اور جو شخص پھر ایسی حرکت کرے گا تو اللہ تعالیٰ انتقام لیں گے۔اور اللہ تعالیٰ زبردست ہیں انتقام لے سکتے ہیں'' اسی طرح زوجین میں جدائی کے خطرہ پر دو حَکم بنانے کی ہدایت کی ہے۔اور فرمایا کہ:

وَاِنْ خِفْتُمْ شِقَاقَ بَيْنِهِمَا فَابْعَثُوْا حَكَمًا مِّنْ اَهْلِهٖ وَحَكَمًا مِّنْ اَهْلِهَا اِنْ يُّرِيْدَآ اِصْلَاحًا يُّوَفِّقِ اللّٰهُ بَيْنَهُمَا اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلِيْمًا خَبِيْرًا O (نساء 4/35)

''اور اگر تم کو میاں بیوی میں کشاکش کا اندیشہ ہو تو تم ایک آدمی مرد کے خاندان سے اور ایک آدمی عورت کے خاندان سے بھیجو اگر ان دونوں آدمیوں کو اصلاح منظور ہوگی تو اللہ ان میاں بیوی میں اتفاق کروا دیں گے۔بلاشبہ اللہ تعالیٰ علیم و حکیم ہے'' (یہاں لفظ حکیم نہیں تھا یہ غلطی ہے۔احسن)

Presented by Ziaraat.Com

پس اللہ تعالیٰ نے خود چھوٹے چھوٹے معاملات میں لوگوں کو حکم بنایا ہے تو پھر بڑے بڑے معاملات کی کیا بات ہے جن کا تعلق خون کی حفاظت سے یا قوم کے اجتماعی مسائل سے ہو۔

خارجیوں کی طرف سے اس کا جواب بالکل مُسکت تھا۔انہوں نے کہا کہ اللہ نے جن احکام میں فیصلہ کر دیا ہے اس میں تو مخالفت کی گنجائش نہیں ہے۔البتہ جس معاملہ میں اللہ نے غور وفکر کی اجازت دی ہے اس میں لوگوں کے لئے جائز ہے کہ سوچیں اور اجتہاد کریں (نوٹ کریں کہ یہ لوگ قرآن کی موجودگی میں اجتہاد کے قائل یعنی عمری وبکری مسلمان تھے) مثلاً زانی ،سارق اور خون کرنے والے کے لئے اللہ کا حکم مقرر ہے۔اب خلیفہ کو کوئی حق نہیں کہ اللہ کے اس فیصلے کی مخالفت کرے۔یا اس میں کوئی تبدیلی کرے۔امیر معاویہ اور ان کے ساتھیوں کے بارے میں اللہ کا حکم باغی جماعت والی آیت (حجرات 49/9) میں صاف ہے۔پس حضرت علیؑ کو کوئی حق نہ تھا کہ اس میں کوئی تبدیلی کرتے ان کا فرض یہی تھا کہ وہ باغیوں سے بدستور جنگ جاری رکھتے۔یہاں تک کہ وہ اللہ کے حکم کے سامنے اپنا سر جھکا دیتے۔

ابن عباس کے ایک ساتھی صعصعہ ابن صوحان آگے بڑھے ان کو وعظ ونصیحت کی۔اور فتنے سے ڈرایا۔تو کہا جاتا ہے کہ ان میں سے دو ہزار آدمی ابن عباس کے ساتھ کوفہ چلے آئے۔کہتے ہیں کہ حضرت علیؑ نے ابن عباس کو روانہ کرتے وقت کہا تھا کہ جب تک میں نہ آؤں قوم سے بحث ومباحثہ نہ کرنا۔لیکن ابن عباس نے جلد بازی سے کام لیا اور مناظرہ شروع کر دیا۔اسکے بعد حضرت علیؑ پہنچے دیکھا کہ ابن عباس مغلوب ہو رہے ہیں چنانچہ آپ آگے بڑھے اور بحث کر کے قوم کی صحیح راہنمائی کی۔میں (طہ) بھی یہی ٹھیک سمجھتا ہوں کہ حضرت علیؑ نے ابتدا میں ابن عباس کو ایک جماعت کے ساتھ بھیجنا کافی خیال کیا۔لیکن جب انہوں نے دیکھا کہ ان سے مقصد پورا نہیں ہو رہا ہے تو آپ نے خارجیوں کو مطلع کیا کہ وہ اپنے بارہ آدمیوں کو مناظرے کے لئے نمائندہ مقرر کریں میں بھی اتنے ہی آدمی لے کر آتا ہوں۔چنانچہ حضرت علیؑ نکلے اور یزید ابن مالک ارجبی کی کٹیا تک پہنچے، جن کی خارجی بہت عزت کرتے تھے اور وہاں کا چکر لگایا کرتے تھے۔حضرت علیؑ نے کٹیا میں دو رکعت نماز پڑھی اسکے بعد آگے بڑھے اور بحث میں حصہ لیا۔لوگوں سے ان کی دلیل سنی جو بالکل واضح تھی جیسا کہ ہم بار بار پیش کر چکے ہیں۔حضرت علیؑ نے جواب میں وہی کہا جو اکثر کہا کرتے تھے۔کہ انہوں نے خود جنگ سے گریز نہیں کیا اور نہ جنگ بند کرنے کی تحریک کی بلکہ آپ کے ساتھی (یہی مباحثہ کرنے والے) بیزار ہوئے اور انہوں نے (یعنی تم نے) لڑائی بند کرنے پر مجبور کیا۔اسی طرح حَکم قبول کرنے پر بھی انہوں نے مجبور کیا'' ایسا معلوم ہوتا ہے کہ خارجیوں نے حضرت علیؑ کی بات مان لی کہ ساتھیوں کے مجبور کرنے سے آپ نے لڑائی ترک کر دی۔لیکن ان کی سمجھ میں یہ نہیں آیا کہ حَکم قبول کرنے پر کس طرح ساتھیوں نے مجبور کیا؟'' وہ اکیلے تو لڑ نہیں سکتے تھے۔اور اپنے ساتھیوں کی اقلیت کو ساتھ لے کر بھی جنگ نہیں کر سکتے تھے جب کہ اکثریت نے ساتھ چھوڑ دیا ہو۔لیکن حضرت علیؑ ایسا تو کر سکتے تھے کہ۔معلوم نہیں کس طرح۔کہ حَکم والی تجویز سے انکار کر دیتے۔اس پر ان کو کوئی مجبور نہ کر سکتا تھا۔اس بات کا جواب دیتے ہوئے حضرت علیؑ نے کہا میں نے یہ مناسب خیال نہیں کیا کہ میرے طرز عمل کی وجہ سے لوگ اللہ کے اس قول میں تاویل کریں۔

اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ اُوْتُوْا نَصِيْبًا مِّنَ الْكِتٰبِ يُدْعَوْنَ اِلٰى كِتٰبِ اللّٰهِ لِيَحْكُمَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ يَتَوَلّٰى فَرِيْقٌ مِّنْهُمْ وَهُمْ مُّعْرِضُوْنَO (آل عمران 3/23)

''اے محمدؐ کیا آپؐ نے ایسے لوگ نہیں دیکھے جن کو کتاب (تورات) کا کافی حصہ دیا گیا ہے اور اسی کتاب کی طرف اس غرض سے ان کو بلایا جاتا ہے

Presented by Ziaraat.Com

کہ وہ ان کے درمیان فیصلہ کردے پھر بھی ان میں سے بعض لوگ انحراف کرتے ہیں بے رُخی کرتے ہیں‘‘

اسی طرح شکار والی آیت میں اور زوجین میں جدائی والی آیت میں لوگوں کو تاویل کی ضرورت پڑے۔تب خارجیوں نے کہا کہ قرارداد میں آپؑ کو امیر المومنین کیوں نہیں لکھا گیا؟ کیا آپ کو اپنی خلافت میں کچھ شک ہے؟ حضرت علیؑ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صلح حدیبیہ کے صحیفے سے لفظ رسوؐل اللہ مٹا دیا تھا۔حالانکہ آپؐ کو نہ اپنی رسالت میں شک تھا نہ نبوت میں۔پھر حضرت علیؑ نے حکمین کی طرف توجہ کی اور کہا ’’دونوں سے اس بات کا عہد لیا گیا کہ وہ اللہ کی کتاب کے مطابق فیصلہ کریں گے۔اب انہوں نے اپنے عہد کی پابندی کی تو بلاشک وہ فیصلہ ہے لیکن اگر انہوں نے کتاب اللہ کے خلاف کیا تو ان کا فیصلہ فیصلہ نہیں۔اس وقت شامیوں سے جنگ کے سوا چارہ کار نہیں۔حضرت علیؑ کے ان دلائل سے قوم بہت زیادہ متاثر ہوئی۔اور اس نے دیکھا کہ حضرت علیؑ ان سے بہت زیادہ قریب آ گئے ہیں۔حضرت علیؑ نے بھی محسوس کیا کہ بات بڑی حد تک نزدیک ہو چکی ہے اور زیادہ نزدیکی کے لئے آپؑ نے فرمایا کہ اپنے شہر چلے چلو اللہ تم پر رحم کرے۔اس کے بعد سب کے سب آپؑ کے ساتھ کوفہ چلے آئے۔واپس تو چلے آئے لیکن کہنا چاہیے کہ ان کے اور حضرت علیؑ کے درمیان کچھ غلط فہمی رہ گئی۔حضرت علیؑ نے سمجھا کہ میں نے ان کے حَکم قبول کرنے اور حَکم کے فیصلے کا انتظار کرنے کے بارے میں مطمئن کر دیا ہے (مطمئن ہو جانے کے بعد معاویہ کا سرمایہ اور سازش تو ختم نہیں ہوگئی تھی) ان لوگوں نے سمجھا کہ اب حضرت علیؑ ان سے بہت قریب آ گئے ہیں۔اور یہ وقفہ فوج کے لئے استراحت کا وقفہ ہے۔جس میں سواریوں کو تازہ دم اور ہتھیار ٹھیک کر لینا ہے۔اور اس کے بعد دشمن پر ٹوٹ پڑنا ہے۔کوفہ میں وہ اسی قسم کی باتیں کرتے رہے۔اور لوگوں میں اس کا عام چرچا ہوا۔اور غالباً کوفہ میں مقیم شامی جاسوسوں کے ذریعہ یہ باتیں شام تک پہنچ گئیں۔اس لئے کہ امیر معاویہ کا قاصد حضرت علیؑ کے پاس آیا کہ عہد و پیمان پر قائم رہیں ایسا نہ ہو کہ بکر اور تمیم کے دیہاتی آپؑ کا رخ پھیر دیں۔حضرت علیؑ نے غلط بیان سے خارجیوں کی تردید کی اور بتایا کہ وہ ثالثی کی تجویز پر قائم ہیں۔اس کے بعد ابوموسیٰ کو فیصلے کے مقام پر اپنے چار سو ساتھیوں کے ساتھ بھیجا۔شریح ابن ھانی کو ان کا امیر بنایا۔ابن عباس کو نماز پڑھانے کے لئے مقرر کیا۔اس کے بعد خارجیوں سے آپؑ کے تعلقات میں (معاویہ کی سازش سے) خرابی پیدا ہوگئی۔یہاں تک کہ خطبہ کے دوران ہر طرف سے لاحکم الا اللہ کہہ کر ٹوکتے تھے۔حضرتؑ یہ سن کر فرماتے ’’کلمة حق ارید بھا الباطل‘‘ یعنی حق بات باطل مقصد کے لئے استعمال کی جا رہی ہے۔بعض خارجیوں نے خطبے کے دوران یہ آیت پڑھ کر ٹوکا، لَئِنۡ اَشۡرَكۡتَ لَيَحۡبَطَنَّ عَمَلُكَ وَلَتَكُوۡنَنَّ مِنَ الۡخٰسِرِيۡنَ (زمر 39/65) اگر تو شرک کرے گا تو تیرا کیا کرایا سب خسارہ میں پڑے گا۔حضرت علیؑ نے جواب میں دوسری آیت پڑھی۔فَاصۡبِرۡ اِنَّ وَعۡدَ اللّٰهِ حَقٌّ وَّلَا يَسۡتَخِفَّنَّكَ الَّذِيۡنَ لَا يُوۡقِنُوۡنَ O (روم 30/60) پس آپ صبر کیجئے بے شک اللہ کا وعدہ سچا ہے اور یہ بدیقین لوگ آپ کو مرعوب نہ کرنے پائیں۔اسکے بعد بات بگڑتی ہی گئی۔یہاں تک کہ وہ بالکل الگ ہو گئے اور غیظ و غضب میں آ کر آپؑ کو اور معاویہ کو بھی کافر کہہ دیا اور آپؑ کے پاس سے نکل کر لڑنے والے حریف بن گئے۔حضرت علیؑ نے فرمایا کہ اگر وہ خاموش رہیں گے تو ہم ان سے درگزر کریں گے۔اگر گفتگو کریں تو ہم ان سے بحث کریں گے۔اور اگر فساد کریں گے تو ان سے مقابلہ کریں گے۔تھوڑے ہی دنوں بعد انہوں نے فساد کیا اور پھر جنگ ہوئی‘‘ (علی صفحہ 180-187)

ڈاکٹر طٰہٰ اور خارجیوں کے حق میں چند جملے؟

خارجیوں کی بحث ہی میں نہیں بلکہ طٰہٰ صاحب ہر بحث میں اپنے روبرو ایک مقصد رکھ کر چلتے ہیں اور اس مقصد کو مکمل کرنے کے لئے بعض

Presented by Ziaraat.Com

ایسے پہلوؤں کونظر انداز کر دیتے ہیں جنہیں پہلے لکھ چکے ہوتے ہیں اور جو زیر نظر مقصد کو کمزور کرتے ہوں۔

مثلاً علامہ خارجیوں کی بحث میں دو ثالثوں کے منظور کرنے کو حضرت علی علیہ السلام کے قابل اعتراض اعمال میں شمار کرتے ہوئے اگر مندرجہ ذیل جملے لکھ دیتے تو معلوم ہوتا کہ ثالث یا حکم تو حضرت علیؑ پر مجبور کر کے ٹھونسے گئے تھے۔اول یہ کہ:۔

''جب قرآن اٹھائے گئے اور ثالثی کی تجویز پیش ہوئی تو یہی اشعث بن قیس تھا جس نے حضرت علیؑ کو بڑی شدت کے ساتھ مجبور کیا کہ تجویز منظور کرلیں''(صفحہ 152)

بتائیے کہ ثالثی کی تجویز منظور کرنے کا الزام حضرت علیؑ پر کیسے آسکتا ہے؟ اور ڈاکٹر صاحب یہ جملہ اس بحث میں کیوں نہیں لائے؟

دوم یہ کہ:''میں یہ بھی خیال کرتا ہوں کہ یہ سازش یہیں آکر نہیں رکی بلکہ اس سے بھی زیادہ خطرناک میدان میں اس نے قدم بڑھائے یہ خطرناک میدان دو ثالثوں کا انتخاب تھا۔اس لئے کہ اشعث اور اس کے یمنی آدمیوں کا کسی وجہ سے سخت اصرار تھا کہ ابوموسیٰ اشعری کو حکم چنا جائے۔حضرت علیؑ کو اس بات کی آزادی نہیں دی گئی کہ وہ اپنے بھروسہ کا آدمی ثالث بناسکیں''(صفحہ 153-154)

ثابت ہوا کہ ثالثی کی تجویز اور ثالثوں کے تقرر میں حضرت علیؑ مجبور کئے گئے۔نہ انہوں نے تجویز خوشی سے منظور کی نہ ثالث۔یہ ہے وہ طریقہ جس سے ڈاکٹر صاحب اپنے عنوانات اور موضوعات کو کامیاب کرتے چلے جاتے ہیں۔

یہ بھی نوٹ کرنے کی بات ہے کہ وہ سب لوگ جن کے منہ سے جملہ لاحکم الا اللہ نکلا ہے وہ سب جنگ روکنے،ثالثی منظور کرنے میں نافرمانی اور بغاوت کی حد تک شریک تھے اور معاہدہ لکھے جانے سے پہلے کوئی لاحکم الا اللہ کہنے والا یا خارجی کہلانے والا ایسا نہیں بتایا جاسکتا جس نے جنگ روکنے یا صلح کرنے کے خلاف کوئی احتجاج کیا ہو۔یہ سب باتیں معاہدہ لکھوا لینے کے بعد ان لوگوں کو سوجھی یا سجھائی گئی تھیں۔اور انہوں نے خود اقرار کیا ہے کہ جنگ رکوانے،صلح کرانے اور حکم مقرر کرانے میں ہم نے کفر کیا تھا اور اب توبہ کرتے ہیں۔مگر طٰہٰ صاحب اس بحث میں خارجیوں کی یہ بات کہیں نہیں لکھتے۔بہر حال علامہ نے پھر بھی حق کا ہر پہلو بیان کر دیا ہے مگر بکھیر بکھیر کر لکھا ہے۔مسلسل ان کا بیان وعنوان پڑھئے لکھتے ہیں:

''ثالثوں کا اجتماع''

دونوں حکم دومۃ الجندل یا اذرح میں یا پہلے دومۃ الجندل میں اور پھر اذرح میں جمع ہوئے۔مقام کے بارے میں بڑا اختلاف ہے۔بہر حال اکٹھا ہوئے۔جہاں حضرت علیؑ کے چار سو ساتھی،جن میں عبداللہ ابن عباس بھی تھے حاضر ہوئے۔امیر معاویہ کے ساتھیوں میں سے بھی چار سو آئے۔بعض مورخوں کا خیال ہے کہ امیر معاویہ اپنے ساتھیوں میں موجود تھے یا ان سے بہت قریب تھے۔فیصلہ کرنے والے ثالثوں نے ان حضرات کی ایک جماعت کو مدعو کیا تھا جو شروع سے فتنے کی باتوں سے کنارہ کش تھے۔(جو حضرت علیؑ یا طلحہ وزبیر و معاویہ کے ساتھ جنگوں میں شامل نہ ہوئے تھے۔یعنی ڈاکٹر صاحب بھی ان ذوات کو فتنہ گر لکھتے ہیں) جس میں عبداللہ بن عمر تھے اور ان لوگوں کی ایک جماعت کو بھی مدعو کیا تھا جو آخری دنوں میں فتنے سے دور رہے۔اور صفین کے معرکہ میں حاضر نہیں ہوئے۔جیسے عبداللہ ابن زبیر۔انہوں نے سعد ابن ابی وقاص کو بھی دعوت دی تھی لیکن انہوں نے اپنے ایک بیٹے کے بے حد اصرار کے باوجود دعوت منظور نہیں کی۔اسی طرح سعید بن زید بن عمرو بن نفیل کو مدعو کیا گیا تھا۔لیکن وہ بھی شرکت پر راضی نہیں ہوئے''(صفحہ 188-189)

یہاں رک کر یہ سمجھ لیں کہ طٰہٰ صاحب کو یہ پسند نہیں کی آخر الذکر دونوں لیڈروں کی موجودگی یہاں ثابت ہو جائے اس لئے وہ روایتیں اختیار نہیں

Presented by Ziaraat.Com

کیں جن میں یہ لوگ موجود دکھائے گئے ہیں۔ پھر ڈاکٹر صاحب یہ نہیں بتاتے کہ حکمین کو اگر مذکورہ معاہدے کو قرآن کے صریح احکام سے پورا کرنا تھا تو عبداللہ ابن عمر اور دیگر جنگوں سے الگ رہنے والوں کو کیوں بلایا گیا تھا؟ ہم دکھا چکے ہیں کہ قریشی لیڈروں ہی کی مدد سے معاہدہ میں سے قرآن کی پابندی کو نظر انداز کرنا تھا۔ اور اگر ممکن ہو تو ان ہی میں سے کسی ایک کو خلیفہ نامزد کرنا تھا۔ اب آگے چلئے:

''اب ثالثوں نے اپنا کام شروع کیا۔ ان دونوں کی باہمی گفتگو لوگوں کے روبرو نہیں ہوتی تھی۔ بلکہ ان میں سے ہر ایک اپنے ساتھی کو خلوت میں لے جاتا اور بات چیت کرتا۔ حیرت ہے کہ ثالث کافی قیام پذیر رہے اور ان کی بات چیت کا سلسلہ بھی غیر معمولی بڑھا لیکن مورخین اپنی روایتوں میں بہت مختصر کٹی کٹی باتیں کہتے ہیں اور وہ بھی بڑے اختلاف کے ساتھ جس میں جگہ جگہ تضاد ہے۔ اور اس کی وجہ اس کے سوا کچھ نہیں کہ وہ قرارداد جو ثالثوں کو فیصلے کا مجاز بناتی ہے بالکل مبہم اور پیچیدہ ہے (کیا ثالثوں کے لئے بھی؟) ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ثالث یہ احساس رکھتے تھے کہ انہیں لوگوں کے نقطہ ہائے نظر پر بحث کرنی ہے اور اس کے بعد ایک ایسا عادلانہ فیصلہ کرنا ہے جو کتاب اللہ کے احکام کے مناسب اور سنت جامعہ سے میل کھاتا ہو۔ چنانچہ دونوں نے اس بات پر اتفاق کیا کہ عثمان ظلماً قتل کئے گئے اور یہ کہ معاویہ ان کے خون کے ولی ہیں۔ اور اس کا حق رکھتے ہیں کہ قاتلوں سے قصاص کا مطالبہ کریں۔ لیکن معاویہ کو یہ مطالبہ کس سے کرنا چاہئے؟ کیا حضرت علیؑ سے؟ حالانکہ معاویہ کا حضرت علیؑ پر یہ الزام ہے کہ وہ عثمان کے خلاف لوگوں کو جمع کرتے تھے اور بھڑکاتے تھے۔ اور لوگوں کو ان کی امداد سے روکتے تھے۔ تو کیا معاویہ خود ہی قصاص لے لیں؟ پھر تو جنگ ہوگی۔ اور اسی کو روکنے کے لئے مسلمانوں نے تحکیم یعنی ثالثی کی صورت نکالی ہے۔ اس لئے یہ ضروری ہے کہ ایک امام چنا جائے۔ جس کو عام لوگوں کی رضامندی حاصل ہو اور معاویہ اس سے مطالبہ کر سکیں کہ اللہ کا یہ حکم جاری کرے۔ وَمَن قُتِلَ مَظْلُومًا فَقَدْ جَعَلْنَا لِوَلِيِّهِ سُلْطٰنًا فَلَا يُسْرِف فِّي الْقَتْلِ اِنَّهُ كَانَ مَنْصُورًا O (بنی اسرائیل 17/33) ''اور جو شخص ناحق قتل کیا جائے تو ہم نے اس کے وارث کو اختیار دیا ہے سو اس کے بارے میں حد سے تجاوز نہ کرے وہ شخص طرفداری کے قابل ہے''

مورخین کہتے ہیں کہ عمرو بن عاص کی تجویز تھی کہ یہ امام خود معاویہ ہوں۔ لیکن میں (طہٰ) یہ بات نہیں مان سکتا۔ عمرو بن عاص یہ تجویز کس طرح پیش کر سکتے ہیں؟ جب کہ خود ان ہی کا کہنا ہے کہ معاویہ عثمان کے ولی ہیں۔ اس کا مطلب تو یہ ہے کہ معاویہ خلیفہ ہو کر اللہ کے حکم کے اجراء کا مطالبہ خود اپنی ذات سے کریں۔ اور پھر عثمان کے قاتلوں سے قصاص لے کر خود ہی منصف اور خود ہی مدعی بنیں۔ کہا جا سکتا ہے کہ اگر عمرو بن العاص کی یہ تجویز منظور ہو جاتی اور معاویہ امام ہو جاتے تو مظلوم خلیفہ کے قصاص کا مطالبہ حضرت عثمان کے لڑکوں کے حوالے کر دیتے اور خود ہٹ جاتے۔ لیکن معاویہ کی طاقت کا سرچشمہ تو یہی مظلوم خلیفہ کی حمایت میں اٹھ کھڑا ہونا تھا۔ اگر وہ اس سے الگ ہو جائیں تو پھر لوگ یہ نہیں سمجھ سکتے کہ وہ امام کیوں بنیں؟ اس وقت نبیؐ کے صحابہ میں جو لوگ زندہ تھے ان میں معاویہ سب سے برتر نہ تھے۔ متعدد صحابی تھے جو فضیلت میں، اسلام کی طرف پہل کرنے میں، اسلام کیلئے مصیبتیں برداشت کرنے میں اور نبیؐ سے قریب ہونے میں معاویہ سے بہت آگے تھے۔ سعد ابن ابی وقاص تھے جو مجلس شوریٰ کے رکن ہونے کے علاوہ عشرہ مبشرہ میں سے ہیں۔ ان ہی دس آدمیوں میں سے ایک سعید ابن زید ابن عمرو ابن نفیل بھی تھے۔ پھر عبداللہ ابن عمر بھی تھے، بقول ابوموسیٰ اچھے باپ کے اچھے بیٹے۔ ان وجوہ کی بنا پر میں اُسے بہت دور کی بات خیال کرتا ہوں کہ عمرو بن العاص نے معاویہ کو خلافت کے لئے پیش کیا ہو۔ واقعہ جو کچھ بھی رہا ہو جن راویوں نے یہ تجویز بیان کی ہے ان ہی کی روایت یہ بھی ہے کہ ابوموسیٰ نے اس تجویز کو مسترد کر دیا تھا اور حضرت

Presented by Ziaraat.Com

علیؑ کو معاویہ پر فضیلت دی تھی۔ کہ وہ سابق الاسلام، اسلام کیلئے قربانیاں دی ہیں پھر نبیؐ کی نگاہ میں ان کا ایک درجہ ہے'' (صفحہ 188-191)

ثالثوں کے اجتماع پر یہ طٰہٰ کا بیان قریشی پالیسی کی تائید میں غیر جانبدارانہ انداز کا فریب دیتا ہے۔

طٰہٰ حسین سے یا کسی اور قریشی مذہب کے عالم سے یہ امید رکھنا غلط ہے کہ وہ قریش کے یا قریشی مذہب کے خلاف لکھیں گے۔ البتہ ان سے یہ امید کی جاسکتی ہے کہ وہ قریش کے حق میں جو کچھ کہیں گے وہ دوٹوک انداز میں کھل کر واضح الفاظ میں کہیں گے۔ لیکن اگر وہ قریش کی تائید میں بیان دیتے ہوئے یہ ظاہر کریں کہ وہ تائید نہیں بلکہ تحقیق کر رہے ہیں تو یہ ایک فریب ہوگا۔ اور تمام سادہ دل قارئین ایسے بیان سے بہک سکتے ہیں۔ مندرجہ بالا بیان میں ڈاکٹر صاحب نے یہی کچھ کیا ہے۔ پڑھنے والوں کو برابر یہ محسوس ہوتا رہتا ہے کہ ڈاکٹر صاحب لاتعلق اور غیر جانبدار رہ کر بیان دے رہے ہیں۔ لیکن الفاظ کی تہہ میں جانبداری اور بددیانتی چھپی چلی گئی ہے۔ وہ یہ سوچ کر چلے تھے کہ ثالثوں یا حکمین کو ان کے فیصلے تک پہنچنے میں حق بجانب دکھایا جائے۔ لہٰذا انہوں نے ان کے فکر و تلاش، گفت و شنید اور عمل درآمد کے لئے ایک فرضی راستہ تیار کیا، پھر انہیں انگلی پکڑ کر اس راستے پر چلاتے ہوئے وہاں تک لے گئے ہیں جہاں ہم نے ان کے بیان کو ہوا لگنے کے لئے روک دیا ہے۔ وہاں ان کا آخری جملہ بظاہر حضرت علی علیہ السلام کی بزرگی ظاہر کرنے کے لئے یہ ہے کہ:

''پھر نبیؐ کی نگاہ میں ان کا ایک درجہ ہے''

سادہ لوح قاری یہ سمجھے گا کہ ڈاکٹر صاحب حضرت علیؑ کا نبیؐ کی نگاہ میں بلند مقام مانتے اور لکھتے ہیں۔ لیکن یہ جملہ ایسا چالاک و چست ہے جس سے حضرت علیؑ کا کوئی مقام بنتا ہی نہیں۔ یعنی نبیؐ کی نگاہ میں کوئی اچھا یا برا مسلمان ایسا تھا ہی نہیں جس کا کوئی نہ کوئی ''ایک درجہ'' نہ ہو۔ بات یہ ہوئی کہ: ''جس طرح نبیؐ کی نگاہ میں ہر ہر مسلمان کا ایک ایک درجہ تھا اسی طرح نبیؐ کی نگاہ میں علیؑ کا بھی ایک درجہ تھا'' یہ ہے وہ ماڈرن طرزِ تحریر جس میں چالاکیاں اور فریب کاریاں زیرِ زمین چھپی چلی جاتی ہیں۔

حکمین کے لئے فرضی راستہ اور طٰہٰ حسین کے مفروضات۔

بہر حال ڈاکٹر صاحب معاویہ کے دعوے اور اعلان طلبِ خونِ عثمان کو ایک واقعہ فرض کر کے ابتدا کرتے ہیں۔ تاکہ اس دعویدار کو کسی عدالت تک پہنچایا جاسکے۔ اور حکمین کا معاہدہ کو نظر انداز کر کے ایک خلیفہ کا تقرر زیرِ بحث لانے کو جائز اور قدرتی بنایا جاسکے۔ پھر وہ کہتے ہیں کہ دو ثالث عثمان کے مظلوم قتل ہونے پر متفق ہوگئے تھے۔ لیکن اس سے بھی پہلے یہ کہہ چکے تھے کہ:۔

''ثالث یہ احساس رکھتے تھے کہ انہیں لوگوں کے نقطہائے نظر پر بحث کرنی ہے۔ اس کے بعد ایک عادلانہ فیصلہ کرنا ہے جو کتاب اللہ کے احکام کے مناسب اور سنت جامعہ سے میل کھاتا ہو'' (صفحہ 189)

ہم عرض کرتے ہیں کہ ثالثوں کا عثمان کے مظلوم قتل ہونے پر اتفاق کر لینا لوگوں کے نقطہائے نظر کے خلاف مان لیا گیا ہے۔ جو سراسر غلط ہے۔ عائشہ کا فتویٰ تھا کہ ''اس نعثل کو قتل کر دو یہ کافر ہوگیا ہے'' عائشہ نے جن حالات میں یہ فتویٰ دیا تھا وہ حالات یقیناً عثمان کا قتل کیا جانا جائز کرتے ہیں ورنہ عائشہ یہ فیصلہ نہ سناتیں۔ لہٰذا عثمان، مظلوم قتل نہیں کیا گیا تھا۔ پھر جن حالات میں عائشہ نے یہ فیصلہ سنایا تھا وہ حالات تمام تواریخ کی روشنی میں یہ تھے کہ ساری مملکت اسلامیہ سے وہ وفود مدینہ میں بار بار آ رہے تھے۔ جنہیں عثمان نے یا عثمان کے عمال یا گورنروں نے اپنے ظلم و جور کا نشانہ بنایا تھا۔ جو کہ فریادی تھے اور جن کی فریادیں حضرت علیؑ اور دیگر صحابہ نے عثمان کو پہنچائیں۔ اصلاح و تدارک کے وعدے ہوئے اور بار

Presented by Ziaraat.Com

باراس طرح توڑے گئے کہ سفارش کرنے والے لوگ بھی شرمندہ ہوئے اور عثمان کی زوجہ نائلہ نے عثمان سے بار بار کہا کہ اگر تم مروان کے مشوروں پر چلتے رہو گے تو مروان تمہیں قتل کرا کے چھوڑے گا۔ مگر عثمان نے برابر اپنے قتل کا عمل جاری رکھا اور مارا گیا۔ ہم یہاں عثمان کے واجب القتل ہونے کا ثبوت دے کر عنوان سے ہٹنا نہیں چاہتے۔ بتانا صرف یہ ہے کہ عثمان کا مظلوم قتل ہونا لوگوں کے نقطہائے نظر کے مطابق نہ تھا۔ یہ خیال عثمان کے قریبی رشتہ داروں میں بھی متفقہ نہ تھا۔ پھر طہٰ صاحب کا یہ کہنا کہ معاویہ تو عثمان کے خون کا ولی تھا (مان لینا بھی غلط ہے۔ احسنؔ) اس پر دونوں ثالثوں کا متفق ہو جانا ایک فریب ہے اول اس لئے کہ معاویہ کا عثمان سے نہ ولی ہونے کا رشتہ تھا، نہ عثمان نے اسے اپنا ولی بنایا تھا۔ دوم اس لئے کہ ابوموسیٰ نے عمرو بن العاص کا یہ قول رد کر دیا تھا کہ معاویہ عثمان کے خون کا ولی ہے۔ لہٰذا عثمان کے مظلوم ہونے اور معاویہ کے ولی ہونے کے دونوں مفروضے باطل ہو گئے تو معاویہ کیلئے کسی عدالت یا خلیفہ کا گھڑنا بھی باطل ہو گیا۔ اور یہ ضرورت ہی ختم ہو گئی کہ معاویہ خون عثمان کا دعویٰ کہاں پیش کرے؟ پھر معاویہ کا نقطہ نظر اگر یہ تھا کہ خلیفہ وقت یعنی حضرت علیؑ، خون عثمان کا مطالبہ سننے کے لئے اس لئے نا قابل ہیں کہ انہوں نے عثمان کے خلاف وہ کارروائیاں کی تھیں جن کا دعویٰ معاویہ نے کیا تھا؟ تو تمام صحابہ اور اہل مدینہ اور خود عثمان کے گھر والوں نے معاویہ کے اس نقطہ نظر کو جھوٹا ثابت کر رکھا تھا۔ ان میں سے کوئی بھی معاویہ کی تائید نہیں کرتا۔ لہٰذا معاویہ کے لئے کسی اور خلیفہ کا مقرر کیا جانا ہرگز ضروری نہ تھا۔ پھر معاویہ محض خون عثمان کا دعویدار تھا لیکن نہ اس کے پاس کوئی ایسی فہرست تھی جس میں عثمان کے قاتلوں کے نام لکھے ہوں اور نہ اس نے حضرت علیؑ کے پاس کوئی ایسی فہرست ارسال کی تھی۔ نہ اُسے معلوم تھا کہ عثمان کے قاتل کون کون ہیں؟ اسے تو اُسے خود نائلہ کو کسی قاتل کا علم نہ تھا۔ لہٰذا معاویہ کا قاتلانِ عثمان کے انتقام کا دعویٰ بے بنیاد اور جھوٹا تھا۔ اس لئے حکمین کا خلیفہ کے تقرر کی بحث کرنا بقول طہٰ بھی باطل تھا۔ طہٰ حسین کی یہ بحث اس لئے بھی باطل ہے کہ وہ لکھ چکے ہیں کہ:۔

1) ''معاہدے میں عثمان اور قاتلین عثمان کا تذکرہ تک نہیں'' اور

2) حضرت علیؑ عثمان کا کوئی مقرر قاتل نہیں جانتے تھے۔

3) اور تمام باغیوں کو حوالے کر دینا ان کے بس کی بات نہ تھی''

ایسی صورت میں طہٰ صاحب کا حکمین کو مذکورہ بحث میں حق بجانب قرار دینا محض فریب سازی اور جانبداری ہے۔ اور جب کہ خود مورخین کی روایات کو نامکمل بھی مانتے ہیں۔ یہ بات خاص طور پر نوٹ کریں کہ جن لوگوں کو قریشی مورخ باغی کہتے ہیں وہ ہرگز عثمان کے باغی نہ تھے۔ وہ سب فریادی تھے اور اپنے علاقوں اور شہروں سے تحریری دستاویزی فریادیں اور احتجاج لے کر آئے تھے جن کو سارے مدینہ نے اور تمام صحابہ رسولؐ نے اور خود عثمان نے حق بجانب سمجھا تھا۔ جب ان پر مروان نے فوج لے کر حملہ کیا تو جنگ ہوئی اور اسی جنگ کے دوران ہوا جو کچھ کہ ہوا۔ اس جنگ میں طلحہ اور کئی ایک صحابی ان فریادیوں کے طرفدار تھے جنہیں بدنام کرنے کے لئے بعد میں باغی کا لقب دیا گیا ہے۔ بہر طور طہٰ حسین کے طرز تحقیق و بیان کو سمجھ لینے کے بعد اب پھر حکمین کے اجتماع والا قصہ مسلسل کر لیں۔ لکھتے ہیں کہ:

''کہا جاتا ہے کہ عمرو بن عاص کی طرح ابوموسیٰ نے بھی عمرو بن عاص کے خلاف ایک تجویز پیش کی اور اچھے باپ کے اچھے بیٹے عبداللہ ابن عمر کا تذکرہ کیا اور اپنی یہ رائے ظاہر کی کہ ان کا خلیفہ بنانا عمر کے ذکر کو زندہ کرنا ہے۔ لیکن عمرو بن عاص نے اس تجویز کو مسترد کر دیا اس لئے کہ عبداللہ اس بوجھ کو سنبھالنے کے اہل نہ تھے، نہ شاندار تھے نہ سخت گیر اور نہ طاقتور، غالباً عمرو بن عاص نے ابوموسیٰ کو اس کی یاد بھی دلائی

Presented by Ziaraat.Com

ہو گی کہ خود حضرت عمر نے اپنے لڑکے کو مجلس شوریٰ میں حاضری کا موقع دیا لیکن کسی اور بات میں حصہ لینے کی اجازت نہیں دی۔ اور یہ کہ ان کے بارے میں حضرت عمر کی رائے سب جانتے تھے کہ ان میں طلاق دیتے رہنے کی علت تھی (صحیح یہ ہے کہ وہ کہا کرتے تھے کہ عبداللہ طلاق دینا بھی نہیں جانتا۔ احسن)

عراقی راویوں نے بڑے غلو سے کام لیا ہے ان کا خیال ہے کہ عمرو بن العاص نے عبداللہ بن عمر سے ملاقات کی اور تخلیہ میں ان سے کہا کہ اگر آپ مصر میرے حوالے کر دیں تو میں آپ کے لئے خلافت پیش کرتا ہوں۔ تو عبداللہ بن عمر نے اپنے دین میں یہ پستی گوارا نہ کی۔ اور رشوت دے کر خلافت لینے سے انکار کر دیا۔ میرے خیال میں یہ ان عراقیوں کا غلو ہے جن کو عمرو بن العاص سے دشمنی تھی۔ اور حقیقت حال یہ ہے کہ دونوں ثالث خلافت کے لئے کسی امیدوار پر متفق نہیں ہو سکے۔ اور اسی لئے ابوموسیٰ کی کہیے یا عمرو بن العاص کی کہیے، اس تجویز سے اتفاق کیا کہ خلافت سے حضرت علیؑ اور امیر معاویہ دونوں کو معزول کر دیں اور امت کو پوری آزادی دے دیں کہ جس کو چاہیں خلیفہ چن لے۔ لیکن اس مشورے کا انہوں نے کوئی دستور العمل یا دستور العمل سے مشابہ کوئی نظام عمل مرتب نہیں کیا۔ اور اس بات کا اندازہ نہیں لگایا کہ بات جب سامنے آئے گی تو امت میں اختلاف پیدا ہو جائے گا۔ عراق کے لوگ حضرت علیؑ کی طرف جھکیں گے۔ اور شام کے لوگ معاویہ کی طرفداری کریں گے۔ اور باقی مسلمان جس کو چاہیں گے اس کی اتباع کریں گے۔ اور ہو سکتا ہے کہ حجاز والے کھڑے ہو جائیں۔ اور سعد ابن ابی وقاص کو یا سعید بن زید کو یا عبداللہ ابن عمر کو یا ان کے علاوہ مہاجر صحابہ میں سے کسی کو پسند کریں، ان باتوں کی طرف دونوں ثالثوں نے کچھ غور نہیں کیا۔ اور نہ احتیاط برتی۔ بس اس نتیجے پر پہنچے کہ دونوں کو معزول کر دیں اور امت کا اقتدار امت کو واپس کر دیں'' (ایضاً صفحہ 191-193)

طٰہٰ صاحب اب ضروری اور صحیح تنقید بھی نہیں کرتے ہیں۔

اس بیان میں طٰہٰ حسین اپنے عقائد کے مجروح ہونے کا تو خیال رکھتے ہیں یعنی عمرو عاص کے متعلق یہ مانتے ہوئے بھی کہ اس نے معاویہ سے مصر کی حکومت رشوت میں مانگ کر اس سے تعاون کیا تھا یہ نہیں مانتے کہ اس دین فروش و فریب ساز اور کاذب شخص نے عبداللہ ابن عمر سے مصر رشوت میں مانگا تھا اور الٹا عراقیوں پر الزام عائد کرتے ہیں۔ پھر ڈاکٹر صاحب کو یہ بھی اعتراض کرنا چاہئے تھا کہ معاویہ پہلے سے نہ خلیفہ تھا نہ خلافت کا مطالبہ کر رہا تھا۔ اسے خلافت سے کیسے معزول کیا جا سکتا تھا انہیں معاہدہ کی خلاف ورزی کا مجرم بھی کہنا چاہئے تھا۔ اس لئے کہ ڈاکٹر صاحب نے اپنے قلم سے یہ شرط لکھی تھی کہ:

1) ''پھوٹ نہ ڈالنے والی متفقہ راہ اختیار کریں گے'' اور

2) ''وہ امت میں صلح اور اتفاق کرائیں گے۔ پھوٹ اور لڑائی نہ ہونے دیں گے'' (صفحہ 157)

اور طٰہٰ ہی نے لکھ دیا ہے کہ انہوں نے ذرہ برابر اس شرط کی پروا نہ کی یعنی:

''ان باتوں کی طرف دونوں ثالثوں نے کچھ غور نہیں کیا اور نہ احتیاط برتی''

ڈاکٹر صاحب کو یہ بھی کہنا چاہئے تھا کہ ان دونوں نے تحریری معاہدے سے نہ صرف تجاوز کیا بلکہ اس کی کھلی خلاف ورزی بھی کی نہ انہیں یہ اختیار دیا گیا تھا نہ انہیں اختیار تھا کہ وہ امت کی عظیم الشان کثرت کے منتخب کردہ خلیفہ کو معزول کر دیں۔ طٰہٰ صاحب دیانت و امانت و تحقیق کی طرف سے آنکھیں بند کر کے گزرتے چلے جا رہے ہیں۔ علامہ نے ان صحابہ کو بلا کر موجود رکھنے کی طرف ذرا سی توجہ نہیں دی جو موجودہ صحابہ کی اور سارے

Presented by Ziaraat.Com

قریش کی یا عراق وشام وکوفہ اور مکہ ومدینہ یا حجاز کی نمائندگی کرتے تھے۔ جن کو اس وقت کے مسلمانوں کی کثرت عموماً اور دونوں ثالث اور معاویہ خصوصاً ساری امت سے زیادہ عزت دیتے تھے۔ اور حضرت علی علیہ السلام سے بڑھ کر بزرگ سمجھتے تھے اور جن میں سے بعض کے نام خود طہٰ حسین نے بھی لکھے ہیں مثلاً۔

1۔ مغیرہ بن شعبہ۔ 2۔ عبداللہ ابن عمر۔ 3۔ عبداللہ ابن زبیر۔ 4۔ عبدالرحمٰن بن الحارث بن ہشام المخزومی۔ 5۔ عبدالرحمٰن بن عبد یغوث الزہری۔ 6۔ ابوجہم بن حذیفہ العدوی۔ 7۔ عمر بن سعد بن ابی وقاص۔ 8۔ اور خود سعد بن ابی وقاص۔ 9۔ عبداللہ بن عباس۔ 10۔ ابوموسیٰ اشعری۔ 11۔ معاویہ بن ابی سفیان۔ (طبری خلافت حضرت علیؑ صفحہ 374,393) اور طبری کا یہ بیان مکمل روشنی ڈالتا ہے۔

''جو لوگ وہاں فیصلہ سننے کے لئے آئے تھے ان میں مغیرہ بن شعبہ بھی تھے۔ دونوں حکموں نے حضرت عبداللہ بن عمر اور حضرت عبداللہ بن زبیر کے پاس بلانے کے لئے آدمی روانہ کئے کہ وہ اور بہت سے اشخاص ساتھ لے کر آئیں'' (طبری صفحہ 374)

ہم یہ کہنے میں حق بجانب ہیں کہ دونوں حکموں نے یہ مجمع اس لئے لگایا تھا کہ ان کے سامنے کئے ہوئے فیصلے پر امت کی کثرت اتفاق کرے گی۔ اور یہ کہ وہ تمام بزرگان قبائل واقوام جمع کر لئے گئے تھے جن میں خلافت کے امیدوار بھی تھے بقول ان کے وہ بھی تھے جن کا جنت میں جانا اور جنتی ہونا مانا جاتا تھا۔ ان میں تمام دہات العرب بھی تھے۔ خلیفہ عمر کے اہل کار وعہدیدار وپسندیدہ اشخاص بھی تھے۔ یہ بھی یاد رکھیں کہ دونوں ثالث اور فریقین کے چار چار سو آدمی جنگ صفین کے بعد میدان صفین سے سیدھے دومۃ الجندل میں آئے اور فیصلے تک وہیں مقیم رہے اور مذکورہ بالا لیڈروں اور سرداروں اور بزرگوں سے برابر مشورے کرتے رہے اور جو فیصلہ انہوں نے سنایا اور جو اختلاف کیا وہ سب کا سوچا سمجھا فیصلہ اور اختلاف تھا۔ اس صورتحال کے علاوہ حضرت علی علیہ السلام سے جان چھڑانا ممکن ہی نہ تھا۔ یہ قریش کے تدبر کی انتہائی تدبیر تھی۔

طہٰ حسین مسلسل حکمین کا فیصلہ سناتے ہیں

''اب وہ خطرناک مشکل درپیش ہوتی ہے جس پر تمام مورخین کا اتفاق ہے۔ کسی نے بھی اس سے اختلاف نہیں کیا۔ دونوں ثالث لوگوں کے سامنے (یعنی آخری بار) آتے ہیں۔ اور اعلان کرتے ہیں کہ وہ اس بات پر متفق ہو چکے ہیں۔ جس میں مسلمانوں کیلئے امن اور چین ہے (یعنی تمام لیڈروں کا تسلیم کردہ فیصلہ ہے) اس کے بعد عمرو بن العاص نے ابوموسیٰ کو آگے کر دیا۔ کہ وہ متفقہ بات کا اعلان کر دیں۔ کہا جاتا ہے کہ عمرو بن عاص ابوموسیٰ کو ان کی عمر اور نبیؐ کی صحبت میں ان کی سبقت کے پیش نظر ہر بات میں مقدم رکھتے تھے۔ اسی طرح یہ بھی کہا جاتا ہے کہ ابن عباس عمرو بن عاص کی چالاکی سے ڈرے اور ابوموسیٰ کو اشارہ کیا کہ تم بعد میں کھڑے ہونا تاکہ عمرو بن عاص کے بعد تم کہہ سکو (یعنی ابن عباس کو فیصلہ پہلے سے معلوم تھا کیونکہ وہ بھی آخر قریشی لیڈر تھے۔ احسن) ابوموسیٰ نے ابن عباس کی بات نہیں سنی۔ بلکہ کھڑے ہو گئے۔ اور حمد وثنا کے بعد اعلان کیا کہ ''ہم دونوں حضرت علیؑ اور امیر معاویہ کو معزول کر دینے پر متفق ہیں۔ اور خلافت مسلمانوں کے (یعنی موجود لیڈروں کے) مشورے کے حوالے کرتے ہیں۔ اسکے بعد لوگوں (یعنی موجود لیڈروں) کو حکم دیا کہ وہ معاملہ ہاتھ میں لیں اور خلافت کے لئے جس کو چاہیں انتخاب کریں۔'' اس کے بعد عمرو بن عاص کھڑے ہوئے اور حمد وثنا کے بعد کہا ''انہوں نے اپنے ساتھی حضرت علیؑ کو معزول کیا اور میں بھی ان کو معزول کرتا ہوں اور اپنے ساتھی معاویہ کو برقرار رکھتا ہوں'' تب ابوموسیٰ نے کہا یہ کیا؟ خدا تیرا بھلا نہ کرے تو نے بدعہدی کی اور جھوٹ کہا تیری مثال کتے کی ہے اگر اس پر حملہ کرو تب بھی بھونکتا ہے۔ اور درگزر کرو تب بھی بھونکتا

Presented by Ziaraat.Com

ہے۔عمرو بن العاص نے جواب میں کہا کہ آپ کی مثال گدھے کی سی ہے جس پر کتابیں لادی ہیں''(ایضاً صفحہ 193-194)

یہ نوٹ کریں کہ ان دونوں ملاعین نے دومۃ الجندل کے قیام کے دوران جو کچھ ایک دوسرے کے متعلق سمجھا وہی کہا ہے۔یعنی ابوموسیٰ نے عمرو بن العاص کو خوشامدی بن کر کام نکالنے والا قرار دیا ہے اور عمرو عاص نے ابوموسیٰ کو دین دار جاہل قرار دیا ہے۔

حکمین کے فیصلہ پر طٰہٰ کے ریمارکس

''اگر مورخین کا یہ متفقہ بیان ٹھیک ہے تو اس کے معنی یہ ہیں کہ عمرو بن عاص نے کھلا ہوا فریب کیا۔ابوموسیٰ کے ساتھ دونوں کو معزول کرنے پر اتفاق کیا اور اس نے ایک ہی کو معزول کیا اس کا مطلب تو یہ ہے کہ انہوں نے قرارداد میں جو عہد کیا تھا اس کی خلاف ورزی کی، پس ان کا اور ان کے ساتھی کا فیصلہ ساقط ہوگیا''(صفحہ 194)

حکمین کے فیصلے کی اطلاع پا کر حضرت علیؑ نے کیا فرمایا اور کیا فیصلہ کیا ڈاکٹر طٰہٰ سے بھی سنئے۔

اب قارئین جنگ صفین اور حکمین کے متعلق ڈاکٹر طٰہٰ حسین کا آخری بیان سنئے:

''بلاذری کی روایت ہے کہ ثالثوں کا فیصلہ آجانے کے بعد حضرت علیؑ نے اپنے ساتھیوں کو مخاطب کر کے کہا:

''ہر چند کہ زمانہ ایک بڑی مصیبت اور بڑا حادثہ لے کر آیا ہے۔لیکن میں خدا کی حمد کرتا ہوں اور شہادت دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمدؐ اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں۔صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔امابعد۔ایک مخلص خیرخواہ کی نافرمانی حسرت اور ندامت کا باعث بنتی ہے۔میں نے تم کو ان دونوں آدمیوں کے متعلق اور ثالثی کے متعلق اپنی رائے بڑی باریک بینی سے بتادی تھی۔کاش قصیر ا کی رائے مان لی جاتی اور اس پر عمل کیا جاتا لیکن تم کو تو اپنے ارادے پر اصرار تھا۔اب تمہاری اور میری حالت ہوازن کے بھائی دُرید ابن ضمّہ کے شعر جیسی ہے:۔

اَمَرْتُكُمْ اَمْرِیْ بِمُنْعَرِجِ اللِّوٰی ؛ فَلَمْ يَسْتَبِيْنُوْا الرُّشْدَ اِلَّاضُحَى الْغَدِ

''میں نے منعرج اللویٰ کے مقام پر متنبہ کر دیا تھا لیکن یاروں کو ہوش دن چڑھے آیا''

سن لو جن ثالثوں کو تم نے پسند کیا انہوں نے اللہ کے حکم کو پس پشت ڈال دیا اور اپنی طرف سے باتیں بنائیں اور اس طرح قرآن نے جس کو زندگی دی اس کو مار ڈالا۔اور جس کو قرآن نے مار ڈالا تھا اس کو زندہ کیا۔دونوں نے اپنے فیصلے میں خیانت سے کام لیا۔اس سے نہ ضرورت پوری ہوتی ہے۔اور نہ کوئی راہنمائی ملتی ہے۔پس اِس فیصلے سے اللہ اور اس کا رسولؐ اور مسلمانوں کا صالح طبقہ بری ہے۔اس لئے تم جہاد کے لئے تیار ہو جاؤ اور چلنے کے لئے اُٹھ کھڑے ہو اور دوشنبہ کے دن لشکر میں پہنچ جاؤ''

چنانچہ امامؑ کے مقررہ وقت پر لوگ اپنے پڑاؤ پر پہنچ گئے، حضرت علیؑ نے بصرہ والوں کو لکھا تھا۔وہاں سے بھی ایک مستعد فوج آ گئی۔اس مرتبہ ابن عباس نہیں آئے۔اور حضرت علیؑ کے پاس فوج بھیج دینے پر اکتفاء کیا۔اور حضرت علیؑ شام کے ارادے سے نکل پڑے۔لیکن ابھی تھوڑی ہی دور گئے تھے کہ ان کو ایسی خبریں ملیں جن سے ان کا سارا منصوبہ درہم برہم ہوگیا۔اِن خبروں کا تعلق خارجیوں سے تھا''(صفحہ 200-199)

Presented by Ziaraat.Com

مفتی جعفرحسین: خطبہ نمبر: 40

علی نقی طہرانی: خطبہ نمبر: 40

خُطبہ ﴿51﴾

خارجی نعرہ ''لَا حُکْمَ اِلَّا لِلّٰہ''

1۔لَاحُکْمَ اِلَّا لِلّٰہ کی تصدیق اور خارجیوں کی تردید کی ہے۔2۔اس قول کی آڑ میں وہ یہ کہنا چاہتے ہیں کہ اللہ کے علاوہ حکمرانی بھی کوئی نہیں کرسکتا۔حالانکہ 3۔عملی صورت یہ رہی ہے اور رہے گی کہ انسانوں کیلئے انسان ہی حاکم رہیں۔4۔البتہ حاکم اچھا بھی ہوسکتا ہے اور برے حاکم بھی ہوتے ہیں۔5۔اچھے اور برے حاکم کا فائدہ اور نقصان بیان فرمایا ہے۔

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

کَلِمَةُ حَقٍّ یُّرَادُ بِهَا الْبَاطِلُ ؛	1	یہ بات تو صحیح ہے مگر اس صحیح بات سے غلط مفہوم لے کر باطل مقصد حاصل کرنا مطلوب ہے۔
نَعَمْ اِنَّهٗ لَاحُکْمَ اِلَّالِلّٰهِ ؛	2	ہاں میں بھی کہتا ہوں کہ بلاشبہ اللہ کے سوا کسی کو ذاتی طور پر، ہر حال میں ہر چیز پر حکم چلانے کا حق نہیں ہے۔
وَلٰکِنْ هٰٓؤُلَآءِ یَقُوْلُوْنَ :لَا اِمْرَةَ اِلَّا لِلّٰهِ ؛	3	ولیکن وہ لوگ تو یہ کہتے ہیں کہ کسی انسان کو کسی حالت میں بھی حکمرانی نہیں کرنی چاہئے۔یعنی انسانوں کو حکم دینے کے لئے خود اللہ کو آنا چاہئے۔
وَاِنَّهٗ لَابُدَّ لِلنَّاسِ مِنْ اَمِیْرٍ بَرٍّ اَوْ فَاجِرٍ ؛	4	حالانکہ اللہ ہی نے انسانوں کو انسانوں پر حاکم بناتے رہنے کا طریقہ جاری کیا ہے۔ (انبیاء82 تا21/78)(بقرہ2/246)چنانچہ حاکم کا ہونا لازم ہے خواہ نیک ہو یا بدراہ ہو
یَعْمَلُ فِیْ اِمْرَتِهِ الْمُؤْمِنُ ؛	5	حاکم نیک ہوگا تو مومنین کو اس کی حکومت میں تمام ایمانی اعمال کو سہولت سے بجالانے کے مواقع ملیں گے۔
وَیَسْتَمْتِعُ فِیْهَا الْکَافِرُ ؛	6	اور کافر بھی اس کی حکومت میں تمام مطلوبہ فوائد حاصل کرسکے گا۔
وَیُبَلِّغُ اللّٰهُ فِیْهَا الْاَجَلَ ؛	7	اور اللہ بھی اس کی حکومت کے دوران ہر چیز کو اس کی مقرر کردہ حدود وانتہا تک پہنچائے گا۔
وَیُجْمَعُ بِهِ الْفَیْءُ ؛	8	اور اسکے ذریعہ سے اللہ کے دبائے ہوئے اموال وسامان لوگوں سے واپس لئے جاتے ہیں
وَیُقَاتَلُ بِهِ الْعَدُوُّ ؛	9	اور دشمنان دین سے جہاد کیا جاتا ہے۔
وَتَاْمَنُ بِهِ السُّبُلُ ؛	10	اور راستے محفوظ رکھے جاتے ہیں۔یعنی چوروں ڈاکوؤں پر دباؤ رکھا جاتا ہے۔
وَیُؤْخَذُ بِهٖ لِلضَّعِیْفِ مِنَ	11	اور طاقتور اور جابر لوگوں سے کمزوروں کے حقوق واپس دلائے جاتے ہیں یہاں تک کہ اس

الْقَوِیَّ حَتّٰی یَسْتَرِیْحَ بِہٖ بَرٌّ وَّ یُسْتَرَاحَ مِنْ فَاجِرٍ ؛(وَفِیْ رِوَایَۃٍ اُخْرٰی)		کی حکومت میں امن پسند اور نیک لوگ آسودہ حال ہو جاتے ہیں اور بدکاروں کے شر اور فساد سے محفوظ رہتے ہیں۔ دوسری روایت میں فرمایا کہ
حُکْمَ اللّٰہِ اَنْتَظِرُ فِیْکُمْ	12	میں خود تمہارے لئے انسانی حکمرانی کے انکار پر اللہ کے حکم کا انتظار کر رہا ہوں۔
اَمَّا الْاِمْرَۃُ الْبَرَّۃُ فَیَعْمَلُ فِیْھَا التَّقِیُّ ؛	13	نیکی والی حکومت میں پرہیزگاروں کا پرہیزگاری پر عمل برقرار رہتا ہے۔
وَاَمَّا الْاِمْرَۃُ الْفَاجِرَۃُ فَیَتَمَتَّعُ فِیْھَا الشَّقِیُّ ؛	14	رہ گئی بدکار حکومت تو اس میں بدکار لوگ بدکاری سے استفادہ کرتے ہیں۔یعنی انہیں بدکاری کے تمام مواقع ملتے ہیں۔
اِلٰی اَنْ تَنْقَطِعَ مُدَّتُہٗ ؛	15	یہاں تک کہ بدکاروں کی اور بدکار حکومت کی مدت کٹ کر رہ جاتی ہے۔
وَتُدْرِکَہٗ مَنِیَّتُہٗ ؛	16	اور انہیں ان کی تمنائیں موت کے گھاٹ اتار دیتی ہیں۔

تشریحات:

قریشی سازش کا وہ جملہ جو ذبح ہو چکنے کے بعد تڑپتے ہوئے اس کے منہ سے نکلا تھا ''اللہ کے سوا حکم وحکومت کسی کیلئے نہیں''

بیان الامامت کے قارئین نے تفصیل سے دیکھا ہے کہ جنگِ صفین میں حضرت علی علیہ السلام نے قریشی سازش کی رگِ حیات کاٹ کر رکھ دی تھی اور اُسے حرکاتِ مذبوحی کے لئے میدانِ سیاست میں آزاد چھوڑ کر واپس کوفہ چلے آئے تھے۔قریشی سازش کی روح نے جسم سے خارج ہوتے ہوئے جو آخری خارجی چیخ ماری تھی اور جو آخری جملہ کہا تھا وہ نفی کرتا تھا اُس مقصد کی جس کیلئے انہوں نے سازش کر کے خود کو جہنمی بنایا تھا اور حکومت الٰہیہ علویہ کو غصب کیا تھا یعنی'' لَا حُکْمَ اِلَّا لِلّٰہِ '' ''حقیقت یہ ہے کہ حکم وحکومت اللہ کے سوا اور کسی کے لئے نہیں ہے''یعنی وہ آدھی صدی سے زیادہ اس حقیقت کی مخالفت اور سازباز میں لگے رہے۔یہی چیخ تھی جسے سن کر حضرت علی علیہ السلام نے مندرجہ بالا خطبہ فرمایا تھا۔

2۔ اگر تکمیل اور عملی تنفیذ کی ذمہ داریاں دامن گیر نہ ہوتیں تو قریشی ٹولے کو ایسا نرم اور قانونی جواب نہ دیا جاتا بلکہ قریشی زبان بولی جاتی

جو کچھ اس خطبے میں فرمایا گیا ہے وہ شرفا اور حق پرستوں کے لئے تو کافی ہے مگر ان لوگوں کے لئے کافی نہیں جو نسل انسانی کے بدترین لوگوں کے نطفوں کا نچوڑ ہوں جو ابلیس کی زندگی بھر کی کمائی ہوں۔جن میں شرافت ورحم وغیرت کا کوئی ذرہ تک باقی نہ چھوڑا گیا ہو،جنہیں شیطان نے نسلاً بعد نسلٍ اپنی شرکت وتربیت وہدایت کے ماتحت ہزاروں سال میں تیار کر کے اپنے ازلی اعلان کو سچا ثابت کیا ہو(نساء4/118)

لَّعَنَہُ اللّٰہُ وَقَالَ لَاَتَّخِذَنَّ مِنْ عِبَادِکَ نَصِیْبًا مَّفْرُوْضًا Oوَّلَاُضِلَّنَّھُمْ وَلَاُمَنِّیَنَّھُمْ وَلَاٰمُرَنَّھُمْ فَلَیُبَتِّکُنَّ اٰذَانَ الْاَنْعَامِ وَلَاٰمُرَنَّھُمْ فَلَیُغَیِّرُنَّ خَلْقَ اللّٰہِ...الخ(4/118-119)

''حالانکہ شیطان کو اللہ نے ملعون قرار دے دیا ہے۔اِس لئے کہ اس نے اپنے چیلنج میں یہ بھی کہا تھا کہ اَے اللہ میں تیرے بندوں میں سے اپنے مشن کے لئے مفید ترین لوگوں کو ضرور حاصل کر کے رہوں گا اور یہ لوگ میرا ضروری اور منصوبے کے مطابق حصہ ہوں گے۔اور

Presented by Ziaraat.Com

میں ان کو تیری ہدایت کے خلاف راہنمائی دوں گا اور ان کے قلب و ذہن میں تمنائیں اور خوشنمایاں بھر دوں گا اور میں ان پر حکم رانی کروں گا اور وہ مذکورہ تمناؤں کے مطابق نعمتوں کے دروازے کھول لیں گے اور میں ان کو حکم دوں گا کہ وہ اس سلسلے میں تیری فطری تخلیق کو مصنوعی تخلیق میں تبدیل کر دیں (کراس بریڈنگ وغیرہ) بہرحال تم میں سے جو شخص شیطان کو ہمدرد حاکم (ولی) بنائے گا وہ نقصان اور خسارہ کی انتہا تک جا پہنچے گا"

اگر ہم وہ نعرہ سنتے تو ہرگز قریش زادوں کو مرتضوی انداز میں مخاطب نہ کرتے بلکہ انہیں بتاتے کہ اللہ تو تمہارے راہنما اور تمہارے حقیقی باپ کو بھی آمر و حاکم اور حکمران قرار دے رہا ہے اور ایسا آمر و حکمران کہ جو اللہ کے بالمقابل اور اللہ کی مرضی کے خلاف چیلنج کر کے آمر و حکمران ہے اور یہ کہ تم اسی کے حکم و امر کے مطابق یہ فریب دے رہے ہو کہ "اللہ کے سوا اور کوئی حکومت کا اختیار نہیں رکھتا"۔ حالانکہ تم ابوبکر و عمر و عثمان اور شیطان کو بااختیار آمر و حکمران اور امیر المومنین مانتے ہو۔ تم نے مانا ہے کہ:۔

3۔ قریش حضرتِ سلیمانؑ کے زمانہ میں ملکہ سبا کی امارت کے بھی قائل تھے۔

فَقَالَ اَحَطْتُّ بِمَا لَمْ تُحِطْ بِهٖ وَجِئْتُكَ مِنْ سَبَاٍ بِنَبَاٍ يَّقِيْنٍ O اِنِّيْ وَجَدْتُّ امْرَاَةً تَمْلِكُهُمْ وَاُوْتِيَتْ مِنْ كُلِّ شَيْءٍ وَّلَهَا عَرْشٌ عَظِيْمٌ O (27/22-23 سورہ نمل)

"چنانچہ ھُد ھُد نے کہا میں نے اپنی اڑان کے ایک بڑے چکر میں وہ چیز دیکھی ہے جہاں تک آپ کی نظر نہ پہنچی میں آپ کے پاس ایک یقینی خبر لے کر آیا ہوں۔ میں نے وہاں ایک عورت دیکھی جو اس قوم کی حکمران ہے اور اس کو ہر طرح کے سروسامان میں سے بخشا گیا اور اس کے پاس ایک عظیم الشان تخت حکومت بھی ہے"

4۔ یہ ملعون قوم یہ جانتی ہے کہ اللہ ہی کے قانون کے ماتحت اچھے اور بُرے، کافر و مومن، حکمران و بادشاہ بنتے ہیں یزید نے بھی کہا تھا کہ:

قُلِ اللّٰهُمَّ مٰلِكَ الْمُلْكِ تُؤْتِي الْمُلْكَ مَنْ تَشَآءُ وَتَنْزِعُ الْمُلْكَ مِمَّنْ تَشَآءُ وَتُعِزُّ مَنْ تَشَآءُ وَتُذِلُّ مَنْ تَشَآءُ بِيَدِكَ الْخَيْرُ اِنَّكَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ O (آل عمران 3/26)

"آپ بتا دیں کہ اے اللہ تو ہی بادشاہت کا مالک ہے جسے مشیت کا تقاضا ہوتا ہے بادشاہت عطا کرتا ہے اور مشیت ہی کی بنا پر جس سے چاہتا ہے حکومت الگ کر لیتا ہے جس کو مشیت چاہتی ہے عزت دیتا ہے اور مشیت ہی کی وجہ سے جس کو چاہتا ہے ذلت دیتا ہے۔ تیرے ہاتھ میں تو خیر ہی خیر ہے"

یزید نے یہ آیت پڑھ کر اپنی حکومت کو من جانب اللہ حکومت قرار دیا تھا۔ اور چاہا تھا کہ بنی ہاشم کے یعنی علی و محمد و حسن و حسین علیہم السلام کے دعوائے حکومت کو باطل قرار دے اور حضرت امام حسین علیہ السلام کی شکست کو اللہ کی طرف سے ذلت ثابت کرے لیکن حضرت زینب علیہا السلام نے اس آیت کے آخری الفاظ (بیدک الخیر) پڑھ کر جو خطبہ دربارِ یزید میں دیا اہل دربار حیران رہ گئے اور خلفائے قریش کی حکومتوں کو باطل حکومتیں مان لیا۔ بہرحال جنگِ صفین کے باقی ماندہ قریش یہ نعرہ مار کر سامنے آئے کہ حکومت اور حکمرانی صرف اللہ کے لئے ہے۔ حالانکہ وہ فراعنہ اور نماریدکی حکومتوں کے قائل تھے۔ وہ جانتے تھے اور قرآن میں پڑھا تھا کہ اللہ جب بھی اپنی حکومت قائم کرتا ہے تو خود پسند کر کے اپنا خلیفہ، بادشاہ یا حکمران

Presented by Ziaraat.Com

بنا تا ہے۔لوگوں کو یہ اختیار نہیں دیتا کہ جسے وہ خلیفہ یا حکمران یا بادشاہ بنالیں۔۔وہ اللہ کا خلیفہ بادشاہ یا حکمران بن جائے۔چنانچہ قرآن سنیے:

5۔ انسانوں کا خود، بلا حکمِ خداوندی بنایا ہوا خلیفہ یا بادشاہ یا حکمران اللہ کا خلیفہ یا بادشاہ نہیں بن سکتا ہے۔

اَلَمْ تَرَ اِلَی الْمَلَاِ مِنْ بَنِیْٓ اِسْرَآءِ یْلَ مِنْ بَعْدِ مُوسٰی اِذْ قَالُوْا لِنَبِیٍّ لَّهُمُ ابْعَثْ لَنَا مَلِكًا نُّقَاتِلْ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ..الخ(بقرہ 2/246)

''کیا آپؐ نے بنی اسرائیل کے مُلّاؤں کو اس وقت نہیں دیکھا تھا جب موسیٰؑ کے بعد انہوں نے اپنے زمانہ کے نبیؑ سے کہا تھا کہ تم ہمارے اوپر ایک مَلک (بادشاہ) متعین کر دو تا کہ ہم اس کی ہدایات اور ماتحتی میں اللہ کی راہ میں جنگ کر سکیں''۔

قریشی لیڈروں کے لئے قرآن سے پھر ثابت ہوا کہ اللہ حکمرانی کا حق واختیار انسانوں کو دیتا رہتا ہے۔اور یہ بھی کہ امت خود بخود اللہ کی راہ میں جنگ نہیں کر سکتی یعنی ان کی جنگ کو اللہ کی راہ میں جنگ اسی صورت میں کہا جائے گا جب کہ جنگ کی راہنمائی اللہ کا مقرر کردہ حکمران کرے ورنہ نہیں۔اور سنئے کہ اللہ کی طرف سے بادشاہ مقرر کیا گیا اور امت کو بتایا گیا کہ:

وَقَالَ لَهُمْ نَبِیُّهُمْ اِنَّ اللّٰهَ قَدْ بَعَثَ لَكُمْ طَالُوْتَ مَلِكًا..(2/247)

''بنی اسرائیل کے مُلّاؤں سے ان کے نبیؑ نے کہا کہ تمہارے لئے تمہارے اوپر بلاشبہ اللہ نے طالوت کو بادشاہ (ملک) مقرر کر دیا ہے''

6۔ اُمت کے ملاؤں نے حکمران کے لئے ہمیشہ ایک جداگانہ اور مخالفانہ معیار برقرار رکھا ہے۔

مگر مُلّا ولیڈر حضرات اللہ کے حکم اور نبیؑ کے اعلان پر بلاچون وچرا راضی نہیں ہوا کرتے چنانچہ قرآن بتاتا ہے کہ:۔

قَالُوْٓا اَنّٰی یَكُوْنُ لَهُ الْمُلْكُ عَلَیْنَا وَنَحْنُ اَحَقُّ بِالْمُلْكِ مِنْهُ وَلَمْ یُؤْتَ سَعَةً مِّنَ الْمَالِ..(2/247)

''مُلّاؤں نے کہا کہ طالوت کو ہمارے اوپر کیسے بادشاہ بنایا جا سکتا ہے جب کہ ہم بادشاہت کے لئے اُس سے زیادہ حقدار ہیں اور اُسے تو مالی فراوانی بھی حاصل نہیں ہے''

ملاؤں کا معیار صحیح ہے یا غلط؟ نبی علیہ السلام کا جواب سنئے ارشاد ہوا تھا کہ:۔

قَالَ اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰهُ عَلَیْكُمْ وَزَادَهٗ بَسْطَةً فِی الْعِلْمِ وَالْجِسْمِ وَاللّٰهُ یُؤْتِیْ مُلْكَهٗ مَنْ یَّشَآءُ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِیْمٌ..(بقرہ 2/247)

''نبیؑ نے فرمایا کہ کوئی شک نہیں کہ اللہ نے طالوت کو تم پر مصطفیٰ بنا دیا ہے اور اس کو تم سے بہت زیادہ وسعت علمی اور جسمی عطا کی ہے۔پھر یہ بھی ہے کہ اللہ اپنی حکومت کا خود مالک ومختار ہے اور جسے وہ چاہتا ہے اُسے دیتا ہے اور وہ اپنے ذاتی اور لامحدود علم کی حیثیت سے فراوانیاں عطا کرتے رہنے والا ہے۔

یہاں تک طرح طرح قرآن کریم سے قریشی نعرہ ایک باطل اسکیم ثابت ہو گیا۔اور قرآن میں اللہ نے خلافت وحکومت الٰہیہ اپنے انبیاء وآئمہ علیہم السلام کو دینے کا اعلان فرمایا ہے۔چنانچہ آپ قرآن کریم سورہ انعام کی آیات (6/84-89) میں نام بنام انبیاؑء اور ان کے مجتبیٰ والدین، بھائیوںؑ اور ذریتؑ کا ذکر ملاحظہ فرمائیں اور پھر دیکھیں کہ:

7۔انبیاؑ، انبیاؑ کے باپ داداؤں اور ان کے بھائیوں اور ان کی اولاد وذریت میں کتاب، حکومت اور نبوۃ برقرار رکھی گئی ہے۔

...اُولٰٓئِكَ الَّذِیْنَ اٰتَیْنٰهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحُكْمَ وَالنُّبُوَّةَ فَاِنْ یَّكْفُرْ بِهَا هٰٓؤُلَآءِ فَقَدْ وَكَّلْنَا بِهَا قَوْمًا لَّیْسُوْا بِهَا بِكٰفِرِیْنَO(6/84-90)

Presented by Ziaraat.Com

''آیات (6/84-90) میں مذکور وہی لوگ ہیں جن کو ہم نے الکتاب اور حکم اور نبوت برابر دی ہے پھر اگر وہ قریشی اس حقیقت سے کفر کریں تو ہم نے ان پر ایک ایسی قوم کو وکیل بنا رکھا ہے جو ہرگز اس حقیقت سے کفر نہ کرے گی'' (6/90)

8۔قریش کا قرآن کے الفاظ کی پابندی نہ کرنا اور جہاں ضرورت ہو قرآن کے الفاظ وحروف اور مطالب کا بدل لینا۔

پہلے ہی عرض کیا گیا ہے کہ خارجیوں کا یہ نعرہ حرف لا کے ساتھ قرآن میں کہیں نہیں ہے۔اور جن الفاظ میں اللہ نے اپنی حکومت مطلق کی انسانوں سے نفی کی ہے ان الفاظ کو اس نعرے کے ایجاد کرنے والوں نے کبھی استعمال نہیں کیا ہے۔آیئے دیکھیں اللہ نے اس نفی کو قرآن میں کہاں کہاں اور کن الفاظ میں بیان فرمایا ہے۔

9۔ حکومتِ مطلقہ اللہ کے سوا کسی کی نہیں ہے

اول۔اِنِ الۡحُکۡمُ اِلَّا لِلّٰہِ (یوسف 12/40)

''حکم وحکومت اللہ کے سوا کسی کے لئے نہیں ہے''

دوم۔اِنِ الۡحُکۡمُ اِلَّا لِلّٰہِ (یوسف 12/67)

''حکم وحکومت اللہ کے سوا کسی کے لئے نہیں ہے''

سوم۔اِنِ الۡحُکۡمُ اِلَّا لِلّٰہِ (انعام 6/57)

''حکم وحکومت اللہ کے سوا کسی کے لائق نہیں ہے''

بعض مقامات پر اسی حقیقت کو یوں فرمایا ہے کہ:

چہارم۔فَالۡحُکۡمُ لِلّٰہِ الۡعَلِیِّ الۡکَبِیۡرِ O (مومن 40/12)

''چنانچہ حکم وحکومت تو اُس بڑے واعلیٰ اللہ کے لئے ہے''

قرآن کریم سے ثابت ہوا کہ صحابہ کے زمانہ میں بھی قریش جہاں چاہتے تھے وہ قرآن کے الفاظ اور معنی کو بلا تکلف بدل دیتے تھے اور اپنے تبدیل کردہ سامان کو بے دھڑک مسلمانوں کے سامنے پڑھتے تھے اور کوئی ان پر اعتراض نہ کرتا تھا۔یہ اسی اجماعی اور اجتماعی فیصلے اور پالیسی کے ماتحت کیا جاتا تھا جس کی شکایت اللہ سے کی گئی تھی (فرقان 25/30)

10۔یہ سراسر غلط نعرہ اُسے سنایا جاتا تھا جو قرآن کی رُو سے تنہا بلا شرکتِ غیرے اُس عظیم الشان مملکت کا وارث وحاکم تھا جو اللہ نے دی تھی

اور فرمایا کہ: اَمۡ یَحۡسُدُوۡنَ النَّاسَ عَلٰی مَاۤ اٰتٰھُمُ اللّٰہُ مِنۡ فَضۡلِہٖ فَقَدۡ اٰتَیۡنَاۤ اٰلَ اِبۡرٰھِیۡمَ الۡکِتٰبَ وَالۡحِکۡمَۃَ وَاٰتَیۡنٰھُمۡ مُّلۡکًا عَظِیۡمًا (نساء 4/54)

''آیا یہ لوگ ہمارے ان عطیات پر حسد کر رہے ہیں جو ہم نے انہیں اپنے فضل وکرم سے عطا کئے ہیں اور یقیناً ہم نے تو آلؑ ابراہیمؑ کو مکمل کتاب اور مکمل حکمت دے دی ہے اور ہم نے تو انہیں ایک عظیم ترین مملکت بھی عطا کر رکھی ہے''

اور ظاہر ہے کہ جب سے آلؑ ابراہیمؑ دنیا میں موجود ہے جب ہی سے ان کے پاس یہ مکمل کتاب وحکمت اور ملکِ عظیم موجود ہونا چاہئے۔چنانچہ تواریخ عالم اور توریت وزبور سے یہ مملکت وغیرہ حضرت نابت علیہ السلام سے لے کر اڑھائی تین ہزار سال سے موجود تھی اور اس کا دار الخلافہ حجر میں

Presented by Ziaraat.Com

اوراس کا آخری فرمانروا جبلہ تھا جو حضرات ہاشمؑ وعبدالمطلبؑ اور ابو طالبؑ کے ماتحت تھا۔اور حضرت علی علیہ السلام اُس تین ہزار سالہ خداداد مملکت عظیمہ کے اسی طرح فرمانروا اور راہنما تھے جس طرح ان کے آباؤ اجداد حضرات ابو طالبؑ وعبدالمطلبؑ اور ہاشمؑ علیہم السلام فرمانروا اور راہنما تھے اور ان کے تقرر میں عربوں کی رائے اور مشورہ ہمیشہ غیر ضروری رہتا چلا آیا تھا۔نبوت کا ظہور اس خدائی حق میں مداخلت نہ کر سکتا تھا۔نبوت واقع ہوتی یا نہ ہوتی حضرت علی علیہ السلام بہر حال حاکم وراہنما تھے۔اور نبوت کی طرف سے بھی ان کو ساری دنیا اور پوری کائنات کا راہنما تسلیم کیا جاتا رہا ہے۔قرآن کریم نے دومرتبہ حضرت علی علیہ السلام کے اس قدیم حق کو دینے کا حکم بھی دیا ہے (بنی اسرائیل 26-17/23،روم 30/38) اور اپنی نبوت کا آغاز بھی حضرت علی علیہ السلام کی اخوت ووزارت وخلافت کی بنیاد پر کیا ہے جسے کوئی تبدیل نہیں کر سکتا تھا۔

11۔خارجی صرف ایک گروہ یا فرقہ یا جماعت نہ تھے۔وہ قریشی لیڈروں کا تیار کردہ ایک بہت دوررس سازشی منصوبہ بھی تھے۔

اُمت خارجیوں کو پہلے ایک باغی گروہ اور پھر ایک فرقہ کہتی رہی ہے اور آج جب ان کا ذکر کیا جاتا ہے تو بڑے بڑے،یعنی مودودی جیسے بڑے بڑے علماء ومحققین بھی انہیں اسلام کے فرقوں میں سے ایک فرقہ تسلیم کر کے اسکے عقائد ونظریات لکھتے رہتے ہیں (خلافت وملوکیت صفحہ 210) لیکن واقعات پر نظر رکھنے اور علل واسباب ونتائج پر غور کرنے والے حضرات جانتے ہیں کہ معاویہ اور عمرو بن العاص اور ان کے ساتھی دانشوروں نے قرآن نیزوں پر بلند کر کے مرتضوی لشکر کو فریب میں مبتلا کیا اور اپنی اور اپنی فوج کی جان بچالی۔جنگ رک گئی۔مرتضوی فوج میں پھوٹ پڑ گئی۔فوجیں میدان جنگ سے واپس چلی گئیں۔لیکن معاویہ اینڈ کمپنی یہ جانتی تھی کہ حضرت علی علیہ السلام نے اپنے معاہدہ کی عبارت اور شرائط کو جس طرح قرآن کا پابند کیا ہے وہ ان کے فریب کو بہت جلد کھول کر رکھ دیں گی اور ان کی پابندی حکمین سے بھی نہ ہو سکے گی۔اور یقیناً چند ماہ بعد سارا عرب مع اھل شام کے ان کا دشمن اور علیؑ کا معاون ومددگار ہو جائے گا اور اس صورت میں علیؑ کا حملہ ان کی نسلی جڑیں تک نکال پھینکے گا۔اس لئے انہوں نے وہ منصوبہ بنایا تھا جسے بعد میں خوارج یا خارجی قرار دیا گیا۔اور مقصد یہ ہے کہ مرتضوی لشکر اور صحابہ میں روز افزوں اختلاف اور عداوت پھلتی اور بڑھتی چلی جائے اور ملک شام پر حملہ کرنے سے پہلے پہلے خود لشکر مرتضوی میں تلوار چلے۔لہٰذا لَاحُکْمَ اِلَّا لِلّٰہِ وہ نعرہ تھا جس سے منصوبہ کامیاب ہوا۔

12۔جنگ صفین نے جہاں معاویہ کی فوج سے ہتھیار رکھوائے اور قرآن کی دُھائی دلوا کر ان کی جان بخشی،وہیں مرتضوی لشکر میں پھوٹ بھی ڈال دی۔

جنگ صفین کی تفصیلات سابقہ خطبوں کی تشریحات میں قارئین کے سامنے آچکی ہیں۔یہاں خارجیوں سے ذہنی ربط پیدا کرنے کے لئے یہ بات دُہرانا ہے کہ معاویہ کی طرف سے قرآن نیزوں پر بلند کرنے کی چال کامیاب ہوئی معاویہ اور اس کی فوج کی جان بچ گئی اور ایک سال آئندہ تیاری کے لئے مہلت مل گئی۔اور حضرت علی علیہ السلام کی فوج میں تین جماعتیں بن گئیں اول وہ فوجی کثرت جس نے حضرتؑ کو داخلی جنگ کی دھمکی دے کر جنگ روک دی اور انہیں مجبور کیا کہ قرآن کی وجہ سے معاویہ کے ساتھ صلح کر لیں دوسری جماعت مرتضوی فوج کی قلیل ترین جماعت تھی جو حضرت علی علیہ السلام کی مطیع وفرمانبردار تھی۔تیسری جماعت صلح کے معاہدہ کے بعد پیدا ہونا شروع ہوئی جو معاہدہ کی مخالفت کرتی تھی اور معاویہ سے جنگ جاری رکھنے پر مُصر تھی اور معاہدہ کو توڑنے پر اصرار کرتی رہی۔لیکن حضرت علی علیہ السلام نے معاہدہ کو توڑنا قرآن کی مخالفت قرار دے کر انکار فرمادیا اور فرمایا کہ تم ان لوگوں میں شریک تھے جنہوں نے میری مخالفت کرتے ہوئے خود جنگ بند کر کے مجھے اس معاہدہ پر مجبور کیا تھا۔اور اب یہ چاہتے ہو کہ میں قرآن کی مخالفت کروں۔صفین کے میدان میں ان لوگوں کی تعداد تین چار اشخاص سے زیادہ نہ تھی۔لیکن کوفہ پہنچتے

Presented by Ziaraat.Com

پہنچتے یہ لوگ ہزاروں کی تعداد میں نظر آتے ہیں یہ تیسری جماعت ہی پوری امت کے نزدیک خارجی یعنی دین سے خارج کہلاتی چلی آئی ہے۔لہٰذا قارئین یہ نوٹ کرلیں کہ صفین سے واپس آتے ہوئے حضرت علی علیہ السلام تین مختلف العقائد فوجیوں کے حلقہ میں چلے آرہے تھے۔وہ قلیل سی مسلم ومومن تعداد جو آپؑ پر سو فیصد ایمان رکھتی تھی۔اور قریش کی تیار کردہ وہ کثرت جس نے معاویہ کی جان بچائی اور اسے ایک سال کا موقعہ جبراً دلوایا۔ اور خارجیوں کے چند ابوالآبا جو معاویہ سے جنگ چاہتے تھے۔اور بلا اجازت جنگ روکنے اور حضرت علی علیہ السلام کو صلح پر مجبور کرنے کو کفر قرار دیتے اور کہتے تھے کہ ہم کافر ہوگئے تھے۔اور ہم نے توبہ کرلی ہے۔

13۔کوفہ میں امیر المومنین علیہ السلام اوران کی مختلف العقائد فوج کا داخلہ رنج وغم سے لبریز دلوں اور نالہ وفریاد کے ساتھ ہوا۔

یہ فوج صفین میں اپنے پچیس ہزار مومن جانبازوں کو دفن کر کے روانہ ہوئی تھی اور انہیں معلوم تھا کہ اس ایک سو دس روز کی جنگ میں قتل ہونے والے شہدا کی اطلاع برابر کوفہ پہنچتی رہی تھی وہ روانگی کے وقت بھی اور دورانِ سفر بھی اس وقت سے ڈرتے اور تیاری کرتے رہے ہوں گے جب مقتولین کے والدین ان کے بچے اور ازواج اور دیگر اعزا ان کے سامنے سوالات کریں گے۔نوحہ وفریاد کریں گے۔اپنے لاوارث اور بے یارو مددگار رہ جانے پر بین کریں گے۔بہرحال اپنے اپنے اختلافات اور کارکردگی کے علاوہ ان کے اوپر رنج وغم کا انبار لدا ہوا تھا۔شاید وہ چاہتے ہوں کہ کوفہ میں نہ جائیں اور منہ چھپا کر کسی اور طرف نکل جائیں۔مگر ان کا سردار بڑے ثباتِ قدم وہمت کے ساتھ ان سب کو لئے ہوئے کوفہ کی طرف بڑھتا رہا۔راستے میں لوگوں سے ملاقات ہوتی رہی اور لوگ ارادہ کر کے ملاقات کیلئے آتے بھی رہے اور آپؑ ان سے مفید باتیں بھی کرتے رہے۔

14۔کوفہ میں داخلے کے دردناک حالات اور حضورؑ کا غمزدہ دوستوں اور دشمنوں کے ساتھ صبرواستقامت کا رویہ۔

قارئین ہمارے ہر عنوان اور بیان کو تاریخ کی کسوٹی پر صحیح اور مختصر پائیں گے۔الفاظ ہمارے ہونگے مطالب اور مفاہیم کی تصدیق مورخین کریں گے

(الف) صالح بن سلیم سے ملاقات کے حالات۔ حضرت علیؑ نے فرمایا کہ تجھے اپنے پروردگار کی رحمت اور گناہوں کی مغفرت کی خوش خبری دیتا ہوں۔اے بندہ خدا تو کون ہے؟

اُس نے عرض کیا کہ: میرا نام صالح بن سلیم ہے۔

حضرت علیؑ: تیرا کون سے خاندان سے تعلق ہے؟

صالح: میں سلامان طے کی اولاد سے ہوں اور پڑوس اور دعوت کے تعلق سے میں سلیم بن منصور میں داخل ہوں۔

حضورؑ: تمہارا اور تمہارے والد کا اور تمہیں دعوت دینے والوں کا اور جن کے پاس تم نے پناہ لی ہوئی ہے ان کا نام کتنا اچھا ہے۔کیا تم ہمارے ساتھ ہماری اس جنگ میں شریک تھے؟

صالح: نہیں۔بخدا میرا ارادہ تھا کہ میں شرکت کروں لیکن آپ میری بیماری کا نتیجہ دیکھ رہے ہیں کہ اس نے مجھے کیسا ناتوان وڈھال کر دیا ہے۔اس بیماری کی وجہ سے میں حاضر نہ ہوسکا۔

حضورؑ نے قرآن کی آیت تلاوت فرما کر اس کے دل کو ہلکا اور مطمئن فرمایا:

''اگر ناتوان لوگ اور بیمار لوگ اور تنگ دست لوگ جہاد میں شرکت نہ کرسکیں تو ان پر کوئی باز پرس اور ذمہ داری نہیں بشرطیکہ وہ رسولؐ اللہ کے خیر خواہ ہوں،تو ان پر کوئی عتاب نہ ہوگا۔اور اللہ تو ان کے لئے بخشنے والا رحیم ہے''(توبہ 9/91)

Presented by Ziaraat.Com

(ب) صالح سے لوگوں کے تصورات معلوم فرماتے ہیں۔

حضورؑ۔ یہ بتاؤ کہ اہل کوفہ ہمارے اور شامیوں کے متعلق کیا رائے رکھتے ہیں؟

صالح ''کچھ لوگ تو صلح کے معاہدہ پر خوش ہیں۔اور یہ لوگ کینہ پرور ہیں۔

اور کچھ لوگ سرنگوں اور پریشان ہیں اور حقیقتاً یہی لوگ آپؑ کے خیر خواہ ہیں''

چلتے وقت حضورؑ نے فرمایا کہ تم نے سچی بات کہی ہے اللہ تعالیٰ تیری اس بیماری کو تیرے گناہوں کے مٹنے کا سبب بنائے''

ج۔عبداللہ بن ودیعہ سے ملاقات اوران کی رائے۔

حضور علیہ السلام کچھ دور چلے تھے کہ عبداللہ بن ودیعۃ الانصاری راہ میں ملے۔عبداللہ قریب آئے،سلام کیا اور ساتھ ساتھ چلنے لگے۔

حضورؑ نے پوچھا کہ لوگ صفین کے معاہدے کے متعلق کیا کیا کہتے ہیں؟

عبداللہ۔بہت سے لوگ اس معاہدے سے خوش ہیں۔اور بہت سے ناراض ہیں''

حضورؑ نے پوچھا کہ:اس معاملے میں دانشورانِ شہر کی کیا رائے ہے؟

عبداللہ۔دانشوروں کا کہنا یہ ہے کہ علیؑ نے ایک بڑا لشکر جمع کر کے خود اسے منتشر کر دیا۔علیؑ نے ایک مضبوط قلعہ تیار کیا تھا لیکن اپنے ہاتھوں سے اسے مسمار کر دیا۔اب ہم یہ دیکھیں گے کہ اس توڑے ہوئے قلعہ کو کب اور کیسے بناتے ہیں؟اور کب اپنی منتشر جماعت کو جمع کرتے ہیں؟ کاش ایسا ہوتا کہ جن لوگوں نے علیؑ کی اطاعت کی تھی علیؑ ان کو لے کر علیحدہ ہو جاتے اور نافرمانوں کو نافرمانی کرنے دیتے اور اپنے فرمانبرداروں کو لے کر جنگ کرتے حتیٰ کہ یا تو کامیاب ہو جاتے یا خود بھی ختم ہو جاتے۔

د۔کوفہ اور دیگر شہروں کے لوگ غلط فہمی کی بنا پر اعتراض کرتے تھے۔

حضرت علی علیہ السلام اپنی بریٔت اور اپنے جوابات میں حقیقت حال کو دُھرانے کے سوا اور کیا کر سکتے تھے؟ آپ نے فرمایا کہ فوج میں انتشار پیدا کرنے اور میرے بنائے ہوئے قلعہ کو مسمار کرنے والے خود تمہارے اپنے بزرگ اور تمہاری کثرت رہی ہے اور جب وہ کثرت تلواریں سونت کر مجھے چاروں طرف سے گھیر لے اور مجھے گرفتار کر کے معاویہ کے سپرد کرنے کی دھمکی دے تو میں کیسے اور کدھر سے اپنی مطیع جماعت کو لے کر الگ ہو جاتا اور جنگ کرتا ہوا کامیاب یا ناکام ہو جاتا؟

ہ۔خوارج کی علیحدگی اور حروراء کے مقام پر قیام و بغاوت

جب حضرت علی علیہ السلام کوفہ کے قریب پہنچے اور حروراء کا مقام آیا تو خارجی گروہ اور ان کے بہکائے ہوئے تمام لوگوں نے کوفہ جانے سے انکار کر دیا اور اپنی سازش اور اسکیم کو مزید مستحکم کرنے کے لئے ڈیرے ڈال دیئے۔اور حضورؑ باقی لشکر کو لئے آگے بڑھتے رہے۔شہر سے باہر چند نئی قبریں دیکھ کر پوچھا کہ یہ قبریں یہاں کیوں بنائی گئی ہیں؟ بتایا گیا کہ جنابِ خُباب بن الارت کا آپ کے چلے جانے کے بعد انتقال ہوا ان کی وصیت کے مطابق انہیں یہاں دفن کیا گیا تو کچھ اور لوگوں نے بھی اپنے مُردوں کو یہاں دفن کرنا شروع کر دیا۔آپ نے دعا کی کہ:

و۔حضرت خُبابؓ بن الارت کی مدح وثنا اوران کے لئے دعا۔

''اے اللہ خبابؓ پر رحم فرما۔وہ رغبت و شوق سے اسلام لائے تھے۔خدا و رسولؐ کی اطاعت میں ہجرت کی تھی۔اور پوری زندگی جہاد کرنے میں

Presented by Ziaraat.Com

گزاری۔اسلام لانے کی وجہ سے انہیں بہت سی جسمانی تکالیف بھی دی گئیں۔اور جو شخص اچھے عمل کرے گا اس کا اجر ضائع نہیں کیا جائے گا۔پھر آپ دوسری قبروں سے مخاطب ہوئے:

''اَے وحشت زدہ گھروں اور ویران جگہ کے باشندو تم پر سلام ہو تم ہمارے پیشرو ہو تم ہم سے سبقت لے گئے ہو۔ہم بھی تمہارے پیچھے آ رہے ہیں۔اَے اللہ ہماری اور ان لوگوں کی مغفرت فرمادے۔تمام تعریفیں اُس ذات کے لئے ہیں جس نے تم کو اسی مٹی سے پیدا کیا اور اُسی میں تمہیں لوٹایا۔اور اسی مٹی سے تمہیں پھر پیدا کرے گا اور اسی سے تمہارا حشر کرے گا۔خوشخبری ہے اس کے لئے جو اپنے لوٹنے کی اس جگہ کو یاد رکھتا رہے۔اور حساب لئے جانے کو مدنظر رکھ کر عمل کرتا ہے۔اور زندہ رکھ سکنے والی غذا پر قناعت کرتا ہے اور اللہ سے ہر حال میں راضی رہتا ہے۔

ز۔جس محلے سے گزرتے آہ وبکا کی آوازیں سنتے تسلی ودلاسہ اور ہدایات دیتے ہوئے گزرتے چلے گئے۔

حضرت علی علیہ السلام اب آبادی میں سے گزر رہے تھے۔ثُورئین کے محلے سے رونے کی آوازیں آئیں معلوم ہوا کہ صفین کے مقتولین پر آہ وبکا ہو رہا ہے۔آپ نے فرمایا کہ میں ہر اس شخص کے حق میں شہادت کی گواہی دیتا ہوں جو ثواب کی نیت سے جنگ میں شامل ہوا اور ثابت قدم رہا۔پھر فائشین کے محلے سے گزرے وہاں بھی رونا جاری تھا آپ نے وہی تسلی اور خوشخبری کے الفاظ فرمائے اور آگے بڑھ گئے۔شبامین کے محلے میں پہنچے تو رونے پیٹنے اور سخت چیخ وپکار کی آوازیں سنی گئیں۔آپؑ ٹھہر گئے تو حرب بن شرجیل شبامی باہر نکلا۔آپؑ نے فرمایا کہ کیا تم پر تمہاری عورتیں غالب آ گئی ہیں کیا تم انہیں اس چلانے اور پیٹنے سے نہیں روک سکتے؟ حرب نے عرض کیا کہ حضور اگر دو تین گھروں کے افراد قتل ہو جاتے تو صبر کرانا اتنا دشوار نہ ہو جاتا۔اس قبیلے کے ایک سو اسی 180 جوانمرد قتل ہوئے ہیں۔کوئی گھر ایسا نہیں جہاں صفِ ماتم نہ بچھی ہو۔جہاں تک مردوں کا تعلق ہے تو ہم میں سے کوئی نہ روتا ہے نہ بے قرار ہوتا ہے اور شہادت کے درجہ کو سامنے رکھ کر خوش اور مطمئن ہیں۔حضورؑ نے ان کے لئے اور تمام متعلقین کے لئے دعا فرمائی۔آگے بڑھے تو ساتھ ساتھ پیدل چلنے لگا۔امیرؑ المومنین نے فرمایا کہ اَے حرب اب تم واپس ہو جاؤ۔لیکن حرب پیدل چلتا رہا تو حضورؑ رک گئے اور اسے پھر واپسی کا حکم دیا اور فرمایا کہ تجھ جیسے شخص کیلئے یہ مناسب نہیں کہ میرے ساتھ پیدل چلتے رہو۔اس سے دو نقصان ہوتے ہیں اول یہ کہ والی اور حکمران غرور وتکبر کا شکار ہو سکتا ہے اور دوسرے مومن کی ذلت ہوتی ہے۔

15۔لَا حُکْمُ اِلَّا لِلّٰہِ کے علاوہ خارجیوں کے اشتعال انگیز وکفر خیز کلمات اور نعرے انتہائی نرم سلوک پر انتہائی ظالمانہ سلوک

خارجیوں کے قتل عام تک پہنچنے کی طویل داستان اس بنیاد پر استوار ہوتی ہے کہ انہوں نے اپنے کفر اور کفر سے توبہ کے بعد بھی حقیقی اور ہمہ گیر کفر اختیار کیا اور اس مذہبِ کفر کی شدت کو عملاً یہاں تک پہنچا دیا کہ تمام مسلمانوں کو کافر وبے دین اور واجب القتل قرار دیا اور موقع ملنے پر مسلمان حاملہ عورتوں کے پیٹ چاک کر کے بچہ نکالنے اور اسے قتل کرنے کو اسلام کی خدمت قرار دیا۔مسلمانوں کو چھپ کر گھات لگا کر قتل کرنا اور لوٹ لینا ان کا عام معمول تھا۔لیکن اس کے برخلاف حضرت علی علیہ السلام کا فرمان یہ تھا کہ:

1)''جب تک خوارج پر امن رہیں گے ہمارے عطیات وسلوک میں شامل رہیں گے''

2)''اگر یہ بولیں گے تو ہم انہیں قائل ولا جواب کریں گے''

3)''اگر وہ ہم پر خروج وبغاوت کریں گے تو ہم ان سے جنگ کریں گے''

الغرض جس دن سے خارجیوں نے اختلاف وارتداد شروع کیا تھا اس روز سے لے کر اس دن تک کہ جب ان سے جنگ ٹھن گئی حضرت

علی علیہ السلام نے صبر وضبط و بردباری اور فیاضی میں ذرہ برابر کمی نہ کی اور اسی طرح خارجیوں نے اپنی زیادتی سرکشی اور دشنام طرازی اور تہمت تراشی اور قتل و غارت میں ذرہ برابر کمی نہ کی۔ وہ حضرت علی علیہ السلام کی کسی دلیل اور اعتراض کا جواب نہ دے سکتے تھے۔ وہ ہر بات اور اپنے ہر قصور کو مان جاتے تھے۔ لیکن ذراسی دیر نہ گزرتی تھی کہ وہ اپنی پٹی ہوئی اور بے دلیل بحث اور دعاوی کو دہرانے لگتے تھے۔ انہوں نے یہ بھی مشہور کر دیا تھا کہ حضوؑر نے اپنے کفر سے توبہ کر لی ہے۔ اس لئے ہم سب کوفہ میں واپس آ گئے۔ وہ یہ کہتے ہوئے شرماتے اور مجرم ٹھہرتے تھے کہ ہمارا سارا کاروبار باطل اور قرآن کے خلاف تھا وہ اپنے جرائم کا اقرار خود کو کافر کہہ کر کرتے تھے مگر دوسرے کفر کرنے پر آمادہ رہتے تھے۔ حضرت علی علیہ السلام نے ان کی پوری سازش کا اور سازش کے ہر مرحلہ اور موڑ کا تفصیل سے جائزہ لے کر خود ان کے سامنے ان کی ہر بات کو غلط ثابت کیا مگر وہ جواب اور دلیل کے بجائے جلسے میں جگہ جگہ کھڑے ہو جاتے اور چاروں طرف سے چیخ چیخ کر کہتے لاحکم الا اللہ، اپنے کانوں میں انگلیاں دے کر بند کر لیتے اور تہمتوں کا ڈھیر لگا دیتے تھے۔ وہ مسجد میں بھی ہنگامہ برپا کرنے میں تکلف نہ کرتے تھے۔

خارجیوں کے دماغوں میں شیطان نے کیا بھر دیا تھا؟

حضرت علی علیہ السلام کی نرم روش نے خوارج کو شیطان کے حوالے کر دیا تھا اور وہ یہ سمجھنے لگے تھے کہ وہ اور ان کا مرکز ایک روز حضرت علیؑ کو شکست دے دیں گے۔ ایک خارجی یزید بن عاصم محاربی کا طرزِ گفتگو اور اس کی سرکشانہ ومومنانہ زبان ملاحظہ ہو اس نے کہا کہ:۔

’’خداوندا ہم تجھ سے پناہ مانگتے ہیں۔ اپنے دین میں ذلّت ہم کو گوارا نہیں ہے۔ کیونکہ دین کے معاملات میں ذِلّت پر راضی ہونا خدا کے کام میں سستی کرنا ہے۔ جس کا اثر ذلیل وخوار ہونا اور باعثِ غضب الٰہی ہے۔ اَے علیؑ تم ہم کو قتل سے کیا ڈراتے ہو۔ ہم ایسے کمزور نہیں ہیں کہ تمہارے دھمکی میں آ جائیں ہم امید رکھتے ہیں کہ عنقریب تم کو ذلت ورسوائی کے دروازے تک پہنچا دیں گے تمہاری خطاؤں سے ہم درگزر کرنے والے نہیں۔ اس وقت تم کو معلوم ہو گا کہ کون ذلیل وخوار ہوا‘‘

16۔ حضرت علیؑ نے خارجیوں کو دین کی طرف لانے اور دین سے بغاوت ترک کرانے کے لئے آخری موقع دیا تھا۔

خارجیوں کے انتہائی تشدد کے جواب میں حضوؑر کا اعلانیہ رویہ یہ تھا کہ:۔

’’دیکھو جب تک تم ہمارے ساتھ ہو ہم پر تمہارے تین حقوق ہیں۔ 1۔ ہم تمہیں اپنی مساجد میں نماز پڑھنے دیں گے تاوقتیکہ تم مساجد میں ذکر خداوندی کے علاوہ اور کوئی تخریبی گفتگو نہ کرو۔ 2۔ ہم تمہیں مال غنیمت حاصل کرنے سے منع نہ کریں گے۔ تاوقتیکہ تم ہمارے ساتھ مل کر دشمنانِ اسلام سے جنگ کرتے رہو۔ 3۔ جب تک تم ابتدا نہ کرو ہم تم سے جنگ نہ کریں گے‘‘

قارئین نے شروع سے دیکھا ہے کہ حضرت علی علیہ السلام خارجیوں کو فریب میں مبتلا لوگوں کی طرح مخاطب کرتے ہیں۔ خود ان پر منصوبہ سازی کا جرم عائد نہیں کرتے ان کے ساتھ مسلمانوں ایسا سلوک جاری رکھنا چاہتے ہیں اور چاہتے ہیں کہ وہ بھی نیک اور نرم سلوک کو دیکھ کر نیک اور شریفانہ رویہ اختیار کر لیں بے قصور مسلمانوں پر ظلم وزیادتی نہ کریں۔ اس طرزِ عمل کا ثبوت دیا ہے زیرتشریح خطبہ نمبر 51 میں۔ جہاں آپ نے ان کے نعرہ ’’لاحکم الا اللہ‘‘ کو ’’کلمہ حق‘‘ فرما کر اس کلمہ حق سے ’’باطل مقصد کے حصول کا ارادہ‘‘ قرار دیا ہے اور باطل ارادہ کرنے یا باطل ارادہ رکھنے والے کو متعین نہیں فرمایا ہے۔ یعنی آپؑ براہِ راست خارجیوں کو نہ ماخوذ کرتے ہیں نہ یہ کہتے ہیں کہ ’’یریدون بھا الباطل‘‘ (خارجیوں نے اس جملہ کی آڑ میں باطل مقصد حاصل کرنے کی اسکیم بنائی ہے) یعنی انہیں الزام وجرم سے بچ نکلنے کا موقع دیتے ہوئے خطبہ کا آغاز کرتے ہیں تا کہ وہ اپنے

Presented by Ziaraat.Com

بہکانے والے کو سمجھ کر اس کا نام لے سکیں یا بہکانے والے کو باطل مقصد حاصل کرنے سے محروم کرنے کے لئے اس نعرے کو ترک کرسکیں۔اور قاعدہ اور فطرت یہ ہے کہ جب آپ کسی کو حق کی طرف لانا چاہیں تو اس کو اشتعال اور ضد دلانے والی بات ہرگز نہ کہیں ورنہ وہ اپنی عزت اور بات کا پاس کرنے کے خیال سے آپ کی صحیح اور حق بات کا بھی انکار کردے گا اور اپنے انکار کو حق ثابت کرنے کے لئے ہر ممکن و ناممکن فراڈ کرے گا آیات کے غلط معنی و مفاہیم پیش کرے گا غلط روایات لائے یا بنائے گا۔اُسی طرح جس طرح نام نہاد شیعوں اور ان کے نام نہاد علما نے سُنیوں کو حق پروف بنادیا ہے۔اس لئے حضوؐر نے فرمایا کہ:

1۔یہ کلمہ بالکل حق ہے۔اور۔2۔میں بھی کہتا ہوں کہ بلاشبہ اللہ کے علاوہ کسی اور ہستی کو ذاتی طور پر ہر حال میں ہر ہر چیز پر حکم چلانے کا نہ حق ہے اور نہ قدرت ہے"(خطبہ 51 جملے 1،2)ان دونوں تصدیقی جُملوں سے جہاں ساری دنیا کو اس حقیقت حال پر غور کرنا چاہئے وہیں ان جملوں کے پس منظر میں ان تمام خلافتوں،حکومتوں اور سربراہوں کا خلافت الٰہیہ سے اور الٰہی حکمرانی سے خارج ہوجانا بھی نظر آنا چاہئے کہ جنہیں نہ ہوا پر حکم چلانے کا اختیار تھا،نہ فضا پر،نہ دریا ان کا حکم مانتے تھے نہ بادل،نہ جنات ان کے قبضۂ اقتدار میں تھے،حد یہ ہے کہ خود ان کے اپنے نفوس ان کے اختیار میں نہ تھے۔جب کہ اللہ نے فرمایا ہے کہ:۔

اَللّٰہُ الَّذِیْ سَخَّرَ لَکُمُ الْبَحْرَ لِتَجْرِیَ الْفُلْکُ فِیْہِ بِاَمْرِہٖ وَلِتَبْتَغُوْا مِنْ فَضْلِہٖ وَلَعَلَّکُمْ تَشْکُرُوْنَ O وَسَخَّرَ لَکُمْ مَّا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ جَمِیْعًا مِّنْہُ اِنَّ فِیْ ذٰلِکَ لَاٰیٰتٍ لِّقَوْمٍ یَّتَفَکَّرُوْنَ O قُلْ لِّلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا یَغْفِرُوْا لِلَّذِیْنَ لَا یَرْجُوْنَ اَیَّامَ اللّٰہِ لِیَجْزِیَ قَوْمًا بِمَا کَانُوْا یَکْسِبُوْنَ O(45/12-14)

"اللہ وہی ہستی ہے جس نے تمہارے لئے سمندر کو تمہارا بے بس خادم و مطیع و فرمانبردار بنادیا ہے۔تاکہ حقیقی حکمرانی کے ماتحت سمندر میں کشتیاں اور جہاز چلیں اور حقیقی حکمران کے فضل و کرم کی سمندر میں تلاش کرسکو۔شاید اس فضل و کرم کا شکر بھی ادا کرسکو۔اور بالکل سمندر ہی کی طرح سے تمہارے لئے ان تمام مخلوقات کو بے بس خادم و مطیع و فرمانبردار بنادیا ہے۔جو اس ساری کائنات،سماوات اور زمینوں،میں کہیں بھی ہوں اور اس تسخیر کی حقیقت وہی لوگ سمجھ سکتے ہیں جنہیں تفکر کرنے والی قوم قرار دیا گیا ہے۔اور اے رسوؐل مومنین سے کہہ دیں کہ ان لوگوں کو بخش دیں جنہیں یہ امید نہیں ہے کہ اللہ کے ایسے دن آنے والے ہیں جن میں وہ ایسی تمام اقوام کو وہی جزا دے گا جو وہ کما چکے ہوں گے"(45/12-14)

قارئین نوٹ کرلیں کہ خطبہ(51 جملے 1۔2)کے دو ایسے جملوں میں جو بظاہر خارجیوں کے تصدیق معلوم ہورہے ہیں۔مثلاً شاہ اینڈ کمپنی کی اور اس قسم کی تمام حکومتوں کو دلیل کے ساتھ عوام الناس کی عقلی سطح تک باطل قرار دے دیا ہے۔ذرا سا غور کرنیوالا شخص یہ سوال کرے گا کہ اگر یہ لوگ اللہ کی طرف سے حکمران اور خلیفہ ہوتے تو انہیں حضرات داؤد و سلیمان علیہما السلام کی طرح ہواؤں،فضاؤں اور جنات پر اختیارات و قدرت حاصل ہوتی اور اسے لامحالہ حضرت علی علیہ السلام کو خلیفہ خداوندی ماننا پڑتا۔اور وہ یہ بھی سمجھ جاتا کہ وہ لوگ اس نعرے کی آڑ میں یہ کہنا چاہتے ہیں کہ "اللہ کے سوا کسی انسان کو کسی حالت میں حکم دینے کا حق نہیں ہے"(خطبہ 51،جملہ 3)یعنی انسانوں کے معاملات کا فیصلہ کرنے کے لئے خود اللہ کو آنا اور فیصلہ کرنا چاہئے جو کہ ایک باطل اور سُنّتِ اللہ کے خلاف تصور ہے اور مانتے اور دیکھتے چلے آرہے ہیں کہ:"حکمران اور فیصلہ کرنیوالا انسانوں ہی میں سے کوئی ہونا چاہئے اور ہوتا رہا ہے،خواہ وہ اچھا حکمران ہو یا بُرا و بدکار حکمران ہو(خطبہ 51،جملہ 4)وہ یہ بھی جانتے اور مانتے اور دیکھتے چلے

Presented by Ziaraat.Com

آ رہے تھے کہ:

''اچھے حکمران کے زمانہ میں اچھے لوگوں کو اچھائیوں میں آسودگی ملتی ہے اور بُرے لوگوں پر بھی ظلم نہیں ہوتا ہے۔اور اللہ کا پروگرام بلا کسی رکاوٹ کے جاری رہتا ہے(خطبہ 51، جملے5۔6)چنانچہ وہ نوشیروان بادشاہ کی اچھائیوں کو اور اس کے اچھے اعمال وقوانین کو مانتے تھے اور قریش کے سب سے بڑے قانون دان خلیفہ جسے پرویز نے شاہکارِرسالت بنادیا ہے وہ عجمی حکمرانوں کی عموماً اور نوشیروان کی خصوصاً خوشہ چینی کرتے تھے۔

17۔ شاہکارِرسالت بن جانے والا قریش کا سب سے بڑا قانون دان، عجمی حکومتوں کے قوانین کو چن چُن کر اسلامی قوانین بنا تا رہا تھا

علامہ شبلی الفاروق میں لکھتے ہیں:

1)''حضرتِ عمر کی سیاست کا ایک بڑا اصول یہ تھا کہ وہ قدیم سلطنتوں اور حکمرانوں کے قواعد اور انتظامات سے واقفیت پیدا کرتے تھے۔ اور ان میں جو چیزیں پسند کے قابل ہوتی تھیں۔ان کو اختیار کرتے تھے۔خراج۔عشور۔دفتر۔رسد۔کاغذاتِ حساب، اِن تمام انتظامات میں انہوں نے ایران وشام کے قدیم قواعد پر عمل کیا۔البتہ جہاں کوئی نقص پایا اس کی اصلاح کردی''(یعنی اپنے مقصد کے مطابق بنالیا)

2)''عراق کے بندوبست کا جب ارادہ کیا تو حذیفہ اور عثمان بن حنیف کے نام حکم بھیجا کہ عراق کے دو بڑے زمینداروں کو میرے پاس بھیج دو۔چنانچہ یہ زمیندار مع متراجم کے ان کے پاس آئے اور انہوں نے ان سے دریافت کیا کہ''سلاطین عجم کے یہاں مالگذاری کی تشخیص کا کیا طریقہ تھا؟ جزیہ حالانکہ بظاہر مذہبی لگاؤ رکھتا تھا۔تاہم جزیہ کی تشخیص میں وہی اصول ملحوظ رکھے جو نوشیروان نے اپنی حکومت میں قائم کئے تھے۔علامہ ابوجعفر محمد بن جُریر طبری نے جہاں نوشیروان کے انتظامات وبالخصوص جزیہ کا ذکر کیا ہے لکھا ہے کہ:

وھی ودائع التی اقتدی بھا عمر بن الخطاب حین افتح بلاد الفرس ،

یعنی یہ وہی قاعدے ہیں کہ حضرت عمر نے جب فارس کا ملک فتح کیا تو ان (قاعدوں۔احسن) کی اقتدا کی''

3)''اس سے زیادہ صاف اور مصرّح علامہ ابن مسکویہ نے اس مضمون کو لکھا ہے۔علامہ مذکور نے جو حکیم اور فلسفی اور شیخ بوعلی سینا کا معاصر وہم پایہ تھا تاریخ میں ایک کتاب لکھی ہے جس کا نام تجارب الامم ہے۔اس میں جہاں حضرت عمر کے انتظامات ملکی کا ذکر ہے لکھا ہے کہ: **وکان عمر یکثر الحلوة بقوم من الفرس یَقرونَ علیه سیاسیات الملوک ولا سیما ملوک العجم بفضلاء و سیما انوشیروان ،فانه کان معجبا بھا کثیر الاقتداء بھا** ۔یعنی عمر فاروق فارس کے چند آدمیوں کو اپنی صحبت خاص میں رکھتے تھے۔یہ لوگ ان بادشاہوں کے آئین حکومت پڑھ کر سنایا کرتے تھے۔خصوصاً شاہانِ عجم اور ان میں بھی خاص کر نوشیروان کے اس لئے کہ ان کو نوشیروان کے آئین بہت پسند تھے۔اور ان کی بہت پیروی کرتے تھے''

4) درباریوں میں دانشورانِ عجم کا ہونا۔

علامہ موصوف کے بیان کی تصدیق اس سے بھی ہوتی ہے کہ عموماً مورخوں نے لکھا ہے کہ جب فارس کا رئیس ہرمزان اسلام لے آیا تو حضرت عمر نے اس کو اپنے خاص درباریوں میں داخل کیا اور انتظامات ملکی کے متعلق اس سے اکثر مشورہ لیتے''(الفاروق حصہ دوم صفحہ 88-89)

یہ تھا پرویز کا شاہکارِ رسالت جس نے عجمی قوانین کو اسلامی قوانین بنا کر ثابت کیا کہ قرآن اور حدیث دونوں قوانین سے خالی تھے اور اس طرح عمر نے رسالت کی ناک کاٹ لی اور پرویز کے یہاں وہی شخص شاہکارِ رسالت بن سکتا تھا جو عملاً ثابت کردے کہ قرآن اور رسوؐل دونوں نامکمل

Presented by Ziaraat.Com

دین کے نمائندہ تھے۔ بہر حال حضرت علیؑ کے خطبے کا ہر جملہ صحیح ثابت ہو گیا۔ اور ثابت ہو گیا کہ قریشی خلفاء بدترین حکمران تھے۔ جنہوں نے سرمایہ داروں اور بدکاروں کو فارغ البالی عطا کی، بدکاری میں قتل و غارت اور لوٹ مار کو انتہا تک پہنچایا۔ زنا اور مومنین کے قتل عام کو مذہبی شعار بنا دیا۔ اپنی مخالفت کرنے والے مومنین کی نسلوں کو جڑ، بنیاد سے اکھیڑ دینا عملاً کر کے دکھایا (بقرہ 2/205)

اور حضور علیہ السلام نے چودھویں جملہ کو بڑی تفصیل سے ثابت کر دیا کہ ان کی حکومت میں ان لوگوں نے انتہائی ترقی کی جو دنیا میں گداگری اور افلاس پھیلانے کا نظام چلانا چاہتے تھے یعنی شقی لوگوں کی تمنائیں پوری ہوئیں انہوں نے دنیا کو دونوں ہاتھوں سے سمیٹا (خطبہ 51، جملہ 14) اور آخر اس کی مدت حیات منقطع کر دی گئی اور ان کی جبراً قائم کی ہوئی حکومت کا جنازہ گلیوں میں پڑا سڑتا رہا (خطبہ 51، جملے 15۔16) اور آپؑ نے نیک حکومت کا ایسا نمونہ پیش کیا کہ چاردانگِ عالم میں اُس کی دھوم مچی ہوئی ہے۔ اور اپنے اور پرائے حضورؑ کی مدح سرائی کرتے چلے آئے ہیں۔

Presented by Ziaraat.Com

مفتی جعفر حسین: خطبہ نمبر: 58

علی نقی طہرانی: خطبہ نمبر: 57

خُطبہ ﴿52﴾

''کَلَّمَ بِهِ الْخَوَارِج''

1۔حضرت علی علیہ السلام ان مسلمانوں کو مخاطب فرما رہے ہیں جنہوں نے تلواریں کھینچ کر علیؑ کو چاروں طرف سے گھیر لیا تھا اور قتل و گرفتاری کی دھمکی دے کر جنگ صفین رکوائی، صلح اور تحکیم کے معاہدے پر مجبور کیا اور اپنا پسندیدہ ثالث یا حَکم تعینات کیا۔اور جنگ رک جانے اور تحریری معاہدہ ہو جانے کے بعد امامؑ سے سرکشی و بغاوت کو اپنا کافرانہ اقدام سمجھا۔کفر سے توبہ کی اور علیؑ پر دباؤ ڈالا کہ معاہدہ توڑ ڈالیں اور جنگ کریں اور ان کی طرح وہؑ بھی کفر سے توبہ کریں۔ 2۔حضرت علیؑ نے اپنے اسلام و ایمان اور اسلامی خدمات کو دلیل بنا کر پیش کیا۔3۔کفر و بغاوت سے باز آ کر راہِ راست پر آنے اور اطاعت کرنے کی تاکید فرمائی۔ 4۔باغیانہ سرگرمی جاری رکھنے کی صورت میں انہیں حادثات و آفات اور ذلت و رسوائی اور تباہی کی اطلاع دی۔5۔جن ظالم و جابر حکمرانوں سے ان کا مقابلہ ہونا تھا ان سے خبردار کیا اور بے بس و بے کس ہو کر رہ جانے کی اطلاع دی۔

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

اَصَابَكُمْ حَاصِبٌ ؛	1	تمہیں بے شمار ڈگمگانے والوں کی صحبت نے ٹھوکر کھلائی ہے اور
وَلَا بَقِيَ مِنْكُمْ آبِرٌ ؛	2	تمہارے اندر کوئی بھی اصلاح قبول کرنے والا باقی نہیں بچا ہے۔
اَبَعْدَ اِيْمَانِيْ بِاللّٰهِ وَجِهَادِيْ مَعَ رَسُوْلِ (اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهٖ) اَشْهَدُ عَلٰى نَفْسِيْ بِالْكُفْرِ؟	3	کیا میں اللہ پر ایمان کے بعد بھی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ کی معیت میں جہاد کرتے رہنے کی صورت میں بھی اپنے اوپر جھوٹ بول کر کفر کی گواہی دے دوں؟
لَقَدْ ضَلَلْتُ اِذًا وَّمَا اَنَا مِنَ الْمُهْتَدِيْنَ ؛	4	یقیناً میں یہ اقرار کرتے ہی گمراہ ہو جاؤں گا اور ہدایت یافتہ لوگوں میں میرا شمار نہ رہے گا۔
فَاُوْبُوْا شَرَّ مَآبٍ ؛	5	تمہارے لئے بہتر ہے کہ تم اپنی اس شرانگیز روش سے باز آ جاؤ۔
وَارْجِعُوْا عَلٰى اَثَرِ الْاَعْقَابِ ؛	6	اور بدراہی و بدکلامی کو ترک کر کے الٹے پیروں اس حق کی طرف پلٹ جاؤ جسے چھوڑ کر آئے ہو۔ورنہ
اَمَا اِنَّكُمْ سَتَلْقَوْنَ بَعْدِيْ ذُلًّا شَامِلًا ؛	7	خبردار ہو جاؤ کہ میرے بعد تمہیں مستقل ذلت و خواری سے دوچار ہونا پڑے گا۔

Presented by Ziaraat.Com

وَّسَیۡفًا قَاطِعًا ؛	8	اور ٹکڑے ٹکڑے کر دینے والی تلواروں کا سامنا کرنا ہوگا۔
وَاَثَرَةً یَّتَّخِذُهَا الظّٰلِمُوۡنَ فِیۡكُمۡ سُنَّةً ؛	9	ظالم لوگ تمہیں لوٹنا اور تباہ کرنا اپنی سنت بنالیں گے۔

تشریحات:

اس خطبہ (52) میں نصیحت اور تنبیہات کے بعد خوارج کو اپنے بعد ذلیل وخوار ہونے اور تلواروں سے دوچار رہنے کی اطلاع دی گئی ہے۔ چنانچہ تاریخ میں خارجی نیزوں اور تلواروں پر لٹکے نظر آتے ہیں۔ اُن کو تباہ کرنے والوں میں زیاد بن ابوسفیان، عبیداللہ ابن زیاد، مصعب ابن زبیر، حجاج ابن یوسف اور مہلب ابن ابی صفرہ مشہور شقی ہیں۔ مہلب نے مسلسل بیس برس کے قریب اُن کا قتل عام جاری رکھا۔ یہ سب کچھ اس لئے ہوا کہ انہوں نے معاویہ اینڈ کمپنی کو پُرخلوص سمجھ کر اُن کی شہہ اور مدد سے حضرت علی علیہ السلام کے خلاف محاذ بنایا تھا اور جنگ نہروان میں سب کو ڈھیر کر دیا گیا تھا۔ صرف نو دس خارجی زندہ وہ بھی زخمی بچے تھے۔ اس کے بعد یہ لوگ اصل سازش کو سمجھے اور آئندہ انہوں نے بنی امیہ کو اپنا نشانہ بنائے رکھا جب دس بیس آدمی جمع ہوجاتے اُن پر حملہ کرتے اور ہزاروں کو مار کر خود ہی مرجاتے تھے۔ یہ سلسلہ برسوں تک جاری رہا اور یہ لوگ بنی امیہ کی حکومت کے لئے وبال جان بن کر رہ گئے تھے۔ مگر حضورؑ کی پیش گوئی کی بنا پر رہے ہمیشہ ذلیل وخوار ہی۔

اب حضرت علی علیہ السلام باقی ہوتے تو وہ ان کو معاف کر کے دوبارہ محبان محمدؐ وآل محمدؐ میں داخل کر لینے کا اختیار وقدرت رکھتے تھے اور کوئی مسلمان ان پر اعتراض نہ کرسکتا تھا۔ مگر حضورؑ شہید ہو چکے تھے اور آپؑ کی شہادت بھی معاویہ کی سازش ہی سے وقوع میں آئی تھی۔ اور خارجی قسم کے ایک شخص عبدالرحمٰن ابن ملجم ہی کو معاویہ نے اس سازش میں استعمال کیا تھا۔ لہٰذا نتیجہ یہ ہوا کہ اب خارجی فرقہ بنی امیہ کی حکومت اور معاویہ کے خلاف برسرپیکار ہوگیا تھا اور یہ پیکار برس ہا برس جاری رہی اور خارجیوں کو ذلت وشکست وقتل عام سے اسی طرح تباہ ہونا پڑا جس طرح اس خطبے (خطبے 52) میں انہیں حضورؑ نے بطورِ پیش گوئی بتایا تھا اور نصیحت فرمائی تھی کہ دوبارہ اُلٹے پاؤں حق کی طرف پلٹ جائیں اور حضورؑ کے لشکر اور مددگار مسلمانوں میں شامل ہوجائیں۔ اگر انہوں نے خطبۂ زیرِنظر پر غور کر کے عمل کیا ہوتا تو وہ جہنم سے بچ سکتے تھے۔ لیکن وہ حضرت علی علیہ السلام سے جنگ کرنے اور نبرد آزما ہونے کے لئے بہانہ ڈھونڈتے رہے اور یہ جانتے ہوئے کہ نہ تو حضرت علیؑ نے کوئی کافرانہ کام کیا ہے اور نہ وہ کفر کا خواہ مخواہ اقرار کرسکتے ہیں وہ اسی کو آخری بہانہ بنائے رہے اور صاف الفاظ میں لکھ دیا تھا کہ:

2۔ خارجیوں کا خط حضورؑ کے ناصحانہ خط کے جواب میں

''اما بعد تم نے جو جنگ کی ہے وہ رضائے خداوندی کے لئے نہ تھی۔ بلکہ اپنی ذات کے لئے تھی۔ اگر تم اس کا اقرار کرو کہ تم نے کفر کیا اور اس اقرار کے بعد اپنے کفر سے توبہ کرو تو پھر ہم اپنے اور تمہارے معاملات پر غور کرسکتے ہیں۔ ورنہ ہم تم سے برابر مقابلہ کریں گے کیونکہ اللہ تعالیٰ خیانت کرنے والوں کو محبوب نہیں رکھتا''۔ (طبری خلافت راشدہ حصہ سوم صفحہ (410-411)

طبری مسلسل لکھتا ہے کہ:

''جب حضرت علیؑ نے ان کا خط پڑھا تو ان کی حمایت سے مایوس ہو کر یہ رائے قائم کی کہ انہیں ان کے حال پر چھوڑ دیا جائے اور لشکر لے کر شامیوں کے مقابلہ پر جایا جائے اور ان سے جنگ کی جائے'' (صفحہ 411)

Presented by Ziaraat.Com

قارئین دیکھیں کہ حضرت علی علیہ السلام خارجیوں کے اس کافرانہ اور توہین انگیز خط پر بھی مشتعل نہیں ہوتے اور اُلٹا انہیں سوچنے کا موقع دیتے ہیں اور کہتے ہیں تو وہی کچھ جو اس زیرِ تشریح خطبہ میں ہے۔

3۔ وہ خط بھی دیکھنا ضروری ہے جس کا جواب آپ نے پڑھ لیا ہے۔

تاریخ طبری نے یوں ریکارڈ کیا ہے:

''بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ یہ خط اللہ کے بندے امیر المومنین علیؑ کی جانب سے زید بن حصین، عبداللہ بن وہب اور ان لوگوں کے نام ہے جو اِن دونوں کے ساتھ شریک ہیں۔ان دونوں حکمین نے جن کے فیصلے کو ہم نے ماننا قبول کیا تھا۔کتاب اللہ کی مخالفت کی اور ہدایت خداوندی کے بغیر فیصلہ کر کے اپنی خواہشات کی پیروی کی نہ تو ان دونوں نے سنت پر عمل کیا اور نہ حکم قرآنی کو نافذ کیا۔اس لئے اللہ اور اس کا رسولؐ اور مومنین ان دونوں فیصلوں سے بری الذمہ ہیں۔جب تمہارے پاس میرا یہ خط پہنچے تو اسے قبول کرو کیونکہ ہم اپنے اور تمہارے دشمنوں پر حملے کے لئے کوچ کر رہے ہیں۔اور اب ہمارا وہی فیصلہ ہے جو پہلے تھا۔والسلام''۔(ایضاً طبری صفحہ 410)

یہ خط اتمامِ حجت کے لئے بطورِ اطلاع لکھا گیا ہے۔اس لئے کہ اس میں حضورؑ نے خارجیوں کو ساتھ چلنے اور جنگ میں مدد کرنے کے لئے نہیں کہا ہے۔اور خط میں اُس حقیقت کو بھی نہیں لکھا ہے جو بات بات پر کہنے کی تھی اور جسے ہمیشہ جواباً دُہراتے رہتے تھے۔حضورؑ نے اُس حقیقت کا ذکر نہ کر کے یہ چاہا ہے کہ خط سے کسی قسم کا اور کسی مقدار میں اشتعال پیدا نہ ہو۔

4۔جنگ رکوانے، صلح پر مجبور کرنے اور اپنی پسند کے ثالث مقرر کرانے کے مجرم فوجی کثرت عموماً اور خارجی خصوصاً تھے۔

اس خط سے یہ مطلب لیا جا سکتا ہے کہ حضرت کی رضا مندی سے ثالث مقرر کئے گئے ہوں۔اس سلسلے میں حضورؑ نے ہمیشہ واضح کیا ہے کہ یہ پورا منصوبہ انؑ پر فوجی کثرت اور نوک شمشیر سے مسلط کیا گیا تھا۔سنئے علامہ مودودی نقل فرماتے ہیں کہ:

''اسی بنا پر حضرت علیؑ نے ان (حکمین) کے فیصلے کو رد کر دیا اور اپنی جماعت میں تقریر کرتے ہوئے فرمایا:

''سنو یہ دونوں صاحب جنہیں تم لوگوں نے حکم مقرر کیا تھا۔انہوں نے قرآن کے حکم کو پیٹھ پیچھے ڈال دیا۔اور خدا کی ہدایت کے بغیر ان میں سے ہر ایک نے اپنے خیالات کی پیروی کی ہے۔اور ایسا فیصلہ دیا جو کسی واضح حجت اور سنتِ ماضیہ پر مبنی نہیں ہے۔اور اس فیصلے میں بھی دونوں نے اختلاف کیا ہے اور دونوں ہی کسی صحیح فیصلے پر نہیں پہنچے ہیں''۔الطبری جلد 4 صفحہ 57 (خلافت وملوکیت صفحہ 144)

5۔حکمین کے فیصلے پر مودودی حضرت علیؑ سے متفق ہیں۔

جس فیصلے کو حضرت علی علیہ السلام نے رد کر دیا ہے اس کے متعلق علامہ مودودی کا بیان بھی سنتے چلیں لکھا ہے کہ:۔

''اس بحث سے قطع نظر کہ دونوں حکموں میں سے ایک نے کیا کیا اور دوسرے نے کیا؟ بجائے خود یہ پوری کارروائی جو دومۃ الجندل میں ہوئی، معاہدہ تحکیم کے بالکل خلاف اور اس کی حدود سے قطعی متجاوز تھی۔ان حضرات نے غلط طور پر یہ فرض کر لیا کہ وہ حضرت علیؑ کو معزول کرنے کے مجاز ہیں۔حالانکہ وہ حضرت عثمان کی شہادت کے بعد باقاعدہ آئینی طریقے پر خلیفہ منتخب ہوئے تھے۔اور معاہدہ تحکیم کے کسی لفظ سے یہ اختیار ان دونوں حضرات کو نہیں سونپا گیا تھا۔کہ وہ انہیں معزول کر دیں۔2۔پھر انہوں نے یہ بھی غلط فرض کر لیا کہ حضرت معاویہ انؑ کے مقابلہ میں خلافت کا دعویٰ لے کر اٹھے ہیں۔حالانکہ اُس وقت تک وہ صرف خونِ عثمان کے مدعی تھے۔نہ کہ منصبِ خلافت

Presented by Ziaraat.Com

کے۔مزید برآں اُن کا یہ مفروضہ بھی غلط تھا کہ وہ خلافت کے مسئلے کا فیصلہ کرنے کے لئے حکم بنائے گئے ہیں۔معاہدہ تحکیم میں اس مفروضہ کیلئے بھی کوئی بنیاد موجود نہ تھی۔اسی بنا پر حضرت علیؑ نے ان کے فیصلے کو رد کر دیا اور اپنی جماعت میں تقریر کرتے ہوئے فرمایا:''

(خلافت وملوکیت صفحہ 144)

6۔اِس صورت حال میں خطبہ 52 دیا گیا تھا

اور خوارج کو شرّ وفساد سے باز آجانے کی نصیحت کی گئی تھی (خطبہ 52، جملہ 5) اور حق کی طرف پلٹ جانے کی تاکید فرمائی گئی ہے (خطبہ 52، جملہ 6) حضورؑ کے اس خطبے کا پہلا جملہ تمام مترجمین نے اپنے بہتے ہوئے خیالات کی بنا پر غلط سمجھا ہے۔اور ترجمہ یہ کیا ہے کہ:۔

اَصَابَکُمْ حَاصِبٌ ؛وَلَابَقِیَ مِنکُمْ آبِرٌ ؛(خطبہ 52، جملہ 1، 2)

مفتی جعفر: ''تم پر سخت آندھیاں آئیں ''اور تم میں کوئی اصلاح کرنے والا باقی نہ رہے''(خطبہ 52، جملہ 1، 2)

یعنی مفتی صاحب اِن دونوں جُملوں کو بددُعا سمجھ کر ترجمہ کرتے ہیں۔

علی نقی طہرانی: ''بادی کہ سنگ ریزہ را بجنبش میآورد بر شما بوزد (خطبہ 52، جملہ 1) (وہ ہوا جو کنکریوں کو حرکت میں لاتی ہے تم پر چلے''۔)

''وباقی نماند از شما کسیکہ نخل خرما را ہرس کند'' (خطبہ 52، جملہ 2)

(یعنی تم میں سے کوئی ایسا شخص نہ بچے جو کھجور کے درخت کو بارآور کر سکے۔یا پیوند لگا سکے۔)

رئیس احمد امروھوی: ''وہ اندھیاؤ جو سنگریزوں کو جنبش میں لاتا ہے تم پر آپڑے۔(خطبہ 52، جملہ 1)

''اور تم میں کوئی باقی نہ رہے'' (خطبہ 52، جملہ 2)

یہ تین مترجم بہت مقبول ہوئے ہیں۔مگر مقبول ان لوگوں میں ہوئے ہیں جو نہ عربی جانتے تھے نہ فارسی زبان پر عبور رکھتے تھے اور نہ قریشی مارکہ تاریخ سے واقف تھے اور نہ حقیقی تاریخ سے سروکار رہا تھا۔تیسرے مترجم نے تو خود قبول کیا ہے کہ اگر دوسرے مترجم یعنی علی نقی طہرانی کا ترجمہ موجود نہ ہوتا تو وہ نہج البلاغہ کا ترجمہ کر ہی نہ سکتے تھے۔یعنی انہوں نے فارسی ترجمہ کا اُردو میں ترجمہ کر دیا اور نہج البلاغہ کے مترجم بن گئے یہ بات یہاں تیسرے ترجمہ سے ثابت ہے۔اس غریب کو دوسرے ترجمہ میں آئے ہوئے لفظ ''ھرس'' کی اُردو کہیں نہ ملی تو اس نے ترجمہ چھوڑ ہی دیا اور ''تم میں سے کوئی باقی نہ رہے'' لکھ کر گزر گئے اور درختِ خرما کا ذکر بھی نہ چھیڑا اور نہ پھنس کر رہ جاتے۔بہرحال تیسرا شخص تو ایک ناول نویسی سے بسر اوقات کرنے والا شخص ہے مگر پہلے دونوں تو نام نہاد علما اور حجت اللہ لوگوں میں شمار ہیں۔وہ بھی کام چلاؤ اور تاجرانہ ترجمہ کر کے گزر گئے۔ان لوگوں نے حضورؑ کے جملوں کے نہ الفاظ پر غور کیا نہ صیغوں پر توجہ دی اور نہ صورت حال کو سامنے رکھا۔بہرحال اگر یہ حضرات اپنے چالو قسم کے معنی کے ساتھ الفاظ اور صیغوں پر غور کرتے تو معنی یہ ہوتے کہ ''تم پر سخت آندھیاں آچکی ہیں'' یا یہ کہ ''تم پر پتھریوں کو اُڑانے والی ہوا چل چکی ہے'' یا یہ کہ ''تم پر پتھراؤ ہو چکا ہے'' اور یہ کہ ''تم میں کوئی اصلاح کرنے والا باقی نہیں رہا ہے''۔

اور اگر ایسا ہو چکا ہوتا تو یہ سب کے سب مر چکے ہوتے۔چونکہ وہ زندہ تھے اسلئے ان دونوں نے ان جملوں کو بددعا کے معنی میں لکھا ہے۔لیکن یہ دعا یا بددعا ہرگز پوری نہیں ہوئی یعنی ان پر پتھریلی آندھی کبھی نہیں چلی۔اور ان میں اصلاح کرنیوالے برابر باقی رہے۔لہٰذا یہ دونوں ترجمے محض بکواس ہیں۔پھر ان دونوں نے استعمال شدہ الفاظ کے معنی پر بھی غور نہیں کیا ہے۔جس طرح الفاظ 1۔حَصَبَ۔ 2۔حَصْبًا۔3۔حَاصِبٌ۔

Presented by Ziaraat.Com

حَوَاصِبُ ۔4۔ حَصَّبَ ۔5۔ مَحْصُوبٌ کے معنی پتھریاں اور پتھر ملتے ہیں ویسے ہی ۔6۔ حَصَی ۔7۔ حَصْیًا ۔8۔ حُصِیَ ۔9۔ مَحَصِّی ۔ 10۔ حَصَاۃ کے معنی میں بھی پتھریاں، کنکریاں اور پتھر ملتے ہیں ۔ ان دونوں نے الفاظ کے ان دونوں سلسلوں میں فرق کیوں نہ کیا؟ پھر جس طرح پہلے سلسلے کے معنی میں ۔1۔ دوڑنے میں جلدی کرنا ۔2۔ منہ موڑنا اور سرکشی کرنا ۔3۔ لکڑی آگ میں ڈالنا، 4۔ چیچک نکل آنا، 5۔ کھانے دانے کی تلاش میں جنگلوں یا صحراؤں میں نکل جانا ۔ لاتعداد آدمیوں کا غول یا گروہ (Numerous Company of Men) بھی ملتے ہیں اور دوسرے سلسلے میں بھی پتھروں کے علاوہ ۔1۔ روکنا منع کرنا، 2۔ انتڑیوں کا درد ۔3۔ بچانا بچا لینا ۔4۔ شمار کرنا، گننا، حساب لگانا، 5۔ یاد رکھنا، حافظہ میں رکھنا ۔6۔ شامل کرنا، ملانا، 7۔ قلمبند کرنا ۔8۔ عقل، رائے، ذہن ۔ فہم ۔ ادراک وغیرہ بھی ملتے ہیں ۔ ان دونوں نے ان معنی میں سے موزوں ترین معنی کیوں اختیار نہ کئے؟ لہٰذا حقیقت یہ ہے کہ یہ لوگ نام نہاد علما ہیں، جہلا میں آیت اللہ اور حجت اللہ اور امام بنے رہتے ہیں ۔ لیکن ہمارے یہاں یہ لوگ جُہلا اور یتیمانِ عقل کہلاتے ہیں ۔ یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے اور جن کے سلسلے کے علما نے امت کو گمراہ کیا اور جاہل رکھا ہے ۔

لہٰذا یاد رکھیں کہ ہمارے ترجمہ پر قواعد کی رُو سے اعتراض کر دینا ان جہلا کے حدود اربعہ سے باہر ہے ۔ وہاں فرمایا یہ گیا ہے کہ:

آج تمہاری گمراہی اس مقام پر پہنچی ہوئی ہے جو بے شمار گمراہ کرنے والے لوگوں، بہکانے والے اشخاص اور صراط مستقیم سے ڈگمگا دینے والے راہنماؤں کی تعلیم و تربیت کے بعد ہونا چاہیے ۔ گویا تم پر گمراہی کی آندھیاں اور بگولے گمراہ کن پتھروں سے چاند ماری کرتے رہے ہوں ۔ اور تمہیں جھنجھوڑ جھنجھوڑ کر الٹی سیدھی دوڑ لگوا کر کے بعد دیگرے اغوا کرنے والوں نے چکر پر چکر دیئے ہوں اور تم سب کا سر گھوم رہا ہو کہ کسی کو یہ ہوش ہی نہ ہو کہ کون سی سمت کدھر ہے ۔ ایسی صورت میں نہ تم کسی کی صحیح بات سمجھ سکتے ہو اور نہ صحیح و غلط میں تمیز کر سکتے ہو (خطبہ 52، جملہ 1، 2) یعنی تم تو ایمان و جہاد و معیتِ رسولؐ کو بالائے طاق رکھ چکے ہو ۔ تم اپنے خارجی چکروں میں کفر و ایمان اور حق و ناحق کو اپنے راہنما شیطان معاویہ کی بھینٹ چڑھا چکے ہو (خطبہ 52، جملے 3، 4) اگر تمہاری سمجھ میں یہ بات آجائے تو فوراً الٹے پاؤں اسی حق کی طرف پلٹ جاؤ جسے ترک کر کے یہاں تک پہنچے ہو اور اپنے سروں کو زور زور سے گھماؤ اور چکروں سے باہر نکلو اور شر و فساد کی اس روش کو خیر باد کہہ دو (خطبہ 52، جملے 5، 6) ورنہ یاد رکھو کہ تمہارا بہت بُرا حال ہوگا ۔ ذلیل و خوار ہوتے رہو گے ۔ تمہیں چُن چُن کر قتل و غارت کیا جاتا اور ثواب سمجھا جاتا رہے گا (خطبہ 52، جملے 7 تا 9)

Presented by Ziaraat.Com

مفتی جعفر حسین: خطبہ نمبر: 125

علی نقی طهرانی: خطبہ نمبر: 127

خُطبه ﴿53﴾

''خارجیوں کے متعلق فیصلہ کُن خطبہ''

1۔ایک شخص کے کفر پر دوسروں کو کافر سمجھنا غلط ہے۔2۔جرم کی سزادی جائے گی انسانی واسلامی حقوق سے محروم نہیں کیا جائے گا۔

3۔تم شیطانی مقاصد کے لئے سازش کررہے ہو۔4۔علیؑ کے متعلق دوقسم کے لوگ تباہ ہوں گے تیسری قسم نجات پائے گی۔

5۔تفرقہ ڈالنے والا خواہ میرا عمامہ پہن کر آئے قتل کرڈالو۔6۔قرآن کی اطاعت ہرحال میں لازم ہے۔

7۔تمہاری ہی جماعت نے جنگ بندی کی، تم ہی نے حکم مقرر کیئے، تم ہی نے خودرائی سے کام لیا تھا۔

8۔تمام خرابیوں کی اصلاح کے لئے ان پر قرآن مسلط کردیا گیا۔مگر قرآن کو ترک کردیا گیا اور حق کو چھوڑ کر قومی مصلحت پر عمل کیا گیا۔

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

فَـاِنۡ اَبَيۡتُـمۡ اِلَّا اَنۡ تَـزۡعُـمُـوۡا اَنِّـیۡ اَخۡـطَـاۡتُ وَضَلَلۡتُ فَلِمَ تُضَلِّلُوۡنَ عَامَّةَ اُمَّةِ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيۡهِ وَآلِهٖ بِضَلَالِیۡ ؟	1	اگر تمہیں مجھ سے اس بنا پر مخالفت ہے کہ تمہارے زعم باطل میں میں نے خطا کی ہے اور میں گمراہ ہوگیا ہوں؟ تو میری گمراہی کی بنا پر تمام امت محمدؐیہ کو کیوں گمراہ سمجھتے ہو؟
وَتَاۡخُذُوۡنَهُمۡ بِخَطَائِیۡ ؟	2	اور میری خطا پر ان سے کیوں مواخذہ کرتے ہو اور کیوں گنہگار سمجھتے ہو؟
وَتُكَفِّرُوۡنَهُمۡ بِذُنُوۡبِیۡ ؟	3	اور گناہ تو میرا کہتے ہو اور کافران سب کو قرار دیتے ہو؟
سُيُوۡفُكُمۡ عَلٰى عَوَاتِقِكُمۡ تَضَعُوۡنَهَا مَوَاضِعَ الۡبُرۡءِ وَالسُّقۡمِ ؛	4	برہنہ تلواریں کاندھوں پر اُٹھائے پھرتے ہو اور انہیں تندرستوں پر بھی چلاتے ہو اور بیماروں کو معذور بھی کہتے ہو اور انہیں تلواریں بھی مارتے ہو
وَتَخۡلِطُوۡنَ مَنۡ اَذۡنَبَ بِمَنۡ لَمۡ يُذۡنِبۡ ؟	5	اور گنہگاروں کو بے قصور لوگوں میں ملاکر دونوں کو سزادیتے ہو۔
وَقَدۡ عَلِمۡتُمۡ اَنَّ رَسُوۡلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰه عَلَيۡهِ وَآله رَجَمَ الزَّانِیَ الۡمُحۡصَنَ ثُمَّ صَلّٰى عَلَيۡهِ ؛	6	اور تمہیں یقیناً یہ معلومات حاصل ہو چکی ہیں کہ رسولؐ اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم زنا کرنے والوں کو سنگسار کرتے تھے۔اگر وہ شادی شدہ ہوکر زنا کرتے تھے، پھر بعد میں ان کی نماز جنازہ بھی پڑھا کرتے تھے۔
ثُمَّ وَرَّثَهٗ اَهۡلَهٗ ؛	7	پھر اس کے اھل وعیال کو اُس کا ورثہ بھی دیا کرتے تھے۔

Presented by Ziaraat.Com

وَقَطَعَ السَّارِقَ وَجَلَّدَ الزَّانِیَ غَیْرَ الْمُحْصَنِ ثُمَّ قَسَّمَ عَلَیْهِمَا مِنَ الْفَیْءِ وَنَكَحَا الْمُسْلِمَاتِ؛	8	چوروں کے ھاتھ کاٹتے تھے اور غیر شادی شدہ زانیوں کو کوڑے لگایا کرتے تھے اور پھر اُن کو مال فے بھی تقسیم کرتے تھے اور مسلمان عورتوں سے اُن کے نکاح بھی کرتے تھے۔
وَقَتَلَ الْقَاتِلَ وَوَرَّثَ مِیْرَاثَهُ اَهْلَهُ ؛	9	اور قتل کرنے والے قاتلوں کو قتل کی سزا دیا کرتے تھے اور ان کی میراث ان کے اہل وعیال میں دیا کرتے تھے۔
فَاَخَذَهُمْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰه عَلَیْهِ وَآلِهٖ بِذُنُوْبِهِم ؛	10	چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ ان کو ان کے جرائم پر ماخوذ کرتے تھے۔
وَاَقَامَ حَقَّ اللّٰهِ فِیْهِمْ ؛	11	اور ان میں اللہ کے حقوق قائم رکھتے تھے۔
وَلَمْ یَمْنَعْهُمْ سَهْمَهُمْ مِنَ الْاِسْلَامِ ؛	12	اور ان مجرموں کو سزا کے بعد اسلامی حقوق سے محروم نہ کرتے تھے۔
وَلَمْ یُخْرِجْ اَسْمَآءَ هُمْ مِنْ بَیْنِ اَهْلِهٖ ؛	13	اور مجرموں کے ناموں کو سزا دینے کے بعد ان کے اہل وعیال و خاندان سے ساقط نہ فرماتے تھے۔
ثُمَّ اَنْتُمْ شِرَارُ النَّاسِ وَمَنْ رَّمٰی بِهِ الشَّیْطَانُ مَرَامِیَهُ ؛	14	پھر تمہارا تو پوری نوع انسان سے زیادہ شریر ہونا اور ابلیس کا ایسا آلہ کار ہونا ثابت ہو گیا جسے اس نے اپنے مقاصد کو پورا کرنے کیلئے چھوڑا ہوا ہو۔
وَضَرَبَ بِهٖ تِیْهَهُ ؛	15	اور جس کے ذریعہ سے گمراہی اور حیرت پھیلا رہا ہو۔
وَسَیَهْلِکُ فِیَّ صِنْفَانِ :	16	میرے ساتھ تعلق رکھنے والے دو قسم کے لوگوں کی آخرت برباد ہو جائیگی۔
مُحِبٌّ مُّفْرِطٌ یَّذْهَبُ بِهِ الْحُبُّ اِلٰی غَیْرِ الْحَقِّ ؛	17	محبت کی حدود سے پار نکل جانے والا شخص جسے اسکی محبت باطل کی طرف گھسیٹ لے جائے۔
وَمُبْغِضٌ مُّفْرِطٌ یَّذْهَبُ بِهِ الْبُغْضُ اِلٰی غَیْرِ الْحَقِّ ؛	18	اور بغض رکھنے میں حدود فراموش شخص جسے اسکا بغض باطل کی طرف گھسیٹ کر لے جائے۔
وَخَیْرُ النَّاسِ فِیَّ حَالاً النَّمَطُ الْاَوْسَطُ فَالْزَمُوْهُ ؛	19	ساری نوع انسان سے بہتر میرا چاہنے والا وہ شخص ہے جو راہِ اعتدال اختیار کئے رہے۔ لہذا تم اسی راہ اعتدال کو لازم کرلو۔
وَالْزَمُوْا السَّوَادَ الْاَعْظَم ؛	20	اور عظیم الشان جماعت کے ساتھ رہنا لازم کرلو۔ یعنی گھٹیا اور غیر اہم لوگوں سے الگ رہو۔
فَاِنَّ یَدَ اللّٰهِ عَلَی الْجَمَاعَةِ ؛	21	چنانچہ یقیناً اللہ کا ہاتھ اسی خاص جماعت پر رہتا ہے یعنی منتشر الحال لوگوں

Presented by Ziaraat.Com

		کو ناپسند کرتا ہے۔
وَاِیَّاکُمْ وَالْفُرْقَةَ ؛	22	خبردار تفرقہ سے بچ کر رہو۔
فَاِنَّ الشَّاذَّ مِنَ النَّاسِ لِلشَّیْطَانِ ؛	23	انسانوں سے بچھڑ کر رہنے والا آدمی شیطان کے قابو میں آ جاتا ہے۔
کَمَا اَنَّ الشَّاذَّ مِنَ الْغَنَمِ لِلذِّئْبِ ؛	24	جیسا کہ ریوڑ سے بچھڑی ہوئی بھیڑ ہو یا بکری بھیڑیئے کا لقمہ بن جاتی ہے۔
اَلَامَنْ دَعَااِلٰی هٰذَاالشِّعَارِ فَاقْتُلُوْهُ وَلَوْکَانَ تَحْتَ عِمَامَتِیْ هٰذِهٖ ؛	25	خبردار ہو کر سنو کہ جو کوئی تمہیں تفرقہ اور فرقہ بندی کی دعوت دے اسے قتل کر ڈالو خواہ وہ میرے نام سے دے اور میرا یہ عمامہ پہن کر آئے۔(یعنی جن لوگوں نے تمہاری یا شام والوں کی جماعتیں اور فرقے بنائے ہیں وہ سب واجب القتل ہیں)۔
وَاِنَّمَا حُکِّمَ الْحَکَمَانِ لِیُحْیِیَا مَا اَحْیَا الْقُرْاٰنُ ؛	26	اور حقیقت صرف اس قدر ہے کہ دونوں ثالثوں کو یہ حکم تھا کہ جسے قرآن زندہ رکھتا ہو اس کے زندہ رکھنے کا حکم نافذ کریں گے۔
وَیُمِیْتَا مَااَمَاتَ الْقُرْاٰنُ ؛	27	اور جسے قرآن مارے اسے موت کے گھاٹ اتاریں گے۔
وَاِحْیَاؤُهُ الْاِجْتِمَاعُ عَلَیْهِ ؛	28	اور قرآن کا زندہ کرنا یہ ہے کہ قرآن کے حکم پر اتفاق کر لیا جائے۔
وَاِمَاتَتُهُ الْاِفْتِرَاقُ عَنْهُ ؛	29	اور قرآن کا مارنا یہ ہے کہ قرآن کے حکم پر اتفاق نہ کیا جائے۔
فَاِنْ جَرَّنَا الْقُرْاٰنُ اِلَیْهِمُ اتَّبَعْنَاهُمْ ؛	30	چنانچہ اگر قرآن ہمیں ان کی طرف کھینچے تو ہمیں ان کی پیروی کرنا ہوتی۔
وَاِنْ جَرَّهُمْ اِلَیْنَا اتَّبَعُوْنَا ؛	31	اگر قرآن نے ان کو ہماری طرف کھینچا تو ان کو ہماری پیروی کرنا پڑتی۔
فَلَمْ اٰتِ .لَااَبَالَکُمْ بُجْرًا ؛	32	چنانچہ اے نامعلوم باپوں کی اولادو، میں نے کوئی گڑ بڑ نہیں کی تھی۔
وَلَاخَتَلْتُکُمْ عَنْ اَمْرِکُمْ ؛	33	اور نہ ہی تمہیں تمہاری راہ سے ہٹانے کے لئے کوئی چکر دیا تھا۔
وَلَا لَبَّسْتُهُ عَلَیْکُمْ	34	اور نہ تمہارے ساتھ کوئی دھوکہ بازی کی ہے۔
اِنَّمَا اجْتَمَعَ رَاْیُ مَلَئِکُمْ عَلٰی اِخْتِیَارِ رَجُلَیْنِ ؛	35	اس کے سوا اور کوئی خرابی نہیں ہوئی کہ تمہارے مُلّانوں کا اجماع اس پر ہو گیا کہ دو حکم اختیار کئے جائیں۔
اَخَذْنَا عَلَیْهِمَا اَنْ لَّایَتَعَدَّیَا الْقُرْاٰنَ فَتَاهَاعَنْهُ	36	ہم نے تو تمہارے مُلّاؤں کے غلط اقدامات کو درست کرنے کے لئے ان دونوں حکموں سے یہ عہد لیا تھا کہ وہ دونوں قرآن سے تجاوز نہ کریں گے مگر ان دونوں نے قرآن کی مخالف راہ اختیار کر لی۔
وَتَرَکَا الْحَقَّ وَهُمَا یُبْصِرَانِهٖ ؛	37	اور ان دونوں نے جان بوجھ کر دیکھتے بھالتے حق کو ترک کر دیا۔

Presented by Ziaraat.Com

وَكَانَ الْجَوْرُ هَوَا هُمَا فَمَضَيَاعَلَيْهِ ؛	38	ان دونوں کی قلبی وقومی خواہش ہی حق تلفی پر قائم تھی چنانچہ انہوں نے اسی پر عمل کیا۔
وَقَدْ سَبَقَ اسْتِثْنَاؤُنَا عَلَيْهِمَا فِي الْحُكُومَةِ بِالْعَدْلِ وَالصَّمْدِ لِلْحَقِّ سُوْءَ رَايِهِمَا ؛	39	اور ہم نے ان پر پہلے ہی سے یہ قرآنی پابندی عائد کردی تھی کہ وہ اپنے فیصلے اور حکم کو قرآنی عدل وانصاف کے ماتحت رکھتے ہوئے حق کا مقصد پیش کریں گے۔اور بدنیتی بے راہ روی اور اپنی ذاتی رائے کو داخل نہ کریں گے۔
وَجَوْرَ حُكْمِهِمَا ؛	40	اور اپنے حکم میں جوروستم روانہ رکھیں گے"۔

تشریحات:

روزمرہ اور ہمیشہ مدّنظر رکھے جانے والا قاعدہ۔

فی الحال خارجیوں اور قریشیوں کونظرانداز کرکے اِس خطبے کے ابتدائی تیرہ جملوں سے یہ قاعدہ اوراصول سمجھ لینا چاہئے کہ مسلمان ہوں یا کوئی اور مذہب ومسلک ہواس کے عوام پر وہ حکم نہیں لگانا چاہئے جوان کے علماء، دانشوروں، لیڈروں اور بانیوں پر عائد ہوتا ہے۔اور ساتھ ہی انہیں اس مذہب ومسلک کے افراد ماننا چاہئے جوان کے علماء کا دعویٰ ہے۔اس لئے کہ عوام وہی کچھ کہا کرتے ہیں جواُن کے علماء بتاتے ہیں۔یعنی مسلمانوں کے عوام کومسلمان مان کران سے مسلمانوں ایسا سلوک لازم ہے۔یعنی ان کوستانا،طعن وطنزکرنا ان کے سچے یا جھوٹے،اچھے یابُرے مسلّمہ بزرگوں کی توہین کرکے ان کا دل دکھانا جائزنہیں ہے انہیں دائرہ اسلام سے خارج کہنا یا کرنا بھی گناہ ہے۔البتہ حق بیان کیجئے اور یہ سمجھ کر بیان کیجئے کہ سننے والوں سے حق کوتسلیم کرانا ہے ان کی توجہات کو جذب رکھنا ہے انہیں باطل کی محبت سے آزاد کرنا ہے۔ساری گفتگو اپیلوں کی صورت میں بدلتی چلی جانا چاہئے ان کی شرافت کوابھارکرشرافت کا ثبوت دینے پر آمادہ کرنا ہے۔طعن وطنز یہاں بھی اُلٹ کرپیش کرنا چاہئے تاکہ بلا کہے انہیں مجرموں پر غصہ آئے۔البتہ ان لوگوں کو جھٹکا دینا جائز ہے جوصلح پسندانہ اور اپیلنگ لب ولہجہ کے باوجود بلاضرورت چبھتی ہوئی باتیں کریں۔انہیں ایسا سبق دیجئے کہ وہ ان کے لئے لاجواب ہوجائے اور قدم قدم پرتم انہیں یادآؤ اورتمہاری ہربات ان کے باطل عقائد پر بجلیوں کا کام کرے اور کرتی چلی جائے۔

2۔قریشی اور خارجی منصوبوں پر حضرت علیؑ کی بصیرت

سابقہ خطبوں کی تشریحات میں وہ تمام تفصیلات بیان ہوچکی ہیں جن سے قریش کے ہر منصوبے کوذلت انگیز وشرمناک شکست دی گئی ہے۔یہاں برسبیل تذکرہ پھر سے سن لیں۔کہ معاویہ اور عمروعاص نے اپنی اور اپنی افواج کی جان بچانے کے لئے قرآن کی دہائی دینے کے لئے نیزوں پر قرآن اور قرآن کی آڑ میں پتھر بلند کرادیئے۔حضرت علی علیہ السلام کی فوج میں کثرت ان قریشی قسم کے مسلمانوں کی تھی جو حضرت علیؑ کو چوتھے نمبر کا اور قریش ہی کا ایک خلیفہ مانتی تھی۔انہیں حضرت علیؑ کی حقیقی یعنی قرآنی پوزیشن کا علم تو کہاں سے ہوتا وہم تک بھی نہ ہوا تھا۔اس لئے کہ ان کے سامنے وہی قرآن آیا تھا جوقریشی علما اور لیڈروں نے معنی ومفاہیم بدل کر(مائدہ 5/41) قرآن کو مجبور کرکے(فرقان 25/30)اور قرآن

Presented by Ziaraat.Com

کو جھوٹی کہانیوں میں بدل بدل کر (انعام 6/66) دل نشین کرایا تھا۔ بہر حال ان کے نزدیک جزدانوں میں لپٹا ہوا قرآن بھی حضرت علیؑ سے اور حضرت کے احکام سے زیادہ قیمتی تھا لہٰذا فوج کی کثرت نے تلوار روک لی اور حضرت علیؑ کے سمجھانے کا ذرہ برابر اثر نہ لیا اور تلواریں کھینچ کر انہیں مجبور کیا کہ وہ حضرت مالک اشتر کو بلا کر جنگ روکنے کا حکم دیں۔ جنگ رکوانے ہی پر فوج نے اکتفا نہ کی بلکہ صلح کا معاہدہ لکھوانے پر بھی مجبور کیا۔ اور یہی نہیں بلکہ حضرت علی علیہ السلام کو اپنی پسند کا ثالث مقرر کرنے سے بھی روک دیا۔ پھر یہ بھی کیا کہ خود اپنی پسند کا ایک ایسا شخص ثالث مقرر کرا لیا جو حضرت علیؑ سے باغی تھا اور جنگ جمل وغیرہ کو ناجائز قرار دیتا تھا۔ یعنی ہر وہ کوشش اور عمل کیا گیا جس سے نہ صرف معاویہ کو ہر قسم کا فائدہ پہنچے اور حضرت علیؑ کا نقصان ہو بلکہ یہ بھی کہ بعد میں معاویہ حق بجانب اور حضرت علی محققین کے نزدیک باطل ثابت ہو جائیں۔ اور خلافت بلا کسی دقت کے حضرت علیؑ کے ہاتھوں سے نکل کر معاویہ کو پہنچ جائے۔ اور حضرت علیؑ ایک مجبور و مقہور و مجرم کی طرح سر اُٹھا کر بات کرنے کے قابل بھی نہ رہیں۔

یہی منصوبہ ہے جو حضرت علی علیہ السلام کی بیعت ہو جانے کے بعد عائشہ، حفصہ، طلحہ، زبیر اور معاویہ نے باقی دانشورانِ قریش کے مشورے سے بنایا تھا۔ اور اسی طرح دو محاذ بنائے گئے تھے جس طرح رسولؐ اللہ کے خلاف بنائے تھے۔ ایک محاذ کھل کر مخالفت کرنے والا اور ضرورت کے وقت تیغ بکف میدان میں آنے والا اور دوسرا خاموش محاذ جو حضرت علیؑ کے ساتھ صحابہ اور دوست بن کر رہنے والا تھا۔ ان دونوں محاذوں نے اپنا اپنا کام نہایت حسن وخوبی سے یا قریشی بصیرت کے ساتھ انجام دیا اور بار بار ایسے مواقع پیدا کئے جہاں ان کی اسکیم کے مطابق حضرت علی علیہ السلام بے بس ہو کر رہ جاتے مگر حضرت علیؑ نے سو فیصد اسلامی معیار برقرار رکھتے ہوئے بھی انکی ہر اسکیم اور ہر چال کو مکڑی کے جالے کی طرح لپیٹ کر رکھ دیا۔ جنگ صفین کے مہلک ترین نتیجہ کو صرف ایک قرآنی شرط سے پیٹ کر رکھ دیا۔ یعنی سب کچھ قریش کے حق میں ہوتے ہوئے ان کو مات ہو گئی یعنی حضورؑ نے ثالثوں کو قرآنی فیصلہ نافذ کرنے کا پابند کر دیا (خطبہ 53، جملے 39۔40) یہاں قریش کے نمائندگان، معاویہ، دونوں ثالث اور افواج کی کثرت کے لئے دو شدید ترین اور مہلک ترین مشکلیں سامنے تھیں۔ اول وہ قرآن اٹھائے ہوئے قرآنی حکم ماننے سے انکار نہیں کر سکتے تھے۔ ورنہ قرآن کا اٹھانا کھلا فریب ثابت ہو جاتا اور حضرت علی علیہ السلام کی تصدیق ہو جاتی اور جنگ دوبارہ شروع ہو جاتی اور معاویہ اور اس کی افواج تہہ تیغ ہو جاتے۔ دوسری مشکل یہ تھی کہ اگر یہ مان لیں کہ فیصلہ قرآن سے کیا جائے گا تو قرآنی فیصلہ حضرت علیؑ کے حق میں نکلے گا۔ جس کے بعد نہ صرف حضرت علیؑ بدستور خلیفہ رہنا تھے اور معاویہ کو ملک شام حضورؑ کے حوالہ کر کے بیعت کرنا پڑے گی۔ ورنہ ساری مملکت اسلامیہ مع ملکِ شام حضرت علی علیہ السلام کی زیر قیادت دوبارہ جنگ کے مجاز ہو جائیں گے اور اب ان کے سامنے گنتی کے چند ہزار قریشی ہوں گے اور حضرت علیؑ اس قوم کی جڑیں تک کھود کر پھینک دیں گے۔ لہٰذا انہیں ماننا پڑا کہ حکمین قرآن سے فیصلہ کریں گے۔ چنانچہ معاہدہ صلح لکھا گیا جو سراسر معاویہ اینڈ کمپنی کے لئے تباہ کن تھا۔ اس لئے ضروری تھا کہ فیصلہ سنانے کے لئے زیادہ سے زیادہ وقت حاصل کیا جائے۔ چنانچہ جس طرح ہر بات حضرت علیؑ سے کثرت نے جبراً منوالی تھی اسی طرح فیصلے کے لئے ایک سال کی مدت بھی منوالی گئی۔ لیکن حضرت علی علیہ السلام نے اس طویل مدت کو اس لئے مفید سمجھا کہ ایک سال کی مدت میں امت کے تمام افراد حق و باطل میں فرق کر لیں گے اور مملکت کے اِس کنارہ سے اُس کنارے تک تمام مسلمانوں کی نظر اس فیصلہ پر جمی رہے گی اور قریشی مفاد کا تقاضا ہوگا کہ فیصلہ قرآن سے کرنے کے بجائے کوئی دوسری راہ نکالی جائے جسے سارے مسلمان فوراً قرآن کے خلاف کہہ کر دل سے ٹھکرا سکیں گے۔ اگر معاویہ اینڈ کمپنی زیادہ مدت نہ مانگتی اور چند روز میں فیصلہ کر دیا جاتا تو ساری مملکت میں صحیح فیصلہ آناً فاناً نہ پہنچ سکتا تھا اور قریشی محاذ اسے مختلف صورتوں میں اَدل بدل کر مشہور کر سکتا تھا۔ یوں جنگ تو رک گئی اور معاویہ کو مہلت بھی مل گئی

Presented by Ziaraat.Com

لیکن حق کو چھپایا نہ جاسکا اور حضرت علی علیہ السلام کو اس کے سوا اور کسی چیز کی نہ پرواہ تھی نہ احتیاج کہ حق قدم قدم پر واضح ہوتا رہے۔ یہ تھی حضورؐ کی بصیرت جس کے سامنے قریش عہدِ رسولؐ سے لے کر جنگِ صفین تک اور جنگ صفین سے لے کر 329ھ تک سرنگوں وخاک بر سر رہتے چلے گئے اور حق واضح وثابت ہوتا چلا گیا۔ لفظ خارجی بھی قریش کے ایک منصوبہ کا نام ہے اور اس منصوبے نے بھی پلٹ کر حضرت علیؑ سے ہزاروں گنا زیادہ نقصان قریش ہی کو پہنچایا تھا اور حضرت علی علیہ السلام نے تو نہایت اطمینان سے اپنے چاروں طرف جمع رہنے والوں کو بتا دیا تھا کہ میرے بعد تم خارجیوں کو نہ قتل کرنا نہ ان سے جنگ کرنا اس لئے کہ وہ تمہارے لئے ڈھال اور سپر یعنی حفاظت کا سامان بن جائیں گے اور تمہارے دشمنوں کے لئے وبالِ جان ہو جائیں گے۔

3۔ حضرت علیؑ کا مدّ مقابل جو بھی تھا وہ باطل پرست تھا۔

یہ ایک مسلّمہ حقیقت ہے کہ اسلام میں جتنے فرقے وجود میں آئے ان کی بنیاد میں حضرت علی علیہ السلام کی ذاتِ پاک ہے۔ آپؑ ہی وہ محور ہیں جن کے چاروں طرف اسلام اور اسلامی فرقے گھومتے ہیں اور جن علمائے اسلام میں ذرہ برابر بھی حق پرستی تھی انہوں نے بھی اس حقیقت کو تسلیم کیا ہے اور جن میں قریشیت کی خُو بُو اور عصبیت تھی انہوں نے بہت سے پردے ڈال کر اُس حقیقت سے بچ کر گزر جانے کی کوشش کی ہے۔ مثلاً

(الف) حقیقت سے کترا کر گزرنے والے علماء میں مودودی صاحب

علامہ صاحب حقائق کو چھپانے میں بھی علامہ ہیں۔ اپنی کتاب خلافت وملوکیت میں یہ عنوان قائم کرتے ہیں کہ:۔

''مسلمانوں میں مذہبی اختلاف کی ابتدا اور اس کے اسباب''

عنوان کی رُو سے علامہ کو لازم تھا کہ وہ ''پہلا اختلاف'' دکھاتے اور پہلے فرقہ کا ذکر سامنے لاتے۔ اور اس پر ایسی سند پیش کرتے جسے افسانہ یا خود ساختہ کہانی کہنا ناممکن ہو جاتا۔ مگر قریشی علما کا دار ومدار ہی ان افسانوں پر ہوتا ہے جو قریشی حکومتوں نے حقیقی اسلام اور حقیقی تاریخ پر پردہ ڈالنے اور ساری دنیا کو فریب دے کر اپنے برسرِ حق ہونے کیلئے کئی صدیوں کی محنت سے تیار کرائے تھے۔ بہر حال ان کا بیان سامنے لایئے۔ وہ لکھتے ہیں کہ:

(ب) خلافتِ راشدہ کا زوال امت مُسلمہ کے اندر اختلافات سے ہوا تھا۔

> خلافتِ راشدہ کا زوال جن حالات اور جن اسباب سے ہوا ان کے نتائج میں سے ایک اہم نتیجہ یہ بھی تھا کہ اُمت مسلمہ کے اندر ''مذہبی اختلافات'' رُونما ہوگئے۔ پھر اُن مذہبی اختلافات کو جس چیز نے جمنے اور مستقل فرقوں کی بنیاد بننے کا موقع دے دیا وہ بھی اس کے سوا کچھ نہ تھی کہ نظام خلافت اپنی اصلی شکل پر قائم نہ رہا تھا۔ کیونکہ ملوکیت کے نظام میں سرے سے کوئی ایسا بااختیار اور معتمد علیہ ادارہ موجود ہی نہ تھا جو اختلافات کے پیدا ہو جانے کی صورت میں ان کو بروقت صحیح طریقے سے حل کر دیتا''۔ (خلافت وملوکیت صفحہ 209)

آپ علامہ کا بیان پڑھتے چلے جایئے آپ کو کہیں وہ مذکورہ بالا حالات واسباب نہ ملیں گے۔ جن کے بہت سے نتائج میں سے ایک نتیجہ امت مسلمہ میں مذہبی اختلاف پیدا کرتا ہے۔ حالانکہ علامہ کو اپنی بات ان ہی حالات اور اسباب کو سامنے لانے کے بعد کرنا تھی۔ اس طرح انکے قارئین حقیقتِ حال تک پہنچنے کی راہ پا لیتے اور یہ سوال اٹھ کھڑا ہوتا کہ وہ حالات کیوں پیدا ہوئے؟ اور کس نے پیدا کئے؟ لہٰذا اُمت میں مذہبی اختلاف پیدا کرنے کا مجرم وہی شخص یا اشخاص ہوتے جنہوں نے مولانا کے مذکورہ حالات واسباب پیدا کئے تھے۔ اور اس طرح مجرم یا مجرمین کا وجود خلافت راشدہ کے دوران ثابت ہو جاتا۔ اور یہی وہ نکتہ ہے جسے تمام قریشی علما وعلامہ چھپانا چاہتے ہیں اور کھینچ کھانچ کر ملوکیت کے گورکھ

دھندے میں مسلمانوں کو الجھانا چاہتے ہیں اور اپنے تمام بیانات اور تحقیقات و مباحث کو قریشی افسانوں کے زیر سایہ چلاتے اور فریب پر فریب دیتے چلے جاتے ہیں۔

(ج) حقیقت کے ذرا سا قریب آنے والے قریشی عالم۔ علامہ احمد امین مصری اپنی کتاب فجر الاسلام میں یہ عنوان قائم کر کے لکھتے ہیں کہ:

ساتواں باب ''مذہبی فرقے''

''خلافت کا مسئلہ وہ پہلا مسئلہ تھا جس کی بنیاد پر مسلمانوں میں اختلافات نے شدت اختیار کر لی تھی۔ مسلمانوں کی آراء اس مسئلے میں باہم مختلف ہوتی چلی گئیں اور اس اختلاف کی بنیاد پر عصر اول میں اسلام کے اہم ترین فرقوں نے جنم لیا''۔ (فجر الاسلام صفحہ 710)

ہمارے لئے یہ بیان کافی ہے۔ اس کے بعد احمد امین بھی قریشی افسانوں پر دارومدار رکھتے، اپنے مذہب کو بچاتے اور اپنے قارئین کو بہکاتے چلے گئے ہیں۔ بہرحال یہ ثابت ہو گیا کہ تمام اہم فرقوں کو وجود میں لانے والا اختلاف مسئلہ خلافت کا اختلاف ہے۔ خلافت میں اختلاف کرنے والے فرقہ ہی کو شیعہ کہا جاتا ہے۔ مسلمانوں کے باقی تمام فرقے ابوبکر و عمر و عثمان کو برحق خلیفہ مانتے ہیں ان میں خلافت پر کوئی اختلاف نہیں ہے۔ اور جس کی خلافت پر اختلاف ہے وہ حضرت علی علیہ السلام ہیں۔ اور یہی ہمارے عنوان (۳) کی بنیاد و مقصد ہے۔ اور ان کے بیانات سے قریش کی ہر اسکیم اور ہر منصوبہ ساری دنیا کے سامنے آسان اور سادہ زبان میں لکھا ہوا موجود ہے۔ یہ بھی واضح ہے کہ قریش نے کن ہتھکنڈوں سے حضرت علی علیہ السلام کو خلافت و وراثت سے محروم کیا اور یہ بھی واضح ہے کہ جب زور دروں اور قدرت کے دباؤ سے خلافت دوڑ کر ان کے قدموں میں سجدہ ریز ہو گئی تو قریش کے پس ماندہ لیڈروں نے کن کن شرمناک و ابلیسی داؤ پیچ سے دوبارہ ان سے حکومت چھین لینے کی کوشش کی، انہیں ملعون و باغی قرار دیا اور لعنت بھجوائی اور ان کی نسل کے بچہ بچہ کو تہہ تیغ کر دیا۔ اور ان حقائق کو چھپانے ہی کا نام اہل سنت ہے۔ بہرحال نہج البلاغہ میں حضور علیہ السلام نے اور بیان الامامت میں ہم نے خطبات کی تشریحات میں بڑی تفصیل کے ساتھ اور قرآن کریم کے واضح الفاظ میں قریشی سازش کو کھول کر رکھ دیا ہے اور قاری خواہ قریش اور قریشی لیڈروں اور راہنماؤں کا پہلے سے پرستار ہی کیوں نہ ہو ہمارے ساتھ متفق رہتا چلا جاتا ہے۔ اور حقیقی راہنماؤں کا پرستار بن جاتا ہے۔ سنئے اور بتایئے۔

(د) اگر ہو سکے تو انکار کیجئے اللہ فرماتا ہے کہ: کَمَآ اَخۡرَجَکَ رَبُّکَ مِنۡ بَیۡتِکَ بِالۡحَقِّ وَاِنَّ فَرِیۡقًا مِّنَ الۡمُؤۡمِنِیۡنَ لَکٰرِهُوۡنَ O یُجَادِلُوۡنَکَ فِی الۡحَقِّ بَعۡدَ مَا تَبَیَّنَ کَاَنَّمَا یُسَاقُوۡنَ اِلَی الۡمَوۡتِ وَهُمۡ یَنۡظُرُوۡنَ O (انفال 6-8/5)

علامہ رفیع الدین مرحوم کا قدیم اردو ترجمہ:

''جس طرح سے نکالا تجھ کو رب تیرے نے گھر تیرے سے ساتھ حق کے اور تحقیق ایک فرقہ مسلمانوں (مومنین۔ احسن) سے البتہ ناخوش رکھتے تھے جھگڑا کرتے تھے تجھ سے بیچ حق کے پیچھے اس کے کہ ظاہر ہوا گویا کہ ہانکے جاتے ہیں طرف موت کی اور وہ دیکھتے ہیں'' (ترجمہ قرآن صفحہ 214)

علامہ نے قرآن میں آئے ہوئے لفظ ''المومنین'' کا ترجمہ مسلمانوں کر دیا ہے بہرحال یہاں اللہ ایسے مخصوص مومنین (المومنین) کے فرقہ کا موجود ہونا بتاتا ہے جو اللہ کے فیصلے کو ناپسند کرتے (8/5) اور حق مجسم یا حق کل (الحق) کے واضح ہو چکنے کے بعد بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ سے بحث و مباحثہ اور مجادلہ (جھگڑا) کرتے تھے۔ اور یہ باتیں ان کے ایمان کی رو سے صحیح تھیں۔

Presented by Ziaraat.Com

(ہ) قریشی علما کو قرآن سے یہ فرقہ اور اس کا عقیدہ دکھانا چاہئے تھا۔

اور قرآن کریم سے وہ تمام مقامات دکھانا چاہئیں تھے جہاں جہاں اس مومن فرقہ کا تذکرہ ہوا ہے جو رسوؐل اللہ کو اپنے ایسا غلط کار و خاطی بشر سمجھ کر ان سے فیصلہ کرانے اور ان کے فیصلے کو صحیح سمجھنے میں کھلا انکاری تھا۔ چنانچہ اللہ فرماتا ہے کہ:

اَلَمْ تَرَ اِلَی الَّذِیْنَ یَزْعُمُوْنَ اَنَّھُمْ اٰمَنُوْا بِمَآ اُنْزِلَ اِلَیْکَ وَمَآ اُنْزِلَ مِنْ قَبْلِکَ یُرِیْدُوْنَ اَنْ یَّتَحَاکَمُوْٓا اِلَی الطَّاغُوْتِ وَقَدْ اُمِرُوْٓا اَنْ یَّکْفُرُوْا بِہٖ وَیُرِیْدُ الشَّیْطٰنُ اَنْ یُّضِلَّھُمْ ضَلٰلًا بَعِیْدًاO (نساء 4/65, 4/60)

مودودی ترجمہ ”اے نبی! تم نے دیکھا نہیں ان لوگوں کو جو دعویٰ تو کرتے ہیں کہ ہم ایمان لائے ہیں اس کتاب پر جو تمہاری طرف نازل کی گئی ہے اور ان کتابوں پر جو تم سے پہلے نازل کی گئی تھیں، مگر چاہتے یہ ہیں کہ اپنے معاملات کا فیصلہ کرانے کیلئے طاغوت کی طرف رجوع کریں، حالانکہ انہیں طاغوت سے کفر کرنے کا حکم دیا گیا تھا۔ شیطان انہیں بھٹکا کر راہِ راست سے بہت دُور لے جانا چاہتا ہے“۔

(نساء 4/60، تفہیم القرآن جلد اول صفحہ 366-367)

دیکھا آپ نے کہ یہ اُسی مومن فرقہ کی بات ہو رہی ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ کی نہ تفہیم قرآن کو غلطی سے پاک سمجھتا ہے (8/5-6) اور نہ ان کے فیصلوں کو قابل یقین سمجھتا ہے بلکہ ایک جمہوری ادارہ اور مشاورت (طاغوت) پر ایمان رکھتا ہے اور کثرت رائے سے متفقہ فیصلے کو صحیح فیصلہ سمجھتا ہے۔ رسوؐل کی تنہا رائے میں غلطی اور جذباتی انگیخت کا یقین رکھتا ہے اور اپنے اس عقیدے کو قرآن اور سابقہ تمام الہامی کتابوں کے مطابق صحیح سمجھتا ہے یعنی وہ نظام اجتہاد و مشاورت کو آخری اور صحیح فیصلے کے لئے اتھارٹی و سند سمجھتا ہے۔ اب ان موجودہ مسلمانوں میں اور رسوؐل کی وفات کے بعد سے آج تک کے مسلمانوں میں جو لوگ رسوؐل سے غلطی اور غلط فہمی کا امکان مانتے ہوں اور جو نظام اجتہاد و مشاورت کو صحیح سمجھتے ہوں وہ زیر بحث فرقہ کے افراد تسلیم کئے جانا چاہئیں۔ اور یہ ایسی بات ہے جس میں اہل سنت کہلانے والے تمام قدیم وجدید فرقے آ جائیں گے۔ یہ تمام فرقے قرآن کو ایک ایسی مفصل کتاب نہیں مانتے جو یوم نزول سے قیامت تک پیدا ہونے والے تمام انسانوں کی تمام ضروریات و سوالات کا تدارک اور جواب اپنے اندر رکھتی ہو وہ اِسے ایک ایسی کتاب مانتے ہیں جس میں چند جزئیات اور چند اصول بیان ہوئے ہیں جن کی جزئیات اور تفصیلات ہر زمانے کے دانشور اپنے اجماعی فیصلوں سے مرتب کریں گے۔ اور چونکہ ہر زمانہ کی ضروریات اور تقاضے مختلف ہوں گے لہٰذا ہر زمانہ میں ان ہی مستقل اصولوں کی مختلف جزئیات مرتب ہوتی رہیں گی یعنی قیامت تک جتنے مختلف احکام دیئے جائیں گے اللہ ان تمام احکامات کو اپنے احکام مان کر عمل کرنے والے مختلف لوگوں کو جنت میں بھیجے گا اور تمام عمل نہ کرنے والوں کو اپنا مخالف اور سرکش مان کر جہنم واصل کرے گا۔ اور اسی عقیدے کے مطابق اللہ کو تمام مختلف العقیدہ لوگوں کو سچا مسلمان ماننا پڑیگا۔ اور ایک دوسرے کے قاتلوں کو بھی نجات دینا ہوگی۔ بر ایں عقل و مذہب باید لعنت۔

4۔ خارجیوں کو دلائل اور رسوؐل اللہ کا عمل درآمد سُنا کر اور ان کے عقائد و اعمال دکھا کر شریر ترین انسانیت قرار دیا ہے۔

چودھویں جملے سے پہلے پہلے حضوؑر نے خارجیوں کو ان کے عقائد و عمل اور ان کا تضاد دکھایا ہے۔ اور رسوؐل اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ کا طرزِ عمل اور سنت یاد دلائی ہے اس کے بعد فرمایا کہ دنیا کے تمام انسانوں سے زیادہ تم شر اور فساد پھیلا رہے ہو اور وہ تم ہی ہو جو شیطان کا آلہ کار بن کر ابلیسی مقصد انجام دے رہے ہو اور لوگوں میں گمراہی اور حیرت پھیلا رہے ہو۔ پھر انہیں بتایا ہے کہ میرے متعلق دو قسم کے لوگوں کی عاقبت بہت جلد برباد

Presented by Ziaraat.Com

ہو جائے گی۔ یہ فرما کر ان دونوں قسموں کو الگ الگ بیان فرمایا ہے۔ چنانچہ پہلی قسم ان سے محبت کرنے والوں کی ہے جو محبت میں ایسا مبالغہ کریں جس سے انہیں ان کی محبت حقیقت حال اور حق کے مخالف نتیجے پر پہنچا دے اور دوسری قسم کے لوگ وہ ہیں جو مجھ سے بغض رکھنے میں ایسا مبالغہ کریں جس سے انہیں ان کا بغض حقیقتِ حال اور حق کے مخالف نتیجے پر پہنچا دے پھر فرمایا کہ۔تم سب لوگوں میں سب سے اچھا وہ شخص ہے جو درمیانی طریقے اور حالت میں رہے لہٰذا درمیانہ حالت میں رہنے کو لازمی قرار دے لو۔اس نصیحت کے بعد فرمایا کہ تم لوگ عظیم جماعت میں رہنا بھی اپنے اوپر لازم کرلو۔یہ اس لئے کہ اللہ کی مدد یا اللہ کا ہاتھ اکٹھا رہنے والوں کے ساتھ ہے اور یہ کہ تم تفرقہ پردازی سے بچ کر رہو یا پھوٹ ڈالنے والوں سے خبردار رہو (خطبہ 53، جملے 14 تا 22) اور آخر میں پھوٹ ڈالنے والے کو قتل کرنے کا حکم دیا ہے۔(خطبہ 53، جملہ 25)

5۔ چودھویں جملے سے پچیسویں جملے تک خارجی گروہ کے تمام افراد خاص طور پر مخاطب ہیں ان میں عوام سے عام خطاب نہیں۔

ان بارہ جملوں کے مخاطب سارے علما نے خارجی گروہ کو سمجھا ہے۔اس لئے کہ جو عقائد و اعمال یہاں بیان ہوئے ہیں وہ عقائد و اعمال امت کے کسی فرقے کے نہیں ہیں (خطبہ 53، جملے 14 تا 15) پھر سولہویں جملے سے لے کر اکیسویں جملے تک مسلسل خارجی ہی مخاطب ہیں اس لئے کہ انہوں نے اپنی جماعت سے جدا ہو کر اپنا الگ فرقہ بنالیا تھا اور سارے مسلمانوں کو کافر کہتے اور ان کا قتل جائز رکھتے تھے لہٰذا ان ہی کو فرقہ سازی سے خبردار کیا گیا ہے (خطبہ 53، جملہ 22) جماعت میں رہنے کا حکم جماعت میں رہنے کے فوائد اور نقصانات بتائے گئے ہیں (خطبہ 53، جملے 20 تا 25) لہٰذا درمیان میں آئے ہوئے جملوں (خطبہ 53، جملے 16 تا 19) سے عوام الناس کو مراد لینا ایک سازشی عمل درآمد ہوگا۔پھر یہاں ہلاک ہونے والوں میں تو کوئی سوال پیدا نہیں ہوتا مگر ہلاکت سے بچ جانے والوں پر سوال پیدا ہوتا ہے یعنی،

اول۔''ان بغض رکھنے والوں کو بھی ہلاکت سے محفوظ ماننا پڑے گے جن کو ان کا بغض حق کے خلاف یا باطل کی طرف نہ لے جائے''۔(ایضاً، 18)

دوم۔اور درمیانہ درجہ کا بغض رکھنے والے بھی ہلاکت سے محفوظ ماننا پڑیں گے''۔(ایضاً 19)

یہ ان دونوں جملوں کے الفاظ کا تقاضا ہے کہ: '' حضرت علیؑ سے بغض رکھنا جائز مانا جائے ''

اور یہ بات خارجیوں کے علاوہ کسی امتی کے لئے جائز نہیں ہے وہاں تو حضرت علیؑ سے ذرہ ذرہ برابر بغض بھی منافق اور جہنمی کی شناخت اور علامت بتائی گئی ہے (متفقہ احادیث)

6۔ وہ لوگ چوکنا ہو کر سُنیں جو محبانِ آل محمدؐ کو محبت میں اِفراط و تفریط کی آڑ لے کر فضائل بیان کرنے سے روکتے اور میانہ روی کی آڑ لیتے ہیں

ایسے علما کو اس خطبے کے یہ دونوں جملے (خطبہ 53، جملے 18 تا 19) بھی سنا دیا کرو اور بتا دیا کریں کہ یہ باتیں جا کر خارجیوں سے کرو ہم ان میں مخاطب نہیں ہیں یا پھر یہ لکھ دو کہ ''حضرت علیؑ سے بغض رکھنا جائز ہے'' یہ سنتے ہی ان کے ہوش اُڑ جائیں گے اور چُھٹی ہو جائے گی۔

7۔ فریب خوردہ لوگوں اور وسائلِ تحقیق سے محروم اشخاص کے ساتھ رعایت کی جانا ایک فطری ضرورت و تقاضہ ہے۔

قارئین جانتے ہیں کہ عوام کی کثرت کو نہ وسائلِ تحقیق حاصل ہوتے ہیں اور نہ انہیں ایک مدوّن و مرتّب اور مشہور عام سازش پر سازش ہونے کا شبہ ہوا کرتا ہے۔سارا ماحول جس کام کو نیکی اور حقیقت کہتا ہے اور اس پر عمل کرتا ہے پھر آیات و احادیث بھی سنتا ہے تو عوام تو عوام ہیں خواص کو بھی شبہ نہیں ہوتا۔شک و شبہ ہی نہ ہونے پائے تو تحقیق کا موقع ہی پیدا نہیں ہوتا اور اس طرح سازش میں مبتلا لوگ چند رعایات کے مستحق

Presented by Ziaraat.Com

ہوتے ہیں جیسا کہ ہم اپنے پہلے عنوان اور حضوؐر کے تیرہ ابتدائی جملوں کی ذیل میں رعایات کی بات کر چکے ہیں۔ہمیں ان کے باطل پرست لیڈروں کو ذرا دیر کے لئے حق پرست کہنا چاہئے تا کہ وہ آگے بات سنیں۔

اور اپنے مشہور اور مسلّمہ بزرگوں کی مذمت سن کر کان اور قلب وذہن بند نہ کرلیں۔اسی اصول کی بنا پر خارجیوں کو مخاطب کیا ہے اور خصوصاً ان لوگوں کو سامنے رکھا ہے جو محبانِ مرتضویٰ میں سے بہک کر خارجیوں کے ساتھ شامل ہو گئے ہوں۔اور حقیقی جھگڑا محبت اور بغض کا نہیں ہے۔توجہ حق اور ناحق پر مرکوز کی جارہی ہے یعنی محبت کرنے والا بھی اور بغض رکھنے والا بھی اور بالکل غیر متعلق غیر جانبدار بھی جو کچھ کرے وہ حق کی کسوٹی اور دلیل پر جانچ کر کرے۔انہیں چھوٹ دی گئی ہے کہ وہ اپنی عقل کے مطابق اور اپنے تحقیقی وسائل کے ماتحت اگر اس نتیجے پر پہنچیں کہ علیؑ سے بغض ودشمنی رکھنا چاہئے تو اس پر عمل کریں اس لئے کہ آدمی پر اس کی عقل وتحقیق ہی قاضی ہے اسی کے معیار پر اس سے مواخذہ ہوگا۔اسی بنا پر ہم نے کہا ہے اور لکھا ہے کہ ہر مذہب کی کثرت جنت میں جائے گی۔بہر حال یہ گفتگو تبلیغی ہے اصولی ہے۔مشروط ہے اور صرف خارجیوں کے لئے ہے۔اس سے کسی بنیادی عقیدے پر دلیل لانا فریب سازی کے سوا کچھ نہیں ہے۔درمیانی راہ کسی معاملے میں بھی اختیار کرنا منافقوں کے لئے ہوتا ہے۔اسلام میں صرف انتہائی راہ اختیار کرنا ہے۔درمیانی راہ کے معنی باطل سے سمجھوتہ ہوتا ہے۔

یہ سمجھ لیں کہ دنیا کی ہر زبان میں درمیانہ راہ کی تعریف کی گئی ہے انگلش میں Middle Way is Golden Way درمیانی راہ کو سنہرا راستہ کہا گیا ہے لیکن یہ ایک طاغوتی جملہ ہے جسے اس کے پیرؤوں نے مشہور کیا اور پھیلایا ہے۔اور ہمارے لئے یہاں بھی اس کو طاغوت پرستوں کو راہ راست کی طرف قدم قدم لانے کے لئے تبلیغاً استعمال کیا جاتا ہے۔لیکن بتاؤ کہ ہم اللہ کو ایک واحد، بلکہ احد مانتے ہیں اس میں درمیانی راہ تو یہی ہے کہ ’’اللہ ایک بھی ہے اور ایک نہیں بھی ہے۔یا کبھی وہ ایک ہوتا ہے اور جتنے چاہے ہو جاتا ہے‘‘ پھر ہم محمد صلی اللہ علیہ وآلہ کو اللہ کا رسوؐل مانتے ہیں اس میں درمیانی راہ یہی ہوسکتی ہے کہ ’’وہ اللہ کے رسوؐل بھی ہیں اور خود بنے یا بنائے ہوئے رسوؐل بھی ہیں‘‘۔اگر آپ غور کریں گے تو دلوں میں جما ہوا یہ باطل تصور گھناؤنا ہو کر رہ جائے گا حق ایک ہے دو نہیں ہوسکتا۔بیس اور دو بائیس ہوں گے کبھی اکیس اور ساڑھے یا پونے نہیں ہو سکتے۔لہٰذا مڈل وے ایک فریب ہے صراط مستقیم دو نہیں ہوسکتے۔رام رام بھی صحیح اور اللہ اللہ بھی صحیح یہ پاگلوں کی باتیں ہیں۔رہ گیا لوگوں کو علیؑ کی محبت سے روکنا اور فضائل میں کاٹ تراش کے بہانے تراشنا؟ وہ دشمنان محمدؐ وآل محمدؐ کا ازلی کام ہے۔وہ خبیث یہ تو بتاتے نہیں کہ علیؑ سے محبت کی حد یا انتہا کیا ہے؟ مگر جہاں ان کا ملعون دل خفا ہوتا ہے حد کی آڑ میں محبت سے منع کر دیتے ہیں۔

8۔وہ عقلی اور قرآنی دلائل اور سندات جن سے قریش کے سازشی ثالثوں کو باندھ کر رکھ دیا گیا تھا وہ مجبور ہو گئے تھے۔

خارجیوں کو حق کی طرف آنے کا راستہ دکھا کر ان کو یہ بتایا گیا ہے کہ ہم نے تو خود ثالثوں کو پابند کر دیا تھا اور انہیں حکم دیا تھا کہ ’’قرآن جس معاملہ کو ثابت کرے وہ اسے اختیار کریں گے اور جس چیز کی قرآن مخالفت کرے اس کی مخالفت کرنا ان دونوں پر واجب ہوگا۔اور قرآن کے حکم پر متفق ہونا قرآن کا زندہ کرنا ہے اور قرآن کے حکم سے اختلاف وافتراق کرنا قرآن کا مارنا ہے۔اور اگر قرآن ان کے حق میں فیصلہ کرے تو ہم پر واجب ہوگا کہ ہم ان کی پیروی کریں اور قرآن ان کو ہماری طرف کھینچے تو ان پر ہماری پیروی کرنا لازم ہوگا۔مطلب واضح تھا کہ ہم نے ثالث نہیں بنائے نہ ہم ان کے ماتحت ہوئے نہ ہم پر ان کا فیصلہ ماننا واجب تھا۔بلکہ وہ ہمارے اور قرآن کے ماتحت تھے۔لہٰذا ہم نے قرآن کریم اور اللہ کو حکم بنایا تھا نہ کہ آدمیوں کو۔پھر بتایا کہ اے نطفہ ھائے ناتحقیق میں نے اپنے اس عمل در آمد میں تم سے یا کسی سے گڑبڑ نہیں کی، چکر نہیں دیا۔فریب اور

Presented by Ziaraat.Com

میک اپ(Makeup)(تلبیس)نہیں کی۔پھران پر جرم عائد کیا کہ وہ تمہارے ہی ملا لوگ تھے جن کی متفقہ رائے نے دو ثالث مقرر کئے تھے۔ لیکن ہم نے ان کو بہت تنگ پکڑا تھا کہ وہ قرآن سے اِدھر اُدھر نہ ہٹیں گے۔مگر تمہارے علما اور ملاؤں کے مقرر کردہ دونوں ثالثوں نے قرآن کی مخالفت کی اور دونوں نے جانتے بوجھتے کہ حق کیا اور باطل کیا ہے؟ حق کو چھوڑ دیا اور ان کی خواہش اور ان کو مقرر کرنے والوں کی مصلحت ہی حق کو چھوڑ کر باطل راستہ اختیار کرنے میں تھی چنانچہ وہ اپنے قومی مفاد کی راہ پر چلے اور ان تمام قرآنی پابندیوں اور عہد کو نظر انداز کر دیا جو ہم نے پہلے سے ان کی گردن میں لٹکا دی تھیں اور جنہیں اس سال بھر کی مدت میں مسلمانوں کا بچہ بچہ جان چکا ہے۔ان پر قرآن کی پابندی اور عدل لازم تھا اور انہیں اپنی رائے استعمال کرنے سے روکا جا چکا تھا۔(خطبہ 53، جملے 26 تا 40)

اس خطبے میں حضورؑ نے ثابت کر دیا کہ ظلم و جور ان ثالثوں کی اور ان کو ثالث بنانے والوں کی اور پوری قریشی قوم کی پالیسی اور مذہب تھا۔وہ ہرگز قرآن کے احکامات کو اور حق کو سامنے نہیں رکھتے تھے۔اور ہمارا چیلنج ہے کہ کوئی شخص قریشی خلافت کے قیام پر قرآن سے حکم دکھائے۔یا ان خلفا کی اہلیت قرآن کی آیت یا آیات سے دکھائے۔یہ یاد رکھیں کہ الفاظ مہاجرین اور انصار اور مومنین حقاً وغیرہ کے معنی نہ قریش ہیں نہ ابوبکر ہیں نہ عمر و عثمان ہیں یعنی ہمیں قریش کی اور قریشی خلفا یا صحابہ کی شان میں ایسی آیت یا آیات سنائیں جو اپنے الفاظ سے انہیں خود متعین کرتی ہوں۔ روایات اور افسانوں سے بات نہیں بنتی۔مسلمانوں میں اچھے لوگ بھی تھے،فدا کار و جان نثار و وفادار و فرمانبردار بھی تھے قریش کو اور قریشی صحابہ کو کسی مجمع میں چھپا کر ہمارے سامنے نہ لائیں۔یعنی ہمیں فریب کھانے کے قابل نہ سمجھیں۔ایسی آیات پڑھیں کہ قریش اور قریشی صحابہ کو مراد لینا لازم ہو جائے۔مثلاً اللہ نے فرمایا کہ ’’تیری قوم نے اس قرآن کی تکذیب کر دی حالانکہ وہ حق ہے‘‘۔(انعام 6/66)

رسوؑل نے فرمایا کہ ’’اِنَّ قَوۡمِی اتَّخَذُوۡا ھٰذَا الۡقُرۡاٰنَ مَھۡجُوۡرًا (فرقان 25/30) یقیناً میری قوم نے قرآن کو مہجور کر کے اختیار کیا ہے‘‘

یہاں کسی کی مجال نہیں کہ قریش کے علاوہ کسی اور کو مراد لے یا قریش کے کسی آدمی کو لفظ ’’قوم‘‘ میں سے نکال کر تکذیب و تہجیرِ قرآن کے جرم سے بچالے۔پھر اس ساری قوم کو دشمن خدا اور رسوؑل اور مجرم فرمایا ہے۔(فرقان 25/31)

Presented by Ziaraat.Com

مفتی جعفرحسین: خطبہ نمبر: 182

علی نقی طہرانی: خطبہ نمبر: 183

خُطبہ ﴿54﴾

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اُسۡکُتۡ قَبَّحَکَ اللّٰہُ یَا اَثۡرَمُ ؛	1	خاموش رہ اے بوڑے، خدا تیری صورت وشکل کو اور بگاڑے۔
فَوَاللّٰہِ لَقَدۡ ظَھَرَ الۡحَقُّ فَکُنۡتَ فِیۡہِ ضَئِیۡلًا شَخۡصُکَ ؛	2	خدا کی قسم جب حق نے غلبہ اور ظہور کیا تھا تو اس دور میں ناتوانی اور کمزوری کا شکار تھا۔ اور تیری شخصیت معدوم و ناپید تھی۔
خَفِیًّا صَوۡتُکَ ؛	3	اور تیری آواز و بات کسی کو سنائی نہ دیتی تھی۔
حَتّٰی اِذَا نَعَرَ الۡبَاطِلَ نَجَمۡتَ نُجُوۡمَ قَرۡنِ الۡمَاعِزِ ؛	4	یہاں تک کہ جب باطل نے نعرہ بلند کیا تو، تو بھی اُسی طرح اُبھر آیا جیسے کہ رفتہ رفتہ بکرے کے سینگ ابھر آتے ہیں۔

تشریحات:

اس خطبے میں بھی حضرت علی علیہ السلام نے ایک خارجی کو ڈانٹ پلائی ہے۔ اس کا نام برج ابن مسھر تھا۔ جو قبیلہ بنی طے کا ایک فرد تھا جو خارجی گروہ میں شریک ہوگیا تھا۔ اس نے علیؑ کو سنا کر کہا کہ: ''لا حکم الا اللہ، حکم صرف اللہ کے لئے مخصوص ہے'' یہ جملہ سن کر حضورؑ نے اس کے منحوس حلیے اور اس کی حقیر پوزیشن واضح کرتے ہوئے لوگوں کو بتایا کہ:

''باطل پرست اللہ اکبر کا نعرہ لگا رہا ہے'' اور اسے ڈانٹ کر خاموش کر دیا تھا۔

اس خطبے سے پہلے نہج البلاغہ کے مولف سے لے کر آج تک جو عبارت لکھی ہوئی چلی آ رہی ہے اسے ہم نے اپنے ترجمہ میں ساقط کر دیا ہے تا کہ غیر ضروری عبارتیں حضرت علی علیہ السلام کے خطبات کے ساتھ بطورِ شانِ نزول اور بسم اللہ لپٹی نہ رہیں۔ اور حضور علیہ السلام کا کلام خالصتاً آگے بڑھتا چلا جائے۔

Presented by Ziaraat.Com

مفتی جعفر حسین: خطبہ نمبر: 179

علی نقی طہرانی: خطبہ نمبر: 180

خُطبہ ﴿55﴾

اس خطبے میں اس شخص کو مخاطب فرمایا ہے جسے علیؑ نے اس گروہ کی خبر لینے کیلئے بھیجا تھا جو خارجیوں کی جماعت میں داخل ہونے کے لئے جا رہی تھی اور حضرت علی علیہ السلام سے خوفزدہ بھی تھی۔ اس سے سرکارؑ نے معلوم کیا کہ "کیا وہ مطمئن ہو کر ٹھہر گئے یا ڈر کر چلے گئے۔" مخبر نے عرض کیا کہ وہ لوگ جا چکے ہیں اس پر آپؑ نے خارجیوں کے مستقبل پر مختصر روشنی ڈالتے ہوئے انہیں قوم ثمود کی طرح مٹ جانے والا قرار دیا ہے۔ ان پر تلواریں برسنے اور نیزوں کی مار کی اطلاع دی ہے۔ انہیں شیطانی تائیدات کے ماتحت رکھا ہے۔ ان کی گمراہی اور سرکشی پر توجہ دلائی ہے۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

بُعْدًا لَّهُمْ كَمَا بَعِدَتْ ثَمُوْدُ ؛	1	اُنہیں اُسی طرح رحمتِ خداوندی سے دوری ہوتی جائے جیسے قوم ثمود کو دوری اور بربادی ملی تھی۔
اَمَا لَوْ اُشْرِعَتِ الْاَسِنَّةُ اِلَيْهِمْ ؛	2	آگاہ ہو جاؤ کہ جیسے ہی حملہ کرنے اور سینوں میں اتر جانے والے بھالے (نیزے) ان کو تاکیں گے۔
وَ صُبَّتِ السُّيُوْفُ عَلٰى هَامَاتِهِمْ لَقَدْ نَدِمُوْا عَلٰى مَا كَانَ مِنْهُمْ ؛	3	اور تلواریں ان کی کھوپڑیوں پر برسیں گی تو ندامت ان کے سامنے آ کھڑی ہو گی اور انہیں اپنی بدکاریوں پر پچھتانا پڑے گا۔
اِنَّ الشَّيْطَانَ الْيَوْمَ قَدِ اسْتَفَلَّهُمْ ؛	4	آج تو ایسا دن ہے کہ ابلیس انہیں جدا کرنے اور پراگندگی میں مبتلا رکھنے کے لئے لاپرواہ اور آسودہ حال کئے ہوئے ہے۔
وَ هُوَ ا غَدًا مُتَبَرِّئٌ مِنْهُمْ ؛	5	لیکن وہی شیطان کل ان سے چھٹکارا اور برّیت چاہے گا۔
وَ مُتَخَلٍّ عَنْهُمْ ؛	6	اور ان سے گلوخلاصی چاہے گا۔
فَحَسْبُهُمْ بِخُرُوْجِهِمْ مِنَ الْهُدٰى ؛	7	ان کے مناسب حال یہی ہے کہ وہ ہدایت سے خارج ہو کر قیامت تک دین سے خارج اور خارجی کہلاتے رہیں۔
وَ ارْتِكَاسِهِمْ فِى الضَّلَالِ وَ الْعَمٰى ؛	8	اور یہ کہ وہ گمراہی اور اندھے پن میں ڈوب جانے والے سمجھے جاتے رہیں۔

Presented by Ziaraat.Com

وَصَدِّهِمْ عَنِ الْحَقِّ ؛	9	اور انہیں حق سے روکنے اور منحرف رہنے والے قرار دیا جاتا رہے۔
وَجِمَا حِهِم فِي التِّيهِ ؛	10	اور وہ اپنی غلط روش میں برابر سرکش کہلاتے رہیں۔

تشریحات:

خطبہ(55) میں ایک ایسے گروہ کا ذکر کیا گیا ہے جو خریت ابن راشد خارجی کے ساتھ شامل ہو جانا چاہتا تھا۔ تاریخ طبری میں خریت کا قصہ بیان کرتے ہوئے اس خطبے کے چند جملے یہ کہتے ہوئے لکھتے ہیں کہ:

''عبداللہ بن قعین کہتا ہے کہ حضرت علیؑ نے مجھے دیکھ کر فرمایا کیا وہ لوگ اپنی جگہ پر امن وامان سے مقیم ہیں یا علیحدگی اختیار کر کے کوچ کر چکے ہیں؟ میں نے عرض کیا نہیں وہ یہاں سے کوچ کر گئے ہیں اور اس طرح اُنہوں نے کھلّم کھلاّ بغاوت کی ہے۔ حضرت علیؑ نے فرمایا: اگر اُنہوں نے ایسا کیا ہے تو اُن پر ایسی بربادی نازل ہوگی جیسے قوم ثمود پر نازل ہوئی تھی۔ اگر انہیں نیزوں سے چھیدا جاتا اور تلواروں سے اُن کی گردنیں اُتاری جاتیں تو شاید یہ نادم ہو جاتے۔ انہیں آج شیطان نے ورغلا کر گمراہ کر دیا ہے اور وہ کل اُن سے جدا ہو کر اُن کا ساتھ چھوڑ کر چلا جائے گا۔(ترجمہ طبری حصہ سوم صفحہ 468)(خطبہ 55 جملہ 1 تا 5)

حضرت علی علیہ السلام نے خارجیوں کی اس فوج کے تعاقب میں زیادا بن حفصہ، معقل ابن قیس کو تعینات کیا تھا۔ اُن دونوں نے اُن کو تلاش کیا جنگ کی اور جگہ جگہ اُن کے سپاہیوں کو تلوار کے گھاٹ اُتارا۔ توبہ کرنے والوں کو معاف کیا اور اُن لوگوں کو مملکت کی حدود سے بھگا کر چھوڑا تھا اور یہ خطبہ بھی درحقیقت خارجیوں ہی سے متعلق ہے واقعہ یوں ہے کہ ایک شخص خرِیت ابن راشد جنگ صفین تک حضور علیہ السلام کی طرف سے جنگ میں شریک رہا۔ لیکن صلح کے معاہدہ کے بعد یہ بھی ان لوگوں میں شریک ہو گیا تھا جو بعد میں لاَ حُکمَ اِلاَّ لِلّٰہ کہہ کر باغی اور خارجی ہو گئے تھے۔ چنانچہ خریت اور اس کے ساتھی برابر پروپیگنڈا کرتے اور لوگوں کو اپنا ہم نوا بناتے پھرتے تھے۔ ہم نوا بنانے کے لئے ان کے پاس جو حربہ تھا وہ یہ کہ معاویہ سے جنگ جاری رکھنا چاہئے تھی۔ انہیں ہرگز موقع نہ دینا چاہئے تھا وہ پیدائشی اور قومی ونسلی حیثیت سے اسلام کا اور محمد وآل محمد علیہم السلام کا دشمن ہے اس کے قرآن اٹھانے کا بھروسہ کرنا اور نرم سلوک کرنا بہت بڑی غلطی تھی۔ لہٰذا وہ تمام لوگ جو قریش وابوسفیان اور معاویہ کے دشمن تھے فوراً ان کے ساتھ شامل ہو جاتے تھے اور یہ لوگ کہتے تھے کہ اگر حضرت اب بھی اپنی غلطی تسلیم کرلیں تو ہم ان کے جاں فروش جاں نثار ہیں ورنہ ہم تمام مصنوعی مسلمانوں کو قتل کریں گے۔ اور اگر حضرت علی ان لوگوں کے ساتھ رعایت کرنا نہ چھوڑیں گے تو ہم ان پر دشمنان محمدؐ وآل محمدؐ کی طرفداری کا جرم عاید کر کے ان سے بھی جنگ کریں گے۔ یہ تھا وہ تصور جو لوگوں کو جلدی سے ان کا طرفدار بنا دیتا تھا۔ بہرحال خریت بن راشد اور اس جیسے لوگوں نے ایک قبیلے کو آمادہ کر لیا کہ وہ خارجی کیمپ میں آجائیں اور ان کے مشن کی مدد کریں یہ اطلاع حضرت علی علیہ السلام کو ملی تو آپؑ نے اس گروہ کو حقیقت حال پر مطلع کرنے کا انتظام کیا۔ اسی دوران خریت بن راشد حضرت علیؑ کے پاس آیا اور بطورِ اعلان کہا کہ:

1)''قسم بخدا میں تمہارے احکامات کی اطاعت نہ کروں گا''

2)''اور نہ تمہارے پیچھے نماز پڑھوں گا''

3)''اور کل آپ کا ساتھ چھوڑ کر چلا جاؤں گا''

Presented by Ziaraat.Com

حضورؑ نے فرمایا کہ تمہیں تحکیم وغیرہ کی تمام صورتِ حال پر غور کرنا چاہئے اور اس سلسلے میں میرے جوابات وعذرات سننا چاہئیں۔اس سے اگر تمہارا اطمینان نہ ہو تو تم آزاد ہو جو مناسب سمجھو اس پر عمل کرنا۔خریت نے کہا کہ میں کل آؤں گا اور اس سلسلے میں بات کروں گا۔حضورؑ نے نصیحت کی دیکھو، یہاں سے جا کر دوسروں کے بہکانے میں نہ آجانا اور کوئی دوسری راہ اختیار نہ کر لینا۔اگر تم سمجھنا چاہو گے تو میں تمہیں صحیح راستے پر لگا دوں گا۔جب وہ اپنے قبیلہ میں پہنچا تو ان سے کہا کہ جب ہم نے علیؑ سے الگ ہو جانا طے کر لیا ہے تو ان کے پاس جانے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ہمیں جو قدم اٹھانا ہے وہ اٹھا لینا چاہئے۔یہی وہ موقع تھا جب اس قبیلے میں حضرت علی علیہ السلام کا بھیجا ہوا عبداللہ بن قعین اُزدی پہنچا جو یہاں کے حالات اور ارادے معلوم کرنے کے لئے بھیجا گیا تھا۔جب انہوں نے اس قبیلے اور خریت کا یہ حال دیکھا تو مُدرک ابن ریان ناجی سے کہا کہ تم خریت کو سمجھاؤ اور بغاوت کے تباہ کن نتائج سے آگاہ کرو۔ایسا نہ ہو کہ اپنے پورے قبیلے کے لئے تباہی کا باعث بن جائے۔مدرک نے اطمینان دلایا کہ اسے کوئی غلط قدم نہ اُٹھانے دوں گا۔چنانچہ عبداللہ بن قعین ازدی مطمئن ہو کر پلٹے اور آکر حضرت علی علیہ السلام کو حالات سنائے۔آپؑ نے کہا کہ دیکھیں وہ وعدہ کے مطابق آکر گفتگو کرتا ہے یا نہیں؟ انتظار میں جب وقت گزر گیا تو حضورؑ نے عبداللہ مذکور کو تفتیش حال کے لئے روانہ کیا تاکہ تاخیر کا سبب معلوم کر آئے۔عبداللہ وہاں پہنچے تو خریت کے تیار کئے ہوئے تمام لوگ جا چکے تھے۔واپس آکر ان کا خارجیوں کے کیمپ میں چلا جانا بیان کیا۔اس پر حضورؑ نے مندرجہ بالا خطبہ (55) ارشاد فرمایا۔

اس خطبہ کا ہر لفظ خارجیوں کے حق میں پورا ہوا تھا۔وہ قومِ ثمود کے سرکش لوگوں کی طرح برباد کر دیئے گئے۔امت کے تمام فرقے ان کے دشمن ہو گئے تھے۔قریش کی ہر حکومت انہیں ڈھونڈ کر قتل وغارت کرنے میں مصروف رہی (جملہ 1) اور خارجیوں کو ہمیشہ نیزوں اور تلواروں کا سامنا رہا اور سروں پر تلواریں برستی رہیں اور سینوں میں سے نیزے آر پار نکلتے رہے اور میدان جنگ میں شکستوں کی ندامت اٹھانا پڑی (جملہ 2۔3) اس خطبہ میں جسے الشیطان فرمایا گیا ہے وہ مجسم شیطان معاویہ تھا جس نے خارجیوں کو اپنی مدد اور وعدوں سے قبول ہدایت سے لاپرواہ کر دیا تھا (جملہ 4) لیکن معاویہ نے مطلب نکل جانے کے بعد یعنی خارجیوں کو حضرت علی علیہ السلام سے نبردآزما کر دینے کے بعد انہیں میدان جنگ میں قتل ہو جانے کے لئے تنہا چھوڑ دیا گویا خارجی منصوبے سے اس کا کوئی تعلق تھا ہی نہیں (جملہ 5۔6) لہٰذا دین سے خارج ہو کر حق وہدایت سے ہمیشہ کے لئے دور نکل جانا خارجیوں کے کردار کے ساتھ موزوں ومناسب ہو کر رہ گیا (جملہ 7) اور انہیں تاحیات اندھوں کی طرح گمراہی کے اندھیرے میں ٹامک ٹوئیاں مارنا پڑیں (جملہ 8) ساری زندگی حق سے دور اور سرکش رہتے ہوئے گزارنا پڑی (جملے 9۔10) اور ساری دنیا نے ان کا نام ہی خارجی رکھ لیا خطبے کے بعد حضورؑ نے خِریت اور اس کے ساتھ فرار ہو جانے والے گروہ کے تعاقب میں زیاد ابن حفصہ اور معقل ابن قیس کو ہدایات دے کر فوجی دستوں کے ساتھ روانہ کر دیا۔

2۔ ملک شام اور معاویہ سے جنگ کی تیاری کر چکنے اور عین روانگی کے وقت خوارج سے جنگ ناگزیر ہو گئی

حکمین کے فیصلے کے بعد معاویہ نے اپنے سابقہ جرائم میں ایک اور جرم کا اضافہ کر دیا۔یعنی جب عمرو بن العاص نے واپس جا کر معاویہ کو امیر المومنین کہہ کر مبارکباد دی تو اس نے اعلانِ خلافت وبغاوت کر دیا۔یعنی ایک اسلامی مملکت میں دو حکمران ہو گئے۔پہلے معاویہ عثمان کے قاتلوں کو مانگ رہا تھا۔مگر اب وہ حضرت علیؑ سے جبراً خلافت وحکومت چھین لینے کی تیاریاں کر رہا تھا۔بہرحال حضرت علی علیہ السلام نے اپنے گورنروں کو خطوط لکھے۔تاکہ وہ تمام قبائل میں اعلان جنگ کریں اور جنگ میں شرکت کی دعوت دیں اور زیادہ سے زیادہ فوج جمع کر کے کوفہ پہنچیں۔

Presented by Ziaraat.Com

چنانچہ سب طرف سے افواج پہنچتی رہیں اور حضورؑ کو شام پر حملہ کی تیاری کی تکمیل کے دوران معلوم ہوا کہ خارجی گروہ مقام نہروان پر جمع ہورہے ہیں اور وہاں سے چھوٹی جماعتوں میں اِدھر اُدھر کی آبادیوں میں پھیل جاتے ہیں اوران لوگوں کو بے دریغ لوٹتے اورقتل کرتے ہیں اور جوحضرت علیؑ کی مذمت نہیں کرتے بلکہ انہیں برسرِ حق سمجھتے ہیں۔انہوں نے رسوؐل اور علیؑ کے صحابی جناب عبدؓاللہ بن خُباب کواسی جرم پرقتل کردیا ہےاورکئی ایک عورتوں کوبھی بے دردی سے قتل کر دیا ہےاورلوگوں میں خوف وہراس پھیلاتے پھرتے ہیں۔ یہ سن کرحضورعلیہ السلام نے اپنا قاصد بھیجا تاکہ وہ خارجیوں سے گفتگوکرےاورعبدؓاللہ بن خبابؓ کے قاتل کا مطالبہ کرے۔خوارج نے قاصد کوبھی قتل کردیا۔حضوؑر کےفوجی سرداروں نے کہا کہ اگرہم خوارج کو یوں آزاد چھوڑکرشام چلے جائیں توہمارے اہل وعیال واموال محفوظ نہ رہیں گے۔لہٰذا پہلےخوارج سے فارغ ہولیں تو ملک شام کوروانہ ہوں۔حضوؑر نے اس رائے کو پسند کیااور نہروان کوروانگی کاحکم جاری کردیا۔

Presented by Ziaraat.Com

مفتی جعفر حسین: خطبہ نمبر: 77

علی نقی طہرانی: خطبہ نمبر: 78

خُطبہ ﴿56﴾

آپؑ نے خارجیوں کی سرکوبی کے لئے فوج کو روانگی کا حکم دیا تو ایک صحابی نے عرض کیا کہ:

یا امیر المومنین ان سرت فی هذا الوقت خشیت ان لا تظفر بمرادک من طریق علم النجوم فقال علیه السلام

یا امیر المومنین اگر آپ نے اس وقت سفر کیا تو میں بڑی عاجزی سے عرض کرتا ہوں کہ علم نجوم کی رو سے آپ اپنی مراد میں کامیاب نہ ہوں گے۔ اُس کو یہ خطبہ مطمئن کرتا ہے۔

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اَتَـزۡعَمُ اَنَّکَ تَهۡدِیۡ اِلَی السَّاعَةِ الَّتِیۡ مَنۡ سَارَ فِیۡهَا صُرِفَ عَنۡهُ السُّوۡءُ ؟؛	1	کیا تمہارا گمان یہ ہے کہ تم ایسے اوقات کی طرف راہنمائی کر سکتے ہو کہ جو بھی ان اوقات میں سفر کرے گا اس سے برائی دور رکھی جائے گی؟
وَتُخَوِّفُ مِنَ السَّاعَةِ الَّتِیۡ مَنۡ سَارَفِیۡهَا حَاقَ بِهِ الضُّرُّ ؟؛	2	اور ان اوقات سے بچ کر رہنے کی اطلاع دیتے ہو جن اوقات میں سفر کرنے والا نقصان و تکلیف سے دوچار ہو کر رہتا ہے؟ (یعنی کچھ اوقات مستقلاً نیک اور نحس ہیں جن پر اللہ کو دسترس نہیں)
فَمَنۡ صَدَّقَکَ بِهٰذَا فَقَدۡ کَذَّبَ الۡقُرۡاٰنَ ؛	3	چنانچہ جو کوئی تمہارے اس تصور و عقیدے کی تصدیق کرے گا وہ یقیناً قرآن کی تکذیب کرے گا۔
وَاسۡتَغۡنٰی عَنِ الۡاِسۡتِعَانَةِ بِاللّٰهِ فِیۡ نَیۡلِ الۡمَحۡبُوۡبِ وَدَفۡعِ الۡمَکۡرُوۡهِ ؛	4	اور اللہ کی اس مدد اور قدرت سے فارغ اور لا پرواہ ہو جائے گا جو اُسے پسندیدہ صورت تک پہنچانے اور ناپسندیدہ صورتحال سے بچانے کے لئے ہر وقت اور ہر حال میں حاصل ہے۔
وَیَنۡبَغِیۡ فِیۡ قَوۡلِکَ لِلۡعَامِلِ بِاَمۡرِکَ اَنۡ یُوۡلِیَکَ الۡحَمۡدَ دُوۡنَ رَبِّهٖ لِاَنَّکَ بِزَعۡمِکَ اَنۡتَ هَدَیۡتَهٗ اِلَی السَّاعَةِ الَّتِیۡ نَالَ فِیۡهَا النَّفۡعَ وَاَمِنَ الضُّرَّ ؛	5	اور تیری اس بات پر یقین کر کے تیرے حکم کے مطابق عمل کرنے والے کے لئے یہ ضروری ہے کہ وہ اپنے رب کے علاوہ تیری حمد و ثنا کیا کرے اس لئے کہ تیرے تصوّر کے مطابق تو نے ہی اسے ایسے وقت کی طرف راہنمائی کی تھی جس میں سفر کرنے یا کوئی اور کام کرنے سے وہ نفع میں رہتا ہے اور نقصان اور تکالیف سے محفوظ رہتا ہے۔

Presented by Ziaraat.Com

ثُمَّ اَقْبَلَ عَلَيْهِ السَّلَامَ عَلَى النَّاسِ فَقَالَ :	6	یہ کہنے کے بعد علی علیہ السلام نے لوگوں سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ:۔
اَيُّهَا النَّاسِ اِيَّاكُمْ وَتَعَلُّمَ النُّجُوْمِ اِلَّا مَايُهْتَدٰى بِهٖ فِىْ بَرٍّ اَوْبَحْرٍ ؛	7	اے لوگو خبردار اگر تم نے مذکورہ قسم کے نجوم کی تعلیم حاصل کرنے کی رغبت کی سوائے اس نجوم کے جس سے خشکی اور سمندر میں راہنمائی حاصل کی جاتی ہے۔
فَاِنَّهَا تَدْعُوْا اِلَى الْكَهَانَةِ ؛	8	اس لئے کہ وہ علم نجوم کہانت یا پیشنگوئی کی طرف دعوت دیتا ہے۔
وَالْمُنَجِّمُ كَالْكَاهِنِ ؛	9	اور ایک ویسا مُنَجِّم بالکل کاہن ہی جیسا ہوتا ہے۔
وَالْكَاهِنُ كَالسَّاحِرِ ؛	10	اور کاہن جادوگر کے مانند ہوتا ہے۔
وَالسَّاحِرُ كَالْكَافِرِ ؛	11	اور ساحر کافر کی مانند ہوتا ہے۔
وَالْكَافِرُ فِى النَّارِ ؛	12	اور کافر کوئی بھی ہو جہنمی ہے۔
سِيْرُوْا عَلٰى اسْمِ اللّٰهِ ؛	13	تم اللہ کے نام پر سفر کیا کرو۔

تشریحات:

1۔ خطبہ کی تشریح اور مسلمانوں سے اس کا تعلق؟

یہ شخص جس نے علوم نجوم سے اس سفر کو روکنا چاہا تھا اس کا نام عفیف بن قیس تھا۔اور اشعث ابن قیس کا بھائی تھا۔اور اشعث ابن قیس ہی وہ ہیرو ہے جس نے جنگ صفین کی پوری سازش میں معاویہ کے منصوبے کو پروان چڑھایا تھا۔اسی کی بیٹی جعدہ بنت اشعث نے امام حسن علیہ السلام کو معاویہ کے وعدہ پر یقین کر کے زہر دیا تھا تاکہ معاویہ اُسے یزید کے نکاح میں لے لے۔اسی اشعث کے بیٹے کربلا میں ابن زیاد کی فوج میں سردار تھے۔لہٰذا اشعث کا بھائی عفیف خارجیوں کو اس بہانے سے نکل بھاگنے اور مزید تیاری کرنے کا موقع فراہم کرنا چاہتا تھا۔ورنہ عفیف کا علم نجوم سے ذرہ برابر لگاؤ اور تعلق نہ تھا۔بلکہ یہ کہنا زیادہ وسعت پیدا کرتا ہے کہ اہل قریش اور ان کے ہمنوا لوگوں میں سے کوئی بھی علم نجوم نہ جانتا تھا۔یعنی عفیف بھی حضرت علی علیہ السلام کو رسوم جاہلیت کی آڑ میں فریب دینا چاہتا تھا۔جیسا کہ قریش کا ہر لیڈر حضرتؐ کے خلاف اسکیمیں تیار رکھنے میں مصروف رہتا تھا۔عفیف نے بھی قریش کا حق نمک ادا کرنے کی کوشش کی تھی جو ناکام ہوگئی۔

2۔ آنحضرتؐ اور ان کی آل پاکؑ کے ایام وفات کے علاوہ سال کے تمام ایام میں سفر جائز ہے اور سوگ کے علاوہ تمام دنوں میں خوشی

مسلمانوں نے عہد جاہلیت سے لے کر آج تک کچھ دنوں اور تاریخوں کو نحس قرار دے رکھا ہے۔وہ انہیں مبارک۔ہم محمدؐ و آل محمدؐ صلوٰۃ اللہ علیہم کی وفات اور ان کے سوگ کے دنوں میں کوئی خوشی نہیں مناتے اور تاریخ ہائے وفات کے علاوہ سفر کرنا جائز مانتے ہیں۔رسومات سے چونکہ عوام الناس کے قلوب وابستہ ہو جاتے ہیں اور ان رسوم کی خلاف ورزی ان کے دلوں میں وہم پیدا کرتی ہے۔اور واہمہ تخلیقات کے نتائج کو الٹا دیکھتا ہے اس لئے باقاعدہ تعلیم دیئے بغیر عوام کو منقلب نہ کرنا چاہئے لہٰذا ہم عورتوں اور بچوں کی رعایت اور تدریج کو بھی ضروری سمجھتے ہیں۔بہر حال ہم ایسا کوئی دن یا وقت نہیں مانتے جس پر اللہ کو قدرت حاصل نہ ہو۔رہ گیا مقدس دنوں کا احترام، وہ لازم ہے۔انہیں اللہ نے اپنے دن (ایام اللہ) فرمایا ہے۔یہ بھی یاد رکھنا ضروری ہے کہ جب امام زمانہ علیہ السلام خود سفر کی نگرانی اور انتظام فرما رہے ہوں تو پھر کسی قسم کا خطرہ پیش نہیں آسکتا

اور یہ کہ ان کا ہر حکم اللہ کے حکم کی طرح واجب التعمیل ہوتا ہے ان کے سامنے عفیف ابن اشعث کی طرح بات کرنا خالص بے دینی اور کفر ہے۔ لہٰذا ہر وہ پیشنگوئی جائز ہے جو دینی تعلیمات کے ماتحت ہو اور اللہ کو ہر حال میں قادر و مختار مانتے ہوئے کی جائے۔

3۔ ہر اُس شخص کی مدح وثنا کرنا اور شکریہ ادا کرنا جائز اور بعض حالات میں واجب ہے جس کی نصیحت سے آپ کو نفع ہو اور نقصان سے محفوظ رہیں

خطبہ کا یہ منشا نہیں ہے کہ آپ اللہ کے سوا کسی اور کی مدح وثنا نہ کریں۔ منشا یہ ہے کہ اللہ کو کسی جگہ نظر انداز نہ کریں اس کے بغیر کسی کو صاحبِ علم و اختیار نہ سمجھیں۔ اور یہ تصور بھی نہ رکھیں کہ جو کچھ کرتا ہے اللہ ہی کرتا ہے اور کراتا ہے انسان محض ایک کٹھ پتلی یا اوزار ہے۔ یہ دونوں تصورات بے دینی اور ابلیس کے پیدا کردہ تصورات ہیں۔ اللہ نے جس کو جتنے اختیارات اور جتنی قدرت دی ہے وہ اس میں مختار ہے اس میں اللہ دخل نہیں دیتا۔ حالانکہ اگر اللہ چاہے تو تمام ہی اختیارات اور قدرت چھین سکتا ہے۔

4۔ ستاروں سے راہنمائی حاصل کی جاسکتی ہے مگر ایک راہنمائی بھی ایسی نہیں جسے ہر شخص حاصل کرسکتا ہو۔

سمندروں میں یا خشکی میں سمتوں اور راستوں کا تعین کرنا اور ان آلات کا استعمال کرنا باقاعدہ ایک علم ہے (Navigation) جس کی باقاعدہ تعلیم دی جاتی ہے اور اس علم کے عالم کو نیویگیٹر (Navigator) کہتے ہیں۔

لیکن دوسرا علم نجوم ایسا ہے کہ اس سے یہ پتہ لگایا جاتا ہے فلاں شخص پر ستاروں نے کیا اثر کیا ہے اور فلاں فلاں علامات کس طرح اور کیونکر پیدا ہوئی ہیں اور ان کے مضر اثرات کو کیسے دور کیا جاسکتا ہے؟ یہ علم نجوم نہ کہیں درسگاہوں میں پڑھایا جاتا تھا اور نہ آج تک اسے باقاعدگی کے ساتھ سمجھا گیا ہے۔ یہ علم بھی من جانب اللہ مخصوص انبیاء و آئمہ علیہم السلام کو سکھایا گیا ہے اور نہ اس علم نجوم کو عام کرنے کی اجازت ہے نہ ضرورت ہے کہ اسے عام کیا جائے اور نہ عام عقلیں اسے قابو میں لاسکتی ہیں۔ البتہ جس طرح بہت سے جھوٹے نبی گزرے اسی طرح بہت سے جھوٹے اولیاء اور صاحبان کرامت ہونے کے مدعی گزرے ہیں اسی طرح جھوٹے علم نجوم کے دعویدار گزرے ہیں اور اس سلسلے میں کمائی کے لئے کچھ کتابیں لکھی گئی ہیں۔ اور مارکیٹ میں ملتی ہیں مگر وہ سب بکواس سے زیادہ کچھ نہیں۔ البتہ اس میں کچھ شبہ نہیں کہ علم نجوم ایک مادی محسوس علم ہے اس کی مثالیں اور نتائج سورج گرہن اور چاند گرہن کی ذیل میں اور سمندر کے مدوجزر سے دیکھے جاسکتے ہیں۔ بہر حال یہ علم بھی ایسا ہے کہ محمد و آل محمد علیہم السلام کے علاوہ اور کوئی نہیں جانتا یوں تو فٹ پاتھ پر تمام نجومی بیٹھے ہوئے ملتے ہیں۔ مگر وہ نجومی نہیں بلکہ بھکاری اور فریب ساز ہوتے ہیں۔

بہر حال عفیف کو اور اس کے علم نجوم اور پیشنگوئی کو القاب کاہن وساحر اور کافر کے ساتھ لوٹا دیا گیا۔ سفر جاری رہا اور خارجیوں سے جنگ ہوئی اور اپنی خدائی پیشگوئی کے مطابق کامیابی اور فتح ہوئی اور نام نہاد نجومی قیامت تک کے لئے رسوا اور نادم ہو کر رہ گئے۔ جنگ پر خطبہ آنے والا ہے۔

Presented by Ziaraat.Com

مفتی جعفر حسین: خطبہ نمبر: 59

علی نقی طہرانی: خطبہ نمبر: 58

خُطبہ ﴿57﴾

حضرت علی علیہ السلام نے خوارج پر حملہ کرنے کا ارادہ فرمایا تو بتایا گیا کہ خارجی لوگ نہروان کا پل پار کر کے دوسری طرف نکل چکے ہیں۔ تب آپ نے یہ فرمایا:۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡم

مَصَارِعُهُمْ دُونَ النُّطْفَةِ ؛	1	ان کی قتل گاہ تو نہر کے پانی کے اس طرف مقرر ہو چکی ہے۔ لہٰذا وہ دریا پار جا ہی نہیں سکتے۔
وَاللّٰهِ لَا يُفْلِتُ مِنْهُمْ عَشَرَةٌ ؛	2	قسم بخدا ان میں سے صرف دس آدمی قتل سے بچیں گے یعنی باقی سب مقتول ہو جائیں گے۔
وَّلَا يَهْلِكُ مِنْكُمْ عَشَرَةٌ ؛	3	اور تم میں سے صرف دس اشخاص قتل ہوں گے“۔

تشریحات:

یہ ہے علم غیب اور عالم الغیوب کی سطح سے پیش گوئی جو پوری ہو کر رہی اور یہ کہ مشاہدہ کرنے والوں نے خوارج پر فوج کشی کرتے وقت بتایا تھا کہ خارجیوں کا لشکر نہر پار کر کے دوسری طرف چلا گیا ہے۔

لما عزم علی حرب الخوارج وقیل له ان القوم قد عبروا جسر النهروان۔

حضورؑ نے خطبہ میں بتایا کہ نہیں وہ اِس پار قتل ہوں گے۔

1۔ خارجی فرقہ نسل در نسل چلتا رہے گا

جنگ نہروان میں صرف دس خارجیوں کے بچنے پر لشکر مرتضوی کے لوگوں نے حضورؑ سے عرض کیا کہ:

لما قتل الخوارج فقیل له یا امیر المومنین هلک القوم باجمعهم“

یا امیر المومنین خارجی قوم تو ساری کی ساری قتل ہو چکی ہے“

حضور علیہ السلام نے خطبہ ارشاد فرمایا کہ نہیں وہ ابھی باقی ہیں اور باقی رہیں گے۔

Presented by Ziaraat.Com

مفتی جعفر حسین: خطبہ نمبر: 59

علی نقی طہرانی: خطبہ نمبر: 59

خُطبه ﴿58﴾

1 ۔لوگوں کا یہ سمجھنا کہ تمام خارجی ختم ہو گئے غلط تھا۔2۔حضرت علی علیہ السلام بتاتے ہیں کہ نہ تمام خارجی ختم ہوئے اور نہ ابھی ختم ہونے والے ہیں۔ بلکہ وہ لوگوں کی پشتوں میں اور عورتوں کے ارحام میں باقی ہیں۔وہ برابر پیدا ہوتے اور فتنہ وفساد پھیلاتے چلے جائیں گے۔اوران کے آخری لوگ قزاق اور لٹیرے بن کر رہ جائیں گے اوران کا قتل عام کیا جاتا رہے گا۔

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡم

كَلَّاوَ اللّٰهِ اِنَّهُمۡ نَطَفٌ فِىۡ اَصۡلَابِ الرِّجَالِ ؛	1	خارجی ہرگز ختم نہیں ہوئے وہ تو خدا کی قسم ابھی لوگوں کی پشتوں میں۔
وَقَرَارَاتِ النِّسَآءِ ؛	2	اورعورتوں کے ارحام میں نطفے کی صورتوں میں موجود ہیں اور پیدا ہوتے رہیں گے۔
كُلَّمَا نَجَمَ مِنۡهُمۡ قَرۡنٌ قُطِعَ حَتّٰى يَكُوۡنَ آخِرُهُمۡ لُصُوۡصًا سَلَّابِيۡنَ ؛	3	ہرزمانے میں جب بھی خارجیوں کی کوئی شاخ نکلے گی تو لوگ اسے کاٹ دیا کریں گے۔یہاں تک کہ جب ان کی آخری شاخ نکلے گی تو وہ کھل کر جنگ نہ کرسکے گی بلکہ وہ چوراور ڈاکو بن کر رہ جائیں گے۔

تشریحات:

1۔ خارجیوں کو حضرت علیؑ نے نہ خوشی سے قتل کیا نہ ان کا قتل عام کر کے خوش ہوئے تھے

حضرت علی علیہ السلام کے مقابلہ میں جنگ نہروان وہ آخری مقام تھا جہاں خارجی بے بس ہو کر رہ گئے اوران کی عسکری قوت تباہ وبرباد ہوگئی تھی۔اوردس اشخاص جو قتل سے کسی طرح بچ نکلے تھے وہ مرکز سے دور نکل گئے تھے اور چوروں کی طرح چھپتے پھرتے تھے۔ہم خارجیوں کا حال ذرا تفصیل سے پیش کریں گے فی الحال خوارج کے متعلق حضرت علی علیہ السلام کے دوعدد بیانات لگا تار سن لینا ضروری ہے۔

Presented by Ziaraat.Com

مفتی جعفر حسین: خطبہ نمبر: 59

علی نقی طہرانی: خطبہ نمبر: 60

خُطبہ ﴿59﴾

1۔اپنے بعد خوارج کو قتل کرنے کی ممانعت فرمائی ہے۔2۔وہ لوگ جو حق کو تلاش کریں اور غلطی سے حاصل نہ کر سکیں ان سے بہر حال بہتر ہوتے ہیں جو حق کے بجائے باطل کی تلاش کریں اور غلطی کئے بغیر باطل کو حاصل کر لیں۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡم

لَا تَقۡتُلُوا الۡخَوَارِجَ بَعۡدِیۡ فَلَیۡسَ مَنۡ طَلَبَ الۡحَقَّ فَاَخۡطَاَہٗ ؛	1	تم (پیروانِ علیؑ) لوگ میرے بعد نہ خارجیوں سے لڑ نا نہ انہیں قتل کرنا۔ بات یہ ہے کہ وہ لوگ جو حق کی تلاش میں غلطی کر جائیں اور وہ حق کو نہ پا سکیں ان لوگوں سے بہر حال بہتر ہوتے ہیں۔
کَمَنۡ طَلَبَ الۡبَاطِلَ فَاَدۡرَکَہٗ ؛	2	جو حق کے بجائے باطل کی تلاش کریں اور غلطی کئے بغیر باطل کو حاصل کر لیں۔

تشریحات:

یہاں خارجیوں کا معاویہ اینڈ کمپنی سے بہتر ہونا بہر حال ثابت ہے اور یہ بھی ثابت ہے کہ خارجی حق تک پہنچنے میں کوشاں تھے مگر غلطی پر غلطی کرتے اور حق سے دور ہوتے گئے اور قابل رحم تھے۔مگر معاویہ اور قریش کسی لمحہ حق سے وابستہ اور اس کی جستجو میں نہ تھے باطل کو چاہتے تھے اور باطل کو حاصل کرنے میں کامیاب ہو گئے تھے اور ہرگز قابل رحم نہ تھے۔

1۔ خارجیوں کا معاویہ کی سازش میں الجھنا اور ان کی غلطیوں کی فہرست

حضرت علی علیہ السلام خارجیوں کے متعلق پوری صورتِ حال اور تفصیلات پر مطلع تھے اور انہیں برابر حقیقت حال سے خبر دار کرتے رہے۔

انہیں بتا دیا گیا تھا کہ تم تباہ و برباد ہو جاؤ گے۔

2۔اور قیامت میں تم پر شدید مواخذہ ہوگا۔

3۔انہیں نافرمانی اور عہد شکنی کا نظارہ دکھایا گیا تھا۔

4۔ان کو باغی ہو جانے اور تحکیم کو جبراً منوانے کا مجرم قرار دیا تھا۔

5۔انہیں سازش میں الجھ جانے، بے وقوف بنالئے جانے کا طعنہ بھی بار بار دیا گیا تھا تا کہ عقل سے کام لیں اور سازش سے نکل آئیں۔

6۔اپنی بے لوث ہمدردی اور نیک سلوک کا واسطہ بھی دیا گیا تھا۔

7۔ان کو حرامیوں ایسا طرزِ عمل اختیار کرنے سے روکتے ہوئے فرمایا تھا۔

Presented by Ziaraat.Com

مفتی جعفرحسین: خطبہ نمبر: 36

علی نقی طہرانی: خطبہ نمبر: 36

خُطبه «60»

1۔خارجیوں کو ان کی تباہی و بربادی سے خبردار کیا گیا تھا۔2۔انہیں قیامت میں حساب و مواخذہ سے بھی ڈرایا گیا تھا۔3۔انہیں نافرمانی اور عہد شکنی کا منظر دکھایا گیا تھا۔4۔بغاوت کر کے جبراً تحکیم منظور کرانے کا مجرم قرار دیا گیا تھا۔5۔انہیں بے وقوف بن جانے اور بے عقلی دکھانے کا طعنہ دیا گیا تھا۔6۔اپنے بے لوث عمل درآمد اور ہمدردی کا سلوک جتلایا گیا تھا۔7۔ان کو کسی متعینہ اور حقیقی باپ کی اولاد نہ ہونا یاد دلایا گیا تھا۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡم

فَاَنَا نَذِيۡرٌ لَكُمۡ اَنۡ تُصۡبِحُوۡا صَرۡعٰى بِاَثۡنَآءِ هٰذَا النَّهۡرِ وَبِاَهۡضَامِ هٰذَا الۡغَائِطِ ؛	1	میں تمہیں تمہارے اس انجام سے خبردار کرنے اور ڈرانے والا ہوں کہ تمہیں وہ صبح نہ دیکھنا پڑے کہ اس نہر کے آس پاس اور اس کے نشیب و فراز میں تمہارے ہاتھ پیر اور سر و دھڑ بکھرے پڑے ہوں۔
عَلٰى غَيۡرِ بَيِّنَةٍ مِّنۡ رَّبِّكُمۡ ؛	2	پھر تمہارے پاس اپنے پروردگار کے روبرو نہ کوئی دلیل و حجت ہو۔
وَلَا سُلۡطَانٍ مُّبِيۡنٍ مَعَكُمۡ ؛	3	اور نہ کوئی تمہارے ساتھ بولنے والا سلطان ہو۔
قَدۡ طَوَّحَتۡ بِكُمُ الدَّارُ ؛	4	یہ دنیا تمہیں تباہ و برباد کر کے رکھ دے گی۔
وَاحۡتَبَلَكُمُ الۡمِقۡدَارُ ؛	5	اور مقدرات تمہیں اپنے جال میں پھانس لیں گے۔
وَقَدۡ كُنۡتُ نَهَيۡتُكُمۡ عَنۡ هٰذِهِ الۡحُكُوۡمَةِ ؛	6	میں نے تو تمہیں پہلے ہی جنگ روکنے اور تحکیم کی سازش میں الجھنے سے منع کیا تھا
فَاَبَيۡتُمۡ عَلَىَّ اِبَآءَ الۡمُخَالِفِيۡنَ الۡمُنَابِذِيۡنَ ؛	7	لیکن تم نے عہد شکن مخالفوں کی طرح سرکشی کی اور میرا حکم ماننے سے انکار کر دیا۔
حَتّٰى صَرَفۡتُ رَاۡيِىۡ اِلٰى هَوَاكُمۡ ؛	8	تنگ آ کر میں نے اپنی رائے کو تمہاری خواہش کی درستی پر لگا دیا تھا۔ یعنی حکمین کو قرآن کا پابند کر دیا تھا۔
وَاَنۡتُمۡ مَعَاشِرُ اَخِفَّآءُ الۡهَامِ ؛	9	یہ ثابت ہو گیا کہ تم ایک ایسا معاشرہ ہو جس کی کھوپڑیاں عقل سے خالی ہیں۔
سُفَهَا الۡاَ حۡلَامِ ؛	10	تم فہم و دانش کے معاملے میں کورے بے وقوف ہو۔
وَلَمۡ آتِ لَا اَبَا لَكُمۡ بُجۡرًا	11	اور اے لاپتہ باپوں کی اولاد، میں نے تمہارے ساتھ کوئی گڑبڑ نہیں کی۔
وَلَا اَرَدۡتُّ بِكُمۡ ضُرًّا ؛	12	اور تمہارے نقصان کا میں نے کبھی ارادہ تک نہیں کیا۔

Presented by Ziaraat.Com

تشریحات:

1۔خارجیوں نے تحکیم کی سازش میں الجھ کر حضرت علیؑ کے ساتھ قریش سے بھی زیادہ ظلم وزیادتی اور بے رحمی کا سلوک کیا۔

قارئین نے یہاں تک حضرت علی علیہ السلام کے دس خطبات میں خارجیوں کا کردار وحالات واعتقادات مسلسل دیکھے ہیں اور حضرت علی علیہ السلام کا ان کے ساتھ جوابی رویہ ملاحظہ کیا ہے۔اس پوری داستان میں کہیں بھی خارجی حق بجانب نظر نہیں آتے۔جس طرح قریش ہر ہر معاملہ میں اور ہر ہر موڑ پر ظالم وغادر وخائن ثابت ہوتے ہیں بالکل اسی طرح خارجی مظالم اور سرکشی برابر ثابت ہوتی رہی ہے۔اور جس طرح حضورؐ نے بدلے میں قریش کے ساتھ کوئی بھی زیادتی نہیں کی اسی طرح خارجیوں کے ساتھ رحم وکرم اور انصاف کا سلوک کہیں ترک نہیں کیا ہے۔حد یہ ہے کہ آخر یہ حکم دے دیا کہ ان کے بعد نہ خارجیوں سے جنگ کی جائے اور نہ کسی خارجی کو قتل کیا جائے اور یہ کہ خارجی حق تلاش کرنے میں غلطی کر گئے ہیں۔ایسی صورت میں ضروری تھا کہ خارجیوں پر قدرت کی طرف سے ذلت وخواری کا عذاب نازل ہوتا۔

2۔خریت کے ساتھ نکل بھاگنے والے گروہ پر کیا گزری؟

یہ تذکرہ ہو چکا ہے کہ حضرت علی علیہ السلام نے خرّیت کو آنے اور اختلاف وواقعات کو سمجھنے کی دعوت دی تھی اور وہ کل آنے کا وعدہ کر کے اپنے گروہ اور اپنی قوم میں واپس گیا اور پوری مملکت میں سازش پھیلانے کے لئے مع اپنے مسلح گروہ کے خاموشی سے روانہ ہو گیا تھا۔اور حضرت علی علیہ السلام نے اس گروہ کی تلاش اور روک تھام کے لئے انتظام کر دیا تھا۔

3۔خریت بن راشد کا تعاقب (تاریخ طبری کے بیانات)

زیاد ابن خصفہ نے کھڑے ہو کر عرض کیا کہ ان کے جانے سے کچھ زیادہ نقصان نہ ہوگا۔کیونکہ اگر وہ ہمارے ساتھ رہتے تو لوگوں کو بہکاتے اور توڑتے رہتے۔اور اس طرح ان کی تعداد میں اثر انگیز اضافہ ہوتا رہتا۔اور ان کے چلے جانے سے ہماری تعداد میں کمی واقع نہ ہوگی۔لیکن ہمیں اس بات کا خوف ضرور ہے کہ کہیں وہ آپؐ کے پاس آنے جانے والوں کو خراب نہ کر دیں اس لئے مجھے ان کے تعاقب کی اجازت دیجئے تا کہ میں ان لوگوں کو پکڑ کر آپؐ کے پاس لاؤں۔

حضرت علیؑ نے پوچھا کہ کیا تمہیں معلوم ہے کہ وہ لوگ کدھر گئے ہیں؟ زیاد نے کہا کہ مجھے معلوم تو نہیں ہے لیکن میں انہیں تلاش کروں گا اور ان کے نقشِ قدم پر چل کر ان کا پتہ لگا لوں گا۔

حضورؐ نے فرمایا کہ اچھا جاؤ اللہ تم پر رحم فرمائے۔تم یہاں سے چل کر دَیرِ ابی موسیٰ پر جا کر ٹھہرو اور جب تک میرا دوسرا حکم نہ پہنچے آگے روانہ نہ ہونا۔کیونکہ اگر وہ جماعت کے ساتھ اعلانیہ نکلے ہیں تو عنقریب مجھے میرے گورنر اطلاع دیں گے۔اور اگر وہ متفرق طور پر چھپتے ہوئے گئے ہیں تو یہ بات گورنروں سے مخفی ہوگی لہٰذا میں گورنروں کو حکم نامہ بھیجوں گا۔چنانچہ متعلقہ گورنروں کو لکھا گیا کہ:۔

گورنروں کو ہدایات ’’کچھ لوگ یہاں سے بھاگ کر چلے گئے ہیں اور ہمارا خیال ہے کہ وہ بصرہ کے علاقہ کی طرف گئے ہیں تم اپنے اپنے شہر کے باشندوں سے ان کے متعلق معلومات حاصل کرو اور اپنے علاقوں میں چاروں طرف جاسوس پھیلا دو اور جو معلومات حاصل ہوں ہمیں روانہ کر دو‘‘۔

Presented by Ziaraat.Com

4۔ زیاد بن خصفہ کی مدد گار حاصل کرنے کے لئے بکر بن وائل کے یہاں تقریر۔

’’اے بکر بن وائل امیر المومنین علیہ السلام نے مجھے ایک ایسے کام پر روانہ کیا ہے جو ان کے نزدیک نہایت اہم ہے اور مجھے تاکید ہے کہ اس سلسلے میں حتی الوسع اپنی کوشش میں دریغ نہ کروں۔تم لوگ حضورؑ کی جماعت میں داخل اور ان کے معین و مددگار رہو اور ان کے نزدیک تم تمام قبیلوں سے زیادہ اعتماد کے قابل ہو تم اس وقت میرے ہمراہ جنگ کے لئے چلو اور انتہائی عجلت سے تیار ہو جاؤ‘‘

چنانچہ ایک سو تیس آدمی مسلح ہو کر ساتھ ہو لئے زیاد نے کہا کہ بس اس سے زیادہ تعداد کی ضرورت نہیں ہے۔پھر ان کو لے کر پُل پار کر کے دَیرابی موسیٰ میں قیام کیا۔

5۔ خارجی جماعت کا نمازی کو قتل کرنا۔

حضرت علیؑ کے پاس جواب میں قرظہ بن کعب کا خط یہ بتانے کے لئے آیا کہ کچھ سوار کوفہ کی جانب سے آتے دکھائی دیئے جن کا رخ نضر کی طرف تھا۔وہ فرات کے نشیبی علاقہ سے گزرے جہاں ایک دھقان نماز پڑھ رہا تھا۔بنو ناجیہ کی ایک جماعت اس کے پاس گئی اور دریافت کیا کہ آیا وہ مسلم ہے یا کافر ہے۔ذاذان فروخ نامی دھقان نے کہا کہ میں مسلم ہوں۔انہوں نے پوچھا کہ تم علیؑ کو کیسا سمجھتے ہو؟ اُس نے کہا کہ ’’علیؑ امیر المومنین اور سید البشر ہیں‘‘ انہوں نے کہا کہ تم اللہ کے دشمن اور کافر ہو اور اس پر حملہ کر کے اُسے ٹکڑے ٹکڑے کر دیا۔وہاں ایک ذمی شخص بھی تھا۔سوال و جواب کے بعد ذمی کو کچھ نہ کہا اور کہا کہ ذمیوں کا قتل ہمارے لئے جائز نہیں ہے۔اسی ذمی نے مجھے یہ تمام حالات سنائے اور اس کے علاوہ اور کسی نے ان کی اطلاع نہیں دی ہے‘‘

حضرت علیؑ نے قرظہ بن کعب کو ان لوگوں کے عقائد و عمل کا تضاد لکھا۔اور ثبات قدم کی تاکید و مدح کی۔

6۔ زیاد بن خصفہ کو حضرت علیؑ نے خارجیوں کے تعاقب کا حکم دیا۔

حضرت علی علیہ السلام نے قرظہ بن کعب کے خط میں آمدہ اطلاعات زیاد کو لکھیں اور نضر نامی گاؤں کی طرف تعاقب میں جانے کو لکھا۔ چنانچہ زیاد بن خصفہ مع اپنے دستے کے نضر میں آیا۔خریت اور اس کی جماعت کو تلاش کیا انہیں سمجھایا آخر جنگ ہوئی اور خریت رات کے اندھیرے میں اپنے لشکر سمیت فرار کر گیا۔

7۔ زیاد کی حضرت علیؑ سے خط و کتابت اور وہاں سے معقل ابن قیس کا دو ہزار سواروں کے ساتھ مدد کو آنا اور خریت کو شکست دینا

خط و کتابت کا نتیجہ یہ نکلا کہ معقل ابن قیس دو ہزار سواروں کے ساتھ پہنچا اور بصرے سے عبد اللہ ابن عباس خالد بن معدان کی سرکردگی میں فوج پہنچی خریت سے جنگ ہوئی اور وہ ایک سو ستر خارجیوں کے قتل ہو جانے کے بعد مع فوج فرار کر گیا۔

8۔ خریت نے عثمانیوں کو بھی ساتھ ملا لیا لوگوں کو زکوۃ دینے سے منکر بنا کر شامل کر لیا اور مسلمان شدہ عیسائیوں کو مرتد کر کے ہمراہ کر لیا

خریت نے اپنی عسکری تعداد بڑھانے کے لئے لوگوں کو زکوۃ دینے سے منع کیا اور فوج میں داخل کر لیا۔مسلمان شدہ عیسائی یہ اختلاف دیکھ کر پھر عیسائی ہو گئے تو انہیں یہ کہہ کر شامل کر لیا کہ علیؑ مرتد لوگوں کو قتل کے سوا اور کوئی رعایت نہیں دیتے۔جب معقل کا لشکر تعاقب کرتا ہوا پہنچا تو خریت کی فوج تین گروہوں میں تقسیم تھی۔پہلے مرتد شدہ عیسائیوں کو اسلام کی دعوت دی اور انکار کرنے پر حملہ کیا گیا سب قتل ہوئے۔قیدیوں کو حضرت علیؑ کے پاس روانہ کر دیا گیا۔جنہیں گورنر مصقلہ نے دو لاکھ درہم میں خرید لیا تھا۔اور پوری رقم ادا نہ کرنے کی بنا پر معاویہ سے جا ملا تھا۔پھر

Presented by Ziaraat.Com

معقل نے امان کا جھنڈا بلند کرا دیا تو تمام بھاگے ہوئے لوگ خریت سے الگ ہو گئے۔

اب خالص خارجیوں اور خریت سے جنگ ہوئی ایک سوستر آدمی قتل ہوئے۔خریت نعمان بن صہبان کے ہاتھوں قتل ہوا۔

9۔ جنگ نہروان اور طبری۔

حضرت علی علیہ السلام نے اپنی فوج کو مختلف دستوں میں ترتیب دیا۔میمنہ پر حجر بن عدیؓ،میسرہ پر شبثؓ بن ربعی یا معقل بن یسار کو، سواروں پر ابوایوبؓ انصاری اور پیدل فوج پر حضرت ابوقتادہؓ انصاری کو امیر بنایا۔اہل مدینہ پر جن کی تعداد سات سوتھی قیس بن سعد بن عبادہ کو امیر بنایا۔خوارج نے اپنے دستوں کی تقسیم یوں کی کہ میمنہ پر زید بن حصین الطائی کو معین کیا۔میسرہ شریح بن ھانی العسی کو دیا گیا۔سواروں پر حمزہ بن سنان الاسدی کو مامور کیا اور پیدل فوج پر ہرقوص بن زھیر السعدی کو مامور کیا۔

حضرت علیؑ نے دو ہزار سوار دے کر اسود بن المرادی کو حمزہ بن سنان کے مقابلہ پر روانہ کیا۔اور ابوایوب انصاری کو امان کا جھنڈا دیا۔ انہوں نے وہ جھنڈا لے کر اعلان کیا کہ تم لوگوں میں سے جو شخص جنگ کئے بغیر اور کسی سے معترض ہوئے بغیر اس جھنڈے کے نیچے آ جائے گا اس کے لئے امان ہے۔اسی طرح جو شخص کوفہ یا مدائن چلا جائے گا یا خارجی جماعت سے جدا ہو کر کسی اور جگہ چلا جائے گا اس کے لئے بھی امان ہے۔ باوجود یکہ تم میں سے کچھ نے ہمارے بھائیوں کو قتل کیا ہے۔لیکن تب بھی ہمیں تمہارا خون بہانے کی چنداں حاجت نہیں ہے۔یہ سن کر فردۃ بن نوفل الاشجعی نے کہا کہ خدا کی قسم میری سمجھ میں نہیں آتا کہ ہم آخر کس جرم پر علیؑ سے جنگ کریں؟ میں تو یہ بہتر سمجھتا ہوں کہ میدانِ جنگ سے واپس چلا جاؤں اور اس وقت تک ہر قسم کی فتنہ انگیزی سے علیحدہ رہوں جب تک میری عقل وبصیرت علیؑ سے قتال کی یا اس کی اتباع کی شہادت نہ دے دے۔ یہ کہہ کر فردہ پانچ سو سواروں کے ساتھ جدا ہو گیا۔اس اعلان پر ایک اور جماعت متفرق طور پر خارجیوں کا ساتھ چھوڑ کر چلی گئی اور کوفہ میں آ کر مقیم ہو گئی۔اور سو آدمی حضرت علیؑ کی فوج میں شامل ہو گئے۔

(9۔الف) قصاص کا مطالبہ

حضرت علیؑ نے خارجیوں سے مطالبہ کیا کہ تمہارے جن آدمیوں نے ہمارے آدمیوں کو قتل کیا ہے انہیں ہمارے پاس بھیج دو تو میں تمہیں چھوڑ دوں گا۔اور تم سے درگزر کر کے شامیوں کے مقابلہ پر چلا جاؤں گا۔انہوں نے جواب دیا کہ ہم سب نے تمہارے ان آدمیوں کو قتل کیا ہے اور ہم سب ان لوگوں کا اور تم لوگوں کا خون حلال سمجھتے ہیں۔چنانچہ بقیہ خارجی فوج نے حملہ کے لئے عبداللہ بن وہب کی قیادت میں قدم بڑھایا۔ حضرت علیؑ نے اپنی سوار فوج کو آگے کیا اور پیدل فوج کو سوار فوج کے پیچھے دو صفوں پر تقسیم کیا اور پہلی صف کے آگے مرامیہ کی صف کھڑی کی۔اس کے بعد حضرت علیؑ نے فوج سے کہا کہ ''تم اس وقت تک جنگ سے ہاتھ روکے رہو جب تک خارجی ابتدا نہ کریں۔'' جنگ کے لئے خارجی فوج نے حضرت کی سوار فوج پر سخت حملہ کیا تو سوار فوج کے دو حصے ہو گئے ایک دہنی طرف کو کھسک گیا اور دوسرا بائیں طرف نکل گیا۔اس لئے خارجیوں کی فوج صفوں کے اندر داخل ہو گئی اور پیدل فوج کی طرف بڑھی تو مرامیہ نے ان کو نیزوں پر رکھ لیا اور سوار فوج بھی دائیں اور بائیں سے پلٹی اور خارجیوں کو گھیرے میں لے لیا۔اور پیدل فوج نے تلواروں سے دھاوا بول دیا ذرا دیر بھی نہ گزری تھی کہ خارجی موت کی نیند سو گئے۔حمزہ بن سنان خارجی جو سوار دستوں کا امیر تھا،فوج کو تباہ ہوتے دیکھ کر پکارا کہ گھوڑوں سے نیچے اُتر آؤ۔ان سب نے گھوڑوں سے اترنے کا ارادہ کیا ہی تھا کہ اسود بن قیس المرادی نے انہیں اتنی مہلت ہی نہ دی کہ وہ گھوڑوں سے اتر سکیں اور ان پر شدید حملہ کیا اور حضرت علیؑ کے پاس سے مزید سوار دستے اسود کی امداد کے

Presented by Ziaraat.Com

لئے پہنچ گئے اور چند ہی لمحات میں خارجی سوار جہنم رسید ہو گئے۔ اور یوں میدان جنگ میں خارجیوں کے اعضائے جسم بکھرے پڑے رہ گئے۔

10۔ شہادتِ مرتضویٰ کے بعد خوارج

حضرت علی علیہ السلام کی شہادت کے بعد جو خارجی جنگ نہروان سے بچ رہے تھے اور جنہیں زخمی ہونے کی بنا پر حضورؑ نے معاف کر دیا تھا ان میں سب سے زیادہ نام آور تین خارجی رہ گئے تھے۔ اول مستورد بن علفہ تیمی۔ دوم۔ حیان بن ظبیان سلمیٰ۔ سوم معاذ بن جوین بن حصین طائی۔ یہ عبادت وعلم و پارسائی میں خارجیوں میں مقبول تھے۔ یہ تینوں باقی ماندہ خارجیوں کے ساتھ حیان بن ظبیان کے گھر میں شیرازہ بندی کے لئے جمع ہوئے اور مقدس بکواس کے بعد مستورد بن علفہ کو اپنا حاکم منتخب کر کے بیعت کر لی۔ یہ ماہ جمادی الآخر کا واقعہ ہے۔ فیصلہ ہوا کہ سامان جمع کریں اور شعبان ۴۳ھ میں خروج یعنی فوج کشی کریں گے۔ مگر مخبری کی وجہ سے حیان بن ظبیان کے گھر کا محاصرہ کر کے سارے بیس پچیس خارجیوں کو مغیرہ بن شعبہ گورنر نے گرفتار کر کے قید کر دیا اور سال بھر کے بعد رہا کیا۔

11۔ شیعوں نے حضرت علیؑ کے حکم کو نظر انداز کر کے خارجیوں سے جنگ اور ان کے قتل کو جائز کر لیا

بہر حال خوارج برابر گروہ بندی کرتے اور بڑھتے رہے۔ یہاں تک کہ وہ دوبارہ حملہ کے لئے تیار ہو گئے، مغیرہ بن شعبہ نے روساء شہر کوفہ کو جمع کر کے پوچھا کہ تم مجھے وہ بہترین آدمی بتاؤ جس کو خارجیوں کے کچلنے کے لئے بھیجوں۔ عدی بن حاتم (شیعہ) نے اپنی عقیدت اور خدمات پیش کیں۔ ان کے بعد معقل بن قیس (علیؑ کی مہم کا سردار) اٹھا اور خود کو تعینات کرا لیا اور تین ہزار سواروں کی فوج لے کر خارجیوں کی طرف روانہ ہوا۔

12۔ صعصعہ بن صوحان کی پیشکش مغیرہ نے احتیاط اور اشاروں ہی اشاروں میں ٹھکرا دی تھی

یہاں رک کر ان مشہور و معروف شیعوں کے عمل در آمد اور مغیرہ بن شعبہ کا رویہ طبری سے سنتے چلیں ''مرۃ بن منقذ ان ہی لوگوں میں سے ہے جن کو اسی مجلس میں معقل کے ساتھ جانے کا حکم ہوا تھا۔ وہ کہتا ہے کہ معقل کے بعد صعصعہ بن صوحان اٹھ کھڑا ہوا اور کہا اے امیر مجھے وہاں بھیج قسم بخدا میں ان کے خون کو مباح سمجھتا ہو (یعنی علیؑ کی ممانعت کے باوجود۔ احسنؔ) اور اس کا بار اپنے سر لینے کو مستعد ہوں۔ مغیرہ نے کہا تم بیٹھو تم تو خطیب ہو اور ذرا اس بات کو یاد رکھنا۔ سبب یہ تھا کہ مغیرہ کو خبر پہنچی تھی کہ وہ عثمان بن عفان میں عیب نکالا کرتا ہے۔ اور علیؑ کا ذکر بہت کیا کرتا ہے۔ اور ان کو تفضیل دیتا ہے۔ اور ایک بار مغیرہ نے اسے بلا کر یہ کہہ بھی دیا تھا کہ خبر دار اب میں کسی سے نہ سنوں کہ تو نے کسی کے سامنے عثمان کو عیب لگایا اور علیؑ کی کوئی فضیلت اعلانیہ بیان کی۔ تم جو کچھ علیؑ کی فضیلت بیان کرتے ہو میں اس سے ناواقف نہیں ہوں۔ بلکہ تم سے زیادہ ہی جانتا ہوں۔ لیکن حاکم وقت غالب ہے ہم تم لوگوں کے سامنے ان کے عیب ظاہر کرنے کے لئے مجبور ہیں۔ اس باب میں جو کچھ ہمیں حکم دیا گیا ہے ہم اس میں سے بہت کچھ چھوڑ دیتے ہیں بس اتنا ہی ذکر کرتے ہیں تقیہ کے طور پر جس سے کچھ چارہ نہیں تا کہ ان لوگوں سے ہمیں ضرر نہ پہنچے۔ اگر تو علیؑ کی فضیلت بیان کرنا چاہے تو اپنے اصحاب میں اپنے گھروں میں چھپا کر بیان کرنا چاہئے اگر تو مسجد میں بیان کرے گا تو خلیفہ وقت اس کا متحمل نہ ہوگا۔ نہ اس باب میں ہمارا کوئی عذر سنے گا۔ صعصعہ جواب میں یہی کہتا رہا کہ بہت اچھا یہی کروں گا۔ پھر مغیرہ کو یہی خبر پہنچتی رہی کہ جس بات سے صعصعہ کو منع کیا تھا اس نے پھر وہی کام کیا۔ اب جو صعصعہ نے کھڑے ہو کر یہ کہا کہ مجھے وہاں بھیج تو مغیرہ کو ناگوار گزرا اس سبب سے کہ اس کی مخالفت کرنے کا غصہ دل میں بھرا تھا کہا کہ ''بیٹھ تو خطیب ہے اور ذرا اس بات کو یاد رکھ' صعصعہ نے جواب میں کہا کہ ''کیا میں فقط خطیب ہوں؟ ہاں میں زبردست خطیب اور رئیس ہوں۔ واللہ اگر جنگ جمل میں عبدالقیس کے جھنڈے کے نیچے تو نے مجھے دیکھا ہوتا، جب کہ برچھیاں چل رہی تھیں کاسہ سر میں

Presented by Ziaraat.Com

شگاف پڑ رہے تھے۔ سرکٹ رہے تھے تو تمہیں معلوم ہو جاتا کہ میں شیر ژیان ہوں۔ مغیرہ نے کہا کہ اب بس کرو زبان تمہاری بہت فصیح ہے''۔
(ترجمہ طبری حصہ چہارم صفحہ 50-51)

13۔ معقل اور مستورد کا لڑتے ہوئے مرنا اور خوارج کی شکست وقتل عام

معقل بن قیس کی فوج اور اس کی مدد کے لئے جانے والی افواج مستورد اور اس کی فوج کو قریہ بقریہ اور شہر بشہر اور جنگلوں میں تلاش کرتے اور جگہ جگہ جنگ کرتے رہے مستورد موقع دیکھ کر فرار کرتا اور اپنی فوج کو بے جگری سے لڑاتا رہا آخر معقل سے اس کی مڈبھیڑ ومقابلہ ہوا معقل کی تلوار مستورد کو اور مستورد کی برچھی معقل کو کارگر لگی اور دونوں مر گئے خارجی فوج میں سے سوائے عبداللہ بن عقبہ غنوی کے کوئی باقی نہ رہا اور اس نے بھی کوفہ آ کر شریک بن نملہ کی معرفت مغیرہ سے امان حاصل کی۔
معلوم ہوا کہ عہد معاویہ میں ۴۳ھ میں ایک دفعہ پھر خارجیوں کی کثرت شیعہ سردار معقل بن قیس اور شیعہ مردانِ کارزار کے ہاتھوں قتل وتباہ کی گئی۔

14۔ علیؑ کے شیعوں کے جذبات دیکھیں اور حضورؐ کا خطبہ 59 ملاحظہ کریں اور خوارج کے جذبات پر توجہ دیں

ہمیں شیعوں سے یہ امید ہونا چاہئے کہ وہ حضرت علی علیہ السلام کے حکم پر زیادہ شوق سے عمل کریں گے اور خوارج سے جنگ کرنے اور انہیں قتل کرنے سے باز رہیں گے (خطبہ 59 جملہ 1) لیکن آپ دیکھیں کہ عہد معاویہ میں شیعہ ہی خوارج سے جنگ کرنے اور ان کا قتل عام کرنے میں بڑی رغبت وکوشش میں مصروف رہے۔ اب تاریخ طبری سے خارجیوں اور شیعوں کا تصور ملاحظہ ہو لکھتا ہے کہ:

''امام حسنؑ ابھی کوفہ سے روانہ نہ ہوئے تھے کہ معاویہ کا گزر مقام نخیلہ سے ہوا۔ پانچ سو خوارج جو علیؑ سے علیحدہ ہو کر شہر روز میں مع فردہ بن نوفل اشجعی ٹھیرے ہوئے تھے ان سب نے کہا کہ اب اس شخص سے ہمیں سابقہ پڑا ہے جس کے باب میں ہمیں کوئی شک بھی نہیں ہے چلو معاویہ سے جہاد کرو۔ وہ سب کے سب بڑھے اور فردہ بن نوفل ان کا رئیس تھا۔ اور کوفہ میں داخل ہو گئے۔ معاویہ نے ان کے مقابلہ کے لئے اہل شام کے سواروں میں سے ایک دستہ روانہ کیا۔ انہوں نے شام کے سواروں کو منتشر کر دیا۔ اب معاویہ نے اہل کوفہ سے کہا کہ قسم بخدا جب تک تم اپنے یہاں کی اس آفت کو دور نہ کرو گے تمہارے لئے میرے پاس امان نہیں ہے۔ یہ سن کر اہل کوفہ نکلے اور خوارج سے جنگ کرنے لگے۔ خوارج نے ان سے کہا کہ وائے ہو تم پر ہم سے تم کو کیا کام ہے معاویہ ہمارا تمہارا دونوں کا دشمن ہے ہمیں اس سے لڑ لینے دو اگر ہم اس پر ظفرمند ہوئے تو ایک دشمن کے ہاتھ سے ہم نے تمہیں بچا لیا۔ اگر وہ ہم پر ظفرمند ہوا تو ہماری زحمت سے تم بچے۔ یہ سن کر اہل کوفہ نے کہا نہیں نہیں واللہ ہم تم سے (علیؑ کی مخالفت میں خطبہ 59 جملہ 1) لڑیں گے'' (ترجمہ طبری حصہ چہارم 29/29)

یہ تھے حضرت علی علیہ السلام کی صحبت میں رہنے والے شیعہ صحابہ۔

15۔ خوارج کا اِکا دُکا خروج وقتل ہونا

1) خطیم بن غالب اور سہم بن غالب تھکے ہوئے لوگوں کی طرح خروج بھی کرنا چاہتے تھے اور امان کے خواستگار بھی زیادہ بن ابیہ نے انہیں قتل کرا دیا تھا اور قتل کے بعد سہم بن غالب کو اپنے دروازہ کے سامنے سولی بھی دی تھی۔

2) جن خوارج نے مذکورہ مستورد سے بیعت کر رکھی تھی انہیں پکڑ کر مغیرہ بن شعبہ نے قید کر دیا تھا۔ مغیرہ کی موت کے بعد وہ آزاد ہو گئے اور حیان بن ظبیان سلمٰی نے تمام خارجیوں کو جمع کر کے ۵۸ھ میں بیعت لی اور خروج وحملہ کی تیاریاں شروع کر دیں۔ اور آخر کار بانقیا شہر میں

Presented by Ziaraat.Com

حملہ آور ہو کر سب قتل ہو گئے۔

3) اسی سال ابن زیاد (عبید اللہ ابن زیاد) نے خارجیوں کو سختی سے پکڑا ایک انبوہ کثیر کو گرفتار کر کے قتل کیا۔ ایک جماعت کو جنگ میں قتل کیا۔

16۔ عبد اللہ ابن زبیر کی حکومت کے دوران خارجیوں کے مظالم وسنگدلی

68ھ میں خوارج نے مدائن اور اھواز وساباط میں عورتوں اور بچوں پر ایسا شرمناک ظلم کیا جسے بیان کرنا بھی بے دردی ہے۔

17۔ عبد اللہ ابن زبیر کا قتل عبد الملک کا مکہ پر قبضہ اور خلافت کی بیعت اور ابوفدیک خارجی پر حملہ

17 جمادی الاول 73ھ خلیفہ عبد الملک کا قبضہ مکہ پر ہوا اور عبد اللہ ابن زبیر امام حسین علیہ السلام کی پیشنگوئی کے مطابق قتل ہوا۔ اور اس کا اور اس کے مشیروں اور افسران کے سر کاٹ کر مدینہ بھیجے گئے اور پھر عبد الملک کے سامنے پیش کئے گئے۔ اسی سال عبد الملک نے عمرو بن عبید اللہ بن معمر کو خارجیوں کے سردار وحاکم ابی فدیک کے مقابلے کے لئے روانہ کیا۔ اور کوفہ اور بصرہ سے اپنی پسند کی فوج انتخاب کرنے کے اختیارات دیئے۔ عمرو نے کوفہ سے دس ہزار جوان لئے اور بصرے سے یہی تعداد جمع کی اور خارجیوں سے جنگ وجدل شروع کر دی۔ شدید لڑائیوں اور پسپائیوں کے بعد ابوفدیک قتل ہو گیا۔ اور خارجیوں کو تہ تیغ کیا اور آٹھ سو کو قیدی بنایا گیا۔

18۔ خلیفہ عبد الملک بن مروان کا مہلب بن ابی صفرہ کو خارجیوں کی تلاش اور سرکوبی کے لئے مستقل طور پر تعینات کرنا

74ھ میں مہلب کو خارجیوں کے تدارک پر مختار بنایا گیا اور اس نے شہر رام ہرمز میں اپنا ہیڈ کوارٹر بنا کر خارجی مہم شروع کر دی۔ 75ھ میں خارجیوں سے رام ہرمز خالی کرا لیا تو انہوں نے سابور کے علاقہ میں مقام کازروں میں اپنے مورچے قائم کر لئے۔ لیکن مہلب اور ابن مخنف نے ان کا تعاقب کیا اور اپنے مورچے لگا لئے۔ رات کے اندھیرے میں خارجیوں نے مہلب کی فوج پر شبخون مارا مگر وہاں دال گلتی نہ دیکھی پلٹ کر عبد الرحمٰن ابن مخنف کی فوج پر حملہ کر دیا اور عبد الرحمٰن اور ان کی فوج کے تمام جوان میدان میں قتل ہو گئے۔

19۔ صالح بن مسرح اور شبیب بن یزید خارجی نے خارجیوں کی باگ ڈور سنبھالی اور 76ھ میں بغاوت کر دی

ان دونوں خارجیوں نے حکومت کو کافی پریشان رکھا۔ صالح اور شبیب کے ساتھ سو (100) سے زیادہ کچھ لوگ تھے۔ وہ موقع دیکھ کر حملہ کرتے تھے اور اکثر کئی کئی ہزار جوانوں کی فوج کو شکست دیتے اور موقع ملتے ہی میدان سے نکل جاتے۔ حکومت کی افواج برابر تعاقب میں رہتی تھیں۔ بہر حال حارث بن عمیر کی فوج سے لڑتے لڑتے خارجیوں کا امیر المومنین صالح بن مسرح قتل ہو گیا تو شبیب بن یزید نے باگ ڈور سنبھالی اور باقی ماندہ ستر خارجیوں کو لے کر قلعہ میں داخل ہو گیا اور حکومت کی افواج نے قلعہ کا محاصرہ کر لیا۔ قلعہ کے اندر شبیب نے اپنی امیر المومنیت کی بیعت لی اور بھیگے ہوئے نمدے کے ٹکڑے جلتے ہوئے دروازے پر رکھ کر قلعہ سے باہر نکلے اور حارث بن عمیرہ پر شبخون مار دیا۔ تلوار چلی، بدحواس لشکر سب کچھ چھوڑ کر مدائن تک بھاگتا چلا گیا۔ حارث زخمی ہو گیا تھا۔ اسے بھی فوج اٹھا کر لے گئی۔ اس کے بعد برابر اموی حکومت کی طرف سے شبیب کو زیر کرنے کے لئے سردار وافواج شبیب سے لڑتے اور تعاقب کرتے رہے لیکن شکست کھاتے، پسپا ہوتے اور کمک منگاتے اور شبیب کا پیچھا کرتے رہے۔ اور شبیب جگہ جگہ پبلک کو لوٹتا اور قتل وغارت کرتا اور جگہ بدلتا رہا۔ حکومت کے بڑے بڑے نامور بہادر سردار اس کے اور اس کے بھائی مصاد کے ہاتھوں قتل ہوتے رہے وہ حکومت کے لئے ملک الموت بن کر رہ گیا تھا۔ بڑے بڑے سورما اس کا سامنا کرنے سے ڈرتے تھے۔ شبیب کی فوجی قوت روزانہ بڑھتی رہتی تھی۔ اور 77ھ تک اس کے پاس آٹھ سو جفاکش بہادر جنگ جو تھے۔ حجاج بن یوسف اس سے تنگ آ چکا

Presented by Ziaraat.Com

تھا اور ہر وقت خطرہ محسوس کرتا تھا آخر اس نے خلیفہ عبدالملک سے مدد کے لئے افواج منگائیں۔ جب ان افواج نے شبیب پر حملہ کیا تو شبیب کے آٹھ سو آدمیوں نے پچاس ہزار کی فوج کو شکست دی اور ہزارہا فوجیوں اور سرداروں کو موت کے گھاٹ اتار دیا۔ پھر حجاج بذاتِ خود شامی افواج لے کر حملہ آور ہوا تو اس جنگ میں شبیب کو شکست ہوئی اور اس کا بھائی مصاد مارا گیا تھا۔

20۔ شبیب بن یزید خارجی کی موت

شبیب ایک جنگ سے پسپا ہو کر اپنے ساتھیوں سمیت ایک پل سے گزر رہا تھا کہ اس کے گھوڑے نے ایک گھوڑی کو دیکھ کر بدعنوانی کی اس کی اچانک اچھل کود سے شبیب دریا میں گر پڑا اور ڈوب کر مر گیا۔

21۔ شبیب خارجی کے والدین؟

طبری نے لکھا ہے کہ جب خلیفہ عثمان کے حکم سے ولید بن عقبہ سلمان بن ربیعہ کو اہل شام کی مدد کے لئے رومیوں کے علاقہ میں روانہ کیا تو شبیب کا باپ یزید بن نعیم بھی سلمان کی فوج میں شریک ہو گیا تھا۔ جب مسلمان وہاں سے واپس آئے تو لونڈیاں نیلام کی گئیں یزید بن نعیم نے ایک نہایت ہی سرخ وسفید سرو قد حسین وجمیل عورت کو دیکھا جس پر خود بخود آنکھ پڑتی تھی۔ یزید اس عورت کو خرید لایا یہ واقعہ اوّل 25ھ ہے۔ جب اس عورت کو یزید کوفہ لے آیا اس سے کہا کہ تو مسلمان ہو جا۔ اس نے انکار کیا یزید نے اسے مارا بھی مگر اس کی سرکشی اور انکار اور زیادہ ہو گیا۔ جب یزید نے دیکھا کہ وہ تو کسی طرح مانتی ہی نہیں تو اسے قتل کر ڈالنے کا حکم دے دیا۔ اس سے اس کے ہوش وحواس ذرا بجا ہو گئے اور وہ صلاحیت پر آ گئی۔ پھر اسے اپنے پاس بلایا اور مجامعت کی۔ استقرار حمل ہوا۔ اور عین قربانی کے دن بروزِ ہفتہ ماہ ذی الحجہ 25ھ میں اس طرح شبیب پیدا ہوا۔ یہ لونڈی اپنے آقا سے حددرجہ محبت کرتی تھی۔ اور اس سے اکثر باتیں کیا کرتی تھی۔ ایک روز اس نے اپنے آقا سے کہا کہ آپ نے مجھے اسلام کی دعوت دی تھی۔ اب اگر آپ چاہیں تو میں مسلمان ہونے کو تیار ہوں چنانچہ وہ مسلمان ہو گئی اور جب شبیب پیدا ہوا تو وہ اس سے پہلے ہی مسلمان ہو چکی تھی'' (حصہ پنجم صفحہ 266)

22۔ قطری بن الفجارۃ اور عبدرب کبیر خارجیوں کا ٹولہ

شبیب کے مرنے کے بعد خارجیوں کی ہوا اکھڑ گئی بہر حال قطری نام کا ایک خارجی امیر المومنین بنا مگر قطری نے اپنے ایک عامل مقعطر القبسی کی جانبداری کر کے 3/4 حصہ خارجیوں کو اپنا مخالف بنا لیا اور آپس میں جنگ شروع ہو گئی اور اس تفرقہ سے حکومت نے استفادہ کیا۔ حجاج نے مہلب کو ان پر حملہ کا حکم دیا۔ مہلب خارجیوں کی آپس کی لڑائی کا نتیجہ دیکھنے تک خاموش رہا۔ ایک مہینے بعد قطری جنگ بند کر کے طبرستان چلا گیا تو مہلب نے عبدرب کبیر کے ساتھی خوارج پر حملہ کیا چند ایک خارجیوں کے علاوہ سب قتل ہوئے۔ قیدی اور کنزیں بنائے گئے ان کا مال واسباب لوٹ لیا گیا۔ اب صرف قطری کا مختصر سا گروہ طبرستان میں باقی رہ گیا تھا۔ جسے گھیرنے کے لئے حجاج نے سفیان بن الابرد کو زبردست فوج کے ساتھ روانہ کر دیا اور طبرستان میں جو کوفہ کی فوج تھی اس کے سردار اسحٰق محمد بن الاشعث کو لکھا کہ وہ اپنی فوج سمیت سفیان بن الابرد کی ماتحتی اختیار کرے۔ طبرستان کے پہاڑوں میں قطری کا گروہ ملا ان پر سخت حملہ کیا گیا قطری کے ساتھی اسے چھوڑ کر الگ ہو گئے اور قطری ایک کھڈ میں لڑھکتا ہوا غار میں جا گرا۔ معاویہ بن محصن الکندی نے بیان کیا کہ وہ قطری کو کھڈ میں گرتے ہوئے دیکھ رہا تھا مگر اسے پہچانتا نہ تھا۔ وہ کہتا ہے وہاں میں نے پندرہ عربی عورتیں دیکھیں جو اپنے حسن وجمال اور شکل وصورت میں قدرت خدا کا ایک نمونہ تھیں سوائے ایک بڑھیا کے کہ وہ بھی ان ہی خارجی

عورتوں میں سے ایک تھی۔ میں نے ان پر حملہ کیا اور انہیں سفیان بن الابرد کی طرف کھڈ پر لایا۔ جب میں انہیں سفیان بن الابرد کے قریب لے آیا تو اس بڑھیا نے تلوار نکال کر مجھ پر حملہ کیا اور تلوار کا ایک ایسا ہاتھ مارا کہ تلوار خود کاٹ کر حلق کی کھال کاٹنے میں الجھ گئی۔ تب میں نے اس کے سر پر تلوار کا ایک ہاتھ رسید کیا جس سے اس کا خاتمہ ہو گیا۔ اور زمین پر گر پڑی۔ میں نے ان نوجوان عورتوں کو سفیان کے سپرد کیا تو وہ بڑھیا کی جرات پر ہنس رہا تھا۔ ادھر ایک دیہاتی وہاں پہنچا جہاں قطری پڑا ہوا تھا۔ قطری سخت پیاسا تھا۔ اس نے دیہاتی سے پانی پلانے کی درخواست کی تو دیہاتی نے کہا کہ کچھ اجرت دیں تو پانی پلاتا ہوں۔ قطری نے کہا کہ تجھے مانگتے ہوئے شرم نہیں آتی یہاں میرے پاس ان ہتھیاروں کے سوا اور کچھ نہیں ہے۔ البتہ اگر تو پانی پلا دے تو میں یہ ہتھیار تجھے دے دوں گا۔ دیہاتی نے کہا کہ پہلے دے دیں۔ قطری نے انکار کیا اور دیہاتی وہاں سے چلا گیا۔ اور پہاڑ پر چڑھ کر بہت اونچی جگہ سے نشانہ باندھ کر ایک بڑا سا پتھر لڑھکا دیا جو اس کے چوتڑوں پر لگا اور اسے اور بھی بدحال کر دیا۔ پھر دیہاتی نے آواز دے کر اور لوگوں کو جمع کر لیا اسے یہ معلوم نہ تھا کہ یہ ہی قطری ہے۔ البتہ اس کی ذاتی وجاحت اور اسلحہ سے اس کے خیال میں وہ کوئی خارجی گروہ کا بڑا شخص تھا۔ قطری کو دیکھ کر کوفہ کے کئی ایک آدمی لپکے اور اس کا کام تمام کر دیا۔

23۔ عبیداللہ بن ھلال خارجی کا گروہ

قطری اور اسکے گروہ سے فارغ ہو کر سفیان بن الابرد نے اپنی فوج کو عبیداللہ بن ھلال خارجی کی طرف بڑھایا جو قلعۂ قومیس میں پناہ گزیں تھا۔ سفیان نے قلعہ کا محاصرہ کر لیا ور چاروں طرف سے خارجیوں کے فرار کی راہیں بند کر دیں اور اعلان کرا دیا کہ جو کوئی خارجیوں میں سے عبیداللہ کا سر پیش کرے گا اسے امان دی جائے گی۔ محاصرہ اور بھوک سے تنگ آ کر خارجی مقابلہ کیلئے نکلے جنگ میں سب کو قتل کر کے سر حجاج کو بھیج دیئے گئے۔

24۔ عمر بن عبدالعزیز کے عہد خلافت میں خارجیوں کی پہلی شورش

100ھ میں شوذب خارجی نے شورش برپا کی تھی اور عبدالحمید کی سرکردگی میں آنے والی سرکاری فوج کو شکست دے دی تھی۔ اس کے بعد خلیفہ نے مسلمہ بن عبدالملک کو شامی فوج کے ساتھ بھیجا اس نے خارجیوں کو شکست دی تھی۔ اسی قصہ کو یوں بھی لکھا ہے کہ شوذب نے جس کا نام بسطام الیُشکری تھا بغاوت کی۔ خلیفہ نے خط و کتابت سے بغاوت کا سبب دریافت کیا اور بحث و مباحثہ کی دعوت دی بسطام خارجی نے بحث کے لئے وفد بھیجا۔ گفتگو میں بنی امیہ نے خلیفہ کو کمزور دیکھا اور اس خوف سے خلیفہ عمر بن عبدالعزیز کو زہر دے کر مار دیا کہ کہیں خارجیوں سے بحث میں ہار نہ جائے اور خلافت بنی امیہ کے ہاتھ سے نکل نہ جائے۔

یہاں صرف اتنا نوٹ کر لیں کہ بنی امیہ نے خلیفہ کو زہر دیا تھا یہ دوسری بات ہے کہ زہر کیوں دیا تھا اصل سبب فدک کے باغات اور جائیداد کا واپس کرنا اور اہلؑ بیت کو ان کے حقوق واپس کرنے کا شبہ تھا۔

25۔ عبدالحمید بن عبدالرحمٰن نے محمد بن جریر کو خارجیوں سے جنگ کرنے کا حکم دیا فوج کشی کی اور بدترین شکست کھائی۔

بسطام الیُشکری اپنے وفد کی واپسی اور بحث کے نتیجہ کا اطمینان سے انتظار کر رہا تھا۔ اسے خلیفہ کے انتقال کی خبر نہ تھی اس نے مخالف افواج کی جنگی تیاری میں عجلت دیکھ کر معلوم کرایا کہ بحث کے نتیجہ اور وفد کی واپسی سے پہلے جنگ نہ کرنے کا معاہدہ ہوا تھا۔ لہٰذا معاہدہ کی خلاف ورزی کا کیا سبب ہے؟ معقول جواب نہ ملنے پر شوذب یعنی بسطام نے بھی جنگ کی تیاری کر لی۔ اور جنگ میں چند خارجی قتل ہوئے مگر کوفہ والوں کو

Presented by Ziaraat.Com

سخت جانی نقصان ہوا عبدالحمید کی فوج فرار کرگئی اور خارجی گروہ نے کوفہ کی جھونپڑیوں تک ان کا تعاقب کیا۔اور پھر شوذب اپنی قیام گاہ میں پلٹ آیا۔وفد نے واپس آکر تفصیل سنائی اور خلیفہ کا مار دیا جانا بتایا۔

26۔یزید بن عبدالملک خلیفہ اور خارجیوں پر فوج کشی

یزید بن عبدالملک نے عنانِ حکومت سنبھالتے ہی تمیم بن الحباب کو دو ہزار سواروں کے ساتھ خارجیوں کے مقابلے کے لئے بھیجا اور خارجیوں سے کہلوا دیا کہ عمر بن عبدالعزیز نے تمہیں چھوڑ دیا تھا اب یزید کی حکومت ہے وہ تمہیں ہرگز نہ چھوڑے گا۔خارجیوں نے جواب میں عمر بن عبدالعزیز اور یزید پر لعنت بھیجی۔تمیم کے سواروں نے خارجیوں پر حملہ کیا تمیم قتل ہوا فوج نے بھاگ کر کوفہ اور شام میں پناہ لی۔دوسری مرتبہ یزید بن عبدالملک نے نحدہ بن الحکم ازدی کو بڑی ساری فوج کے ساتھ بھیجا تو نحدہ بھی قتل ہوا اور فوج کو شکست ہوگئی۔تیسری دفعہ یزید نے شحاج بن وداع کو دو ہزار سواروں کے ساتھ بھیجا خارجیوں کے دو اشخاص قتل ہوئے مگر شامی فوج کو شکست ہوئی اور شحاج میدان میں قتل ہوگیا۔چوتھی مرتبہ کوفہ کے گورنر مسلمۃ نے نحبہ بن عمر الحرشی کو دس ہزار فوج کے ساتھ حملے کے لئے بھیجا۔خارجیوں نے جان توڑ حملے کئے لیکن فوج کی کثرت نے انہیں پیس کر رکھ دیا اور کوئی ایک بھی میدان میں زندہ نہ بچا۔

27۔ھشام بن عبدالملک کے عہد خلافت میں خارجی بننے یا بنانے کا راز کھل کر تاریخ تک پہنچ گیا جو تحقیق میں مددگار رہے

یہاں قارئین کے سامنے یہ حقیقت آجائے گی کہ قریشی تاریخ میں جن لوگوں کو خارجی کا ٹائٹل (لقب) دیا جاتا رہا ہے وہ سب کے سب عقیدتاً خارجی نہ تھے۔بلکہ حکومتیں اپنی ضرورت اور مصلحت کے ماتحت جن لوگوں کو بے رحمی سے قتل وغارت کرنا چاہتی تھیں انہیں خارجی کہہ دیتی تھیں تاکہ پبلک ان کے ساتھ ہمدردی ورحم سے پیش نہ آئے۔اور اس کے برعکس وہ لوگ حکومت پر بے رحمانہ حملے کرنا چاہتے تھے یا حکومت سے بزورِ بازو انصاف چاہتے تھے یا حکومت کی بے دینی پبلک کے سامنے لانا چاہتے تھے وہ خود بھی خود کو خارجی کہہ دیتے تھے۔چنانچہ مندرجہ ذیل واقعہ پڑھئے:۔

28۔ ایک عابد وزاھد شخص بہلول بن بشر کیسے خارجی بن گیا، یا بنا دیا گیا تھا جبراً شراب پلانا

طبری لکھتا ہے(پہلا عنوان)

اول۔بہلول بن بشر خارجی۔ ''بہلول ایک عابد وزاہد کم خوراک شخص تھا اس کی شجاعت سے ہشام بن عبدالملک بھی واقف تھا۔یہ حج کے لئے روانہ ہوا۔اس نے اپنے غلام سے ایک درہم کا سرکہ خرید کر منگوایا۔غلام بجائے سرکہ کے شراب لے کر آیا۔بہلول نے حکم دیا کہ اسے جاکر واپس کر دے اور درہم واپس لے آئے۔غلام کو اس مقصد میں ناکامیابی ہوئی۔بہلول خود اس گاؤں کے عامل کے پاس گیا اور اس معاملے کی شکایت کی۔قریہ کے عامل نے اس کی درخواست مسترد کردی اور کہنے لگا کہ شراب تجھ سے اور تیری قوم سے اچھی ہے۔''

دوم۔ بہلول خارجی کی جماعت۔

بہلول حج کرنے چلا گیا۔حج سے فراغت کے بعد اس نے حکومت کے خلاف خروج کرنے کا ارادہ کیا۔اس کے ہم خیال لوگ بھی مکہ میں اس سے ملے اور سب نے موصل کے ایک موضع کو اپنے اجتماع کا مرکز مقرر کرلیا۔چالیس آدمی اس موضع میں جمع ہوگئے۔بہلول کو انہوں نے اپنا امیر مقرر کیا اور سب نے اس بات کا تصفیہ کیا کہ جس شخص سے وہ ملیں اس سے یہ ہی کہیں کہ ہمیں ہشام نے بعض علاقوں پر عامل مقرر کیا ہے اور خالد کے پاس بھیجا ہے۔کہ خالد ہمیں اپنے عہدوں کا جائزہ دلا دے۔

Presented by Ziaraat.Com

سوم۔ خالد بن عبداللہ کوقتل کرنے کا مشورہ

غرضیکہ جس عامل کے پاس وہ آتے اس سے یہ ہی کہتے اس ترکیب سے انہوں نے ڈاک کے سرکاری گھوڑے لے لئے۔ جب یہ لوگ اس گاؤں میں پہنچے جہاں بہلول کا غلام سرکہ خریدنے گیا اور اس کو سرکہ کے عیوض شراب دی گئی تھی۔ تو بہلول نے کہا کہ ہمیں اس موضع کے عامل سے ابتدا کرنا چاہئے۔ کیونکہ اسی نے یہ بات کہی تھی کہ شراب تجھ سے اور تیری قوم سے بہتر ہے۔ اس پر اس کے دوسرے ساتھیوں نے کہا کہ ہم تو خالد کوقتل کرنا چاہتے ہیں۔ اگر ہم نے اس عامل سے ابتدا کر دی تو ہماری شہرت ہو جائے گی۔ خالد وغیرہ حفاظت کی تدابیر اختیار کر لیں گے۔ ہم آپ کو خدا کا واسطہ دیتے ہیں کہ آپ اس عامل کوقتل نہ کریں ورنہ خالد ہماری گرفت سے نکل جائے گا۔ اور یہ وہ شخص ہے جو مساجد کو منہدم کراتا ہے۔ 2۔ گرجاؤں اور آتشکدوں کی تعمیر کراتا ہے۔ 3۔ مسلمانوں پر مجوسیوں کو والی وحاکم مقرر کرتا ہے۔ 4۔ مسلمان عورتوں کا ذمیوں سے بیاہ کراتا ہے۔ شاید ہم اسے قتل کر کے اللہ تعالیٰ کوخوش کر دیں۔

چہارم۔ بہلول بن بشر کا خروج۔

مگر بہلول نے اس کا مشورہ نہ مانا اور کہا کہ میں اس بات کو جس کا کرنا مجھے اس وقت ضروری ہے اس بات کی خاطر جو اس کے بعد ہوگی نہیں چھوڑ سکتا اور مجھے توقع ہے کہ اس شخص کوقتل کر کے جس نے مجھ سے اس طرح کی گفتگو کی تھی خالد کو بھی جا لوں گا۔ اور اسے بھی قتل کر ڈالوں گا۔ اور اگر میں نے اسے چھوڑ کر خالد کا قصد کیا تو ہماری شہرت پھیل جائے گی اور یہ شخص ہمارے پنجہ سے نکل جائے گا۔ اس کے ساتھیوں نے کہا کہ تو پھر جیسی آپ کی رائے ہو ویسا ہی کیجئے۔ چنانچہ بہلول نے حملہ کر کے اس قریہ کے عامل کوقتل کر ڈالا۔ اس فعل سے تمام لوگ ہوشیار ہو گئے اور جان گئے کہ یہ خارجی ہیں''۔ (حصہ ششم صفحہ 227، صفحہ 228، 119ھ کے واقعات)

29۔ ہمارا تبصرہ۔ مملکت کے افراد کی کثرت فاسق وفاجر، عابد وزاھد اور متقی لوگوں کو خارجی کہہ کر چڑانا۔ خارجیوں کو مقدس بنانے کی تدبیر

پہلی بات یہ نوٹ کریں کہ بہلول کو خارجی کہہ کر متعارف نہیں کرایا گیا یعنی وہ شراب وسرکہ کے قصہ سے پہلے اپنے قریہ میں ایک عابد و زاہد ومتقی شخص مشہور تھا۔ اور عابدوں، زاھدوں اور متقیوں سے تمام پبلک حتیٰ کہ دکاندار بھی دشمنی رکھتے تھے۔ اس لئے سرکہ کی جگہ شراب دی گئی۔ اور یقین کر لیا گیا کہ عامل بھی عابدوں، زاھدوں اور متقیوں کا دشمن ہے اور وہ بھی اس چڑانے کے طریقہ کو پسند کرے گا۔ دوسری بات یہ کہ بہلول کی قوم اس قریہ میں موجود نہ تھی مگر قریہ کے عامل نے بہلول کو اور اس کی قوم کو شراب سے بدتر قرار دیا۔ یعنی اس نے ان تمام لوگوں کو بہلول کی قوم قرار دیا جو عابد وزاہد ومتقی ہوں خواہ وہ کہیں بھی رہتے ہوں۔ تیسری بات یہ کہ بہلول اور اس کی ساری قوم کو شراب سے بدتر کہنا اخلاقاً ومذہباً وقانوناً جرم تھا۔ اسے برداشت کرانے کے لئے بہلول کو خارجی کہنا ضروری تھا۔ لہٰذا لفظ خارجی منہ سے کہے بغیر ''تو اور تیری قوم'' کہہ کر سوچنے اور اعتراض کرنے والوں کو مطمئن کر دیا کہ بہلول خارجی ہے اور اسی قسم کے پارسا لوگ خارجی ہوتے ہیں۔ یوں خارجی جہاں دین سے خارج قرار دیئے گئے وہیں ان کو گالی بنا دیا گیا۔ اور گالی کے ساتھ ہی انہیں شراب سے ناپاک قرار دیا گیا اور پھر ان کو مقدس وعابد وزاھد وحق گو، عہد وپیمان کا پابند بنا کر ان کی وہ تمام روایات صحاح ستہ میں بھر لی گئیں جو دشمنی محمدؐ وآل محمدؑ میں گھڑی گئیں تھیں اور ان کو صحیح وسچا مشہور کیا گیا چونکہ خارجیوں کو عابد وزاہد ومتقی بنا چکے تھے۔ لہٰذا ان کے بولے ہوئے یا ان سے منسوب کئے ہوئے ہر جھوٹ کو سچ سمجھا اور مشہور کیا گیا۔ لیکن ہم نے دلائل قطعیہ سے ثابت کر دیا ہے کہ قریش کی بیان کردہ ہر چیز کو پہلے غلط اور سازشی سمجھو پھر تحقیق کے بعد جو صحیح نکلے اسے بھی مستقل طور صحیح نہ سمجھو ہوسکتا ہے کہ کچھ عرصہ بعد اس کا غلط

Presented by Ziaraat.Com

ہونا سمجھ میں آ جائے۔ جولوگ اللہ ورسولؐ کے بقول فراڈی اور جعل ساز ہوں ان پر جلدی سے اعتبار کرنا بہت بڑی غلطی ہے۔

چوتھی بات یہ نوٹ کریں کہ ھشام بن عبدالملک کے زمانہ تک رسولؐ اللہ کے انتقال کو تقریباً ایک صدی گزری ہے اور اس زمانہ میں کھل کر بے دینی پھیلائی جا رہی تھی خالد بن عبداللہ کی سطح سے مجوس ونصاریٰ کو مسلمانوں پر ترجیح دی جا رہی تھی۔ گورنروں کی طرف سے مساجد کو منہدم کرنے اور آتشکدے اور گرجا تعمیر کرانے کے احکام جاری ہوتے تھے اور حکومت کھل کر حرام پر عمل کرا رہی تھی کافر مردوں سے مسلمان عورتوں کی شادیاں جائز کر لی گئی تھیں دکاندار سرکہ کی جگہ شراب دے دیا کرتے تھے۔ یعنی قریشی خلافتوں نے آہستہ آہستہ بے دینی کو اپنا مسلک بنا لیا تھا۔

پانچویں اور آخری بات یہ ہے کہ عامل کے قتل کے بعد لوگ یہ سمجھے کہ یہ جماعت خارجی ہے۔ سوال یہ ہے کہ یہ سمجھے بغیر کہ بہلول خارجی ہے اس سے اور اس کی قوم سے شراب کو بہتر کس بنیاد پر کہا گیا تھا؟ اور وہ کون سا اسلامی یا عقلی اصول تھا جس کی رو سے ایک عابد وزاہد اور متقی مسلمان پر شراب کو ترجیح دی گئی تھی؟ اور یہ کون سا طرزِ حکومت اور انصاف تھا کہ سرکہ کی جگہ شراب فروخت کرنے والے دکاندار سے باز پرس نہیں کی جا سکتی تھی؟ اور یہ تو ماننا ہی پڑے گا کہ خلفائے قریش کے یہاں شراب پینا، شراب رکھنا اور فروخت کرنا جائز وجاری رہا ہے۔

30۔ خارجیوں کے خلاف خالد بن عبداللہ گورنر کی دوڑ دھوپ

مذکورہ عامل کے قتل اور خارجیوں کی اطلاع کے بعد خالد بن عبداللہ بھیس بدل کر بوسیدہ کپڑوں میں سفر کر کے حیرہ پہنچا جہاں وہ فوج قیام پذیر تھی جسے اس نے ہندوستان میں ایک گورنر کی مدد کے لئے جانے کا حکم دے رکھا تھا۔ خالد نے فوج کے سردار کو بلایا اور خارجیوں سے جنگ کرنے کا حکم دیا۔ انعام کا بھی وعدہ کیا اور ہندوستان جانے کے حکم کو بھی منسوخ کر دیا۔ فوج کا سردار جس کا نام قینی تھا چھ سو سواروں کے ساتھ خوارج کی سرکوبی کے لئے چلا تو خالد نے جنگی پولیس کے دوسو اور جوان اس کے ساتھ کر دیئے۔ دریائے فراط پر خارجیوں کے سامنے ٹھہرے بہلول مقابلے کے لئے اس فوج کی طرف بڑھا۔ اس نے سرکاری فوج کے سردار کا مقام معلوم کر لیا تھا۔ تھوڑی دیر اس مقصد کے لئے رکا۔ سردار کے ساتھ ایک کالے رنگ کا جھنڈا تھا۔ لہٰذا بہلول، قینی یعنی سردار پر حملہ آور ہوا۔ اس کی زرہ میں ایک فرجہ تھا (یہ لفظ فُرج سے ہے یعنی تیڑ، جھری، سوراخ) بہلول نے اُسی فرجہ میں سے نیزہ مارا۔ نیزہ اس کے جسم کے آر پار ہو گیا۔ قینی نے کہا کہ تو نے مجھے قتل کیا ہے اللہ تجھے ہلاک کرے گا بہلول نے کہا کہ اللہ تعالیٰ تجھے آتشِ دوزخ میں لے جائے۔ قینی کے مرنے کے بعد فوج نے فرار کیا بہلول نے کوفہ تک ان کا تعاقب کیا۔ فوج تو نکل بھاگی بہلول نے اہلِ کوفہ پر حملہ کیا انہوں نے منت کی اور اپنی مجبوری کا عذر کیا تو چھوڑ دیا۔ خالد نے دوبارہ ایک فوج بھیجی، بہلول نے فوج کے سردار کو قتل کرنا چاہا تو اس نے رحم کی درخواست کی اور فوج بھاگ کر خالد کے پاس پہنچی تو اس کے ہوش اُڑ گئے۔ موصل کے گورنر نے خالد کا یہ حال دیکھا تو ڈر گیا اور ھشام بن عبدالملک کو مدد کے لئے فوج بھیجنے کی درخواست بھیجی۔ اور بتایا کہ خارجیوں نے اُودھم مچا رکھا ہے اور موصل کی خیر نہیں ہے۔ ھشام نے لکھا کہ تم کثارہ بن بشر کو خارجیوں کے مقابلے کے لئے بھیجو ھشام کو بہلول کا صرف لقب معلوم تھا۔ اس عامل موصل نے لکھا کہ وہ کثارہ ہی تو ہے جس نے خروج کیا ہے۔

اُدھر بہلول نے یہ فیصلہ کیا کہ ہم اس نصرانی عورت کے بیٹے (یعنی خالد) کو نظرانداز کرتے ہیں اور سیدھے ھشام بن عبدالملک پر حملہ کریں گے۔ اس کی اطلاع تمام گورنروں کو ہوگئی وہ ڈرے کہ اگر بہلول ہمارے علاقوں سے گزر کر شام جا پہنچا تو ھشام ہم پر خفا ہوگا۔ لہٰذا خالد نے عراقیوں کا اور عامل جزیرہ نے جزیرے والوں کا ایک ایک لشکر بہلول کے مقابلے کے لئے تیار کیا۔ خود ھشام نے بھی شامیوں کا ایک لشکر بھیج دیا۔

Presented by Ziaraat.Com

جزیرہ اور موصل کے درمیان ایک عیسائی خانقاہ پر یہ سب افواج جمع ہوگئیں۔ اور بہلول بھی مقابلہ پر آ گیا۔ اور اس خانقاہ کا دروازہ روک کر پڑاؤ ڈالا اور مخالف فوج کے کہنے سے دروازے سے ہٹ گیا اور ان فوجوں کو باہر نکلنے کی اجازت دے دی۔ جب اس نے اس فوج کی کثرت دیکھی تو اپنی سترہ آدمیوں کی جماعت کو میمنہ اور میسرہ میں تقسیم کر دیا اور مخالف فوج سے کہا کہ ''کیا تمہارا ہر شخص یہ امید رکھتا ہے کہ وہ ہمیں قتل کر کے صحیح وسالم اپنے شہر اور اہل وعیال میں جا ملے گا؟'' سب نے کہا کہ ہاں انشاءاللہ ہمیں ایسی ہی امید ہے اب بہلول نے ایک شخص پر حملہ کر کے قتل کر ڈالا اور کہنے لگا کہ یہ شخص تو اب اپنے گھر والوں کے پاس کبھی نہ جائے گا۔ اسی طرح ایک ایک کر کے اس نے چھ آدمیوں کو قتل کر ڈالا۔ اس سے حکومت کی فوج کے اوسان خطا ہوگئے۔ ان کے پاؤں میدان سے اکھڑ گئے۔ بھاگ کر مذکورہ خانقاہ میں گھس گئے۔ بہلول نے ان کا محاصرہ کر لیا۔ آخر کار بیس ہزار فوج ان کی مدد کو آئی۔ بہلول اور اس کے سترہ آدمیوں کو گھیر لیا۔ سوچئے کہ ہزاروں کی تین فوجیں پہلے سے موجود تھیں۔ ایک ایک مٹھی مٹی ڈالنے سے انہیں زندہ در گور کر سکتی تھیں۔ بہر حال بہلول میدان جنگ میں لاتعداد لوگوں کو قتل کر کے مر گیا اور اپنے بعد کے لئے اپنے جانشینوں کے نام بھی تجویز کر گیا۔ ان میں سے ایک عمر والیشکری نے خروج کیا تو فوراً قتل کر دیا گیا۔

31۔ عنزی صاحب الاشہب خارجی کی شکست اور قتل

دوسرے عنزی نے جسے صاحب الاشہب کہا جاتا تھا ساٹھ آدمیوں کو لے کر بغاوت کی۔ خالد بن عبداللہ سمت بن مسلم کو چار ہزار فوج کے ساتھ مقابلے کو بھیجا فراط کے پہلو میں مقابلہ ہوا۔ عنزی نے سمت کی انگلیوں کے بیچ میں تلوار ماری تو اُدھر اس کی تلوار گر گئی۔ اور اس کا ھاتھ بیکار ہو گیا مگر فوج نے برابر جنگ جاری رکھی۔ خارجیوں کو شکست ہوگئی۔ دوران فرار راہ میں کوفہ کے لوگوں نے پتھروں سے سب کو مار ڈالا۔

32۔ وزیر السجتیانی کا خروج شکست اور قید

عنزی کے بعد وزیر السجتیانی نے حیرہ میں چند آدمی ساتھ لے کر خروج کیا حیرہ کے بیت المال اور تمام مال ومتاع پر قبضہ کر لیا۔ خالد کی فوج کا مٹھی بھر آدمیوں نے مقابلہ کیا اس کے تمام ساتھی قتل ہوگئے یہ آخری دم تک لڑتا اور زخمی ہو کر میدان میں گر پڑا۔ قید کر کے خالد کے سامنے پیش کیا وہاں اس کے وعظ سے متاثر ہو کر خالد نے اسے قتل کے بجائے اپنے پاس قید کر دیا۔ روزانہ رات کو اس سے وعظ سنتا تھا۔ ہشام سے مخبری کی گئی۔ مجبوراً اسے اور اس کے چند ساتھیوں کو زندہ آگ میں جلا دیا گیا۔ وزیر نے قرآن کی تلاوت کرتے ہوئے جان کی تکلیف کا اظہار تک نہ کیا۔

33۔ اسی سال (119ھ) میں صحاری بن شبیب خارجی

مشہور زمانہ شخص شبیب خارجی کے بیٹے نے خالد بن عبداللہ سے بیت المال سے مدد طلب کی خالد نے شبیب کا بیٹا سمجھ کر مدد مانگنے کا طعنہ دیا۔ واپس جا کر خروج کا بندوبست کیا اور چند آدمیوں کے ساتھ خالد کی فوج سے لڑتا ہوا مع ساتھیوں کے مارا گیا (119ھ)۔

34۔ ولید بن یزید بن عبدالملک کی موت کے سال (129ھ) 1۔ ضحاک بن قیس۔ 2۔ خیبری۔ 3۔ ابوحمزہ اور۔ 4۔ عبداللہ بن یحییٰ طالب الحق

1) مذکورہ بالا چار خارجیوں نے اموی حکومت کو حد بھر پریشان رکھا ضحاک بن قیس خارجی نے تو کافی مدت تک موصل اور اس کے تمام اضلاع پر قبضہ رکھا۔ اور ایک زمانہ میں ضحاک کے پاس ایک لاکھ بیس ہزار فوج بتائی جاتی ہے۔ بہر حال ضحاک مروان کی فوج سے جنگ کرتا ہوا قتل ہو گیا۔ اور اسی زمانہ میں مروان کے خیمہ پر حملہ کرتے ہوئے خیبری خارجی اور اس کے بہت سے ساتھی قتل کر دیئے گئے۔

Presented by Ziaraat.Com

2) ابوحمزہ خارجی نے 129ھ میں عبداللہ بن یحییٰ طالب الحق سے ملاقات کی اور اسے اپنے مذہب کی دعوت دی۔ابوحمزہ کا نام مختار بن عوف الازدی السلمیٰ تھا۔اس نے بصرے سے اپنی تحریک شروع کی تھی 128ھ میں اسے عبداللہ بن یحییٰ طالب حق نے خلیفۂ وقت تسلیم کرلیا تھا۔یہ زمانہ خارجیوں کے عروج کا زمانہ تھا۔مثنیٰ بن عمران القرشی خارجی کوفہ کا گورنر تھا۔

3) یزید بن عمر بن ھبیرہ شام اور جزیرہ کی ایک زبردست فوج کے ہمراہ قرقیسیا میں مقیم تھا مروان بن محمد نے اسے کوفہ جانے اور خارجیوں کو نکالنے کا حکم دیا۔اور ضحاک خارجی کے جانشین عبیدہ بن سوار سے جنگ کے لئے لکھا یزید بن عمر عراق روانہ ہوا۔عین التمر میں عبیدہ خارجی کے رسالہ نے مقابلہ کیا تو یزید نے اسے شکست دی۔مثنیٰ بن عمران خارجی اور حسن بن یزید خارجی بھی شکست کھا کر کوفہ کے قریب نخیلہ میں تمام خارجیوں کے ساتھ یزید کے مقابلہ کے لئے جمع ہوئے یزید نے یہاں بھی انہیں شکست دی۔اب تمام خارجی صراۃ میں جمع ہوئے اور ضحاک کا جانشین عبید خارجی بھی تھا۔یزید ان سے لڑا عبیدہ مارا گیا اور اس کی تمام فوج کو شکست ہوئی یزید بن ہبیرہ نے ان کے پڑاؤ کو لوٹ لیا۔اس جنگ کے بعد عراق خارجیوں سے صاف ہوگیا۔اور یزید نے عراق پر پوری طرح قبضہ کرلیا۔

4) مروان بن محمد خارجیوں سے باقاعدہ صف بندی کرکے جنگ کرتا تھا۔مگر خیبری کے قتل کے بعد جب خارجیوں نے شیبان کو اپنا امیر مقرر کرلیا تو اس کے بعد سے مروان نے ان سے چھوٹے چھوٹے دستوں سے لڑنا شروع کردیا اور صف بندی ترک کردی۔اس کے مقابلے میں خارجیوں نے بھی یہی کیا۔وہ بھی مروان کے ایک ایک دستہ کے مقابلے میں ایک ایک دستہ بھیجنے لگے۔اس سے یہ ہوا کہ خارجیوں کے ساتھ مال لوٹنے کے لالچ میں جو لوگ شامل ہوجاتے تھے۔وہ لوگ اس ترکیب سے جدا ہوگئے اور اب خارجی فوج میں صرف چالیس ہزار رہ گئے اور ان کی تعداد روزمرہ کم ہونے لگی۔روز بروز تعداد کی کمی محسوس کرکے تمام خوارج موصل تک پسپا ہوگئے مروان کی فوج ساتھ لگی رہی اور آخر عامر بن حبارہ سے کہہ کر خوارج پر حملہ کرایا اور سخت جنگ کے بعد خارجیوں کو شکست ہوگئی۔شکست خوردہ خارجی فوج شیبان کے پاس پہنچی تو یہ لوگ اپنے مرکز کے حکم سے حلوان کے راستے اھواز اور فارس آنے لگے۔اُدھر مروان نے سخت تعاقب کا انتظام کردیا۔خارجی فارس سے بھی نکلے آخر کار وہ سب منتشر ہوگئے۔شیبان اپنی جماعت کو لے کر بحرین چلا گیا اور وہاں مارا گیا۔

35۔ پہلا عباسی خلیفہ سفاح بن محمد بن علی بن عبداللہ بن عباس 132ھ میں خلیفہ ہوا۔اس کے عہد خلافت کے خارجی لوگ

شیبان خارجی کے خاتمہ کے بعد حلبندی خارجی عمان میں اپنا اثر ونفوذ قائم کررہے تھے۔ان سے مقابلے کے لئے بھی خازم نے فوج کشی کی اور دوسرے حملے میں نو سو خارجی مارے گئے اور نوے (90) کو زندہ جلا دیا گیا۔تیسرا حملہ اس طرح کیا گیا کہ فوج نے خارجیوں کی جھونپڑیوں اور مکانات میں آگ لگا دی تو خارجی اپنے اہل وعیال کو بچانے کے لئے اُدھر مصروف ہوگئے اور ادھر خازم نے حملہ کردیا نتیجہ میں حلبندی مارا گیا اور دس ہزار خارجی قتل ہوئے۔

36۔ دوسرے خلیفہ منصور کے زمانہ میں خارجی لوگ

مُلَبّد بن حرملہ شیبانی خارجی نے جزیرہ کے علاقہ میں خارجی علم بلند کیا تھا۔جزیرہ کی فوج کو شکست دی۔پھر یزید بن حاتم الھلمی کی فوج کو شکست دی اس کی کنیز پر قبضہ کیا اور اس کے ایک سردار کو قتل کردیا۔خلیفہ منصور کے بعد دیگرے افواج بھیجتا رہا اور مُلَبّد سب کو مارتا بھگاتا اور قتل کرتا رہا۔یہ واقعات 138ھ میں واقع ہورہے تھے۔

Presented by Ziaraat.Com

2) منصور نے عبدالعزیز بن عبدالجبار کو بڑی فوج کے ساتھ حملے کے لئے بھیجا۔ مُلَبَّد نے ایک سوشہہ سواروں کو کمین گاہ میں چھپا کر جنگ شروع کی دورانِ جنگ ان سواروں نے نکل کر پیچھے سے حملہ کیا عبدالعزیز قتل ہوا اور بہت سے سرکاری سپاہی مارے گئے۔

3) خلیفہ نے خازم بن خزیمہ کو آٹھ ہزار ترُک کی فوج کے ساتھ بھیجا اور خازم نے بار بار شکست کھائی مگر آخر کمین گاہ سے حملہ کرایا جس میں مُلَبَّد مع اپنے گیارہ سو خارجیوں کے مارا گیا اور بھاگتے ہوئے ڈیڑھ سو خارجی اور مارے گئے۔

4) 154ھ میں خلیفہ منصور شام کے راستے بیت المقدس آیا اور یزید بن حاتم کو پچاس ہزار فوج کے ساتھ ان خارجیوں کی سرکوبی کے لئے روانہ کیا جنہوں نے افریقیا میں کہرام مچا رکھا تھا اور انہوں نے منصور کے گورنر عمر بن حفص کو بھی قتل کر دیا تھا۔ فوج کی تیاری پر چھ کروڑ تیس لاکھ درہم خرچ کیا گیا تھا۔

37۔ خلیفہ منصور کی ایک خارجی سے بدکلامی، ندامت اور اس کو معافی دینا۔

ایک ایسا خارجی سردار پیش کیا گیا جس نے منصور کی کئی ایک فوجوں کو شکست دے کر بھگا دیا تھا۔ منصور نے اس سے کہا کھڑے ہو جاؤ تاکہ تمہاری گردن ماری جائے۔ وہ کھڑا ہوا تو اس کے کمزور جسم کو دیکھ کر کہا کہ۔ اے فاحشہ عورت کے بیٹے تجھ ایسے حقیر شخص نے میری افواج کو بھگا دیا تھا؟ خارجی نے کہا یہ تمہارا کیسا اخلاق ہے؟ کل تک میرے اور تمہارے درمیان تلوار اور جنگ تھی۔ اور آج تم گالی گلوچ پر اتر آئے ہو؟ اگر میں بھی تمہیں گالیاں دوں تو تم میری جان سے زیادہ میرا کیا بگاڑ سکتے ہو۔ حالانکہ میں اپنی زندگی سے مایوس اور جانتا ہوں کہ مجھے معاف نہ کیا جائیگا۔ لیکن پھر بھی میں گالی دینے کو اپنی شان کے خلاف سمجھتا ہوں اور تمہیں جواباً گالی نہ دوں گا۔ یہ جواب سن کر منصور شرمندہ ہوا اور خارجی کو آزاد و معاف کر دیا اور سال بھر تک اسے اپنا منہ نہ دکھایا۔

38۔ خلیفہ مہدی کے زمانہ کا خارجی سردار عبدالسلام۔

چوتھے عباسی خلیفہ کے عہد میں عبدالسلام بن ہاشم یشکری نے جزیرہ کے علاقہ میں خروج کیا فوجوں کو بار بار شکست دی آخر شبیب بن واج نے قنسرین میں اسے قتل کر دیا۔

39۔ خوارج کی تکمیل ایک خارجی کی تاریخ اُمّت سے۔

بیان الامامت کے قارئین نے دیکھا تھا کہ ہم نے جنگ صفین کے متعلق تمام دستیاب ہونے والے ریکارڈ کو جمع کر دیا تھا۔ چونکہ معاویہ نے ہی خارجی سازش اور منصوبہ بنایا اور جاری کیا تھا اس لئے ہم جنگ صفین کو اس وقت مکمل سمجھیں گے جب خارجیوں کے متعلق تمام دستیاب معلومات بیان الامامت میں سامنے آجائیں گی۔ طبری سے جو کچھ ملا وہ آپ کے سامنے آ گیا اب ہم علامہ جیراج پوری کی تاریخ امت میں سے گزریں گے اور ان کی سند سے جو کچھ ملے گا پیش کریں گے۔ یہاں یہ بتانا ضروری ہے کہ علامہ پرویز اسی جیراج پوری کے شاگرد ہونے پر فخر کرتے ہیں اور انہوں نے ہی اس تاریخ امت کو شائع کیا ہے تاکہ اس طرح وہ تاریخی حقائق کو چھپا کر اور سمیٹ کر امت کو فریب اندر فریب دیں۔ لہٰذا اس نام نہاد تاریخ میں کاٹ تراش و تحریف و تلبیس کے بعد مختصر ترین سامان محفوظ رہا ہے۔ بہر حال جو کچھ بچا ہے اس میں خارجیوں کا حال ملاحظہ ہو۔

Presented by Ziaraat.Com

40۔ معاویہ کے عہد میں خارجی جماعت۔

خارجی قلم سے پہلا عنوان۔

1۔فرقہائے امت۔

امیر معاویہ کے ہاتھ میں جس قت زمام خلافت آئی اس وقت امت کے تین سیاسی فرقے تھے:

1) شیعہ بنی امیہ۔2) شیعہ علیؑ۔3) خوارج۔ یہ سابقہ دونوں جماعتوں کو دین سے خارج اوران کے خون کوحلال سمجھتے تھے۔اوراپنے عقیدے میں نہایت سختی اور خونریزی اور جنگ میں نہایت بے باک تھے۔امیر معاویہ کوبھی حضرت علیؑ کی طرح خوارج کے معاملہ میں بڑی دشواری پیش آئی کیونکہ اس جماعت کواپنے عقیدے میں سخت غلوتھا۔اوراس پر ہروقت جان دینے کوتیار رہتی تھی۔جب کوفہ میں امیر معاویہ کے ہاتھ پر بیعت ہوئی تو فردہ بن نوفل اشجعی پانچ سو خارجیوں کو لے کراعلانیہ مخالفت کے لئے نکلا اور مقام نخیلہ میں ٹھہرا۔اس کے مقابلے کے لئے شامی فوج کاایک دستہ آیا لیکن شکست کھا گیا۔امیر معاویہ نے اہل کوفہ سے کہا کہ یہ لوگ تمہارے ہی قبیلے کے ہیں جا کران کوسمجھاؤاور واپس لاؤ۔کوفہ کے لوگ گئے خوارج نے کہا کہ معاویہ ہمارے اورتمہارے دونوں کے دشمن ہیں ہم کوان کے ساتھ لڑنے دو۔اگرہم نے فتح کرلیا تو ایک متفقہ دشمن تباہ ہوا۔نہیں تو ہم خود تباہ ہوجائیں گے۔قبیلہ اشجع نے فردہ کوزبردستی سے پکڑکر باندھ لیا۔اوراپنے ساتھ کوفہ لائے۔خوارج نے اس کی جگہ عبداللہ بن ابی الحوساء خارجی کو اپنا سردار بنالیا۔کوفیوں نے ان کے ساتھ جنگ کی اور عبداللہ مارا گیا تو خارجیوں نے اس کی جگہ حوثرؔہ اسدی کواپنا رئیس بنالیا اس کے ساتھ کُل ایک سو پانچ آدمی تھے۔امیر معاویہ نے ابوحوثرؔہ کوبھیجا کہ وہ اپنے بیٹے کوسمجھائے لیکن ان کی فہمائش کا حوثرہ پرکوئی اثر نہ ہوا۔آخر میں ابوحوثرؔہ نے کہا کہ اب میں تیرے بچے کولاتا ہو جب تو اسے دیکھے گا تو اس کی محبت کی وجہ سے اس بغاوت سے باز آجائے گا۔حوثرؔہ نے کہا کہ میں اپنے بچہ کی بہ نسبت راہِ حق میں اس نیزہ کی اَنی کا زیادہ شائق ہوں جو میرے جگر سے پار ہوجائے۔اور جس کے زخم سے تڑپ تڑپ کر جان دے دوں۔ابوحوثرؔہ نے یہ یہ تمام کیفیت آکرامیر معاویہ کوسنائی انہوں نے کہا کہ اس کا سودا بہت بڑھ گیا ہےاس کے بعد کوفہ سے ایک فوج ان سے لڑنے کوبھیجی۔حوثرؔہ نے ان سے کہا کہ ''ظالموکل تک تم معاویہ کو باغی سمجھ کراس کے خلاف جنگ کرنے کو تیار تھےاور آج اس کی خلافت قائم کرنے کے لئے تلواراٹھالی۔اللہ تم سے سمجھے۔حوثرہ کے مقابلے میں خودان کے باپ گئے۔اس نے کہا کہ بہتر یہ ہے کہ آپ کسی اور سے مقابلہ کیجئے۔یہ کہہ کروہ دوسرے کوفیوں پرحملہ آور ہوا۔بنی طے کےایک شخص نے اس کوقتل کردیا لیکن جب اس کی پیشانی پرسجدہ کانشان دیکھا تو بہت پچھتایااورافسوس کیا۔

2) خوارج کی جماعتیں اسی طرح سلسلے وار نکلنےلگیں۔یہاں تک کہ عراق پران کا خوف چھا گیا۔امیر معاویہ نے یہ مناسب سمجھا کہ اس صوبہ میں آزمودہ کار مدبروں کووالی مقرر کریں جوحسن سیاست سے اس قسم کی شورشوں کا انسداد کرسکیں۔چنانچہ انہوں نے مغیرہ بن شعبہ اور زیاد بن سمیہ دو شخصوں کومنتخب کیا۔

41۔عبدالملک بن مروان اورخارجی (تاریخ امۃ) اورعبداللہ بن زبیر۔

جہاں ضرورت ہوگی ہم اسلم اور تاریخِ امت کے الفاظ میں لکھیں گے ورنہ لُبِ لباب ومفہوم اپنے الفاظ میں لکھتے جائیں گے۔تاکہ واقعات جلداورمکمل سامنے آتے جائیں۔اب علامہ نے بتایا ہے کہ جب یزید بن معاویہ نے مکہ کا محاصرہ کرایا تو خارجی جماعت ابن زبیر سے ملی کہ اگر وہ ان (خارجیوں) کا ہم خیال نکلتا ہے تو خارجی اس (ابن زبیر) کی مدد کریں گے۔مگراُس نے عثمان اور حضرت علیؑ کی مدح وثنا کی دونوں کو

Presented by Ziaraat.Com

برحق قرار دیا لہٰذا خارجی واپس آ گئے۔ مایوس ہو جانے کے بعد خوارج کی ایک جماعت یمامہ کی طرف گئی۔ دوسری نافع بن ارزق کے ساتھ اہواز پہنچی اور وہاں سے خلیفہ کے گورنر کو نکال خراج وصول کرنا شروع کر دیا۔

1) اب تک یہ فرقہ متحد تھا لیکن نافع بن ارزق کی وجہ سے اس میں تفرقہ پڑ گیا۔ کیونکہ اس نے سارے دارالاسلام کو دارالحرب قرار دے دیا اور کہا کہ ان کے بچوں کا مار ڈالنا اور ان کی امانتوں کا غصب کر لینا حلال ہے۔ نہ ان کے ساتھ مناکحت جائز ہے نہ ان کے ہاتھ کا ذبیحہ روا ہے۔ جو دین کی مدد کے لئے تلوار ہاتھ میں لے کر کھڑا ہو جائے صرف وہی مسلمان ہے اور باقی سب کافر ہیں۔ تقیہ حرام ہے جو لوگ فتنہ سے کنارہ کشی کر کے الگ بیٹھ جائیں اور تیغ بکف ہو کر اسلام کی خدمت کے لئے نہ نکلیں وہ بھی بمنزلہ کفار کے ہیں"

2) نجدہ بن عامر نے نافع کی مخالفت کی دونوں کے درمیان تحریری بحث ہوئی۔ نیز ھیصم بن جابر اور عبداللہ بن اباض نے بھی جو کہ خارجیوں کے سرغنہ تھے۔ نافع کے قول کو تسلیم نہیں کیا۔ وہ لوگ توحید کے اقرار اور کتاب اللہ کے ماننے کی رعایت سے ان سے مناکحت اور ذبیحہ کو جائز قرار دیتے تھے۔

3) عبداللہ بن صفار رئیس خوارج کے پیرو صفریہ کہے جاتے تھے اور فتنہ سے الگ رہنے والوں کو بُرا نہیں سمجھتے تھے۔ چنانچہ یہ ساری جماعت خانہ نشین ہو گئی (اور ضرورت پڑنے پر ہر خارجی کا ساتھ دیتی رہی۔ احسنؔ)

4) نافع بن ازرق جو تمام خوارج میں سخت تر تھا اس کا قبضہ اہواز سے بصرے تک ہو گیا۔ دس ہزار اہل بصرہ سلیم بن عبیس کی ماتحتی میں اس سے لڑنے کے لئے گئے۔ دولاب میں مقابلہ ہوا نافع بن ازرق اور سلیم دونوں مارے گئے۔ خوارج نے عبیداللہ بن بشیر (بشر) کو اپنا سردار بنا لیا۔ جنگ ہوتی رہی آخر اہل بصرہ نے شکست کھائی۔ اس ہزیمت سے بصرہ میں پریشانی پھیل گئی وہاں کے رؤساء اور بزرگ جمع ہو کر مہلب کے پاس آئے اور کہا کہ خوارج کی مہم تمہارے بغیر سر نہیں ہو سکتی۔ اس نے تین شرطیں سامنے رکھیں اول یہ جس قدر علاقہ میں ان سے چھین لوں اس کی حکومت میرے ہاتھ میں رہے۔ دوم جنگ کے لئے تمام ساز و سامان اور اسلحہ کی فراہمی بیت المال سے ہوگی۔ سوم بصرہ سے جن لوگوں کو میں انتخاب کروں وہ میری فوج میں رہیں گے۔ یہ تینوں شرطیں منظور ہوئیں اور مہلب خارجیوں کے مقابلے کے لئے روانہ ہو گیا۔ ایک ایک مقام سے انہیں ہٹاتا ہوا اہواز پہنچا۔ وہاں انہوں نے مضبوطی سے قدم جما لئے تھے بصرہ کی فوج ان کے حملہ کی تاب نہ لا کر فرار کرنے لگی۔ مگر مہلب کی ثابت قدمی نے انہیں روکا اور شدید حملہ کیا خوارج کا سردار مارا گیا انہیں فرار کرنا پڑا تعاقب میں بہت سے خارجی قتل ہوئے۔ بقیۃ السیف نے کرمان آکر دم لیا۔ مگر مہلب ساتھ لگا رہا۔

5) جب عراق میں عبداللہ بن زبیر کا بھائی مصعب بن زبیر امیر ہو کر آیا تو اس نے مہلب کو موصل کا عامل بنا کر بھیجا اور اس کی جگہ خوارج کے مقابلہ میں عمر بن عبیداللہ بن معمر کو مقرر کر دیا۔ خوارج اس وقت ارجان میں مجتمع تھے۔ اور ان کا سردار زبیر بن علی تھا۔ عمر نے پہنچ کر ان کو شکست دی۔ وہ اصفہان آ گئے۔

6) خوارج اصفہان اصطخر اور اہواز میں تاخت و تاراج و قتل و غارت کا بازار گرم کئے ہوئے تھے۔ مصعب نے پھر مہلب کو موصل سے بلا کر خوارج کی مہم سپرد کی۔ خوارج کا سردار اس وقت قطری بن الفجاۃ تھا جس کو وہ امیر المومنین کہتے تھے۔ مہلب فوج لے کر اہواز آیا تو خارجی وہاں سے رام ہرمز چلے گئے۔ اسی دوران مصعب بن زبیر مارا گیا اور عبدالملک نے فتح پائی۔ یہ بات خارجیوں کو پہلے سے معلوم ہو گئی تھی۔ انہوں نے مہلب

Presented by Ziaraat.Com

کی فوج سے پکار کر پوچھا کہ تم لوگ مصعب کو کیسا سمجھتے ہو؟ جواب ملا کہ وہ امام اور ہادی ہیں۔ پھر پوچھا کہ عبدالملک کو کیسا سمجھتے ہو۔؟ جواب دیا کہ گمراہ اور گمراہ کرنے والا۔ دوروز بعد جب مہلب کے پاس بھی راج پلٹی کی اطلاع آ گئی تو خوارج نے پوچھا کہ مصعب کو کیسا سمجھتے ہو؟ لوگ چپ رہے۔ پھر خوارج نے دریافت کیا کہ عبدالملک کو کیسا سمجھتے ہو؟ لوگوں نے جواب دیا کہ امام اور ہادی خوارج نے طنز کیا کہ کل جو گمراہ اور گمراہ کنندہ تھا وہ آج تمہارا امام اور ہادی ہو گیا اے دنیا کے بندو تم پر لعنت''۔

(نوٹ) خوارج نے از اول تا آخر قریش کے ہر ڈنڈے والے کو امام اور ہادی ماننے کی پالیسی پر نفرین و لعنت کی ہے۔

7) عبدالملک نے خلیفہ بنتے ہی خالد بن عبداللہ کو بصرہ کا والی مقرر کیا تو اس نے مہلب کو معزول کر کے اس کی جگہ اپنے بھائی عبدالعزیز کو لگا دیا اور مہلب کو خراج کی وصولی سونپ دی۔ خوارج نے اس کے بھائی کو سخت شکست دی تو عبدالملک نے خالد کو ڈانٹ پلائی اور مہلب کی ماتحتی میں لگا دیا۔ یوں خوارج کو شکست ہوگئی۔

8) اسی زمانہ میں ابوفدیک خارجی نے خروج کیا۔ خالد کی مرسلہ فوج شکست کھا گئی تو عبدالملک نے خالد کو معزول کر دیا اور اس کی جگہ کوفہ کے والی بشیر کو تعینات کیا۔ اور لکھا کہ خارجیوں کی مہم کو بالکل مہلب کے سپرد کر دو۔ اور منتخب فوج کو اس کے حوالہ کر دو۔

9) کوفہ و بصرہ کی بدعنوانیاں دور کرنے کے لئے عبدالملک نے حجاج بن یوسف کو وہاں کا امیر بنایا تو دونوں کی افواج خارجیوں کے مقابلہ کے لئے مہلب کے پاس آ گئیں۔ مہلب سابور میں ایک سال تک خوارج کا مقابلہ کرتا رہا۔ خارجیوں نے کرمان پر قبضہ کر لیا تھا۔ چنانچہ مہلب فوج لے کر وہاں گیا وہاں بھی ایک سال کے قریب لڑتا رہا۔ حجاج نے مہلب پر مہم تیز کرنے کا تقاضا کیا اور مدد کے لئے براء بن قبیصہ کی ماتحتی میں فوج بھی بھیجی۔ مہلب پوری فوج سے صف آرا ہوا اور اپنے ساتوں بیٹوں کو ایک ایک دستہ کا امیر بنایا۔ جنگ شدید تر ہوگئی رات کو فوجیں واپس آئیں۔ براء نے مہلب کے بیٹوں کی بہادری کی تعریف کی اور کہا کہ فتح کو آسمان سے اتارنا انسان کا کام نہیں۔ براء نے واپس آ کر حجاج کو بتایا کہ نہ مہلب کا قصور ہے نہ فوج کی خطا یہ تو خوارج کی جانبازی اور سرفروشی ہے جس سے عہدہ برآ ہونا آسان نہیں ہے۔ بہرحال مہلب اٹھارہ ماہ لڑتا رہا اور خوارج مغلوب نہ کئے جا سکے۔

10) خوارج کے ایک نامی شہسوار مقعطر نے کسی جھگڑے کی بنا پر ایک خارجی کو قتل کر دیا۔ مقتول کے وارثوں نے قطری امیر المومنین سے قصاص دلانے کو کہا تو وہ راضی نہ ہوا اور مقعطر کی طرفداری ضروری سمجھی اس پر خارجی دو فرقوں میں بٹ گئے دوسرے گروہ نے عبدربہ الکبیر کو سردار بنا لیا اور دونوں گروہوں میں ایک ماہ تک خونریز جنگ ہوتی رہی۔ حجاج چاہتا تھا کہ جنگی حالت میں خارجیوں پر حملہ کیا جائے مگر مہلب کی رائے نہ تھی وہ تماشہ دیکھتا رہا۔ آخر قطری کو شکست ہوگئی اور وہ باقی ماندہ خارجیوں کے اپنے گروہ کو لے کر طبرستان چلا گیا۔ اب مہلب نے عبدربہ الکبیر کے گروہ پر حملہ کیا اور ان سب کو تہہ تیغ کر دیا۔ کوفہ میں آیا حجاج نے سب کو انعام واکرام سے نوازا۔ تنخواہوں میں اضافہ کیا۔

11) قطری پر ایک دوسری فوج سے حملہ کرایا گیا۔ قطری ایک ٹیلہ پر چڑھتے ہوئے گھوڑے سے گر کر مر گیا۔ اس کے ساتھی شکست کھا کر بھاگے تعاقب میں سب مارے گئے۔ خوارج کا یہ فرقہ نافع بن ازرق کی پیروی کرنے کی بنا پر ازارقہ کہلاتا تھا۔ ایک مدت تک امت کو قتل و جنگ میں مشغول اور ہر قسم کے مصالح سے محروم رکھ کر بلا کسی فائدے اور نتیجہ کے آخر 77ھ میں تباہ و برباد ہو گیا۔

12) دوسرے فرقہ کے خوارج میں سے صالح بن مسرح اور اس کے رفیق شبیب بن یزید نے 76ھ میں سرزمین موصل میں سر اُٹھایا۔ امیر

Presented by Ziaraat.Com

جزیرہ محمد بن مروان نے ان کے مقابلے کے لئے ایک ہزار سوار روانہ کئے جن کو خارجیوں نے بھگا دیا۔ پھر تین ہزار سپاہی بھیجے جب جنگ ہوئی تو خارجیوں کا سردار صالح مارا گیا۔ انہوں نے متفق ہو کر شبیب کے ہاتھ پر بیعت کر لی جو بڑا عابد وزاہد شخص تھا۔ وہ خارجیوں کو ساتھ لے کر مدائن کی طرف چلا گیا۔ حجاج برابر افواج بھیجتا رہا اور خارجی دوسری جگہوں پر منتقل ہوتے رہے۔ آخر شبیب جرأت کر کے خود کوفہ میں گھس آیا کئی دن تک وہاں رہا بہت سے لوگوں کو قتل کیا اور باشندوں پر سختیاں کیں۔ حجاج امراء ورؤسائے قبائل کو جمع کر کے ان کے مقابلے کے لئے تیار ہوا۔ خوارج بلا تعاقب نکل کر چلے گئے۔ پھر حجاج نے پچاس ہزار عراقیوں کو روانہ کیا کہ ان کو تباہ کر دیں لیکن ان ایک ہزار خارجیوں نے ان پچاس ہزار کو شکست دے دی اور دوبارہ پھر کوفہ میں آ گئے۔ وہاں چار ہزار شامی فوج تھی اس نے چاروں طرف سے نیزوں سے ان کو محصور کر لیا۔ شبیب کا بھائی مصاد اور بہت سے خارجی مارے گئے باقی بچ کر نکل گئے۔ شامیوں نے تعاقب کر کے مقام انبار میں گھیرا۔ وہاں شبیب نالہ میں ڈوب کر مر گیا۔ اور اس کے تمام ساتھی مقتول ہوئے۔ اس طرح خارجیوں کا یہ فرقہ بھی ختم ہو گیا۔

13) خارجیوں نے ان کے عدل وداد کو دیکھ کر کہا کہ ایسے خلیفہ کے مقابلہ میں خروج کرنا فضول ہے۔ صرف عراق میں ان کی ایک جماعت نے سر اٹھایا۔ عمر بن عبدالعزیز نے وہاں کے عامل کو لکھا کہ کسی منتخب سردار کو ایک فوج دے کر ان کی نگہبانی کے لئے متعین کر دو تا کہ وہ کوئی دراز دستی نہ کرنے پائیں۔ اور ان کے سردار سے کہہ دو کہ جب تک وہ کسی کو نہ ماریں اس وقت تک ان سے تعرض نہ کرے۔ چنانچہ محمد بن جُریَر بن عبداللہ بَجَلّی دو ہزار سواروں کے ساتھ ان کے اوپر تعینات کئے گئے۔

14) عمر بن عبدالعزیز نے خود خوارج کے سردار بسطام یُشکری کو لکھا کہ: ''ہم کو معلوم ہوا ہے کہ تم اللہ اور رسوؐل کی حمایت میں نکلے ہو اس کا حق تم سے زیادہ ہم کو ہے۔ لہٰذا تم ہمارے پاس آؤ باہم مناظرہ کر لیں اگر ہم حق پر ہیں تو ہمارا ساتھ دو اگر تم حق پر ہو تو ہم تمہاری بات مان لیں''۔

یہاں اسلم صاحب نے عمر بن عبدالعزیز اور بسطام کے مرسلہ وفد کا وہ مناظرہ لکھا ہے جس کو قریشی ماہرین نے اپنے مذہب کو خارجیوں کے اعتراضات سے بچا لے جانے کے لئے تیار کیا تھا۔ اگر ہم اس مناظرہ کو لکھیں اور ہر سوال وجواب پر تنقید کریں تو بہت طول بھی ہو جائے گا اور ہم موضوع سے بھی ہٹ جائیں گے۔ لیکن نمونہ کے لئے خارجیوں کے پہلے سوال اور خلیفہ کے پہلے جواب کو لکھ کر اس مناظرہ کا مصنوعی ہونا دکھاتے چلیں گے۔

15) خارجیوں سے مناظرہ، پہلا سوال

خارجی: آپ عادل اور نیک سیرت ہیں آپ کی ذات سے کوئی شکایت نہیں۔

لیکن یہ فرمائیے کہ آپ امت کے مشورہ سے خلیفہ ہوئے ہیں یا قہر وغلبہ سے؟

سوال ہی غلط اور قریشی مذہب کی تائید میں گھڑا گیا ہے۔

سوال پر تنقید۔

اول۔ سوال کا پہلا جملہ عمر بن عبدالعزیز کی عدالت اور نیک چلنی کے پروپیگنڈے کے لئے تیار کیا گیا ہے ورنہ سوال میں اس جملے کی کوئی ضرورت ہی نہیں تھی۔

دوم۔ خارجی وہاں موجود تھے اور انہیں معلوم تھا کہ عمر بن عبدالعزیز کی خلافت پر نہ اُمت کا مشورہ لیا گیا نہ اس نے قوت وغلبہ سے خلافت

Presented by Ziaraat.Com

حاصل کی۔لہٰذا یہ سوال ہو ہی نہیں سکتا تھا اس لئے کہ جو بات معلوم ہوا ُسے کوئی صاحبِ عقل معلوم نہیں کرسکتا۔

سوم۔ اس سوال کو گھڑنے سے مقصد یہ تھا کہ لوگوں کو یہ یقین ہو جائے کہ اسلامی خلافت اگر اُمت کے مشورہ سے قائم ہو تو جائز ہے حالانکہ خلیفہ یا حاکم بنانا اُمت سے کوئی تعلق نہیں رکھتا اور قریش کے مذہب اور عمل درآمد کی بنیاد ہی قرآن کے خلاف ہے۔یہی دنیائے مذہب کا سب سے بڑا باطل اور کھلا فراڈ ہے۔عمر کا جواب۔

1۔میں نے خلافت کی خواہش نہیں کی تھی۔

2۔میں نے قوت وغلبہ سے خلافت نہیں لی۔

3۔پہلے خلیفہ نے مجھے ولی عہد مقرر کیا تھا۔

4۔میں نے اپنی ولی عہدی کو منظور کرلیا تھا۔

5۔تمہارے سوا کسی نے میری خلافت کی مخالفت نہیں کی ہے۔

پہلا جواب علم غیبت رکھنے والوں کے لئے ہے۔خارجی عالم الغیب نہ تھے وہ تصدیق نہ کرسکتے تھے لہٰذا یہ جواب کوئی عقل مند آدمی نہ دے گا اور عمر یقیناً عاقل وعالم شخص تھے۔

دوسرا جواب قابلِ تصدیق تھا مگر اصلی جواب یہ ہونا چاہئے کہ کیا تمہیں اتنا بھی علم نہیں کہ میں نے کوئی جنگ کی نہ کثرت کی قوت سے غالب آیا۔ تیسرا جواب مذہبی عقیدے یعنی عمر وابوبکر کی تصدیق کے لئے گھڑا گیا ہے۔مگر یہ بھی قرآنی تعلیمات کا مخالف جواب ہے اللہ نے نبی کے سوا کسی کو حکومت قائم کرنے یا حاکم بنانے یا ولی عہد مقرر کرنے کا اختیار نہیں دیا ہے۔لہٰذا ابوبکر کا عمر کو اپنا جانشین بنانا اور ولی عہد رکھنا بھی باطل تھا اور عمر بن عبدالعزیز کے بعد کے لئے کسی کو کسی کا ولی عہد بنا دینا تو ابلیسی طرزِ حکومت میں بھی باطل تھا۔لہٰذا عمر نے اپنی حکومت اور ولی عہدی کو قبول کرکے پہلی غلطی قرآن کی مخالفت میں اور دوسری غلطی ابلیسی قوانین کے خلاف کی تھی۔لہٰذا چوتھا جواب بھی باطل ہے۔کسی کا مخالفت نہ کرنا کئی ایک وجوہ سے ہوسکتا ہے۔ضروری نہیں کہ مخالفت نہ کرنے والا عمر بن عبدالعزیز کی حکومت سے راضی ہی تھا۔اسی لئے پانچواں جواب بھی غلط اور مغالطہ انگیز ہے اور وہ اس لئے بھی غلط ہے کہ یہ سوال وجواب ہونے تک خارجیوں نے مخالفت کی ہی نہ تھی۔الٹا ان کو عادل اور نیک مان کر سوال کیا ہے۔اسی طرح مذکورہ خارجی اور عمری مناظرہ غلط، باطل اور خودساختہ ہے۔اور جو صحیح سوال لکھا گیا ہے عمر کے پاس اس کا جواب نہ تھا۔

ملاحظہ ہو: آخری سوالات:

خارجی سوال: پھر آپ اِس خلافت کو اپنے بعد یزید بن عبدالملک کے سپرد کرکے مواخذہ سے بَری ہوسکتے ہیں؟

حالانکہ اس سے عدل وداد کی مطلق توقع نہیں ہے؟

عمر بن عبدالعزیز کا جواب: ''لیکن یہ میرا فعل تو نہیں ہے مجھ سے پہلے سلیمان (خلیفہ) مجھ کو اور میرے بعد یزید کو ولی عہد مقرر کر گیا ہے''

خارجی۔ کیا سلیمان (خلیفہ) کی اس کارروائی کو آپ جائز سمجھتے ہیں؟

اس کے جواب میں عمر بن عبدالعزیز خاموش ہوگئے اور دو روز کی مہلت چاہی''

16) اس کے بعد کیا ہوا؟ اسلم جیراجپوری نے اپنی خارجیت کی چادر میں چھپالیا ہے۔مگر ہم طبری سے دکھا چکے ہیں کہ بنی امیہ یا امویوں نے

آخری سوالات کا جواب نہ دے سکنے سے یہ سمجھ لیا کہ عمر بن عبدالعزیز ہار گیا ہے اور دو دن بعد اس کو کہنا پڑے گا کہ:''خلیفہ سلیمان کی کارروائی ناجائز تھی'' اور یہ کہتے ہی آئندہ یزید بن عبدالملک کو خلیفہ بنانا ناجائز مان کر خلافت کو، عمری و بکری سنت کے مطابق اُمت کے مشورہ پر چھوڑنا ہوگا اور حکومت اُموی خاندان سے نکل جائے گی اور اُدھر سلیمان کی کارروائی کو ناجائز مانتے ہی خود عمر بن عبدالعزیز کی خلافت باطل ہو جائے گی۔

ان خطرات کی بنا پر بقول طبری اُمویوں نے عمر بن عبدالعزیز کو زہر دے کر مار ڈالا اور یزید کو خلیفہ بنا لیا۔معلوم ہوا کہ جب عمر بن عبدالعزیز کے علم میں سلیمان کا اُسے خلیفہ بنانے اور یزید کو ولی عہد مقرر کرنے کا جواز تھا ہی نہیں تو یقیناً اُس کی خلافت بالکل باطل تھی۔لہٰذا ثابت ہوا کہ خارجیوں اور عمر کا مناظرہ تو ہوا تھا مگر اس کے سوالات اور جواب قریشی ماہرین نے خود گھڑ کر آگے تاریخ میں بڑھائے تھے۔تاکہ خارجی غلط اور عمر صحیح ثابت ہو جائے۔مگر ہم درمیان میں آ گئے اور حسب عادت قریش کا یہ فراڈ بھی کھول دیا۔

17) مروان بن محمد بن مروان بن حکم یعنی مروان ثانی خلیفہ کے عہد (127ھ) میں ضحاک بن قیس شیبانی کی قیادت میں خوارج اٹھے اور کوفہ پر قبضہ کر لیا۔عبداللہ بن عمر بن عبدالعزیز والی عراق وہاں سے بھاگ کر واسط میں پناہ گزیں ہوا اور ضحاک خارجی نے وہیں آ کر ان کو پکڑ لیا اور جبراً ان سے بیعت لے لی۔سلیمان بن ہشام بن عبدالملک خلیفہ مروان سے زک اٹھا کر ضحاک خارجی سے مل گیا اب ضحاک کا زور بڑھ گیا اور اس نے موصل پر چڑھائی کر دی۔مروان خلیفہ نے اپنے بیٹے عبداللہ والی جزیرہ کو لکھا کہ ضحاک کو اُدھر آنے سے روکے۔وہ سات ہزار فوج لے کر نصیبین میں آیا۔ضحاک خارجی کے ساتھ ایک لاکھ کی فوج تھی لہٰذا اس نے نصیبین کا محاصرہ کر لیا۔مروان خلیفہ اطلاع پا کر اپنی کُل فوج لے کر آ گیا۔سخت جنگ ہوئی ضحاک مارا گیا۔خوارج نے سعید بن بہدل کو اپنا امیر بنا لیا۔اس نے مروان کے لشکر پر حملہ کیا قلب کو توڑتا ہوا خود مروان کے خیمہ تک پہنچ گیا لیکن وہاں مارا گیا۔پھر خارجیوں نے شیبان بن عبدالعزیز کو امیر بنایا تو اس نے دیکھا کہ لوگ خارجی فوج کو چھوڑ چھوڑ کر الگ ہو رہے ہیں اس لئے موصل میں آ گیا۔مروان خلیفہ نے بھی تعاقب کیا چھ ماہ تک موصل میں جنگ ہوتی رہی۔مروان نے اس دوران یزید بن عمرو بن ھبیرہ کو عراق کا والی بنا کر بھیجا۔اس نے وہاں سے خوارج کو نکال کر ان کی جائیدادیں ضبط کر لیں۔اور شیبان کے مقابلے کے لئے فوج بھیجی۔شیبان کو جب معلوم ہوا تو اس خوف سے کہ کہیں عراقی اور شامی دونوں فوجوں کے درمیان میں نہ پڑ جائے۔موصل چھوڑ کر فارس کی طرف چلا۔راستے میں مقام جیرُفت پر عراقی فوج سے اس کا مقابلہ ہوا شکست کھا کر سیستان کی طرف بھاگا۔اور وہیں 130ھ میں مر گیا۔

18) اسلم خارجی اب ہارون رشید کے عہد میں خارجیوں کا تذکرہ اس طرح کرتے ہیں کہ:۔

''خوارج۔ یہ جماعت حضرت علی کے عہد میں پیدا ہوئی تھی۔بنی امیہ کے زمانہ میں جا بجا اس نے خروج کیا اور بغاوتیں پیدا کرتی رہی۔بنی امیہ نے خوارج کو مٹانے کی ہمیشہ کوشش کی اور بنی امیہ کے نامور سردار اور مشہور سپہ سالار مہلب بن ابی صفرہ نے اپنی ساری قوت خارجی گروہ کو فنا کرنے میں صرف کر دی اور کوئی کسر اٹھا نہیں رکھی۔لیکن خلافت کی غلط رفتار اور خلفاء کے استبداد اور امراء کے مظالم کی وجہ سے وہ روح برابر باقی رہی''۔

رُک کر نوٹ کریں کہ تمام خلفاء کو غلط رضامندی اور ظلم و استبداد پر عامل مانا گیا اور یہ بتایا گیا ہے کہ ظلم و استبداد سے باطل گروہ کو بھی فنا نہیں کیا جا سکتا۔سوچئے کہ کتنے ناعاقبت اندیش تھے وہ خلفائے قریش جو حق پرستوں کو فنا کرنے میں کوشاں رہے؟ پھر لکھتے ہیں۔

19) ہارون رشید کے زمانہ میں ولید بن طریف شیبانی خارجی نے جزیرہ میں نصیبین کے متصل 178ھ میں خروج کا اعلان کیا۔یہ نہایت بہادر اور باوقار رئیس تھا۔خلیفہ کی طرف سے اس کی سرکوبی کے لئے بار بار فوجیں گئیں لیکن شکست کھاتی رہیں۔شکست دیتے رہنے کی وجہ سے

Presented by Ziaraat.Com

خوارج کا اقتدار بڑھ گیا۔اور جزیرے سے لے کر آرمینیا تک کے لوگ اس کے حلقہ اثر میں آگئے ۔ہارون نے معن بدزائدہ کے بھتیجے یزید بن شیبانی کو منتخب کر کے ایک جرار فوج کے ساتھ بھیجا۔یزید نے جا کر ولید خارجی سے صلح کی گفتگو کی اس میں چند ماہ لگ گئے درباریوں نے ہارون سے شکایت کی کہ یزید چونکہ ولید خارجی کا ہم قبیلہ ہے اس لئے وہ اس کے ساتھ لڑائی کو ٹال رہا ہے۔ہارون نے یزید کو تاکیدی تہدید آمیز حکم بھیجا۔اب اس کو بجز مقابلہ کے کوئی چارہ نہ رہا۔اس نے ولید خارجی کے پاس کہلا بھیجا کہ مسلمانوں کے ضائع کرانے سے کیا فائدہ آؤ صرف میں اور تم لڑیں۔ وہ میدان میں آیا۔دونوں کئی گھنٹے تک لڑتے رہے۔دورویہ فوجیں کھڑی تماشہ دیکھتی رہیں۔آخر ولید خارجی مارا گیا۔فتح نامہ کے ساتھ اس کا سر دربار میں بھیجا گیا''۔

یہاں اس خارجی نے خارجی فوج کا حال نہیں لکھا بلکہ آٹھویں جلد میں تبصرہ کرتے ہوئے لکھا ہے کہ:۔

''ھارون نے تہدید آمیز خط بھیجا یزید نے پوری طاقت سے حملہ کیا ولید مارا گیا اور اس کی جماعت مقتول ہوئی۔اس کے بعد خوارج پھر اٹھنے کے قابل نہ رہے۔اوران کی اجتماعی قوت ختم ہوگئ''۔(جلد 8 صفحہ 125)

قارئین دیکھیں کہ اسی خارجی نے لکھا تھا کہ یزید اور ولید تنہا جنگ کرتے رہے اور ولید خارجی یزید کے ہاتھ سے مارا گیا۔

42۔ اسلم خارجی کا خارجیوں پر تبصرہ اور موقع بموقع خارجیوں کی مدح وثنا اور پہلو بچا کران کی جانب داری

اسلم نے اپنی تاریخ امت کے آٹھویں حصہ میں تبصرہ ہی تبصرہ کیا ہے۔اس میں از اوّل تا آخر خارجیوں کا ذکر دوبارہ لکھا۔ جسے یہاں لکھنا محض وقت ضائع کرنا ہے۔البتہ ہم وہ بیان ضرور لکھیں گے جس میں اس نے قریشی سازش کے بہت سے پہلوؤں کی تائید کی ہے سنئے:

1) ''خارجی مذہب'' ''اس جماعت کی پیدائش کا بنیادی نقطہ'' لَا حُکْمَ اِلَّا لِلّٰہ'' ہے یعنی کسی کی حکومت نہیں سوائے اللہ کے۔صفین کے میدان میں جب ثالثی نامہ کی مخالفت ہونے لگی اس وقت کسی نے یہی نعرہ لگا دیا۔جو بجلی کی سرعت کے ساتھ پھیل گیا۔کیونکہ اس میں خارجیوں کے مافی ضمیر کی پوری ترجمانی تھی۔چنانچہ یہی کلمہ خارجیوں کا شعار بن گیا۔وہ جب کوئی مجمع کرتے یا ان کے جلسوں میں کوئی تقریر ہوتی تو آخر میں یہی نعرہ لگاتے۔اس لئے یہ فرقہ خالص سیاسی ہے۔عام مسلمانوں (یعنی سنیوں۔احسنؔ) سے اس کا اختلاف صرف خلافت کے چند مسائل میں ہے۔

2) ان کے نزدیک صحت خلافت کی شرط جمہور مسلمانوں کا انتخاب ہے (یہ سنی عقیدہ ہے۔احسنؔ)۔قریش ہونا شرط نہیں (یہ سنیوں کے خلاف ہے۔ احسنؔ) حبشی غلام بھی اگر منتخب ہو جائے تو اس کی اطاعت واجب ہے (یعنی کثرت کی اطاعت واجب ہے قرآن کے خلاف۔احسنؔ) حضرت ابو بکر وعمر کے انتخاب (جو ہوا نہ تھا۔احسنؔ) کو جمہوری اور ان کی خلافتوں کو صحیح سمجھتے تھے (قریشی عقیدہ۔احسنؔ) عثمان کی خلافت کو بھی ابتدائی چھ سال تک مگر جب سے وہ بنی امیہ کی رائے میں آگئے اور شیخین کے طریقے پر نہیں رہے ان کا عزل واجب تھا۔حضرت علیؑ کی خلافت کو بھی صحیح مانتے تھے مگر جب سے ثالثی نامہ لکھا گیا اس وقت سے ان کی رائے میں کافر ہو گئے۔اصحاب جمل طلحہ وزبیر عائشہ وغیرہ کو اس بنا پر کہ خلیفہ برحق حضرت علی سے لڑے ان کو نیز ابوموسیٰ اشعری اور عمرو بن العاص کو بھی کافر قرار دیتے تھے۔غرض ان کا سارا اختلاف حکومت الٰہی کے محور پر گھومتا ہے۔اور اسی نکتہ پر وہ تمام امت سے الگ ہو گئے (یعنی تمام امت کے نزدیک خلافت الٰہیہ محوری مقام نہیں رکھتی یہ قریشی تصور ہے۔احسنؔ)

3) یہ خارجی ذرا دیر بعد مانے گا کہ اس کی ساری معلومات نہج البلاغہ سے اخذ کردہ ہیں مگر اب نہج البلاغہ اور تمام مورخوں کے خلاف لکھتا ہے کہ:

4) ''مورخوں کا بیان ہے کہ حضرت علیؑ نے جب ان کے نعرے لَا حُکْمَ اِلَّا لِلّٰہ کو سنا تو فرمایا کہ کلمة حق ارید بها الباطل یعنی بات تو سچی

Presented by Ziaraat.Com

ہےلیکن اس کا جومطلب لیا گیا ہے وہ باطل ہے۔ یہ سمجھتے ہیں کہ سوائے اللہ کے کوئی امیر نہیں حالانکہ انسانوں پر کسی انسان کا امیر ہونا لازمی ہے جو نظام کو قائم رکھے''۔

5) خارجی ابلیس سے وحی پا کر لکھتا ہے کہ:

''میرے نزدیک اس قول کی نسبت حضرت علیؑ کی طرف صحیح نہیں ہے۔ کیونکہ خوارج خود ان کے ہاتھ پر بیعت کر چکے تھے (نعرہ سے پہلے کی بات کو یہ خبیث دلیل بنا رہا ہے۔احسنؔ) اس لئے وہ جانتے تھے کہ خوارج انسان کی امارت کے منکر نہیں ہیں بشرطیکہ اس کی امارت قرآن کے مطابق ہو۔ان کے کلمہ کی تاویل جو بداھتاً غلط تھی حضرت علیؑ کر ہی نہیں سکتے تھے''۔

6) انہوں نے جب بیعت کی تھی تو یہ نعرہ ابلیس کے اسٹور میں تھا۔ یہ نعرہ تو بیعت توڑنے اور کافر ہو جانے اور کافر بنانے کے بعد کا ہے۔اور کفر سے توبہ کر لینے کے بعد انہوں نے اس کو اپنا شعار بنایا تھا لہٰذا یہ خارجی ابلیس کا شاگرد اور خارجیوں کا طرفدار ہے۔

7) یہ خارجی جھوٹا بھی ہے اگر خارجی قرآن کے مطابق خلافت کو صحیح سمجھتے تو ابوبکر وغیرھم کی خلافت کو ہرگز برحق نہ مانتے قرآن میں کوئی ایسی آیت نہیں جو انتخاب یا کثرت کے فیصلے سے خلیفہ بننے کو برحق خلیفہ قرار دیتی ہو یا جس سے کثرت کی اطاعت واجب ہو جاتی ہو۔قرآن نے کثرت کو جاھل بے بصیرت اور جانوروں سے بدتر فرمایا ہے۔ لہٰذا خارجی ہرگز خلافت کا معیار قرآن کو نہ سمجھتے تھے۔

8) <u>ایک اور جھوٹ بولتے ہیں:</u>

''اصلیت یہ ہے کہ خوارج کل امت کے خلاف تھے''۔اس لئے مخالف فرقوں نے ان کو بدنام کرنے کے لئے جہاں جہاں موقع پایا جھوٹی روایتیں گھڑیں''۔

کوئی اس خارجی کو یاد دلاتا کہ اس نے خود لکھا ہے کہ ''خارجی پہلے اور دوسرے خلیفہ کو برحق خلیفہ سمجھتے تھے''۔ اگر یہ صحیح ہے تو ابوبکر وعمر امت سے خارج ہو گئے چونکہ خوارج ان کے مخالف نہ تھے۔اس طرح خوارج کی طرح وہ دونوں بھی خارجی ہو گئے۔ دوسرا جھوٹ یہ ہے کہ سارے فرقوں نے خارجیوں کو بدنام کرنے کے لئے جھوٹی روایتیں گھڑی تھیں۔ اگر یہ صحیح ہے تو سارے فرقوں کی روایات نا قابل اعتبار ٹھیرتی ہیں۔لہٰذا یہ کیوں مانا جائے کہ خارجی قرآن کو معیارِ خلافت سمجھتے ہوئے ابوبکر وعمر کو برحق خلیفہ مانتے تھے۔ جب کہ ان کی خلافت قرآن کے سراسر خلاف تھی؟

9) ایک بہادر اور جھوٹی روایتیں گھڑنے والے سپہ سالار کا نام بتاتے ہیں۔

''خارجیوں کا سب سے بڑا حریف مہلب بن ابی صفرہ تھا۔ وہ تلوار سے بھی لڑتا تھا۔اور ان کی مذمت میں جھوٹی حدیثیں بھی گھڑتا تھا۔اس کے کذب کی اس قدر شہرت تھی کہ بن ازد کے لوگ جب مہلب کو دیکھتے تو کہتے۔

اَنْتَ الْفَتیٰ کُلَّ الْفَتیٰ .لَوْ کُنْتَ تصدق ماتقول .

تو بہادر اور بڑا بہادر ہوتا اگر جو کچھ تو کہتا ہے وہ سچ بھی ہوتا۔

10) حضرت علی علیہ السلام کی آڑ میں یہ خارجی خارجیوں کی طرفداری کرتا ہوا مانتا ہے کہ:

''علاوہ بریں خود حضرت علیؑ نے اپنے آخری ایام میں وصیت فرمائی لا تقاتلوا الخوارج بعدی فلیس من طلب الحق فاخطاہ کمن طلب الباطل فادرکہٗ ۔یعنی میرے بعد خوارج سے جنگ نہ کرنا کیونکہ جو حق کا طالب ہو، گو اس کو حاصل نہ کر سکے اس سے بہتر

Presented by Ziaraat.Com

ہے جو باطل کا طلب گار ہو اور اس کو حاصل کر لے''۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ حضرت علیؑ خوارج کو حق کا طالب سمجھتے تھے اور شامیوں کو باطل پرست سمجھتے تھے''۔

حضرت علی علیہ السلام کے جملے میں کہیں بھی کوئی ایسا لفظ نہیں ہے جس کے معنی ''بہتر'' کئے جا سکیں۔ حضورؑ نے دونوں کو باطل پرست قرار دیا ہے۔ شامیوں کو باطل کے حاصل کرنے میں کامیاب باطل پرست اور خارجیوں کو حق کی تلاش میں ناکام باطل پرست۔ حضورؑ کے اس جملے سے خارجیوں کی مدح کا پہلو نہیں نکلتا۔ رہ گیا ان سے جنگ نہ کرنے کا حکم۔ اس کا مطلب صرف یہ تھا اور یہی عملاً ثابت ہوا کہ خارجی گروہ کو جنگ سے کمزور نہ کرنا تاکہ وہ پوری قوت سے بنی امیہ سے جنگ کر سکیں۔ اس جملے کا مطلب یہ ہوا کہ بنی امیہ پر تاخت و تاراج اور جنگی دباؤ برقرار رہتا چلا جائے۔

اب یہ خارجی خارجیوں کے فرقوں کی تعداد آپ کو بیس بتائے گا لیکن نام صرف تین فرقوں کے بتائے گا یعنی سترہ کی تعداد جھوٹی ہوگی سنئے:

11) خوارج کے فرقے۔ اس جماعت کی ابتدائی مخالفت مسئلہ خلافت ہی تک محدود تھی۔ مگر بعد میں بعض دیگر مسائل کا اضافہ ہوا۔ جن میں جزوی اختلاف کے باعث اس کے بیس فرقے ہو گئے۔ سب سے بڑا فرقہ نافع بن ازرق کا تھا جو اس کے نام کی نسبت سے ازارقہ مشہور ہوا۔ یہ لوگ شرعی اعمال نماز، روزہ، صدق اور عدل وغیرہ کو بھی ایمان کا جز قرار دیتے تھے ان کے نزدیک کوئی شخص اللہ اور رسولؐ کو دل سے مان کر اور زبان سے اقرار کر لینے پر بھی کافر ہے اگر ان کے احکام پر عمل نہ کرے۔ وہ گناہِ کبیرہ کے مرتکب کو کافر مطلق سمجھتے تھے۔ نیز اپنے سوا تمام مسلمانوں کو جو انسانی حکومت پر راضی ہو گئے تھے کافر قرار دیتے تھے۔ جن کے ساتھ نہ مناکحت جائز تھی اور نہ ان کے ہاتھ کا ذبیحہ حلال مانتے تھے۔ ظالم سلاطین کے مقابلے میں قوت کا اندازہ کئے بغیر تلوار لے کر اٹھ جانا فرض سمجھتے تھے۔ جو کوئی باوجود قدرت کے ایسا نہ کرے خواہ خارجی جماعت کا فرد ہو کافر قرار دیتے تھے''۔

اس خارجی نے خارجیوں کو قرآن کا پابند کہا تھا۔ حالانکہ مندرجہ تمام عقائد قرآن کے خلاف ہیں۔ اور اس نے کوشش کی تھی کہ خوارج کو انسانی حکومت کا ماننے والا ثابت کرے لیکن یہاں اس نے لکھ دیا کہ:

''نیز اپنے سوا تمام مسلمانوں کو جو انسانی حکومت پر راضی ہو گئے تھے کافر قرار دیتے تھے'' اور سنئے:

12) دوسرا گروہ نجدہ بن عامر کا تھا یہ جہالت کو عذر قرار دیتا تھا اور اجتہاد میں کسی سے غلطی ہو جائے تو اس کو معذور سمجھتا تھا۔ ان امور میں نافع کے ساتھ اس کے مناظرے بھی ہوئے۔

13) تیسری جماعت اباضیہ تھی جو عبداللہ بن اباض تمیمی کی پیرو تھی۔ یہ لوگ ازارقہ کے مقابلہ میں بہت نرم تھے۔ دعوت اور اتمام حجت کے بغیر مخالفوں پر اچانک حملہ جائز نہ سمجھتے تھے۔ نہ دیگر مسلمانوں کو عرب جاہلیت کے بت پرستوں کی طرح قرار دیتے تھے۔ غالباً اسی صلح پسندی کی وجہ سے آج بھی شمالی افریقہ، سواحل عمان، حضرموت اور زنجبار میں پائے جاتے ہیں۔ اس نرمی کی وجہ یہ معلوم ہوتی ہے کہ ابن اباض عہد عباسی میں پیدا ہوا تھا۔ جب کہ خوارج کی قوت ٹوٹ چکی تھی اور صرف مذہبی حرکات باقی رہ گئی تھیں۔

14) عبداللہ بن صفار رئیس خوارج کے پیرو جو صفریہ کہے جاتے تھے۔ ان لوگوں کو بھی برا نہیں سمجھتے تھے جو فتنہ سے الگ ہو کر بیٹھ جائیں۔ چنانچہ یہ ساری جماعت خانہ نشین ہو کر امت میں جذب ہو گئیں۔ مطلب یہ کہ خوارج قریشی مذہب میں پیدا ہوئے تھے اور رفتہ رفتہ پھر اُسی مذہب میں جا ملے تھے۔

Presented by Ziaraat.Com

15) خوارج کی صفات۔خوارج عقائد اور فرائض دونوں میں متشدد تھے۔اور عبادت میں سخت انہماک رکھتے تھے (یہ قریش ساز افسانے ہیں۔احسنؔ) شہرستانی نے ان کی جماعت کے متعلق لکھا ہے کہ اھل صوم وصلوٰۃ ہیں شب بیداری ان میں عام تھی۔زیاد نے ایک خارجی کو قتل کیا پھر اس کے غلام سے اس کی کیفیت پوچھی اس نے کہا کہ میں نے ان کے لئے نہ کبھی رات میں بستر بچھایا نہ دن میں کھانا لگایا۔یعنی وہ قائم اللیل وصائم النھار تھے (حدیثیں گھڑنے کا سبب یہ تھا کہ) جھوٹ کو ان کا ہر فرقہ زنا اور شراب خوری سے بھی بدتر جانتا تھا۔اور تقیہ کو بجز اس خاص صورت کے جس میں قرآن نے اس کو مباح کیا ہے، حرام سمجھتا تھا۔بغدادی نے اپنی کتاب ''اصول دین'' میں لکھا ہے کہ خوارج کے ایمان وعمل کی بنیاد خالص قرآن پر تھی۔روایات کو دین نہ مانتے تھے''۔قارئین نے دیکھا ہے کہ ان کے عقائد واعمال تمام قرآن کے مخالف تھے۔

16) ان کے نزدیک مخالفوں سے جہاد کرنا (یہ بھی قرآن کے خلاف ہے۔) نجات کا بہترین ذریعہ اور دین کا اہم ترین فریضہ تھا۔جس میں ان کی عورتیں بھی شامل تھیں۔وہ غیر قرآنی حکومت کو مٹانا لازم سمجھتے تھے (یہ قرآن کے خلاف ہے۔احسنؔ) اور اس میں جانی و مالی کسی قربانی سے دریغ نہیں کرتے تھے۔دشمن کے مقابلے میں رُوگردانی ان کے نزدیک کفر تھی۔یہ سچ ہوتا تو اس کے نزدیک سارے قریش کو عموماً اور ابوبکر وعمر وعثمان کو خصوصاً کافر ماننا لازم تھا۔

17) لہو ولعب کو کسی حالت میں جائز نہیں رکھتے تھے (یہ قرآن کے خلاف ہے۔احسنؔ) اور نہ تمسخر و مذاق کو (یہ بھی مخالف قرآن ہے۔احسنؔ) یہاں تک کہ ان کے اشعار بلکہ غزلوں میں بھی وہی (نام نہاد۔احسنؔ) دینی حمیت اور جہاد کے حماسی جذبات ہیں جن میں وہ پرورش پاتے تھے ان کی نگاہوں میں صرف (خود ساختہ۔احسنؔ) تقویٰ تھا۔اور دین۔اور ان ہی کی حمایت و مدافعت (اور لوٹ مار۔احسنؔ) میں سر بکف رہتے تھے۔ان لوگوں کو انسانیت سے گرا ہوا سمجھتے تھے جنہوں نے دنیاوی مال وجاہ کے لئے اپنی حریّتِ ضمیر کو نام نہاد خلفا کے ہاتھ فروخت کر رکھا تھا اور انسانی حکومت پر راضی ہو گئے تھے''۔پھر مانا کہ یہ خبیث گروہ انسانی حکومت کا منکر تھا۔

18) خلفاء اور اُمراء کے درباروں میں دعوت وتبلیغ کے لئے برابر اپنے وفود بھیجتے تھے۔(یہ جھوٹ ہے اس کی ایک مثال بھی خارجی نے نہیں لکھی۔عمر بن عبدالعزیز نے ان کو تحریز بھیج کر بلایا تھا۔احسنؔ)

19) اُن کی ساری تاریخ شجاعت سے مزین ہے۔اور ان کے جنگی کارنامے بےنظیر ہیں۔شبیب خارجی ایک ہزار آدمیوں سے کوفہ کی پچاس ہزار فوج کو شکست دے کر شہر میں داخل ہو گیا تھا (یہ کوفہ والوں کی مذمت میں گھڑی ہوئی کہانی ہے۔احسنؔ) ابن زیاد نے ابو بلال خارجی کے مقابلے کے لئے ابن زرعہ کو دو ہزار سپاہیوں کے ساتھ بھیجا تھا۔مقام آسک میں جنگ ہوئی جس میں صرف چالیس خارجیوں نے ان دو ہزار کو مار بھگایا اس پر ایک خارجی شاعر نے کہا۔

اَاَلْفًا مُؤمِنٍ فی مازعَمتِم ویھزمھم بِآسکٍ اربعونا

کذّبتم لَیس ذاکَ کَمَا زَعمتم ولکن الخوارج مومنُونا

یعنی تمہارے گمان کے مطابق وہ دو ہزار مومن تھے جن کو آسِک میں چالیس آدمیوں نے شکست دے دی۔دراصل تمہارا گمان غلط ہے مومن تو صرف خوارج ہیں۔

اس واقعہ کے بعد ابن زرعہ جب کوفہ کے بازاروں میں یا سڑکوں پر نکلتا تو بچے اس کا مذاق اڑانے کے لئے آواز کستے کہ ''وہ تمہارے

Presented by Ziaraat.Com

پیچھے ابو بلال آرہا ہے (مطلب یہ کہ بھاگو اور جان بچاؤ۔احسن)

20) خوارج کی صفات میں خارجی کی لاف زنی سنئے۔

''خوارج کے دلوں میں خلوص تھا۔اور زبانوں پر صداقت اسی وجہ سے ان کی باتیں صاف، بے لاگ اور پر اثر ہوتی تھیں۔اور ان کے فقرے (خارجیوں کے۔احسن) دلوں تک نفوذ کرتے تھے۔ابن زیاد نے ان سے قید خانے بھر رکھے تھے اور کسی کو چھوڑتا نہ تھا۔کہتا تھا کہ ان کے خطبے ان آتشیں شعلوں کی مانند ہیں جو نیستان میں آگ لگا دیتے ہیں (یہ قید رکھنے اور قید کرنے کا بہانہ تھا نہ کہ حقیقت۔احسن)

21) اسلم خارجی ابوحمزہ خارجی سے منسوب ایک اپنے منہ میاں مٹھو بیان، لکھتے ہوئے جھوم رہا ہوگا۔حالانکہ اپنی ستائش کرنے والا ساری دنیا میں ناپسند کیا جاتا ہے۔خارجی لکھتا ہے کہ خارجی نے کہا کہ:۔(ابوحمزہ خارجی کا بیان)

''وہ جوانی میں بزرگانہ صفات رکھتے ہیں۔برائی کی طرف ان کی آنکھیں بند ہیں۔باطل کی سمت قدم نہیں اٹھتے۔عبادت گزار اور شب زندہ دار۔راتوں کی تاریکی میں اللہ ان کو دیکھتا ہے کہ سرنیچا کئے ہوئے اس کے کلام کی تلاوت کر رہے ہیں۔جنت کا بیان آتا ہے تو شوق میں رو پڑتے ہیں اور جہنم کے ذکر پر خوف سے کانپنے لگتے ہیں۔گویا کہ اس کو دیکھ رہے ہیں۔سجدوں کی کثرت سے ان کے گھٹنوں، ہتھیلیوں، ناکوں اور پیشانیوں پر گھٹے پڑ گئے ہیں (یعنی خوب رگڑتے ہیں) پھر جب کمانیں کھنچتی ہیں اور میدانِ جنگ میں سپاہیوں کے نعروں سے موت کی آوازیں آنے لگتی ہیں اس وقت بلا خطر آگے بڑھتے ہیں مارتے ہیں اور مرتے ہیں۔گھوڑوں سے گرتے ہیں۔خون میں لتھڑے ہوئے۔درندے ان کی وہ کلائیاں چباتے ہیں جن پر ٹیک لگا کر وہ اپنے رب کو سجدے کرتے تھے۔اور پرندے ان کی وہ آنکھیں نکالتے ہیں جو شبہائے دراز کی تاریکیوں میں اللہ کے خوف سے آنسو بہایا کرتی تھیں''۔خارجی کا بیان خارجی کی زبانی ختم ہوا۔

22) خارجی جماعت کے لئے کچھ اور جھوٹ سنئے:

جماعت خوارج۔

''خارجی جو دعویٰ لے کر کھڑے ہوئے تھے یعنی لَا حُكْمَ اِلَّا لِلّٰہِ وہ قرآن کی کھلی ہوئی تعلیم تھی (یہ خارجی اسلم حافظ قرآن بھی کہلاتا تھا لیکن اسے بھی باقی خارجیوں کی طرح یہ معلوم نہ تھا کہ خارجیوں کا نعرہ غیر قرآنی اور خود ساختہ ہے قرآن میں یہ جملہ اس صورت میں موجود نہیں ہے۔احسن) اور جس زمانہ میں خوارج کا ظہور ہوا اس زمانہ میں صحابہ اچھی تعداد میں موجود تھے۔مگر بجز حضرت انس بن مالک کے اور کسی صحابی کا نام ان کی جماعت میں نہیں ملتا۔اور انس بن مالک مدینہ میں رسولؐ اللہ کے خادم تھے اور بصرہ آباد ہونے کے بعد اس میں آکر سکونت اختیار کر لی تھی۔

23) انس بن مالک کے علاوہ اور صحابہ کا خارجیوں میں شریک نہ ہونا اس خارجی کے نزدیک اس لئے تھا کہ:

1) ''ان کا خروج سب سے پہلے خروج حضرت علیؑ کے مقابلہ میں ہوا جن کے عالی شان رتبے سے سب واقف تھے۔صحابہ ان کو چھوڑ کر خارجیوں کا ساتھ کیسے دیتے؟''۔

اس خارجی نے یہ نہ بتایا کہ صحابہ کی کثرت نہ صرف حضرت علیؑ کو چھوڑے ہوئے تھی بلکہ تیغ بکف ان سے برسر پیکار تھی اور سب معاویہ کی سازش میں شریک تھے اور حکمین کا فیصلہ ان ہی کے اشارہ اور مشورہ سے ہوا تھا ورنہ خارجی خارجی نہ رہتے۔وہ مل کر معاویہ پر حملہ آور ہوتے اور قریش کا نام و

Presented by Ziaraat.Com

نشان مٹ جاتا اسی سے بچنے کے لئے تقریباً تمام صحابہ نے خارجی اسکیم بنائی اور اس کا پورا ساتھ دیا۔ یہ دوسری بات ہے کہ شہادتِ مرتضویؑ کے بعد یہ اسکیم قریش ہی پر پلٹ پڑی اور جہنم سے بچنے کی یہی ایک صورت نظر آئی کہ محمدؐ و آل محمد علیہم السلام کے تمام مخالفوں کو کافر قرار دے کر انہیں جہاں اور جتنا ممکن ہو قتل و غارت کیا جائے اور سانپ کے بچوں کی طرح ان کے بچوں اور نطفوں کو بھی ختم کر دیا جائے یہ وہ غصہ اور انتقام تھا جو خارجی بنانے والوں سے لیا گیا۔ دوسری وجہ سنئے۔

24) (2) صحابہ جماعت کا ساتھ چھوڑنا جائز بھی نہ سمجھتے تھے (یہ جھوٹ ہے ورنہ طلحہ و زبیر اور عائشہ کو صحابیت سے خارج کرنا ہوگا۔ احسنؔ) چنانچہ جب یزید کی بیعت ہوئی اس وقت عبداللہ بن عمر اور عبداللہ ابن عباس نے جو باوجود اس کے کہ پہلے سے اس کے خلاف تھے بیعت کر لی اور جماعت سے الگ ہونا گوارہ نہ کیا''۔

قارئین اُن کے نزدیک امام حسین علیہ السلام اور وہ تمام لوگ جنہوں نے یزید ملعون کی بیعت نہیں کی سب کو امت سے خارج ماننا لازم ہے۔ دراصل یزید کی بیعت کرنے والے لوگ وہی تھے جو علیؑ کے دشمن اور پہلے ہی جماعت یا امت اسلامیہ سے خارج ہو کر خارجی بن چکے تھے۔ تیسری وجہ سنئے:

(3) خوارج میں انہوں نے بدویت۔ قساوت اور کوتاہ نظری دیکھی اس لئے ان کے ساتھ شامل ہونا پسند نہ کیا''۔ مطلب یہ کہ اس خارجی کے نزدیک تمام خارجی اعلیٰ درجہ کے مسلمان تھے سوائے دیہاتی پن اور سخت مزاجی اور کوتاہ نظری کے۔ خدا اس پر اور خوارج پر لعنت کرے۔ چوتھی وجہ سنئے:۔

(4) خوارج فنا ہو گئے اور ان کی تاریخ مکمل نہ ہو سکی ادیبوں میں سے مبرد نے الکامل میں اور ابن ابی الحدید شیعی نے شرح نہج البلاغہ میں اگر ان کے کچھ حالات نہ لکھ دیئے ہوتے تو ہم تک صرف ان کا نام ہی پہنچتا۔ اس لئے خوارج کی جماعت کے متعلق ہمارا علم بھی محدود ہے۔ شروع میں اس جماعت میں زیادہ تر وہ عرب شریک ہوئے جو بصرہ اور کوفہ کی چھاؤنیوں میں تھے۔ ان میں بھی بنی تمیم کی تعداد زیادہ تھی۔ جو سخت جنگ جو تھے۔ اور جن پر سادگی اور بدویت غالب تھی۔ بعد میں اور لوگ بھی شامل ہوتے گئے۔ خاص کر موالی یعنی عجمی نومسلم جو بنی امیہ کے مظالم سے تنگ تھے۔ انہوں نے خوارج میں آغاز اسلام کی سادگی، اخوت مساوات اور جمہوریت دیکھی اس وجہ سے ساتھ دیا''

اس چوتھے بیان میں یہ غلط کہا کہ خوارج فنا ہو گئے جب کہ آج تک ان کا وجود عمان وغیرہ میں مان بھی لیا ہے۔ 2۔ اس ملعون نے ابن ابی الحدید کو شیعہ لکھا حالانکہ وہ خود کو اور سارے علما اس کو معتزلی مانتے ہیں۔

25) اب یہ خارجی قیاس و وہم سے خارجیوں کی تعداد بڑھاتا ہے۔ سنئے:

''تابعین میں سے عکرمہ ابن عباس کے غلام کے متعلق کہا جاتا ہے کہ وہ خوارج کا ہم خیال تھا۔ حسن بصری بھی تحکیم کے معاملے میں خوارج کی رائے کو صحیح سمجھتے تھے۔ وہ جب اپنی مجلس میں بیٹھتے اور حضرت علیؑ کا ذکر کرتے تو افسوس کے ساتھ کہتے کہ ''فتح و ظفر برابر امیرؑ المومنین کا ساتھ دے رہی تھی یہاں تک کہ انہوں نے ثالث مان لیا۔ ثالث کیوں مان لیا تم تو حق پر تھے؟ آگے کیوں نہ بڑھے حق تو تمہارے ساتھ تھا؟

یہاں یہ سن لیں کہ اگر واقعی مذکورہ لوگ خارجی تھے یا خارجیوں کو حق بجانب سمجھتے تھے یا حضرت علیؑ کو ثالثی کے معاملے میں غلط کار سمجھتے تھے تو وہ لعنتی اور جہنمی تھے۔ اور اگر انہیں واقعات صحیح معلوم نہ ہوئے تو وہ فریب خوردہ اور گنہگار تھے۔ اور سنئے۔

26) ''عہد عباسی میں بعض نامور علما بھی خارجیوں کے ہم خیال تھے۔ ابن خلکان نے ابوعبیدہ معمر بن مثنّٰی کے متعلق لکھا ہے کہ وہ خارجیوں

Presented by Ziaraat.Com

کے موافق تھے۔ایسی ہی روایتیں ابوحاتم بجستانی اور ھیثم بن عدی کے بارے میں ہیں۔لیکن یہ لوگ صرف نظری حیثیت سے ان کی بعض باتوں کو صحیح سمجھتے تھے عملی طور پر کبھی ان میں شریک نہیں ہوئے بلکہ خلفاء وامراء کی تابعداری کرتے رہے۔عقائد نگاروں نے بیشتر ان ہی لوگوں کے خیالات کو خارجیوں کی طرف منسوب کیا ہے۔محض اس وجہ سے کہ وہ اس نام سے مشہور ہو گئے تھے۔حالانکہ خارجیوں کی نظر میں یہ سب لوگ کافر تھے۔

ہمارا قرآنی فیصلہ اوپر لکھا جا چکا ہے جو اِن پر اور ان جیسے تمام لوگوں پر صحیح اترتا ہے۔البتہ یہاں اتنا اور شامل کر لیں کہ سوائے خلیفہ منصوص من اللہ کے تمام خلفاء کی تابعداری اور اطاعت کرنا بھی ایک سنگین جرم ہے اور ایسے مجرم بھی لعنتی وجہنمی ہیں۔

27) یہ ملعون سارے مورخین کے خلاف خارجیوں کی تباہی کے ذیل میں ابلیسی تصورات پر دارومدار رکھتا ہے کہ:

''خوارج کی تاریخ جیسا کہ میں کہہ چکا ہوں نہیں لکھی گئی۔جو کچھ ان کے بارے میں ملتا ہے علاوہ اس کے کہ بہت تھوڑا ہے (یہ تعلیمات ابلیس سے اسلم کو معلوم ہوئی ہیں۔احسنؔ) غیروں کی زبان سے ہے (یعنی اسلم واقعی مسلمان نہیں ہے۔احسنؔ) اور یکطرفہ ہے (یعنی خارجیوں کی زبانی ہوتا تو اس خارجی کے لئے قابل قبول ہوتا۔احسنؔ) اس لئے خوارج کی تباہی کے صحیح اسباب کا پتہ لگانا (ابلیسی وحی کے بغیر۔احسنؔ) مشکل ہے۔میرے (شیطانی) قیاس کے مطابق ان کی تباہی کے حسبِ ذیل وجوہ ہیں۔

(1) خوارج اپنے عقیدے اور عمل میں نہایت متشدد تھے (یہ اس خارجی کے نزدیک بھی جھوٹ ہے سارے خارجی متشدد نہ تھے اس نے تفصیل سے لکھا ہے۔احسنؔ) ذرا ذرا سی بات میں ان میں مخالفت پھیل جاتی تھی اور الگ الگ جھنڈے کھڑے کر کے آپس میں لڑنے لگتے تھے''

آگے چل کر مقعطر والا قصہ مثال میں لکھا ہے۔

(2) ان کی طبیعتوں میں بدویت وقساوت اس قدر تھی کہ مخالفوں کے بوڑھوں، بچوں اور عورتوں کے قتل کو بھی جائز سمجھتے تھے اور ان کو عرب جاہلیت کے بت پرستوں کے برابر قرار دیتے تھے (پھر بھی اس ملعون نے ان کو قرآن کا پابند قرار دیا۔احسنؔ) جو غیر خارجی ان کو مل جاتا اس کو جان سے مار دیتے تھے۔

واصل بن عطا معتزلی امام مشرک کہہ کر بچا تھا

ایک بار واصل بن عطا معتزلہ کا مشہور امام معہ چند اپنے ساتھیوں کے خارجیوں کے ہاتھ میں پڑ گیا۔جان بچنے کی کوئی صورت نہ تھی۔ لیکن وہ جانتا تھا کہ خارجیوں کا عمل ظاہر نصوص پر ہے (جھوٹی بات۔ظاہری نصوص میں بوڑھوں اور بچوں اور عورتوں کو بلاقصور قتل کرنا کہیں نہیں ہے۔احسنؔ) جس سے بال برابر بھی ہٹنا کفر سمجھتے ہیں۔اس وجہ سے واصل بن عطا نے اپنے ساتھیوں سے کہا کہ تم میں سے کوئی ایک حرف نہ بولے۔جو کچھ وہ سوالات کریں گے ان کے جوابات میں ہی دوں گا۔جب خارجیوں نے پوچھا کہ تم لوگ کون ہو؟ اس نے کہا کہ ہم مشرک ہیں آپ کے پاس پناہ لینے آئے ہیں کہ قرآن سنیں۔انہوں نے قرآنی آیات سنائیں اس نے کہا کہ اب ہم کو ہمارے گھر بھی پہنچا دیجئے۔کیونکہ قرآن میں ہے کہ: وَاِنْ اَحَدٌ مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ اسْتَجَارَكَ فَاَجِرْهُ حَتّٰى يَسْمَعَ كَلٰمَ اللّٰهِ ثُمَّ اَبْلِغْهُ مَاْمَنَهٗ (سورہ توبہ 9/6)

اگر کوئی مشرک تیرے پاس پناہ لینے آئے تو اسے پناہ دے تاکہ وہ اللہ کا کلام سنے پھر اسے اس کے ٹھکانے پر پہنچادے''

انہوں نے آدمی ساتھ کر دیئے جنہوں نے آبادی تک پہنچا دیا۔

Presented by Ziaraat.Com

3) اُنہوں نے اپنے سوا تمام امت کو کافر اور مشرک اور سارے اسلامی خطوں کو دارالحرب قرار دیا۔اور سب کے مقابلے میں جنگ کے لئے کھڑے ہوگئے۔دین و دنیا کی اصلاح کا مدار صرف تلوار پر رکھا اور تلوار ہی سے سارے مسائل کو سلجھانے کی کوشش کی اس لئے ان کی تحریک تعمیری سے زیادہ تخریبی تھی۔جو کمتر ہی کامیاب ہوا کرتی ہے۔امت پوری قوت سے ان کو مٹانے کے لئے آمادہ ہوگئی اور بالآخر کم و بیش ڈیڑھ سو سال تک لڑتے بھڑتے اور اسلام کی قوت کو کمزور کرتے ہوئے فنا ہوگئے (یہ جھوٹا ہے اسی نے آج تک موجود ہونا مانا ہے۔احسنؔ) اور افسوس یہ ہے کہ ان تمام خونریزیوں سے حکومت الٰہیہ کا عنوان جس کے لئے وہ اٹھے تھے ذرا بھی رنگین نہ ہوسکا۔بلکہ نگاہوں سے اور بھی اوجھل ہوگیا۔یہاں تک کہ ساری امت کے دل و دماغ پر استبداد ایک حقیقت مسلّمہ بن کر چھا گیا"۔

یہاں پہنچ کر درحقیقت جنگِ صفین اور قریشی منصوبہ پورا ہوتا ہے۔اب ہم نہج البلاغہ سے وہ خطبات تلاش کر کے لکھتے ہیں جن میں جنگِ صفین و جنگِ جمل کے ہیروز کا ذکر فرمایا ہے۔اور قریش کے متفرق لیڈروں کا حال منظر عام پر رکھا گیا ہے۔

Presented by Ziaraat.Com

مفتی جعفرحسین: خطبہ نمبر: 82

علی نقی طہرانی: خطبہ نمبر: 83

خُطبه ﴿61﴾

1۔عمرو بن العاص کی تمام خصوصیات بیان فرمائی ہیں۔نابغہ (حرامکارہ) کا بیٹا تہمت تراش، کاذب، وعدہ خلاف، بے حیا، کمینہ بھکاری، بخیل، خیانت کار، سنگدل، مکار وحیلہ ساز۔2۔جنگ بھڑکانے میں ماہر خطیب ہے۔3۔تلوار سے بچنے کے لئے اندام نہانی پیش کرنے والا ہے۔4۔رشوت کے وعدہ پر دین ودنیا قربان کردینے والا ہے۔5۔شامیوں کو حضرت سے متنفر کرنے کے لئے حضرت علی علیہ السلام کو بدنام کرنا اور تہمتیں گھڑنا۔اور اُس کی تردید کی ہے۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡم

عَجَبًا لِاّبْنِ النَّابِغَةِ؛	1	نابغہ حرام کارہ کے بیٹے (عمرو بن العاص) پر تعجب ہے کہ وہ،
يَزْعُمُ لِاَهلِ الشَّامِ اَن فِيَّ دُعَابَةً ؛	2	شامیوں کے روبرو اپنا یہ گمان ظاہر کرتا ہے کہ علیؑ تو بس ہنسی مذاق میں مبتلا رہتا ہے۔
وَاَنِّی امْرُؤٌ تِلْعَابَةٌ اُعَافِسُ وَاُمَارِسُ ؛	3	اور یہ کہ میں ایک ایسا آدمی ہوں جو تفریحات، کُشتی اور ایجادات واُدھیڑ بُن میں لگا رہتا ہے۔
لَقَدْ قَالَ باطِلاً وَنَطَقَ آثِمًا ؛	4	یقین کرو کہ اس نے جھوٹ بولا ہے اور گناہگاری کے عالم میں رہ کر وہ سب کچھ کہا ہے۔
اَمَا وَشَرُّ الْقَوْلِ الْكَذِبُ ؛	5	ہر قسم کی گفتار میں سب سے زیادہ بُرا اور شر انگیز کلام جھوٹ بولنا ہوتا ہے۔(جھوٹوں پر لعنت آئی ہے۔3/61 سورہ آل عمران)
اِنَّهُ لَيَقُوْلُ فَيَكْذِبُ ؛	6	وہ جب بھی بولتا ہے جھوٹ بولتا ہے۔
وَيَعِدُ فَيُخْلِفُ ؛	7	اور وعدہ کرتا ہے تو خلاف ورزی کرتا ہے۔
وَيَسْاَلُ فَيُلْحِفُ ؛	8	کچھ مانگتا ہے تو چمٹ کر رہ جاتا ہے۔یعنی لئے بغیر پیچھا نہیں چھوڑتا۔
وَيُسْاَلُ فَيَبْخَلُ ؛	9	اس سے کچھ مانگا جائے تو کنجوسی کرتا ہے۔
وَيَخُوْنُ الْعَهْدَ ؛	10	عہد کرتا ہے تو اس میں خیانت کرتا ہے۔
وَيَقْطَعُ الْاِلَّ ؛	11	اور رشتوں اور تعلقات کو منقطع کرنے میں بیباک وسنگدل ہے۔
فَاِذَا كَانَ عِنْدَالْحَرْبِ فَاَیُّ زاجِرٍ وَّاٰمِرٍ هُوَ ؛	12	جنگ قریب ہو تو احکامات وتنبیہات جاری کرنے میں اس کا جواب نہیں یعنی خود کو دلیروں اور بہادروں کی طرح دکھاتا ہے۔

مَالَمْ تَاْخُذِالسُّيُوْفُ مَاخِذَهَا ؛	13	مگر صرف اس وقت تک کہ تلواریں میان سے نہ نکلی ہوں۔
فَاِذَا كَانَ ذٰلِكَ كَانَ اَكْبَرُ مَكِيْدَتِهِ اَنْ يَّمْنَحَ الْقَوْمَ سَبَّتَهُ ؛	14	اور جب جنگ شروع ہو جائے تو اس کا سب سے بڑا مکر اور حربہ یہ ہوتا ہے کہ وہ ننگا ہو کر قوم کے سامنے اپنی اندام نہانی بطور تحفہ پیش کر دیا کرتا ہے۔
اَمَا وَاللّٰهِ اِنِّىْ لَيَمْنَعُنِىْ مِنَ اللَّعِبِ ذِكْرُ الْمَوْتِ ؛	15	اور یہ بھی سمجھ لو کہ مجھے جس چیز نے تفریحات اور دل بستگی کے اشغال سے باز رکھا ہے وہ موت کو ہر لحہ پیش نظر رکھنا ہے۔
وَاِنَّهُ لَيَمْنَعُهُ مِنْ قَوْلِ الْحَقِّ نِسْيَانُ الْاٰخِرَةِ ؛	16	اور یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ عمرو بن العاص کو جس چیز نے حق گوئی سے باز رکھا ہے وہ اُس کی آخرت فراموشی ہے۔
وَاِنَّهُ لَمْ يُبَايِعْ مُعَاوِيَةَ حَتّٰى شَرَطَ لَهُ اَنْ يُّؤْتِيَهُ ؛	17	یقیناً اُس نے معاویہ کی بیعت اُس وقت تک نہیں کی جب تک معاویہ نے اُسے وہی کچھ دینے کی شرط نہ مانی جو اسے مطلوب و مرغوب تھا۔
اَتِيَّةً وَيُرْضَخَ لَهُ عَلٰى تَرْكِ الدِّيْنِ رَضِيْخَةً ؛	18	اور جب تک اپنا دین چھوڑنے کا تحفہ معاویہ سے لے نہ لیا بیعت نہ کی۔

تشریحات:

1) نَابِغَةٌ کے معنی و منشاء۔

حضرت علی السلام نے اس خطبہ میں عمرو بن العاص کو ''اِبْنِ النَّابِغَةِ '' فرمایا ہے اور آپؑ نے عربوں اور قریش کے دانشوروں، لیڈروں اور بہادروں کی مذمت میں اس لفظ کو کئی بار بولا ہے۔ اور ہم نے ترجمہ میں حرام کارہ کے بیٹے لکھا ہے۔ لہٰذا ضروری ہے کہ اس لفظ کی معنوی حیثیت سامنے آجائے۔ چنانچہ اس لفظ کا مادہ ''ن۔ب۔غ'' ہے۔ اور اس کا مصدر ''نَبْغًا'' اور معنی ہیں ''پھوٹ کر نکلنا۔ پھوٹنا۔ اگنا۔ خودرو ہونا۔ اچھل کر نکلنا۔ اچھلنا۔ نکل پڑنا'' اس کا ماضی ''نَبَغَ'' ہے اور مضارع پر سارے اعراب شریک ہو جاتے ہیں یعنی 'یَنْبَغُ' بھی صحیح ہے اور یَنْبِغُ بھی صحیح ہے'' یعنی مصدر سے جس طرح بھی پیدا کر لیا جائے جائز ہے اور اس کا فاعل بھی اپنے اندر اپنی پیدائش میں یہی خصوصیت رکھتا ہے یعنی نَابِغٌ یا نَابِغَةٌ اس شخص کو کہیں گے جو کسی طرح پیدا ہو گیا ہو کسی طرح پھوٹ نکلا ہو کسی طرح رحم مادر سے اچھل کر نکل پڑا ہو۔ یعنی اپنے باپ کی کاشت یا جنسی محنت کا نتیجہ نہ ہو۔ اور ہماری زبان میں حرام کرانے والی ماں کی جنسی محنت کا نتیجہ ہو۔ اور اسی بنا پر عربوں میں اس شخص کو مذکر ہوتے ہوئے بھی نابغ نہیں بولتے بلکہ مونث کی رعایت سے ''نَابِغَة'' لکھا اور بولا جاتا ہے۔ آگے بڑھنے سے پہلے یہ بات یاد رکھئے کہ عربی لغات میں نابغۃ کی جمع ''نوابغ'' ہے اور نوابغ کے معنی ہیں ''لومڑیاں'' اور ساری دنیا میں لومڑی کو ایک چالاک جانور مانا جاتا ہے۔

2) نَابِغَةٌ کے معنی لغات کے بیان اور قاعدے کے خلاف کیوں؟

یہاں یہ سوچنے اور سمجھنے کی بات ہے کہ جب مصدری معنی ''پھوٹ کر نکلنا'' ہیں تو فاعل یعنی نابغہ کے معنی ''پھوٹ کر نکلنے والا'' ہونا چاہئیں یا پھوٹنے والا یا اگنے والا یا خودرو پیدا ہونے والا یا اچھل کر نکلنے والا یا نکل پڑنے والا ہونا چاہئیں۔ مگر قریش چونکہ الفاظ سے کھیلنے اور قانونی زبان کو تباہ کرنے کا منصوبہ چلا رہے تھے اس لئے نہ مادہ کی پرواہ کرتے تھے نہ مصدر کی فکر رکھتے اور موضوعی معنی کو جس طرح چاہتے تھے الٹ کر بگاڑ کر

Presented by Ziaraat.Com

پھیلا دیتے۔ یہ کام انہوں نے عہد رسولؐ میں خود قرآن کی عربی مبین کے ساتھ کیا تھا۔(فرقان 31-25/30) چنانچہ قریش ساز لغت میں نابغہ کے معنی دیکھئے۔

نَـابِغَۃٌ۔ فصیح خوش بیان۔2۔ بڑی شان والا۔3۔ مرد عظیم الشان۔4۔ ممتاز آدمی۔5۔ دانش مند۔6۔ ذہین۔7۔ مشہور ومعروف، جولوگ ذرا وَرا سی عربی جانتے ہوں وہ سوچیں کہ نبغ۔ نبـغـا سے یہ معنی کون سے قاعدے اور کون سے عربی قانون سے نکالے گئے ہیں؟ یعنی جس طرح نابغۃ اپنے باپ کی اولاد نہیں ہوتا اور کہیں پھوٹ نکلتا ہے اسی طرح یہ معنی عربی حرامکاری کے زور سے اچھل کر نکل آئے ہیں۔

3۔ پھوٹ نکلنے اور نکل پڑنے ہی کی وجہ سے شاعروں کو نابغہ کہا گیا ہے۔

عربوں کی حرامکاریوں اور مکاریوں کے پردے ہٹا کر ہم قارئین کو حقیقت واقعی تک پہنچایا کرتے ہیں۔ یہاں بھی آپ ایک ایسی کتاب سے نابغہ کے معنی دیکھیں گے جو عربوں کے ایک اعلیٰ درجے کے فریب ساز اور اعلیٰ درجہ کے پرستار نے لکھی ہے اور عربوں کو ساری نوع انسان سے افضل و اعلیٰ بنا کر دکھاتی ہے۔ چنانچہ کتاب بلوغ الارب میں محمود شکری آلوسی نے ایک نابغہ کا ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے کہ:

اول '' ۴۱ نابغۂ جعدی '' اس کے نام کے بارے میں مختلف قول پائے جاتے ہیں۔ صحیح ترین قول یہ ہے کہ اس کا نام قیس بن عبداللہ بن وحوح بن عدس بن ربیعہ بن جعدہ ہے۔ اس کا نابغہ لقب اس لئے پڑا کہ اس نے جاہلیت میں شعر کہے پھر تیس سال تک کوئی شعر نہ کہا۔ اس کے بعد پھر '' اشعار پھوٹے '' اور اس نے کہے چنانچہ اسے نابغہ کہا گیا''۔ (بلوغ الارب جلد 4 صفحہ 101)

یہاں آپ کو الفاظ نَبَغ ، نبـغـاً اور نابغہ کے مصدری معنی پھوٹنا، پھوٹ نکلنا، اچھل کر نکل پڑنا بھی معلوم ہو گئے اور نابغہ کہے جانے کی وجہ تسمیہ بھی معلوم ہو گئی۔ اب چند اور نابغہ لوگوں کا حال بھی اسی کتاب سے سنئے اور وہاں بھی لفظ نابغہ کے مصدری معنی ملاحظہ فرمائیے لکھا ہے کہ:

دوم '' ۳۔ نَابِغَۃُ الذبیانی '' اس کا نام زیاد بن معاویہ ہے۔ اس کی کنیت ابوامامہ اور ابوعقرب ہے۔ عقرب اس کی بیٹی کا نام ہے۔ اسے نابغہ اس لئے کہا گیا ہے کہ اس نے بہت بڑی عمر کا ہو جانے کے بعد شعر کہنا شروع کیا (یعنی اچانک شاعری پھوٹ نکلی۔ احسنؔ) بعض کہتے ہیں کہ اسے اس کے اس شعر کی وجہ سے نابغہ کہا گیا: وَحَلَّتْ فِیْ بَنِی الْقَیْسِ بِن جَسْر فَقَدْ نَبَغَتْ لَنَا مِنْهُمْ شُؤُوْن نابغہ آٹھ شعرا ہوئے ہیں۔1۔ نابغہ بنی ذبیان۔2۔ نابغہ جعدی۔3۔ نابغۂ شیبانی۔4۔ نابغۂ بنی الدیان۔5۔ نابغۂ غنوی۔6۔ نابغۂ عُدوانی۔7۔ نابغۂ تغلبی۔8۔ نابغۂ بنی جُدیلہ۔ ان میں سے خاص طور پر صرف نابغۂ ذبیانی جاہلی شاعر ہے''۔ (یعنی باقی سب اسلامی دور کے شاعر ہیں) (بلوغ الارب جلد 4 صفحہ 24 وصفحہ 25 مع حاشیہ نمبر 1)

ان دونوں بیانات میں نابغہ کے علاوہ نوٹ کرنے کی ایک اور بات بھی ہے اور وہ یہ ہے کہ پہلے بیان میں نابغۂ جعدی کا ایام جاہلیت میں شعر کہنا لکھا ہے۔ لہٰذا ظاہر ہے کہ ایام جاہلیت میں یعنی عہد رسالت محمدؐ یہ سے قبل پیدا ہوا تھا اور اس وقت اس کے باپ نے اس کا نام قیس رکھا تھا۔ اور اس کے باپ کا نام '' عبداللہ '' یعنی ایام جاہلیت میں بھی اللہ کو مانا جاتا تھا۔ اور اس سے ہمارا یہ موقف ثابت ہوا کہ اہل عرب عموماً اور قریشی قوم خصوصاً مسلمان تھے اور انہیں کافر کہنا قریشی سازش ہے۔ اور یہ کہ قریش نے عہد رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں بھی اپنی اسی مسلمانی اور اسی اسلام کو برقرار رکھا تھا جو حضرت ابراہیم واسماعیل علیہما السلام سے عربوں نے اپنے اجتہاد کے ماتحت اختیار کیا تھا۔ یہی سبب ہے کہ نہ ان کے نام بدلنے کی ضرورت پیش آئی نہ لباس ومعاشرت میں تبدیلی کی گئی۔ فرق صرف اتنا ہوا کہ انہوں نے حضرت محمدؐ کو بھی اپنے اجتہاد کے ماتحت غلط کار رسولوں میں

Presented by Ziaraat.Com

سے ایک آخری رسول مان لیا تھا اور بس۔ رہ گیا عمل در آمد تو وہ پہلے بھی نماز و روزہ بجالاتے تھے (دیکھو تاریخ میں مذاہب عرب قبل اسلام اور خاص طور پر سیرۃ النبی علامہ شبلی نعمانی) وہ نماز جنازہ بھی پڑھتے تھے۔ چار تکبیریں بھی اور پانچ بھی پڑھتے تھے۔

4) عمرو بن العاص، معاویہ اور عمر بن خطاب وغیرھم اور ان کی قوم کی نابغیّت تفصیل سے بیان ہو چکی۔

زیرِ تشریح خطبہ 61 میں نابغہ کے متعلق اسی قدر معلومات کافی ہیں۔ رہ گیا قریش نام کی نسل کا نابغہ پیدا کرنے کی اسکیم اور نسلی حالت کا تذکرہ وہ آپ کو خطبہ 107 کی تشریح و تفصیل میں ملے گا جس کو پڑھنے والے کبھی بھول کر بھی قریش کے ھیروز کا نام نہ لیں گے۔ اور نام سنتے ہی انہیں ابکائیاں آنا شروع ہو جائیں گی۔ حقیقت یہ ہے کہ ہم سے پہلے قریش اور قریش پرستوں کو نہ کوئی شیعہ عالم ملا تھا نہ کوئی طالب علم۔ ہماری تصنیفات پڑھنے والوں کو اگر کوئی قریشی کہہ دے تو وہ اس کہنے والے کا وہی حال کر دیں گے جو یزید و شیطان کہنے والے کا کرتے۔

5) خطبہ 61 میں صرف عمرو بن عاص کی صفات نہیں بلکہ پوری قوم قریش مذکور ہے۔

ہم نے خطبہ 61 کا ترجمہ کرتے ہوئے ازراہِ مجبوری عمرو بن العاص کو مخاطب رکھا ہے لیکن حقیقت یہ ہے کہ جو صفات اس نابغہ کی بیان فرمائی ہیں وہ تمام نابغاؤں (نَوَابغ لومڑیوں) کی صفات ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ قریشی اور قریشی نابغہ ابلیس کی طرح جو کچھ کہتے ہیں وہ کسی نہ کسی طرح جھوٹ ہوتا ہے (جملے 4 تا 6) ان کا ہر وعدہ ناقابل اعتبار ہوا کرتا ہے (جملہ 7) وہ اپنی مقصد براری کے لئے ہر خوشامد، ہر فریب اور ہر چاپلوسی کرتے ہیں (جملہ 8) اور دوسروں کے حقوق واپس نہ دینے میں ہر ترکیب بر سرِ کار لاتے ہیں (جملہ 9) قوم قریش ہی نہیں بلکہ وہ تمام مسلمان جنھوں نے قریش کا بنایا ہوا اسلام اختیار کیا ہرگز نہ کوئی معاہدہ دل کی گہرائی سے کرتے ہیں اور نہ کئے ہوئے معاہدوں میں خیانت کرنے سے ڈرتے ہیں (جملہ 10) اور خیانت و فریب سازی اور مطلب براری کے سلسلے میں وہ کسی تعلق اور رشتہ داری کا پاس و لحاظ بھی نہیں کرتے ہیں (جملہ 11) اور جب انہیں کسی قوم یا گروہ سے جنگ کرنا ہوتی ہے تو بڑے بہادرانہ انداز میں اپنی پبلک کو ابھارتے ہیں اور بڑے مدبرانہ طریقہ پر جنگی ہدایات دیتے ہیں (جملہ 12) یعنی ڈانٹ ڈپٹ اور ہدایت کاری میں ان کا جواب نہیں ہوتا ہے۔ مگر یہ رعب و داب و بہادرانہ غپ شپ اسی وقت تک برقرار رہتی ہے جب تک تلواریں اپنے میان سے باہر نہیں نکل آتیں (جملہ 13) مگر جب جنگ شروع ہو جاتی ہے تلواریں برسنے اور کمانیں کڑکنے اور نیزے بھڑکنے لگتے ہیں تو ان کا حال یہ ہوتا ہے کہ اپنی جان بچانے کے لئے ہر چیز دشمن کو دینے کے لئے تیار ہو جاتے ہیں عورتوں ہی کی حرمت و عفت قربان نہیں کر دیتے بلکہ خود بھی برہنہ ہو کر خود کو دشمن کے سامنے پیش کرنے سے نہیں چوکتے (جملہ 14) اور عام حالات میں ہر ظلم و ستم اور ہر مکر و فریب اور ہر جھوٹی بات اسی طرح کرتے ہیں جیسے انہیں قیامت و آخرت بالکل یاد نہیں ہے یا قیامت واقع ہونا ہی نہیں ہے (جملہ 16) وہ جس کے اطاعت شعار و فرمانبردار بنتے ہیں اس لئے بنتے ہیں کہ وہ انہیں ان کی اطاعت کے بدلے میں دولت و مال و اسبابِ دنیا عطا کر دیتا ہے یا پختہ وعدہ کر لیتا ہے (جملہ 17) اور دنیاوی جاہ و جلال حاصل کرنے کے لئے وہ اپنی عزت و ناموس و اھل و عیال حتیٰ کہ اپنا ایمان اور دین بھی قربان کر دیتے ہیں (جملہ 18) یہ ہیں قریش اور قریشی راہنماؤں، لیڈروں اور دانشوروں کی صفات و عادات جو اس خطبے میں حضور علیہ السلام نے بیان فرمائی ہیں اور یہ صفات و عادات کسی شریف و غیرت دار انسان یا قوم میں ہرگز نہیں ہوتیں لہٰذا یہ صفات و عادات بھی قریش کی نابغیّت کا ثبوت ہیں۔ اور اس مذہب کا نتیجہ ہیں جو قریشی مجتہدین نے اسلام کے نام پر تیار کر کے دنیا میں پھیلایا تھا۔

Presented by Ziaraat.Com

6) قریش کا رویہ اور سنگدلانہ پالیسیاں قابل فہم ہیں وہ حضرت علیؑ کے دفاعی منصوبے کی تباہ کاریوں کو سمجھتے اور روک تھام کرتے تھے۔

واقعات کربلا ہوں یا قریش کے دوسرے مظالم اور بے انصافیاں ہوں ہمیں ان پر کبھی تعجب اور حیرانی نہیں ہوئی۔اس لئے کہ ہم حضرت علی علیہ السلام کو اور ان کے دشمن قریش کو حضورؐ ہی کے بیانات سے پہچانتے رہے ہیں۔قریش نے دعوت ذوی العشیر ہ میں پیش کردہ اخوت و وزارت وخلافت کو ناسمجھی سے ٹھکرا کر بڑی تباہ کن غلطی کی تھی۔اس غلطی کا تدارک کرنے کے لئے انہیں غلطیوں کے بھنوّر میں کودنا پڑا یہ پہلی غلطی سے زیادہ مہلک اور مسلسل مہلک ترین غلطیاں پیدا کرتے رہنے والی غلطی تھی۔چنانچہ انہیں دومحاذ بنانا پڑے۔جنگی محاذ شکست پر شکست کھاتا اور قوم کی ہوا خیزی کرتا۔اور مالی وافرادی نقصان پہنچاتا چلا گیا اور آخر سرجھکا کر امن وامان کا طالب ہوا اور قریش کے نام ونمود اور جاہ وجلال کا دیوالہ نکل گیا۔ دوسرے دوست یا یاروں کے محاذ نے قرآن کی مجتہدانہ تاویلات اور توجیہات کر کے اُدھر قوم کو قیامت تک حقیقی تعلیمات سے استفادہ کرسکنے سے محروم کردیا اور اللہ ورسوؐل کی مستقل دشمنی مول لے لی (فرقان 31-25/30, انعام 6/66) اور دنیا میں بے خدا رہنے کا ادھورا انتظام کیا۔یعنی بے دین بن جانے کے باوجود دین کا لبادہ اوڑھنا پڑا دینی واجبات ادا کرنا اور بجالانا پڑے۔اور اپنے موقف کو نباہنے کے لئے شرافت وعدل و انصاف کو خیر باد کہہ کر دن دونے اور رات چوگنے مظالم کرنا اور نا کام رہنا پڑا۔اور ساری دنیا کی اقوام کو دشمن بنا کر آخر اُن کا غلام اور بھکاری رہنا پڑا۔اور جس خاندان کو دین کا باغی اور ملعون مشہور کیا تھا اسی کا کلمہ پڑھنا پڑا اور ماننا پڑا کہ اس کے بغیر نہ دنیا میں کامیابی ہے اور نہ آخرت میں نجات ہے۔یعنی جسے دشمن، باغی، لعنتی اور گردن زدنی قرار دیا تھا۔اس سے دوستی اور یاری کا ڈھونگ رچنا پڑا۔اور ابھی رجعت اور قیامت میں کیا کیا بھگتنا ہے؟ وہ بھی اپنی ہم تفصیل سے لکھ چکے ہیں۔

7) حضرت علیؑ نے مجمع عام میں اپنے صابرانہ منصوبے سے قریش کی جڑیں نکال دینے کا اعلان کردیا تھا۔

قریش کے ساتھ جو کچھ ہوا وہ حضرت علی علیہ السلام کے مادی اور صابرانہ منصوبے کا نتیجہ تھا۔تیسرے خطبے میں انہوںؑ نے فرمادیا تھا کہ میں نے اس پر غور کیا کہ آیا میں اپنے اس کٹے ہوئے ہاتھ سے قریش کا استیصال کردوں یا انہیں صبر کے ہتھیاروں سے تباہ کروں؟ کٹے ہوئے ہاتھ سے رسالت کی تصدیق وتائید کر کے قریش کے سر کاٹنا اور انہیں اپنا دشمن بنالینا مقصود تھا۔اور قوت وجبر سے حکومت قائم کرنے سے رسالت کی تکذیب اور ابوسفیان کے دعوے کی تصدیق ہوجاتی یعنی رسالت کا دعویٰ اقتدار بنی ہاشم کے لئے کیا گیا تھا۔یہ سب کچھ ہاتھ کٹ جانے کا پتہ دیتا تھا۔ورنہ اگر حضورؐ یداللہ ہوتے ہوئے حکومت چاہتے تو صرف دس منٹ میں قریش اور حکومت پیروں میں گری ہوئی ملتی۔اور اگر اپنی مادی قوت سے یعنی اسی قوت سے جس قوت سے قریش سے ہتھیار رکھوائے تھے کام لیتے تو صرف دس گھنٹے میں قریش وحکومت آکر سجدہ کرتے۔مگر حصول اقتدار کا مقصد رسوؐل پر اعتراض قائم کردیتا اور قریش کہتے کہ ہمیں موقع دیا ہوتا تو ہم یہ کرتے اور یوں عدل خداوندی قائم کرتے۔لہٰذا آپ نے قوت قدسیہ اور قوتِ مادیہ کو پس انداز کرلیا اور جو کچھ کیا وہ تو بہت تفصیل چاہتا ہے مگر اس کا لب لباب اس نابغہ یعنی عمرو بن العاص نے بھی الزامیہ انداز میں بیان کردیا ہے۔اس کے الزامات کو حضورؐ کی زبان میں پھر سامنے لائیں اور سرسری انداز کے بجائے عمرو بن عاص کو دانشور اور لومڑی کی طرح مکار سمجھ کر اس کے الزامات کے ہر پہلو کو سمجھنے کی کوشش فرمائیں۔

پہلا الزام۔ اَنَّ فِيَّ دُعَابَةً .

دوسرا الزام۔ وَاَنِّي امْرُؤٌ تِلْعَابَةٌ اُعَافِسُ وَاُمَارِسُ ؛

Presented by Ziaraat.Com

ہمارا سرسری ترجمہ۔

1۔علیؑ تو بس ہنسی مذاق میں مبتلا رہتا ہے۔

2۔اور یہ کہ میں تو ایک ایسا مرد ہوں جو تفریحات کُشتی اور ایجادات کی ادھیڑ بن میں ہی لگا رہتا ہوں۔

ان دونوں الزامات کا ترجمہ مفتی جعفر اور علی نقی طہرانی سے بھی سن لیں۔

مفتی جعفر۔ 1۔مجھ میں مسخرہ پن پایا جاتا ہے۔2۔اور میں کھیل تفریح میں پڑا رہتا ہوں۔(ترجمہ جلد اول صفحہ 234)

علی نقی طہرانی۔ 1۔چوں علیؑ مزاح و شوخی بسیار می کند۔2۔در اصلاح امور چنداں کوششی ندارد۔(ترجمہ جلد اول صفحہ 192)

اس فارسی کا اردو ترجمہ یہ ہے کہ:

1۔''چونکہ علیؑ مذاق اور شوخی بہت کرتا ہے۔1۔اور معاملاتِ امت کی اصلاح میں کوئی خاص کوشش نہیں کرتا۔

قارئین ان دونوں شیعہ مجتہدین اور حجۃ اللہ اور آیات اللہ کے ترجموں کو ہمارے ترجمہ کے سامنے رکھ کر غور فرمائیں اور پھر ان جملوں میں آئے ہوئے چار الفاظ۔1۔دعابة۔2۔تلعابة۔3۔اعافس۔4۔امارس

کے معنی ڈکشنری یا لغت سے دیکھیں تاکہ ادھر ان تراجم کا حال معلوم ہو جائے اور اِدھر قریشی نابغیّت ظاہر ہو جائے اور ساتھ ہی عمرو بن العاص کا صحیح منشاء و مطلب کھل جائے۔

اول۔پہلا لفظ: دُعَابَةً ۔اس لفظ کا مادہ۔د۔ع۔ب ہے اور مصدر دَعْبًا اور دَعَابَةً ہے۔

اب یہ دیکھئے کہ قریشی لغت سازی کے ماتحت اس مصدر کے ساتھ کیا کیا معنی چپکائے گئے ہیں۔

دَعبًا اور دَعَابَةً کے مصدری معنی۔

1۔مذاق کرنا۔ٹھٹھول کرنا۔مزاح و خوش طبعی کرنا۔دل لگی کرنا۔چھیڑ چھاڑ کرنا۔2۔ہٹانا۔ڈھکیلنا۔ہانکنا۔3۔جماع کرنا''

ظاہر ہے کہ تمام مترجمین نے نمبر ایک کے ماتحت لکھے ہوئے معنی کو اختیار کیا ہے جب کہ دوسرے نمبر کے معنی ہٹانا۔ڈھکیلنا اور ہانکنا بھی تھے اور خود حضرت علی علیہ السلام نے بھی اولین معنی ہی کو اختیار فرمایا ہے۔حضوؑر کا یہ معنی اختیار کرنا تو ظاہر ہے کہ خطبہ سننے اور حضوؑر کی صورت دیکھنے والوں کو عمرو بن العاص سے اس کے جھوٹ بولنے اور تہمت لگانے کی بنا پر نفرت ہو جائے گی۔اور دشمن سے نفرت کرنا حضرت علی علیہ السلام کے حق میں مفید ہوگا۔اس لئے کہ ان کی فوج دروغ بافوں اور تہمت تراشوں پر سخت سے سخت حملہ کرے گی اور فتح علیؑ کی ہوگی۔مگر عمرو بن العاص نے بھی اگر یہی معنی لئے تھے تو یہ معنی عمرو بن عاص کو نقصان پہنچاتے اس لئے کہ اس کی فوج کے لوگ حضرت علیؑ کو ایک تھرڈ کلاس آدمی قرار دیتے اور دشمن کو حقیر سمجھنے والے لوگ اگر فوجی ہوں تو ایسی فوج حقیقی صورتِ حال کے سامنے ٹھہر نہ سکے گی لہٰذا عمرو بن العاص ہرگز ایسے معنی میں اس لفظ دعَابَةً کو نہیں بول سکتا تھا جو اسے اس کے حقیقی منشا اور مطلب میں ناکام کر دے۔لہٰذا معلوم ہوا کہ اس لفظ ''دُعَابَةً'' کے مصدری و حقیقی معنی وہ نہیں ہیں جن کو قریشی مصلحت کے ماتحت لغت میں اولین معنی قرار دیا ہے۔اور اس چالا کی اور مصنوعی معنی کی بھر مار میں خود ایسا لفظ لکھ دیا ہے جو راز اور سازش کو کھول دیتا ہے۔ذرا اس لفظ مزاح کا مادہ، مصدر اور معنی اسی لغت سے دیکھ لیں تو یقین ہو جائے گا کہ قریش نے لغت سازی میں بھی فریب کیا ہے۔

Presented by Ziaraat.Com

قریشی پالیسی کے ماتحت ہر لفظ کے معنی میں دوسرے مصدروں کے معنی بھر دیئے جاتے ہیں۔

مَزَحَ ماضی ہے یَمْزَحُ مضارع ہے اور مَزْحًا مصدر ہے۔اور معنی ہیں۔

1۔دل لگی کرنا۔مذاق کرنا۔مخول کرنا۔ہنسی کرنا۔اور لیجئے:۔

مَازَحَ،مَزَاحًاومُمَازحةً ہنسی مذاق کرنا،خوش طبعی کرنا۔اور کسی کے ساتھ مذاق کرنا۔اور۔اَلْمَازِحُ۔1۔ہنسی مذاق کرنے والا۔دل لگی باز۔مسخرہ۔ سوچئے کہ اس مصدر کے معنی دعَـابَةً کے سامنے کیوں لکھے گئے؟لہٰذا جواب وہی ہے جو ہم ہمیشہ دیا کرتے ہیں کہ قریش نے قرآن کریم کے موضوع معنی کو بدل دیا تھا(25/30)اس لئے انہیں پوری عربی زبان کے معنی کے استقلال کو تباہ کرنے کے لئے غلط لغات لکھوانا پڑیں۔لوگوں نے انہیں اھل زبان سمجھ کر یقین کرلیا اور قرآن اور عربی زبان کو تباہ کردیا۔

دوم۔ جملوں میں استعمال شدہ تین دیگر الفاظ کے مصدری معنی قریشی ملاوٹ کے بغیر

پہلے یہ سمجھ لیں کہ عمروبن العاص نے لفظ دُعَابَةً بول کر اپنے مخاطبین کو یہ بتایا تھا کہ:

''علیؑ ایسا شخص ہے جو ڈھکیلنے اور ہانکنے اور ہمیں راہ سے ہٹانے کے لئے ہر ممکن چھیڑ چھاڑ کرتا رہتا ہے''۔

یہی مطلب تھا جو اس نے اپنے پہلے الزام ''اَنَّ فِيَّ دُعَابَةً'' سے اپنے مخاطب اہل شام کو سمجھایا تھا۔

''یعنی علیؑ سے ہر حال میں خبردار و ہوشیار رہنا چاہئے نہ معلوم وہ کب اور کدھر کو دھکیل کر ہانک لے جائے''

دوسرا لفظ ''تِلْعَابَةً'' ہے جو ''دُعَابَةً'' کے وزن پر لایا گیا ہے اور سیدھے سادہ معنی واقعی کھیل کود ہیں۔

ہم اس لفظ کی بحث سے بچنے کی خاطر اس کے سیدھے سادے معنی یعنی ''کھیلنے والا'' اختیار کرکے عمرو بن عاص کے جملے میں شامل کئے دیتے ہیں اور بات یہ بنے گی کہ ''علیؑ کے نزدیک لوگوں کو راہ سے ہٹانا،دھکیل کر ہانکنا کھیل کود سے زیادہ نہیں ہے''یعنی یہ ان کے معمولی کام ہیں۔اس مطلب سے اہل شام مضبوطی سے حضرت علیؑ کے خلاف تیاری کریں گے۔ورنہ ایک کھلاڑی اور تماشائی کو کوئی اہمیت نہیں دیا کرتا۔

تیسرا لفظ ہے ''اُعَافِسُ''

لغت میں اس کے معنی یوں لکھے ہیں:

عَفَسَ ماضی ہے یَعْفِس مُضارع ہے۔عَفَسًا مصدر ہے۔معنی۔1۔پچھاڑ کر روندنا۔زمین پر پچھاڑ کر رگیدنا۔2۔پاؤں سے کسی کے چوتڑوں پر لات مارنا۔3۔ذلیل کرنا۔حقیر وخوار کرنا۔4۔زور سے دفع کرنا اور ھانکنا،5۔روکنا،باز رکھنا ہٹانا۔

اور سلسلے کا دوسرا لفظ:عَافَسَ۔

1۔کُشتی کرنا۔کسی سے لڑنا۔جھٹکے سے زمین کی طرف کھینچنا۔2۔غالب آنا۔3۔انجام کو پہنچانا یا انجام دینا۔

قارئین یہ معنی عمروبن العاص کے الزامات میں شامل کردیں تو اس نے شامیوں کو بتایا تھا کہ:

''اے اہل شام تم علیؑ سے ہوشیار و خبردار رہنا وہ ہمیں ہماری راہ سے ہٹا دینا اور جدھر چاہے ڈھکیل کر اور ہانک کر لے جانا ایک کھیل اور مذاق سے زیادہ نہیں سمجھتا اور مزاحمت کرنے والوں کو زمین پر پچھاڑ کر پیروں سے رونڈ ڈالا کرتا ہے۔بڑے بڑے سورما اور تیغ آزما لوگوں کو ذلیل وخوار کرکے رکھ دیا کرتا ہے۔بڑی بڑی افواج کو اپنی طاقت سے سامنے سے ہٹانا اور باز رکھنا اس کی عادت ہے۔

Presented by Ziaraat.Com

چوتھالفظ ہے ''اُمَارِسُ''

اس لفظ کا مادہ ہے۔م۔ر۔س مَارَسَ ،مِرَاسًا ،مُمَارَسَةً۔مشق کرنا۔مہارت پیدا کرنا۔ہمیشگی اختیار کرنا۔محنت کرنا۔محنت سے کام کرنا۔خودکوکام میں لگائے رکھنا۔To practice a craft, to struggle against trials کسی چیز کوایجاد کرنے میں مہارت حاصل کرنا۔آزمائشوں میں پورااترنے کے لئے جدوجہد کرنا۔قریش نے اگرعربی زبان کوایک عام زبان بناڈالنے کی ہزارسال تک مطلق العنان حکومت کی سطح سے کوشش نہ کی ہوتی تو آج قرآن اورعلیؑ ساری نوع انسان پراللہ کےموعودہ انعامات کی بارش کرتے ہوئے پائے جاتے۔قریش نے قرآن اورعظمتِ صاحب قرآن علیہ السلام پراتنے پردے ڈالے کہ رفتہ رفتہ حقیقت اسلام نگاہوں سے قطعاً چھپ گئی۔یہی فرمایا تھارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کہ''اَے میرے صحابہ تم پرعنقریب وہ زمانہ آئے گا کہ قرآن کی تعلیمات میں سے قرآن کے الفاظ کے سوااور کچھ باقی نہ رہے گااوراسلامی تعلیمات میں سے اسلام کے نام کے سوااور کچھ نہ بچے گا''۔اور یہ سب کچھ عربوں اورقریش نے رسوؐل کی وفات کے پچاس سال کے اندراندرکردکھایا تھا۔مگروہ جانتے تھے کہ ان کے جرائم اور ماحول کوتباہ کرنے کے لئے ایک علیؑ ایساانسان موجود ہے جس کے انتظامات نے انہیں پچھاڑکرپاؤں سے روندنے کا حقدار بنادیناہےاورقوانین خداوندی کودنیا کی اقوام میں پہنچا کررہنا ہےاورانسانیت کوہمیشگی حاصل کرنے کے راز سکھا دیناہیں اورنام نہادمسلمانوں کےاوپرایک عقلی پُل (Bridge) بنا کرتعلیماتِ قرآن اورایجادات وانکشافات کودوسری اقوام میں منتقل کردیناہے اورساری دنیامیں قریشی مظالم کومشتہرکرکےتمام اقوام عالم کوقریش کےخلافت متحدکردیناہےاوررفتہ رفتہ ان کوان کی ذلیل ترین حالت پرواپس کر دیناہےاس لئےعمروبن العاص نے مندرجہ بالا جملے کہے تھے۔

مفتی جعفر حسین: خطبہ نمبر: 43
علی نقی طہرانی: خطبہ نمبر: 43

خُطبہ ﴿62﴾

1۔علیؑ کے صحابہ نے ملک شام اور معاویہ پر فوج کشی کا تقاضا کیا تو انہیں صبر سے جنگ کی تیاری کا مشورہ دیا۔2۔سفیر کے ناکام واپس آنے سے پہلے اعلان جنگ یا حملہ کرنا اتمام حجت میں رکاوٹ بنے گا اور معاویہ کو بہانہ ہاتھ آجائے گا اور کہہ دے گا کہ ہمیں بات سمجھنے اور بیعت کا موقع نہ ملا۔3۔علیؑ کو پہلے سے معلوم تھا کہ معاویہ سے جنگ لازم ہے، رسوؐل اللہ کی دی ہوئی خبریں جھٹلائی نہیں جاسکتیں۔4۔سابقہ حکمرانوں نے نئے تصورات و اعمال جاری کئے اور مسلمانوں کو برانگیختہ کیا پھر سختیاں کیں اور سب کچھ بدل کر رکھ دیا۔

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اِنَّ اسۡتِعۡدَادِیۡ لِحَرۡبِ اَهۡلِ الشَّامِ وَجَرِیۡرٌ عِنۡدَهُمۡ اِغۡلَاقٌ لِلشَّامِ ؛	1	جریر ابن عبداللہ بجلّی معاویہ کے پاس بیعت لینے کے لئے موجود ہے ایسی حالت میں میرا جنگ کے لئے آمادہ ہوجانا ان پر بیعت میں داخلہ کا دروازہ بند کرنے کی مانند سمجھا جائے گا۔
وَصَرۡفٌ لِاَهۡلِهٖ عَنۡ خَیۡرٍ اِنۡ اَرَادُوۡهُ ؛	2	اور اگر اُن کا ارادہ بیعت اور اطاعت کے نیک عمل کا ہو بھی تو جنگ کی تیاری اُنہیں ارادہ بدلنے پر ابھارے گی۔
وَلٰكِنۡ قَدۡ وَقَّتُّ لِجَرِیۡرٍ وَّقۡتًا لَّا یُقِیۡمُ بَعۡدَهٗ اِلَّا مَخۡدُوۡعًا اَوۡ عَاصِیًا ؛	3	ولیکن میں نے جریر کے لئے ایک وقت و مدّت مقرر کردی ہے۔اور اُس مدت کے گزر جانے کے بعد اس کا معاویہ کے پاس ٹھہرے رہنا فریب خوردگی ہوگا یا نافرمانی ہوگی۔
وَالرَّاۡیُ عِنۡدِیۡ مَعَ الۡاَنَاةِ فَارۡوِدُوۡا ؛	4	میری رائے فی الحال رعایت اور مدارات کرنے کی ہے چنانچہ تمہیں بھی صورت حال کو نرم ہی رکھنا چاہئے۔
وَلَا اَكۡرَهُ لَكُمُ الۡاِعۡدَادَ ؛	5	جہاں تک جنگ کی تیاری کا معاملہ ہے اسے میں ناپسند نہیں کرتا ہوں۔
وَلَقَدۡ ضَرَبۡتُ اَنۡفَ هٰذَا الۡاَمۡرِ وَعَیۡنَهٗ ؛	6	اور یہ سمجھ رکھو کہ میں نے پیش آمدہ صورت حال کی شکل وصورت اور اس کا ہر ظاہری و باطنی پہلو اپنے سامنے رکھا ہوا ہے۔

Presented by Ziaraat.Com

وَقَلَّبْتُ ظَهْرَهٗ وَبَطْنَهٗ ؛	7	اور میں نے معاویہ اور شام کے مسئلے اور پالیسوں کو خوب الٹ پلٹ کر اندر اور باہر سے دیکھ لیا ہے۔
فَلَمْ اَرَنِیْ اِلَّا الْقِتَالَ اَوِ الْكُفْرَ بِمَا جَآءَ مُحَمَّدٌ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَآلِهٖ ؛	8	مجھے تو اُن کے ساتھ دو صورتوں کے علاوہ اور کوئی صورت نظر نہیں آتی سوائے اس کے کہ اُن سے جنگ کی جائے یا پھر جو کچھ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ لے کر آئے تھے اُس پر پردہ ڈال کر چھپا دیا جائے۔
اِنَّهٗ قَدْ كَانَ عَلَى الْاُمَّةِ وَالٍ اَحْدَثَ اَحْدَاثًا ؛	9	حقیقی سبب یہ ہے کہ امت کے اوپر ایسے والی وحکمران گزرتے رہے۔ جنہوں نے اسلام کے مخالف عقائد واعمال جاری کئے اور لوگوں کو ان کا عادی بنایا۔
وَاَوْجَدَ لِلنَّاسِ مَقَالًا ؛	10	اور لوگوں کو طرح طرح کے اعتراضات اور جوابات وعذرات پیش کرنا سکھائے۔
فَقَالُوْا ثُمَّ نَقَمُوْا فَغَيَّرُوْا ؛	11	چنانچہ امت نے پہلے باتیں بنائیں اور تنگ آ کر انتقام لیا اور اسلام کی صورت ہی کو تبدیل کر کے رکھ دیا"۔

تشریحات:

جریر بن عبداللہ بَجَلی اور معاویہ کا اس سفارت کو فیل کرنا تفصیل سے خطبہ 36 کی تشریحات میں بیان ہو چکا ہے۔ یہ خطبہ معاویہ کو اپنی حکومت کو تسلیم کرانے اور بیعت واطاعت پر آمادہ کرنے کے سلسلے میں دیا گیا تھا۔ صورتحال یہ تھی کہ حضورؑ نے جریر بن عبداللہ بجلی کو معاویہ سے بیعت لینے کے لئے بھیجا ہوا تھا جب اسے وہاں زیادہ دیر ہوگئی تو حضورؑ کے صحابہ نے جریر پر بے وقوف بن جانے یا معاویہ کی سازش میں شریک ہو جانے کا شبہ کیا۔ اور حضور نے جریر کو فوراً واپس آنے کا حکم بھیجا تھا۔ ان حالات میں حضرت علی علیہ السلام پر تقاضہ کیا گیا کہ ملک شام پر حملہ کر دینا چاہئے۔ صحابہ کو سمجھانے کے لئے حضورؑ نے یہ خطبہ دیا تھا۔

1۔ درباریوں، مشیروں، دانشوروں اور صحابہ کی متفقہ رائے کے باوجود اسلامی رویہ کو ترک نہیں کیا جا سکتا۔

اس خطبہ میں پہلی غور طلب بات یہ ہے کہ حضرت علی علیہ السلام پر ہمیشہ یہ دباؤ برقرار رکھا گیا کہ حضورؑ اپنے مشیروں اور دانشوروں کی رائے اور فیصلے پر عمل کیا کریں۔ لیکن آپؑ نے کبھی ان مشوروں اور فیصلوں پر عمل نہیں کیا جو آپؑ کی بصیرت اور اسلامی رویہ کے خلاف ہوتے تھے۔ چنانچہ جنگ جمل قائم نہ ہوتی اگر آپؑ نے جنگ جمل میں لڑنے والوں کے مشوروں پر عمل کیا ہوتا۔ یعنی طلحہ وزبیر اور عائشہ وغیرہ کی رائے اور فیصلوں کے مطابق عمل کیا ہوتا۔ اور جنگ صفین بھی ظہور میں نہ آئی ہوتی اگر آپؑ نے مغیرہ بن شعبہ اور عبداللہ بن عباس کا مشورہ مان لیا ہوتا۔ دانشورانِ قریش اور صحابہ رسولؐ کا مشورہ یہ تھا کہ بصرہ اور اس کے مضافات پر زبیر کو گورنر بنا دیں اور کوفہ اور اس کے متعلقہ علاقوں پر طلحہ کو حکومت دے دیں۔ اور معاویہ کو کم از کم ایک سال تک شام کا گورنر رہنے دیں۔ اور باقی صوبوں پر عثمان کے مقرر گورنروں کو بحال رکھیں۔ حضور علیہ السلام نے وہ تمام مشکلات ومصائب برداشت کئے جو اِن مشوروں اور فیصلوں کو نہ مان کر پیش آئے ہزاروں مسلمان قتل ہوئے۔ ساری عمر میدان جنگ میں گزاری۔ جنگ جمل وصفین ونہروان کو سر کرنا پڑا۔ اپنے فدا کاروں کے دیوالے نکل گئے۔ سارے قریش کی دشمنی مول لے لی۔ دن رات

Presented by Ziaraat.Com

خطبے دینے اور قریشی سازش کے ہر پہلو کو سامنے لانے اور واضح کرنے میں گزارے۔اور آخر اسی کے نتیجے میں خود بھی شہید ہو گئے۔مگر نظامِ مشاورت واجتہاد اور سیرتِ ثلاثہ کو باطل ثابت کر گئے۔اور دنیا میں ثابت کر گئے کہ ان کا ہر عمل اور ہر اقدام حق تھا۔اور یہ کہ حضورؑ نے ایک لمحہ کیلئے بھی نہ باطل سے سمجھوتہ کیا اور نہ باطل کی حمایت کی اور نہ کسی قریشی خلیفہ یا دنیا کے کسی اور حکمران و بادشاہ کی پیروی کی۔یعنی **وحدہ لا شریک لہ** کے **وحدہ لا شریک لہ** حکمران تھے۔جن کی خاموشی بھی حق تھی۔جن کا بولنا بھی حق کی ترجمانی تھا۔جن کی صلح بھی حق تھی اور جن کی جنگ بھی حق تھی۔یعنی آپ سر سے پیر تک مجسمہِ حق تھے۔اور یہ کہ آپ روزِ ازل سے رسوؐل کے بھائی اور وزیر و خلیفہ تھے۔اور یہ کہ واقعی بقول رسوؐل حق آپؑ کی پیروی کرتا اور اُدھر ہی گھومتا تھا جدھر آپؑ رخ کرتے تھے۔

2۔ جریر بن عبداللہ کی سفارت کے دوران معاویہ سازش کرتا رہا اور حضرت علیؑ اسے اس کی سازش کو مکمل کرنے کا موقع دیتے رہے

یہ کتنا عجیب فرق ہے معاویہ کی طرزِ حکومت میں اور حضرت علی علیہ السلام کی طرزِ فکر میں۔کہ وہ جانتے ہیں کہ ان کا دشمن بڑی کمینہ قسم کی سازش کر رہا ہے ملک شام کے بڑے بڑے رئیسوں کو عثمان کا قاتل بتا کر حضرت علیؑ سے متنفر کر رہا ہے۔جنگ میں کامیابی کے لئے لوگوں کے دلوں میں آگ کے شعلے بھڑکا رہا ہے۔لیکن حضوؐرا سے اسی طرح کھلا موقع دے رہے ہیں جس طرح اللہ ابلیس کو اور مجرموں کو پورا پورا موقع دیتا ہے۔جس طرح اللہ جانتا ہے کہ مہلت اور موقع دینے سے ابلیس اور انسانی مجرم اس کے قبضہ اقتدار سے نہیں نکل سکتے اسی طرح حضرت علی علیہ السلام جانتے ہیں کہ معاویہ ان کی زد سے بچ کر نہیں نکل سکتا۔اور ساری دنیا نے دیکھا کہ معاویہ نے قریشی بصیرت کا ہر قطرہ استعمال کیا اور شیطانی تدبر کے ہر شعبہ کو برسر کار رکھ کر جنگ کی بے پناہ تیاری کی۔مگر وہ دیکھو اس کی فوج صاحب قرآن کے سامنے قرآن کی دہائی دے رہی ہے۔معاویہ کی افواج میں بھگدڑ مچی ہوئی ہے۔فریادیں بلند ہیں۔معاویہ و عمر بن العاص فرار کے لئے تیار ہو چکے ہیں۔یعنی سارا مکر و فریب مکڑی کا جالا بن گیا۔

یہ تھا خاندانِ مرتضویؑ کا وہ صابرانہ اور خود مکتفیانہ اور مستغنیانہ رویہ جو صفاتِ خداوندی کے ماتحت مجرموں اور مخالفوں کے سامنے برقرار رہتا تھا اور وہ بچہ سے بڑے تک نہ خدا کے سوا کسی سے ڈرتے تھے اور نہ یہ سمجھتے تھے کہ ہم پر ظلم وستم کرنے والے ہم سے بچ کر کہیں اور پناہ لے سکتے ہیں۔انہیں قوانین فطرت و مشیت کا عملی اور چشم دید علم حاصل تھا اور سب اس بزرگ ترین نور کے اجزا تھے جو خود مشیت اللہ اور ارادۃ اللہ اور عین اللہ اور یداللہ اور لسان اللہ اور قدر و قضائے الٰہی تھے۔جنہوں نے ان حضرات کو سمجھنے اور پرکھنے کے لئے وہ قوانین و قواعد استعمال کئے جو عام انسانوں کے لئے بنائے گئے ہیں انہوں نے تحقیق کے ہر قدم پر اور ہر موڑ پر ٹھوکریں کھائیں اور غلط راہوں اور غلط نتائج سے دوچار ہو کر گمراہ ہو گئے۔نہ انہیں سمجھ سکے نہ اپنی غلطی اور غلط کاری کا پتہ لگا سکے۔نہ قرآن کے احکامات و بیانات کو سمجھ پائے اور نہ ہی اسلام کی بنیادوں پر ایمان لا سکے۔یعنی وہ تمام ہی زحمتیں برداشت کیں جو ایک حقیقی مومن کو برداشت کرنا پڑتی ہیں۔اور وہ تمام اعمال بجا لائے جو ایک حقیقی مومن بجا لاتا ہے۔جہاد کیا، حج کئے، روزے رکھے۔تمام قسم کی نمازیں پڑھیں، گھنٹوں گھنٹوں کھڑے رہ کر قرآن سنایا یا سُنا۔زکوٰۃ دی، خیرات کی، مگر اللہ نے ان کی مومنیت کینسل یا باطل قرار دے دی۔(سورۃ النساء 4/136)

3۔ کیا معاویہ اینڈ کمپنی سے جنگ کرنے کا حکم بھی محمدؐ کے ساتھ آنے والے (بِمَا جَآءَ مُحَمَّدٌ) سامان میں شامل تھا؟؟

یہ سوال اپنی ظاہری صورت میں بڑا ٹیڑھا معلوم ہوتا ہے لیکن ٹیڑھا ہے نہیں۔چونکہ اسلام کے متعلق جو معلومات پھیلی ہوئی ہیں ان میں ایسا سوال سماتا نہیں ہے۔اس لئے عام اور سادہ ذہنوں کو یہ سوال خارج از اسلام لگتا ہے۔اس کے باوجود یہ اسلام سے خارج سوال نہیں ہے۔اور

Presented by Ziaraat.Com

چونکہ معاویہ اینڈ کمپنی اس مشہور و معروف اسلام میں ایک خاص پوزیشن رکھتی ہے اس لئے یہ سوال دلوں میں جچتا نہیں ہے۔یعنی یوں کہئے کہ یہ سوال ان تمام لوگوں کو ٹیڑھا معلوم ہوگا۔جن کے زاویہ نظر کو قریش ساز اسلام نے ٹیڑھا یا خمیدہ کر رکھا ہے۔

(الف) یہ سوال اسلامی و عقلی مُسلّمات سے سمجھا اور حل کیا جا سکتا ہے۔

تمام مذاہب میں رسوؐل کو اللہ کا نمائندہ (خلیفہ) مانا جاتا ہے۔لہٰذا اس کی اطاعت اللہ کی اطاعت ہے اس کی نافرمانی اللہ کی نافرمانی ہے۔اس سے جنگ اللہ سے جنگ ہے۔(مائدہ 5/33)

پھر رسوؐل کا حقیقی جانشین بھی اللہ کا نمائندہ ہوتا ہے۔اور اس کی اطاعت بھی سو فیصد رسوؐل کی اطاعت کی طرح اللہ کی اطاعت ہوتی ہے۔ اس سے سرکشی اور جنگ بھی اللہ سے سرکشی اور جنگ ہے۔اور یہ سب کچھ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہی نہیں بلکہ تمام انبیاء و رسل علیہم السلام کے ساتھ آیا ہوا قانون ہے۔لہٰذا اللہ سے سرکشی اور جنگ کرنے والوں کو سزا نہ دینا اور ان سے جنگ کر کے ان کی سرکشی پر ابھارنے والی قوت کو نہ کچلنا، تمام انبیاء علیہم السلام کے ساتھ آئے ہوئے قوانین کو ملیا میٹ کر دینا ہوگا۔قرآن کریم تو ایسے لوگوں کے تمام اعضاء کو کاٹ دینے ،انہیں سولی اور پھانسی دینے اور دنیا سے نیست و نابود کر دینے کا حکم دیتا ہے۔(مائدہ 5/33)

(ب) اللہ کی نمائندگی رسوؐل کی قوم کو نہیں بلکہ نفسِ رسوؐل کو سونپی جاتی ہے اور یہ سپردگی اور تعیناتی اللہ و رسوؐل کرتے ہیں۔

ہر رسوؐل براہِ راست اللہ کا سو فیصد نمائندہ ہوتا ہے لیکن رسوؐل کی زندگی میں بھی اور رسوؐل کی وفات کے بعد بھی اللہ کی نمائندگی رسوؐل کی مخاطب قوم کو نہیں سونپی جا سکتی ہے۔ بلکہ دونوں زمانوں میں اس نمائندگی کا ذمہ دار نفسِ رسوؐل ہوا کرتا ہے اس حقیقت کو قرآن سے سنئے مودودی ترجمہ کرتے ہیں:۔

''یاد کرو جب موسیٰؑ نے اپنی قوم سے کہا تھا کہ ''اے میری قوم کے لوگو! اللہ کی اُس نعمت کا خیال کرو جو اس نے تمہیں عطا کی تھی۔اس نے تم میں نبیؑ پیدا کئے ،تم کو فرمانروا بنایا،اور تم کو وہ کچھ دیا جو دنیا (عالمین۔احسن) میں کسی کو نہ دیا تھا۔اے برادرانِ قوم !اس مقدس سرزمین میں داخل ہو جاؤ جو اللہ نے تمہارے لئے لکھ دی ہے، پیچھے نہ ہٹو ورنہ ناکام و نامراد پلٹو گے''۔

انہوں نے جواب دیا''اے موسیٰؑ ! وہاں تو بڑے زبردست لوگ رہتے ہیں،ہم وہاں ہرگز نہ جائیں گے جب تک وہ وہاں سے نکل نہ جائیں۔ھاں اگر وہ نکل گئے تو ہم داخل ہونے کے لئے تیار ہیں''۔اُن ڈرنے والوں میں دو شخص ایسے بھی تھے جن کو اللہ نے اپنی نعمت سے نوازا تھا۔انہوں نے کہا کہ''ان جباروں کے مقابلہ میں دروازہ کے اندر گھس جاؤ، جب تم اندر پہنچ جاؤ گے تو تم ہی غالب رہو گے۔ اللہ پر بھروسہ رکھو اگر تم مومن ہو''۔لیکن انہوں نے پھر یہی کہا کہ''اے موسیٰؑ ! ہم تو وہاں کبھی نہ جائیں گے جب تک وہ وہاں موجود ہیں۔ بس تم اور تمہارا رب دونوں جاؤ اور لڑو ہم یہاں بیٹھے ہیں''۔اس پر موسیٰؑ نے کہا کہ''اے میرے رب، میرے اختیار میں کوئی نہیں مگر یا میری اپنی ذات یا میرا بھائی پس تو ہمیں ان نافرمان لوگوں سے الگ کر دے''۔اللہ نے جواب دیا۔''اچھا تو وہ ملک چالیس سال تک ان پر حرام ہے ،یہ زمین میں مارے مارے پھریں گے ۔اِن نافرمانوں کی حالت پر ہرگز ترس نہ کھاؤ''(مائدہ 26--5/20)۔ (تفہیم القرآن جلد اول صفحہ 458 تا 461)

Presented by Ziaraat.Com

(ج) اللہ کے نزدیک ہر نبیؑ کو اپنی امت پر اور امت کے ہر ہر فرد پر خود ان سے زیادہ اختیارات وتسلط حاصل ہوتا ہے۔

اگر اُمت واقعی مومن ہو تو اللہ نے ہر نبیؑ کو اُمت کے ہر فرد پر وہ اختیارات وتسلط عطا کیا ہے جو خود کسی انسان کو اپنی ذات پر نہیں ہوتا چنانچہ درجہ بندی کرتے ہوئے اللہ نے فرمایا ہے کہ:۔

اَلنَّبِیُّ اَوۡلٰی بِالۡمُؤۡمِنِیۡنَ مِنۡ اَنۡفُسِہِمۡ وَاَزۡوَاجُہٗۤ اُمَّہٰتُہُمۡ وَاُولُوا الۡاَرۡحَامِ بَعۡضُہُمۡ اَوۡلٰی بِبَعۡضٍ فِیۡ کِتٰبِ اللّٰہِ مِنَ الۡمُؤۡمِنِیۡنَ وَالۡمُہٰجِرِیۡنَ اِلَّاۤ اَنۡ تَفۡعَلُوۡۤا اِلٰۤی اَوۡلِیٰٓئِکُمۡ مَّعۡرُوۡفًا کَانَ ذٰلِکَ فِی الۡکِتٰبِ مَسۡطُوۡرًا O(احزاب33/6)

درجہ وار ہمارا ترجمہ:۔

پہلا درجہ ''محمدؐ نبیؐ مومنین کے ہر معاملے میں، ان سب کے مقابلہ میں ان کی اپنی سوجھ بوجھ حتیٰ کہ ان کی جان سے بھی زیادہ ان پر ہمدرد حاکم ہے اور اس پر کوئی سبقت نہیں رکھتا۔

دوسرا درجہ۔اور نبیؐ کی بیویاں مومنین کی مائیں ہیں۔

تیسرا درجہ۔اور اُس (نبیؐ) کے رحمی رشتہ داروں میں سے بھی بعض لوگ اپنے رشتہ داروں میں بھی اور باقی تمام اہل ایمان سے بھی اور تمام مہاجرین سے بھی کتاب اللہ کی رُو سے رسولؐ کی مانند حاکم ہیں۔

چوتھا درجہ۔سوائے اس کے کہ تم لوگ ان کے بعد اپنے دوسرے حاکموں کے ساتھ قاعدہ کا پسندیدہ سلوک کرو وہ جو کہ کتاب کے اندر سطروں میں لکھا ہوا موجود ہے''

اللہ کے اس ازلی فیصلے کے باوجود بنی اسرائیل کے معاملے میں حضرت موسیٰ علیہ السلام نے یہ بتایا کہ انہیں امت کے کسی فرد پر کوئی اختیار نہیں ہے۔یعنی بنی اسرائیل کے لاکھوں افراد میں سے کوئی بھی حقیقی مومن نہ تھا یعنی کوئی نبیؐ کے مذکورہ اختیارات کو تسلیم نہ کرتا تھا۔پھر حضرت موسیٰ جس شخص پر اتنا ہی اختیار رکھتے ہیں جتنا اپنی جان پر اختیار ہے وہ ان کے بھائی ہارون علیہ السلام ہیں اور یہ اعلان فرمایا کہ''رَبِّ اِنِّیۡ لَاۤ اَمۡلِکُ اِلَّا نَفۡسِیۡ وَاَخِیۡ '' یعنی حضرت موسیٰ علیہ السلام صرف اپنے نفس پر اختیار رکھتے ہیں اور یہ کہ ان کا بھائی بھی ان کا اپنا ہی نفس ہے۔ان آیات (5/20-26) میں بیان شدہ واقعہ مصر سے بنی اسرائیل کو نکال لانے کے بعد کا ہے۔جس میں حضرت موسیٰ علیہ السلام حضرت ہارون علیہ السلام کو اپنا نفس یا اپنی جان قرار دے رہے ہیں۔سوال یہ ہوگا کہ حضرت موسیٰ کس بنیاد پر یہ فرما رہے ہیں کہ''مجھے اپنی جان اور اپنے بھائی کی جان کے علاوہ کسی اور پر مالکانہ حقوق (اَملِک) حاصل نہیں ہیں؟ یعنی حضرت موسیٰ کو صرف بھائی ہونے کی بنا پر تو حضرت ہارونؑ پر مالکانہ حقوق حاصل نہیں ہو سکتے تھے۔جواب یہ ہے کہ نبوت ورسالت کا پہلا کام فرعون کے پاس جا کر مصر کے مشن کو مکمل کرنا تھا اور اس کام کے لئے اور باقی پوری رسالت کے انجام دینے کے لئے حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اللہ سے درخواست کر کے حضرت ھارون کو نہ صرف اپنا وزیر بنوالیا تھا اور اپنی طرف سے وکیل اور بولنے والا مقرر کرالیا اور اپنی پوری اسکیم میں حضرت ھارونؑ کی قوت اور مضبوطی حاصل کر لی تھی بلکہ ان کو اپنا شریک کار تسلیم کرالیا۔سنئے قرآن کا ارشاد ہے اور مودودی کا ترجمہ ہے۔

(د) نبیؐ کی اخوت ووزارت نفسِ نبوت ورسالت ہوتی ہے۔

''موسیٰ نے عرض کیا''پروردگار، میرا سینہ کھول دے، اور میرے کام کو میرے لئے آسان کردے اور میری زبان کی گرہ سلجھا دے تاکہ

Presented by Ziaraat.Com

لوگ میری بات سمجھ سکیں، اور میرے لئے میرے اپنے کنبہ سے ایک وزیر مقرر کر دے۔ ہارون، جو میرا بھائی ہے۔ اس کے ذریعہ میرا ہاتھ مضبوط کر اور اس کو میرے کام میں شریک کر دے، تاکہ ہم خوب تیری پاکی بیان کریں اور خوب تیرا چرچا کریں۔ تو ہمیشہ میرے حال پر نگران رہا ہے''۔ فرمایا ''دیا گیا جو تو نے مانگا اے موسیٰؑ۔ ہم نے پھر ایک مرتبہ تجھ پر احسان کیا۔'' (سورہ طٰہٰ 37--20/25) (تفہیم القرآن جلد 3 صفحہ 92۔93)

یہ تھا وہ سبب جس کی بنا پر حضرت موسیٰؑ کو حضرت ھارونؑ پر اور حضرت ھارونؑ کو حضرت موسیٰؑ پر ملکیت کے حقوق و اختیارات حاصل تھے۔ اور دونوں ہر ذمہ داری میں برابر کے شریک تھے۔ یہی صورتِ حال آپ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور حضرت علی صلوٰۃ اللہ علیہ کے مابین ملاحظہ کرتے ہیں اور یہ کہ آپؑ دونوں وہی مقام و منزلت رکھتے تھے جو حضرت موسیٰؑ اور ہارونؑ میں تھی یہ فرمان رسولؐ سارے محدثین و مفسرین و مورخین میں مسلمہ اور مشہور و معروف ہے اس منزلت کی بنیاد قرآن کریم نے یوں بیان فرمائی ہے کہ:۔

وَلَوۡلَا فَضۡلُ اللّٰهِ عَلَيۡكُمۡ وَرَحۡمَتُهٗ لَاتَّبَعۡتُمُ الشَّيۡطٰنَ اِلَّا قَلِيۡلًا ○ فَقَاتِلۡ فِىۡ سَبِيۡلِ اللّٰهِ ۚ لَا تُكَلَّفُ اِلَّا نَفۡسَكَ وَحَرِّضِ الۡمُؤۡمِنِيۡنَ ۚ عَسَى اللّٰهُ اَنۡ يَّكُفَّ بَاۡسَ الَّذِيۡنَ كَفَرُوۡا ؕ وَاللّٰهُ اَشَدُّ بَاۡسًا وَّاَشَدُّ تَنۡكِيۡلًا ○ (نساء 84-4/83)

''اور اگر سب قسم کے مسلمانوں پر اللہ کا فضل اور اس کا رسولؐ (رحمۃ للعالمین) محافظ نہ ہوتے تو چند مومنین کے علاوہ تم سب شیطان کے پیچھے اتباع میں چل دیئے ہوتے۔ چنانچہ اے رسولؐ تم تن تنہا جنگ کرو اور تیرے نفس کے علاوہ ہم کسی اور کو تنفیذِ اسلام کا ذمہ دار نہیں بنا سکتے ہیں اور جو مومن ہیں ان کو صرف جنگ کی ترغیب دیتے رہیں۔ عنقریب اللہ کافروں کے جنگی محاذ کا زور توڑ دے گا اور اللہ کا زور سب سے شدید تر ہے۔ جنگ میں بھی اور اس کی طرف سے سزا بھی بہت سخت ہوتی ہے''۔

یہاں بھی رسولؐ کی امت رسولؐ کے حکم واختیار کی منکر ہے اس لئے اللہ نے رسولؐ کو تن تنہا جنگ کا حکم دیا اور بتا دیا کہ تیرا نفس سارے دین کی تنفیذ کا ذمہ دار ہے۔ لہٰذا اگر حضرت علی علیہ السلام معاویہ اینڈ کمپنی سے جنگ نہ کرتے تو پورے اسلام کی تعلیمات کو نظر انداز کرنے اور حقائقِ اسلامیہ پر پردہ ڈالنے کے مجرم وہی بنتے۔ (خطبہ 62، جملہ 8)

4۔ ابوبکر و عمر و عثمان کی خلافتوں یا حکومتوں کو اُمت کو گمراہ کرنے اور سرکش بنانے کا مجرم فرمایا ہے۔

حضور علیہ السلام کے خطبے کے آخری تینوں جملے اسلامی اور قرآنی تعلیمات میں خود ساختہ ایجادات اور نئی راہیں نکالنے (اَحۡدَثَ اَحۡدَاثًا) کا جرم سابقہ حکمرانوں پر عائد فرماتے ہیں۔ اور رسولؐ کے خلاف عمل درآمد سے تواریخ و احادیث بھری پڑی ہیں پہلے خلیفہ نے قرآن کریم کے جنگی قانون کو تبدیل کر دیا۔

مودودی کی زبان سے سنئے:

وَقَاتِلُوۡا فِىۡ سَبِيۡلِ اللّٰهِ الَّذِيۡنَ يُقَاتِلُوۡنَكُمۡ وَلَا تَعۡتَدُوۡا ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الۡمُعۡتَدِيۡنَ ○ وَاقۡتُلُوۡهُمۡ حَيۡثُ ثَقِفۡتُمُوۡهُمۡ وَاَخۡرِجُوۡهُمۡ مِّنۡ حَيۡثُ اَخۡرَجُوۡكُمۡ وَالۡفِتۡنَةُ اَشَدُّ مِنَ الۡقَتۡلِ ۚ وَلَا تُقٰتِلُوۡهُمۡ عِنۡدَ الۡمَسۡجِدِ الۡحَـرَامِ حَتّٰى يُقٰتِلُوۡكُمۡ فِيۡهِ ۚ فَاِنۡ قٰتَلُوۡكُمۡ فَاقۡتُلُوۡهُمۡ ؕ كَذٰلِكَ جَزَآءُ الۡكٰفِرِيۡنَ ○ فَاِنِ انۡتَهَوۡا فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوۡرٌ رَّحِيۡمٌ ○ (بقرہ 192-2/190)

''اور تم اللہ کی راہ میں ان لوگوں سے لڑو جو تم سے لڑتے ہیں مگر زیادتی نہ کرو کہ اللہ زیادتی کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔ ان سے لڑو جہاں

Presented by Ziaraat.Com

بھی تمہارا ان سے مقابلہ پیش آئے اور انہیں نکالو جہاں سے انہوں نے تمہیں نکالا ہے اس لئے کہ قتل اگرچہ بُرا ہے، مگر فتنہ اس سے بھی زیادہ بُرا ہے۔ اور مسجد حرام کے قریب جب تک وہ تم سے نہ لڑیں، تم بھی نہ لڑو، مگر جب وہ وہاں لڑنے سے نہ چوکیں، تو تم بھی بے تکلف انہیں مارو کہ ایسے کافروں کی یہی سزا ہے۔ پھر اگر وہ باز آجائیں، تو جان لو کہ اللہ معاف کرنے والا اور رحم فرمانے والا ہے'' (تفہیم القرآن جلد اول صفحہ 149-150)

تمام علما اور مفسرین مانتے ہیں کہ دونوں آیات جنگ کرنے کی اجازت پر اول حکم ہے۔ اور حکم میں پہلا حکم یہ ہے کہ:

1۔ کسی سے جنگ کی ہی نہیں جاسکتی جب تک وہ پہلے جنگ شروع نہ کرے۔

2۔ جہاں جہاں وہ جنگ کریں وہاں وہاں تمہیں دفاعی جنگ کی اجازت ہے اور

3۔ اور یہ کہ مسلمان کسی معاملے میں زیادتی نہ کریں گے۔

5۔ قریشی قوم اور خلفا نے قرآن کے احکام کو تبدیل کر دیا اور ہمیشہ زیادتیاں کیں۔

تاریخیں بھری پڑی ہیں کہ قریش اور خلفائے قریش نے قرآن کے تمام احکام کے خلاف دنیا کو جنگ کا اکھاڑا بنائے رکھا۔ دن رات قتل وغارت اور لوٹ مار میں مصروف رہے۔ ہر اُس شخص اور قوم کا قتل عام کر ڈالنا اور لوٹ لینا، ان کے مکانات کو مسمار کر ڈالنا جاری رکھا جو ان سے کسی حیثیت سے بھی اختلاف کرتا تھا۔ حد ہوگئی کہ انہوں نے اپنے مخالف مسلمانوں سے ایک سال برابر قتل عام اور لوٹ مار جاری رکھی۔ انہوں نے نماز پڑھتے ہوئے مسلمانوں پر گھات لگا کر حملے کئے۔ انہیں قتل کیا اور مسلمان عورتیں زنا کے لئے حلال رکھیں۔ اس سلسلے میں تواریخ بھری پڑی ہیں۔

6۔ قریش کے تمام علما مسلمانوں، نمازیوں، تہجد گزاروں سے جنگ و قتل وغارت کو جائز کرنے کا جو عذر کرتے ہیں مودودی سے سنئے:۔

اللہ نے مسلمانوں کے لئے نہیں بلکہ قریش کی زبان میں کافروں کے لئے فرمایا ہے کہ: (مودودی کا ترجمہ سنئے)

''اطلاع عام ہے اللہ اور اس کے رسوؐل کی طرف سے حج اکبر کے دن تمام لوگوں کے لئے کہ اللہ مشرکین سے بَری الذمہ ہے اور اس کا رسوؐل بھی۔ اب اگر تم (مکہ کے جنگی محاذ کے۔ احسؔن) لوگ توبہ کرلو تو تمہارے ہی لئے بہتر ہے اور جو منہ پھیرتے ہو (وَإِنْ تَوَلَّيْتُمْ اور اگر تم اپنی ولایت وحکومت برقرار رکھتے ہو۔ احسؔن) تو خوب سمجھ لو کہ تم اللہ کو عاجز کرنے والے نہیں ہو۔ اور اے نبیؐ، انکار کرنے والوں (حق چھپانے والوں۔ احسؔن) کو سخت عذاب کی خوشخبری سنادو، بجز ان مشرکین کے جن سے تم نے معاہدے کئے پھر انہوں نے اپنے عہد کو پورا کرنے میں تمہارے ساتھ کوئی کمی نہیں کی اور نہ تمہارے خلاف کسی (تمہارے دشمن۔ احسؔن) کی مدد کی، تو ایسے لوگوں کے ساتھ تم بھی مدت معاہدہ تک وفا کرو کیوں کہ اللہ متقیوں ہی کو پسند کرتا ہے۔ اور جب حرام مہینے (چار ماہ دی ہوئی مہلت کے۔ احسؔن) گزر جائیں تو مشرکین کو قتل کرو جہاں پاؤ اور انہیں پکڑو اور گھیرو اور ہر گھات میں ان کی خبر لینے کے لئے بیٹھو، پھر اگر وہ (مشرک) توبہ کرلیں اور نماز قائم کریں اور زکوۃ دیں تو انہیں چھوڑ دو۔ اللہ درگزر کرنے والا اور رحم فرمانے والا ہے''۔ (سورہ توبہ 9/3-5)

قارئین سورہ توبہ کی پہلی آیت سے پانچویں آیت تک قرآن کو بار بار پڑھیں اور یقین فرمالیں کہ بات مکہ کے اس جنگی محاذ کی ہو رہی ہے جس نے رسوؐل اور مومنین کو ان کے گھروں سے نکالا رسوؐل کو قتل کرنے کی اسکیمیں بناتے رہے، مدینہ میں بھی چین سے نہ رہنے دیا بار بار فوج کشیاں اور جنگ جاری رکھی معاہدے کئے اور توڑتے رہے اور آخر اس جنگی محاذ کی کمر توڑ دینے کا اعلان کیا گیا۔ ان کو چار ماہ کے بعد جلاوطن ہو جانے کی

Presented by Ziaraat.Com

مہلت دی گئی یا یہ شرط لگائی گئی کہ ایمان کا اعلان کر کے عملاً ثابت کریں کہ انہوں نے مکمل اطاعت اختیار کر لی ہے۔اور انہوں نے اپنی جان و مال و افرادی قوت سونپ دی ہے۔یعنی اللہ نے ان آیات میں ان غداروں اور دشمنانِ خدا اور رسوؐل کو ان تمام اسلامی رعایتوں سے محروم کر دیا ہے جو عام مشرکوں اور کافروں کے لئے اللہ نے قرآن میں بیان فرمائی ہیں۔یعنی ان آیات کو کسی اور کافر یا مشرک کے لئے ہرگز سند نہیں بنایا جا سکتا چہ جائے کہ برسہا برس سے مسلمان چلے آنے والوں، عہد رسوؐل سے تمام اسلامی فرائض کو ادا کرتے چلے آنے والوں اور اپنے اپنے علاقوں میں زکوٰۃ وصول کرنے اور اپنے غربا و مساکین میں تقسیم کی اجازت رکھنے والوں پر ان آیات کو فٹ کر کے اپنے کفر و نفاق کو چھپانا؟ سنئے قریش کے پہلے خلیفہ نے کیا کیا تھا مودودی لکھتے ہیں اور مذکورہ بالا آیات ہی کی شرح میں لکھتے ہیں کہ:۔

''یعنی کفر و شرک سے محض توبہ کر لینے پر معاملہ ختم نہ ہوگا بلکہ انہیں عملاً نماز قائم کرنی اور زکوٰۃ دینی ہوگی۔اس کے بغیر یہ نہیں مانا جائے گا کہ انہوں نے کفر چھوڑ کر اسلام اختیار کر لیا ہے۔اسی آیت سے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فتنۂ ارتداد کے زمانہ میں استدلال کیا تھا۔نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد جن لوگوں نے فتنہ برپا کیا تھا (یعنی ابوبکر کی خلافت کا انکار کیا تھا۔احسنؔ) ان میں سے ایک گروہ (ایک گروہ نہیں سارا عرب۔احسنؔ) کہتا تھا کہ ہم اسلام کے منکر نہیں نماز بھی پڑھنے کے لئے تیار ہیں، (نماز بھی برسوں سے پڑھ رہے ہیں۔احسنؔ) مگر زکوٰۃ نہیں دیں گے (یعنی تمہیں زکوٰۃ کی رقم نہ دیں گے خود غرباء کو دیں گے۔احسنؔ) صحابہ کرام کو بالعموم یہ پریشانی لاحق تھی (نہیں بلکہ تمام ہی دانش مند صحابہ ابوبکر کے مخالف تھے سوائے ان لٹیروں کے جو ابوسفیان اور معاویہ و یزید نے شام و مصر سے مدینہ میں حکومت کی مدد کیلئے بھیجے ہوئے تھے۔احسنؔ) کہ آخر ایسے (نمازی اور قدیم مسلمان۔احسنؔ) لوگوں کے خلاف تلوار کیسے اٹھائی جا سکتی ہے؟ مگر حضرت ابوبکر نے اسی (مشرک غداروں والی۔احسنؔ) آیت کا حوالہ دے کر فرمایا کہ ہمیں تو ان لوگوں کو چھوڑ دینے کا حکم صرف اس صورت میں دیا گیا تھا (جب کہ وہ ساری زندگی رسوؐل سے جنگ اور غداریاں کرتے رہے ہوں اور حقیقی معنی میں مشرک ہوں اور وہ۔احسنؔ) شرک سے توبہ کریں، نماز قائم کریں اور زکوٰۃ دیں، مگر جب کہ (یہ نہ غدار ہیں نہ رسوؐل سے جنگ کرتے رہے ہیں اور نہ مشرک ہیں پھر بھی۔احسنؔ) تین شرطوں میں سے ایک شرط اڑائے دے رہے ہیں تو پھر انہیں ہم کیسے چھوڑ دیں۔(تفہیم القرآن جلد 2 صفحہ 175 تا 178)

7۔ قریشی خلیفہ اور علما نے بلا تکلف قرآن کے معانی، مطالب و مفاہیم و مقاصد کو تبدیل کیا اور کرتے آرہے ہیں۔

زیرِ نظر آیات (9/3-5) کا مودودی ترجمہ بھی واضح کرتا ہے کہ یہ آیات صرف اُس قریشی مشرک محاذ کے لئے ہیں جس نے مسلمانوں اور رسوؐل کو عمر بھر ستایا، بے گھر کیا جنگیں کیں، غداریاں کیں اور مجبور ہو کر اسلامی لبادہ اوڑھنے پر آمادہ ہوا تھا۔مسلمان تو کہاں ان آیات کا اطلاق تو عام مشرکوں اور کافروں پر بھی نہیں ہوتا اور یہ بات خود چوتھی آیت (9/4) میں واضح ہے۔مگر ابوبکر اور قریشی علما ان آیات (9/3-5) کو مسلمانوں پر فٹ کر کے ایک سال تک ان کا قتلِ عام کرتے، لوٹتے اور ان کی ازواج، بچوں اور بوڑھوں کو لونڈی غلام بناتے رہے۔

8۔ زکوٰۃ اور نماز مارشل ازم میں مفید ترین احکام ہیں اس لئے قریشی حکومتوں اور مذہب نے ان پر پورا زور خرچ کیا اور مقاصد کو صرف فوجی بنا کر ضائع کیا ہے۔

ہم نماز و زکوٰۃ کے متعلق کافی لکھ چکے ہیں۔یہاں صرف اُس فریب کا ذکر کرنا مقصود ہے جو مسئلہ زکوٰۃ کی ذیل میں قریشی حکمرانوں، علما

Presented by Ziaraat.Com

اور لیڈروں نے عوام میں پھیلایا ہے اور جسے بڑی کشادہ دلی اور اطمینان سے شیعہ، سنی اور اپنے پرائے سب نے اختیار کرلیا ہے۔ ہماری یہ سطریں پڑھتے ہی سارے قارئین سوچیں گے کہ یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ ایک غلط بات کو سارے مسلمان بلا کسی شک وشبہ کے قبول کرلیں؟ بہرحال وہ سوچیں جو سوچنا چاہیں مگر اُسی بات کو قبول فرمائیں جو قرآن کے الفاظ سے ان کی سمجھ میں آئے۔ پہلی غور طلب بات جو سارے قرآن میں بار بار فرمائی گئی ہے۔ لہٰذا قرآن میں نماز قائم کرنے کے ساتھ بلا وقفہ اسی سانس میں (اَقِیۡمُوا الصَّلٰوۃَ وَاٰتُوا الزَّکٰوۃَ) زکوٰۃ دینے کا حکم بار بار تقریباً تیس مرتبہ پایا جاتا ہے۔ تو سوال یہ ہے کہ زکوٰۃ کو سال بھر میں ایک مرتبہ واجب الادا کون سی آیت سے لیا یا سمجھا گیا ہے؟

9۔ زکوٰۃ کو سال بھر میں ایک مرتبہ اور نماز کو روزانہ پانچ دفعہ ادا کرنا ایک غیر قرآنی فیصلہ ہے۔

ساری دنیا کو یہ معلوم ہے کہ زکوٰۃ ہو یا صدقات وخیرات ہوں وہ دنیا سے غربت وافلاس کو مٹانے کے لئے ہیں۔ اور غرباء وفقرا اور مساکین اور محتاج ہر وقت دنیا میں موجود ہوتے ہیں اور وہ بھی پانچ مرتبہ روزانہ نمازوں میں شامل ہوں گے۔ بھوکے، پھٹے ہوئے کپڑوں میں، بیماری اور ناتوانی اور مقروضیت کی حالت میں آئیں گے اور ان لوگوں کے چہروں اور ہاتھوں کو تکتے رہیں گے جو آسودہ حال ہیں اور جن پر زکوٰۃ و صدقات وخیرات واجب ہے۔ اور دن میں پانچ مرتبہ نماز کو پڑھیں گے زکوٰۃ کا کوئی دینے والا نہ ہوگا۔

10۔ سال بھر کی زکوٰۃ کا حساب لگانا بھی مشکل اور موٹی رقم کا دینا بھی کچھ آسان نہ ہوگا۔

روزانہ کی آمدنی پر زکوٰۃ کا حساب زبانی اور آسانی سے لگایا جاسکتا ہے۔ لہٰذا لازم ہے کہ ہر نماز کے ساتھ ساتھ زکوٰۃ بھی ادا کردی جائے۔ جیسا کہ قرآن میں اسلام اور کائنات کے حقیقی حکمرانوں کی مثال دی گئی ہے کہ:۔

11۔ خود کو اپنے اختیار وارادہ سے غریبانہ، مفلسانہ اور پھٹی حالت میں رکھنے کیلئے ہر نماز میں زکوٰۃ وواجبات سے فارغ رہیں۔

اِنَّمَا وَلِیُّکُمُ اللّٰہُ وَرَسُوۡلُہٗ وَالَّذِیۡنَ اٰمَنُوا الَّذِیۡنَ یُقِیۡمُوۡنَ الصَّلٰوۃَ وَیُؤۡتُوۡنَ الزَّکٰوۃَ وَھُمۡ رَاکِعُوۡنَO(5/55مائدہ)

''اِس کے سوا اور کچھ نہیں کہ تمہارے حقیقی اور ہمدرد حکمران اللہ ہے اور اللہ کا رسوؐل ہے اور وہ مومنین ہیں جو نماز قائم کرتے ہیں تو زکوٰۃ دیتے ہیں اور وہ نہایت عاجزانہ اور پھٹی حالت میں ہوتے ہیں''

یعنی وہ تنگدستی اور غربت کے عالم میں اس لئے رہتے ہیں کہ ان کی طرف اللہ کے واجب الادا حقوق نہیں ہوتے۔

12۔ قرآن سے یہ بھی ثابت نہیں کہ اپنے معلوم اور چاروں طرف موجود محتاجوں اور غربا کو چھوڑ کر مرکز میں زکوٰۃ بھیجو۔

قرآن سے ایسا کوئی حکم نہیں دکھایا جاسکتا جس میں اپنے قریب ترین اور معلوم محتاجوں اور ضرورت مندوں کو جان بوجھ کر نظر انداز کردو اور زکوٰۃ کی پوری رقم مرکز یا خلیفہ کو بھیج دو۔ جب ایسا حکم قرآن میں ہے ہی نہیں تو ابوبکر ہو یا کوئی اور ہو وہ پورے ملک سے زکوٰۃ طلب ہی نہیں کر سکتا۔ ساتھ ہی یہ بھی یہیں سمجھ کر آگے بڑھیں کہ ہر زکوٰۃ دینے والے کو ذاتی طور پر یہ یقین ہونا لازم ہے کہ اس کی دی ہوئی زکوٰۃ کی رقم زکوٰۃ کے مقصد پر خرچ ہوئی ہے یا نہیں۔ اگر زکوٰۃ دینے والے نے خود یہ یقین حاصل نہیں کیا تو قیامت تک زکوٰۃ اس کے ذمہ برقرار رہے گی لہٰذا ہر زکوٰۃ ادا کرنے والا ان ضرورت مندوں کی فہرست بنا کر مرکز میں بھیجے گا جن کو اس نے زکوٰۃ دی ہے۔ ہر مقام کے ضرورت مندوں سے فارغ ہو کر بچنے والی رقم البتہ مرکز کو ارسال کرنا لازم ہوگا۔ لہٰذا زکوٰۃ کے متعلق تمام عذرات خود ساختہ وپرداختہ اور ناقابل اعتبار ہیں۔

Presented by Ziaraat.Com

مفتی جعفرحسین: خطبہ نمبر: 160

علی نقی طہرانی: خطبہ نمبر: 161

خُطبہ ﴿63﴾

1۔اس قدر علم وفضیلت وقربِ رسالت کے باوجود رسولؐ کی مخاطب قوم نے حضرت علی علیہ السلام کو کیسے ان کے حقوق اور حکومت سے دور رکھا؟2۔یہ سب کچھ قومی خودغرضی اور قوم کے لیڈروں کی سیاسی تندھی اور ہیرا پھیری سے ہوا ہے۔جن کی لوٹ مار وقتل و غارت کانوں میں گونج رہی ہے۔3۔اُن ماضی کے لٹیروں کا ذکر کرنے کی بجائے اب تو معاویہ سے جنگ صفین میں جیتنے کی بات کرو۔4۔معاویہ اوراس کے طرفدار اللہ کے روشن کیئے ہوئے چراغ کو بجھانا چاہتے ہیں۔اگر یہ رکاوٹیں راہ سے ہٹ جائیں تو میں خالص حق پر چلاؤں گا۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡم

یَااَخَا بَنِیۡ اَسَدٍ ؛	1	اے قبیلہ اسد کے دینی بھائی۔
اِنَّکَ لَقَلِقُ الۡوَضِیۡنَ ؛	2	(میدان جنگ میں خلافت کا سوال کرنا ایسا ہی ہے جیسا کہ) تمہارے گھوڑے کا تنگ ڈھیلا اور حرکت میں ہو اور تم نے،
تُرۡسِلُ فِیۡ غَیۡرِ سَدَدٍ؛	3	ناہموار زمین پر گھوڑا دوڑاتے ہوئے اس کی لگام ڈھیلی چھوڑ دی ہو۔
وَلَکَ بَعۡدُ ذِمَامَۃُ الصِّھۡرِ وَحَقُّ الۡمَسۡاَلَۃِ ؛	4	بہرحال تمہیں (زوجۂ رسولؐ زینبؑ بنت جحش اسدی کی بناپر) سسرالی رشتے کی قرابت سے سوال کرنے کا حق ہے۔
وَقَدِ اسۡتَعۡلَمۡتَ فَاعۡلَمۡ ؛	5	اور تم نے معلومات چاہی ہیں لہٰذا معلوم ہو کہ:۔
اَمَّاالۡاِسۡتِبۡدَادُعَلَیۡنَا بِھٰذَا الۡمَقَامِ ۔وَنَحۡنُ الۡاَعۡلَوۡنَ نَسَبًا ؛	6	ہمیں ظلم وستم و سازش و غداری سے مقامِ خلافت وحکومت سے دور رکھنا باوجودیکہ ہم نسبی برتری رکھتے تھے۔
وَالۡاَ شَدُّوۡنَ بِرَسُوۡلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیۡہِ وَآلِہٖ نَوۡطًا ؛	7	اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ سے تمام قسم کی ہم آہنگی تعلق رشتے اور ناطہ میں شدت سے وابستہ تھے۔ (یعنی نبوت ورسالت وحکومت ودولت میں من جانب اللہ ورثہ دار تھے)
فَاِنَّھَا کَانَتۡ اَثَرَۃً شَحَّتۡ عَلَیۡھَا نُفُوۡسُ قَوۡمٍ ؛	8	قریشی قوم نے حکومت کو مستقلاً برقرار رہنے والی پسندیدہ اور منافع بخش سمجھا اس لئے اسے ہتھیا لیا تھا۔

Presented by Ziaraat.Com

وَسَخَتْ عَنْهَا نُفُوسُ آخَرِيْنَ ؛	9	اور ہم نے حقدار ہوتے ہوئے بھی ان کا توڑ کرنا اور ذاتی استفادہ کو اس لئے بُرا سمجھا کہ،
وَالْحَكَمُ اللّٰهُ وَالْمَعُوْدُ اِلَيْهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ ؛	10	ہمارے اور ان کے درمیان حَکَم یا ثالث اللہ جیسی قادر مطلق و عادل ہستی موجود ہے اور ہمیں اور ان کو اسی کے رُوبرو قیامت پر پلٹنا بھی ہے۔
وَدَعْ عَنْكَ نَهْبًا صِيْحَ فِيْ حَجَرَاتِهٖ ؛	11	تو اپنے دماغ سے اس لوٹ مار و قتل و غارت کے ہنگامہ کو دور کر دے جس کا شور گھر گھر مچا ہوا ہے اور جس کے لئے حکومت غصب کی گئی تھی۔
وَهَلُمَّ الْخَطْبَ فِي ابْنِ اَبِيْ سُفْيَانَ ؛	12	اب تو معاویہ بن ابی سفیان کے پھیلائے ہوئے اس جال کی بات کرو جس کی وجہ سے یہ جنگ صفین ہو رہی ہے۔
فَلَقَدْ اَضْحَكَنِي الدَّهْرُ بَعْدَ اِبْكَائِهٖ ؛	13	چنانچہ زمانہ نے اپنی رلانے کی کوششوں کے بعد مجھے ہنسا دیا ہے۔
وَلَاغَرْوَ وَاللّٰهِ فَيَالَهٗ خَطْبًا يَّسْتَفْرِغُ الْعَجَبَ وَيُكْثِرُ الْاَوْدَ ؛	14	اور بخدا کوئی حیرانی نہیں تعجب تو اس صورت حال پر ہے جو تعجب سے بھی فارغ کر دیتی ہے۔ اور خرابیوں اور کجیوں میں کثرت پیدا کر دیتی ہے اور وہ یہ کہ،
حَاوَلَ الْقَوْمُ اِطْفَاءَ نُوْرِ اللّٰهِ مِنْ مِّصْبَاحِهٖ ؛	15	قریشی قوم اپنی پوری مکاری اور تدبر سے اللہ کے نور کو اس کے چراغ میں سے بجھانے کے درپے ہوگئی ہے۔
وَسَدَّ فَوَّارِهٖ مِنْ يَنْبُوْعِهٖ ؛	16	اور نور کے فوّارے کو اسکے چشمے کے پھوٹنے کی جگہ ہی سے بند کر دینا چاہتی ہے
وَجَدَحُوْا بَيْنِيْ وَبَيْنَهُمْ شِرْبًا وَّبِيْئًا ؛	17	اور میرے اور اپنے درمیانی گھاٹ میں وبائی اور زہریلا پانی پھیلا دیا ہے
وَاِنْ تَرْتَفِعْ عَنَّا وَعَنْهُمْ مِحَنُ الْبَلْوٰی اَحْمِلْهُمْ مِنَ الْحَقِّ عَلٰی مَحْضِهٖ ؛	18	اور اگر ہم میں سے اور ان میں سے موجودہ مصائب و مشکلات ختم ہو جائیں تو میں انہیں خالص راہِ حقانیت پر چلا سکتا ہوں۔
وَاِنْ تَكُنِ الْاُخْرٰی (فَلَا تَذْهَبْ نَفْسُكَ عَلَيْهِمْ حَسَرَاتٍ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌ بِمَا يَصْنَعُوْنَ (فاطر 8/35)	19	اور اگر دوسری ہی صورت برقرار رہے تو اللہ نے فرما دیا ہے کہ ”ان کی ہدایت یابی کی حسرت میں اپنی جان نہ گنوا (ضائع نہ کر) یقیناً اللہ ان کی چالاکیوں اور صنعت کاریوں کا جاننے والا ہے۔

تشریحات:

جنگِ صفین میں تلواریں برس رہی تھیں، سرتن سے اور ہاتھ پیر بدن سے کٹ کر گر رہے تھے، ایسے عالم میں قبیلہ بنی اسد کے ایک فداکار بہادر نے جذبات سے مجبور ہو کر خلافت کے غصب کئے جانے کی ترکیب اور چال پر سوال کر دیا۔ مندرجہ بالا خطبہ میں اُسے جواب دیا گیا ہے۔

تاریخ سے ہر اس اہم چیز کا غائب ہو جانا ضروری تھا جو قریشی قوم کی ہوا خیزی کا باعث ہوتی یا ان کی اللہ و رسولؐ کی مخالف پالیسیوں اور مظالم کی پول

Presented by Ziaraat.Com

کھولتی ہو۔ چنانچہ جس مجاہد نے عین معرکہ جنگ میں یہ سوال اٹھایا تھا اس کا نام کسی نے نہ لکھا اور اس پر اعتراض یا تعجب کا اظہار بھی نہیں کیا۔ اور یہ اس لئے کہ قریشی حکومتوں کے ماہرانہ انتظام نے یہ موقع ہی باقی نہ چھوڑا تھا کہ کسی کو کوئی خامی نظر آتی اور سوالات و اعتراضات سر اٹھاتے۔ یعنی انہوں نے اپنی پالیسیوں کو اسی انداز سے پیش کیا جس انداز سے ان کے مخالف سوچتے تھے۔ اس لئے ہر ناقدانہ مبصر اسی راہ پر چلتا چلا گیا جو ان کے لئے حکومت کے ماہرین تیار کرتے جاتے تھے۔

معرکہ آرائی اور تیغ زنی کے دوران مذکورہ سوال کا ابھرنا غالباً اس لئے تھا کہ وہ مجاہد برابر اُن دقتوں، مشکلات اور سامنے کھڑی ہوئی پیچیدگیوں پر غور کرتا رہا جو اس کے مولا علیہ السلام کو سر کرنا تھیں اور چاہتا تھا کہ بہتر خدمات کی راہ اختیار کرنے کا اسے موقع ملے۔

2۔ سوال چونکہ بے محل تھا اور جواب دینے اور اسے سمجھانے میں حضورؑ کی توجہات میدان جنگ سے ہٹنا ضروری تھیں۔

گو سوال نہایت مخلصانہ اور بنیادی تھا مگر تھا بہت بے محل۔ اس لئے حضورؑ نے اسے پہلے جنگی ضرورت اور موقع کی اہمیت کے ساتھ مخاطب فرمایا اور بتایا کہ اخلاص ان غلطیوں کا تدارک نہیں کر سکتا جو میدانِ جنگ میں غفلت اور ناجائز اعتماد سے مہلک نتائج پیدا کر دیتی ہیں۔ یعنی اگر گھوڑے کا تنگ ڈھیلا ہو اور زین اِدھر اُدھر حرکت کرتی ہو اور اس کی پرواہ کئے بغیر گھوڑے کو ناہموار میدان میں سرپٹ چھوڑ دیا جائے تو مجاہد کا گھوڑے سے گرنا لازم ہے۔ اور گرے ہوئے زخمی مجاہد کو دشمنوں کا گرفتار یا قتل کر دینا نہایت آسان ہے۔ یعنی میدان جنگ میں صرف جنگ اور جنگی احتیاط اور تیغ زنی ملحوظ رہنا چاہئے نا کہ ماضی کے حالات و اسباب۔ (خطبہ 63، جملے 1 تا 3)

3۔ بے محل سوال کی پیدا کردہ ناگواری کو قبیلہ اسد سے سسرالی رشتہ کی رعایت میں گھول دیا۔

حضرت علی علیہ السلام نے ابتدائی تین جملوں میں نصیحت اور تنبیہہ کے بعد وہ وجہ بتائی ہے جس کی بنا پر اس اسدی مجاہد کو اس کے سوال کا جواب دیئے جانے کا حقدار سمجھا ہے۔ چنانچہ فرمایا ہے کہ ''چونکہ تم اس قبیلے کے فرد ہو جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ کی زوجہ گرامی زینب بنت جحش آئی تھیں۔ لہٰذا تمہیں اپنے سوال کے جواب پانے کا حق ہے (وَلَکَ بَعْدُ ذِمَامَةُ الصِّهْرِ وَحَقُّ الْمَسْاَلَةِ ؛ وَقَدِ اسْتَعْلَمْتَ فَاعْلَمْ) (خطبہ 63، جملے 4 تا 5) اور تم نے اس سلسلے میں معلومات طلب کی ہیں لہٰذا تمہیں معلوم ہونا چاہئے کہ: (اَمَّا الْاِسْتِبْدَادُ عَلَیْنَا بِهٰذَا الْمَقَامِ وَنَحْنُ الْاَعْلَوْنَ). قریش نے ہمارے ساتھ جو کچھ کیا وہ ہمارے مقام بلند اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ ہمارے رشتہ اور منزلت کو سمجھتے بوجھتے کیا ہے۔ قریش کی سمجھ میں یہ بات آ گئی تھی کہ یہ خلافت ہمیشہ برقرار رہنے والی ہے۔ اگر اس کو حاصل کر لیا جائے تو انہیں بہت سے فائدے پہنچیں گے۔ لہٰذا انہوں نے ظلم و ستم اور غداری کی پرواہ نہ کی اور خلافت کو ہم سے چھین لیا (خطبہ 63، جملے 6 تا 8) اور ہم نے یہ سمجھتے ہوئے کہ قریش اللہ سے بچ کر کہیں نہیں جا سکتے اور ہمارا اور ان کا معاملہ اللہ کے حضور میں پیش ہونا ہے اور انصاف کرنے اور انتقام لینے میں اللہ بڑا سخت ہے لہٰذا ہم نے قریش کو ان کے جرائم میں پوری پوری ڈھیل دے دی تا کہ وہ اپنے دل کے سارے ارمان نکال لیں اور قیامت کے روز ان کے پاس عذاب سے بچ نکلنے کا کوئی عذر نہ رہ جائے (خطبہ 63، جملے 9 تا 10)

4۔ حضورؑ کا نواں جملہ بتاتا ہے کہ آپؑ نے جان بوجھ کر قریش کی راہ میں روڑا نہ اٹکایا۔

لہٰذا وہ لوگ سخت مغالطہ میں مبتلا ہوئے ہیں جنہوں نے یہ سمجھا ہے کہ حضرت علی علیہ السلام نے ازراہِ مجبوری خلافت کو ہاتھ سے نکل جانے دیا تھا۔ اور افسوس ہے کہ شیعہ اور سنی دونوں قسم کے علما نے پبلک کو یہی تصور دیا ہے کہ حضرت علیؑ کا کوئی ناصر و مددگار نہ تھا اور (معاذ اللہ)

حضرت علی علیہ السلام حضرت فاطمہؑ کو ساتھ لے کر گھر گھر نصرت کی بھیک مانگتے پھرے مگر کوئی مدد کو تیار نہ ہوا۔ یہ جرأت اس ذات پاک کے خلاف کی گئی ہے جس نے فرمایا تھا کہ:۔وَطَفِقتُ اَرتَأِیُ بَینَ اَن اُصُولَ بِیَدٍ جَذّآءِ. اَوْاَصبِرَ عَلٰی طَخیَةٍ عَمیَآءَ (خطبہ 3، جملہ 7،8)
''اور میں یہ فیصلہ کرنے میں مصروف ہو گیا کہ آیا میں اپنے کٹے ہوئے ہاتھ سے قریش کی جڑیں نکال دوں یا ان کی خفیہ اسکیم (کشحًا) سے پیدا ہونے والی اس بھیانک اندھیر گردی کو صبر کے ہتھیاروں سے تباہ کروں''۔

قارئین سوچیں کہ جو ہستی کٹے ہوئے ہاتھ سے بھی قریشی قوم کی جڑیں نکال سکتی ہو۔ اسے مجبور شخص کہتے ہوئے کم از کم شیعہ علما کو شرم آنا چاہئے تھی۔
حضورؑ نے اسی شان کے ساتھ یہاں (خطبہ 63) میں یہ جملہ فرمایا ہے کہ:وَسَخَتْ عَنهَا نُفُوسُ آخَرِینَ ؛(خطبہ 63، جملہ 9)
یعنی:''دوسری ذواتِ مقدسہ نے خلافت کے لئے دور دراز راستہ اختیار کرلیا۔ یعنی بلا جبر و اکراہ جب خلافت آئے گی ہم قبول کرلیں گے ورنہ قریشی قوم کی کھال کو اسی طرح پکاتے اور رنگتے رہیں گے جس طرح بکری کی کھال کو پکاتے اور رنگتے ہیں (سَخَتْ) اور چونکہ خلافت کو نفع اندوزی کا مجرم قرار دیا ہے (خطبہ 63، جملہ 18) اِس لئے بات یہ ہوئی کہ قریش نے لالچ اور نفع اندوزی کی غرض سے ظلم و استبداد اور غداری سے خلافت کو ہڑپ کرلیا اور ہم نے لالچ و ذاتی نفع اندوزی کو برا سمجھ کر خلافت کو چھوڑ دیا۔ وہ اللہ کے حضورؑ قابل مواخذہ ہوگئے (زخرف 43/44) اور ہم نے اللہ کے حکم کے مطابق انہیں ڈھیل دے کر جہنم واصل کئے جانے میں مدد کی۔ اور اجر کے مستحق ہوئے۔

5۔ اسدی مجاہد کے علم میں وہ جواب نہ تھا جو قریش کے سب سے بڑے لیڈر اور خلافت پر قبضہ کرنے کی اسکیم کے بانی مبانی نے عبداللہ ابن عباس کو دیا تھا۔

علامہ شبلی نے اپنی کتاب الفاروق (صفحہ 103) میں لکھا ہے کہ:

(الف) عمر نے حضرت علیؑ کو کیوں خلیفہ نامزد نہ کیا؟

''حقیقت یہ ہے کہ حضرت علیؑ کے تعلقات قریش کے ساتھ کچھ ایسے پیچ در پیچ تھے کہ قریش کسی طرح ان کے آگے سر نہیں جھکا سکتے تھے علامہ طبری نے اس معاملہ کے متعلق حضرت عمر کے خیالات مکالمہ کی صورت میں نقل کئے ہیں ان کو اس موقع پر اس لئے درج کرتے ہیں کہ اس سے حضرت عمر کے خیالات کا راز سربستہ معلوم ہوگا۔ مکالمہ حضرت عبداللہ بن عباس سے ہوا تھا''۔(صفحہ 103)

(ب) حضرت علیؑ کے تعلقات کا پیچ در پیچ اور عمر کے سینہ میں چھپا ہوا راز سربستہ۔

عبداللہ ابن عباس سے مکالمہ بعد میں لکھیں گے پہلے یہ سوچئے کہ وہ پیچ در پیچ حالات جو حضرت علیؑ اور قریش کے مابین تھے وہی اس کا سبب بنے کہ عمر بھی حضرت علی علیہ السلام کو خلیفہ نامزد نہ کرسکا۔ سوال یہ ہے کہ وہ پیچ در پیچ حالات کیا تھے؟ یہ بات سب کو معلوم ہے کہ حضرت علیؑ نے قریش کے مشرک محاذ کے بزرگوں، بہادروں اور جنگ آزمودہ شہسواروں کو میدان جنگ میں قتل کیا تھا۔ اور اگر وفاتِ رسولؐ کے وقت قریش مومن تھے تو ان کو علیؑ کے خلاف کوئی شکایت نہ ہونا چاہئے تھی اس لئے کہ حضرت علی علیہ السلام نے اللہ، رسولؐ اور اسلام کی تائید میں مشرکوں کو قتل کیا تھا۔ یہاں پیچ در پیچ یہی ہے کہ قریش مومن نہ تھے اور حضرت علیؑ کو معلوم تھا کہ قریش محض دکھانے کیلئے مومن بنے ہوئے ہیں (نساء 4/136) اور سارے مسلمان مغالطہ کی بنا پر قریش کو مومن سمجھتے تھے اور اللہ بھی قریش کو مومن (یٰۤاَیُّهَا الَّذِینَ اٰمَنُوۡۤا اٰمِنُوۡا) کہہ کر پکارتا تھا۔ لہٰذا حضرت علیؑ کی حقیقت واقعی کو جاننا ایک کھلا ہوا پیچ تھا۔ اور اس پیچ کی وجہ سے دوسرا پیچ یہ تھا کہ قریش اپنے بزرگوں اور بہادروں کے نہ قتل کو پسند کرتے تھے اور نہ ان

Presented by Ziaraat.Com

کے قاتل کو اچھا اور بے قصور اور مجاہد فی سبیل اللہ سمجھتے تھے۔ بلکہ وہ علیؑ کو اپنے بزرگوں کے قصاص میں قتل کرنے کا ارادہ رکھتے تھے مگر چھپائے رکھتے تھے۔ تیسرا پیچ یہ تھا کہ حضرت علی علیہ السلام قریش کو قحطانی یا سبائی (مُلک سبا والے) سمجھتے تھے۔ اور ان تمام رشتوں اور ناطوں کا انکار کرتے تھے جو قریش نے رسوؐل اللہ کے ساتھ مشہور کر رکھے تھے وہ حضوؐر مکے کے کسی شخص کو رسوؐل کا چچا وغیرہ نہیں سمجھتے تھے قریش کا یہ راز جان لینا اور لوگوں پر اس کا کھول دینا قریش کے لئے ایک مصیبت تھی۔ قریش کو یہ بھی ناگوار گزرتا تھا کہ حضوؐر ہمیشہ اپنے والد ماجد کا نام لے (انا علیؑ ابن ابی طالبؑ) کر لوگوں کو مخاطب فرمایا کرتے اور قریش اس خطاب کو طنزیہ سمجھتے تھے۔ یعنی انہیں تہری چوھری بدنسلی یاد آجاتی تھی اور اکثر قریش کو **لَا اَبَا لَكُمْ** تم لاپتہ باپوں کی اولاد ہو (33/5 احزاب) کہہ کر ڈانٹا کرتے تھے۔ یہ تھے وہ پیچ در پیچ حالات و تعلقات جن کو کوئی نہ جان سکتا تھا اگر نہج البلاغہ آگے نہ آئی ہوتی۔ یہی پیچ در پیچ حالات تھے کہ قریش نے علیؑ اور نسلِ مرتضوی کو دنیا سے مٹانے میں ایڑی چوٹی کا زور لگایا (بقرہ 2/205) اور ایسی تاریخ و روایات آگے بڑھائیں جن میں وہ رسوؐل کے رشتہ دار اور ہم نسب بھی بن گئے۔ چنانچہ مکالمہ میں عبداللہ بن عباس کو رسوؐل کا اور علیؑ کا چچازاد بھائی کہا گیا ہے عباس کو چچا بنایا گیا ہے اور عبداللہ کی گفتگو میں اسے آلِ رسوؐل کی طرح مخاطب کیا گیا ہے جو کہ بکواس اور سازش کو آگے بڑھانے والی اسکیم ہے۔ شبلی نے عمر کے سینے میں ''راز سر بستہ'' لکھ کر یہ بتا دیا ہے کہ خلافت کا معاملہ ایسا راز سر بستہ تھا جو قریش کے بڑے بڑے لیڈروں کے علاوہ کسی کو معلوم نہ تھا۔ حتّٰی کہ عبداللہ ابن عباس بھی اس سے ناواقف تھا۔

(ج) عمر اپنے سینہ میں مدّت دراز سے پوشیدہ راز عبداللہ ابن عباس پر ظاہر کرتا ہے۔

عمر اور عبداللہ کی باتیں سنئے:

''حضرت عمر: کیوں عبداللہ بن عباس، علیؑ ہمارے ساتھ کیوں شریک نہیں ہوئے؟

عبداللہ بن عباس: میں نہیں جانتا''۔

حضرت عمر: لیکن میں جانتا ہوں تمہاری قوم تمہارا سردار ہونا گوارا نہ کرتی تھی۔

عبداللہ بن عباس: کیوں؟

حضرت عمر: وہ نہیں پسند کرتے تھے کہ ایک ہی خاندان میں نبوت اور خلافت دونوں آجائیں۔ شاید تم یہ کہو گے کہ حضرت ابوبکر نے تم کو خلافت سے محروم کر دیا؟ لیکن خدا کی قسم یہ بات نہیں۔ ابوبکر نے وہ کیا جس سے زیادہ مناسب کوئی بات نہیں ہوسکتی۔ اگر وہ تم کو خلافت دیتا بھی تو ایسا کرنا تمہارے حق میں کچھ بھی مفید نہ ہوتا''۔

دوسرا مکالمہ اس سے زیادہ مفصل ہے کچھ باتیں تو وہی ہیں جو پہلے مکالمے میں گزریں اور کچھ نئی ہیں اور وہ یہ ہیں:۔

حضرت عمر: کیوں عبداللہ ابن عباس تمہاری نسبت میں بعض بعض باتیں سنا کرتا تھا لیکن میں نے اس خیال سے ان کی تحقیق نہیں کی کہ تمہاری عزت میری آنکھوں میں کم نہ ہو جائے۔

عبداللہ بن عباس: وہ کیا باتیں ہیں؟

حضرت عمر: میں نے سنا ہے کہ تم کہتے ہو کہ لوگوں نے ہمارے خاندان سے خلافت حسدًا اور ظلمًا چھین لی۔

عبداللہ بن عباس: ظلمًا کی نسبت تو میں کچھ نہیں کہہ سکتا کیونکہ یہ بات کسی پر مخفی نہیں ہے لیکن حسدًا تو اس کا تعجب کیا ہے۔ ابلیس نے آدمؑ پر حسد

Presented by Ziaraat.Com

کیا تھا اور ہم لوگ آدمؑ ہی کی اولاد ہیں۔ پھر محسود ہوں تو کیا تعجب ہے۔

حضرت عمر: افسوس بنی ہاشم کے دل سے پرانے رنج اور کینے نہ جائیں گے۔

عبداللہ بن عباس: ایسی بات نہ کہیئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی ہاشمی تھے۔

حضرت عمر: اس تذکرے کو جانے دو۔

عبداللہ بن عباس: بہت مناسب (دیکھو تاریخ طبری صفحہ 2768-2771)

ہم تاریخ طبری ابھی ابھی پیش کریں گے پہلے اس قصہ کی صحیح اور غلط سازشی باتیں سن لیں۔

(د) صحیح باتیں۔ 1۔ یہ مان لیا گیا کہ قریش روز اول سے یہ نہ چاہتے تھے کہ خلافت اور نبوت ایک ہی خاندان میں رہیں۔ 2۔ یہ مان لیا گیا کہ قریش یا قریش کے بنائے ہوئے خلفاء رسولؐ کے خاندان سے نہ تھے۔ 3۔ یہ بھی ثابت ہوگیا کہ حضرت علی علیہ السلام سے قریش کا سارا قبیلہ اور ہر لیڈر حسد کرتا تھا۔ چنانچہ یہی جرم قرآن کریم میں اللہ نے عائد کیا ہے گو وہاں لفظ قریش نہیں فرمایا ہے۔ سنئے اللہ کا ارشاد ہے کہ:

اَمْ يَحْسُدُوْنَ النَّاسَ عَلٰى مَآ اٰتٰهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ فَقَدْ اٰتَيْنَآ اٰلَ اِبْرٰهِيْمَ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَاٰتَيْنٰهُمْ مُّلْكًا عَظِيْمًا O فَمِنْهُمْ مَّنْ اٰمَنَ بِهٖ وَمِنْهُمْ مَّنْ صَدَّ عَنْهُ وَكَفٰى بِجَهَنَّمَ سَعِيْرًا O (نساء 4/54-55)

''کیا یہ قریشی لوگ اس چیز پر حسد کررہے ہیں جو اللہ نے اپنے فضل وکرم سے دی ہوئی ہے؟ یقیناً ہم نے تو ابراہیمؑ کی آل کو مکمل کتاب دی ہوئی ہے اور مکمل حکمت عطا کی ہوئی ہے اور انہیں عظیم الشان مملکت سونپی ہوئی ہے۔ چنانچہ ان پر حسد کرنے والے قریشیوں میں سے ایک خفیہ محاذ تو اس ملک عظیم پر ایمان لانے کے باوجود حسد کررہا ہے اور دوسرا محاذ باقاعدہ اس ملک عظیم کی راہ میں رکاوٹ بنا ہوا ہے۔ اور ان دونوں محاذوں کے لئے بھڑکتا ہوا جہنم کافی ہے (4/54-55)

4۔ چوتھی بات یہ صحیح ہے کہ قریش کے جنگی محاذ نے بعد وفاتِ رسولؐ ظلم وغداری سے خلافت چھین لی تھی اور عمر نے ان تمام حقائق کا اقرار کیا ہے۔

(ہ) غلط اور سازشی باتیں۔

قریش جب اپنی کسی سازشی اسکیم کو شہرتِ عام اور قبولِ عام دینا چاہتے تھے تو ایسے بیانات تیار کر کے اہل قلم کو دے دیتے تھے جن میں کوئی نہ کوئی حقیقت ہوتی تھی اور اس حقیقت کو ترکیب سے ایسے الفاظ میں لپیٹ دیتے تھے جن کو درحقیقت وہ غیروں سے منوانا چاہتے تھے۔ جیسا کہ اوپر کے مکالموں میں ہوا ہے۔ ایسی باتوں اور بیانات کو اپنوں نے تو لکھنا ہی تھا غیر یعنی شیعہ علما بھی لکھ لیتے تھے۔ وہ اس لئے لکھتے تھے کہ وہاں ثلاثہ اینڈ کمپنی کی مذمت اور محمدؐ وآل محمدؐ کی عظمت ہوتی تھی مگر ساتھ ہی وہ ان ہی الفاظ کو لکھتے تھے جو قریشی ماہرین نے بڑے تدبر سے تیار کر کے دیئے ہوتے تھے۔ لہٰذا قریشی اسکیم کامیاب رہتی چلی جاتی تھی مثلاً ان مکالموں کو ان ہی الفاظ میں لکھ لینے سے یہ بھی ثابت ہوگیا کہ۔ 1۔ عبداللہ اور عباس دونوں ہاشمی تھے۔ 2۔ اور یہ کہ عباس رسولؐ کے چچا تھے اور عبداللہ محمدؐ وعلیؑ کا چچازاد بھائی تھا اور۔ 3۔ یہ کہ قریش خود اسی قوم وقبیلے سے تھے جس سے محمدؐ وعلیؑ تھے۔ اور یہی تینوں سازش کی غلط باتیں تھیں اسی طرح قریش نے شیعہ علما سے سب کچھ ان کی کتابوں میں لکھوالیا اور آج بفضل شیطان تمام شیعہ علما علیؑ ومحمدؐ کو قریش ہی کی قوم کے افراد مانتے ہیں حالانکہ قریش کا اولادِ ابراہیمؑ سے ہونا ہرگز ثابت نہیں ہے (دیکھو مرکز انسانیت) اور تمام شیعہ علما رسولؐ کو اسی غلط شجرے سے مانتے ہیں جو قریش نے تیار کر کے دیا تھا یعنی علیؑ ومحمدؐ کو حضرت نابت علیہ السلام کی اولاد میں سے ماننے کے

Presented by Ziaraat.Com

بجائے قیداری مانتے ہیں۔ جو صدیوں پہلے ختم ہو گئے تھے۔ رہ گیا ان حقائق کا حال جو قریش لکھواتے اور شیعہ علما لالچ میں لکھتے جاتے تھے۔ تو وہ سیکڑوں عذرات کر کے ان حقائق کو اُلٹ دیتے تھے۔ مثلاً راوی ضعیف و ناقابل اعتبار یا کتاب کا مصنف شیعہ ہے۔ جیسا کہ طبری کو شیعہ کہا اور لکھا گیا ہے جہاں سے زیرِ نظر مکالمے علامہ شبلی نے نقل کئے تھے۔ اور ہم ابھی ان کو تفصیل سے لکھنے والے ہیں۔ اور تو اور انہوں نے تو اپنے سب سے بڑے محدث علامہ محمد اسماعیل بخاری کو بھی شیعہ کہہ دیا۔ یہی وجہ ہے کہ ہم ساتھ کے ساتھ سازشی پہلوؤں کو واضح کرتے جاتے ہیں۔

(و) تاریخ طبری سے علامہ شبلی مصنف الفاروق والے مکالمے دیکھیں اور شبلی کی بد دیانتی بھی دیکھیں۔

علامہ شبلی کی مہربانی ہے کہ اس نے مکالموں میں سے جتنا لکھا اس کے ساتھ ہی ''سربستہ راز'' کا جملہ بھی لکھ دیا۔ جس سے اس راز کی قدامت کا پتہ چلتا ہے اور ہم آخر میں باقاعدہ اس کی قدامت اور پورا منصوبہ لکھیں گے۔ یہاں وہ مکالمے سنئے ہم طبری کے احترامی الفاظ جیسے کہ حضرت وغیرہ نہ لکھیں گے۔ اور سازشی جملوں یا الفاظ کو بریکٹ میں داخل کرتے جائیں گے۔ سنئے کہ طبری لکھتا ہے:۔

عمر۔ اے ابن عباس حضرت علیؑ ہمارے ساتھ کیوں روانہ نہ ہوئے۔

عبداللہ۔ میں نہیں جانتا۔

عمر۔ تمہارے والد رسولؐ اللہ علیہ وسلم کے (چچا) ہیں اور تم ان کے (چچازاد) بھائی ہو۔ پھر تمہاری قوم کو تمہارے انتخابِ خلافت کرنے سے کس چیز نے روکا؟

عبداللہ: مجھے نہیں معلوم۔

عمر: مگر مجھے معلوم ہے۔ وہ ناپسند کرتے تھے۔

عبداللہ: کیوں (ہم تو ان کے لئے بہترین انسان تھے) عبداللہ یہاں حضرت علیؑ اور بنی ہاشم کی جگہ ہاشمی اور چچازاد بھائی بن کر بول رہا ہے اور آئندہ بھی اسی پوزیشن سے بولے گا قارئین مارک کرتے جائیں۔

عمر: وہ اس بات کو ناپسند کرتے تھے کہ نبوت اور خلافت دونوں چیزیں (تمہارے اندر) خاندان رسول میں جمع ہو جائیں۔

عمر: شاید تم یہ کہو کہ ابو بکر نے اس بات سے رجوع کیا۔ ہرگز نہیں ابو بکر نے سب سے زیادہ دانشمندانہ طریقہ اختیار کیا اگر وہ خلافت (تمہارے لئے) مقرر کرتے تو خلافت سے قریب ہونے کے باوجود خلافت سے تمہیں کوئی فائدہ نہ پہنچتا۔ (صفحہ 280-279)

دوسرا مکالمہ:

عمر: اَے ابن عباس کیا تم جانتے ہو کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد تمہاری قوم کو (تم سے) یعنی علیؑ سے) کس چیز نے روکا؟

عبداللہ۔ میں نے اس کا جواب دینا پسند نہ کیا لہٰذا میں نے کہا کہ:

اگر میں نہیں جانتا تو (امیر المومنین) مجھے اس سے باخبر کر دیں۔

عمر: وہ یہ نہیں چاہتے تھے کہ (تمہارے اندر) یعنی خاندان رسولؐ میں نبوت اور خلافت دونوں چیزیں جمع رہیں۔ مبادا کہ (تم) یعنی علیؑ (اپنی قوم) سے بد سلوکی کرو۔ اس لئے قریش نے خلافت کو اپنے لئے پسند کیا کہ ان کی یہ رائے درست تھی اور اس میں وہ کامیاب رہے۔

عبداللہ: اے (امیر المومنین) اگر آپ مجھے گفتگو کرنے کی اجازت دیں اور مجھ پر ناراض نہ ہوں تو کچھ عرض کروں؟

Presented by Ziaraat.Com

عمر: اے ابن عباس تمہیں بولنے کی اجازت ہے۔

عبداللہ: آپ نے فرمایا کہ ''قریش نے خلافت کو اپنے لئے انتخاب کیا اور اس معاملے میں وہ درست تھے اور کامیاب ہوئے'' اس کے بارے میں یہ عرض ہے کہ اگر قریش اپنے لئے خلافت کا یہ انتخاب اس وقت کر لیتے جب اللہ بزرگ و برتر نے انہیں اختیار دیا تھا تو اس وقت یہ صحیح معاملہ ناقابلِ رد اور ناقابلِ حسد ہوتا۔ پھر آپ نے یہ بھی کہا ہے کہ:

''قریش یہ نہیں چاہتے تھے کہ نبوت وخلافت دونوں چیزیں (ہمارے اندر) یعنی بنی ہاشم میں جمع ہو جائیں۔ تو خدائے بزرگ و برتر نے بھی ایک جماعت کی ناپسندیدگی کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ:۔

''یہ اس وجہ سے ہوا کہ انہوں نے اس وحی کو جو اللہ نے نازل فرمائی تھی پسند نہیں کیا اس لئے اللہ نے ان کے اعمال اکارت کر دیئے''

عمر: ہائے افسوس خدا کی قسم اے ابن عباس مجھے تمہارے بارے میں ایسی خبریں ملتی تھیں جن پر یقین کرنا مجھے پسند نہیں تھا کیونکہ اس سے تمہاری قدرومنزلت میرے دل سے دور ہو جانے کا اندیشہ تھا۔

عبداللہ: اَے (امیر المومنین) وہ کیا باتیں تھیں؟ اگر وہ صحیح ہیں تو آپ کے لئے یہ مناسب نہیں ہے کہ آپ میرا رتبہ گھٹائیں۔ اور اگر وہ جھوٹی ہیں تو میرے جیسا انسان اسے دور کر سکتا ہے۔

عمر: مجھے یہ اطلاع ملی ہے کہ تم یہ کہتے ہو کہ انہوں نے اس خلافت کو (ہم سے) یعنی علیؑ سے حسد اور ظلم کی وجہ سے الگ کر رکھا ہے''

عبداللہ: آپ نے ظلم کا ذکر کیا ہے تو ہر جاہل اور عقل مند پر ظاہر ہے اور جہاں تک حسد کا ذکر ہے تو حسد تو ابلیس نے حضرت آدمؑ پر بھی کیا تھا۔ ان ہی کی اولاد ہم ہیں جن پر حسد کیا جا رہا ہے۔

عمر: اَے بنو ہاشم تمہارے دلوں سے حسد اور کینہ کبھی نہیں جائے گا۔

عبداللہ: اَے (امیر المومنین) ٹھہریئے آپ ایسے لوگوں کے دلوں پر الزام نہ لگایئے جن کی آلائش کو اللہ نے دور کر دیا ہے اور ان کے دلوں کو حسد اور فریب و مکر کی آلائش سے بالکل پاک و صاف کر دیا ہے۔ کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا قلبِ مبارک بھی بنو ہاشم کے قلوب کا ایک حصہ ہے۔

عمر: اَے ابن عباس تم میرے پاس سے چلے جاؤ۔ (Getaway) (دُور ہو جا)

عبداللہ: بہت بہتر ہے۔ جب میں جانے کے لئے کھڑا ہوا تو فرمایا۔

عمر: اَے ابن عباس تم بیٹھے رہو مجھے تمہارے حقوق کا خیال ہے۔ اور مجھے تمہاری خوشی پسند ہے۔

عبداللہ: اَے (امیر المومنین) میرے آپ پر اور ہر مسلمان پر کچھ حقوق ہیں۔ جو کوئی ان حقوق کی حفاظت کرے گا تو وہ خوش نصیب اور جس نے حق تلفی کی تو وہ بدنصیب ہے''

یہاں دونوں مکالمے ختم ہوئے۔ (طبری ترجمہ جلد 3 صفحہ 283-279)

Presented by Ziaraat.Com

6۔ دونوں مکالموں کا تجزیہ وتنقید۔عبداللہ اور عمر کی زبانی کون کون سے حقائق ثابت ہوئے؟اور کہاں کہاں عمر نے عبداللہ کی تائید کی؟

(الف)شیعہ علما کی کج نگاہی وجہالت

قارئین نے دونوں مکالمے پڑھے اور ان کی اہم باتیں نوٹ کی ہوں گی۔مگر علمائے شیعہ نے ان مکالمات کی اہم ترین چیزوں پر اپنی کسی کتاب میں ذرہ برابر توجہ نہیں دی اور وہ اہم ترین چیز ہے عبداللہ کا کسی ایسی آیت کا ذکر جس میں اللہ نے قریش کی ناگواری کا اور ان کے تمام نیک اعمال کا اکارت یا ضائع ہو جانا بیان فرمایا ہے۔بہر حال ہم نمبروار اُن مکالمات کے ہر پہلو کو سامنے لائیں گے۔

(ب)عمر کے بیانات سے ثابت ہونے والے حقائق۔

1۔عمر نے مانا کہ قریش نے جان بوجھ کر اتفاق رائے سے حضرت علی علیہ السلام تک خلافت کو نہ جانے دیا بلکہ خود لے لیا۔

2۔عمر نے مانا ہے کہ قریش کے سوا تمام مسلمان اللہ ورسوؐل اور قرآن وخلافت کو رسوؐل ہی کے خاندان میں یعنی نبوت کے ساتھ جمع رکھنے کے قائل تھے۔ورنہ قریش کو ضرورت ہی نہ ہوتی کہ وہ خلافت کو خاندان نبوت سے باہر نکالیں۔

3۔عمر مانتا ہے کہ نبوت کے ساتھ خلافت وابستہ تھی مگر قریش کو یہ خطرہ تھا کہ علی علیہ السلام قریش سے اچھا سلوک نہ کریں گے۔یعنی خلیفہ برحق علیؑ کے نزدیک قریش کے ساتھ بدسلوکی کرنا دین کی منشا ہے۔

4۔عمر مانتا ہے کہ بنی ہاشم کے دلوں میں خلافت کے چھن جانے کا کینہ برابر موجود چلا آرہا ہے یعنی خلافت چھینی گئی تھی۔

5۔عمر مانتا ہے کہ ان پر اور تمام مسلمانوں پر بنی ہاشم کے حقوق واحترام واجب ہیں۔ورنہ وہ عبداللہ کی تردید کرتا۔

6۔عمر مانتا ہے کہ خلافت پر قابو حاصل کرنے میں قریش نے حسد بھی کیا اور ظلم وستم بھی کیا تھا اور یہ کہ قریش کے ان مظالم کو ہر جاھل وعقل مند جانتا تھا۔(ورنہ عمر عبداللہ کی تردید کرتے)

7۔عمر آیت تطہیر سے ازواج رسوؐل اور تمام صحابہ کو خارج سمجھتا تھا اور پنجتنؑ کے علاوہ سارے بنی ہاشم کے دلوں کو بھی ہر بری چیز کی آلائش سے پاک مانتا تھا ورنہ عبداللہ کی تردید کرتا۔

8۔عمر مانتا ہے کہ اگر ابوبکر خلافت واپس کر دیتا تو قریشی قوم پھر چھین لیتی یا حکومت نہ کرنے دیتی۔جیسا کہ وقوع میں آیا کہ جب مدینہ اور گردو نواح کے لوگوں نے اور خود قریش نے بلا کسی جبر واکراہ کے بیعت کر کے حضرت علی علیہ السلام کو اپنا خلیفہ مان لیا تو ساری عمر ان کے ساتھ جنگ وجدل جاری رکھا یہاں تک کہ انہیں قتل کر کے راہ سے ہٹا دیا۔

(ج)عبداللہ ابن عباس نے کون کون سے حقائق ثابت کیے؟

1۔علیؑ ہی نہیں بلکہ سارے بنی ہاشم بہترین انسان تھے وہ سارے عرب کے قبیلوں سے اور خود ابوبکر وعمر وعثمان سے بہتر انسان تھے۔

2۔شیطان نے آدمؑ سے حسد کیا تھا اور شیطان زادوں نے علیؑ وبنی ہاشم سے حسد کر کے خلافت ظلم وجور سے حاصل کی۔

3۔خلافت کو ظلم وجور سے حاصل کرنا عالم وجاھل سب کو معلوم تھا۔

4۔حضرت علیؑ اور تمام بنی ہاشم کے حقوق واحترام عمر اینڈ کمپنی پر اور ہر مسلمان پر واجب تھے۔

5۔آیت تطہیر سے عمر اینڈ کمپنی کو اور ثلاثہ کی قوم کو اور ازواج رسوؐل کو خارج مانا۔اور علیؑ اور سارے بنی ہاشم کے دلوں کو مکر وفریب اور ہر آلائش

Presented by Ziaraat.Com

سے پاک قرار دیا۔ نبیؐ کے دل کو بنی ہاشم کے دلوں کا جز بتایا۔

6۔عبداللہ نے مانا کہ جب اللہ نے قریش کوخلافت حاصل کرنے کا موقع دیا تو انہوں نے اسے ضائع کر دیا اور خلافت نہ لی۔

7۔عبداللہ نے عمر کو بتایا تھا کہ اللہ نے خلافت کو خاندانِ نبوت میں رکھنے کے لئے آیت نازل کی تھی مگر قریش نے اس وحی کو ناپسند کر دیا تھا۔

8۔اور اللہ نے ناپسند کرنے کی وجہ سے قریش کے تمام اعمال اکارت یا ضائع کر دیئے تھے۔اور مکالموں سے ثابت ہے کہ عمر نے عبداللہ کے عائد کردہ الزامات میں سے کسی کی تردید نہیں کہ بلکہ خاموشی سے تصدیق کرتا رہا۔اور نمبر 8,7 میں مذکور آیتوں کے نزول کو وہ جانتا اور مانتا تھا۔

(د) **وہ آیت کون سی ہے جس کے نزول پر قریش کو ناگواری کا کھلا اظہار کرنا پڑ تا رہا تھا؟؟؟؟**

اگر عمر کے دورِحکومت سے قریب کے ادوار میں سنی یا شیعہ علما و دانشوروں نے کوشش کی ہوتی تو وہ ان دونوں آیات کا تعین آسانی سے کر سکتے تھے۔ لیکن دونوں فریق نے قریش کی سازشوں کو نبھانے کیلئے ہر اس حقیقت کو پردہ میں رہنے دیا جس کو چھپانے سے قریش کی عزت قائم ہوتی تھی اور ظاہر کرنے سے ان کی ابلیسی شکل وصورت بے نقاب ہو جاتی تھی۔لیکن ہم تو ثلاثہ اینڈ کمپنی سے چودہ سو سال دُور کے زمانہ میں ہیں جب کہ شیعہ اور سنی علما نے ان کے اعمال و کردار کے ہر بُرے پہلو پر ہزاروں پردے ڈال کر چھپا رکھا ہے۔لہٰذا آیئے حدیث معصوم سے مدد لے کر اس آیت یا آیات کا پتہ لگائیں جس میں اللہ نے خلافت مرتضوی کے متعلق قریش کی ناگواری کا ذکر فرمایا ہو۔لہٰذا پہلے ایک اور آیت سنئے اور مودودی کا ترجمہ دیکھئے:

وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا فَتَعْسًا لَّهُمْ وَاَضَلَّ اَعْمَالَهُمْ○ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ كَرِهُوْا مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ فَاَحْبَطَ اَعْمَالَهُمْ○(سورہ محمدؐ 9-47/8)

مودودی ترجمہ:''رہے وہ لوگ جنہوں نے کفر کیا تو ان کے لئے ھلاکت ہے اور اللہ نے ان کے اعمال کو بھٹکا دیا ہے۔کیونکہ انہوں نے اس چیز کو ناپسند کیا جسے اللہ نے نازل کیا ہے،لہٰذا اللہ نے ان کے اعمال ضائع کر دیئے''(تفہیم القرآن جلد 5 صفحہ 19-20)

(ہ) **یہ وہی آیات ہیں جن کا حوالہ عبداللہ نے نمبر 8,7 میں دیا ہے۔**

عبداللہ ابن عباس نے عمر سے کہا تھا کہ قریش نے اللہ کی وحی کو ناپسند کیا تھا اس لئے اللہ نے ان کے اعمال اکارت کر دیئے تھے۔مگر یہاں مودودی نے لفظ'' كَفَرُوْا '' کا غلط ترجمہ کر کے قارئین کا رخ منکرین اسلام کی طرف پھیر دیا ہے۔حالانکہ منکروں کے اعمال تو خود ہی بھٹکے ہوئے یعنی گمراہ ہوتے ہیں (اَضَلّ)اور نہ منکروں کے اعمال کو الگ سے ضائع یا اکارت کرنے کی ضرورت ہوتی ہے اس لئے اسلام کے منکروں کے اعمال تو خود بخود ضائع ہوتے جایا کرتے ہیں۔پھر جو لوگ اسلام،اللہ اور قرآن کا انکار کرتے ہوں ان کے لئے یہ کہنا ہی غلط ہے کہ انہوں نے اُس چیز کو ناپسند کیا جسے اللہ نے نازل کیا ہے''۔منکر تو اسے اللہ کا کلام ہونا مانتا ہی نہیں ہے۔پسند کرنے والا اور ناپسند کرنے والا وجود کا منکر نہیں ہوتا۔ایک وجود اور اس کی افادیت کا قائل ہوتا ہے اس لئے پسند کرتا ہے۔دوسرا وجود کا قائل ہوتا ہے افادیت کا منکر ہوتا ہے اس لئے ناپسند کرتا ہے۔یہ سب پیچیدگی علامہ نے لفظ کفر کے غلط معنی کر کے پیدا کی ہے حالانکہ انہوں نے لکھا ہے کہ''کفر کے اصلی معنی چھپانے کے ہیں''(تفہیم القرآن جلد اول صفحہ 129 حاشیہ نمبر 161)

مودودی کا اصلی ترجمہ

''رہے وہ لوگ جنہوں نے حق بات کو چھپایا ہے تو ان کے لئے ہلاکت ہے اور اللہ نے ان کے اعمال کو گمراہ کر دیا ہے۔کیونکہ انہوں نے اس چیز کو ناپسند کیا ہے جسے اللہ نے نازل کیا ہے لہٰذا اللہ نے ان کے اعمال ضائع کر دیئے''

Presented by Ziaraat.Com

اس ترجمہ کے سامنے عبداللہ بن عباس کا بیان رکھ کر پڑھئے:

''اے امیرالمومنین آپ نے یہ بھی کہا ہے کہ ''قریش یہ نہیں چاہتے تھے کہ نبوت وخلافت دونوں چیزیں ہمارے اندر جمع ہو جائیں تو خدائے بزرگ و برتر نے بھی ایک جماعت کی ناپسندیدگی (کَرِھُوْا) کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ: ''یہ اس وجہ سے ہوا کہ انہوں نے اُس وحی کو جواللہ نے نازل فرمائی تھی پسند نہیں کیا اس لئے اللہ نے ان کے اعمال اکارت کردیئے'' (طبری)

یہاں یہ نوٹ کر کے آگے بڑھیں کہ مودودی ہی نے نہیں بلکہ تمام شیعہ وسنی علما نے قرآن میں کفر، کافر، کفروا، کافرین وغیرہ الفاظ کے اصلی معنی یعنی چھپانا نہیں کئے ہر جگہ انہوں نے منکر اسلام منکر خدا ورسولؐ مراد لئے لہٰذا پڑھنے والوں نے ہر جگہ یہ سمجھا کہ بات منکر لوگوں کی ہو رہی ہے حالانکہ ستر (70) فیصد بات قریش کی ہوتی رہی ہے۔ چونکہ یہ ان تمام حقائق کو چھپاتے رہے جن سے محمدؐ وآل محمد صلوٰۃ اللہ علیہم کے مقام بلند کا ثبوت ملتا تھا۔ اسلئے انہیں کافر کہا جاتا رہا ہے۔ لہٰذا انہوں نے محمدؐ وآل محمدؐ کے حقوق اور منزلت کو ناپسند کیا، معنی اور مقصد تبدیل کیا اور منکرین خدا اور رسولؐ کی آڑ میں چھپتے اور چھپاتے گزر گئے اسی مطلب کو اللہ نے یوں ظاہر فرمایا ہے کہ:

اُنظُرْ كَيْفَ نُصَرِّفُ الْاٰيٰتِ لَعَلَّهُمْ يَفْقَهُوْنَ O وَكَذَّبَ بِهٖ قَوْمُكَ وَهُوَ الْحَقُّ قُلْ لَّسْتُ عَلَيْكُمْ بِوَكِيْلٍ O (6/65-66)

''اے نبیؐ غور سے دیکھو کہ ہم کس طرح اپنی قرآن کی آیات کو بار بار اور طرح طرح سے پیش کرتے ہیں تاکہ شاید وہ لوگ مطالب ومعانی کو سمجھ کر دل نشین کرلیں اور تیری قوم نے بھی اِسی بار بار اور طرح طرح سے پیش کرنے کے طریقے سے قرآن کی تکذیب کردی ہے حالانکہ وہ حق ہے۔ ان سے کہہ دو کہ میں تمہارے کیس میں تمہارا وکیل نہیں ہوں''۔

(و) نبوت وخلافت خاندان رسولؐ میں رہنے پر سب کا اتفاق اور قریش کا اختلاف۔

عہد رسولؐ میں قریش سمیت سب کو یہ حقیقت معلوم تھی کہ رسولؐ کی خلافت رسولؐ کے خاندان میں رہنا ہے اور پہلا خلیفہ حضرت علیؑ ابن ابی طالب ہیں۔ لیکن عمر کی زبانی ثابت ہوگیا کہ قریش بحیثیت قوم علیؑ کی خلافت کو ناپسند اور اپنے لئے خطرے سے خالی نہ سمجھتے تھے۔ لہٰذا اُس آیت کو جس میں اللہ چاہتا تھا کہ خلافتِ رسولؐ ورسالت، رسولؐ کے خاندان میں رہنا چاہئے۔ اس سلسلہ میں ایک اور مقام سورہ محمدؐ ہی میں سے ملاحظہ ہو:

(ز) خلافت کے لئے نازل ہونے والی ہر آیت قریش کو ناگوار و ناپسند رہتی چلی گئی؟

اِنَّ الَّذِيْنَ ارْتَدُّوْا عَلٰٓى اَدْبَارِهِمْ مِّنْۢ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُمُ الْهُدَى الشَّيْطٰنُ سَوَّلَ لَهُمْ وَاَمْلٰى لَهُمْ O ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ قَالُوْا لِلَّذِيْنَ كَرِهُوْا مَا نَزَّلَ اللّٰهُ سَنُطِيْعُكُمْ فِيْ بَعْضِ الْاَمْرِ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ اِسْرَارَهُمْ O فَكَيْفَ اِذَا تَوَفَّتْهُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ يَضْرِبُوْنَ وُجُوْهَهُمْ وَاَدْبَارَهُمْ O ذٰلِكَ بِاَنَّهُمُ اتَّبَعُوْا مَآ اَسْخَطَ اللّٰهَ وَكَرِهُوْا رِضْوَانَهٗ فَاَحْبَطَ اَعْمَالَهُمْ O (محمدؐ 47/25-28)

''یقیناً جو لوگ اپنے لئے ہدایات واضح اور بیان ہوجانے کے بعد ان ہدایات سے پیچھے ہٹ گئے۔ ان کے لئے شیطان نے ہدایات سے روگردانی کو آسان اور دل چسپ بنا رکھا ہے۔ اور ان کے لئے ابلیسی توقعات کا سلسلہ دراز کر رکھا ہے۔ اور شیطان نے وہ سب کچھ اس لئے کیا ہے کہ انہوں نے ان لوگوں کی بعض معاملات میں اطاعت کرتے رہنا طے کرلیا ہے جن لوگوں کو اللہ کی نازل کردہ چیز پسند نہیں آئی ہے۔ اور اللہ ان کے راز اور پوشیدہ اسکیم کا علم رکھتا ہے۔ یہ اس وقت کیا کریں گے جب فرشتے ان کی جان نکال کر ان کے منہ اور پشتوں پر ضربیں لگائیں گے وہ سب کچھ اسی لئے ہوگا کہ انہوں نے اللہ کو ناراض کرنے والی پالیسیوں کی پیروی کی ہوگی اور انہوں نے اس بات کو

Presented by Ziaraat.Com

ناپسند کیا تھا جس میں اللہ کی رضامندیاں تھیں چنانچہ ان ہی کے اعمال ضائع کردیئے گئے تھے‘‘۔(سورہ محمدؐ 28-47/25)

(ح) ان آیات کی معصوم تفسیر

عَنۡ اَبِیۡ عَبۡدِاللّٰہ فی قَوۡلِ اللّٰہ تعالیٰ.’’ اِنَّ الَّذِیۡنَ ارۡتَدُّوۡا عَلٰۤی اَدۡبَارِھِمۡ مِّنۡ بَعۡدِ مَا تَبَیَّنَ لَھُمُ الۡھُدٰی‘‘(47/25)فُلانٌ وَ فُلانٌ وَ فُلانٌ اَرۡتَدُّوۡا عَنِ الایۡمَانِ فِیۡ تَرۡکِ وِلایَۃِ اَمِیۡرِ الۡمُوۡمِنِیۡنَ عَلَیۡہِ السَّلامَ (عبدالرحمٰن بن کثیر نے کہا کہ) قُلۡتُ قَوۡلُہ تَعالٰی ذٰلِکَ بِاَنَّھُمۡ قَالُوۡا لِلَّذِیۡنَ کَرِھُوۡا مَانَزَّلَ اللّٰہ (فِیۡ عَلِی علیہ السلام)سَنُطِیۡعُکُمۡ فِیۡ بَعۡضِ الۡاَمۡرِ،قال نزلت واللہ فیھما وفی اتبا عھما وھو قول اللہ عزوجل الذی نزل بہ جبرئیل علیہ السلام علی محمد صلی اللہ علیہ وآلہ ذلک بانھم قالو للذین کرھوا مانزّل(فی علی علیہ السلام)سنطیعکم فی بعض الامر.قال دعوا بنی امیۃ الی میثاقھم اَلَّا یَصِیۡرُ وۡا الامر فینا بعد بعدالنبی صلی اللہ علیہ وآلہ ولا یعطونا من الخمس شیئاوقالو ان اعطینا ھم ایاہ لم یحتاجوا الی شیءٍ ولم یبالوا ان لا یکون الامر فیھم .فقالوا سنطیعکم فی بعض الامر الذی دعوتمونا الیہ وھو الخمس الا نعطیھم منہ شیئا .وقولہ کرھوا مانزل اللہ والذی نزل اللہ ما افترض علی خلقہ من ولایۃ امیر المومنین وکان معھم ابو عبیدہ وکان کاتبھم .الخ.

’’امام جعفر صادق علیہ السلام نے ان لوگوں کے لئے فرمایا جو اس آیت میں مذکور ہیں کہ ’’یقیناً جو لوگ اپنے لئے ہدایات واضح اور بیان ہو جانے کے بعد ان ہدایات سے پیچھے ہٹ گئے‘‘۔وہ فُلاں اور فُلاں اور فلاں (ثلاثہ اینڈ کمپنی) ہیں جنہوں نے ولایت علی علیہ السلام پر ایمان لانے کے بعد پیچھے ہٹ جانا پسند کیا تھا۔میں نے (یعنی عبدالرحمٰن بن کثیر نے) کہا کہ اللہ نے یہ جو فرمایا ہے کہ وہ سب کچھ اس لئے ہوا کہ انہوں نے ان لوگوں کی بعض معاملات میں اطاعت کرتے رہنا طے کرلیا ہے کہ جن لوگوں کو (علی علیہ السلام) کی ولایت پر اللہ کی نازل کردہ آیت پسند نہ آئی تھی۔امامؑ نے فرمایا کہ یہ بھی ان ہی دونوں کی اور ان کی پیروی کرنے والوں کی مذمت میں نازل ہوا ہے۔اور اس سلسلے ہی میں اللہ کا یہ قول لے کر جبرئیل علیہ السلام محمد صلی اللہ علیہ وآلہ پر نازل ہوئے تھے وہ اس لئے کہ انہوں نے ان لوگوں سے کہا تھا جنہیں علیؑ کی شان میں نازل ہونے والا حکم پسند نہ آیا تھا کہ ہم بعض معاملات میں تمہاری اطاعت کیا کریں گے۔چنانچہ ان دونوں نے بنی امیہ کو اپنے منصوبہ پر عمل کرنے کی دعوت دی تھی کہ نبیؐ کی وفات کے بعد خلافت کو ہمارے خاندان میں نہ جانے دیں گے۔اور یہ کہ خمس میں سے بھی ہمیں کچھ نہ دیں گے اس لئے کہ خمس ان کو دیا گیا تو انہیں کسی چیز کی محتاجگی نہ رہے گی اور انہیں اس کی فکر وخوف ہی نہ ہوگا کہ انہیں خلافت نہیں ملی بنی امیہ نے وعدہ کیا تھا کہ ہم خمس وغیرہ نہ دینے میں تمہارے ساتھ تعاون اور اطاعت کریں گے۔اور یہ جو فرمایا ہے کہ ان لوگوں نے اللہ کے نازل کردہ کو پسند نہ کیا تو اس سے خلافت وولایتِ علیؑ یہ کا ساری مخلوق پر واجب ہونا مطلوب تھا۔اور اس وقت ابوعبیدہ بھی ان دونوں کے ساتھ تھا جو ان کا منشی رہتا تھا‘‘۔(کافی کتاب الحجۃ باب فیہ نکت و نتف حدیث نمبر 43)

اس حدیث سے معلوم ہو گیا کہ سورہ محمدؐ کی پچیسویں آیت سے لے کر اٹھائیسویں آیت تک حضرت علی علیہ السلام کی خلافت کا وجوب بیان ہوا ہے۔اور چونکہ خلافت مرتضویؑ کا وجوب صرف ایک ہی مرتبہ نازل نہیں ہوا بلکہ بار باراُسے واجب کیا جاتا رہا ہے لہٰذا سورہ محمدؐ کی مندرجہ بالا آیات (47/8-9) بھی اسی وجوب کے لئے آئی تھیں جو عبداللہ ابن عباس کے جواب اور اعتراض میں لکھی جا چکی ہیں۔

Presented by Ziaraat.Com

7۔ اللہ نے (بقول عبداللہ بھی) قریش کو خلافت حاصل کرنے کا اختیار دیا تھا۔

اب ہم خلافت کے سلسلے میں عبداللہ بن عباس کے پہلے اعتراض کو پھر سامنے لا کر اس کی تفصیل پیش کرتے ہیں۔عبداللہ نے عمر سے اجازت اور معافی طلب کر کے کہا تھا کہ ''اگر قریش نے اپنے لئے خلافت کا اس وقت انتخاب کیا ہوتا جب اللہ نے انہیں اختیار دیا تھا تو قریش پر خلافت لینے کا جرم عائد نہ ہوتا'' عبداللہ کے اس بیان پر علما خاموشی سے گزر گئے ہیں اور خاموش رہنے ہی میں خیریت سمجھی ہے۔مگر ہم کسی ایسی بات کو چھپی نہ رہنے دیں گے۔جس کا دین یا علی علیہ السلام سے تعلق ہو۔

(الف) نبیؐ کی سب سے پہلی دعوتِ عام اور سب سے پہلا حکم، خلافت و وزارت و اخوت اور اطاعتِ علیؑ مرتضیٰ پر۔

اللہ نے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ کو آخری مرتبہ حکم دیا کہ:

وَانۡذِرۡ عَشِیۡرَتَکَ الۡاَقۡرَبِیۡنَ O وَاخۡفِضۡ جَنَاحَکَ لِمَنِ اتَّبَعَکَ مِنَ الۡمُؤۡمِنِیۡنَ O فَاِنۡ عَصَوۡکَ فَقُلۡ اِنِّیۡ بَرِیۡٓءٌ مِّمَّا تَعۡمَلُوۡنَ Oوَتَوَکَّلۡ عَلَی الۡعَزِیۡزِ الرَّحِیۡمِOالَّذِیۡ یَرٰکَ حِیۡنَ تَقُوۡمُ Oوَتَقَلُّبَکَ فِی السّٰجِدِیۡنَ Oاِنَّهٗ هُوَ السَّمِیۡعُ الۡعَلِیۡمُO(شعرا 26/214-220)

''آپ اپنے قریب ترین سرپنچوں اور برادری والوں کو متنبہ کر دیں۔اور مومنین میں سے جو مومن آپؐ کی پیروی کریں ان کے لئے اپنے پروں (بازوؤں اور محبت) کو پھیلائے رکھیں اور اگر وہ بھی تمہاری نافرمانی کریں تو ان سے کہہ دیں کہ میں تمہارے اعمال اور ذمہ داریوں سے بری الذمہ ہوں۔اور ہر حال میں غالب رہنے والے رحیم پر بھروسہ رکھیں۔یعنی اس پر توکل رکھیں جو تمہیں تمہارے قیام کے دوران بھی دیکھتا رہتا ہے اور اس وقت بھی دیکھتا ہے جب تم سجدے بجالانے والوں میں انقلابی روح بیدار کرتے ہو اور یقیناً وہ سب کچھ سننے والا اور جاننے والا ہے''۔

(ب) پہلی عام دعوت کی اہمیت کو ہمیشہ کم کرنے یا بالکل غائب کرنے کی کوششیں جاری رہی ہیں۔

بہت سی حقیقتیں اپنی قوت سے باقی رہی ہیں اور بہت سی اس لئے برقرار رہی ہیں کہ ان کا ذکر قرآن میں موجود تھا۔چنانچہ پہلی دعوت چونکہ رسالت و امامت و خلافت و وزارت کی بنیاد ہے۔اس لئے قریشی حکومتوں اور علما نے اس دعوت کو مجبوراً برقرار تو رہنے دیا مگر وہ تمام حقائق غائب کرنے یا ہلکا کرنے کی پوری کوشش جاری رہتی چلی آئی ہے جو قریش کے کردار اور سازش کو برہنہ کرتے ہیں۔پہلی کوشش یہ رہی ہے کہ اس دعوت کے زمانہ کو پیچھے ہٹایا جائے چنانچہ اعلانِ نبوت سے تین سال بعد اس دعوت کا زمانہ مانا گیا ہے لیکن قریشی بیانات کا تضاد اس راز اور سازش کو کھول کر اس دعوت کو اعلانِ نبوت بنا دیتا ہے۔اور وہ اس طرح کہ قریشی علما نے یہ بتایا ہے کہ تین سال تک حضورؐ نے مخصوص اور اپنے قریب ترین صحبت میں رہنے والوں کو راز داری سے تبلیغ کی۔اس سلسلے میں علامہ شبلی نے تاریخوں کا نچوڑ یوں لکھا ہے کہ:۔

(ج) تین سال تک خفیہ اور قریب ترین لوگوں کو تبلیغ کرنے کے بعد دعوتِ عام۔

''نہایت تدبیر اور تدریج سے کام لینا پڑا۔سب سے پہلا مرحلہ یہ تھا کہ یہ پُر خطر راز پہلے کس کے سامنے پیش کیا جائے؟ اس غرض کے لئے صرف وہ لوگ انتخاب کئے جا سکتے تھے جو فیضیاب صحبت رہ چکے تھے جن کو آپ کے اخلاق و عادات کی ایک ایک حرکات وسکنات کا تجربہ ہو چکا تھا۔جو پچھلے تجربوں کی بنا پر آپؐ کے صدقِ دعویٰ کا قطعی فیصلہ کر سکتے تھے۔یہ لوگ حضرت خدیجہ، آپؐ کی حرم محترم تھیں۔حضرت علیؑ تھے

Presented by Ziaraat.Com

جو آپؐ کے آغوش تربیت میں پلے تھے۔زید تھے جو آپ کے آزاد کردہ غلام اور بندۂ خاص تھے‘‘۔(سیرۃ النبیؐ جلد اول صفحہ 205-206)

(د) دعوتِ عام والی آیت کے قریشی تراجم اس بیان کو باطل قرار دیتے ہیں۔

وَاَنذِرۡ عَشِیۡرَتَکَ الۡاَقۡرَبِیۡنَO(26/214)

خود شبلی کا ترجمہ: ’’اور اپنے نزدیک کے خاندان والوں کو خدا سے ڈرا‘‘(صفحہ 210)

مودودی ترجمہ: ’’اپنے قریب ترین رشتہ داروں کو ڈراؤ‘‘

قرآن سے اور اس آیت کے قریشی ترجمہ سے ثابت ہوا کہ ابھی تک کسی بھی قریب ترین رشتہ دار کو نہ ڈرایا گیا تھا نہ بقول شبلی، وہ پرخطر راز کھولا گیا تھا۔لہٰذا ہر وقت قریب رہنے اور صحبت سے فیضیاب ہونے والوں کو تبلیغ کئے جاچکنے والی تمام ہی باتیں حسب مصلحت خود گھڑی گئی ہیں۔ تاکہ دعوتِ عام کو پیچھے ہٹا دیا جائے۔

(ہ) بقول مودودی اللہ نے قریب ترین رشتہ داروں کو ڈرانے کا حکم دیا ہے مگر علامہ کہتے ہیں کہ:

’’پھر آپؐ نے صبح سویرے صفا کے سب سے اونچے مقام پر کھڑے ہو کر پکارا۔1۔اَے قریش کے لوگو۔2۔اَے بنی کعب بن لُوَیّ،3۔اَے بَنی مُرَّہ۔4۔اَے آل قُصَّی۔5۔اَے عبد مناف۔6۔اَے بنی عبد شمس۔7۔اَے بَنی ھاشم۔8۔اَے آل عبد المطلب (تفہیم القرآن جلد 3 صفحہ 542)

لہٰذا ثابت ہوا کہ ’’**قریب ترین رشتہ داروں**‘‘ کو ڈرانے کی بات اور ترجمہ غلط اور سازش کے ماتحت تیار کیا گیا تھا۔یعنی قریشی حکومتوں اور علما کی ہر بات خود ان ہی کی باتوں سے سازشی باتیں ثابت ہوتی چلی جاتی ہیں۔

(و) ڈرانے یا خبردار کرنے یا تنبیہ کرنے اور مطلع کرنے اور اطلاع دینے اور تبلیغ کرنے کو ایک ہی بات سمجھنا غلط ہے۔

ڈرایا ان کو جاتا ہے جو پہلے سے مطلع اور لاپرواہ ہوں، خبردار ان کو کیا جاتا ہے جو پہلے سے مطلع اور غافل ہوں، متنبہ ان کو کیا جاتا ہے جن کو بار بار بتایا جاچکا ہو۔لہٰذا ماننا پڑے گا کہ جن لوگوں کو یہ متنبہ کرنے والی دعوت دی جارہی ہے وہ حقیقت پر پہلے سے مطلع چلے آرہے ہوں اور اس حقیقت کو ماننے والے مومنین ہوں۔اسی لئے اگلی آیت میں فرمایا گیا ہے کہ: وَاخۡفِضۡ جَنَاحَکَ لِمَنِ اتَّبَعَکَ مِنَ الۡمُؤۡمِنِیۡنَ O ’’اور مومنین میں سے جو مومنین آپؐ کی پیروی کریں ان کے لئے اپنے پَروں (بازوؤں) کو عاجزانہ انداز میں پھیلائے رکھو‘‘۔

معلوم ہوا کہ تنذیر کی اس دعوت سے پہلے مومنین موجود تھے۔اور جنہیں یہ دعوت دی گئی ہے وہ یقیناً نہ صرف نبوت محمدؐیہ پر مطلع تھے بلکہ اسے مانتے بھی (مومن) تھے۔مگر عملاً پیروی نہ کرتے تھے۔انہیں متنبہ کیا گیا ہے کہ صرف ماننا کافی نہیں ہے بلکہ نبیؐ کی پیروی کرنا بھی لازم ہے اور جو پیروی کریں گے ان کے لئے نبوت کے تمام وسائل برسرکار آجائیں گے اور جو پیروی نہ کریں گے بلکہ نافرمانی کریں گے ان سے نبیؐ بری الذمہ ہوجائے گا (26/216) اور جن سے نبیؐ بری الذمہ ہوجاتا ہے ان کو عذاب خداوندی میں مبتلا ہونا اور دنیا سے نابود وجلاء وطن ہونا پڑا کرتا ہے۔(سورہ توبہ 9/1-3)

8۔ اللہ ہو یا رسولؐ، قرآن ہو یا اسلام، یا آغاز واختتامِ اسلام ہو، قریش نے ان کی تصویر اپنی ضرورتوں اور مصلحتوں کے ماتحت کھینچی ہے۔

1۔قریش نے کہا کہ رسولؐ نے اپنی عمر کے چالیسویں سال نبوت کا دعویٰ کیا۔2۔نبیؐ اور نبیؐ کے والدین اور تمام اہل مکہ وعرب

Presented by Ziaraat.Com

کافر تھے۔3۔قرآن سے قطعاً جاہل تھے۔4۔لکھنا پڑھنا بھی نہ آتا تھا۔5۔نبوت کے دوران بھی خطا اور لغزش سے دوچار ہوتے رہتے تھے۔ 6۔ماحولی دانشوروں سے کم عقل اور مشورے کے محتاج تھے۔7۔قرآن ایک اصولی اور محدود کتاب ہے۔وہ قیامت تک آنے والے انسانوں کی ضروریات وسوالات کو پورا نہیں کرسکتی۔وغیرہ وغیرہ۔مگران عقائد کا قرآن سے کوئی تعلق نہیں۔یہ سب قرآن کے مخالف ہیں۔لہٰذا قریشی تاریخ کی سچی بات کو بھی بلا سوچے سمجھے مان لینا خطرے سے خالی نہیں ہوتا۔اور قرآن کے متعلق تو ان کی بات پر اعتماد کرنا خود اللہ و رسولؐ کی مخالفت ہے (66-25/30-31,6/65) بہر حال محمد مصطفٰیؐ صلی اللہ علیہ وآلہ روز ازل سے رسول و نبی تھے اور ہر زمانہ میں اپنی نبوت ورسالت کے وہ فرائض انجام دیتے رہے جن کا حکم اللہ کی طرف سے ملتا رہا اور کوئی لمحہ ایسا نہیں گزرا جس میں آپ نے رسالت وامامت کی طرف سے غفلت برتی ہو یا بیکار رہے ہوں یہ دوسری بات ہے کہ وفاتِ رسولؐ کے بعد عنان حکومت قریش نے ظلماً سنبھال لی تھی (خطبہ 3) اور سات آٹھ سو سال تک سارے عرب وعجم کی لگام ان کے ہاتھ میں رہی لہٰذا دین کے نام پر جو کچھ آج ہمیں ملتا ہے وہ قریشی پالیسی کی چھلنی میں چھان کر ان ہی کے ہاتھوں ملتا ہے اور سب ناقابل اعتبار ہے۔

9۔ عبداللہ بن عباس کے بقول خلافت لینے کے لئے اللہ نے اسی دعوت میں قریش کو اختیار دیا تھا

اس دعوت کی بگاڑی ہوئی یا سنواری ہوئی تفصیلات قریشی تصنیفات میں بھری پڑی ہیں۔ہم اپنی زبان میں مختصر اور بنیادی باتیں اس دعوت سے متعلق یہاں لکھتے ہیں۔یہ سمجھ کر مطالعہ فرمائیں کہ ان میں سے کوئی بات غلط نہیں نکل سکتی۔

دعوت کی بنیادی باتیں۔

دعوت عام کا حکم (26/214) ملنے پر حضورؐ نے حضرت علی علیہ السلام کو دعوت کے انتظام پر تعینات کیا مکہ اور گردونواح مکہ سے تمام سربرآوردہ قبیلوں اور اقوام کے سرپنچ اور کرتا دھرتا لوگ جمع ہوئے جو ہزاروں کی تعداد میں تھے۔پہلے انہیں کھانا کھلایا گیا۔مورخین اور متعلقین نے تعجب کیا ہے کہ چند آدمیوں کا کھانا اور تھوڑا سا دودھ سب کے کھانے پینے کے بعد بھی ختم نہیں ہوا۔اس کے بعد حضورؐ نے ان سب کو بتایا کہ ایک اسلامی حکومت قائم کرنا ہے۔تم میں سے جو شخص میرا ہاتھ بٹانے اور میرا دست وبازو و بھائی بننے اور میری زندگی میں اور میرے بعد میرا وزیر و خلیفہ بننے کے لئے آمادہ ہو وہ آگے بڑھے؟ میں اُسے اس معزز مجمع کے سامنے اپنا بھائی بناؤں گا اپنے وزیر و خلیفہ کا منصب سونپوں گا۔یہ بیان ھکّا بکّا رہ کر سنا گیا،مگر حضرت علی علیہ السلام کے علاوہ کوئی آگے نہ بڑھا۔حضورؐ نے تین مرتبہ یہی دعوت دی۔مگر علیؑ کے سوا کوئی آگے بڑھتا ہوا نظر نہ آیا۔ حضورؐ نے حضرت علیؑ کو اپنے پاس بلایا اور ان کا تعارف کرایا یہ علیؑ بن ابیطالبؑ ہیں۔یہ میرے بھائی ہیں،وزیر ہیں اور زندگی اور موت میں میرے خلیفہ ہیں تم لوگ ان کی بات ادب اور غور سے سنو اور یہ جو حکم دیں اطاعت وتعمیل کرو'۔

10۔ یہ تھا وہ موقع جس کی طرف عبداللہ بن عباس نے متوجہ کیا تھا جسے قریش نے بے بنیاد سمجھ کر مذاق کیا اور جان بوجھ کر ضائع کر دیا۔

قریش نے اس اعلان و بیان کو ظاہری حالات پر جانچا تو دیکھا کہ کسی ایسی حکومت کے کوئی آثار نظر نہیں آرہے تھے۔جس میں واقعی ایک وزیر وخلیفہ کی ضرورت پڑے گی۔انہوں نے اسے ایک احمقانہ اور بے بنیاد تصور سمجھ کر ناپسند کیا اور اللہ نے ان کے اعمال اکارت کر دیئے (محمدؐ 9-47/8) اور ابولھب نے ابوطالب کو مخاطب کر کے کہا کہ لیجئے آج سے آپ اپنے بیٹے کی اطاعت کیا کیجئے۔اس کے بعد یہ مجمع منتشر ہو گیا یہ تھی قریش کی پہلی عاقلانہ مہلک ترین غلطی،جس نے آخر انہیں ساری زندگی عاقلانہ غلطیاں کرتے چلے جانے پر مجبور رکھا۔وہ بہت جلد یہ سمجھ گئے کہ

Presented by Ziaraat.Com

محمدؐ وعلیؑ ایک عظیم الشان حکومت کے مالک ہیں (نسا4/54) اور وہ واقعی یہاں بھی ایک کامیاب حکومت بنا کر رہیں گے۔ یہاں سے قریش نے حکومت وخلافت کو خاندان نبوت سے نکالنے کی کوششیں شروع کیں اور اس میں وہ کامیاب ہوئے اور حضرت علی علیہ السلام نے اپنے خطبات میں عموماً اور خطبہ 63 میں خصوصاً بیان فرمایا ہے کہ دوسرے فریق (علیؑ) نے اس یقین پر کہ قریش ہمارے ہاتھ سے نکل کر نہیں جاسکتے قریش کو تمام مواقع دیئے ان کا توڑ نہیں کیا اور انہیں یہاں سے وہاں تک کامیابی کا موقع دیا (خطبہ 63 جملے 6 تا 10) یہاں تک کہ خود عمر نے قریش کی کامیابی کا فخر کیا لیکن عبداللہ ابن عباس نے حسداً وظلماً کہہ کر عمر کے منہ میں ڈاٹ لگا دی اور یہ وہی بات تھی جو حضرت علیؑ نے فرمائی تھی (خطبہ 63 جملے 6 تا 10) اور عمر کو ان کے اور ان کی پوری قوم کے اعمال اکارت ہوچکنے کی خوشخبری سنا دی۔

یہاں یہ بھی نوٹ کرلیں کہ شبلی نے دوسرے مکالمہ کی نئی باتوں کے لکھنے میں خیانت کی ہے یعنی عبداللہ کا یہ بیان نہیں لکھا جو یہاں زیر قلم ہے۔ یعنی قریش کو خلافت حاصل کرنے کا موقع دیا گیا تھا۔اس وقت انہوں نے خلافت نہ لی پھر حسدً ا اور ظلمًا حاصل کی اور اپنے لئے جہنم واجب کرلیا۔

11۔ چند اور مقامات جہاں قریش نے خلافت مرتضوی کے حکم پر اپنی ناپسندیدگی کا اظہار کیا۔

ہم نے دورانِ گفتگو یہ عرض کیا تھا کہ حضرت علی علیہ السلام کی خلافت وحکومت کا قرآن میں بار بار ذکر ہوتا رہا ہے اور کیوں نہ ہوتا جب کہ اسلام کی دعوت اور تعلیم کی بنیاد ہی امامت وخلافت مرتضوی پر رکھی گئی ہے اور اس کے بغیر انسان کا کوئی نیک عمل قبول ہی نہیں ہوتا جب کہ تمام انبیاؑ ورسلؑ ولایت مرتضوی کے لئے اپنی اپنی امتوں کو تیار کرتے رہے۔

12۔ قریش نے جب خلافت نہ لینے کی غلطی محسوس کی اور اپنی غلطی کا تدارک شروع کیا تو اللہ نے قریشی کوششوں کو بھی قرآن میں بیان کردیا

اللہ نے فرمایا ہے کہ:

وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰی عَلَی اللّٰہِ الْکَذِبَ وَھُوَ یُدْعٰٓی اِلَی الْاِسْلَامِ وَاللّٰہُ لَا یَھْدِی الْقَوْمَ الظّٰلِمِیْنَ O یُرِیْدُوْنَ لِیُطْفِئُوْا نُوْرَ اللّٰہِ بِاَفْوَاھِھِمْ وَاللّٰہُ مُتِمُّ نُوْرِہٖ وَلَوْ کَرِہَ الْکٰفِرُوْنَ O ھُوَ الَّذِیْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَہٗ بِالْھُدٰی وَدِیْنِ الْحَقِّ لِیُظْھِرَہٗ عَلَی الدِّیْنِ کُلِّہٖ وَلَوْ کَرِہَ الْمُشْرِکُوْنَ O (سورہ الصف 9-61/7)

<u>ہمارا واقعات کے مطابق ترجمہ</u>: ''بھلا اُس قوم سے بڑھ کر ظلم کرنے والا اور کون ہوگا جو اللہ پر اپنی جھوٹی خلافت کی تہمت لگائے حالانکہ اُسے اسلام کی حقیقی خلافت کی طرف دعوت دی گئی؟ اور اللہ ایسی غلط کار قوم کو ہدایت نہیں دیا کرتا۔ یہ ساری قوم مل کر اپنی خودساختہ باتوں سے اللہ کے نورانی سلسلہ خلافت کو مٹا دینا چاہتی ہے اور اللہ اپنے نورانی سلسلے کو مکمل کر کے رہے گا خواہ یہ حقیقی خلافت کو چھپانے والوں کو ناپسند ہی کیوں نہ ہو۔ اللہ تو وہ ہستی ہے جس نے اپنے رسوؐل کو ہدایت اور دین حق کے ساتھ بھیجا ہے تاکہ اس رسوؐل کو دین کے ہر شعبہ پر غالب کردے خواہ جمہوری خلافت بنانے والوں (مشترک) کو ناپسند ہی کیوں نہ ہو''۔ (سورہ الصّف 9-61/7)

بارِدیگر حق کو چھپانے والوں اور جمہوری (مشرک) خلافت بنانے والوں کی کوشش۔

دوسرے مقام پر اللہ اسی حقیقت کو یوں بیان فرماتا ہے کہ:

یُرِیْدُوْنَ اَنْ یُّطْفِئُوْا نُوْرَ اللّٰہِ بِاَفْوَاھِھِمْ وَیَاْبَی اللّٰہُ اِلَّآ اَنْ یُّتِمَّ نُوْرَہٗ وَلَوْ کَرِہَ الْکٰفِرُوْنَ O ھُوَ الَّذِیْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَہٗ بِالْھُدٰی وَدِیْنِ الْحَقِّ لِیُظْھِرَہٗ عَلَی الدِّیْنِ کُلِّہٖ وَلَوْ کَرِہَ الْمُشْرِکُوْنَ O (سورہ توبہ 33-9/32)

Presented by Ziaraat.Com

''اللہ نظام شرکت کے تصورات سے پاک ومبّرہ ہے۔جمہوریت پسند مسلمان یہ منصوبہ رکھتے ہیں کہ اپنے جھوٹے پروپیگنڈے اور افسانوں سے نورانی سلسلے کومٹا دیں اوراللہ اپنے نورانی سلسلے کومکمل کئے بغیر باز آنے والانہیں ہے خواہ یہ بات حق پوشوں کوناگوار ہی کیوں نہ گزرے۔اللہ وہی ہستی ہے جس نے اپنے رسوؐل کو ہدایات اور دین حق کے ساتھ بھیجا ہے۔تاکہ اپنے رسوؐل کودین کے ہر ہر گوشہ پر غالب کردے اوراگرچہ غلبہ والی بات نظام جمہوریت کے دلدادگان کوناگوار ہی کیوں نہ گزرے''

(الف) **قریش ساز خلافت کے نورانی ہونے کا دعویٰ نہیں کیا گیا نہ ہی قریشی خلافتِ دین کے ہر پہلو پر غالب آسکی بلکہ مغلوب اور بھکاری بن گئی۔**

اِن آیات (9/31-33, 61/7-9) کی تفسیر میں علما کی کثرت نے جو کچھ لکھا ہے ایک بات سب نے لکھی ہے اور وہ یہ ہے کہ یہ ساری دنیا اور دنیا کے تمام نظام ومذاہب اسلام کے زیرنگین آجائیں گے اور علامہ مودودی نے سب سے زیادہ محتاط اور اثر انگیز الفاظ میں لکھا ہے کہ:

(ب) **علما اور مودودی کی نظر میں نور کی تکمیل اور اسلامی غلبہ کا تصور ملاحظہ ہو۔**

''۳۲ متن میں ''اَلدِّین'' کا لفظ استعمال ہوا ہے جس کا ترجمہ ہم نے ''جنس دین'' کیا ہے۔دین کا لفظ، جیسا کہ ہم پہلے بھی بیان کر چکے ہیں، عربی زبان میں اس نظامِ زندگی یا طریقِ زندگی کے لئے استعمال ہوتا ہے جس کے قائم کرنیوالے کوسند اور مطاع تسلیم کرکے اُس کا اتباع کیا جائے۔پس بعثتِ رسوؐل کی غرض اس آیت میں یہ بتائی گئی ہے کہ جس ہدایت اور دینِ حق کو وہ خدا کی طرف سے لایا ہے اُسے دین کی نوعیت رکھنے والے تمام طریقوں اور نظاموں پر غالب کردے۔دوسرے الفاظ میں رسوؐل کی بعثت کبھی اس غرض کے لئے نہیں ہوئی کہ جو نظام زندگی لے کر وہ آیا ہے وہ کسی دوسرے نظامِ زندگی کا تابع اور اس سے مغلوب بن کر اور اس کی دی ہوئی رعایتوں اور گنجائشوں میں سمٹ کر رہے۔بلکہ وہ بادشاہِ ارض وسما کا نمائندہ بن کر آتا ہے اور اپنے بادشاہ کے نظام حق کو غالب دیکھنا چاہتا ہے۔اگر کوئی دوسرا نظام زندگی دنیا میں رہے بھی تو اُسے خدائی نظام کی بخشی ہوئی گنجائشوں میں سمٹ کر رہنا چاہئے۔جیسا کہ جزیہ ادا کرنے کی صورت میں ذمیوں کا نظام زندگی رہتا ہے''(تفہیم القرآن جلد 2 صفحہ 190)

غور طلب حقیقت۔

گو تمام علمائے شیعہ وسنی کا اور مودودی کا یہ بیان اسلام کی حقیقت کا مخالف ہے۔پھر بھی یہ غور کرنے کی بات ہے کہ اسلام کو یا محمدؐ کو یا قریشی خلفا کو ایسا تسلط اور غلبہ حاصل نہیں ہوا۔لہٰذا نہ ابھی تک نور کی تکمیل ہوئی نہ اسلام کو غلبہ حاصل ہوا اور نہ آج یہ غلام مسلمان اور نہ ان غلام مسلمانوں کا نام نہاد اسلام اس قابل ہے کہ یہ دنیا کے تمام مذاہب اور اقوام پر کبھی غلبہ پاسکیں گے ان کے جدید اسلامی نظام خود بھیک پر پرورش پاکر گزارہ کر رہے ہیں اور تمام دنیاوی ضروریات کے لئے بے دینوں کمیونسٹوں، یہودیوں، نصاریٰ اور ہندوؤں کے سامنے بھکاری ہیں۔اُدھر اللہ نے نور کی تکمیل کا وعدہ کیا ہے۔نور کی تکمیل کے لئے نورانی سلسلہ ہونا ضروری ہے۔لہٰذا ثابت ہوگیا کہ قریشی حکمرانوں نے اللہ کے تمام بیانات کو جھوٹا ثابت کردیا ہے (6/66) وجہ ظاہر ہے کہ ایک خبیث اور اللہ کی وحی کو ناپسند کرنے والی قوم نے ظلم وجور سے نورانی سلسلے سے حکومت چھین لی اور اپنے ظلم وجور وخطاؤں کو چھپانے کے لئے مظالم کا ایک لامتناہی سلسلہ شروع کردیا جو بار بار پٹا مغلوب ہوا اور آخر تباہ وبرباد ہوگیا۔

Presented by Ziaraat.Com

(ج) وحی الٰہی ناپسند کرنے والی قوم کو خلافت الٰہیہ بھی ناپسند رہی ہے۔

اللہ کے فیصلوں اور احکام کو ناپسند کرنے والا ایک مستقل مومن فرقہ تھا قرآن سے سنئے:

کَمَآ اَخْرَجَکَ رَبُّکَ مِنْ بَیْتِکَ بِالْحَقِّ وَاِنَّ فَرِیْقًا مِّنَ الْمُؤْمِنِیْنَ لَکٰرِھُوْنَ O یُجَادِلُوْنَکَ فِی الْحَقِّ بَعْدَ مَا تَبَیَّنَ کَاَنَّمَا یُسَاقُوْنَ اِلَی الْمَوْتِ وَھُمْ یَنْظُرُوْنَ O وَاِذْ یَعِدُکُمُ اللّٰہُ اِحْدَی الطَّآئِفَتَیْنِ اَنَّھَا لَکُمْ وَتَوَدُّوْنَ اَنَّ غَیْرَ ذَاتِ الشَّوْکَۃِ تَکُوْنُ لَکُمْ وَیُرِیْدُ اللّٰہُ اَنْ یُّحِقَّ الْحَقَّ بِکَلِمٰتِہٖ وَیَقْطَعَ دَابِرَ الْکٰفِرِیْنَ O لِیُحِقَّ الْحَقَّ وَیُبْطِلَ الْبَاطِلَ وَلَوْ کَرِہَ الْمُجْرِمُوْنَ O (8/5-8)

''اب بھی وہ صورتِ حال ہے جیسا کہ اس وقت تھی جب کہ تیرا رب تجھے حق کے ساتھ تیرے گھر سے نکال لایا تھا اور مومنوں میں سے ایک فرقہ کو سخت ناپسند تھا۔ وہ اس حق کے بارے میں تجھ سے بحث اور جھگڑا اور تُو تڑاق کر رہے تھے جو ان پر واضح ہو چکا تھا۔ گویا کہ وہ موت کے منہ میں دیکھتے بھالتے جھونکتے جا رہے ہیں۔ اور وہ وقت بھی یاد کرو جب اللہ نے تمہیں یہ وعدہ دیا تھا کہ دشمنوں کے دونوں گروہوں میں سے ایک گروہ تم کو ضرور ملے گا۔ مگر تمہیں اللہ کے وعدہ کے خلاف یہ پسند تھا کہ تمہیں دشمن کے کمزور گروہ سے لڑنا پڑے۔ اور اللہ کا ارادہ تمہارے ارادہ کے خلاف یہ تھا کہ اپنے کلمات کے ذریعہ سے حق کو حق کر دکھائے اور حق کو چھپانے والوں کی جڑ کاٹ کر رکھ دے۔ تاکہ حق حق ہو کر رہے اور باطل باطل ثابت ہو کر رہ جائے خواہ مجرم گروہ کو ناپسند ہی کیوں نہ ہو''۔

(د) حق کو ناپسند کرنے والی قوم قریش نے حقِ مجسمؑ کو ضرور ناپسند کرنا تھا۔

اور سنئے کہ قریش کا تو کام ہی فتنہ انگیزی اور تفرقہ پردازی تھا۔ قرآن کہتا ہے کہ:۔

لَوْ خَرَجُوْا فِیْکُمْ مَّا زَادُوْکُمْ اِلَّا خَبَالًا وَّلَاَاوْضَعُوْا خِلٰلَکُمْ یَبْغُوْنَکُمُ الْفِتْنَۃَ وَفِیْکُمْ سَمّٰعُوْنَ لَھُمْ وَاللّٰہُ عَلِیْمٌ بِالظّٰلِمِیْنَ O لَقَدِ ابْتَغَوُا الْفِتْنَۃَ مِنْ قَبْلُ وَقَلَّبُوْا لَکَ الْاُمُوْرَ حَتّٰی جَآءَ الْحَقُّ وَظَھَرَ اَمْرُ اللّٰہِ وَھُمْ کٰرِھُوْنَ O (توبہ 9/47-48)

''اگر وہ تمہارے ساتھ جنگ کے لئے نکلتے تو تمہارے اندر خرابی کے سوا کسی چیز کا اضافہ نہ کرتے۔ وہ تمہارے اندر فتنہ پھیلانے کے لئے دوڑ دھوپ کرتے۔ اور تمہارے مسلمان گروہ کا حال یہ ہے کہ اس میں بہت سے ایسے مسلمان ہیں جو ان کی باتوں پر کان دھرتے ہیں اور غلط کاروں کو اللہ جانتا ہے اس سے پہلے بھی ان لوگوں نے فتنہ پھیلانے کی کوشش کی تھی اور تمہیں ناکام کرنے کے لئے یہ لوگ ہر طرح کی انقلاب انگیز تدبیریں کرتے رہے ہیں۔ یہاں تک کہ ان کی کوششوں کے باوجود حق آ گیا اور اللہ کا فیصلہ ظاہر ہو کر رہا اور وہ ناپسند کرتے رہ گئے'' (توبہ 9/47-48)

ہم نے عرض کیا ہے کہ جہاں قریش کی ناپسندیدگی پر آیات آئی ہیں وہاں ہر جگہ خلافت اور مرتضوی حق کا تذکرہ کیا گیا ہے۔ اس سلسلے میں دو مقامات خود اپنے قرآنوں میں پڑھ لیں تو قریش کی حق سے کراہت زیادہ واضح ہو جائے گی (سورہ مومنون 23/64-71 اور سورہ زخرف 43/78)

13۔ قریش کے اولین لوگوں نے حضرت علیؑ کی دائمی مخالفت پر مسلسل آگے بڑھتے رہنے والا معاہدہ کیا تھا۔

ہم نے گزشتہ صفحات میں سورہ محمدؐ آیات (47/25-28) کی تفسیر حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی زبانی پیش کی ہے وہاں امام علیہ السلام نے چھبیسویں آیت (ذٰلِکَ بِاَنَّھُمْ قَالُوْا لِلَّذِیْنَ کَرِھُوْا مَا نَزَّلَ اللّٰہُ سَنُطِیْعُکُمْ فِیْ بَعْضِ الْاَمْرِ وَاللّٰہُ یَعْلَمُ اِسْرَارَھُمْ O) پر یہ فرمایا ہے

Presented by Ziaraat.Com

کہ ابوبکر وعمر نے بنی امیہ کو اپنے اس معاہدہ میں شامل کیا تھا۔ اور یقیناً اس وقت بنی امیہ کا سرگروہ ابوسفیان تھا جو حضرت علی علیہ السلام سے مایوس ہو کر ابوبکر وعمر کا مددگار ومعاون بن گیا تھا اور اپنے بڑے بیٹے یزید بن ابوسفیان کو فیلڈ مارشل کے اختیارات اور حقوق دلوا کر ان لوگوں کو کچلنے کی ذمہ داری اسے سپرد کرادی تھی جو ابوبکر کی مخالفت میں اٹھنے والے تھے۔ چنانچہ یزید اور معاویہ دونوں نے دمشق کو اپنا صدر مقام قرار دے کر ملک شام کا چارج سنبھال لیا تھا اور جنگی پالیسیاں بنانے اور افواج جمع کرنے اور میدان جنگ میں بھیجنے کا کام بھی سنبھال لیا تھا۔ یہ یزید ومعاویہ اور ابوسفیان ہی کی پالیسی تھی کہ صحابہ رسولؐ کو مدینہ میں نظر بند رکھا جائے۔ انہیں جنگ پر جانے کی اجازت بھی نہ دی جائے اور جوان اور نئے لوگوں کو فوج میں بھرتی کیا جائے نئے لوگ فوجی سردار بنائے جائیں الّا یہ کہ دشمنانِ مرتضوی کو بلاتفریق ہر عہدہ اور مرتبہ دیا جائے۔ بہرحال بنی امیہ نے ابوبکر وعمر کی حکومتوں کے استحکام میں جان ومال ودین وایمان کی بازی لگا دی۔ ثلاثہ اینڈ کمپنی نے بھی بنی امیہ کو مضبوط ومستغنی کرنے میں کوئی کسر نہ چھوڑی۔ ہر سیاسی امکان کو مدنظر رکھا اور رفتہ رفتہ بنی امیہ ہی خم ٹھوک کر حضرت علی علیہ السلام کے سامنے آ گئے۔ اور اپنے معاہدہ کو خوب ہی نبھایا۔ چنانچہ حضورؐ نے فرمایا کہ: حَاوَلَ الْقَوْمُ اِطْفَاءَ نُوْرِ اللّٰهِ مِنْ مِّصْبَاحِهٖ ؛

جس طرح قریش کے اوّلین لیڈروں نے کوشش کی بالکل اسی طرح آج بھی قریشی قوم اللہ کے نور کو اس کے چراغ میں بجھانے کے درپے ہے۔

اور یہ کہ: <u>نورِ خداوندی کے فوّارہ کو اُس کے چشمے ہی سے بند کر دینا چاہتی ہے۔</u>

وَسَدَّ فَوَّارِهٖ مِنْ يَنْبُوْعِهٖ ؛ (خطبہ 63 جملے 15 تا 16)

اور معاویہ ابن ابوسفیان کی کارکردگی اور مکروفریب پر پوری توجہ مبذول کرانے کے لئے اسدی جوان سے فرمایا تھا کہ:

''تم اپنے دماغ سے اُس لوٹ مار اور قتل وغارت کے ہنگامہ کو دُور کر دو جس کا شوروغل گھر گھر مچا ہوا ہے۔ اور جس کے لئے ہم سے خلافت چھینی گئی تھی۔ اب تو تُو معاویہ ابن ابی سفیان کے پھیلائے ہوئے اِس جال کی بات کر جس کو توڑنے کے لئے جنگ صفین لڑی جا رہی ہے (خطبہ 63 جملے 11 تا 12)

خطبہ کے آخر میں اپنی اُس بے چینی کا ذکر فرمایا ہے جو نوع انسان کی بھلائی اور ہدایت کاری کے لئے موجزن رہتی تھی۔ اور آپ اُن حالات میں بھی چاہتے تھے کہ کسی طرح آپس کی غلط فہمیاں اور دشمنی دُور ہو جائیں اور حالات شریفانہ اور امن وامان کے پیدا ہو جائیں۔ تاکہ آپ قریش ایسی نابکار وملعون قوم کو راہِ راست کی تعلیم دے کر جہنم سے بچا سکیں۔ لیکن آخر آیت پڑھ کر اللہ کی طرف سے دی ہوئی تسلی کو رسوؐل اللہ کی طرح صبر کر لیا۔ (فاطر 35/8) اُس حد سے آگے نہ بڑھے جہاں سے جان کا زیان ہوتا ہے۔

Presented by Ziaraat.Com

مفتی جعفرحسین: خطبہ نمبر:119

علی نقی طہرانی : خطبہ نمبر: 120

خُطبه ﴿64﴾

خطبہ کا پس منظر یہ تھا کہ: دوبارہ ملکِ شام پر حملہ کا حکم دیئے جانے پر لوگ طرح طرح کے حیلے بہانے تیار کرتے اور حضوؐر کو بحثوں میں الجھاتے رہتے تھے اسی سلسلہ میں بھرے مجمع میں سوال کیا گیا کہ پہلے آپ نے ہمیں تحکیم قبول کرنے سے روکا تھا۔ پھر اسے قبول کرنے کا حکم دے دیا تھا۔ ان دونوں باتوں میں سے کون سی صحیح ہے؟2۔ حضرت علی علیہ السلام نے جواب میں خطبہ ارشاد فرمایا اور بتایا کہ تمہاری حیرانی اور خسارہ نتیجہ اور سزا ہے اس بات کی کہ تم نے میرا حکم نہ مانا اور مجھے تحکیم کے قبول کرنے پر قوت وغلبہ اور بغاوت وقتل کی دھمکیوں سے مجبور کیا تھا۔ 3۔ حقیقی مومنین کی صفات وکارنامے بیان فرمائے ہیں جو علیؑ کے مخاطبین اور سائلین میں موجود نہ تھیں۔ صحابہ وساتھی اور مومنین کہلانے والوں سے شکوہ فرمایا اور اُن کی بے دردی وبے دینی اُن کے سامنے رکھی ہے۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

هٰذَا جَزَآءُ مَنۡ تَرَکَ الۡعُقۡدَةَ ؛؛	1	یہ حیرت اور سرگردانی سزا ہے ان لوگوں کی جو دوراندیشی چھوڑ کر تمام پابندیوں سے آزاد ہو جائیں۔
اَمَا وَاللّٰهِ لَوۡاَنِّیۡ حِیۡنَ اَمَرۡتُکُمۡ بِمَااَمَرۡتُکُمۡ بِهٖ حَمَلۡتُکُمۡ عَلَی الۡمَکۡرُوۡهِ الَّذِیۡ یَجۡعَلُ اللّٰهُ فِیۡهِ خَیۡرًا ؛	2	سنو جب میں نے تمہیں حکم دیا تھا اور جو کچھ کرنے کا حکم دیا تھا اگر تم نے بغاوت اور جبر نہ کیا ہوتا تو میں تمہیں تمہاری ناپسندیدہ جنگ پر برقرار رکھتا جس میں اللہ نے تمہارے لئے بہتری رکھی تھی۔
فَاِنِ اسۡتَقَمۡتُمۡ هَدَیۡتُکُمۡ ؛	3	اگر تم تعمیل حکم پر برقرار رہ کر جنگ جاری رکھتے تو میں تمہاری کامیابی کی طرف تمہاری راہنمائی جاری رکھتا۔
وَاِنِ اعۡوَجَجۡتُمۡ قَوَّمۡتُکُمۡ ؛	4	اور اگر جنگ میں کجی سے دوچار ہو جاتے تو تمہیں صحیح طریقہ پر قائم کر دیتا۔
وَاِنۡ اَبَیۡتُمۡ تَدَارَکۡتُکُمۡ ؛	5	اگر تم نے سرکشی اختیار کی ہوتی تو تمہارا تدارک کر دیتا۔
لَکَانَتِ الۡوُثۡقٰی ؛	6	بہر حال جنگ جاری رکھنے اور اس پر برقرار رہنے کا رویہ صحیح تھا۔
وَلٰکِنۡ بِمَنۡ ؟	7	لیکن سوال یہ ہے کہ جنگ کس کی طاقت پر جاری رکھی جاتی؟
وَاِلٰی مَنۡ ؟	8	اور کس کے بھروسہ پر اور کس کے لئے جاری رکھتا؟ (جبکہ تم باغی ہو گئے)
اُرِیۡدُ اَنۡ اُدَاوِیَ بِکُمۡ وَاَنۡتُمۡ دَآئِیۡ ؛	9	میں یہ ارادہ کرتا تھا اور کرتا ہوں کہ تم سے اپنا مداوی کروں لیکن تم ہی تو میری

Presented by Ziaraat.Com

		بیماری بن گئے ہو۔
كَـنَـاقِـشِ الشَّـوْكَةِ بِـالشَّـوْكَة وَهُوَيَعْلَمُ اَنَّ ضَلْعَهَا مَعَهَا ؛	10	اسی طرح جیسے کوئی چبھے ہوئے کانٹے کو کانٹے ہی سے نکالتا ہے اور وہ جانتا ہے کہ کانٹا کانٹے ہی کی طرف جھکے گا۔ یعنی دکھ اور بڑھے گا۔
اَللّٰهُمَّ قَدْمَلَّتْ اَطِبَّآءُ هٰذَاالدَّآءُ الدَّوِيّ ؛	11	یقیناً اے اللہ اس بیماری کے علاج سے طبیب لوگ تھک چکے ہیں۔
وَكَلَّتِ النَّزَعَةُ بِاَشْطَانِ الرَّكِيِّ ؛	12	اور اس کنویں سے پانی حاصل کرنے والے رسیاں کھینچتے کھینچتے تنگ آچکے ہیں۔
اَيْنَ الْقَوْمُ الَّذِيْنَ دُعُوْا اِلَى الْاِسْلَامِ فَقَبِلُوْهُ ؛	13	کہاں گئے اُس قوم کے لوگ کہ جب انہیں اسلام کی دعوت دی گئی تو انہوں نے دل وجان سے اسلام کو قبول کرلیا تھا؟
وَقَرَأُوْ الْقُرْآنَ فَاَحْكَمُوْهُ؛	14	جب انہوں نے قرآن کی تلاوت کی اور اس کے احکام دیکھے تو عمل کے لئے انہیں گرہ میں باندھ لیا۔
وَهُيِّجُوْا اِلَى الْجِهَادِ فَوَلِهُوْاوَلَهَ اللِّقَاحِ اِلٰى اَوْلَادِهَا ؛	15	اور جب جہاد کے لئے آمادہ کئے گئے تو جہاد میں قربانی دینے پر ایسے فریفتہ ہوئے جیسے اونٹنی اپنے بچہ کی طرف دوڑتی ہے۔
وَسَلَبُوا السُّيُوْفَ اَغْمَادَهَا ؛	16	اور تلواروں کو میان سے محروم کر کے رکھ دیا۔
وَاَخَذُوْا بِاَطْرَافِ الْاَرْضِ زَحْفًا زَحْفًا وَّصَفًّا صَفًّا؛	17	اور زمین پر گروہ در گروہ اور صف در صف لڑنے کے لئے پھیل گئے۔ (یہ ساری امتوں کے حقیقی مومنین کی بات ہو رہی ہے)
بَعْضٌ هَلَكَ وَبَعْضٌ نَجَا ؛	18	اُن میں سے بعض جہاد میں شہید ہوئے اور بعض موت سے بچ گئے۔
لَايُبَشَّرُوْنَ بِالْاَحْيَآءِ ؛	19	زندہ رہ جانے والے زندگی پر شادمان نہیں ہوتے ہیں۔
وَلَا يُعَزَّوْنَ عَنِ الْمَوْتٰى ؛	20	اور اللہ کی راہ میں شہید ہونے والے تعزیت سے خوش نہیں ہوتے۔
مُرْهُ الْعُيُوْنِ مِنَ الْبُكَآءِ ؛	21	ان کی آنکھیں خوف خدا سے روتے روتے سفید ہو جاتی تھیں۔
خُمُصُ الْبُطُوْنِ مِنَ الصِّيَامِ ؛	22	روزے رکھنے سے ان کے پیٹ کمر سے لگے رہتے تھے۔
ذُبُلُ الشِّفَاهِ مِنَ الدُّعَآءِ ؛	23	دعائیں مانگتے مانگتے ان کے ہونٹ خشک ہو جاتے تھے۔
صُفْرُالْاَلْوَانِ مِنَ السَّهَرِ ؛	24	عبادت کی شب بیداریوں سے ان کے رنگ پیلے پڑ جاتے تھے۔
عَلٰى وُجُوْهِهِمْ غَبْرَةُ الْخَاشِعِيْنَ ؛	25	ان کے چہروں سے عاجزی اور درماندگی ٹپکی پڑتی تھی۔
اُولٰٓئِكَ اِخْوَانِي الذَّاهِبُوْنَ ؛	26	یہ ہی میرے حقیقی دینی بھائی تھے جو ہم سے جدا ہو گئے۔

Presented by Ziaraat.Com

فَحقَّ لَنَا اَنْ نَّظْمَاَ اِلَيْهِمْ ؛	27	ہمیں ان کے دیدار کی پیاس لگی رہنا لازم ہے۔
وَنَعضَّ الْاَيْدِىَ عَلٰى فِرَاقِهِمْ ؛	28	اوران کی جدائی میں اپنے ہاتھ چبانا جائز ہے۔
اِنَّ الشَّيْطَانَ يُسَنِّى لَكُمْ طُرُقَهٗ ؛	29	اور تمہارے لئے تو شیطان نے اپنے تمام طریقوں کو قانون بنا کر چھوڑ دیا ہے
وَيُرِيْدُ اَنْ يَّحُلَّ دِيْنَكُمْ عُقْدَةً عُقْدَةً ؛	30	اور شیطان نے ارادہ کر رکھا ہے کہ تمہارے دین کی ہر گرہ اور ہر پابندی کو کھول کر رکھ دے۔
وَيُعْطِيَكُمْ بِالْجَمَاعَةِ الْفُرْقَةَ ؛	31	اور تمہیں جماعت کے بجائے تفرقہ اور انتشار عطا کر دے۔
وَبِالْفُرْقَةِ الْفِتْنَةَ ؛	32	اور تفرقہ وانتشار سے تمہیں فتنوں میں مبتلا کر دے۔
فَاصْدِفُوْا عَنْ نَّزَغَاتِهٖ وَنَفَثَاتِهٖ ؛	33	لہٰذا تم اس کی وسوسہ اندازیوں اور فسوں سازیوں سے بچ کر رہو۔
وَاقْبَلُوا النَّصِيْحَةَ مِمَّنْ اَهْدَاهَا اِلَيْكُمْ ؛	34	اور جو کوئی تمہیں نصیحت کا ہدیہ پیش کرے اسے قبول کر کے اس پر عمل کیا کرو۔
وَعَقِلُوْهَا عَلٰى اَنْفُسِكُمْ ؛	35	اور اس نصیحت کو اپنے اوپر عقلمندی سے موزوں کر لیا کرو۔

نوٹ یہ کبھی نہ بھولئے کہ حضرت علی علیہ السلام کو خلافت سے الگ کرنے کا ساز وسامان پہلے ہی دن سے شروع کر دیا گیا تھا۔ چنانچہ قریش اور طرفدارانِ قریش نے اسی طرح خود کو دو حصوں میں تقسیم کر لیا تھا جس طرح عہد رسولؐ میں کیا تھا۔ ایک حصّہ حضرت علیؑ کے خیر خواہوں کی صورت میں انہیں گھیرے رہا دوسرا حصّہ تصادم اور فتنہ انگیزی پر مامور رہا۔ یہ مذمت فریق اول کی کی گئی ہے۔

تشریحات:

قارئین کے سامنے سے جنگ صفین کے حالات اور تشریحات تفصیل سے گزر چکے اور وہ خطبات بھی سامنے آچکے جو خارجیوں کے حالات پر مشتمل تھے۔ درحقیقت ہمیں اس خطبے کو بھی جنگ صفین کے بعد تحکیم کے سلسلے میں شامل کرنا چاہیئے تھا چونکہ اس میں بھی صلح اور تحکیم ہی کے متعلق سوال اور وجواب ہے۔ لیکن ہم سے یہ خطبہ چھوٹ گیا۔ ہم نے سابقہ مترجمین کی تیار کردہ فہرستوں سے اُن خطبات کا انتخاب کیا تھا جنہیں مسلسل لکھ کر صفین و تحکیم کو مکمل کر کے آگے بڑھنا تھا۔ لیکن نہج البلاغہ کی قدیم ترتیب اور فہرستیں اس قدر ناقص اور احمقانہ ہیں کہ تلاش کے باوجود ہم سے یہ خطبہ رہ گیا اور ہم بھی احمق بن کر رہ گئے۔ اور ہم یہ دیکھ رہے ہیں کہ اس خطبہ میں ایک جملہ بھی ایسا نہیں ہے جس کی تشریح سلسلے کے خطبات میں نہ ہو چکی ہو۔ البتہ حضور علیہ السلام کا انداز بیان ہمیشہ ہی نرالا ہوتا ہے۔

2۔ سوال کرنے والا شخص عقیدت وارادت واطاعت اور وفا سے خالی اور بغض وعناد وسرکشی اور غداری سے آراستہ اور جاہل ہے

قارئین اگر نہیں جانتے تو اس خطبے سے بھی معلوم کر سکتے ہیں کہ جنگ صفین میں مرتضویؑ فوج کے لوگ دو گروہوں میں تقسیم ہو گئے تھے فوج کی کثرت نافرمانی پر متفق ہو گئی تھی اور ایک چھوٹا سا گروہ وفاداروں اور فداکاروں کا تھا جو حضرت علی علیہ السلام کے ایک اشارہ پر لڑ کر مر جانے کو تیار اور حکم کا منتظر تھا۔ نافرمانوں نے جنگ بند کر دی تھی اور اُن کے سرگروہ لوگوں نے تلواریں کھینچ کر حضرتؑ کو گھیر لیا تھا اور مالک اشتر رضی اللہ عنہ کو جنگ سے واپس بلانے کے لئے حضورؑ کو مجبور کر دیا تھا۔ اور گرفتار کر کے قتل کر دینے یا معاویہ کے حوالے کر دینے کی دھمکی دی تھی۔ چنانچہ آپؑ نے

Presented by Ziaraat.Com

مالک اشتر کو جنگ روک کر واپس بلالیا تھا۔اگر یہ سائل اس فوج میں تھا تو اُسے معلوم ہونا چاہیئے تھا کہ پہلا حکم جبر وظلم سے تبدیل کرنا پڑا تھا اور دوسرا حکم بھی تلواروں کی چھاؤں میں جبراً دلوایا گیا تھا۔یعنی جبر اور برھنہ تلواروں اور باغیوں کا تقاضا نہ ہوتا تو جنگ جاری رکھنا لازم تھا اور صلح وتحکیم باطل تھی۔پہلا حکم صحیح اور واجب ہوتے ہوئے،خود کو اور چند بہادروں کی زندگیوں کو بچانے کے لئے ملتوی کرنا پڑا۔یہ التوا بھی صحیح اور واجب تھا۔فوج باغی ہے لہٰذا جنگ کا جاری رکھنا ممکن ہی نہیں اسی لئے فرمایا ہے کہ ’’بہر حال جنگ جاری رکھنے اور اس پر برقرار رکھنے کا رویہ صحیح تھا لیکن جنگ کون کرتا؟ اور کس کی طاقت پر جاری رکھتا؟ اور جنگ کس کے بھروسہ پر اور کس کے لئے جاری رکھتا؟ (خطبہ 64 جملے 6 تا 8) اور برھنہ تلواریں برابر اُس وقت تک کھنچی رہیں جب تک تحکیم کی ساری کارروائی مکمل نہ کرائی گئی۔لہٰذ دوسرا حکم بھی صحیح اور واجب تھا پہلا حکم آزادی کی صورت میں صحیح اور واجب تھا۔دوسرا حکم مجبوری کی صورت میں صحیح اور واجب تھا۔سائل نے میدان جنگ میں یا جنگ بند ہونے کے بعد فوراً سوال نہیں کیا ورنہ اُسے شرمندہ وذلیل ولا جواب ہونا پڑتا۔وہ دشمنی اور عناد کی بنا پر دل میں بغض رکھتا چلا گیا اور سوال ایسے ماحول میں کررہا ہے جب اُس کے خیال میں کوئی صورتِ واقعہ سے آگاہ نہیں ہے اور ہر وہ شخص جو سوال سنے گا۔تضاد کی بنا پر حضورؑ پر غلط کاری کا الزام لگادے گا۔اسی لئے اُسے اور اس کے گروہ کے لوگوں سے فرمایا ہے کہ:’’اور تمہارے لئے تو شیطان نے اپنے تمام طریقوں کو سنت یا قانون بنا کر رکھ دیا ہے۔اور شیطان نے یہ ارادہ کررکھا ہے کہ تمہارے دین کی ہر گرہ اور ہر پابندی کو رفتہ رفتہ تمہارے ہی ہاتھوں سے کھول کر رکھ دے۔اور یہ کہ تمہیں مل کر جماعت میں رہنے کی بجائے تفرقہ اور انتشار میں مبتلا کردے۔اور تفرقہ پیدا کر کے تمہیں فتنوں میں لگادے۔چنانچہ تم اُس کی وسوسہ اندازیوں اور فسوں سازیوں سے بچ کر رہو۔اور جو بھی تمہیں نصیحتوں کا ہدیہ پیش کرے اُسے قبول کر کے اس پر عمل پیرا ہو جاؤ۔اور اس نصیحت کو اپنی عقل سے پرکھ کر دیکھو اور اپنے او پر موزوں کر لیا کرو۔(خطبہ 64، جملے 29 تا 35)

یعنی حضرت علی علیہ السلام اُس کے سوال سے یہ سمجھ گئے کہ یہ فداکاروں اور اطاعت شعاروں اور عقیدتمندوں میں سے نہیں ہے دل میں بغض رکھے ہوئے ہے۔سوال کو اس طرح ترتیب دیا ہے کہ سننے والوں میں بھی حضورؑ سے دشمنی پیدا کر کے تفرقہ پردازی میں مدد حاصل کرے۔اسی قسم کے لوگ تھے جن لوگوں نے خارجی تحریک پیدا کی تھی لہٰذا اسے اور اُس کی قسم کے لوگوں کو ابلیس کا آلہ کار سمجھا اور آخر میں نصیحت کرتے ہوئے فرقہ واریت سے بچنے کی تاکید ہے۔یعنی خارجی کیمپ میں جانے والوں کے لئے پیشین گوئی فرمادی ہے۔پھر اُسے حقیقی مومنین کی صفات اور عادات وعلامات اور کردار پر مطلع کیا ہے۔(خطبہ 64، جملے 13 تا 28)

3۔ اگر فوج علی الاعلان بغاوت نہ کردیتی تو فوج کے کمزور خیال لوگوں کو سنبھالنا

حضورؑ نے خطبہ کے جملہ نمبر دو تا پانچ میں وہ صورت حال بیان فرمائی ہے کہ اگر فوج نے حکم مانتے رہنا طے کیا ہوتا اور حکم کے مطابق جنگ جاری رکھی ہوتی تو گو جنگ ناگوار و ناپسندیدہ تھی تب بھی بہتری جنگ جاری رکھنے ہی میں اللہ کو خیر منظور تھی اور اُس صورت میں اگر کوئی کمزور خیال وعقیدہ کا آدمی کسی قسم کی کمزوری دکھاتا تو میں اُسے سنبھال سکتا تھا۔اور اگر کوئی انفرادی سرکشی بھی کرتا تو اس کا تدارک آسان ہوتا۔مگر تم نے تو یک سر بغاوت کردی تھی ایسی صورت میں نہ ہدایت کاری کی ضرورت باقی رہ گئی تھی نہ تدارک کا موقع تھا۔مثلاً کمزوری دکھانے والوں کو پچھلی صف میں لا یا جاسکتا تھا اور سرکشی کرنے والوں کو گرفتار کیا جاسکتا تھا۔مگر وہاں تو فوج خود حضورؑ کو گرفتار وقتل کرنے پر مستعد ہوگئی تھی۔

Presented by Ziaraat.Com

4۔ حضورؐ نے قریش کے اس دوست محاذ کی صورت حال بیان فرمائی جو صحابہ بن کر ساتھ تھے

آپؐ نے جملہ 9 تا 12 میں اُن صحابہ اور ہمدرد دوست کہلانے والوں کا شکوہ کیا ہے جو اُسی طرح روز اول سے ساتھ چپکے چلے آرہے تھے جس طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ روز اول سے قریشی مرکز نے اپنے چند ماہرین مذہبیات وسیاسیات لگا دیئے تھے جو یارانِ محمدؐ بن کر آپ کو گھیرے رہے۔انہوں نے اپنی بیٹیاں تک حضورؐ سے ہم بستر کر دی تھیں تا کہ دن رات آپ کے افعال واعمال کی نگرانی کی جا سکے۔یہی کچھ حضرت علی علیہ السلام کے ساتھ ہوا تھا۔اسی محاذ کے افراد سے فرمایا ہے کہ:

''میں تو یہ چاہتا رہا ہوں کہ تم لوگ میری تکلیفوں اور مشکلات میں کام آؤ گے لیکن تم تو خود ہی میری تکلیف اور دقتیں بن گئے ہو۔یہ تو ایسا ہی ہے جیسے کوئی بیماری سے بیماری کا علاج کرنا چاہے، جیسے کوئی کانٹے کو کانٹا گھسا کر جسم سے نکالے۔میں نے انہیں اپنی صحبت سے نکالے بغیر چاہا کہ اُن کے ساتھ جمی ہوئی بیماریوں کا علاج کرلوں مگر حکمت کا ہر طریقہ ناکام ہو کر رہ گیا۔اوران لوگوں سے کسی طرح کوئی استفادہ کی صورت نہ نکلی۔یعنی سیدھی انگلیوں سے مکھن نہ نکلا اور میں نے اونگلیوں کو ٹیڑھا نہ کیا۔مگر میں اُن لوگوں کو جانتا ہوں کہ صرف اس لئے ساتھ لگے ہوئے ہیں کہ میرے دشمنوں کو کامیاب کریں اور جہاں تک ہو سکے میری ناکامیوں میں اضافہ کرتے رہیں''۔پھر حقیقی مومنین کا تفصیلی ذکر فرما کر انہیں اپنا بھائی فرمایا ہے یعنی وہ صحابہ جو ہر وقت ساتھ لگے رہتے تھے اُن کو دینی اخوت سے خارج کر دیا ہے اور اُن کی بے دینی پر مہر تصدیق لگا دی ہے۔

5۔ حضورؐ کے مخصوصین اور عوام کو الگ کر کے قریشی صحابہ کا حال دیکھیں۔

قریشی صحابہ اور مرتضوی یاروں کی بڑی حق تلفی ہوگی اگر ہم حضورؐ کے اُن دینی بھائیوں کی صفات کو الٹ کر پیش کئے بغیر گزر جائیں جن کی یاد میں آپؐ اپنے ہاتھ چبانا پسند کرتے تھے اور جن کے دیدار کے پیاسے تھے۔آپ اپنے اُن نام نہاد صحابہ کو اس لئے مستقل بیماری فرماتے تھے کہ وہ:

1۔قرآن کو برائے نام پڑھتے تھے اس پر ہرگز اُن کا عمل نہ تھا اس لئے کہ،

2۔انہوں نے اسلام قبول ہی نہ کیا تھا۔

3۔اُن کو قرآن اور رسولؐ سے رغبت دلائی، طنز کئے مگر وہ کبھی جہاد کے لئے بے چین نہ ہوئے۔

4۔جہاد کا نام سن کر بقول قرآن اُن پر مردنی چھا جاتی تھی۔

5۔انہیں میان سے تلوار نکالتے ہوئے بخار چڑھ جاتا تھا اور

6۔رسولؐ کو کافروں کے نرغہ میں چھوڑ کر فرار کر جاتے تھے۔(3/153,154)(آل عمران)

7۔یہ قریشی صحابہ اپنے دشمنوں کو یعنی مسلمانوں کو قتل وغارت کرنے میں بڑے سفاک تھے۔
گھات لگا کر دوران نماز مسلمانوں کو گھیر کر قتل عام کر ڈالتے۔

8۔یہ اپنے اُن بزرگوں کا ہمیشہ ماتم کرتے رہے جو حضرت علیؑ اور دیگر مومنین کے ہاتھوں قتل ہوئے تھے۔

9۔یہ نہ اللہ کو مانتے تھے نہ اُس سے ڈرتے اور روتے تھے۔

10۔یہ مرغن غذائیں کھا کر پیٹ کو توند کی صورت میں بدلتے رہتے تھے۔

11۔انہوں نے نہ روزہ رکھا اور نہ کبھی دعا کی۔

Presented by Ziaraat.Com

12۔وہ شراب پی کر سرخ وسفید رنگ رکھتے تھے۔

13۔وہ عیاشی اور جاسوسی کرنے کے لئے کبھی شب بیداری کر لیتے تھے۔

14۔اُن کے چہروں پر جاہ وجلال وتکبر برستا تھا۔

15۔یہ لوگ حضرت علیؑ کی بیماریاں اوراُن کی راہ کے کانٹے اور جانی دشمن تھے اس لئے حضرت علی علیہ السلام اُن سے متنفر رہتے تھے۔

6۔ وہ عہد شکن اور غدار تھے اُن کے لئے قرآن کے چند احکام۔

حضور علیہ السلام کا پہلا جملہ اُن کی عہد شکنی اور عہد شکنی کی سزا کا حال سناتا ہے۔اور قرآن کریم میں اللہ فرماتا ہے کہ:

فَبِمَا نَقْضِهِمْ مِّيْثَاقَهُمْ لَعَنّٰهُمْ وَجَعَلْنَا قُلُوْبَهُمْ قٰسِيَةً يُحَرِّفُوْنَ الْكَلِمَ عَنْ مَّوَاضِعِه.......(مائدہ5/13)

''چنانچہ اُن کی عہد شکنی کی وجہ سے ہم نے اُن کوملعون بنادیا ہے۔اور ہم نے اُن کے دلوں کوسخت کردیا ہے۔وہ لوگ قرآن کے الفاظ کواُن کے متعین شدہ معنی کے خلاف بدلتے ہیں''۔

(ب)''اور جن لوگوں نے برائیاں کمائی ہیں اُن کواُن برائیوں کے بدلے میں ویسی ہی برائیوں کی سزا ملے گی اور اُن پر ذلت چھا جائے گی۔اُن کواللہ سے بچانے والا کوئی نہ ہوگا۔اُن کے چہرے کالی رات کی طرح ہوں گے۔وہ دوزخی صحابہ ہوں گے۔اور ہمیشہ دوزخ میں رہیں گے۔''(یونس 10/27)

Presented by Ziaraat.Com

مفتی جعفرحسین: خطبہ نمبر: 198

علی نقی طہرانی: خطبہ نمبر: 191

خُطبہ ﴿65﴾

1۔ نظم وضبط وتدبرو دور بینی میں حضرت علی علیہ السلام اور معاویہ ابن ابی سفیان کا مقام؟

2۔ حضرت علیؑ کو مکر وفریب کے ہتھکنڈوں سے دھوکہ نہیں دیا جا سکتا تھا۔

3۔ غدّاری جرم وگناہ ہے غدّاروں کا حشر یوم قیامت؟

4۔ حضرت علیؑ غدّاری، عیاری، مکاری سے واقف تھے مگر ان پر عمل کرنے سے نفرت کرتے تھے۔

5۔ آفات وحوادث ومصائب حضرت علیؑ کو جھکا اور دبا نہ سکتے تھے۔

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

وَاللّٰهِ مَامُعَاوِيَةُ بِاَدْهٰى مِنِّیْ ؛	1	بخدا معاویہ مجھ سے زیادہ مدبر ومنظّم ودوراندیش ومآل اندیش ہرگز نہیں ہے۔
وَلٰكِنَّهٗ يَغْدِرُوَ يَفْجُرُ ؛	2	ولیکن بات یہ ہے کہ وہ غداری وبدکاری کو استعمال میں لاتا ہے۔
وَلَوْلَا كَرَاهِيَةُ الْغَدْرِ لَكُنْتُ مِنْ اَدْهَى النَّاسِ ؛	3	اور اگر مجھے غداری ومکاری وفریب سازی سے کراہت نہ ہوتی تو معاویہ ہی سے نہیں بلکہ تمام انسانوں سے بڑھ کر مدبر ودوراندیش ہوتا۔
وَلٰكِنْ كُلُّ غَدْرَةٍ فَجْرَةٌ وَكُلُّ فَجْرَةٍ كَفْرَةٌ ؛	4	ولیکن ہر غدر وبے وفائی بدکاری ہے اور ہر قسم کی بدکاری کفر ہے۔
وَلِكُلِّ غَادِرٍ لِوَآءٌ يُعْرَفُ بِهٖ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ؛	5	اور قیامت میں ہر غدار کے ہاتھ میں ایک جھنڈا ہوگا جس سے اسے ہر کوئی شناخت کرلے گا۔
وَاللّٰهِ مَا اُسْتَغْفَلُ بِالْمَكِيْدَةِ ؛	6	خدا کی قسم کوئی بھی مجھے مکر وچالبازی سے غافل نہیں کرسکتا یعنی مجھے عیاری ومکاری سے فریب نہیں دیا جاسکتا ہے۔
وَلَا اُسْتَغْمَزُ بِالشَّدِيْدَةِ ؛	7	اور نہ میں شدائد ومصائب میں عاجز وناچار کیا جاسکتا ہوں۔

تشریحات:

جب ہم جنگ صفین اور تحکیم کی تشریحات اور خارجیوں سے متعلق خطبات لکھ چکے تو ہم نے چاہا کہ معاویہ وطلحہ وزبیر کے متعلق خطبات تلاش کرکے یکے بعد دیگرے لکھ دیں تاکہ آخر میں حضور علیہ السلام کے علمی خطبات رہ جائیں اور اُن کی یکسوئی سے تشریحات کی جائیں اور جگہ جگہ قریشی اتاریخ کو کھنگالنا ختم ہوجائے چنانچہ یہ خطبہ حضورؑ نے اُس غلط پروپیگنڈے کو توڑنے کے لئے دیا ہے جس میں معاویہ اور عمرو وغیرہ کو نابغہ اور اَدْھاءِ عرب کہا اور مشہور کیا گیا ہے اور حضرت علی علیہ السلام کے لئے یہ مشہور کیا گیا ہے کہ آپ سیاسیات اور حکومت کے نظم ونسق سے ناواقف تھے۔

Presented by Ziaraat.Com

اورحضورؐ نے خود بھی اس تصور کے لئے الگ سے خطبہ دیا ہے۔اور ہم بھی مختصراً قارئین کے سامنے وہ مقامات رکھیں گے جن سے یہ ثابت ہوگا کہ معاویہ،عمرو بن العاص حرامزدہ زیاد،مغیرہ بن شعبہ،سعد بن وقاص اور خود اُن کے بزرگ وراہنما عمر وابوسفیان حضرت علی السلام کے سامنے مادی طور پر بھی طفلِ مکتب تھے۔

2۔ حضرت علی علیہ السلام کا سیاسیات ومنصوبہ سازی اور تدبر اور مکروفریب سمجھنے میں اعلیٰ درجہ کا مقام معلوم ومسلمہ تھا۔

اول۔ **مودودی کے نزدیک**۔مودودی صاحب اُن لوگوں پر طنز کرتے ہیں جو حضرت علیؑ کے فیصلوں پر معترض ہوئے ہیں سنئے۔

''یہ سب کچھ اس چیز کا نتیجہ تھا کہ معاویہ مسلسل 16-17 سال تک ایک ہی صوبے کی اور وہ بھی جنگی نکتہ نظر سے انتہائی اہم صوبے کی گورنری پر رکھے گئے۔اسی وجہ سے شام خلافتِ اسلامیہ کے ایک صوبے کی بہ نسبت اُن کی ریاست زیادہ بن گیا تھا۔مورخین نے حضرت علیؑ کے معاویہ کو معزول کرنے کا واقعہ کچھ ایسے انداز سے بیان کیا ہے جس سے پڑھنے والا یہ سمجھتا ہے کہ حضرتؑ تدبر سے بالکل ہی کورے تھے۔مغیرہ بن شعبہ نے اُن کو عقل کی بات بتائی تھی کہ معاویہ کو نہ چھیڑیں۔مگر حضرت علیؑ نے اپنی نادانی سے یہ رائے نہ مانی اور حضرت معاویہ کو خواہ مخواہ بھڑکا کر مصیبت مول لے لی حالانکہ واقعات کا جو نقشہ خود اُن ہی مورخین کی لکھی ہوئی تاریخوں سے ہمارے سامنے آتا ہے۔اُسے دیکھ کر کوئی سیاسی بصیرت رکھنے والا آدمی یہ محسوس کئے بغیر نہیں رہ سکتا کہ حضرت علیؑ اگر معاویہ کی معزولی کا حکم صادر کرنے میں تاخیر کرتے تو یہ بہت بڑی غلطی ہوتی۔اُنکے اس اقدام سے ابتدا ہی میں یہ بات کھل گئی کہ معاویہ کس مقام پر کھڑے ہیں؟ زیادہ دیر تک معاویہ کے موقف پر پردہ پڑا رہتا تو یہ دھوکے کا پردہ ہوتا،جو زیادہ خطرناک ہوتا ہے۔(خلافت وملوکیت صفحہ 133-134)

دوم۔ **حضرت علیؑ کے مقابلے میں عمر وعثمان اور معاویہ اور تمام سیاسی مدبرین ناکام ثابت ہوئے۔**

مودودی کے اس بیان سے عمر وعثمان پر تنقید واعتراض عائد ہوگیا اس لئے کہ اُن دونوں نے (عمداً یا سازشاً) ملک شام کو اُن کی ریاست وملکیت بنا دیا تھا جو غلط عمل درآمد تھا۔چند جملے سنئے:

''معاویہ عمر فاروق کے زمانہ میں صرف دمشق کی ولایت پر تھے۔عثمان نے اُن کی گورنری میں دمشق،حمص،فلسطین،اردن اور لبنان کا پورا علاقہ جمع کر دیا۔''(خلافت وملوکیت صفحہ 108)

یعنی حضرت علی علیہ السلام نے اُن کے تیار کردہ یا بگاڑے ہوئے نظام سے بھرپور ٹکر لی اور معاویہ کو ناک چنے چبوا دیئے۔

سوم۔ **حضرت علیؑ کے خلاف عمر وعثمان نے معاویہ کو تیار کیا تھا۔مگر حضرت علیؑ اُن کے انتظام سے ناکام نہیں ہوئے۔**

اور قریش کے سب سے بڑے مدبرین کا تدبر حضورؐ کو ناکام نہ کرسکا۔پھر چند جملے پڑھئے:

''اس سلسلے میں خصوصیت کے ساتھ دو چیزیں ایسی تھیں جو بڑے دوررس اور خطرناک نتائج کی حامل ثابت ہوئیں ایک یہ کہ عثمان نے معاویہ کو مسلسل بڑی طویل مدت تک ایک ہی صوبے کی گورنری پر مامور کئے رکھا۔معاویہ عمر کے زمانہ میں چار سال سے دمشق کی ولایت پر مامور چلے آرہے تھے۔عثمان نے ایلہ سے سرحدِ رُوم تک اور الجزیرہ سے ساحل بحر ابیض تک کا پورا علاقہ اُن کی ولایت میں جمع کرکے اپنے پورے زمانہ خلافت (12 سال) میں اُن کو اُسی صوبے پر برقرار رکھا۔یہی چیز ہے جس کا خمیازہ آخرکار حضرت علیؑ کو بھگتنا پڑا۔شام کا یہ صوبہ اس وقت کی اسلامی سلطنت میں بڑی اہم جنگی حیثیت کا علاقہ تھا۔اس کے ایک طرف تمام مشرقی صوبے تھے اور دوسری طرف تمام

Presented by Ziaraat.Com

مغربی صوبے بیچ میں وہ اس طرح حائل تھا کہ اگر اس کا گورنر مرکزی حکومت سے منحرف ہو جائے تو مشرقی صوبوں کو مغربی صوبوں سے بالکل کاٹ سکتا تھا۔معاویہ اس صوبے کی حکومت پر (عمر وعثمان کی طرف سے) اتنی طویل مدت تک رکھے گئے کہ انہوں نے یہاں اپنی جڑیں پوری طرح جمالیں اور وہ مرکزی حکومت کے قابو میں نہ رہے اور بلکہ مرکزی حکومت اُن کے رحم وکرم پر منحصر ہوگئی''۔

(خلافت وملوکیت صفحہ 115)

چہارم۔معاویہ نے لوگوں کو لالچ اور بے دینی سے قابو میں کیا اور حضرت علیؑ نے بلا لالچ ایسی جماعت جمع کی کہ معاویہ رو دیا۔

معاویہ کو خلفائے ثلاثہ کی پوری مدد اور ناجائز رعایات حاصل تھیں اور اُس نے خود بھی ہر بے دینی کو دستور بنایا تھا مگر صفین میں قرآن کی دہائی دے کر جان بچائی تھی۔چند جملے معایہ کے تسلط پر بھی سن لیں۔

''جس زمانہ میں معاویہ سے حضرت علیؑ کا مقابلہ درپیش تھا لوگوں نے حضرت علیؑ کو مشورہ دیا کہ جس طرح معاویہ لوگوں کو بے تحاشہ انعامات اور عطیے دے دے کر اپنا ساتھی بنا رہے ہیں آپ بھی بیت المال کا منہ کھولئے اور روپیہ بہا کر اپنے حامی پیدا کریں۔مگر انہوںؑ نے یہ کہہ کر ایسا کرنے سے انکار کر دیا کہ کیا تم چاہتے ہو کہ میں ناروا طریقوں سے کامیابی حاصل کروں؟''(صفحہ 90 خلافت وملوکیت)

پنجم۔عنوان نمبر 2۔ثابت ہوا کہ سیاست وتدبر وانتظام مملکت اور مآل اندیشی اور عاقبت بینی میں قریش حضوؐر کے روبروبے دین وناقابل تھے۔

مودودی کے یہ بیانات پکار پکار کہتے ہیں کہ عمر وعثمان کی وہ دوراندیشی،سیاست وتدبر اور بے دینی پٹ کر رہ گئی جس کے ماتحت انہوں نے معاویہ کو ملک شام پر ایسا تسلط دیا تھا کہ اگر معاویہ چاہے تو مرکز حکومت کا گلا گھونٹ کر رکھ دے۔چنانچہ یہ حربہ معاویہ نے عثمان کو بے دست وپا کر کے قتل کرانے کے لئے استعمال کیا تھا۔پھر معاویہ نے ایسے تسلط کے ساتھ ساتھ روپیہ پانی کی طرح بہا کر سارے مسلمانوں کو مٹھی میں لے لیا تھا۔مگر اس سب کے باوجود حضرت علیؑ کی دینی بصیرت کے سامنے اُسے قرآن اور خود صاحب قرآن کی آڑ لے کر جان بچانا پڑی تھی۔لہٰذا عرب کے تمام نابغہ اور دُھات حضوؐر کے سامنے اپنی تمام بے ایمانیوں،بے دینیوں اور مکروفریب اور غداریوں کے باوجود طفل مکتب وناکام ثابت ہوتے رہے ہیں۔''

3۔ ڈاکٹر طٰہٰ حسین کی نظر میں حضرت علیؑ اور معاویہ کی بصیرت اور دینداری اور بے دینی وغداری وفریب کاری سنئے:

حضرت علی علیہ السلام۔ حضرت علی علیہ السلام کے اس پورے خطبے کا نچوڑ ڈاکٹر طٰہٰ حسین سے سنئے وہ لکھتے ہیں کہ:۔

''حضرت علیؑ آزمائش کے اسی تلخ دور سے گزرتے رہے۔دوست غداری اور دشمن مکاری سے پیش آتے رہے۔لیکن آپؑ اُس پورے دور میں اپنے روشن مسلک پر ارادے کے پکے رہے۔نہ معاملات میں کوئی پستی گوارا کی،نہ دین میں کوئی کمزوری دکھائی،نہ اپنی کھلی سیاست سے ذرا بھی انحراف کیا۔مصیبتیں مسلسل آتی رہیں اور سدِّ راہ بنتی رہیں مگر آپؑ اپنی راہ چلتے رہے۔دائیں بائیں کسی طرف جھکے نہیں۔شدید غصہ کا عالم ہوتا،زندگی کی انتہائی تلخیاں ہوتیں،لیکن کوئی بات آپؑ کے ارادے میں حائل نہیں ہوئی۔''(کتاب علی صفحہ 233)

یہ بیان معاویہ ہی کی نہیں بلکہ نام نہاد قریشی دوستوں کی غداری کی بھی تصدیق کرتا ہے (خطبہ 65،جملے 1 تا 2) اور حضوؐر کا غداری سے متنفر ہونے کا ثبوت بھی دیتا ہے (جملہ 3)۔غدر کے سنگین گناہ ہونے کا یقین ہوتے اور اُس سے علیحدہ رہتے ہوئے تمام مزاحمتوں کے باوجود آپؑ اپنے روشن مسلک پر کاربند رہے۔آپ کو سارے عرب کے دانشور اور مکار لوگ ذرہ برابر ڈگمگا نہ سکے اور ناکام رہے۔اُن کی توانائی،مستحکم ارادوں اور پروگرام میں کوئی کمزوری پیدا نہ کرسکا (خطبہ 65،جملے 4 تا 7) لہٰذا ثابت ہوا کہ عرب وقریش کی بصیرت وتدبّر و مکاریاں اور

Presented by Ziaraat.Com

بے دینیاں اور غداریاں حضرت علی علیہ السلام کے سامنے ہمیشہ ناکام رہی ہیں۔

علیؑ اور معاویہ کا مسلک طٰہٰ کی نظر میں کیا تھا؟

''یہاں پہنچ کر حضرت علیؑ اور معاویہ کے سیاسی مسلک کا فرق بالکل واضح ہوجاتا ہے۔حضرت علیؑ کے مسلک کی بنیاد خالص دین پر تھی اور معاویہ کے مسلک کی بنیاد خالص دنیا پر تھی''۔(علیؑ،صفحہ 232)

معاویہ کا جعلساز و مکار اور جھوٹا مسلمان ہونا۔

''معاویہ نے جو کچھ کیا اُس کو چال اور مکر کے سوا کچھ نہیں کہا جاسکتا،ایک سچا مسلمان ہرگز وہ عذاب نہیں دے سکتا جو معاویہ نے مصقلہ کو دیا۔''(علیؑ،صفحہ 231)

حضرت علیؑ کا مکاری، حیلہ سازی چالبازی سے متنفر ہونا پھر ثابت(خطبہ 65، جملہ 3)

پھر لکھتے ہیں کہ:

:حضرت علیؑ کو چالبازی، مکاری اور حیلہ سازی پسند نہ تھی۔ان باتوں کی جگہ وُہ راستی اور راست بازی پسند کرتے تھے۔وُہ حق کے حامل تھے خواہ اُس میں کتنی ہی گرانباری ہو،وُہ ہرگز بے محل عطیات نہیں دیتے تھے۔

خطبہ کے جملہ نمبر 3 کی تصدیق بھی شامل ہے۔

نہ کسی کو کچھ دے دلا کر اپناتے تھے۔اور نہ وہ چاہتے تھے کہ مسلمانوں کا معاملہ رشوت پر ٹھیک کریں اگر حضرت علیؑ چاہتے تو مکر اور چال سے کام لے سکتے تھے۔لیکن انہوں نے دین کو مقدّم رکھا۔اور اس کے سوا کسی بات پر راضی نہ ہوئے کہ اپنے اونچے اخلاق کی سطح پر کھڑے رہیں۔کھلی اور صاف بات کہیں۔سچائی اور خلوص رکھیں۔اللہ کے ساتھ مخلص اور بندوں کے خیر خواہ بنیں۔اور یہ سب کچھ مکاری اور فریب کے پردے میں نہیں بلکہ دلی رضامندی اور استقلال کے ساتھ کریں''۔(علی صفحہ 217)

باردیگر تصدیق۔طٰہٰ حسین پھر تصدیق کرتے ہیں کہ:

''لیکن حضرت علیؑ حق پر رہنے کے بعد جھکنے کے قائل نہ تھے۔وہ چال چلنے اور تاک میں رہنے کا کام نہ کرتے تھے۔اور نہ باتوں میں لگی لپٹی ڈھکی چھپی رکھتے تھے۔''(صفحہ 40)

پورے خطبے کی تصدیق۔سارے قریشی لیڈروں کے تمام منصوبوں کے درمیان سے نہایت کامیاب گزر جانا صرف حضرت علی علیہ السلام کے لئے ممکن تھا طٰہٰ لکھتے ہیں کہ:

''بڑی بڑی مشکلات کے ان پہاڑوں اور فتنہ وفساد کی ان بے رحم تاریکیوں کے درمیان بھی ایک بالکل مطمئن آدمی کی طرح حضرت علیؑ اپنے دل میں ایمان کی صداقت، دین کی سچی محبت،حق کی بقاء کا جذبہ،اور سیدھی راہ پر ثابت قدمی کی تڑپ بہ تمام وکمال پاتے تھے اسلام کے معاملے میں انہوں نے نہ سرِ مُو انحراف کیا اور نہ ذرا بھی رُورعایت کی۔جدھر دیکھا ادھر چل پڑے پھر کسی طرف نہ جھکے نہ کسی کا انتظار کیا۔انجام کی بھی پروانہ کی۔اس کو اہمیت نہ دی کہ کامیاب ہوں گے یا ناکام،زندگی ملے گی یا موت؟ وہاں اہمیت تھی تو اس کی کہ راستے بھر اللہ راضی رہے اور دل مطمئن رہے۔(علیؑ،صفحہ 26)

Presented by Ziaraat.Com

اس کو مدبّر اور منتظم اور مآل اندیش کہنا جو اپنا دین و ناموس تک فروخت کر دے، قریش ہی کا کام ہو سکتا تھا اس لئے کہ وہ بھی دنیاوی مفاد کے لئے دین فروشی اور فریب کاری کو جائز سمجھتے تھے اور دنیا پرست تھے۔ جن کے اسلام کو بھی اللہ نے دنیاوی اغراض کیلئے فرمایا ہے (آل عمران 3/152) جو دنیا حاصل کرنے کے لئے رسوؐل کو میدان جنگ میں نرغۂ دشمن میں چھوڑ کر بھاگ جاتے تھے (3/153-154)۔

مفتی جعفرحسین: خطبہ نمبر: 178

علی نقی طہرانی: خطبہ نمبر: 179

خُطبہ ﴾66﴿

1۔حضرت علیؑ اللہ کی تقدیرات اور فیصلوں اور آزمائشوں پر راضی اور شکرگزار تھے۔2۔حضرت علیؑ کے گرد جمع رہنے والے قریشی صحابہ کی تفصیلی حالت ان کی نافرمانیاں سرکشیاں اور سازشیں۔3۔حضرت علی علیہ السلام کی قریشی صحابہ سے بیزاریاں۔معاویہ کے ساتھیوں کے مقابلے میں اپنے ساتھیوں کی مذمتیں۔4۔حضرت علیؑ نے اپنی رعایا کو کیا اور کیسی تعلیم دی؟5۔معاویہ کی قیادت اور عمرو بن العاص کی تادیب اور تنظیم کا تذکرہ فرمایا ہے۔6۔علیؑ کو مانتے ہوئے اطاعت نہ کرنے والے فرقہ کا وجود۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡم

اَحۡمَدُ اللّٰہَ عَلٰی مَاقَضٰی مِنۡ اَمۡرٍ ؛	1	میں اللہ کی حمد وثنا بجالاتا ہوں ہر اس حکم پر جس کا وہ فیصلہ صادر کر چکا ہے۔
وَقَدَّر مِنۡ فِعۡلٍ ؛	2	اور جس کام کو وہ مقدر بنا چکا ہے۔
وَّعَلٰی ابۡتِلَائِی بِکُمۡ اَیَّتُھَاالۡفِرۡقَۃُ الَّتِیۡ اِذَا اَمَرۡتُ لَمۡ تُطِعۡ ؛	3	اور ان تمام آزمائشوں میں بھی اللہ کی حمد وثنا کرتا ہوں جو مجھے تم جیسے فرقے کے ساتھ پیش آنا مقرر ہیں جسے جب بھی حکم دیتا ہوں تو اطاعت نہیں کرتا (یعنی کھل کر انکار کئے بغیر تعمیل سے بچ کر نکل جاتا ہے۔تعمیل اپنے ہی مرکزی احکام کی کرتا ہے۔(مائدہ 5/41)
وَاِذَا دَعَوۡتُ لَمۡ تُجِبۡ ؛	4	اور جب کسی کام کے لئے دعوت دی جاتی ہے تو نہ تم آتے ہو نہ جواب دیتے ہو۔
اِنۡ اُمۡھِلۡتُمۡ خُضۡتُمۡ ؛	5	اگر تمہیں جہاد سے مہلت یا رخصت دیتا ہوں تو خوشی سے قبول کر لیتے ہو۔
وَاِنۡ حُوۡرِبۡتُمۡ خُرۡتُمۡ ؛	6	اور اگر جنگ کرنے کے لئے تمہیں آمادہ کرنا چاہتا ہوں تو تم چالاکیاں کرنے لگتے ہو۔
وَاِنِ اجۡتَمَعَ النَّاسُ عَلٰی اِمَامٍ طَعَنۡتُمۡ ؛	7	اور اگر کسی معاملہ پر لوگ اپنے امامؑ پر متحد ہو کر اجتماع کرتے ہیں تو تم انہیں طعنے دینے لگتے ہو۔
وَاِنۡ اُجِئۡتُمۡ اِلٰی مُشَاقَّۃٍ نَکَصۡتُمۡ ؛	8	اور کبھی اتفاق سے کسی مشقت کے کام میں پھنس جاتے ہو تو اسے چھوڑ کر پلٹ آتے ہو۔
لَا اَبَا لِغَیۡرِکُمۡ ؛	9	وہ لوگ تو تمہارے علاوہ ہیں جن کے مشخص باپ نہیں ہیں۔لہٰذا
مَاتَنۡتَظِرُوۡنَ بِنَصۡرِکُمۡ ؛	10	تم اب نصرت کے لئے آمادہ ہونے،
وَالۡجِھَادِ عَلٰی حَقِّکُمۡ ؛	11	اور اپنے حق کے لئے جہاد کرنے میں کس چیز کے منتظر ہو؟
اَلۡمَوۡتُ اَوِالذُّلُ لَکُمۡ ؛	12	آیا موت کے منتظر ہو یا اپنی ذلت کے؟

Presented by Ziaraat.Com

فَوَاللّٰهِ لَئِنۡ جَآءَ يَوۡمِی وَلَيَاۡتِيَنِّی . لَيُفَرِّقَنَّ بَيۡنِی وَبَيۡنَكُمۡ وَاَنَا لِصُحۡبَتِكُمۡ قَالٍ؛	13	خدا کی قسم اگر میرا آخری دن آیا جو یقیناً آنے والا ہے تو وہ تمہارے اور میرے درمیان جدائی ڈال دے گا۔ اور میں تو پہلے ہی سے تمہاری صحبت سے بیزار اور تنگ آچکا ہوں۔
وَّبِكُمۡ غَيۡرُ كَثِيۡرٍ؛	14	اور تمہاری موجودگی میں بھی گویا تنہا اور قلیل جماعت کے ساتھ رہا ہوں۔
لِلّٰهِ اَنۡتُمۡ؛؛ اَمَادِيۡنٌ يَجۡمَعُكُمۡ ؛	15	تمہیں ناپسندیدہ لوگوں کی صورت میں اللہ کے حوالے کرتا ہوں کیا کوئی ایسا دین ہے جو تمہیں متحد کردے؟۔ (یعنی تم بے دین ہو)
وَلَا حَمِيَّةٌ تَشۡحَذُ كُمۡ ؟	16	اور بے دینوں والی غیرت بھی تم میں ہوتی تو تم دشمن کی روک تھام کرتے۔ (یعنی تم بے غیرت بھی ہو)
اَوَلَيۡسَ عَجَبًا اَنَّ مُعَاوِيَةَ يَدۡعُو الۡجُفَاةَ الطَّغَامَ فَيَتۡبَعُوۡنَهٗ عَلٰى غَيۡرِ مَعُوۡنَةٍ وَّلَا عَطَآءٍ ؟	17	کیسے تعجب کی بات ہے کہ معاویہ گھٹیا قسم کے لوگوں کو بدکاروں اور جفا پیشہ لوگوں کو بلاتا ہے اور وہ سب اس کی پیروی میں مشغول رہتے ہیں۔ حالانکہ نہ ان کی کوئی اعانت کی جاتی ہے نہ انہیں عطیات دیئے جاتے ہیں۔ کیا یہ تعجب کی بات نہیں ہے کہ:
وَاَنَا اَدۡعُوۡكُمۡ۔وَاَنۡتُمۡ تَرِيۡكَةُ الۡاِسۡلَامِ وَبَقِيَّةُ النَّاسِ۔اِلَى الۡمَعُوۡنَةِ وَطَائِفَةٍ مِنَ الۡعَطَآءِ فَتَتَفَرَّقُوۡنَ عَنِّی وَتَخۡتَلِفُوۡنَ عَلَیَّ ؟	18	میں تمہیں دعوت دیتا ہوں، جو اسلام کا چھوڑا ہوا ورثہ اور بہترین مسلمانوں کا باقی ماندہ گروہ کہلاتے ہو اور تمہیں روکھا پھیکا نہیں بلاتا بلکہ تمہاری اعانت بھی کرتا ہوں اور تم سے ایک گروہ کو عطیات بھی دیتا ہوں مگر تم ہو کہ میرے متعلق اختلاف بھی پھیلاتے ہو، اور میرے خلاف تفرقہ بھی ڈالتے ہو؟
اِنَّهٗ لَا يَخۡرُجُ اِلَيۡكُمۡ مِنۡ اَمۡرِیۡ رِضًى فَتَرۡضَوۡنَهٗ	19	حقیقت یہ ہے کہ تمہارے پاس میرا کوئی بھی حکم پہنچے خواہ وہ تمہاری پسند ہی کا کیوں نہ ہو تم راضی نہیں ہوتے اس کے برعکس،
وَلَا سَخَطٌ فَتَجۡتَمِعُوۡنَ عَلَيۡهِ ؛	20	اگر وہ غصہ اور عتاب کا حکم ہو تو بھی اسے اجتماعی طور پر قبول نہیں کرتے۔
وَاِنَّ اَحَبَّ مَا اَنَا لَاقٍ اِلَیَّ الۡمَوۡتُ ؛	21	جن چیزوں کا مجھے مستقبل میں سامنا کرنا ہے ان میں سب سے زیادہ پسندیدہ میرے لئے موت ہی رہ گئی ہے۔
قَدۡ دَارَسۡتُكُمُ الۡكِتَابَ ؛	22	میں نے یقیناً تمہیں قرآن کے درس دیئے۔
وَفَاتَحۡتُكُمُ الۡحِجَاجَ ؛	23	اور تمہارے مابین دلیل و برہان کا انکشاف جاری رکھا۔

Presented by Ziaraat.Com

وَعَرَّفْتُكُمْ مَّا اَنْكَرْتُمْ ؛	24	تمہیں ان تمام چیزوں سے روشناس کرایا جن کے تم منکر تھے۔
وَسَوَّغْتُكُمْ مَّامَجَجْتُمْ ؛	25	تمہارے لئے ان چیزوں کو پسندیدہ اور عام کیا جن کو تم ذہن میں جگہ نہ دیتے تھے۔
لَوْكَانَ الْاَعْمٰى يَلْحَظُ ؛	26	کاش کہ اندھوں کو ان کے حقائق میں سے کچھ نظر آ جاتا
اَوِ النَّائِمِ يَسْتَيْقِظُ ؛	27	اور سونے والے آنکھ کھول کر دیکھتے۔
وَاَقْرِبْ بِقَوْمٍ مِّنَ الْجَهْلِ بِاللّٰهِ قَائِدُهُمْ مُعَاوِيَةُ ؛	28	وہ قوم احکام خداوندی اور حقائق سے کتنی دور اور جاہل رہ سکتی ہے جس کا رہبر معاویہ ہو۔
وَمُؤَدِّبُهُمْ ابْنُ النَّابِغَةِ ؛	29	اور جس کی تربیت کرنے والا احرام کارہ، لیلیٰ عنزیہ کا بیٹا عمر بن العاص نابغہ ہو۔

تشریحات:

ترجمہ پر ایک نظر:- یہ معلوم ہے کہ حضرت علی علیہ السلام نے پہلی جنگ عائشہ، طلحہ اور زبیر سے اور دوسری جنگ معاویہ سے لڑی تھی۔ تیسری لڑائی خارجیوں کے ساتھ ہوئی تھی۔ اس خطبہ (66) کا بیان بتاتا ہے کہ جن لوگوں کی حالت بیان کی گئی ہے وہ اُن تینوں جنگوں کے دوران حضورؑ کے حقیقی وفادار و معاون نہ رہے تھے۔ اور اُنہیں جنگوں سے مہلت بھی ملتی رہی تھی۔ لہٰذا یہ سمجھنا بالکل صحیح ہے کہ یہ خطبہ جنگ صفین ونہروان کے درمیان یا اُن کے بعد دیا گیا ہے۔ تحکیم کا نتیجہ سامنے آتے ہی حضور علیہ السلام نے از سرِ نو معاویہ و ملکِ شام پر فوج کشی کے انتظامات شروع فرما دیئے تھے۔ اور یہ خطبہ اُسی تیاری کے دوران سازشی صحابہ کا منہ بند رکھنے کیلئے دیا گیا تھا۔ تاکہ حقیقی مومنین اور فدا کارانِ اسلام پر ان قریشی صحابہ کی وسوسہ اندازیاں اور فریب سازیاں اثر انداز نہ ہو سکیں۔ اور وہ مومنین کی نظروں میں حقیر و بے دین و بے غیرت و بُزدل اور فتنہ سازوں کی صورت میں رہا کریں اور اُن پر تنقید کا راستہ کُھل جائے۔

اس خطبہ میں پھر معاویہ کا ذکر فرمایا ہے اس مرتبہ عمرو بن العاص کو اُس کی جوڑی اور مہم میں شریک فرما کر خطبہ کو ختم اور مکمل کر دیا ہے (جملہ 28 تا 29) اور بتایا یہ ہے کہ جس قوم کے راہنما اور تربیت کرنے والے یہ دونوں ہوں اس قوم کو عقل و دین و علم و عمل سے حد بھر جاہل رہنا چاہئے۔

2۔ خطبہ کی ابتدا اللہ تعالیٰ کے فیصلوں، مقدرات اور حمد خداوندی سے فرمائی ہے۔ اور پھر قریش کے دوست محاذ کی کارگزاریوں پر متوجہ فرمایا ہے۔ یہ محاذ بھی معاویہ کی راہنمائی اور ہمہ قسمی مدد سے چل رہا تھا۔

2۔ معاویہ اس کا باپ اور ماں طٰہٰ حسین کی نگاہ میں:

سابقہ خطبات کی تشریحات میں قریش کی کھال کھینچ کر اُن کا ظاہر و باطن تفصیل سے دکھایا جا چکا ہے یہاں بھی مختصراً دوبارہ طٰہٰ حسین کے قلم سے دیکھ لیں کہ لکھا ہے کہ:

معاویہ کا باپ بھی مکار و چالباز اور پکا دشمن اسلام تھا جنگی محاذ کا راہنما

''نبیؐ اور اُن کے صحابہ جب اپنا دین لے کر مدینہ کی طرف نکلے تو قریش کی قیادت ابوسفیان نے کی۔ جب بدر کے معرکہ میں (علیؑ کے ہاتھوں) قریشی سرداروں کا خاتمہ ہو چکا تھا تو احد کے معرکہ میں قریش کے ساتھ ابوسفیان بھی آئے اور بدر کے مشرک مقتولوں کا بدلہ لیا۔

Presented by Ziaraat.Com

ابوسفیان کی بیوی ہندہ نے جومعاویہ کی ماں ہے، وحشی کواس خوشی میں آزاد کردیا کہ اُس نے حمزہؑ کوقتل کر دیا تھا۔ ہندہ، حمزہؑ کے قتل کے بعد میدان معرکہ میں جاتی ہے(روکتا کون؟ مسلمان تو رسولؐ کو معرکہ جنگ میں چھوڑ کر پہاڑ پر چڑھ گئے تھے اور وہیں آرام فرمارہے تھے۔ آلِ عمران 154-3/153۔احسن) پڑی ہوی لاشوں میں حمزہؑ کوتلاش کرتی ہے۔جب اُن کی لاش پا جاتی ہے تو پیٹ چاک کر کے اُن کا کلیجہ نکالتی ہے اور اُس کو چباتی ہے۔خندق کے معرکہ میں ابوسفیان ہی قریش کے قائد تھے۔انہوں نے ہی عربوں کو نبیؐ اور صحابہ کی مخالفت میں پکا کیا تھا۔یہودیوں کواس طرح اُکسایا کہ انہوں نے وہ معاہدہ توڑ دیا جو نبیؐ اور صحابہ کے ساتھ کیا تھا۔یہ ابوسفیان ہی تھے جو قریش کو نبیؐ کا مدمقابل بنائے رکھنے کی تدبیریں اور آنحضرتؐ کے خلاف مکاریاں اور چالبازیاں کرتے رہے۔یہاں تک کہ فتح مکہ کے دن آ گئے۔ اور اُس وقت اسلام قبول کیا جب مسلمان ہوئے بغیر کوئی چارہ نہ تھا۔(اگلے صفحہ پر لکھا ہے کہ) معاویہ بہرحال اُحد و خندق کے معرکوں میں مشرکین کے قائد ابوسفیان کے بیٹے تھے۔وہ ہندہ کے لڑکے تھے جس کی حمزہؑ سے دشمنی کا یہ عالم کہ قتل کے بعد اُن کی لاش تلاش کرے اُن کا پیٹ چاک کر کے اُن کا کلیجہ چبائے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے معزز چچا کے غم میں تقریباً بے ضبط کر دے۔مسلمان معاویہ کو اور اُن کے جیسے اسلام لانے والوں کو امان یافتہ کے خطاب سے یاد کرتے تھے۔اس لئے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اُنکے بارے میں فرمایا تھا کہ جاؤ تم سب کے سب آزاد ہو تم سے کوئی باز پرس نہیں ہے''۔(علیؑ صفحہ 21 تا 18)

خلافت کا غصب کرنا تمام لوگ جانتے تھے۔

ڈاکٹر طٰہٰ حسین مسلسل لکھتے ہیں کہ:۔

''لوگ اُن تمام باتوں کو جانتے تھے اور خیال کرتے تھے کہ ھاشمی خلیفہ اور اموی امیر (معاویہ) کے درمیان معاملات کا تصفیہ آسانی اور نرمی سے نہیں طے پاسکتا لوگ اس حقیقت سے آگاہ تھے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد قریش نے خلافت کا رخ بنی ھاشم کی طرف سے اس لئے پھیر دیا کہ نبوت اور خلافت قریش کے اس خاندان میں جمع کرنا امن و عافیت کے خلاف ہے۔۔۔''(ایضاً صفحہ 21)

ابوسفیان خلافت علیؑ کو دینا چاہتا تھا۔

طٰہٰ حسین پھر ابوسفیان کا ذکر کرتے ہیں کہ:

''قریش کے ایک اور آدمی نے چاہا تھا کہ حضرت علیؑ کی بیعت کرلے۔اُس کی یہ خواہش اس لئے نہ تھی کہ حضرت علیؑ سے محبت تھی۔اور وہ آپؑ سے خوش تھا یا وہ نبیؐ سے آپؑ کے خاص تعلق کا اظہار کرنا چاہتا تھا۔بلکہ اس کا یہ ارادہ عبد مناف کی خاندانی عصبیت کی بنا پر تھا۔یہ آدمی ابوسفیان ہے۔اسلام سے مقابلے میں نبی کریمؐ سے جنگ کے دوران میں یہی آدمی قریش کا سردار تھا۔اس نے جب دیکھا کہ مسلمانوں کا لشکر مکہ پر چھا گیا تو مجبوراً اسلام قبول کرلیا۔عباس اس کو نبیؐ کی خدمت میں لائے جہاں لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ کہہ دینے میں اُس کو کوئی تردد نہیں ہوا، اس لئے کہ خدا کے سوا کوئی معبود نہ ہونے کا اعتراف کر لینے میں اُس کے نزدیک کوئی مضائقہ کی بات نہ تھی مگر جب اُس سے یہ شہادت طلب کی گئی کہ محمدؐ اللہ کے رسولؐ ہیں۔تو اس نے کہا کہ اس بارے میں میرا دل صاف نہیں ہے اور اگر عباس اس کو آمادہ نہ کرتے اور قتل کی دھمکی نہ دیتے تو وہ ہرگز رسالت کا اقرار نہ کرتا۔بہرحال وہ مسلمان ہوا۔اور نبیؐ نے قریش میں اُس کے وقار کی رعایت رکھ کر اُس کے گھر کو بھی امن کی جگہ قرار دیا۔پس ابوسفیان ان امان یافتہ لوگوں میں سے ایک ہیں جن کو اللہ کے رسولؐ نے مکہ کے فاتحانہ

داخلہ کے موقع پر معاف کر دیا تھا۔ان واقعات کے پیش نظر اُس کو اپنے خلیفۃ المسلمین ہونے کا تو خیال بھی نہیں آ سکتا تھا۔البتہ اُس نے دیکھا کہ نبی کریمؐ اُس کے باپ عبد مناف کی اولاد میں سے ہیں۔اور یہ کہ حضرت علیؑ اس اقتدار کی وراثت کے سب سے زیادہ حقدار ہیں لیکن خلافت قبیلہ تیم کے ایک آدمی ابوبکر کو دی جا رہی ہے اور اندازہ ہے کہ اس کے بعد یہ منصب قبیلہ عدی کے ایک شخص عمر تک پہنچے گا تو اُس نے باپ کی قریبی اولاد کو چچا کے بیٹوں پر ترجیح دی اور حضرت علی سے کہا کہ ہاتھ بڑھائیے میں آپ کی بیعت کروں گا لیکن حضرت علیؑ نے اپنے چچا حضرت عباس کی طرح ابوسفیان کی بات ماننے سے بھی انکار کر دیا۔'' (علی صفحہ 29-28)

رک کر فریب سے باہر نکل آیئے۔

یہاں یہ سوچئے کہ ہم معاویہ اور اُس کے ماں باپ کا تذکرہ کر رہے ہیں اور طہٰ حسین کے جس جس بیان سے اور جس جس صفحہ سے اُن کا حال مل رہا ہے لکھ رہے ہیں یہاں خلافت اور بیعت کا ذکر تو حضرت علی علیہ السلام کے فیور (Favour) میں ہے لیکن اس فیور کی آڑ میں عباس رسولؐ کے چچا بنائے جا رہے ہیں۔قریش کو عموماً اور ابوسفیان کو خصوصاً نسل رسولؐ میں قریب سے داخل کیا جا رہا ہے۔لہٰذا یہ اور اسی قسم کی تمام باتیں بکواس ہیں ہوشیار رہ کر پڑھیں۔

معاویہ کی پوزیشن اور حالات۔

طہٰ حسین پھر معاویہ کو سامنے لاتے ہیں۔

''شام کا حریف بہت بڑا تھا۔اُس کے پاس فوج کی خوفناک اور سخت قوت تھی۔اور اس کی شدّت کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ وہ ابوسفیان کا لڑکا ہے جس نے بدر کے بعد نبی کریمؐ سے جنگ کی۔اس جنگ میں وہ زبردست آزمائش کے دَور سے گزرا اور چالبازی کا مظاہرہ بھی کیا۔آخر میں جب اسلام کے بغیر چارہ نہ تھا۔ایک طرف موت تھی اور دوسری طرف اسلام، تب مسلمان ہوا۔معاویہ کو وراثت میں باپ کی طرف سے توانائی ملی، ساتھ ہی سنگدلی، چالاکی چالبازی اور لچک بھی ملی۔پھر اُن کی ماں بھی اسلام اور مسلمانوں سے بغض وعداوت رکھنے میں اُن کے باپ سے کسی طرح کم نہ تھی۔مسلمانوں نے معرکہ بدر میں اُسے ڈرایا دھمکایا تھا۔مشرکوں نے احد کے معرکہ میں اُس کا بدلہ لے لیا۔لیکن پھر بھی اُن کے کینے اور دشمنی کی آگ فتح مکہ تک بھڑکتی رہی۔اس کے بعد شوہر ابوسفیان کی طرح اسلام لانے پر مجبور ہوئی''۔(علیؑ صفحہ 101)

اس کے بعد طہٰ حسین عمر اور عثمان کا وہ رویہ لکھتے ہیں جس سے انہوں نے معاویہ کے اقتدار کو وسعت اور استحکام بخشا۔اور اپنے مخالفین کو معاویہ کے حوالے کرتے اور اُن کی زبان بند کراتے رہے۔پھر حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ کے ہاتھوں تنگ آ جانے اور انہیں مدینہ بھجوانے کا اور عثمان کے ہاتھوں جلاوطن کئے جانے پر ادھورا بیان دیا ہے۔پھر معاویہ کا مدینہ جا کر عثمان سے ملنا اور اُسے شام لے جانے کی تجویز پیش کرنا لکھا ہے۔یعنی معاویہ یہ چاہتا تھا کہ خلیفہ عثمان کو اپنا قیدی اور کٹھ پتلی بنا لے مگر عثمان نے منظور نہ کیا۔معاویہ کی دوسری تجویز یہ بتائی کہ وہ مدینہ میں خلیفہ کی حفاظت اور قوت واقتدار کے لئے شامی فوج یہاں بھیجنا چاہتا تھا لیکن عثمان نے یہ بھی منظور نہ کیا۔ورنہ خلیفہ مدینہ میں رہتے ہوئے فوج کے سردار کے ہاتھوں میں کٹھ پتلی بن جاتا اور وہ مدینہ کے تمام سر برآوردہ لوگوں کو اپنے اشاروں پر نچاتا۔

Presented by Ziaraat.Com

معاویہ کا رویہ عثمان اور باقی اہل مدینہ کے ساتھ۔

لہٰذا معاویہ براہ راست عثمان سے حکومت لینے کی تجاویز میں نا کام ہوا تو اس نے غصہ میں اپنی سازش کا رخ بدل دیا اس بدلے ہوئے عمل درآمد پر طٰہٰ حسین صاحب تعجب سے لکھتے ہیں کہ:

''لیکن اس کے بعد جب وہ شام پہنچتے ہیں اور انہیں معلوم ہوتا ہے کہ لوگوں کی مخالفت میں (عثمان کے خلاف) شدت پیدا ہوگئی ہے پھر یہ معلوم ہوا کہ عثمان کے گھر کا محاصرہ کرلیا گیا ہے تو نہ مدد کے لئے دوڑ پڑتے ہیں نہ فوج کا کوئی دستہ بھیجتے ہیں (یہ اس لئے کہ عثمان کو معاویہ کی اہم ترین تجاویز کے ٹھکرانے کی سزا ملے۔احسن) اس سے بھی بڑھ کر حیرت کی بات یہ ہے کہ جب اُن کو دوسرے گورنروں کی طرح طلب امداد کا خط پہنچتا ہے تو دوسرے گورنروں کی طرح یہ بھی دیر کرتے ہیں (حیرانی کی بات نہیں اگر معاویہ کی فوج بھیج دینے والی تجویز منظور کرلی ہوتی تو نہ بغاوت ہوتی نہ مدد طلب کرنا پڑتی لہٰذا سزا بھگتنے تک کے لئے چھوڑ دیا تھا۔احسن) اتنی دیر کہ باغی عثمان کا کام تمام کر چکتے ہیں۔اور جب سب کچھ ہولیتا ہے تو خون کے بدلے کا دعویٰ لے کر اٹھتے ہیں (یہ کچھ نہ کرنا پڑتا اگر بے وقوف خلیفہ نے معاویہ کی تجاویز مان لی ہوتیں خلافت بلا خون خرابے کے منتقل ہو جاتی اور بس۔احسن) اگر اس خون کی حفاظت مقصود ہوتی تو اس کے بہنے سے پہلے اقدام ضروری تھا۔(اب طٰہٰ حسین کا بیان سراسر الزامی ہے۔احسن) لیکن جب وقت تھا تو شام میں چپ چاپ بیٹھے رہے۔اور ایک نڈر آدمی کی طرح مناسب فرصت کا انتظار کرتے رہے اور جیسے ہی موقع ہاتھ آیا پھر اُس سے فائدہ اُٹھانے میں کوئی کسر اٹھا نہیں رکھی''۔

(ایضاً صفحہ 104-103)

قارئین دیکھیں کہ اب معاویہ کو الزام دینا غلط ہے۔الزام اُس بے وقوف خلیفہ پر ہے جس نے معاویہ کی بات نہ مان کر بعد میں آنے والے تمام جھگڑوں کو جنم دیا۔معاویہ کی اسکیم سادہ تھی جب عثمان نے اسے فیل کر دیا تو اُسے دوسری اسکیم برسر کار لانا پڑی تاکہ ادھر عثمان کو بھرپور سزا ملے۔اور ادھر تمام مدعیان خلافت اور لیڈران قوم کو آپس میں لڑا کر کمزور کر کے بعد میں خود تلوار اُٹھائے اور خلافت پر تسلط حاصل کر لے۔

اس بدلی ہوئی اسکیم میں معاویہ نے کیا کیا؟ طٰہٰ حسین نے لکھا ہے کہ:۔

معاویہ کی وہ سازش جس سے جنگ جمل وقوع اور وجود میں آئی اور طلحہ وزبیر ختم ہوئے علیؑ کے خلاف نفرت پھیلی۔

''ہاں دونوں آنکھیں بند کر کے موقع سے فائدہ نہیں اٹھایا۔وہ بڑے محتاط اور گہرے غور وفکر کے آدمی تھے۔اسی کے ساتھ چست وسرگرم بھی تھے۔ہمیشہ انہوں نے اپنے کاموں میں عقل اور بصیرت کو پیش نظر کر رکھا۔ابتداء میں لوگوں کو (قصاص لینے کیلئے۔احسن) اپنی امداد کے لئے ایک گونہ بے نیازی سے متوجہ کیا۔زیادہ زور مظلوم خلیفہ کے قتل کی اہمیت پر صرف کیا اور اس کی ہولنا کی اس طرح پیش کی کہ شامیوں کے دل ودماغ پر قابو پالیا نتیجہ یہ ہوا کہ معاویہ سے کہیں زیادہ خود شامی غیظ وغضب میں بے تاب حضرت عثمان کے خون کا بدلہ طلب کرنے لگے (یعنی علیؑ کے خلاف شامی دلوں میں آگ بھڑکا دی۔احسن) اور چاہا کہ جلد سے جلد اٹھ کھڑے ہوں لیکن معاویہ نے اُن کو روکا (اس لئے کہ ایک ہی جھٹکے میں علیؑ اُن کو تباہ کر کے رکھ دیتے وہ چاہتا تھا کہ پہلے طلحہ وزبیر وعائشہ راستے میں روک بنیں اور علیؑ کو کمزور کر لیں۔احسن) احتیاط کے پیش نظر دیر لگائی۔اور دلجوئی کی (یعنی اور آگ بھڑکائی۔احسن) ہر تدبیر پر عمل کیا۔کچھ لوگوں کو ڈرایا دھمکایا کچھ لوگوں کو امیدیں دلائیں۔شوریٰ کے ممبروں (یعنی علیؑ، طلحہ، زبیر، عبدالرحمٰن بن عوف، سعد بن وقاص عثمان) کی نقل وحرکت پر بھی نظر رکھی کہ کیا

Presented by Ziaraat.Com

کرتے ہیں اور کہاں جاتے ہیں؟ اُن میں سے بعضوں کو بنی اُمیہ کے آدمیوں کے ذریعہ خفیہ طور پر سبز باغ دکھائے اور بعضوں کو دھمکیاں دیں اور جب دیکھا کہ طلحہ، زبیر اور عائشہ حضرت عثمان کے خون پر اس قدر برہم ہیں کہ مکہ چلے آئے ہیں اور حضرت علیؑ سے مقابلے کے لئے مشورے کر رہے ہیں۔ تو اُن کو اپنے یہاں نہیں بلایا اور نہ اُن کی امداد کے لئے کوئی فوج بھیجی۔ (یہ اس لئے تاکہ وہ اپنا تمام اثر ورسوخ استعمال کریں اور اپنی کمائی میں کسی کو حصہ دار نہ سمجھیں۔ احسنؔ)

عائشہ، طلحہ اور زبیر میں پھونک بھردی تھی۔

البتہ اپنے حامیوں کے ذریعہ اُن کو اس کا یقین دلایا کہ شام بلکہ مصر کی طرف سے اطمینان رکھیں۔ معاویہ اس کے لئے کافی ہے۔ اب اُن کو چاہئے کہ عراق پر خود قابض ہو جائیں تاکہ حضرت علیؑ حجاز میں محصور ہو کر رہ جائیں۔ اور مشرقی ومغربی سمت سے جو حملہ بھی ہو اُس سے بچ نہ سکیں۔ حضرت طلحہ، زبیر اور عائشہ بنی اُمیہ کی طرف سے آنے والی اس آواز کے رخ پر چل پڑے اور بصرہ جانے کا ارادہ کیا کہ وہاں پہنچ کر بصرے والوں کو ساتھ لیں گے اور کوفہ پر حملہ کر دیں گے اور جب عراق قبضے میں آجائے گا تو اُن کے اور معاویہ کے درمیان حضرت علیؑ کے خلاف مشترک تعاون کی صورت پیدا ہو جائے گی اور پھر سہ طاقتی خلافت کی تنظیم عمل میں آسکے گی۔ جس کے ارکانِ ثلاثہ طلحہ زبیر اور معاویہ ہوں گے (علیؑ صفحہ 103 تا 105)

قارئین کرام نے ابوسفیان، ہندہ اور معاویہ کے متعلق ڈاکٹر طٰہٰ حسین کے کئی ایک بیانات دیکھے اور دیکھا کہ معاویہ کے اندر چالاکیاں مکاریاں اور موقع پرستی کے ساتھ ساتھ غداریاں اور بے ایمانیاں ورثہ میں آئی تھیں بلکہ یوں کہیے کہ قریش میں ایک دیانت دار آدمی کا مل جانا ممکن ہی نہ تھا۔ یہ سارا قبیلہ نسلاً بعد نسلٍ کراس بریڈنگ اور ابلیسی آمیزش کا ساختہ پرداختہ تھا۔ اس قبیلے میں پیدا ہونے والا ہر بچہ کم از کم معاویہ، ابوسفیان اور عمر بن الخطاب ایسا تو ہوتا ہی تھا اور نہ بڑھ کر ثانیٔ ابلیس ہوا کرتا تھا۔

طٰہٰ حسین پھر معاویہ کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''اب ذرا معاویہ کی سیرت پر نظر ڈالئے۔ یہی عقیلؑ بن ابی طالبؑ بھائی کی امداد سے ناخوش ہو کر ان کے پاس آتے ہیں تو وہ بیت المال سے ایک لاکھ کی امداد پیش کرتے ہیں۔ یہ تھا معاویہ کا سیاسی مسلک جس پر وہ اعتماد کرتے تھے۔

اور یقین کرتے تھے کہ اس طرح وہ ہر اُس شخص کو اپنے ساتھ کر لیں گے جو دنیا کی کوئی غرض رکھتا ہو۔ پھر اُن کی یہ نوازشیں صرف شامیوں تک محدود نہ تھیں بلکہ بنی امیہ کے آدمی حجاز تک علیؑ کی اطاعت کرنے والوں میں سے جن کو چاہتے تھے عطیات اور مالی امداد پہنچاتے تھے۔ عراق میں بھی معاویہ کے جاسوس موجود تھے۔ جو مخفی طور پر رقمیں دیا کرتے تھے۔ اور لوگوں کو ڈراتے اور امیدیں دلاتے تھے اب رہی معاویہ کی سیرت تو اس ترجمانی میں کم سے کم جو کچھ کہا جا سکتا وہ یہ ہے کہ معاویہ ایسے پختہ کار، چالاک اور فیاض عرب کی سیرت ہے جو لوگوں کو اپنی گنجائش کے مطابق دیتا ہے۔ امراء اور افسروں میں جن کی دل جوئی چاہتا ہے کرتا ہے۔ ایسا کرنا اس کے نزدیک نہ کوئی جرم ہے نہ کوئی گناہ گویا حرص وطمع رکھنے والوں کے لئے معاویہ کے پاس وہ سب کچھ تھا جو وہ چاہتے تھے''۔ (صفحہ 108 تا 109) عمرو بن العاص کے لئے چند جملے سنئے:

عمرو بن العاص طٰہٰ کے یہاں۔

''اب عمرو بن العاص سامنے آتے ہیں۔ جو چالاکی، چالبازی اور داؤ پیچ میں معاویہ سے کسی طرح کم نہ تھے۔ جب عمرو کو قتل عثمان کی خبر ملی تو کہا:

''میں ابوعبداللہ ہوں۔ جس پھوڑے کو میری انگلیاں کھجلا دیں کیا مجال کہ پھر وہ خون آلود نہ ہو جائے'' مطلب یہ ہے کہ عثمان کے خلاف

Presented by Ziaraat.Com

بغاوت اور فتنے کی راہ خود انہوں نے ہی ہموار کی تھی اور اُن کی تحریک کامیاب ہوئی۔ پھر حضرت علیؑ کی خلافت اور معاویہ کی مخالفت اور خون عثمان کے دعویٰ کا علم ہوا۔ بیٹوں سے مشورہ لیا کہ ہمیں کدھر رہنا چاہئے؟ محمد بن عمرو بن العاص نے کہا کہ آپ تو عرب کے سرداروں میں سے ایک سردار ہیں ایسے وقت میں جب کہ معاملات کی جوڑ توڑ کی جارہی ہے آپ کا الگ رہنا مناسب نہیں ہے آپ معاویہ کا ساتھ دیں عمرو بن العاص دربار میں بازیاب ہونے لگے اور معاویہ سیاسی لاپرواہی سے پیش آتا رہا۔ ایک دن تنگ آکر عمرو نے معاویہ سے کہا کہ:

''یہ جانتے ہوئے بھی کہ حق پر تم نہیں ہو حق پر تمہارا حریف ہے اور تمہاری کامیابی اور تمہارا ساتھ دینا دنیا کا راستہ ہے دین کا نہیں میں تمہارا ساتھ دینا چاہتا ہوں۔ اپنے دماغ، اپنے ہاتھ اور اپنی زبان سے تمہاری مدد کرنا چاہتا ہوں یہ میری بڑی قربانی ہے''۔

یہ سن کر معاویہ سمجھ گیا اور یقین کر لیا کہ اگر عمرو ناکام واپس چلا گیا تو وہ کوئی گہری چال چلے گا۔ خیریت اسی میں ہے کہ اس سے سمجھوتہ کر کے اسے اپنا بنالیں اور جو کچھ وہ چاہتے ہیں اور جس کیلئے بے تاب ہیں انہیں دے دیں۔ علاوہ ازیں وہ ایک لڑاکا، اور چالاک کھلاڑی ہیں۔ انہوں نے فلسطین فتح کیا اور مصر فتح کیا۔۔۔ اور اس کے بعد وہ عرب کے پختہ کار چالاکوں میں سے ایک ہے۔ قریش کے شیوخ میں اُس کی شخصیت ممتاز درجہ کی مالک ہے (یعنی زنا کی وجہ سے ابوسفیان نے عمرو کو اپنا نطفہ قرار دیا تھا مگر عورت نے اُس کو عاص کا بیٹا بنادیا تھا۔ یعنی وہ حرامی تھا جیسا کہ خود معاویہ اور زید حرامی، مغیرہ بن شیبہ۔ احسنؔ) بہر حال مصر کی حکومت کی قیمت پر عمر نے اپنا دین اور عقل فروخت کر دی''۔ (علی صفحہ 115 تا 116)

حضرت علی علیہ السلام نے اپنے خطبے کے آخری جملوں میں ان دونوں نابغاؤں کا ذکر فرمایا تھا۔ (خطبہ 66، جملے 28 تا 29) ان سے پہلے اپنے اُن صحابہ کا تفصیلی تذکرہ فرمایا ہے (ایضاً جملے 3 تا 27) جو قریشی پالیسی کے مطابق دوست بن کر ہمیشہ ساتھ ساتھ لگے رہے۔

3۔ حضرت علیؑ کے قریشی صحابہ کیسے لوگ تھے؟ طٰہٰ حسین؟

طٰہٰ صاحب لکھتے ہیں کہ:

''حضرت علیؑ کے ساتھیوں میں بھی بعض افسر مخلص نہ تھے۔ اور آپؑ کے سچے خیر خواہ نہ تھے۔ اس لئے کہ وہ دیندار نہ تھے۔ دنیادار تھے۔ وہ دل ہی دل میں اُن عیش بھرے دنوں کی حسرت رکھتے تھے جو عثمان کی خلافت کے دور میں انعام و عطیات پاتے رہنے کی فضا میں گزارے تھے''۔ (علیؑ صفحہ 151) اگلے صفحہ پر لکھا ہے کہ:۔

2۔ ''ہمیں یہ بھی ملحوظ رکھنا چاہئے کہ شام پر اس حملہ (یعنی صفین) میں حضرت علیؑ کے ساتھ صرف کوفہ اور حجاز ہی کے لوگ نہ تھے۔ بلکہ بصرہ کے بھی ہزاروں آدمی تھے۔ کچھ تو معرکۂ جمل کے وفادار تھے۔ کچھ وہ لوگ تھے جنہوں نے اس دن کنارہ کشی اختیار کی تھی۔ اور بہت سے وہ لوگ تھے جو طلحہ اور زبیر کے قتل کے بعد شکست کھا گئے تھے۔ اس کے معنی یہ ہیں کہ یہ سب عثمانی تھے۔ اور حضرت علیؑ کے ساتھ سچائی اور رضامندی سے نہیں بادلِ ناخواستہ تھے۔ ان کے دلوں میں حضرت علیؑ کی طرف سے کدورت تھی۔ اس لئے کہ آپؑ نے اُن کے لوگوں کو قتل کیا تھا اور اُن کو شکست کھانے پر مجبور کیا تھا۔ پس حضرت علیؑ کے سب آدمی مخلص نہ تھے۔ کچھ مخلص تھے کچھ مطلبی''۔ (صفحہ 152)

3) قریشی صحابہ معاویہ سے رشوت اور عطیات لے کر علیؑ سے غداری کرتے رہتے تھے۔ پھر لکھتے ہیں کہ:

''یہ امن کی زندگی اُن کو بڑی محبوب تھی۔ اور بہر حال اُس بے نتیجہ لڑائی سے تو بہت اچھی تھی جس میں مالِ غنیمت تو کچھ نہیں ملتا تھا۔ الٹا

Presented by Ziaraat.Com

تاوان پر تاوان ادا کرنا پڑتا تھا۔اس طرح حضرت علیؑ کے (یہ) ساتھی آرام وراحت کی زندگی گزارتے رہے اور جنگ ومقابلے کی ہر دعوت کوٹالتے رہے پھر معاویہ کی چال نے اُن کی دولت اور فارغ البالی میں اوراضافہ کر دیا اور حضرت علیؑ کے افسروں اور سرداروں کوامن وعافیت کا گرویدہ بنا دیا۔اُن کے افسروں اور سرداروں کو معاویہ مسلسل خطوط میں سبز باغ دکھاتا رہا۔ساتھ ہی عطیات اور انعامات کی پیشکش بھی کرتا رہا جواُن کو آئندہ کی توقعات پر آمادہ کرتی رہیں۔اور چھوٹی سی نقد رقم وعدے کی بڑی رقموں کا فریب دیتی رہی تا آنکہ اُن افسروں اور سرداروں کوخرید لیا اوراُن کے دل خلیفہ کی طرف سے خراب کر کے اُن کو منافق بنا ڈالا۔جو زبان سے خلیفہ کی اطاعت کا اعلان کرتے تھے اور دلوں میں خلیفہ کے غدار اور نافرمان تھے۔'' (صفحہ 116 علیؑ)

4) **غداری اور دلوں میں نافرمانی کی مثال۔**

''حضرت علیؑ نے اپنے ساتھیوں (قریشی صحابہ) کو جیسا کہ سرداروں نے اپنا خیال ظاہر کیا تھا۔یہ موقع دیا کہ کچھ دن آرام کرلیں اور پھر جنگ کے لئے تیار ہوجائیں۔پھر جب آپؑ نے اندازہ کرلیا کہ آرام کا وقفہ پورا ہوگیا تو اُن کو جنگ کے لئے نکلنے کی دعوت دی،ابھارا اور جہاد پر آمادہ کیا۔لیکن ساتھیوں نے سنا اور کچھ نہیں کیا۔آپؑ نے مزید مہلت دی۔اس کے بعد اپنے ساتھیوں کی نصرت سے مایوس ہوکر خطبہ دیا اور کہا کہ:اللہ کے بندو تمہیں کیا ہوگیا ہے؟ جب تمہیں اللہ کے راستے میں جہاد کرنے کا حکم دیا جاتا ہے تو گرانبار ہوجاتے ہو۔کیا تم آخرت کے عوض دنیاوی زندگی پر رضامند ہوچکے ہو؟ کیا تم عزت وشرافت کے بدلے ذلت اور خواری اپنا اخلاق بنا چکے ہو؟ جب بھی میں تم کو جہاد کی دعوت دیتا ہوں تمہاری آنکھیں سروں میں چکر کھانے لگتی ہیں۔۔۔۔الخ'' (صفحہ 210 علی)

4۔ **ناکارہ اور فریب ساز لوگ اپنے جرائم اور کوتاہیوں اور غلطیوں کو چھپانے اور بے قصور بننے کے لئے تقدیر کو بہانہ بنایا کرتے ہیں۔**

یہ یاد رکھنا چاہیئے کہ وہ لوگ جو بامذہب نہیں ہوتے اور اللہ کا وجود اور اُس کی قدرت واختیارات کو نہیں مانتے وہ کبھی اپنے قصوروں کوتاہیوں اور جرائم کے لئے تقدیر کو آڑ یا بہانہ نہیں بناتے۔یہ فریب ساز طبقہ صرف بامذہب لوگوں میں ملتا ہے۔اور طرح طرح کے مذہبی حیلے کر کے ہر جرم وگناہ اللہ کے سر لگا کر خود بے قصور بن جایا کرتا ہے۔اور یہ طرز فکر اور تفہیم دین ہر مذہب میں مجتہدین نے جاری رکھی ہے۔

(1) **مجتہدین یا تقدیر کو آڑ بنانے والے اللہ کی زبان میں مشرک بھی ہوتے ہیں اور فریب ساز بھی۔**

قرآن میں اُن کے تقدیر والے عقیدے کو بیان کر کے رد کیا گیا ہے قرآن سنئے اور مودودی کا ترجمہ دیکھئے:

سَيَقُولُ الَّذِينَ أَشْرَكُوا لَوْ شَاءَ اللَّهُ مَا أَشْرَكْنَا وَلَا آبَاؤُنَا وَلَا حَرَّمْنَا مِنْ شَيْءٍ كَذَٰلِكَ كَذَّبَ الَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ حَتَّىٰ ذَاقُوا بَأْسَنَا قُلْ هَلْ عِنْدَكُمْ مِنْ عِلْمٍ فَتُخْرِجُوهُ لَنَا إِنْ تَتَّبِعُونَ إِلَّا الظَّنَّ وَإِنْ أَنْتُمْ إِلَّا تَخْرُصُونَ O (انعام 6/148)

''یہ مشرک لوگ (تمہاری ان باتوں کے جواب میں) عنقریب ضرور کہیں گے کہ ''اگر اللہ چاہتا تو نہ ہم شرک کرتے اور نہ ہمارے باپ دادا اور نہ ہم کسی چیز کو حرام ٹھہراتے''۔ایسی ہی باتیں بنا بنا کران سے پہلے کے لوگوں نے بھی حق کو جھٹلایا تھا یہاں تک کہ آخر کار ہمارے عذاب کا مزا انہوں نے چکھ لیا۔اُن سے کہو ''کیا تمہارے پاس کوئی علم ہے جسے ہمارے سامنے پیش کرسکو؟ تم تو محض گمان پر چل رہے ہو اور نری (اجتہادی۔احسنؔ) قیاس آرائیاں کرتے ہو'' (تفہیم القرآن جلد اول صفحہ 594 تا 595)

Presented by Ziaraat.Com

مودودی کی تشریح: علامہ کی تشریح سنئے ؛ لکھتے ہیں کہ:

’’124 یعنی وہ اپنے جرم اوراپنی غلط کاری کے لئے وہی پرانا عذرپیش کریں گے جو ہمیشہ سے مجرم اور غلط کارلوگ پیش کرتے رہے ہیں۔ وہ کہیں گے کہ ہمارے حق میں اللہ کی مشیت یہی ہے کہ ہم شرک کریں اور جن چیزوں کو ہم نے حرام ٹھیرا رکھا ہے انہیں حرام ٹھیرائیں۔ ورنہ اگر خدا نہ چاہتا کہ ہم ایسا کریں تو کیونکر ممکن تھا کہ یہ افعال ہم سے صادر ہوتے۔پس چونکہ ہم اللہ کی مشیت کے مطابق یہ سب کچھ کر رہے ہیں اس لئے درست کررہے ہیں، اس کا الزام اگر ہے تو ہم پرنہیں اللہ پر ہے۔اور جو کچھ کررہے ہیں ایسا ہی کرنے پر مجبور ہیں کہ اس کے سوا کچھ اور کرنا ہماری قدرت سے باہر ہے۔(اگلے صفحہ پر لکھا کہ) پھر فرمایا کہ یہ عذر جو تم پیش کررہے ہو یہ دراصل علمِ حقیقت پر مبنی نہیں ہے بلکہ محض گمان اور تخمینہ ہے۔تم نے محض مشیت کا لفظ کہیں سے سُن لیا ہے، اوراس پر قیاسات کی ایک عمارت کھڑی کرلی ہے۔تم نے یہ سمجھا ہی نہیں کہ انسان کے حق میں فی الواقع اللہ کی مشیت کیا ہے۔تم مشیت کے معنی یہ سمجھ رہے ہو کہ چوراگر مشیت الٰہی کے تحت چوری کررہا ہے تو وہ مجرم نہیں ہے۔کیونکہ اس نے یہ فعل خدا کی مشیت کے تحت کیا ہے۔حالانکہ دراصل انسان کے حق میں خدا کی مشیت یہ ہے کہ وہ شکر اور کفر، ہدایت وضلالت طاعت اور معصیت میں سے جو راہ بھی اپنے لئے منتخب کرے گا، خدا وہی راہ اُس کے لئے کھول دے گا اور پھر غلط یا صحیح، جو کام بھی انسان کرنا چاہے گا، خدا اپنی عالم گیر مصلحتوں کا لحاظ کرتے ہوئے جس حد تک مناسب سمجھے گا اُسے اس کام کا اذن اوراُس کی توفیق بخش دے گا۔‘‘(تفہیم القرآن جلد اول صفحہ 595۔596)

2) قانون تقدیر و مشیت کی سادہ اور مختصر وضاحت اور مودودی اینڈ کمپنی کا الفاظ کے چکر میں شرک کو برقرار رکھنا۔

مودودی کے ترجمے سے یہ ثابت ہوگیا کہ مشرک تقدیر و مشیت کو اپنے جرائم کے لئے آڑ بناتے چلے آرہے ہیں اور یہ کہ مشرک کوئی اور کسی زمانہ کا ہو مجرم اور فریب ساز ضرور ہوتا ہے۔ہم مودودی اوراُن کے بزرگوں کو مجتہد اور مشرک ثابت کرتے آئے ہیں۔اُن کا وہی عقیدہ تھا جو زیر بحث آیت (6/148) کے مخاطبین کا عقیدہ تھا۔ یہ نام نہاد مجتہد مسلمان خاندان رسوؐل کو کربلا میں قتل کرنے والوں کی بخشش ممکن مانتا ہے حضرت علیؑ سے جنگ کرنے والے باغیوں کو جہنمی نہیں کہتا۔ یہ اُن تمام لوگوں کو جنتی مانتا ہے جنہوں نے خلافت کو خاندان رسوؐل سے نکال کر خود حکومت کی۔ یہ سب کچھ ممکن قرار دینے ہی کے لئے مودودی نے اپنی تشریح میں یہ جملہ لکھا ہے کہ:’’اور پھر غلط یا صحیح جو کام بھی انسان کرنا چاہے گا، خدا اپنی عالمگیر مصلحتوں کا لحاظ کرتے ہوئے جس حد تک مناسب سمجھے گا اُسے اس کام کا اذن اوراُس کی توفیق بخش دے گا۔‘‘

یعنی کام اچھا ہو یا برا ہو، ہوگا اُسی وقت جبکہ خدا کی طرف سے اُس کام کا اذن اور توفیق دی جائے گی۔’’یعنی خاندان رسوؐل کا سو فیصد قتل عام ہو ہی نہیں سکتا تھا جب تک اللہ نے سو فیصد قتلِ عام کی سو فیصد اجازت اور توفیق نہ دی ہوتی۔یعنی خدا کی عالمگیر مصلحت ہی یہ تھی کہ خاندانِ رسوؐل کو کربلا میں قتل کرادے۔رسوؐل زادیوں اور بچوں کو قید کرا کے گلی کوچوں اور بازاروں میں پھرائے اوراُن کو ہر ممکن تکالیف پہنچائے اور ذلیل و رسوا کرے۔سوچئے کہ جس کام میں اللہ کی سو فیصد مصلحت، اجازت اور توفیق شامل ہو، اُس کے کرنے والوں کے لئے مودودی نہ لعنت کریں گے نہ انہیں جہنمی قرار دیں گے اور نہ اُن کی بخشش سے مایوس ہوں گے اور اللہ کی عالمگیر مصلحتوں اوراذن خداوندی اور توفیق سے امید کریں گے کہ اللہ اُن سب کو بخش دے گا۔لیکن قرآن میں کہیں بھی عالم گیر مصلحتوں کا تذکرہ نہیں ہے اور نہ برے کاموں کے لئے کہیں اللہ نے اجازت اور توفیق دینا بتایا ہے۔ یہ سب علامہ کی تصدیق وترجمہ اور آیت کی رو سے مودودی اینڈ کمپنی کا اجتہاد اور قیاسات وگمان پر تعمیر کی ہوئی ابلیسی عمارت ہے جس میں

Presented by Ziaraat.Com

انہوں نے یزیدو ابن زیاد عمر سعد اور شمر و عمر و عثمان و عائشہ وغیرہ کو جنت کا منتظر رکھا ہے۔

3) مشیت و تقدیر کی حقیقت: اللہ کے کائناتی اور ہمہ گیر قانون کا نام ''قانون مشیت'' ہے۔قانون مشیت سے بلند و بالا اللہ کے اور بھی قوانین ہیں (مثلاً بادبانوں کی تنظیم سے ہوا کو کشتی چلانے میں مددگار بنالیا جاتا ہے) یہ کہا جاسکتا ہے کہ یہاں جو کچھ بھی ہوتا ہے یا کیا جاتا ہے وہ سب قانون مشیت کے ذریعہ اور استعمال سے ہوتا ہے۔قانون مشیت کے برسر کار آنے پر جونتیجہ نکلتا ہے وہ اللہ نے مقرر کر رکھا ہے اور اُسی کو تقدیر کہا جاتا ہے۔ ہر انسان قانون فہمی میں اور اُس کے استعمال میں آزاد و مختار ہے اور قانون کا جتنا اور جب اور جیسا استعمال کیا جائے نتائج اُسی تناسب سے برآمد ہونگے خواہ کافر استعمال کرے یا مومن۔اچھے نتائج کے لئے کرے یا بُرے کے لئے کرے۔قانون اور کائنات اُسے نہ روکیں گے اور نتیجہ یا تقدیر برآمد کرنے میں اللہ و کائنات اور قانون کوئی کنجوسی نہ برتیں گے، جتنے قوانین معلوم تھے اُن کو صحیح، بروقت اور پوری طرح استعمال کرنے سے اللہ کی مقرر کردہ تقدیر یا نتائج برآمد ہونا لازم ہوگا۔زہر دینے سے موت واقع ہوگی۔اگر صحت و عادت کا صحیح استعمال کیا ہے۔اگر خوراک کا ٹھیک حساب لگایا گیا۔اگر پیٹ میں پہلے سے کچھ موجود نہیں ہے اگر فوراً تدارک نہ کیا گیا۔قانون کے استعمال میں ذراسی غلطی نتیجہ میں ذراسی کمی کو لازم کردے گی۔قانون مشیت کسی توفیق واذن کا محتاج نہیں ہے توفیق اور اذن چیزوں کی تخلیق میں وابستہ کردیئے گئے تھے۔قوانین کا علم اور استعمال جاننا ضروری ہے۔

5۔ خطبہ کا وہ حصہ جہاں قریشی صحابہ یا یاروں کو مطعون کیا گیا اور اُن سے شکوہ کیا ہے۔

ڈاکٹر طٰہٰ حسین کے اور دیگر بیانات سے صرف اُن یاروں یا غداروں کا پتہ چلتا ہے جو قریشی سازش کو کامیاب کرنے کے لئے قریشی مرکز نے ساتھ لگادیئے تھے۔اُن کے حالات پڑھنے سے یہ تاثر نہ لینا چاہیئے کہ علی علیہ السلام کو وفادار و جان نثار فرمانبردار احباب اور پیروکار نہ ملے تھے۔لا واللہ ایسا نہیں ہے۔اُن کو اگر ایسے لوگ نہ ملے ہوتے تو یہ ہر قدم پر فتوحات کا پیر چومنا کیسے نصیب ہوتا؟ یہ وفادار و جان نثار و حق پرست مومنین ہی تو تھے جنہوں نے قریش کے ہر لیڈر اور نابغہ کو ذلیل و خوار کیا۔پہلے بھی عرض کیا جاچکا ہے اور اب بھی گزارش ہے کہ حضرت علی علیہ السلام کو کبھی انصار و فدا کار گروہ کی کمی نہ تھی۔قریشی کہانیاں اور انہیں مظلوم و بیکس دکھا کر مجالس میں گریہ و بکا سے کمائی کرنے والے ذاکرین اور علما کی لن ترانیاں محض بکواس ہے ہم نے اپنی تصنیف ''مرکز انسانیت'' میں حضرت علیؑ کی سوانح عمری قلمبند کردی ہے اور وہ تمام بکواس ساقط کردی ہے جو قریش نے رنگ محفل کیلئے شیعوں کو دی اور انہوں نے لی ہے۔یادرکھو کہ علیؑ پر دست درازی اور فقرہ سازی کی کبھی کسی کو جرات نہیں ہوئی ہے۔بیعت اور اطاعت اور تعاون کی آپ سے بھیک مانگی جاتی رہی ہے آپؑ اللہ و رسوؐل کے علاوہ کسی کے مطیع نہ تھے۔البتہ حق بات میں عیسائیوں، یہودیوں حتیٰ کہ ہندوؤں سے بھی تعاون جائز ہے وہ کبھی حق بات کہنے سے نہیں چوکے۔بھری مسجد میں غلط کاروں کی گوشمالی کرتے تھے۔فاسق و فاجر و غادر و ظالم کہتے تھے۔اور بڑے بڑے پھنے خانوں کو سر جھکا کر ہر بات سننا پڑتی تھی۔صرف اتنی سی بات تھی کہ قریش کا ابلیس کی طرح ایک جمہوری منصوبہ تھا اور اللہ، رسوؐل اور علیؑ نے انہیں آزمانے کی مہلت دی تھی اور بس یہ جبر و قوت سے نہیں بلکہ قانونی موقع تھا جو دیا گیا اور ضروری تھا۔

(1) حضرت علیؑ کے مخالفوں میں پھوٹ خود غرضی، رسوؐل کی پیشگوئی پر پچاس جھوٹے گواہ۔

قبل اس کے کہ ہم حضرت علیؑ کے فداکاروں کا حال طٰہٰ کے قلم سے دکھائیں آپ عائشہ طلحہ زبیر وغیرہ لیڈروں اور عوام کے متعلق طٰہٰ کے چند جملے سن لیں وہ لکھتے ہیں:

''اس کے بعد لوگوں میں بڑی پھوٹ پڑی اور سخت اختلاف ہوا۔ایک گروہ چپکے سے یا کھلے بندوں حضرت علیؑ تک پہنچا۔ایک گروہ منتظر

Presented by Ziaraat.Com

رہا کہ حضرت علیؑ آئیں تو اُن کے ساتھ ہولے۔ایک جماعت طلحہ اورزبیر کی ساتھی بنی تاکہ عائشہ کی حمایت ہو۔لیکن ان تمام باتوں کے باوجودلیڈرکا یہ حال تھا کہ وہ ایک دوسرے سے مطمئن نہ تھے۔عائشہ کی یہ کیفیت کہ دل رنج وملال سے لبریز،راستے میں جب پانی کے ایک چشمہ پرگزرنےلگیں توکتوں نے بھونکا۔آپ نے چشمہ کا نام پوچھا۔لوگوں نے بتایاکہ اس کوحَواب کا چشمہ کہتے ہیں۔تب تو آپ گھبرا کرکہنےلگیں مجھے واپس لے چلو۔واپس لے چلو۔رسوؐل کو میں نے اپنی ازواج میں بیٹھے یہ کہتے سنا ہے۔تم میں سے کون ہے جس پر حَواب کے کتے بھونکیں گے۔یہ دیکھ کرعبداللہ ابن زبیر آئے اورآپ کومطمئن کرنے کی یہ تدبیر کی کہ بنی عامر کے پچاس آدمی آپ کی خدمت میں حاضر کئے جنہوں نے (جھوٹی) شہادت کی یہ چشمہ حَواب کا نہیں ہے۔کھلی ہوئی پھوٹ کھلا ہوا تفرقہ اوردلوں میں چھپا ہوا رنج وملال۔پھر مطلب اورخودغرضی کی باتیں۔اوراُن پر پردہ ڈالنے کی کوشش۔یہ تھا قریشی قوم اورلیڈروں کا نقشہ جب حضرت علیؑ ایک بڑی فوج کے ساتھ تشریف لائے۔

(2) حضرت علیؑ اوراُن کے ساتھیوں کا پروقار حال؛

حضرت علیؑ اوراُن ساتھیوں کا حال اس کے بالکل برعکس تھا۔حضرت علیؑ کواس میں کبھی شک نہیں رہا کہ خلافت کے وہ سب سے زیادہ حقدار ہیں۔پھر جب اس کا موقع آیا تو یہ خیال کر کے کہ حق حقدار کومل گیا آپ نے عنان خلافت ہاتھ میں لے لی۔حضرت علیؑ کی طرح اُن کے ساتھیوں کے دل بھی تردداورشبہات سے خالی تھے۔پس حضرت علیؑ اوراُن کے ساتھی بصیرت کی روشنی میں قدم بڑھارہے تھے۔بصرہ کے لوگ باہم مختلف تھے۔پس طرفین کی کیفیت میں فرق تھا۔حضرت علیؑ کی جماعت متحدتھی۔بصرہ کے لوگ (مع عایشہ طلحہ وزبیر) متذبذب تھے،متردد تھے۔ حضرت علیؑ کے ساتھی ایک روشن ومقررمسلک رکھتے تھے بصرہ والوں کا کوئی مقررہ متعین مسلک نہ تھا۔اُن کی تعدادروزکم ہورہی تھی۔کچھ فتنہ سے دل گرفتہ ہوکر،کچھ امن پسند بن کر،اورکچھ خفیہ واعلانیہ حضرت علیؑ کے ساتھ ہوتے جارہے تھےاورحضرت علیؑ کے ساتھیوں کی تعداد بڑھتی جارہی تھی۔ لوگ بصرے سے کوفہ سےاوردیہاتوں سے آکرشریک ہورہے تھےاس حالت میں حضرت علیؑ بصرہ پہنچے(علیؑ صفحہ 64تا70)'' پھر لکھتے ہیں کہ:

(3) معاویہ کی طرف چلنے سے پہلے جان نثاروں کا حال کیسا تھا۔

''آپؑ کے سامنے حق کی روشن راہ تھی۔اُسی پرآپؑ پختہ ارادے کے ساتھ چلے۔اوراُسی کی اپنے ساتھیوں کودعوت دی۔آپؑ کے سامنے باطل بھی بالکل واضح تھا۔جس سے وہ جان بوجھ کردوررہے۔اورساتھیوں کوبھی ہدایت کی کہ وہ قصداًاس سے دوررہیں۔ان وجوہ اوراسباب کی بنا پرآپؑ کے ایسے ساتھی تھے جوآپؑ سے محبت اورخلوص رکھتے تھے۔آپؑ کے اقتدارکیلئے اپنی جان اور مال پیش کرتے تھے۔یہی وجہ تھی کہ کوفہ میں قیام کرتے ہی آپؑ کے ساتھیوں نے آپ سے مطالبہ کیا کہ شامی دشمنوں سے مقابلے کیلئے اٹھ کھڑے ہوں''۔(علی صفحہ 110-109)

6۔ قریشی یار یقیناً تقدیراورمشیت کی آڑ بھی لیتے ہوں گے۔

آپ نے طٰہٰ حسین کے قلم سے بھی قریشی یاروں کی مذموم حرکات ملاحظہ کی ہیں۔انہوں نے بتایا تھا کہ حضرت علیؑ کے سرداروں اور افسروں کومعاویہ نے منافق وغدار بنادیا تھا۔وہ معاویہ کی طرف سے بھیجے ہوئے خطوط،انعامات،عطیات اوررشوتیں وصول کرتے تھے۔ان کی اس غداری اورمنافقت کوخطبہ میں کھول کربیان نہیں فرمایا ہے تاکہ وہ بالکل دل شکستہ ہوکرفرارنہ ہوجائیں۔لہٰذا پہلے اُن کو بتایا ہے کہ میں اللہ کی قضاوقدر کونہ صرف مانتااورسمجھتا ہوں بلکہ اللہ کے ہرفیصلے پرشکروحمدوثنا بھی بجالاتا ہوں (خطبہ 66،جملے 1۔2)اوریہ بھی نوٹ کرایا کہ میں یہ بھی جانتا ہوں

Presented by Ziaraat.Com

کہ مجھے تمہارے ساتھ کن کن آزمائشوں اور مصیبتوں میں سے گزرنا ہوگا۔اور ایسی صورت میں تم کو ایسے فرقہ کے ساتھ گزارہ کرنا ہوگا جب کہ تم نہ میرا حکم مانتے ہو نہ اطاعت کرتے ہوں اور بلاتا ہوں تو جواب تک نہیں دیتے ہو(ایضًا جملے 3۔4)تمہیں چُھٹی اور مہلت دیتا ہوں تا کہ جنگ کیلئے تیاری کرو تو چُھٹی تو خوشی خوشی گزارتے ہو مگر جنگ کی تیاری کو مکروفریب اور بہانہ بازیوں سے ٹالتے رہتے ہو(ایضًا جملے 5۔6)۔

تم خود تو جہاد کے لئے تیار ہوتے ہی نہیں اور دوسروں کو بھی اعلانیہ طعنے دے دے کر روکتے اور منتشر کردیتے ہو(ایضًا جملہ 7)تم کسی قسم کی محنت دین کیلئے برداشت کرنے کو تیار نہیں ہوتے اور کام ادھورا چھوڑ کر بھاگ جاتے ہو (ایضًا جملہ 8)تم تو خود کو حلال زادے اور نجیب الطرفین کہلواتے ہو مگر خود اپنے ہی حقوق حاصل کرنے کیلئے جہاد سے جان جران چراتے ہو (ایضًا جملہ 9)تم موت کے سوااب کیا ہے، جس کا انتظار کررہے ہو۔اور تمہاری ذلت کے لئے تو یہی کافی ہے کہ دوسروں نے تمہارے حقوق دبا رکھے ہیں۔تمہارااگر کوئی دین ہوتا تو تمہیں اس کا واسطہ دے کر متحد کرلیتا (ایضًا جملہ 15)اگر تمہارے اندر بے دینوں والی غیرت وحمیت ہوتی تو میں تمہیں اسی کے نام پر جوش دلا کر جہاد کے لئے تیار لیتا مگر تم تو بے دین بھی ہو بے غیرت بھی ہو(ایضًا جملہ 16)یہ کتنی حیرانی کی بات ہے کہ تھرڈ کلاس کے لوگ معاویہ کی بلاچوں وچرااور بلامزدو معاوضہ اطاعت کرتے ہیں اور تم نام نہاد بزرگوں کی اولاد ہو کر اور مزدو معاوضہ لے کر بھی اطاعت تو کیا کرتے تم تو میرے خلاف اختلاف وانتشار پھیلاتے ہو اور لوگوں میں پھوٹ ڈال رہے ہو(ایضًا جملے 17۔18)میرا کوئی بھی حکم تمہیں پسند نہیں آتا(ایضًا جملے 19۔20)اب میرے لئے موت ہی باقی رہ گئی ہے (ایضًا جملہ 21)جسے ایک روز ضرور آنا ہے جو مجھے تم سے نجات دلائے گی میں تم سے تنگ آچکا ہوں اور میں زندگی میں بھی تم سے الگ اور چند لوگوں میں رہا ہوں(ایضًا جملے 13۔14)اس کے باوجود میں نے تمہیں قرآن پڑھایا تمہیں آداب مجلس ومناظرہ سکھائے (ایضًا جملے 22۔23)تمہاری واقفیت میں وسعت اور پسند میں اضافہ کیا (ایضًا جملے 24۔25)ایسی واضح تعلیم دی کہ اندھے بھی اس سے بینائی حاصل کرلیتے اور سونے والے بھی بیدار ہوجاتے (ایضًا جملے 26۔27)مگر اس سب کے باوجود تم معاویہ اور عمرو بن العاص کی راہنمائی کی بنا پر جاہل وغیر مہذب اور بداخلاق ہی رہے (ایضًا جملے 28۔29)

یہ دونوں آخری جملے بتاتے ہیں کہ قریش خواہ مکہ میں رہتے ہوں یا مدینہ میں بستے ہوں۔یا وہ حضرت علی علیہ السلام کے ساتھ کوفہ کے مرکز سے وابستہ ہوں یا اپنی حقیقی حکومت کے دارالخلافہ شام میں قیام پذیر ہوں وہ سب اپنے حقیقی مرکز کی تعلیم وہدایات پر عمل پیرا رہتے تھے۔ نہ انہوں نے عہد رسولؐ میں رسولؐ کی تعلیم وہدایات پر کان دھرااور نہ دور مرتضویؑ میں کوئی ہدایات قبول کیں اور مسلسل اپنے مرکز کی پالیسی واحکامات پر عمل کیا ہے اور محمدؐ وعلیؑ کے احکامات کو برابر ٹالتے رہے۔(مائدہ 5/41)

Presented by Ziaraat.Com

مفتی جعفر حسین: خطبہ نمبر: 116

علی نقی طہرانی: خطبہ نمبر: 117

خُطبہ ﴿67﴾

حضرت علی علیہ السلام کے مستند و مقبول صحابہ جن کی قوت و جرأت و فدا کاری کی خود علیؑ نے مدح کی ہے۔

1۔ قیامِ حق میں میرے ناصر و مددگار اور دینی بھائی ہو۔

2۔ میدانِ کارزار میں میری سپر ہو۔

3۔ سارے انسانوں کے مقابلے میں میرے راز دار ہو۔

4۔ تمہاری قوت سے دشمنانِ دین و منحرفین کا تدارک کرتا ہوں۔

5۔ پوری نوع انسان میں سب سے اَولیٰ میں ہوں۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡم

اَنۡتُمُ الۡاَنۡصَارُ عَلَی الۡحَقِّ ؛	1	حق کو نافذ کرنے میں تم ہی میرے انصار و مددگار رہو۔
وَالۡاِخۡوَانُ فِی الدِّیۡنِ ؛	2	اور تم ہی درحقیقت میرے دینی بھائی ہو۔
وَالۡجُنَنُ یَوۡمَ الۡبَأۡسِ ؛	3	جنگی سختیوں میں تم ہی میری ڈھال اور سپر ہو۔
وَالۡبِطَانَةُ دُوۡنَ النَّاسِ ؛	4	تمام انسانوں سے زیادہ تم ہی میرے راز دار ہو۔
بِکُمۡ اَضۡرِبُ الۡمُدۡبِرَ ؛	5	تمہاری طاقت ہی سے میں دشمنان دین اور روگردانی کرنے والوں کا تدارک کرتا ہوں۔
وَاَرۡجُوۡ اطَاعَةَ الۡمُقۡبِلِ ؛	6	تمہاری ہی وجہ سے دین میں داخل ہونے والوں سے میں اطاعت کی امید کرتا ہوں۔
فَاَعِیۡنُوۡنِیۡ بِمُنَاصَحَةٍ خَلِیَّةٍ مِنَ الۡغِشِّ ؛	7	تم میری اعانت اور خیر خواہی اس طرح کرو جو دھوکے اور فریب سے بلند اور خالی ہو۔
سَلِیۡمَةٍ مِّنَ الرَّیۡبِ ؛	8	جو شک و شبہ اور شش و پنج سے محفوظ ہو۔
فَوَاللّٰہِ اِنِّیۡ لَاَوۡلَی النَّاسِ بِالنَّاسِ ؛	9	خدا کی قسم میں سارے انسانوں میں تمام انسانوں سے اولیٰ ہوں۔

Presented by Ziaraat.Com

تشریحات:

1۔ اسلام کی نصرت میں علیؑ اور انصاران علیؑ کی پوزیشن اور قرآن

حضرت علی علیہ السلام کے اس خطبے (67) میں انصاران علیؑ کی جو پوزیشن بیان ہوئی ہے اس کو کسی خاص زمانہ یا کچھ خاص حالات کا پابند نہیں کیا گیا ہے۔ نہ وہ جنگ جمل میں نصرت کرنے کی بات ہے نہ جنگ صفین و نہروان سے مشروط ہے۔ وہاں تو عمومی اور مطلق نصرت کی ستائش و اقرار و اعلان فرمایا گیا ہے اَنْتُمُ الْاَنْصَارُ عَلَی الْحَقِّ ؛ ’تم اَلْحق کو قائم کرنے اور برقرار رکھنے میں اَلْاَنصار ہو۔ یعنی:

<u>تم حق کو اس کی ہر صورت، ہر مقدار اور ہر قسم میں سمجھانے نافذ کرنے اور برقرار رکھنے میں ہر قسم کی نصرت کرنے والے ہو‘</u>

زمانہ کا تعین یوں کیا جانا چاہئے کہ؛

<u>’’جب سے تم نے حق کو اختیار کیا ہے اُسی وقت سے تم حق کو اُس کی ہر صورت، ہر مقدار اور ہر قسم میں سمجھانے نافذ کرنے اور برقرار رکھنے میں ہر قسم کی پوری پوری نصرت کرتے چلے آرہے ہو۔‘‘</u>

لہٰذا بات یہ ہوئی کہ جنگ بدر سے لے کر جنگ نہرواں تک جنگی نصرت اور قیام مکہ سے لے کر مدینہ تک اور مدینہ سے لے کر خطبہ ارشاد فرمانے تک ہر قسم کی دامے، درمے، سخنے اور قدمے نصرت پر چھائے رہنے والوں کی بات ہو رہی ہے۔

2۔ قریش کے مخالف محاذ کو بار بار شکست دینے، اُن سے ہتھیار رکھوانے تک جن انصار کی مدح و ثنا ہوئی ہے وہ خطبہ میں مخاطب ہیں۔

نزول قرآن کے دوران جن انصار کی یا جس نصرت کی اللہ نے مدح و ثنا کی ہے وہ اسی خطبہ کے مخاطب مومنین تھے۔ اور ان ہی کی نصرت کی ستائش کی گئی ہے۔ یہی مومنین تھے جنہوں نے حضرت علی علیہ السلام کی قیادت و راہنمائی میں مکے کے دشمن محاذ کو شکست سے دوچار رکھا اور آخر کار اُن سے ہتھیار رکھوا لئے تھے۔ ورنہ عہد رسولؐ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مسلمانوں کی کثرت، جو قریشی قبیلے اور قریشی حلیفوں پر مشتمل تھی۔ ہمیشہ اللہ و رسولؐ کی نصرت سے عملاً باز رہتی رہی قرآن میں اُن کی طرح طرح سے اور بھرپور انداز میں مذمت ہی مذمت مذکور ہے۔ جس کے چند نمونے دکھائے جائیں گے۔ بہرحال کہنا یہ ہے کہ قرآن میں جہاں کہیں مسلمانوں کی مدح و ثنا ملے وہ مدح و ثنا ان ہی انصاران علیؑ کی ہے جن کو حضورؐ نے بہت سے خطبات میں یاد کیا ہے اور جن کی جدائی پر غم کا اظہار فرمایا ہے۔ لہٰذا ہم چاہتے ہیں کہ آپ قریشی پالیسی کی پیروی نہ کریں اور قرآن میں نازل شدہ ہر مدح و ثنا کو نام نہاد مہاجرین پر چسپاں نہ کرتے جائیں اور جب تک آیت یا آیات میں واضح طور پر ثابت نہ ہو رہا ہو ہرگز قریش یا قریشی افراد کی مدح و ثنا مقصود نہ سمجھیں اس لئے بھی کہ اللہ نے قرآن میں رسولؐ کی قوم پر دشمنان رسولؐ ہونے اور قرآن کو مہجور کر کے اس کی تفسیر میں جھوٹے خود ساختہ افسانے شامل کرنے کے جرائم عائد کئے ہیں۔ (فرقان 30 تا 25/27، انعام 66-6/65)

3۔ اللہ کن مومنین کو محبوب رکھتا ہے؟ دونوں قسم کے مومنین سامنے آتے ہیں۔

اللہ نے غپ شپ مارنے والے مومنین کو ڈانٹ کر اُن مومنین کی مدح و ثنا کی ہے جو زیر بحث ہیں۔

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لِمَ تَقُوْلُوْنَ مَا لَا تَفْعَلُوْنَ O كَبُرَ مَقْتًا عِنْدَ اللّٰهِ اَنْ تَقُوْلُوْا مَا لَا تَفْعَلُوْنَ O اِنَّ اللّٰهَ یُحِبُّ الَّذِیْنَ یُقَاتِلُوْنَ فِیْ سَبِیْلِهٖ صَفًّا كَاَنَّهُمْ بُنْیَانٌ مَّرْصُوْصٌ O (سورہ صف 4-61/2)

Presented by Ziaraat.Com

مودودی ترجمہ: ''اے لوگو جوایمان لائے ہوتم کیوں وہ بات کہتے ہو جو کرتے نہیں ہو؟ اللہ کے نزدیک یہ سخت ناپسندیدہ حرکت ہے کہ تم کہو وہ بات جو کرتے نہیں۔ اللہ کو تو پسند وہ لوگ ہیں جو اُس کی راہ میں اس طرح صف بستہ ہو کر لڑتے ہیں کہ گویا وہ ایک سیسہ پلائی ہوئی دیوار ہیں۔'' (تفہیم القرآن جلد 5 صفحہ 454 تا 456)

علامہ کی تشریح: مودودی نے دوسری اور تیسری آیات (61/2-3) کی تشریح کرتے ہوئے مسلمانوں کی کثرت یعنی قریش کے سلسلے میں لکھا ہے کہ:

''رہا وہ خاص مدعا جس کے لئے اس موقع پر یہ آیات ارشاد فرمائی گئی ہیں وہ بعد والی آیت (61/4) کو ان کے ساتھ ملا کر پڑھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ مقصود اُن لوگوں کو ملامت کرنا ہے جو اسلام کے لئے سرفروشی و جان بازی کے لمبے چوڑے وعدے کرتے تھے، مگر جب آزمائش کا وقت آتا تھا تو بھاگ نکلتے تھے۔'' (تفہیم القرآن جلد 5 صفحہ 455)

قارئین دیکھیں کہ ان آیات میں یٓاَیُّھَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا کہہ کر مومنین کی کثرت کو ملامت کی گئی ہے۔ اور جن حضرات کی مدح و ثنا کی گئی ہے وہ گنتی کے چند مومنین ہیں۔ اور وہی ہیں جن کو حضرت علیؑ نے خطبہ میں مخاطب فرمایا ہے۔

4۔ مکہ کے دشمن محاذ کا منصوبہ اور مقصد؟

دشمن نے مسلح مزاحمت کیوں اختیار کی تھی؟ سنئے:

لَا یَزَالُوۡنَ یُقَاتِلُوۡنَکُمۡ حَتّٰی یَرُدُّوۡکُمۡ عَنۡ دِیۡنِکُمۡ اِنِ اسۡتَطَاعُوۡا (2/217 سورہ بقرہ)

''وہ تم سے اس وقت تک جنگ کرنا بند نہ کریں گے جب تک وہ اپنی استطاعت کے مطابق تم کو تمہارے دین سے نہ پھیر دیں۔''

5۔ دشمن کے استقلال کے مقابلے میں مسلمانوں کی کثرت کا حال؟

کفار یا دشمن محاذ کے مقابلہ میں مسلمانوں کا اجتماعی حال کیا تھا۔ قرآن سے سنیں ارشاد ہے کہ:۔

کُتِبَ عَلَیۡکُمُ الۡقِتَالُ وَھُوَ کُرۡہٌ لَّکُمۡ وَعَسٰۤی اَنۡ تَکۡرَھُوۡا شَیۡئًا وَّھُوَ خَیۡرٌ لَّکُمۡ وَعَسٰۤی اَنۡ تُحِبُّوۡا شَیۡئًا وَّھُوَ شَرٌّ لَّکُمۡ وَاللّٰہُ یَعۡلَمُ وَاَنۡتُمۡ لَا تَعۡلَمُوۡنَ O

''تم پر دشمنان اسلام سے جنگ کرنا لازم کیا گیا ہے مگر تمہیں اُن سے جنگ کرنا ناپسند ہے۔ یہ بھی تو ہوسکتا ہے کہ ایک چیز تمہیں ناگوار ہو اور وہی دراصل تمہارے لئے بہتر و مفید ہو۔ اور ہوسکتا ہے کہ تمہیں ایک کام کا کرنا پسند ہو اور درحقیقت وہ تمہارے لئے برا اور مضر ہو۔ اللہ جانتا ہے تم نہیں جانتے''۔ (سورہ بقرہ 2/216)

دشمنان دین کا منصوبہ اگلی آیت میں ہے۔ مسلمانوں کا حال پہلے بیان کیا گیا ہے۔

6۔ مومنین کی کثرت دشمنان اسلام کی دوست تھی یا دشمنان اسلام کا اور مومنین کی کثرت کا مذہب ایک ہی تھا۔

یہاں یہ فیصلہ کرلیں کہ اللہ اعلم الغیب کے علم میں مسلمانوں کو بلا کسی استثنا کے دشمنان اسلام سے جنگ پسند ہی نہیں ہے تو یہ سمجھنا کہ وہ دشمنوں سے کبھی لڑے ہوں گے بہت غلط سمجھ ہے اور یہ بات بھی فطری ہے کہ آدمی ہرگز اپنے تیغ بکف دشمن سے لڑنا ناپسند نہیں کرتا۔ بلکہ وہ کوشش کرتا ہے کہ جیسے بھی ہو جلد سے جلد دشمن کو قتل کر کے خطرے کو دور کردے۔ لہٰذا یہ نوٹ کرلیں کہ مسلمانوں کی کثرت دشمنان اسلام کی دوست یا ہم مذہب تھی اور یہ حقیقت عہد رسولؐ سے لے کر عہد مرتضویؑ تک مسلسل ثابت ہوتی رہی ہے۔

Presented by Ziaraat.Com

7۔ مسلمانوں کی کثرت اللہ رسوؐل، قرآن اور اللہ کی سابقہ کتابوں پر جیسا ایمان رکھتی تھی اللہ کو منظور نہ تھا۔

چنانچہ اللہ نے مسلمانوں کی کثرت کا نام مومنین رکھ لیا تھا اس لئے کہ وہ خود کو مومنین کہلواتے تھے اور تمام اسلامی عقائد کے ماننے کا دعویٰ کرتے تھے لیکن اللہ نے اُن سے فرمایا تھا کہ:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَالْكِتٰبِ الَّذِيْ نَزَّلَ عَلٰي رَسُوْلِهٖ وَالْكِتٰبِ الَّذِيْٓ اَنْزَلَ مِنْ قَبْلُ........(نساء4/136)

مودودی ترجمہ: اے لوگو جو ایمان لائے ہو، ایمان لاؤ اللہ پر اور اُس کے رسوؐل پر اور اُس کتاب پر جو اللہ نے اپنے رسوؐل پر نازل کی ہے اور ہر اُس کتاب پر جو اس سے پہلے وہ نازل کر چکا ہے''۔(تفہیم القرآن جلد اول 406-407)

لہٰذا مسلمانوں کی مذکورہ بالا کثرت کی موجودگی پر تعجب کرنا قرآن کی مخالفت ہے۔ یہ لوگ لا الٰہ الا اللّٰہ کہہ کہہ کر رسوؐل اللہ کے صحابہ، دوست اور خیر خواہ بن گئے تھے مگر اپنے تیغ بکف محاذ کی تائید و تقویت کے لئے گروہ بدلی کی تھی درحقیقت نہ مذہب بدلا تھا نہ مقاصد تبدیل کئے تھے۔ اور برابر تیغ بکف اللہ و رسوؐل کے دشمن محاذ کے ساتھ خفیہ و اعلانیہ دوستی اور تعاون کرتے رہے۔ اور یہ طریقہ رسوؐل کے زمانہ میں بھی برقرار رکھا اور حضرت علی علیہ السلام کے ساتھ بھی یہی حربہ استعمال کیا۔ اُس وقت ابوسفیان کے وفادار تھے اور اس وقت ابوسفیان کے بیٹے معاویہ کے وفادار اور اطاعت شعار تھے۔ زمانہ بدلتا رہا تھا قریش کی عادات اور منصوبہ نہ بدلا تھا۔

8۔ عہد رسوؐل ہی سے قریش اللہ ورسوؐل کے دشمنوں سے محبت و ساز باز رکھتے تھے۔

وہ برابر اپنے مکی مرکز سے تعلقات محبت اور ساز باز رکھتے چلے آئے۔ قرآن میں طرح طرح اُن کے اس سازشی منصوبے کی نقاب کشائی کی گئی ہے قرآن کریم آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات سے دو سال قبل تک قریش کے مسلمان محاذ کا تعلق مشرک محاذ سے یوں ظاہر کرتا ہے۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوْا عَدُوِّيْ وَعَدُوَّكُمْ اَوْلِيَاۗءَ تُلْقُوْنَ اِلَيْهِمْ بِالْمَوَدَّةِ وَقَدْ كَفَرُوْا بِمَا جَاۗءَكُمْ مِّنَ الْحَقِّ ۚ يُخْرِجُوْنَ الرَّسُوْلَ وَاِيَّاكُمْ اَنْ تُؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ رَبِّكُمْ ۭ اِنْ كُنْتُمْ خَرَجْتُمْ جِهَادًا فِيْ سَبِيْلِيْ وَابْتِغَاۗءَ مَرْضَاتِيْ ڰ تُسِرُّوْنَ اِلَيْهِمْ بِالْمَوَدَّةِ ڰ وَاَنَا اَعْلَمُ بِمَآ اَخْفَيْتُمْ وَمَآ اَعْلَنْتُمْ ۭ وَمَنْ يَّفْعَلْهُ مِنْكُمْ فَقَدْ ضَلَّ سَوَاۗءَ السَّبِيْلِ O(سورہ ممتحنہ 60/1)

''اے لوگو جو کہ ایمان لائے ہو تم میرے اور اپنے دشمنوں کو اپنا ولی اور ہمدرد حاکم نہ بناؤ۔ تم اُن کے حضور میں اپنی محبت و اکرام پیش کرتے ہو حالانکہ انہوں نے اس حق کو چھپالیا ہے جو تمہارے پاس آیا ہے اور انہوں نے تمہیں بھی اور رسوؐل اللہ کو بھی جلاوطن کیا تھا اور یہ صرف اس لئے کہ تم اپنے پروردگار اللہ پر ایمان لے آئے۔ اور تم ایسی صورت میں بھی اُن سے چپکے چپکے چوری چوری اور راز داری سے محبت و اکرام و احترام سے پیش آتے ہو جب کہ تم میری راہ میں جہاد کے لئے نکلے ہو اور میری رضامندیوں کے بھی طالب ہو۔ اور میں تمہاری تمام خفیہ کارروائیوں کو جانتا ہوں اور تمہارے بظاہر اعلانیہ طرز عمل کو بھی جانتا ہوں۔ اور جو کوئی بھی یہ رویہ جاری رکھے گا وہ مناسب راہ عمل سے گمراہ ہو جائے گا''۔(سورہ ممتحنہ 60/1)

یہ تھا مسلمانوں کی کثرت کا قریشی منصوبہ جس میں مکی محاذ کی اطاعت کی جاتی رہی۔ مومن کہلاتے ہوئے اپنی وفاداریاں مشرکین سے وابستہ رکھیں اور بار بار تقاضوں کے باوجود اپنے مسلک میں ذرہ برابر تبدیلی نہ کی۔ اُن سے کہا گیا کہ:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنْ تُطِيْعُوا الَّذِيْنَ كَفَرُوْا يَرُدُّوْكُمْ عَلٰٓي اَعْقَابِكُمْ فَتَنْقَلِبُوْا خٰسِرِيْنَ O(آل عمران 3/149)

Presented by Ziaraat.Com

’’اے مومنین اگر تم حق پر پردے ڈالنے والوں کی اطاعت کرتے چلے گئے تو وہ تمہیں اپنے دین کی طرف پھیر لے جائیں گے اور پھر تم ایک گھاٹے کے انقلاب میں مبتلا ہو جاؤ گے۔‘‘

9۔ قریشی قسم کے مسلمان اجتہادی مدد حاصل کرنے کے لئے اہلِ کتاب کے بھی مطیع تھے۔

چونکہ مسلمانوں کی کثرت کے منصوبے میں خلافت کو رسالت سے الگ کرنا اور خود خلیفہ بننا شامل تھا اور دینی حکومت چلانا اُن کی قابلیت سے ارفع و اعلیٰ تھا اس لئے قریش نے مدینہ کے یہود و نصارا سے اجتہادی مسائل گھڑنا اور حاصل کرنا تھے اس لئے وہ اُن کی اطاعت کرتے تھے چنانچہ فرمایا گیا کہ:۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنْ تُطِيْعُوْا فَرِيْقًا مِّنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ يَرُدُّوْكُمْ بَعْدَ اِيْمَانِكُمْ كٰفِرِيْنَ O (آل عمران 3/100)

’’اے قریشی مومنین اگر تم نے اہلِ کتاب کے ایک مجتہد فرقہ کی اطاعت جاری رکھی تو وہ تم کو تمہارے مومن ہونے کے باوجود حق کو چھپانے والا بنا دیں گے۔‘‘

10۔ اللہ و رسوؐل کی نصرت کرنے والے اپنی جان کی بازی لگانے والے اور اسلام کو گھر گھر پہنچانے والے علیؑ و انصارانِ علیؑ تھے وہی مخاطب ہیں۔

اللہ نے حضرت علی السلام اور اُن کے انصار کو جان فروش قرار دیا ہے۔ چنانچہ فرمایا کہ:۔

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّشْرِىْ نَفْسَهُ ابْتِغَآءَ مَرْضَاتِ اللّٰهِ وَاللّٰهُ رَءُوْفٌ بِالْعِبَادِ O (بقرہ 2/207)

’’اور ان ہی لوگوں میں سے وہ شخص بھی ہے جو اللہ کی تمام رضامندیاں خریدنے کے لئے اپنے آپ کو فروخت کر دیتا ہے۔ اور فرمایا کہ:

فَلْيُقَاتِلْ فِىْ سَبِيْلِ اللّٰهِ الَّذِيْنَ يَشْرُوْنَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا بِالْاٰخِرَةِ وَمَنْ يُّقَاتِلْ فِىْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَيُقْتَلْ اَوْ يَغْلِبْ فَسَوْفَ نُؤْتِيْهِ اَجْرًا عَظِيْمًا O۔

یہاں اول الذکر حضرت علی علیہ السلام ہیں جن کے پاس نہ دنیا تھی نہ انہوں نے بدلے میں اپنے لئے آخرت کو خریدا۔ بلکہ اپنی ذات کو اللہ کی ساری رضامندیاں خرید لینے کے لئے فروخت کر ڈالا۔ اس سودے میں وہ سب کچھ آ گیا جو اللہ خوش ہو کر دے سکتا تھا۔ دوسرے الفاظ میں بات یہ ہوگئی کہ اللہ کو خوش کر کے جسے جو کچھ چاہئے وہ حضرت علی علیہ السلام سے لینا ہوگا اس لئے کہ اب اللہ کی رضامندیاں علی علیہ السلام کی جان کی خرید و ملکیت ہیں۔ لہٰذا آپ کے قدم بقدم چلنے والے مخاطب انصار کے لئے فرمایا کہ:

’’چنانچہ اللہ کی راہ میں یقیناً وہی لوگ جنگ کرتے ہیں اور کریں گے جو اپنی دنیاوی زندگی کو آخرت کی زندگی کے لئے فروخت کرتے ہیں اور کریں گے۔ پھر جو بھی راہ خدا میں جنگ کرے گا اور قتل ہو جائے گا یا غالب رہے گا اُسے ہم جلد ہی عظیم الشان اجر دیں گے۔‘‘ (نساء 4/74)

یاد رکھئے کہ اللہ کی تمام رضامندیوں کا مالک اس خطبہ (67) میں اُن حضرات کو انصار فرما کر اُن کی مدح و ثنا کر رہا ہے اور جلدی ملنے والا اجرِ عظیم ایک تو یہی ہے۔

Presented by Ziaraat.Com

11۔ عہدِ رسولؐ میں اللہ کی طرف سے مومنین کو عطا کیا جانے والا حاکم اور ہر حالت میں نصرت کرنے والا نصیر حضرت علیؑ ہیں۔

اب وہ مقام آرہا ہے جہاں قریش کا عملاً قریش سے جنگ کرنا ناپسند ثابت ہوگا اور یہ طے ہو جائے گا کہ قریشی مسلمان ہرگز مظلوم مسلمانوں کی مدد کے لئے اپنے قبیلہ پر اور اپنے ہم مسلک لوگوں پر کبھی تلوار نہ اٹھائیں گے۔ اور ساتھ ہی عہدِ رسولؐ میں تمام انسانوں کا عموماً اور مظلوموں کا خصوصاً مددگار اور اللہ کی طرف سے متعین کیا ہوا حاکم یا ولی حضرت علی علیہ السلام تھے۔ سنئے اللہ تعالیٰ دونوں جانفروشوں اور مستقل انصاران اسلام کے ذکر کے بعد مسلسل فرماتا ہے کہ:۔

وَمَا لَكُمْ لَا تُقَاتِلُونَ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ وَالْمُسْتَضْعَفِينَ مِنَ الرِّجَالِ وَالنِّسَآءِ وَالْوِلْدَانِ الَّذِيْنَ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَآ اَخْرِجْنَا مِنْ هٰذِهِ الْقَرْيَةِ الظَّالِمِ اَهْلُهَا وَاجْعَلْ لَّنَا مِنْ لَّدُنْكَ وَلِيًّا وَّاجْعَلْ لَّنَا مِنْ لَّدُنْكَ نَصِيْرًا O (نساء4/75)

''اے مومنین تمہیں کیا ہوگیا ہے کہ تم اللہ کی راہ میں ایسی حالت میں بھی جنگ نہیں کرتے جب کہ بے بس و بے کس مردوں اور عورتوں اور بچوں پر دن رات مظالم ہو رہے ہیں اور وہ فریاد کر رہے ہیں کہ اے ہمارے پروردگار ہمیں اس بستی سے نکال لے یہاں کے باشندے ہم پر ظلم کر رہے ہیں۔ اور ساتھ ہی تو اپنے پاس سے ہمارے لئے ایک ولی و حاکم تعینات کر دے اور ساتھ ہی ہماری نصرت کے لئے اپنے پاس سے ایک مددگار و نصیر تجویز فرما دے۔''

یہاں نوٹ کرنے کی بات یہ ہے کہ یہ لوگ اللہ اور رسولؐ پر ایمان لائے ہیں۔ یعنی اللہ و رسولؐ کو جانتے ہیں مگر یہ نہیں کہتے کہ رسولؐ کو ہمارا ولی اور نصیر بنا کر بھیج دے۔ لہٰذا یہ ثابت ہوا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ کی زندگی میں بھی اور وفات کے بعد بھی اُن کے علاوہ کسی اور کو پنچایت یا قوم کی طرف سے نہیں اللہ کی طرف سے حاکم اور نصیر مقرر کیا جانا چاہئے۔ اور یہ وہ مقام ہے جہاں کوئی شخص حضرت علی علیہ السلام کے علاوہ کسی اور کو تجویز نہیں کرسکتا۔

12۔ سارے قرآن میں کہیں اللہ و رسولؐ نے اپنے انصار کی ایسی مدح وثنا نہیں کی جیسی حضرت علیؑ نے کی ہے لہٰذا یہ اللہ و رسولؐ کی مدح وثنا ہے۔

نزولِ قرآن کے دوران یا دشمنانِ اسلام سے جنگی تصادم کے دوران حضرت علی علیہ السلام اور اُن کے ممدوح صحابہ اور انصار کے علاوہ مسلمانوں کی کثرت نے کوئی ایسا کارنامہ نہ دکھایا جس کو قرآن میں مدح وثنا کے ساتھ مذکور کیا جاتا سارا قرآن عہدِ رسولؐ کے مسلمانوں کی مذمت سے تو بھرا پڑا ہے لیکن مسلمانوں کی جانفروشی بےجگری اور فداکاری کا ایک بھی ایسا ذکر نہیں ہے جسے بطور مثال پیش کر دیا جائے۔

1۔ یہ تو فرمایا ہے کہ: مودودی کا ترجمہ:

''اے لوگو جو ایمان لائے ہو، تمہیں کیا ہوگیا ہے کہ جب تم سے اللہ کی راہ میں (جنگ کو) نکلنے کے لئے کہا گیا تو تم زمین سے چمٹ کر رہ گئے؟ کیا تم نے آخرت کے مقابلہ میں دنیا کی زندگی کو پسند کرلیا؟ ۔۔۔۔۔۔۔ تم نہ اٹھو گے تو خدا تمہیں دردناک سزا دے گا، اور تمہاری جگہ کسی اور قوم کو اُٹھائے گا۔'' (سورہ توبہ 9/38-39) (تفہیم القرآن جلد 2 صفحہ 195-194)

رسولؐ کو نرغہ میں قتل ہو جانے کے لئے چھوڑ کر جنگ سے فرار کرنا۔

اور یہ نظارہ بھی قرآن میں ہے کہ: اِذْ تُصْعِدُوْنَ وَلَا تَلْوٗنَ عَلٰٓى اَحَدٍ وَّالرَّسُوْلُ يَدْعُوْكُمْ فِيْٓ اُخْرٰىكُمْ.. الخ (3/153)

Presented by Ziaraat.Com

''یاد کرو جب تم میدان جنگ سے بھاگ کر پہاڑ پر چڑھے جا رہے تھے اور کسی کی طرف پلٹ کر دیکھنے کا بھی تمہیں ہوش نہ تھا اور رسولؐ پیچھے سے تمہیں مدد کے لئے پکار رہا تھا۔''

قارئین سوچیں کہ کیا ایسے مسلمانوں سے کوئی امید کی جا سکتی ہے؟ کیا رسول اللہ کے زمانہ کے ان مسلمانوں سے حضرت علی علیہ السلام کی ساری فوج بحیثیت مجموعی اچھی نہ تھی؟ جو نہ کبھی حضرت علیؑ کو میدان جنگ میں چھوڑ کر بھاگی اور نہ کبھی ایسی نامردی دکھائی جیسی عہد رسولؐ کے مومنین قدم قدم پر دکھاتے رہے؟ لہٰذا یاد رکھیں کہ عہد رسولؐ میں بھی صرف حضرت علیؑ اور اُن کے ممدوح صحابہ وانصار ہی تھے جن کی قوت سے دشمنان اسلام یعنی مکے کے مرکز کی شکست وریخت عمل میں آئی اور ابوسفیان مع اپنے بے شمار قبیلے کے بے دست و پا کر دیا گیا۔ اور کلمہ پڑھ کر اپنی جان بچائی۔ اور جس کا انتقام انہوں نے بعد وفات رسولؐ حضرت علی علیہ السلام سے لیا۔ ہمہ قسمی غداریاں بے ایمانیاں اور فریب کاریاں کر کے خلافت پر قبضہ کیا حکمران بنے، قوت قاہرہ جمع کی اور حضرت علیؑ کے صبر کے سامنے اُن کی حکومت کا جنازہ نکلا جسے حضورؐ کے رحم و کرم نے دفن کرایا۔ حکومت نے انکار کے باوجود حضورؐ کے قدم چومے۔ مگر انتقام جاری رہا اور پھر ذلت و رسوائی سے دوچار ہونا پڑا۔ دشمنوں کو ذلت و رسوائی تک پہنچانے والے انصار کی مدح و ثنا میں یہ خطبہ دیا گیا ہے۔ جو اللہ و رسولؐ کی طرف سے وہ شکریہ ہے جو قرآن میں نازل ہوتا اگر قریش نے اسلام کا ڈھونگ نہ رچا ہوتا۔

13۔ اللہ ہرگز غداروں اور کمینوں سے نصرت طلب نہ کر سکتا تھا

قرآن میں حضرت علی علیہ السلام اور اُن کے ممدوح انصار ہی کے لئے فرمایا گیا تھا کہ:۔

یٰۤاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا کُوْنُوْۤا اَنْصَارَ اللّٰہِ کَمَا قَالَ عِیْسَی ابْنُ مَرْیَمَ لِلْحَوَارِیّٖنَ مَنْ اَنْصَارِیْۤ اِلَی اللّٰہِ قَالَ الْحَوَارِیُّوْنَ نَحْنُ اَنْصَارُ اللّٰہِ فَاٰمَنَتْ طَّآئِفَۃٌ مِّنْۢ بَنِیْۤ اِسْرَآءِیْلَ وَ کَفَرَتْ طَّآئِفَۃٌ فَاَیَّدْنَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا عَلٰی عَدُوِّھِمْ فَاَصْبَحُوْا ظٰھِرِیْنَ O (الصف 61/14)

''اے لوگو جو ایمان لائے ہو تم اللہ کے انصار و مددگار بنو اُسی طرح جس طرح عیسیٰؑ ابن مریمؑ نے اپنے حواریوں سے کہا تھا کہ تم میں سے کون کون ہیں جو اللہ کے لئے میرے مددگار و انصار بنیں؟ حواریوں نے کہا ہم سب اللہ کے انصار و مددگار ہیں۔ اُس وقت بنی اسرائیل کا ایک گروہ ایمان لے آیا تھا اور ایک گروہ نے حقائق کو چھپانا اختیار کر لیا تھا۔ چنانچہ ہم نے ایمان لانے والوں کو اُن کے دشمنوں کے مقابلے میں اپنی تائید عطا کر دی تو وہ اپنے دشمنوں پر غالب رہے''۔

14۔ نصرت اور مدد طلب کرنے پر چند وضاحتیں یہاں محمدؐ کی طرف سے اللہ نے مدد مانگی ہے۔

یہ بات خود بخود سمجھ میں آتی ہے کہ وہاں حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اپنے حواریوں (فداکاروں) سے نصرت اور مدد طلب کی تھی۔ لہٰذا یہاں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ کو اپنے فداکاروں یا حواریوں سے مدد اور نصرت طلب کرنا چاہئے تھی۔ مگر اللہ نے رسولؐ کے حواریوں کا مرتبہ بلندتر کرنے کے لئے رسولؐ کی جگہ بذاتِ خود مدد مانگی ہے۔ وہاں یہ بتایا گیا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے زمانہ کے حواری اور مومنین کو اللہ نے اپنی تائید سے نوازا تھا اور حضرت عیسیٰؑ کے فداکار وانصار اپنے دشمنوں پر غالب رہے تھے بالکل اُسی طرح محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ کے انصار وفداکاروں کو تائیدِ خداوندی حاصل رہنا چاہئے اور انہیں ہمیشہ اپنے دشمنوں پر غالب رہنا چاہئے۔ لہٰذا تاریخ اور ساری دنیا مانتی ہے کہ حضرت علی علیہ السلام اور اُن کے ممدوح انصار کبھی مغلوب نہیں ہوئے اور اپنے دشمنوں کو ہر میدان میں شکست و ذلت و رسوائی سے وابستہ رکھا تھا۔ لہٰذا معلوم

Presented by Ziaraat.Com

ہونا چاہئے کہ اعلان نبوت وامامت وخلافت اوروزارت واُخوّت کے دن سے لے کر خطبہ کے ارشاد فرمانے کے دن تک ایک مسلسل اسلامی مہم تھی۔ جس طرح اسلام کے دشمن مستقل و مسلسل تھے۔اُسی طرح اسلام کے طرفدار وانصار مستقل و مسلسل تھے۔

15۔ آنحضرتؐ سے تعلق رکھنے والے تین قسم کے لوگ جو عہد مرتضوی تک برقرار رہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے جن لوگوں کو سابقہ پڑا تھا اُن کی موٹی موٹی یا اہم قسمیں دو (2) تھیں۔ایک دوست وطرفدار دوسرے مخالفین۔ یا ایک مومنین اور دوسرے مخالفین۔پہلی قسم دوست یا مومن کی پھر دو قسمیں تھیں۔ایک وہ مومنین جن کے ایمان پر قرآن میں کبھی اعتراض نہیں ہوا اور دوسرے وہ مومنین جن کا صرف نام مومن تھا اور اُن کے ایمان پر مسلسل قرآن میں اعتراض ہوتے رہے ہیں۔تیسری مخالف قسم کے لوگ ایک روز یعنی فتح مکہ کے دن مومنین میں داخل ہو گئے یعنی فتح مکہ کے ایمان لانے والے سب لوگوں نے بھی نام نہاد یا برائے نام مومنین میں داخلہ لے لیا۔ یہاں یہ دوبارہ نوٹ کرلیں کہ روز اول سے جو نام نہاد مومنین رسوؐل اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ چپکے چلے آرہے تھے وہ قرآن (60/1) کی رُو سے دشمنانِ خدا اور رسوؐل اور مخالفین اسلام کے نہ صرف دوست تھے بلکہ اُن کے مطیع وفرمانبردار رعیت بھی تھے۔(سورہ ممتحنہ 60/1) لہٰذا فتح مکہ کے روز جن ہزاروں مخالفوں نے ہتھیار ڈالے اور نام نہاد مومنین میں گھُل مل گئے اور دوستی ومحبت ومودۃ بے روک جاری ہوگئی۔ اور آپس میں ہم پیالہ وہم نوالہ رہنے لگے۔لہٰذا مسلمانوں کی وہ کثرت جو نہ اللہ کے معیار پر اللہ پر ایمان رکھتے تھے نہ رسوؐل کو حقیقی معنی میں مانتے تھے نہ قرآن اور سابقہ کتب خداوندی کو تسلیم کرتے تھے مگر قرآن میں اللہ کی طرف سے یٰاَیُّھَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا کہلاتے تھے (سورہ نساء 4/136) فتح مکہ کے بعد شامل ہونے والے لوگوں کی وجہ سے وہ اب ایک غالب اکثریت بن گئی تھی اور حقیقی مومنین خال خال نظر آنے لگے تھے۔

16۔ مسلمانوں کی غالب اکثریت کو اللہ نے جہنم کے دردناک عذاب سے بچنے کا طریقہ بتایا تھا۔

بہرحال اللہ نے حسب سابق اس عظیم الشان نام نہاد مومن کثرت کو مومن کہہ کر مخاطب فرمایا اور حقیقی مومن بن جانے کا سبق دیا ہے غور سے قرآن پڑھئے۔ مودودی کی خیانت کو دیانت میں بدلنے کے لئے ہمارا اُن کا ترجمہ:

یُرِیۡدُوۡنَ لِیُطۡفِئُوۡا نُوۡرَ اللّٰهِ بِاَفۡوَاهِهِمۡ وَاللّٰهُ مُتِمُّ نُوۡرِهٖ وَلَوۡ كَرِهَ الۡكٰفِرُوۡنَ ۝ هُوَ الَّذِیۡۤ اَرۡسَلَ رَسُوۡلَهٗ بِالۡهُدٰى وَدِیۡنِ الۡحَقِّ لِیُظۡهِرَهٗ عَلَى الدِّیۡنِ كُلِّهٖ وَلَوۡ كَرِهَ الۡمُشۡرِكُوۡنَ ۝ یٰۤاَیُّهَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا هَلۡ اَدُلُّكُمۡ عَلٰى تِجَارَةٍ تُنۡجِیۡكُمۡ مِّنۡ عَذَابٍ اَلِیۡمٍ ۝ تُؤۡمِنُوۡنَ بِاللّٰهِ وَرَسُوۡلِهٖ وَتُجَاهِدُوۡنَ فِیۡ سَبِیۡلِ اللّٰهِ بِاَمۡوَالِكُمۡ وَاَنۡفُسِكُمۡ ذٰلِكُمۡ خَیۡرٌ لَّكُمۡ اِنۡ كُنۡتُمۡ تَعۡلَمُوۡنَ ۝ یَغۡفِرۡ لَكُمۡ ذُنُوۡبَكُمۡ وَیُدۡخِلۡكُمۡ جَنّٰتٍ تَجۡرِیۡ مِنۡ تَحۡتِهَا الۡاَنۡهٰرُ وَمَسٰكِنَ طَیِّبَةً فِیۡ جَنّٰتِ عَدۡنٍ ذٰلِكَ الۡفَوۡزُ الۡعَظِیۡمُ ۝ وَاُخۡرٰى تُحِبُّوۡنَهَا نَصۡرٌ مِّنَ اللّٰهِ وَفَتۡحٌ قَرِیۡبٌ وَبَشِّرِ الۡمُؤۡمِنِیۡنَ ۝ (61/8-13)

''لوگ یہ منصوبہ رکھتے ہیں کہ اپنے بیانات وپروپیگنڈے سے اللہ کے نور کو بجھا دیں اور اللہ نے اپنے نور کو درجہ اتمام تک پہنچانا طے کررکھا ہے خواہ حق کو چھپانے والوں کو ناگوار ہی کیوں نہ ہو۔ وہ وہی ہے جس نے اپنا رسوؐل ہدایت اور دین حق کے ساتھ بھیجا ہے تاکہ اُس رسوؐل کو پورے کے پورے دین پر غالب کردے۔ خواہ نظام اشتراک اور جمہوریت پسند لوگوں پر گراں ہی کیوں نہ گزرے، اَے برائے نام مومنین! کیا میں تمہیں ایسی تجارت نہ بتادوں، جس کو کرنے سے تم دردناک عذابِ جہنم سے نجات پاسکو؟ نجات بخشنے والی تجارت یہ ہے کہ تم اللہ اور اُس کے رسوؐل پر حقیقی ایمان لے آؤ اور اپنی جانوں اور مالوں سے اللہ کی راہ میں جہاد کرو یہی تمہارے لئے بہتر ہے اگر تم جانو۔

Presented by Ziaraat.Com

اللہ تمہارے گناہ بخش دے گا اور تم کو ایسے باغوں میں داخل کرے گا جن کے نیچے نہریں بہتی ہوں گی۔ اور ابدی قیام کی جنتوں میں بہترین گھر تمہیں عطا کرے گا۔ یہ ہے بڑی کامیابی۔ اور وہ جو دوسری چیز تمہیں محبوب ہے ''اللہ کی طرف سے نصرت اور قریبی فتح'' اور اے نبیؐ حقیقی مومنین کو خوشخبری دے دو''۔ (سورہ الصّف 13 تا 61/8)

17۔ آیات پر تبصرہ، نام نہاد مومنین اگر حقیقی ایمان اور یقین لے آئیں تو انہیں جو کچھ دیا جائے گا اُس میں اللہ کو انصار درکار ہیں۔

علامہ مودودی نے بھی اس گروہ کو برائے نام مسلمان مانا ہے۔

مودودی نے لکھا ہے کہ: ''15 ایمان لانے والوں سے جب کہا جائے کہ ایمان لاؤ، تو اس سے خود بخود یہ معنی نکلتے ہیں کہ مخلص مسلمان بنو۔ ایمان کے محض زبانی دعوے پر اکتفانہ کرو۔'' (تفہیم القرآن جلد 5 صفحہ 478)

مودودی چونکہ اُسی زیر بحث کثرت کے مذہب پر ہیں اُن ہی کو اپنا راہنما مانتے ہیں۔ اس لئے اُن کے قول کو نظر انداز کر کے ہمیں قرآن کریم کے الفاظ کے ماتحت رہنا ہے۔ وہاں تو عظیم الشان کثرت سے ہر قسم کے ایمان کی نفی کی گئی ہے اور بتایا ہے کہ وہ ایسے مومن تھے کہ ان کے لئے عذاب الیم طے شدہ تھا۔ اگر وہ اللہ کی پسند کے مطابق ایمان نہ لائیں تو وہ جہنمی تھے۔ انہیں یہ تجارت بتائی گئی تاکہ اُن پر اتمام حجت ہو جائے۔ وہ جہاد فی سبیل اللہ بھی نہ کرتے تھے۔ نہ مال راہِ خدا میں صَرف کرتے تھے نہ جنگ کرنے اور جان دینے کے لئے تیار ہوتے تھے۔ بہر حال اس نام نہاد مومن کثرت کے ساتھ ہی اگلی آیت میں حضرت علی علیہ السلام اور وہ جانفروش مومن ہیں جن کو اللہ نے نصرت کرنے اور انصار بننے کے لئے فرمایا ہے (61/14) اور یہی وہ گروہ ہے جو نام نہاد مومنین کی مخالفت کے باوجود اللہ کے نور کو مکمل کرے گا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ کے دین کو ہر ہر شعبہ پر غالب کر کے رہیگا خواہ کفار ومشرک سر پیٹتے رہیں۔

Presented by Ziaraat.Com

مفتی جعفر حسین: خطبہ نمبر: 71

علی نقی طہرانی: خطبہ نمبر: 72

خُطبہ «68»

1 ۔جنگ جمل میں جس وقت مروان بن الحکم گرفتار ہو کر آیا تو اس نے اپنی رہائی اور سزا سے معافی کے لئے حضراتِ حسنین علیہم السلام کو اپنا سفارشی بنا کر حضرت علی علیہ السلام سے معافی اور رہائی کی درخواست کی تو حضور علیہ السلام نے رہائی کا حکم دیا۔حضرات حسنین علیہم السلام نے یہ بھی عرض کیا کہ یہ مروان آپ سے بیعت کرنا چاہتا ہے۔اس کے جواب میں جناب علی علیہ السلام نے اس کے متعلق پیشگوئی فرمائی جو حرف بہ حرف صحیح ثابت ہوئی۔

2۔جو شخص بیعت کر چکا اس سے اب بیعت کی ضرورت نہیں۔

3۔یہ یہودی ہاتھ ہے اگر ہاتھ سے بیعت کرے گا تو غداری سے توڑ ڈالے گا۔

4۔اسے اتنی مدت کے لئے حکومت ملنا ہے جتنی مدت کُتا اپنی ناک چاٹ کر فارغ ہو جائے۔

5۔البتہ یہ چار مینڈھوں یعنی سرداروں رئیسوں یا حکمرانوں کا باپ ضرور ہے۔

6۔امت اس کے اور اس کی اولاد کے ہاتھوں بُرے دن دیکھے گی۔

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

اَوَلَمۡ يُبَايِعۡنِىۡ بَعۡدَ قَتۡلِ عُثۡمَانَ ؟	1	کیا اس نے قتل عثمان کے بعد میری بیعت نہیں کی تھی؟
لَاحَاجَةَ لِىۡ فِىۡ بَيۡعَتِهٖ ؛	2	میرے لئے اب اس کی بیعت کی ضرورت واحتیاج نہیں ہے۔
كَفٌّ يَّهُوۡدِيَّةٌ ؛	3	یہ یہودی ہاتھ ہے۔
لَوۡبَايَعَنِىۡ بِيَدِهٖ لَغَدَرَ بِسَبَّتِهٖ ؛	4	اگر اس نے اپنے اس ہاتھ سے میری بیعت کر بھی لی تو اپنے سبت (ہفتہ) کے دن توڑ ڈالے گا۔
اَمَا اِنَّ لَهٗ اِمۡرَةً ؛ كَلَعۡقَةِ الۡكَلۡبِ اَنۡفَهٗ ؛	5	البتہ خود اس کے لئے حکومت مقرر ہے بس اتنی دیر کے لئے جتنی دیر میں کُتا اپنی ناک چاٹ سکے۔
وَهُوَاَبُو الۡاَ كۡبُشِ الۡاَرۡبَعَةِ ؛	6	اور وہ چار مینڈھوں یا بادشاہوں کا باپ ضرور ہے۔
وَسَتَلۡقَى الۡاُمَّةُ مِنۡهُ وَمِنۡ وُّلۡدِهٖ يَوۡمًا اَحۡمَرَ ؛	7	عنقریب اُمت محمدؐ یہ اس کے اور اس کی اولاد کے ہاتھوں بُرے دن دیکھے گی۔

Presented by Ziaraat.Com

تشریحات:

نوٹ اول: مروان کا دوبارہ بیعت کی درخواست کرنا بظاہر خوشامد معلوم ہوتی ہے لیکن دراصل دوبارہ بیعت کر کے وہ یہ دکھانا چاہتا تھا کہ جنگ جمل لڑنے والوں نے بیعت نہیں کی تھی۔اس سے قریش کو دو فائدے ہوتے اول یہ کہ حضرت علی علیہ السلام کے ہاتھ پر صحابہ اور عوام کی کثرت نے بیعت نہیں کی تھی لہٰذا اُن کی خلافت وحکومت مشکوک تھی اور (2) اس لئے جنگ جمل والے لوگ اللہ واسلام کے باغی نہ تھے۔نہ خلیفہ سے بیعت توڑنے کے مجرم تھے۔

نوٹ دوم: یہ مروان رشتہ میں عثمان کا بھتیجا بھی تھا اور داماد بھی تھا اور یہی بڑا سبب تھا کہ عثمان نے اُسے اپنا وزیر بنا کر سارا کاروبارِ خلافت سونپے رکھا اور جائز قصاص کے لئے بھی اُسے پبلک کے حوالے نہ کیا تھا۔یزید کے بیٹے معاویہ بن یزید بن معاویہ بن ابی سفیان کے مرنے پر مروان بن الحکم پوری مملکت اسلامیہ کا خلیفہ بن گیا۔اور دس ماہ کے قریب حکومت کر کے مر گیا۔اس کے بعد اُس کا بیٹا عبدالملک بن مروان خلیفہ ہوا۔اور یہی ہے وہ خلیفہ جس کے بعد اُس کے چار بیٹے ولید،سلیمان،یزید اور ہشام یکے بعد دیگرے خلیفہ ہوئے۔جن کی طرف علی علیہ السلام نے اشارہ فرمایا ہے۔

مروان کی سیاسی چال: قارئین نوٹ (1) میں ملاحظہ کر چکے ہیں کہ مروان کا بیعت کے لئے کہنا کسی خوشامد کی بنا پر نہ تھا۔اگر کہیں اُس سے بیعت لے لی جاتی تو وہ یہ دلیل اختیار کرتا کہ جنگ جمل میں جو لوگ حضرت علی علیہ السلام سے لڑے تھے وہ حضرت علیؑ کے حلقہ بیعت میں داخل نہ تھے اُن میں سے کسی نے بیعت نہیں کی تھی اور اُن پر حضورؐ کی اطاعت واجب نہ تھی لہٰذا جنگ کرنا جرم نہ تھا اور دوسرا یہ فائدہ اور ثبوت ہوتا کہ حضرت علی علیہ السلام کی بیعت میں صحابہ کی کثرت داخل نہ تھی لہٰذا اُن کی خلافت مشکوک تھی اور جنگ کرنے والے صحابہ اللہ اور اسلام کے باغی نہ تھے۔نہ خلیفہ برحق کی بیعت توڑنے کے مجرم تھے۔

یہ یاد رکھنا چاہئے کہ مروان کسی حیثیت سے بھی معاویہ؛عمرو بن العاص،زیاد اور مغیرہ بن شعبہ سے کم نہ تھا۔ابوبکر،عثمان وعمر اُس کے نزدیک بے وقوف لوگ تھے۔اُن کے ساتھ قوم نے صحابیت کی دم لگا دی تھی اور اُن کے لئے فضیلت کے جھوٹے افسانے گھڑ کر چپکا دیئے تھے۔جو مروان کے لئے گھڑنا ضروری نہ تھے۔یعنی آپ کو جو کچھ مروان کے لئے ملتا ہے وہ اُس کی اپنی کمائی اور کردار ہے۔لوگوں کے گھڑے ہوئے افسانے اور مصنوعی حالات نہیں ہیں اور یہ بہت بڑی بات ہے۔جو عموماً قریشی صحابہ کو حاصل نہیں ہے۔اُن کے لئے یہ پتا لگانا کہ کون سا اُن کا ذاتی اور اصلی کردار ہے اور کون سا یاروں نے چپکا دیا ہے ناممکن ہے۔لہٰذا مروان نے جو کچھ کیا،اچھا ہو یا برا،خود اپنی بصیرت اور سوجھ بوجھ سے کیا تھا۔چنانچہ اگر دین اور علیؑ کو درمیان سے ہٹا لیا جائے تو مروان اور اُس کے ہم سِن قریشی لیڈر لاجواب و بے نظیر لیڈر اور دانشور تھے۔

2۔مروان کے حالات میں لپٹے ہوئے عثمان اور قریش کے لیڈروں،حکمرانوں اور بزرگوں کے حالات پر مودودی کے بیانات۔

اول۔عثمان کی بدعنوانیاں۔علامہ مودودی لکھتے ہیں کہ عمر کے بعد؛

''جب حضرت عثمان جانشین ہوئے تو رفتہ رفتہ وہ اس (عمری) پالیسی سے ہٹتے چلے گئے۔انہوں نے پے در پے رشتہ داروں کو بڑے بڑے اہم عہدے عطا کئے۔اور اُن کے ساتھ دوسری ایسی رعایات کیں جو عام طور پر مسلمانوں میں ہدف اعتراض بن کر رہیں ؎۲'' (خلافت وملوکیت صفحہ 106)

Presented by Ziaraat.Com

توضیحی حاشیہ 2۔''مثال کے طور پر انہوں نے افریقہ کے مالِ غنیمت کا پورا خمس 5 لاکھ دینار (جوکہ اہلبیتؑ کا حق تھا) مروان کو بخش دیا۔اس واقعہ کے متعلق ابن الاثیر نے اپنی تحقیق اس طرح بیان کی ہے۔''عبداللہ بن سعد بن ابی سرح (مرتد) افریقہ کا خمس مدینہ لائے اور مروان بن الحکم نے اسے پانچ لاکھ دینار میں خرید لیا (یعنی خمس مختلف چیزوں کی شکل میں تھا اور ظاہر ہے کہ اُس رقم سے کہیں زیادہ قیمتی تھا جو مروان نے لگائی تھی۔یعنی باقاعدہ کاروبارِ تجارت بھی جاری رہتا تھا۔) پھر حضرت عثمان نے یہ قیمت بھی مروان کو معاف کردی۔یہ بھی اُن امور سے ہے جن کی وجہ سے حضرت عثمان پر اعتراض کیا جاتا ہے۔(خلافت وملوکیت صفحہ 106)

دوم۔گورنروں کی معزولی اور تقرری۔ پھر مسلسل لکھتے ہیں کہ:''حضرت سعد بن ابی وقاص کو معزول کر کے انہوں نے کوفہ کی گورنری پر اپنے ماں جائے بھائی ولید بن عقبہ بن ابی معیط کو مقرر فرمایا (یہ وہی شرابی ہے،نشہ میں نماز میں اضافہ کرنے والا) اور اُس کے بعد اپنے ایک اور عزیز سعید بن عاص کو یہ منصب دیا''۔ابوموسیٰ اشعری کو بصرے کی گورنری سے معزول کر کے اپنے ماموں زاد بھائی عبداللہ بن عامر کو اُن کی جگہ مامور کیا۔عمرو بن العاص کو مصر کی گورنری سے ہٹا کر اپنے رضاعی (دودھ شریک) بھائی عبداللہ بن سعد ابن ابی سرح کو مقرر کیا۔معاویہ عمر فاروق کے زمانہ میں صرف دمشق کی ولایت پر تھے۔حضرت عثمان نے اُن کی گورنری میں دمشق،حمص،فلسطین،اردن اور لبنان کا پورا علاقہ جمع کر دیا۔پھر اپنے چچازاد بھائی مروان بن الحکم کو انہوں نے اپنا سیکرٹری بنالیا جس کی وجہ سے سلطنت کے پورے دَروبَست پر اس کا اثر ونفوذ قائم ہوگیا اس طرح عملاً ایک ہی خاندان کے ہاتھ میں سارے اختیارات جمع ہوگئے۔(خلاف وملوکیت صفحہ 108 تا107)

سوم۔ عثمان کی طرف داری کے ساتھ ساتھ،غلطیوں کا اقرار بھی کرتے گئے ہیں مگر یہ معلوم نہ تھا کہ خلافت کو علیؑ سے روک کر معاویہ کو دینا قریشی پالیسی تھی۔

''اس سے کوئی (ہمدرد) شخص انکار نہیں کرسکتا کہ اپنے خاندان کے جن لوگوں کو عثمان نے حکومت کے یہ عہدے دیئے تھے۔انہوں نے اعلیٰ درجہ کی انتظامی اور جنگی قابلیتوں کا ثبوت دیا اور اُن کے ہاتھوں بہت سی فتوحات ہوئیں۔لیکن ظاہر ہے کہ قابلیت صرف اُن ہی لوگوں میں نہ تھی۔دوسرے لوگ بھی بہترین قابلیتوں کے مالک موجود تھے۔اور ان سے زیادہ خدمات انجام دے چکے تھے۔محض قابلیت اس بات کے لئے کافی دلیل نہ تھی کہ خراسان سے لے کر شمالی افریقہ تک کا پورا علاقہ ایک ہی خاندان کے گورنروں کی ماتحتی میں دے دیا جاتا۔اور مرکز سکرٹریٹ پر بھی اُسی خاندان کا آدمی مامور کردیا جاتا۔''(ایضاً صفحہ 109-108)

چہارم۔چند اور اسباب جو مسلمانوں کی بے چینی کا باعث ہوئے قریشی پالیسی سے ناواقف لوگ بے چین ہوئے واقفین نے تدارک جاری رکھا۔

علامہ مودودی بھی قریشی پالیسی کو سامنے نہیں رکھتے ورنہ وہ معاویہ کو سترہ سال تک ملک شام پر گورنر رکھے جانے کی طرح معترض ہوتے اور کہتے کہ:

''خلفائے ثلاثہ کی پالیسی اور قریش کا منصوبہ یہ تھا کہ مسلمان پبلک کو بتدریج ایسا بنا دیا جائے کہ اگر کسی اتفاق وحادثہ کے ماتحت علیؑ خلیفہ ہو بھی جائیں تو پبلک اُن کی دینی پالیسیوں کو برداشت ہی نہ کر سکے اور پلٹ کر قریشی خلافت کے گن گائے اور کہے کہ اسلام کی عملی تنفیذ وہی صحیح تھی جو ثلاثہ اینڈ کمپنی نے اختیار کی تھی۔''

یہ سبب تھا عثمان کے ایسے لوگوں کو حکمران بنانے اور پوری چھوٹ دینے کا کہ نہ صرف اسلامی تصور سامنے سے ہٹ جائے بلکہ انصاف وعدل ومعقولیت کے نام پر بھی اپیل نہ کی جاسکے۔اور یہی سب کچھ مودودی بھی اس کتاب خلافت وملوکیت میں دکھا رہے ہیں۔مگر حقیقی اسباب وعلل سے

Presented by Ziaraat.Com

ہٹ کر قرآن سے منہ موڑ کر دکھا رہے ہیں۔ لہٰذا اُن کی محنت بھی اکارت جا چکی مسلمانوں میں کوئی انقلاب رونما نہ ہوا۔ وہی اسلام رہا جو مودودی کے زمانہ میں اور پہلی صدی ہجری میں تھا۔ وہ قریش کے جرائم (6/66,25/30 قرآن) پر ہی نہیں بلکہ تمام حقائق اسلام پر پردہ ڈال رہے ہیں۔ وہ اُسی راستے پر چل کر نجات چاہتے ہیں جو تباہی کی طرف لے جاتا ہے جسے بار بار چودہ سو سال سے آزمایا اور دُہرایا جا تا رہا ہے۔

مودودی سے وہ دوسرے اسباب سُنیں:

وہ حالات جو ہم قرآن سے مسلمانوں کی کثرت کے متعلق لکھ چکے ہیں:

''مگر اس کے علاوہ چند اسباب اور بھی تھے جن کی وجہ سے اس صورتِ حال نے اور زیادہ بے چینی پیدا کر دی۔ اول یہ کہ اس خاندان (بنی اُمیہ۔احسنؔ) کے جو لوگ دَورِ عثمانی میں آگے بڑھائے گئے وہ سب طُلَقاء میں سے تھے'' طُلَقاء '' سے مراد مکہ کے وہ خاندان ہیں جو آخر وقت تک نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور دعوتِ اسلامی کے مخالف رہے۔ فتح مکہ کے بعد حضورؐ نے اُن کو معافی دی اور وہ اسلام میں داخل ہوئے۔ معاویہ، ولید بن عقبہ، مروان بن الحکم (وغیرہ ہزاروں۔احسنؔ) اِن ہی معافی یافتہ خاندانوں کے افراد تھے۔ اور عبداللہ بن سعد بن ابی سَرح تو مسلمان ہونے کے بعد مرتد ہو چکا تھا۔ رسوؐل اللہ نے فتح مکہ کے موقع پر جن لوگوں کے بارے میں یہ حکم دیا تھا کہ وہ اگر خانہ کعبہ کے پردوں سے بھی لپٹے ہوئے ہوں تو اُنہیں قتل کر دیا جائے۔ یہ عبداللہ بن سعد بن ابی سَرح اُن میں ایک تھا (مودودی کہانی لکھتے ہیں تا کہ عثمان کو بچالیا جائے۔احسنؔ) حضرت عثمان عبداللہ بن سعد بن ابی سرح کو لے کر اچانک حضورؐ کے سامنے پہنچ گئے اور آپؐ نے (معاذ اللہ۔ احسنؔ) محض عثمان کے پاسِ خاطر سے اُن کو معاف فرما دیا تھا (قریش ساز لاکھوں جھوٹی کہانیوں میں سے ایک یہ بھی ہے۔احسنؔ) فطری طور پر یہ بات کسی کو پسند نہ آسکتی تھی کہ سابقین اولین، جنہوں نے اسلام کو سر بلند کرنے کے لئے جانیں لڑائی تھیں اور جن کی قربانیوں ہی سے دین کو فروغ نصیب ہوا تھا، پیچھے ہٹا دیئے جائیں اور اُن کی جگہ یہ لوگ اُمت کے سرخیل ہو جائیں۔'' (ایضاً، صفحہ 109)

کاش مودودی تجاہل عارفانہ نہ کرتے اور لکھتے کہ عثمان کا یہ عمل درآمد خلیفہ دوم کی پیروی تھا۔ فرق یہ ہوا کہ اِس غریب نے تمام صحابہ کو فوجی قوت سے مدینہ میں نظر بند نہ کیا اور آزاد رکھا۔ بولنے اور اعتراضات کرنے پر پابندی اور سزا نہ رکھی۔ اس لئے عثمان پٹ گیا ورنہ کسی کی مجال نہ تھی کہ بات کرتا اگر اُس نے معاویہ کی تجاویز مان لی ہوتیں۔ اور تو اور حضرت علیؑ علیہ السلام بھی قانوناً مجاز نہ ہوتے کہ بغاوت کر دیں۔ دوسرا سبب ملاحظہ ہو۔

دوسرا سبب بنی امیہ اور ساتھیوں کی بے دینی اور مروان کا حال:

''دوسرے یہ کہ اسلامی تحریک کی سربراہی کے لئے یہ لوگ موزوں بھی نہ ہوسکتے تھے۔ کیونکہ وہ ایمان تو ضرور لے آئے تھے (سارے قریش کبھی ایمان نہیں لائے تھے (4/136,61/10-11۔احسنؔ) مگر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت و تربیت سے اُن کو اتنا فائدہ اٹھانے کا موقع نہیں ملا تھا کہ اُن کے ذہن اور سیرت و کردار کی پوری قلبِ ماہیّت ہو جاتی (سارے قریش پر کبھی صحبت اثر انداز نہ ہوئی ورنہ یہ نہ کہا جاتا کہ: لَا نْفَضُّوْا مِنْ حَوْلِكَ (آل عمران 3/159۔احسنؔ) وہ بہترین منتظم اور اعلیٰ درجہ کے فاتح ہوسکتے تھے اور فی الواقع وہ ایسے ہی ثابت ہوئے۔ لیکن اسلام محض ملک گیری و ملک داری کے لئے تو نہیں آیا تھا۔ وہ تو اوّلاً اور بالذّات ایک دعوتِ خیر و صلاح تھا۔ جس کی سربراہی کے لئے انتظامی اور جنگی قابلیتوں سے بڑھ کر ذہنی و اخلاقی تربیت کی ضرورت تھی۔ اور اُس اعتبار سے یہ لوگ صحابہ اور تابعین کی اگلی صفوں میں نہیں بلکہ پچھلی صفوں میں آتے تھے۔ اس معاملہ میں مثال کے طور پر مروان بن حکم کی پوزیشن دیکھئے''۔

Presented by Ziaraat.Com

مروان، مودودی اور قریشی تاریخ کی نگاہ میں؟

مروان کا باپ حکم بن ابی العاص، جو عثمان کا چچا تھا، فتح مکہ کے موقع پر مسلمان ہوا تھا (جھوٹ بات ہے۔احسنؔ) اور مدینہ آ کر رہ گیا تھا۔ مگر اُس کی بعض حرکات کی وجہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اُسے مدینہ سے نکال دیا تھا اور طائف میں رہنے کا حکم دیا تھا۔ (طائف والی بات جھوٹ ہے۔احسنؔ) ابن عبدالبر نے استیعاب میں اس (جلاوطنی۔احسنؔ) کی ایک وجہ یہ بیان کی ہے کہ رسوؐل اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے اکابر صحابہ کے ساتھ راز میں جو مشورے فرماتے تھے اُن کی کسی نہ کسی طرح سُن گُن لے کر وہ انہیں افشا کر دیتا تھا (ظاہر ہے کہ عثمان بتا دیتا ہوگا۔احسنؔ) اور دوسری وجہ یہ بیان کرتے ہیں کہ وہ رسوؐل اللہ کی نقلیں اتارا کرتا تھا۔ حتیٰ کہ ایک مرتبہ حضوؐر نے خود حکم کو یہ حرکت کرتے دیکھ لیا۔ (مودودی کو یقین نہیں آیا۔احسنؔ) بہر حال کوئی سخت قصور ہی ایسا ہو سکتا تھا جس کی بنا پر حضوؐر نے مدینہ سے اُس کے اخراج کا حکم صادر فرمایا۔ مروان اس وقت 7، 8 برس کا تھا اور وہ بھی اُس حکم کے ساتھ طائف میں رہا۔ جب ابوبکر خلیفہ ہوئے تو اُن سے عرض کیا گیا کہ حَکم کو واپسی کی اجازت دے دیں مگر انہوں نے انکار کر دیا (اور عثمان خاموش رہا۔احسنؔ) عمر کے زمانہ میں بھی حکم کو مدینہ آنے کی جازت نہ دی گئی (اور عثمان نے رسوؐل اللہ کے وعدہ کی بات نہ کی۔احسنؔ) عثمان نے اپنی خلافت کے زمانہ میں حکم کو واپس بلا لیا اس طرح یہ دونوں، مروان اور حکم، باپ بیٹے طائف سے مدینہ آ گئے۔ مروان کے اس پس منظر کو نگاہ میں رکھا جائے تو یہ بات اچھی طرح سمجھ میں آ سکتی ہے کہ مروان کا سکیرٹری کے عہدے پر مقرر کیا جانا لوگوں کو کسی طرح گوارا نہ ہو سکتا تھا۔ یہ مان لینا لوگوں کے لئے سخت مشکل تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اُسی معتوب شخص کا بیٹا اس بات کا بھی اہل ہے کہ تمام اکابر صحابہ کو چھوڑ کر اُسے خلیفہ کا سکیریٹری بنا دیا جائے، خصوصًا جب کہ اس کا وہ معتوب باپ زندہ موجود تھا اور وہ اپنے بیٹے کے ذریعہ حکومت کے کاموں میں اثر انداز ہو سکتا تھا‘‘ (خلافت وملوکیت صفحہ 109 تا 111)

یہاں یہ بھی نوٹ کر لیں کہ مروان عثمان کا داماد تھا اور عثمان کے نزدیک مروان سے بڑھ کر اور کوئی اُن خفیہ پالیسیوں کو نہ جانتا تھا جو قریش اور ابوبکر وعمر نے تیار کی تھیں۔ ساتھ ہی اُن پالیسیوں کو نافذ کرنے میں جو سختی اور بیبا کی درکار تھی وہ مروان کے علاوہ کسی میں موجود نہ تھی۔ رہ گئے وہ نام نہاد صحابہ جن کو مودودی اور دوسرے لوگ گورنروں اور دیگر عہدوں کے لئے پسند کرتے ہیں اُن میں وہ استقلالِ تصور ناپید تھا جو عثمان کے زمانہ میں درکار تھا۔ حضرت علی علیہ السلام کے علاوہ نہ وہ صحابہ دین پر مطلع تھے اور نہ دین کے متعلق انہیں کوئی مستقل پالیسی معلوم تھی وہ تو اُس دین میں ڈانوانڈول تھے جو ابوبکر وعمر کی ایجادات اور عمل سے تیار ہوا تھا۔ وہ دین محمدی کو شیخین کی دستبُر دسے الگ کر کے نہ دیکھ سکتے تھے لہٰذا عثمان کے لئے وہ نام نہاد صحابہ بے کار تھے عثمان کو معاویہ اور بنی امیہ کے لئے دین اور دین کا دستور العمل تیار کر کے دینا تھا لہٰذا وہی عہدیدار و گورنر موزوں تھے جو عثمان نے مروان اور مروان کے بزرگوں کے مشوروں سے متعین کئے تھے۔ علامہ آگے بڑھتے ہوئے لکھتے ہیں کہ:

پنجم: مروان کے متعلق علامہ کے چند مختلف بیانات۔

’’دوسری چیز جو اس (معاویہ کو طویل عرصہ مختار رکھنے۔احسنؔ) سے زیادہ فتنہ انگیز ثابت ہوئی وہ خلیفہ کے سکیرٹری کی اہم پوزیشن پر مروان بن الحکم کی ماموریّت تھی۔ ان صاحب نے حضرت عثمان کی نرم مزاجی (عمار یاسر کے سینہ پر اچھلنے لاتیں مارنے والا نرم مزاج۔احسنؔ) اور اُن کے اعتماد سے فائدہ اٹھا کر بہت سے کام ایسے کئے جن کی ذمہ داری لامحالہ عثمان پر پڑتی تھی۔ حالانکہ اُن کی اجازت اور علم کے بغیر ہی وہ کام کر ڈالے جاتے تھے۔ (جھوٹی باتیں۔احسنؔ) علاوہ بریں یہ صاحب عثمان اور اکابر صحابہ کے باہمی خوشگوار تعلقات کو خراب

Presented by Ziaraat.Com

کرنے کی مسلسل کوشش کرتے رہے (مروان کو آڑ بنا رکھا تھا۔احسن) تا کہ خلیفہ برحق (لاحول ولاقوۃ۔احسن) اپنے پرانے رفیقوں کے بجائے اُن کو اپنا زیادہ خیر خواہ اور حامی سمجھنے لگیں۔یہی نہیں بلکہ متعدد مرتبہ مروان نے صحابہ کے مجمع میں ایسی تہدید آمیز تقریریں کیں جنہیں طلقاء کی زبان سے سننا سابقین اولین کے لئے بمشکل قابل برداشت ہوسکتا تھا (یہ کھلا تعصب تھا۔احسن) اسی بنا پر دوسرے لوگ تو درکنار حضرت عثمان کی اہلیہ حضرت نائلہ بھی یہ رائے رکھتی تھیں کہ عثمان کے لئے مشکلات پیدا کرنے کی بہت بڑی ذمہ داری مروان پر عائد ہوتی ہے حتیٰ کہ ایک مرتبہ انہوں نے اپنے شوہر محترم سے صاف صاف کہا کہ ''اگر آپ مروان کے کہے پر چلیں گے تو یہ آپ کو قتل کرا کے چھوڑے گا۔اس شخص کے اندر نہ اللہ کی قدر ہے نہ ہیبت نہ محبت۔'' (صفحہ 115-116)

جنگ جمل سے پہلے بنی امیہ کا مشورہ یہ تھا کہ عثمان کا بدلہ لینے کے لئے طلحہ وزبیر وغیرہ کو قتل کرنا چاہئے اس پر:

مروان معاویہ کی پالیسی پر عمل کرنے کا تقاضا کرتا ہے۔

''مروان نے کہا کہ ''نہیں ہم ان کو یعنی طلحہ وزبیر اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کو ایک دوسرے سے لڑائیں گے۔دونوں میں سے جس کو بھی شکست ہوگی وہ تو یوں ختم ہوجائے گا اور جو فتحیاب ہوگا وہ اتنا کمزور ہوجائے گا کہ ہم بآسانی اُس سے نمٹ لیں گے۔'' (صفحہ 128)

مروان نے جنگ جمل برپا کرادی۔

''جنگ جمل اگر پیش نہ آئی ہوتی تو پچھلی ساری خرابیوں کے باوجود ملوکیت کی آمد کو روکنا عین ممکن تھا۔حقیقت میں حضرت علیؑ اور طلحہ وزبیر کے تصادم کا یہی نتیجہ تھا جس کے رونما ہونے کی توقع مروان بن الحکم رکھتا تھا۔اسی لئے وہ طلحہ اور زبیر کے ساتھ لگ کر بصرے گیا تھا۔ اور افسوس کہ اس کی یہ توقع سوفی صد پوری ہوگئی۔'' (صفحہ 130)

مروان عہد معاویہ میں مدینہ کا گورنر تھا یزید کی حکومت میں کوشاں تھا۔

''پھر حضرت معاویہ نے مدینہ کے گورنر مروان بن الحکم کو لکھا کہ میں اب بوڑھا ہوگیا ہوں چاہتا ہوں کہ اپنی زندگی میں ہی کسی کو جانشین مقرر کردوں۔لوگوں سے پوچھو کہ جانشین مقرر کرنے کے معاملے میں وہ کیا کہتے ہیں۔مروان نے اہل مدینہ کے سامنے یہ بات پیش کی۔ لوگوں نے کہا ایسا کرنا عین مناسب ہے۔اس کے بعد معاویہ نے مروان کو پھر لکھا کہ میں نے جانشینی کے لئے یزید کو منتخب کیا ہے۔مروان نے پھر یہ معاملہ اہل مدینہ کے سامنے رکھ دیا۔اور مسجد نبوی میں تقریر کرتے ہوئے کہا ''امیر المومنین نے تمہارے لئے مناسب آدمی تلاش کرنے میں کوئی کسر اٹھا نہیں رکھی ہے۔اور اپنے بعد اپنے بیٹے یزید کو جانشین بنایا ہے یہ بہت اچھی رائے ہے جو اللہ نے اُن کو سُجھائی ہے۔ اگر وہ اُس کو جانشین مقرر کررہے ہیں تو یہ کوئی نئی بات نہیں۔ابوبکر وعمر نے بھی جانشین مقرر کئے تھے۔'' اس پر حضرت عبدالرحمٰن بن ابوبکر اٹھے اور اُنہوں نے کہا ''جھوٹ بولے ہو تم اے مروان اور جھوٹ کہا معاویہ نے۔تم نے ہرگز امت محمدؐ یہ کی بھلائی نہیں سوچی ہے۔تم اُسے قیصریت بنانا چاہتے ہو کہ جب ایک قیصر مرا تو اس کی جگہ اس کا بیٹا آ گیا۔یہ سنتِ ابوبکر وعمر نہیں ہے۔انہوں نے اپنی اولاد میں سے کسی کو جانشین نہیں بنایا تھا''۔مروان نے کہا'' پکڑو اس شخص کو یہی ہے وہ جس کے متعلق قرآن میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔وَالَّذِیْ قَالَ لِوَالِدَیْهِ اُفٍّ لَّکُمَا ۔(الاحقاف 46/17) حضرت عبدالرحمٰن نے بھاگ کر عائشہ کے حجرے میں پناہ لی۔عائشہ چیخ اٹھیں کہ جھوٹ کہا مروان نے ہمارے خاندان کے کسی فرد کے معاملہ میں یہ آیت نہیں آئی ہے۔بلکہ ایک اور شخص کے معاملہ میں آئی ہے۔جس کا نام میں

Presented by Ziaraat.Com

چاہوں تو بتا سکتی ہوں۔ البتہ مروان کے باپ پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لعنت کی تھی۔ جبکہ مروان ابھی اس کے صلب میں تھا۔''
(صفحہ 151-150)

3۔ حضرت علیؑ کی پیشگوئی کے مطابق مروان بن الحکم اور اُس کے چار بیٹوں کی حکومت پر ایک خارجی کے بیانات۔

اب ہم حضور علیہ السلام کے خطبے میں مذکور پیش گوئی کا پورا ہونا اور مروان کی اور اُس کی اولاد کی سیاسی سوجھ بوجھ اور دنیا طلبی سے متعارف کراتے ہیں اور اس سلسلے میں ایک مشہور خارجی کے چند بیانات اس کی کتاب، تاریخ اُمت سے دکھاتے ہیں۔ بات وہاں سے شروع ہو رہی ہے جہاں یزید کے مرنے کے بعد اس کا بیٹا معاویہ خلافت کو ٹھکرا کر جو محل میں گیا تو پھر تین ماہ بعد اس کا جنازہ ہی باہر نکلا۔ اس تین ماہ کے عرصہ میں وہ تمام موقع شناس لوگ خلیفہ بن جانے کی راہیں نکالتے رہے اور عبداللہ بن زبیر کے ہاتھ پر ملک شام کے علاوہ باقی مملکت کے بڑے لوگوں نے بیعت کر لی تھی۔ چنانچہ علامہ اسلم جیراجپوری خلافت کی بات کو یوں آگے بڑھاتے ہیں کہ:

اوّل۔ مروان بن الحکم عبداللہ بن زبیر کے مقابلے میں خلافت سنبھالتا ہے۔

''دمشق کا گورنر ضحاک بن قیس، حمص کا گورنر نعمان بن بشیر اور اور قنسرین کا زفر بن حارث تینوں ابن زبیر کے حامی تھے۔ اور اُن کی خلافت کے لئے بیعت لیتے تھے۔ صرف فلسطین کا گورنر حسان بن مالک بنی امیہ کا طرفدار تھا۔ اُسی کے پاس بنی امیہ مجتمع ہوئے۔ اُن میں سب سے بہتر مروان بن حکم تھے اُن ہی کے ہاتھ پر ذی قعدہ 65ھ میں سب نے بیعت کی۔ قبیلہ غسان، کلب اور سکاسک وغیرہ سب اس بیعت میں شریک ہوئے۔ اس کا حال سن کر ضحاک بن قیس نے دمشق سے فلسطین پر فوجکشی کی۔ محرم 65ھ مرج راہط میں فریقین کا مقابلہ ہوا۔ بیس دن تک میدان کارزار گرم رہا۔ سخت کشت و خون کے بعد آخر بنی اُمیہ غالب آئے اور ضحاک مارے گئے۔ نعمان بن بشیر بھی حمص چھوڑ کے بھاگے لیکن وہاں کے لوگوں نے تعاقب کر کے اُن کو قتل کر ڈالا۔ زفر بن حارث قنسرین سے قرقیسا میں جا کر قلعہ گیر ہو گئے۔ بنی امیہ نے اُن کا محاصرہ کیا لیکن وہ اپنی جان بچا کر وہاں سے نکل آئے اب سارا ملک شام مروان کے قبضہ میں آ گیا۔ اہل مصر نے بھی اُن کی خلافت تسلیم کر لی لیکن مروان کا زمانہ بہت کم رہا اور رمضان 65ھ میں وہ انتقال کر گئے۔

فرمانِ مرتضویؑ: اَمَا اِنَّ لَهٗ اِمْرَةً ؛ كَلَعْقَةِ الْكَلْبِ اَنْفَهٗ ؛ (خطبہ 68، جملہ 5)

''یقیناً اُس کی اتنی دیر حکومت ضرور رہے گی جتنی دیر میں کُتا اپنی ناک چاٹ کر فارغ ہو سکے'' (خطبہ 68، جملہ 5)

مروان ''مروان کی ولادت 2ھ میں ہوئی تھی۔ سلسلہ نسب یہ ہے۔ مروان بن الحکم بن ابی العاص بن امیہ بن عبدالشمس بن عبد مناف۔ ان کی والدہ آمنہ بنت علقمہ بن صفوان تھیں۔ حضرت عثمان کے عہد میں اُن کے کاتب اور مشیر رہے اور امیر معاویہ کے عہد میں کئی بار مدینہ کے گورنر مقرر ہوئے۔ یزید کی وفات کے بعد بنی امیہ کے ہاتھ سے خلافت تقریباً نکل چکی تھی۔ عبیداللہ بن زیاد نے ان کو بیعت لینے (اور خلیفہ بن جانے۔ احسن) کا مشورہ دیا۔ اس کے ہمت دلانے سے تیار ہو گئے۔ اور بالآخر مرج راہط کی فتح کے بعد شام اور مصر دو صوبوں میں اُن کی خلافت قائم ہو گئی۔ (تاریخ اُمت صفحہ 65-66)

عبدالملک بن مروان۔

''مروان نے اپنی وفات سے پہلے اپنے بیٹے عبدالملک کو ولی عہد مقرر کیا تھا۔ اُن کے بعد وہی خلیفہ ہوا۔ عبدالملک کی ولادت 26ھ میں

مدینہ میں ہوئی تھی۔اس کی والدہ عائشہ بنت معاویہ بن ولید بن مغیرہ بن ابی العاص بن امیہ تھیں۔''

عبدالملک ہی کے دور خلافت میں توابین اور مختار بن ابی عبید ثقفی کی مہمات گزریں۔عبداللہ بن زبیر قتل ہوا مکہ پر منجنیق سے سنگباری ہوئی یہ مہم حجاج بن یوسف ثقفی نے انجام دی۔امام حسین علیہ السلام نے عبداللہ بن زبیر کو بتادیا تھا کہ تو کعبہ میں بکرے کی طرح ذبح کیا جائے گا۔جو وقوع میں آیا۔

خلیفہ عبدالملک کی حکومت اور وفات۔

''عبدالملک نے اپنے دونوں بیٹوں ولید اور سلیمان کو یکے بعد دیگرے ولی عہد بنایا تھا۔15 شوال یوم پنجشنبہ 86ھ مطابق 19، اکتوبر 705ء وفات پائی دمشق میں مدت خلافت 21 سال اور ایک ماہ اور پندرہ دن۔'' (تاریخ امت صفحہ 95-96)

عبدالملک کا بیٹا ولید خلیفہ بنتا ہے۔

''ولید بن عبدالملک ولادہ بنت عباس کے شکم سے 50ھ میں پیدا ہوا۔باپ کے دفن کے بعد واپس آکر جامع دمشق میں تقریر کی اور لوگوں نے اُن کے ہاتھ پر بیعت کی۔اس کا زمانہ خلافت امن وسکون کا زمانہ تھا۔ملک میں اصلاحات کرائیں۔سڑکیں پل اور راستے بنوائے۔کنویں کھدوائے شفاخانے قائم کئے محتاجوں کے لئے آسائش کا انتظام کیا۔جامع دمشق اُسی کی تعمیر ہے۔قیصر روم سے مسجد نبوی کی تعمیر و آرائش میں مدد لی اُس نے ایک لاکھ زرسرخ، چالیس اونٹ رنگ برنگ کے سنگ مہرے پچی کاری کے لئے اور ایک سو کاریگر دیئے۔بہت سی فتوحات اس کے زمانہ میں ہوئیں۔ولید نے 9 سال آٹھ ماہ حکومت کی 15 جمادی الثانی 96ھ مطابق 25 فروری 715ء وفات پائی۔'' (ایضاً صفحہ 98 تا 109)

عبدالملک کا دوسرا بیٹا سلیمان تخت خلافت پر۔

''سلیمان کی ولادت 54ھ میں ہوئی جمادی الثانی 96ھ میں خلافت کی بیعت ہوئی۔اسی نے محمد بن قاسم کو سندھ سے گرفتار کرا کے منگوایا جیل میں اتنی سختیاں کرائیں کہ وہ قید میں مرگیا یہ ایک نہایت سفاک اور کینہ پرور خلیفہ تھا۔دو سال آٹھ ماہ پانچ روز حکومت کی۔21 صفر 99ھ میں مرگیا اس نے عمر بن عبدالعزیز کو ولی عہد بنایا تھا مگر نام کسی کو نہ بتایا تھا سربمہر لفافہ پر بیعت لے لی تھی۔ (صفحہ 109 تا 112)

حضور علیہ السلام کی پیشگوئی کے مطابق مروان کی نسل کا چوتھا خلیفہ۔عمر بن عبدالعزیز بن مروان کی خلافت۔

یہی خلیفہ ہے جس نے معاویہ کی قائم کردہ رسم لعنت اور تبرا کو بند کیا۔خمس خاندانِ اہلبیتؑ میں جاری کیا۔فدک اور تمام متعلقہ جائیداد واپس کی اور آخر بنی اُمیہ نے اسے زہر سے مار ڈالا۔

''عمر بن عبدالعزیز کی ولادت 62ھ میں ہوئی تھی اُن کے والد عبدالعزیز بن مروان عبدالملک کے بعد خلیفہ ہوئے لیکن عبدالملک کے سامنے ہی اُن کا انتقال ہوگیا تھا۔عمر بن عبدالعزیز کی والدہ خلیفہ دوم عمر کے بیٹے عاصم کی بیٹی تھیں۔دو برس پانچ ماہ چار دن خلافت اور 25 رجب 101ھ میں وفات پائی (صفحہ 112 تا 124)۔یہاں مروان کی بات ختم کی جاتی ہے۔

4۔حضرت علیؑ قیامت تک کے حالات وواقعات جاننے کا دعویٰ کرتے رہے۔

قارئین نوٹ کریں کہ جنگ جمل جمادی الاخر 36ھ میں ختم ہوئی اور اُسی وقت مروان بن الحکم قیدی کی صورت میں حضرت علی علیہ

Presented by Ziaraat.Com

السلام کے روبرو پیش کیا گیا تھا۔آپؑ نے اپنے اس خطبہ 68 میں مروان کے خلیفہ بننے کی اطلاع دی تھی جوکہ 65ھ میں واقع ہونا تھی یعنی حضورؑ نے تقریباً آنے والے تیس سالوں کے پار دیکھ کر مروان کے لئے پیشگوئی فرمائی تھی۔ساتھ ہی اُس کی اولاد کے چار بادشاہوں کو خلیفہ بنتے ہوئے دیکھا تھا اور عمر بن عبدالعزیز 101 ہجری تک خلیفہ رہے یعنی آپ کی نظر 65 سال کا مستقبل دیکھ رہی تھی۔لہٰذا ماننا ہوگا کہ حضرت علی علیہ السلام قیامت تک کے تمام حالات وواقعات پر مطلع تھے۔اور کیوں نہ ہوتے جب کہ محمد وعلی صلوٰۃ علیھم باعث تخلیق کائنات ہیں۔علوم خداوندی کا خزانہ ہیں۔قرآن کے عالم ومعلم ہیں۔جس میں کائنات کی ہر ہر چیز کی تفصیل موجود ہے۔ساری کائنات اور کائنات کی تمام اشیاء اور موجودات نے اُن کے سامنے زیور تخلیق پہنا۔اُن کے روبرو اُنہیں خواص وخصائل عطا کئے گئے۔تقدیرات کا تعین ہوا۔اور سب کو متعلقہ ہدایات وتعلیم دی گئی۔

Presented by Ziaraat.Com

مفتی جعفرحسین: خطبہ نمبر: 135

علی نقی طہرانی : خطبہ نمبر: 137

خُطبہ ﴿69﴾

1۔طلحہ اورزبیر پر بے انصافی کا الزام،عثمان کا خون بہانے والے۔2۔حضرت علیؑ فریب خوردگی سے محفوظ ہیں۔3۔حق قائم ہو چکا اور باطل ڈگمگا گیا ہے۔4۔بیعت کے شوق میں بڑھنے والوں کا ہجوم۔5۔علیؑ اپنا ہاتھ بیعت کے لئے سونپنا نہ چاہتے تھے۔ 6۔طلحہ وزبیر نے بیعت توڑی،لوگوں کو اغوا کیا اور نصیحت کو ٹھکرا کر برسر جنگ ہوئے۔7۔ان دونوں کی ناکامی کی بددعا۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡم

وَاللّٰهِ مَاأنۡكَرُوۡا عَلَيَّ مُنۡكَرًا ؛	1	خدا کی قسم طلحہ وزبیر نے میرے متعلق نہ تو ناپسندیدہ بات کہنے کو ناپسند کیا،
وَلَاجَعَلُوۡا بَيۡنِيۡ وَبَيۡنَهُمۡ نَصَفًا ؛	2	اور نہ ہی الزام تراشی میں اپنے اور میرے درمیان انصاف سے کام لیا، یعنی بڑی سنگدلی اور کمینہ پن کے ساتھ تہمت تراشی کی گئی ہے۔
وَاِنَّهُمۡ لَيَطۡلُبُوۡنَ حَقًّا هُمۡ تَرَكُوۡهُ ؛	3	یقیناً وہ اس حق کا مطالبہ کررہے ہیں جسے چھوڑ چکے تھے۔
وَدَمًاهُمۡ سَفَكُوۡهُ ؛	4	اور اسی بہانے اپنے بہائے ہوئے خون کا مطالبہ مجھ سے کررہے ہیں۔
فَاِنۡ كُنۡتُ شَرِيۡكَهُمۡ فِيۡهِ فَاِنَّ لَهُمۡ نَصِيۡبَهُمۡ مِنۡهُ ؛	5	اگر میں اس قتل میں ان کا شریک کار تھا تو بلاشبہ اس قتل میں تو ان کا حصہ بھی ہونا چاہئے۔
وَاِنۡ كَانُوۡا وُلُّوۡهُ دُوۡنِيۡ فَمَا الطَّلَبَةُ اِلَّاقِبَلَهُمۡ ؛	6	اور اگر انہوں نے میرے بغیر خود ہی اس قتل کا انتظام وانصرام کیا تھا تو قتل کے قصاص کا مطالبہ تو صرف ان ہی سے ہونا چاہئے۔
وَاِنَّ اَوَّلَ عَدۡلِهِمۡ لَلۡحُكۡمُ عَلٰى اَنۡفُسِهِمۡ ؛	7	اور درجہ اول کا عدل وانصاف تو یہ ہونا چاہے کہ وہ خود ہی اپنی جانوں پر قاتل ہونے کا جرم عائد کردیں۔
وَاِنَّ مَعِيۡ لَبَصِيۡرَتِيۡ :	8	میرے ساتھ تو میری ذاتی بصیرت رہتی ہے۔
مَالَبَّسۡتُ وَلَا لُبِّسَ عَلَيَّ ؛	9	نہ میں کسی کو میک اپ کر کے فریب دیتا ہوں اور نہ مجھے ڈھونگ سے دھوکا دیا جاسکتا ہے۔
وَاِنَّهَا لَلۡفِئَةُ الۡبَاغِيَةُ فِيۡهَا الۡحَمَا وَالۡحُمَةُ ؛	10	یقیناً وہ تو ایک ایسا اللہ و رسولؐ سے باغی گروہ ہے جس میں رسولؐ کے سسرالی رشتہ دار اور ایک زوجہ بھی برسرپیکار ہے۔

Presented by Ziaraat.Com

وَالشُّبۡهَةُ الۡمُغۡدِفَةُ ؛	11	اور گھونگھٹ میں چھپائے ہوئے شبہات بھی ان کے ساتھ ہیں۔
وَاِنَّ الۡاَمۡرَ لَوَاضِحٌ ؛	12	اور اب تو حقیقت الامر واضح ہو چکی ہے۔ یعنی گھونگھٹ سے چھن کر باہر نکل آئی ہے۔
وَقَدۡ زَاحَ الۡبَاطِلُ عَنۡ نِصَابِهٖ ؛	13	اور باطل اپنی ترتیب کھو کر ڈانواں ڈول ہو چکا ہے۔
وَانۡقَطَعَ لِسَانُهٗ عَنۡ شَغۡبِهٖ ؛	14	اور ان کے اپنے شر سے اس کی زبان کٹ چکی ہے۔ یعنی باطل اب بکواس کے قابل نہیں رہا ہے۔
وَاَيۡمُ اللّٰهِ لَاُفۡرِطَنَّ لَهُمۡ حَوۡضًا اَنَامَاتِحُهٗ ؛	15	اور خدا نے چاہا تو میں انہیں ایک چھلکنے والے حوض میں گھیر لوں گا جس کو میں ہی خالی کر سکتا ہوں۔
لَا يَصۡدُرُوۡنَ عَنۡهُ بِرِيٍّ ؛	16	ان کو اس حوض سے سیراب ہو کر پلٹنا میسر نہ ہو سکے گا۔ یعنی بھرے ہوئے حوض میں پانی نہ ملے گا۔
وَلَا يَعُبُّوۡنَ بَعۡدَهٗ فِيۡ حَسۡيٍ ؛	17	اور اس حوض میں داخلے کے بعد انہیں کہیں اور کسی گڑھے سے بھی پانی نصیب نہ ہوگا۔
(مِنۡهُ) فَاَقۡبَلۡتُمۡ اِلَيَّ اِقۡبَالَ الۡعُوۡذِ الۡمَطَافِيۡلِ عَلٰى اَوۡلَادِهَا ؛	18	(اسی خطبے میں سے یہ بھی ہے کہ) تم میری بیعت کرنے کے لئے میری طرف اسی طرح جھپٹے جیسے تازہ بیائی ہوئی اونٹنیاں اپنے بچوں کی طرف جھپٹتی ہیں۔
تَقُوۡلُوۡنَ الۡبَيۡعَةَ الۡبَيۡعَةَ ؛	19	تم سب بیعت کرو بیعت کرو پکارتے چلے آ رہے تھے۔ یعنی تمہیں بیعت کا بہت چاؤ تھا۔
قَبَضۡتُ كَفِّيۡ فَبَسَطۡتُمُوۡهَا ؛	20	میں نے اپنے کف دست کو بار بار سمیٹا اور تم نے اسے بیعت کے لئے پھیلا پھیلا لیا اور بیعت کرتے گئے۔
وَنَازَعۡتُكُمۡ يَدِيۡ فَجَاذَبۡتُمُوۡهَا ؛	21	میں تم سے اپنا ہاتھ چھڑا تا رہا اور تم اسے کھینچ کھینچ کر بیعت کرتے رہے۔
اَللّٰهُمَّ اِنَّهُمَا قَطَعَانِيۡ وَظَلَمَانِيۡ ؛	22	ایسے جذبے اور شوق سے بیعت کرنے کے بعد بھی یا اللہ ان دونوں نے مجھ سے قطع تعلق کر لیا اور دونوں نے میرے اوپر ظلم کیا ہے۔
وَنَكَثَا بَيۡعَتِيۡ ؛	23	اور ان دونوں نے خود کو خوشی سے میرے ہاتھ فروخت کر کے غداری کی ہے۔
وَاَلَّبَا النَّاسَ عَلَيَّ ؛	24	اور دونوں بڑی تندھی سے لوگوں کو میرا دشمن بنا کر چڑھا لائے۔
فَاحۡلُلۡ مَا عَقَدَا ؛	25	چنانچہ اے اللہ جو منصوبے ان دونوں نے مستحکم کئے انہیں بکھیر دے۔

Presented by Ziaraat.Com

وَلَا تُحكِمُ لَهُمَا مَا اَبرَمَا ؛	26	اور جو گٹھ جوڑ انہوں نے کیا اور جو جال انہوں نے بنا ہے اسے مستحکم نہ ہونے دے۔
وَ اَرِهِمَا الْمَسَاءَ ةَ فِيمَا اَمَلاً وَعَمِلاً ؛	27	اوران دونوں کوان کی امیدوں اور کارکردگی کا بدترین نتیجہ دکھا۔
وَلَقَدِ اسْتَثَبْتُهُمَا قَبْلَ الْقِتَالِ ؛	28	اور یہ ایک حقیقت ہے کہ میں نے انہیں جنگ سے پہلے لڑائی روکنے اور بیعت پر واپس لانے کی کوشش بھی کی تھی۔
وَاسْتَأْنَيْتُ بِهِمَا اَمَامَ الْوِقَاعِ ؛	29	اور میں نے ان دونوں کو بڑی نرمی سے رعایتیں بھی دیں۔
فَغَمَطَا النِّعْمَةَ ؛	30	مگران دونوں نے ہر نعمت کوٹھکرایا اور ناشکری کی ہے۔
وَرَدَّا الْعَافِيَةَ؛	31	اور امن وعافیت کورد کردیا ہے۔

تشریحات:

طلحہ وزبیر کوشوریٰ کا سبز باغ دکھا کر عمر نے علیؑ اور خاندانِ رسوؐل کا دشمن بنادیا تھا۔

قریش کی تیار کردہ تاریخ پڑھنے سے آپ کو قدم قدم پر یہ تصور ملے گا کہ طلحہ اور زبیر برابر حضرت علی اور خاندان رسوؐل علیہم السلام کے طرفدار اور قدردان رہتے چلے گئے یہاں تک کہ خلیفہ دوم کے قائم کردہ شوریٰ نے عملاً حضرت علی علیہ السلام کو قریشی لیڈروں کے برابر کھڑا کردیا اور عثمان کی خلافت برسرکار آگئی۔ حالانکہ اسی شوریٰ کی ایک میٹنگ میں جب عبدالرحمٰن بن عوف نے شوریٰ کے ممبران کا ردعمل دیکھنے کے لئے کہا کہ اگر تمہیں یہ کہا جائے کہ تم میں کون کون عثمان کو اور کون کون علیؑ کو خلیفہ بنانے کے حق میں ہے؟ تو طلحہ اور زبیر نے اس وقت بھی حضرت علی علیہ السلام کو خلیفہ بنانے پر رضامندی ظاہر کی تھی۔ یعنی دوران شوریٰ بھی علی علیہ السلام کے طرفدار وقدردان تھے۔ مگر عثمان کو خلیفہ بنادیئے جانے کے بعد انہوں نے خود کو علی علیہ السلام کے برابر سمجھنا شروع کردیا۔ ساتھ ہی وہ حق بجانب تھے کہ خود کو شوریٰ کے باقی ممبروں سے یعنی عبدالرحمٰن بن عوف، سعد بن وقاص اور خود عثمان سے افضل واعلیٰ سمجھنا شروع کردیا تھا۔ اُن کو اُن کے ان تصورات میں عائشہ کی باتوں اور رویہ نے استقلال واستحکام بخشا تھا۔ اور چونکہ زبیر ابوبکر کے داماد تھے اور یوں عائشہ اُن کی سالی تھیں یعنی ساری اُمت کی ماں زبیر کو دولھا بھائی کہہ کر مخاطب کرتی تھیں اور یوں زبیر خود کو ایک بڑی پوزیشن کے انسان سمجھتے تھے اور عائشہ کی پشت پناہی کی بنا پر خلیفہ وقت عثمان بھی اُن کی نظروں میں نہ سماتے تھے۔ اور چونکہ عائشہ برابر حضرت علی علیہ السلام کی دشمن رہتی چلی آرہی تھی اس لئے زبیر کے قلب وذہن میں بھی یہ دشمنی گھستی چلی جارہی تھی۔ بہرحال یہ تینوں، عائشہ، طلحہ وزبیر، اُن لوگوں کی نظروں میں تمام صحابہ سے افضل اور بزرگ مانے جاتے تھے جو قریش اور ابوبکر وعمر کی خفیہ پالیسی سے ناواقف تھے۔ یعنی جنہیں یہ معلوم نہ تھا کہ حضرت علی علیہ السلام کو مستقلاً خلافت سے محروم رکھنے کے لئے عثمان کے بعد خلافت معاویہ کو پہنچا دینا اشد ضروری ہے۔ اس پالیسی سے گو بعض بنی اُمیہ بھی ناواقف تھے مگر وہ خاندانی عصبیت کی بنا پر عثمان اور معاویہ کے خلاف کسی کے ساتھی نہ بنتے تھے لہٰذا بنی امیہ کے علاوہ باقی قریش اس بات پر متفق رہتے چلے گئے کہ طلحہ وزبیر موجودہ لوگوں میں افضل اور خلافت کے پہلے نمبر پر حقدار ہیں۔ یہی سبب تھا کہ ان دونوں کی ہر وہ بات مان لی جاتی تھی جو خلیفہ وقت عثمان کے خلاف ہوتی تھی۔ اور یہی سبب تھا کہ عثمان کے خلاف اٹھنے والا ہر شخص عثمان کی بیخ کنی کے لئے ان ہی دونوں کی رائے پر چلتا اور اُن ہی سے مشورہ وساز باز کرتا تھا۔ کثرت حضرت علیؑ کو اُن دونوں سے بھی بزرگ سمجھتی تھی مگر یہ بھی جانتی تھی کہ حضرت علیؑ

Presented by Ziaraat.Com

نہ غلط اقدام کا حکم دیں گے نہ کسی کے ساتھ غلط تعاون کریں گے۔اس لئے طلحہ وزبیر اُن لوگوں کے لیڈر بن گئے تھے جو عثمان کے مخالف تھے۔ چنانچہ عثمان کے قتل تک جو جو اقدامات کئے گئے وہ تمام طلحہ اور زبیر کی اسکیم کے ماتحت کئے گئے۔اور کہنا چاہیئے کہ عثمان کے پہلے نمبر پر طلحہ، زبیر اور عائشہ ہی قاتل تھے۔پھر یہ بھی نوٹ کرو کہ جب اُن تینوں طلحہ وزبیر اور عائشہ نے حضرت علیؑ سے بغاوت اور جنگ کی ہے تو تمام صحابہ نے اُن کی قیادت منظور کرلی تھی۔مطلب یہ ہے کہ شوریٰ کے بعد وہ تینوں بھی اور قریشی صحابہ کی کثرت بھی اُن کو حضرت علی علیہ السلام کے برابر کا مرتبہ دیتے رہے۔یہاں تک کہ وہ صحابہ جو حضرت علی علیہ السلام کے ساتھ شامل تھے اُن کی کثرت بھی دلوں کے اندر اُن تینوں ہی کی بزرگی کی قائل اور طرف دار تھی۔اور حضرت علی علیہ السلام کے دل وجان سے طرفداروں میں غیر قریشی عوام تھے۔اور اُن عوام ہی نے حضرت علیؑ کو دلی رغبت سے خلیفہ بنایا تھا اور باقی لوگ اور لیڈر اور قریش موقع کی نزاکت اور حالات وعوام کے دباؤ سے بیعت پر راضی یا مجبور ہوئے تھے۔اور یوں ایک عظیم الشان مخلوط کثرت نے فی الوقت بیعت کرلی تھی۔اور حضرت علی علیہ السلام اُن میں سے ہر ہر گروہ اور طبقہ اور ہر ہر لیڈر اور صحابہ کی قلبی حالت سے واقف تھے۔مگر بظاہر تمام صحابہ، تمام قریش، تمام انصار اور تمام عوام نے انہیں خلیفہ بنالیا تھا۔اس لئے اُن پر واجب ہوگیا تھا کہ اب وہ اُس خلافت کے استحکام کے لئے قولاً وفعلاً وہ تمام اقدامات کریں جو اللہ ورسولؐ وقرآن وعقل وشرافت وانسانیت کی طرف سے عائد ہوں یا ہوتے جائیں۔

2۔خطبہ کے الفاظ کی حدود کے اندر رہتے ہوئے لفظی ومعنوی تشریحات۔

اس صورت حال کو سامنے رکھ کر خطبہ 69 پر از سر نو نظر ڈالیں اور دیکھیں کہ حضور علیہ السلام اپنے ابتدائی اکیس (21) جملوں میں طلحہ و زبیر وعائشہ اور اُن کے تمام قسم کے طرفداروں کو جمع کے صیغوں سے مخاطب فرماتے ہیں۔اس کے بعد حضورؑ نے اپنی دعا میں صرف طلحہ اور زبیر کی جوڑی کو (تثنیہ) مخاطب رکھا ہے اور پھر جمع کا صیغہ استعمال نہیں فرمایا ہے۔اس لئے کہ جمع سے مخاطب کئے جانے والے لوگوں میں بہکائے ہوئے لوگ بھی تھے۔غلط فہمیوں کا شکار ہو جانے والے بھی تھے۔آپؑ کی پہلی شکایت یہ ہے کہ میری کسی بری بات یا برے عمل پر اعتراض کیا جاتا تو معترضین کے اعتراض میں جان ہوتی سننے والے اُن کو حق بجانب کہتے اور مجھے شرمندہ کرتے اور مجھے اپنی اصلاح کا موقع ملتا۔مگر وہاں تو صورت حال یہ ہے کہ میری صحیح باتوں کو ناپسند کرکے اُن کا انکار کردیا گیا ہے جس سے اُن کی مجھ سے اور دین سے دشمنی اور ضد ثابت ہوگئی ہے۔جس سے انہیں ندامت سے دوچار ہونا پڑے گا (خطبہ 69، جملہ 1)۔

پھر آپ نے نہایت نرم اور مہذبانہ انداز میں یہ شکایت کی ہے کہ انہوں نے اپنی الزام تراشی میں بھی اپنے اور میرے مقام اور کیریکٹر کو سامنے نہیں رکھا اور تہمت تراشی میں نہایت سنگدلی اور ناانصافی سے کام لیا ہے مطلب یہ ہے کہ ظالم وبے دین لوگوں کے معیار سے بھی گر گئے ہیں (خطبہ 69، جملہ 2)۔پھر آپؑ نے اُن کی بغاوت، الزام تراشی اور فوج کشی کے مقصد کو یہ فرما کر باطل کردیا کہ وہ مجھ سے اُس چیز کا مطالبہ کررہے ہیں جسے انہوں نے اعلان کرکے چھوڑ دیا تھا (خطبہ 69، جملہ 3)۔یہ بات انہیں اور سارے مسلمانوں کو معلوم ہے کہ شوریٰ میں انہوں نے عملاً خلافت کے شوروی حق کو، عثمان کو خلیفہ مان کر ترک اور ضائع کردیا گیا تھا اور جب انہوں نے اور ساری امت نے مجھے خلیفہ مان کر اُس شوریٰ کے حق کو دوبارہ چھوڑ کر میرے حوالے کردیا تھا۔لہٰذا اب انہیں اس ترک شدہ حق یعنی خلافت کو مجھ سے طلب کرنے کا حق ہے ہی نہیں۔یہاں یہ نہ بھول جائیں کہ حضورؑ کے مخاطب تمام قریش اور اُن کے سب اہالی وموالی اور طرفدار ہیں اور پتہ چل رہا ہے کہ وہ سب حضرت علی علیہ السلام سے خلافت وحکومت واقتدار بزور شمشیر چھین لینے پر متفق تھے (خطبہ 69، جملہ 3)۔

پھراُن سب پر عثمان کے خون بہانے کا جرم عائد فرماتے ہوئے کہا کہ مجھ سے اُس قتل کا قصاص طلب کرتے ہیں جس کا خون اُن سب نے بہایا ہے۔(جملہ 4)اور یہ ایک ایسی حقیقت تھی جس سے مدینہ کے تمام باشندوں کا بلاواسطہ یا بالواسطہ تعلق تھا۔ بنی امیہ کے سواوہ سب عثمان سے تنگ آ چکے تھےاورسب کے سب عثمان کوراہ سے ہٹانا چاہتے تھے یہاں تک کہ خودمعاویہ نے عثمان کو یکہ وتنہا بے یارومددگار چھوڑ کرسزادی جو اس کی تجاویز کوردکرنے کاقدرتی نتیجہ تھی۔عائشہ طلحہ اورزبیر قولاً وفعلاً قتل عثمان کا فتویٰ اورفیصلہ دے چکے تھےاس لئے سب کوقتل کا مجرم قراردیا ہے۔

اوراب یہ الزام عاید کرتے ہیں کہ تم بہرحال عثمان کے قتل کرنے میں شریک تھے لہٰذا تمہیں اس شرکت کی سزاملنا چاہئے (جملہ 5)اوروہ سزا بہرحال مجھ سے زیادہ ہوناضروری ہےاورتم نے میری شرکت کے بغیرہی اپنے انتظام سے اُسے قتل کیا ہے جیسا کہ کیا ہے تو قصاص کا مطالبہ صرف تم لوگوں سے ہونالازم ہے(جملہ 6)۔

لہٰذااس صورت حال میں عدل وانصاف کا پہلا تقاضا ہے کہ تم لوگ خوداپنے اوپرقتل عثمان کا مقدمہ جاری کرواوراس کے بعداپنے اوپر قتل عمد کی سزا کا حکم نافذکرو(جملہ 7)۔پھرحضورؑ یہ بتاتے ہیں کہ میری دینی بصیرت کسی وقت مجھ سے الگ نہیں ہوسکتی لہٰذااس بصیرت کی روشنی میں نہ کسی کوغلط تفہیم سے فریب دے سکتا ہوں اورنہ کوئی اپنی غلط تاویلات وتفہیم سے مجھے فریب دے سکتا ہے(جملہ 8-9)۔اب اپنے مخالفوں کی پوزیشن واضح کرتے ہیں کہ یہ میرے مخالف اورتلوار بکف لوگ اللہ ورسولؐ کی پیشگوئی کے مطابق ایک باغی گروہ ہے۔اوراس کے کرتا دھرتا آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ کے سسرالی رشتے کے لوگ ہیں اورایک حضورؐ کی اپنی زوجہ بھی اُن کی راہنمائی میں مصروف ہے(جملہ 10)جس نے اپنے گھونگٹ کے ذخیرے میں چند شبہات بھی جمع کررکھے ہیں(جملہ 11)۔

اوراب تو وہ وقت آ گیا ہے کہ گھونگٹ اورقلب وذہن میں پوشیدہ کدورتیں لوگوں پرواضح ہوچکی ہیں یعنی صرف منہ سے اقرارکرناباقی رہ گیا ہے جوعنقریب لوگ سن لیں گے(جملہ 12)۔وجہ یہ ہے کہ جس حسن تدبر کے ساتھ باطل منصوبے کا نصاب (یعنی تعلیم کا ڈھانچہ) (Syllabus) تیارکیا گیا تھاوہ اپنی ترتیب اوراثرانگیزی کھوکرڈگمگانے لگا ہے(جملہ 13)۔اوراُن کے اپنے شرسے اُن کی اسکیم کی زبان بندی ہوگئی ہے(جملہ 14)۔یعنی اُن کا پروپیگنڈااورگمراہ کن مشن اپنے بولنے اورمنہ کھولنے کے قابل نہیں رہا ہے۔اب اگراللہ نے چاہا تو میں انہیں گھیر کرایک ایسے حوض میں بندکردوں گا جہاں اُن پرپانی تواچھلتارہےمگروہ پانی سے محروم رہیں(جملہ 15)۔اورکبھی انہیں اس حوض سے سیراب ہوکر باہرنکلنا نصیب نہ ہوگا(جملہ 16)اوراس حوض کے بعدانہیں کسی اورکنویں یاگڑھے سے بھی پانی نہ ملے گا(جملہ 17)تم ہی تو وہ لوگ ہو جو کہ بیعت کراؤاوربیعت کروکےنعرے مارتے ہوئے میری طرف دوڑدوڑکرآرہے تھےاورمیری کھینچ تان کے باوجودزبردستی میری بیعت کرتے جا رہے تھےاورمجھ پراُسی طرح جھپٹ رہے تھے جس طرح تازہ بیائی ہوئی اونٹنیاں اپنے بچے کی طرف جھپٹی ہیں(جملے 18 تا 21)یہاں تک سارے قریش اوردشمنان اسلام مخاطب تھے۔اُن کے بعدحضرت علی علیہ السلام اللہ سے دعافرماتے ہیں اس لئے اب صرف طلحہ اورزبیرکومخاطب کیا ہےاوراللہ سے بطورشکایت عرض کیا ہے کہ:

''اے اللہ ان دونوں نے مجھ سے قطع تعلق کرلیا ہےاوراس قطع تعلق میں بھی مجھ پرظلم وستم کیا ہےاورظلم وستم جاری رکھنے ہی کے لئے مستقلاً تعلقات منقطع کئے ہیں(جملہ 22)اوراُن دونوں نے مجھ سے ایسی حالت میں غداری کی ہےاورمیرے قتل واستیصال کا انتظام کیا ہے جب کہ ان دونوں نے خوشی خوشی بلاکسی جبرواکراہ کے میری حکمران کی حیثیت سے بیعت کرکے خودکومیرے ہاتھ فروخت کردیا تھا

اوراپنے تمام حقوق واختیارات سے میرے حق میں دست بردار ہو چکے تھے(جملے 23۔24)۔اوراپنے مذکورہ مقاصد کوانجام دینے کے لئے مجھ پرفوج کشی کردی ہے(جملے 23۔24)چنانچہ اے اللہ میری درخواست ہے کہ جو جواسکیمیں اور منصوبے اُن دونوں نے مستحکم کئے ہیں انہیں بکھیر کر بے نتیجہ کردے(جملے 25)اور جوگٹھ جوڑ اور پیش بندیاں انہوں نے کی ہیں اور مجھے بے دست وپا کرنے کے لئے جوجال اُن دونوں نے بُنا ہے اُسے مضبوط نہ رہنے دے(جملہ 26)۔اوراُن دونوں کواُن کی امیدوں آرزؤوں میں ناکام کرکے انہیں بدترین نتیجہ کے حوالے کردے(جملہ 27)۔اوراے اللہ تجھے معلوم ہے کہ میں نے اُن دونوں کو جنگ سے روکنے اور بیعت کے معاہدے پرواپس لانے کی کوشش بھی کرکے دیکھ لی ہے وہ میری کوشش کے باوجود رضامند نہ ہوئے(جملہ 28)۔اور میں نے اس کے باوجود بڑی نرمی سے انہیں رعایتیں بھی دی تھیں مگراُن دونوں نے ہر رعایت ونعمت کوٹھوکر ماردی اور ناشکری کواپنا شعار بنالیا اورامن وعافیت کی ہرپیش کش کوٹھکرادیا(جملے 29 تا 31)۔

3۔ حضرت علیؑ کے مقابلے میں آنے والے تمام لوگ باغی وگمراہ اوراُن کے لیڈر طلحہ زبیر اور عائشہ زیادہ شرمناک مجرم تھے۔

حضرت علی علیہ السلام نے اپنے خلاف بغاوت غداری اورفوج کشی کرنے والوں کے لئے جو ریمارکس دیئے ہیں وہ قارئین نے پڑھ لئے ہیں(خطبہ 69، جملے 10 تا 17)اُن میں پہلا جملہ پھرسامنے رکھیں اور مشہور شیعہ سُنی علما کا ترجمہ پڑھ کر پھر ہمارا ترجمہ ملاحظہ فرمائیں۔

(الف) **جملہ(69/10 خطبہ)کے تاجرانہ ترجمے بھی دیکھ لیں۔**

وَاِنَّهَا لَلۡفِئَةُ الۡبَاغِيَةُ فِيۡهَا الۡحَمَا وَالۡحُمَةُ ؛

(اول) مفتی جعفرحسین مجتہد شیعہ مترجم : ''اور بلاشبہ یہی وہ باغی گروہ ہے جس میں ایک ہمارا سگا(زبیر)اورایک بچھو کا ڈنک(حمیرا)ہے''

(دوم) رئیس احمد جعفری سُنی مترجم:''اور حقیقت یہی گروہ ستمگر اور تباہ کار ہے اُن ہی میں ہے گلِ سیاہ(فتنہ وفساد)وزہرِ عقرب(کینہ دشمنی)''
(ترجمہ نہج البلاغہ دوسرا ایڈیشن صفحہ 461)

(سوم) علی نقی طہرانی مجتہد شیعہ مترجم ترجمہ فارسی۔''وآنھا گروہے ہستند ستمگرو تباہ کار(چنانکہ رسولؐ خدا بمن خبرداد)درایشاں است گلِ سیاہ(فتنہ وفسادکہ براثر آں آسائشِ امت راازبین میبرد چناں کہ گل آب صاف راتیرہ میساز)وزہر عقرب(کینہ ودشمنی)جلد اول صفحہ 409-410)

چونکہ اس فارسی ترجمے ہی سے اردو مترجمین نے ترجمہ کرکے خودکو نہج البلاغہ کا مترجم بنالیا ہے۔اس لئے اس فارسی کا لفظ بلفظ ترجمہ آپ کو رئیس احمد جعفری کے ترجمہ میں مل جائے گا۔البتہ جعفری صاحب نے کوشش کی ہے اُن کا ترجمہ ذراسا مختلف رہے تاکہ چوری نہ پکڑی جائے۔

یہ تینوں ترجمے ہمارے ترجمہ سے سوفیصد مختلف ہیں اس لئے ہم پرلازم ہوجاتا ہے کہ ہم اُن تینوں کولغات(ڈکشنری)اورعربی زبان کے قوانین کے سامنے پیش کردیں لہٰذا آپ ایک ایسی عربی اردو لغت دیکھیں جو جناب علامہ محمد حسن الاعظمی(من علماء الازہر مصر)موسّسِ موتمر العالم الاسلامی اورعربی کالج کراچی نے تیارکی تھی۔اور مکتبہ اعظمیہ روبروگاندھی گارڈن سے مل سکتی ہے اور ہرلائبریری میں موجود ہے۔لکھتے ہیں کہ:

اَلۡحَمۡءُ وَالۡحَمَاۡءُ۔ عورت کاخسر، 2۔دیور۔شوہر کارشتہ دار۔سالاوغیرہ(جلد 2 صفحہ 668 کالم دوسرا)

اَلۡحَمُوۡ وَالۡحَمَا، وَالۡحَمُو وَالۡحَمۡءُ(ج)اَحۡمَاءُ: سسرا۔خسر (2)خاوند کے رشتہ داروں میں سے کوئی مرد،(3)بیوی کی طرف سے مرد رشتہ دار۔سالا

Presented by Ziaraat.Com

حَمُوَانِ حَمَآنِ اَلْحَمُوُ کا تثنیہ: یعنی۔ دوسالے یا دوخسر۔

حَمَاةُ الرَّجُلِ (ج)حَمَوَات ۔ ساس (خوشدامنہ) عورت کے رشتے میں سے کوئی عورت (یا عورتیں)

حَمَاةُ الْمَرْأَةِ(ج) حَمَوَات۔ کسی عورت کی ساس کسی عورت کے خاوند کی ماں یا مائیں۔

حَمُوَ الرَّجُلِ۔ کسی شخص کا سالا (2) خسر۔

حَمُوُ الْمَرْاَةِ ۔ کسی عورت کے خاوند کا باپ (2) خاوند کے اقارب یعنی رشتے دار۔(ایضا جلد2 صفحہ 680 کالم پہلا دوسرا۔)

حروف ح۔م کی تختی میں مندرجہ بالا معنی عربی کی ہر لغت میں ملیں گے یہاں ایک مشہور عربی سے انگریزی لغت کا حوالہ بھی دیکھیں پھر ہم بات کریں گے۔

حَمُو وَ حَمْو وَحَمَا وَحَمُ وَحَمُ (ج)اَحْمَاءُ

(i) Father -in-law. Any male relation on the side of the husband.

حَمَاة(ج) حَمَوَات۔

(ii) Mother-in-law. Any female relation on the side of the wife.

(ب) ہمارا بیان اور مترجم اور اہل لغت کا حال۔

ہم نے اپنی ہر تصنیف میں بار بار لکھی اور محفل میں بار بار بتائی اور یہ بات ہر بار و بار بار بتانے کی ہے اور اب بھی عرض کرتے ہیں کہ قریش کی بڑی سازشوں میں سے ایک بڑی سازش یہ تھی کہ عربی زبان کے عموماً اور قرآن کے الفاظ کے خصوصاً حقیقی معنی کو متزلزل کردو، بدل دو اور مشکوک کردو (سورہ فرقان 25/30)۔

چنانچہ انہوں نے اپنی حکومت کے پورے دور (آٹھ سو سال) میں روپیہ اور اقتدار وقوت کو پانی کی طرح بہایا اور ایسی لغات تیار کروائیں جن میں عربی زبان اور قرآن کے تمام الفاظ کو متزلزل اور مشکوک و بے معنی کردیا۔ اسی لئے ایک قرآن کے سیکڑوں مختلف اور متضاد قرآن بنا کر پھیلا دیئے۔ یعنی ہر فرقہ کا قرآن سو فیصد وہی متن اور الفاظ رکھتے ہوئے الگ الگ اور مختلف ومتضاد قرآن بن گیا اور ہر مترجم نے اُن قریش ساختہ لغات کو استعمال کیا۔ یعنی ہر لفظ کے سامنے اُن لغات میں مختلف ومتضاد معنی کا ڈھیر لگا دیا۔ چنانچہ جس مترجم کو جو معنی اپنے مسلک و مذہب کے مطابق نظر آئے۔ اُس نے وہ معنی اختیار کرکے ایک جداگانہ قرآن تیار کرلیا۔ ساتھ ہی قریش نے امت پر واجب کردیا کہ وہ دین کے سمجھنے میں مجتہدین کی تقلید کریں ورنہ اُن کے صحیح اعمال بھی باطل ہو جائیں گے۔ اور قیامت کے دن اُن کے منہ پر مارے جائیں گے۔ چنانچہ امت کے ہر فرقہ میں مجتہدین کی تقلید واجب ہوئی یعنی جو کچھ مجتہد کہے وہی اللہ کا فرمان ہے۔ لوگوں نے قرآن فہمی کو مجتہد کے فہم پر چھوڑ دیا بات بھی ٹھیک تھی وہ دن رات قرآن فہمی میں صرف نہ کرسکتے تھے۔ انہیں پیٹ اور اپنے تن کی ضروریات فراہم کرنا تھیں انہیں مجتہد کے لئے کتابیں، فرصت اور فارغ البالی بھی فراہم کرنا تھیں ان کے پاس اتنا وقت بچنا ہی ناممکن تھا کہ وہ قرآن یا دین پر خرچ کرسکیں۔ انہیں یقین تھا کہ جو حضرات دن رات اور ساری عمر قرآن اور دین فہمی پر صرف کرتے ہیں، اللہ کے سامنے جواب دہ ہیں وہ کیسے غلط فہمی میں مبتلا ہو سکتے ہیں؟ اور اگر وہ بھی غلطی کرسکتے ہیں تو ہم گاہے ماہے قرآن یا حدیث پڑھ کر تو قدم قدم پر اور ہر قدم پر غلطیاں کریں گے۔ لہٰذا خیریت اسی میں ہے اور یہی مجتہد اور مجتہدانہ عقل کا حکم بھی ہے

Presented by Ziaraat.Com

کہ دین کو مجتہدین کے حوالے کر کے آزاد ہو جائیں اور اُن کے احکامات اور اشاروں پر چلیں۔لہٰذا شیعہ ہوں یا سُنی ،وہابی ہوں یا قادیانی ،حنفی ہوں یا حنبلی وغیرہ انہوں نے اپنی دینی قیادت اپنے علما کو سونپ دی اور یوں ابلیس ساری امت پر حاوی ہو گیا۔اور یہ سبب ہوا کہ عوام ہی نہیں علما اور اُن کے مجتہدین و مفتی بھی جاہل رہنے لگے۔اور آج بفضلِ شیطان اس امت میں لاکھوں دینی اختلافات ہیں۔مگر بے دینی میں ساری امت متفق ہے۔یعنی سارے علما مانتے ہیں کہ عربی زبان بڑی وسیع زبان ہے۔اس میں ایک ایک لفظ کے لا تعداد معنی ہیں اور یاد رکھیں کہ سب سے بڑی بے دینی نہیں بلکہ بے دینی کی بنیاد یہی ہے کہ عربی زبان کے کسی بھی ایک لفظ کے ایک سے زیادہ معنی بتائے یا سمجھے جائیں۔عربی زبان میں ہر تصور کے لئے صرف ایک لفظ ہے۔اور آج انسانوں کو لاکھوں تصورات آچکے ہیں۔لہٰذا عربی زبان میں وسعت یہی ہے کہ وہ ہر انسانی تصور کو جو آچکا یا قیامت تک آئے گا ایک ایک مستقل لفظ موجود ہے اور ضرورت پڑنے پر نئے الفاظ بنانے کا قاعدہ موجود ہے۔۔پھر ہر لفظ کی بنیاد صرف تین حرفوں پر رکھی جاتی ہے جسے مادہ کہتے ہیں۔اور اُس تین حرفی مادہ سے سیکڑوں الفاظ بنتے چلے جاتے ہیں۔جن میں وہی اولین تصور یا معنی ہوتے ہیں۔

مادہ اور الفاظ۔مثلاً کسی کو جان سے مار ڈالنے کے تصور کو اُس کی تمام صورتوں میں ظاہر کرنے والے الفاظ کا مادہ ق۔ت۔ل۔اس سے پہلا لفظ جس سے باقی الفاظ بنیں گے۔ قَتْلٌ ہے۔اس کے معنی ہیں۔''کسی کو مار ڈالنا'' اس قَتْلٌ کو اسم مصدر کہا جاتا ہے۔جس سے اور الفاظ صادر ہوں گے۔ مثلاً ہمیں قتل کرنے والا یا مار ڈالنے والا ظاہر کرنا ہے تو قاعدہ یہ ہے پہلے حرف کے آگے الف بڑھا دو اور دوسرے حرف پر زیر لگا دو تو لفظ ''قَـاتِلٌ''تو مارنے والا مرد بن جاتا ہے اور عورت ہو تو لفظ ''قَـاتِلَةٌ'' مارنے والی عورت۔قَـاتِلانِ مارنے والے دو مرد۔ قَـاتِـلَتَانِ ۔مارنے والی دو عورتیں۔ قَاتِلُوْنَ مارنے والے تین یا بہت سے مرد۔قَاتِلاتٌ مارنے والی تین یا زیادہ عورتیں۔یوں نہایت آسانی اور سمجھ میں آنے والے اور خود بخود بلا محنت یاد ہو جانے والے قاعدوں سے قتل کی ہر صورت کے لئے ایک مستقل لفظ بنتا چلا جاتا ہے مثلاً مرنے والا مرد مَـقْـتُـوْلٌ مرنے والی عورت یا مار ڈالی جانے والی ایک عورت مَـقْتُوْلَةٌ پھر اُن کی جمع وغیرہ بن جائے گی۔وہ جگہ جہاں قتل وقوع میں آیا مَـقْتَلٌ ہے۔جس چیز سے قتل کیا گیا وہ مِـقْتَلٌ ہے وغیرہ وغیرہ۔اس طرح ہر تصور کے لئے ایک مادہ۔ایک مصدر مستقلاً موجود ہے۔لفظ اِسْتِـعْـمَـالٌ بڑا سارا سات حرفوں کا لفظ ہے۔اس میں پہلے تینوں حروف ہٹا دینے سے عُـمَـالٌ رہ جاتا ہے اب درمیانی حرف الف نکال دو تو وہی تین ابتدائی حروف یعنی مادہ ع۔م۔ل رہ جاتا ہے۔لہٰذا حروف کا اضافہ قانون کے ماتحت ہوتا ہے اسی قانون سے حروف ساقط ہو جاتے ہیں اور بڑے سے بڑا لفظ پھر تین بنیادی حروف پر لوٹ آتا ہے۔

4۔ الفاظ زیر بحث اَلْحَمَا اور اَلْحُمَة ہیں۔اور اُن کے مادی و مصدری معنی سامنے آچکے ہیں۔

مندرجہ بالا مترجمین اگر ان الفاظ کے مادوں اور مصدروں سے ناواقف بھی مان لئے جائیں تو یہ کیسے مانا جائے گا کہ وہ حـم کی پوری تختی نہ پڑھ سکے؟ یا یہ کہ انہیں دیکھنے کے لئے کوئی لغت ہی نہ ملی؟ یا یہ کہ لغت تو ملی مگر اُس لغت میں وہ معنی تھے ہی نہیں جو ہم نے لکھے ہیں؟ حقیقت یہ ہے کہ یہ لوگ وہی لوگ ہیں جو عربی کے ہر لفظ کے سیکڑوں معنی کو مختلف ہوتے ہوئے بھی صحیح سمجھتے ہیں لہٰذا انہوں نے اپنے مسلک و مذہب کو حضرت علی علیہ السلام کی مار سے بچانے کے لئے مذکورہ معنی اختیار کر لئے اور بریکٹ یا قوسین لگا کر مزید تحفظ کی راہ نکال لی۔انہیں یہ معلوم نہ تھا کہ وہ مادے جن میں ح۔م آتے ہیں تین صورتوں میں ہیں اوّل ح۔م۔م (دوم) ح۔م۔و (سوم) ح۔م۔ی اور ان تینوں سے تین بالکل مختلف تصورات کے لئے الفاظ بنتے ہیں۔چنانچہ ان لوگوں نے اور لغات بنانے والوں نے قریشی پالیسی کے ماتحت تینوں مادوں ہی کے نہیں بلکہ ادھر ادھر سے لا کر کئی اور مادوں کے معنی خلط ملط کر دیئے اور اب خود اُن کو بھی معلوم نہیں کہ ہم کن کن راستوں میں بھٹکتے ہوئے کہاں آنکلے ہیں۔یعنی آج کے علما خود اپنے

Presented by Ziaraat.Com

بُنے ہوئے جال میں تہہ درتہہ پھنسے ہوئے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ وہ علمی گفتگو کر رہے ہیں۔لوگوں کو تعلیم دے رہے ہیں۔اللہ ورسولؐ اور علی مرتضی علیہ السلام کی ترجمانی کر رہے ہیں۔اور حقیقت یہ ہے''کہ وہ چوپاؤں سے بھی زیادہ گمراہ ہیں۔انھوں نے قریش کا بے خدا مذہب اختیار کر کے عقل و بصیرت کو خیر باد کہہ دیا ہے لہٰذا نہ وہ لُغت کو سمجھتے ہیں نہ ہی سمجھنے کے بعد غلط راہ کو ترک کر سکتے ہیں۔

5۔ حضرت علیؑ کے مخالفوں اور حملہ آوروں کا سُنّی فتوے کی رو سے باغی اور واجب القتل ہونا۔

جمل والوں کے لئے مودودی کے قلم سے قاضی ابوبکر ابن العربی کا فتویٰ اُن کی کتاب احکام القران سے سنئے:''آگے چل کہ قاضی صاحب آیت فَقَاتِلُوا الَّتِیْ تَبْغِیْ حَتّٰی تَفِیْٓءَ اِلٰٓی اَمْرِ اللّٰہِ (تو بغاوت کرنے والے سے لڑو یہاں تک کہ وہ اللہ کے حکم کی طرف پلٹ آئے) (الحجرات 49/9) کی تفسیر پر کلام کرتے ہوئے لکھتے ہیں:(خلافت وملوکیت 127)

''حضرت علیؑ نے ان حالات میں اسی آیت کے مطابق عمل کیا تھا۔انہوں نے اُن باغیوں کے خلاف جنگ کی جو امام پر اپنی رائے مسلط کرنا چاہتے تھے اور ایسا مطالبہ کر رہے تھے جس کا انہیں حق نہ تھا۔۔۔''(خلافت وملوکیت صفحہ 127)(احکام القرآن جلد 4 صفحہ 1706۔1707 طبع مصر 1958ء)

اب جنگ صفین میں معاویہ اینڈ کمپنی کا باغی ہونا دیکھیں مودودی لکھتے ہیں کہ:

''متعدد صحابہ تابعین نے جو حضرت علیؑ اور معاویہ کی جنگ میں مذبذب تھے حضرت عمارؓ کی شہادت کو یہ معلوم کرنے کے لئے ایک علامت قرار دے لیا تھا کہ فریقین میں سے حق پر کون ہے؟ اور باطل پر کون ہے؟۔

ابوبکر بن العربی احکام القران میں لکھتے ہیں:

''علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے باغی گروہ کے ساتھ جنگ کی اور اُن کے ساتھ اکابر صحابہ اور اہل بدر تھے جن کا مرتبہ سب جانتے ہیں۔ اس جنگ میں وہ حق پر تھے اور اس میں اس باغی گروہ کے سوا جو اُنؑ سے برسرِ جنگ تھا اور کوئی بھی اُن سے اختلاف نہ رکھتا تھا مزید برآں خود نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمارؓ سے فرمادیا تھا۔کہ تم کو ایک باغی گروہ قتل کرے گا۔''(خلافت وملوکیت صفحہ 137)

6۔ حضرت علیؑ نے عائشہ اور اس کی قیادت وتائید میں آنے والوں کے لئے ایک گھریلو مگر معنی خیز بات فرمائی ہے۔

علما اور مترجمین اگر صحیح معنی نہ کریں تب بھی حق چھپتا نہیں ہے۔اگر مترجمین کا بے تکا اور نہایت غیر متعلق ترجمہ صحیح مان لیا جائے تو اگلا جملہ اُن سے ہضم نہیں ہوسکتا یعنی: وَالشُّبْهَةُ الْمُغْدِفَةُ ''گھونگٹ میں لپٹے ہوئے شبہات'' یا زیر نقاب چھپائے ہوئے شبہات''۔

اس جملے کا تقاضا ہے کہ اُس باغی گروہ کے ساتھ وابستہ ایک نقاب پوش یا مستقل گھونگٹ میں رہنے والی عورت بھی موجود ہو اور جس کے گھونگٹ میں ایک مخصوص شبہ (اَلشُّبْهَةُ) یا بہت سے شبہات بھی پردہ میں چھپائے ہوئے ہوں۔لہٰذا یہ جملہ بھی تصدیق کرتا ہے اور تمام تواریخ بھی پکار پکار کر کہہ رہی ہیں کہ جنگ جمل میں رسوؐل کی زوجہ عائشہ حضرت علیؑ کے مخالف قریشی لشکر کی قیادت کر رہی تھی اور اُسی سواری کی وجہ سے اُس جنگ کا نام جنگ جمل رکھا گیا تھا۔اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ نے عائشہ کو اُس لشکر کی قیادت کے لئے نکلنے اور ایک حواب نام کے چشمے پر گزرنے اور کتوں کے اُس پر بھونکنے کی اطلاع دے کر مذمت بھی کردی تھی۔لہٰذا کتے عائشہ پر بھونکے اور اُس نے اس چشمے کا نام دریافت کیا اور تصدیق کے بعد عائشہ کا گھبرا کر واپس جانے کا ارادہ کرنا وغیرہ تصدیق کردیتا ہے حضرت علی علیہ السلام پر حملہ کرنے والی عورت خود عائشہ تھی اور اس حملے اور جنگ

Presented by Ziaraat.Com

کا علم رسولؐ کی زبانی لوگوں کو پہلے سے ہو چکا تھا۔

7۔ اللہ نے بھی اس جنگ اور حملے سے عائشہ کو روکنے کے لئے قرآن میں اپنی دھمکی ریکارڈ کردی ہے۔

ہم ابھی آپ کے سامنے قرآن اور قریشی علما کے بیانات پیش کریں گے۔ مگر پہلے یہ سن لیں کہ قریش کے جن لیڈروں نے قریشی منصوبے اور پالیسی کو کامیابی تک پہنچایا اُن میں سے دو مرد اور دو عورتیں ہیروز اور ہیروئنز کے مقام پر آتے ہیں بزرگ ترین جوڑی عمر اور عائشہ کی ہے اور ابوبکر اور حفصہ دوسرے نمبر پر آتے ہیں۔ بہرحال اللہ کا ایسا بیان قرآن میں دیکھیں جس میں ان دونوں عورتوں کی اور اُن مردوں کو وارننگ (تنبیہہ) کی ہے جو ان عورتوں کو رسولؐ اللہ کے خلاف استعمال کررہے تھے۔ غور سے پڑھیئے ارشاد ہے کہ:۔

اِنۡ تَتُوۡبَاۤ اِلَى اللّٰهِ فَقَدۡ صَغَتۡ قُلُوۡبُكُمَا ۚ وَاِنۡ تَظٰهَرَا عَلَيۡهِ فَاِنَّ اللّٰهَ هُوَ مَوۡلٰٮهُ وَجِبۡرِيۡلُ وَصَالِحُ الۡمُؤۡمِنِيۡنَ ۚ وَالۡمَلٰٓـئِكَةُ بَعۡدَ ذٰلِكَ ظَهِيۡرٌO عَسٰى رَبُّهٗۤ اِنۡ طَلَّقَكُنَّ اَنۡ يُّبۡدِلَهٗۤ اَزۡوَاجًا خَيۡرًا مِّنۡكُنَّ مُسۡلِمٰتٍ مُّؤۡمِنٰتٍ قٰنِتٰتٍ تٰٓـئِبٰتٍ عٰبِدٰتٍ سٰٓـئِحٰتٍ ثَيِّبٰتٍ وَّاَبۡكَارًاO يٰۤاَيُّهَا الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا قُوۡۤا اَنۡفُسَكُمۡ وَاَهۡلِيۡكُمۡ نَارًا وَّقُوۡدُهَا النَّاسُ وَالۡحِجَارَةُ عَلَيۡهَا مَلٰٓـئِكَةٌ غِلَاظٌ شِدَادٌ لَّا يَعۡصُوۡنَ اللّٰهَ مَاۤ اَمَرَهُمۡ وَيَفۡعَلُوۡنَ مَا يُؤۡمَرُوۡنَO (تحریم 6 تا 66/4)

''اگر تم دونوں اللہ کے حضور توبہ بھی کرلو تب بھی تم دونوں کے دل تو حق سے ہٹ کر باطل کی طرف جھکے ہوئے ہیں ہی۔ اور اگر تم دونوں رسولؐ کے اوپر حملے کے لئے گٹھ جوڑ جاری رکھو گی تو سنو کہ وہ اللہ ہی ہے جو رسولؐ کا ہمدرد وحاکم ہے اور جبریلؑ اور تمام مومنین میں سے سب سے صالح ترین شخص اور ملائکہ اللہ کے بعد نبیؐ کے پشت پناہ ہیں۔ جلد ہی اگر نبیؐ تمہیں طلاق دیدے۔ تو اس کا پروردگار تمہارے بدلے میں تم سے بہتر ایسی بیویاں فراہم کردے گا۔ جو سچی مسلمان ہوں گی، حقیقی معنی میں ایماندار مومن ہوں گی۔ اطاعت کرنے والی فرمانبردار ہوں گی، اپنی اصلاح میں کوشاں اور اللہ کی طرف متوجہ رہنے والی ہوں گی، حقیقی معنی میں عبادت کرنے والی ہوں گی۔ جو جاں سپار و نرم رو ہوں گی جو کنواری ہوں یا دوبارہ شادی کی خواہشمند ہوں۔ اے نام نہاد مومنین تم خود کو بھی اور اپنے اہل وعیال اور متعلقین کو بھی اُس آگ میں جلنے سے بچاؤ جس کا ایندھن انسان اور پتھر ہیں اور جس پر نہایت تند خو اور سخت گیر نگہبان فرشتے مقرر ہیں جو کبھی کسی حالت میں اللہ کے احکام کی نافرمانی نہیں کرتے اور انہیں جو بھی حکم دیا جاتا ہے اُسی کے مطابق عمل کرتے ہیں۔ (تحریم 6 تا 66/4)

8۔ قرآن سے ہمیں کیا سمجھنا چاہئے؟ یہ عورتیں رسولؐ کی دشمن تھیں اور دشمنوں کی مدد اور حملے کیلئے گٹھ جوڑ کرتی تھیں ان کا اسلام برائے نام تھا۔

آیت کے الفاظ اپنی سادہ صورت اور عام فہم معنی میں بتاتے ہیں کہ

(1) توبہ کرنے سے ان دونوں عورتوں کو کوئی فائدہ نہیں ہوسکتا اس لئے کہ:

(2) اُن دونوں کے دل راہ حق سے ہٹ کر باطل کی طرف مڑے ہوئے ہیں۔

(3) وہ دونوں عورتیں رسولؐ کے خلاف گٹھ جوڑ میں مصروف ہیں اور رسولؐ پر حملے کی تیاری کررہی ہیں۔ ان کو بتایا گیا ہے کہ:

(4) تمہارے گٹھ جوڑ اور حملے کے مقابلہ میں آنے والوں میں سے ایک (i) اللہ ہے جو اس کا پروردگار، کا مالک وحاکم (ii) جبریلؑ ہے۔

(iii) تمام مومنین میں سے صالح شخص ہے اور (iv) ملائکہ ہیں اور یہ سب رسولؐ کے پشت پناہ ہیں۔

(5) یہ دونوں عورتیں اللہ کے نزدیک طلاق کی مستحق ہیں۔

Presented by Ziaraat.Com

(6) ان دونوں عورتوں سے بہتر عورتیں رسوؐل کے نکاح میں آنے کے لئے موجود ہیں۔

(7) ان عورتوں نے اسلام کا ڈھونگ رچا رکھا تھا تا کہ اپنے قول وفعل سے خود کو مسلمان ظاہر کریں اور رسوؐل اللہ کا اور دوسرے متعلقین کا اعتماد حاصل کرلیں اور اپنی سازش کو کامیاب کرلے جائیں۔ ورنہ اُن کا اسلام، اطاعت روزہ نماز اور عبادتیں سب دکھاوے کی تھیں۔

(8) وہ نام نہاد مومنین جن کی دونوں عورتیں مدد کرتی تھیں اور جن سے گٹھ جوڑ کر رکھا تھا اور جن کو ساتھ لے کر حملہ کرنا تھا وہ سب اور اُن کے تمام اعزاء واقرابا اور متعلقین جہنمی تھے۔ انہیں جہنم کی تفصیلات بھی بتادی گئی ہیں (66/6 سورہ تحریم)۔

9۔ اُن دونوں عورتوں سے تعارف سنی علما کی زبانی سنئے:

تمام قریشی علما کے اور تمام قریشی مذہب کے دانشوروں کے نزدیک عائشہ کی پوزیشن رسوؐل کے بعد دوسری ہے۔ اور انہوں نے اُن کی جا بہ جا کھلی اور شرمناک مذمت دیکھتے ہوئے بھی اُن کی ناجائز طرفداری میں اپنا دین و دنیا دونوں تباہ کرلی ہیں اور عذر اُن کا یہ ہے کہ وہ رسوؐل کی زوجہ تھیں اور رسوؐل کی زوجہ بری عورت ہو ہی نہیں سکتی۔ یعنی اللہ نے جو اُس کی مذمت کی ہے وہ بھی غلط ہے لیکن ہم بلا دلیل کے کسی برے کو اچھا اور اچھے کو برا نہیں کہہ سکتے۔ اور ہرگز نہیں مان سکتے کہ اللہ نے اچھی عورت کی خواہ مخواہ مذمت کی ہے اللہ نے اسی سورت میں اسے راز فاش کرنے والی کہا ہے (66/3 سورہ تحریم) تو یقیناً ماننا پڑے گا کہ وہ رسوؐل کی مرضی کے خلاف راز فاش کیا کرتی تھی۔ اور یہ راز فاش کرنا ایک آدھ مرتبہ کی اتفاقیہ بات نہ تھی وہاں تو یہ فرمایا گیا ہے کہ: وَاِذْ اَسَرَّ النَّبِيُّ اِلٰى بَعْضِ اَزْوَاجِهٖ حَدِيْثًا۔ ''جب بھی نبیؐ نے اپنی اُس بیوی سے کوئی بات راز میں کہی'' اسی طرح جب اللہ نے فرمادیا کہ وہ گٹھ جوڑ کرتی تھیں تو یقیناً ماننا ہوگا کہ وہ دونوں سازش میں مصروف رہتی تھیں۔ لہٰذا جتنے جرائم اُن پر عائد کئے گئے ہیں اُن تمام جرائم سے اُن دونوں کو توبہ اور معافی پر آیات دکھائے بغیر ہم اُن کو مجرم کہنے پر مجبور ہیں۔ اور پھر لطیفہ یہ ہے کہ قریشی علما نے اُن تمام جرائم کو مانا ہے لہٰذا ہم مندرجہ بالا آیات اور اُن میں مذکور مذمت کا اقرار علامہ مودودی کے قلم سے دکھاتے ہیں۔ مگر اُن کے بیانات کو یہ سمجھ کر پڑھئے کہ ابوبکر وعمر وعثمان ومعاویہ اور عائشہ وحفصہ ہی نہیں بلکہ سارے قریش مودودی کے بزرگ ہیں لہٰذا مودودی کو حق ہے کہ وہ اپنے بزرگوں کی شان میں جہاں موقع ہو محتاط الفاظ بیان کرے انہیں وہ تمام رعایتیں دے جو اُن کی نام نہاد بزرگی کا تقاضا ہو۔ چنانچہ راز فاش کرنے والی آیت (66/3 سورہ تحریم) پر اُن کا تشریحی بیان ملاحظہ فرمائیں اور مولانا کا ادب تعظیم اور کرتب بھی نوٹ کریں:

(الف) افشائے راز کی اہمیت بڑھا کر تسلیم کیا ہے مگر؟ مگر کچھ نہیں؟؟

''۶۔ مختلف روایات میں مختلف باتوں کے متعلق یہ بیان کیا گیا ہے کہ فلاں بات تھی جو حضوؐر نے اپنی ایک بیوی سے راز میں کہی تھی اور اُن بیوی نے ایک دوسری بیوی سے اس کا ذکر کردیا۔ لیکن ہمارے نزدیک اول تو اس کا کھوج لگانا صحیح نہیں، کیونکہ راز کے افشا کرنے پر ہی تو اللہ تعالیٰ یہاں ایک بیوی کو ٹوک رہا ہے، پھر ہمارے لئے کیسے صحیح ہوسکتا ہے کہ ہم اُس کی ٹٹول کریں (قیاس مع الفارق۔ احسنؔ) اور اُسے کھولنے کی فکر میں لگ جائیں۔ دوسرے، جس مقصد کے لئے یہ آیت نازل ہوئی ہے اُس کے لحاظ سے یہ سوال سرے سے کوئی اہمیت نہیں رکھتا کہ وہ راز کی بات تھی کیا؟ مقصود کلام سے اُس کا کوئی تعلق ہوتا تو اللہ تعالیٰ اُسے خود بیان فرمادیتا۔ اصل غرض جس کے لئے اس معاملے کو قرآن مجید میں بیان کیا گیا ہے، ازواج مطہرات میں سے ایک کو اس غلطی پر ٹوکنا ہے (یہ قیاس ہے۔ احسنؔ) کہ اُن کے عظیم المرتبہ شوہر نے جو بات راز میں اُن سے فرمائی تھی اُسے انہوں نے راز نہ رکھا اور اُس کا افشا کردیا۔ یہ محض ایک نجی معاملہ ہوتا، جیسا دنیا کے

Presented by Ziaraat.Com

عام میاں اور بیوی کے درمیان ہوا کرتا ہے تو اس کی کوئی ضرورت نہ تھی کہ اللہ تعالیٰ براہِ راست وحی کے ذریعہ سے حضوؐر کو اس کی خبر کر دیتا۔ اور پھر محض خبر دینے ہی پر اکتفانہ کرتا بلکہ اُسے اپنی اس کتاب میں بھی درج کر دیتا جسے ہمیشہ کے لئے ساری دنیا کو پڑھنا ہے۔لیکن اُسے یہ اہمیت جس وجہ سے دی گئی وہ یہ تھی کہ وہ بیوی کسی معمولی شوہر کی نہ تھیں بلکہ اس عظیم ہستی کی بیوی تھیں جسے اللہ تعالیٰ نے انتہائی اہم ذمہ داری کے منصب پر مامور فرمایا تھا، جسے ہر وقت کفار ومنافقین ومشرکین کے ساتھ ایک مسلسل جہاد سے سابقہ درپیش تھا،جس کی قیادت میں کفر کی جگہ اسلام کا نظام برپا کرنے کے لئے ایک زبردست جدوجہد ہو رہی تھی۔ایسی ہستی کے گھر میں بے شمار ایسی باتیں ہوسکتی تھیں جو اگر راز نہ رہتیں اور قبل از وقت ظاہر ہو جاتیں تو اس کارِ عظیم کو نقصان پہنچ سکتا تھا جو وہ ہستی انجام دے رہی تھی۔اس لئے جب اس گھر کی ایک خاتون سے پہلی مرتبہ یہ کمزوری صادر ہوئی کہ اُس نے ایک ایسی بات کو جو راز میں اُس سے کہی گئی تھی کسی اور پر ظاہر کر دیا (اگرچہ وہ کوئی غیر نہ تھا بلکہ اپنے ہی گھر کا ایک فرد تھا) تو اس پر فوراً ٹوک دیا گیا،اور درپردہ نہیں بلکہ قرآن مجید میں برملا ٹوکا گیا،تاکہ نہ صرف ازواج مطہرات کو، بلکہ مسلم معاشرے کے تمام ذمہ دار لوگوں کی بیویوں کو رازوں کی حفاظت کی تربیت دی جائے۔(تردید سورہ آل عمران 123 تا 3/118) آیت میں اس سوال کو قطعاً نظر انداز کر دیا گیا ہے کہ جس راز کی بات کو افشا کیا گیا تھا وہ کوئی خاص اہمیت رکھتی تھی یا نہیں،اور اس کے افشا سے کسی نقصان کا خطرہ تھا یا نہیں۔گرفت بجائے خود اس امر پر کی گئی ہے کہ راز کی بات کو دوسرے سے بیان کر دیا گیا۔اس لئے کہ کسی ذمہ دار ہستی کے گھر والوں میں اگر یہ کمزوری موجود ہو کہ وہ رازوں کی حفاظت میں تساہل برتیں تو آج ایک غیر اہم راز افشا ہوا،کل کوئی اہم راز افشا ہوسکتا ہے۔جس شخص کا منصب معاشرے میں جتنا زیادہ ذمہ دارانہ ہوگا اتنے ہی زیادہ اہم اور نازک معاملات اُس کے گھر والوں کے علم میں آئیں گے۔اُن کے ذریعہ سے راز کی باتیں دوسروں تک پہنچ جائیں تو کسی وقت بھی یہ کمزوری کسی بڑے خطرے کی موجب بن سکتی ہے۔'' (تفہیم القرآن جلد 6 صفحہ 21-22)

(ب) علامہ مودودی نے مسلمانوں کو قرآن کے خلاف دھوکا دیا عائشہ کی غلط حمایت کی، حقیقت واقعی کو چھپا دیا ہے۔

قارئین نے یہ الفاظ کے الٹ پھیر والا طویل بیان پڑھا اور دیکھا کہ مودودی یہ مان کر اپنی تشریح شروع کرتے ہیں کہ راز فاش کرنے کے سلسلے میں علمانے بہت سی روایات کتابوں میں لکھی ہیں اور اُن روایات میں وہ روایات بھی لکھی ہیں جو اُس راز کی بات کو بھی بتاتی ہیں جسے حضوؐر نے اپنی زوجہ سے بطور راز کہا تھا۔مگر مودودی اُن تمام روایات کو نظر انداز کر کے اُس بیوی کا پردہ رکھتے ہیں اور عذر یہ کرتے ہیں کہ اللہ نے بھی آیات میں اُس بات کو ظاہر نہیں کیا یعنی راز میں رکھا ہے لہٰذا مودودی بھی اُسے راز ہی میں رکھیں گے۔لیکن یہ ترکیب راز داری نہیں ہے اس لئے کہ اللہ نے صاف الفاظ میں فرمادیا ہے کہ وہ راز فاش کر دیا گیا تھا۔یعنی وہ بات راز رہی ہی نہ تھی۔اور فاش شدہ راز کو راز میں رکھنا راز فاش کرنے والے کی پردہ داری ہے نہ کہ اللہ ورسوؐل کی تائید۔پھر مولانا راز میں اور افشا شدہ راز میں فرق نہیں کرتے پھر جس طرح بقول مولانا،اس راز والی بات کو کھولا نہیں گیا اُسی طرح اللہ نے مولانا کو اس فاش شدہ بات کو راز میں رکھنے کا حکم بھی نہیں دیا ہے۔لہٰذا علامہ نے دھوکہ دینے کے لئے اس ترکیب میں قیاس مع الفارق استعمال کیا ہے۔پھر مولانا نے اس آیت کے نزول کا مقصد کسی آیت یا آیت کے لفظ سے نہیں بلکہ اپنے قیاس باطل سے یہ بتایا ہے کہ: ''ازواج مطہرات میں سے ایک کو اس غلطی پر ٹوکنا ہے''

حالانکہ اللہ نے اس زوجہ کو مخاطب ہی نہیں کیا ہے۔ٹوکنا تو یہ ہوتا کہ:''تو نے راز فاش کر دیا یا تو نے راز کی بات دوسری زوجہ سے کہہ کر

Presented by Ziaraat.Com

غلطی کی ہے آئندہ ایسا نہ کرنا'' لہٰذا اللہ نے ہرگز نہ اس عورت کو مخاطب کیا نہ اُس سے بات کی نہ اُسے ٹوکنا مقصود تھا۔ بلکہ آیت کے نزول کا مقصد خود آیت میں ہے یعنی رسوؐل اللہ کو اس عورت سے خبردار رہنے اور اُسے ناقابل اعتبار سمجھنے کی تاکید کی ہے اور آگے چل کر اُس کو دشمن اور گھ جوڑ کرنے والی بتایا ہے قرآن میں نازل کرنے کا مقصد یہ ہے کہ قیامت تک اس عورت کو ایک خیانت کار اور ناقابل اعتبار اور دشمن خدا اور رسوؐل مشہور کیا جائے اور اس قسم کی عورتوں کو گھروں میں نہ رکھا جائے اور ضرورت ہو تو طلاق دے کر دفع کردیا جائے۔ (66/5 سورہ تحریم)

قارئین نے اس طویل اور ماہرانہ بیان میں آخر یہ دیکھ لیا مودودی نے اس راز کی بات کو غیر اہم اور خطرہ سے خالی مانا ہے اور یہ کہ مودودی اپنے علم غیب سے فرماتے ہیں کہ: ''پہلی مرتبہ یہ کمزوری صادر ہوئی''۔

حالانکہ قرآن پہلی دوسری دفعہ کی بات نہیں کرتا بلکہ عادت بیان کرتا ہے۔ وَاِذْ اَسَرَّ النَّبِیُّ جب بھی نبیؐ نے کوئی راز کی بات کہی''۔

(ب) مودودی سارے مسلمانوں کو بے وقوف بنانا چاہتے ہیں۔

مودودی نے اس آیت کا دوسرا مقصد یہ لکھا ہے کہ:

''تاکہ نہ صرف ازواجِ مطہرات کو بلکہ مسلم معاشرے کے تمام ذمہ دار لوگوں کی بیویوں کو رازوں کی حفاظت کی تربیت دی جائے''۔
(تفہیم القرآن جلد 6 صفحہ 22)

ہمارا پہلا اعتراض تو یہ ہے کہ اس آیت یا آیات (66/3) میں رازوں کی حفاظت کی نہ تعلیم ہے نہ تربیت ہے۔ علامہ نے ویسے ہی ایک غپ ماردی ہے یا یہ کہئے کہ مولانا تعلیم وتربیت کے معنی ہی نہیں سمجھتے۔ دوسرا اعتراض یہ ہے کہ عہدرسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ہزاروں سال پہلے کے لوگ مرد اور عورتیں رازوں کی اہمیت سے واقف تھے لہٰذا رازوں کی حفاظت کے لئے تعلیم وتربیت کی ضرورت ہی نہ تھی۔ ساری دنیا راز فاش کرنے والوں کو برا اور ناقابل اعتبار سمجھتی چلی آرہی تھی۔ اور تیسرا اعتراض یہ ہے کہ قریش اور اہل عرب اور سارے مسلمانوں کو بتادیا گیا تھا کہ:

(ج) رسوؐل کی بیوی اور بیوی کی قوم کے صحابہ اپنے مرکز کو اللہ ورسوؐل کے خلاف ہرراز بتاتے تھے۔

یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَاتَتَّخِذُوْا بِطَانَۃً مِّنْ دُوْنِکُمْ لَا یَاْلُوْنَکُمْ خَبَالًا وَدُّوْا مَا عَنِتُّمْ قَدْ بَدَتِ الْبَغْضَآءُ مِنْ اَفْوَاھِھِمْ وَمَا تُخْفِیْ صُدُوْرُھُمْ اَکْبَرُ قَدْ بَیَّنَّا لَکُمُ الْاٰیٰتِ اِنْ کُنْتُمْ تَعْقِلُوْنَO ھٰٓاَنْتُمْ اُوْلَآءِ تُحِبُّوْنَھُمْ وَلَا یُحِبُّوْنَکُمْ وَتُؤْمِنُوْنَ بِالْکِتٰبِ کُلِّہٖ وَاِذَا لَقُوْکُمْ قَالُوْٓا اٰمَنَّا وَاِذَا خَلَوْا عَضُّوْا عَلَیْکُمُ الْاَنَامِلَ مِنَ الْغَیْظِ قُلْ مُوْتُوْا بِغَیْظِکُمْ اِنَّ اللّٰہَ عَلِیْمٌ بِذَاتِ الصُّدُوْرِO اِنْ تَمْسَسْکُمْ حَسَنَۃٌ تَسُؤْھُمْ وَاِنْ تُصِبْکُمْ سَیِّئَۃٌ یَّفْرَحُوْا بِھَا ......الخ (آل عمران 120 تا 3/118)

(مودودی کا اپنا ترجمہ ملاحظہ ہو)

''اے لوگو جو ایمان لائے ہو، اپنی جماعت کے لوگوں کے سوا دوسروں کو اپنا رازدار نہ بناؤ۔ وہ تمہاری خرابی کے کسی موقع سے فائدہ اٹھانے میں نہیں چوکتے۔ تمہیں جس چیز سے نقصان پہنچے وہی اُن کو محبوب ہے۔ اُن کے دل کا بغض اُن کے منہ سے نکلا پڑتا ہے اور جو کچھ وہ اپنے سینوں میں چھپائے ہوئے ہیں وہ اس سے شدید تر ہے۔ ہم نے تمہیں صاف صاف ہدایات دے دی ہیں، اگر تم عقل رکھتے ہو (تو اُن سے تعلق رکھنے میں احتیاط برتو گے) تم اُن سے محبت رکھتے ہو مگر وہ تم سے محبت نہیں رکھتے حالانکہ تم تمام کتب آسمانی کو مانتے ہو۔ جب وہ تم سے ملتے ہیں تو کہتے ہیں کہ ہم نے بھی (تمہارے رسوؐل اور تمہاری کتاب کو) مان لیا ہے، مگر جب جدا ہوتے ہیں تو تمہارے خلاف اُن

Presented by Ziaraat.Com

کے غیظ وغضب کا یہ حال ہوتا ہے کہ اپنی انگلیاں چبانے لگتے ہیں ۔۔۔۔۔۔ تمہارا بھلا ہوتا ہے تو اُن کو برا معلوم ہوتا ہے، اور تم پر کوئی مصیبت آتی ہے تو یہ خوش ہوتے ہیں۔'' (تفہیم القرآن جلد اول صفحہ 282-283)

(د) ان آیات سے مودودی کا فریب واضح ہو گیا رسوؐل کی زوجہ اپنے قومی مرکز کو راز بتایا کرتی تھی۔

قارئین یہاں پہلی بات یہ نوٹ کریں کہ اللہ رازداروں کے متعلق تفصیلی ہدایات پہلے ہی مندرجہ بالا آیات (123 تا 3/118) میں دے چکا تھا۔ لہٰذا رسوؐل کی زوجہ والی آیت رازوں کی حفاظت کے لئے نازل نہیں ہوئی تھی بلکہ اس لئے نازل ہوئی تھی کہ رسوؐل کی زوجہ بھی باقی قریشی مومنین کی طرح اپنے مرکز کو رسوؐل اللہ کے راز بتاتی رہتی ہے تاکہ قریش کا مخالف محاذ رسوؐل پر بروقت حملہ کرنے کے لئے تیاری کرتا رہے۔ لہٰذا معلوم ہوا کہ رسوؐل کی زوجہ بھی اُس گٹھ جوڑ میں برابر کی شامل ہے (6 تا 66/4 سورہ تحریم)۔ جو قریشی مومنین اور قریشی مشرکین نے بنا رکھا ہے۔ (123 تا 3/118 سورہ آل عمران)

یہاں رسوؐل کی دو مذکورہ ازواج کے گٹھ جوڑ کا رخ معلوم ہو گیا اور ساتھ ہی جن مومنین کو اور اُن کے اہل وعیال اور متعلقین کو جہنم کی آگ میں جلنے سے بچ کر رہنے کی تنبیہہ کی گئی تھی (66/6 سورہ تحریم) اُن مومنین کا اس گٹھ جوڑ میں شامل ہونا بھی ثابت ہو گیا اور یہ بھی معلوم ہو گیا کہ رسوؐل کی ازواج اور یہ قریشی مومنین مکے کے مخالف محاذ کے ساتھ محبت کرتے ہیں اور اُن کی طرفداری میں اپنے نقصان کی بھی پرواہ نہیں کرتے اور برابر اُن کی اطاعت واکرام کرتے رہتے ہیں (آل عمران 123 تا 3/118)۔

(ہ)۔ قریش کے مشرک مرکز کو اللہ نے اپنا و مومنین کا دشمن فرمایا تھا۔ اُن سے محبت واکرام سے منع کیا اور رازداری سے روکا تھا۔ اُن ہی سے زوجہ رسوؐل وابستہ تھی۔

قریشی مومنین اور ازواج رسوؐل کی سازباز، گٹھ جوڑ اور مشرک محاذ کی حکمرانی اور اطاعت پر مودودی پردہ نہیں ڈال سکتے قرآن کریم نے طرح طرح ان کی سازشوں اور افشائے راز کا ریکارڈ ہم تک پہنچایا ہے سنئے قریش کے نام نہاد مومنین سے فرمایا گیا تھا کہ:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوْا عَدُوِّيْ وَعَدُوَّكُمْ اَوْلِيَآءَ تُلْقُوْنَ اِلَيْهِمْ بِالْمَوَدَّةِ وَقَدْ كَفَرُوْا بِمَا جَآءَكُمْ مِّنَ الْحَقِّ يُخْرِجُوْنَ الرَّسُوْلَ وَاِيَّاكُمْ اَنْ تُؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ رَبِّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ خَرَجْتُمْ جِهَادًا فِيْ سَبِيْلِيْ وَابْتِغَآءَ مَرْضَاتِيْ تُسِرُّوْنَ اِلَيْهِمْ بِالْمَوَدَّةِ وَاَنَا اَعْلَمُ بِمَآ اَخْفَيْتُمْ وَمَآ اَعْلَنْتُمْ وَمَنْ يَّفْعَلْهُ مِنْكُمْ فَقَدْ ضَلَّ سَوَآءَ السَّبِيْلِ O۔ (ممتحنہ 60/1)

مودودی کا محتاط قریش کی طرف جھکا ہوا ترجمہ:

''اے لوگو جو ایمان لائے ہو، اگر تم میری راہ میں جہاد کرنے کے لئے اور میری رضا جوئی کی خاطر (وطن چھوڑ کر گھروں سے) نکلے ہو تو میرے اور اپنے دشمنوں کو دوست (حکمران اولیاء۔ احسنؔ) نہ بناؤ۔ تم اُن کے ساتھ دوستی کی طرح ڈالتے ہو، حالانکہ جو حق تمہارے پاس آیا ہے اس کو ماننے سے وہ انکار کر چکے ہیں اور اُن کی روش یہ ہے کہ رسوؐل کو اور خود تم کو صرف اس قصور پر جلاوطن کرتے ہیں کہ تم اپنے رب، اللہ پر ایمان لائے ہو۔ تم چھپا کر اُن کو دوستانہ پیغام بھیجتے ہو حالانکہ جو کچھ تم چھپا کر کرتے ہو اور جو اعلانیہ کرتے ہو ہر چیز کو میں خوب جانتا ہوں جو شخص بھی تم میں سے ایسا کرے وہ یقیناً راہ راست سے بھٹک گیا۔ (تفہیم القرآن جلد 5 صفحہ 422 تا 424)

پھر معلوم ہوا کہ قریش کا مکی مشرک محاذ اُن لوگوں پر پورا قابو رکھتا تھا۔ جو قریش میں سے قریشی مرکز کی ہدایات کے ماتحت روز اول سے

Presented by Ziaraat.Com

مومن بن کر رسوؐل اللہ کے ساتھ چپکے چلے آ رہے تھے اُن ہی میں مذکورہ بالا اور زیرِ نظر ازواج تھیں۔ یہاں رسوؐل کی بیوی کے راز فاش کرنے کے متعلق قریشی علماء کے ڈالے ہوئے تمام پردے ہٹ چکے ہیں۔ اب مودودی کی وہ تشریحات سامنے آتی ہیں جو محاذ آرائی گٹھ جوڑ اور سازش کیلئے انہوں نے کی ہیں۔

(و) مودودی دلوں کے ٹیڑھے ہوجانے اور گٹھ جوڑ پر روشنی وغیرہ ڈالتے ہوئے اُن ازواج کے نام بتاتے ہیں جو زیرِ بحث ہیں۔

''۷ے اصل الفاظ ہیں'' فَقَدْ صَغَتْ قُلُوْبُکُمَا ۔ صَغُو عربی زبان میں مڑ جانے اور ٹیڑھا ہوجانے کے معنی میں بولا جاتا ہے۔ شاہ ولی اللہ صاحب نے اس فقرے کا ترجمہ کیا ہے۔ ''ہر آئینہ کج شدہ است دلِ شما''۔ اور شاہ رفیع الدین صاحب کا ترجمہ ہے۔ ''کج ہو گئے ہیں دل تمہارے''، حضرات عبداللہ بن مسعود، عبداللہ بن عباس، سفیان ثوری اور ضحاک نے اس کا مفہوم بیان کیا ہے زَاغَتْ قُلُوْ بُکُمَا، یعنی تمہارے دل راہِ راست سے ہٹ گئے ہیں۔'' امام رازی اس کی تشریح میں کہتے ہیں۔ عَدَلَتْ وَمَالَتْ عَنِ الْحَقِّ وَھُوَ حَقُّ الرَّسُوْلِ صلی اللّٰہ علیہ وسلم ۔ ''حق سے ہٹ گئے ہیں اور حق سے مراد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا حق ہے۔'' اور علامہ آلوسی کی تشریح یہ ہے وَمَالَتْ عَنِ الْوَاجِبِ مِنْ مُّوَافِقَتِہٖ صلی اللّٰہ علیہ وسلم بِحُبِّ مَایحبہ و کراھہ یکرھہ اِلٰی مخالفتہٖ یعنی'' تم پر واجب تو یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جو کچھ پسند کریں اُسے پسند کرنے میں اور جو کچھ آپؐ ناپسند کریں اُسے ناپسند کرنے میں آپؐ کی موافقت کرو مگر تمہارے دل اُس معاملہ میں آپؐ کی موافقت سے ہٹ کر آپؐ کی مخالفت کی طرف مڑ گئے ہیں''۔ (تفہیم القرآن جلد 6 صفحہ 22-23)

مودودی نے دوسرے علما کے کندھے پر رکھ کر بات یہاں ہی ختم کردی ہے اور خود آگے بڑھ گئے۔ لیکن بہرحال یہ مان لیا کہ اُن دونوں ازواج نے کبھی بھی رسوؐل اللہ کی مخالفت میں کمی نہیں کی تھی۔ اور یہی کچھ اُن کے اور قریشی صحابہ کے لئے برابر قرآن سے دکھایا جارہا ہے۔

(ز) حملہ کے لئے گٹھ جوڑ والی آیت پر مودودی اور دیگر قریشی علما کے بیانات سنئے اور دیکھئے کہ خلیفہ دوم عائشہ اور حفصہ کو مجرم کہتے ہیں۔

مودودی نے لکھا ہے کہ: ''۸ے اصل الفاظ ہیں۔ وَاِنْ تَظَاھَرَا عَلَیْہِ ۔ تَظَاھُر کے معنی ہیں کسی کے مقابلے میں باہم تعاون کرنا، یا کسی کے خلاف ایکا کرنا۔ شاہ ولی اللہ صاحب نے اس فقرے کا ترجمہ کیا ہے۔ اگر باہم متفق شوید بر رنجانیدن پیغمبرؐ ''شاہ عبدالقادر صاحب کا ترجمہ ہے'' اگر تم دونوں چڑھائی کرو گیاں اُس پر''۔ مولانا اشرف علی صاحب کا ترجمہ ہے۔ اور اگر اسی طرح پیغمبر کے مقابلے میں تم دونوں کارروائیاں کرتی رہیں (یہاں مودودی نے اشرف کا بریکٹ (اسی طرح) کھول کر لکھا ہے۔ احسنؔ) مولانا شبیر احمد عثمانی کا ترجمہ۔

''اگر تم دونوں اسی طرح کی کارروائیاں اور مظاہرے کرتی رہیں۔''

آیت کا خطاب صاف طور پر دو خواتین کی طرف ہے اور سیاق وسباق سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ خواتین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات میں سے ہیں، کیونکہ اس سورے کی پہلی آیت سے پانچویں آیت تک مسلسل حضور کی ازواج کے معاملات ہی زیرِ بحث آئے ہیں۔ اس حد تک تو بات خود قرآن کریم کے اندازِ بیان سے ظاہر ہورہی ہے۔ اب رہا یہ سوال کہ یہ دونوں بیویاں کون تھیں؟ اور وہ معاملہ کیا تھا جس پر یہ عتاب ہوا ہے؟ اس کی تفصیل ہمیں حدیث سے ملتی ہے۔ مسند احمد، بخاری، مسلم، ترمذی اور نسائی میں حضرت عبداللہ بن عباس کی ایک مفصل روایت نقل ہوئی ہے۔ جس میں کچھ لفظی اختلافات کے ساتھ یہ قصہ بیان کیا گیا ہے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

راز فاش کرنے والی، حملے کے لئے گٹھ جوڑ کرنے والی عائشہ اور حفصہ تھیں۔ ''میں ایک مدت سے اس فکر میں تھا کہ حضرت عمر سے پوچھوں کہ رسول

Presented by Ziaraat.Com

اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیویوں میں سے وہ کون سی دو بیویاں تھیں جنہوں نے حضورؐ کے مقابلے میں جتھہ بندی کر لی تھی اور جن کے متعلق اللہ تعالیٰ نے یہ آیت ارشاد فرمائی ہے کہ: اِنْ تَتُوْبَآ اِلَى اللّٰهِ فَقَدْ صَغَتْ قُلُوْبُكُمَا ۔لیکن اُن کی ہیبت کی وجہ سے میری ہمت نہ پڑتی تھی۔آخر ایک مرتبہ وہ حج کے لئے تشریف لے گئے اور میں اُن کے ساتھ گیا۔واپسی پر راستے میں ایک جگہ اُن کو وضو کراتے ہوئے مجھے موقع مل گیا اور میں نے یہ سوال پوچھ لیا۔انہوں نے جواب دیا کہ وہ عائشہ اور حفصہ تھیں۔ پھر انہوں نے بیان کرنا شروع کیا ہم قریش کے لوگ اپنی عورتوں کو دبا کر رکھنے کے عادی تھے۔جب ہم مدینہ آئے تو ہمیں یہاں ایسے لوگ ملے جن پر ان کی بیویاں حاوی تھیں،اور یہی سبق اُن سے ہماری عورتیں بھی سیکھنے لگیں۔ایک روز میں اپنی بیوی پر ناراض ہوا تو کیا دیکھتا ہوں کہ وہ مجھے پلٹ کر جواب دے رہی ہے۔ مجھے یہ بہت ناگوار ہوا کہ وہ مجھے پلٹ کر جواب دے۔اس نے کہا کہ آپ اس بات پر کیوں بگڑتے ہیں کہ میں آپ کو پلٹ کر جواب دوں؟ خدا کی قسم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیویاں حضورؐ کو دوبدو جواب دیتی ہیں اور ان میں سے کوئی حضورؐ سے دن بھر روٹھی رہتی ہے(بخاری کی روایت میں ہے کہ حضورؐ اس سے دن بھر ناراض رہتے ہیں)اور حضورؐ اُن سے سارے سارے دن ناراض رہتے ہیں۔ یہ سُن کر میں گھر سے نکلا اور حفصہ کے یہاں گیا۔میں نے اس سے پوچھا کہ کیا تو رسوؐل اللہ کو دوبدو جواب دیتی ہے؟ اس نے کہاں ہاں۔میں نے پوچھا کہ کیا تم میں سے کسی سے حضورؐ دن دن بھر ناراض رہتے ہیں؟ اس نے کہا ہاں۔ میں نے کہا نامراد ہوگئی اور گھاٹے میں پڑی وہ عورت جو تم میں سے ایسا کرے۔کیا تم میں سے کوئی اس بات سے بے خوف ہوگئی ہے کہ اپنے رسوؐل کے غضب کی وجہ سے اللہ اس پر غضب ناک ہو جائے اور وہ ہلاکت میں پڑ جائے؟ رسوؐل اللہ کے ساتھ کبھی زبان درازی نہ کر۔اور نہ اُن سے کسی چیز کا مطالبہ کر۔ میرے مال سے تیرا جو دل چاہے مانگ لیا کر۔تو اس بات سے کسی دھوکے میں نہ پڑ کہ تیری پڑوسن (مراد ہیں حضرت عائشہ۔مودودی) تجھ سے زیادہ خوبصورت ہے اور رسوؐل اللہ کو زیادہ محبوب ہے۔اس کے بعد میں وہاں سے نکل کر ام سلمہؓ کے پاس پہنچا جو میری رشتہ دار تھیں۔اور میں نے اس معاملہ میں اُن سے بات کی۔انہوں نے کہا کہ ابن خطاب تم بھی عجیب آدمی ہو۔ ہر معاملے میں تم نے دخل دیا یہاں تک کہ اب رسوؐل اللہ اور اُن کی بیویوں کے معاملے میں بھی دخل دینے چلے ہو۔اُن کی اس بات نے میری ہمت توڑ دی۔ پھر ایسا ہوا کہ میرا ایک انصاری پڑوسی رات کے وقت میرے گھر آیا اور اُس نے مجھے پکارا۔ہم دونوں باری باری رسوؐل اللہ کی مجلس میں حاضر ہوا کرتے تھے اور جو بات کسی کی باری کے دن ہوتی تھی وہ دوسرے کو بتا دیا کرتا تھا۔زمانہ وہ تھا کہ جب ہمیں غسّان کے حملے کا خطرہ لگا ہوا تھا۔اس کے پکارنے پر جب میں نکلا تو اُس نے کہا کہ ایک بڑا حادثہ پیش آ گیا ہے میں نے کہا کہ کیا غسانی چڑھ آئے ہیں؟ اُس نے کہا نہیں۔اُس سے بھی بڑا حادثہ ہے۔ رسوؐل اللہ نے اپنی بیویوں کو طلاق دے دی ہے۔میں نے کہا برباد ہوئی اور نامراد ہوگئی حفصہ (بخاری کے الفاظ ہیں رَغِمَ اَنْفُ حَفْصَةَ وَعَائِشَة (رگڑی گئی ناک حفصہ وعائشہ کی) مجھے پہلے ہی اندیشہ تھا کہ یہ ہونے والی بات ہے"۔(تفہیم القرآن جلد 6 صفحہ 23-24)

(ح) قریشی مذہب کی اس متفقہ روایت میں کچھ سچ ہے اور کچھ پروپیگنڈا ہے۔عائشہ کی محبوبیت عمر کی مداخلت اور غسّانی حکومت۔

سب سے پہلے یہ نوٹ کرلیں کہ قریش غیر مہذب قوم تھے عورتوں کو جنگلیوں میں ہی جائز حقوق سے بھی محروم رکھا جایا کرتا ہے۔ساتھ ہی اہل مدینہ یعنی خاندان رسوؐل کا مہذب ہونا بھی ثابت ہے دوسرے یہ نوٹ کرلیں کہ قریش پر غسانیوں کا رعب اور خوف طاری رہتا تھا۔اور یہ معلوم ہے کہ غسانی خاندان نابت علیہ السلام ہی کی وہ آخری شاخ ہے جو جبلہ ایھم کو آخری بادشاہ کی صورت میں پیش کرتی ہے جو اہلِ بیت محمدؐ کے ماتحت حکومت تھی وادی القرٰی میں اس کا دار الخلافہ تھا اور اُسی نبطی قوم کے سر براہوں ابو طالب، عبد المطلبؑ، قصیؑ وغیرہ کو ملت ابراہیم فرمایا گیا ہے جس کی

Presented by Ziaraat.Com

اقتداء واتباع آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ پر لازم کی گئی تھی۔ پھراس بیان میں عمر نے مانا ہے کہ نبیؐ کی ازواج تک کو یہ حقیقت معلوم تھی کہ عمر نے دین کے ہر معاملہ میں مداخلت کی تھی اور یہ کہ یہ مداخلت رسوؐل کی زندگی ہی میں جاری تھی۔ پھر عمر کا عائشہ کوخوبصورت اور رسوؐل کی محبوبہ کہنا پروپیگنڈا ہے جوعورت دن رات سازشوں میں مصروف رہتی تھی اس سے محبت اُن ہی لوگوں کو ہوسکتی تھی جن کے لئے وہ کام کررہی تھی بہرحال یہ روایت بھی عائشہ کے کیریکٹرکوواضح کردیتی ہے۔

(ط) **عائشہ اور حفصہ وغیرہ قسم کی عورتیں اور سابقہ انبیاءؑ، نبیؐ اور ازواج نبیؐ اور صحابہ کا احترام، نبیؐ سے لغزش کا صادر ہونا؟**

مودودی سے مندرجہ بالا آیات کوقرآن میں بیان کرنے کی مصلحت سنئے لکھتے ہیں کہ:

''اب قرآن میں یہ ذکرلانے کی مصلحت اس کے سوااورکیا ہوسکتی ہے کہ اللہ تعالیٰ اہل ایمان کواپنے بزرگوں کے احترام کی صحیح حدود سے آشنا کرنا چاہتا ہے۔ نبیؐ، نبیؐ ہے، خدانہیں ہے کہ اُس سے کوئی لغزش نہ ہو۔ نبیؐ کا احترام اس بِنا پرنہیں کہ اُس سے لغزش کا صدورناممکن ہے۔ بلکہ اس بنا پر ہے کہ وہ مرضیِ الٰہی کامکمل نمائندہ ہے۔'' (تفہیم القرآن جلد6 صفحہ 11)

یہاں رک جائیے اور مودودی کے بیان کوسیدھا کرکے اس کے بل اور پیچ نکال کردیکھئے:

مودودی کا فریب یا فریب خوردگی۔

1۔ نبیؐ، نبیؐ ہے۔ خدانہیں۔ اس لئے کہ:

2۔ نبیؐ سے غلطیاں ہوتی ہیں خدا سے غلطیاں نہیں ہوتیں۔

3۔ نبیؐ مرضی الٰہی کامکمل نمائندہ ہے۔ لہٰذا

4۔ اگرکسی معاملے میں اللہ کی مرضی معلوم کرنا ہوتو اللہ کی وہی مرضی ہوگی جونبیؐ کی مرضی ہے۔ اور

5۔ نبیؐ سے لغزش ہوتی ہے لہٰذا نبیؐ کی مرضی بھی غلطی سے خدا کی مرضی کے خلاف ہوسکتی ہے۔ لہٰذا

6۔ نبیؐ ہرگز خدا کامکمل نمائندہ نہیں ہوسکتا۔

7۔ کیونکہ اُس سے لغزش یا غلطی ہونا بھی خدا کی لغزش اور غلطی کی نمائندگی ماننا پڑے گی۔

ان نام نہاد قریشی علما کی مصیبت یہی ہے کہ وہ نبیؐ سے غلطیوں اور لغزشوں اور بھول چوک کے بھی قائل ہیں اور نبیؐ کو مرضی الٰہی کامکمل نمائندہ بھی مانتے ہیں۔ اور یہ دونوں متضاد عقائد ہیں کسی کا نمائندہ ہونے اورکسی کی مرضی کا نمائندہ ہونے میں بڑا فرق ہے۔

کسی کی نمائندگی کرنا بہت آسان ہے یعنی اُس کے اعمال واقوال کی سوفیصد نقل واتباع اور پیروی کرنے سے اُس کی نمائندگی ہوجاتی ہے لیکن کسی کی مرضی کی مکمل نمائندگی کے لئے لازم ہے کہ نمائندہ اُس کی ذہنی وقلبی تحریکات کامکمل علم رکھتا ہو۔ لہٰذا مرضی الٰہی کی نمائندگی کرنے والے کے لئے ماننا ہوگا کہ وہ اللہ سے اس طرح وابستہ ہے کہ اللہ کی مرضیاں، پسند وناپسند اُس پرطاری ہوتی ہوں۔

یہی ہماراعقیدہ ہے کہ مَا تَشَآءُوْنَ اِلَّآ اَنْ يَّشَآءَ اللّٰهُ (76/30,81/29) تمہاری مشیت ہی اللہ کی مشیت ہے۔ یا۔ تم جوکچھ چاہتے وہ اللہ کا چاہنا ہوتا ہے۔ یا۔ تمہاری اپنی کوئی الگ مشیت۔ یا۔ الگ چاہنا ہے ہی نہیں بلکہ جوتمہاری مشیت۔ یا۔ چاہنا ہوتا ہے وہی اللہ کی مشیت۔ یا۔ چاہنا ہوتا ہے۔ یعنی یہ حضراتؑ واقعی اپنے سوچنے سمجھنے پسند وناپسند کرنے، بولنے اور عمل کرنے میں مکمل نمائندہ خدا ہیں۔ اُن کا ہرتصور

Presented by Ziaraat.Com

اور قول وفعل اللہ کا قول وفعل وتصور ہوتا ہے۔ چونکہ قریشی مومنین نے اپنا خود ساختہ مجتہدانہ ایمان اختیار کیا تھا اس لئے انہیں اللہ پر رسوؐل پر اور کتبہائے خداوندی پر دوبارہ ایمان لانے کا حکم دیا گیا (نسا 4/136)

(ی) نبیؐ کی زوجہ ہونے کی وجہ سے احترام کرنا ثابت نہیں۔

مودودی کا ایک بیان اور قرآن کریم تصدیق کرتے ہیں کہ نبیؐ کی بیویاں بدترین عورتیں ہوسکتی ہیں وہ خود نبیوںؑ کے ساتھ خیانت کرتی رہی ہیں اور اُن پر جہنم واجب ہوتا رہا ہے۔ سنئے:

''پانچویں بات جو اس سورہ تحریم میں کھول کر بیان کی گئی ہے وہ یہ ہے کہ اللہ کا دین بالکل بے لاگ ہے۔ اس میں ہر شخص کے لئے صرف وہی کچھ ہے جس کا وہ اپنے ایمان اور اعمال کے لحاظ سے مستحق ہو۔ کسی بڑی سے بڑی ہستی کے ساتھ نسبت بھی اُسکے لئے قطعاً نافع نہیں ہے اور کسی بُری سے بُری ہستی کے ساتھ نسبت بھی اُسے کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتی۔ اس معاملے میں خاص طور پر ازواج مطہرات کے سامنے تین قسم کی عورتوں کو بطور مثال پیش کیا گیا ہے۔ ایک مثال حضرت نوحؑ اور حضرت لوطؑ کی بیویوں کی ہے، جو اگر ایمان لاتیں اور اپنے جلیل القدر شوہروں کا ساتھ دیتیں تو اُن کا مقام امت مسلمہ میں وہی ہوتا جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات کا ہے۔ لیکن چونکہ انہوں نے اس کے برعکس رویہ اختیار کیا، اس لئے انبیاءؑ کی بیویاں ہونا اُن کے کچھ کام نہ آیا اور وہ جہنم کی مستحق ہوئیں۔'' (تفہیم القرآن جلد 6 صفحہ 13)

یہ بات تو اسی بیان سے ثابت ہوگئی کہ کسی کا نبیؐ کی زوجہ ہونا کوئی مقام نہیں رکھتا۔ جب تک اس کا ایمان وعمل اُسے کوئی مقام نہ دے۔ لہٰذا ہم عائشہ وحفصہ کی کوئی توقیر کرنے پر مامور نہیں ہیں۔ جب تک ہمیں اُن کے ایمان واعمال توقیر پر متوجہ نہ کریں اور فی الحال اُن کے ایمان کی نفی ہوتی چلی آرہی ہے اور اعمال اُن کے جہنم واجب کرنے کے لئے کافی سے زیادہ ہیں۔

مودودی کی مذکورہ بالا حضرت نوحؑ اور حضرت لوطؑ کی ازواج کی مثال۔

اللہ نے عائشہ حفصہ اینڈ کمپنی سے بطور مثال فرمایا تھا:

ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا لِّلَّذِيْنَ كَفَرُوا امْرَاَتَ نُوْحٍ وَّامْرَاَتَ لُوْطٍ كَانَتَا تَحْتَ عَبْدَيْنِ مِنْ عِبَادِنَا صَالِحَيْنِ فَخَانَتٰهُمَا فَلَمْ يُغْنِيَا عَنْهُمَا مِنَ اللّٰهِ شَيْئًا وَّقِيْلَ ادْخُلَا النَّارَ مَعَ الدّٰخِلِيْنَO (66/10 سورہ تحریم)

''اللہ نے حق کو چھپانے والے لوگوں کیلئے نوحؑ کی عورت کی اور لوطؑ کی عورت کی مثال پیش کی ہے وہ دونوں عورتیں ہمارے دو صالح بندوں کی زوجیت میں تھیں مگر اُن دونوں بیویوں نے اپنے اپنے شوہر سے خیانت کی تھی اور وہ دونوں نبیؑ نبیؑ ہوتے ہوئے اُن دونوں بیویوں کے کام نہ آسکے اور اللہ کی طرف سے اُن دونوں ازواج سے کہا گیا کہ تم دونوں بھی جہنم میں جانے والوں کے ساتھ آگ میں داخل ہو جاؤ۔''

عائشہ وحفصہ کو اُن جہنمی ازواج کا حال سنانے کا اس کے سوا اور کچھ مقصد نہیں ہوسکتا کہ اُن دونوں کو جہنمی ہونے کی اطلاع دے دی گئی ہے۔ اور بتائیے کہ ہم جہنمیوں کی توقیر وعزت بجالا کر جہنمی ہو جائیں؟

مودودی کی تشریح: ''۲۴؎ یہ خیانت اس معنی میں نہیں کہ وہ بدکاری کی مرتکب ہوئی تھیں۔ بلکہ اس معنی میں ہے کہ انہوں نے ایمان کی راہ میں حضرت نوحؑ اور حضرت لوطؑ کا ساتھ نہ دیا۔ بلکہ اُن کے مقابلے میں دشمنان دین کا ساتھ دیتی رہیں۔'' (تفہیم القرآن جلد 6 صفحہ 33-34)

سوچیے کہ عائشہ وحفصہ نہ صرف اللہ ورسوؐل کے راز فاش کرتی تھیں بلکہ دشمنان کے ساتھ مل کر حملے کے لئے مسلمانوں میں گٹھ جوڑ بھی کرتی رہتی

Presented by Ziaraat.Com

تھیں۔مودودی نے ابن عباس کی زبانی یہ بھی لکھا ہے کہ’’حضرت نوحؑ کی بیوی اپنی قوم کے جباروں کوایمان لانے والوں کی خبریں پہنچایا کرتی تھی اورحضرت لوطؑ کی بیوی اپنے شوہر کے یہاں آنے جانے والے لوگوں کی اطلاع اپنی قوم کے بداعمال لوگوں کو دے دیا کرتی تھی‘‘۔

(تفہیم القرآن جلد6 صفحہ 34)

10۔عائشہ کی جتھہ بندی اورگٹھ جوڑحضرت علیؑ کو خلافت سے محروم کرنے کے لئے تھااورخلافت مل جانے کی صورت میں اُن سے جنگ کی تیاری کے لئے تھا۔

سورہ تحریم میں عائشہ کا کردار سامنے آ گیا۔اُس نے جن لوگوں سے گٹھ جوڑ کر رکھا تھا وہ بھی سامنے آ گئے اوراس پوری پارٹی کا جہنمی ہونا بھی تفصیل سے دیکھ لیا گیا(66/10اور6 تا66/3)یہ حقیقت بار بار سامنے آئی ہے کہ قریشی لیڈروں نے دعوت ذوی العشیر ہ میں مغالطہ کھانے کے فوراً بعد یہ طے کر لیا تھا کہ خلافت وحکومت کو خاندان نبوت میں نہ جانے دیں گے اور علیؑ کی شخصی حکومت کے خلاف ہر طرح کی کوشش کریں گے تا کہ قریش ایک جمہوری حکومت قائم کرسکیں۔ساری قوم کواُن خطرات سے محفوظ رکھیں جوشخصی اور خاندانی وموروثی حکومت سے وارد ہوا کرتے ہیں (الفاروق حصہ دوم صفحہ 103اورتاریخ طبری حصہ سوم صفحہ 279 تا283)اورحکومت کوقومیانے کے لئے اور شخصی حکومت کوختم کردینے کے لئے ہی قریشی ماہرین نے قرآن کے اُن تمام مقامات کوتبدیل وتحریف کیا جہاں جہاں مرتضوی فضائل اور حکومت کا ذکر تھا اور قرآن کا مفہوم جمہوری حکومت کی طرف موڑنے کے لئے اُسے مہجور کیا (فرقان 25/30)اورشان نزول اور دیگر خود ساختہ افسانوں سے قرآن کو جھٹلایا (انعام 6/66)اورتمام قریش کو یقین دلایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بشری کمزوری کی بناپراللہ کی عالم گیر حکومت کواپنی خاندانی حکومت میں بدلنے پراڑ گئے ہیں لہٰذا پوری قوم رسوؐل کی اس بشری کمزوری کے خلاف محاذ قائم کرے گی اوررسوؐل کواللہ کی منشا پوری کرانے کے لئے مجبور کرے گی۔اور اس سلسلے میں ہرقربانی دے گی اور یہ دین کی سب سے بڑی خدمت ہوگی۔یہی مقصد تھا جس کے لئے عمروعائشہ اوردوسرے بڑے بڑے قومی لیڈر گٹھ جوڑ اور جتھہ بندی کررہے تھے۔رسوؐل اللہ کے رازوں اور مستقبل کے اقدامات پرنظر رکھی جارہی تھی تا کہ رسوؐل کے ارادوں اوراقدامات کو بے اثروبےنتیجہ کرتے چلے جائیں۔چنانچہ قریش کے اسی منصوبے کوبکھیرنے کے لئے حضرت علی علیہ السلام اس خطبے(کے جملہ 25)میں اللہ سے مدد مانگتے ہیں،یہی گٹھ جوڑ تھااور یہی جال تھا جو قریش نے بُنا تھا(خطبہ 69، جملہ 26)اوریہی تھا عمراور عائشہ کے تیار کردہ باغی گروہ کا ثمرہ جسے اب عائشہ اورطلحہ وزبیر کی قیادت وراہنمائی حاصل تھی اور جس کے استحکام اور کامیابی کے لئے رسوؐل اللہ کی زوجہ اورحضوؐر کے تمام سسرالی عزیز واقربا اور لیڈر مُتفقہ طور پر حضرت علیؑ پرحملہ آور تھے۔اورحضوؐر نے نہایت مختصر جامع اور معنی خیز جملے میں بیان فرمایا ہے کہ:

وَاِنَّھَا لَلْفِئَةُ الْبَاغِيَةُ فِيْھَا الْحَمَا وَالْحُمَةُ ؛

اور یہی تو وہ باغی فرقہ ہے جس میں رسوؐل اللہ کی سسرال کے تمام لیڈر مجھ پرحملہ آور ہیں اوراُن سب کی قیادت رسوؐل کی زوجہ کررہی ہے۔جس کی تیاری سے روکنے کے لئے اللہ نے عائشہ اورحفصہ کے دلوں کا حال بتایا تھااورفرمایا تھا کہ تمہارے لئے رسوؐل سے جدائی اورطلاق پیش آنے والی ہےاورتم سے ہرحال میں بہتراورنیک عورتیں جوحقیقی وعملی طور پرمسلم ومومن اورعبادت گزاروامانت دارہوں گی رسوؐل کودی جانے والی ہیں۔اوراللہ نے عائشہ اورحفصہ کے نئے اور پرانے تمام ساتھیوں کواُن کے اہل وعیال کواورتمام متعلقین کوبھی جہنم کی خوشخبری سنادی تھی اور بتادیا تھا کہ تمہارے مقابلے میں تین نظرنہ آنے والی ہستیاں اللہ جبرئیل اورملائکہ آئیں گےاورایک تمام قدیم وجدید اہل ایمان میں سب سے صالح ترین شخص تیغ بکف

Presented by Ziaraat.Com

آئے گا اور دنیا و آخرت میں تمہیں تباہ و برباد کرے گا۔ اور وہ میں ہوں جس کے لئے یہ حکم منتظر تھا کہ:

''اگر ایک گروہ مسلمان کہلاتے ہوئے دوسرے گروہ سے بغاوت کرے تو بغاوت کرنے والے گروہ سے اُس وقت تک جنگ کرو جب تک وہ اللہ کے حکم کو تسلیم نہ کرلے (حجرات 49/9)

لہٰذا میں اس عہد رسوؐل کے زمانے سے باغی رہتے چلے آنے والے اور سازشیں اور گٹھ جوڑ کرتے رہنے والے گروہ سے جنگ کروں گا جس کی قیادت رسوؐل کی ایک زوجہ کر رہی ہے اور رسوؐل کے تمام سسرالی لیڈر اُن میں شریک وشامل ہیں۔ اور میرے ہی متعلق یہ فرمایا گیا تھا کہ:

''وَالَّذِيْنَ اِذَآ اَصَابَهُمُ الْبَغْىُ هُمْ يَنْتَصِرُوْنَ O (شوریٰ 42/39)

''وہ لوگ جن سے جب بھی بغاوت کی جائے تو وہ بغاوت کرنے والوں کا ڈٹ کر مقابلہ کرتے اور انہیں بغاوت کا مزہ چکھاتے ہیں''۔

لہٰذا میں اس باغی گروہ کو ٹھکانے لگادوں گا اور جو زندہ رہ جائیں گے انہیں تاحیات شرمسار رہنا پڑیگا اور اُن ہی باغیوں کیلئے اللہ نے فرمایا تھا کہ:

فَلَمَّآ اَنْجٰهُمْ اِذَا هُمْ يَبْغُوْنَ فِى الْاَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اِنَّمَا بَغْيُكُمْ عَلٰٓى اَنْفُسِكُمْ مَّتَاعَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ثُمَّ اِلَيْنَا مَرْجِعُكُمْ فَنُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ O (یونس 10/23)

''مگر اُن لوگوں کا یہ حال ہے کہ جب اللہ انہیں طوفانی حادثات سے نجات دے دیتا ہے تو وہ زمین میں بلا کسی استحقاق کے بغاوت پر اتر آتے ہیں۔ اے لوگو یہ سمجھ لو کہ تمہاری بغاوت خود تم پر پلٹ پڑے گی اور دنیاوی زندگی کا سامان بن کر رہ جائے گی مگر پھر تمہیں ہمارے سامنے واپس آنا ہے۔ چنانچہ ہم سب تمہیں تمہارے باغیانہ اعمال کو تم پر کرکے تمہیں بتائیں گے۔''

لہٰذا اس باغی گروہ سے ایک مرتبہ پھر ملاقات کر کے اُسے اس کی بغاوت کی پوری پوری سزا سے عملی طور پر واقف کیا جائے گا اور ظاہر ہے کہ یہ سزا زمانۂ رجعت میں دی جائے گی اور ظاہر ہے کہ یہ گروہ ایک دفعہ حضرت قائمؑ قیامت کے سامنے بھی حاضر ہوگا جہاں انہیں عملاً بغاوت کا ہر پہلو دکھا کر عذاب دیا جائے گا۔

11۔ عائشہ کے گھونگٹ میں یا زیرِ نقاب پوشیدہ کون سا مخصوص شبہ یا کون سے شبہات ہوسکتے تھے۔ جن کی بنا پر گٹھ جوڑ اور جنگ ضروری تھے؟

ان شبہات کا پتہ لگانے سے پہلے سابقہ عنوانات پر ایک نظرِ بازگشت ڈال کر تمام بیانات وحالات کو سمٹی ہوئی صورت میں اپنے سامنے رکھ لیں پھر اسی انبار میں سے عائشہ کی نقاب یا گھونگٹ تک پہنچنے کی راہ تلاش کریں گے۔ چنانچہ یہاں تک یہ معلوم ہو چکا کہ قریش نے حضرت علی علیہ السلام سے خلافت وحکومت کو الگ کرنے کے لئے زیرِ زمین ایک دوہرا منصوبہ بنایا تھا۔ اور اس کی بنیاد اس عقیدے کو عام کرنے اور پھیلانے پر رکھی تھی کہ نبیؐ (معاذ اللہ) ہمارے ہی ایسا ایک بشر ہے۔ اس میں وہی میلانات ورجحانات وجذبات واحساسات ہیں جو عام انسانوں میں ہوتے ہیں لہٰذا اس سے وہ تمام لغزشیں، غلطیاں اور بھول چوک ممکن ہیں جو سارے انسانوں سے سرزد ہوتی رہتی ہیں۔ وہ وحی وصول کرنے اور اُسے یاد رکھنے میں ہرگز غلطی نہیں کرسکتا البتہ وحی کی تفہیم وتنفیذ میں اُس سے غلطیاں، لغزشیں اور غلط فہمیاں وقوع میں آسکتی ہیں۔ اسی لئے اُس پر لازم کیا گیا ہے کہ وہ دانشور صحابہ ومومنین سے مشورہ لے کر اجتماعی عقل کے ساتھ وحی کو عملی شکل میں نافذ کرے۔ وہ فطری طور پر اپنے خاندان سے عموماً اور علیؑ سے خصوصاً محبت رکھتا ہے اور چاہتا ہے کہ اُس کا خاندان بالادست اور ہر معاملے میں باقی انسانوں سے افضل واعلیٰ رہے۔ اس فطری خواہش کو نبوت کی ابتدا ہی میں اس کے بزرگوں یعنی قریش کے دانشوروں نے نہ صرف ملحوظ رکھا تھا بلکہ خود اُسے اور اُس کے خاندان کو نوٹ کرادیا تھا یعنی یہ

Presented by Ziaraat.Com

نبوت خاندان بنی ہاشم کا اقتدار قائم کرنے میں استعمال نہ کی جائے۔لہٰذا جن بزرگوں نے نبوت کو فوراً تسلیم کر لیا انہوں نے بھی اور تسلیم نہ کرنے والوں نے بھی اس خاندانی پہلو پر نظریں جمائے رکھیں اور جہاں جہاں نبیؐ نے اقتدار و بزرگی کا رخ اپنے خاندان کی طرف موڑا یا جھکایا وہیں اختلاف نظر واقع ہوا اور ایک مقام تک پہنچنے کے بعد قریش نے یہ سمجھ لیا کہ نبیؐ اپنی زندگی میں بھی اور مرنے کے بعد بھی اپنے خاندان کا اقتدار قائم کرنے پر مُصِر ہے۔اور اللہ کی منشا کے خلاف ایک عمومی اور عقلی اور اجتماعی حکومت کے بجائے شخصی اور موروثی حکومت قائم کرنا چاہتا ہے مگر قریش کے اولین بزرگ نبیؐ کو اس غلطی سے باز رکھنے اور اللہ کا منشا پورا کرانے کے ذمہ دار ہیں۔اور یہ ذمہ داری ہر صورتِ حال میں پوری کرنا اُن پر مذہباً عقلاً اور مفادِ عامہ کی رُو سے واجب ہے۔لہٰذا قریشی صحابہ حتّی الوسع نبیؐ کے ادب کو ملحوظ رکھ کر منشائے الٰہی کو پورا کرنے کا تقاضا واصرار کریں گے۔ لیکن اگر نافرمانی اور سرکشی ضروری ہوگی تو اللہ سے معافی کی امید کے ساتھ ہر وہ اقدام کریں گے جس سے نبیؐ کو ایک تباہ کُن اور دائمی غلطی سے روکا جا سکے چنانچہ قریشی مومن لیڈروں نے جہاں ضروری سمجھا سخت کلامی بھی کی، رسولؐ کو جھٹک کر غلط کام سے روکا اور انہیں قتل کرنے کی کوشش کر کے خوفزدہ بھی کیا۔تاکہ وہ یہ محسوس کر لیں کہ مومنین کا ایک عاقل و بالغ صاحب قوت گروہ ان کے مقابلہ پر ہے اور غلط عملدرآمد سے باز رکھنے کے لئے اُن کا قتل واجب سمجھتا ہے۔اسی کا نتیجہ ہے کہ نبیؐ نے علیؑ کے معاملے میں گول گول مگر معنی خیز طریقہ اختیار کیا اور کُھل کر یا نبوی قوت سے احکام دینے کو بند کر دیا۔لیڈروں نے قوم کو بتایا کہ اس خاندان میں پورا قرآن لکھا ہوا اور سینوں میں حفظ کیا ہوا موجود ہے۔نبیؐ کے قتل کے بعد ہم قوت سے وہ قرآن حاصل کر کے تعلیماتِ خداوندی کو جاری رکھ سکیں گے لہٰذا کوئی نقصان نہ ہونے پائے گا بلکہ یہ فائدہ ہوگا کہ نبیؐ کے ذاتی میلانات سے پاک تعلیم آگے بڑھے گی۔جو قریش کا حقیقی مقصد ہے۔

یہ تھا وہ عقیدہ جو قریشی لیڈروں نے قریشی مومنین میں پھیلایا، راسخ کیا اور سب کو اپنا ہمنوا بنالیا۔اسی عقیدہ اور تصور کے لئے قرآن کے وہ تمام مقامات مہجور کئے گئے جہاں جہاں علیؑ و خاندان علیؑ کے اقتدار کی بات تھی (25/30) وہ الفاظِ قرآن بدلنے پر قادر نہ تھے مگر رسولؐ کو مشورہ دے چکے تھے اور نہ ماننے کی بنا پر معنوی لچک کی درخواست بھی کر چکے تھے (یونس 16-10/15) یعنی قرآن کی آیات کو حالات کے تقاضے کے مطابق معنوی لچک کے ساتھ نافذ کیا جائے تاکہ منشائے خداوندی بحال رہے۔اور جاہلوں اور شاگردوں کی طرح الفاظ میں الجھ کر منشائے خداوندی کو ضائع کرنا نوع انسان کے نقصان کا سبب ہوگا۔لہٰذا علما اور اہل زبان کے ماہروں کی طرح الفاظ کے مفاہیم کی روح تک پہنچنا اور حالات و تقاضائے زمانہ کو پورا کرنے والا مفہوم اختیار کرنا زیادہ مفید ہوگا (یونس 10/15)۔رسولؐ نے یہ تجویز نہ مانی یا نہ سمجھی بہرحال قریشی دانشوروں اور ماہرین نے ہر نازل ہونے والی آیت کا مجتہدانہ و ماہرانہ مفہوم قوم میں پھیلانا شروع کیا (فرقان 25/30)۔اور رسولؐ نے اللہ سے سارے قرآن کو مہجور کرنے یعنی الفاظ کو موضوعی معنی سے ہٹالے جانے کی شکایت کی (فرقان 25/30)۔اسی غرض کے لئے قریشی ماہرین نے آیات کے شان نزول پر افسانے تیار کئے اور آیات کو اُن افسانوں کے ماتحت رکھ دیا۔یہ سب کچھ خاندان نبوت سے خلافت و حکومت کو نکالنے کے لئے کیا گیا جسے قرآن کا جھٹلانا قرار دیا گیا (انعام 6/66)۔پھر رسولؐ کے اقوال و افعال و تصورات پر نظر اور کان رکھنے کے لئے اپنی بیٹیوں کو اُن کی زوجیت میں دیا گیا تاکہ ہر گھریلو بات اور ہر اقدام کی قریش کو اطلاع ملتی رہے۔اُسے اللہ نے راز فاش کرنا (تحریم 66/3) قرار دیا۔پھر ازواج کے قریشی لیڈروں اور مومنین سے ساز باز کرنا، حملے کے لئے راستہ صاف رکھنا، گٹھ جوڑ اور جتھہ بندی برقرار رکھنا (6 تا 66/4)۔بہرحال حضرت علی علیہ السلام کے جملے (خطبہ 69 جملہ 10) کا اور متعلقہ بیانات کا ہر پہلو اور ہر پہلو سے متعلق مردوں اور عورتوں کا گروہ سامنے آچکا ہے۔اب عائشہ ہی

Presented by Ziaraat.Com

سے متعلقہ حضرت علیؑ کا یہ انتہائی معنی خیز اور اُس کی پرائیوٹ زندگی پر حاوی جملہ ہے۔ **وَالشُّبْهَةُ الْمُغْدِفَةُ .**

''عائشہ کے پارٹ میں نبوّت کے راز و رموز کو فاش کرتے رہنا اور نبوّی منصوبوں کو ناکام کرنے کے لئے سازش اور گٹھ جوڑ جاری رکھنا ہی نہ تھا بلکہ عائشہ کی نقاب یا اُس کے گھونگٹ میں کچھ شبہات بھی برسرِ کار چلے آرہے تھے۔''

یعنی وہ دوہرے مقاصد کے ماتحت اپنا پارٹ ادا کر رہی تھی۔ پہلا مقصد تو اپنے قریشی مرکز کے احکام کی تعمیل تھا اور دوسرا مقصد کوئی پوشیدہ مگر اُس کا ذاتی اور پرائیوٹ مقصد تھا۔ یعنی اُسے کچھ پرائیوٹ شبہات کی بنا پر علیؑ و محمدؐ سے ذاتی پرخاش بھی تھی۔

(الف) عائشہ کی پرائیوٹ اور نسوانی زندگی میں قریشی علما کے وسیلے سے رسائی ہوگی۔

یہ بات ساری دنیا جانتی ہے کہ قریشی علما نے عائشہ کے متعلق دو کوششوں میں نہایت مبالغہ سے کام لیا ہے۔ پہلی کوشش یہ کہ عائشہ کو نہایت حسین اور خوبصورت مشہور کیا جائے دوسری کوشش یہ کہ عائشہ کو رسوؐل اللہ کی محبوبہ یا محبوب ترین زوجہ کی حیثیت سے اچھالا جائے حالانکہ ان دونوں باتوں کا قرآن سے وہم تک بھی پیدا نہیں ہوتا۔ یہ دونوں اور اسی سلسلے کی اور بہت سی کوششیں اس غرض کے لئے کی گئی ہیں کہ لوگوں کا دھیان عائشہ کے کردار کی طرف اگر جائے تو وہ یہ سوچ کر اُس کی مذمت سے باز رہیں کہ اگر عائشہ مستقلاً بُری عورت ہوتی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ اُسے محبوب نہ رکھتے۔ ہم یہ کہنا چاہتے ہیں کہ قریشی علما نے رسوؐل اللہ کی ازواج کی پرائیوٹ زندگی میں اتنی مداخلت کی ہے کہ اُن کے لکھے ہوئے افسانوں کو بنیاد بنا کر لوگوں نے ہمارے رسوؐل کو ''رنگیلا رسول'' بنا کر اسی نام سے ناول لکھدیا۔ مگر ہم ازواجِ رسوؐل ہی کی نہیں بلکہ ہر شخص کی زوجہ کی پرائیوٹ زندگی بیان کرنے کو ایک مذموم فعل سمجھتے ہیں۔ لیکن یہاں **مقطعہ میں آپڑی ہے سخن گستری کی بات۔** پھر بھی ہم اُن حدود سے آگے نہ بڑھیں گے جو قرآن کریم اور قریشی علما کے بیان سے ظاہر ہوتی ہیں۔ بہرحال یہ نوٹ کریں کہ کسی عورت کو کسی مرد کی محبوبہ یا معشوقہ کہنا و لکھنا اس عورت کی توہین و بدنامی ہے چہ جائیکہ یہ بات رسوؐل سے متعلق ہو؟

(ب) عائشہ کی زبانی ازواجِ رسوؐل میں دو پارٹیاں تھیں۔

ازواجِ رسوؐل میں عائشہ نے دو پارٹیاں بنا رکھی تھیں علامہ مودودی اپنی تشریحات میں یہ بھی بتاتے ہیں کہ:

''حافظ بدرالدین عینی نے عمدۃ القاری میں حضرت عائشہ کے حوالے سے یہ بات نقل کی ہے کہ ازواج مطہرات کی دو پارٹیاں بن گئی تھیں ایک میں خود حضرت عائشہ اور حضرت حفصہ، حضرت سودہ اور حضرت صفیہ تھیں اور دوسری میں حضرت زینب، حضرت ام سلمہؓ اور باقی ازواج شامل تھیں'' (تفہیم القرآن جلد 6 صفحہ 27)

قارئین نوٹ کرلیں کہ حضرت محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مخالف پارٹی عائشہ والی پارٹی تھی لہٰذا قرآن میں مذکور ساری مذمت اور طلاق وغیرہ کی بات اُن ہی ازواج پر صادق آتی ہے۔

(ج) عائشہ والی پارٹی کے رشک و حسد اور رسوؐل کو فریب دینے کا افسانہ۔

عائشہ کو خوبصورت اور محبوبہ ہونے کی تردید خود عائشہ کے احساسات و بیانات سے ہوجاتی ہے۔ مودودی نے لکھا ہے کہ:

''حافظ ابن حجر نے کتاب الاصابہ میں اُن (ماریہ قبطیہ) کے متعلق حضرت عائشہ کا یہ قول نقل کیا ہے کہ:

''مجھے کسی عورت کا آنا اس قدر ناگوار نہ ہوا جتنا ماریہ کا آنا ہوا تھا، کیونکہ وہ حسین و جمیل تھیں اور حضوؐر کو بہت پسند آئی تھیں۔ (مودودی

Presented by Ziaraat.Com

مسلسل لکھتے ہیں) اُن (ماریہ) کے بارے میں متعدد طریقوں سے جو قصہ احادیث میں نقل ہوا ہے وہ مختصراً یہ ہے کہ ایک روز رسولؐ اللہ حضرت حفصہ کے مکان میں (یعنی کوٹھڑی میں) تشریف لے گئے اور وہ گھر پر موجود نہ تھیں اس وقت حضرت ماریہ آپؐ کے پاس وہاں آگئیں اور تخلیہ میں آپؐ کے ساتھ رہیں۔ حضرت حفصہ کو یہ بات ناگوار گزری اور انہوں نے حضورؐ سے اس کی سخت شکایت کی اس پر آپ نے اُن کو راضی کرنے کیلئے اُن سے یہ عہد کیا کہ آئندہ ماریہ سے کوئی ازدواجی تعلق نہ رکھیں گے۔'' (تفہیم القرآن جلد 6 صفحہ 16)

<u>عائشہ، حفصہ، سودہ اور صفیہ کا رشک اور فریب دینا۔</u>

مودودی اگلے صفحہ پر لکھتے ہیں کہ:

''دوسرا واقعہ بخاری، مسلم ابوداؤد نسائی نے اور دوسری متعدد کتب حدیث میں خود حضرت عائشہ سے جس طرح نقل ہوا ہے اس کا خلاصہ یہ ہے کہ رسولؐ اللہ بالعموم ہر روز عصر کے بعد تمام ازواج کے ہاں چکر لگاتے تھے۔ ایک موقعہ پر ایسا ہوا کہ آپؐ حضرت زینبؓ بنت جحش کے ہاں جا کر زیادہ دیر تک بیٹھنے لگے کیونکہ اُن کے ہاں کہیں سے شہد آیا ہوا تھا۔ اور حضورؐ کو شیرینی بہت پسند تھی۔ اس لئے آپؐ اُن کے ہاں شہد کا شربت نوش فرماتے تھے۔ حضرت عائشہ کا بیان ہے کہ مجھ کو اُس (زینبؓ۔ احسن) پر رشک لاحق ہوا اور میں نے (اپنی چمچیوں۔ احسن) حضرت حفصہ، حضرت سودہ اور حضرت صفیہ سے مل کر یہ طے کیا کہ ہم میں سے جس کے پاس بھی آپؐ آئیں وہ آپؐ سے یہ کہے کہ آپؐ کے منہ سے مغافیر کی بو آتی ہے۔ مغافیر ایک قسم کا پھول ہوتا ہے جس میں کچھ بساند ہوتی ہے اور اگر شہد کی مکھی اُس سے شہد حاصل کرے تو اس کے اندر بھی بساند کا اثر آ جاتا ہے۔ یہ بات سب کو معلوم تھی کہ حضورؐ نہایت نفاست پسند ہیں اور آپؐ کو اس سے سخت نفرت ہے کہ آپؐ کے اندر کسی قسم کی بدبو پائی جائے۔ اس لئے آپؐ کو حضرت زینبؓ کے یہاں ٹھہرنے سے روکنے کی خاطر یہ تدبیر (مکرو فریب۔ احسن) کی گئی اور یہ کارگر ہوئی۔ جب متعدد بیویوں نے آپؐ سے کہا کہ آپؐ کے منہ سے مغافیر کی بو آتی ہے تو آپؐ نے عہد کر لیا کہ اب یہ شہد استعمال نہیں فرمائیں گے۔'' (تفہیم القرآن جلد 6 صفحہ 17)

(د) <u>قریشی علما اور عائشہ بے غیرت و بے شرم تھے۔ وہ حاسد کینہ پرور، ظالم اور حدیث ساز بھی تھی۔</u>

قارئین نوٹ کریں کہ قریشی آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ کے بوس وکنار اور مجامعت تک کو بیان کرنے میں تکلف نہیں کرتے اور اگر یہ باتیں واقعی خود عائشہ نے بیان کی ہیں تو وہ نہ صرف بے شرم و حیا تھیں بلکہ اُن پر شہوت کا نہایت خطرناک دورہ پڑتے رہنا بھی ثابت ہو گیا۔ اور وہ جس طرح حسین وجمیل عورتوں سے رشک و حسد کرتی تھیں اُسی طرح انہیں ہر وقت حسین وجمیل مردوں کی ضرورت رہنا بھی فطری طور پر لازم تھا۔ اور یہ بھی قرآن کریم سے اُن چاروں کی پارٹی کے متعلق ثابت ہے۔

(ہ) <u>عائشہ اور اُس کی کمپنی کا اپنی شہوانی ضرورتوں کو پورا کرنے کا انتظام واہتمام۔</u>

قارئین کرام اس عنوان کو اللہ نے تین حصوں میں تقسیم کر کے الگ الگ بیان فرمایا ہے۔ پہلے درجہ میں تمام ازواج کو طلاق کی پیشکش کر کے آزاد کر دینے کی بات کی ہے اور اُن کی سامنے وہ شرائط پیش کی ہیں جن پر آزادانہ عمل کرنے سے انہیں رسولؐ کی زوجیت میں رکھا جا سکتا ہے۔

يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِّاَزْوَاجِكَ اِنْ كُنْتُنَّ تُرِدْنَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا وَزِيْنَتَهَا فَتَعَالَيْنَ اُمَتِّعْكُنَّ وَاُسَرِّحْكُنَّ سَرَاحًا جَمِيْلًا ۝ وَاِنْ كُنْتُنَّ تُرِدْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَالدَّارَ الْاٰخِرَةَ فَاِنَّ اللّٰهَ اَعَدَّ لِلْمُحْسِنٰتِ مِنْكُنَّ اَجْرًا عَظِيْمًا ۝ (احزاب 29-33/28)

Presented by Ziaraat.Com

''اے نبیؐ! تم اپنی ازواج کو یہ تنبیہہ کردو کہ اگر تم نے دنیا اور دنیاوی ساز وسامان اور دنیا کی ٹھاٹھ اور زندگی بسر کرنے کا تہیہ کر رکھا ہو تو آؤ میں تمہیں دنیا کا مال ومتاع اور دولت دے کر بڑی خوبصورتی اور تمہارے پسندیدہ طریقے سے رخصت کردوں (یعنی میرے پاس تمہیں فارغ کرنے کے لئے مال ومتاع کی تنگی نہیں ہے) اور اگر تم نے اللہ ورسولؐ کی خوشنودی اور رضامندی حاصل کرنے اور آخرت میں کامیابی حاصل کرنے کا تہیہ کر رکھا ہے تو سنو کہ تم میں سے صرف اُن عورتوں کے لئے جو نیکوکار اور احسان پیشہ ہیں اللہ نے عظیم الشان اجر تیار رکھا ہوا ہے''۔

یہاں پر یہ بات واضح ہے کہ ازواج رسولؐ میں بقول عائشہ دوعدد پارٹیاں تھیں ایک پارٹی کا نام عائشہ یعنی عیش پرستی کی خواہاں عورتیں رکھا جاسکتا ہے اور دوسری پارٹی اللہ ورسولؐ کی پارٹی تھی۔اس کے بعد اللہ عیش پرست ازواج کو روشنی میں لانے کے لئے پہلی ہی بات زنا سے متعلق کرتے ہوئے آگے بڑھتا ہے سنئے:

یٰنِسَآءَ النَّبِیِّ مَنْ یَّاْتِ مِنْکُنَّ بِفَاحِشَۃٍ مُّبَیِّنَۃٍ یُّضٰعَفْ لَھَا الْعَذَابُ ضِعْفَیْنِ وَکَانَ ذٰلِکَ عَلَی اللّٰہِ یَسِیْرًاO وَمَنْ یَّقْنُتْ مِنْکُنَّ لِلّٰہِ وَرَسُوْلِہٖ وَتَعْمَلْ صَالِحًا نُّؤْتِھَآ اَجْرَھَا مَرَّتَیْنِ وَاَعْتَدْنَا لَھَا رِزْقًا کَرِیْمًاO(33/30-31)

''اے رسولؐ کی بیویو تم میں سے جو کوئی بھی کھلی کھلی بے حیائی (زنا) کی مرتکب ہوگی اُسے بڑھا کر دوہرا عذاب دیا جائے گا۔اور نبیؐ کی بیوی ہونے کے باوجود بھی اُسے دوہرا عذاب دینا اللہ کے لئے آسان ہے۔اور جو کوئی تم میں سے اپنے افکار واعمال میں خود کو اللہ ورسولؐ کے سپرد کردے گی اور اصلاحی اعمال پر کاربند رہے گی تو ہم ایسی زوجہ کو اُس کا اجر دوبار عطا کریں گے اور ہم نے اس کے لئے مفید سامان حیات تیار کر رکھا ہے۔''

یہاں پھر معلوم ہوا کہ رسولؐ کی ازواج میں دو پارٹیاں ہیں اُن میں سے ایک برابر بے حیائی اور بدکاری کے تصورات میں مبتلا رہتی ہے اور دوسری پارٹی نے خود کو اللہ ورسولؐ کو سونپ رکھا ہے۔نہ پہلے والی آیات (33/28-29) میں تمام ازواج رسولؐ کو اجر اور نجات کا وعدہ دیا تھا نہ یہاں (33/30-31) ساری ازواج کو ایک حال میں رکھا ہے اور اُن لوگوں کا منہ بند کردیا ہے جو ہر حالت میں تمام ازواج رسولؐ کی بخشش کے قائل ہیں اور بتادیا ہے کہ ازواج رسولؐ کو دوہرا اجر یا عذاب دینا اللہ کے لئے مشکل نہیں ہے یعنی زوجیت رسولؐ عذاب میں مانع نہیں ہوسکتی۔اور اگلی آیات میں ازواج رسولؐ کو پرہیزگاری اختیار کرنے کی رغبت دلاتے ہوئے اُن اعمال سے منع کیا ہے جو ایک پارٹی نے اختیار کر رکھے تھے۔سنئے:

یٰنِسَآءَ النَّبِیِّ لَسْتُنَّ کَاَحَدٍ مِّنَ النِّسَآءِ اِنِ اتَّقَیْتُنَّ فَلَا تَخْضَعْنَ بِالْقَوْلِ فَیَطْمَعَ الَّذِیْ فِیْ قَلْبِہٖ مَرَضٌ وَّقُلْنَ قَوْلًا مَّعْرُوْفًا O۔(33/32)

''اے نبیؐ کی بیویو، اگر تم پرہیزگاری یعنی بری باتوں سے بچنا اختیار کرلو تو تم باقی عورتوں میں سے کسی ایک عورت کی مانند نہیں ہو چنانچہ تم اپنے اپنے انداز گفتگو میں غیر لوگوں کے ساتھ ایسا لوچ اور لگاوٹ پیدا کر کے اپنی باتوں میں ایسی شرینی اور جاذبیت وکشش نہ گھول دیا کرو کہ جنسیات کے مریض لوگ تمہاری طرف کھنچتے چلے آئیں اور وہ اپنے دلوں میں جنسی توقعات قائم کرلیں لہٰذا تم اس طرح بات کیا کرو جو ساری دنیا میں پسند کی جانے کے قابل ہو۔''

ہمارے اس ترجمہ اور آیت کے صحیح مفہوم تک پہنچنے اور اُن عورتوں کا صحیح مقام متعین کرنے کے لئے علامہ مودودی کی تشریح پڑھئے:

Presented by Ziaraat.Com

مودودی کے نزدیک ازواج رسوؐل کا غیر مردوں کے ساتھ رویہ۔

''یعنی ضرورت پیش آنے پر کسی غیر مرد سے بات کرنے میں مضائقہ نہیں ہے لیکن ایسے مواقع پر عورت کا لہجہ اور انداز گفتگو ایسا ہونا چاہئے کہ جس سے بات کرنے والے مرد کے دل میں کبھی یہ خیال تک نہ گزر سکے کہ اس عورت سے کوئی اور توقع بھی قائم کی جاسکتی ہے۔ اُس عورت کے لہجہ میں کوئی لوچ نہ ہو، اُس کی باتوں میں کوئی لگاوٹ نہ ہو، اُس کی آواز میں دانستہ کوئی شرینی گھلی ہوئی نہ ہو جو سننے والے مرد کے جذبات میں انگیخت پیدا کردے اور اُسے آگے قدم بڑھانے کی ہمت دلائے۔ اس طرز گفتگو کے متعلق اللہ تعالیٰ صاف فرماتا ہے کہ یہ کسی ایسی عورت کو زیب نہیں دیتا جس کے دل میں خدا کا خوف اور بدی سے پرہیز کا جذبہ ہو۔ دوسرے الفاظ میں یہ فاسقات (آزاد خیال) و فاجرات (زنا پیشہ) کا طرز کلام ہے نہ کہ مومنات متقیات کا۔'' (تفہیم القرآن جلد 6 صفحہ 89)

علامہ مودودی کی یہ تشریح عائشہ اینڈ کمپنی کا وہ طرز عمل واضح کردیتی ہے جس سے باز رہنے کے لئے اللہ نے یہ آیات (32 تا 33/28) نازل فرمائی تھیں اور ازواج نبیؐ کو بیت النبوۃ سے رخصت کرنے کا فیصلہ کیا تھا۔ اُن کی اس جنسی بھوک کو ٹھنڈا کرنے کے لئے انہیں اتنا مال و دولت دینا اور نبیؐ سے دور رکھنا چاہا تھا جس سے وہ اپنی باقی ماندہ زندگی عیش و عشرت میں گزار کر جہنم میں جانے کی تیاری کرسکیں۔

یہاں یہ نوٹ کریں کہ قریش پرست علما نے لوگوں میں یہ تصور پھیلایا تھا اور اس سلسلے میں ایسی روایات گھڑی تھیں جن سے لوگ یہ سمجھیں کہ یہ عورتیں نبیؐ سے وہ نان و نفقہ طلب کرتی تھیں جو ہر زوجہ کا حق ہے اور جس کا فراہم کرنا اللہ نے ہر شوہر پر واجب کیا ہے۔ مگر نبیؐ کی مالی حالت بہت خستہ تھی اور آپؐ یہ جائز مطالبہ بھی پورا کرنے کے قابل روپیہ نہ رکھتے تھے۔

ازواج رسوؐل کا مطالبہ تو جائز اور فطری تھا، مگر رسوؐل اللہ تنگدستی میں مبتلا تھے۔

مودودی سے سنئے: اور قرآن کے خلاف اور عائشہ کی طرفداری ملاحظہ فرمائیے:

''صحیح مسلم میں حضرت جابر بن عبداللہ اُس زمانہ کا یہ واقعہ بیان کرتے ہیں کہ ایک روز ابوبکر اور عمر حضوؐر کی خدمت میں حاضر ہوئے اور دیکھا کہ آپؐ کی ازواج آپؐ کے گرد بیٹھی ہیں اور آپ خاموش ہیں آپ نے عمر کو خطاب کرکے فرمایا ''ھُنَّ کَمَا تَرٰی یَسْأَلْنَنِی النَّفْقَةَ'' ''یہ میرے گرد بیٹھی ہیں۔ جیسا کہ تم دیکھ رہے ہو یہ مجھ سے خرچ کے لئے روپیہ مانگ رہی ہیں''۔ اس پر دونوں صاحبوں نے اپنی اپنی بیٹیوں کو ڈانٹا اور اُن سے کہا ''کہ تم رسوؐل اللہ کو تنگ کرتی ہو اور وہ چیز مانگتی ہو جو آپؐ کے پاس نہیں ہے۔'' اس واقعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ حضوؐر اُس وقت مالی مشکلات میں مبتلا تھے۔ اور کفر و اسلام کی انتہائی شدید کشمکش کے زمانے میں خرچ کے لئے ازواج کے تقاضے مزاج مبارک پر کیا اثر ڈال رہے تھے؟'' (تفہیم القرآن جلد 4 صفحہ 84-85)

قریش نے اس خانہ ساز افسانہ میں دل کھول کر عائشہ اینڈ کمپنی کی طرفداری میں رسوؐل کی توہین کی ہے۔

اس افسانے سے یہ تصور خود بخود پیدا ہوتا ہے کہ آنحضرتؐ (معاذ اللہ) دھڑا دھڑ ہر خوبصورت عورت کو اپنے تصرف میں لانے کے لئے نکاح کرتے چلے جاتے ہیں اور یہ نہیں سوچتے کہ اُن بیویوں کو روٹی کپڑا بھی دینا ہے۔ اُن کے لئے ضروری فطری سہولتیں فراہم کرنا بھی اُن کے ذمہ واجب ہے۔ چنانچہ اُن کی ازواج تنگ آکر درخواست کرتی ہیں۔ مگر وہاں اُن کے پاس ایک پیسہ بھی نہیں ہے۔ اور اس قدرتی صورت حال سے تنگ آکر وہ طلاق دینے کی بات کرتے ہیں۔ یعنی ازواج بے قصور ہیں اور معاذ اللہ حضوؐر ظلم کی اُس حد تک آگے بڑھتے ہیں اور اُن پر طرح

Presented by Ziaraat.Com

طرح کے الزام عائد کرتے ہیں اور گویا اللہ بھی عورتوں کے خلاف آیات نازل کرتا رہتا ہے اور وہ غریب عورتیں برابر قربانی دیتی رہتی ہیں۔لیکن قرآن کریم نے قریش کے ان در پردہ الزامات کو یہ کہہ کر رد کردیا ہے کہ:

فَتَعَالَيۡنَ اُمَتِّعۡكُنَّ وَاُسَرِّحۡكُنَّ سَرَاحًا جَمِيۡلًاO(33/28سورہ احزاب)

''آؤمیں تم سب کومتاع سے مالا مال کر کے پسندیدہ طریقہ پر رخصت کردوں۔تا کہ تم اپنی پسند کی زندگی گزارنے کے قابل ہو جاؤ۔''

لہٰذا معلوم ہوا کہ رسوؐل اللہ اُن کو زوجیت میں لینے کی وہ قیمت ادا کرنے کے لئے بالکل تیار ہیں کہ وہ عورتیں بلا شوہر رہتے ہوئے ساری عمر عیاشی سے زندگی گزار سکیں۔لہٰذا حضوؐر کو تنگدست کہنا غلط اور تہمت ثابت ہوا۔چونکہ رسوؐل کی زوجیت میں رہنے والی عورت آئندہ نکاح کرنے کی مجاز نہیں ہوتی لہٰذا لفظ مَتِّعۡکُنَّ کے لازمی معنی اتنا مال متاع دینا ہوتے ہیں کہ اُن کو پوری زندگی میں کسی مالی دِقت کا سامنا نہ کرنا پڑے۔یہ دوسری بات ہے کہ وہ عورتیں جنسی تعلق کو بھی جائز کرلیں اور گناہگار ہو کر جہنم میں جائیں۔لیکن اُن کے پاس یہ عذر نہ ہوگا کہ ہم نے تنگدستی کی بنا پر شادی کی تھی۔لہٰذا یہ ماننا ہی پڑے گا کہ اُن عورتوں کو مالی فارغ البالی کے ساتھ رخصت کرنے کی دعوت دی گئی تھی نہ کہ صرف مہر کی رقم اور چند کپڑے دے کر نکال باہر کرنا۔جیسا کہ قریش نے مشہور کیا ہے۔

قریشی علمانے عائشہ کے کردار کو چھپانے کے لئے خود آنحضرؐت کو حُسن اور شہوت پرست بنادیا۔

عائشہ کے قرآن میں مذکور کردار سے توجہ ہٹانے کے لئے قریشی صحابہ اور علمانے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے ایسی روایات دنیا میں پھیلائیں جن کو سننے اور پڑھنے والا حضوؐر کو حُسن پرست اور شہوت سے بے قابو ہو جانے والا شخص سمجھے اور یوں وہ عائشہ کو بے قصور قرار دے دے۔ہم اُن افسانوں میں سے ایک مثال دیتے ہیں۔علامہ مودودی نے اسکندریہ کے ایک رومی بطریق مقوقس کا حضوؐر کے نام ایک خط یوں نقل کیا ہے وہ لکھتا ہے کہ:

''مجھے یہ معلوم ہے کہ ایک نبی آنا ابھی باقی ہے،لیکن میرا خیال یہ ہے کہ وہ ملک شام سے نکلے گا۔تاہم میں آپ کے ایلچی کے ساتھ احترام سے پیش آیا ہوں اور آپؐ کی خدمت میں دو لڑکیاں بھیج رہا ہوں جو قبطیوں میں بڑا مرتبہ رکھتی ہیں۔اُن لڑکیوں میں ایک سیرین تھیں اور دوسری ماریہ قبطیہ تھیں۔آپؐ نے سیرین کو حضرت حسان بن ثابت کی مِلکِ یمین میں دے دیا اور حضرت ماریہ کو اپنے حرم میں داخل کر لیا۔ذی الحجہ 8 ھجری میں اُن ہی کے بطن سے حضوؐر کے صاحبزادے ابراہیم پیدا ہوئے۔یہ خاتون نہایت خوبصورت تھیں۔حافظ ابن حجر نے کتاب الاصابہ میں ماریہ قبطیہ کے متعلق حضرت عائشہ کا یہ قول نقل کیا ہے کہ:''مجھے کسی عورت کا آنا اس قدر ناگوار نہ ہوا جتنا ماریہ کا آنا ہوا تھا۔کیونکہ وہ حسین وجمیل تھیں اور حضوؐر کو بہت پسند آئیں تھیں۔''(تفہیم القرآن جلد 6 صفحہ 16)

قریشی افسانے کی رو سے عائشہ۔

اس افسانے سے عائشہ کے متعلق ہر قاری یہ سوچے کہ حضرت ماریہ قبطیہ عائشہ سے حسن و جمال میں بڑھی ہوئی بھی تھیں اور اُن سے اولاد بھی ہوئی تھی اس لئے رشک وحسد کی آگ میں جلتی رہیں جو عورتوں کی فطرت ہے۔یعنی عائشہ پر سنگین الزام یا جرم عائد نہیں ہوتا۔

قریشی افسانے کی رو سے ایک مقدس اور بزرگ ترین نبیؐ۔

مگر عمر بن الخطاب کے بقول عائشہ خود ایک خوبصورت عورت تھیں مگر آنحضرؐت کی جنسی بھوک کو وہ نہ بجھا سکیں دوسری خوبصورت عورت

Presented by Ziaraat.Com

آئیں تو اسے استعمال کرنا شروع کر دیا اور باقی ازواج ہی کو نہیں بلکہ عائشہ کے نسوانی جذبات کو بھی ٹھوکر ماردی اور ثابت کر دیا کہ (معاذ اللہ) حُسن اور شہوت پرستی کے کمال پر تھے اور یہ حسن پرستی اور جنسی بھوک اسکندریہ تک مشہور تھی اور بطریق بھی جانتا تھا کہ خوبصورت کو دیکھتے ہی وہ خوش اور مطمئن ہو جائیں گے۔ لہٰذا رشوت میں دو خوبصورت عورتیں بھیج کر مطمئن ہو گیا اور آپؐ نے زیادہ خوبصورت کو اپنی جنسی خواہشات کے لئے رکھ لیا اور یہ بھی سوال نہ اٹھایا کہ وہ ایام حیض سے تو نہیں اور یہ کہ اس سے پہلے کسی کے استعمال میں تھی یا نہیں؟ عدت کی ضرورت ہے یا نہیں۔ پھر قاری سوچے کہ 8 ہجری میں آپؐ کی عمر اکسٹھ سال کی تھی اور اتنی عمر میں بھی (معاذ اللہ) انہیں شہوت نے اپنا غلام بنا رکھا تھا۔ عائشہ ایک نوجوان عورت تھی اگر اُس میں جنسی بھوک زیادہ ہوا گر وہ حسن پرست ہو تو اس قدر ملزم نہیں جس قدر ایک بڈھا شخص مورد الزام ہوگا اور اگر وہ نبیؐ بھی ہو تو نبوت کی حد تک مذمت کے قابل ہے۔ لہٰذا معلوم ہوا کہ قریش ایک قریشی شہوت پرست عورت کے کیریکٹر کو چھپانے کے لئے خاتم المرسلین کو حُسن پرست و شہوت پرست بنا کر پیش کرتے رہے ہیں۔

(و) قرآن عائشہ کی شہوت پرستی اور شہوت رانی کے سارے انتظام اور پالیسی کو بند کرنے پر وہ طریقہ بتاتا ہے جس سے عائشہ دل مسوس کر رہ گئی تھی۔

مودودی ترجمہ میں عائشہ اینڈ کمپنی کا وہ طریقہ دیکھئے جس سے یہ عورتیں اپنی جنسی بھوک مٹایا کرتی تھیں اور وہ طریقہ ملاحظہ ہو جس سے انہیں گھیر کر عیاشی سے باز رکھا گیا تھا اللہ فرماتا ہے کہ:

وَقَرْنَ فِیْ بُیُوْتِکُنَّ وَلَا تَبَرَّجْنَ تَبَرُّجَ الْجَاهِلِیَّةِ الْاُوْلٰی وَاَقِمْنَ الصَّلٰوةَ وَاٰتِیْنَ الزَّکٰوةَ وَاَطِعْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ. (33/33 سورہ احزاب)

''تم اپنے گھروں میں ٹک کر رہو اور سابق دور جاہلیت کی سی سج دھج نہ دکھاتی پھرو، نماز قائم کرو، زکوٰۃ دو اور اللہ اور اس کے رسولؐ کی اطاعت کیا کرو۔'' (تفہیم القرآن جلد 4 صفحہ 90 تا 92)

عائشہ اینڈ کمپنی قرآن کی رو سے، اور نبیؐ کی تنگدستی تہمت تھی۔

سب سے پہلی بات یہ نوٹ کریں کہ نبیؐ کو تنگدست اور نان ونفقہ دینے سے مجبور کہنا ایک تہمت تھی۔ جب کہ قرآن کی رو سے یہ تمام ہی عورتیں سرمایہ دار اور دولت مند ہیں اور زکوٰۃ اُن سب پر واجب ہے۔ لیکن ان آیات کے نزول سے پہلے انہوں نے زکوٰۃ ادا نہیں کی تھی اور نہ وہ نماز پڑھتی تھیں۔ اور نہ اپنے گھروں میں جم کر رہتی تھیں۔ بلکہ بن ٹھن کر لوگوں کو لبھانے اور فریفتہ کرنے کیلئے گلیوں اور بازاروں میں بے پردہ نمائشِ حُسن و ادا کرتی پھرتی تھیں۔ اور ذرا دیر بعد قرآن سے معلوم ہوگا کہ فریفتہ ہو جانے والے غیر مرد، نبیؐ کی اطلاع اور اجازت کے بغیر اُن سے ملاقات کے لئے آتے جاتے رہتے تھے اور ان ہی کارروائیوں اور آوارہ گردیوں سے روکنے کے لئے یہ آیات (33 تا 33/28) نازل کی گئی ہیں اور انہیں آزادی دی گئی تھی کہ اگر یہ کاروبار جاری رکھنا ہو تو تمہیں بالکل فارغ البال کر کے رخصت کیا جا سکتا ہے اور کسی کو شبہ بھی نہ ہوگا کہ تمہیں کیوں فارغ کر دیا گیا ہے؟ لیکن اگر بیت النبوت میں رہنا ہو تو تمہارا دل چاہے یا نہ چاہے تمہیں اللہ و رسولؐ کی اطاعت کرنا پڑے گی۔ نمازیں پڑھنا پڑیں گی۔ زکوٰۃ دینا ہوگی اور یہ تمام آوارہ گری اور حسن و جمال کی نمائش ترک کر کے گھر میں جم کر دن رات رہنا ہوگا۔ وَاذْکُرْنَ مَا یُتْلٰی فِیْ بُیُوْتِکُنَّ مِنْ اٰیٰتِ اللّٰهِ وَالْحِکْمَةِ اِنَّ اللّٰهَ کَانَ لَطِیْفًا خَبِیْرًا ۝ (33/34 سورہ احزاب) اور تمہارے گھروں میں جو اللہ کی آیات اور حکمت کے اسباق دن رات تلاوت کئے جاتے ہیں تمہیں اُن کو سننا اور یاد کرنا پڑے گا۔ اور یہ سمجھو کہ اللہ تمہاری ہر ہلکی سے ہلکی بات کی خبر رکھتا ہے یعنی تمہیں مذکورہ تمام ہدایات اور پابندیوں کو پورا کرنا ہی پڑے گا اور اللہ سے کوئی نقل و حرکت و گفتگو چھپی نہ رہ سکے گی۔

Presented by Ziaraat.Com

(ز) عائشہ اینڈ کمپنی کے کھلم کھلا شرمناک رابطہ رکھنے والے مرد اور رسوؐل کو ایذا پہنچانے والا سلوک اللہ نے جبراً وحکمیہ روک دیا۔

اب قارئین یہ دیکھیں کہ عائشہ اور اُس کی ساتھی عورتوں نے اپنی آوارہ گردی اور حسن فروشی سے ایک ایسا گروہ پیدا کرلیا تھا جو اُن پر جان تک قربان کرنے اور ہر بدنامی برداشت کرنے کے لئے تیار رہا۔ اور وہ سارا گروہ اُس باغی فوج میں شامل تھا جو حضرت علی علیہ السلام سے جنگ جمل میں صف آرا ہوئی تھی اور جس نے عائشہ کے اونٹ کے چاروں طرف خود کو قربان کردیا تھا۔ اور جب تک عائشہ کا اونٹ نہ گرالیا گیا برابر عائشہ اور اُس کے اونٹ پر پروانہ وار فدا ہوتا رہا۔ اُس گروہ کے لوگ قریشی قسم کے مومنین تھے اور بقول حضرت علی علیہ السلام رسوؐل اللہ کے سسرالی رشتہ دار بھی تھے۔ اُن کو اللہ نے مخاطب کرکے فرمایا تھا کہ:۔

يَآاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَدْخُلُوْا بُيُوْتَ النَّبِيِّ اِلَّآ اَنْ يُّؤْذَنَ لَكُمْ اِلٰى طَعَامٍ غَيْرَ نٰظِرِيْنَ اِنٰهُ وَلٰكِنْ اِذَا دُعِيْتُمْ فَادْخُلُوْا فَاِذَا طَعِمْتُمْ فَانْتَشِرُوْا وَلَا مُسْتَاْنِسِيْنَ لِحَدِيْثٍ اِنَّ ذٰلِكُمْ كَانَ يُؤْذِي النَّبِيَّ فَيَسْتَحْيٖ مِنْكُمْ وَاللّٰهُ لَا يَسْتَحْيٖ مِنَ الْحَقِّ وَاِذَا سَاَلْتُمُوْهُنَّ مَتَاعًا فَسْئَلُوْهُنَّ مِنْ وَّرَآءِ حِجَابٍ ذٰلِكُمْ اَطْهَرُ لِقُلُوْبِكُمْ وَقُلُوْبِهِنَّ وَمَا كَانَ لَكُمْ اَنْ تُؤْذُوْا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَلَا اَنْ تَنْكِحُوْٓا اَزْوَاجَهٗ مِنْ بَعْدِهٖٓ اَبَدًا اِنَّ ذٰلِكُمْ كَانَ عِنْدَ اللّٰهِ عَظِيْمًا O اِنْ تُبْدُوْا شَيْئًا اَوْ تُخْفُوْهُ فَاِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمًا O (احزاب 54 تا 33/53)

''اے لوگو جو ایمان لاچکے ہو نبیؐ کی بیویوں سے ملنے کے لئے نبیؐ کے گھروں میں بلا اطلاع اور بلا اجازت نہ گھس پڑا کرو۔ سوائے اس کے کہ خود نبیؐ تم کو کھانے کی دعوت دے۔ اور دعوت کی صورت میں بھی تم پہلے سے جا کر کھانا پکنے کے برتنوں کی تلاشی شروع نہ کردیا کرو بلکہ کھانا تیار ہوجانے کے بعد جب تمہیں بلایا جائے تو گھر میں داخل ہوجاؤ اور کھانا کھاتے ہی فوراً اپنی راہ لیا کرو۔ نہ کہ عورتوں میں بیٹھ کر انس ومحبت بڑھانے والی باتوں میں لگ جاؤ۔ یقیناً اب تک تمہارا وہ رویہ کہ بنا بُلائے بلا اجازت نبیؐ کی عدم موجودگی میں جب دل چاہا اپنی مطلوبہ عورت کے پاس جا پہنچے اور جذبات انگیز انس ومحبت کی باتیں شروع کردیں اور کھانے پکانے کے برتنوں کی تلاشی بھی لینے لگے اور اپنی پسند کا کھانا پکانے اور پکوانے لگے رسوؐل اللہ کو اذیت دیتا رہا ہے۔ مگر وہ ان حرکات کو دوطرفہ شرمناک وحیا سوز سمجھ کر تمہیں روکنے سے شرماتا رہا ہے۔ مگر اللہ تو حق بات کو کھولنے میں نہیں شرماتا۔ لہٰذا اگر نبیؐ کی ازواج سے تمہیں اپنا مال ومتاع لینا ہو تب بھی پردہ کے باہر کھڑے ہوکر مانگا کرو یہ طریقہ کہ نبیؐ کے بلانے اور اجازت دینے کے بعد گھروں میں جانا اور اُن کی نظروں کے سامنے ہی واپس چلے آنا اور پردہ سے باہر ٹھہر کر کچھ مانگنا تمہارے اور رسوؐل کی بیویوں کے دلوں کو جنسیت وناپاک تصورات سے پاک رکھنے کے لئے ضروری ہے اور یہ تو تمہارے لئے کسی طرح بھی جائز نہیں ہے کہ تم اُن کی ازواج سے نکاح کی باتیں کرو اور رسوؐل کو ایذا پہنچاؤ تم اس کی ازواج سے قیامت تک بھی نکاح نہیں کرسکتے۔ تمہارے لئے وہ تصور کرنا بھی عظیم الشان خلاف ورزی ہے اور گناہ ہے۔ اگر تم ازواج نبیؐ سے ظاہر بظاہر ملاقات کرو تب بھی اور چھپ چھپ کر ملنا جاری رکھو تب بھی یقیناً اللہ ہر چیز کا علم رکھتا ہے۔''

یہاں تک یہ معلوم ہوگیا کہ عائشہ اور اُس کی پارٹی کی عورتیں غیر مردوں سے شرمناک، تکلیف دہ اور ناپاک ارادوں سے راہ ورسم، انس ومحبت پیدا کرنے اور انہیں لبھانے کا کام کرتی رہیں لوگ ان کے پاس آتے جاتے رہے اور وہ اُن لوگوں سے جو مناسب ہوتا وہ خدمات اور وعدے لیتی رہیں۔ اور باقاعدہ نکاح کرنے اور مستقلاً اُن کے ساتھ رہنے کے وعدے بھی ہوتے رہے۔ اسی میں وہ گٹھ جوڑ اور جتھہ بندی بھی ہوتی رہی جس کا

Presented by Ziaraat.Com

ابتدا میں تذکرہ ہو چکا ہے۔اور اُسی چاہنے والے فدا کار گروہ کے ساتھ مل کر جنگ جمل برپا کی گئی تھی۔لیکن جنگ جمل میں شکست کھانے کے بعد عائشہ نے بطور معذرت ایک بات کہہ کر ہمیں گھونگٹ میں پوشیدہ رازوں تک پہنچنے کا سامان فراہم کر دیا تھا۔

(ح) **عائشہ کو وہ شکایتیں تھیں جو ایک بھابی کو اپنے جوان دیور سے ہوا کرتی ہیں۔**

سننے اور سمجھنے کے لئے قارئین کو ڈاکٹر طہٰ حسین کا ایک بیان پڑھنا پڑتا ہے وہ لکھتے ہیں کہ:

''بصرہ چھوڑنے سے پہلے آپؑ جن اہم امور سے فراغت چاہتے تھے۔اُن میں حضرت عائشہ کو مدینہ منورہ بھجوانا بھی تھا۔تاکہ وہ اللہ کے حکم (قَرۡنَ فِیۡ بُیُوۡتِکُنَّ 33/33) کے مطابق اپنے گھر میں بیٹھیں۔آپؑ نے جلدی کی لیکن حضرت عائشہ نے مہلت طلب کی غالباً وہ اپنے جنگی زخمیوں کے سلسلے میں پوری طرح مطمئن ہونا چاہتی تھیں۔حضرت علیؑ نے مہلت دی اس کے بعد آپؑ نے مرتبہ کے مطابق سواری کا انتظام کر دیا اور عورتوں اور مردوں کی ایک جماعت ساتھ کر دی۔اپنے سفر کے دن حضرت عائشہ نکلیں تو لوگوں نے اُن کو سلام کیا اور انہیں رخصت کیا حضرت عائشہ نے لوگوں کو بھلائی کا حکم دیا اور اُن کو بتایا کہ اُن کے اور حضرت علیؑ کے درمیان اس سے زیادہ کچھ نہ تھا جو ایک عورت اور اُس کے شوہر کے بھائی کے درمیان ہوتا ہے۔حضرت علیؑ نے حضرت عائشہ کی تصدیق کی اور ساتھ ساتھ چلتے رہے۔''

(کتاب: علیؑ، صفحہ 99/98)

؎ کی میرے قتل کے بعد اُس نے جفا سے توبہ ہائے اُس زود پشیماں کا پشیماں ہونا

ایک صفحہ پہلے ڈاکٹر صاحب نے لکھا ہے کہ:

''محدثین اور مورخین کی روایتوں کے مطابق مفتوحین میں حضرت عائشہ کی حسرت اور ندامت بڑی شدید قسم کی تھی وہ قَرۡنَ فِیۡ بُیُوۡتِکُنَّ (اور تم اپنے گھروں میں ٹک کر رہو) والی پوری آیت تلاوت فرماتیں اور روتیں۔اتنا روتیں کہ دوپٹہ تر ہو جاتا اور فرماتیں کاش مجھے آج سے بیس سال پیشتر موت آ جاتی۔حجاز واپس آ جانے کے بعد کہا کرتیں بخدا یوم جمل سے اگر میں بیٹھ رہتی تو مجھے اس سے زیادہ خوشی ہوتی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مجھے دس لڑکے پیدا ہوتے۔'' (کتاب علیؑ، صفحہ 99-98)

(ی) **دل، اہل دل اور دلداروں سے انصاف طلب ہے۔کنواری سولہ سالہ، ارمانوں سے بھرپور لڑکی اور پچپن سالہ بڈھا۔**

نبوّت کی عظمت ہو یا اللہ کی کبریائی ہو وہ فطری جذبات کو فنا نہیں کرتے۔وہ دونوں انسانی تقاضوں کو پورا کرنے کا بہترین انتظام کرتے ہیں۔انہوں نے ہرگز کسی پر جبر نہیں کیا نہ وہ جبر پسند کرتے ہیں۔انہوں نے جنسی تعلقات کے لئے کفو کی شرط لگائی ہے آسان اور حلال صورتیں پیدا کی ہیں۔اور حالت اضطرار میں حرام پر عمل کر گزرنے اور ندامت سے شرمسار ہونے پر معافی کا وعدہ کیا ہے (بقرہ 2/173، انعام 6/146، نحل 16/115) بہرحال عائشہ کو مدینہ میں لانے کے بعد باپ نے گھر سے چاندی دے کر، انکار کے باوجود آنحضرتؐ کی زوجیت میں دے دیا تھا۔مگر نہ وہ رسوؐل کو جوانی دے سکتا تھا نہ وہ عائشہ کو بڈھا کر سکتا تھا۔اُس نے عائشہ اور رسوؐل اللہ دونوں پر ظلم کیا تھا۔اُس کے کیا مقاصد رہے یہ وہ جانے مگر وہ مقاصد بھی عائشہ کو اندھا نہ کر سکتے تھے وہ پوری بصیرت سے رسوؐل اللہ کو ایک بڈھا شوہر دیکھنے پر مجبور تھی۔وہ چہرے کی جھریوں کو، سفید بالوں کو نظر انداز نہیں کر سکتی تھی۔اُسے یقیناً اپنے جوان وحسین و بہادر دیور کو دیکھ کر چین ملتا ہوگا۔وہ تمام ارمان وتمنائیں بیدار ہو جاتی ہوں گی، جو شوہر کو دیکھ کر نیم مُردہ ہو جاتی تھیں۔اُس کی نظریں حضرت علی علیہ السلام کے چہرے پر مسکراہٹ تلاش کرتی رہتی ہوں گی۔وہ اُدھر سے ہمدردی کی امیدوار رہتی

Presented by Ziaraat.Com

ہوگی۔ اُس نے وہ سب کچھ کر کے دیکھا ہوگا جو ایسی حالت میں ضروری ہوا کرتا ہے لیکن عائشہ کو قدم قدم پر مایوسی کا سامنا رہا۔ اور رفتہ رفتہ امیدیں اور تمنائیں اور ارمان نفرت و دشمنی میں بدلتے گئے۔ نام تک بُرا لگنے لگا۔ اُدھر ملی مرکز اور باپ کے مقاصد کے سامنے علی علیہ السلام چٹان کی طرح کھڑے ہو گئے۔ کسی لغزش کا ذکر ہوا تو ہمدردی کے بجائے انہوں نے رسوؐل اللہ کو طلاق دینے کا مشورہ دیا۔ وہ تخلیہ میں بھی گھسے چلے آتے اور رسوؐل اللہ عائشہ کو دور ہٹا کر انہیں پاس بٹھاتے۔ عائشہ کی محرومیاں اور خوں گشتہ تمنائیں کس سے شکوہ کرتیں؟ عائشہ کو عصمت پر شبہ تھا اس لئے طرح طرح کی کوششیں کر دیکھیں مگر ناکام رہیں۔ اُسے معلوم تھا کہ علیؑ امتی نہیں بلکہ امت کے مالک ہیں، باپ ہیں۔ جیسے رسوؐل اللہ باپ تھے۔ امید تھی کہ بعد وفات پیغمبرؐ وہ اپنے بھائی کی بیوہ کے زخموں پر مرہم رکھیں گے۔ لیکن انہوں نے تو حضرت فاطمہ علیہا السلام کے انتقال کے بعد بھی گھاس نہ ڈالی بلکہ ایسی عورتوں سے نکاح کئے جو عائشہ کے نزدیک تھرڈ کلاس کی عورتیں تھیں۔ ڈاکٹر طہٰ حسین بھی اس پہلو پر نظر رکھتے ہیں۔ مگر عائشہ کو اپنا بزرگ سمجھ کر منہ نہیں کھولتے۔ دبی زبان سے کہتے ہیں کہ:۔

ڈاکٹر طہٰ کی اشاروں اشاروں میں نمک پاشی۔

''میرے خیال میں حضرت علیؑ سے حضرت عائشہ کی خفگی کے دو سبب اور ہیں۔ ایک تو وہ جس میں حضرت علیؑ کے اختیار کو کچھ دخل نہ تھا۔ آپؑ کی شادی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادی حضرت فاطمہؑ سے ہوئی تھی جن سے حسنؑ و حسینؑ پیدا ہوئے اور اس طرح نبیؐ کی آنے والی نسل کے آپ باپ بنے۔ اور حضرت عائشہ کو رسوؐل اللہ سے کوئی اولاد نہیں ہوئی۔ حالانکہ حضرت ام المومنین ماریہ قبطیہ رسوؐل اللہ کی زندگی کے آخری دنوں میں ابراہیمؑ کی ماں بن سکیں۔ پس یہ لاولدی کا غم آپؑ کو ایک حد تک ستاتا تھا۔ خصوصاً ایسی حالت میں جبکہ اللہ کے رسوؐل آپ کے ساتھ سب سے زیادہ محبت کرتے تھے۔ دوسرا سبب یہ کہ حضرت علیؑ نے حضرت صدیق اکبر کی وفات کے بعد اسما خَثعَمِیّہ سے نکاح کر لیا تھا یہ اسما محمد بن ابوبکر کی ماں ہیں۔ اس کے بعد محمد بن ابوبکر کی پرورش حضرت علیؑ کے زیر تربیت ہوئی ان ہی باتوں کی وجہ سے عائشہ حضرت علیؑ سے ناراض تھیں۔'' (کتاب علیؑ، صفحہ 48-47)

عائشہ روز اول سے حضرت علیؑ کی آغوش محبت چاہتی رہی مگر علیؑ جائز و ناجائز کسی طرح راضی نہ ہوئے۔

ڈاکٹر طہٰ جو کچھ کہنا چاہتے تھے وہ بھی عائشہ کی طرح کھل کر نہ کہہ سکے مگر اپنے بیان سے اہل عقل کو حقیقت واقعی کی طرف متوجہ کر گئے۔ انہوں نے عائشہ کی ناراضگی کے پہلے سبب کو حضرت علی علیہ السلام کے اختیار سے باہر قرار دیا ہے۔ مگر عائشہ اگر وہی کچھ سمجھتی جو طہٰ نے کہا ہے تو وہ حضرت علیؑ سے ہرگز ناراض نہ ہوتی۔ وہ برابر اُن شکایات کو حضرت علیؑ کے اختیار میں سمجھتی رہی یعنی حضرت علیؑ کے علم میں تھا کہ ابوبکر نے مکہ ہی میں عائشہ کی نہایت کم سنی اور ناجائز صورت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ سے نکاح یا منگنی کر دی تھی۔ وہ سمجھتی تھیں کہ حضرت علیؑ کو اس منگنی یا نکاح کو روکنے کی کارروائی کرنا چاہئے تھی اور یہ حضرت علیؑ کے اختیارات سے ہرگز باہر نہ تھا۔ اور اگر وہ مداخلت کرتے تو عائشہ ہرگز ایک پچاس پچپن سالہ شخص کے گلے میں زبردستی نہ لٹکائی جا سکتی تھی۔ لہٰذا شکوہ اور رنج و خفگی جائز تھی۔ حضرت علیؑ کی ایسی مداخلت خود رسوؐل اللہ کے حق میں اور مقصد کے مطابق ہوتی اس لئے کہ آنحضرتؐ نے درحقیقت کبھی بھی عائشہ کو اپنی زوجہ بنانے میں رغبت و دلچسپی ظاہر نہیں کی۔ منگنی سے لے کر رخصت تک یہ سب اُن کے والد کی زبردستی تھی اور یہ سب کچھ عائشہ کو معلوم تھا۔ رخصت کے وقت آنحضرتؐ کا یہ عذر کہ اُن کے پاس ولیمہ وغیرہ کے لئے پیسے نہیں ہیں۔ یہ عذر دراصل ایک شریفانہ اور عاقلانہ اور مہذبانہ انکار تھا مگر ابوبکر کے سامنے اُس کا اپنا، قومی اور قومی مرکز کا مقصد تھا۔ عائشہ نے دیکھا تھا کہ

Presented by Ziaraat.Com

ابوبکر نے آنحضرتؐ کے عذر کو بتیس تولہ چاندی اپنے پاس سے دے کرختم کردیا۔اس کے بعد حضورؐ کا انکار کرنا،معیارِ نبوت وشرافت کے خلاف تھا لہٰذا بادلِ نخواستہ اُنہوں نے رخصت کو منظور کرلیا اور عائشہ نہ صرف اپنی عمر سے کہیں بڑے شخص کے پاس آ گئی بلکہ اُس شخص سے بغل گیر رہنے پر مجبور کردی گئی کہ جو نہ صرف عائشہ سے رغبت نہیں رکھتا بلکہ اُس سے ہمیشہ نفرت کرتا رہا۔اور عائشہ کو نفرت کا سبب بھی معلوم تھا۔یعنی اُس کا قریشی مرکز کے لئے جاسوسی کی خدمات انجام دینا رسوؐل پر ظاہر تھا اور جاسوس سے محبت ناممکن تھی۔عائشہ سے اولاد نہ ہونے اور استقرارِ حمل تک نہ ہونے کا فطری سبب یہی دوطرفہ نفرت تھی یا یہ کہ دونوں میں جنسی تعلق ہی نہ ہوتا تھا۔لہٰذا ثابت ہوا کہ اس نکاح اور رخصت کو روکنا حضرت علیؑ کے اختیار میں تھا اور اس سے آنحضرتؐ اور عائشہ دونوں خوش وکامیاب ہوتے۔پھر یہ بھی حضرت علی علیہ السلام کے اختیار میں تھا کہ وہ ابوبکر کو عائشہ کے لئے پیغام دیتے۔اگر حضرت فاطمہ الزہرا علیہا السلام کی رعایت منظور تھی تو چار تک نکاح جائز تھے اور عائشہ کو یقین تھا کہ اُن کے یہاں حضرت علیؑ سے ضرور اولاد پیدا ہوتی اور یوں نسل رسوؐل کی ماں ہوتیں۔لہٰذا انہیں بالکل لاولدی کا صدمہ نہ تھا۔اگر صدمہ تھا تو علیؑ کے بے توجہی اور بے رغبتی اور لاپرواہی کا صدمہ تھا۔

چنانچہ قارئین نے اُن کا بیان پڑھ لیا کہ اگر کسی طرح اللہ نے انہیں حضرت کے مقابلہ پر اٹھنے اور جنگ کرنے سے بچالیا ہوتا تو انہیں اتنی خوشی ہوتی کہ رسوؐل اللہ سے دس بیٹے ملنے پر بھی نہ ہوتی اس سے یقین ہوجاتا ہے کہ حضرت علی علیہ السلام عائشہ کی تمناؤں اور ارمانوں اور محبت کا مرکز تھے اور انہوں نے بڑی باریک بینی سے حضرت علی علیہ السلام کے معاندانہ رویہ کو نوٹ کیا ہوا تھا۔

(2) حضرت علی علیہ السلام سے ناراضگی کا سبب اس وقت مکمل ہوگیا جب علیؑ نے رسوؐل اللہ کے انتقال کے بعد بھی عائشہ کے زخموں پر مرہم نہ رکھا۔ حالانکہ عائشہ کے نزدیک ازواجِ رسوؐل حضرت علیؑ پر حرام نہ تھیں۔اُس نے حضرت فاطمہ کی موجودگی میں دوسری شادی نہ کرکے حکم کا پتھر اپنے سینہ پر رکھ کر صبر کیا۔مگر حضرت علیؑ نے عائشہ کے دل اور دماغ اور تمناؤں اور امیدوں کو اس وقت پاش پاش کردیا جب ابوبکر کے مرنے کے بعد انہوں نے محمدؒ بن ابوبکر کی ماں اسما خَثْعَمِیّہ سے نکاح کرلیا۔یہاں بھی علیؑ مختار تھے کہ جائز صورت سے عائشہ کے سکونِ قلب کا راستہ اختیار کرلیتے۔مگر علی علیہ السلام نے تو عائشہ پر بھول کر بھی رحم نہ کیا۔عائشہ نے اپنی قوم کے لیڈروں کی طرح کبھی ایک منٹ کے لئے بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو معصوم نہ سمجھا لیکن اُسے اپنی تمام نسوانی کوششوں میں ناکام ہوتے ہوئے حضرت علیؑ پر شبہ ہونے لگا تھا کہ اگر یہ شخص اللہ کی طرف سے معصومؑ نہ ہوتا تو یقیناً اُسے میری طرف متوجہ ہونا پڑتا۔یہی وہ مخصوص شبہ تھا جو اُس کی نسوانی تمناؤں کے گھونگٹ میں پوشیدہ چلتا رہا۔وہ روزِ اول سے چاہتی تھی اور کوشاں تھی کہ اُس کا حسین وبہادر دیور تمام تکلفات کو برطرف کرکے اُسے آج نہیں تو کل اپنی آغوش میں لے لے گا۔مگر اُس کے ارمانوں کا خون ہوتا رہا۔علیؑ قریش کے بہادروں ہی کا قاتل نہ تھا اُس نے عائشہ کی جوانی اور شاعرانہ حسن کو بھی بار بار قتل کیا تھا۔وہ نہایت فخریہ انداز میں عائشہ کو چومکھی شکست دیتا رہا۔وہ اور اُس کا مرکز ہر موڑ پر اور ہر میدان میں علیؑ کے ہاتھوں شکست کھاتے چلے گئے۔آخری شکست میں بھی حضرت علیؑ نے زمین پر پڑی ہوئی محمل پر نیزہ مار کر پوچھا کہ:''ارم کی بہن کہو کیسی رہی اللہ کی کارسازی؟ حضرت عائشہ نے کہا ابنؑ ابی طالب تم نے فتح پائی،اب تم نرمی اختیار کرلو۔حضرت علیؑ نے فرمایا خدا آپ کو معاف کرے۔حضرت عائشہ نے کہا۔اور آپؐ کو بھی۔''(کتاب علیؑ،صفحہ 87)

ساری عمر حضرت علی علیہ السلام کی نرم روی کی تمنا میں گزارنے اور محروم رہنے والی،عرب وقریش کی سرکش ترین عورت نے آخری بار بھی نرمی کی درخواست کی ہے۔اپنی شکست کا اعتراف کیا ہے۔کہیں یہ نہیں کہا کہ میں نے اللہ کے واسطے یا دین کے تحفظ میں یا اپنی قوم کے منصوبوں کے

Presented by Ziaraat.Com

لئے یہ سب کچھ کیا ہے بلکہ کہا تو یہ کہا کہ اپنے دیور پر شبہات کو یقین میں بدلنے کے لئے میں نے تیس ہزار مسلمانوں کو بھینٹ چڑھا دیا۔ اللہ، قرآن اور رسوؐل کے احکام کی خلاف ورزی اپنے دیور کو آزمانے کے لئے کی ہے۔ میں نے اُسے حاصل کرنے کے لئے اپنی دنیا وآخرت تباہ کردی۔ لیکن وہ تو اللہ کے ہاتھ فروخت شدہ انسان تھا۔ اُسے نرم رویہ اختیار کرنے کی نصیحت کر کے اور دعا دے کرنا کام واپس جارہی ہوں اُسی گھر میں جارہی ہوں جہاں رہنے کا اللہ نے حکم دیا تھا۔ اور میں نے واضح کردیا کہ قریش نے علیؑ کے خلاف محاذ بنا دیا تھا اور میں نے اپنی محبت کو نفرت میں بدل کر قریش کا ساتھ دیا تھا۔ لیکن فی الحال ہم سب ناکام ہوئے اور علی علیہ السلام کامیاب رہے اور یہی حضورؐ نے فرمایا کہ:

وَاِنَّ الْاَمْرَ لَوَاضِحٌ ؛ (خطبہ 69 جملہ نمبر 12)

''اوراب تو حقیقت الامر واضح ہو چکی ہے یعنی نقاب الٹ دی گئی ہے۔ اور قریش کا منصوبہ خود بول اٹھا ہے''

Presented by Ziaraat.Com

مفتی جعفر حسین: خطبہ نمبر: 203

علی نقی طہرانی: خطبہ نمبر: 196

خُطبہ ﴿70﴾

1۔طلحہ وزبیراور سردارانِ قریش حضرت علیؑ سے بھی نظام مشاورت اور مساعدت کا قیام چاہتے تھے۔2۔خلافت الٰہیہ مشاورت اور مساعدت کے شرک سے پاک اور مسائل مملکت ورعیت پر علم وبصیرت سے حاوی رہا کرتی ہے جو مشرکین کے لئے باعث غیظ و غضب وعتاب ہوتا ہے۔3۔مجھے تمہاری حکومت اور ولایت کی کوئی رغبت نہ تھی اس کو تم نے خود میرے حوالے کیا تو مجھے تو اسے خلافت وحکومت الٰہیہ بنانا اور وہ طرز حکومت اختیار کرنا تھا جو قرآن وسنتِ رسولؐ میں مذکور ہے۔لہٰذا تمہارے مشورے اور مساعدت کی احتیاج کیوں ہوتی ؟4۔مساویانہ تقسیم پر اعتراض قرآن ورسولؐ کے خلاف ہے۔قطعی احکام کے ہوتے ہوئے مشاورت باطل ہے۔شکوہ کا کسی کو حق نہیں ہے۔اللہ ہمیں اور تمہیں حق پر قائم رکھے۔5۔اللہ اس شخص پر رحمت کرے جو حق کو دیکھے تو اس کی مدد کرے۔باطل کو دیکھے تو ٹھکرا دے اور حق پر قائم شخص کا ناصر ومددگار رہے۔

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡم

لَقَدۡ نَقَمۡتُمَا يَسِيۡرًا ؛	1	تم دونوں نے ذراسی بات پر تو ناک چڑھالیا ہے۔
وَّ اَرۡجَاۡتُمَا كَثِيۡرًا ؛	2	اور بہت سی اہم باتوں کو تم دونوں نے پس پشت ڈال دیا ہے۔
اَلَا تُخۡبِرَانِیۡ اَیُّ شَیۡءٍ لَّكُمَا فِيۡهِ حَقٌّ دَفَعۡتُكُمَا عَنۡهُ ؟	3	کیا تم مجھے کسی ایسی چیز کی خبر دے سکتے ہو جس میں تمہارا حق تھا اور میں نے تمہیں اس حق سے دور رکھا ہو؟ یعنی خود لے لیا ہو یا کسی اور کو دے دیا ہو۔
اَمۡ اَیُّ قَسۡمٍ اسۡتَاۡثَرۡتُ عَلَيۡكُمَا بِهٖ ؟	4	یا تقسیم میں تمہارے حصہ میں آتی تھی اور میں نے اپنی اثر اندازی سے تم دونوں کو اس سے محروم کیا ہو؟
اَمۡ اَیُّ حَقٍّ رَفَعَهُ اِلَیَّ اَحَدٌ مِّنَ الۡمُسۡلِمِيۡنَ ضَعُفۡتُ عَنۡهُ ؛اَمۡ جَهِلۡتُه ؛اَمۡ اَخۡطَاۡتُ بَابَهٗ ؟	5	یا مسلمانوں میں سے کسی مسلمان نے میرے سامنے اپنے حق کا دعویٰ کیا ہو جس کے فیصلے میں مجھ سے کمزوری ہوئی ہو یا فیصلے میں جاہل رہا ہوں؟ یا اس بارے میں مجھ سے غلطی یا خطا ہوگئی ہو؟
وَاللّٰهِ مَا كَانَتۡ لِیۡ فِی الۡخِلَافَةِ رَغۡبَةٌ ؛	6	خدا کی قسم مجھے تو تمہاری اس خلافت کو حاصل کرنے میں کوئی بھی دلچسپی نہ تھی۔
وَلَا فِی الۡوِلَايَةِ اِرۡبَةٌ ؛	7	اور نہ ہی تمہاری ولایت وحکومت کا طلبگار وغرض مند تھا۔ یعنی میری تو نصّی پوزیشن مسلّمہ تھی۔

Presented by Ziaraat.Com

وَلٰكِنَّكُمْ دَعَوْتُمُوْنِيْ اِلَيْهَا ؛	8	لیکن تم نے خود ہی تنگ آ کر مجھ سے خلافت وحکومت قبول کرنے کی درخواست کی تھی جب کہ میں انکار کررہا تھا۔
وَحَمَلْتُمُوْنِيْ عَلَيْهَا ؛	9	اور اصرار وتکرار وزبردستی کر کے مجھے مسند حکومت پر بٹھایا تھا۔
فَلَمَّا اَفْضَتْ اِلَيَّ نَظَرْتُ اِلٰى كِتَابِ اللّٰهِ وَمَا وَضَعَ لَنَا وَاَمَرَنَا بِالْحُكْمِ بِهٖ فَاتَّبَعْتُهٗ ؛	10	اور جب حکومت وخلافت میری تحویل میں آگئی تو میں نے اللہ کی کتاب میں نظر کی اور وہ طرز حکومت دیکھا جو ہمارے لئے مقرر کیا گیا ہے اور یہ دیکھا کہ فیصلے کرنے کیلئے ہمیں کیا کیا احکام دیئے گئے ہیں چنانچہ میں نے قرآن کی پیروی شروع کردی۔
وَمَا اسْتَسَنَّ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهٖ فَاقْتَدَيْتُهٗ ؛	11	اور وہ سب کچھ سامنے رکھ لیا جو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ نے بطور قانون چھوڑا تھا چنانچہ ان کی بھی اقتدا کرنے لگا۔
فَلَمْ اَحْتَجْ فِيْ ذٰلِكَ اِلٰى رَاْيِكُمَا وَلَا رَاْيِ غَيْرِ كُمَا ؛	12	لہٰذا قرآن اور رسولؐ کی تعلیمات کی موجودگی میں مجھے تمہاری رائے کی اور تمہارے علاوہ دوسروں کی رائے کی حکومت کرنے میں احتیاج نہ رہی۔
وَلَا وَقَعَ حُكْمٌ جَهِلْتُهٗ فَاَسْتَشِيْرَ كُمَا وَاِخْوَانِي الْمُسْلِمِيْنَ ؛	13	اور میرے سامنے ایسا کوئی حکم واقع نہیں ہوا کہ جس سے میں جاہل ہوتا اور اپنی کم علمی کی بنا پر تم سے مشورہ کرتا اور دوسرے مسلمان بھائیوں سے پوچھتا۔
وَلَوْكَانَ ذٰلِكَ لَمْ اَرْغَبْ عَنْكُمَا وَلَاعَنْ غَيْرِ كُمَا ؛	14	اور اگر ایسا کوئی حکم ہوتا کہ جس سے میں لاعلم ہوتا تو ایسی صورت میں نہ تم سے روگردانی کرتا اور نہ تمہارے سوااوروں سے پوچھنے میں تکلف کرتا۔
وَاَمَّا مَاذَكَرْ تُمَا مِنْ اَمْرِ الْاُسْوَةِ فَاِنَّ ذٰلِكَ اَمْرٌلَّمْ اَحْكُمْ اَنَافِيْهِ بِرَاْيِيْ؛	15	اور تم نے یہ جو مساوی تقسیم کی بحث اٹھائی ہے یہ تو ایسا معاملہ ہے کہ یقیناً اس میں مَیں نے اپنی ذاتی رائے سے فیصلہ نہیں کیا ہے۔
وَلَاوَلَّيْتُهٗ هَوًى مِّنِّيْ ؛	16	اور نہ ہی میں نے برابر کی تقسیم کو اپنی ذاتی خواہش کی حکمرانی کے ماتحت رکھا ہے۔
بَلْ وَجَدْتُ اَنَاوَاَنْتُمَا مَاجَآءَ بِهٖ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآله قَدْفُرِغَ مِنْهُ ؛	17	بلکہ میں نے اور تم نے وہ عمل درآمد اپنی آنکھوں سے دیکھا بھالا ہے جو رسولؐ اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تقسیم کے معاملے میں ہمارے ساتھ کرتے تھے۔ اور اپنے عمل درآمد کو برقرار رکھتے تھے۔
فَلَمْ اَحْتَجْ اِلَيْكُمَا فِيْمَا قَدْ فَرَغَ اللّٰهُ مِنْ قَسْمِهٖ ؛	18	چنانچہ میں تمہارے مشورہ کا کیسے محتاج ہوسکتا تھا جب کہ اللہ نے تقسیم کے قوانین بنا کر اپنے فیصلے صادر کردیئے ہوں؟

Presented by Ziaraat.Com

وَامۡضٰی فِیۡهِ حُکۡمَهٗ ؛	19	یعنی مشورہ کا محتاج وہ ہوگا جو قوانینِ خدا و رسولؐ سے جاہل ہو۔
فَلَیۡسَ لَکُمَا .واللّٰهِ .عِنۡدِیۡ وَلَا لِغَیۡرِکُمَا فِیۡ هٰذَا عُتۡبٰی ؛	20	چنانچہ ایسی مستحکم صورت حال میں بخدا تمہیں اور تمہارے علاوہ دوسرے لوگوں کو یہ حق نہیں پہنچتا کہ میرے خلاف غصہ اوراعتراضات کرتے پھرو۔
اَخَذَ اللّٰهُ بِقُلُوۡبِنَا وَقُلُوۡبِکُمۡ اِلَی الۡحَقِّ وَاَلۡهَمَنَا وَاِیَّاکُمُ الصَّبۡرَ ؛	21	اللہ ہمارے دلوں کواور تمہارے دلوں کوحق پر برقرار رکھے اور ہمیں اور تمہیں صبر کرنے کی تحریص وترغیب کرے۔
رَحِمَ اللّٰهُ امۡرَاًءً رَاٰیٰ حَقًّا فَاَعَانَ عَلَیۡهِ	22	اللہ اس شخص پر رحمت فرمائے جوحق کو دیکھتے ہی اس کی اعانت کرے۔
اَوۡرَاٰیٰ جَوۡرًا فَرَدَّهٗ	23	اور جب باطل کو دیکھے تو اسے رد کردے۔
وَکَانَ عَوۡنًا بِالۡحَقِّ عَلٰی صَاحِبِهٖ؛	24	اور جوحق پرست کا مددگار ومعین رہتا چلا جائے۔

تشریحات:

حضرت علیؑ سے جدا ہونے بیعت توڑنے اور عائشہ کی سرکردگی میں تیغ بکف حکومت چھین لینے کے لئے بہانہ بازیاں۔

قریشی پلاننگ کے خلاف آخر وہ وقت آ گیا کہ قریش کے تمام لیڈروں کو سر جھکا کر عوام الناس کے ساتھ مل کر حضرت علی علیہ السلام کے ہاتھ پر بیعت کر کے خود کو اُن کے ہاتھوں فروخت کر کے اپنے اختیارات سے دست بردار ہونے کا اعلان کرنا پڑا۔ مگر اُن کے دل رو رہے تھے۔ اُن کے سامنے قریش کے منصوبے کی لاش بے گور وکفن آ چکی تھی اور اُسے اُن کے مجتہدانہ مذہب کی وجہ سے یہودی قبرستان میں سپردخاک کرادیا گیا تھا۔ یہی دن تھا کہ قریش کے زندہ لیڈروں کونہایت مذموم اور نیا پلان تیار کرنے کے لئے حضرت علیؑ سے چھٹکارہ کی ضرورت تھی اور اُسی شہر میں جا کر حضرت علیؑ کے خلاف محاذ تیار کرنا تھا جس شہر میں رسولؐ اللہ کے مقابلہ میں محاذ بنایا گیا تھا قریش کیلئے مکہ ہی وہ شہر تھا جہاں ہر فتنہ پروان چڑھایا جاسکتا تھا۔ بہرحال مندرجہ بالا خطبہ میں طلحہ اورزبیر نے اپنے ابلیسی منصوبے کی تمہید شروع کی اور حضرت علی علیہ السلام پر چند کافرانہ اور مضحکہ خیز اعتراضات قائم کئے اور منہ کی کھائی، لاجواب ہوئے اور قیامت تک اہل علم کی نظروں میں گر کر رسوا ہوئے۔ چنانچہ حضورؐ نے چٹکی بجاتے جواب دے کر اُن کا منہ بند کر دیا تھا۔ چنانچہ حضورؐ نے جس بات کو ’’ذرا سی بات‘‘ فرمایا ہے (خطبہ 70، جملہ 1) وہ یہ تھی کہ آپ نے برسرِ حکومت آنے کے بعد بہت سے احکام جاری کئے اور بہت سارے فیصلے بھی صادر فرمائے ہیں۔ مگر اُن احکام کے اجرا میں اور اُن فیصلوں کو نافذ کرنے میں نہ ہم سے رائے اور مشورہ لیا اور نہ دوسرے صحابہ کو ہی شامل کیا (خطبہ 70، جملہ 12 وغیرہ)

2۔ طلحہ وزبیر قریش کے نمائندہ بن کر آئے تھے اور چاہتے تھے کہ حضرت علیؑ نظام مشاورت قائم کرلیں۔

حضرت علی السلام طلحہ وزبیر ہی کو اپنا نشانہ بنالیتے ہیں اور پوچھتے ہیں کہ کیا تمہاری کوئی حق تلفی ہوئی ہے جو تم اعتراضات کرنے والے گروہ کے نمائندہ بن کر آئے ہو؟ کیا میں نے تمہارا کوئی حق مار لیا ہے؟ یا کسی تقسیم میں تمہیں نظرانداز کیا ہے؟ (خطبہ 70، جملہ 3۔4)

Presented by Ziaraat.Com

3۔ نظامِ مشاورت کے ذریعہ حکومت کرنا جاہلوں کا کام ہے یا قبیلہ پرور ایسا کرتے ہیں۔

اُن کو اس جواب سے یہ بتایا ہے کہ جس طرح تمہیں حقوق سے محروم نہیں کیا گیا اُسی طرح پوری مملکت میں کوئی شخص محروم نہیں ہوا ہے۔ رہ گیا مشورہ لے کر کام کرنا اُس صورت میں غلط اور قابل گرفت ہوسکتا تھا جب کہ میں نے کوئی غلط فیصلہ کیا ہوتا۔ یا کسی حکم کو نہ سمجھا ہوتا۔ یا کسی فیصلے میں کمزوری دکھائی ہوتی (جملہ 5)۔ لہٰذا جو آدمی ہر حکم صحیح صحیح دے ہر فیصلہ صحیح کرے اُسے ہر حکم صحیح صحیح معلوم ہو وہ کسی سے مشورہ کیوں کرے؟ مطلب یہ کہ مشورہ تو وہ شخص لے گا جو بذات خود اللہ و رسوؐل کے احکام سے جاہل ہو۔ اور اُس کے پاس اللہ و رسوؐل کا تحریری ضابطہ بھی نہ ہو۔ یعنی نہ اُس کے پاس قرآن ہو نہ احادیث رسوؐل ہوں۔

4۔ میں نے تمہاری منت سماجت کر کے یہ خلافت حاصل نہیں کی ہے کہ تم مجھے دھونس دینے کے لئے مشورہ کی دھمکی دو۔

اب حضوؐر نے (خطبہ 70 میں) طلحہ اور زبیر کو بتایا ہے کہ دیکھو میں تمہاری اس حکومت کو حاصل کرنے میں کوئی دل چسپی نہ رکھتا تھا نہ مجھے تمہارا حکمران بننے کی احتیاج تھی (جملے 6۔7) تم نے خود مجھے یہ حکومت منت سماجت کر کے سونپی تھی (جملے 8۔9) اور جب یہ حکومت میں نے قبول کر لی تو مجھ پر لازم تھا کہ میں حکومت و خلافت، قرآن اور سنت رسوؐل کے مطابق چلاؤں۔ اور یہ بات میں نے اعلانیہ کہہ دی تھی کہ میں ابوبکر وعمر کے طریقہ پر حکومت نہ کروں گا لہٰذ میں نے قرآن اور رسوؐل کا طریقہ اور قانون نافذ کر دیا ہے اور اُن کے احکام کی پیروی اور اقتدا کر رہا ہوں (جملے 10-11) لہٰذا مجھے تم سے اور دوسروں سے رائے لینے کی احتیاج ہی نہیں ہوئی ہے (جملہ 12) اور نہ کسی حکم کے جاری کرنے میں لاعلمی دامن گیر ہوئی کہ میں تم سے اور دوسرے صحابہ سے مشورہ کرتا پھرتا (جملہ 13)۔ اور اگر ایسا ہوا ہوتا تو میں تم سے اور دوسرے مسلمانوں سے مشورہ لینے میں تکلف نہ کرتا (جملہ 14)۔

5۔ تمام مسلمانوں اور تمام انسانوں کے حقوق کو مساوی رکھنا سابقہ خلفا نے بند کر دیا تھا؟

طلحہ اور زبیر کا آخری مطالبہ یہ تھا کہ آپؑ نے حقوق کو مساوی کر دیا ہے جس سے قریش عام مسلمانوں کے برابر ہو گئے ہیں۔ مطلب یہ تھا کہ سابقہ قریشی خلفا نے مالی تقسیم میں طبقہ واریت کو جاری کیا تھا۔ مثلاً تمام مسلمانوں میں اُن لوگوں کو سب سے بڑا حصہ دیا جاتا تھا جو جنگ بدر میں شریک ہوئے اور زندہ موجود تھے مساوی تقسیم نے قریشی صحابہ میں سخت غم وغصہ پیدا کر دیا ہے لہٰذا آپ کو مساوی تقسیم کو بند کر کے سابقہ خلفا کا طریقہ اختیار کرنا چاہئے۔ حضوؐر نے انہیں بتایا کہ مساوی تقسیم بھی میں نے اپنی ذاتی رائے سے جاری نہیں کی ہے اور نہ اس معاملے میں میری اپنی ذاتی خواہش مجھ پر غالب آئی ہے (جملہ 15۔16)۔ بلکہ تم نے بھی اور میں نے بھی رسوؐل اللہ کا وہ عمل درآمد دیکھا ہے جو وہ ساتھ لے کر آئے تھے۔ چنانچہ مساوی تقسیم کے متعلق اللہ کے احکام اور فیصلے موجود ہوتے ہوئے میں تمہارے مشورے اور رائے کا محتاج کیسے ہوسکتا تھا؟ جب کہ قوانین خداوندی برابر جاری اور معلوم رہے (جملے 17 تا 19)۔

6۔ خطبہ کی تشریح میں انکارِ ثلاثہ۔

(i) ہم ایسے اللہ کو نہیں مانتے جو مخلوقات کو پیدا کرے اور اُن کے حالات وضروریات نہ جانتا ہو یا اُن کی ضروریات کو پورا نہ کرسکتا ہو۔

(ii) ہم ایسے رسوؐل کو بھی نہیں مانتے جو اللہ کا نمائندہ اور خلیفہ ہو اور اللہ اور مخلوقات کو اور مخلوقات کی ضروریات اور مقاصد خداوندی کو نہ جانتا ہو اور اُن کی ضروریات کو پورا نہ کرسکتا ہو۔

Presented by Ziaraat.Com

(iii) ہم ایسے امامؑ کو بھی نہیں مانتے جو رسولؑ کا جانشین ہوتے ہوئے اور خلیفہ خداوندی کہلاتے ہوئے اللہ و رسولؑ کو اور تمام مخلوقات خداوندی کی ضروریات کو نہ جانتا ہو اور اُن ضروریات کو پورا کرنے سے قاصر ہو۔

یہ انکارِ ثلاثہ ہمارے ایمان وعقائد کی بنیادیں ہیں۔ اور سارا قرآن اور تمام سابقہ کتبہائے خداوندی ہمارے ان تین انکاروں پر اور ہمارے ایمان وعقائد کی تائید پر متفق ہیں۔ البتہ ابلیس اور تمام ابلیسی گروہ ہم سے متفق نہیں ہیں۔ اُن کا مشن ہی یہ ہے کہ صرف اللہ کو مانیں اور نبوت وامامت کو یعنی نبیؑ اور امام کو اپنے جیسا ایک انسان مانیں اور اُن کو عقلائے زمانہ ودانشوران قوم کے ماتحت رکھیں تاکہ اُن کی انسانی یا جذباتی لغزشیں، خطائیں غلطیاں اور غلط فہمیاں وحی کے اوپر اثر انداز نہ ہونے پائیں۔ لہٰذا وہ وحی کو تلاوت کریں اور دانشورانِ قوم کے مشورہ کے ماتحت جو مفید ترین صورت ہو اُس میں وحی خداوندی کو نافذ کریں اور تمام انسان ماہرین کے اس اجتماعی حکم یا فیصلے کو اللہ کا واجب العمل حکم یا فیصلہ سمجھ کر اُس پر عمل کریں۔ اختلاف کرنے والوں کو منکرینِ خداوندی سمجھا جائے اگر وہ سمجھانے بجھانے کے بعد بھی تعمیل کے لئے راضی نہ ہوں اور مخالفت نہ چھوڑیں تو ان سب کو قتل کر ڈالنا واجب سمجھیں۔

اسی عقیدے کا نام نظام مشاورت اور اجتہاد ہے۔ اور اس خطبہ (70) کی رو سے اسی عقیدے کو قریش وطلحہ وزبیر نے حضرت علی علیہ السلام پر مسلط کرنے کا ارادہ کیا تھا۔ اسی عقیدے پر عمل کرنے کی کوشش کی تھی ابوبکر وعمر وعثمان نے۔ اور اسی عقیدے کا انکار کرنے کے لئے حضرت علیؑ نے آتی ہوئی حکومت کو ٹھوکر ماردی تھی یہ فرما کر کہ میں قرآن اور احکاماتِ رسولؑ کو اپنی عقل وبصیرت سے نافذ کروں گا۔ اور اسی عقیدے کے ماتحت ہم ثلاثہ اینڈ کمپنی کا انکار کرتے ہیں اور انہیں ظالم وغاصب وغادر اور جہنمی یقین کرتے ہیں اور اسی عقیدے کا ردّ وابطال ہوتا ہے ہمارے عنوان ''انکار ثلاثہ'' میں۔

7۔ نظام مشاورت اللہ اور انبیاؑ کے مخالفوں کے یہاں ہمیشہ قائم رہا۔ دین داروں میں کبھی نہیں۔

اگر قریشی سازش نے قرآن کریم کو مہجور نہ کر دیا ہوتا (فرقان 25/30) یعنی قرآن کے تمام کلیدی الفاظ کے معنی نہ بدل دیئے ہوتے تو ہم بیک جنبشِ قلم اس عنوان کو قرآن کریم کی چند آیات لکھ کر ثابت کر دیتے۔ مگر قرآنی معنی کے بدلے ہوئے ہونے سے ہمیں کافی محنت اور آپ کو کافی غور وفکر کرنا ہوگی۔ بہرحال قرآن سے اللہ کا بیان اور مودودی کا ترجمہ پڑھیں پھر ہم آیت کے الفاظ اور ماحول سے پردہ ہٹائیں گے۔ ارشاد ہے کہ:

قَالَتْ يٰٓاَيُّهَا الْمَلَؤُا اِنِّيْٓ اُلْقِيَ اِلَيَّ كِتٰبٌ كَرِيْمٌO اِنَّهٗ مِنْ سُلَيْمٰنَ وَاِنَّهٗ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِO اَلَّا تَعْلُوْا عَلَيَّ وَاْتُوْنِيْ مُسْلِمِيْنَO قَالَتْ يٰٓاَيُّهَا الْمَلَؤُا اَفْتُوْنِيْ فِيْٓ اَمْرِيْ مَا كُنْتُ قَاطِعَةً اَمْرًا حَتّٰى تَشْهَدُوْنِO (نمل 32 تا 27/29)

مودودی ترجمہ: ''ملکہ بولی'' اے اہلِ دربار، میری طرف ایک بڑا اہم خط پھینکا گیا ہے۔ وہ سلیمانؑ کی جانب سے ہے۔ اور اللہ رحمٰن ورحیم کے نام سے شروع کیا گیا ہے۔ مضمون یہ ہے کہ ''میرے مقابلے میں سرکشی نہ کرو اور مسلم ہو کر میرے پاس حاضر ہو جاؤ۔'' خط سنا کر ملکہ نے کہا ''اے سردارانِ قوم میرے اس معاملہ میں مجھے مشورہ دو، میں کسی معاملے کا فیصلہ تمہارے بغیر نہیں کرتی ہوں۔''

(تفہیم القرآن جلد 3 صفحہ 572-573)

اول۔ مودودی کی تشریح گو قرآن کے بیان کے خلاف ہے مگر ملکہ سبا کا نظام حکومت اُنہیں پسند ہے۔

مولانا نے آخری آیت (27/32) کے آخری الفاظ کی تشریح کرتے ہوئے لکھا ہے کہ:

Presented by Ziaraat.Com

''اصل الفاظ ہیں حَتّٰی تَشْهَدُوْنِ ، جب تک کہ تم حاضر نہ ہو، یا تم گواہ نہ ہو۔ یعنی اہم معاملات میں فیصلہ کرتے وقت تم لوگوں کی موجودگی میرے نزدیک ضروری ہے، اور یہ بھی کہ جو فیصلہ میں کروں اُس میں صحیح ہونے کی تم شہادت دو۔ اس سے جو بات ظاہر ہوتی ہے وہ یہ ہے کہ قوم سبا میں بادشاہی نظام تو تھا مگر وہ استبدادی نظام نہ تھا، بلکہ فرماں روائے وقت معاملات کے فیصلے اعیانِ سلطنت کے مشورے سے کرتا تھا''۔ (تفہیم القرآن جلد 3 صفحہ 573)

دوم۔ ملکہ سبا اور ملک سبا کی حکومت غیر مسلم حکومت تھی اور نظام مشاورت اُن کے یہاں قائم تھا۔

آپ نے قرآن کے الفاظ میں اور مودودی کے ترجمہ سے ملک سبا کی حکومت کا غیر مسلم حکومت ہونا بھی دیکھا اور اُس بے دین حکومت میں نظامِ مشاورت کا موجود ہونا بھی دیکھا اور یہ بھی دیکھا کہ نظام مشاورت کے ماتحت فیصلے کئے جانے کی وجہ ہی سے قریش کے پرستار عالم یعنی مودودی نے ملکہ سبا کی بلکہ ملک سبا کی حکومت کو پسند کیا اور انصاف پرور حکومت قرار دیا۔

سوم۔ ترجمہ میں قرآنی الفاظ کے معنی بدلنا اور تشریح میں منشائے قرآن کے خلاف مفہوم لکھنا۔

بہر حال ثابت ہو گیا کہ بے دین حکومت کے یہاں نظام مشاورت قائم تھا اور مولانا اور قریش کو نظام مشاورت بھی پسند ہے اور نظام مشاورت کی وجہ سے انہیں بے دین دشمن خدا حکومت بھی پسند ہے۔ قبل اس کے کہ ہم قرآن سے مزید آیات لا کر اس عنوان (7) کو مکمل کریں اور دکھائیں کہ نظام مشاورت بے دین ومنکرین خدا ورسوؐل کی ایجاد ہے اور اُن ہی کے یہاں فیصلے نظام مشاورت کے ماتحت ہوتے ہیں اور اسلامی حکومتوں میں مشاورت اور نظام مشاورت کو طاغوتی نظام قرار دیا جاتا ہے۔ لہٰذا پہلے آپ دیکھئے کہ اللہ نے تو یہ فرمایا تھا کہ ملکہ سبا نے کہا کہ:

مَا كُنْتُ قَاطِعَةً اَمْرًا حَتّٰى تَشْهَدُوْنِO(27/32)

مودودی ترجمہ: ''میں کسی معاملے کا فیصلہ تمہارے بغیر نہیں کرتی ہوں''

بات واضح ہے کہ قرآن کی رو سے ملکہ سبا ہرگز وقطعی طور پر اپنا ذاتی فیصلہ نافذ نہیں کرتی بلکہ ہر ہر معاملے کا فیصلہ جماعت شوریٰ سے کراتی ہے۔ مودودی نے صحیح ترجمہ کرنے کے باوجود صرف اہم معاملات کا فیصلہ کرنے میں جماعت مشاورت کو ضروری سمجھا اور غیر اہم فیصلے کرنے میں ملکہ کو مختار بنا دیا ہے جبکہ وہ کہتی ہے کہ ''میں کسی معاملے کا فیصلہ تمہارے بغیر نہیں کرتی ہوں'' یہ قریشی علما کی تشریح ہے جو نہ صرف اللہ اور قرآن کی مخالف ہے بلکہ خود مودودی کے بھی خلاف ہے۔ اور مودودی کے پیرو اور ہم مذہب لوگ ذرہ برابر اثر نہیں لیتے کہ اللہ اور قرآن کیا فرما رہے ہیں اور مودودی کیا سے کیا بنائے چلے جا رہے ہیں؟ اب آیت کا ترجمہ دیکھیں اور قرآن کو مجبور کرنے کا مطلب سمجھیں قرآن کے الفاظ ہیں۔ اَفْتُوْنِیْ فِیْٓ اَمْرِیْ۔

مودودی: ''میرے اس معاملے میں مجھے مشورہ دو۔''

یعنی مولانا نے لفظ '' اَفْتُوْنِیْ ''۔ کے معنی ''مجھے مشورہ دو''۔ کر لئے اور اُن معنی کو صحیح سمجھا ہے۔ حالانکہ۔ اَفْتُوْنِیْ کے معنی ہیں۔ ''مجھے ''فتویٰ دو۔'' ان قریش پرست شیطان کے پجاریوں کو معلوم ہے کہ مشورہ تو خود عربی زبان کا لفظ ہے اور قرآن میں مشورہ کا ذکر بھی ہوا ہے (آل عمران 3/159) اور اُن مسلمانوں کا تذکرہ بھی کیا گیا ہے جن کا دین ہی مشورہ پر منحصر ہے (شوریٰ 42/38) جن کو اللہ ورسوؐل اور قرآن اور وحی کی احتیاج نہ تھی۔ بلکہ جو کچھ وہ سوچتے تھے عینِ وحی ہوا کرتا تھا (الفاروق)۔ اُن ہی کے پیرو علما نے اُن کی سنت کو آج تک جاری رکھا ہے۔ اور قرآن کے الفاظ کو کھلونا بنا رکھا ہے۔

Presented by Ziaraat.Com

چہارم۔ قریش اور قریشی علما جان بوجھ کر قرآن کے الفاظ کو اپنے مقاصد کے لئے بدلتے ہیں۔

ہم ابھی مودودی کو مجرم ثابت کئے دیتے ہیں۔

قرآن پڑھئے ارشاد ہے کہ:

وَیَستَفتُونَکَ فِی النِّسَآءِ قُلِ اللّٰہُ یُفتِیکُم فِیھِنَّ ۔ (سورہ نسا، 4/127)

مودودی ترجمہ: لوگ تم سے عورتوں کے معاملے میں فتویٰ پوچھتے ہیں۔ کہو اللہ تمہیں اُن کے معاملہ میں فتویٰ دیتا ہے۔ (تفہیم القرآن جلد 1 صفحہ 400)

مودودی فتویٰ کے معنی جانتے ہیں اور جہاں مجبور ہوتے ہیں وہاں صحیح معنی کرتے بھی ہیں۔ ایک اور مقام ملاحظہ ہو جہاں مودودی مجبور ہو کر صحیح معنی کرتے ہیں۔ اللہ نے فرمایا کہ: یَستَفتُونَکَ قُلِ اللّٰہُ یُفتِیکُم فِی الکَلٰلَۃِ (نسا 4/176)

مودودی ترجمہ: لوگ تم سے کلالہ کے معاملے میں فتویٰ پوچھتے ہیں۔ کہو اللہ تمہیں فتویٰ دیتا ہے۔'' (تفہیم القرآن جلد اول صفحہ 431)

یہ ہے قرآن کریم کا انتظام جو اللہ کے وعدے (فرقان 25/31) کے مطابق قریشی سازش کو مسمار کر دیتا ہے اور تحریف وتبدیل کرنے والوں کو خون آلودہ ہاتھوں گرفتار کرا دیتا ہے۔

پنجم۔ پھر عمداً فتویٰ کے معنی ''مطلب بتانا'' بھی کر لئے گئے ہیں۔

پہلے فتویٰ کے معنی مشورہ کئے تھے اب مشورہ کی جگہ ''مطلب بتایا'' کئے جا رہے ہیں سنئے:

یُوسُفُ اَیُّھَا الصِّدِّیقُ اَفتِنَا فِی سَبعِ بَقَرٰتٍ سِمَانٍ یَّاکُلُھُنَّ سَبعٌ عِجَافٌ ۔ (یوسف 12/46)

مودودی ترجمہ: ''اس نے جا کر کہا: ''یوسف، اے سراپا راستی، مجھے اس خواب کا ''مطلب بتا'' کہ سات موٹی گائیں ہیں جن کو سات دُبلی گائیں کھا رہی ہیں؟۔'' (تفہیم القرآن جلد دوم صفحہ 406)

یہاں لفظ '' اَفتِنَا '' کے معنی تھے ''ہمیں فتویٰ دے''۔ مگر قریشی سازش اور ہجرت نے قرآن کے تمام الفاظ کا اعتبار ساقط کر دیا اور مستقل معنی کی جگہ سیکڑوں معنی لغات میں لکھ دیئے تا کہ جسے جو معنی پسند اور فٹ (Fit) معلوم ہوں وہ ترجمہ میں لکھ دے یوں ایک قرآن کے بہت مختلف ومتضاد قرآن اُمت کے سامنے آ گئے شیعہ قرآن۔ سُنّی قرآن۔ وھابی قرآن۔ قادیانی قرآن، وغیرہ وغیرہ۔

ششم۔ چودہ سو سال میں تیار ہونے والی لغات بھی سازش کے ماتحت رہیں۔

اب ذرا الفاظ اَفتُونِی اور اَفتِنَا کے متعلق لُغات بھی دیکھ لیں۔

1۔ اَفتِنَا۔ تُو ہم کو حکم دے۔ اَفتِ اِفتَاءٌ سے معنی فتویٰ دینے ۔۲۔ کُل احکام کا جواب دینے کے ہیں۔ اَمر کا صیغہ واحد مذکر حاضر نَا ضمیر جمع متکلم۔ (پارہ 12 رکوع سولہ۔ (لُغات القرآن جلد اول کالم اول صفحہ 178 ندوۃ المصنفین دھلی)

2۔ اَفتُونِی ۔ مجھ کو خبر دو۔ مجھ کو جواب دو۔ اَفتُو، اِفتَاءٌ سے اَمر کا صیغہ، جمع مذکر حاضر، ن وقایہ ی ضمیر واحد متکلم۔

(پارہ 12/16 صفحہ 178 جلد اول کالم اول۔

ان لغات پر منحصر رہنے والے لوگوں کے لئے کہیں پناہ نہیں ملتی۔

Presented by Ziaraat.Com

ہفتم۔ لفظ مَلَاءُ کے معنی سارے قرآن میں آئے ہوئے بیسیوں جگہ پر سردار، اہلِ دربار، اعیان سلطنت کئے ہیں۔

مندرجہ بالا آیات میں (32 تا 27/29) ایک ہی لفظ '' اَلْمَلَؤُا '' کے معنی پہلے ''اہل دربار'' لکھے (27/29) پھر اُسی لفظ کے معنی ''سرداران قوم'' لکھے پھر تشریح کرتے ہوئے اسی لفظ کے معنی ''اعیان سلطنت'' بنا دیئے۔ یعنی ایک ہی لفظ کے ایک ہی سانس میں تین مختلف معنی کر دیئے گئے۔ یہ ہیں قرآن کو مہجور کر ڈالنے کے معنی جس کی شکایت رسوؐل اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ نے اللہ سے کی تھی (فرقان 25/30)۔ اور اللہ نے قریش کو مجرم اور دشمنان خدا و رسوؐل قرار دیا تھا (سورہ فرقان، 25/31)۔

ہشتم۔ قرآن میں صحیح عربی کا لفظ ہوتے ہوئے بھی اور صحیح ترجمہ کرنے کے بعد بھی مسلسل غلط معنی کرتے چلے جانا۔

پہلے ایک آیت ملاحظہ کر لیں تو بات کریں گے۔ ارشاد ہے۔

وَقَالُوْا رَبَّنَآ اِنَّآ اَطَعْنَا سَادَتَنَا وَكُبَرَآءَ نَا فَاَضَلُّوْنَا السَّبِيْلَا O (سورہ احزاب 33/67)

مودودی ترجمہ: ''اور کہیں گے'' اے رب ہمارے ہم نے اپنے سرداروں (سَادَتَنَا) اور اپنے بڑوں کی اطاعت کی اور انہوں نے ہمیں راہِ راست سے بے راہ کر دیا''۔ (تفہیم القرآن جلد 4 صفحہ 134)

قارئین دیکھیں کہ قرآن میں سرداروں کے لئے لفظ سادات آیا ہے اور مودودی نے صحیح ترجمہ کیا ہے۔ اس کے باوجود انہوں نے لفظ اَلْمَلَاء کا ترجمہ سرداروں کیا ہے۔ (7/60، 7/66، 7/75، 7/103، 7/109، 7/88، 7/90، 7/127، 11/27، 11/38، 12/43، 23/24-33، 26/34، 27/29، 27/32، 27/34، 28/20، 28/32، 28/38، 38/6) حالانکہ اس لفظ کے سیدھے، سیدھے اور مصدری معنی ہیں۔ ''مُلّا لوگ'' علم و دانش سے معمور و لبریز لوگ۔

لغت سے دیکھئے: مَلِئٌ وَ مَلِیٌّ جمع مِلَأٌ .مُلَأٌ. Rich,wealthy, Solvent men Crowd,The Chiefman.

مَلَأٌ جمع اَمْلَاءٌ۔ (الفرائد الدریه صفحه 731) Princes.Deliberation Character,Manners.

اَلْمَلِيْئُ .اَلْمَلِیُّ .مِلَاءٌ .اَمْلِئَا .مُلَأٌ ۔ تونگر دولتمند۔ مالدار۔

اَلْمَلَاءُ ۔ گروہ۔ قوم کی جماعت۔ مشیروں کی جماعت۔ خواص۔ اشراف قوم جن سے دلوں میں ہیبت طاری ہو۔ (المعجم الاعظم 2 صفحہ 2771)

اسی مفہوم کو ظاہر کرنے کے اور دل نشین کرانے کے لئے ایک پارے کا نام ہی۔ قَالَ الْمَلَأُ ۔ (مُلّا لوگوں نے کہا جو اس کی قوم میں کبریائی کے دعویدار تھے) رکھا گیا ہے۔ مگر مولانا نے شرماتے ہوئے ترجمہ سرداروں کیا ہے۔ حالانکہ جماعت شوریٰ یا جماعت مشاورت کو سارے ملک کے چیدہ چیدہ اور اعلیٰ درجہ کے دانشوروں پر مشتمل ہونا چاہئے۔ جس کی مثال آج ایران کی جماعت مشاورت ہے جس میں ایران کے تمام مُلّا مل کر حکومت کا کاروبار اپنی مشاورت سے چلا رہے ہیں۔

نہم۔ بے دین حکومتوں میں ہمیشہ مُلّا لوگوں کی جماعت مشاورت برقرار رہتی چلی آئی ہے جسے انتہائی اختیارات حاصل تھے۔

1۔ فراعنہ کی حکومت میں ملاؤں کی جماعتِ مشاورت قائم تھی جو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے قتل کا فیصلہ کرنے کے لئے مشورہ کر رہی تھی اور جب حضرت موسیٰ کو یہ اطلاع ملی تو وہ ملک مصر سے فرار کر گئے تھے۔ سنئے اللہ نے قرآن میں فرمایا ہے۔

وَجَآءَ رَجُلٌ مِّنْ اَقْصَا الْمَدِيْنَةِ يَسْعٰى قَالَ يٰمُوْسٰى اِنَّ الْمَلَاَ يَاْتَمِرُوْنَ بِكَ لِيَقْتُلُوْكَ فَاخْرُجْ اِنِّیْ لَكَ مِنَ

Presented by Ziaraat.Com

النّٰصِحِیۡنَO فَخَرَجَ مِنۡهَا خَآئِفًا یَّتَرَقَّبُ قَالَ رَبِّ نَجِّنِیۡ مِنَ الۡقَوۡمِ الظّٰلِمِیۡنَO(قصص 28/20-21)

مودودی کا ترجمہ حقیقی معنی کے ساتھ۔

''اس کے بعد ایک آدمی شہر کے پرلے سرے سے دوڑتا ہوا آیا اور بولا ''اے موسیٰ، تمہارے قتل کا فتوی دینے کے لئے ملاؤں کی ایک جماعتِ مشاورت کا اجلاس ہو رہا ہے لہٰذا یہاں سے نکل جا، میں تیرا خیر خواہ ہوں''۔ یہ خبر سنتے ہی موسیٰ ڈرتا اور سہتا نکل کھڑا ہوا۔ اور اُس نے دعا کی کہ اے میرے رب، مجھے ظالموں سے بچا۔'' (تفہیم القرآن جلد 3 صفحہ 624/625)

2۔ حضرت یوسف علیہ السلام کے زمانہ میں بھی مصر کے بادشاہ کے یہاں ملاؤں کی جماعت مشاورت موجود تھی چنانچہ بادشاہ مصر نے حضرت یوسفؑ سے پہلے جماعت شوریٰ سے اپنے خواب پر فتوی طلب کیا تھا۔ دیکھئے:

وَقَالَ الۡمَلِكُ اِنِّیۡۤ اَرٰی سَبۡعَ بَقَرٰتٍ سِمَانٍ یَّاۡكُلُهُنَّ سَبۡعٌ عِجَافٌ وَّسَبۡعَ سُنۡۢبُلٰتٍ خُضۡرٍ وَّاُخَرَ یٰبِسٰتٍ یٰۤاَیُّهَا الۡمَلَاُ اَفۡتُوۡنِیۡ فِیۡ رُءۡیَایَ اِنۡ كُنۡتُمۡ لِلرُّءۡیَا تَعۡبُرُوۡنَO(سورہ یوسف 12/43)

''اور ایک دن بادشاہ نے کہا کہ میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ سات موٹی موٹی گائیں ہیں جن کو سات دُبلی گائیں کھائے جاری ہیں۔ اور اناج کی سات بالیں ہری ہیں اور دوسری سات بالیں سوکھی ہوئی ہیں اے جماعت مشاورت کے مُلاّ صاحبان اگر تم خوابوں کی تعبیر جانتے ہو تو مجھے میرے اس خواب پر فتوی دو۔''

ظاہر ہے کہ حضرت یوسف علیہ السلام کے عہد میں بھی مصر کی حکومت بے دین حکومت تھی۔ لہٰذا بے دین حکومتوں میں نظام مشاورت اور جماعتِ شوریٰ کا قیام ثابت ہوتا ہے۔ اور بقول مودودی جماعت شوریٰ والی حکومت ظلم و بے انصافی سے دور رہتی اور انصاف پرور ہوتی ہے لیکن حضرت موسیٰ نے پوری جماعت شوریٰ کو ایسی حالت میں ظالم قرار دیا ہے جبکہ آپ نے قتل کا جرم کیا تھا (قصص 19 تا 28/15) اور جماعت شوریٰ آپؑ پر قتل کی فردِ جرم عائد کرنے اور بدلے میں قتل کرنے پر مشورہ کر رہی تھی۔ یعنی جماعت مشاورت کا صحیح فیصلہ بھی باطل اور ظالمانہ ہوتا ہے۔ اس لئے کہ وہ بے دین علما کی جماعت ہے اور اُس نے اللہ کی حکومت پر غاصبانہ قبضہ جمایا ہوا ہے پھر اُس کے فیصلے مشوروں اور محدود عقل کے ماتحت ہوتے ہیں اُن میں وحی اور خدائی احکام کو نظر انداز کر دیا جاتا ہے۔ اسلامی و دینی احکام مشوروں سے نہیں بلکہ کتاب خداوندی کے الفاظ میں نافذ ہوتے اور جو کوئی مُنزّل مِن اللّٰہ الفاظ میں فیصلہ نہیں کرتا وہ فاسق وظالم و کافر ہوتا ہے

3۔ حضرت نوح علیہ السلام کے زمانہ میں بھی جماعت شوریٰ قائم تھی اور وہ مُلاّ حضرات اللہ کو مانتے تھے۔ سنئے ارشاد ہے۔

فَقَالَ الۡمَلَؤُا الَّذِیۡنَ كَفَرُوۡا مِنۡ قَوۡمِهٖ مَا هٰذَاۤ اِلَّا بَشَرٌ مِّثۡلُكُمۡ یُرِیۡدُ اَنۡ یَّتَفَضَّلَ عَلَیۡكُمۡ وَلَوۡ شَآءَ اللّٰهُ لَاَنۡزَلَ مَلٰٓئِكَةً ...الخ (المومنون 23/24)

''مُلاّ لوگوں کی جماعت شوریٰ نے جو نوحؑ کی قوم کے حق پوشوں پر مشتمل تھی جواب میں قوم کو بتایا کہ یہ شخص تو بالکل تمہاری مانند ایک بشر ہے اور چاہتا ہے کہ تم پر بالادستی حاصل کرلے اگر اللہ کو منظور ہوتا تو وہ ہدایت کے لئے فرشتے بھیج دیتا۔''

یہاں یہ نوٹ کرنے کے بعد حضرت نوح علیہ السلام کی قوم کے ملاؤں کی جماعتِ شوریٰ اللہ اور فرشتوں کا وجود مانتے تھے۔ یہ بھی نوٹ کریں کہ انبیاء علیہم السلام کو اپنے جیسا بشر ماننے کا عقیدہ بہت پرانا ہے اور یہ کہ یہ عقیدہ بے دین ملاؤں کی ایجاد ہے جو قریش کے زمانہ تک چلا آیا اور قریشی

Presented by Ziaraat.Com

مسلمانوں نے اس عقیدے کو آگے بڑھایا اور آج تک مسلمانوں کی کثرت نبیؑ کو اپنے ایسا خاطی سمجھتی چلی آرہی ہے۔

4۔حضرت نوح علیہ السلام کے بعد مسلسل ہر قوم میں مُلّا لوگوں کی جماعت شوریٰ قائم رہتی چلی آئی ہے(مومنون 23/33)اُن کا عقیدہ بھی یہی تھا کہ نبیؑ پر وہ تمام جذبات ومیلانات اثر انداز ہوتے ہیں جو ساری نوع انسان پر وارد ہوتے ہیں۔لہٰذا انہا نبیؑ کی اطاعت کرنے سے دین و دنیا میں خسارہ ہونا مانتے تھے اور جماعت شوریٰ کی اطاعت کو صحیح طریقہ سمجھتے تھے۔(23/34)اور یہ بھی قریش کی طرح اللہ کو مانتے تھے(23/38)۔

ہم نے وہ تمام آیات لکھ دی ہیں جن میں مُلّاؤں کی جماعت شوریٰ کا موجود ہونا اور بے دین ہونا مذکور ہوا ہے اُن کے علاوہ آیات بھی نوٹ کرلیں (یونس 10/75,10/83 زخرف 43/46)اِن تمام مقامات پر ثابت ہے کہ نظام مشاورت اور جماعتِ مشاورت بے دینوں میں قائم رہتی تھی۔

5۔قرآن کریم سے یہ بھی ثابت ہے ہر نبیؑ کے گزر جانے کے بعد ہر اُمت میں سے ایک گروہ کتابِ خداوندی میں اجتہاد کر کے دین خداوندی کو بدلتا رہتا تھا۔(فرقان 25/31)چنانچہ مثال میں بنی اسرائیل کو دیکھئے کہ انہوں نے حضرت موسیٰ اور ہارون علیہما السلام کے بعد بنی اسرائیل میں بھی ملاؤں کی ایک جماعت شوریٰ اُسی طرح بنالی تھی جیسا قریش نے رسوؐل اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد قائم کی تھی۔یہ وہ آخری ملّانوں کی جماعت شوریٰ تھی جو برابر قائم رہی اور اُسی سے قریش نے اجتہاد و نظام مشاورت کے قوانین سیکھے تھے۔وہ بھی برائے نام نبیؑ و نبوت کو مانتے تھے لیکن جماعت کے متفقہ فیصلوں کے سامنے نبیؑ کا حکم قابل اتباع نہ سمجھتے تھے اُن کا ذکر یوں ہوتا ہے کہ:

اَلَمْ تَرَ اِلَى الْمَلَاِ مِنْ بَنِیْۤ اِسْرَآءِیْلَ مِنْ بَعْدِ مُوْسٰى اِذْ قَالُوْا لِنَبِیٍّ لَّهُمُ ابْعَثْ لَنَا مَلِكًا نُّقَاتِلْ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ قَالَ هَلْ عَسَیْتُمْ اِنْ كُتِبَ عَلَیْكُمُ الْقِتَالُ اَلَّا تُقَاتِلُوْا قَالُوْا وَ مَا لَنَاۤ اَلَّا نُقَاتِلَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ وَ قَدْ اُخْرِجْنَا مِنْ دِیَارِنَا وَ اَبْنَآىٕنَا فَلَمَّا كُتِبَ عَلَیْهِمُ الْقِتَالُ تَوَلَّوْا اِلَّا قَلِیْلًا مِّنْهُمْ وَ اللّٰهُ عَلِیْمٌۢ بِالظّٰلِمِیْنَ Oوَ قَالَ لَهُمْ نَبِیُّهُمْ اِنَّ اللّٰهَ قَدْ بَعَثَ لَكُمْ طَالُوْتَ مَلِكًا قَالُوْۤا اَنّٰى یَكُوْنُ لَهُ الْمُلْكُ عَلَیْنَا وَ نَحْنُ اَحَقُّ بِالْمُلْكِ مِنْهُ .....الخ (بقرہ 2/246-247)

مودودی ترجمہ:

''پھر تم نے اُس معاملے پر بھی غور کیا ہے جو موسیٰؑ کے بعد بنی اسرائیل کی جماعت شوریٰ کے مُلاؤں کو پیش آیا تھا۔انہوں نے اس نبیؑ سے کہا جو اُن کے لئے مقرر تھا کہ ہمارے لئے ایک بادشاہ مقرر کردو تاکہ ہم اللہ کی راہ میں جنگ کریں۔نبیؑ نے پوچھا۔کہیں ایسا تو نہ ہوگا کہ تم کو لڑائی کا حکم دیا جائے اور پھر تم نہ لڑو۔؟وہ کہنے لگے۔بھلا یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ ہم راہ خدا میں نہ لڑیں جبکہ ہمیں ہمارے گھروں سے نکال دیا گیا اور ہمارے بال بچے ہم سے جدا کردیئے گئے ہیں۔مگر جب اُن کو جنگ کا حکم دیا گیا، تو ایک قلیل تعداد کے سوا وہ سب پیٹھ موڑ گئے (اپنی ولایت الگ قائم کرلی۔احسن)۔اور اللہ اُن میں سے ایک ایک ظالم کو جانتا ہے۔اُن کے لئے مقرر نبیؑ نے اُن سے کہا کہ اللہ نے طالوت کو تم پر بادشاہ مقرر کیا ہے یہ سُن کر وہ بولے''ہم پر بادشاہ بننے کا وہ کیسے حقدار ہوگیا؟اُس کے مقابلے میں بادشاہی کے ہم زیادہ مستحق ہیں''۔

6۔**مُلّوں کی جماعت شوریٰ خواہ مسلمان کہلائے اور یا کفر کا لیبل لگائے وہ صرف اپنے اوپر ایمان رکھتے ہیں۔**

نظام اجتہاد اور مشاورت خواہ کافروں یا غیر مسلموں میں ہو یا مسلمانوں میں ہو وہ اللہ اور رسوؐل کے اس حکم کو مانتا ہے جو اُن کی مصلحتوں اور اجتماعی عقل کے فیصلے پر پورا اترتا ہو۔ورنہ نہ وہ اللہ کے حکم کو مانتے ہیں اور نہ رسوؐل کی ہدایات کی پرواہ کرتے ہیں۔اسی لئے اجتہاد اور مشاورت کو

شیطانی نظام قرار دیا گیا ہے۔ پورے قرآن میں کہیں بھی آپ کو کوئی ایسی آیت نہ ملے گی جو اجتہاد و مشاورت کو اسلام میں کوئی دینی مقام دیتی ہو۔ البتہ جگہ جگہ اُس کی مذمت ملے گی۔

7۔ حضرت سلیمانؑ کی حکومت میں ملا لوگ خدمات وبیگار انجام دینے پر مامور تھے۔ مشورہ تو اسلامی راہنما لیتا ہی نہیں ہے۔

مُلّا یا دانشور، حضرت سلیمان علیہ السلام کی حکومت میں خدمات انجام دیتے ہوئے پائے جاتے ہیں۔ جہاں اُن کا تذکرہ ہوا ہے وہ مقام پڑھ کر اس عنوان کو مکمل کر لیں ارشاد ہوا ہے کہ:۔

قَالَ يٰۤاَيُّهَا الْمَلَؤُا اَيُّكُمْ يَاْتِيْنِيْ بِعَرْشِهَا قَبْلَ اَنْ يَّاْتُوْنِيْ مُسْلِمِيْنَ O قَالَ عِفْرِيْتٌ مِّنَ الْجِنِّ اَنَا اٰتِيْكَ بِهٖ قَبْلَ اَنْ تَقُوْمَ مِنْ مَّقَامِكَ وَاِنِّيْ عَلَيْهِ لَقَوِيٌّ اَمِيْنٌ O قَالَ الَّذِيْ عِنْدَهٗ عِلْمٌ مِّنَ الْكِتٰبِ اَنَا اٰتِيْكَ بِهٖ قَبْلَ اَنْ يَّرْتَدَّ اِلَيْكَ طَرْفُكَ فَلَمَّا رَاٰهُ مُسْتَقِرًّا عِنْدَهٗ قَالَ هٰذَا مِنْ فَضْلِ رَبِّيْ لِيَبْلُوَنِيْۤ ءَاَشْكُرُ اَمْ اَكْفُرُ وَمَنْ شَكَرَ فَاِنَّمَا يَشْكُرُ لِنَفْسِهٖ وَمَنْ كَفَرَ فَاِنَّ رَبِّيْ غَنِيٌّ كَرِيْمٌ O (سورہ نمل 40-27/38)

''سلیمانؑ نے کہا کہ اے مُلّا لوگو تم میں سے کون ہے جو ملکہ کے مع اہلکارانِ حکومت کے مسلمان ہو کر میرے پاس پہنچنے سے پہلے پہلے اُس کا تخت میرے پاس لے آئے؟ جنوں میں سے ایک زبردست جن نے عرض کیا کہ میں آپ کے دربار برخواست کرنے سے پہلے پہلے وہ تخت آپ کے پاس حاضر کر سکتا ہوں میں ایسا کرنے میں بہت قوی اور امانت دار ہوں۔ اور جس شخص کے پاس الکتاب کا کچھ علم تھا اُس نے عرض کیا میں آپ کی آنکھ جھپکنے سے پہلے پہلے وہ تخت آپ کے حضور میں حاضر کئے دیتا ہوں۔ چنانچہ جوں ہی سلیمانؑ نے وہ تخت اپنے پاس رکھا ہوا دیکھا تو پکار کر کہا کہ یہ میرے پروردگار کے فضل سے ہوا ہے۔ تاکہ وہ مجھے آزما کر دیکھے کہ میں اُس کا شکر گزار رہتا ہوں یا حقیقتِ امر کو چھپا لیتا ہوں۔ اور جو کوئی شکر بجا لاتا ہے تو شکر گزاری اسکے اپنے حق میں مفید ہے اور اگر کوئی حقیقت کو چھپاتا ہے تو میرا پروردگار لوگوں کے شکر و کفر سے بے نیاز اور ہر حال میں نفع پہنچانے والا ہے۔'' (سورہ نمل 40 تا 27/38)

یہاں تک ہمارے قاریوں کو یقین آجانا چاہئے کہ وہ شخص جو اللہ کا نمائندہ، جانشین اور رہنمائے کائنات ہو، جو علوم خداوندی کا خزانہ اور مرکز ہو، جس کا سوچنا، بولنا اور عمل عین منشائے خداوندی ہو، جس کے پاس وہ مکمل کتاب ہو جس میں سے ذرا سا علم رکھنے والا شخص ڈیڑھ ہزار میل سے ایک تخت آنکھ جھپکنے سے پہلے اٹھا لائے۔ اُسے کسی سے مشورہ کر کے حقیقت حال جاننے کی احتیاج کیسے ہوسکتی ہے؟ مشورہ کرنے والے تو سب کے سب حقیقتِ حال سے جاہل ہونا لازم ہیں۔ مشورہ صرف جہلا کیا کرتے ہیں۔ یا وہ لوگ مشورہ کرتے ہیں جنہیں لوگوں کی رضامندیاں حاصل کرنا ہوں۔ وہ شخص جو کائنات کی تمام تفصیلات پر مطلع ہو۔ اُس پر مشورہ کا تقاضا کرنا جہل مرکب ہے۔ درحقیقت قریش اور قریشی لیڈر یہ چاہتے تھے کہ وہ رسوؐل اللہ کو اپنے ایسا ایک ممکن الخطا انسان بنا کر دکھائیں۔ انہوں نے اپنی اس کوشش میں اللہ کی قدرت اور رسوؐل کی عظمت کا انکار کر کے اپنی دنیا اور اپنی آخرت تباہ کی اور اسی سلسلے میں یہ چاہا کہ حضرت علیؑ کو مشورہ پر رضامند کر کے اپنی اسکیم کو مستند و مکمل کر لیں۔ لیکن حضرت علی علیہ السلام ہی تو وہ ذات پاک تھے جن کی ذمہ داری تھی کہ قریش کے تمام منصوبوں کو تباہ کر کے اللہ اور محمدؐ اور اسلام اور قرآن کی عظمت کو کائنات پر پھیلا دیں۔ آج جو یہ دنیا علوم کائنات سے منوّر نظر آرہی ہے۔ یہ آج جو انسان ہواؤں اور فضاؤں پر مسلط ہوتا جارہا ہے۔ آج جو کائنات انسانوں کے اشاروں پر سرِ تسلیم خم کرتی جارہی ہے۔ یہ آج جو قریش ساختہ اسلام چاروں طرف پٹتا نظر آرہا ہے۔ یہ آج جو قریشی قسم کے مسلمان بھکاری وملعون بنے ہوئے ہیں یہ

Presented by Ziaraat.Com

سب کچھ حضرت علی علیہ السلام اور اُن کے جانشین آئمہ علیھم السلام کی راہنمائی اور عنایات کا نتیجہ ہے۔ یہ اُنؑ کی تبلیغ وتوجہ کا ثمرہ ہے۔ انہوںؑ نے ایسا سلسلۂ تعلیم جاری کیا جسے قریش تو کس کھیت کی مولی تھے تمام جن وانس مل کر نہ روک سکتے تھے وہ سلسلۂ تعلیم وعملی نظام اور وہ ریکارڈ آج برسرکار ہے جو نوع انسان کو لامحدود حیات اور لازوال قدرت عطا کر کے کُن فَیکُون کی منزل پر پہنچانے کا ذمہ دار ہے۔ شرط یہ ہے کہ انسان محمد صلی اللہ علیہ وآلہ کے بندے بن جائیں (زمر 39/53) اور امام زمانہ قائم قیامت علیہ السلام کے سامنے سجدہ ریز ہو جائیں۔

وَالسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا صَاحِبَ الْعَصْرِ وَالْزَّمان اَلْاَمَان اَلْاَمان.

Presented by Ziaraat.Com

مفتی جعفرحسین: خطبہ نمبر: 167

علی نقی طہرانی: خطبہ نمبر: 168

خُطبہ ﴿71﴾

1۔ عائشہ طلحہ اور زبیر اپنی فوج اور اونٹ کے ساتھ بصرے کی طرف چلے گئے تو ان کا مقصد اسلام کی جگہ دورِ قبل نبوت کو واپس لانا بتایا گیا تھا۔ اور ان کی کامیابی کی صورت میں مسلمانوں کا نظم و نسق تباہ ہو جانے کی اطلاع دی تھی۔ 2۔ گمراہی کتابِ خداوندی کی مخالفت سے پھیلتی ہے۔ اسلامی اعمال و احکام سے مشابہ بدعتیں تباہی کا سبب ہوتی ہیں۔ 3۔ اللہ کے سلطان سے وابستگی دین کی حفاظت کرتی ہے۔ اگر تم سلطان کے مطیع و فرمانبردار نہ رہے تو تم سے حکومت چھین لی جائے گی اور پلٹ کر نہ آئے گی۔ 4۔ اگر تم ثابت قدم رہے تو کتاب خداوندی اور سیرتِ پیغمبرؐ قائم کر دی جائیں گی۔

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡم

اِنَّ اللّٰهَ بَعَثَ رَسُوۡلًا هَادِيًا بِكِتَابٍ نَاطِقٍ وَ اَمۡرٍ قَائِمٍ ؛	1	بلا شبہ اللہ نے ایک ہدایت کرنے والے رسوؐل کو بولنے والی کتاب اور قائم رہنے والے دین کے ساتھ مبعوث کیا تھا۔
لَا يَهۡلِكُ عَنۡهُ اِلَّا هَالِكٌ ؛	2	کوئی تباہ نہیں ہوگا سوائے اُس تباہ ہونے والے کے جو اُس رسوؐل کے خلاف روش اختیار کرے۔
وَاِنَّ الۡمُبۡتَدَعَاتِ الۡمُشَبَّهَاتِ هُنَّ الۡمُهۡلِكَاتُ اِلَّا مَا حَفِظَ اللّٰهُ مِنۡهَا ؛	3	اور تباہی وہ نئے نئے ایجاد کردہ احکام لاتے ہیں جو حقیقی احکام سے ملتے جلتے بنائے جائیں وہ احکام ہی تباہیاں ہوتے ہیں سوائے اس کے کہ اللہ تحفظ کی راہ نکال دے۔
وَاِنَّ فِىۡ سُلۡطَانِ اللّٰهِ عِصۡمَةً لِاَمۡرِكُمۡ ؛	4	تمہارے دین کی حفاظت اللہ کے بنائے ہوئے سلطاؐن کے ہاتھ میں ہے۔
فَاَعۡطُوۡهُ طَاعَتَكُمۡ غَيۡرَ مُلَوَّمَةٍ وَّلَا مُسۡتَكۡرَهٍ بِهَا ؛	5	چنانچہ اللہ کے سلطاؐن کی تمہیں دل کی گہرائی سے اور نا قابل ملامت اطاعت کرنا چاہئے۔ یعنی کھینچا تانی کی اور بددلی سے کی ہوئی اطاعت، اطاعت نہیں ہوتی ہے۔
وَاللّٰهِ لَتَفۡعَلُنَّ اَوۡ لَيَنۡقُلَنَّ عَنۡكُمۡ سُلۡطَانَ الۡاِسۡلَامِ ؛	6	خدا کی قسم تمہیں ایسی حقیقی اطاعت کرنا پڑے گی ورنہ تم سے ضرور بالضرور اسلامی حکومت منتقل ہو جائے گی۔
ثُمَّ لَا يَنۡقُلُهُ اِلَيۡكُمۡ اَبَدًا حَتّٰى يَاۡرِزَ الۡاَمۡرُ اِلٰى غَيۡرِكُمۡ ؛	7	پھر تا ابد تمہاری طرف منتقل نہ ہوگی یہاں تک کہ حکمرانی تمہارے غیروں میں پیچ و تاب میں مبتلا ہو جائے۔
اِنَّ هٰٓؤُلَآءِ قَدۡ تَمَالَئُوۡا عَلٰى سَخۡطَةِ اِمَارَتِىۡ ؛	8	حقیقت صرف اتنی سی ہے کہ یہ لوگ میری حکومت سے خفا ہونے کی بنا پر گٹھ جوڑ کئے ہوئے ہیں (عثمان کی وجہ سے نہیں)

Presented by Ziaraat.Com

وَسَاَصْبِرُ مَالَمْ اَخَفْ عَلٰی جَمَاعَتِكُمْ ؛	9	اور میں جب تک خود تمہاری جماعت کے کردار سے نہ ڈرنے لگوں برابر صبر سے ان کا مقابلہ کرتا رہوں گا۔
فَاِنَّهُمْ اِنْ تَمَّمُوْا عَلٰی فَيَالَةِ هٰذَا الرَّأْیِ انْقَطَعَ نِظَامُ الْمُسْلِمِيْنَ ؛	10	چنانچہ یقین کرلو کہ اگر ان لوگوں نے اپنی کمزور و باطل اسکیم کو پورا کرلیا تو مسلمانوں کا اسلامی نظام درہم و برہم ہوکر رہ جائے گا۔
وَاِنَّمَا طَلَبُوْا هٰذِهِ الدُّنْيَا حَسَدًا لِّمَنْ اَفَآءَ هَا اللّٰهُ عَلَيْهِ ؛	11	اور اس کے سوا ان کا اور کوئی مقصد نہیں ہے کہ انہوں نے اس شخص سے حسد کی بنا پر دنیا طلبی پر کمر باندھی ہے جسے اللہ نے غلط لوگوں کے تسلط سے نکال کر حکومت وخلافت پلٹا دی ہے۔
فَاَرَادُوْا رَدَّ الْاُمُوْرِ عَلٰی اَدْبَارِهَا ؛	12	چنانچہ ان کا ارادہ یہ ہے کہ حکومت وخلافت کے حالات اور طریقے کو پشت کی طرف گھما کر پھر غلط لوگوں کا طرز حکومت جاری کردیں۔
وَلَكُمْ عَلَيْنَا الْعَمَلُ بِكِتَابِ اللّٰهِ تَعَالٰی وَسِيْرَةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهٖ ؛	13	اور تمہارے لئے ہماری ذمہ داری یہ ہے کہ ہم اللہ تعالیٰ کی کتاب پر اور سیرۃ رسوؐل اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ پر عمل کرائیں۔
وَالْقِيَامُ بِحَقِّهٖ ؛	14	اور یہ کہ اللہ ورسوؐل کے قائم کردہ حقوق کو نافذ کریں۔
وَالنَّعْشُ لِسُنَّتِهٖ ؛	15	اور ان کے طریقے اور سنت کو پھیلائیں۔

تشریحات:

یہاں قارئین یہ نوٹ فرمالیں کہ لفظ ''مَآ اَفَآءَ اللّٰهُ '' جو کچھ اللہ نے غلط قبضے سے نکال کر پلٹایا'' (سورہ حشر 59/6) قرآن کریم کی اصطلاح ہے۔ یہی کچھ فرمایا ہے حضرت علی علیہ السلام نے (خطبہ 2) اَلْاٰنَ اِذْرَجَعَ الْحَقُّ اِلٰی اَهْلِهٖ ''یہی وہ گھڑی ہے کہ حق اپنے اہل کی طرف رجوع ہوگیا ہے۔''

یعنی حضورؐ سے پہلے خلافت پر غلط لوگوں، غاصبوں اور باطل پرستوں کا قبضہ تھا۔ اس حقیقت کو حضرت علی علیہ الصلوۃ والسلام نے طرح طرح سے واضح فرمایا ہے۔

تشریحات الفاظ اور جملوں کی حدود کے اندر رہتے ہوئے:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ہدایت کرنے والا رسوؐل فرمانا، جب کہ ہر رسوؐل ہدایت کے لئے ہی مبعوث ہوتا رہا ہے اور تمام اہل مذاہب رسولؐ کا کام ہدایت کرنا مانتے ہیں، صرف یہ معنی رکھتا ہے کہ قریش کی داخلی پالیسی میں رسوؐل کا کام ہدایت کرنا نہ تھا بلکہ ہدایت کرنا اللہ کا کام سمجھا گیا تھا اور رسوؐل کو صرف وحی وصول کرنے والا اور لوگوں کو وحی سنا دینے والا اور لوگوں کو اچھی اور بری باتیں بتانے والا مانا گیا تھا۔ اس پالیسی کو باطل قرار دینے کے لئے حضرت علی علیہ السلام نے پہلے ہی جملے میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ کو ہدایت کرنے پر قادر اور ہدایت کا مخزن فرمادیا

Presented by Ziaraat.Com

ہے۔ چنانچہ اس کائنات کی ہر مخلوق کا ھادی فرمایا ہے نہ کہ صرف انسانوں کے لئے ہادی۔ لہٰذا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ کو تمام مخلوقات کی ہدایت کا ذمہ دار ماننا قرآن کی رو سے بھی لازم ہے۔ اللہ نے فرمایا ہے کہ:

وَاِنَّکَ لَتَھۡدِیۡۤ اِلٰی صِرَاطٍ مُّسۡتَقِیۡمٍO صِرَاطِ اللّٰہِ الَّذِیۡ لَہٗ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الۡاَرۡضِ اَلَاۤ اِلَی اللّٰہِ تَصِیۡرُ الۡاُمُوۡرُO (42/52-53)

''اور حقیقت یہ ہے کہ تم ہی ضرور بالضرور برقرار رہنے والے راستے کی طرف ہدایت کرتے ہو۔ اُس اللہ کے راستے کی طرف ہدایت کرتے ہو جس کی ملکیت ومخلوق ہیں جو بھی آسمانوں میں ہیں جو زمینوں میں۔ خبردار تمام احکام ومعاملات اللہ ہی کی طرف رجوع کریں گے۔''

اسی پہلے جملے میں ساتھ کے ساتھ یہ بھی فرمایا ہے کہ ہدایت کرنے والے رسوؐل کے ساتھ ایک بولنے والی کتاب بھی بھیجی ہے یاد رکھئے کہ کوئی کتاب نہ بولتی ہے نہ بولنے کی طاقت رکھتی ہے۔ اور ساری امت بھی اور خود حضرت علی علیہ السلام بھی اُس کتاب یعنی قرآن کو صامت یعنی خاموش کتاب مانتے ہیں اور وہ ہے بھی خاموش کتاب ہی۔ پھر قرآن ظاہری طور پر کسی سے بولتا بھی نہیں ہے۔ لہٰذا رسوؐل کے ساتھ آنے والی بولتی ہوئی کتاب وہی ہے جسے قرآن ناطق فرمایا گیا ہے وہ خود حضرت علی علیہ السلام ہی ہیں۔ اور اس پر واقعات بھی شاہد ہیں اور خود قرآن کریم بھی گواہی دیتا ہے کہ حضرت علی علیہ السلام بھی اور کئی ایک دوسری ذوات مقدسہ بھی ایسی موجود تھیں جو مجسمہ قرآن تھیں۔ چنانچہ فرمایا گیا کہ:۔

وَکَذٰلِکَ اَنۡزَلۡنَاۤ اِلَیۡکَ الۡکِتٰبَ فَالَّذِیۡنَ اٰتَیۡنٰھُمُ الۡکِتٰبَ یُؤۡمِنُوۡنَ بِہٖ وَمِنۡ ھٰۤؤُلَآءِ مَنۡ یُّؤۡمِنُ بِہٖ وَمَا یَجۡحَدُ بِاٰیٰتِنَاۤ اِلَّا الۡکٰفِرُوۡنَO وَمَا کُنۡتَ تَتۡلُوۡا مِنۡ قَبۡلِہٖ مِنۡ کِتٰبٍ وَّلَا تَخُطُّہٗ بِیَمِیۡنِکَ اِذًا لَّارۡتَابَ الۡمُبۡطِلُوۡنَO بَلۡ ھُوَ اٰیٰتٌۢ بَیِّنٰتٌ فِیۡ صُدُوۡرِ الَّذِیۡنَ اُوۡتُوا الۡعِلۡمَ وَمَا یَجۡحَدُ بِاٰیٰتِنَاۤ اِلَّا الظّٰلِمُوۡنَO (عنکبوت 49 تا 29/47)

''اور اسی طرح سے تمہاری طرف یہ مکمل کتاب نازل کی گئی ہے اور جن لوگوں کو تمہارے ساتھ ہی یہ مکمل کتاب دی گئی ہے وہ بھی اُس کے نزول پر ایمان رکھتے ہیں اور اُن کی ہی وجہ سے یہ اہل مکہ بھی اسے مانتے ہیں اور یہ نوٹ کرلو کہ ہماری آیات پر پردہ ڈالنے والوں کے علاوہ اور کوئی کج بحثی اور چہ میگوئیاں نہیں کرتا۔ اور تم اس سے پہلے نہ تو قرآن میں سے کچھ پڑھ کر سناتے تھے اور نہ ہی اپنے دہنے ہاتھ سے قرآن میں سے کچھ لکھا کرتے تھے۔ اگر ایسا کیا ہوتا تو آج جھٹلانے والوں نے کہہ دیا ہوتا کہ قرآن اللہ کی طرف سے نہیں خود محمدؐ کا تیار کیا ہوا ہے۔ بلکہ بات یہ ہے کہ قرآن تو آیات بیّنات کی صورت میں اُن لوگوں کے سینوں میں بھی موجود چلا آرہا ہے جن کو روز ازل سے علم دیا ہوا ہے اور پھر نوٹ کرلو کہ ہماری آیات کے سلسلے میں ظالموں کے علاوہ اور کوئی بھی انکار وکج بحثی نہیں کرتا۔'' (29/47-49)

یہاں معلوم ہوا کہ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ پر جو کتاب الفاظ وسطور کی صورت میں نازل ہوئی تھی وہی کتاب محمدؐ علیؑ وفاطمہؑ اور حسنؑ و حسینؑ اور دیگر آئمہ کے سینوں میں بھی محفوظ تھی۔ اور اسی لئے حضرت علی علیہ السلام نے تن تنہا گھر میں بیٹھ کر کوئی مدد لئے بغیر قرآن لکھ کر ثلاثہ اینڈ کمپنی کے سامنے پیش کر دیا تھا اور اُن کے لئے یہ چند روز کا کام تھا۔ لہٰذا یہ چودہ معصومین علیھم السلام اپنی اپنی جگہ سب بولتی ہوئی کتاب یا قرآن ناطق بھی تھے اور خود رسوؐل کی طرح کائنات کے ہادی بھی تھے۔ اور اسی پہلے جملے میں دین اسلام کو قائم رہنے والا دین فرمایا ہے یعنی دین صرف اسی قدر اور اُتنا ہی ہے جو رسوؐل اللہ نے پیش کیا تھا۔ اس کے بعد ثلاثہ اینڈ کمپنی نے جو جو اضافے کئے اور آج تک مجتہدین نے جو کچھ اسلام کہہ کر اُمت کو دیا وہ سب شیطانی اور خود ساختہ مذہب ہے اسلام نہیں ہے۔ (خطبہ 71 جملہ 1)

Presented by Ziaraat.Com

لہٰذا ثابت ہوا کہ جو کوئی رسول اللہ کے عطا کردہ دین کے علاوہ کچھ بھی دین میں شامل کرتا گیا وہ یقیناً دین و دنیا میں ھلاک اور تباہ ہوتا رہا ہے (خطبہ 71، جملہ 2) اور وہ تمام مجتہدانہ بدعات وایجادات اور اسلامی احکام واعمال سے ملتے جلتے احکام واعمال مردود و باطل ہیں اور اُن پر مسلسل عمل کا نتیجہ آج پوری امت کی تباہی و ناکامی و فقیری ہے۔ (خطبہ 71، جملہ 3)

ثلاثہ اینڈ کمپنی کی اور اُن کی جانشین خلافتوں کی بے دینی اور غصب ونہب اسی سے ثابت ہے کہ اُن کے عہد میں اسلام محفوظ نہ رہا بلکہ اس میں سیکڑوں فرقے اور مکاتیب فکر پیدا ہوئے اور دین میں ایسا افتراق وانتشار پیدا ہوا کہ سب کا فر بن کر رہ گئے اور کسی ایک کے پاس بھی حقیقی اسلام نہ رہا (خطبہ 71، جملہ 4)۔ امت کی گمراہی کا بڑا سبب یہ بھی ہوا کہ عہد رسولؐ کے بعد مسلمانوں کی کثرت نے اللہ کے مقرر کردہ سلطان کو نہ اپنا سلطان وراہ نما تسلیم کیا اور نہ اُس کی اطاعت ہی کی (خطبہ 71، جملہ 5)۔ اور جن لوگوں نے اطاعت کا دعویٰ کیا اور بظاہر اطاعت بھی کی انہوں نے دل کی گہرائی سے بلا جبر واکراہ اور نا قابل ملامت اطاعت نہ کی (خطبہ 71، جملہ 5)۔ حقیقی اور اللہ کے مقرر کردہ سلطان کی معیاری اطاعت نہ کرنے ہی سے مسلمانوں کی حکومت بدکردار سیاسی لوگوں کے ہاتھ میں رہتی چلی آئی ہے اور حقیقی اسلام تڑپتا اور بے چین رہتا چلا جا رہا ہے (خطبہ 71، جملے 6۔7) اور اعلانِ ظہور قائمؑ قیامت تک اسلام اور مسلمانوں کو ''فرج'' یعنی چین وراحت نصیب نہ ہوگی گو اُن کے لیڈر حقیقی اسلام نافذ کرنے اور راحت وچین فراہم کرنے کے دعوے اور کوشش کرتے رہیں گے۔ مگر قباحتیں اور بے چینیاں بڑھتی چلی جائیں گی (خطبہ 71، جملہ 7)۔

یہ ایک مسلّمہ حقیقت رہتی چلی گئی ہے کہ قریش نے وہ تمام کوششیں کیں، وہ تمام حربے استعمال کئے۔ وہ تمام چالیں چلیں اور وہ تمام بے ایمانیاں، خیانتیں اور غداریاں کیں جن سے وہ حضرت علی علیہ السلام کی حکومت قائم نہ ہونے دیں۔ لہٰذا عثمان کا قتل بھی ایک بہانہ اور ایک چال اور ایک غداری تھی جس کی آڑ میں وہ حضرت علیؑ سے خلافت چھین لینے کا کاروبار کرتے رہے (خطبہ 71، جملہ 8)۔

آپؑ نے اپنے نام نہاد طرفداروں کے ہجوم کو دیکھ کر حکومت کے مخالفوں سے جنگ کی تاکہ یہ نہ کہا جاسکے کہ انصار کی موجودگی میں قیامِ حق کے لئے کیوں نہ اٹھے؟ مگر اُن طرفداروں کو ہر قدم پر اور ہر موڑ پر اُن کی کمزوریوں پر مطلع کرتے رہے۔ اور یہ حد مقرر کردی کہ جس دن میں تمہاری وفاداری کو عملاً مشکوک سمجھ لوں گا اور مجھے یہ اندیشہ رہنے لگے گا کہ تم بھی غداری کروگے تو میں دشمنان اسلام سے مقابلہ ترک کردوں گا۔ لیکن اللہ نے وہ موقع آنے ہی نہ دیا کہ آپؑ موجود ہوتے اور غدار قسم کے طرفدار بھی ساتھ ہوتے اور آپ دشمن کو آزاد چھوڑ دیتے۔ آپؑ نے تو آخری وقت تک پینسٹھ ہزار (65000) سوار فوج دشمن کی جڑیں اکھیڑنے کے لئے تیار رکھی کہ شہادت واقع ہوگئی اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ (خطبہ 71، جملہ 9)۔ ورنہ آپ ملک شام پر حملہ کرتے اور تمام اہل علم سمجھ سکتے ہیں کہ معاویہ اور قریش کا نام ونشان تک نہ رہتا۔ چنانچہ شہادت کی بنا پر دشمن کامیاب ہوئے اور اسلامی نظام اور دین اسلام درہم برہم ہوکر رہ گیا (خطبہ 71، جملہ 10)۔

یہ بھی ایک قرآنی (نسا 55-4/54) اور تاریخی حقیقت ہے کہ اللہ نے قریش کے مضبوط ترین انتظام کو توڑ پھوڑ کر تین خلفا کے بعد حکومت غلط ہاتھوں سے نکال کر حضرت علیؑ کو عطا کی تھی۔ جب کہ حضورؐ نے حصول حکومت کے لئے نہ کوئی پارٹی بنائی نہ کوئی کوشش ہی کی یعنی واقعی حکومت عطیہ خداوندی تھی اور قریش کے تمام انتظام کو ناکارہ کر کے دی گئی تھی (خطبہ 71، جملہ 11)۔ مگر قریش نے اس حکومت کو اس لئے قبول نہ کیا تھا کہ علیؑ کی حکومت سو فیصد قرآنی اور دینی حکومت تھی اور قریش کا دین سے کوئی تعلق نہ تھا لہٰذا وہ از سر نو لادینی حکومت کے لئے کوشاں تھے اور

Presented by Ziaraat.Com

سابقہ خلفا ایسی حکومت چاہتے تھے (خطبہ 71، جملہ 12)۔ پھر خطبہ کے آخر میں حضورؐ نے کتاب اللہ اور سیرۃ رسوؐل اللہ کے قائم کردہ دین اور انتظام پر متوجہ کیا ہے اور قرآن وسنتِ رسوؐل کے علاوہ تمام قسم کے احکام واعمال کو باطل کر دیا ہے (جملے 13 تا 15)۔

2۔ حضرت علیؑ کو برحق خلیفہ ماننے والوں پر لازم آتا ہے کہ وہ ابوبکر وعمر وعثمان کو غاصب وباغی مانیں۔

اس خطبہ 71 میں ہر جملہ قریشی خلفا وخلافت اور قریشی اسلام کو باطل قرار دیتا ہے مگر جملہ (جملہ 11) تو قریش کی رگ حیات منقطع کر دینے کے لئے کافی ہے اُسے دوبارہ سامنے لائیں اور اُس کے الفاظ پر قرآن کریم کی روشنی میں نظر ڈالیں فرمایا ہے کہ:

وَاِنَّمَا طَلَبُوْا هٰذِهِ الدُّنْيَا حَسَدًا لِّمَنْ اَفَآءَ هَا اللّٰهُ عَلَيْهِ ؛ (جملہ 11)

’’اور اُن کا اس کے سوا اور کوئی مقصد نہیں ہے کہ انہوں نے ایسے شخص سے حسد کی وجہ سے دنیا طلبی پر کمر باندھی ہے جسے اللہ نے غلط لوگوں کے تسلط سے نکال کر حکومت وخلافت پلٹا کر دی ہے۔‘‘

اول۔ لفظ ’’ اَفَآءَ ‘‘ کے معنی پر قرآن دیکھیں اور علامہ مودودی کا ترجمہ وتشریح بھی پڑھیں۔

جملہ 11 کا ہمارا ترجمہ پڑھنے اور اس پر یقین کرنے کے لئے ضروری ہے کہ قرآن کی ایک آیت اور مودودی ترجمہ وتشریح دیکھی جائے اللہ نے فرمایا ہے کہ: مَآ اَفَآءَ اللّٰهُ عَلٰى رَسُوْلِهٖ مِنْ اَهْلِ الْقُرٰى ۔ الخ (الحشر 59/7)

مودودی ترجمہ: جو کچھ بھی اللہ ان بستیوں کے لوگوں سے اپنے رسوؐل کی طرف پلٹا دے۔‘‘ (تفہیم القرآن جلد 5 صفحہ 389)

مودودی کی قابل غور تشریح: اس جگہ قابل غور بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مَآ اَفَآءَ اللّٰهُ عَلٰى رَسُوْلِهٖ مِنْهُمْ (جو کچھ پلٹا دیا اُن سے اللہ نے اپنے رسوؐل کی طرف) کے الفاظ استعمال کئے ہیں۔ ان الفاظ سے خود بخود یہ معنی نکلتے ہیں کہ یہ زمین اور وہ ساری چیزیں جو یہاں پائی جاتی ہیں، دراصل اُن لوگوں کا حق نہیں ہیں جو اللہ جل شانہ کے باغی ہیں۔ وہ اگر اُن پر قابض ومتصرف ہیں تو یہ حقیقت میں اس طرح کا قبضہ وتصرف ہے جیسے کوئی خائن ملازم اپنے آقا کا مال دبا بیٹھے ان تمام اموال کا اصل حق یہ ہے کہ یہ اُن کے حقیقی مالک اللہ رب العالمین کی اطاعت میں اُس کی مرضی کے مطابق استعمال کئے جائیں۔ اور اُن کا یہ استعمال صرف مومنین صالحین ہی کر سکتے ہیں۔ اس لئے جو اموال بھی ایک جائز وبرحق جنگ کے نتیجہ میں کفار کے قبضہ سے نکل کر اہل ایمان کے قبضے میں آئیں ان کی حقیقی حیثیت یہ ہے کہ اُن کا مالک انہیں اپنے خائن ملازموں کے قبضے سے نکال کر اپنے فرمانبردار ملازموں کی طرف پلٹا لایا ہے‘‘۔ (تفہیم القرآن جلد 5 صفحہ 388-389 تشریح نمبر 11)

دوم۔ حضرت علیؑ نے ابوبکر وعمر وعثمان کو غاصب وخائن وغدار ثابت کر دیا۔

جملہ نمبر 11 کو اور ہمارے ترجمہ کو سمجھنے میں اب کوئی دقت یا الجھن نہیں ہوسکتی ہے۔ حضرت علیؑ نے الفاظ اَفَآءَ هَا اللّٰهُ ۔ فرما کر قریش قریشی مذہب اور قریشی خلفاء کی رگ حیات کاٹ دی ہے۔

Presented by Ziaraat.Com

مفتی جعفر حسین: خطبہ نمبر: 170

علی نقی طہرانی: خطبہ نمبر: 171

خُطبہ ﴿72﴾

1۔حکومت وخلافت کے لالچی ہونے کا جواب دیا ہے۔2۔اپنا حق طلب کرنے والا لالچی نہیں ہوتا۔3۔قریش نے حضرت علیؑ کو خلافت خداوندی سے محروم کیا تھا۔ 4۔قریش کے مقابلے کے لئے اللہ سے مدد طلب کرنا۔5۔طلحہ وزبیر زوجہ رسولؐ کو نمائش کے لئے میدانوں جنگلوں اور شہروں میں لئے پھرے اور اپنی ازواج کو پردے میں رکھا۔6۔علیؑ کی بیعت کرنے والے ہی جنگ جمل میں علیؑ کے مقابلے پر آئے تھے۔7۔عائشہ طلحہ وزبیر نے ہزاروں بے قصور مسلمانوں کو قتل کیا لوٹ مار مچائی، ڈاڑھی کے بال نوچنا کیسے جائز ہوا؟8۔عائشہ طلحہ اور زبیر اور ان کے لشکر کا ہر آدمی واجب القتل تھا۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡم

اَلۡحَمۡدُلِلّٰہِ الَّذِیۡ لَا تُوَارِیۡ عَنۡهُ سَمَآءٌ سَمَآءً ؛	1	ہر قسم کی حمد وثنا اس اللہ کیلئے ہے جس سے نہ ایک آسمان دوسرے آسمانوں کو چھپا سکتا ہے۔
وَلَا اَرۡضٌ اَرۡضًا ؛	2	اور نہ ہی ایک زمین دوسری زمینوں کو چھپا سکتی ہے۔
وَقَدۡ قَالَ لِیۡ قَائِلٌ ؛	3	اور ایک کہنے والے نے مجھ سے کہا کہ:
اِنَّکَ عَلٰی هٰذَا الۡاَمۡرِ یَاابۡنَ اَبِیۡطَالِبٍ لَحَرِیۡصٌ؛	4	اے علیؑ بن ابی طالبؑ تم تو اس خلافت وحکومت کے معاملے میں بڑے ہی لالچی ہو۔
فَقُلۡتُ : بَلۡ اَنۡتُمۡ وَاللّٰهِ لَاَحۡرَصُ وَاَبۡعَدُ ؛	5	چنانچہ اس کے جواب میں میں نے کہا کہ:۔میں لالچی نہیں بلکہ تم سب کے سب بہت بڑھ چڑھ کر لالچی بھی ہو اور خلافت وحکومت کے حق سے بہت زیادہ بعید بھی ہو۔
وَاَنَا اَخَصُّ وَاَقۡرَبُ ؛	6	اور میں اس کے لئے سب سے زیادہ مخصوص بھی ہوں اور میرا حق بھی قریب ترین ہے۔
وَاِنَّمَا طَلَبۡتُ حَقًّا لِّیۡ وَاَنۡتُمۡ تَحُوۡلُوۡنَ بَیۡنِیۡ وَبَیۡنَهٗ ؛	7	اور حقیقت اس کے علاوہ اور کوئی ہے بھی نہیں کہ میں تو تم سے اپنا مقرر شدہ حق طلب کرتا ہوں اور تم میرے اور میرے حق کے درمیان حائل ہو جاتے ہو۔
وَتَضۡرِبُوۡنَ وَجۡهِیۡ دُوۡنَهٗ ؛	8	اور تم اپنی کوششوں سے مجھے خلافت وحکومت سے ہٹاتے اور ٹرخاتے آرہے ہو۔

Presented by Ziaraat.Com

فَلَمَّا قَرَعْتُهُ بِالْحُجَّةِ فِى الْمَلاءِ الْحَاضِرِيْنَ هَبَّ كَاَنَّهٗ بُهِتَ لَايَدْرِىْ مَايُجِيْبُنِىْ بِهٖ ؛	9	اور جب میں نے محفل میں موجود مُلّاؤں کے روبرو دلائل و براہین سے کھٹکھٹایا تو گھوم کررہ گیا جیسا کہ وہ مبہوت ہوکر چکرا گیا ہوا سے میرے دلائل پر کوئی درایتی جواب نہ سوجھ رہا تھا۔
اَللّٰهُمَّ اِنِّىْ اَسْتَعْدِيْكَ عَلٰى قُرَيْشٍ وَمَنْ اَعَانَهُمْ ؛	10	اے اللہ تو قریش کے اوران کے معاونین اور ہم مسلک لوگوں کے مقابلے میں میری مدد کے لئے اپنا بازو بڑھادے۔
فَاِنَّهُمْ قَطَعُوْا رَحِمِىْ ؛	11	اس لئے کہ ان سب نے میری نسل کو منقطع کرنے کی پالیسی اختیار کی ہوئی ہے" (بقرۃ2/205)۔
وَصَغَّرُوْا عَظِيْمَ مَنْزِلَتِىْ ؛	12	اوران سب نے میری عظیم ترین منزلت اور مدارج کو گھٹا کر پیش کیا ہے۔
وَاَجْمَعُوْا عَلٰى مُنَازَعَتِىْ اَمْرًا هُوَلِىْ ؛	13	اور حکومت وخلافت وسربراہی کو جو میرے لئے مقرر ہے مجھ سے جدا رکھنے پر ان سب نے اجماع وگٹھ جوڑ کرلیا ہے۔
ثُمَّ قَالُوْا : اَلَا اِنَّ فِى الْحَقِّ اَنْ تَأْخُذَهٗ وَفِى الْحَقِّ اَنْ تَتْرُكَهٗ،	14	پھر زچ ہوکر وہ یہ بھی کہہ دیتے ہیں کہ یہ بھی حق بات ہے کہ تم حکومت وخلافت کو لے لو اور یہ بھی صحیح ہے کہ ہمارے اجماع کا خیال کرکے اسے ہمارے پاس چھوڑ دو۔
فِىْ ذِكْرِ اَصْحَابِ الْجَمَلِ ؛		علیؑ نے طلحہ وزبیر اور جنگِ جمل کا ذکر فرمایا گیا ہے۔
فَخَرَجُوْا يَجُرُّوْنَ حُرْمَةَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ كَمَا تُجَرُّ الْاَمَةُ عِنْدَ شِرَائِهَا ؛	15	طلحہ وزبیر جنگی تیاری کے لئے نکلے تو اس طرح کہ رسولؐ اللہ کی زوجہ عائشہ کو ٹہلاتے اور اُس کی اس طرح کی نمائش کرتے پھرے جیسے بردہ فروش کنیزوں کو فروخت کرنے کے لئے دکھاتے پھرا کرتے ہیں۔
مُتَوَجِّهِيْنَ بِهَا اِلَى الْبَصْرَةِ؛	16	عائشہ کی معیت اور تائید کے زیر سایہ بصرہ شہر میں پہنچے۔
فَحَبَسَا نِسَآءَ هُمَا فِىْ بُيُوْتِهِمَا وَاَبْرَزَا حَبِيْسَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهٖ لَهُمَا وَلِغَيْرِهِمَا فِىْ جَيْشٍ مَّامِنْهُمْ رَجُلٌ اِلَّا وَقَدْ اَعْطَانِىَ الطَّاعَةَ ؛	17	ان دونوں نے اپنی ازواج کو نہایت احترام سے اپنے گھروں میں رکھا ہوا ہے مگر رسولؐ اللہ کی زوجہ کو ان کے گھر سے بے پردہ مجمع عام میں لے آئے تاکہ خود بھی اُس کے دیدار سے لطف اندوز ہوں اور اپنے علاوہ دوسرے لوگوں کو بھی محظوظ کریں جو اُن کے ایسے لشکر میں شامل تھے جن میں کا ہر فوجی ایسا تھا جس نے میری اطاعت کا عہد کرکے میری فرمان برداری اختیار کررکھی تھی۔
وَسَمَحَ لِىْ بِالْبَيْعَةِ طَائِعًا غَيْرَ مُكْرَهٍ ؛	18	اور بلا کسی ناگواری کے خوشی خوشی میری بیعت کررکھی تھی۔ یعنی ایسے فرمانبردار لوگوں کو عائشہ کی زیارت کراکے مجھ سے باغی کیا گیا تھا۔

Presented by Ziaraat.Com

فَقَدِمُوا عَلٰى عَامِلِىْ بِهَا وَخُزَّانِ بَيْتِ مَالِ الْمُسْلِمِينَ وَغَيْرِهِمْ مِنْ اَهْلِهَا ؛	19	چنانچہ طلحہ وزبیراور عائشہ نے بصرے میں میرے گورنر پراور مسلمانوں کے خزانہ پر مقرر پہرہ داروں پراوردوسرے متعلقین پر دھاوابول دیا۔
فَقَتَلُوْا طَائِفَةً صَبْرًا ؛	20	چنانچہ ایک گروہ کو بے خبری میں بلاقصوراور غیر مسلح حالت میں قتل کیا۔
وَطَائِفَةً غَدْرًا ؛	21	اورایک گروہ کوصلح کرلینے کے بعدفریب سے شب خون مارکرقتل کردیا۔
فَوَاللّٰهِ لَوْلَمْ يُصِيبُوْا مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ اِلَّا رَجُلًا وَاحِدًا مُّعْتَمِدِيْنَ لِقَتْلِهٖ بِلَا جُرْمٍ جَرَّهٗ لَحَلَّ لِىْ قَتْلُ ذٰلِكَ الْجَيْشِ كُلِّهٖ ؛	22	چنانچہ اگرانہوں نے مسلمانوں کا یہ قتل عام نہ بھی کیا ہوتا اوران میں سے صرف ایک شخص کو بلا جرم وخطا سمجھ بوجھ کرقتل کردیا ہوتا تو ان کا یہ قتل کرنا میرے لئے جائز کردیتا کہ میں عائشہ،طلحہ اورزبیر سمیت اس سارے لشکرکو تہہ تیغ کردوں اس لئے کہ:
اِذْ حَضَرُوْهُ فَلَمْ يُنْكِرُوْا وَلَمْ يَدْفَعُوْا عَنْهُ بِلِسَانٍ وَّلَا بِيَدٍ ؛	23	وہ سب اس قتل کے وقت حاضر تھےمگرانہوں نے قتل ناحق سے نہ انکارکیااور نہ انہوں نے خونِ ناحق کا زبان سے دفاع کیااورنہ ہاتھوں کی قدرت سے روکااس لئے وہ سب واجب القتل تھے۔
دَعْ مَا اَنَّهُمْ قَدْ قَتَلُوْا مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ مِثْلَ الْعِدَّةِ الَّتِىْ دَخَلُوْا بِهَا عَلَيْهِمْ ؛	24	چہ جائیکہ انہوں نے خود اپنی فوج کی کل تعداد سے بھی زیادہ بے قصور مسلمانوں کوجانتے بوجھتےقتل کرڈالا۔

تشریحات:

قارئین کوسب سے پہلے یہاں تو یہ نوٹ کرنا ہے کہ وہ تمام لوگ بھی واجب القتل ہوتے ہیں جوکسی بے گناہ کوقتل ہوتا دیکھیں اورروک تھام نہ کریں۔پھر یہ کہ قریش زدہ علماء نے اس خطبہ کا موقع شوریٰ کے دوران تجویز کردیا ہے حالانکہ یہ جنگ جمل سے پہلے بصرہ پر عائشہ اینڈ کمپنی کے حملے کے بعد دیا گیا ہے۔رہ گیااس میں خلافت کی بابت تذکرہ، وہ تو اسکیم کا بیان ہے جو پہلے ابوسفیان نے اور بعد میں ابوبکروعمراور قریش نے تیارکر کے اپنی قوم میں دعوت ذوی العشیر ہ کے بعد خلافت قائم کرلی تھی جوقریش کوحضرت علیؑ کے خلاف تیارکرتی تھی اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ کے بیانات اورقرآنی آیات کی تاویل وتحریف کے بعد حضرت علیؑ کی نصّی خلافت کوقومی حکومت میں تبدیل کرنے کے لئے طرح طرح سے پیش کرتی تھی اورعوام کارخ حضرت علیؑ کی حکومت سے موڑتی رہتی تھی۔اورحضرت علی علیہ السلام پرلالچی ہونے کا جرم عائد کرتی تھی مطلب یہ تھا کہ تم قوم کی عام حکومت کے بجائے اپنا ذاتی اقتدار چاہتے ہواورقوم کے ساتھ برابر کا اقتدارنہیں چاہتے۔اکثراُن کے ملّا اور علما حضورؐ سے بحث کرتے اورمُنہ کی کھاتے چلے آتے تھے۔یہ بھی یادرکھیں کہ لفظ ''اَلْـمَلَاءُ'' علی علیہ السلام کی اورقرآن کی زبان میں جماعت مشاورت والے ملاؤں اورعلما کے لئے آیا ہے جوکافروں کی حکومت میں ہوا کرتی تھی۔(سورہ اعراف 7/109،7/127،سورہ یوسف 12/43 فتویٰ مانگا ہے،سورہ مومنون 23/46،سورہ شعراء26/34،سورہ نمل27/29)وغیرہ

Presented by Ziaraat.Com

اللہ کے علم وتسلط کی ہمہ گیری:

حضور علیہ السلام نے اللہ کی ہمہ گیر قدرت وتسلط اور علم کو واضح کرتے ہوئے جہاں یہ بتایا ہے کہ اللہ کی نظر سے کوئی آسمان وزمین اور اُن کے اندر کی مخلوقات اوجھل نہیں ہوسکتیں (خطبہ 72، جملہ 1 تا 2s) وہیں آسمانوں اور زمینوں کی تخلیق اور انتظام کے حُسن کو بھی واضح فرمادیا ہے۔ یعنی وہ اس طرح ترتیب دیئے گئے ہیں کہ آپس میں ایک دوسرے کی راہ میں حارج اور رکاوٹ نہیں بنتے۔ ساتھ قرآن کے بیان کی تصدیق بھی فرمادی ہے۔ یعنی اس نظام شمسی میں زمین صرف ایک نہیں ہے بلکہ سات آسمانوں کی طرح اُن سے متعلق زمینیں بھی اُن ہی کی مثل ہیں یعنی اگر آسمان سات عدد ہیں تو زمینیں بھی سات شمار کریں (سورہ طلاق 65/12)۔

قارئین نوٹ کریں کہ قدیم عربی میں عدد سات (7) اور ستر (70) لاتعداد کے لئے بھی استعمال ہوتے تھے۔ یعنی اللہ نے لاتعداد آسمان بنائے ہیں اور اُن ہی کی مانند لاتعداد زمینیں بھی بنائی ہیں (65/12)۔ اور اللہ کے سامنے وہ سب اپنی تفصیلات کے ساتھ ہر لحہ موجود رہتی ہیں۔ اور اللہ نے رحمۃً للعالمین اور نذیر للعالمین کو بھی اُس قدرت واختیار کے ساتھ پیدا کیا تھا کہ وہ بیک نظر سارے عالمین کو دیکھ سکیں ساری مخلوقات کی ہدایت کرسکیں۔ لہٰذا اللہ کے لئے یہ کہنا کہ ساری کائنات اس کے روبرو حاضر یا مستحضر ہے چھوٹی سی بات ہے اس چھوٹی سی بات سے اللہ کی متعلقہ صفات کا احاطہ نہیں ہوسکتا یعنی ہمارے الفاظ میں وہ گنجائش ہی نہیں ہے کہ ہم الفاظ سے اللہ کی کسی صفت کو بیان کرسکیں یا سمجھ سکیں۔ اللہ کی ذات وصفات کو وہی مقدس حضرات بیان کرسکتے تھے جو اللہ کے خاص نور سے پیدا کئے گئے اور اللہ کو سمجھنے کے لئے کروڑوں اربوں سال قربتِ خداوندی سے فیض یاب ہوئے۔ اُن پر انوار خداوندی کی بارشیں ہوتی رہی تھیں جنہیں اللہ نے تخلیق کائنات کا سامان بنایا جن کو تخلیق کائنات پر حاضر رکھا جنہیں مخلوق کی ہدایت سونپی، جنہیں اپنے علوم واسرار کا مرکز وخزانہ بنایا اور پوری کائنات اور کائناتی مخلوق کو اُن کا مطیع بنایا اور انہیں سونپ دیا۔ چنانچہ حضرت علی علیہ السلام نے اپنے خطبات وبیانات میں اللہ کی ذات وصفات کو اور اس کائنات کی تفصیلات کو آنکھوں دیکھے یقین اور دل نشین الفاظ میں اس طرح پیش کیا کہ آنکھوں کے سامنے نظارے پر نظارے پھرتے چلے جاتے ہیں۔ اُن ہی حضرت علیہ السلام نے جو کچھ بیان فرمایا تھا وہ تو ہماری حدیث کی کتابوں میں موجود ہے ہی مگر اُس کے علاوہ بھی حضورؑ نے دعوت عام دی تھی کہ:

> ''مجھے اپنے ہاتھوں سے گنوا دینے سے پہلے پہلے زمینوں اور آسمانوں کے متعلق جو کچھ بھی پوچھنا چاہو دریافت کرلو اور میں زمینوں کے مقابلے میں آسمانوں کے راستوں اور طبقات سے زیادہ واقف ہوں۔''

2۔ قریش نے اپنی حکومت قائم کرنے کی تگ ودو اور لالچ میں ایک دفعہ ساری نوع انسان کو علوم خداوندی سے محروم کرنے میں بڑی سنگدلی برتی۔

قریش نے خود کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ کے برابر لانے کے لئے قرآن کریم کے اُن تمام الفاظ وآیات کے معنی تبدیل کئے جو عظمت محمد وآل محمد صلوٰۃ اللہ علیھم کی حدود فراموشیاں بیان کرتے تھے (فرقان 25/30) (سورہ انعام 6/66) پھر ان تمام احادیث معصومینؑ کے بیان کرنے پر پابندیاں لگائیں جو محمدؐ وآل محمدؐ کو اس پوری کائنات کا نگران، ہادی اور پرورش کرنے والا ظاہر کرتی تھیں۔ بیان کرنے والوں کو سزائیں دیں، کوڑوں سے پٹوایا اور سزائے موت تک سے تکلف نہ کیا (بخاری) ساتھ ہی آل محمدؐ کو بدنام کرنے کی، دشمنِ اسلام ثابت کرنے کی ایسی کامیاب کوشش اور پروپیگنڈا کیا کہ ایک صدی تک علیؑ اور خاندان رسولؐ پر نام بنام ہر جمعہ کو ہر مسجد میں ہر منبر سے لعنت ہوتی رہی۔ یعنی قریشی

Presented by Ziaraat.Com

پالیسی اور حکومتوں نے یقین کرلیا کہ اب مسلمان پبلک علیؑ اور خاندان مرتضویؑ سے کوئی دینی تعلق نہ رکھے گی اور وہ دروازہ بالکل بند رہے گا جس میں سے قرآن اور حدیث کا وہ مواد باہر آسکے گا جس میں محمدؐ و علی و جانشینان علی علیہم السلام کی خدائی پوزیشن نکلتی ہے۔ لیکن اس انتظام کے باوجود وہ مواد باہر نکلتا رہا اور قریشی کوششوں کو مسمار کرتا رہا جس سے وہی حضرات جن پر لعنت کرائی جاتی رہی تھی۔ اُمت کے لئے مسجود قرار پاگئے اُن کے پیروں میں روندے جانے والی مٹی حصولِ برکت کا سبب بن گئی (بخاری) اور اللہ کے بعد ان کی عظمت و بزرگی مسلم ہوگئی اور قریش اور قریشی پالیسیاں مردود و ملعون ہوکر رہ گئیں۔ ان کی عرش بدوش احادیث اربوں کی تعداد میں پھیل گئیں اور حافظان احادیث نے انہیں دل و جان سے حفظ کیا زبانی بیان کیا اور عظمت محمدؐ و آل محمدؐ صلوٰۃ اللہ علیہم اللہ کی ذات گرامی تک جا پہنچی۔ یہ دوسری بات ہے کہ قریشی خلفاء اور حکمرانوں کے خوف سے محدثین لاکھوں احادیث کو کتابوں میں نہ لکھ سکے چنانچہ تنہا محمدِ اسماعیل بخاری سات لاکھ حدیثیں نہ لکھ سکے۔ اور جس کسی نے اُن احادیث میں سے کچھ لکھ دیا تو حکومت کے حکم سے اُن احادیث کو غلط کہا گیا۔ جھوٹ قرار دیا گیا۔ یوں یہ امت علوم خداوندی سے محروم کردی گئی ہے۔ اور قریشی مذہب کے ریکارڈ میں قریش کے خودساختہ بیانات کا اتنا بڑا انبار اور ڈھیر ہے کہ اس میں حقیقی احادیث اور تفسیر کو تلاش کرنا علما کے قابو سے بھی باہر ہے۔ بہرحال ہم یہاں نمونہ کے طور پر قرآن کی ایک آیت اور اس آیت کی تفسیر پر علامہ مودودی کا بیان لکھتے ہیں جس سے ہمارے مندرجہ بالا بیان پر روشنی پڑے گی اور اہل نظر کو قریش کی کوشش اور امت کی علمی محرومی اور محمدؐ و آل محمدؐ کی عظمت نظر آسکے گی۔

3۔ اللہ و محمدؐ اور کائنات کے علوم کی عظمت اور قریشی منصوبہ سازی سے محرومیٔ امت۔

قرآن کریم کی آیت اور مودودی کے ترجمہ اور تشریح کے ذریعہ سے آج مسلمانوں کی کائناتی علوم سے محرومی اور ان کی حالت کو سمجھئے: اللہ نے فرمایا تھا کہ:

اَللّٰهُ الَّذِیْ خَلَقَ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ وَّمِنَ الْاَرْضِ مِثْلَهُنَّ یَتَنَزَّلُ الْاَمْرُ بَیْنَهُنَّ لِتَعْلَمُوْۤا اَنَّ اللّٰهَ عَلٰی كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ وَّاَنَّ اللّٰهَ قَدْ اَحَاطَ بِكُلِّ شَیْءٍ عِلْمًا O (سورہ الطلاق 65/12)

مودودی ترجمہ: ''اللہ وہ ہے جس نے سات آسمان بنائے اور زمین کی قسم سے بھی انہی کی مانند۔ اُن کے درمیان حکم نازل ہوتا رہتا ہے۔ (یہ بات تمہیں اس لئے بتائی جارہی ہے) تاکہ تم جان لو کہ اللہ ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے اور یہ کہ اللہ کا علم ہر چیز پر محیط ہے۔''

(تفہیم القرآن جلد 5 صفحہ 581-582)

قریشی منصوبے کی تائید میں مودودی کی خیانت

پہلی خیانت تو یہی ہے کہ مودودی نے ترجمہ میں ایک عدد بریکٹ لگا دیا ہے کہ وہ اِس آیت میں آئے ہوئے حصولِ علم کے پہلو کو اندھے ایمان کے پہلو سے بدل دیں۔ چنانچہ انہوں نے آیت کے نزول کے مقصد کو اُلٹ دینے کے لئے ترجمہ غلط کردیا۔ آیت کا مقصد یہ بتایا گیا ہے کہ:۔

لِتَعْلَمُوْۤا اَنَّ اللّٰهَ عَلٰی كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ وَّاَنَّ اللّٰهَ...الخ

''تاکہ تم اِس کا علم حاصل کرو کہ اللہ یقیناً ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے اور یہ کہ یقیناً اللہ اپنے علم کی قوت سے ہر چیز پر احاطہ کئے ہوئے ہے''۔

اور ظاہر ہے کہ علم وقدرتِ خداوندی اور علوم کائنات پر علم و یقین کی فراہمی کا ذریعہ پہلے نمبر پر خود محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ تھے اور دوسرے نمبر پر قیامت تک آنے والے انسانوں کو علم کی فراہمی اُسی شخص کی اور اس کے انتظام کی ذمہ داری تھی جو کائنات و سماوات کے متعلق ہر سوال کا جواب دینے اور سوال کرنے کی دعوت دیتا تھا (اس پر ہزاروں سلام ہوں) اور قریش نہیں چاہتے تھے کہ علیؑ و اولادِ علیؑ سے امت مربوط رہے۔ لہٰذا ضروری

Presented by Ziaraat.Com

ہو گیا تھا کہ قرآن کے کلیدی الفاظ کے معنی اور مفاہیم کا رخ بدلا جائے۔ چنانچہ مودودی نے اپنے غلط ترجمہ سے مفہوم ومقصد یہ بنا دیا''تا کہ تم بلا علم یہ مان لو کہ اللہ ہر چیز پر قادر ہے اور ہر چیز پر علمی احاطہ بھی رکھتا ہے۔''اس ترجمہ میں لفظ''جان لو''رکھنے سے بھی علامہ کامیاب نہیں ہوتے۔ جاننا اور بات ہے اور ماننا اور بات ہے۔ چنانچہ قریشی خلافتوں کی چودہ سو سالہ کوشش ومحنت کا نتیجہ آج آپ کے سامنے ہے کہ ساری امت اللہ اور کائنات کے متعلق ایک اندھا بے دلیل وبرھان ایمان تو رکھتی ہے مگر لِتَعۡلَمُوٓا کا خانہ خالی ہے اور آج کل وہ کافروں، بے دینوں، اور ہندوؤں اور یہود و نصاریٰ کے حضور میں بھیک مانگ رہی ہے اور دنیا کی ساری اقوام سے علم ویقین وعزت واقتدار میں پیچھے ہے۔

مودودی کی تفسیر وتشریحات پڑھیے:

مودودی صاحب اپنی تشریح نمبر 23 میں آپ کو بتاتے ہیں کہ:۔

''۲۳''اُن ہی کی مانند''کا مطلب یہ نہیں ہے کہ جتنے آسمان بنائے ہیں اتنی ہی زمینیں بھی بنائیں، بلکہ مطلب یہ ہے کہ جیسے متعدد آسمان اُس نے بنائے ہیں ویسی ہی متعدد زمینیں بھی بنائی ہیں۔اور''زمین کی قسم سے''کا مطلب یہ ہے کہ جس طرح یہ زمین جس پر انسان رہتے ہیں، اپنی موجودات کے لئے فرش اور گہوارہ بنی ہوئی ہے اُسی طرح اللہ نے کائنات میں اور زمینیں بھی تیار کر رکھی ہیں جو اپنی آبادیوں کے لئے فرش اور گہوارہ ہیں۔ بلکہ بعض مقامات پر تو قرآن میں یہ اشارہ بھی کر دیا گیا ہے کہ جاندار مخلوقات صرف زمین ہی پر نہیں ہیں، عالم بالا میں بھی پائی جاتی ہیں۔ بالفاظ دیگر آسمان میں یہ جو بے شمار تارے اور سیارے نظر آتے ہیں، یہ سب ڈھنڈار پڑے ہوئے نہیں ہیں بلکہ زمین کی طرح ان میں بھی بکثرت ایسے ہیں جن میں دنیائیں آباد ہیں۔(یہاں مولانا کے پاس ان کے ریکارڈ میں کوئی حدیث موجود ہوتی تو اس کا حوالہ دیتے۔ یہ جو کچھ انہوں نے لکھ دیا ہے یا تو آئمہ معصومین علیہم السلام کی احادیث سے چوری کر کے لکھا ہے یا کفار کی تحقیقات سے استفادہ کیا ہے۔احسنؔ)

مسلسل لکھتے ہیں کہ:

''قدیم مفسرین میں سے صرف ابن عباسؓ ایک ایسے مفسر ہیں جنہوں نے اُس دَور میں حقیقت کو بیان کیا تھا۔(وہ اس لئے کہ عبداللہ حضرت علی علیہ السلام کی خوشہ چینی کرنے میں مشہور ہیں۔احسن) جب آدمی اس کا تصور تک کرنے کے لئے تیار نہ تھا کہ کائنات میں اس زمین کے سوا کہیں اور بھی ذی عقل مخلوق بستی ہے۔ آج اس زمانے کے سائنس دانوں تک کو اس کے امر واقعہ ہونے میں شک ہے۔ کجا کہ چودہ سو برس پہلے کے لوگ (اور وہ بھی قریش کے بہکائے ہوئے لوگ۔احسنؔ) اسے بآسانی باور کر سکتے۔ اسی لئے ابن عباس رضی اللہ عنہ عام لوگوں کے سامنے یہ بات کہتے ہوئے ڈرتے تھے۔ کہ کہیں اس سے لوگوں کے ایمان متزلزل نہ ہو جائیں چنانچہ مجاہد کہتے ہیں کہ ان سے جب اس آیت کا مطلب پوچھا گیا تو انہوں نے فرمایا: ''اگر میں اس کی تفسیر تم لوگوں سے بیان کروں تو تم کافر ہو جاؤ گے۔ اور تمہارا کفر یہ ہوگا کہ تم اُسے جھٹلاؤ گے۔'' قریب قریب یہی بات سعید بن جُبیر سے بھی منقول ہے کہ ابن عباس نے فرمایا کہ ''کیا بھروسہ کیا جا سکتا ہے کہ اگر میں تمہیں اس کا مطلب بتاؤں تو تم کافر نہ ہو جاؤ گے۔''(ابن جریر۔ عبد بن حمید) تاہم ابن جریر، ابن ابی حاتم اور حاکم نے، اور شعب الایمان اور کتاب الاسماء والصفات میں بیہقی نے ابوالضحیٰ کے واسطے سے باختلاف الفاظ ابن عباس کی یہ تفسیر نقل کی ہے کہ:۔فِیۡ کُلِّ اَرۡضٍ نَبِیٌّ کَنَبِیِّکُمۡ وَ آدَمُ کَآدَمَ وَ نُوۡحٌ کَنُوۡحٍ وَاِبۡرَاھِیۡمُ کَاِبۡرَاھِیۡمَ وَعِیۡسٰی کَعِیۡسٰی.''ان میں سے ہر

Presented by Ziaraat.Com

زمین میں نبیؑ ہے تمہارے نبیؐ جیسا اور آدم ہے تمہارے آدمؑ جیسا اور نوح ہے تمہارے نوحؑ جیسا اور ابراہیم ہے تمہارے ابراہیمؑ جیسا اور عیسیٰؑ تمہارے عیسیٰؑ جیسا'' اس روایت کو ابن حجرؒ نے فتح الباری میں اور ابن کثیر نے اپنی تفسیر میں بھی نقل کیا ہے۔ اور امام ذہبی نے کہا ہے کہ اس کی سند صحیح ہے۔ البتہ میرے علم میں ابوالضحٰی کے سوا کسی نے اِسے روایت نہیں کیا ہے۔ اس لئے یہ بالکل شاذ روایت ہے۔ بعض دوسرے علما نے اِسے کذب اور موضوع قرار دیا ہے۔ اور ملا علی قاری نے اس کو موضوعات کبیر (صفحہ 19) میں موضوع کہتے ہوئے لکھا ہے کہ:

''اگر یہ ابن عباس ہی کی روایت ہے تب بھی اسرائیلیات میں سے ہے۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ اِسے رد کرنے کی اصل وجہ لوگوں کا اُسے بعید از عقل و فہم سمجھنا ہے، ورنہ بجائے خود اس میں کوئی بات بھی خلافِ عقل نہیں ہے۔ چنانچہ علامہ آلوسی اپنی تفسیر میں اس پر بحث کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''اس کو صحیح ماننے میں نہ عقلاً کوئی چیز مانع ہے نہ شرعاً۔ مراد یہ ہے کہ ہر زمین میں ایک مخلوق ہے جو ایک اصل کی طرف اُسی طرح راجع ہوتی ہے جس طرح بنی آدم ہماری اس زمین آدم علیہ السلام کی طرف راجع ہوتے ہیں۔ اور ہر زمین میں ایسے افراد پائے جاتے ہیں جو اپنے ہاں دوسروں کی بہ نسبت اسی طرح ممتاز ہیں جس طرح ہمارے ہاں نوح اور ابراہیم علیہما السلام ممتاز ہیں۔''

آگے چل کر علامہ موصوف کہتے ہیں کہ:

''ممکن ہے کہ زمینیں سات سے زیادہ ہوں اور اسی طرح آسمان بھی صرف سات ہی نہ ہوں۔ سات کے عدد پر جو عدد تام ہے، اکتفا کرنا اس بات کو مستلزم نہیں کرتا کہ اس سے زائد کی نفی ہو۔'' پھر بعض احادیث میں ایک ایک آسمان کی درمیانی مسافت جو پانچ پانچ سو برس بیان کی گئی ہے اس کے متعلق علامہ موصوف کہتے ہیں کہ **هُوَ مِنْ بَابِ التَّقْرِيبِ الْإِفْهَامِ** یعنی اس سے مُراد ٹھیک ٹھیک مسافت کی پیمائش بیان کرنا نہیں ہے'' بلکہ مقصود بات کو اس طرح بیان کرنا ہے کہ وہ لوگوں کی سمجھ سے قریب تر ہو۔''

''یہ بات قابل ذکر ہے کہ حال میں امریکہ کے رانڈ کارپوریشن (Rand Corporation) نے فلکی مشاہدات سے اندازہ لگایا ہے کہ زمین جس کہکشاں (Galaxy) میں واقع ہے صرف اُسی کے اندر تقریباً ساٹھ (60) کروڑ ایسے سیارے پائے جاتے ہیں جن کے طبعی حالات ہماری زمین سے بہت کچھ ملتے جلتے ہیں اور امکان ہے کہ ان کے اندر بھی جاندار مخلوق آباد ہو (اکانومسٹ، لندن۔ مورخہ 26 جولائی 69ء)۔'' (تفہیم القرآن جلد 5 صفحہ 581-583)

معلوم ہوا کہ جوں جوں قریشی منصوبہ کمزور ہوتا گیا علمانے اُس کے خلاف بولنا اور سوچنا شروع کر دیا۔ مگر قریشی ریکارڈ میں اگر کوئی ایسی حدیث کسی طرح بار پاسکی جس میں علوم خداوندی اور علوم کائنات کی بات تھی تو اُسے جھٹلا دیا گیا۔ لہٰذا آج ان کے یہاں علم وعقل کا دیوالہ ہے۔ البتہ جیسا کہ ہم نے عرض کیا معصوم ریکارڈ میں علم کے دھارے بہتے ہیں۔ اگر ہمیں موقع ملا تو ہم ان تمام احادیث کو ایک جگہ جمع کر دیں گے جن میں کائنات اور علوم محمدؐ وآل محمدؐ کی تفصیلات مذکور ہیں اور یہ ذخیرہ ہزاروں صفحات پر آپ کے سامنے عام فہم ترجمہ کے ساتھ آجائے گا۔ اور معلوم ہو جائے گا کہ آج محمد و آل محمد صلوٰۃ اللہ علیہم کے بیانات پر ایمان لانے والے ہی کائنات کے سربستہ راز کھول کھول کر قریشی قوم کا منہ چڑا رہے اور وجودِ حضرت حجتؑ کا ثبوت دے رہے ہیں۔ اور علومِ خداوندی کی قدردان اور ضرورت مند اقوام کے سامنے ہر لحہ کوئی نہ کوئی علمی سوال کھڑا رہتا ہے ان کا حق ہے کہ اس زمانہ کا ذمہ دار اہل الذکرؑ (نحل 16/43، 21/7) اور پوری کائنات کا راہ نما علیہ السلام ان کی راہنمائی کا مستقل انتظام برسرکار رکھے اور انہیں

Presented by Ziaraat.Com

کائناتی گتھیاں سلجھانے کا راستہ دکھائے یہ سلسلۂ ہدایت اسی زمانہ سے عرب کے باہر قائم کر دیا گیا تھا جب علوم آل محمدؑ کا بائیکاٹ کیا گیا اور بقول ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ اس علم کے اظہار پر سزائے موت مقرر کر دی گئی تھی (بخاری) لہٰذا قریشی قسم کے مسلمانوں کا علومِ خداوندی سے محروم رہنا اور پوری امت کا محتاج وملعون ہو کر رہ جانا فطری اور قدرتی نتیجہ تھا۔

4۔ قریش نے حکومت وخلافت حاصل کرنے کے لئے جہاں قرآن کو مہجور کیا اور محمدؐ وعلیؑ کو ان کے مقام بلند سے نیچے اُتارا وہیں الزام تراشی بھی کی۔

دوسرے درجے میں حضورؑ نے قریش کی الزام تراشی اور اپنے دفاعی جواب کو پبلک کے سامنے رکھا ہے تاکہ قیامت تک آنے والے انسان قریش کی کمزور و بے بنیاد پوزیشن کی مذمت کرتے رہیں۔ چنانچہ آپ بلا کسی کا نام لئے ہوئے فرماتے ہیں کہ ''مجھ پر خلافت وحکومت کا لالچی ہونے کا الزام بھی لگایا گیا تھا'' نام نہ لینے سے یہ مطلب سمجھنا تو غلط ہے کہ آپ کسی قریشی فرد سے ڈرتے تھے۔ اس لئے کہ اللہ کے سوا کسی اور سے ڈرنا ایک عام مسلمان کے بھی شایانِ شان نہیں چہ جائیکہ بزدلی کو حضرت علی علیہ السلام سے منسوب کر دیا جائے اور ساتھ ہی انہیں کرار وغیر فرّار اور یداللہ بھی مانا جائے۔ نام نہ لینے کا مطلب صرف یہ ہے کہ لالچی ہونے کا الزام لگانے والا کوئی ایک شخص نہ تھا بلکہ ایک پارٹی تھی جو عہدِ رسولؐ سے برابر موقع بہ موقع الزام تراشی کرتی چلی آرہی تھی۔ اور حضور علیہ السلام بھی ہر الزام تراش کو اس کے دانشور ساتھیوں، ملاؤں اور جماعتِ شوریٰ کے مجمع میں گھیر کر لاجواب وحیران کرتے چلے آرہے تھے۔ چنانچہ اگر لالچی کہنے والا ایک شخص ہوتا تو جواب میں اُسی ایک واحد شخص کو مخاطب کیا جانا چاہئے لیکن حضور علیہ السلام تو ایک پارٹی کو مخاطب فرماتے ہیں جمع کے صیغے سے ایک گروہ پر بہت بڑے لالچی ہونے کا جرم عائد فرماتے ہیں چنانچہ فرمایا کہ:۔ ''بَلْ اَنْتُمْ وَاللّٰهِ لَاَحْرَصُ وَاَبْعَدُ''

بلکہ حقیقت یہ ہے کہ تم سب بخدا نہ صرف بہت بڑے لالچی ہو بلکہ مقامِ خلافت وحکومت کے لئے بعید ترین وذلیل ترین لوگ ہو۔'' اور میں خلیفۂ خداوندی ہونے اور اللہ کی طرف سے حکمرانی کرنے کے لئے مخصوص اور قریب ترین حق رکھتا ہوں (خطبہ 72، جملے 5 تا 6)۔

حضورؑ کا یہ جواب قریش کو اور قریش کے معاونین یا مددگاروں اور ہم مسلکوں کو بالکل برہنہ کر دیتا ہے اور اس جواب نے وہ تمام اصول و قواعد جو قریش نے حقِ خلافت کے لئے گھڑے تھے اور آج تک بحثوں، مناظروں اور کتابوں میں پیش کئے جاتے ہیں باطل قرار دے دیا ہے اور انہیں نیابت وخلافتِ خدا اور رسولؐ سے محروم ثابت کر دیا ہے۔

5۔ قریش ہی نہیں بلکہ علیؑ کے سوا باقی تمام انسان نیابت وخلافت سے بعید تھے۔

حضورؑ کے اس اعلان کو صحیح ثابت کرنے کے لئے کسی لمبی چوڑی بحث اور فلسفہ ومنطق بگھارنے کی ضرورت نہیں ہے۔ ضرورت صرف اس بات کی ہے کہ ہم اتنا سمجھ لیں کہ آیا وہ خلافت ونیابت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ کی تھی یا ایک عام بادشاہت کی جانشینی تھی۔ ساری دنیا عموماً اور سارے مسلمان اور قریش خصوصاً یہ مانتے ہیں کہ وہ خلافت ونیابت نبی صلی اللہ علیہ وآلہ کی تھی۔ پھر یہ بھی سب مانتے ہیں کہ حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر حضرت خاتم النبین تک تمام انبیاؑ ورسلؑ اللہ کے خلیفہ اور نائب ونمائندہ تھے۔ لہٰذا آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ کے بعد ان کی خلافت ونیابت ونمائندگی اللہ کی خلافت ونیابت ونمائندگی تھی۔ بس ان تسلیم شدہ حقائق کو سامنے رکھتے ہوئے ہی ہر وہ شخص اللہ ورسولؐ کی خلافت ونیابت ونمائندگی سے بعید تر وذلیل تر وغیر مستحق مانا جائے گا جو کہ:۔

Presented by Ziaraat.Com

اول۔ جومنشائے خدااور رسوؐل لوگوں تک پہنچانے اور خدااور رسوؐل کی نمائندگی کرنے میں کسی قسم کی اور کسی مقدار میں بھی غلطی، خطا یا لغزش وکوتاہی کر سکے۔یعنی اُسے رسوؐل کی طرح معصوؐم ہونالازم ہے۔

دوم۔ جوشخص عالم قرآن نہ ہو یا پوری کائنات کی ہر چیز کی تفصیلات کا عالم نہ ہو جوکسی سوال کے جواب میں لَا اَدْرِیْ کہے یعنی ہر سوال کا حقیقت کے عین مطابق جواب نہ دے سکے اور جواب کو درایتاً سائلوں کے قلب وذہن میں نہ بٹھا سکے۔

سوم۔ ہر وہ شخص خلافت ونیابت ونمائندگی خدااور رسوؐل نہیں کرسکتا جوجنوں سے اور دیگر کائناتی مخلوقات سے رابطہ نہ رکھتا ہوں اور ان کو تعلیم وہدایت نہ کرسکتا ہو۔

چہارم۔ جوشخص تمام عالمین پر رحمت اور تنذیر بہم پہنچانے سے قاصر ہو رحمۃ للعالمین اور نذیر للعالمین کی نیابت وخلافت ونمائندگی سے بعید تر ہے۔

پنجم۔ جوسو جائے تو کسی کی بات نہ سُن سکے جو سامنے تو دیکھتا ہو مگر اُسے پیچھے، دہنے بائیں اور اوپر نیچے نظر نہ آتا ہو۔یعنی اللہ ورسوؐل کی نمائندگی، نیابت وخلافت کا مستحق صرف وہ شخص ہے جو اللہ ورسوؐل کی تمام قابل استفادہ صفات کی پوری پوری عملی نمائندگی کرے اور نوع انسان کو ان صفات کی طرف بلند کر کے ترقی کے انتہائی مقام کُنْ فَیَکُوْن کی منزل تک لے جائے اور یہ مسلّمات میں سے ہے کہ قریش اور ان کے لیڈر ہی نہیں بلکہ تمام انسان خاطی ہیں۔اور قریش کے لیڈروں نے شرمناک حدتک خطائیں گناہ وجرائم برابر کئے تھے (فرقان 25/31) ان کا گوشت پوست اور ہڈیاں اور ہڈیوں کے اندر کا گودا حرام کھا کھا کر بنا تھا انہوں نے حرام غذاؤں سے پیدا ہونے والا ماں کا دودھ پیا تھا۔جو لَا اِلٰہ اِلّا کہنے سے نکل نہ گیا تھا جب کہ انہوں نے مسلمان ہو جانے اور مومن کہلاتے رہنے کے بعد بھی ایمان سے بعید تر اور دور تر رہتے چلے جانے کا منصوبہ بھی بنا رکھا تھا (نسا 4/136) جنہیں اللہ نے خبیث قرار دیا تھا (آل عمران 3/179) جو اللہ ورسوؐل کے دشمن تھے (فرقان 25/31) جنہوں نے اپنے یارانہ کو برقرار رکھنے کے لئے رسوؐل کا راستہ چھوڑ کر خلافت وحکومت پر قبضہ کیا (فرقان 29-25/27) تھا۔

6۔ قریش نے اللہ ورسوؐل کے خلاف قومی حیثیت سے حکومت وخلافت کو غصب کرنا طے کرلیا تھا۔

قریشی تواریخ میں عمر بن الخطاب کا یہ بیان ریکارڈ کیا گیا ہے (الفاروق حصہ اول صفحہ 103 طبری) کہ قریش کو یہ فیصلہ ناپسند وناگوار تھا اور وہ اس فیصلے کو اپنے لئے مُضر سمجھتے تھے کہ نبوت وخلافت ایک ہی خاندان میں رہے۔لہٰذا قریش نے اللہ ورسوؐل کے اُس طے کردہ فیصلے کے خلاف مہم جاری رکھی اور خاندان رسوؐل کو خلافت سے محروم کرنے اور خلافت وحکومت کو غصب کرنے میں کامیاب ہوئے اور یہ بیان دے کر عمر نے یہ بھی کہا کہ وہ اس غصب اور قبضہ کرنے میں حق پر تھے۔اس کا جواب عبداللہ بن عباس نے یہ دیا کہ قریش اُس صورت میں حق پر ہوتے اگر انہوں نے خلافت وحکومت کو شروع ہی سے اُس وقت قبول کرلیا ہوتا جب خلافت وحکومت ووزارت ان کے سامنے پیش کی گئی تھی۔اس وقت تو انہوں نے رسوؐل کی پیشکش کا مذاق اُڑایا اور جب دیکھا کہ واقعی حکومتِ خدا اور رسوؐل بن کر رہے گی تو انہوں نے اللہ ورسوؐل کے فیصلے کو ناپسند کر دیا اور خلافت پر غاصبانہ قبضہ کی مہم شروع کردی تو اللہ نے بھی قریش کو ناپسند کر کے انہیں جہنم واصل کرنے کا فیصلہ کر دیا۔(الفاروق اور طبری صفحہ 383-279) یہ تھا علیؑ کے جملے (خطبہ 72، جملے 3 تا 6) کا مختصر مطلب جو قرآن کریم سے اور قریشی تاریخ سے اور ثلاثہ اینڈ کمپنی کے بیانات سے تفصیل کے ساتھ بار بار ثابت کیا جاتا رہا ہے۔(ملاحظہ فرمائیں خطبہ 3 کی تشریحات وغیرہ) حضرت علی علیہ السلام نے قریشی اعتراض کے جواب کو تشنہ نہیں چھوڑا ہے بلکہ ان کے غصبِ خلافت کی مہم کو از اول تا آخر اصولی حیثیت سے بیان فرمادیا ہے۔

Presented by Ziaraat.Com

7۔ قریشی لیڈر کو جماعت مشاورت کے مُلاؤں کے روبرو لاجواب اور مبہوت کردینا۔ قریش کا خلافت اور علیؑ کے درمیان حائل ہوجانا پوری مہم۔

آگے بڑھ کر حضورؑ نے بتایا ہے کہ قریش کے تمام لیڈروں کے پاس حقِ خلافت کی دلیل و برھان کا جواب تھا ہی نہیں اور حضرت علی علیہ السلام انہیں جگہ جگہ اور بار بار شرمندہ ولاجواب کرتے رہتے تھے (جملہ 7 تا 9) اور کبھی بھی اپنے مقررہ و مسلّمہ حق کو طلب کرنے میں کوتاہی نہ کرتے تھے۔ اور یہ کہ قریش طرح طرح کی بہانہ بازیوں اور مکروجعل سازیوں سے حق خلافت کو بدلنے میں کوشاں رہتے تھے (جملہ 7) اور اپنے عذرات اور فریب سے حضرت علیؑ کا رخ خلافت سے موڑتے رہتے تھے (جملہ 8) لیکن جب بھی حضرت علی علیہ السلام کا سامنا ہوجاتا تھا تو ان کی سمجھ میں نہ آتا تھا کہ ان کے سوالات واعتراضات کا کیا جواب دیا جائے (جملہ 9) یعنی قریش کا تیار کردہ سارا منصوبہ مکڑی کے جالے کی طرح سمٹ کر رہ جاتا تھا اور وہ تاویلات جن سے قریشی لیڈروں نے اپنی قوم کو مطمئن کردیا تھا حضورؑ کے سامنے پھُس پھُسی اور مضحکہ خیز بن کر رہ جاتی تھیں۔ اس لئے کہ آپ دھڑا دھڑ قرآن سے اعتراض وثبوت پیش فرماتے تھے اور قریش کو قرآن سے اپنی تائید میں کچھ ملتا نہ تھا۔

8۔ تمام قریش اور ان کے مددگاروں کی اللہ سے شکایت کی ہے اور اللہ سے مدد طلب کی ہے۔ نسل کشی اور توہین کا منصوبہ۔

اسی سلسلے میں حضورؑ نے پوری قریشی قوم اور ان کے ہم مسلکوں اور معاونین سے انتقام لینے کی اللہ سے دعا فرمائی ہے اور بتایا ہے کہ قریش اور ان کے مددگاروں کا منصوبہ یہ ہے کہ وہ رفتہ رفتہ میری نسل کو مُنقطع اور ختم کرڈالیں اور میرے خلاف ایسی مہم چلائیں جس کے نتیجہ میں میرے مقام و مدارج کو گھٹاتے گھٹاتے قابل نفرت مقام تک لے جائیں۔ اور اس بارے میں تمام قریش نے گٹھ جوڑ اور اتفاق کرلیا ہے۔ (جملے 10 تا 13)

9۔ قریش کا عہد رسولؐ ہی سے حضرت علیؑ و محمدؐ کی پوزیشن کو گرانا، قرآن کے مطالب کو الٹ کر پھیلانا اور دونوں کے قتل ونسل کشی پر تیار ہونا۔

یہ تذکرہ ہوچکا ہے کہ قریش نے قرآنی مطالب کو اُلٹ کر اپنی قوم میں پھیلایا تھا (فرقان 25/30) انہوں نے حکومتِ الٰہیہ اور مقام علیؑ و محمدؐ کی تکذیب کا انتظام کیا تھا (انعام 6/66) اور دنیا سے نسلِ علیؑ و رسولؐ کو ختم کردینے کا منصوبہ عملاً جاری کردیا تھا (سورہ بقرہ 2/205) اور قریش کو اس قدر قابو میں کرلیا کہ انہیں حکم دے دیا تھا کہ قرآن کی آیات کے صرف وہ معنی رسولؐ سے قبول کرو اور مانو جو قریشی مرکز کی پالیسی کے مطابق ہوا کریں۔ ورنہ رسولؐ کو چکمہ دے کر ان کے والے معنی کو نظرانداز کردیا کرو۔ چنانچہ اللہ نے ان کے اس انتظام کو بھی قرآن میں ریکارڈ کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ: یَاتُوکَ یُحَرِّفُونَ الْکَلِمَ مِنْ بَعْدِ مَوَاضِعِہٖ یَقُوْلُوْنَ اِنْ اُوْتِیْتُمْ ھٰذَا فَخُذُوْہُ وَاِنْ لَّمْ تُؤْتَوْہُ فَاحْذَرُوْا۔۔ (مائدہ 5/41)

''تیری قوم کے لیڈر قرآن کے الفاظ کے معنی ایسی حالت میں بھی بدل رہے ہیں جب کہ اللہ نے الفاظ کے معنی اور موضوع مقرر کردیئے ہیں۔ وہ اپنی قوم سے کہتے ہیں کہ اگر نبیؐ تمہیں ہماری پالیسی کے مطابق معنی اور موضوع بتایا کرے تو تم نبیؐ کی بات مان لیا کرو اور اگر ہماری پالیسی کے خلاف معنی وموضوع بتایا کرے تو نبیؐ کو چکمہ دے کر اس کے حکم سے بچ نکلا کرو۔'' (سورہ مائدہ 5/41)

قارئین سوچیں کہ کتنے کامیاب تھے قریشی لیڈر کہ اپنی قوم کے سامنے نبیؐ کو بے دست وپا اور بے یارو مددگار کرکے چھوڑ دیا تھا۔ اور قریش ہر کلیدی آیت اور ہر کلیدی لفظ کے جو معنی چاہتے تھے وہ قوم اختیار کرتی تھی اور جو معنی اللہ ورسولؐ نے مقرر کیئے تھے وہ بے اثر وبے نتیجہ ہو کر رہ

Presented by Ziaraat.Com

گئے تھے۔ یہ تھی وہ پالیسی جو قریشی مرکز نے اختیار کی تھی اور اس طرح خاندانِ رسولؐ کی شخصی یعنی علوی حکومت کی جگہ قریش نے ایک جمہوری و مشاورتی حکومت بنانے پر پوری قوم کو مجتمع اور متفق کرلیا تھا (خطبہ 72، جملہ 13) اور اسی ہم آہنگی کو حضورؐ نے خلافت چھین لینے پر گٹھ جوڑ فرمایا ہے (جملہ 13) اور اسی پالیسی کے ماتحت مقامات و مدارج مرتضویؑ کو اس قدر قابل نفرت حد تک گرایا کہ اُدھر انہیں ان کے حقِ حکومت سے محروم کیا اِدھر انہیں حکومت اور اسلام کا دشمن اور لالچی ثابت کیا اور رفتہ رفتہ ان پر اور ان کے خاندان پر نام بنام لعنت جاری کی جو ایک صدی تک جاری رہی اور ان کی نسل کو منقطع کرنے کے لئے واقعہ کربلا کا انتظام کیا اور اس نسل کے صرف دو افراد علیہما السلام کسی طرح باقی رہ گئے۔

10۔ حضرتؑ کو بار بار خلافت سے دُور رکھنے کا معاملہ تاریخ طبری سے۔

حضرت علی علیہ السلام کے جملے (7-8) کی تصدیق میں تاریخ طبری بیان کرتی ہے کہ جب عبدالرحمٰن بن عوف نے عثمان کو خلیفہ بنا دیا تو حضرت علی علیہ السلام نے وہاں بھی یہ اعلان کر دیا تھا کہ:

''یہ پہلا دن نہیں ہے کہ جب کہ تم نے غلبہ حاصل کیا ہے۔ بہر حال صبر کرنا بہتر ہے۔ اور جو کچھ تم بیان کرتے ہو اس کے مقابلے میں اللہ ہی سے مدد حاصل کی جائے گی'' (حصہ سوم صفحہ 300)

اور اسی سلسلے میں حضورؐ نے اپنے جملے (10) میں اللہ سے قریش کے خلاف مدد طلب کی ہے اور اسی صبر و دعا کا نتیجہ تھا کہ حضرت علی علیہ السلام کی کسی مادی کوشش کے بغیر قریشی خلافت کا جنازہ جسے تین روز تک کُتے کھاتے رہے اور آخر حضورؐ ہی کے کہنے سے وہ سڑی ہوئی قریشی خلافت کی لاش یہودی قبرستان میں بلا کفن دبا دی گئی۔ اس لئے کہ قریش نے مدینہ کے یہودیوں سے اجتہاد کی تعلیم لے کر مجتہدانہ تاویلات اور حربوں سے یہ خلافت قائم کی تھی لہٰذا ؎ ''پہنچی وہیں پہ خاک جہاں کا خمیر تھا۔''

اور یہ پیش گوئی بھی تاریخ طبری نے نقل کی ہے کہ عثمان کی خلافت کے فیصلے کے بعد:۔

''حضرت علیؑ یہ کہتے ہوئے نکل گئے کہ ''بہت جلد لکھی ہوئی بات اپنی مقررہ مدت تک پہنچ جائے گی'' (ایضاً صفحہ 300) یعنی بقول عائشہ یہ نعثل یہودی، یعنی عثمان یہودیوں کے قبرستان میں ننگا پہنچ جائے گا۔

11۔ جو سربستہ راز بقول شبلی عمر نے عبداللہ بن عباس پر ظاہر کیا تھا وہ حضرت علیؑ بھی جانتے تھے۔

قارئین نوٹ کریں کہ قریش کی کوئی پالیسی اور کوئی منصوبہ اور کوئی راز ایسا نہ تھا جو قرآن میں ریکارڈ نہ کیا گیا ہو اور حضرت علی علیہ السلام اُس سے آگاہ نہ ہوں۔ چنانچہ حضرت علی علیہ السلام قریش کے دلوں میں پوشیدہ سوچ اور فکر کو یوں بیان فرماتے ہیں کہ:۔

''لوگوں کی نظریں قریش کی طرف لگی ہوئی ہیں اور اہل قریش آپس میں سوچ رہے ہیں اور یہ کہہ رہے ہیں کہ اگر بنو ھاشم خلیفہ ہو گئے تو خلافت ان کے خاندان سے ہرگز نہیں نکلے گی۔ اور اگر قریش کے دوسرے خاندانوں میں رہی تو وہ ان ہی کے خاندانوں میں باری باری گردش کرتی رہے گی۔'' (ایضاً صفحہ 301)

یہاں یہ نوٹ کریں کہ نہ عباس حضرت ھاشمؑ کے خاندان سے تھے اور نہ عباسی حکومت بنی ہاشمؑ کے خاندان کی حکومت تھی بلکہ بقول قریش عباس اور عباسی حکومت قریش ہی کے خاندان سے تھی۔ اور قریش کے بقول قریشی خاندان نبوت سے نہ تھے ورنہ وہ خلافت کو خاندانِ نبوت سے الگ کرنے کی کوشش نہ کرتے۔

Presented by Ziaraat.Com

12۔ حضرت علیؑ نے ابوبکر وعمر کے طریقہ کی پیروی کا انکار کر کے حکومت کو لات ماردی۔

یہ حکومت حضرت علی علیہ السلام کے پیروں میں سر رکھ دیتی اور قریش بھی حضرت علیؑ سے پورا پورا تعاون کرتے اگر حضرت علی علیہ السلام نے ابوبکر وعمر کے طریق حکومت پر چلنے کی شرط مان لی ہوتی۔ طبری نے لکھا ہے کہ:

''عبدالرحمٰن بن عوف نے کہا کہ ''اے علیؑ کیا تم میرے سامنے کتاب اللہ، سنت نبویؐ اور حضرات ابوبکر وعمر کے طریقے پر چلنے کا عہد کرتے ہو؟ انہوں نے کہا ''نہیں'' بلکہ میں اپنی طاقت اور استطاعت کے مطابق عمل کروں گا''۔ (ایضاً طبری حصہ 3 صفحہ 308) (صفحہ 309 بھی)

طبری کے اگلے صفحہ (310) پر حضرت علیؑ نے عثمان کی بیعت اور شوریٰ کے پورے معاملہ کو ''دھوکہ اور فریب دینا قرار دیا ہے''۔

13۔ ابوبکر منت سماجت کرتے اور خلافت کو چھوڑ دینے کا اعلان کرتے اور وقت گزارتے رہے۔

جہاں ابوبکر کی حکومت قائم کرنے کے لئے جبر و زبردستی ہوتی رہی وہیں ابوبکر موقع بموقع منت وسماجت کر کے مخالف لوگوں کو ٹھنڈا کرتے اور وقت گزارتے رہے۔ چنانچہ انہوں نے ایک طرف تو حضرت علی علیہ السلام کی جگہ حکومت وخلافت پر قبضہ کر لیا اور حضرت فاطمہ کو اُن کے والد رسوؐل اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ کی میراث سے محروم کر کے تمام اثاثوں اور فدک کی جائیداد پر قبضہ کر لیا۔

اول۔ حضرت فاطمہ کی منت کر کے معافی مانگنا اور معافی نہ ملنے پر رونا اور حکومت سے دستبرداری کا اعلان۔

اور اُدھر حضرت فاطمہ علیہا السلام سے معافی طلب کرنے کے لئے ابوبکر وعمر کا آنا اور منت وزاری کرنا تا کہ پبلک میں بھڑکا ہوا غم وغصہ ٹھنڈا ہو جائے۔ اس سلسلے میں علامہ ابن قتیبہ کی کتاب **الامامۃ والسیاسۃ** کا بیان سنئے۔ لکھا ہے کہ:

''اس کے بعد حضرت عمر نے حضرت ابوبکر سے کہا کہ میں اور آپ جناب فاطمہؑ کے پاس چلیں کیونکہ ہم لوگوں نے ان کو غضب ناک کر دیا ہے۔ اس پر دونوں اُدھر روانہ ہوئے اور وہاں پہنچ کر جناب فاطمہؑ کے پاس پہنچنے کی اجازت طلب کی مگر جناب معظّمہ نے ان دونوں کو اجازت نہ دی۔ تب وہ لوگ حضرت علیؑ کے پاس آئے اور ان سے کہا کہ ہم لوگوں کو جناب سیدہؑ سے اجازت دلا دیں۔ حضرت علیؑ ان دونوں کو جناب سیدہؑ کے پاس لے گئے۔ جب دونوں بیٹھ گئے تو حضرت فاطمہؑ نے اپنا منہ ان لوگوں سے پھرا کر دیوار کی طرف کر لیا۔ تب دونوں نے جناب سیدہؑ کو سلام کیا مگر آپؑ نے ان کے سلام کا جواب نہ دیا۔ اِس پر حضرت ابوبکر نے کہا کہ اے رسوؐل خدا کی پیاری بیٹی ہم نے حضرت رسوؐل خدا کی میراث آپ کو نہیں دی اور آپؑ کے شوہر پر سختی کی ہے اس وجہ سے آپ ہم لوگوں پر غضبناک ہو گئی ہیں۔ جناب سیدہؑ نے فرمایا کہ یہ کیا بات ہے کہ تمہاری اولاد تو تمہاری میراث کی وارث ہو گی اور ہم لوگ حضرت رسوؐل خدا کے وارث نہ ہوں۔ حضرت ابوبکر نے کہا کہ خدا کی قسم حضرت رسوؐل خدا کی قرابت مجھے اپنی قرابت سے زیادہ محبوب ہے اور آپؑ مجھے میری بیٹی عائشہ سے زیادہ عزیز ہیں۔ اور البتہ میں چاہتا تھا کہ جس روز آپؑ کے پدر بزرگوار کا انتقال ہوا میں بھی مر گیا ہوتا۔ اور حضرتؐ کے بعد میں دنیا میں باقی نہ رہا ہوتا۔ کیا آپؑ یہ خیال کرتی ہیں کہ میں آپؑ کو اور آپؑ کے شرف کو بھی پہچان کر آپؑ کا حق اور آپ کی میراث آپ سے روک لوں گا مگر بات یہ ہے کہ میں نے آپ کے پدرؐ بزرگوار حضرت رسوؐل صلعم سے سن رکھا ہے کہ فرماتے تھے کہ ''ہم لوگوں کی میراث کسی کو نہیں ملتی جو چیزیں ہم لوگوں کا متروکہ ہوتی ہیں وہ سب صدقہ ہو جاتی ہیں'' جناب سیدہؑ نے فرمایا کہ اگر میں بھی تم لوگوں سے حضرت رسول خدا صلعم کی ایک حدیث بیان کروں تو کیا تم لوگ اُس کو پہچان لو گے اور اس کے مطابق عمل کرو گے؟ دونوں نے کہا ہاں ضرور عمل کریں گے۔ آپؑ نے

Presented by Ziaraat.Com

کہا کہ میں تم لوگوں کو خدا کی قسم دے کر پوچھتی ہوں کہ بتاؤ کیا تم نے حضرتؐ سے نہیں سنا کہ فرماتے تھے کہ فاطمہ کی رضامندی بعینہٖ میری رضامندی ہے۔اور فاطمہ کی ناراضی بعینہٖ میری ناراضی ہے۔پس جو شخص فاطمہ کو دوست رکھے گا وہی مجھ کو دوست رکھے گا۔اور جو شخص فاطمہ کو راضی رکھے گا وہی مجھ کو بھی راضی رکھ سکتا ہے۔اور جو فاطمہ کو غضبناک کرے گا وہ مجھ کو بھی غضب ناک کرے گا اور جو مجھ کو غضب ناک کرے گا وہ اللہ کو غضبناک کرے گا۔دونوں نے کہا کہ ہاں ہم لوگوں نے حضرت رسوؐل خدا کو یہ بات ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے۔ جناب سیدہؑ نے فرمایا تو اب سُن رکھو کہ میں خدا اور ملائکہ کو گواہ کر کے کہتی ہوں کہ تم دونوں نے مجھے غضبناک کیا اور مجھے راضی نہیں رکھا اور جب میں رسوؐل اللہ سے ملاقات کروں گی تو حضوؐر سے تم دونوں کی ضرور شکایت کروں گی۔حضرت ابوبکر نے کہا کہ اے فاطمہؑ میں خدا کی پناہ مانگتا ہوں اس کے غضب اور آپؑ کے غضب سے بھی۔پھر حضرت ابوبکر خوب چیخ چیخ کر رونے لگے یہاں تک کہ قریب تھا ان کی روح اسی طرح روتے ہوئے نکل جائے۔اور جناب سیدہؑ کہتی تھیں۔خدا کی قسم جو نماز بھی میں پڑھوں گی اس کے بعد تمہارے لئے بددعا ضرور کرونگی۔اس پر حضرت ابوبکر روتے ہوئے وہاں سے نکل گئے۔اور جب ان کے پاس لوگوں کا مجمع اکٹھا ہو گیا تو سب سے کہنے لگے۔ فَقَالَ لَهُمْ يَبِيْتُ كلّ رجلٌ مِنْكُمْ معانقًا حليْلته مَسْرُوْرًا بِاَهْلِهٖ و تر كتمونى وَمَا اَنَا فِيْهِ لَاحَاجَةَ لِيْ فِيْ بَيعتكم اَقِيْلُوْنِى بيعتى ''تم میں کا ہر شخص تو اپنی بیوی کی گردن میں باہیں ڈال کر اپنے اہل وعیال کے ساتھ خوش خوش سوتا ہے اور تم لوگوں نے مجھ کو اس آفت میں ڈال دیا ہے۔مجھے تم لوگوں کی بیعت کی ضرورت نہیں ہے تم سب اپنی بیعت میرے ہاتھ سے واپس لے لو۔''

(کتاب الامامۃ و السیاسه صفحه 23)اور(صفحہ 24 جلد اول)

دوم۔<u>ابوبکر کے اس بیان پر چند توجہ طلب باتیں اور تنقید۔</u>

پہلی بات یہ کہ قریش عموماً اور ابوبکر و عمر خصوصاً یہ عقیدہ رکھتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم علی و فاطمہ اور حسنین علیہم السلام کی محبت میں راہِ حق سے ڈگمگا کر ان کے فضائل و مناقب اور حقوق بیان کر دیتے تھے۔اس لئے یہ لوگ جہاں جہاں یہ دیکھتے تھے کہ رسوؐل کے بیانات ان کے اور عوام الناس کے مفاد سے ٹکراتے ہیں وہاں ایسی احادیث کو رد کر دیتے تھے اور ایسے اقوال گھڑے ہوئے تیار رکھتے تھے جن سے وہ حق بجانب معلوم ہونے لگیں۔اگر ایسا نہ ہوتا تو ابوبکر فوراً حضرت فاطمہ کو ان کی ضبط کی ہوئی جائیداد اور ترکۂ رسوؐل واپس کر دیتے۔ساتھ ہی ابوبکر قریشی دباؤ سے عموماً اور عمر کے دباؤ سے خصوصاً ڈرتے اور اقدامات کرتے چلے جاتے تھے۔یہاں نوٹ کریں کہ ترکہ کے متعلق جو قول ابوبکر نے پیش کیا نہ اُس کی تصدیق عمر نے کی نہ حضرت فاطمہؑ نے اُسے صحیح فرمایا اور نہ عہد رسوؐل کے کسی اور صحابی نے اس قول کی تصدیق کی ہے لیکن حضرت فاطمہؑ والی حدیث کی نہ صرف ابوبکر و عمر نے تصدیق کی اور تصدیق میں روتے رہے بلکہ حدیث کی تمام کتابوں میں محدثین نے اس کی تصدیق کی ہے۔

سوم۔<u>ابوبکر کا بار بار خلافت سے دستبردار ہونے کا اعلان لوگوں کو ٹھنڈا کرتا اور منتظر رکھتا گیا۔</u>

بہر حال اس طویل بیان میں بھی آپ نے دیکھا کہ ابوبکر مخالفوں کو ٹھنڈا کرنے کے لئے خلافت سے دست برداری کا اعلان کرتے رہے۔اس سلسلے کے چند اور حوالے سن لیں۔

1) <u>علامہ علی متقی</u> نے لکھا ہے کہ:

''حضرت ابوبکر منبر رسوؐل پر کھڑے ہوئے اور تین مرتبہ اعلان کیا کہ اگر کسی کو ناگوار ہو تو میں خلافت سے دست بردار ہوتا ہوں۔'' اور

Presented by Ziaraat.Com

2) جب ابوبکر کی بیعت پوری ہوگئی تو آپ نے تین روز تک اپنا دروازہ بند رکھا۔ ہر روز ایک دفعہ نکل کرآتے تھے اور کہتے تھے۔ اے لوگو میں تم لوگوں کی بیعت سے دست بردار ہوتا ہوں۔ تم جس کو چاہو اپنا خلیفہ بنالو'' اور

3) ''جب ابوبکر خلیفہ بن چکے تو محزون ومغموم اپنے گھر میں بیٹھ رہے۔ حضرت عمر وہاں پہنچے تو ابوبکر ان کو ملامت کرنے لگے کہ تم ہی نے میرے اوپر یہ بوجھ لادا ہے۔'' (منتخب کنز العمال جلد 2 صفحہ 158-157) اور (کنز العمال مطبوعہ حیدرآباد جلد 4 صفحہ 135)

4) ''بیعت کے بعد ابوبکر نے خطبہ دیا اور لوگوں سے کہا میں تم لوگوں کی رائے سے باز آیا میں تم سے بہتر نہیں ہوں۔ مجھے خلافت سے معاف رکھو اور جو تم میں اچھا ہو اس کی بیعت کرلو۔'' (کنز العمال جلد 4 صفحہ 135)

5) ''میں تم لوگوں کا خلیفہ بنا دیا گیا ہوں (قَدْ ولیتُ عَلیکم و لَسْتُ بخیر کم فان احسنتُ فَاَعِینونی واِنْ اَساءَ ت)۔ حالانکہ میں تم سے بہتر نہیں ہوں (فقوّمُونی) اگر میں اچھا کام کروں تو میری مدد کرو بُرا کام کروں تو مجھے درست کرنا۔''
(تاریخِ کامل جلد 2 صفحہ 126) (کتاب الامامۃ والسیاسۃ صفحہ 30)

6) علامہ روزبھان نے ایک طویل اور معنی خیز بیان کے آخر میں لکھا ہے:

فَقَالَ اَمِیرُ المومنین علیٌّ الموعدبینی و بَیْنک بعد صلوۃ الظهر .فلمّا صَلَّی الظهر رقی ابوبکر المنبر و قال اَقِیْلُوْنی فَلَسْتُ بِخَیْرِ کُمْ وَعَلِیٌّ فیکم "(تسئید المطاعن جلد اول صفحہ 149)

''ابوبکر نے کہا کہ اگر تم کو اس کی خواہش ہو تو میں لوگوں کے سامنے اپنی بیعت اٹھائے لیتا ہوں اور تمہاری بیعت کر لیتا ہوں حضرت امیر المومنین علیؑ نے کہا کہ اچھا یہ وعدہ نماز ظہر کے بعد کے لئے اُٹھا رکھو۔ بعد نماز ظہر ابوبکر منبر پر گئے اور کہا کہ تم لوگ میری بیعت اٹھالو میں اس سے دست بردار ہوتا ہوں کیوں کہ میں تم لوگوں سے بہتر نہیں ہوں درحالیکہ حضرت علیؑ تم میں موجود ہیں۔''

7) اسی طرح یہ بھی ہوا کہ ایک دن حضرت علی علیہ السلام کے دلائل سے تنگ آکر لوگوں نے حضرت علی علیہ السلام سے اپیل کی کہ ابوبکر کی بیعت ہوچکی ہے بہتر ہے کہ آپ اپنی جوانی کا خیال کرکے اس ضعیف العمر کو خلیفہ رہنے دیں جو چند روز کا مہمان ہے اور اگر پسند نہ ہو تو خلافت تمہارا ہی حق ہے آپ اسے لے لیں۔ اِسی واقعہ کو حضور علیہ السلام کے اس خطبہ کے جملے (14) میں یاد دلایا ہے۔

14۔ عائشہ کو بردہ فروشوں کی طرح نمائش کے لئے پھراتے رہے اور آخر بصرہ میں مقیم ہوگئے۔

قریش کا عام تذکرہ فرمانے کے بعد آپؑ نے طلحہ اور زبیر کا حال بیان فرمایا ہے۔ اور ان پر پہلا اعتراض یہی کیا ہے کہ وہ دونوں رسوؐل کی زوجہ کو قرآن کے حکم کے خلاف (احزاب 34-33/33) نمائش کے لئے میدان میں نکال لائے اور ان کے ساتھ وہی سلوک جاری رکھا جو بردہ فروش کنیزوں کے ساتھ کیا کرتے ہیں (خطبہ 72، جملے 15۔16)۔

15۔ اپنی ازواج کو اپنے گھروں کے اندر پردہ میں عزت سے رکھنا اور عائشہ کا دیدار کرا کے لوگوں سے تعاون حاصل کرنا۔

پھر طلحہ اور زبیر کی اُس تدبیر کا ذکر فرماتے ہیں جس نے انہیں تعاون فراہم کیا تھا اور ان لوگوں سے بیعت تڑوا دی تھی جنھوں نے حضرت علی علیہ السلام کے ہاتھ پر اطاعت کے لئے بیعت کی تھی۔ یعنی ان لوگوں نے عائشہ کا دیدار کرتے ہی اپنے عہد کو توڑ دیا اور طلحہ و زبیر کی فوج میں بھرتی ہوگئے اور تیغ بکف حضرت علی علیہ السلام کے مقابلہ میں لڑنے کے لئے نکل آئے۔ حالانکہ ان لوگوں نے سوچ سمجھ کر خوشی خوشی حضرت علی علیہ

Presented by Ziaraat.Com

السلام کی بیعت کررکھی تھی (خطبہ 72، جملے 17۔18)۔

16۔ طلحہ وزبیر اور عائشہ کے حکم سے بلاقصور نہتے مسلمانوں کا دھوکے سے خون بہایا گیا اور کوئی مانع نہ ہوا۔

پھر حضرت علی علیہ السلام، طلحہ اور زبیر و عائشہ کی سنگدلی، مظالم اور بے دینی بیان فرماتے ہوئے اُس قتل عام کا ذکر فرماتے ہیں جوان کے حکم اوران کی سرپرستی میں بصرہ کے گورنر اور گورنر کے اسٹاف اور دیگر خالی ہاتھ اور بےقصور مومنین پر وارد ہوا۔ اور کوئی منع کرنے والا اور بچانے والا کھڑا نہ ہوا۔ اور فرماتے ہیں کہ ان لوگوں نے اپنی کل تعداد سے بھی زیادہ مومنین کو قتل کیا۔ پھر یہ قانون بیان فرمایا ہے کہ اس عظیم الشان تعداد کو نظر انداز کرکے اگر انہوں نے کسی ایک بےقصور اور نہتے مومن کا قتل بھی جان بوجھ کر کیا ہوتا تو ان کی پوری فوج کا قتل کرڈالنا واجب ہوجاتا اس لئے کہ انہوں نے اپنے ہاتھ اور زبان سے اُس کے گناہ کے قتل کو روکنے میں مدد نہ کی چنانچہ وہ سب اُس قتل پر راضی ہونے کی وجہ سے قتل کے مجرم اور واجب القتل تھے (خطبہ 72، جملے 19 تا 24)۔

یہ ذکر نہیں فرمایا ہے کہ ان ملاعین نے بصرہ کے گورنر کی داڑھی کا ایک ایک بال بالکل موچنے سے اکھیڑ دیا تھا۔ اور ان کے ابرو اور پلکوں تک کا کوئی بال نہ چھوڑا تھا۔ اور جب یہ گورنر عثمان بن حنیف انصاری صحابی رسوؐل راہ میں ملا تو کہا کہ میں بڈھا تھا جب گورنر بنا کر بھیجا گیا تھا اور اب نوجوان بن کر واپس آرہا ہوں۔ سوچنے کی بات ہے کہ قریش کیسے مسلمان تھے جو صحابہ رسوؐل تک کی داڑھی نوچنے اور قتل کرڈالنے میں تکلف نہ کرتے تھے؟؟ اللہ اُن پر لعنت کرتا ہے۔

Presented by Ziaraat.Com

مفتی جعفرحسین: خطبہ نمبر: 148

علی نقی طہرانی: خطبہ نمبر: 146

خُطبہ ﴿73﴾

1۔طلحہ وزبیر دونوں الگ الگ اور بیک وقت خلافت حاصل کر لینے کی اسکیمیں رکھتے اور ایک دوسرے سے چُھپاتے تھے۔اور 2۔دونوں ایک دوسرے سے چوکنا رہتے اور دونوں اپنے لئے ایک دوسرے کو خطرہ سمجھتے تھے۔مگر ساتھ مل کر ایک دوسرے کو اپنے مقصد کے لئے استعمال کرنا بھی ضروری سمجھتے تھے۔3۔وہ دونوں اللہ کے حضور کسی وسیلے کو اختیار کرنا ضروری نہ سمجھتے تھے۔وہ اپنے مقصد کے لئے صرف مادّی جوڑتوڑ اور وسائل ہی کو کامیابی کے لئے لازم جانتے تھے۔

4۔اگر یہ دونوں اپنے اپنے منصوبے میں کامیاب ہوجائیں تو دوسرے کو قتل کئے بغیر چین نہ لیں۔5۔گمراہی پھیلانا ہو تو حیلے بہانے اور خفیہ چالیں ضروری ہوتی ہیں۔اور عہد شکنی اور غدّاری کے لئے لوگوں کو مغالطہ اور فریب دینا ضروری ہوتا ہے۔6۔چنانچہ اَے مومنین باغی گروہ مسلح تصادم لئے اُٹھ کھڑا ہوا ہے۔اب وہ لوگ کہاں ہیں جو راہِ راست پر چلیں، اجر وثواب حاصل کریں اور جو باغی گروہ کو جانتے ہوں؟7۔اور وہ لوگ کون ہیں جو موت پر اطلاع پائیں، ماتم ہوتا دیکھیں، رونے والوں سے بھی ملیں مگر عبرت اور سبق حاصل نہ کریں؟

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡم

كُلُّ وَاحِدٍ مِنۡهُمَا يَرۡجُوا الۡاَمۡرَ لَهٗ ؛	1	ان دونوں میں کا ہرایک امرِ خلافت کو صرف اپنے لئے چاہتا ہے۔
وَيَعۡطِفُهٗ عَلَيۡهِ دُوۡنَ صَاحِبِهٖ ؛	2	اور اسی وجہ سے دوسرے سے بچا بچا کر اسے اپنے سے وابستہ کرنا چاہتا ہے۔
لَايَمُتَّانِ اِلَى اللّٰهِ بِحَبۡلٍ ؛	3	وہ دونوں اللہ سے کوئی وسیلہ اور واسطہ نہیں رکھتے ہیں۔
وَلَايَمُدَّانِ اِلَيۡهِ بِسَبَبٍ ؛	4	اور نہ اللہ سے حصولِ مقصد کے لئے کوئی سبب اور ذریعہ ہی مانتے ہیں یعنی خالص اپنی مادی کوششوں کو کامیابی کا ذریعہ سمجھتے ہیں۔
كُلُّ وَاحِدٍ مِنۡهُمَا حَامِلُ ضَبٍّ لِصَاحِبِهٖ	5	ان دونوں میں کا ہرایک ایکدوسرے کی طرف چوکنا رہتا اور خطرہ محسوس کرتا رہتا ہے۔
وَعَمَّا قَلِيۡلٍ يَكۡشِفُ قِنَاعَهٗ بِهٖ ؛	6	اور بہت جلدان کی رازداری کی نقاب کشائی ہوجائیگی یعنی دشمنی پوشیدہ نہ رہے گی۔
وَاللّٰهِ لَئِنۡ اَصَابُوا الَّذِىۡ يُرِيۡدُوۡنَ لَيَنۡتَزِ عَنَّ هٰذَا نَفۡسَ هٰذَا ؛	7	بخدا اگر وہ اپنے ارادہ کے مطابق کامیابی حاصل کرلیں تو ان میں کا ہرایک موقع پاتے ہی دوسرے کو راہ سے ہٹانے کے لئے جان ہی سے مار ڈالے۔

Presented by Ziaraat.Com

وَلَيَأْتِيَنَّ هٰذَا عَلٰى هٰذَا ؛	8	اور بلا تکلف اپنے آج کے رفیق کا رکو مٹا کر چھوڑے گا۔ یعنی ان کا سلوک میری دشمنی کی بنا پر ہے دل سے تو نہیں ہے۔
قَدْ قَامَتِ الْفِئَةُ الْبَاغِيَةُ فَأَيْنَ الْمُحْتَسِبُوْنَ ؛	9	یقیناً اللہ ورسولؐ اور امامؑ سے باغی گروہ مسلح تصادم پر آمادہ ہو گیا ہے اب وہ لوگ کہاں ہیں جو اس باغی گروہ کا محاسبہ کریں؟
قَدْسُنَّتْ لَهُمُ السُّنَنُ ؛	10	یقیناً ان کے لئے اجر وثواب حاصل کرنے کے قوانین سامنے آکھڑے ہوئے ہیں۔
وَقُدِّمَ لَهُمُ الْخَبَرُ ؛	11	اور حالات حاضرہ کی خبر ان کو پہلے سے دی جا چکی ہے۔
وَلِكُلِّ ضَلَّةٍ عِلَّةٌ ؛	12	ہر گمراہ گمراہی کے لئے ایک بہانہ اور وجہ تراشا کرتا ہے جیسا کہ قتل عثمان کو بہانہ بنالیا گیا ہے۔
وَلِكُلِّ نَاكِثٍ شُبْهَةٌ ؛	13	اور معاہدہ توڑنے والے بھی شبہات پھیلا دیا کرتے ہیں۔
وَاللّٰهِ لَا أَكُوْنُ كَمُسْتَمِعِ اللَّدْمِ ؛	14	قسم بخدا میں اس شخص کی طرح ہو کر نہ رہ جاؤں گا جو ماتم کی آواز سنے اور
يَسْمَعُ النَّاعِيَ ؛	15	موت کی اطلاع بھی پائے۔
وَيَحْضُرُ الْبَاكِيَ ؛	16	اور رونے والے سوگواروں کے ساتھ بھی رہے اور ان کی مدد سے باز رہے۔

تشریحات:

تشریحات، طلحہ وزبیر کے دلوں میں پوشیدہ تمنائیں اور راز ظاہر وبے نقاب۔

اس خطبے میں حضرت علی علیہ السلام نے زیادہ زور طلحہ اور زبیر کے قلبی منصوبے پر دیا ہے۔ ان کے آپس میں ایک دوسرے سے تعاون کا راز فاش کیا ہے۔ اور بتایا ہے کہ میری دشمنی نے ان کو ایک دوسرے کا حریف اور دشمن ہوتے ہوئے باہم مل کر کام کرنے پر مجبور کر رکھا ہے ساتھ ہی ان کے اوران کے طرزِ عمل سے اللہ کی نفی دکھائی گئی ہے۔ اور ان کو حسبِ سابق اللہ ورسولؐ اور امام وقت علیہ السلام سے باغی فرمایا ہے اور ان پر محاسبہ کی دعوت دی ہے۔ اور ان لوگوں کی مذمت فرمائی ہے جو موت کی اطلاع پانے اور ماتم پر حاضر رہنے اور سوگواروں کے غم والم کو دیکھنے کے بعد بھی نہ ان کی مدد کرتے ہیں نہ عبرت وسبق حاصل کرتے ہیں۔ اور ان لوگوں کا طریق کار واضح فرمایا ہے جو گمراہی وغداری پھیلایا کرتے ہیں۔

2۔ طلحہ اور زبیر دونوں اپنے اپنے دلوں میں خلافت کی تمنا رکھتے تھے۔

حضرت علی علیہ السلام کے پہلے اور دوسرے جملے کی وضاحت علامہ ڈاکٹر طہٰ حسین کے بیانات سے ملاحظہ ہو وہ لکھتے ہیں کہ:۔

اول۔ باغیوں کی طرح ان کو حضرت علیؑ بھی خوب جانتے تھے۔ ان کو معلوم تھا کہ حضرت طلحہ حضرت عثمان کے کٹر مخالفوں میں سے ہیں اور خود خلیفہ بننے کا بھی حوصلہ رکھتے ہیں۔ اور جانتے تھے کہ حضرت زبیر نے حضرت عثمان کی مخالفت پر کسی کو اُکسایا نہیں لیکن کسی باغی کو روکا بھی نہیں اور پھر خلافت کی تمنا میں وہ حضرت طلحہ سے کم نہ تھے۔'' (کتاب علی صفحہ 9-10) اور سنئے:

دوم۔ ''پس یہ دونوں اس توقع میں تھے کہ حضرت علیؑ بہت جلد محسوس کرلیں گے کہ کوفہ اور بصرہ میں ان کو اپنی اپنی جماعتوں میں غیر معمولی

Presented by Ziaraat.Com

اثر واقتدار حاصل ہے اور بلا تامل ان کو اپنی حکومت میں شریک کرلیں گے اس طرح یہ خلافت ثلاثی یعنی سہ طاقتی ہوگی اور شوریٰ کے یہ تین ارکان باہم حکومت تقسیم کرلیں گے۔حجاز، مصر اور شمالی افریقہ کے مفتوحہ اور غیر مفتوحہ علاقے حضرت علیؑ کی حکومت میں ہوں گے۔ بصرہ اور اس کے مضافات کا علاقہ حضرت زبیر کے تابع رہے اور کوفہ اور اس کے آگے کے علاقہ پر حضرت طلحہ حکمران ہوں۔حضرت طلحہ اور حضرت زبیر خیال کرتے تھے کہ اگر ان کی یہ سہ طاقتی خلافت مستحکم ہوگئی تو شام کا مسئلہ نہایت آسان ہوگا۔لیکن حضرت علیؑ نے ان کو ان دونوں شہروں کی گورنری دینے سے انکار کردیا۔''(ایضاً صفحہ 33-34)

سوم۔یہاں یہ بھی نوٹ کرلیں کہ حضرت علیؑ یہ بھی جانتے تھے کہ وہ دونوں کوفہ اور بصرہ کے گورنر بن جانے کے بعد معاویہ کی ہدایات کے ماتحت حملہ آور ہوں گے۔اور اس طرح حضرت علی علیہ السلام کا پہلو بہت کمزور ہوجائے گا۔حضورؑ کو معلوم تھا اور تواریخ نے نقل بھی کیا ہے کہ معاویہ نے طلحہ اور زبیر سے خط وکتابت کرکے انہیں یقین دلا دیا تھا کہ وہ ان دونوں کو خلیفہ بنانے کے لئے شام کے لوگوں سے بیعت لے رہا ہے اور خود ان کے ماتحت رہ کر حضرت علی علیہ السلام سے جنگ کرنے کی تیاری بھی کررہا ہے اور انہیں یہ سبق معاویہ ہی نے دیا تھا کہ جس طرح ہوسکے تم دونوں کوفہ و بصرہ پر قابض ہوجاؤ اور پھر حضرت علیؑ پر حملہ کردو میں بھی تمہاری مدد کروں گا۔چنانچہ ان کی بغاوت زیادہ تر معاویہ ہی کے بھروسہ پر تھی۔اور دونوں ہی دلوں میں خلافت حاصل کرنے کا منصوبہ رکھتے تھے اسی خفیہ تمنا وکوشش کا راز حضورؑ نے اپنے پہلے جملے میں کھولا ہے۔اور دوسرے جملے میں ایک کا دوسرے سے بچ بچ کر اقدام کرنا فرمایا ہے چنانچہ وہ ایک دوسرے کی اقتداء میں نماز نہ پڑھتے تاکہ وقت آنے پر دونوں برابر کے حقدارِ خلافت رہ سکیں۔یہ صورت حال بھی طٰہٰ حسین سے پوشیدہ نہیں رہی ہے وہ لکھتے ہیں کہ:

3۔اپنے اعمال میں برابر رہنے کے لئے ایک دوسرے کی ماتحتی سے بچتے تھے۔

''اِس کے بعد لوگوں میں بڑی پھوٹ اور سخت اختلاف ہوا ایک گروہ چپکے سے یا کھلے بندوں حضرت علیؑ تک پہنچا۔ایک گروہ منتظر رہا کہ حضرت علیؑ آئیں تو ان کے ساتھ ہولے۔ایک جماعت حضرت طلحہ اور حضرت زبیر کی ساتھی بنی رہی تاکہ حضرت عائشہ کی حمایت ہو اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حواری زبیر کی امداد کریں۔ایک گروہ چاہتا تھا کہ اپنے دین کی حفاظت کرتے ہوئے فتنے کی لپیٹ سے دور رہے۔چنانچہ کچھ لوگوں کو کنارہ کشی کا موقع ملا اور کچھ فتنہ پر مجبور ہوئے۔لیکن ان تمام باتوں کے باوجود لیڈروں کا یہ حال تھا کہ وہ ایک دوسرے سے مطمئن نہ تھے۔حضرت طلحہ اور حضرت زبیر میں اس بات پر اختلاف تھا کہ نماز کون پڑھائے؟ بڑی مشکل کے بعد (عائشہ کے کہنے سے) اس بات پر اتفاق ہوا کہ ایک دن حضرت طلحہ پڑھائیں اور دوسرے دن حضرت زبیر پڑھائیں۔اور حضرت عائشہ کی یہ کیفیت کہ دل رنج وملال سے لبریز۔راستے میں جب پانی کے ایک چشمہ پر گزرنے لگیں تو کتوں نے بھونکا آپ نے چشمہ کا نام پوچھا لوگوں نے بتایا کہ اس کو حوّاب کا چشمہ کہتے ہیں۔تب تو آپ گھبرا کر کہنے لگیں مجھے واپس لے چلو۔رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو میں نے ازواج میں بیٹھے کہتے سنا ''تم میں سے کون ہے جس کو حوّاب کے کتے بھونکیں گے؟ یہ دیکھ کر حضرت عبداللہ بن زبیر آئے اور آپ کو مطمئن کرنے کے لئے یہ تدبیر کی کہ بنی عامر کے پچاس آدمی آپ کی خدمت میں حاضر کئے جنہوں نے شہادت دی کہ یہ چشمہ حوّاب کا چشمہ نہیں ہے۔'' کھلی ہوئی پھوٹ، کُھلا ہوا تفرقہ اور دلوں میں چھپا ہوا رنج و ملال (اور کینہ) پھر مطلب اور خودغرضی کی باتیں اور ان پر پردہ ڈالنے کی کوششیں۔یہ تھا قوم کا نقشہ جب حضرت علیؑ ایک بڑی فوج کے ساتھ تشریف لائے۔''

Presented by Ziaraat.Com

''حضرت علیؑ اور ان کے ساتھی''

''حضرت علیؑ اور ان کے ساتھیوں کا حال اس کے بالکل برعکس تھا۔حضرت علیؑ کو اس میں کبھی شک نہیں رہا کہ خلافت کے وہ سب سے زیادہ حق دار ہیں۔پھر جب اس کا موقع آیا تو یہ خیال کر کے کہ حق حقدار کو مل گیا۔آپؑ نے عنان حکومت ہاتھ میں لے لی۔اور ظاہر ہے کہ حضرت عثمان کے باغی مدینہ کے بڑے بڑے مہاجر اور انصار صحابہ کو ان کی مرضی کے خلاف مجبور نہیں کر سکتے تھے یہ تو وہ تھے جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ غزوات میں شریک رہے۔اُن میں بہت سے آزمائش کے موقع پر ثابت قدم رہے۔سختی کے مختلف حالات میں ان کا امتحان لیا گیا۔انہوں نے دنیا چھوڑی دین کو اختیار کیا۔اپنی راہ میں زندہ رہنے سے اللہ کی راہ میں مرجانا پسند کیا۔جن لوگوں کے یہ اوصاف ہوں وہ دین کے مخالف کسی بات پر مجبور نہیں کئے جاسکتے۔اس کے معنی یہ ہیں کہ بلاکسی خوف اور ڈر کے اپنی رضا اور رغبت سے ان لوگوں نے حضرت علیؑ کی بیعت کی تھی۔۔۔۔۔حضرت طلحہ اور حضرت زبیر کو بھی آپ نے مجبور نہیں کیا۔حضرت عثمان کے معاملہ پر یہ دونوں ان کے مخالف رہے اور ان کے لئے کوئی کوشش نہ کی ان میں سے ہر ایک اپنے لئے خلافت کا خواستگار تھا۔اس لئے حضرت علیؑ کو ان دونوں سے فتنہ کا اندیشہ ہوا۔۔۔۔مگر اب۔۔۔۔جب کہ عام اور خاص مسلمانوں نے حضرت علیؑ کی بیعت کر لی ہے تو آپ بصیرت کی روشنی میں آگے بڑھتے رہے۔اور یہ اچھا نہیں سمجھا کہ چلنے کے بعد واپس ہوں یا اقدام کے بعد رکے رہیں۔آپ اکثر فرمایا کرتے تھے کہ بخدا میں اپنے رب کی طرف سے ایک روشن راہ پر ہوں نہ میں نے کبھی جھوٹ کہا نہ مجھ سے جھوٹ کہا گیا۔نہ میں گم کردۂ راہ ہوں نہ میری وجہ سے کوئی گمراہ ہوا۔حضرت علیؑ کی طرح ان کے ساتھیوں کے دل بھی جب وہ بصرہ جارہے تھے، تردد اور شبے سے خالی تھے ۔۔۔۔ایک ساتھی نے ایک دن حضرت سے سوال کیا کہ ''کیا یہ ممکن ہے کہ حضرت طلحہ، حضرت زبیر اور حضرت عائشہ باطل پر متفق ہو جائیں؟ آپؑ نے جواب میں کہا ''حقیقت تم پر کھل نہ سکی۔حق اور باطل، افراد کی قدروں سے جانا جاتا ہے۔حق کو پہچانو اھل حق کا پتہ چل جائے گا۔باطل کو سمجھو اھلِ باطل سمجھ میں آجائیں گے۔'' میں نہیں سمجھ سکتا کہ اس سے زیادہ جامع اور دل نشین (اور محتاط و اشتعال سے پاک) جواب اور کوئی ہوسکتا ہے؟۔۔۔۔پس حضرت علیؑ اور ان کے ساتھی بصیرت کی روشنی میں قدم بڑھا رہے تھے وہ اپنے ہی جیسے مسلمانوں پر ہاتھ اُٹھانے سے ڈرتے تھے۔لیکن ضرورت پڑنے پر وہ اس سے رک بھی نہیں سکتے تھے۔'' (ایضاً کتاب علی صفحہ 64-69)

4۔ طلحہ زبیر اور عائشہ باطل پر متفق ،علیؑ اور ان کے ساتھی حق پر متفق ، باغی لیڈر آپس میں مطمئن نہ تھے ، جھوٹی گواہی ، جھوٹے مورخ ، خلافت پر نظر جمائے ہوئے۔

ڈاکٹر طہٰ حسین نے اس خطبہ 73 کی نہ صرف لفظ بلفظ تصدیق کردی ہے بلکہ قریشی علما اور مورخین کو جھوٹا بھی ثابت کر دیا ہے۔ہم شروع سے طہٰ حسین کے اس طویل بیان پر دوبارہ نظر ڈال کر مسلّمات کو نمبر وار سامنے لاتے ہیں:۔

اول۔ باطل پرستوں میں اختلاف وانتشار و تفرقہ تھا۔

دوم۔ لیڈر ایک دوسرے پر حصول خلافت میں سبقت لے جانے اور دوسروں کو ناکام کرنے کی وجہ سے منافقانہ رویہ رکھتے تھے۔سب کو اپنے لئے خطرہ سمجھتے تھے۔اور اسی بنا پر مختلف و منتشر و متضاد اعمال اور نظریات رکھتے تھے۔

سوم۔ وہ ایک دوسرے کے پیچھے اس خطرہ کے سبب نماز نہ پڑھتے تھے کہ نماز پڑھانے والے کو خلافت کا حق دار مانا جائے گا اور ماموم کو پیش نماز

Presented by Ziaraat.Com

کے ماتحت رہنا پڑے گا۔

چہارم۔ عائشہ نے دونوں کو برابر رکھنے اور مطمئن کرنے کے لئے ایک روز طلحہ کو اور دوسرے روز زبیر کو نماز پڑھانے پر رضا مند کر کے زبیر کو دھوکا دیا اور زبیر دھوکا کھا گئے۔ زبیر نے یہ نہ سوچا کہ جو پہلے دن نماز پڑھائے گا وہی پہلے دن خلیفہ بنے گا۔ اور دوسرے روز نماز پڑھانے والا مدت دراز کے بعد دوسرے نمبر پر حکمران بنے گا۔

پنجم۔ عبداللہ ابن زبیر لاکھوں آدمیوں سے جھوٹی گواہی دلواتا تب بھی اگر خود عائشہ ہی باطل پر قائم رہنے پر مصر نہ ہوتیں تو وہ تحقیقات کرتیں اور حوّاب نام بتانے والوں کو بلا کر اُن سے دلیل مانگتیں اور عبداللہ ابن عمر اور بنی عامر پر تنقید کرتیں تو دھوکا کھل جاتا مگر عائشہ جانتی تھی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ کی مخاطب خود عائشہ تھی۔ دل بہلانے اور حالات سے واقف لوگوں کا منہ بند کرنے کے لئے ضروری تھا کہ عائشہ بلا تحقیق مان لے کہ وہ حوّاب کا چشمہ نہیں ہے بلکہ کوئی اور چشمہ ہے۔ یعنی عائشہ نے جان بوجھ کر خود کو اور اُمت کو دھوکہ دے کر بہلا لیا۔ اور قریش کی ایک ہونہار بیٹی کے لئے یہی بات شایانِ شان بھی تھی اور عبداللہ ابن زبیر نے تو حضرت علیؑ کی دشمنی میں قریش کے طرزِ عمل اور سنت کو پورا کر دکھایا۔

ششم۔ ڈاکٹر طہٰ نے ثابت کر دیا کہ حضرت علیؑ کی مخالفت کرنا دینِ خداوندی کی مخالفت کرنا تھا۔ لہٰذا عائشہ، طلحہ، زبیر اور ان کے لشکر کے تمام افراد دین اسلام کے مخالف تھے۔

ہفتم۔ اور یہ کہ ہر وہ بیان غلط و باطل ہے جس میں یہ کہا گیا ہو کہ باغیوں نے مدینہ کے مہاجروں اور انصار کو مجبور کر کے حضرت علیؑ کی بیعت کرائی تھی یا کوئی ایک شخص بھی بیعت پر مجبور کیا گیا تھا اور یہ کہ:

ہشتم۔ حضرت علیؑ کی بیعت تمام لوگوں نے خوشی خوشی اور دل کی رضا و رغبت سے کی تھی۔

نہم۔ اور یہ کہ طلحہ اور زبیر دونوں اپنے اپنے دلوں میں خلیفہ بن جانے کا منصوبہ رکھتے تھے۔ اور دونوں اپنا حال ایک دوسرے سے چھپاتے اور خطرہ محسوس کرتے تھے۔

دہم۔ حضرت علیؑ روزِ اول سے خلافت کے حقدار تھے اور یہ حق انہیں عثمان کے بعد ملا تھا۔

گیارہ۔ طلحہ، زبیر اور عائشہ باطل پر متفق تھے۔

5۔ حضرت علیؑ کی مخالفت کرنے والے خلافت سے محروم کرنے والے اور جنگ کرنے والے تمام باغی تھے۔

قارئین کرام نے ڈاکٹر طہٰ کا بیان پڑھا اور دیکھا کہ وہ حضرت علی علیہ السلام کو خلافت و حکومت کا سب سے زیادہ حق دار لکھتے ہیں۔ وہ مانتے ہیں کہ خلافت حضرت علی صلوٰۃ اللہ علیہ کو ملی تو حق اپنے حقیقی حق دار کے پاس پہنچ گیا۔ اور ڈاکٹر طہٰ کے علاوہ آپ اسلام کے نام پر تیار ہونے والا تمام ریکارڈ پڑھیں گے تو خود حضرت علی صلوٰۃ اللہ علیہ کے بیانات میں تفصیل سے دیکھیں گے کہ وہ مِن جانبِ خدا اور رسولؐ خلافت کو صرف اپنا حق فرماتے اور ابوبکر و عمر و عثمان کو غاصب وغدّار و ظالم فرماتے رہے ہیں۔ اور پھر اُسی ریکارڈ میں کہیں اس کا اعلان نہ ملے گا کہ حضرت علی صلوٰۃ اللہ علیہ کو کسی نے جھوٹا لکھا ہو۔ غلط گو کہا ہو۔ اس کے برعکس ابوبکر و عمر و عثمان کو نہ صرف اللہ و رسولؐ اور صحابہ اور علما نے غلط گوئی غلط بیانی غلط کاری اور ظلم و غدر و غصب میں مُلوِث لکھا ہے بلکہ خود ابوبکر و عمر و عثمان نے رو رو کر اور نادم ہو ہو کر اپنے جرائم اور خطاؤں کا اعتراف کیا ہے۔ ایسی صورت میں یہ ماننا لازم ہو جاتا ہے کہ حضرت علی صلوٰۃ اللہ علیہ کے تمام بیانات صحیح تھے اور اسی بنا پر ان کو اللہ و رسولؐ کا بلافصل خلیفہ ماننا پڑے گا۔ اور ان تمام عذرات اور

Presented by Ziaraat.Com

خیالات کورڈ کر دینا ہوگا جو قریشی حکومتوں نے تیار کر کے ریکارڈ میں بھر دیئے ہیں۔ ہم کہنا یہ چاہتے ہیں کہ جو حضرات حق و باطل کا الگ الگ پتہ لگانا چاہتے ہیں ان کو گمراہی پھیلانے والوں کے پیدا کردہ بہانوں پر گہری نظر ڈالنا لازم ہے اور معاہدہ شکنی اور غداری کرنے والوں کی شبہات انگیزی پر دھیان دینے کے بجائے غیر جانبدارانہ دلائل تلاش کرنا چاہئیں (خطبہ 73، جملے 12 تا 13) اور خود حسینؑ کے بیان میں عائشہ، طلحہ اور زبیر کی پوزیشن کا ابطال موجود ہے پھر حضورؑ نے اپنے تمام مخالفوں کو باغی گروہ فرمایا ہے (خطبہ 73، جملہ 9) اور اللہ و رسول صلی اللہ علیہ وآلہ کے باغیوں کے لئے دنیا میں مہیب و عبرت انگیز سزائیں اور جہنم قرآن میں مذکور ہے۔

6۔اسلامی ریکارڈ میں حضرت علیؑ کے مخالف اللہ و رسولؐ کے باغی ہیں۔

مودودی صاحب نے طول طویل بحثوں اور دلائل کے ساتھ معاویہ، عایشہ، طلحہ اور زبیر کو اللہ و رسولؐ کا باغی مانا ہے (خلافت و ملوکیت صفحہ 126-140) اور انہوں نے اپنی تائید میں قاضی ابوبکر ابن العربی المعروف جصّاص کی اور حافظ ابن حُجر کی اور حافظ ابن کثیر کی اور علامہ طبری اور مُلا علی قاری کی اور ابن خلدون کی تصنیفات کو بھی ثبوت میں پیش کیا ہے۔

Presented by Ziaraat.Com

مفتی جعفر حسین: خطبہ نمبر: 172

علی نقی طہرانی: خطبہ نمبر: 173

خُطبہ ﴿74﴾

<u>وعدۂ خداوندی ہر قدم پر پورا ہوتا چلا گیا</u>۔ 1۔ جو شخص اللہ سے نصرت کا وعدہ لے چکا ہو وہ جنگ اور فوج کشی کی دھمکیوں سے کیسے خوفزدہ ہوسکتا ہے؟ 2۔ طلحہ کو یہ خوف تھا کہ اسکے اوپر قتل عثمان کی سازش کا جرم عائد نہ کردیا جائے اس سے بچنے کے لئے قتل عثمان کو بہانہ بنا کر تیغ برہنہ کی طرح حملے کے لئے اُٹھا ہے۔ 3۔ حقیقت یہ ہے کہ عثمان کے خلاف اٹھنے والوں میں طلحہ سے زیادہ اور کوئی عثمان کے خون کا پیاسا تھا بھی نہیں۔ 4۔ مجھ پر فوج کشی لوگوں کو مغالطہ اور فریب دینے اور حقیقت حال کو مشکوک کرنے کے لئے کی جارہی ہے۔ 5۔ اس کو چاہئے تھا کہ اگر عثمان اس کے خیال کے مطابق ظالم تھا تو اسے عثمان کے مخالفوں کی مدد کرنا چاہئے تھی دوم، اگر عثمان مظلوم تھا تو اسے قتل سے روکنے اور عذر و معذرت کرنے والوں میں ہونا چاہئے تھا۔ اگر وہ پُر یقین نہ تھا تو اسے دونوں فریق سے علیحدہ رہنا چاہئے تھا۔ لیکن اس نے ان باتوں میں سے کسی پر باقاعدہ عمل نہ کیا۔ 6۔ اور جس بات کے لئے اٹھا ہے اس کو صحیح ثابت کرنے کے لئے اس کے پاس کوئی بھی معقول دلیل وعذر نہیں ہے۔

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

قَدۡ كُنۡتُ وَمَا اُهَدَّدُ بِالۡحَرۡبِ ؛	1	یقیناً مجھے کبھی بھی جنگ اور فوج کشی سے دھمکایا نہیں جاسکا۔
وَلَا اُرۡهَبُ بِالضَّرۡبِ ؛	2	اور نہ تلوار کی مار سے مجھے ڈرایا جاسکا ہے۔
وَاَنَا عَلٰى مَاقَدۡ وَعَدَنِىۡ رَبِّىۡ مِنَ النَّصۡرِ ؛	3	اور میں تو یقیناً نصرت کے اس وعدہ پر مطمئن ہوں جو میرے پروردگار نے خود مجھ سے کر رکھا ہے۔
وَاللّٰهِ مَا اسۡتَعۡجَلَ مُتَجَرِّدًا لِلطَّلَبِ بِدَمِ عُثۡمَانَ اِلَّا خَوۡفًا مِّنۡ اَنۡ يُّطَالَبَ بِدَمِهٖ لِاَنَّهٗ مَظِنَّتُهٗ ؛	4	طلحہ بن عبید اللہ قتلِ عثمان کا بہانہ کرکے جو بڑی تیزی سے تلوار سونتے ہوئے اٹھا ہے اُسے اس کے سوا اور کوئی خوف دامن گیر نہیں ہوا کہ خود اس پر قتل عثمان کا شبہ ہے کہیں اُس سے خونِ عثمان کا انتقام نہ لیا جائے۔
وَلَمۡ يَكُنۡ فِى الۡقَوۡمِ اَحۡرَصُ عَلَيۡهِ مِنۡهُ ؛	5	اور اسے خود کو اور تمام لوگوں کو معلوم ہے کہ پوری قوم میں طلحہ سے زیادہ اور کوئی عثمان کے قتل کا طالب و لالچی نہ تھا۔
فَاَرَادَ اَنۡ يُغَالِطَ بِمَا اَجۡلَبَ فِيۡهِ لِيَلۡتَبِسَ الۡاَمۡرُ وَيَقَعَ الشَّكُّ ؛؛	6	لہٰذا مجھ پر فوج کشی سے وہ لوگوں کو مغالطہ دینا چاہتا ہے۔ اور اپنے کردار کو ڈھونگ کے ذریعہ سے مشکوک کردینا چاہتا ہے۔

Presented by Ziaraat.Com

وَ وَاللّٰہِ مَاصَنَعَ فِی اَمْرِ عُثْمَانَ وَاحِدَۃً مِّنْ ثَلاثٍ ؛	7	قسم بخدا کہ طلحہ نے عثمان کے معاملے میں تینوں صورتوں میں سے ایک بھی اختیار نہ کی۔
لَئِنْ کَانَ ابْنُ عُفَّانَ ظَالِمًا، کَمَا کَانَ یَزْعُمُ لَقَدْ کَانَ یَنْبَغِیْ لَہٗ اَنْ یُّوَازِرَ قَاتِلِیْہِ وَاَنْ یُّنَابِذَ نَاصِرِیْہِ ؛	اول	یہ کہ اگراس کے گمان کے مطابق عُفّان کا بیٹا عثمان ظالم تھا تو طلحہ کو چاہیئے تھا کہ وہ عثمان کے قاتلوں کا ساتھ دیتا اور عثمان کے مددگاروں سے ازراہِ دشمنی الگ رہتا۔
وَلَئِنْ کَانَ مَظْلُوْمًا لَقَدْ کَانَ یَنْبَغِیْ لَہٗ اَنْ یَّکُوْنَ مِنَ الْمُنَہْنِہِیْنَ عَنْہُ ؛ وَالْمُعَذِّرِیْنَ فِیْہِ	دوم	یہ کہ اگر عثمان مظلوم تھا تو طلحہ کے لئے لازم تھا کہ وہ عثمان کے قتل سے روکنے والوں اور عثمان کی طرف سے عُذر کرنے والوں میں سے ہوتا۔ یعنی ظالم تھا تو اس کے قتل میں مددگار رہوتا۔ مظلوم تھا تو اس کے تحفظ میں مددگار رہوتا۔
وَلَئِنْ کَانَ فِیْ شَکٍّ مِنَ الْخَصْلَتَیْنِ لَقَدْ کَانَ یَنْبَغِیْ لَہٗ اَنْ یَّعْتَزِلَہٗ وَیَرْکُدَ جَانِبًا ؛وَیَدَعَ النَّاسَ مَعَہٗ ؛	سوم	یہ کہ اگر وہ عثمان کے ظالم اور مظلوم ہونے میں مشکوک تھا تو اس صورت میں طلحہ کو چاہیئے تھا کہ اپنے آپ کو الگ ہٹا کر ایک جانب ہو جاتا اور عثمان اور باقی لوگوں کو آزاد چھوڑ دیتا کہ وہ جو بھی چاہیں کرتے رہیں۔
فَمَا فَعَلَ وَاحِدَۃً مِنَ الثَّلاثِ ؛	8	مگر طلحہ نے تو ان تینوں صورتوں میں سے کسی کو بھی خالصتاً اختیار نہ کیا۔ یعنی وہ دونوں طرف شامل رہا۔
وَجَاءَ بِاَمْرٍ لَمْ یُعْرَفْ بَابُہٗ ؛	9	اوراب جواقدام اس نے کیا ہے جس کا نہ سر ہے نہ پیر ہے۔
وَلَمْ تَسْلَمْ مَعَاذِیْرُہٗ ؛	10	اوراس کے لئے اس کا کوئی عُذر قابل قبول نہیں ہے۔

تشریحات:

یہ نوٹ کرلیں کہ قریشی تاریخ سے بھی یہ ثابت ہے کہ طلحہ نے نہ صرف یہ کہ عثمان کو ظالم سمجھا بلکہ اُنہوں نے عثمان کے قتل میں ہر قسم کی مدد کی تھی اور مروان نے طلحہ کو جنگ جمل میں تیر مار کر یہ کہا تھا کہ میں نے عثمان کے قتل کا بدلہ لے لیا ہے۔ حضرت علی علیہ السلام نے دراصل یہ فرمایا ہے کہ اگر طلحہ کے نزدیک عثمان واقعی ظالم تھا تو طلحہ کو عثمان کے مخالفوں اور قاتلوں کی بعد قتل بھی مدد کرنا چاہئے تھی۔ یہ تو بالکل ہی غلط ہے کہ جو عثمان کے قاتل نہیں اُن کے خلاف فوج کشی کی جائے۔

تشریحات باربار گزرتی رہی ہیں اور پھر بھی ثبوت کی کمی نہیں ہے۔

جناب ڈاکٹر طہٰ حسین صاحب عہدِ عثمان میں چند بڑے بڑے صحابہ کا مختصر حال اور عثمان کے متعلق اُن کی رائے لکھتے ہوئے جناب زبیر کے متعلق لکھتے ہیں کہ:

Presented by Ziaraat.Com

''یہ عیاں ہے کہ ابتداءً حضرت زبیر نے حضرت عثمان کی مخالفت میں کوئی سختی اختیار نہ کی تھی کیونکہ حضرت عثمان اُس جھگڑے کے باوجود جو ایک زمانہ تک ان دونوں میں رہا تھا حضرت زبیر کے ساتھ ترجیحی سلوک کرتے تھے اور انہیں انعامات عطا کرتے رہتے تھے۔حضرت عثمان عبداللہ بن زبیر سے بھی محبت کرتے تھے۔اور انہیں دوسروں سے زیادہ عزیز رکھتے تھے۔چنانچہ جب عثمان کے گھر کا محاصرہ ہوا تو انہوں نے حضرت عبداللہ بن زبیر ہی کو اپنے گھر کی مدافعت پر مامور کیا۔نیز اپنا وصیت نامہ بھی عبداللہ کے حوالہ کیا تھا کہ اپنے والد زبیر کو پہنچا دے۔یہ ٹھیک ہے کہ حضرت زبیر بھی دیگر صحابہ کے ساتھ حضرت عثمان کی تنقید وفضیحت میں شریک تھے۔مگر اس مشارکت کے علاوہ اگر انہوں نے حضرت عثمان کے خلاف کوئی سخت کارروائی کی ہے تو وہ ہمارے علم میں نہیں ہے'' (فتنۃ الکبریٰ صفحہ 317)

2۔ طلحہ کے متعلق بیان

1) ''حضرت عثمان حضرت طلحہ کی رضا جوئی بطرزِ احسن کرتے رہے۔مورخین کا بیان ہے کہ حضرت طلحہ نے عثمان سے پچاس ہزار درہم قرض لئے تھے۔ایک روز انہوں نے آکر عثمان سے کہا آپ کا مال حاضر ہے کسی کو بھیجئے کہ لے آئے۔عثمان نے کہا وہ آپ کا ہو چکا۔آپ اس مال کو اپنی مروت وسخاوت کے لئے اعانت سمجھیں۔یہ بھی کہا جاتا ہے کہ عثمان نے طلحہ کو دو لاکھ درھم دیئے تھے۔۔۔۔۔حضرت طلحہ جیسا کہ آپ نے دیکھا، خلافت عثمان کے پہلے دن سے مخالف تھے۔اس لئے کہ خلافت کا معاملہ اُن کی غیر حاضری میں طے کیا گیا تھا۔لیکن عثمان نے اُنہیں مَنا لیا تھا۔اور اس طرح ان کے باہمی تعلقات سُدھر گئے تھے۔پھر عثمان نے انہیں مال ودولت سے نوازا تو تعلقات مستحکم تر ہو گئے۔کچھ مدت بعد جب عثمان کے بارے میں مخالفانہ سرگرمیاں ظہور میں آنے لگیں تو طلحہ بھی اُن میں شریک ہو گئے۔جب یہ مخالفت شدت اختیار کر گئی تو طلحہ مخالفت کے سرغنوں میں سے تھے۔جب عثمان کا محاصرہ کیا گیا تو طلحہ محاصرہ کرنے والوں میں شامل تھے۔جب عثمان قتل ہوئے تو طلحہ اُن لوگوں میں سے تھے جو قتل عثمان پر حضرت علیؑ کے رنج وغم کو حیرت اور تعجب کی نظر سے دیکھتے تھے (نوٹ کریں کہ طلحہ حضرت علیؑ کا رنج وغم دیکھ کر ہی یہ سمجھے تھے کہ وُہ طلحہ کو قاتلینِ عثمان میں ماخوذ کریں گے) طلحہ جنگ جمل میں کام آئے۔راویوں کا بیان ہے کہ طلحہ کو مروان بن حکم نے قتل کیا تھا۔مروان نے جب طلحہ کو اپنے تیر سے گھائل کر دیا تو اُس نے کہا کہ ''بخدا طلحہ کے بعد اب میں خونِ عثمان کا دعویٰ کبھی نہ کروں گا۔مروان کے خیال میں طلحہ قتل عثمان پر اکسانے والوں کے سرغنہ تھے۔جب طلحہ کو تیر لگا اور اُن کا خون بہنا بند نہ ہوا تو انہوں نے کہا کہ یہ تیر خدا کا بھیجا ہوا ہے۔اَے خدا مجھ سے خون عثمان کا اتنا بدلہ لے لے کہ تو راضی ہو جائے بہرصورت حضرت طلحہ کی دشمنی ایک خاص نوعیت کی مالک تھی جب تک ان کی قدر ومنزلت ہوتی رہی اور انہیں دولت ملتی رہی وہ راضی رہے مگر جب طمع کا دامن دراز ہوا تو عداوت اختیار کی''۔(فتنۃ الکبریٰ صفحہ 321-323)

2) طبری نے حکیم بن جابر کے واسطہ سے روایت کی ہے کہ:۔ جب عثمان محصور تھے تو حضرت علیؑ نے طلحہ سے کہا کہ میں تمہیں خدا کا واسطہ دیتا ہوں کہ تم عثمان کو لوگوں سے بچاؤ۔طلحہ نے کہا کہ خدا کی قسم اس وقت تک ایسا نہیں کر سکتا جب تک بنوامیہ پُورا پُورا قرضہ ادا نہ کر دیں''۔

(تاریخ طبری جلد 5 صفحہ 139، شرح ابن ابی الحدید جلد اول صفحہ 168)

3) ابن ابی الحدید لکھتے ہیں: طلحہ عثمان کا سب سے بڑا دشمن تھا۔زبیر بھی اس کے لگ بھگ تھے۔روایت میں ہے کہ عثمان نے کہا کہ ابن حضرمیہ (طلحہ) کا ستیاناس ہو میں نے اسے ہزاروں ہزار پونڈ سونا دیا اور اب وہی میرے خون کا پیاسا ہے خداوندا اُسے اُس دولت سے نفع اٹھانے کا موقع

Presented by Ziaraat.Com

نہ دے اور اُسے بغاوت کی پاداش سے ملاقات کرانا۔جن لوگوں نے عثمان کی محصوری کے حالات لکھے ہیں انہوں نے لکھا ہے کہ جس دن عثمان قتل ہوا اس دن طلحہ منہ پر نقاب ڈالے لوگوں کی نگاہوں سے پوشیدہ تھے اور عثمان کی طرف چھپ چھپ کر تیر چلا رہے تھے۔یہ بھی روایت ہوا ہے کہ جب محاصرہ کرنے والوں کو عثمان کے گھر میں گھسنے کی راہ نہ ملی تو طلحہ ہی نے کسی انصاری کے گھر کی طرف سے انہیں عثمان کے گھر میں داخل کیا تھا۔اور اُن لوگوں نے جا کر عثمان کو قتل کر دیا تھا۔(ابن ابی الحدید جلد 2 صفحہ 404)

4) عثمان نے محاصرے کے دَوران حضرت علی علیہ السلام سے طلحہ کے مقابلہ میں مدد طلب کی تو حضوؑر نے وعدہ کرلیا کہ جلد ہی تمہیں مدد کی اطلاع مل جائے گی یہ فرما کر:

مسجد میں آئے تو اُسامہ کو بیٹھے ہوئے دیکھا اُسے ساتھ لئے ہوئے طلحہ کے گھر آئے وہاں لوگوں کا بڑا مجمع تھا۔آپؑ نے طلحہ سے پوچھا کہ تم کیا کر رہے ہو،طلحہ نے کہا کہ اَے ابوالحسنؑ اب پانی سر سے اونچا ہو چکا ہے۔آپؑ نے کوئی جواب نہ دیا اور بیت المال کے دروازے پر آئے اور اُسے کھولنے کا حکم دیا۔مگر کنجیاں موجود نہ ہونے کی وجہ سے جب دروازہ نہ کھل سکا۔آپؑ نے حکم دیا کہ دروازہ توڑ دو لہٰذا دروازہ ٹوٹ جانے کے بعد آپؑ نے خزانے کو لوگوں میں تقسیم کرنا شروع کر دیا۔چنانچہ جو لوگ طلحہ کے گھر میں موجود و جمع تھے جب انہیں خبر ہوئی تو وہ بھی وہاں سے کھسک آئے اور طلحہ تنہا بیٹھے رہ گئے۔عثمان کو معلوم ہوا تو بے حد خوش ہوا۔اس کے بعد طلحہ عثمان کے پاس پہنچ کر معذرت کرنے لگا کہ میں خدا سے استغفار کرتا ہوں اور تائب ہوتا ہوں میں نے ایک امر کا ارادہ کیا تھا مگر خدا حائل ہو گیا۔عثمان نے کہا تم تائب ہو کر نہیں آئے ہو بلکہ بے بس ہو کر آئے ہو۔اللہ تم سے سمجھے''۔

(تاریخ طبری جلد 6 صفحہ 154 تاریخ کامل جلد 3 صفحہ 70 شرح ابن ابی الحدید جلد اول صفحہ 165 تاریخ ابن خلدون جلد 2 صفحہ 397)

5) طلحہ نے محاصرہ کے دوران بہت سختی برتی اور پانی تک عثمان کے پاس جانے سے روک دیا۔یہاں تک کہ حضرت علیؑ کو غصہ آگیا اور پانی کی مشکیں اندر بھجوائیں''۔(کتاب الانساب جلد 5 صفحہ 71)

6) **کتاب الامامة و السیاسة** صفحہ 24 میں ہے کہ کوفہ اور مصر والے عثمان کے دروازے پر دن رات نگرانی کرتے رہتے تھے اور طلحہ دونوں جماعتوں کو عثمان کے خلاف بھڑکاتے رہتے تھے۔طلحہ نے اُن سے یہ بھی کہا تھا کہ جب تک عثمان کو کھانے پینے کا سامان ملتا رہے گا اُسے محاصرے کی کیا پرواہ ہو سکتی ہے؟ لہٰذا کوئی چیز اندر نہ جانے دو''۔

7) بلاذری نے یحیٰی بن سعید سے روایت کی ہے کہ عثمان کے محاصرہ کے دنوں میں طلحہ ہر چیز کا مالک بن بیٹھا تھا۔عثمان نے حضرت علیؑ کو ایک شعر لکھ کر بھیجا جس کا مطلب یہ تھا کہ اگر میں کھانے کی چیز ہوں تو بہتر ہے کہ آپ ہی مجھے کھائیں ورنہ قبل اس کے کہ میرے ٹکڑے ٹکڑے کر دیئے جائیں میری مدد کریں۔علیؑ نے لوگوں کو طلحہ سے الگ کر دیا اور وہ تنہا رہ گئے۔جب طلحہ نے خود کو تنہا دیکھا تو عثمان کے پاس معذرت کرنے پہنچے۔عثمان نے کہا کہ اَے حضرمیہ کے بیٹے تو نے لوگوں کو میرے خلاف بھڑکایا۔انہیں میری جان لینے پر آمادہ کیا۔جب بات نہ بنی اور تمہارا مقصد پورا نہ ہوا تو تُو معذرت کرنے آیا ہے۔خدا تیری معذرت قبول نہ کرے''۔(کتاب الانساب جلد 5 صفحہ 77)

8) بلاذری نے ابن سیرین سے روایت کیا ہے کہ اصحابِ پیغمبرؐ میں طلحہ سے بڑھ کر عثمان کے خون کا کوئی پیاسا نہ تھا۔

(ایضاً جلد 5 صفحہ 81 عقد الفرید جلد 3 صفحہ 269)

Presented by Ziaraat.Com

9) ابن عسا کرنے روایت کی ہے کہ جنگ جمل میں مروان بھی عائشہ کے لشکر میں تھا۔اُس نے کہا کہ آج کے بعد مجھے اپنا بدلہ لینے کا موقع نہ ملے گا۔اسی مروان نے تیر مار کر طلحہ کو قتل کیا (تاریخ ابن عسا کر جلد 4 صفحہ 84)

10) علامہ ابوعمرو کتاب استیعاب میں لکھتے ہیں کہ ثقہ علما کا اس امر میں کوئی اختلاف نہیں کہ مروان ہی نے جنگ جمل میں طلحہ کو قتل کیا۔

(ابن حجر نے اصابہ میں، حاکم نے مستدرک میں، اور مروج الذہب جلد 2 صفحہ 11، عقد الفرید جلد 2 صفحہ 279، تاریخ کامل جلد 3 صفحہ 104، اسد الغابہ جلد 3 صفحہ 61، دَوَل اسلام ذہبی جلد اول صفحہ 18)

11) عبد الملک بن مروان کہا کرتا تھا کہ اگر میرا باپ مروان مجھے نہ بتا چکا ہوتا کہ میں نے طلحہ کو قتل کیا ہے تو میں طلحہ کی اولاد میں سے کسی کو زندہ نہ چھوڑتا''

12) ولید بن عبد الملک کے پاس موسیٰ بن طلحہ آیا تو ولید نے کہا کہ تم جب بھی میرے پاس آئے میں نے چاہا کہ تمہیں قتل کر ڈالوں مگر میرے باپ نے بتایا تھا کہ دادا مروان طلحہ کو قتل کر چکے ہیں'' (تہذیب التہذیب جلد 5 صفحہ 22)

13) امام حاکم نے بسلسلہ اسناد اسرائیل بن موسیٰ سے روایت کی ہے کہ جب طلحہ وزبیر بصرہ پہنچے تو لوگوں نے کہا کہ کیسے آنا ہوا؟ ان لوگوں نے کہا کہ ہم عثمان کا انتقام لینے آئے ہیں۔حسن بصری نے کہا کہ سبحان اللہ کیا لوگوں میں عقل نہیں ہے وہ یہ نہیں کہیں گے کہ تمہارے سوا اور کسی نے عثمان کو قتل نہیں کیا'' (مستدرک جلد 3 صفحہ 118)

یہ وہ روایات ہیں جو طلحہ کو یقین دلا سکتی تھیں کہ تمام صحابہ اور تمام اہل مدینہ اُسے عثمان کے قتل میں کم از کم مددگار ثابت کرنے میں حضرت علی علیہ السلام کے سامنے شہادت دیں گے اس خوف سے طلحہ وزبیر دونوں کے لئے ضروری تھا کہ وہ لوگوں کو مغالطہ میں مبتلا کریں۔صورتِ حال کو بدل کر فریب دیں اور مقدمہ سے بچ نکلیں لہٰذا انہوں نے الٹا علی علیہ السلام پر خروج کر دیا (خطبہ 74، جملہ 4 تا 6) اور جنگ جمل میں قتل ہو کر واقعی دونوں مقدمہ سے بچ نکلے مگر جہنم واصل ہوئے۔اور جنگ جمل میں ہزارہا مسلمانوں کو قتل کرا کے اور شرمناک شکست سے دوچار کرا کے اور عائشہ کو اونٹ کی بلندی سے زمین پر گروا کر ثابت کر گئے کہ حضرت علی علیہ السلام نہ دھمکیوں سے ڈرتے ہیں نہ جنگ سے خوفزدہ ہوتے ہیں اور یہ کہ واقعی اللہ نے ان سے ہمیشہ فتحیاب کرنے کا وعدہ کر رکھا ہے (خطبہ 74، جملہ 1 تا 3) اور خطبے کے آخری سات جملے تو اُنہیں ایک منافق اور بزدل سے بھی بدتر ثابت کرتے ہیں اور اُن دونوں کی دین و دنیا میں ناکامی کا ثبوت بن جاتے ہیں۔بہرحال ان بیانات سے طلحہ اور زبیر عثمان سے غدّاری اور محسن کشی کرنے کے بھی مجرم ثابت ہوتے ہیں۔یعنی وہ دونوں قریش کے معیار پر بھی شرافت و دیانت اور رحم و کرم سے بہت ہی دور ثابت ہوتے ہیں۔یعنی وہ بے دینی میں بھی بدترین لوگ تھے۔عائشہ کو صرف اُن کی وجہ سے ذلت وخواری اور رسوائی سے دوچار ہونا پڑا۔وہ علیؑ سے بزورِ شمشیر خلافت چھین کر پھر اپنے خاندان میں طلحہ کو خلیفہ بنانے کے لالچ سے اللہ و رسولؐ و قرآن وشرافت کے خلاف بے محابہ گھر سے نکلی کنیزوں کی طرح دربدر شہر بہ شہر پھری مگر دوہرے عذاب کی مستحق بنی اور عمر بھر رونا حصہ میں آیا اور بے سود۔

Presented by Ziaraat.Com

مفتی جعفرحسین: خطبہ نمبر: 168

علی نقی طہرانی: خطبہ نمبر: 169

خُطبہ ﴿75﴾

1۔جنگ جمل کے سلسلے میں جب علیؑ مع اپنی فوج کے بصرے کے قریب پہنچے تو بصرے کی ایک قوم کا قاصد حاضر ہوا اور عائشہ اور طلحہ وزبیر کی پوزیشن پر سوالات کئے اور نتیجہ میں قاصد ایمان لایا اور بیعت کر کے خادموں میں داخل ہو گیا۔ 2۔معلوم ہوا کہ : قاصد یا سفیر اپنی رائے اور فیصلہ بدلنے میں اپنی قوم کا پابند نہیں ہوتا۔اُسے قوم کی منظوری یا اجازت کی احتیاج نہیں ہوتی۔اور 3۔وہ واپس قوم میں جانے اور اُسے مطلع کرنے کا بھی پابند نہیں فرعون نے غلط کہا تھا کہ "تم لوگ بلا اجازت موسیٰؑ پر ایمان کیوں لائے ہو؟ (سورہ طٰہٰ 72-20/71)

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

كَلَّمَ بِهٖ بَعۡضَ الۡعَرَبِ ؛	1	کسی عرب نے علیؑ سے اُس وقت سوالات کئے جب آپؑ اپنی فوج سمیت بصرہ کے قریب پہنچے تھے۔
وَقَدۡ اَرۡسَلَهٗ قَوۡمٌ مِنۡ اَهۡلِ الۡبَصۡرَةِ لَمَّا قَرُبَ عَلَيۡهِ السَّلَامُ مِنۡهَا لِيَعۡلَمَ لَهُمۡ مِنۡهُ حَقِيۡقَةَ حَالِهٖ مَعَ اَصۡحَابِ الۡجَمَلِ لِتَزُوۡلَ الشُّبۡهَةُ مِنۡ نُفُوۡسِهِمۡ ؛	2	صورت حال یہ تھی کہ بصرہ کی ایک قوم نے اُس عرب کو اپنا پیغامبر بنا کر بھیجا تھا تا کہ وہ علیؑ سے مل کر عائشہ،طلحہ اور زبیر کے متعلق آپؑ کا طرزِ عمل اور ان کی پوزیشن معلوم کرے اور اس کے شبہات رفع ہو جائیں۔
فَبَيَّنَ لَهٗ عَلَيۡهِ السَّلَامُ مِنۡ اَمۡرِهٖ مَعَهُمۡ مَا عَلِمَ بِهٖ اَنَّهٗ عَلَى الۡحَقِّ ؛	3	چنانچہ حضرت علیؑ نے اُس قاصد سے اُن تینوں کی پوزیشن اس طرح وضاحت سے بیان فرمادی کہ اسے یقین ہو گیا کہ آپؑ برسرِ حق ہیں۔
ثُمَّ قَالَ لَهٗ "بَايِعۡ" ؛	4	اس کے بعد علیؑ نے فرمایا کہ جب حق واضح ہو گیا تو تمہیں میری بیعت کر لینا چاہئے۔
فَقَالَ: اِنِّيۡ رَسُوۡلُ قَوۡمٍ وَلَا اُحۡدِثُ حَدَثًا حَتّٰى اَرۡجِعَ اِلَيۡهِمۡ ؛	5	قاصد نے کہا کہ میں ایک قوم کا قاصد ہوں مجھے یہ اختیار نہیں ہے کہ میں تنہا اُن کی مرضی کے بغیر کوئی نیا کام کر لوں لہٰذا ان کے پاس پہنچے بغیر میں بیعت نہیں کر سکتا۔
فَقَالَ عَلَيۡهِ السلام :اَرَاَيۡتَ لَوۡ اَنَّ الَّذِيۡنَ وَرَاءَكَ بَعَثُوۡكَ رَائِدًا تَبۡتَغِيۡ لَهُمۡ مَسَاقِطَ الۡغَيۡثِ فَرَجَعۡتَ اِلَيۡهِمۡ وَاَخۡبَرۡتَهُمۡ عَنِ الۡكَلَاءِ وَالۡمَآءِ	6	اس پر علیؑ نے سوال کیا کہ تم یُوں سمجھو کہ وہی قوم جسے تم اپنے پیچھے چھوڑ آئے ہو تمہیں اپنا پیش رو بنا کر اس لئے بھیجے کہ تم ایسی جگہ کا پتہ لگا کر انہیں بتاؤ جہاں پر بارش ہوئی ہو؟ اور پلٹ کر جاؤ اور انہیں اس مقام کا پتہ بتاؤ

Presented by Ziaraat.Com

فَخَالَفُوْا اِلَى الْمَعَاطِشِ وَالْمَجَادِبِ مَاكُنْتَ صَانِعًا ؟؛		جہاں بارش بھی ہوئی ہے اور سبزہ بھی وہاں موجود ہے۔لیکن وہ قوم تمہارے خلاف اس طرف روانہ ہوتی ہے جہاں خشکی اور ویرانہ ہے تو تم اس وقت کیا کروگے؟
قَالَ: كُنْتُ تَارِكَهُمْ وَ مُخَالِفَهُمْ اِلَى الْكَلَاءِ وَالْمَآءِ ؛	7	اُس قاصد نے کہا کہ میں انہیں چھوڑ دوں گا اور ان کے خلاف پانی اور سبزہ زار کی طرف روانہ ہو جاؤں گا۔
فَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ: فَامْدُدْ اِذًا يَدَكَ ؛	8	چنانچہ اب علی علیہ السلام نے اس سے فرمایا کہ بس اب تم سمجھ گئے کہ تم غلط بات میں قوم کا ساتھ نہ دوگے لہٰذا اب اپنا ہاتھ بڑھاؤ اور بیعت کرو۔
فَقَالَ الرَّجُلُ :فَوَاللّٰهِ مَااسْتَطَعْتُ اَنْ اَمْتَنِعَ عِنْدَ قِيَامِ الْحُجَّةِ عَلَيَّ فَبَايَعْتُهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ وَالرَّجُلُ يُعْرَفُ بِكُلَيْبِ الْجَرْمِيْ ؛	9	اُس شخص نے کہا کہ خدا کی قسم جب مجھ پر اتمام حجت ہو گیا تو مجھے بیعت اور اطاعت سے منع کرنے کی قدرت نہ رہی چنانچہ میں نے اُن حضرت علیہ السلام کی بیعت کر لی۔اور یہ شخص کلیب جرمی کے نام سے مشہور تھا۔

تشریحات:

تشریحاتِ حق و باطل کے لئے تو عمرِ نوحؑ بھی کافی نہیں ہے۔

اِس خطبہ میں حضورؑ نے اپنی اور عائشہ وطلحہ وزبیر کی حقانیت اُس قاصد پر صاف صاف واضح فرمائی ہے کہ اُسے اُس باغی گروہ کے ساتھ جنگ کرنے ،انہیں قتل کرنے اور باغیوں کے جہنمی ہونے میں کوئی شک نہ رہا تھا۔شک صرف اس بات میں تھا کہ آیا وہ اپنے بھیجنے والوں کی اجازت اور رضامندی کے بغیر ایک خلیفہِ برحق کی بیعت کرسکتا ہے یا نہیں؟ اِس شک کو بھی حضور علیہ السلام نے ایک عام فہم اور عملی وفطری صورتحال سامنے رکھ کر اُسے مطمئن کر دیا اور اُس نے حق کی پیروی اور باطل سے علیحدگی میں سبقت کرنے کیلئے خلیفہِ برحق اور امام زمانہ علیہ السلام کی بیعت کرلی۔

2۔ خطبے کے الفاظ سے یہ معلوم نہیں ہوتا کہ وہ شخص واپس گیا یا نہیں؟ اور یہ کہ اپنی حقانیت پر حضورؑ نے کیا کچھ بتایا اور سمجھایا تھا؟

اس سلسلے میں ہم یہ عرض کریں گے کہ قاصد کا بلا اجازت اور بلا قومی رضامندی کے بیعت میں تکلف کرنا بتاتا ہے کہ اُس کے بھیجنے والے عائشہ اور طلحہ وزبیر کی طرف میلان رکھتے تھے انہیں وہ مقام دیتے تھے جو خلفائے ثلاثہ نے اپنے اور اپنی قوم قریش کے لئے مشہور کر دیا تھا لہٰذا بقول قریش ''رسوؐل کی سب سے پیاری محترمہ زوجہ سے اور ام المومنین ہوتے ہوئے جنگ کسی طرح جائز نہ تھی یعنی بیٹوں کا ماں سے جنگ کرنا انہیں عاق کر دے گا۔اور علیؑ سے ماں کی طرفداری میں جنگ کرنا ایسا ہی ہوگا جیسا کہ کچھ شریف وغیور بیٹوں کا اپنی ماں کی طرفداری میں کچھ نالائق بھائیوں سے جنگ کرنا اور مثال میں رسوؐل اللہ کے حواری اور جنتی صحابہ حضرت علیؑ سے جنگ کرنے کے لئے تیار تھے''۔

یہ بڑی مضبوط و مستحکم صورتِ حال تھی جو آنکھوں سے دکھائی دے رہی تھی اور کانوں سے سُنی جاسکتی تھی اور جسے ثابت کرنے کے لئے کسی لیکچر اور دلیل کی ضرورت نہ تھی۔لہٰذا قاصد کا ایسے لوگوں یا قوم میں واپس جانا اور انہیں دلیل ولیکچر سے سمجھانا جب کہ وہ حضرت علی علیہ السلام کی طرح قوتِ قدسی اور علم واثر بھی نہیں رکھتا تھا،اُسے یقیناً فضول کی محنت اور بے نتیجہ محسوس ہونا چاہئے لہٰذا عقلاً ثابت ہے کہ وہ واپس نہ گیا ہوگا۔

Presented by Ziaraat.Com

دوسری بات یہ کہ سَرِ راہ قاصد کا ملنا اور مندرجہ بالا پیچیدہ صورتِ حال کی اطمینان بخش تشریح چاہنا دو چار گھنٹے سے کم نہ چاہتا تھا اور اگر حضورؐ نے اتنی طویل گفتگو فرمائی ہوتی تو یقیناً خطبے میں اُس گفتگو کی کچھ نہ کچھ بنیادی باتیں ضرور مل جاتیں۔ یہ تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ حضورؐ نے اس پر کوئی منتر (آیت) پڑھ دیا جس سے وہ پوری قوم کا نمائندہ دانشور شخص چندہی منٹ میں حقیقت تک پہنچ گیا اور اس کے سامنے قریشی تعمیر کی بنیاد ہی گر پڑی اور تمام صورتِ حال مکڑی کے جالے کی طرح سمٹ کر ہوا ہوگئی۔

3۔ وہ منتر سورہ تحریم اور سورہ احزاب کی آیات تھیں۔ اور قرآن کو گلے میں لٹکا کر رہنا فیشن تھا اور قاصد کی مادری زبان عربی تھی۔

لہٰذا حضورؐ تو حضورؐ تھے ہم بھی چند منٹ میں قریشی راہنماؤں کی اور قریشی قوم کی تعمیر مسمار کر دیا کرتے ہیں اور قریشی مذہب کے لوگ فوراً حقیقی راہنماؤں پر ایمان لا کر باطل سے برأت کر دیا کرتے ہیں۔ اور ایسا کرنے کے لئے صرف چار پانچ آیات کافی ہوجایا کرتی ہیں اور کسی لمبی چوڑی بحث میں جانا نہیں پڑا کرتا۔ مگر حضور علیہ السلام کے سامنے صرف عائشہ کی مصنوعی پوزیشن تھی اور یہ بتانا تھا کہ جسے تم قابل احترام اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ کی بہت پیاری زوجہ سمجھ رہے ہو اور اُسے ساری امت کی ماں قرار دے رہے ہو وہ اللہ کے نزدیک اللہ اور اللہ کے رسوؐل کی جانی دشمن ہے یہ برابر رسوؐل کے خلاف جنگ کے لئے محاذ بناتی رہی ہے اور کئی ایک ازواج رسوؐل اور صحابہ رسوؐل کو باقاعدہ اُس محاذ میں شامل کر کے پوری قریشی قوم کو رسوؐل اور رسوؐل کی حکومت چھین لینے کا پروگرام چلاتی آرہی ہے۔ چنانچہ عائشہ اور اس کے ساتھیوں سے کہا گیا تھا اور آج بھی قرآن اُن کو مخاطب کر کے کہتا ہے کہ:۔

اِن تَتُوۡبَاۤ اِلَی اللّٰہِ فَقَدۡ صَغَتۡ قُلُوۡبُکُمَا وَ اِنۡ تَظٰہَرَا عَلَیۡہِ فَاِنَّ اللّٰہَ ہُوَ مَوۡلٰىہُ وَ جِبۡرِیۡلُ وَ صَالِحُ الۡمُؤۡمِنِیۡنَ وَ الۡمَلٰٓئِکَۃُ بَعۡدَ ذٰلِکَ ظَہِیۡرٌO عَسٰی رَبُّہٗۤ اِنۡ طَلَّقَکُنَّ اَنۡ یُّبۡدِلَہٗۤ اَزۡوَاجًا خَیۡرًا مِّنۡکُنَّ مُسۡلِمٰتٍ مُّؤۡمِنٰتٍ قٰنِتٰتٍ تٰٓئِبٰتٍ عٰبِدٰتٍ سٰٓئِحٰتٍ ثَیِّبٰتٍ وَّ اَبۡکَارًا O یٰۤاَیُّہَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا قُوۡۤا اَنۡفُسَکُمۡ وَ اَہۡلِیۡکُمۡ نَارًا وَّ قُوۡدُہَا النَّاسُ وَ الۡحِجَارَۃُ عَلَیۡہَا مَلٰٓئِکَۃٌ غِلَاظٌ شِدَادٌ لَّا یَعۡصُوۡنَ اللّٰہَ مَاۤ اَمَرَہُمۡ وَ یَفۡعَلُوۡنَ مَا یُؤۡمَرُوۡنَO (سورہ تحریم 66/4-6)

''اگر تم دونوں رسوؐل کی ازواج، اللہ کے حضور میں توبہ بھی کر لو تب بھی تم دونوں کے دل تو حق سے ہٹ کر باطل کی طرف جھکے ہوئے ہیں ہی۔ اور اگر تم دونوں رسوؐل کے اوپر حملے کے لئے اسی طرح کا گٹھ جوڑ جاری رکھو گی تو سنو کہ تمہارے جتھہ کے مقابلہ میں آنے والا ایک تو اللہ ہے جو رسوؐل کا ہمدرد حاکم ہے دوسرا جبرائیل ہے اور تیسرا تمام مومنین میں سے سب سے زیادہ صالح وموزوں شخص ہے اور اس کے ساتھ ہی تمام ملائکہ بھی اللہ کے بعد نبیؐ کے پشت پناہ ہیں۔ اگر نبیؐ تمہیں جلد ہی طلاق دے دیں تب بھی اس کا پروردگار اس کے لئے تمہارے بدلے میں تم سے بہتر بیویاں فراہم کر دے گا۔ جو سچی مسلمان بھی ہوں گی اور حقیقی معنی میں ایماندار بھی ہوں گی۔ اور اطاعت کرنے والی فرمانبردار بھی ہوں گی۔ اپنی اصلاح میں کوشاں رہنے والی اور اللہ کی طرف توجہ رکھنے والی بھی ہوں گی، حقیقی معنی میں دل سے عبادت کرنے والی، جان سپار اور نرم رَو بھی ہوں گی۔ جن میں کنواری لڑکیاں بھی ہوں گی اور دوسری شادی کرنے کی خواہش مند بھی ہوں گی۔ اے نام نہاد مومنین تم اس گٹھ جوڑ میں شامل رہنے کے بجائے خود کو بھی اور اپنے اہل وعیال اور متعلقین کو بھی اس آگ میں جلنے سے بچاؤ جس کا ایندھن انسان اور پتھر ہیں اور جس پر نہایت تند خو اور سخت گیر فرشتے محافظ ہیں جو کبھی کسی حالت میں اللہ کے احکام کی نافرمانی نہیں کرتے۔ اور انہیں جو حکم دیا جاتا ہے اُسی پر عمل کرتے ہیں (تحریم 66/4-6)

Presented by Ziaraat.Com

4۔ ان آیات سے قاصد خود بخود سمجھ سکتا تھا کہ:

رسوؐل کی ازواج میں سے دوعورتوں کے دل ودماغ حق کو چھوڑ کر باطل کی طرف عہد رسوؐل ہی میں اور خود رسوؐل ہی کی مخالفت میں مُڑے ہوئے تھے اور وہ دونوں رسوؐل کی حکومت چھین لینے کیلیئے قوم سے اور قومی لیڈروں سے گٹھ جوڑ کر کے حملہ کی تیاریاں کر رہی تھیں۔اور یہ کہ ان سے بہتر عورتیں عہدِ رسوؐل میں بھی موجود تھیں۔اور ہمیشہ موجود رہتی چلی جائیں گی۔ یہ سب کچھ تو قاصد قرآن میں خود دیکھ سکتا تھا۔اب جو ضرورت باقی رہ جاتی تھی وہ ان دونوں ازواج کے نام بتانے کی تھی۔اور یہ کمی حضرت علی علیہ السلام کے ساتھ والے صحابہ، مثلاً عبداللہ بن عباس، پوری کر سکتے تھے یعنی یہ کہ خلیفہ دوم عمر بن الخطاب نے تمام صحابہ کو بتا رکھا تھا کہ وہ دونوں عورتیں عائشہ ابوبکر کی بیٹی اور حفصہ خود عمر کی بیٹی تھیں۔اور عہد رسوؐل کے تمام صحابہ یعنی طلحہ اور زبیر وغیرہ بھی جانتے تھے کہ سورہ تحریم میں مذکورہ عورتیں عائشہ اور حفصہ ہیں۔خلافت یا رسوؐل کی حکومت پر قبضہ کر لینے کے بعد یہ حقیقت بھی عوام میں مشہور نہ ہوسکی چونکہ اب قریش کو اپنے اور اپنے لیڈروں کی ساکھ رکھنا اور بنانا تھی اس لئے ضروری تھا کہ اپنے بُرے حالات پر پردہ ڈالا جائے اور کچھ فضائل اور مدارج بھی گھڑے جائیں۔ چنانچہ عائشہ کو رسوؐل کی محبوبہ اور طلحہ و زبیر اور چند اور لوگوں کو جنتی بنا دیا گیا۔ یہ سارا فریب دس منٹ میں واضح کیا جا سکتا تھا۔ساتھ ہی اُس قاصد کو سورہ احزاب کی آیات میں یہ دکھایا جا سکتا تھا کہ یہ عائشہ اللہ کے حکم کے خلاف عہد رسوؐل میں بھی شرمناک حرکتوں کے لئے اپنی سج دھج دکھانے اور پسندیدہ گاہکوں کو اپنے حُجرے میں بلانے کے لئے آوارہ گردی میں مبتلا رہتی تھی۔ اُسے اور اُس کی پارٹی کی دوسری عورتوں حفصہ،سَوْدہ اور صفیہ کو ان شرمناک حرکتوں سے منع کیا تھا، دوہرے عذاب سے ڈرایا گیا تھا اور اپنے اپنے گھروں میں ٹِک کر بیٹھنے کا حکم دیا گیا تھا (احزاب 34-33/30) یعنی قاصد دوبارہ فوراً یہ فیصلہ کر سکتا تھا کہ عائشہ کھل کر اللہ کے حکم (قَرۡنَ فِیۡ بُیُوۡتِکُنَّ) کی مخالفت کرتی پھر رہی ہے اور رسوؐل کی ہتکِ حرمت میں بیباک ہے اور وہ دونوں نام نہاد حواری طلحہ اور زبیر اُسے لئے لئے پھر رہے ہیں اور اللہ و رسوؐل کی مخالفت میں برابر کے وہ بھی شریک ہیں اور اللہ و رسوؐل کی حکومت حضرت علی علیہ السلام سے چھین لینے کے لئے گٹھ جوڑ اور حملے کے انتظام میں مصروف بھی ہیں (تحریم 6-66/4) اور ان کے لئے جہنم کی خبر بھی ان ہی آیات میں دے دی گئی ہے۔لہٰذا قاصد کے لئے عائشہ، طلحہ اور زبیر کو اللہ و رسوؐل کا اور امامؑ و خلیفۂ وقت کا باغی اور جہنمی سمجھنا کچھ مشکل کام نہ تھا۔

5۔ عائشہ و طلحہ و زبیر کے متعلق سورہ تحریم اور سورہ احزاب کی تشریحات خطبہ نمبر 69 میں مودودی کی تصدیقات سے گزر چکی ہیں۔

قارئین خطبہ نمبر 69 کی تشریحات دوبارہ دیکھ کر تصدیق فرمالیں کہ ہم نے جو کچھ یہاں لکھا ہے وہ نہایت مختصر اور سو فیصد صحیح ہے۔ہم چاہتے ہیں کہ یہاں عائشہ اور طلحہ اور زبیر کا پھر ایک مرتبہ مختصر سا تذکرہ کر دیں تا کہ اُن کا باطل اور جہنمی ہونا ثابت ہو جائے۔

اول۔عائشہ کے باقی حالات۔ قریشی سازش کے ماتحت کہا جاتا ہے کہ چھ سال کی عمر میں عائشہ کا نکاح رسوؐل اللہ سے مکہ ہی میں کر دیا گیا تھا۔مگر حضوؐر نے کوئی توجہ نہ دی۔ مدینہ آ کر تین سال بعد یعنی نو (9) سال کی عمر میں گھر کی زینت بنانے کے لئے ابوبکر نے 32 تولہ چاندی دے کر حضوؐر کو سونپ دیا اور بلا ولیمہ یا کسی خوشی کے حضوؐر نے گھر میں رکھ لیا۔یعنی زوجہ کہلانے لگیں۔ نہ معلوم ان سے کیوں کوئی اولاد نہ ہوئی حالانکہ وہ کنواری تھیں۔ بہت ممکن ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ نے عملاً اُن کو زوجہ نہ بنایا ہو۔اور یہ بھی ممکن ہے کہ اللہ نے قریش کو دعوائے میراث سے روکنے کے لئے اولاد کا دروازہ بند کر دیا ہو مگر عائشہ کو اولاد کی بڑی تمنا و تگ و دَو رہی ہے (34-33/30)۔اسی تمنا کو بہلانے کے لئے انہوں نے اپنے بہنوئی زبیر کے بیٹے عبداللہ کو بیٹا بنا لیا تھا اور اسی وجہ سے اُمِ عبداللہ کہلاتی تھیں۔قریشی افسانوں میں عائشہ کو عالمہ، فاضلہ، مجتہدہ، شاعرہ اور طبیبہ بھی

Presented by Ziaraat.Com

مشہور کیا گیا ہے۔علامہ ڈاکٹر طہٰ حسین نے لکھا ہے کہ:۔

1۔عائشہ کی علیؑ سے دشمنی اورنفرت۔

حضرت عائشہ تو حج سے فراغت پاکر مدینہ روانہ ہو چکی تھیں۔راہ میں عثمان کے قتل کی خبر ملی اور بتایا گیا کہ لوگوں نے طلحہ کی بیعت کر لی ہے۔یہ سن کر وہ بہت خوش ہوئیں اس لئے کہ ان کی طرح طلحہ بھی قبیلہ تیم کے فرد تھے۔لیکن پھر عائشہ کی ملاقات ایک ایسے آدمی سے ہوئی جس نے عائشہ کو حقیقتِ حال سے باخبر کر دیا اور بتایا کہ مدینہ میں حضرت علیؑ کی بیعت کی جا چکی ہے۔یہ سن کر عائشہ کو بڑی کوفت ہوئی۔اور کہا کہ علیؑ کو خلیفہ دیکھنے سے پہلے اچھا ہوتا کہ آسمان زمین پر گر پڑتا۔پھر ساتھ والوں سے کہا کہ مجھے واپس مکہ لے چلو چنانچہ مکہ واپس آ گئیں۔لوگوں میں یہ بات عام ہو چکی تھی (ثلاثہ اینڈ کمپنی اور قریش نے خوب پروپیگنڈا کیا تھا) کہ عائشہ حضرت علیؑ سے خوش نہیں ہیں۔بلکہ افک والی بات کے بعد تو لوگوں کو معلوم ہو گیا کہ وہ حضرت علیؑ سے سخت ناراض ہیں۔جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی دیتے ہوئے حضرت علیؑ نے عائشہ کو طلاق دے دینے کا اشارہ کیا تھا اور یہ کہہ دیا تھا کہ ''اور بہت سی عورتیں ہیں'' (اور اللہ نے بھی ان سے بہتر عورتوں سے نکاح کا وعدہ کیا ہے۔6-66/4۔احسنؔ) عائشہ حضرت علیؑ کی یہ بات دل سے بھلا نہ سکیں (خفگی کا اصل سبب خطبہ 69 میں دیکھیں۔احسنؔ) اُس زمانہ میں مسلمانوں کی تاریخ جن زبردست اور موثر ترین شخصیتوں سے روشناس ہو سکی ان میں ایک شخصیت عائشہ کی بھی ہے۔وہ اپنے والد کی طرح صرف نرم دل نہ تھیں بلکہ ان میں فاروق اعظم کی طرح شدّت بھی تھی۔پھر وہ اُس وراثت کی بھی خاص حصہ دار تھیں جو جاہلیت کے دَور نے عربوں کو دیا تھا چنانچہ وہ بہت زیادہ اشعار یاد رکھتی تھیں اور برمحل پیش کیا کرتی تھیں۔(قرآن اور باپ کی مخالف۔احسنؔ) اپنے والد کو حالت نزع میں دیکھ کر آپ نے جب شاعر کا یہ شعر پڑھا:

لَعَمرک مَا یغنی الثراء عن الفتی اذا حشر جت یوما وضاق بھا الصدر

یعنی زندگی کی قسم نزع کی حالت میں دولت انسان کو ذرا بھی فائدہ نہیں پہنچا سکتی (شعر حاتم طائی کا ہے۔احسنؔ)

تو سُن کر ابوبکر نے اظہارِ ناگواری کیا اور فرمایا کیا تم یہ آیت تلاوت نہ کر سکتی تھیں؟ (آیات یاد کرتی تو کیا اُسے نماز پڑھنے اور قرآن یاد کرنے کا حکم ہی دیا جاتا (33/34)

وَجَآءَ تْ سَکْرَۃُ الْمَوْتِ بِالْحَقِّ ذٰلِکَ مَا کُنْتَ مِنْہُ تَحِیْدُ (50/19) یعنی موت کی سختی قریب آ چکی ہے وہی ہے جس سے تو بِدکتا تھا۔

یہ ازواجِ رسولؐ میں عثمان کی سب سے زیادہ مخالف عائشہ تھیں، اتنی مخالف کہ جب عثمان منبر پر کھڑے عبداللہ بن مسعود کے خلاف حد سے بڑھ کر بول رہے تھے تو پردے کی آڑ سے چلاّنے میں بھی کوئی مضائقہ نہیں سمجھا۔وہ عثمان کے بہت سے کاموں پر اور ان کے گورنروں کے طرزِعمل پر معترض ہونے سے کبھی رُکتی نہ تھیں۔۔۔عائشہ کی باتیں سُن سُن کر مکہ بغاوت کے جذبات سے بھڑک اٹھا تھا۔ایسی حالت میں حضرت علیؑ کا وہ فرمان پہنچا جس میں خالد بن عاص بن مغیرہ کو مکہ کا حاکم مقرر کیا گیا تھا۔نتیجہ یہ ہوا کہ بیعت کا انکار کر دیا گیا اور وہ فرمان زمزم کے حوض میں پھینک دیا گیا۔اس کے بعد طلحہ اور زبیر بھی مکہ پہنچے اور حضرت کے مخالفوں سے مل گئے۔اُسی دن سے مکہ شامیوں کے علاوہ حضرت علیؑ کی امامت کے مخالفوں کا مرکز بن گیا (کتاب علی صفحہ 44-50)

2۔ حضرت عائشہ کے متعلق قریش کے افسانوں میں فضائل۔

قریشی راویوں نے خود بھی اور عائشہ کی زبانی بھی بہت سی فضیلتیں لکھی ہیں۔مثلاً اور کسی زوجہ کا کنواری نہ ہونا۔جبرئیلؑ کا عائشہ کی تصویر

Presented by Ziaraat.Com

عائشہ کو دکھانا۔ ان کے ماں باپ دونوں کا مہاجر ہونا۔ تہمت کے بعد برأت کا ہونا۔ رسوؐل کے ساتھ ایک برتن میں ننگے نہانا۔ نماز کے دوران رسوؐل کے سامنے لمبی لیٹ جانا۔ انتقال سینے پر ہونا۔ میرے گھر میں دفن ہونا۔ گویا نہایت تھرڈ کلاس باتوں کو فضائل میں شمار کر کے بکواس کا ایک طوفان اٹھایا گیا ہے۔ مگر حافظ ابن حجر اپنی کتاب اصابہ فی تمیز الصحابہ میں عائشہ کے تمام فضائل لکھنے کے بعد لکھتے ہیں کہ:

''وَفِيهِ عِيْسٰی بن ميمون وَهُوَوَاهٌ'' اس روایت کے راویوں میں عیسیٰ بن میمون ہے جو واھی ہے'' یعنی اس کی بیان کردہ روایت ناقابل قبول ہوا کرتی ہے۔ لیجئے کم از کم عائشہ کی دس فضیلتیں باطل ہوگئیں۔

3۔ عائشہ نے عثمان پر قتل کا فتویٰ جاری کرنے کے ساتھ ساتھ اُسے تا زندگی برقرار رہنے والا لقب ''نَعْثِل'' بھی دیا تھا۔

علامہ ابن عبدہ نے نہج البلاغہ کی شرح میں لکھا ہے کہ:۔ عائشہ نے اُس وقت جب کہ عثمان منبر پر تھا رسوؐل اللہ کی جوتیاں اور قمیض نکال کر چلّا کر کہا کہ دیکھو یہ رسوؐل اللہ کی جوتیاں اور قمیص ابھی پرانی بھی نہیں ہوئی ہیں اور تو نے رسوؐل کے دین کو بدل دیا ہے اور اُن کی سنت کو متغیر کر کے رکھ دیا ہے۔ اُس وقت عثمان اور عائشہ میں تلخ کلامی وقوع میں آئی تھی اور آخر عثمان کے لئے عائشہ نے کہا کہ اس ''نعثل'' کو قتل بھی کر ڈالو۔ یہ لفظ نعثل کہہ کر عائشہ نے عثمان کو ایک مشہور و معروف شخص سے تشبیہ دی ہے''

اور علامہ ابن اثیر نے اسی لفظ نعثل کے ماتحت کتاب نہایتہ میں اس کی تشریح کی ہے اور لکھا ہے کہ کلام عرب میں ''نعثل'' بُڈھے، بیوقوف اور نر بجّو کو کہتے ہیں۔

4۔ عائشہ کا عطا کردہ لقب کِس کِس نے اور کن حالات میں بولا۔

عثمان مرتے مر گئے مگر عائشہ کے لقب نے ان کو نہ چھوڑا۔ بار بار مذکور ہوا ہے کہ دوران قتل محمد بن ابوبکر نے عثمان سے کہا تھا کہ:

''مَا اغنٰى عَنْکَ مَعاوية يا نَعْثِلُ'' اے نعثل آخر معاویہ نے تیری کوئی مدد نہ کی۔ ایک اور شخص نے کہا'' ''عَلٰی اَیُّ مِلَّةٍ اَنْتَ یَا نعثِل'' اے نعثل تو کس مذہب پر ہے؟ (الامامة والسياسة ابن قتيبه دينوری صفحه 47-46) محمد بن ابوبکر نے یہ بھی کہا تھا کہ۔ قَدْ اَخزَاکَ اللّٰہ یَا نَعثِل ۔ اے نعثل خدا نے تجھے کیسا ذلیل کیا ہے؟ (طبری صفحہ 132 جلد 5) رسوؐل کے صحابی جہجاہ نے کہا تھا۔ اے نعثل اٹھ اور اس منبر سے نیچے اُتر جا (طبری)۔ بہرحال یہ لقب عثمان کی جان لے کر بھی نہ ٹلا، دفن کے وقت بھی لوگوں نے نعثل نعثل کے نعرے لگائے اور یہودیوں کے قبرستان میں دفن کرنے دیا تھا۔

5۔ اُمِ کلاب یعنی عبید بن ابی سلمہ جو اُم کلاب کہلاتا تھا اور عائشہ کا مکالمہ جس میں اشعار نے ایک نئی روح پھونک دی ہے۔

تاریخ کامل اور تاریخ طبری دونوں نے لکھا ہے اور ابن قتیبہ نے بھی کتاب الامامۃ والسیاسۃ میں بھی تفصیل سے بیان کیا ہے کہ عائشہ عثمان کو محصور چھوڑ کر مدینہ سے مکہ کو روانہ ہوگئی باوجود اس کے مروان نے روکنا چاہا اور کہا کہ اگر آپ نہ جاتیں تو ممکن تھا کہ عثمان قتل سے بچ جاتے۔ جب اتنی مدت گزر گئی کہ عثمان قتل ہوگئے تو آپ نے پھر مدینہ کا سفر شروع کر دیا۔ راہ میں اُمِ کلاب سے ملاقات ہوئی تو مدینہ کا حال دریافت کیا۔ اُس نے حضرت علیؑ کی بیعت ہو چکنے اور باقی تمام حالات کا تذکرہ کیا تو کہا کہ:۔

''واللّٰہ لیت ان هٰذهِ انطبقت علٰى هٰذه اِن تَمّ الامْر لِصاحِبکَ رَدُّوْنِی ردونی فانصرفت اِلٰی مَکةٍ و ھِیَ تقول قتل واللّٰہ عثمان مظلومًا و اللّٰه لا طلبنّ بِدَمِهِ. فقال ام کلاب وَلِمَ ؟فواللّٰه ان اوّل من امال حرفه لانت ولقد کُنتِ

Presented by Ziaraat.Com

تقولین اقتلوا **نعثلا** فـقـد كـفـر؟قالَتْ اِنّهم استتابوه ثُمَّ قتلوه وقد قلت و قالوا وقَوْلِی الاخیر خیرٌ من قولی الاول فقال لها اُمِّ كلاب!

جب عائشہ نے حضرت علیؑ کی بیعت ہو جانے کو سنا تو کہا کہ ارے یہ کیا ہو گیا کاش کاش آسمان زمین پر پھٹ پڑا ہوتا اگر واقعی یہ ہو گیا کہ تمہارے آدمی (علیؑ) کا معاملہ طے پا گیا ہے۔ مجھے مکہ کو واپس لے چلو، واپس لے چلو اور کہتی جاتی تھی کہ عثمان مظلوم قتل ہوا ہے اور میں بخدا ضرور عثمان کا انتقام لوں گی۔ اُمِّ کلاب نے کہا کہ کیوں تم کیسے عثمان کا انتقام لوگی کیونکہ سب سے پہلے جس نے عثمان کے خلاف پروپیگنڈا کیا وہ تم ہی تو ہو اور تم ہی یہ کہا کرتی تھیں کہ اس نعثل کو قتل کر دو یہ کافر ہو گیا ہے۔ عائشہ نے جواب دیا کہ لوگوں نے اُن سے توبہ بھی چاہی اور توبہ کے بعد اُسے قتل بھی کر دیا۔ ہاں ہاں یہ صحیح ہے کہ میں بھی عثمان کو نعثل کہا کرتی تھی اور دوسرے لوگ بھی اُسے نعثل کہتے تھے لیکن جو کچھ میں اب کہہ رہی ہوں وہ میری پہلی باتوں سے بہتر ہے۔ اُم کلاب یعنی عبید بن ابی سلمہ نے شعروں میں کہا:۔

مـنـکَ البِـدَاء وَمِنکِ الْغِیر ۔۔۔ وَمنک الرّیاح وَمِنک المطر
وانْـتِ امَـرتِ بِقَتل الامـام ۔۔۔ وقُـلـت لـنـا انـه قـد كـفـرَ،
فَهِبـنَـا اَطـعـنـا کِ فی قَتلهٖ ۔۔۔ وقـاتـلـه عـنـدنـا مـن امـر
وَقـدبـایـع السـقف مِنْ فَوْقنا ۔۔۔ ولَـم یَنْکسف شمسنا والقمر،
وقـدبـایـع النّـاس ذا قدراء ۔۔۔ یـزیـل الشـاویقیـم الصـعـر
ویَلبَس لـلـحـرب اَثوابهـا ۔۔۔ ومَـامِـن وفـی مثـل قـدغـدر.

1) آپ ہی کی طرف سے فتنہ وفساد کی ابتدا ہوئی اور آپ ہی کی طرف سے پہلے والے ارادے میں تبدیلی ہوئی،2۔آپ ہی نے مخالفت کی ہوائیں چلائیں اور آپ ہی کی وجہ سے خون کی بارش بھی ہوئی۔3۔آپ ہی نے عثمان کے قتل کا حکم دیا اور ہم سے کہا کہ عثمان کافر ہو گیا ہے۔4۔اچھا ہم نے آپ کے حکم سے ڈر کر عثمان کو قتل کر دیا اور آپ کی اطاعت کی مگر ہمارے نزدیک اصلی قاتل تو وہی ہے جس نے قتل کا حکم دیا تھا۔5) آپ یہ فرماتی ہیں کہ کاش آسمان پھٹ گیا ہوتا لیکن ہم پر تو نہ سورج کو گہن لگا نہ چاند ہی گہنا یا نہ ہم پر چھت ہی گری۔6۔لوگوں نے اس شخص کی بیعت کر لی جو صاحب قدر و منزلت ہے جو صاحب میدان جنگ ہے جو تلواروں کی ضرب کو دُور رکھتا ہے۔جو جنگی لباس میں نکلتا ہے تو بے خوف ہوتا ہے۔اور یہ بات سب جانتے ہیں کہ وفادار غدار کے برابر نہیں ہوا کرتا۔"

6۔عائشہ نے اورتو اور اُونٹ کی خریداری میں بھی عزتِ رسولؐ کو فروخت کئے بغیر نہ چھوڑا یعنی رسولؐ کے اقتدار کو علیؑ سے لڑایا۔

عائشہ نے حضرت علی علیہ السلام کو شکست دینے کے لئے اپنا حُسن و جمال، اپنی ذاتی اور رسولؐ کی غیرت و حرمت، اپنی چرب زبانی اور شاعری اور قومی عزت سب کچھ داؤ پر لگا رکھی تھی اور لوگ آزاد تھے کہ اُن کی جس چیز کو چاہیں خریدیں اور جسے جب چاہیں فروخت کر دیں، چنانچہ یہ قصہ سنئے اور ایک ناواقف دیہاتی کا ایثار و قربانی نوٹ کیجئے۔طبری کہتا ہے کہ صفوان بن قبیعۃ الاحمسی کے حوالے سے عرنی کا یہ بیان لکھا ہے کہ: میرے سامنے ایک سوار آیا اور کہا کہ اے اونٹ والے کیا تو اس اونٹ کو فروخت کر سکتا ہے۔میں نے کہا ہاں بیچ دوں گا۔اس نے پوچھا کتنے کا بیچو گے میں نے جواب دیا کہ ایک ہزار درہم میں، کہنے لگا کیا تم پاگل ہو گئے ہو کہیں اونٹ بھی ہزار درہموں میں بکتا ہے؟ میں نے کہا کہ میرا اونٹ تو

Presented by Ziaraat.Com

اتنے ہی کا ہے۔ اُس نے وجہ معلوم کی تو میں نے کہا کہ اس اونٹ پر بیٹھ کر میں نے جس کا تعاقب کیا اُسے پکڑے بغیر نہ چھوڑا اور اگر کبھی میرا پیچھا کیا گیا تو میرا یہ اونٹ کبھی ہاتھ نہ آیا اور کوسوں دور نکل گیا۔ اُس نے کہا کہ اگر تجھے یہ معلوم ہو جائے کہ اونٹ کس کے لئے خرید ا جا رہا ہے تو کبھی اتنی قیمت نہ مانگے گا۔ میں نے کہا کہ بتاؤ تمہیں یہ اونٹ کس کے لئے درکار ہے؟ اس نے کہا کہ تیری ماں کے لئے خریدنا ہے۔ میں نے بتایا کہ میں نے اپنی ماں کو خوش و خرم اپنے گھر میں بیٹھا چھوڑا ہے اور اس کا سفر کا کوئی ارادہ نہ تھا۔ اُس نے کہا کہ اُم المومنین عائشہ زوجہ رسولؐ کے لئے خریدنا چاہتا ہوں۔ میں نے کہا کہ پھر یوں ہی لے جاؤ مجھے قیمت کی ضرورت نہیں ہے۔ اس نے کہا کہ یوں نہیں تو میرے ساتھ چل ہم تجھے ایک بچہ والی اونٹنی دیں گے اور کچھ درہم بھی دیں گے۔ میں ساتھ گیا تو اُس نے مجھے حسبِ وعدہ اونٹنی بھی دی اور چار سو یا چھ سو درہم بھی دیئے۔ پھر مجھ سے پوچھا کہ کیا تو راستوں سے بھی واقف ہے؟ میں نے کہا کہ مجھ سے زیادہ راستوں سے اور کون واقف ہوگا؟ اُس نے کہا کہ اچھا تم ہماری راہنمائی کے لئے ہمارے ساتھ ساتھ چلو۔ میں اُن لوگوں کے ساتھ ہولیا۔ جب میں کسی وادی یا چشمہ پر پہنچتا تھا تو یہ لوگ مجھ سے ضرور دریافت کرتے تھے کہ یہ کون سا مقام ہے؟ اور اس کا کیا نام ہے؟ یہاں تک کہ ہم سفر کرتے ہوئے ماء الحواب پر آ گئے اور وہاں کے کُتے ہم پر بھونکنے لگے۔ مجھ سے اُن لوگوں نے پوچھا کہ بتاؤ اس پانی کو کیا کہتے ہیں؟ میں نے کہا کہ اِسے حوّاب کا چشمہ کہتے ہیں۔ یہ سنتے ہی عائشہ نے چیخیں مارنا شروع کر دیں اور عائشہ نے اپنے اونٹ کو موڑا اور ہنکایا اور کہا کہ بخدا حوّاب کے کتوں والی میں ہی ہوں۔ اَے لوگو مجھے واپس لے چلو۔ عائشہ نے تین مرتبہ واپس لے چلنے کی بات کہی تھی۔ اور اپنا اونٹ ہنکایا اور لوگوں نے بھی اپنے اپنے اونٹ تیز ہنکائے۔ اور وہ واپس لوٹیں حتیٰ کہ جب اگلا روز ہوا اور وہ وقت آیا جس وقت ان لوگوں نے واپسی شروع کی تھی تو عبداللہ بن زبیر گھبرائے عائشہ کے پاس پہنچے اور چیخ کر بولے۔ بچاؤ بچاؤ خدا کی قسم یہ علیؑ کا لشکر تمہارے سروں پر پہنچ گیا ہے۔ عرنی کہتا ہے کہ ان لوگوں نے وہاں سے کوچ کیا۔ اور مجھے بُرا بھلا کہنے لگے۔ میں اُن کے پاس سے واپس چلا آیا۔ تھوڑی دُور چلا تھا کہ حضرت علیؑ اور اُن کا لشکر مل گیا۔ اُن کے ساتھ تین سو کے قریب آدمی تھے۔ حضرت علیؑ نے مجھے آواز دی کہ اَے سوار ادھر آؤ۔ میں اُن کے پاس گیا تو انہوں نے سوال فرمایا کہ وہ لشکر کہاں ہے میں نے بتایا کہ فلاں فلاں مقام پر مقیم ہے۔ اور یہ اونٹنی عائشہ کی ہے۔ میں نے اُون لوگوں کے ہاتھ اپنا اونٹ فروخت کیا تھا۔ حضرت علیؑ نے پوچھا کہ کیا تم نے بھی اُن کے ساتھ سفر کیا تھا؟ میں نے عرض کیا کہ ہاں میں نے اُن کے ساتھ سفر کیا تھا۔ لیکن جب ہم حوّاب کے چشمے پر پہنچے تو اس عورت پر وہاں کے کتے بھونکنے لگے جس پر اس عورت نے ایسی اور ایسی بات کہی تھی۔ لیکن جب میں نے اُن لوگوں میں اختلاف دیکھا تو میں واپس آ گیا۔ اور وہ لوگ کوچ کر گئے۔ حضرت علیؑ نے کہا کہ کیا تم ذی قار کا راستہ جانتے ہو؟ میں نے اقرار کیا۔ انہوں نے ساتھ چلنے کو کہا تو میں ہمراہ ہولیا''

دویم۔ طلحہ کے چند اور حالات۔

عائشہ کے بعد اب طلحہ کے متعلق چند اور باتیں سناتے ہیں۔ طلحہ کا سلسلہ نسب قریشی افسانوں میں یوں ملتا ہے کہ۔ ابو محمد طلحہ بن عبیداللہ بن عثمان بن عمرو بن کعب بن سعد بن تیم بن مرّہ۔ طلحہ کا باپ عبیداللہ ابوبکر کے چچازاد بھائی تھے۔ اور طلحہ کی ماں ''صعبة'' کہلاتی تھیں۔ جو حضرمی کی بیٹی تھیں۔ قبل اس کے کہ عبیداللہ صعبہ سے نکاح کرے اور یہ عبیداللہ کی ماں بنیں ابوسفیان کے نکاح میں تھی۔ اُس نے طلاق دے دی تو عبیداللہ نے نکاح میں لے لیا اور یوں طلحہ وجود میں آئے۔ لہٰذا قریش ساز افسانوں میں طلحہ بھی عشرہ ومبشرہ میں سے ایک ہیں یعنی وہ پارٹی جن کو قریش کے نزدیک لامحالہ جنتی ہونا ہی چاہیئے ان دس آدمیوں کو معاذ اللہ رسولؐ اللہ نے جنتی ہونے کی خوشخبری سنا دی تھی طلحہ بھی ان میں سے ایک تھا۔ جب عمر

Presented by Ziaraat.Com

بن الخطاب نے مجلس شوریٰ کا تقرر کیا تو طلحہ بھی اس کا ممبر تھا۔طلحہ ہی نے ابوبکر کے مرتے وقت یہ اعتراض کیا تھا کہ اُس نے عمر کو اپنی وصیت کی رُو سے خلیفہ کیوں مقرر کیا حالانکہ عمر بہت تندخو اور سخت مزاج ہے۔اور یہ سن کر ابوبکر کو غصہ آ گیا تھا اور کہا تھا کہ ''اے طلحہ تم اس زمانہ کے بدترین شخص ہو'' یہی طلحہ اور زبیر تھے جنہیں تمام اہل مدینہ قاتل عثمان اور اپنی خلافت قائم کرنے کا لالچی سمجھتے تھے، چنانچہ مغیرہ بن شعبہ نے مصر کی راہ میں عائشہ سے کہا تھا کہ عثمان کے قاتل تو خود تمہارے ساتھ ہیں (الامامۃ والسیاسۃ) یہی دونوں اپنی خلافت چاہتے تھے ناکام ہوئے تو بات یوں بنائی کہ خون کو خون سے دھوئیں گے اور گناہوں کو توبہ سے بدل لیں گے۔پھر مغیرہ مروان سے ملے اور کہا کہ عثمان کے قاتل تو یہی تمہاری فوج کے دونوں سردار ہیں اِن کو قتل کروا اور پلٹ جاؤ۔پھر مغیرہ بن شعبہ نے کہا کہ اگر تم اپنی ماں کے ساتھ اور ماں کے خیال سے نکلے ہو تو پلٹ جانا تمہارے لئے بہتر ہے اور اگر عثمان کا بدلہ لینا ہے تو اپنے ان سرداروں، طلحہ اور زبیر سے لے لو۔

1) عائشہ کے ارادوں کو بھانپ کر معاویہ نے زبیر اور طلحہ کو خلافت کی پٹی پڑھائی اور تحریر کی حد تک دونوں کو خلیفہ بنا دیا۔

جیسا کہ ظاہر ہوا کہ طلحہ اور زبیر دونوں خلافت حاصل کرنے کی اسکیمیں بنا رہے تھے۔پہلے عثمان کو راہ سے ہٹانے کے بعد خلافت چاہتے تھے۔مگر عثمان کو قتل کرانے کے بعد خلافت اُن کے ہاتھ سے نکل کر بے روک حضرت علی علیہ السلام تک جا پہنچی تو اب یہ اسکیم تھی کہ حضرت علیؑ کے ساتھ مل کر خلافت چلائیں گے۔مگر وہاں سے بھی ناکام ہو گئے ابھی اس ناکامی میں مبتلا تھے کہ معاویہ نے اُن کو ڈوری پر لگالیا اور ایک خط زبیر اور طلحہ کے نام لکھا تاکہ اُن کی مایوسی امیدوں میں بدل جائے۔اس نے لکھا کہ:

بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم لعبداللّٰہ الزبیر امیر المومنین من معاویۃ بن ابی سفیان سلام علیک . اما بعد فانی بایعت لک اھل الشام فاجا بوا و استوثقوا کما یستوثق الحلب. فدونک الکوفۃ و البصرۃ لا یستبقک الیھا ابن ابی طالب فانہ لاشی بعد ھذین المصرین وقد بایعت لطلحۃ بن عبیداللّٰہ من بعدک فَاظھر الطلب بدم عثمان وادعوا الناس اِلٰی ذلکِ ولکن منکما الجِدّو التشمیر ظفر کما اللّٰہ و خَذَل معادیکما''

''بسم اللہ الرحمٰن الرحیم یہ خط معاویہ بن ابی سفیان کی طرف سے امیر المومنین زبیر کے نام ہے۔بعد سلام معلوم کرو کہ میں نے تمہارے لئے اہل شام سے بیعت لے لی ہے اور انہوں نے اس دعوت پر لبیک کہی ہے اور اطاعت پر جمع ہو گئے ہیں جیسے دودھ استعمال کے لئے برتن میں جمع کر لیا جاتا ہے۔لہٰذا کوفہ اور بصرہ سے خبردار رہنا کہیں ایسا نہ ہو کہ تم سے پہلے علیؑ ان پر قبضہ کر لیں۔اور جب یہ دونوں شہر قابو میں آ جائیں تو کسی اور چیز کی ضرورت ہی کیا رہ جائے گی۔اور میں نے تمہارے بعد طلحہ بن عبیداللہ کے لئے بھی بیعت لے لی ہے۔لہٰذا تم انتقام خون عثمان کا چرچا جاری رکھو اور لوگوں کو انتقام لینے کے لئے ہموار کرتے رہو۔جی توڑ کے اس معاملے میں کوشش کرو۔خدا تم دونوں کو کامیاب کرے اور تمہارے مخالف ناکام ہو جائیں''

معاویہ کے اس خط نے طلحہ و زبیر کو ہمت دلائی کہ وہ کھل کر کوفہ اور بصرے کی حکومت طلب کریں اور گورنر بننے کے بعد معاویہ سے مل جائیں۔لیکن حضرت علی علیہ السلام ان کے حالات سے ان سے زیادہ واقف تھے۔آپؑ نے اپنی تقریر میں فرمایا تھا کہ:

''اے لوگو عائشہ بصرہ کو روانہ ہو چکی اور اس کے ساتھ طلحہ و زبیر بھی ہیں اور یہ سب خلافت حاصل کرنے کی فکر میں ہیں طلحہ عائشہ کے چچازاد بھائی ہیں۔اور زبیر عائشہ کا بہنوئی ہے۔اور سب اپنی مراد میں ناکام ہوں گے (یہ ایک پیشنگوئی تھی) اور خدا کی قسم یہ سرخ اونٹ پر چڑھنے

Presented by Ziaraat.Com

والی عورت (ابھی اونٹ خریدا نہیں گیا تھا) کوئی منزل طے نہیں کرسکتی اور نہ ہی کوئی گتھی سلجھا سکتی ہے سوا اس کے کہ اس کے تمام کام اللہ کی نافرمانی اور گناہ ہوں گے۔اور یہ عورت خود کو اور اپنے ساتھیوں کو ہلاکت وتباہی میں ڈال دے گی (بالکل ایسا ہی وقوع میں آیا تھا) خدا کی قسم اس لشکر کے ایک تہائی لوگ قتل ہوں گے ایک تہائی بھاگ جائیں گے اور ایک تہائی نادم ہوں گے (یہ پیش گوئی بھی پوری ہوئی) اور یقیناً یہی وہ عورت ہے جس پر مقام حوّاب کے کُتے بھونکیں گے۔اور یہ کہ طلحہ اور زبیر دونوں جانتے ہیں کہ وہ اس معاملہ میں خطا کار ہیں۔

2) طلحہ ہی وہ شخص تھا جس کے جواب میں اللہ نے نبیؑ کی ازواج سے ابداً نکاح کرنا حرام کردیا تھا (احزاب 54-33/53)۔

اللہ نے قرآن میں فرمایا ہے کہ:۔

مَا كَانَ لَكُمْ اَنْ تُؤْذُوْا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَلَاۤ اَنْ تَنْكِحُوْۤا اَزْوَاجَهٗ مِنْۢ بَعْدِهٖۤ اَبَدًا اِنَّ ذٰلِكُمْ كَانَ عِنْدَ اللّٰهِ عَظِيْمًا O اِنْ تُبْدُوْا شَيْـًٔا اَوْ تُخْفُوْهُ فَاِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِكُلِّ شَیْءٍ عَلِيْمًا O (احزاب 54-33/53)

ان دونوں آیات کا پورا ترجمہ مودودی کے قلم سے لکھتے ہیں تاکہ قریشی رعایت پہلے سامنے آجائے۔سنئے

''لوگو جو ایمان لائے ہو نبیؑ کے گھروں میں بلا اجازت نہ چلے آیا کرو، نہ کھانے کا وقت تاکتے رہا کرو۔ہاں اگر تمہیں کھانے پر بلایا جائے تو ضرور آؤ۔مگر جب کھانا کھا لو تو منتشر ہو جاؤ، باتیں کرنے میں نہ لگے رہو۔تمہاری یہ حرکتیں نبیؑ کو تکلیف دیتی ہیں۔مگر وہ شرم کی وجہ سے کچھ نہیں کہتے۔اور اللہ حق بات کہنے میں نہیں شرماتا۔نبیؑ کی بیویوں سے اگر تمہیں کچھ مانگنا ہو تو پردے کے پیچھے سے مانگا کرو۔یہ تمہارے اور ان کے دلوں کی پاکیزگی کے لئے زیادہ مناسب طریقہ ہے تمہارے لئے یہ جائز نہیں ہے کہ اللہ کے رسولؐ کو تکلیف دو، اور نہ یہ جائز ہے کہ انؐ کے بعد انؐ کی بیویوں سے نکاح کرو۔۔۔۔یہ اللہ کے نزدیک بہت بڑا گناہ ہے۔تم خواہ کوئی بات ظاہر کرو یا چھپاؤ، اللہ کو ہر بات کا علم ہے''۔(تفہیم القرآن جلد 4 صفحہ 119-122)

3) مودودی کی خیانتیں اپنے راہنماؤں کے عظیم الشان گناہوں کے چھپانے کی خاطر بھی نظرانداز نہیں کی جاسکتیں کہ خیانت اللہ سے کی ہے۔

قارئین نوٹ کریں کہ مودودی اور قریش کے باقی علما قریش کی پیروی میں قرآن کریم میں معنوی تبدیلیاں اور ہر قسم کی خیانتیں جائز سمجھتے چلے آتے ہیں اور یہ کام عہد رسولؐ میں نزول قرآن کے ساتھ ساتھ جاری کردیا گیا تھا (فرقان 31-25/30 اور انعام 6/66) بہرحال ان دو آیات میں مودودی سے جس قدر ہو سکیں اُتنی خیانتیں بلا تکلف اور بلا خوفِ خدا کی ہیں اور طُرفہ یہ کہ اُن خیانتوں کو جائز اور ترجمہ کو صحیح سمجھا ہے۔

قارئین مودودی تو مر گئے مگر ان کے بیٹے اور شاگردانِ رشید اور بڑے معزز پیرو موجود ہیں اُن کو یہ خیانتیں دکھا کر سوالات کریں کہ:۔

پہلی خیانت: آیت (33/53) میں دو مرتبہ ایک ہی لفظ'' ذٰلِكُمْ '' آیا ہے۔پہلی دفعہ آیا تو اس کا ترجمہ''یہ طریقہ تمہارے لئے اور ان کیلئے'' کیا تھا۔مگر جب دوبارہ یہی لفظ آیا تو اس کا ترجمہ غائب کرگئے۔اور کیوں نہ لکھا کہ:

''تمہارا نبیؐ کے بعد نبیؐ کی ازواج سے نکاح کرنا اللہ کے نزدیک ایک عظیم ترین گناہ ہوگا''

دوسری خیانت۔اسی آیت میں اسی لفظ سے پہلے نکاح کرنے کی ممانعت کرتے ہوئے لفظ''اَبَدًا'' آیا، اس لفظ کا ترجمہ بھی غائب کردیا ہے۔کیوں نہ یہ لکھا کہ:''نہ یہ جائز ہے کہ اُن کے بعد اُن کی بیویوں سے تاابد نکاح کرو'' یعنی قیامت تک نکاح حرام کیا گیا ہے نہ کہ چند سال تک؟

تیسری خیانت۔ آیت میں لفظ'' مُسْتَاْنِسِيْنَ '' آیا ہے جس کے معنی صرف''باتیں کرنا'' ہرگز نہیں ہے۔اس کے معنی ایسی باتیں کرنا ہیں جن

Presented by Ziaraat.Com

سے محبت اور اُنسیت میں انگیخت اور ہمت افزائی ہو۔یعنی اُسی قسم کی باتیں کرنے سے مردوں کو بھی منع کیا گیا جس قسم کی باتوں سے اسی سورہ میں نبیؐ کی ان عورتوں کو منع کیا تھا (33/32) اور مودودی نے بڑی لے دے کی تھی۔اور اُس طرز گفتگو کو بدمعاش عورتوں کی گفتگو لکھا تھا۔اور اُسے فاسقات وفاجرات کا طرزِ کلام کہا تھا (تفہیم القرآن جلد 4 صفحہ 89 حاشیہ نمبر 47) لیکن یہاں مودودی نے اُس خطرناک صورت کو سادہ صورت حال بنانے کے لئے لکھ دیا کہ ''باتیں کرنے میں نہ لگے رہو''۔نبیؐ کو سادہ اور شریفانہ باتیں ہرگز تکلیف نہیں دے سکتیں۔یہ بدمعاشوں کی بدمعاشی کی غرض سے باتیں ہوتی تھیں جو آیت کے مطابق شرمناک اور ایذا رساں ہوتی تھیں اور دونوں فریق کی قلبی ناپاکی اور بُرے ارادوں کو ظاہر کرتی تھیں۔

چوتھی خیانت۔اور مندرجہ بالا قسم کے تعلقات جب کافی عرصے تک جاری رہیں تو لازم ہے کہ عورتوں کی طرف سے آنے جانے والے مردوں کی طرف یا مردوں کی طرف سے عورتوں کے پاس کچھ مال یا سامان موجود ہو جو اچانک تعلقات ختم کر دیئے جانے سے فریقین کے نقصان کا باعث بنے اس لئے اجازت دی گئی کہ '' کچھ مال (متاع) لینا دینا ہو تو یہ لینا دینا اب اندر جا کر نہیں بلکہ باہر کھڑے ہو کر پردے کے پیچھے سے لینا دینا ہوگا اس لئے کہ اب مزید گندے طریقہ کی گنجائش نہیں ہے''۔

یہ پُورا مطلب ضائع کرنے اور لوگوں کو اپنے سرداروں اور سیدہ کے اعمال سے غافل رکھنے کے لئے علامہ مودودی نے آیت میں آئے ہوئے لفظ ''مَتَاعًا'' کا ترجمہ ہی غائب کر دیا۔حالانکہ مولانا اس لفظ ''مَتَاعًا'' کا ترجمہ ''سامانِ زیست'' کرتے رہے ہیں۔

(دیکھو تفہیم القرآن جلد 6 صفحہ 245 آیت 79/33،اور صفحہ 258 آیت 80/32)

پانچویں خیانت۔ اللہ نے اسی آیت (33/53) میں یہ جملہ فرمایا ہے کہ ''غَیرَ نٰظِرِینَ اِنٰهُ'' اُسکے برتنوں کو نہ دیکھتے ہوئے یا اسکے برتنوں پر نظریں جمائے بغیر'' اس لئے کہ دنیا کی ہر عربی لغت میں لفظ ''اِناءٌ'' کے معنی برتن ملیں گے اور اس کی جمع ''اٰنِیَۃٍ'' (سورہ دھر 76/15) قرآن میں بھی ہے جیسا کہ فرمایا ہے کہ:۔ وَیُطَافُ عَلَیهِم بِاٰنِیَۃٍ مِّن فِضَّۃٍ...الخ (76/15)

علامہ کا ترجمہ: ان کے آگے چاندی کے برتن اور شیشے کے پیالے۔۔۔(تفہیم القرآن جلد 6 صفحہ 199)

ہم یہ بتانا چاہتے ہیں کہ اللہ نے یہ فرمایا ہے کہ:

''اے لوگو جو ایمان لائے ہو تم نبیؐ کے گھروں میں بلا اجازت نہ گھسے رہا کرو اور وہاں عورتوں میں بیٹھ کر اُس کے برتنوں کو جھانکتے تاکتے نہ رہا کرو'' ولیکن جب تمہیں بلایا جائے تب داخلِ خانہ ہوا کرو۔اور کھاتے ہی دفع ہو جایا کرو۔وغیرہ وغیرہ۔

کہنا یہ ہے کہ لفظ ''اِناءٌ'' کا ترجمہ نہ کر کے مودودی زیر بحث وتنقید مومنین کو رسولؐ کے گھر کے باہر کھانے کے وقت کا انتظار کرتے ہوئے دکھانا چاہتے ہیں۔مگر اللہ یہ بتا رہا ہے کہ وہ بدنہاد مومنین رسولؐ کے گھروں کے اندر رہتے ہوئے برتنوں پر نظر جمائے رہتے ہیں۔اس لئے کہ گھر سے باہر برتن نظر آ ہی نہیں سکتے لہٰذا جب برتنوں کا علامہ نے تذکرہ ہی نہ کیا تو وہ لوگ خود باہر موجود ہونا ثابت ہو گئے۔اور یہی وہ طریقہ ہے جس سے قرآن کریم کے موضوعات اور معانی طے ہو چکنے کے بعد بھی قریش اور لیڈران قریش اور علمائے قریش نے قرآن کے طے شدہ معانی ومفاہیم کو تبدیل کیا ہے (مائدہ 5/13,5/41) (فرقان 31-25/30) (6/66) لیکن اللہ نے وعدہ فرمایا تھا کہ:

''یہ پہلی دفعہ نہیں ہے کہ تیری قوم نے کتاب اللہ کو مہجور کیا ہو۔بلکہ ہم نے تو مجرم لوگوں میں سے کچھ لوگوں کو ہمیشہ ہر نبیؐ کا دشمن بنائے رکھا ہے اور وہ یہی کام کرتے چلے آئے ہیں۔مگر تیرا پروردگار تیری قوم کے مقابلہ میں تیری راہنمائی اور نصرت کا ذمہ دار

Presented by Ziaraat.Com

ہے''۔(25/30-31)اسی راہنمائی کی قوت ہے جو قریش اور قریشی علما کی خیانتیں اور کرتب دکھاتے ہوئے قرآن کی حقیقی تعلیم پھیلاتی چلی آرہی ہے اور اُن ناپاک مومنین کو پاک مومنین سے اور ناپاک مومنات کو پاک مومنات سے الگ کرکے روشناس کرتی رہی ہے جن کو الگ الگ کرانے اور کرنے کا اللہ نے وعدہ کیا تھا۔(آل عمران 3/179)

بہر حال ان آیات (33/53-54) میں وہ بدکار و بدنہاد مومنین سامنے کھڑے ہوئے نظر آرہے ہیں۔جو اپنی قسم کی عورتوں سے سانٹ گانٹھ کرنے اور محبت و فداکاری کی پینگ بڑھانے کے لئے بلا اطلاع و اجازت رسوؐل کے گھروں کے اندر اپنا مطلوبہ کاروبار کرتے رہتے تھے۔اور اسکیم بنا رہے تھے کہ اگر زندگی میں نہ ہو سکے تو کم از کم رسوؐل کی مذکورہ ازواج (33/29-34) کو رسوؐل کے مرنے کے بعد زوجیت میں لے لیں گے۔اور یہ پارٹی وہ تھی جو رسوؐل کی حکومت چھین لینے کے لئے رسوؐل کے خلاف محاذ بنائے ہوئے تھی (تحریم 66/4-6) اور ایک دوسرے کے لئے ہر قسم کی قربانی دینے کو تیار تھی۔اور یہی پارٹی تھی جس کو رسوؐل اللہ کے تمام خفیہ اقدامات اور راز و رموز کی ضرورت رہتی تھی اور ازواج رسوؐل کی مذکورہ پارٹی انہیں بروقت بتاتی رہتی تھی (66/3)

4) مندرجہ بالا پارٹی کو چھپانے کے باوجود سرکردہ لوگ اور لوگنیاں منظرِ عام پر لے آئے گئے ہیں۔

اسی پارٹی سے تعلق رکھتی تھی عائشہ و حفصہ (تفہیم القرآن جلد 6 صفحہ 23-24) اور اسی پارٹی کے ہیرو تھے جناب طلحہ و زبیر۔اور ابن ابی الحدید نے واشگاف الفاظ میں لکھا ہے کہ وہ شخص جس نے یہ اعلان کیا تھا کہ یہاں نہ سہی نبیؐ کے انتقال کے بعد ہم جس کو چاہیں گے اُس کو زوجہ بنائیں گے۔اور ظاہر ہے کہ وہ،جس کو دُلھن بنانا چاہتے تھے وہی ہو سکتی ہے جو اس کے لئے اللہ کے حکم کو ٹھکرا کر (33/33) حیاء و شرم و غیرت و شرافت کو لپیٹ کر کنیزوں کی طرح صحراؤں،جنگلوں اور شہروں میں پھرتی رہی۔اور نکاح کے علاوہ ہر طرح حاضر خدمت رہی۔

5) طلحہ نکاح نہ کر سکتے مگر اور جو جو کچھ کر سکتے تھے کرتے رہے۔

طلحہ نے رسوؐل کی جتنی ازواج کی بہنوں سے ہو سکا نکاح کئے۔

اول۔ اُم کلثوم بنت ابی بکر عائشہ کی بہن۔

دوم۔ حمنہ بنت جحش، جناب زینب کی بہن۔

سوم۔ بارعہ بنت ابی سفیان، ام حبیبہ کی بہن،

چہارم۔ رقیہ بنت امیہ ام سلمہؓ کی بہن (اصابہ جلد 2 صفحہ 230 مطبوعہ مصر)

اس طرح طلحہ ابوبکر کا داماد تھا۔رسوؐل اللہ کا ہم زلف تھا اور عائشہ کا بہنوئی تھا۔اور پھر یہ بھی کہ طلحہ قبیلہ تیم سے تھا۔یہی وہ پوزیشن تھی جس کی وجہ سے وہ خلافت کا خود کو حقدار سمجھتا تھا۔بہر حال طلحہ نے پوری کوشش کی ہے کہ وہ رسوؐل اللہ کی پردہ دری کرے اور ممنوعہ حرم تک جا پہنچے۔

طلحہ نے یہ بھی کہا تھا کہ ''ہم چھ آدمی شوریٰ کے لئے تجویز کئے گئے تھے جن میں سے دو مر گئے (عبدالرحمٰن بن عوف اور عثمان) اور ہم تین آدمی باقی ہیں (1۔سعد بن ابی وقاص۔2۔زبیر۔3۔طلحہ) اور ہم تینوں بھی آپ کی خلافت پر راضی نہیں ہیں۔لہٰذا اھل شوریٰ کے نزدیک تمہاری خلافت برحق نہیں ہے۔''(ابن قتیبہ صفحہ 77)

یہ ملعون سب سے پہلے حضوؐر کی بیعت کرنے کے بعد بھی یہ بکواس کرتا رہا ہے۔

Presented by Ziaraat.Com

مفتی جعفر حسین: خطبہ نمبر: 216

علی نقی طہرانی: خطبہ نمبر: 209

خُطبہ《76》

1۔طلحہ بن عبید اللہ اور عبدالرحمٰن ابن عتاب بن اُسید کو میدان جنگ میں مقتول پڑا دیکھ کر افسوس فرمایا ہے۔

2۔عبد مناف کی مصنوعی اولاد کو میں نے جکڑ بند کر دیا ہے البتہ بنی جمح کے سردار مجھ سے بچ نکلے ہیں۔ان لوگوں نے سرکشی پر کمر باندھ لی تھی ان کی سرکش گردن توڑ دی گئی ہے۔

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡم

لَقَدۡ اَصۡبَحَ اَبُوۡ مُحَمَّدٍ بِهٰذَا الۡمَكَانِ غَرِيۡبًا ؛	1	یقیناً ابو محمد طلحہ بن عبید اللہ قتل ہو کر اپنے شہر سے دور یہاں غریب الدیار پڑا ہوا ہے۔
اَمَا وَاللّٰهِ لَقَدۡ كُنۡتُ اَكۡرَهُ اَنۡ تَكُوۡنَ قُرَيۡشٌ قَتۡلٰى تَحۡتَ بُطُوۡنِ الۡكَوَاكِبِ ؛	2	بات یہ ہے کہ میں تو یہ بات پسند نہ کرتا تھا کہ قریش یوں قتل ہو کر زیر آسمان ستاروں کے نیچے بکھرے پڑے ہوں۔
اَدۡرَكۡتُ وِتۡرِىۡ مِنۡ بَنِىۡ عَبۡدِ مَنَافٍ ؛	3	بہرحال میں عبد المناف کی اولاد کہلانے والوں کو جکڑ بند کرنے میں کامیاب ہو ہی گیا۔
وَاَفۡلَتَتۡنِىۡ اَعۡيَانُ بَنِىۡ جُمَحٍ ؛	4	اور بنی جمح کے سردار میرے ہاتھ سے نکل بھاگے۔ (سوائے عبدالرحمٰن ابن عتاب اور عبداللہ ابن ربیعہ کے)
لَقَدۡ اَتۡلَعُوۡا اَعۡنَاقَهُمۡ اِلٰى اَمۡرٍ لَمۡ يَكُوۡنُوۡا اَهۡلَهٗ فَوُقِصُوۡا دُوۡنَهٗ ؛	5	انہوں نے ایسے کام کے لئے ناک چڑھائی تھی جس کے وہ اہل نہ تھے مگر قبل اس کے کہ وہ لوگ کامیاب ہوتے ان کی گردن توڑ دی گئی ۔

تشریحات:

جنگ جمل کے مقتولین پر حضورؐ کے ریمارکس۔

جنگ جمل میں مخالف لشکر کے دونوں سردار طلحہ و زبیر لقمہ اجل بنے عائشہ ذلت و خواری، حسرت و یاس سے ہم آغوش ہو کر زمین پر گری۔اور اس کی فوج کے بہادر اور سورما مکھیوں کی طرح مارے گئے،میدان جنگ ان کی لاشوں اور کٹے ہوئے اعضا سے پٹا پڑا تھا۔اس حالت میں مولائے کائنات علیہ السلام مقتولوں کے معائنہ کے لئے میدان جنگ میں تشریف لائے۔اور سب سے پہلے آنجناب نے تمام قریشی مُردوں کو بحیثیت مجموعی مخاطب کر کے ان پر نفرین و افسوس کیا۔پھر طلحہ اور اس کے گرد جمع کئے ہوئے بہادروں کی لاشوں سے فرمایا کہ:

فَقَدۡ تَقَدَّمۡتُ اِلَيۡكُمۡ اُحَذِّرُكُمۡ عَضَّ السَّيۡفِ وَ كُنۡتُمۡ اَحۡدَاثًا لَا عِلۡمَ لَكُمۡ بِمَاتَرَوۡنَ وَلٰكِنَّ الۡحَيۡنَ وَمَصۡرَعَ السُّوۡءِ

Presented by Ziaraat.Com

’’میں تم لوگوں کو پہلے ہی پیشگی طور پر تلوار کی کاٹ سے بچنے کی تاکید کرتا رہا ہوں۔ اور تم لوگوں نے جدت پسندی کی بنا پر اپنے مستقبل پر غور نہ کیا اور آخر کار اس گھڑی تمہاری موت نے تمہیں قتل کر کے پچھاڑ دیا۔‘‘

معید بن مقداد کی لاش پر۔

فرمایا اللہ اس کے باپ پر رحمت کرے اگر وہ زندہ ہوتا تو یہ بغاوت کی موت نہ مرتا۔ عمارؓ یاسر نے کہا کہ خدا کا شکر و احسان ہے کہ اس کے غرور پر ضرب پڑی اور اس کے گال زمین پر رگڑ دیئے گئے۔ یا امیرالمومنین جو حق سے دشمنی کرتا ہے قسم بخدا کہ ہم کو اس کی کچھ پرواہ نہیں خواہ وہ کسی کا باپ ہو یا بیٹا ہو۔

عبداللہ بن ربیعہ بن دَرّاج جمحی۔

اِس کی لاش پر آئے اور فرمایا اس بدسرشت نے کیوں بغاوت اختیار کی؟ آیا یہ میرے مقابلہ میں جنگ کرنے کو دینداری سمجھتا تھا؟ یا یہ بھی عثمان کے خون کا طالب تھا۔ حالانکہ عثمان تو خود اِس سے اور اِس کے باپ سے بیزار تھا۔

معید بن زھیر بن ابی امیہ۔

فرمایا کہ یہ لڑکا ایسا فتنہ پرور اور فتنہ جو تھا کہ اگر فتنہ ستارہ ثریا پر بھی ہوتا تو یہ اسے وہاں سے بھی اُتار لیتا۔ مگر اس کے باوجود جنگ میں وہ بزدل اور نامرد تھا۔ میں نے اس کے ساتھیوں سے سنا ہے کہ بوقت جنگ جان کے خوف سے عورتوں کی طرح ہائے واویلا کرتا پھرتا تھا۔

مسلم بن قُرطبہ۔

یہ بھلائی کا عِوض ہے جو میں نے اسکے ساتھ کی تھی۔ عثمان کے زمانہ میں مکہ میں یہ ایک چیز مانگتا تھا اور عثمان اِسے نہ دیتا تھا۔ میں نے سفارش کر کے دلوا دی۔ آج یہ عثمان کے لئے رُسوا کن موت مرا ہے اور عثمان کہا کرتا تھا کہ میں نے آپؑ کے کہنے سے دی ورنہ ہرگز نہ دیتا۔

عبداللّٰہ بن حمید بن زھرہ۔

فرمایا کہ یہ بھی ہمارے خلاف جنگ میں بہت سرگرم تھا۔ اور اپنے خیال میں اس جنگ کو اللہ کی خوشنودی کا سبب سمجھتا تھا۔ اس نے عثمان کی شکایتوں کے مجھے بار بار خطوط لکھے۔ پھر عثمان نے اُسے کچھ دے دلا کر راضی کر لیا تھا۔

عبداللّٰہ بن حکیم بن خرام ۔

اس کے پاس آئے اور فرمایا کہ یہ اپنے باپ کی مرضی کے خلاف ہم سے برسر جنگ ہوا تھا۔ گو اس کے والد نے ہماری نصرت نہیں کی مگر وہ بیعت کر چکا تھا۔ جو اس جنگ کے فریقوں میں سے کسی کا طرفدار نہیں ہوا میں اسے چنداں ملامت نہیں کرتا۔ قابل ملامت زیادہ تر وہ ہیں جنہوں نے ہم پر تلوار کھینچی ہے۔

عبداللّٰہ بن مغیرہ بن اخنس بن شَرّین ۔

اس کے پاس تشریف لائے اور فرمایا کہ اس کا باپ عثمان کے ساتھ بروزِ حملہ عثمان کے تحفظ میں قتل ہوا تھا یہ اپنے باپ کے انتقام کے لئے ہمارے خلاف اُٹھا تھا۔

Presented by Ziaraat.Com

عبداللّٰہ بن عثمان بن اخنس بن شَرّین ۔

کے متعلق فرمایا کہ جوانانِ قریش فنونِ جنگ سے بے خبر ہیں اورلڑائی میں ثابت قدم نہیں رہتے ہیں جو جمے رہ جاتے ہیں تو تنگ ہوکر جان دے دیتے ہیں۔ پھرتھوڑی دور چلے تھے کہ خود اپنے ہاتھ سے قتل ہونے والے کے پاس آئے۔

عبداللّٰہ بن خلف خزاعی۔

یہ عبداللہ بصرہ کے رئیسوں میں سے ایک رئیس تھا۔ فرمایا کہ اسے اٹھا کر بٹھاؤ۔ جب لوگوں نے اس کی لاش کو بٹھادیا تو فرمایا کہ افسوس ہے تجھ پر اَے خلف کے بیٹے تو نے خودکو ایک بہت بڑی مصیبت میں ڈالا ہے۔

طلحہ بن عبیداللہ جنگ جمل کا ہیرو۔

اُسے دیکھا تو فرمایا کہ یہ ہے وہ شخص جس نے سب سے پہلے میری بیعت کی اورسب سے پہلے میری بیعت کو توڑا اورعہد شکنی کی اور امت محمدیہ میں بہت بڑا فتنہ برپا کیا اور مجھے اورمیری اولاد کوقتل کر ڈالنے میں کوشاں ہوا۔ اسلام میں جو قدامت رکھتا تھا اس کو ضائع کردیا۔ اور شیطان نے اُسے صراطِ مستقیم سے ہٹا کر سیدھا جہنم میں پہنچادیا۔ پھر فرمایا طلحہ کی لاش کو بٹھاؤ۔ جب طلحہ کو بٹھادیا گیا۔ تو فرمایا کہ اَے عبیداللہ کے بیٹے اللہ نے مجھ سے جو وعدہ کیا تھا وہ تو اس نے لفظ بلفظ پورا کر دکھایا ہے۔ کیا اللہ نے تجھ سے کیا ہوا وعدہ بھی پورا کیا ہے یا نہیں؟ پھر فرمایا کہ اُسے لٹا دو۔ حاضرین نے پوچھا کہ یاامیرالمومنین آپ تو ان سے اس طرح کلام کرتے ہیں جس طرح زندوں سے، حالانکہ یہ تو مردہ ہیں۔ فرمایا کہ مردہ ہوتے ہوئے بھی میرا کلام یہ سب سنتے ہیں۔ جس طرح کہ بدر میں قتل ہونے والے کفار رسوؐل اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ کا کلام سنتے تھے۔

کعب بن سُور ازدی ۔

اس کی لاش پر فرمایا کہ یہ وہی شخص ہے جو گلے میں قرآن لٹکا کر ہمارے مقابلہ کو آیا تھا اور کہتا تھا کہ میں اپنی ماں عائشہ کی نصرت کرتا ہوں۔ دوسروں کو قرآن کی طرف دعوت دیتا تھا حالانکہ خود قرآن کے معنی تک نہ جانتا تھا۔ پھر حضوؐر نے یہ آیت تلاوت فرمائی کہ:

وَاسۡتَفۡتَحُوۡا وَخَابَ كُلُّ جَبَّارٍ عَنِيۡدٍO(ابراھیم 14/15)

یعنی ’’کفار نے فیصلہ چاہا تو تمام جبر کرنے والے اوردشمنی رکھنے والے تباہ و برباد ہوگئے۔‘‘

یہ خدا سے چاہتا تھا کہ مجھ کو قتل کرے حق تعالیٰ نے اُسے ھلاک کردیا۔ یہ کہہ کر فرمایا کہ کعب کو بٹھاؤ۔ بٹھادیا تو فرمایا کہ اَے کعب مجھ سے اللہ نے جو وعدہ کیا تھا اُسے پورا کردیا۔ تو نے اللہ کے وعدہ کو کیسا پایا؟

2۔ کعب بن سُور کو خلیفہ دوم نے اپنی حماقت کے بدلہ میں قاضی بنایا تھا۔

یہ کعب بن سُور عمر بن الخطاب کے زمانہ میں بصرہ کے قاضی تھے اس کو قاضی مقرر کرنے کا سبب یہ ہوا کہ ایک روز کعب عمر کے پاس بیٹھا تھا۔ کہ ایک عورت آئی اور کہا کہ یاامیر میرا شوہر قائم اللیل اور صائم النھار ہے۔ خلیفہ صاحب نے سمجھا کہ وہ اپنے شوہر کی تعریف کررہی ہے۔ اس نے دوبارہ یہی جملہ دہرایا مگر خلیفہ کی جانے بلا کہ عورت کیا چاہتی ہے؟ خلیفہ نے کہا تو یہ کہا کہ تیرا شوہر عابدوزاھد اور بہت اچھا آدمی ہے ہم سب کو بھی ویسا ہی ہونا چاہئے۔ عورت نے پھروہی جملہ دوہرایا۔ اورعمر نے پھراس کے شوہر کی تعریف کردی اور کچھ نہ سمجھا۔ کعب نے عورت کا مطلب سمجھ لیا تو عمر کو صورت حال پر مطلع کیا کہ یہ کہنا چاہتی ہے کہ شوہر حقوق زوجیت ادا نہیں کرتا عبادت میں لگا رہتا ہے۔ عمر نے کعب سے کہا کہ تو ہی اصل

Presented by Ziaraat.Com

مدعا کو سمجھا ہے لہٰذا تو ہی اس کا فیصلہ کر۔ کعب نے شوہر کو بلوایا اور زوجہ کے ساتھ لاپرواہی کا سبب معلوم کیا۔ اس نے کہا کہ میں نے سورہ نمل و سورہ حجر میں روزِ قیامت کی گرفت کو پڑھا ہے اس سے نہایت خائف ہوں۔ اس لئے میرا دل دنیاوی کاروبار میں نہیں لگتا۔ کعب نے کہا کہ یہ حیلے بہانے چھوڑ اور زوجہ کا جو حق تجھ پر ہے اسے ادا کیا کر۔ اس کے بعد چاہے روزہ رکھ یا عبادتیں کر۔ اور عمر سے کہا کہ اللہ نے اس کے لئے چار عورتیں حلال کی ہیں لہٰذا چار راتوں میں سے ایک رات اس عورت کی ہے۔ باقی تین اس کی ہیں۔ ان میں جو چاہے کرے۔ خلیفہ صاحب نے خوش ہو کر اُسے فوراً بصرہ کا قاضی مقرر کر دیا۔ یوں کعب صاحب کی ہنڈیا چڑھ گئی۔ بہر حال قاضی صاحب عمرو عائشہ کی محبت میں قرآن گلے میں لٹکا کر قرآن ناطق سے جنگ کرنے نکلے تھے اور ایک ایسا دل خراش رجز پڑھا تھا کہ بصرہ کی بھاگتی ہوئی فوج پلٹی اور جم کر لڑی اور سترہ اٹھارہ ہزار عائشہ کے گرد پروانوں کی طرح ڈھیر ہو گئے تھے۔ (مناسب موقع پر جمل میں پڑھے جانے والے اشعار لکھے جائیں گے)

3۔ مدینہ پہنچے تک عائشہ کے چند حالات۔

جنگ جمل کے خاتمہ کے بعد حضرت علی علیہ السلام کی اجازت سے عائشہ شہر بصرہ کے رئیس ابن ابی خلف کے مکان میں مقیم تھی۔ عمارؒ یاسر وہاں عائشہ سے ملے تو اس سے کہا کہ اَے ام المومنین تم نے دیکھ لیا کہ تیری اولاد دین کی حفاظت کے لئے کیسی تیغ زنی کرتی ہے عائشہ نے کہا کہ اَے عمار فتح اور نصرت نے تجھے بصیرت اور بصارت دے دی ہے۔ اب جو دل میں آئے کہہ۔ عمار نے کہا کہ میری بصیرت اور بصارت کا سبب جنگ جمل کی فتح نہیں ہے۔ بلکہ قسم بخدا اگر ہمیں شکست ہوئی ہوتی اور تمہارا لشکر ہمیں ٹھیلتا اور دھکیلتا نخلستان یمن یا بحرین تک بھگا دیتا تب بھی مجھ کو یقین رہتا کہ ہم حق پر ہیں اور تم باطل پر ہو۔ عائشہ نے کہا ہاں تمہاری خطا نہیں تجھے ایسا ہی سمجھایا گیا ہے۔ اَے عمار اب تمہاری عمر کافی ہو گئی ہے گوشت پوست گھل چکا ہے۔ اب خدا سے ڈر اور ابن ابو طالبؑ کی محبت میں اپنا دین تباہ نہ کر۔ عمار نے کہا کہ میں نے صحابہ رسولؐ میں سب کو بنظر غور و تامل دیکھا ہے خدا کی قسم علیؑ کو سب سے زیادہ قرآن کا عالم پایا ہے اور قرآن کی تعبیرات کو سمجھنے والا ان سے زیادہ کسی کو نہیں دیکھا ہے۔ قرآن کی حرمت و عزت کو ان سے زیادہ برقرار رکھنے والا کوئی نہیں ہے۔ پھر وہ رسولؐ خدا سے قرابتِ قریبہ رکھنے میں سب سے زیادہ قریب ہیں۔ اور آنحضرتؐ کے آداب اور سنتوں کی سب سے زیادہ سختی سے پیروی کرتے ہیں۔ اور اسلام کے فروغ میں انہوں نے جس طرح جان فدا کی ہے کوئی ان کے مقابلہ میں نہیں آسکتا۔ عائشہ یہ سن کر دم بخود رہ گئی۔

4۔ عائشہ کو مدینہ بھیجنے کے لئے عبداللہ ابن عباس کو پیغام دے کر بھیجا گیا۔ عائشہ اور عبداللہ میں بحث و مناظرہ۔

ابن ابی الحدید نے شرح نہج البلاغہ میں سُنی اور شیعہ طریقے سے روایت کیا ہے کہ امیر المومنین علیہ السلام نے عبداللہ بن عباس کو عائشہ کے پاس پیغام دے کر بھیجا کہ تم جلد سے جلد مدینہ جانے کے لئے تیار ہو جاؤ۔ اور اب بصرہ میں زیادہ دیر نہ ٹھیرو۔ ابن عباس کہتے ہیں کہ میں ابن ابی خلف کے محل میں عائشہ کے پاس گیا دروازہ پر ٹھہر کر اجازت چاہی عائشہ نے اندر آنے کی اجازت نہ دی تو لامحالہ مجھے بلا اجازت اندر جانا پڑا۔ عائشہ پردہ میں تھی۔ اور مکان خالی تھا۔ اِدھر اُدھر دیکھا کہ بیٹھنے کے لئے کوئی چیز ملے مگر وہاں کچھ نہ تھا۔ ایک گوشے میں کھجور کی پتیوں سے بنا ہوا ایک بوریہ نظر آیا اس کو کھینچ کر اُس پر بیٹھ گیا۔ یہ دیکھ کر عائشہ پردہ کے پیچھے سے بولی کہ اَے ابن عباس تو نے دو باتوں میں سنت رسولؐ کی مخالفت کی ہے۔ اول میرے گھر میں میری اجازت کے بغیر گھُس آئے ہو۔ دوم میری چیز پر میری اجازت کے بغیر بیٹھ گئے ہو۔ میں نے کہا کہ ہم سُنّتِ رسولؐ کو تم سے بہتر جانتے ہیں۔ ہم ہی نے تجھ کو سنت کی تعلیم دی ہے۔ تیرا گھر وہ ہے جس میں رسولؐ نے تجھے چھوڑا تھا۔ اور تو اپنے نفس پر ظلم کر کے اور اپنے

دین کو دھوکا دے کر اور اُسے عیب دار بنا کر خدا اور رسولؐ کے حکم کے خلاف وہاں سے نکل آئی ہے جب تو وہاں جائے گی تو ہم تیری اجازت کے بغیر تیرے پاس نہ آئیں گے اور تیری رضامندی کے بغیر تیری کسی چیز پر نہ بیٹھیں گے۔ بہرحال تیرے لئے امیرؑ المومنین کا یہ حکم ہے کہ جلد مدینہ کا ارادہ کر اور یہاں زیادہ قیام نہ کر۔ عائشہ نے کہا کہ خدا رحم کرے امیرؑ المومنین پر۔ امیر المومنین تو عمر بن خطاب تھے۔ ابن عباس نے جواب دیا کہ قسم بخدا علیؑ امیرؑ المومنین ہیں گو اس سے لوگوں کے دل جل جائیں اور چہروں پر غصہ نمودار ہو جائے اور لوگوں کی ناکیں زمین پر رگڑی جائیں۔ قسم بخدا کہ وہ برحق امیرؑ المومنین ہیں حضرت رسولؐ خدا سے اوروں کی نسبت اقرب ہیں اور سابقین میں جو تقدم ان کو ہے اور علم میں جو کمال وہ رکھتے ہیں اور اسلام میں جو مقامات و آثار ان کے لئے ہیں تیرے باپ اور عمر کو بھی نصیب نہیں ہوئے۔ عائشہ نے کہا مجھے تو اس سے انکار ہے۔ میں نے کہا تو اس انکار سے خود بھی بیکار ہو جائے گی اور جو عزت و توقیر تجھ کو حاصل ہے وہ برقرار نہ رہے گی۔ پھر تجھ کو کوئی نہ پوچھے گا۔ اور تو کسی کو امر اور نہی نہ کر سکے گی۔ عائشہ پر یہ سن کر رقت طاری ہوگئی۔ حد یہ کہ آواز گلوگیر ہوگئی۔ اور خود میں بے قابو ہو کر رہ گئی۔ اور کہا کہ خدا کی قسم میں تمہارے قرب میں ہرگز نہ رہوں گی۔ اور جس شہر میں تم ہو اس سے بڑا دشمن رُوئے زمین پر کسی اور کو نہ سمجھوں گی۔ ابن عباس نے کہا کیوں تمہیں ہم سے کیا ایذا پہنچی ہے۔ اور ہم نے تیرے ساتھ یہ بُرا سلوک کیا ہے کہ تجھے ام المومنین بنا دیا ہے۔ حالانکہ تُو تو صرف بنتِ اُمّ رومان ہی تھی۔ یا یہ کہ تیرے باپ کو صدیق بنا دیا ورنہ وہ تو صرف ابوقحافہ کا بیٹا ہی تھا جو ابن جذعان کے یہاں مہمانوں کی خدمت کرنے کے لئے نوکر تھا۔ عائشہ نے کہا کہ تم مجھ پر رسولؐ خدا کی وجہ سے احسان جتا رہے ہو۔ ابن عباس نے کہا، کیوں احسان نہ جتائیں اگر تجھ کو رسولؐ اللہ کے ایک ناخن برابر بھی فخر حاصل ہوتا تو تو بھی ہم پر احسان جتاتی۔ ہم تو آنحضرتؐ کے گوشت اور خون کی طرف سے بات کر رہے ہیں۔ اور تُو تو صرف ان نو عورتوں میں سے ایک عورت ہے جن کو وہ حضرت چھوڑ کر گئے تھے۔ ان عورتوں سے بڑھ کر نہ تجھے حُسنِ صورت حاصل ہے نہ تیری سیرت ہی اُن سے بہتر ہے۔ یہ حضورؐ کی زوجیت ہی کا صدقہ ہے کہ حاکم اور مخدوم بنی پھر رہی ہے۔ جو بات ہے زوجیت ہی کی بنا پر لوگ مانتے ہیں۔ جس کو بلاتی ہے وہ آتا ہے۔ پھر عائشہ کی حالت پر اُسے چند شعر سنائے اور واپس آکر تمام گفتگو حضرت علی علیہ السلام کو سنائی۔ حضورؐ نے فرمایا میں جانتا تھا کہ وہ اس قسم کی گفتگو درمیان میں لائے گی۔

بحارالانوار میں اصبغ بن نباتہ سے روایت کیا گیا ہے کہ امیر المومنین علیہ السلام نے قبیلہ ہمدان کے ساٹھ مردوں کو بلایا جو کہ سب سن رسیدہ تھے۔ وہ داڑھیں چڑھائے ہوئے، شمشیر و سپر اور خُود سے مسلح اور آراستہ تھے اور میں بھی ان میں شریک تھا۔ حضرت ہم کو ہمراہ لے کر بصرہ کے گلیوں کوچوں میں سے گزرتے ہوئے ایک بہت وسیع اور عریض مکان میں پہنچے جہاں کچھ عورتیں رو پیٹ رہی تھیں۔ حضرت علیؑ کو دیکھتے ہی سب کی سب چلائیں یہ ہے کہ دوستوں کا قاتل (هٰذَا قَاتِلُ الْاَحِبَّاء) آپؑ نے ان کی طرف کوئی توجہ نہ دی اور پوچھا کہ عائشہ کس کمرہ میں ہے؟ بتایا گیا۔ ہم نے حضورؐ کو گھوڑے سے اُترنے میں مدد دی۔ آپ عائشہ کے کمرے میں داخل ہوگئے۔ تھوڑی دیر باہم کچھ گفتگو ہوتی رہی۔ حضورؐ کی آواز سنائی نہ دیتی تھی لیکن عائشہ کا چیخنا سنا جا سکتا تھا۔ گفتگو کے دوران عائشہ نے کسی بات پر بطور عذر کہا کہ میں نے ایسا اور ایسا نہیں کیا ہے۔ پھر حضرتؐ باہر تشریف لائے ہم نے سوار ہونے میں مدد کی۔ اُس وقت پھر ایک عورت نے کچھ تعرض کیا تو آپ نے پوچھا کہ صفیہ کہاں ہے؟ ایک عورت بولی لبیک یا امیرؑ المومنین۔ فرمایا کہ اِن کُتیوں کو کیوں منع نہیں کرتی یہ مجھے قاتل احبّا کہتی ہیں۔ اگر میں ایسا ہوتا تو حکم کرتا کہ جو لوگ اس مکان میں موجود ہیں ان کو قتل کر دیں اور دست مبارک سے تین کمروں کی طرف اشارہ فرمایا۔ ہم نے یہ دیکھ کر فوراً تلوار کے قبضہ پر ہاتھ ڈالے اور نظریں ان کمروں کی طرف بلند کیں۔ وہ عورتیں دم بخود خاموش ہوگئیں۔ اور جو کھڑی تھیں بیٹھ گئیں۔ منجملہ ان تین کمروں کے ایک میں مروان بن حکم تھا۔ اور اس کے ساتھ کچھ اور

Presented by Ziaraat.Com

زخمی بھی تھے۔ دوسرے کمرے میں عبداللہ ابن زبیر تھا اور اس کے ساتھ زبیر کے خاندان کے دوسرے زخمی تھے۔ تیسرے کمرے میں بصرہ کا رئیس تھا جس کے محل میں عائشہ مہمان تھی۔ جب اصبغ بن نباتہ سے پوچھا گیا تم نے حجروں کے اندر والے لوگوں کو قتل کیوں نہ کر دیا؟ اُس نے کہا کہ حضرت علی علیہ السلام کا منادی جنگ کے خاتمہ پر یہ اعلان کر چکا تھا کہ زخمیوں کو قتل نہیں کیا جائے گا۔ بھاگنے والوں کا تعاقب نہ کیا جائے گا۔ جو ہتھیار ڈال دے وہ امان یافتہ ہے۔ رعایا کے گھروں میں گھسنا اور لوٹ مار کرنا جرم ہے۔ لوگوں کو ڈرانا دھمکانا منع کیا گیا ہے۔

معتبر کتابوں میں یہ حقیقت ریکارڈ کی گئی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی علیہ السلام کو یہ اختیار دیا تھا کہ وہ غلط کار عورتوں کو ان کی زوجیت سے خارج کر دیں۔ جنگ جمل کے سلسلے میں جب عائشہ کی جرأتیں حد سے بڑھ گئیں اور اس نے رسوؐل کے گھر واپس جانے اور اللہ کا حکم ماننے (احزاب 33/33) سے انکار کر دیا تو حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا کہ میں یہ سوچ رہا ہوں کہ کیوں نہ عائشہ کو رسوؐل کی زوجیت سے خارج کر دوں اور اُسے اُس شرف وعزت سے محروم کر دوں جس کو اُس نے اُمت کی تباہی کے لئے بڑی بے دردی سے استعمال کیا ہے؟ لہٰذا جن لوگوں نے آنحضرتؐ سے یہ حدیث سنی ہے اٹھیں اور گواہی دیں۔ تیرہ صحابہؓ اُٹھے جن میں سے دو بدری صحابہؓ تھے جنہوں نے گواہی دی کہ بیشک آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ نے اپنی ازواج کا اختیار آپ کو سونپا تھا۔ یہ واقعہ یوں بھی ریکارڈ کیا گیا ہے کہ جنگ جمل کے بعد جب عائشہ نے ابن ابی خلف رئیس بصرہ کے محل میں قیام کیا تو حضرت علی علیہ السلام نے جناب عمارؓ یاسر اور محمدؓ بن ابی بکر کو پیغام دے کر عائشہ کے پاس بھیجا کہ اُسے مدینہ، رسوؐل کے گھر جانے کے لئے تیار ہو جانا چاہئے تو عائشہ نے صاف الفاظ میں منع کر دیا اور کہلا دیا کہ وہ بصرہ سے ہرگز نہ جائے گی۔ یہ سن کر امیرؑ المومنین غضبناک ہوئے اور اتمام حجت کے لئے قبیلہ عبدالقیس کے بزرگوں سے فرمایا کہ عائشہ تم سے قرابت رکھتی ہے تم اپنی معزز مستورات کو اسے سمجھانے کے لئے بھیجو تا کہ وہ مدینہ جانے کے لئے آمادہ ہو جائے۔ اور عائشہ کو یہ بھی کہلوا بھیجا کہ اگر تو خوشی سے نہ جائے گی تو میں قبیلہ بکر بن وائل کی مسلح عورتوں کو بھیجوں گا جو تجھے کھینچ کر نکالیں گی اور مدینہ روانہ کریں گی۔ اور میں تجھے رسوؐل کا وہ حکم سنا دوں گا جس سے تو واقف ہے۔ کہتے ہیں کہ یہ آخری بات سن کر عائشہ تیار ہو گئی تھی۔ کتاب روضۃ الاحباب میں یہ بھی ہے کہ دوسرے روز حضوؑر نے جناب حسن علیہ السلام کو بھیج کر کہلایا کہ اگر تو فوراً روانگی کے لئے تیار نہیں ہوتی تو میں رسوؐل اللہ کے عطا کردہ اختیارات کو استعمال کرنے کے لئے تیار ہو چکا ہوں۔ جس وقت امام حسن علیہ السلام یہ پیغام دے رہے تھے عائشہ کنگھی کر رہی تھی یہ سُن کر کنگھی ہاتھ سے چھوٹ گئی اُوڑھنی دوڑنے میں پیروں میں الجھ گئی۔ گرتی پڑتی اپنا سامان جمع کرنے میں لگ گئی اور کہہ دیا کہ میں فوراً تیار ہوتی ہوں میری روانگی کا انتظام فرمائیں۔ یہ گھبراہٹ اور سراسیمگی دیکھ کر خواتین خانہ نے وجہ معلوم کی۔ اور کہا کہ تم تو سب کو انکار کر رہی تھیں اب کیا بات ہے کہ اس قدر عجلت اور خوف تم پر طاری ہے؟ اس لڑکے نے کیا کہہ دیا؟ تم اس کے باپ کے کہنے پر آمادہ نہ ہوئیں۔ عائشہ نے کہا کہ اس کے باپ نے ایسا پیغام بھیجا ہے کہ مجھے مدینہ جانے کے بغیر چارہ نہیں ہے۔ عورتوں نے کہا کہ ہمیں بھی اس پیغام پر مطلع کرو۔ عائشہ نے سنایا کہ ایک روز رسوؐل خدا کے پاس مالِ غنیمت آیا ہوا تھا اور وہ حضرتؐ اپنے اعزا اور اصحاب میں وہ مال تقسیم فرما رہے تھے۔ ہم ازواج نے اس مال میں سے حصہ طلب کیا اور مطالبہ میں سختی سے پیش آئیں ابنؑ ابی طالبؑ ہم کو ملامت کرنے لگے۔ کہ تم نے آنحضرتؐ کو ملول ورنجیدہ کیا ہے۔ اور ہمارے ساتھ بہت ڈانٹ ڈپٹ سے پیش آئے۔ ہم نے بھی سخت کلامی سے جواب دیا تب انہوں نے اس آیت کو ہم پر تلاوت کیا کہ: عَسٰی ربہ ان طلّقکنّ انْ یبدلَہٗ ازواجًا خیرًا منکنَ۔

''قریب ہے کہ اس کا پروردگار تمہیں طلاق دینے کی صورت میں اس کیلئے تم سے بہتر بیویاں بدلے میں لادے۔''

Presented by Ziaraat.Com

اس پر ہم نے علیؑ کے ساتھ اور بھی سخت رویہ اختیار کر لیا۔ حضرت رسولؐ خدا اس وجہ سے ہم پر غضب ناک ہوئے اور فرمایا کہ اَے علیؑ میں تجھ کو اپنی ازواج پر وکیل بناتا ہوں اور ان کے طلاق کو تمہارے اختیار میں دیتا ہوں۔ تو جس کو چاہے میری جانب سے طلاق دے سکتا ہے اور جس کو تو طلاق دے دے گا اس کا نام ازواج کے دفتر سے محو ہو جائیگا اور طلاق کے اس اختیار کو اپنی زندگی اور موت کے بعد دونوں زمانوں میں علیؑ کو سونپ دیا۔ لہٰذا علیؑ نے مجھے یہی پیغام بھجوایا ہے۔ ڈرتی ہوں کہ اس کے منہ سے کوئی ایسا جملہ نہ نکل جائے۔ جس کا تدارک میرے ہاتھ میں نہ رہے۔ لہٰذا میں مدینہ واپس جانے کے لئے مجبور ہوگئی ہوں۔

(3۔الف) عبداللہ ابن عباس کا مشورہ کہ عائشہ کو بصرہ میں رہنے دیں۔

یہ بھی ریکارڈ میں موجود ہے کہ عبداللہ ابن عباس نے عرض کیا کہ حضورؑ عائشہ کو بصرہ ہی میں کیوں نہ رہنے دیا جائے۔ فرمایا کہ اپنے باغیانہ اور دشمنانہ طرزِ عمل سے باز نہ آئے گی لہٰذا اس کو مدینہ میں اس کے گھر میں قید رکھنا زیادہ بہتر ہے۔ خود عائشہ نے بھی درخواست کی تھی کہ اُسے ملک شام جانے کی اجازت دی جائے۔ لیکن حضرت علیؑ نے اُسے مجبور کیا کہ اس گھر میں جائے جس میں حضورؐ نے چھوڑا تھا جہاں ٹک کر رہنے کا اللہ نے حکم دیا تھا (قَرۡنَ فِیۡ بُیُوۡتِکُنَّ 33/33)

4۔ جنگ جمل میں مخالف محاذ کے مقتولین کے لئے اسلامی عقیدہ۔

یہ حقیقت نوٹ کرنا چاہئے کہ علمائے شیعہ اثناعشریہ متفقہ طور پر قرآن اور احادیث کی رو سے ان تمام لوگوں کو دائمی طور پر جہنمی مانتے ہیں جنہوں نے حضرت علیؑ سے جدائی اختیار کی یا ان سے بغاوت کی یا ان کے مقابلے میں فوج کشی کی، فوج کشی میں مدد کی، سامان فراہم کیا اور جنگ کی، ان کے حقوق غصب کئے، ان کی حکومت چھینی، حکومت وخلافت قائم کرنے میں مدد اور تعاون کیا، اور ان پر مظالم کئے۔

محقق نصیرالدین طوسی اعلی اللہ مقامہ نے اپنی کتاب تجرید الاعتقاد میں لکھا ہے کہ۔ مُحَارِبُوۡہُ کَفَرَۃٌ وَمُخَالِفُوۡہُ فَسَقَۃٌ۔

اُن حضرت علیہ السلام سے جنگ کرنے والے کافر تھے اور ان کی مخالفت کرنے والے فاسق تھے۔

علامہ مجلسی (باقر) اپنی کتاب بحارالانوار میں لکھتے ہیں کہ حضرت علیؑ کے مخالفوں سے وہ تمام لوگ بھی مراد ہیں جنہوں نے آپ کی اعانت ترک کی یا اعانت سے روگردانی کی اور اس دھمکی کی ذیل میں آگئے کہ: وَاخۡذُلۡ مَنۡ خَذَلَہٗ اُسکو بلامدد چھوڑ دے جو اُن کی مدد نہ کرے''۔ نصرت سے روگردانی کرنے والے بڑے بڑے صحابہ بھی تھے جیسے عبداللہ بن عمر، سعد بن وقاص وغیرہ۔ بہرحال جن لوگوں نے حضرت علی علیہ السلام کے پاس آکر ندامت اور توبہ کا اظہار کیا اور حضورؑ نے توبہ قبول کر لی ان کے علاوہ تمام مخالفین جہنمی ہیں۔

Presented by Ziaraat.Com

مفتی جعفرحسین: خطبہ نمبر: 95

علی نقی طہرانی: خطبہ نمبر: 96

خُطبہ ﴿77﴾

1۔اللہ کا مہلت دینا ظالموں کے لئے تباہ کن موقع فراہم کرنے کے لئے ہوتا ہے۔2۔یہ مدمقابل قوم معاویہ کی مطیع ہونے کی بنا پر تم پر غالب آ جائے گی اس لئے کہ،3۔تم لوگ برحق صورت میں بھی میری اطاعت نہیں کرتے۔4۔رعایا اپنے حکمرانوں کے ظلم سے ڈرا کرتی تھی مگر میں اپنی رعایا کے ظلم سے ڈرتا ہوں۔5۔تم جہاد کے لئے آمادہ نہ ہوئے تم نے اس سلسلے میں کسی کارآمد بات کو نہ مانا، خفیہ واعلانیہ ہر نصیحت کو ٹھکرایا اور ہر کوشش کو رد کرتے رہے۔6۔تم موجود ہوتے ہوئے بھی غائب رہتے ہو۔تم حلقہ بگوشی کے عالم میں بھی حکمران اور مالک ہو۔7۔تم حکمت و دانائی کی باتوں سے بھڑک اٹھتے ہو۔نصیحت سے پراگندہ خاطر ہو جاتے ہو۔8۔جہاد کی تاکید سننے سے پہلے ہی اولادِ سبا کی طرح تتر بتر ہو جاتے ہو۔9۔اے وہ لوگو جن کے جسم حاضر اور عقلیں غائب ہیں۔تم اللہ کی اطاعت کرنے والے امامؑ کے مطیع نہیں اور وہ قوم اللہ کے نافرمان امام کی مطیع ہے۔10۔معاویہ تم میں سے دس آدمیوں کو لے کر بدلے میں ایک آدمی دے دے۔11۔تم کان والے بہرے ہو۔اہل زبان گونگے ہو اور آنکھوں والے اندھے ہو۔12۔اہلؑ بیت کی پیروی کرو محمدؐ کے صحابہ جیسا تم میں کوئی نہیں ہے۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡم

وَلَئِنۡ اَمۡهَلَ اللّٰهُ الظَّالِمَ فَلَنۡ يَّفُوۡتَ اَخۡذُهٗ؛	1	اور اگر اللہ نے ظالم کو مہلت دے رکھی ہے تو اس مہلت کی بنا پر وہ مواخذہ سے نہیں رہ جاتا۔
وَهُوَلَهٗ بِالۡمِرۡصَادِعَلٰى مَجَازِ طَرِيۡقِهٖ ؛	2	بلکہ اللہ تو اس کے سفرِ حیات کے راستوں پر،
وَبِمَوۡ ضِعِ الشَّجٰى مِنۡ مَسَا غِ رِيۡقِهٖ ؛	3	اور تھوک گزرنے والے گلے میں بھی، ہڈی پھنس جانے کی راہ میں گھات لگائے ہوئے ہے۔
اَمَاوَالَّذِىۡ نَفۡسِىۡ بِيَدِهٖ لَيَظۡهَرَنَّ هٰؤُلَآءِ الۡقَوۡمُ عَلَيۡكُمۡ لَيۡسَ لِاَنَّهُمۡ اَوۡلٰى بِالۡحَقِّ مِنۡكُمۡ ؛	4	اس ذات پاک کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے یہ قریشی قوم ضرور تم پر غالب آ کر رہے گی اس لئے نہیں کہ وہ حق کے معاملے میں تم سے بڑھ کر ہیں۔
وَلٰكِنۡ لِاِسۡرَعِهِمۡ اِلٰى بَاطِلِ صَاحِبِهِمۡ وَاِبۡطَائِكُمۡ عَنۡ حَقِّىۡ ؛	5	بلکہ اس لئے کہ وہ اپنے مالک معاویہ کی اطاعت کے لئے تیزی سے بڑھتے ہیں حالانکہ وہ باطل میں اطاعت کراتا ہے۔اور تم میرے حق پر ہوتے ہوئے اطاعت میں سستی کرتے ہو۔

Presented by Ziaraat.Com

وَلَقَدْ اَصْبَحَتِ الْاُمَمُ تَخَافُ ظُلْمَ رُعَاتِهَا ؛	6	اور یقیناً امتوں پر تو ایسے دن گزرتے رہے ہیں جن میں وہ اپنے حکمرانوں کے ظلم سے ڈرتے تھے۔
وَاَصْبَحْتُ اَخَافُ ظُلْمَ رَعِيَّتِيْ ؛	7	اور میں ایسے دن گزار رہا ہوں کہ جس میں اپنی رعیت کے ظلم سے ڈرتا ہوں۔
اَسْتَنْفَرْتُكُمْ لِلْجِهَادِ فَلَمْ تَنْفِرُوْا ؛	8	میں نے تمہیں جہاد کے لئے نکلنے کا تقاضا کیا مگر تم نہ نکلے۔
وَاَسْمَعْتُكُمْ فَلَمْ تَسْمَعُوْا ؛	9	اور تمہیں مفید باتیں سنائیں مگر تم نے نہیں سنیں۔
وَدَعَوْتُكُمْ سِرًّا وَجَهْرًا فَلَمْ تَسْتَجِيْبُوْا ؛	10	تمہیں رازداری سے بھی دعوت دی اور اعلانیہ بھی تقاضا کیا مگر تم نے نہ قبول کیا نہ جواب دیا۔
وَنَصَحْتُ لَكُمْ فَلَمْ تَقْبَلُوْا ؛	11	تمہیں طرح طرح نصیحت کی مگر تم نے قبول نہ کیا۔
اَشُهُوْدٌ كَغُيَّابٍ ؟	12	کیا تم سامنے موجود ہوتے ہوئے بھی غائب رہتے ہو؟
وَعَبِيْدٌ كَاَرْبَابٍ ؟	13	کیا تم بندے ہوتے ہوئے بھی خداوندان نعمت ہو؟
اَتْلُوْ عَلَيْكُمُ الْحِكَمَ فَتَنْفِرُوْنَ مِنْهَا ؛	14	میں نے تمہارے سامنے حکمتوں کی تلاوت کی مگر تم ان سے نفرت کرتے ہو۔
وَاَعِظُكُمْ بِالْمَوْعِظَةِ الْبَالِغَةِ فَتَتَفَرَّقُوْنَ عَنْهَا ؛	15	میں نے تمہیں دل میں اتر جانے والے وعظ کئے لیکن تم تفرقہ اندازیاں کرتے رہے۔
وَاَحُثُّكُمْ عَلٰى جِهَادِ اَهْلِ الْبَغْيِ فَمَا اٰتِيْ عَلٰى آخِرِ قَوْلِيْ حَتّٰى اَرَاكُمْ مُتَفَرِّقِيْنَ اَيَادِيْ سَبَا تَرْجِعُوْنَ اِلٰى مَجَالِسِكُمْ ؛	16	اور میں نے تمہیں باغیوں سے جہاد کرنے پر اُکسایا مگر میری بات کے ختم ہونے سے پہلے ہی میں نے دیکھا کہ تم اولادِ سبا کی طرح منتشر ہوکر اپنی اپنی محفلوں کی طرف پلٹ جاتے ہو۔
وَتَتَخَادَعُوْنَ عَنْ مَوَاعِظِكُمْ ؛	17	اور وعظ ونصیحت کے خلاف دھوکہ کھا جاتے ہو۔
اُقَوِّمُكُمْ غُدْوَةً وَتَرْجِعُوْنَ اِلَيَّ عَشِيَّةً كَظَهْرِ الْحَيَّةِ ؛	18	میں تمہیں صبح کو بالکل سیدھا کر دیتا ہوں لیکن تم جب شام کو میرے پاس آتے ہو تو کمان کی طرح ٹیڑھے ہوکر پلٹتے ہو۔
عَجَزَ الْمُقَوِّمُ وَاَعْضَلَ الْمُقَوَّمُ ؛	19	سیدھا کرنے والا تھک کر عاجز ہوگیا ہے اور ٹیڑھا ہوتے رہنے والا لاعلاج ہوگیا ہے۔
اَيُّهَا الشَّاهِدَةُ اَبْدَانُهُمْ ؛	20	اے وہ لوگو جن کے بدن تو حاضر ہیں مگر،
اَلْغَائِبَةُ عَنْهُمْ عُقُوْلُهُمْ ؛	21	جن کی عقلیں غائب ہیں۔
اَلْمُخْتَلِفَةُ اَهْوَاؤُهُمْ ؛	22	جن کی خواہشیں مختلف ہیں۔

Presented by Ziaraat.Com

اَلْمُبْتَلٰی بِهِمْ اُمَرَاؤُهُمْ ؛	23	جن پر حکومت کرنے والے الجھنوں میں مبتلا ہیں۔
صَاحِبُكُمْ يُطِيْعُ اللّٰهَ وَاَنْتُمْ تَعْصُوْنَهٗ ؛	24	تمہارا مالک اللہ کی اطاعت کرتا ہے اور تم اپنے مالک کی نافرمانی کرتے ہو۔
وَصَاحِبُ اَهْلِ الشَّامِ يَعْصِی اللّٰهَ وَهُمْ يُطِيْعُوْنَهٗ ؛	25	اہل شام کا مالک اللہ کی نافرمانی کرتا ہے اور اہل شام اس کی اطاعت کرتے ہیں۔
لَوَدِدْتُ وَاللّٰهِ اَنَّ مُعَاوِيَةَ صَارَفَنِیْ بِكُمْ صَرْفَ الدِّيْنَارِ بِالدِّرْهَمِ فَاَخَذَ مِنِّیْ عَشَرَةً مِّنْكُمْ وَاَعْطَانِیْ رَجُلًا مِّنْهُمْ ؛	26	مجھے یہ محبوب ہے کہ معاویہ تمہارے متعلق مجھ سے سناروں والا کاروبار کر کے مجھ سے اشرفی لے کر بدلے میں روپیہ دیتا رہے چنانچہ تم میں کے دس آدمی لے کر مجھے دس کے بدلے میں اپنے آدمیوں میں کا ایک دیتا رہے۔
يَا اَهْلَ الْكُوْفَةِ مُنِيْتُ مِنْكُمْ بِثَلَاثٍ وَّاثْنَتَيْنِ :	27	اے کوفہ والو میں تمہارے ہاتھوں تین چیزوں اور دو چیزوں سے پریشانی میں مبتلا چلا جا رہا ہوں۔
صُمٌّ ذَوُوْ اَسْمَاعٍ ؛	28	اول یہ کہ: تم سنتے ہوئے بھی بہرے ہو۔
وَّبُكْمٌ ذَوُوْ كَلَامٍ ؛	29	تم بولتے چالتے گونگے ہو۔
وَّعُمْیٌ ذَوُوْ اَبْصَارٍ ؛	30	تم دیکھتے بھالتے اندھے ہو۔ (اور دو باتیں جو تم میں نہیں ہیں)۔
لَا اَحْرَارُ صِدْقٍ عِنْدَ اللِّقَآءِ ؛	31	جنگ کے موقع پر تم سچے جواں مرد نہیں ہو۔
وَلَا اِخْوَانُ ثِقَةٍ عِنْدَ الْبَلَآءِ ؛	32	مصیبت کے زمانہ میں تم سچے قابل اعتماد بھائی نہیں ہو۔
تَرِبَتْ اَيْدِيْكُمْ يَا اَشْبَاهَ الْاِبِلِ غَابَ عَنْهَا رُعَاتُهَا ؛	33	تمہارے ہاتھوں کی طاقت مٹی میں مل جائے اے وہ لوگو جو اُن اونٹوں کی مانند ہو کر رہ گئے ہو جن کا چرواہا غائب ہو جائے کہ،
كُلَّمَا جُمِعَتْ مِنْ جَانِبٍ تَفَرَّقَتْ مِنْ جَانِبٍ آخَرَ ؛	34	جب انہیں ایک طرف سے گھیر کر جمع کیا جا رہا ہو تو وہ دوسری طرف سے بکھر جاتے ہوں۔
وَاللّٰهِ لَكَاَنِّیْ بِكُمْ فِيْمَا اِخَالُ اَنْ لَّوْ حَمِسَ الْوَغٰی ؛	35	خدا کی قسم میں تو تمہارا وہ نظارہ دیکھ رہا ہوں کہ اگر کہیں میرے خیال کے مطابق مار دھاڑ اور تلواریں برسنا شروع ہو جائیں۔
وَحَمِیَ الضِّرَابُ ؛	36	اور حرب و ضرب کی گرمی بھڑک اٹھے تو،
قَدِ انْفَرَجْتُمْ عَنِ ابْنِ اَبِیْ طَالِبٍ اِنْفِرَاجَ الْمَرْاَةِ عَنْ قُبُلِهَا ؛	37	یقیناً تم لوگ ابوطالبؑ کے بیٹے کو نرغۂ اعداء میں چھوڑ کر اسی طرح الگ ہو جاؤ جیسے عورت بچہ پیدا ہونے کے بعد اسے اپنی اندامِ نہانی سے

Presented by Ziaraat.Com

		الگ رکھتی ہے۔
وَاِنِّیْ لَعَلٰی بَیِّنَةٍ مِنْ رَّبِّیْ ؛	38	اور میں تو اپنے پروردگار کی جانب سے بھی واضح حق پر قائم ہوں۔
وَمِنْهَاجٍ مِّنْ نَبِیِّیْ؛	39	اور اپنے نبیؐ کے طریقے پر کاربند ہوں۔
وَاِنِّیْ لَعَلَی الطَّرِیْقِ الْوَاضِحِ اَلْقُطُهُ لَقْطًا ؛	40	اور یقیناً میں نے گمراہوں کے درمیان سے وہ راہ راست گزاردی ہے جو بالکل سمجھ میں آنے والی ہے۔
اُنْظُرُوْا اَهْلَ بَیْتِ نَبِیِّکُمْ فَالْزَمُوْا سَمْتَهُمْ ؛	41	تم اپنے نبیؐ کی اہل بیتؑ پر نظر رکھو ان کی روش کو لازم کرلو۔
وَاتَّبِعُوْا اَثَرَهُمْ ؛	42	اور ان کے نقش قدم اور رویہ کی پیروی کرو۔
فَلَنْ یُّخْرِجُوْکُمْ مِّنْ هُدًی ؛	43	وہ تمہیں ہدایت سے نہ نکلنے دیں گے۔
وَلَنْ یُّعِیْدُوْکُمْ فِیْ رَدًی؛	44	اور نہ تمہیں گمراہی اور ہلاکت کی طرف پلٹنے دیں گے۔
فَاِنْ لَّبَدُوْا فَالْبُدُوْا؛	45	چنانچہ اگر وہ کہیں ٹھہریں تو تم بھی ٹھہر جایا کرو۔
وَاِنْ نَهَضُوْا فَانْهَضُوْا ؛	46	اور اگر وہ اٹھیں تو تم بھی اٹھ کھڑے ہو۔
فَلَاتَسْبِقُوْهُمْ فَتَضِلُّوْا ؛	47	اُن پر سبقت نہ کرو ورنہ تم گمراہ ہو جاؤ گے۔
وَلَاتَتَاَخَّرُوْا عَنْهُمْ فَتَهْلِكُوْا ؛	48	اور نہ اُن سے پیچھے رہ جاؤ ورنہ ہلاک ہو جاؤ گے۔
لَقَدْ رَاَیْتُ اَصْحَابَ مُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَآلِهٖ فَمَا اَرٰی اَحَدًا مِّنْکُمْ یُشْبِهُهُمْ ؛	49	یقیناً میں نے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ کے اصحاب کو دیکھا ہے چنانچہ تم میں سے کسی کو بھی ان کے مشابہ نہیں دیکھتا ہوں۔
لَقَدْ کَانُوْا یُصْبِحُوْنَ شُعْثًا غُبْرًا ؛	50	یقیناً وہ ایسی حالت میں صبح کرتے تھے کہ ان کے بال بکھرے ہوئے اور چہرے خاک آلود ہوتے تھے۔
وَقَدْ بَاتُوْا سُجَّدًا وَّقِیَامًا ؛	51	اور رات اس طرح گزارتے تھے کہ سجدے پر سجدے اور قیام پر قیام جاری رکھتے تھے۔
یُرَاوِحُوْنَ بَیْنَ جِبَاهِهِمْ وَخُدُوْدِهِمْ ؛	52	اور پیشانیاں اور گال زمین میں رکھ کر راحت و آرام حاصل کرتے تھے۔
وَیَقِفُوْنَ عَلٰی مِثْلِ الْجَمْرِ مِنْ ذِکْرِ مَعَادِهِمْ ؛	53	قیامت میں محاسبہ کے لئے واپسی کے ذکر سے اس طرح بے چینی سے ٹھہرتے تھے جیسے انگاروں پر کھڑے ہوں۔
کَاَنَّ بَیْنَ اَعْیُنِهِمْ رُکَبَ الْمِعْزٰی مِنْ طُوْلِ سُجُوْدِهِمْ ؛	54	لمبے لمبے اور مسلسل سجدے کرتے رہنے سے ان کی دونوں آنکھوں کے درمیان کی جگہ بکری کے گھٹنوں کی طرح سخت ہوگئی تھی۔

Presented by Ziaraat.Com

اِذَا ذُكِـرَ اللّـٰـهُ هَـمَـلَـتْ اَعْيُنُهُمْ حَتّٰى تَبُلَّ جُيُوْبَهُمْ ؛	55	جب بھی اللہ کا ذکر ہوجاتا تھا تو ان کی آنکھوں سے آنسوؤں کی جھڑی لگ جاتی تھی اوران کے جیب وداماں وگریباں بھیگ جایا کرتے تھے۔
وَمَـادُوْا كَـمَـا يُـمِـيْـدُ الشَّجَـرُ يَوْمَ الـرِّيْحِ الْعَاصِفِ خَوْفًا مِنَ الْعِقَابِ وَرَجَاءً لِلثَّوَابِ ؛	56	قیامت کے مواخذہ سے ڈرتے ہوئے اور ثواب کی امیدیں باندھتے ہوئے وہ اس طرح کانپتے اورلرزتے تھے جیسے شدید آندھیوں میں درخت لرزااور جھوما کرتے ہیں۔

تشریحات:

مومنین کواُداس اور پریشان ہونے کی نہ پہلے ضرورت تھی نہ اب ہے۔

ہم نے بار بار وضاحت کی ہے کہ جس گروہ سے حضرت علی علیہ السلام نے کبھی بھی اور کوئی بھی شکوہ فرمایا ہے۔یا جن لوگوں کی بے دینی یا بدکاری یا مکاری کی مذمت کی ہے۔وہ قریشی محاذ سے تھے۔وہ قریشی اغراض ومقاصد حاصل کرنے کے لئے اُسی طرح کوفہ میں آباد کئے گئے تھے جس مقصد کے لئے قریش کے مکّی مرکز ابوسفیان وغیرہ نے اپنے ماہرین اور عوام کو اسلامی لباس میں مدینہ میں آباد کیا تھا۔قریشی مسلمانوں کا یہ گروہ اعلان نبوت سے کچھ پہلے ہی سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ کے چاروں طرف بکھیر دیا گیا تھا۔تاکہ نبوت کا پوشیدہ یا کُھلا اعلان ہوتے ہی اُس گروہ کے لوگ ایمان لانے والوں میں اولین وسابقین کا مقام حاصل کرسکیں۔اور بتدریج حُسنِ تدبّر سے حقیقی مومنین میں گُھلتے ملتے چلے جائیں اور قریشی مرکز کی پالیسیاں اور منصوبہ مسلمانوں میں رائج کردیں۔جن کی مدارات کرتے رہنے کی تاکید قرآن میں آئی ہے اور الٰہی مصلحت کے لئے انہیں ساتھ لگائے رکھنے اور واپس نہ جانے دینے کی ہدایت فرمائی گئی ہے (دیکھو آلِ عمران آیات 160-3/152)اللہ کی اس جوابی پالیسی میں بہت سے فوائد عملاً مضمر تھے۔مثلاً ایک فائدہ یہی تھا کہ ان لوگوں کے بچے پیدا ہوتے ہی اپنی ماؤں سے اسلامی تعلیمات سنیں گے اور فطری اور قلبی گہرائی کے ساتھ اسلامی حقائق پر ایمان لے آئیں گے اور بڑے ہونے کے بعد جب قریشی عقائد واعمال پر مطلع ہوں گے تو نفرین وملامت کے سوا کچھ نہ کریں گے۔اوران کے سازشی بزرگ،خاندان میں گھر کررہ جائیں گے۔چنانچہ ایسا ہی عملاً وقوع میں آیا تھا۔لہٰذا قریش نے وہی سازش حضرت علی علیہ السلام کے ساتھ بھی جاری رکھی تھی۔قریشی ماہرین کو یقین تھا کہ کسی نہ کسی طرح ہماری کوششوں اور بندشوں اور انتظام کو توڑ کر خلافت ان تک پہنچنا ہے کہ انہوں نے عبداللہ بن عباس ایسے دوغلے صحابہ کو علیؑ کے ساتھ دوستوں کی طرح رہنے اور بڑھ چڑھ کر خلوص وتعاون پیش کرنے کی پٹّی پڑھا کر ساتھ لگائے رکھا۔عہدِ ثلاثہ میں وہ لوگ ثلاثہ اینڈ کمپنی کی مذمت کرتے رہے۔خلافت ملنے پر بڑی بڑی امیدیں لے کر ساتھ ملے رہے اور خفیہ طور پر قریشی مرکز کے مقاصد بھی انجام دیتے رہے اور حضرت علی علیہ السلام بھی ان کے ساتھ اللہ،رسوؐل اور قرآن والا رویہ برقرار رکھے ہوئے انہیں قرآنی مذمتوں کے سائے میں آگے بڑھاتے چلے گئے۔وہؑ ان کی بھرپور مگر قرآن کے معیار پر مذمت فرماتے تھے مگر اتنی نہیں کہ وہ یہ یقین کر لیں کہ حضرت علیؑ ان کی سازش اور پالیسی پر مطلع ہیں ورنہ وہ بھاگ کھڑے ہوتے (آلِ عمران 3/159) حضرت علی علیہ السلام ان ہی ملاعین کی آڑ میں اپنے حقیقی صحابہ اور عوام کو ان کی اپنی خامیوں،کمزوریوں اور غلطیوں پر متنبہ کرتے رہتے تھے۔ساتھ ہی یہ سوچنے اور سمجھنے کی بات ہے کہ اس خطبہ 77 میں جس قسم کے لوگوں کا موجود ہونا پایا جاتا ہے اگر ایسے ہی لوگ حضوؐر کی افواج میں ہوا کرتے تو حضرت علی علیہ السلام کو یہ حکمیہ اور اعلانیہ

Presented by Ziaraat.Com

فتوحات ہرگز نہ ہوسکتی تھی۔ یہ شان حرب وضرب کیسے قائم ہوسکتی تھی؟ دشمن پر حضورؑ کی فوج کا دبدبہ اور خوف وہراس کیسے جم سکتا تھا۔ اِسی جنگ جمل میں حضورؑ کی فوج کے شہید ہونے والے مجاہدین ڈیڑھ ہزار سے کم شمار کئے ہیں اور دشمن کی فوج کے سترہ ہزار سے زیادہ ملاعین قتل ہوئے ہیں۔ لہٰذا یقین فراہم کرنے کے لئے ہمیشہ شاندار فتوحات اور ہمیشہ دشمن کی ذلت آمیز ہزیمت کافی ہے۔ حضورؑ کے ساتھیوں میں تنخواہ دار و وظیفہ خوار افواج نہ ہوتی تھیں وہ لوگ اپنے گھر سے راشن اور اسلحہ لے کر آتے تھے۔ اور فی سبیل اللہ جہاد کرتے تھے۔ یہ صحیح ہے کہ رفتہ رفتہ حضورؑ کے چاروں طرف قریشی محاذ کے لوگ بڑھتے جاتے تھے۔ معاویہ نے خزانوں کے منہ کھول رکھے تھے اور اپنے ایجنٹوں کی معرفت سارے کوفہ میں روپیہ بکھیرا جارہا تھا۔ ڈاکٹر طٰہٰ نے صاف الفاظ میں قبول کیا ہے کہ:۔

”بلکہ بنی امیہ کے آدمی حجاز تک حضرت کی اطاعت کرنے والوں میں سے جن کو چاہتے عطیات اور مالی امداد پہنچاتے تھے۔ عراق میں بھی حضرت معاویہ کے جاسوس موجود تھے۔ جو مخفی طور پر رقمیں دیا کرتے تھے۔“ (کتاب علی صفحہ 109)

اس کے برخلاف اسی طٰہٰ حسین نے تفصیل سے لکھا ہے کہ حضرت علی علیہ السلام لوگوں کے ساتھ صرف اسلامی سلوک کرتے تھے۔ نہ طرفدار بنانے کے لئے کسی کو وظیفہ اور رشوت دیتے تھے نہ عطیات کی راہ چلتے تھے۔ اور عطیات دینے اور لینے والوں کی اس طرح مذمت کرتے تھے کہ عطیات دینے اور لینے والے یقین کر لیتے تھے کہ حضرت علی علیہ السلام نے انہیں عطیات لیتے اور دیتے ہوئے بچشم خود دیکھ لیا ہے۔ یہ سو فیصد اسلامی حکومت تھی۔ یہاں چھل فریب، اور مغالطہ آمیز بات کی گنجائش نہ تھی ہر شخص آزاد و مختار تھا کہ دین پر عمل کرے یا دنیا اختیار کرلے جبر وزیادتی اور دھمکی وقوت کو حکومت کرنے میں دخل نہ تھا۔ اور دشمنوں کو معلوم تھا کہ حضرت علی علیہ السلام جوابی طور پر بھی غلط اور اسلام کے خلاف کوئی قدم نہ اٹھائیں گے لہٰذا دشمنوں کے لئے فریب سازی اور غداری ہمیشہ آسان رہی لیکن اس کے باوجود انہیں حضورؑ کے سامنے ہمیشہ ذلت ورسوائی کا سامنا کرنا پڑتا رہا۔ ان کی تمام بے ایمانیاں، خیانت کاری، بے باکیاں، غداری کی حدود فراموشیاں، خاک میں ملتی اور ناکام ہوتی رہیں۔

2۔ حضرت علی علیہ السلام مذمت کے دوران ان لوگوں کی شخصیت کو واضح اور متعین کرانے اور ان کے قریشی ہونے کا ثبوت دیتے ہیں۔

اگر قارئین حضورؑ کے خطبہ (77) کے تین جملوں (35 تا 37) کو غور سے پڑھیں تو آپ کے سامنے وہ نظارہ پھر جائے گا جو قرآن میں اللہ نے قریش اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ کا پیش کیا ہے اور فرمایا ہے کہ:۔

اِذۡ تُصۡعِدُوۡنَ وَلَا تَلۡوٗنَ عَلٰۤی اَحَدٍ وَّالرَّسُوۡلُ یَدۡعُوۡکُمۡ فِیۡۤ اُخۡرٰکُمۡ...(آل عمران 3/153)

”اے مومنین اُس نظارہ کو سامنے لاؤ جب تم رسولؐ کو دشمنوں کی کھنچی ہوئی تلواروں میں قتل ہونے کے لئے گھرا ہوا چھوڑ کر بھاگے اور پہاڑ پر اِس بدحواسی کے ساتھ چڑھے جارہے تھے کہ کوئی ایک دوسرے کی طرف متوجہ نہ ہوتا تھا۔ اور رسولؐ تمہارے پیچھے تمہیں مدد کے لئے پکار رہا تھا۔ وغیرہ وغیرہ“۔

قارئین اس قرآنی صورتِ حال پر غور فرمائیں گے تو معلوم ہوگا کہ تمام مومنین مخاطب معلوم ہوتے ہیں۔ مگر درحقیقت رُوئے سخن جن مومنین کی طرف ہے وہ وہی مومنین یا اُسی قسم کے مومنین ہیں جن کو حضرت علی علیہ السلام نے اِس خطبہ میں مخاطب کیا ہے۔ اگر قرآن میں یا خطبہ میں تمام مومنین مخاطب ہوتے تو وہاں رسولؐ اللہ کا قتل ہوجانا ضروری تھا اور چونکہ وہ قتل نہیں ہوئے اور مشرکین مکہ کا لشکر آخر میدان چھوڑ گیا تو معلوم ہوا کہ حقیقی مومنین نے میدان نہیں چھوڑا تھا اور اِدھر حضورؐ کو محفوظ رکھا اور اُدھر دشمن کو میدان سے مار بھگایا لہٰذا یہ مومنین آیت (3/153) میں مخاطب نہیں

Presented by Ziaraat.Com

ہوسکتے۔ بالکل اسی طرح حضرت علی علیہ السلام کا ازاوّل تا آخر یعنی عہد رسوؐل میں بھی اور اپنے زمانہ میں بھی ہمیشہ فاتح رہنا ثابت کرتا ہے کہ وہ مومنین ہرگز مخاطب نہیں ہوسکتے جو میدانِ جنگ میں ہمیشہ فاتح ہوتے ہیں یا فتح کا سبب بنتے ہیں۔ لہٰذا اللہ اور علیؑ کا مخاطب، یا قرآن اور نہج البلاغہ کا مخاطب قریش کا سازشی گروہ رہتا چلا جاتا ہے۔ اور حضرت علی علیہ السلام ان ہی قریشیوں سے فرمارہے ہیں کہ اگر جنگ وجدل اُسی پیمانہ پر بھڑک رہی ہو جو پیمانہ جنگ احد میں یا آیت (3/153) میں تھا تو تم مجھے چھوڑ کر اسی طرح الگ ہوجاؤ گے جس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ کو تم اور تمہارے بزرگ بے یارومددگار چھوڑ کر میدان سے الگ ہوگئے تھے اور یہ مطلب ان ہی تینوں جملوں (خطبہ 77، جملے 35 تا 37) میں بلا کہے موجود ہے کہ میرے فداکار جوان یہ موقع آنے ہی نہیں دیتے کہ تم میدانِ جنگ سے بھاگ سکو۔ لہٰذا اللہ تمہیں تمہاری اسکیم میں ناکام کرتا رہتا ہے۔

3۔ مگر قریشی مومنین حضرت علیؑ کو بھی اپنی پشت پر مدد کے لئے پکارتے دیکھنا چاہتے تھے۔

مگر تم اپنی حد تک مجھے ناکام کرنے کے لئے برابر کوشش کئے چلے جاتے ہو۔ میرے احکام کو اَن سُنا کرنے کے لئے بہرے بن جاتے ہو (خطبہ 77، جملے 27 تا 28) میرے جوابات میں خاموش اور گونگے ہوجاتے ہو (جملہ 29) اور حقائق وصورتِ حال دیکھتے بھالتے اندھے بنے رہتے ہو تاکہ جواب طلبی کے وقت اپنی لاعلمی اور ناسمجھی کے عذرات کی گنجائش موجود رہے (جملہ 30) اور یہ طرزِ عمل تمہاری نامردی کا، غداری کا ثبوت ہے (جملے 31 تا 32) لہٰذا تم پر نہ بہادروں ایسا بھروسہ کیا جاسکتا ہے نہ تمہیں مصیبت میں کام آنے والا ہی سمجھا جاسکتا ہے (جملے 31 تا 32) حالانکہ تمہارا نگران اور ہدایت کاری کرنے والا اور حکمران موجود ہے مگر تم آوارہ اونٹوں کی طرح کا رویہ رکھے ہوئے ہو (جملہ 33) اور ایسے مواقع کی تلاش میں رہتے ہو کہ جن میں تم پر گرفت ڈھیلی ہوجائے (جملہ 34)۔

4۔ اللہ کے فرمانبردار راہنماؑ اور حاکم کی نافرمانیاں اور اللہ کے نافرمان حاکم کی اطاعت شعاریاں کیوں؟

قریشی گروہ کو یہ بھی بتایا گیا کہ تم میری نافرمانیاں کرتے ہو تاکہ تمہیں دین کی پابندیوں سے آزادی ملے (خطبہ 77، جملہ 24)۔ اور اہل شام معاویہ کے اطاعت شعار اس لئے ہیں کہ وہاں انہیں بے دینی کی پوری پوری آزادی ہے اور جو لوگ بے دینی اور باطل پرستی میں اطاعت کرتے ہیں یعنی جو لوگ اپنی اطاعت میں اللہ اور قیامت کے مواخذہ کو بھی نظر انداز کرسکتے ہیں وہ اطاعت کے انتہائی درجہ میں ہیں۔ اگر ان کو ایسے احکام ملیں گے جن میں ان پر اللہ کی بازپرس نہ ہو اور اطاعت میں دنیا وآخرت دونوں میں اجر وثواب ملے تو وہ یقیناً دل وجان سے اطاعت کریں گے (جملہ 25) لہٰذا میں تمہارے نافرمانوں میں سے معاویہ کو دس دس دے کر اُس کے اطاعت شعاروں میں سے ایک ایک لینے پر تیار ہوں جو تم سے ہر حال میں بہتر ہیں (جملہ 26)۔

5۔ دنیاوی فتح اور شکست کا اور غالب آنے اور مغلوب ہونے کا ایک عام فہم قاعدہ وقانون۔

حضور علیہ السلام نے اطاعت کے عادی لوگوں کو بُرے اور بداعمال ہوتے ہوئے بھی نافرمان اور نیک لوگوں پر ترجیح دی ہے اور ایک بداعمال اور اطاعت شعار شخص کے بدلے میں دس نمازی، پرہیزگار وتہجد گزار نافرمانوں کو دینا پسند فرمایا ہے اور بتایا ہے کہ معاویہ اور اس کے مطیع و بدکردار لوگ ایک دن تمام نمازیوں اور پرہیزگاروں پر غلبہ حاصل کرلیں گے۔ اور یہ صرف اس لئے کہ وہ لوگ اپنے بدکار راہنما اور حاکم کی اطاعت میں سردھڑ کی بازی لگادیتے ہیں اور یہ نیک اور پرہیزگار ودیندار لوگ اپنے حق پرست راہنماؑ اور حاکم کی اطاعت میں برابر سُست گام رہتے ہیں (خطبہ 77، جملے 4 تا 5)۔

Presented by Ziaraat.Com

6۔ یہ شکوہ بھی اُن سُست گام مومنین کو قریشی مومنین ثابت کرتا ہے۔قرآن سنئے:

جیسا کہ با قاعدہ ہم نے قریشی منصوبہ بیان کیا ہے کہ وہ جنگ کے دوران اپنی قریشی فوج پر تلوار نہ اٹھاتے تھے بلکہ اس فکر میں رہتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ کی فوج کو شکست ہو جائے یہاں تک کہ وہ خطرناک مواقع پیدا کر کے رسوؐل کو قتل ہو جانے کے لئے نرغۂ اعداء میں چھوڑ کر فرار کر جایا کرتے تھے (آل عمران 3/153) بالکل اُسی طرح قریشی مومنین اللہ و رسوؐل کی طرف سے اعلانِ جنگ سُن کر اور جنگ کے لئے تیار ہونے کا حکم پا کر بھی جنگ کے لئے تیار نہ ہوتے تھے قرآن مجید بتاتا ہے کہ ان سے اللہ نے پوچھا ہے کہ:۔

یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مَالَکُمْ اِذَا قِیْلَ لَکُمُ انْفِرُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ اثَّاقَلْتُمْ اِلَی الْاَرْضِ اَرَضِیْتُمْ بِالْحَیٰوةِ الدُّنْیَا مِنَ الْاٰخِرَةِ فَمَا مَتَاعُ الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا فِی الْاٰخِرَةِ اِلَّا قَلِیْلٌ O اِلَّا تَنْفِرُوْا یُعَذِّبْکُمْ عَذَابًا اَلِیْمًا وَّیَسْتَبْدِلْ قَوْمًا غَیْرَکُمْ وَلَا تَضُرُّوْهُ شَیْئًا وَاللّٰهُ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ O (سورہ توبہ 39-9/38)

''اے مومنین تمہیں کیا ہو گیا ہے کہ جب بھی تمہیں جنگ کے لئے روانگی کا حکم دیا جاتا ہے تو تم لوگوں کے پیر بھاری ہو کر زمین سے چمٹ جاتے ہیں۔یعنی تمہیں دنیاوی نقصانات سے بچنے کی فکر دامن گیر ہو جاتی ہے۔کیا تم آخرت کے مقابلہ میں دنیاوی فوائد پر راضی ہو چکے ہو؟ اگر ایسا ہے تو سُنو کہ دنیا کا مال و متاع اور سامان، آخرت کے سامان کے مقابلہ میں بہت حقیر اور قلیل سا ہے۔غور سے سنو کہ اگر تم جنگ کے لئے روانہ نہ ہوئے تو تمہیں دردناک عذاب دیا جائے گا اور ساتھ ہی تمہاری قوم کے بدلے میں ایک دوسری قوم بدل کر لے آئی جائے گی اور تم اس قوم کا کچھ بھی بگاڑ نہ سکو گے چونکہ اللہ ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے اس لئے تمہاری جگہ دوسری قوم کو بدلنے پر بھی قادر ہے''۔

یہاں لفظ ''قوم'' فرما کر بات واضح کر دی کہ ایک پوری قوم ہے جو اللہ کی راہ میں جنگ نہیں کرنا چاہتی جو رسوؐل کو قتل کرانے کیلئے انہیں میدانِ جنگ میں دشمنوں کے اندر گھرا ہوا چھوڑ کر بھاگ جاتی ہے اور ظاہر ہے کہ ان صفات و عادات کی پوری قوم قریشی قوم کے علاوہ وہاں موجود ہی کوئی نہ تھی۔

7۔ اللہ نے تو قریش پر جبر کیا ہے لیکن علیؑ نے انہیں آزاد رکھا۔

چنانچہ معلوم ہوا کہ جن لوگوں سے حضرت علی علیہ السلام یہ فرما رہے ہیں کہ: میں نے تمہیں باغیوں سے جہاد کرنے کے لئے اُکسایا مگر میری بات ختم ہونے سے پہلے ہی میں نے دیکھا کر تم مجھے باتیں کرتا چھوڑ کر اولادِ سبا کی طرح منتشر ہو کر اپنی اپنی محفلوں کی طرف چل دیئے (خطبہ 77 جملہ 16) اور میں نے تمہیں جہاد پر روانہ ہونے کیلئے کہا مگر تم روانہ نہ ہوئے (جملہ 8)۔تمہیں رازدارانہ انداز میں بھی جہاد کی دعوت دی اور بر سرِ عام اور اعلانیہ طور پر بھی تاکید کی مگر تم نے نہ جواب ہی دیا نہ قبول ہی کیا (جملہ 10)۔تم نے میری کوئی بھی نصیحت قبول نہ کی (جملہ 11) تم نے میری کوئی بات سرے سے سُنی ہی نہیں (جملہ 9)۔تمہیں دلوں میں اُتر جانے والے لیکچر دیئے مگر تم ان سے دُور دُور بھاگتے رہے (جملہ 15)۔اور تم نے جتنے لیکچر سُنے ان کے خلاف فریب میں مبتلا ہوتے رہے (جملہ 17)۔تمہیں روزانہ تیار و آمادہ کرتا رہا اور تم صبح کو رضامند ہوتے رہے مگر شام ہوتے ہوتے تم پھر کمان کی طرح ٹیڑھے ہو جاتے تھے (جملہ 18)۔تمہیں سدھانے والا تھک کر عاجز ہو گیا اور تم لاعلاج مرض میں مبتلا ہو گئے (جملہ 19) کیا تم میرے سامنے حاضر ہوتے ہوئے باتیں سنتے ہوئے بھی غائب و غیر حاضر ہو جاتے ہو (جملہ 20)۔کیا تمہاری عقلیں بھی کہیں فرار کر جاتی ہیں (جملہ 21)۔کیا تمہاری خواہش اور ارادوں میں ہم آہنگی نہیں ہے (جملہ 22)۔یہ تو ہوتا چلا آیا ہے کہ پبلک اپنے حکمرانوں کے مظالم سے ڈرا کرتی تھیں مگر میں تو حکمران ہوتے ہوئے تمہارے ظلم و ستم سے خوفزدہ رہتا ہوں (جملے 6 تا 7)۔تم ایسی رعیت ہو کہ

Presented by Ziaraat.Com

جس کے طرزِ عمل سے حاکم الجھنوں میں مبتلا ہے (جملہ 23)۔ اللہ تمہاری طاقت کو خاک میں ملا دے گا (جملہ 33)۔ یہ نہ سمجھ لینا کہ تمہیں جو مہلت دی جارہی ہے اس کی وجہ سے تم پر تمہارے مظالم کا محاسبہ نہ ہوگا (جملہ 1)۔ میں تو تمہیں عذاب میں مبتلا کرنے میں اس لئے موقع دے رہا ہوں کہ اللہ تمہارے اندر اور باہر تمہاری گھات میں ہے (جملے 2 تا 3)۔ میں نے تمہیں حکیمانہ انداز میں ہدایات کی ہیں مگر مجھ سے اور ہدایات سے برابر متنفر رہتے چلے آئے ہو (جملہ 14) ذرا غور کرو کہ تم رعایا اور غلام ہو یا اربابِ زمانہ ہو؟ (جملہ 13)

8۔ علیؑ اور آئمہ اہل بیتؑ نے قریش کی سزاؤں کو اور عذاب کو رجعت تک ملتوی کیا اور قوت استعمال نہ کی۔

قارئین نے دیکھ لیا کہ حضور علیہ السلام نے قوت واقتدار ہوتے ہوئے قریشی مظالم کی شکایت تو کی ہے لیکن قرآن میں نازل حکم عذاب کو ملتوی کر دیا۔ اور آخر یہ نصیحت فرماتے ہوئے خطبہ مکمل فرما دیا کہ: یاد رکھو میرا صبر وضبط اس کا ثبوت ہے کہ اللہ کی طرف سے واضح حق پر اور نبیؐ کی طرف سے ان کے قدم بقدم روش رکھتا ہوں (خطبہ 77، جملے 38 تا 39) اور میں نے اس گمراہی کے دَور میں بھی راہ راست قائم کر کے دکھا دی ہے (جملہ 40)۔ تم اپنے نبیؐ کی اہل بیتؑ کے طریقہ پر قائم ہو جاؤ (جملہ 41)۔ ان کے قدم بقدم چلو ان ہی کی پیروی کرو (جملہ 42)۔ اگر تم نے ایسا کیا تو وہ تمہیں ہدایت پر قائم رکھیں گے (جملہ 43)۔ گمراہی اور ہلاکت سے محفوظ رکھیں گے (جملہ 44)۔ اور جب تم دیکھو کہ وُہ کہیں قیام کرتے ہیں تو تم بھی وہیں ٹھہر جاؤ (جملہ 45)۔ اور اگر وہ اٹھیں یا روانہ ہوں تو تم بھی اٹھو اور روانہ ہو جاؤ (جملہ 46) ان سے آگے نہ بڑھنا ورنہ گمراہ ہو جاؤ گے (جملہ 47)۔ اور نہ ہی اُن سے پیچھے رہ جاؤ ورنہ ہلاک ہو جاؤ گے (جملہ 48)۔ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ کے صحابہ کو خوب دیکھا ہے مگر تم میں سے کوئی ایک شخص بھی ان سے مشابہ نہیں ہے (جملہ 49)۔ وہ تو ایسی حالت میں صبح کیا کرتے تھے کہ ان کے بال پریشان اور چہرے خاک آلود ہوا کرتے تھے (جملہ 50) اور سجدے اور قیام میں رات گزارتے تھے (جملہ 51) اور اپنے گالوں اور پیشانیوں کو زمین پر ٹکائے ہوئے آرام وراحت حاصل کیا کرتے تھے (جملہ 52)۔ اور جب قیامت میں بازپُرس اور حساب کا ذکر ہوتا تھا تو ان کا کھڑا ہونا ویسا ہی ہوا کرتا تھا جیسا کہ کوئی انگاروں پر کھڑا ہو (جملہ 53)۔ لمبے لمبے سجدوں کی وجہ سے ان کی دونوں آنکھوں کے درمیان کی جگہ بکری کے گھٹنوں کی طرح سخت ہوگئی تھی (جملہ 54)۔ اور جب بھی اللہ کا ذکر ہوتا تھا تو ان کی آنکھوں سے آنسوؤں کی جھڑی لگ جاتی تھی اور ان کے جیب ودامان وگریبان بھیگ جایا کرتے تھے (جملہ 55)۔ قیامت میں مواخذے سے ڈرتے ہوئے اور ثواب واجر کی امیدیں باندھتے ہوئے وہ اس طرح کانپتے اور لرزتے تھے جیسے طوفانی آندھیوں میں درخت لرزتے اور جھومتے ہیں (جملہ 56)۔

9۔ قریشی سازشیں پوری طرح آزاد رہنے کے باوجود بھی حضرت علیؑ کو نہ مایوس کرسکیں نہ ڈگمگا سکیں۔

اِن مذکورہ حالات کو سامنے رکھنے سے متفقہ طور پر یہ مان لیا گیا ہے کہ: ''آپؑ حق پر ایمان رکھتے تھے اور حق کی امداد سے الگ بیٹھ رہنا بزدلی اور معصیت تھا اور پھر آپؑ کی شخصیت ایسی نہ تھی کہ ''بہت جلد مایوس ہو جائے'' اور دشمن کے مقابلے سے ہٹ جائے خواہ حالات کیسے ہی ہوں۔ یہی وجہ ہے کہ جب آپؑ اپنے ساتھیوں کی نافرمانی اور کنارہ کشی سے تنگ آگئے تو صاف صاف ان کو کہہ دیا کہ تمہیں میرے ساتھ شامیوں سے جنگ کے لئے چلنا پڑے گا ورنہ میں خود چلا جاؤں گا۔ چاہے میرے ساتھ بہت کم ساتھی ہوں۔ پس جدید زندگی کے (غیر اسلامی) حالات سراسر معاویہ کے حق میں تھے اور حضرت علیؑ کے خلاف تھے۔ لیکن اس کے باوجود ماحول آپؑ کو کمزور نہیں کرسکا اور نہ کسی دن آپؑ کو آپے سے باہر کرسکا۔ چنانچہ آپؑ زندگی بھر تمام حالات میں اعتدال کے ساتھ اپنی طبیعت، مزاج اور سیرت پر قائم رہے۔ آپؑ کے اور امیر معاویہ کے درمیان

Presented by Ziaraat.Com

ایک فرق اور ہے جو آپؑ کے خلاف لوگوں کو معاویہ تک پہنچا دیتا تھا۔آپؑ اپنے ساتھیوں کے معاملات کی تدبیریں اُن کی موجودگی میں کرتے تھے۔ اپنے دباؤ اور جبر سے کام نہیں لیتے تھے۔بلکہ ہر چھوٹی بڑی بات میں اُن سے مشورہ لیتے اور اپنی رائے پیش کرتے لیکن آپؑ کے ساتھی آپؑ کی رائے سے اختلاف کرتے اور آپ کو مجبور کرتے کہ ان کے مشورہ پر عمل کیا جائے اور آپؑ اپنی رائے اپنے ساتھ رکھیں۔آپؑ کا یہ (اسلامی) طرزِ عمل ان کو آپؑ کے خلاف آمادہ کرتا اور اس سے ان کا حوصلہ بڑھتا۔امیر معاویہ حضرت علیؑ کی طرح اپنے ساتھیوں کو اتنی اہمیت نہیں دیتے تھے (کہ ان کی ہمت بڑھے) نہ ان سے مشورہ لیتے تھے۔ان کے تو مقربین میں سے بھی خاص خاص مُشیر تھے۔نتیجہ یہ تھا کہ جب معاویہ حکم دیتے تو شامی بلا پَس و پیش بجالاتے اعتراض کی تو مجال ہی نہ تھی۔پھر یہ کہ معاویہ اپنا بھید پوری طرح چھپا کر رکھتے تھے۔اُسی کو بتاتے جس کو اپنے مقربین میں سے بتانا چاہتے اور حضرت علیؑ کے تمام معاملات تمام لوگوں کے سامنے طے پاتے بات خواہ کیسی ہی اہم ہوتی آپؑ کے تمام ساتھیوں کو معلوم ہو جاتی۔ حضرت علیؑ خلافت چلا رہے تھے اور معاویہ حکومت'' (کتاب علی صفحہ 326و327)۔جمل اور صفین کے معرکوں کیلئے آپؑ نے کسی کو مجبور نہیں کیا۔اور نہ خوارج کے ساتھ معرکوں کے لئے کسی پر زبردستی کی، ان تمام ہی لڑائیوں میں آپ کے ساتھی وہی لوگ تھے جو اپنی بصیرت سے آپؑ کو جان کر آپؑ کا حق پہچان کر آپؑ کے ساتھی بنے اور رضا کارانہ خدمت پیش کی۔اگر آپؑ چاہتے تو فوجی بھرتی کر سکتے تھے۔لیکن فوجی خدمت کا یہ طریقہ جو لوگوں کو اس فرض پر مجبور کرے (آپؑ کو پسند نہ تھا) اور ابھی جاری نہ ہو سکا تھا (حالانکہ مدّ مقابل اسٹینڈنگ آرمی تھی۔احسنؔ) اگر آپؑ چاہتے تو مال دے کر لوگوں کو اس طرف متوجہ کر سکتے تھے (جب کہ مد مقابل مال لُٹائے جا رہا تھا۔احسنؔ) لیکن آپؑ نے ایسا بھی نہیں کیا۔آپؑ کو گوارا نہ تھا کہ اپنے ساتھیوں کا خلوص اور خیر خواہی دام دیکر خریدیں۔آپؑ تو یہ چاہتے تھے کہ دوست اور ساتھی ایمان اور بصیرت کی روشنی میں آپؑ کا ساتھ دیں۔بلکہ آپؑ نے تو اس سے بھی زیادہ کیا ان ہی لڑائیوں میں، ان ہی ساتھیوں کے ساتھ گھس پڑے اور ان کو مال غنیمت بھی نہیں لینے دیا۔صرف دشمن کا گھوڑا اور ہتھیار پیش کر دیئے جس پر آپؑ کے ساتھی کبیدہ خاطر ہوئے اور کہا کہ ان کا خون تو ہمارے لئے مباح کر دیا لیکن ان کا مال مباح نہیں کیا۔ ۔۔۔۔۔۔لیکن اس سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ معاویہ خوب عطیات دیتے تھے اور لوگوں سے اپنی اطاعت اور وفاداری خریدتے تھے۔اپنے مقابل سے لڑنے کیلئے لوگوں کو قیمیں دیتے تھے اور یہ بیت المال سے کرتے تھے۔اس کو اپنے لئے مباح خیال کرتے تھے۔اور حضرت علیؑ اس کو اپنے لئے حرام سمجھتے تھے (ایضاً صفحہ 304-306)۔

یہ تھے علی علیہ السلام، جن کے ساتھ دین اور دیندار تھے۔

اور وہ تھا معاویہ، جو بے دین اور بے دینوں کا راہنما تھا۔

Presented by Ziaraat.Com

مفتی جعفرحسین: خطبہ نمبر: 96

علی نقی طہرانی :خطبہ نمبر: 97

خُطبہ ﴿78﴾

1۔بنی امیہ کا مسلسل ظلم وستم جاری رکھنا۔2۔ہر حرام چیز کو اسلام میں حلال کرلیں گے۔3۔اللہ ورسولؐ کے قائم کردہ معاہدے اور وعدے توڑنا بھی جائز کردیں گے۔4۔خیموں سے لے کر پختہ مکانات تک مظالم چھا جائیں گے۔5۔رونے والوں کے دو گروہ ایک دین کے لئے رونے والا دوسرا دنیا کے لئے رونے والا۔6۔رعایا کے ساتھ غلاموں ایسا سلوک کیا جائے گا۔7۔اللہ پر جس کا جتنا زیادہ یقین وایمان ہوگا اُس پر اُسی تناسب سے مظالم کئے جائیں گے۔

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

وَاللّٰهِ لَايَزَالُوْنَ حَتّٰى لَايَدَعُوْا لِلّٰهِ مُحَرَّمًا اِلَّا اسْتَحَلُّوْهُ ؛	1	بخدا بنی امیہ اپنی حکومت کے دوران مسلسل ظلم وستم جاری رکھیں گے یہاں تک کہ اللہ کی تمام حرام کی ہوئی چیزوں کو حلال کرلیں گے۔
وَلَا عَقْدًا اِلَّا حَلُّوْهُ؛	2	اور نہ کوئی عہد وپیمان ایسا چھوڑیں گے جسے توڑ نہ ڈالیں۔
وَحَتّٰى لَايَبْقٰى بَيْتُ مَدَرٍ وَّلَا وَبَرٍ اِلَّا دَخَلَهٗ ظُلْمُهُمْ ؛	3	اور اس وقت تک باز نہ آئیں گے جب تک ان کا ظلم وستم ملک کے ہر ہر خیمہ اور کچے اور پختہ مکانات میں نہ پہنچ جائے۔
وَنَزَلَ بِهٖ عَيْشُهُمْ ؛	4	اور ظلم وستم کے ساتھ ہی ان کی چھین جھپٹ اور لوٹ مار بھی جاری رہے گی۔
وَنَبَابِهٖ سُوْءُ رَعْيِهِمْ ؛	5	اور ان کے بدترین رویہ سے لوگوں کا جینا دوبھر ہوجائے گا۔
وَحَتّٰى يَقُوْمَ الْبَاكِيَانِ يَبْكِيَانِ ؛	6	یہاں تک کہ دو قسم کے رونے والے پیدا ہوجائیں گے۔
بَاكٍ يَبْكِيْ لِدِيْنِهٖ ؛	7	ایک وہ جو اپنے دین کی تباہی پر روئیں گے۔
وَبَاكٍ يَبْكِيْ لِدُنْيَاهُ؛	8	دوسرا وہ جو اپنی دنیا کی تباہی پر روئیں گے۔
وَحَتّٰى تَكُوْنَ نُصْرَةُ اَحَدِكُمْ مِّنْ اَحَدِهِمْ كَنُصْرَةِ الْعَبْدِ مِنْ سَيِّدِهٖ؛	9	اور یہ صورتحال یہاں تک ترقی کریگی کہ جب تم میں سے کوئی ایک شخص ان میں سے کسی ایک شخص سے مدد طلب کرے گا تو وہ اس کی مدد اسی طرح کرے گا جیسے ایک آقا اپنے غلام کی مدد کرتا ہے۔
اِذَا شَهِدَ اَطَاعَهٗ ؛	10	اس لئے کہ جب وہ سامنے ہوتا ہے تو آقا کی اطاعت کرتا ہے۔
وَاِذَا غَابَ اغْتَابَهٗ ؛	11	اور جب آقا موجود نہ ہو تو اس کی غیبت اور برائیاں کرتا ہے۔

Presented by Ziaraat.Com

وَحتّٰی یَکُوْنَ اَعْظَمُکُمْ فِیْهَا عَنَاءً اَحْسَنَکُمْ بِاللّٰهِ ظَنًّا؛	12	اورحالت یہ ہوجائے گی کہ تم میں سے جو بھی اللہ کے متعلق بڑھا ہوا اعتقاد رکھے گا وہ زحمت اور مشقت میں بھی بڑھا چڑھا ہوگا۔
فَاِنْ اَتَاکُمُ اللّٰهُ بِعَافِیَةٍ فَاقْبَلُوْا ؛	13	لہٰذا ایسی صورت میں اگر تمہیں اللہ راحت و چین عطا کرے تو اسے خوشی خوشی قبول کرلیا کرو۔
وَاِنِ ابْتُلِیْتُمْ فَاصْبِرُوْا؛	14	اوراگر تمہیں دقتوں اور آزمائشوں میں مبتلا کرے تو صبر سے کام لیا کرو۔
فَاِنَّ الْعَاقِبَةَ لِلْمُتَّقِیْنَ ؛	15	چنانچہ انجام کار تو متقی لوگوں ہی کے لئے بہتر رکھا گیا ہے۔

تشریحات:

بنی اُمیہ سے تعارف اوران کے مخصوص حالات پرایک نظر۔

بنی اُمیہ وہ خاندان وقبیلہ ہے جو محمد صلی اللہ علیہ وآلہ کا اوراُنؑ کے آباؑ وَاجداؑ د کا تین پشتوں سے دشمن چلا آرہا تھا۔خلیفہ سوم عثمان اور بہت سے لوگ اس خاندان یا قبیلے کے موجود تھے۔اس خاندان کے مشہورترین لوگ یزید بن معاویہ بن ابوسفیان بن حرب بن اُمیہ بن عبدالشّمس بن نامعلوم اُن کا جدِّ اعلیٰ تھا۔قریشی سازش نے اس سورج کے بندے(عبدالشّمس) کو حضرت ہاشم علیہ السلام کا جڑواں بھائی بنا کر دکھایا ہے اور یہ قصہ گھڑا ہے کہ حضرتِ ھاشمؑ اور عبدالشّمس کے بدن شکم مادر سے جُڑے ہوئے پیدا ہوئے جن کو کاٹ کر جُدا کیا گیا تھا۔اوراس کاٹنے ہی سے اولادِ ہاشمؑ اور اولادِ عبدالشّمس میں دائمی دشمنی قائم ہوگئی تھی۔جس طرح یہ ایک سازش ہے کہ عبدالشّمس کو حضرت مغیرہ(عبدمناف) علیہ السلام کا بیٹا بنایا گیا ہے اُسی طرح یہ بھی سازشی افسانہ ہے کہ حضرت ہاشمؑ اور عبدالشّمس کے بدن جُڑے ہوئے تھے۔ہم نے بڑی تفصیل سے ثابت کیا ہے کہ قریش نام کا نام نہاد قبیلہ اور اِس نام نہاد قبیلے کے افراد اگر صحیح النسل ہوں تو وہ قحطان کی اولاد سے قحطانی ہیں۔لیکن اگر ایسا نہیں تو وہ مخلوط النسل لوگ ہیں اور بنو امیہ کا وہ جدّ اعلیٰ جس کا پتہ لگتا ہے وہ عبدالشّمس ہے آگے اُن کا شجرہ معلوم نہیں ہے۔قریشی افسانے خودساختہ ہیں۔(ملاحظہ کریں ہماری کتاب ''مرکزِ انسانیت'' جلد اوّل) یہ بھی ایک لطیفہ ہے کہ اس قریشی قبیلے نے خود کو عبدالشّمس کے نام سے منسوب کر کے شمسی نہیں کہا۔بلکہ عبدالشّمس کے بیٹے اُمیہ سے منسوب کرکے بنواُمیہ مشہور کیا ہے۔

2۔ اُمیّہ بن عبدالشّمس کی اور بنی اُمیہ کی خاندانِ رسالت سے عداوت کی ابتدا۔

مورخ طبری نے لکھا ہے کہ:

''جب ہاشمؑ نے اپنی قوم کی دعوت کی تو اس پر امیہ بن عبدالشّمس کے دل میں ہاشمؑ کی طرف سے حسد پیدا ہوا۔یہ امیہ بھی دولت مند تھا۔ اس نے اگرچہ بڑے اہتمام سے اپنی قوم کی ویسی ہی دعوت کی مگر وہ بات نہ ہوسکی جو ہاشمؑ سے بن آئی۔قریش کے بعض لوگوں نے امیہ کا مضحکہ اُڑایا وہ سخت برہم ہوا اور ہاشمؑ کا دشمن ہوگیا۔اور مطالبہ کیا کہ اس کے متعلق پنچایت سے فیصلہ لیا جائے۔ہاشمؑ نے اپنی بزرگی اور عزت کی وجہ سے پنچایت سے فیصلہ کرانے کو بُرا سمجھا۔مگر قریش نے ان کا پیچھا نہ چھوڑا اورانہیں جوش دلا کر اس بات پر آمادہ کردیا۔ہاشمؑ نے کہا کہ میں اس شرط پر اس معاملہ کو پنچایت کے سپرد کرتا ہوں کہ تم کو سیاہ گردن کی پچاس اونٹنیاں مکہ کی تلھٹی میں ذبح کرنا پڑیں گی اور

Presented by Ziaraat.Com

دس سال کے لئے مکہ سے ترکِ سکونت کرنا پڑے گی۔اُمیّہ نے یہ شرطیں مان لیں۔اوراب دونوں نے کاھن الخزاعی کواپنے درمیان حَکم بنایا۔اُس نے ہاشمؑ کے حق میں فیصلہ کیا ہاشمؑ نے اُمیّہ سے اونٹیاں لے کراُن کو ذبح کیا اور حاضرین کی اس سے دعوت کی اوراُمیّہ ملکِ شام چلا گیا اور دس سال وہ وہاں رہا۔ہاشمؑ اوراُمیہ میں عداوت کا یہ پہلا واقعہ تھا''۔(طبری سیرت النبی کا ترجمہ صفحہ 36-37)

3۔ بنی اُمیّہ سے دشمنی ہی ثابت نہیں بلکہ قریش کا ایک جداگانہ قوم ہونا بھی ثابت ہوگیا۔

ہم بنی اُمیّہ کی خاندان رسالتؐ سے جدّی وپشتینی دشمنی ابھی ابھی دکھاتے ہیں۔پہلے ایک بات نوٹ کرلیں کہ بنی اُمیّہ کا یا قریش کا خاندانِ رسالتؐ سے کوئی خاندانی یا نسلی رشتہ نہ تھا۔اس لئے کہ مندرجہ بالا بیان میں حضرت ہاشم علیہ السلام نے اوراُمیّہ علیہ اللعن نے اپنی اپنی قوموں کی الگ الگ دعوت کی تھی۔یعنی اُمیّہ کی قوم حضرت ہاشمؑ کی قوم سے الگ تھی ورنہ کہا جاتا کہ دونوں نے ایک ہی قوم کی اپنے اپنے نمبر پر دعوت کی تھی۔باقی کفرشکن تنقید''مرکزِ انسانیت''میں ملاحظہ ہو۔

4۔ اُمیّہ کے بیٹے حرب اور حضرت ہاشمؑ کے بیٹے حضرتِ شیبہؑ یعنی عبدالمطلبؑ میں دشمنی۔

طبری نے مسلسل لکھا ہے کہ:

''یہ واقعہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ عبدالمطلبؑ بن ہاشمؑ اورحرب بن اُمیّہ نے اپنے تعلقات کے لئے **نجاشی الحبشی** بادشاہ سے فیصلے کے لئے کہا مگر اُس نے دخل دینے سے انکار کردیا۔تب ان دونوں نے نفیل بن **عبدالعزّیٰ** (عمرخطاب کے دادا) کو پنچ بنایا۔اُس نے حرب سے کہا کہ اَے ابوعمرو تم ایسے شخص سے تنافرو تنازع کرتے ہو جو قد میں تم سے بڑا ہے۔اُس کا سر بھی تم سے بڑا ہے۔تم سے زیادہ وجیہ وحسین ہے۔جس کی اولاد تم سے زیادہ ہے۔جو تم سے زیادہ سخی ہے۔اورتم سے زیادہ طاقتور ہے۔یہ کہہ کراُس نے عبدالمطلبؑ کے حق میں فیصلہ کردیا۔حرب نے کہا یہ بھی شومئِ قسمت ہے کہ ہم نے تجھے پنچ بنایا''(ایضاً صفحہ 37)

5۔ حرب کا بیٹا ابوسفیان آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ کا ساری زندگی دشمن برسرِ پیکار رہا۔

ابوسفیان نے اپنی قوم قریش کو رسولؐ اللہ کا دشمن بنایا۔انہیںؐ جلاوطن ہونے پر مجبور کیا۔اُن کو ان کے گھر میں گھیر کر قتل کرانے کا منصوبہ بنایا۔اور مدینہ میں ان پر بار بار فوج کشی کی۔مسلمانوں میں ایک قریشی فرقہ قائم کیا جس نے اسلام کے اصول وقواعد اورعقائد واعمال کی صورت ہی بدل کر رکھ دی اُس نے قرآن کو مہجور کیا اور جُھٹلا کر رکھ دیا۔

6۔ ابوسفیان کے بیٹے معاویہ نے عائشہ،طلحہ اور زبیر سے حضرت علیؑ پر فوج کشی کرائی اور قتل عام کرایا۔

جنگِ جمل میں طلحہ وزبیر تہہ تیغ ہوئے،عائشہ ذلیل ورسوا ہوئی اور سترہ اٹھارہ ہزار اُن کے سپاہی قتل ہوگئے تو معاویہ نے جنگِ صفین قائم کی۔اورطرح طرح کی سازشیں اور غداریاں کیں۔سازش ہی کے ذریعہ حضرت علی علیہ السلام کو نماز کے دوران قتل کرایا۔

7۔ معاویہ کے بیٹے یزید نے علیؑ کے بیٹے حسینؑ کو باغی کہہ کر کربلا میں معہ خاندانِ رسولؐ کے قتل کرایا،رسولؐ کی بیٹیوں کو قید کیا۔

اُمیہ کے پانچویں بیٹے نے جو کچھ کیا اس پر ساری اُمت چودہ سو سال سے غم مناتی چلی آرہی ہے۔یہ تھے بنواُمیہ کے سَر بَرآوردہ اَفراد۔

Presented by Ziaraat.Com

8۔ معاویہ اور خاندانِ بنی اُمیہ کے حالات پر مستقل خطبات اور خطوط حضورؑ نے بیان فرمائے ہیں۔

بنواُمیہ پر بہت سے سابقہ خطبات میں حضورؑ نے طرح طرح سے تبصرہ فرمایا ہے ابھی اور خطبات اور خطوط آنے والے ہیں۔ جنگ جمل وصفین میں معاویہ اور بنی امیہ کا تذکرہ ہوتا رہا ہے۔ اس خطبہ 78 میں حضور علیہ السلام نے ان کی آنے والی حکمرانی اور خلافت کے متعلق پیشین گوئی فرمائی ہے اور مومنین پر اُن کے مظالم اور اسلام میں ان کے تغیرات اور لوٹ مار کا تذکرہ کیا ہے لہٰذا ضروری ہو جاتا ہے کہ حضور علیہ السلام کی شہادت کے بعد معاویہ اور بنی اُمیہ کے مظالم اور بے دینی کا ذکر کیا جائے۔ تا کہ خطبہ زیرِ نظر کے اولین بارہ جملوں کی تشریح سامنے آجائے۔ رہ گئے آخری تین جملے ان میں تو مومنین کو دلاسہ دیا ہے اور اللہ سے بنی امیہ کے زمانہ حکومت میں تعلق رکھنے کا طریقہ اور صبر وشکر کا استعمال سکھایا ہے۔ اور ہمت دلائی ہے اور فرمایا ہے کہ آخر کار کامیابی مومنین اور متقین ہی کا حق اور حصہ ہے (خطبہ 78، جملے 13 تا 15)۔

9۔ واقعات اور بنواُمیہ کی حکومت کے حالات اور مقاصد کی تفصیلات قریشی علما کے بیانات۔

اب ہم قریشی محققین اور مورخین سے وہ تمام بیانات اخذ کریں گے جو اس خطبہ کی ضروریات اور تشریحات کو پورا کرسکیں۔ مگر شرط یہ برقرار رہے گی کہ ہم ظالموں کے نام کے ساتھ وہ احترامی القاب وآداب ساقط کرتے جائیں گے جو قریش پرست علما ضرور اور بار بار لکھا کرتے ہیں اور ساتھ ہی ہم اُس پہلو کو بھی ساقط کر دیں گے جس میں قریشی علما قریشی لیڈروں کو انصاف پرست اور عادل بنانے کی کوشش کیا کرتے ہیں۔ چنانچہ علامہ مودودی یہ بتانا چاہتے ہیں کہ حضرت علی علیہ السلام کا مشن یہ تھا کہ وہ خلافت کو خلافت کے مقام پر برقرار رکھیں اور خلافت کو ملوکیت بنا لینے سے روک لیں۔ لہٰذا وہ لکھتے ہیں کہ:۔

10۔ مودودی مانتے ہیں کہ قریشی خلافت کو ان قریشیوں سے محفوظ رکھنا ضروری تھا۔ علیؑ کا مقصد۔

''اس کے بعد حضرت علیؑ نے کوفہ واپس پہنچ کر شام پر چڑھائی کی تیاریاں شروع کر دیں۔ اُس زمانہ میں انہوںؑ نے جو تقریریں کیں ان سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ وہ امت پر ملوکیت کے مسلط ہو جانے کا خطرہ کس شدت کے ساتھ محسوس کر رہے تھے۔ اور خلافت الٰہیہ کا نظام جاری کرنے کے لئے کس طرح ہاتھ پاؤں مار رہے تھے۔ ایک تقریر میں وُہ فرماتے ہیں کہ:''خدا کی قسم اگر یہ لوگ تمہارے حاکم بن گئے تو تمہارے درمیان کسریٰ اور ھرقل کی طرح کام کریں گے''۔

ایک دوسری تقریر میں انہوں نے فرمایا:

''چلو اُن لوگوں کے مقابلہ میں جو تم سے اس لئے لڑ رہے ہیں کہ ملوک جبابرہ بن جائیں اور اللہ کے بندوں کو اپنا غلام بنا لیں''۔

مگر عراق کے لوگ ہمت ہار چکے تھے اور خوارج کے فتنے نے حضرت علیؑ کے لئے مزید ایک دردِ سر پیدا کر دیا تھا۔ پھر معاویہ اور عمرو بن العاص کی تدبیروں سے مصر اور شمالی افریقہ کے علاقے بھی حضرت علیؑ کے ہاتھ سے نکل گئے۔ اور دنیائے اسلام عملاً دو متحارب حکومتوں میں بٹ گئی۔ آخر کار حضرت علیؑ کی شہادت (رمضان 40ھ) اور پھر حضرت حسنؑ کی مصالحت (41ھ) نے میدان معاویہ کے لئے پوری طرح خالی کر دیا۔ اس کے بعد جو حالات پیش آئے انہیں دیکھ کر بہت سے وہ لوگ بھی، جو پہلے حضرت علیؑ اور ان کے مخالفین (عائشہ، طلحہ اور زبیر وغیرہ۔ احسن) کی لڑائیوں کو محض فتنہ سمجھ کر غیر جانبدار رہے تھے، یہ اچھی طرح جان گئے کہ حضرت علیؑ کس چیز کو قائم رکھنے اور امت کو کس انجام سے بچانے کے لئے اپنی جان کھپا رہے تھے۔ عبداللہ بن عمر نے اپنے آخری زمانے میں کہا'' مجھے کسی چیز پر اتنا افسوس نہیں ہے جتنا اس بات پر کہ میں نے حضرت علیؑ کا ساتھ

Presented by Ziaraat.Com

کیوں نہ دیا'' ابراہیم النخعی کی روایت ہے کہ مسروق بن اجدع حضرت علیؑ کا ساتھ نہ دینے پر توبہ واستغفار کیا کرتے تھے۔حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص کو عمر بھر اس بات پر سخت ندامت رہی کہ وہ حضرت علیؑ کے خلاف جنگ میں معاویہ کے ساتھ کیوں شریک ہوئے تھے؟ حضرت علیؑ نے اس پورے فتنے کے زمانے میں جس طرح کام کیا وہ ٹھیک ٹھیک خلیفہ خداوندی کے شایانِ شان تھا۔'' (خلافت وملوکیت صفحہ 145-146)

11۔ مودودی کے بیان کی نقاب کشائی۔

قریشی لیڈروں اور قریشی علما کی کوئی بات اور کوئی بیان چالاکی، مکاری اور خیانت سے خالی نہیں ہوسکتا۔اور یہ اس لئے کہ ان کے مذہب اور تاریخ کی بنیاد اور تعمیر ہی چالاکی مکاری، بددیانتی اور فریب کاری پر منحصر ہے لہٰذا ایسے مذہب اور تاریخ کو برحق دکھانے کیلئے طرح طرح کی چالاکیاں، مکاریاں، خیانتیں اور فریب کاریاں کرتے چلے جانا ان کا مقدر ہو کر رہ گیا ہے۔بہر حال اس بیان میں ہم نے جہاں خلافت الٰہیہ لکھا ہے وہاں مودودی نے خلافت راشدہ لکھا تھا تاکہ قارئین یہ سمجھیں کہ ابوبکر وعمر وعثمان کی خلافت برحق تھی اور معاذ اللہ حضرت علی علیہ السلام ان کے نظامِ خلافت کو محفوظ رکھنے کا مشن چلا رہے تھے۔پھر مودودی کے بیان کے آخر میں ہم نے ''خلیفہ خداوندی'' لکھا ہے وہاں مودودی نے ''خلیفہ راشد کے شایانِ شان'' لکھا تاکہ حضرت علیؑ کو خلیفہ کہہ کر ثلاثہ اینڈ کمپنی کی خلافت کا تحفظ مانا جائے۔حالانکہ ہم یقین رکھتے ہیں اور طٰہٰ حسین اور دیگر قریشی علما اور خود مودودی کے قلم سے ثابت کیا ہے اور کریں گے کہ ثلاثہ اینڈ کمپنی نے خلافت کو ان بنیادوں پر استوار کیا تھا اور کاروبار خلافت کو ان قدموں سے چلایا تھا کہ وہ رفتہ رفتہ غیر محسوس انداز میں بتدریج عربی ملوکیت بن جائے۔لہٰذا یہ ارادہ اور عمل چھپانے کے لئے قریشی صحابہ، قریشی لیڈروں اور قریشی علما نے ایڑی چوٹی کا زور لگایا۔روپیہ اور خون پانی کی طرح بہایا اور ہمارے سوا ساری دنیا کو بہکایا۔اور ساری دنیا بہک بھی گئی اس لئے کہ خود شیعہ علماء کو ایک ہزار سال سے اپنی سازش میں شریک کر رکھا ہے۔لیکن قرآن اور نہج البلاغہ اور معصوّمین کی احادیث میں قریشی سازش اور منصوبے کو تفصیل واجمال دونوں طرح بیان کر دیا اور ہم ان تینوں چیزوں پر عبور رکھتے ہیں اور ہم نے اپنے غور وتدبر سے قریشی ریکارڈ کو بھی ہم آہنگ کر لیا ہے۔لہٰذا صحاحِ ستہ بھی ہماری تائید پر کمربستہ ملتی ہیں۔لہٰذا مودودی کے اسی بیان کو غور سے پڑھنے والے یہ یقین کرلیں گے کہ حضرت علیؑ کے تمام مخالفین ملوکیت قائم کرنے میں کوشاں اور منشاءِ خداوندی کے خلاف عمل پیرا تھے۔اور سب جانتے ہیں کہ حضرت علی علیہ السلام کے مخالفوں میں سب سے بڑی مخالف عائشہ تھی۔طلحہ اور زبیر عائشہ کی تائید میں مخالف تھے۔یعنی یہ تینوں اللہ، رسوؐل، قرآن، اسلام اور امامؑ زمانہ، خلیفہ برحق کے مخالف تھے۔اور جہنمی تھے۔مگر خود مان کر بھی قریشی علما ان کو جہنمی نہیں کہتے اور مسلمانوں میں باطل عقائد ملے جلے چلے جارہے ہیں۔علامہ مودودی، اللہ کے بندوں کو غلام بنانے میں عائشہ، طلحہ، زبیر اور سارے قریش کو شامل ماننے کے باوجود ان کو قابل احترام اور جنتی لکھتے ہیں اور یوں اپنے لئے بھی جہنم واجب کر لیتے ہیں۔معاویہ کو اور عمرو بن العاص کو ایسی تدبیریں کرنے اور مصر وافریقہ کے علاقے قبضانے اور ملوکیت کو طاقتور بنانے کا مجرم مانتے ہیں، لیکن اسلامی زبان میں ان پر جرم عائد کئے بغیر بلا مذمت گزر جاتے ہیں۔وہ مانتے ہیں کہ وہ صحابہ پچھتائے جنہوں نے حضرت علی علیہ السلام کا ساتھ نہیں دیا تھا یا جنہوں نے جنگ کی تھی۔لیکن یہ نہیں لکھا کہ وہ غلط کار تھے اور انہوں نے اپنے اعتقاد کے مطابق بھی ایک برحق اور خلیفہ راشد کا ساتھ چھوڑا اور اس کے ساتھ جنگ کی لہٰذا وہ سب اللہ، رسوؐل اور قرآن واسلام اور خود قریش سے باغی اور جہنمی تھے۔پھر علامہ نے حضرت علی علیہ السلام سے محاذ آرائی اور ترکِ نصرت کے پورے دَور کو صرف فتنے کا دَور لکھا ہے حالانکہ وہ حق وباطل کی محاذ آرائی کا دَور تھا۔پھر مودودی کے ہر قاری کو اس بیان سے یہ سمجھنا، لکھنا اور کہنا چاہئے کہ حضرت علی علیہ السلام کی بصیرت تمام صحابہ سے زیادہ دُور رَس اور ہر شک وشبہ سے

Presented by Ziaraat.Com

بالاتر تھی۔اور یقیناً ایسی بصیرت کا مالک شخص ایک امام معصوم ہی ہوسکتا ہے۔پھر تمام قارئین کو بھی اور مودودی کو بھی حضرت علی علیہ السلام کی غیب دانی کا اقرار بھی لازم ہے اس لئے کہ جو کچھ آپ نے برسہا برس پہلے دیکھا اور بیان فرمایا وہی کچھ وقوع میں آتا چلا گیا۔ہم وقت ملا تو نہج البلاغہ سے حضرت علی علیہ السلام کی غیب دانی ثابت کرنے کے لئے نہج البلاغہ کا انتخاب لکھیں گے۔انشاءاللہ والامام علیہ السلام۔

12۔ خلفائے ثلاثہ کا مشن حضرت علیؑ کے سامنے تھا۔وہ بنی اُمیہ کی ملوکیت کا قیام اس لئے چاہتے تھے کہ علیؑ و اولادِ علیؑ خلافت سے محروم رہیں۔

ابوبکر وعمر وعثمان نے معاویہ کو اُس کے دادا اُمیہ بن عبدالشمس کے پسندیدہ ملکِ شام کا مستقل حکمران بنایا تھا۔آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ نے اپنے نام نہاد صحابہ کے مجمع میں اعلان کیا تھا کہ میرے منبر پر بنی اُمیہ کے لوگ اُچھل کود کررہے ہیں۔بہر حال اب مودودی وہ راستہ ہموار کرتے ہیں جس پر چل کر قریش کی قائم کردہ خلافت وملوکیت، بادشاہت وکسریٰ کی جابرانہ حکومت تک پہنچے گی مگر اس راہ پر چلنے والوں کا احترام وتقدس برقرار رکھتے ہوئے ملوکیت کی کہانی یوں سناتے ہیں کہ:۔

''معاویہ نے اپنے بیٹے یزید کی ولی عہدی کے لئے خوف وطمع کے ذرائع سے بیعت لے کر انہوں نے اس امکان کا بھی خاتمہ کردیا۔اس تجویز کی ابتدا مغیرہ بن شعبہ کی طرف سے ہوئی۔معاویہ اسے کوفے کی گورنری سے معزول کرنے کا ارادہ رکھتا تھا۔مغیرہ کو اس ارادہ کی خبر مل گئی۔فوراً کوفہ سے دمشق پہنچے اور یزید سے مل کر کہا کہ ''صحابہ کے اکابر اور قریش کے بڑے لوگ دنیا سے رخصت ہوچکے ہیں میری سمجھ میں نہیں آتا کہ امیر المومنین معاویہ تمہارے لئے بیعت لینے میں تامل کیوں کررہے ہیں؟'' یزید نے اس بات کا ذکر اپنے والد ماجد سے کیا۔اُس نے مغیرہ کو بلا کر پوچھا کہ یہ کیا بات ہے جو تو نے یزید سے کہی؟ مغیرہ نے جواب دیا کہ ''امیر المومنین آپ دیکھ چکے ہیں کہ قتل عثمان کے بعد کیسے کیسے اختلافات اور خون خرابے ہوئے۔اب بہتر یہ ہے کہ آپ یزید کو اپنی زندگی ہی میں ولی عہد مقرر کرکے بیعت لے لیں تاکہ اگر آپ کو کچھ ہو جائے تو اختلاف برپا نہ ہو''۔معاویہ نے پوچھا کہ ''اس کام کو پورا کرادینے کی ذمہ داری کون لے گا؟'' اُس نے کہا کہ ''اہل کوفہ کو میں سنبھال لوں گا اور اہل مصر کو زیاد۔اسکے بعد پھر اور کوئی مخالفت کرنے والا نہیں ہے''۔یہ بات کرکے مغیرہ واپس کوفہ آئے اور دس آدمیوں کو تیس ہزار درہم دے کر اس بات پر راضی کیا کہ ایک وفد کی صورت میں معاویہ کے پاس جائیں اور یزید کی ولی عہدی کیلئے ان سے کہیں۔یہ وفد مغیرہ کے بیٹے موسیٰ بن مغیرہ کی سرکردگی میں دمشق گیا اور اس نے اپنا کام پورا کردیا۔بعد میں معاویہ نے موسیٰ کو الگ بُلا کر پوچھا ''تمہارے باپ نے ان لوگوں سے کتنے میں ان کا دین خریدا؟ انہوں نے کہا کہ ''تیس ہزار درہم میں''۔معاویہ نے کہا کہ ''تب تو ان کا دین ان کی نگاہ میں بہت ہلکا ہے''۔پھر معاویہ نے بصرے کے گورنر زیاد کو لکھا کہ۔۔۔۔۔'' (خلافت وملوکیت صفحہ 148-149)

دیکھا آپ نے کہ معاویہ اور دیگر نام نہاد صحابہ رسولؐ لوگوں سے ان کے دین کی خرید وفروخت کررہے ہیں اور مودودی کہیں ان کی مذمت نہیں کرتے اور جہاں جہاں معاویہ اور مغیرہ کا نام آیا ہے ان کے ساتھ لفظ حضرت اور رضی اللہ عنہ بار بار لکھا ہے۔یعنی ان دین فروشوں سے دین فروشی میں بھی اللہ راضی رہتا چلا گیا۔مودودی کا ایک اور بیان لکھ کر ہم خود مودودی کے قلم سے دین فروشوں کی مدح وثنا پر ان کا عذر سنائیں گے۔ فی الحال مودودی کی یہ بات سنئے:۔

Presented by Ziaraat.Com

13۔ معاویہ کا یزید کی حکومت قائم کرنے میں عبداللہ ابن عمر، عبدالرحمٰن بن ابوبکر اور عبداللہ ابن زبیر سے سلوک۔

''معاویہ نے باقی حضرات سے پوچھا'' آپ لوگ کیا کہتے ہیں؟'' انہوں نے کہا کہ ہم بھی وہی کہتے ہیں جو ابن زبیر نے کہا ہے۔اس پر معاویہ نے کہا کہ ''اب تک میں تم لوگوں سے درگزر کرتا رہا ہوں۔اب میں خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ اگر تم میں سے کسی نے میری بات کے جواب میں ایک لفظ بھی کہا تو دوسری بات اُس کی زبان سے نکلنے کی نوبت نہ آئے گی تلوار اُس کے سر پر پہلے پڑ چکی ہوگی۔'' پھر اپنے باڈی گارڈ کے افسر کو بلا کر حکم دیا کہ ''اِن میں سے ہر ایک پر ایک ایک آدمی مقرر کردو اور اُسے تاکید کردو کہ ان میں سے جو بھی میری بات کی تردید یا تائید میں زبان کھولے اُس کا سر قلم کردے''۔اس کے بعد معاویہ انہیں لیے ہوئے مسجد میں آئے اور اعلان کیا کہ: ''یہ مسلمانوں کے سردار اور بہترین لوگ، جن کے مشورے کے بغیر کوئی کام نہیں کیا جاتا، یزید کی ولی عہدی پر راضی ہیں اور انہوں نے بیعت کرلی ہے۔لہٰذا تم لوگ بھی بیعت کرلو''۔اب لوگوں کی طرف سے انکار کا کوئی سوال ہی باقی نہ تھا اہل مکہ نے بھی بیعت کرلی۔اس طرح خلافتِ راشدہ کے نظام کا آخری اور قطعی طور پر خاتمہ ہوگیا۔خلافت کی جگہ شاہی خانوادوں نے لے لی اور مسلمانوں کو اُس کے بعد آج تک پھر اپنی مرضی کی خلافت نصیب نہ ہو سکی۔معاویہ کے محامد و مناقب اپنی جگہ پر ہیں۔ان کا شرفِ صحابیت بھی واجب الاحترام ہے۔اُن کی یہ خدمت بھی ناقابل انکار ہے کہ انہوں نے (علیؑ و حسنؑ سے حکومت چھین کر۔احسن) پھر سے دنیائے اسلام کو ایک جھنڈے تلے جمع کیا اور دنیا میں اسلام کے غلبہ کا دائرہ (قرآن کے خلاف) پہلے سے زیادہ وسیع کردیا۔اُن پر جو شخص لعن طعن کرتا ہے وہ بلاشبہ زیادتی کرتا ہے۔لیکن اُن کے غلط کام کو تو غلط ہی کہنا ہوگا۔اُسے صحیح کہنے کے معنی یہ ہوں گے کہ ہم اپنے صحیح اور غلط کے معیار کو خطرے میں ڈال رہے ہیں۔'' (ایضاً صفحہ 153)

14۔ مودودی اینڈ کمپنی سے دو، دو باتیں۔اسلام کا انکار کرو یا رسولؐ کو کاذب قرار دو، یا قریش کو ملعون کہو۔

مودودی کے ان عذرات پر کئی سو صفحات لکھنے کی ضرورت ہے مگر شارٹ کٹ (Shortcut) کرتے ہوئے صرف دو باتیں کریں گے۔اول یہ کہ تم نے معاویہ اور اس کے لشکر کو باغی گروہ مانا ہے (ایضاً صفحہ 137,127) اور دوم یہ کہ تم نے حدیث کے ماتحت عمار یاسر رضی اللہ عنہ کے قاتل گروہ کو باطل پرست اور حق کا مخالف مانا ہے (ایضاً صفحہ 139,137) لہٰذا ایک باطل پرست اور اللہ و رسولؐ کے باغی گروہ کے محامد و مناقب یہی ہیں کہ اُن پر تھوک میں لعنت بھیجی جائے اور ان کی مدح و ثنا کرنے والوں اور ان سے راضی رہنے والوں کو بھی لعنتی سمجھا جائے۔رسولؐ اللہ نے فرمایا ہے اور سارے مسلمانوں نے مانا ہے کہ:۔

''اے اللہ تو اُسے اپنی ولایت میں داخل کر جو علیؑ کو اپنا والی اور حکمران سمجھے اور اُسے اپنا دشمن سمجھ جو علیؑ سے دشمنی کرے اور اس کی نصرت کر جو علیؑ کی نصرت کرے، اور اسے بے یار و مددگار چھوڑ دے جو علیؑ کو بے یار و مددگار چھوڑے، اور یہ کہ اے علیؑ تیرے ساتھ جنگ میرے ساتھ جنگ ہے اور میرے ساتھ جنگ اللہ کے ساتھ جنگ ہے''۔

اب جو لوگ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو جھوٹا نہیں سمجھتے انہیں ماننا ہوگا کہ عائشہ، طلحہ، زبیر اور معاویہ اللہ و رسولؐ سے جنگ کرتے رہے اور عبداللہ ابن عمر اور سعد بن وقاص وغیرہ نے علیؑ کو بے یار و مددگار چھوڑ دیا تھا۔لہٰذا وہ سب اور یہ سب لعنتی اور جہنمی تھے۔

15۔ بنی امیہ نے ہر حرام کو حلال کیا اور ہر عہد توڑ ڈالا تھا (خطبہ 78، جملے 1 تا 2)۔

اب ہم حضور علیہ السلام کے پہلے اور دوسرے جملے کے متعلق بنی اُمیہ کا عمل درآمد دکھاتے ہیں۔اور بیانات مودودی کے قلم سے دیں گے۔

Presented by Ziaraat.Com

اول۔اموال کی وصولی میں حرام وحلال کی شرط اُٹھادی گئی۔

''بیت المال کی آمدنی کو دیکھئے تو نظر آتا ہے کہ اس بارے میں بھی حلال وحرام کی تمیز بنوامیہ کے یہاں اُٹھتی چلی گئی۔عمر بن عبدالعزیز نے اپنے ایک فرمان میں اُن ناجائز ٹیکسوں کی ایک فہرست دی ہے جو اُن کے پیش رَوشاہانِ بنی امیہ کے زمانہ میں رعایا سے وصول کئے جاتے تھے۔اُس کے مطالعہ سے اندازہ ہوتا ہے کہ ان لوگوں نے بیت المال کی آمدنی کے بارے میں شریعت کے قواعد کو کس بُری طرح توڑنا شروع کردیا تھا۔''(ایضاصفحہ 162)

دوم۔غیر مسلموں پر اسلام کا دروازہ بند کر کے مال ودولت کا دروازہ اپنے لئے کھول لیا گیا تھا۔

مودودی لکھتا ہے کہ:

''اس سلسلے میں سب سے بڑا ظلم یہ تھا کہ جو غیر مسلم اسلام قبول کر لیتے تھے۔ان پر بھی اس بہانہ سے جزیہ لگادیا جاتا تھا کہ یہ محض جزیہ سے بچنے کے لئے ایمان لا رہے ہیں۔ابن اثیر کی روایت ہے کہ حجاج بن یوسف عراق کے وائسرائے کو اس کے عاملوں نے لکھا کہ ذمی لوگ کثرت سے مسلمان ہو کر بصرہ اور کوفہ میں آباد ہو رہے ہیں۔اور اس سے جزیہ اور خراج کی آمدنی گھٹ رہی ہے۔اس پر حجاج نے فرمان جاری کیا کہ ان لوگوں کو شہروں سے نکالا جائے اور ان پر حسبِ سابق جزیہ لگایا جائے۔

سوم۔ ظلم سے یا محمدؐ آہ کی چیخیں بلند ہو رہی تھیں۔اور علما بھی ان کے ساتھ ظلم پرور رہے تھے۔

اس حکم کی تعمیل میں جب یہ نومسلم بصرہ اور کوفہ سے نکالے جا رہے تھے تو وہ یا مُحمداؐہ۔وامحمداؐہ کی فریاد کرتے ہوئے روتے جا رہے تھے۔اور ان کی سمجھ میں نہ آتا تھا کہ کہاں جا کر اس ظلم کی فریاد کریں؟ علما وفقہا بھی ان کے ساتھ روتے جاتے تھے(ایضاً صفحہ 162-163)۔

چہارم۔ آزادی ضمیر چھین کر لوگوں کو غلام بنادیا گیا حق بات کہنے پر،نصیحت کرنے پر کوڑے،قید وقتل۔

تیسرے بیان سے جملے (خطبہ 78، جملے 6 تا 8) تصدیق ہو گئے۔علما غالباً دین کے لئے روئے اور پبلک شاید دین ودنیا دونوں کے لئے روتی تھی۔اسلام اختیار کرنا اور دولت بچانا دونوں مشکل ہو گئے تھے۔پھر مودودی لکھتے ہیں کہ:

''دَورِ ملوکیت میں ضمیروں پر قفل چڑھا دیئے گئے۔اور زبانیں بند کردی گئیں۔اب قاعدہ یہ ہو گیا کہ منہ کھولو تو تعریف کیلئے کھولو۔ورنہ چپ رہو۔اور اگر تمہارا ضمیر ایسا ہی زوردار ہے کہ تم حق گوئی سے باز نہیں رہ سکتے تو قید اور قتل اور کوڑوں کی مار کے لئے تیار ہو جاؤ۔چنانچہ جو لوگ بھی اُس دَور میں حق بولنے اور غلط کاریوں پر ٹوکنے سے باز نہ آئے ان کو بدترین سزائیں (آگ میں جلانا،زندہ در گور کرنا،ہاتھ پیر اور زبان کاٹنا۔احسن) دی گئیں۔تاکہ پوری قوم دہشت زدہ ہو کر رہ جائے۔اس نئی پالیسی کی ابتدا معاویہ کے زمانہ میں حضرت حُجر بن عدی کے قتل (۵۱ھ) سے ہوئی۔جو ایک عابد وزاہد صحابی اور صلحائے اُمت میں ایک اونچے درجہ اور مرتبہ کے شخص تھے۔معاویہ کے زمانہ میں جب منبروں پر خطبوں میں حضرت علیؑ پر لعنت اور سَبّ وشتم کا سلسلہ شروع ہوا تو عام مسلمانوں کے دل ہر جگہ ہی اس سے زخمی ہو رہے تھے۔مگر لوگ خون کا گھونٹ پی کر خاموش ہو جاتے تھے۔کوفہ میں حُجر بن عدی سے صبر نہ ہو سکا اور انہوں نے جواب میں حضرت علیؑ کی تعریف اور معاویہ کی مذمت شروع کردی۔مغیرہ جب تک کوفہ کے گورنر رہے وہ ان کے ساتھ رعایت برتتے رہے۔ان کے بعد جب زیاد کی گورنری میں بصرہ کے ساتھ کوفہ بھی شامل ہو گیا تو اُسکے اور اُنکے درمیان کشمکش شروع ہو گئی۔وہ خطبے میں حضرت علیؑ کو گالیاں دیتا تھا اور

Presented by Ziaraat.Com

یہ اٹھ کر اُس کا جواب دینے لگتے تھے۔اسی دوران ایک مرتبہ انہوں نے زیاد کو جمعہ میں تاخیر سے آنے پر ٹوکا۔آخر کار اُس نے اُنہیں اور اُن کے بارہ ساتھیوں کو گرفتار کرلیا۔اور اُنکے خلاف بہت سے لوگوں کی شہادتیں اس فردِ جرم پر لیں کہ '' 1۔اُنہوں نے ایک جتھا بنایا ہوا ہے۔2۔خلیفہ کو اعلانیہ گالیاں دیتے ہیں۔3۔امیر المومنین کے خلاف لڑنے کی دعوت دیتے ہیں۔4۔اُن کا دعویٰ یہ ہے کہ خلافت آل ابی طالبؑ کے سوا کسی کیلئے درست نہیں ہے۔5۔انہوں نے شہر میں فساد برپا کیا ہے۔6۔اور امیر المومنین کے عامل کو نکال باہر کیا۔7۔یہ ابوتراب (حضرت علیؑ۔احسنؑ) کی حمایت کرتے ہیں۔8۔ان پر رحمت بھیجتے ہیں۔9۔اور ان کے مخالفین سے اظہارِ براءت کرتے ہیں'' ان گواہیوں میں سے ایک گواہی قاضی شریح کی بھی ثبت کی گئی۔مگر قاضی شریح نے الگ سے ایک خط معاویہ کو لکھا کہ ''میں نے سُنا ہے کہ آپ کے پاس حُجر بن عدی کے خلاف جو شہادتیں بھیجی گئی ہیں۔ان میں ایک میری شہادت بھی ہے۔میری اصل شہادت حجر کے متعلق یہ ہے کہ وہ ان لوگوں میں سے ہے جو نماز قائم کرتے ہیں۔زکوٰۃ دیتے ہیں۔دائماً حج وعمرہ کرتے ہیں نیکی کا حکم دیتے ہیں اور بدی سے روکتے ہیں اِن کا خون اور مال حرام ہے۔آپ چاہیں تو انہیں قتل کریں ورنہ معاف کردیں''۔اس طرح یہ ملزم معاویہ کے پاس بھیجے گئے اور انہوں نے ان کے قتل کا حکم دے دیا۔قتل سے پہلے جلادوں نے ان کے سامنے جو بات پیش کی وہ یہ تھی کہ ''ہمیں حکم دیا گیا ہے کہ اگر تم علیؑ سے برأت کا اظہار کرو اور ان پر لعنت بھیجو تو تمہیں چھوڑ دیا جائے ورنہ قتل کردیا جائے''۔ان لوگوں نے یہ بات ماننے سے انکار کردیا اور حُجر نے کہا کہ ''میں زبان سے وہ بات نہیں نکال سکتا جو رب کو ناراض کرے''۔آخر کار وہ اور اُن کے سات (7) ساتھی قتل کر دیئے گئے۔ان میں سے ایک صاحب عبدالرحمٰن بن حسّان تھے ان کو معاویہ نے زیاد کے پاس واپس بھیج دیا اور اس کو لکھا کہ انہیں بدترین طریقے سے قتل کرو۔چنانچہ زیاد نے انہیں زندہ دفن کرادیا''(خطبہ 78، جملے 3 تا 4)(ایضاً صفحہ 163-165)

اس کے بعد مودودی نے عبداللہ بن عمر اور عائشہ کا رنج وغم بھی لکھا ہے اور حسن بصری کا بیان لکھا ہے کہ:۔

پنجم۔معاویہ پر چار گنا ہلاکت کا فتویٰ اور ایک شرابی موسیقار، ریشم پوش اور نشہ باز کو ولی عہد بنانا۔

''معاویہ کے چار افعال ایسے ہیں کہ اگر کوئی شخص ان میں سے کسی ایک کا ارتکاب بھی کرے تو وہ اس کے حق میں مہلک ہوگا۔1۔ان کا اُس امت پر تلوار سونت لینا اور مشورے کے بغیر حکومت پر قبضہ کرلینا۔درآنحالیکہ امت میں بقایائے صحابہ موجود تھے۔2۔ان کا اپنے بیٹے کو جانشین بنانا۔حالانکہ وہ شرابی، نشہ باز اور طنبورہ بجاتا تھا اور ریشم پہنتا تھا۔3۔اس کا زیاد کو اپنے خاندان میں شامل کرنا حالانکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا صاف حکم موجود تھا کہ اولاد اس کی ہے جس کے بستر پر وہ پیدا ہو۔اور زانی کے لئے کنکر پتھر ہیں۔4۔اس کا حُجر اور ان کے ساتھیوں کو قتل کرنا''۔(ایضا صفحہ 165-166)

ششم۔ زبان بندی نے مسلمانوں کو پست ہمت کردیا، سچی بات کہنے والے ختم اور ضمیر فروشی کی قیمت مارکیٹ میں اونچی ہوتی چلی گئی۔

1) ''مِسوَر بن مَخرمہ نے مروان بن حکم کی بات کو ''بُری بات'' کہہ دیا تو اس نے اسے ایک لات رسید کردی''۔(صفحہ 166)

2) ''عبداللہ بن عمر نے حجاج بن یوسف کو خطبہ لمبا کرنے اور نماز جمعہ میں تاخیر پر ٹوکا تو حجاج نے کہا کہ ''میرا ارادہ ہے کہ تمہاری یہ دونوں آنکھیں جس سر میں ہیں اس پر ضرب لگاؤں''۔(ایضاً صفحہ 166)

3) ''عبدالملک بن مروان 75ھ میں جب مدینہ گیا تو منبر رسولؐ پر کھڑے ہوکر کہا کہ ''میں اس امت کے امراض کا علاج تلوار کے سوا کسی

Presented by Ziaraat.Com

اور چیز سے نہ کروں گا۔۔۔۔اب اگر کسی نے مجھے اِتَّقِ اللہ (اللہ سے ڈر) کہا تو میں اُس کی گردن ماردوں گا''۔(ایضاً صفحہ 166)

ہم متفق ہیں کہ وفاتِ رسولؐ کے بعد اس اُمت کے ساتھ یہی سلوک مناسب تھا۔

اُن کو حضرت علی علیہ السلام ایسا رحیم وکریم راہنما پسند نہ آیا اور انہوںؐ نے جبر نہ کیا۔قوت استعمال نہ کی۔بدترین حاکم ملنے کی بدعادی جوان کے دنیا چھوڑتے ہی پوری ہوگئی۔

4۔ولید بن عبدالملک نے ایک دفعہ خطبہ جمعہ کو اتنا طول دیا کہ عصر کا وقت بھی گزرنے لگا۔ایک شخص نے اٹھ کر کہا کہ ''اے امیر المومنین وقت آپ کا انتظار نہ کرے گا۔اور نماز میں اتنی تاخیر کردینے پر آپ خدا کے سامنے کوئی عذر پیش نہ کرسکیں گے''۔ولید نے کہا کہ ''اے شخص تو نے سچ کہا،مگر ایسے راست گفتار شخص کی جگہ وہ نہیں ہے جہاں تو کھڑا ہے''۔چنانچہ اُسی وقت شاہی باڈی گارڈ نے اُسے قتل کرکے جنت میں پہنچانے کا انتظام کردیا''۔(صفحہ 167)

هفتم۔ **امام زینؑ العابدین کے ساتھ شیعوں کا خلوص،رنج وغم،ہمدردی اور دولتِ دنیا۔**

علامہ نے امت کا حال لکھا ہے اور بتایا ہے کہ قریشی خلفاء نے مسلمانوں کو کیسا بنادیا تھا؟اس بیان سے چودہ سو سال بعد کی امت کا اندازہ لگائیں لکھا ہے:۔

''یہ پالیسی رفتہ رفتہ مسلمانوں کو پست ہمت اور مصلحت پرست بناتی چلی گئی۔خطرہ مول لے کر سچی بات کہنے والے مسلمانوں کے اندر کم ہوتے چلے گئے۔خوشامد اور ضمیر فروشی کی قیمت مارکیٹ میں چڑھتی اور حق پرستی وراست بازی کی قیمت گرتی گئی۔اعلیٰ قابلیت رکھنے والے،ایماندار اور باضمیر لوگ حکومت سے بے تعلق ہوگئے۔اور عوام کا حال یہ ہوگیا کہ انہیں ملک اور اسکے معاملات سے کوئی دل چسپی باقی نہ رہی۔حکومتیں آتی اور جاتی رہیں،مگر لوگ بس ان کی آمد و رفت کے تماشائی بن کر رہ گئے۔عام لوگوں میں اس پالیسی نے جس سیرت اور کردار کو نشو ونما دینا شروع کیا اس کا ایک نمونہ وہ واقعہ ہے جو حضرت علیؑ بن حسینؑ (امام زینؑ العابدین) کے ساتھ پیش آیا تھا۔وہؑ بیان فرماتے ہیں کہ سانحہ کربلا کے بعد ایک شخص چھپا کر مجھے اپنے گھر لے گیا۔اور میری خوب خاطر مدارات کی۔اس کا حال یہ تھا کہ ہر وقت مجھے دیکھ دیکھ کر روتا تھا۔اور میں اپنی جگہ یہ سمجھتا تھا کہ میرے لئے اگر کسی شخص کے اندر وفا ہے تو وہ یہ شخص ہے۔اتنے میں عبید اللہ ابن زیاد کی یہ منادی سُنی گئی کہ جو کوئی علیؑ بن حسینؑ کو ہمارے پاس پکڑ کر لائے گا اُسے تین سو درہم انعام دیا جائے گا۔یہ اعلان سنتے ہی وہ شخص میرے پاس آیا۔میرے ہاتھ میری گردن سے باندھتا جاتا اور روتا جاتا تھا۔اسی حالت میں وہ مجھے ابن زیاد کے پاس لے گیا اور اس سے انعام حاصل کرلیا۔''(صفحہ 167)

ہشتم۔ **ابوبکر و عمر و عثمان و معاویہ اور اس کے جانشین دس خلفا کے زمانوں تک بھی کوئی اسلامی قانون نہ بنایا گیا نہ موجود تھا۔**

اس عنوان میں قارئین یہ نوٹ کرلیں کہ قریش کی بنائی ہوئی خلافت نے از اوّل تا آخر کوئی ایسا ضابطہ قانون تیار نہیں کیا تھا جس کو قرآنی قانون کہا جاسکے یا جسے احادیث رسولؐ سے ماخوذ مانا جاسکے یا قرآن وحدیث دونوں کا مرکب کہا جاسکتا۔

لہٰذا قارئین قریشی خلافت کی ناکامی کا اور اس کے قرآن وحدیث کی مخالف حکومت ہونے کا یہ سب سے بڑا ثبوت ہے اور مودودی بھی اس ناکامی کا اقرار دبی زبان سے یہ کہتے ہوئے کرتے ہیں کہ:۔

Presented by Ziaraat.Com

''پوری ایک صدی تک اُمت کے پاس کوئی ایسا ضابطہ نہ تھا جسے سند کی حیثیت حاصل ہوتی اور مملکت کی تمام عدالتیں اُس کی پیروی کر کے جزئیاتِ مسائل میں یکساں فیصلے کرسکتیں۔'' (ایضاً صفحہ 169)

نہم۔ قریش کے اموی خلفا کی سیاست دین کے تابع نہ تھی وہ سب کے سب حرام وحلال میں تمیز نہ کرتے تھے۔

مودودی نے تسلیم کیا ہے کہ:

''اِن بادشاہوں کی سیاست دین کے تابع نہ تھی۔ اُس کے تقاضے وہ ہر جائز و ناجائز طریقے سے پورے کرتے تھے۔ اور اس معاملے میں حلال وحرام کی تمیز روا نہ رکھتے تھے۔ مختلف خلفائے بنی امیہ کے عہد میں قانون کی پابندی کا کیا حال رہا۔ اسے ہم آگے کی سطور میں بیان کرتے ہیں'' (ایضاً صفحہ 173)

دہم۔ معاویہ کے زمانہ میں۔

اسکے بعد مودودی اپنے بیانات کی ابتدا معاویہ سے کرتے ہیں۔ یہاں سے مودودی تو بڑے تفصیلی بیان دیں گے۔ مگر ہم مختصراً بطور شمار، واقعات و حالات اور بے دینی کے اقدامات گنواتے چلیں گے اور مودودی کے مختصر ریمارکس پر اکتفا کرتے جائیں گے تاکہ طول نہ ہونے پائے۔

1۔ وراثت میں بے دینی ''معاویہ نے اپنے زمانہ حکومت میں مسلمان کو کافر کا وارث قرار دیا۔ عمر بن عبدالعزیز نے اس بدعت کو موقوف کیا''۔ مگر ہشام بن عبدالملک نے اُسے پھر جاری کر دیا'' یعنی بنی اُمیہ کے تقریباً سارے دَور میں یہ بے دینی جاری رہی۔ (صفحہ 173)

2۔ دِیَت میں بے دینی ''معاھِد کی دِیَت کو آدھا کر دیا اور باقی نصف کو خود لینا شروع کر دیا۔'' (صفحہ 173-174)

3۔ پورے دین کو مسمار کر دیا ''ایک اور نہایت مکروہ بدعت معاویہ کے عہد میں شروع ہوئی کہ وہ خود بھی اور ان کے حکم سے ان کے تمام گورنر بھی خطبوں میں بر سرِ منبر حضرت علی رضی اللہ عنہ پر لعنت وسَبّ وشتم کی بوچھاڑ کرتے تھے۔ حتیٰ کہ مسجد نبویؐ میں، منبر رسوؐل پر، عین روضہ نبوی کے سامنے حضوؐر کے محبوب ترین عزیز کو گالیاں دی جاتی تھیں اور حضرت علیؑ کی اولاد اور ان کے قریب ترین رشتہ دار اپنے کانوں سے یہ گالیاں سُنتے تھے۔۔۔۔ عمر بن عبدالعزیز نے اس روایت کو بھی بدلا۔'' (صفحہ 174)

4۔ مالِ غنیمت میں بے دینی ''معاویہ نے حکم دیا کہ مالِ غنیمت میں سے چاندی سونا ان کے ذاتی مصرف کیلئے الگ نکال لیا جائے۔'' (ایضاً صفحہ 174)

5۔ زِنا کا پروپیگنڈا کیا، باپ کو زانی ثابت کیا زنا زادے کو بھائی بنایا۔

قارئین یہاں ہم مودودی کے احترامی الفاظ بھی لکھیں گے تاکہ آپ یہ دیکھیں کہ یہ ملعون اپنے ملعون بزرگوں کا کس بے تکلفی سے احترام کرتا ہے۔ سنئے:۔

''لوگوں کا بیان ہے کہ زمانہ جاہلیت میں حضرت معاوؓیہ کے والد جناب ابوسفیاؓن نے اُس لونڈی سے زنا کا ارتکاب کیا تھا۔ اور اُسی سے وہ حاملہ ہوئی تھی۔ حضرت ابوسفیاؓن نے خود بھی ایک مرتبہ اس بات کی طرف اشارہ کیا تھا کہ زیاد اُن ہی کے نطفے سے ہے۔۔۔ حضرت معاوؓیہ نے زیاد کو اپنا حامی و مددگار بنانے کے لئے اپنے والد ماجد کی زنا کاری پر شہادتیں لیں اور اس کا ثبوت بہم پہنچایا کہ زیاد اُن ہی کا ولد الحرام ہے۔ پھر اسی بنیاد پر اُسے اپنا بھائی اور اپنے خاندان کا ایک فرد قرار دے دیا۔ یہ فعل اخلاقی حیثیت سے جیسا کچھ مکروہ ہے وہ تو ظاہر ہی ہے مگر قانونی حیثیت سے بھی یہ ایک صریح ناجائز فعل تھا۔ حضرت ام المومنین ام حبیبہ، معاویہ کی بہن نے اسی وجہ سے زیاد کو اپنا بھائی

Presented by Ziaraat.Com

تسلیم کرنے سے انکار کردیا اور اُس سے پردہ کیا۔''(صفحہ 175)

6۔ شریعت، قانون اور دین کا مذاق اڑا دینا

''معاویہ نے اپنے گورنروں کو قانون سے بالاتر قرار دیا اور اُنکی زیادتیوں پر شرعی احکام کے مطابق کارروائی کرنے سے صاف انکار کر دیا''(صفحہ 175)

عبداللہ بن عَمرو بن غَیلان گورنر۔ عبداللہ بن عمرو بن غیلان نے ایک کنکری مارنے والے مسلمان کے ہاتھ کٹوا دیئے۔(صفحہ 175)

زیاد معاویہ کا حرامی بھائی۔ کنکریاں مارنے والے اَسی (80) مسلمانوں کے ہاتھ فوراً کٹوا دیئے۔''(صفحہ 176)

بُسر بن اَرطَاۃ۔ ''عبداللہ بن عباس کے دو ننھے بچوں کو قتل کر دیا۔'' ہمدان میں مسلمانوں کی جتنی عورتیں قید ہوئیں اُن کو کنیزیں بنالیا۔ عملاً اعلان کہ گورنروں اور سپہ سالاروں کو ظلم کی کُھلی چھوٹ ہے۔ اور شریعت کی کسی حد کے وہ پابند نہیں ہیں''۔(صفحہ 177)

7۔ مسلمانوں کے سر کاٹ کر گشت کرنا۔

''سر کاٹ کر ایک جگہ سے دوسری جگہ بھیجنے اور انتقام کے جوش میں لاشوں کی بے حرمتی کرنے پر عمل معاویہ کے دَور سے شروع ہوا۔''(صفحہ 177)

عمّارؓ بن یاسرؓ کے سر کی بے حرمتی۔ ''معاویہ کے حکم سے عمار یاسر کا سر کاٹ کر معاویہ کے سامنے لایا گیا۔''(صفحہ 177)

عَمرو بن الحَمِق کا سر ''مردہ جسم سے سر کاٹ کر زیاد کے پاس لایا گیا اس نے معاویہ کے پاس بھیج دیا انہوں نے سر کو بر سرِ عام گشت کرایا بعدۂ اُس کی زوجہ کی گود میں ڈال دیا۔''(صفحہ 177)

عائشہ کے بھائی محمد بن ابی بکر کی لاش کو گدھے کی کھال میں بھروا کر جلا دیا۔

امام حسین علیہ السلام کا سر۔ یہاں مودودی نے صرف ایک سر کاٹنے اور کوفہ و دمشق بھیجے جانے کا ذکر کیا ہے۔(178)

نعمان بن بشیر کا سر کاٹ کر ان کی زوجہ کی گود میں ڈالا گیا۔(صفحہ 178)

مصعب بن زبیر کا سر۔ کوفہ اور مصر میں گشت کرا کے دمشق میں منظر عام پر لٹکا دیا گیا۔''(صفحہ 178)

عبداللہ بن زبیر، عبداللہ بن صفوان اور عمارہ بن حَزم۔ کے سر کاٹ کر مکہ سے مدینہ بھیجے گئے اور پھر دمشق لائے گئے۔ گشت کرایا گیا ان کی لاشیں مکہ میں لٹکتی رہیں یہاں تک کہ سڑ گئیں۔(صفحہ 179-178)

سات سو صحابہ اور دس ہزار عوام قتل اور کم از کم ایک ہزار عورتیں حاملہ۔

مسلم بن عقبۃ المُرِّی کو یزید نے 12 ہزار فوج دے کر مدینہ پر حملہ کرایا۔ فتح پائی تین دن تک اہل مدینہ کا جان و مال اور عورتیں بارہ ہزار فوج پر حلال رہیں۔ اور تین دن رات زنا کے بعد یہ کہنا کہ صرف ایک ہزار عورتیں حاملہ ہوئی تھیں یہی کہنا ہے کہ مدینہ سے کچھ حلال زادوں کی نسل بھی چلی تھی۔ جو ناممکن ہے اور یہی فوری سزا تھی نصرتِ خاندانِ رسوؐل سے باز رہنے کی۔

بہر حال مودودی نے مانا ہے کہ:

''سات سو معززین اور دس ہزار عوام مارے گئے اور غضب یہ ہے کہ (12,000) وحشی فوجیوں نے گھروں میں گھس کر بے دریغ عورتوں کی عصمت دری کی۔ ان دنوں میں ایک ہزار عورتیں زنا سے حاملہ ہوئیں۔''(صفحہ 182)

قارئین نوٹ کریں کہ یزید نے مسلم بن عقبہ کے ہاتھ جناب امام زین العابدین کی خدمت میں ایک خط بھیجا تھا اور درخواست کی تھی کہ آپ مع

Presented by Ziaraat.Com

خاندانِ رسولؐ کے اور جسے چاہیں مسلم کی بنائی ہوئی خیمہ گاہ میں مدینہ سے باہر قیام فرمائیں اور یہ مہم مکمل ہو جانے کے بعد اپنے گھروں میں پلٹ جائیں۔ چنانچہ مسلم نے خط دیا اور احکامات کی تعمیل کی۔

8۔ بنی امیہ کو بڑی سے بڑی حرمت کو توڑ ڈالنے میں باک نہ تھا۔

مودودی لکھتے ہیں کہ: ''ان واقعات نے یہ بات بالکل واضح کر دی کہ بنی امیہ کے حکمران اپنے اقتدار اور اس کی بقاء وتحفظ کو ہر چیز پر مقدم رکھتے تھے اور اس کیلئے انہیں کسی حد کو پھاند جانے اور بڑی سے بڑی حرمت کو توڑ ڈالنے میں بھی باک نہ تھا''۔(صفحہ 184)

خلافت بنی مروان۔

1) کعبہ پر دوبارہ سنگباری عبداللہ ابن زبیر اور ساتھیوں کا قتل سروں اور لاشوں کی بے حرمتی''۔(صفحہ 185)

2) **عبدالملک اور اس کے بیٹے ولید کے زمانے میں** سب سے بڑی لعنت حجاج کی گورنری تھی مشہور امام قرأت عاصم بن ابی النَّجُود کہتے ہیں کہ:

''اللہ کی حرمتوں میں سے کوئی حرمت ایسی نہیں رہ گئی جس کو حجاج نے نہ توڑا ہو''۔(صفحہ 186-185)

3) **حجاج کی شکایتیں قریشی تاریخ میں۔**

اول۔عمر بن عبدالعزیز حجاج کو ساری دنیا کے تمام خبیثوں سے بڑا خبیث کہتے تھے(صفحہ 186)

دوم۔حجاج، عبداللہ بن مسعود کو سردار منافقین کہتا تھا۔(صفحہ 186)(شبلی سے پوچھئے کہ خلیفہ دوم کے لئے کیا کہو گے؟)

سوم۔عبداللہ بن مسعود کی قرأت کے مطابق قرآن پڑھنے والوں کو واجب القتل قرار دیا تھا۔

چہارم۔انس بن مالک اور سہل بن سعد ساعدی کو گالیاں دیا کرتا تھا۔اور اُن کی گردنوں کو مہروں سے داغا تھا۔

پنجم۔قید کی حالت میں بلا مقدمہ چلائے ایک لاکھ بیس ہزار مسلمانوں کو قتل کیا تھا۔اَسی ہزار کو قید میں چھوڑا تھا۔

4) **عبدالملک بن مروان کی اپنی اولاد کو حجاج کے حق میں وصیت اور مودودی۔**

''حجاج بن یوسف کا ہمیشہ لحاظ کرتے رہنا۔کیونکہ وہی ہے جس نے ہمارے لئے سلطنت ہموار کی دشمنوں کو مغلوب کیا اور ہمارے خلاف اٹھنے والوں کو دبایا''

مودودی اور وصیت۔ اُس وصیت پر مودودی کے ریمارکس سنئے۔

''یہ وصیت اُس ذہنیت کی پوری نمائندگی کرتی ہے جس کے ساتھ بنی امیہ حکومت کر رہے تھے۔اُن کی نگاہ میں اصل اہمیت ان کے اپنے اقتدار کی تھی۔اُس کا قیام واستحکام جس ذریعہ سے بھی ہو،ان کے نزدیک مستحسن تھا۔قطع نظر اس سے کہ شریعت کی تمام حدیں اُس کی خاطر توڑ دی جائیں''(صفحہ 186)اور سنئے:

5) **سیاسی ظلم وستم حد سے گزر گیا۔**

''یہ ظلم وستم اس حد کو پہنچ گیا تھا کہ ولید بن عبدالملک کے زمانہ میں ایک مرتبہ عمر بن عبدالعزیز چیخ اُٹھے کہ''عراق میں حجاج، شام میں ولید، مصر میں قُرّہ بن شریک، مدینہ میں عثمان بن حیّان، مکہ میں خالد بن عبداللہ القَسری، خداوندا تیری دنیا ظلم سے بھر گئی اب لوگوں کو راحت دے۔''(صفحہ 186-187)اور سنئے:

Presented by Ziaraat.Com

6۔ دین سے کُھلا اور اطمینان بخش انحراف۔

''سیاسی ظلم کے علاوہ یہ لوگ عام دینی معاملات میں بھی بڑی حد تک انحراف پسند ہو گئے تھے۔نمازوں میں غیر معمولی تاخیر اُن کا معمول تھا۔جمعہ کا پہلا خطبہ بیٹھ کر دیتے تھے۔عیدین میں نماز سے پہلے خطبہ دینے کا طریقہ مروان نے اختیار کیا اور اُس کے خاندان کیلئے یہ مستقل سُنّت بن گیا۔''(صفحہ 187)

یہاں تک کتابِ خلافت وملوکیت سے علامہ مودودی کی زبانی بنی اُمیہ کی خلافتوں اور خلفاء کے حالات لکھے گئے ہیں جو زیرِ تشریح خطبہ 78 کی تصدیق کے لئے کافی ہیں۔مزید ضرورت کے وقت مزید حالات سامنے لائے جائیں گے۔

یازدھم(11)معاویہ کا نسب بھی قریش ہی کا نسب تھا لہٰذا وہ کیوں مخلوط النسب نہ ہوتا؟

ہم نے بڑی محنت وکاوش وتحقیق کے ساتھ،اپنی تصنیفات میں جگہ جگہ قریش نام کی نسل وقبیلے کا مخلوط النسل ونسب ہونا دکھا کر ثابت کیا ہے کہ قریش ہرگز نسل اسماعیل علیہ السلام سے نہیں ہیں(مثلاً ملاحظہ فرمائیں ہماری کتاب''مرکزِ انسانیت'')۔لہٰذا معاویہ خود بخود مخلوط النسل کے فرد ثابت ہو جاتے ہیں۔لیکن پھر بھی ہم اس کا الگ ذکر کرتے ہیں تاکہ اس پہلو سے بھی معاویہ اُبھرے ہوئے نظر آئیں۔یہ معلوم ہو چکا ہے کہ معاویہ بظاہر ابوسفیان کا بیٹا تھا۔اور ابوسفیان حرب کا بیٹا کہلاتا تھا۔اور حرب عبدالشمّس کا بیٹا مشہور تھا اور عبدالشمّس کس کی اولاد تھا ہمیں شہرت بھی معلوم نہیں ہے۔معاویہ کی ماں ہند تھی جو عتبہ کی بیٹی کہلاتی تھیں اور عتبہ رُبیعہ کا بیٹا مشہور تھا اور رُبیعہ عبدالشمّس سے منسوب تھا۔معاویہ بیٹا یا نطفہ ہونے میں اِن چار اشخاص سے منسوب تھا۔1۔عمّارہ بن ولید مخزومی سے۔2۔مسافر بن ابی عمر سے۔3۔ابوسفیان سے۔اور۔4۔چوتھے کا نام قریشی تاریخ میں نہیں ملتا۔معاویہ کی ماں ہند مکہ میں زنانِ ذوات الاعلام(جھنڈوں والی عورتوں)میں سے ایک تھی۔اور جنسی تعلق کے لئے وہ حبشیوں کو زیادہ پسند کرتی تھی۔جب اس کے یہاں کوئی حبشی سیاہ رنگ کا بچہ پیدا ہوتا تھا تو اس کو زندہ دفن کر دیتی تھی۔اور معاویہ کی دادی کا نام حمامہ تھا۔اس کا جھنڈا ذی المجاز نام کے ایک بازار میں نصب رہتا تھا''۔(علامہ حلیؒ،کشف الحق)

معاویہ کیسے پیدا ہوا؟

ابوسعید اسماعیل بن علی سمعانی حنفی نے کتاب المثالب بنی اُمیہ میں اور شیخ ابوالفتوح جعفر بن محمد ہمدانی نے کتاب **بحجة المستفید** میں لکھا ہے کہ''مسافر بن عمر بن اُمیہ بن عبدالشمّس ایک حسین وجمیل شخص تھا وہ ہند پر عاشق ہو گیا اور ہند کے ساتھ زنا کیا۔قریش میں یہ خبر پھیل گئی۔اور مناسب مدت کے بعد مسافر کا ہند کو حمل بھی ظاہر ہو گیا۔اب مسافر،ہند کے والد عتبہ سے ڈر کر حیرہ کو فرار ہو گیا۔ہند کے باپ نے ابوسفیان کو مال ودولت دے کر راضی کیا اور ہند کا نکاح اس سے کر دیا۔نکاح کے تین ماہ بعد ہند سے معاویہ پیدا ہو گیا۔کچھ عرصہ کے بعد ابوسفیان کو بادشاہِ حیرہ عمر بن ہند کے پاس جانے کا اتفاق ہوا تو وہاں مسافر مذکور نے ابوسفیان سے اپنی معشوقہ ہند کی خیر وعافیت معلوم کی تو ابوسفیان نے بتایا کہ ہند کا مجھ سے نکاح ہو چکا ہے۔اس خبر سے مسافر کو بہت صدمہ ہوا اور بیمار ہو کر مر گیا۔

معاویہ کے متعلق دوسری تحقیق۔

علامہ زمخشری نے کتاب ربیع الابرار میں لکھا ہے کہ معاویہ چار آدمیوں سے منسوب تھا۔

1۔ مسافر بن ابوعمر۔

Presented by Ziaraat.Com

2۔ عمارہ بن ولید بن مغیرہ۔

3۔ عباس جسے عبد المطلبؑ کا بیٹا بنایا گیا ہے اور۔

4۔ صباح مغنی۔

علامہ مذکور نے لکھا ہے کہ ابوسفیان بدشکل اور کوتاہ قد شخص تھا۔ اور صباح جو ابوسفیان کا غلام تھا ایک خوبصورت وخوبرو شخص تھا۔ ھند اُس پر فریفتہ ہوگئی اور اس سے جنسی تعلق قائم کرلیا۔ جب ہند کو درد زہ ہوا تو وہ مقام اجیاد میں چلی گئی اور وہاں معاویہ بن ابوسفیان پیدا ہوا۔''

<u>یہ تھا معاویہ کے خاندان کا حال اور اس کی ماں کی عیاشی۔</u>

Presented by Ziaraat.Com

مفتی جعفرحسین: خطبہ نمبر: 73

علی نقی طہرانی: خطبہ نمبر: 74

خُطبہ《79》

1۔بنی اُمیہ نے بھی طلحہ وزبیر کی طرح حضرت علیؑ پر قتل عثمان کی تہمت لگائی، حالانکہ بنی اُمیہ تمام حالات اپنی آنکھوں سے دیکھتے رہے۔

2۔اسلامی سبقت وفضیلت وخدمات اپنی باطل غرض کے لئے نظرانداز کرنا گناہ نہ سمجھا گیا۔اللہ کے احکام جھٹلائے گئے ہیں۔

3۔حضرت علیؑ دین سے منحرف اور الجھنوں میں مبتلا ہونے والے مسلمانوں پر حجت قائم کرنے والے ہیں۔

4۔ہر قضیہ اور فیصلہ قرآن کے ماتحت رکھنا لازم ہے۔

5۔اجروثواب اور جزاوسزا نیت اور ارادے کے مطابق ہوگی۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡم

اَوَلَمۡ یَنۡهَ بَنِیۡ اُمَیَّةَ عِلۡمُهَا بِیۡ عَنۡ قَرۡفِیۡ ؟	1	کیا بنی امیہ کو بھی مجھ پر تہمت لگانے سے اُن کے اُس علم نے نہ روکا جو اُنہیں میرے متعلق حاصل رہا ہے؟
اَوَمَاوَزَعَ الۡجُهَّالَ سَابِقَتِیۡ عَنۡ تُهۡمَتِیۡ ؟	2	اور کیا بنی امیہ کے ناواقف لوگوں کو میری اسلامی سبقت نے بھی تہمت تراشی سے باز نہ رکھا؟ یعنی جن کو حالات کا علم نہ تھا وہ میری اسلامی قدر و قیمت تو جانتے تھے۔
وَلَمَا وَعَظَهُمُ اللّٰهُ بِهٖ اَبۡلَغُ مِنۡ لِّسَانِیۡ ؛	3	اور وہ اللہ کی دل میں اتر جانے والی نصیحت سے بھی باز نہ رہے جو میری زبان سے زیادہ اثر انگیز ہے؟
اَنَاحَجِیۡجُ الۡمَارِقِیۡنَ ؛	4	میں دین سے منحرف لوگوں پر حجت ودلیل قائم کرنے والا ہوں۔
وَخَصِیۡمُ الۡمُرۡتَابِیۡنَ ؛	5	اور دین کے بارے میں الجھنوں اور شش وپنج میں مبتلا لوگوں کا مدمقابل ہوں۔
وَعَلٰی كِتَابِ اللّٰهِ تُعۡرَضُ الۡاَمۡثَالُ ؛	6	تمام الجھے ہوئے اور مثالی احکام قرآن پر پیش کرکے حل کرنا چاہیئں۔
وَبِمَا فِی الصُّدُوۡرِ تُجَازَی الۡعِبَادُ ؛	7	اور دلوں کے اندر جو نیتیں اور ارادے اور منصوبے ہوتے ہیں جزا اُن ہی کے مطابق ملے گی۔

Presented by Ziaraat.Com

تشریحات:

قتلِ عثمان کی تہمت حضرت علیؑ پر لگانا طلحہ وزبیر وعائشہ کے لئے خود جرم سے بچنے اور اقتدار حاصل کرنے کے لئے تھا۔

سوال یہ ہے کہ وہ بنی اُمیہ جو مدینہ میں عثمان کے محل کے اندر موجود تھے اور دن رات حضرت علی علیہ السلام کی ہر نقل وحرکت کو دیکھ رہے تھے اور عثمان کی طرح یقین رکھتے تھے کہ حضرت علی علیہ السلام عثمان کو بچانے کی ہر ممکن کوشش کر رہے تھے۔ انہوں نے کیوں حضرت علیؑ پر قتل عثمان کی تہمت لگائی؟ وہ تو کسی جرم سے بچنے میں کوشاں نہ تھے وہ تو کوئی اقتدار نہ چاہتے تھے۔ ان کو تو عائشہ اور طلحہ وزبیر کا دشمن ہونا چاہئے تھا۔ اس لئے کہ وہ عائشہ کا فتویٰ سُن چکے تھے کہ: ''اس نعثل کو قتل کرڈالو یہ کافر ہوگیا ہے''۔ اور یہ کہ،

''اگر میرا بس چلے تو میں عثمان کو بوری میں بند کر کے سمندر میں ڈبودوں''۔

پھر انہوں نے طلحہ اور زبیر کی قاتلانہ سرگرمیاں اور سازشیں بھی تمام دیکھیں تھیں۔ اور اسی یقین کی بنا پر مروان نے طلحہ کو تیر مارا تھا اور بار بار اعلان کیا تھا کہ عثمان کا انتقام لے لیا گیا ہے اور یہ کہ اب خون عثمان کے انتقام کی ضرورت نہیں۔ مروان نے کیوں نہ برسرِعام اعلان کیا کہ علیؑ پر تہمت لگانے والے سب لوگ جھوٹے ہیں۔ یہ اور دیگر اس کے ساتھی بنی اُمیہ کیوں آخر تک جنگ جمل میں شریک رہے؟ کیوں نہ انہوں نے معاویہ سے کہا کہ علی علیہ السلام بے قصور ہیں وہ قتل عثمان میں ہرگز ملوث نہیں ہیں؟ جواب یہ ہے کہ قریش از اوّل تا آخر حضرت علیؑ کو ہر حال میں اپنا دشمنِ اوّل سمجھتے تھے۔ ان کا قصور یہ تھا کہ اللہ، رسوؐل اور قرآن نے انہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ کے بعد بلافصل خلیفہ و جانشین و نائبِ خداوندی بنایا تھا اور یہ کہ اسلام کے فروغ کے لئے انہوں نے دشمنانِ اسلام یعنی قریش کو بار بار زک دی انہیں ذلیل ورسوا کیا۔ اُن کے سینکڑوں جانباز بہادروں کو تہہ تیغ کیا تھا۔ وہ ہر لمحہ اللہ اور قرآن کی طرح، قریش کی باطل پرستی، باطل منصوبوں اور باطل ارادوں کی پول کھولتے رہے۔ وہ ان کے نام نہاد اسلام وایمان کی نقاب کشائی کرتے رہے۔ قریش پر لازم تھا کہ جس طرح ہو سکے وہ حضرت علی علیہ السلام کو راستہ سے ہٹادیں۔ حضور علیہ السلام کی دشمنی میں انہوں نے کبھی حق وناحق کی پرواہ نہیں کی۔ انہوں نے ہر موقع پر اللہ کی آیات کو اور رسوؐل کے بیانات کو کُھل کر ٹھکرایا اور ہمیشہ نقصان اُٹھایا۔ وہ جانتے اور مانتے اور یقین رکھتے تھے کہ علی علیہ السلام کی مخالفت میں جہنم ہے۔ دین ودنیا دونوں کا خسارہ ہے۔

2۔ علیؑ کی دشمنی میں نہ حق کی رعایت منظور تھی نہ اپنے قریبی رشتے داروں کا لحاظ منظور تھا۔

کتاب رجال کشی میں ہے کہ محمد بن ابی حذیفہ نیک اطوار اور مشہور مومن تھا اور معاویہ کا رشتہ میں ماموں زاد بھائی ہوتا تھا۔ امیر المومنین علیہ السلام نے وفات پائی تو معاویہ نے اُس کو قتل کرنے کے ارادے سے گرفتار کرالیا۔ مگر مروتاً رائے بدل گئی تو قید خانے میں بھیج دیا۔ ایک دن خیال آیا کہ کیوں نہ اُسے بلاکر اس کے احمقانہ تصورات اور عقائد پر متنبہ کریں شاید اپنے خیالات بدل دے اور کھڑے ہوکر علیؑ پر لعنت کرنے لگے۔ چنانچہ قید خانے سے بُلوایا اور کہا کہ اَے محمد بن ابی حذیفہ کیا ابھی وقت نہیں کہ تو اپنی گمراہی کو چھوڑ کر بصیرت حاصل کرے اور علیؑ ابن ابی طالبؑ کی محبت کے جال سے نکل آئے؟ دیکھو عثمان مظلوم قتل کئے گئے ہم اُسی کے خون کے طلبگار رہے ہیں۔ عائشہ، طلحہ اور زبیر نے بھی اُسی خون کے انتقام کے لئے جنگ جمل لڑی تھی۔ وہ علیؑ ہی ہے جس نے لوگوں کو ورغلا کر عثمان کو قتل کرایا تھا۔ محمد بن ابی حذیفہ نے کہا کہ اَے معاویہ تو جانتا ہے کہ میں خاندانی رشتہ میں تجھ سے سب سے زیادہ قریب ہوں۔ میں اللہ کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ میرے علم میں عثمان کا قاتل تُو ہے۔ تُو نے ہی لوگوں کو عثمان کے قتل پر اُبھارا۔ یہ اِس طرح کہ اُس نے تجھے اور تیرے ایسے دوسرے لوگوں کو مملکت میں خودمختار گورنر بنایا تھا۔ مہاجرین اور انصار نے عثمان پر دباؤ

Presented by Ziaraat.Com

ڈالا کہ تمہیں حکومت سے معزول کردے مگر عثمان نے تمہیں الگ نہ کیا تو مہاجرین وانصار نے جمع ہوکر اُسے قتل کردیا اور تو اُس حقیقت پر مطلع ہے۔ اور بخدا کہ عائشہ اور طلحہ وزبیر اول سے آخر تک اس کے قتل میں شریک تھے۔انہوں نے اس کے خلاف گواہیاں دیں اور لوگوں کو اس کے قتل پر اُکسایا۔اور اُس کے قتل میں تمام مہاجرین وانصار شامل اور خوش تھے۔اور میں گواہی دیتا ہوں کہ میں نے تجھے جیسا کہ ایام جاہلیت میں پایا تھا تو اب تک ویسا ہی ہے۔اسلام نے تجھ میں ذرہ برابر بھی تبدیلی نہیں کی ہے۔اور اس کا ظاہر وبیّن ثبوت یہ ہے کہ تو علی علیہ السلام سے محبت پر مجھے ملامت اور طعن کرتا ہے۔حالانکہ ہر قائم اللیل اور صائم النھار و مہاجر وانصار اُن کے طرفدار رہے ہیں۔جیسا کہ تمام منافقین اور طلقاء وعتقاء اور ان کی اولاد تیرے طرفدار ہیں۔تو نے اُن سب کو دینی فریب میں مبتلا کر رکھا ہے۔اور انہوں نے تجھے تیری دنیا میں فریب دیا ہوا ہے۔بخدا اے معاویہ نہ تیرے اعمال وکردار تجھ سے پوشیدہ ہیں نہ وہ اپنے کردار وعقائد سے ناواقف ہیں۔تیری رضا جوئی کے لئے انہوں نے خدا کو غضبناک کیا ہے۔میں ہمیشہ ہمیشہ خدا اور رسوؐل کی خوشنودی کے لئے ہر حال میں علیؑ کی محبت پر برقرار رہوں گا۔اور ان کی خاطر تجھے ہمیشہ اللہ ورسوؐل کا دشمن سمجھتا رہوں گا۔ معاویہ نے کہا کہ تو اب تک ویسا ہی اپنی ضلالت وگمراہی میں مبتلا ہے۔اور پھر اُسے قید خانے میں بھجوا دیا اور قید ہی میں وفات پائی رحمۃ اللہ علیہ"

3۔ ضرار بن حمزہ نہشلی نے موؐلائے کائنات کا حال اس طرح بیان کیا کہ معاویہ اور اہل دربار بے قرار ہوکر روئے۔

حصول حکومت کے لئے ان لوگوں نے غداریاں کیں تہمتیں لگائیں لعنت وتبرا کیا۔لیکن حق غالب آ کر رہا۔حقیقی مومنین نے انقلاب پیدا کر کے چھوڑا۔لعنتیں بھیجنے والے خود ساری دنیا کی نظر میں ملعون ونامراد ہوکر رہ گئے اور علی وآل علی علیہم السلام کا مقام اجاگر ہوا وہ مشکل کُشائے کائنات مانے گئے ان کے فضائل ومناقب پر کتابوں کے انبار لگ گئے اور دشمنانِ اہل بیتؑ بے نام ونشان ہوکر رہ گئے۔اور ظالم ترین ودشمن ترین لوگ اپنے مظالم کو یاد کر کے دھاڑیں مار مار کر روتے رہے۔عائشہ کی اوڑھنی بھیگتی رہی لوگوں کے جیب ودامان تر ہوتے رہے۔کتاب کامل بہائی میں سُنی ریکارڈ سے نقل کیا گیا ہے کہ ضرار بن حمزہ نہشلی جو حضرت علی علیہ السلام کے صحابی تھے۔ایک دفعہ معاویہ کے پاس گئے۔معاویہ نے کہا کہ کچھ علیؑ کا حال بیان کرو۔ضرار نے کہا کہ مجھے اس سے معاف کرو۔معاویہ نے کہا کہ تمہیں ضرور کچھ نہ کچھ بیان کرنا ہی پڑے گا۔ضرار نے کہا کہ تو سُنو وہ حضرت لامحدود وسعتوں والے تھے۔شدید القویٰ تھے،ان کے اطراف وجوانب سے علم کی نہریں جاری رہتی تھیں۔زبان پر ہمیشہ حکمت ودانائی کی باتیں رہتی تھیں۔دنیا اور آسائشِ دُنیا سے وحشت کھاتے تھے۔تاریکی اور تنہائی شب کو محبوب رکھتے تھے۔ان کی فکر بہت گہری اور دراز تھی۔خوفِ خدا میں گریہ وبُکا کرتے رہتے تھے۔سادہ اور معمولی لباس پہنتے تھے۔خشک وناگوار کھانا کھاتے تھے۔ہاتھ کو ہاتھ پر ملتے اور خود کو مخاطب کیا کرتے تھے۔ہمارے درمیان ہم جیسے ایک ہوتے تھے۔ہم پاس جاتے تو نزدیک بلاتے تھے۔ہم بلاتے تو قبول کرلیتے تھے۔باوجود اس قربت اور سادگی کے وقار وہیبت کا یہ عالم تھا کہ بات کرنے میں ہم سے ابتدا نہ ہوتی تھی۔حالانکہ مسکراتے رہتے تھے۔اھل دین کو مقدم رکھتے تھے۔مساکین کو فضیلت وبزرگی بخشتے تھے۔طاقتور لوگ اُن سے غلط امید نہ رکھ سکتے تھے۔کمزور وضعیف لوگ عدالت وانصاف سے محروم نہ رہتے تھے۔میں نے ایک مرتبہ ان کو ایسی حالت میں دیکھا کہ رات کی تاریکیوں نے زمین کو گھیر رکھا تھا۔ستارے آسمان پر دھندلائے ہوئے تھے۔اور وہ حضرتؑ محراب عبادت میں کھڑے ہیں اپنی ریش مبارک ہاتھ میں پکڑے ہوئے ہیں۔اس طرح مضطرب وبے قرار ہیں جیسے بچھو نے کاٹ لیا ہو۔اشتیاق وہجر میں مبتلا شخص کی طرح رو رو کر آہ وفریاد کر رہے ہیں۔اور فرماتے تھے کہ اے دنیا تو اب بھی میری قربت چاہتی ہے تو اب بھی میرے اشتیاق میں مبتلا ہے۔حالانکہ میں تجھے تین مرتبہ طلاق دے چکا ہوں جس کے بعد تو مجھ پر ہمیشہ کے لئے حرام ہوگئی ہے۔یہاں سے چلی جا اور کسی اور کو اپنا دلدادہ بنا

Presented by Ziaraat.Com

لے۔تیری زندگی بہت حقیر ہے، تیری عمر بہت کم ہے۔تیری زیبائش ایک فریب ہے۔میرے سامنے میرا سفر بہت طویل ہے اورزادسفر کی کمی ہے۔ یہاں تک سن کر معاویہ چیخیں مار مار کررونے لگا۔آنسواس کے چہرے اورداڑھی پر رواں تھے۔وہ آستین سے ان کو صاف کرتا جاتا تھا۔حاضرین کی ہچکی بندھ گئی تھی۔آواز گلے میں گھٹ کر رہ گئی تھی۔معاویہ نے کہا کہ خدا ابوالحسنؑ پر رحمت کرے وہ ایسے ہی تھے۔اور پوچھا کہ اے ضرار تیرا ان کی جدائی میں کیا حال ہے؟ کہا وہی حال ہے جو اس ماں کا ہوا کرتا ہے جس کی گود میں اس کے بچے کو ذبح کر دیا جائے۔معاویہ نے کہا کہ اگر میرے مرنے کے بعد کوئی میرے اصحاب سے میرا حال دریافت کرے گا تو وہ اس درد سے بیان نہ کرسکیں گے۔اسی واقعہ کو ابن ابی الحدید نے عبداللہ بن اسماعیل بن احمد حلبی سے اور ابو عمر بن عبدالبر کی کتاب استیعاب سے بھی نقل کیا ہے۔بعض روایات میں معاویہ نے کہا کہ اگر میرے تمام صحابہ جمع ہو جائیں تب بھی اس طرح بیان نہ کرسکیں گے۔جس طرح تنہا ضرار نے بیان کیا ہے۔عمرو بن العاص نے کہا کہ صحابت بقدر صاحب ہوتی ہے۔نہ تو ویسا ہے اور نہ ہم ایسے ہیں۔“

4۔ حضرت علی علیہ السلام نے کیسے فداکار وجاں نثار مومنین چھوڑے تھے؟

علامہ مجلسی نے کتاب فضائلِ شاذان سے نقل کیا ہے کہ جابر بن عبداللہ انصاری نے سنایا کہ میں شام میں معاویہ کے پاس تھا۔ایک روز ہم بیٹھے تھے کہ ایک بڈھا شخص دُور صحرا میں عراق کی طرف سے آتا ہوا نظر آیا۔معاویہ نے کہا کہ چلو اس سے جا کر ملیں اور معلوم کریں کہ کہاں سے آرہا ہے۔اور کہاں جانے کا ارادہ ہے؟ اس وقت ہمارے ساتھ ابوالاعور سلمی، عمرو بن العاص اور معاویہ کے دو بیٹے خالد و یزید تھے۔ہم شیخ مذکور کے پاس پہنچ گئے۔دیکھا کہ بہت بوڑھا اور سالخوردہ شخص ہے ایک بہت پرانی گدڑی پہنے ہوئے کھجور کی چھال کی پیٹی باندھے ہوئے اور اسی کے جوتے پہنے اور ہاتھ میں ایک لوہے کا حربہ لئے ہوئے چلا آرہا ہے آنکھوں پر اس کی بھویں لٹکی ہوئی ہیں۔معاویہ نے دریافت کیا کہ تم کہاں سے آرہے ہو؟ مگر شیخ نے معاویہ کو جواب نہ دیا۔عمرو عاص نے کہا کہ اے بوڑھے تم نے امیر المومنین کی بات کا جواب کیوں نہیں دیا؟ شیخ نے کہا کہ بات سے پہلے اُس پر سلام کرنا واجب تھا۔معاویہ نے کہا کہ صحیح بات کہی ہے السلام علیک یا شیخ۔پیرمرد نے وعلیکم السلام کہا۔معاویہ نے نام معلوم کیا تو نام جبل بتایا۔پوچھا کہاں سے آتے ہو اور کہاں کا ارادہ ہے؟ کہا عراق سے آرہا ہوں اور بیت المقدس جانا ہے۔پوچھا عراق کو کس حال میں چھوڑا ہے؟ کہا خیر و برکت اور نفاق میں چھوڑا ہے۔پوچھا کہ شاید تُو عزّی سے آیا ہے۔اُس نے کہا کہ عزّی کیا ہوتا ہے؟ معاویہ نے بتایا کہ جہاں ابوتراب قیام پذیر ہے۔پوچھا کہ ابوتراب کون ہے؟ معاویہ نے کہا کہ علیؑ بن ابی طالبؑ۔شیخ نے کہا کہ تیرے منہ میں خاک، تیرا منہ ٹوٹے اور تیری ناک زمین پر رگڑی جائے۔تجھ پر اور تیرے ماں باپ پر لعنت ہو جن سے تو پیدا ہوا ہے۔ایسی بے ادبی سے اُن حضرت کا نام لیتا ہے۔کیوں نہ تو نے یوں پوچھا کہ:

اَلْاِمَامُ الْعَادِلُ وَالْغَیْثُ الْھَاطِلُ، یَعْسُوْبُ الدِّیْنَ وَقَاتِلَ الْمُشْرِکِیْنَ وَالْقَاسِطِیْنَ وَالْمَارِقِیْنَ سَیْفُ الْمَسْلُوْلِ، اِبْنِ عَمِّ الرَّسُوْلِ وَزَوْجِ الْبَتُوْلِ مَاجَ الْفُقَھَآءِ وَکَنْزُ الْفُقَرَآءِ خَامِسُ اَھْلِ الْعِبَآءِ اللَّیْثُ الْغَالِبُ اَبُوالْحَسْنَیْنِ عَلِیِّ ابْنِ اَبِیْطَالِبِ عَلَیْہِ السلام

(یعنی امام عادل، جھڑیوں سے لدی ہوئی بارش، دین کا تانا بانا بُننے والے، اور مشرکوں اور قاسطین اور مارقین کے قتل کرنے والے، اللہ کی کھنچی ہوئی تلوار، رسولؐ کے چچازاد برادر، بتولؑ کے شوہر، فقہا کے مرکز، فقیروں کے لئے خزانہ، آلِ عباؑ کے پانچویں فرد، ہر حال میں غالب رہنے والا بہادر، حسنینؑ کے والد اور ابوطالبؑ کے بیٹے علی علیہ السلام)

Presented by Ziaraat.Com

یہ وقار وافتخار سُن کر معاویہ نے کہا کہ اَے شیخ معلوم ہوتا ہے کہ علیؑ کی محبت تیرے گوشت پوست میں اُتر گئی ہے اور تیری رگ وخون میں تیر رہی ہے۔ اگر علیؑ فوت ہو جائیں تو تیرا کیا حال ہوگا؟ کہا میں اللہ سے ایسا بُرا گمان نہیں رکھتا کہ وہ کریم ورحیم ہوتے ہوئے ایسی عظیم مصیبت سے دوچار کرے گا۔ اور اگر ایسا ہوا بھی تو اللہ تعالیٰ ان کی جگہ اُن کی اولاد میں سے ایک حجتؑ قائم کرے گا اور قیامت تک ان کی جگہ خالی نہ ہوگی۔ عمرو عاص نے معاویہ سے کہا کہ غالباً یہ شخص تمہیں پہچانتا نہیں ہے۔ اس کو بتا دینا چاہیے۔ معاویہ نے کہا کہ اَے شیخ کیا تو جانتا ہے کہ میں کون ہوں؟ کہا میں نہیں جانتا۔ معاویہ نے کہا کہ میں پاک شجرہ اور بلند ترین شاخ سے بنی اُمیہ کا سید اور سردار معاویہ بن ابوسفیان ہوں۔ شیخ نے کہا کہ تو ملعون ہے۔ رسولؐ کی زبان سے اور کتاب خدا میں تجھ پر لعنت آئی ہے اور وَالشَّجَرَةَ الْمَلْعُوْنَةَ فِي الْقُرْاٰنِ والی آیت تمہاری ہی شان میں نازل ہوئی ہے۔ اور تو ہی شجرہ خبیثہ اور کٹی ہوئی شاخ ہے۔ جس نے اپنے نفس پر اور اپنے پروردگار پر ظلم کر کے مسلمانوں کی حکومت غصب کی ہے۔ حالانکہ رسولؐ خدا نے فرمایا تھا کہ ابوسفیان نطفۂ ناتحقیق ہے، نطفۂ ناتحقیق کے لئے خلافت نہیں ہے۔ اور جگر چبانے والی عورت کے بیٹے پر حرام ہے۔ جس کا ظلم بندگانِ خدا پر آشکار وعیاں ہے۔ معاویہ کا غیظ وغضب بھڑکا تلوار کے قبضے پر اُسے قتل کرنے کے لئے ہاتھ لے گیا اور کہا کہ اگر معاف کر دینا اور غصہ پی جانا اخلاقِ حمیدہ میں سے نہ ہوتا تو میں تجھے فوراً قتل کر ڈالتا۔ بھلا اگر میں تجھے قتل کر دیتا تو کیا ہوتا؟ شیخ نے کہا کہ قسم بخدا میں سعادتِ شہادت پر فائز ہوتا اور تو زُمرہ اشقیاء میں جگہ پاتا۔ بہت سے مجھ سے بہتر گزرے ہیں کہ تجھ ایسے بدتر لوگوں کے ہاتھ سے قتل ہوئے ہیں۔ معاویہ نے پوچھا کہ اَے شیخ کیا تُو روزِ دار موجود تھا؟ پوچھا روزِ دار کیا ہوتا ہے؟ معاویہ نے کہا کہ وہ دن جس روز علیؑ نے عثمان کو قتل کیا تھا۔ شیخ نے کہا کہ بخدا علیؑ نے عثمان کو قتل نہیں کیا وہ قتل کرتے تو تلواریں بڑے مضبوط ہاتھوں میں بلند ہوتیں۔ اور علیؑ خدا اور رسولؐ کے اطاعت گزار ہوتے۔ معاویہ نے کہا کیا تو بروزِ صفین حاضر تھا؟ اس نے کہا کہ ہاں میں موجود تھا۔ پوچھا کہ اس روز تو کیا کر رہا تھا؟ شیخ نے کہا کہ میں شامیوں کے بچوں کو یتیم کرنے اور ان کی عورتوں کو بیوہ کرنے کے کام میں مشغول تھا۔ کبھی جوش میں تلواریں مارتا تھا اور کبھی نیزے سینے کے پار کرتا تھا۔ معاویہ نے پوچھا کہ کیا تو نے مجھ پر بھی کوئی وار کیا تھا؟ کہا کہ میں نے تہتر (73) تیر تیرے اوپر چلائے تھے۔ میں ہی ان دو تیروں کے چلانے والا ہوں جو تیری چادر میں لگے تھے۔ اور ان دو تیروں کا جو سجدہ گاہ میں پہنچے اور ان دو تیروں کا جو تیرے بازو میں در آئے تھے۔ اگر تو اپنے بازو برہنہ کرے تو تجھے ان کے نشانات دکھا دوں۔ معاویہ نے پوچھا کہ اَے شیخ تو بروزِ جمل بھی موجود تھا؟ پوچھا جَمل والا دن کیا ہوتا ہے؟ معاویہ نے کہا وہ دن جس روز عائشہ علیؑ کے ساتھ لڑی۔ کہا تب میں اس سے غائب نہ تھا۔ معاویہ نے کہا کہ تیرے نزدیک علیؑ حق پر تھے یا عائشہ۔ کہا علیؑ بلا شبہ حق پر تھے۔

معاویہ نے کہا کہ اللہ نے فرمایا ہے۔ وَاَزْوَاجُهٗٓ اُمَّهٰتُهُمْ (33/6) رسولؐ کی بیویاں تمام مومنین کی مائیں ہیں۔

شیخ نے کہا کہ اللہ نے یہ بھی فرمایا ہے کہ: یٰنِسَآءَ النَّبِيِّ ...وَقَرْنَ فِيْ بُيُوْتِكُنَّ وَلَا تَبَرَّجْنَ تَبَرُّجَ الْجَاهِلِيَّةِ الْاُوْلٰى..(احزاب 33-33/32) اے رسولؐ کی بیویو تم اپنے گھروں میں جم کر بیٹھو اور بدترین لاقانونیت کے اولین دور کی طرح اپنے حسن کی نمائش نہ کرتی پھرا کرو'

اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ نے یہ بھی فرمایا تھا کہ اَے علیؑ تم میری ازواج اور میرے اہل پر میرے خلیفہ وجانشین ہو اور میرے بعد ان کا طلاق تمہارے اختیار میں ہے۔ تو عائشہ کو برحق کہتا ہے جس نے اسلام میں فتنہ عظیم برپا کیا۔ اور ہزاروں مسلمانوں کو قتل کرایا خدا کی لعنت ہو ظالم قوم پر، عائشہ وحفصہ زوجہ نوح کی طرح جہنمی ہیں۔ معاویہ نے کہا کہ اَے شیخ تو نے ہمارے لئے تو کوئی بات بھی نہ چھوڑی۔ جس سے ہم حجت قائم کر سکتے۔ یہ بتا کہ اُمت پر تاریکیاں کب سے چھائیں اور چراغ رحمت کب سے بجھ گیا؟ شیخ نے کہا کہ جب سے تو اُن کا امیر ہوا اور عمرو عاص

Presented by Ziaraat.Com

تیرا اوزیر بنا۔معاویہ شیخ کی تقریر پر ہنسا اور کہا کہ اے شیخ ہمارے پاس ایسی چیزیں ہیں جن سے ابھی تیری زبان بند کر سکتے ہیں۔ پوچھا وہ کیا چیزیں ہیں۔معاویہ نے کہا کہ بیس(20) اونٹنیاں سُرخ بالوں والی جو شہد اور گیہوں سے لدی ہوئی ہوں اور نقد دس ہزار درہم تجھے دیتے ہیں تا کہ تو آسودہ حالی سے زندگی بسر کر سکے۔شیخ نے کہا کہ میرے لئے یہ سامان حلال نہیں ہے۔ایک درہم اگر مال حلال سے ہو تو رسولؐ نے فرمایا ہے کہ وہ حرام کے چار ہزار درہموں سے بہتر ہے۔معاویہ نے کہا کہ اگر میں نے یہ سُنا کہ تو اس شہر میں قیام پذیر ہوا تو تجھے قتل کرادوں گا۔شیخ کہنے لگا کہ مجھے خود یہ پسند نہیں کہ جس شہر میں تُو ہو میں وہاں ٹھہروں۔اس لئے بھی کہ اللہ کا حکم ہے کہ: وَلَا تَرْكَنُوٓا اِلَى الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا فَتَمَسَّكُمُ النَّارُ (ھود 11/113)اور تم لوگ ان ظالموں کی طرف نہ جھکنا کہیں تمہیں بھی جہنم میں جانا نہ پڑ جائے''۔

5۔عائشہ کو برحق کہنے والے ہی نے عائشہ کو زندہ کنویں میں دفن کیا۔

کتاب اوائلِ جلال الدین سیوطی میں لکھا گیا ہے کہ''معاویہ کی اوّلیات میں سے یہ بھی ہے کہ وہ شخص جس نے سب سے پہلے صفا و مروہ کے درمیان سوار ہو کر ارکانِ حج ادا کئے وہ معاویہ تھا۔اور جس نے سب سے پہلے نبیذ کو پینا اور گانا سننا جائز کیا وہ معاویہ تھا۔اور یہ کہ جب وہ مدینہ میں یزید کے لئے بیعت لے رہا تھا تو عائشہ نے اپنے حجرے سے سر نکال کر ڈانٹا صَہٗ صَہٗ (خاموش ہوجا) کیا پہلے خلفا نے اپنے بیٹوں کے لئے بیعت لی تھی؟ جو تُو اپنے بیٹے کے لئے بیعت لیتا ہے؟معاویہ نے کہا کہ نہیں۔عائشہ نے پوچھا کہ تُو کس کی پیروی میں بیٹے کی بیعت لیتا ہے؟معاویہ شرمندہ ہو کر منبر سے اُتر آیا۔اور اُس کے لئے اپنے قیام کرنے والے گھر میں ایک گڑھا کھدوا کر اُسے خس و خاشاک سے ڈھکوا دیا۔اور عائشہ کو دعوت دی تو وہ اس میں گر کر مرگئی۔اور کتاب حبیب السّیَر میں ہے کہ تاریخ حافظِ ابُرؔ میں ربیع الابرار و کامل السفینہ سے لکھا ہے کہ:58ھ میں معاویہ اپنے بیٹے یزید کی بیعت لینے مدینہ آیا تو امام حسینؑ وعبدالرحمٰن بن ابوبکر وعبداللہ بن زبیر اُس سے آزردہ ہوئے اور عائشہ نے اس پر ملامت کی۔معاویہ نے ایک کنواں اپنے گھر میں کُھدوا کر اُس کا منہ خس و خاشاک سے بند کیا اور اس پر ایک آبنوس کی کرسی رکھوادی اور ضیافت کے بہانے سے عائشہ کو بلا کر اُس کرسی پر بٹھایا اور وہ اس کنویں میں گرگئی۔معاویہ نے کنویں کا منہ پختہ کر کے بند کرایا۔اور مدینہ سے مکہ چلا گیا۔اور حکیم سَنائی نے بھی کتاب حدیقہ میں معاویہ کا عائشہ کو قتل کرنے کی تصریح کی ہے اور بعد میں لکھا ہے کہ:۔

ے عاقبت ہم بدست آں طاغی	شد شہید بکُشتن آں طاغی
ہرکہ باجفت مصطفیؐ زنے ساں	بدکُند مَردے را تومَرد مخوان

یعنی: عائشہ کا انجام بھی اُسی طاغوت کے ہاتھ میں تھا + اور اُسی طاغوت کے مار ڈالنے سے وہ شہید بھی ہوگئی
ایسا مرد جو مصطفیؐ کی عورت سے بُرا سلوک کرے + تجھے چاہئے کہ ایسے مرد کو ہرگز مرد نہ کہنا

ان بیانات اور حوالہ جات میں خطبہ 79 کے ہر جُملے کی تشریح ہوجاتی ہے صرف ایک جملہ (6) اور اس کا نتیجہ جملہ (7) باقی رہ جاتے ہیں۔اِن دونوں جملوں پر آج تک بھی امت ایمان نہیں لائی ہے اور نہ ان کے مطابق اپنے اقدامات و اعمال کو ڈھالا ہے۔اللہ نے قرآن کریم میں مُکَرّر اور سہہ کرّر یہ فرمایا تھا کہ جو کوئی قرآن میں نازل شدہ احکام نافذ نہ کرے وہ کافر ہے،وہ فاسق ہے اور وہ ظالم ہے (5/45-47) مگر آج تک مسلمان کفر و فسق و ظلم پر کاربند چلے آرہے ہیں۔

Presented by Ziaraat.Com

مفتی جعفرحسین: خطبہ نمبر: 75

علی نقی طہرانی : خطبہ نمبر: 76

خُطبہ ﴿80﴾

خراج کی وصولی پر بنی اُمیہ کو دھمکی دی گئی ہے۔

حکومت اور واجبات حکومت کو اپنی موروثی چیز فرمایا ہے۔

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

اِنَّ بَنِیۡ اُمَیَّةَ لَیُفَوِّ قُوۡنَنِیۡ تُرَاثَ مُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیۡهِ وَ آلِهٖ تَفۡوِیۡقًا؛	1	کوئی شبہ نہیں ہے کہ بنی امیہ مجھے رسوؐل کی وراثت کا سامان توڑ توڑ کر ضائع کر کر کے ادا کر رہے ہیں۔
وَاللّٰهِ لَئِنۡ بَقِیۡتُ لَهُمۡ لَاَنۡفُضَنَّهُمۡ نَفۡضَ اللَّحَّامِ الۡوِذَامَ التَّرِبَةَ ؛	2	خدا کی قسم اگر میں ان سے بھگتنے کے لئے زندہ رہا تو میں بھی انہیں جھاڑ جھاڑ کر سب کچھ اسی طرح وصول کرلوں گا جس طرح قصاب گوشت سے مٹی جھاڑ کر صاف کر لیتا ہے‘‘۔

تشریحات:

یہ خطبہ خلافتِ عثمانی کے دَور میں دیا گیا ہے تا کہ عثمان کی فیاضانہ روش کی پول کھولی جائے اور حق جتایا جائے۔

ہم ان میں سے نہیں جو قریش کی تیار کردہ تواریخ واحادیث کے فریب میں مبتلا رہے ہیں ہم نے قریش کے تیار کردہ افسانوں کو قریش کی حدتک رد کیا ہے۔یعنی کسی ایسی بات کو تسلیم نہیں کیا ہے جو خلافتوں کی حقانیت ثابت کرنے کے لئے تیار کی گئی ہو۔یا جسے قریشی پالیسیوں اور منصوبوں کی تائید کیلئے گھڑا گیا ہو۔ہم نے ان کی کتبِ تواریخ وحدیث وتفسیر کی ہر اُس بات کو بلا تکلف مانا ہے جو اُن کی مخالفت کرتی ہو۔جواُن کے قرآنی کردار سے متفق وھم آہنگ ہو۔اور جواُن کی اُس تصویر کے مطابق ہو جو حضرت علی علیہ السلام نے اپنے خطبات وخطوط وغیرہ میں پیش فرمائی ہے۔ ہمیں معلوم ہے کہ حضرت علی علیہ السلام عہد رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں بھی مالِ غنیمت حاصل نہ کرتے تھے۔اس لئے کہ مالِ غنیمت کو بڑھا چڑھا کر واپس کرنے کی شرط (انفال 76-8/70) بہت دشوارتھی اُدھر غنیمت لینا دنیاداروں کی شناخت (8/67) تھا صدقہ ان حضرات پر حرام تھا۔ ابوبکر وعمر کی حکومت قائم ہوتے ہی فدک کی زمینیں اور باغات اور دیگر وہ تمام وسائل جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ نے باقی مسلمانوں کے ساتھ اپنے خاندان کو بھی دیئے تھے وہ بھی ضبط کر لئے تھے تا کہ اہل بیتؑ رسوؐل محتاج وقلاش ہو کر قریشی خلافت کے آگے ہاتھ پھیلانے پر مجبور ہو جائیں اور حکومت کے خلاف کوئی احتجاج ودعویٰ نہ کر سکیں اور غربت کی بنا پر لوگ ان کے چاروں طرف جمع نہ ہوسکیں۔اس انتظام کے ساتھ ہی قریش نے عرب اور عجم سے آنے والے لوٹ اور غارت کے اموال میں سے خاندانِ رسوؐل کا حصہ اس لئے بند رکھا کہ حضرت علی علیہ السلام ایسے اموال کو حرام سمجھتے تھے اور اِسے حاصل کرنے اور مسلمانوں کو حرام کھلانے کی مذمت کرتے رہتے تھے۔مختصراً یہ کہ خاندان رسوؐل کے پاس محنت اور مزدوری

Presented by Ziaraat.Com

کرنے کے سوا اور کوئی آمدنی کا ذریعہ نہ چھوڑا گیا تھا۔اور ظاہر ہے کہ مدینہ کے مسلمان اغنیاء تو رسوؐل اور خاندانِ رسوؐل کے پہلے ہی سے دشمن تھے اور ان سے صرف اس لئے انتقام لینا چاہتے تھے کہ اُنہوں نے اُن کی غربت اور ناداری کو دُور کرنے میں اپنی سخاوت و ایثار کی حد کر دی تھی اور عربوں کے دل میں عربی جذبے کے ماتحت یہ تمنا پیدا ہوگئی کہ:

''کاش ہم مفلس و نادار نہ ہوتے اور یہ لوگ ہم پر مشقِ سخاوت نہ کرتے ۔کاش ہم اُن کی جگہ ہو جائیں اور ہم اُن کی غربت و افلاس کو دُور کرنے کے لئے اُن پر اُسی طرح سے سخاوت کی مشق کریں جیسا کہ ہمیں حقیر و ذلیل ومحتاج سمجھ کر ہم پر احسان وسلوک کی بارشیں کرتے رہتے تھے۔''

سختیؑ سے عرب کے مفلس کینہ پروروں نے ایسا انتقام لینے کے لئے ہی خاندانِ رسوؐل پر آمدنی کے تمام ذرائع کا بند کرنا ضروری سمجھا تھا۔اس انتقام میں یہ بھی ضروری تھا کہ مدینہ یا قریش کے اغنیاء خاندانِؑ رسوؐل کو نہ مزدوری پر رکھیں نہ ملازمت دیں۔تاکہ وہ بھیک مانگنے اور در در اور گھر گھر پھرنے پر مجبور ہو جائیں تاکہ قریش اپنی سخاوت اور فیاضی دکھانے کے لئے ان کے بچوں،عورتوں اور مردوں کو دسترخوان سے بچا ہوا کچھ پس خوردہ دے دیا کریں۔لیکن حضرت علی علیہ السلام نے قریش کے اِس بے رحمانہ اور ظالمانہ منصوبے کو بھی ناکام کر دیا اور ان کی یہ کمینہ اور سنگدلانہ اسکیم بھی اہلبیت علیہم السلام کو ان کے آگے نہ جھکا سکی۔البتہ وہ تمام لوگ جو ہاشمیؑ یا مُطلبیؑ بن گئے تھے چھٹ کر الگ ہو گئے اور مقابلہ پر خالص ہاشمیؑ اور مطلبیؑ اور علویؑ وفاطمیؑ رہ گئے۔یعنی پھر وہی حضراتؑ رہ گئے جنہوں نے شعبِ ابی طالبؑ میں بے آب ودانہ تین سال گزارے تھے۔اور ظاہر ہے کہ بے آب ودانہ تو چند روز بھی گزارے نہیں جا سکتے تھے۔مگر قریش ساز تواریخ سے ثابت ہے کہ پورے قریش نے تین سال تک خاندانِؑ رسوؐل کو آب ودانہ نہیں پہنچنے دیا۔یعنی کوئی خدائی اور یدُ اللّٰھی انتظام برسرِ کار رہا اور وہی انتظام تھا جس نے قریشی خلافت کے نظام وانتظام کو ناکام رکھا اور آلِؑ رسوؐل کا سر بلند رہتا چلا گیا۔

2۔ قرآن کریم سے لُوٹ مار کے مال کی پوزیشن۔قریش کے انتقام کا ثبوت،اور قریشی حکومت کی خاندانِ رسوؐل کو محتاج کرنے کی پالیسی۔

اب قارئین یہ دیکھیں کہ ہم نے قریش کے بہیمانہ،کمینہ اور ظالمانہ انتقام وغیرہ کے متعلق جو کچھ بھی لکھا ہے وہ ہمارے اپنے خیالات نہیں ہیں وہ قرآن میں اللہ کے بیانات ہیں جو اُن تمام افسانوں یا تاریخی بیانات کو باطل کرتے ہیں۔جن میں یہ دکھایا گیا ہے کہ خاندانِ رسوؐل کو قریشی حکومت تنخواہ یا وظائف یا مالِ غنیمت میں سے حصہ یا خمس وغیرہ دیا کرتی تھی۔

اول۔ لوٹ کا مال اللہ کے حکم کے بغیر حرام ہے۔واپسی لازم ہے۔

بہر حال قارئین کو چاہیئے کہ وہ سورہ انفال کی کم از کم آٹھ آیات قرآن میں بچشمِ خود پڑھیں اور غور فرمائیں کہ اللہ نبیؑ اور مومنین سے کیا چاہتا ہے اور ہمیں کیا کرنا چاہیئے؟ چنانچہ ہم چند متعلقہ آیات کا بطورِ تمہید ترجمہ لکھتے ہیں اور مخصوص آیات کی عربی اور ترجمہ دونوں لکھیں گے دیکھیئے:۔

''اے نبیؑ تمہارے حساب میں اللہ بھی ہے اور وہ مومنین بھی ہیں جو نام نہاد مومنین کے گروہ میں سے آپؑ کے قدم بقدم چلتے رہتے ہیں۔ چنانچہ اَے نبیؑ تم تو تمام قسم کے مومنین کو جنگ کے لئے رغبت دلاتے رہا کرو اور اُبھارتے رہا کرو۔اس سلسلے میں یہ اصول سمجھ لو کہ اگر تم میں سے صرف بیس صبر کرنے والے جنگ آزما بہادر موجود ہوں گے تو وہ دشمن کے دوسو جنگ آزما بہادروں پر غالب رہیں گے۔اِسی

Presented by Ziaraat.Com

طرح اگر تم میں سے ایک سو بہادر ہوں گے تو وہ حق کو چھپانے والے گروہ کے ایک ہزار بہادروں پر غلبہ پالیں گے۔اس کا سبب یہ ہے کہ حق کو چھپانے والے لوگ ایسی قوم کے لوگ ہیں۔جن کی فقہ میں غلبۂ خداوندی اور تسخیر خداوندی کو کچھ سمجھا ہی نہیں گیا ہے۔مگر اب جو صورتِ حال ہے اس میں اللہ کو تمہیں آزما کر یہ معلوم ہو چکا ہے کہ تمہارے ایمان وصبر میں کمزوریاں ہیں لہٰذا اللہ نے تمہاری جنگی استعداد میں کمی کر دی ہے۔اب اگر تم میں سے ایک سو صبر کرنے والے بہادر ہوں گے تو وہ صرف دوسو پر غالب آئیں گے اور اگر تم میں سے ایک ہزار ہوں گے تو وہ صرف دو ہزار پر غلبہ پائیں گے بشرطیکہ اللہ کی اجازت بھی شامل ہو ورنہ نہیں اور اللہ تو صرف صبر کرنیوالوں ہی کے ساتھ ہوتا ہے۔

مَا كَانَ لِنَبِيٍّ اَنْ يَّكُوْنَ لَهٗٓ اَسْرٰى حَتّٰى يُثْخِنَ فِى الْاَرْضِ تُرِيْدُوْنَ عَرَضَ الدُّنْيَا وَاللّٰهُ يُرِيْدُ الْاٰخِرَةَ وَاللّٰهُ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌO لَوْلَا كِتٰبٌ مِّنَ اللّٰهِ سَبَقَ لَمَسَّكُمْ فِيْمَآ اَخَذْتُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ Oفَكُلُوْا مِمَّا غَنِمْتُمْ حَلٰلًا طَيِّبًا وَّاتَّقُوا اللّٰهَ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌOيٰٓاَيُّهَا النَّبِىُّ قُلْ لِّمَنْ فِىْٓ اَيْدِيْكُمْ مِّنَ الْاَسْرٰٓى اِنْ يَّعْلَمِ اللّٰهُ فِىْ قُلُوْبِكُمْ خَيْرًا يُّؤْتِكُمْ خَيْرًا مِّمَّآ اُخِذَ مِنْكُمْ وَيَغْفِرْلَكُمْ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌO(70 تا 8/67،انفال)

یہ بات کسی بھی نبیؑ کے لئے شایانِ شان نہیں ہے کہ جب تک وہ ساری زمین پر غلبہ حاصل نہ کرلے اس کے قبضہ میں جنگی قیدی رہیں۔ اَے نام نہاد مومنین تم تو اس دنیا کے سامان کو حاصل کرنے کے ارادے اور نیت سے ایمان لائے ہو اور اللہ نے آخرۃ کے ارادہ سے اسلام بھیجا ہے۔اور اللہ تو ہر حال میں غالب رہنے والی حکمت کا مالک ہے۔اگر اللہ کی طرف سے پہلے ہی سے ایک کتاب موجود نہ ہوئی ہوتی تو ضروری تھا کہ تمہیں مالِ غنیمت لوٹنے پر عذابِ عظیم دیا جاتا۔چنانچہ اب تم جو مال غنیمت لوٹ چکے ہو اس میں سے جتنا پاکیزہ اور حلال ہو اُتنا اللہ کے سامنے ذمہ دار رہ کر کھا سکتے ہو۔یقیناً اللہ مغفرۃ اور رحم پر مختار ہے۔اَے نبیؐ آپؐ ان قیدیوں کو بھی بتا دیں جو اس وقت آپؐ کے پاس قید میں ہیں کہ اگر اللہ کو تمہارے عمل در آمد سے عملاً یہ علم ہو گیا کہ تمہارے دلوں کے اندر دشمنانہ جذبات کی جگہ خیر وخوبی کے جذبات ہیں تو اللہ تمہیں جو کچھ مال غنیمت تم سے لے لیا گیا ہے اس سے بہتر مال اور زیادہ تر مال واسباب دیگا۔اور تمہارے جنگ کرنے کو بھی بخش دیگا اور اللہ تو ہے بھی بخشنے والا مہربان'' (سورہ انفال 70-8/67)(تفصیل اور معنی کی بحث ہماری تفسیر ''احسن التعبیر'' میں ملاحظہ فرمائیں)

ان آیات پر مارشل از م قائم کرنے والوں نے تو ظاہر ہے کہ عمل نہیں کرنا تھا مگر محمد اور علی علیہم السلام کیلئے انحراف کی کوئی وجہ ہو ہی نہیں سکتی تھی۔چنانچہ جب حضورؐ کو جنگ جمل وصفین ونہروان اور دیگر جنگیں پیش آئیں تو آپؐ نے مال غنیمت لوٹنے نہیں دیا حالانکہ جن کا خون حلال ہے ان کا مال حلال ہونے کی دلیل دی گئی لیکن آپؐ نے قبول نہیں کی۔لہٰذا علیؑ اور خاندان علی علیہ السلام کے لئے مال غنیمت حرام اور حرام کا خمس بھی حرام ہے۔اور حرام کا سوواں (1/100) حصہ بھی حرام ہے۔

<u>دوم۔عربوں نے نہایت کمینہ انتقام لیا تھا اور اُن حضرات کو جنہوں نے غنی کیا، اُن کو فقیر بنانے کا منصوبہ بنایا۔</u>

اب پھر قرآن پڑھیں:۔

يَحْلِفُوْنَ بِاللّٰهِ مَا قَالُوْا وَلَقَدْ قَالُوْا كَلِمَةَ الْكُفْرِ وَكَفَرُوْا بَعْدَ اِسْلَامِهِمْ وَهَمُّوْا بِمَا لَمْ يَنَالُوْا وَمَا نَقَمُوْٓا اِلَّآ اَنْ اَغْنٰهُمُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ مِنْ فَضْلِهٖ فَاِنْ يَّتُوْبُوْا يَكُ خَيْرًا لَّهُمْ وَاِنْ يَّتَوَلَّوْا يُعَذِّبْهُمُ اللّٰهُ عَذَابًا اَلِيْمًا فِى الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ وَمَا لَهُمْ فِى

Presented by Ziaraat.Com

الْاَرْضِ مِنْ وَّلِيٍّ وَّلَا نَصِيْرٍO(9/74 سورہ توبہ)

''وہ اللہ کی حلف اٹھاتے ہیں کہ انہوں نے نہیں کہا ہے۔اور یقیناً انہوں نے حق کو چھپانے کی بات کہی تھی۔اور اسلام لانے کے بعد انہوں نے حق کو چھپایا ہے۔اور وہ کچھ کر گزرنے کی ہمت کی تھی جس تک وہ نہ پہنچ سکے۔اور انہوں نے اس کے سوا اور کسی چیز کا انتقام نہیں لیا ہے کہ اللہ اور رسوؐل نے انہیں اپنے فضل سے تنگدستی سے نکال کر غنی کر دیا۔چنانچہ اب اگر وہ اپنے حق پوشانہ عمل در آمد سے توبہ کر لیں اور پھر حق کو نہ چھپائیں تو یہ ان کے لئے بہتر ہوگا۔اور اگر اب بھی وہ ولایت وحکومت بنانے میں لگے رہے تو اللہ انہیں دنیا اور آخرت میں دردناک عذاب میں مبتلا کرے گا اور اس وقت ان کا نہ کوئی حاکم ہوگا نہ کوئی مددگار رہوگا''

اس آیت میں عہدِ رسوؐل صلی اللہ علیہ وآلہ کے وہ مسلمان زیرِ گفتگو ہیں جو مالدار اور غنی لوگ ہیں جو اسلام لانے کے بعد اسلامی حقائق کو پوشیدہ کرنے میں مصروف ہیں اور اسی کا پروپیگنڈا بھی کر رہے ہیں اور مومنین کو دھوکا دینے کے لئے اللہ کی قسمیں بھی جھوٹی کھا رہے ہیں۔اور ولایت وحکومتِ رسوؐل پر قبضہ کرنے کا منصوبہ بھی چلا رہے ہیں۔اور اس سے پہلے خود رسوؐل کو راہ سے ہٹا کر اس کی جگہ قومی حکومت چلانے کا ارادہ بھی کر چکے ہیں۔ مگر رسوؐل کو قتل کرنے میں ناکام رہ چکے ہیں۔اور یہ سب کچھ اس لئے کر رہے ہیں کہ اللہ ورسوؐل سے مالدار و غنی بنا دیئے جانے کا انتقام لیں تاکہ حکمران بننے والوں کو مفلس وقلاش بنا کر ان پر سخاوت کی مشق کریں۔یہاں قارئین کو اس انتقام کی صحیح اسپرٹ سمجھنے میں دقت ہوگی۔اس لئے ہم عربوں کی نفسیات اور افتادِ طبع پر چند وضاحتی باتیں لکھتے ہیں کہ بات ٹھیک ٹھیک قلب وذہن میں پہنچ سکے۔سنئے اور لطف اندوز ہو جائیے:

سوم۔ عربوں کا پیدائشی مُحسن کُش ہونا۔

''ایک صحیح عربی آدمی جسے عربیت کا نمائندہ تسلیم کر کے مثال اور نمونہ شمار کیا جا سکے قطعاً مادی ہوتا ہے۔اور وہ تمام چیزوں کی طرف مادی نگاہ ہی سے دیکھتا ہے۔وہ چیزوں کی قدر و قیمت محض اس انداز سے لگاتا ہے کہ اُن سے اُسے کیا نفع حاصل ہوگا؟ حرص وطمع اس کے حواس پر چھائی ہوتی ہے۔خیال اور جذبات کی اس کے یہاں کوئی جولان گاہ نہیں ہوتی۔وہ زیادہ تر کسی دین کی طرف میلان نہیں رکھتا۔اور نہ ہی وہ کسی چیز کی پرواہ کرتا ہے۔وہ کسی چیز کی اتنی ہی پرواہ کر سکتا ہے جتنا اُسے اُن سے کوئی عملی فائدہ ہو سکتا ہو۔عزتِ نفس کا اُسے پورا پورا شعور ہوتا ہے۔چنانچہ وہ تسلّط وتغلّب پر برافروختہ ہو جاتا ہے۔خواہ وہ کسی شکل میں بھی کیوں نہ ہو۔حتیٰ کہ سردارِ قبیلہ اور امیر لشکر کو بھی پہلے دن سے جب سے اُسے سرداری کے لئے منتخب کیا گیا ہو، ہر فردِ قبیلہ سے حسد، بغض اور خیانت کا دھڑکا لگا رہتا ہے۔خواہ وہ اب سے پہلے اس کا کتنا ہی مخلص دوست کیوں نہ رہا ہو۔جو آدمی اس پر احسان کرتا ہے وہ اُس سے انتقام لینے کے درپے رہتا ہے۔کیونکہ اُس کا احسان اُس کے اندر اپنی ذلت اور فروتنی کے احساس کو بیدار کر دیتا ہے۔چنانچہ احسان کرنے والے کیلئے یہ ضروری ہو جاتا ہے کہ وہ احسان کرتے ہوئے اتنا ضرور کہہ دے کہ''آپ اس کا کچھ خیال نہ فرمائیں''۔(کتاب فجر الاسلام صفحہ 123-122)

ہمیں اُمید ہے کہ قارئین عربوں کی ذہنیت اور قرآن کی آیت کی اسپرٹ تک پہنچ گئے ہوں گے۔اس میں اس قدر اور اضافہ کر لیں کہ محمدؐ وآلِ محمدؐ صلوٰۃ اللہ علیہم فقراء ومساکین اور قیدیوں کے ساتھ اچھا سلوک کرنے کے وقت فرمایا کرتے تھے کہ:

لَا نُرِيْدُ مِنكُمْ جَزَآءً وَّلَا شُكُوْرًاO(سورہ دھر 76/9)''یہ سلوک اس غرض سے نہیں کہ تم ہمیں کوئی بدلہ دو یا شکریہ ہی ادا کرو''۔

آپ نے قرآن کریم سے محمدؐ وآلِ محمد علیہم السلام کے احسان کی حد یعنی ان خبیثوں کو غنی بنا دینا بھی دیکھا اور یہ بھی دیکھا کہ یہ حضرات اجر وشکر تک نہ

چاہتے تھے۔مگر عربی ذہنیت نے ضرور انتقام لیا اور ایسا انتقام لیا کہ ساری امت ان پر لعنت بھیجتی ہے اور ان حضرات علیہم السلام کے غم میں چودہ سو سال سے ماتم کرتی چلی آ رہی ہے۔

چہارم۔ قریش نے خاندان رسولؐ کو اپنا محتاج و مسخّر کرنے کے تمام کام کئے۔

قریشی خلفا اور حکومتوں نے خاندانِ رسولؐ کے ساتھ کیا کچھ کیا اُس کا تذکرہ قرآن سے سنئے ارشاد ہے کہ:۔

فَاُولٰٓئِکَ الَّذِیۡنَ خَسِرُوۡۤا اَنۡفُسَهُمۡ فِیۡ جَهَنَّمَ خٰلِدُوۡنَ O تَلۡفَحُ وُجُوۡهَهُمُ النَّارُ وَهُمۡ فِیۡهَا کٰلِحُوۡنَ O اَلَمۡ تَكُنۡ اٰیٰتِیۡ تُتۡلٰی عَلَیۡکُمۡ فَکُنۡتُمۡ بِهَا تُكَذِّبُوۡنَ O قَالُوۡا رَبَّنَا غَلَبَتۡ عَلَیۡنَا شِقۡوَتُنَا وَکُنَّا قَوۡمًا ضَآلِّیۡنَ O رَبَّنَاۤ اَخۡرِجۡنَا مِنۡهَا فَاِنۡ عُدۡنَا فَاِنَّا ظٰلِمُوۡنَ O قَالَ اخۡسَئُوۡا فِیۡهَا وَلَا تُكَلِّمُوۡنِ O اِنَّهٗ کَانَ فَرِیۡقٌ مِّنۡ عِبَادِیۡ یَقُوۡلُوۡنَ رَبَّنَاۤ اٰمَنَّا فَاغۡفِرۡ لَنَا وَارۡحَمۡنَا وَاَنۡتَ خَیۡرُ الرّٰحِمِیۡنَ O فَاتَّخَذۡتُمُوۡهُمۡ سِخۡرِیًّا حَتّٰۤی اَنۡسَوۡکُمۡ ذِکۡرِیۡ وَکُنۡتُمۡ مِّنۡهُمۡ تَضۡحَکُوۡنَ O اِنِّیۡ جَزَیۡتُهُمُ الۡیَوۡمَ بِمَا صَبَرُوۡۤا اَنَّهُمۡ هُمُ الۡفَآئِزُوۡنَ O (111 تا 23/103 ،سورہ المومنون)

''چنانچہ یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے اپنا ذاتی نقصان کیا ہے وہ ہمیشہ ہمیشہ کیلئے جہنم میں رہیں گے۔آگ اُن کے چہروں کی کھال چاٹ لے گی اور اُن کے جبڑے باہر نکلے ہوئے ہوں گے۔کیا تم وہی قوم نہیں ہو کہ میری آیات تمہیں سُنائی جاتی تھیں تو تم معنوی ترکیب سے انہیں جھٹلا دیا کرتے تھے۔مجرموں نے کہا کہ اے ہمارے پروردگار ہم پر دوسروں کو محتاج بنانے میں مقابلہ بازی غالب آگئی اور ہم پوری کی پوری قوم گمراہ ہو کر رہ گئے تھے۔پھر وہ گمراہ قوم کہے گی کہ اَے ہمارے پروردگار ہمیں جہنم سے نکال دے اگر اس دفعہ بھی ہم تیری آیات کی حقیقت کو جھٹلائیں تو ہم ظالم ہوں گے۔اللہ فرمائے گا کہ تم جہنم میں رہو اور میرے سامنے سے دُور ہو جاؤ اور مجھ سے بات نہ کرو۔تم وہی قوم تو ہو کہ جب میرے بندوں میں سے ایک فرقہ کے لوگ کہتے تھے کہ اَے ہمارے پالنے والے ہم ایمان لائے ہیں ہمیں تحفظ عطا فرما دے اور ہم پر رحم کر تُو تمام رحیموں سے اچھا رحیم ہے۔تو تم نے انہیں مُسخّر کر کے زیردست کر لیا تھا یہاں تک کہ ایک روز انہوں نے اپنے صبر اور اسلامی منصوبے سے تمہیں ایسا بن جانے دیا کہ تم قطعاً میرا دین بھول گئے اور تم ان کے دین کا مذاق اُڑانے لگے۔یقیناً آج میں نے اُس فرقہ کو اُس کے صبر کی جزا دی ہے اور حقیقتاً وہی فائز المرام ہوئے ہیں۔''(مومنون 111 تا 23/103)

یہ ہے وہ پوری داستان جو قریش کی پہلی خلافت سے انتہا تک جاری رہتی چلی گئی۔اور قریش نے اُنہیں زندگی کی تمام آسائشوں اور وسائل سے محروم رکھا لیکن انہوں نے کبھی قریش کے سامنے سر نہیں جھکایا۔

3۔ عہد عثمان میں عثمان نے یہ دھوم مچا دی تھی کہ وہ امت کے عوام و خواص کو فیاضی سے مالا مال کر رہا ہے۔

اس خطبے میں پہلی اور آخری مرتبہ حضور علیہ السلام نے یہ اقرار فرمایا ہے کہ عثمان کے یعنی بنی اُمیہ کے ہاتھ میں خلافت آجانے کے بعد مجھے محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ کی میراث میں سے بہت حقیر سا حصہ دیا جا رہا ہے۔اگر میں زندہ رہا تو پوری میراث حاصل کر کے چھوڑوں گا۔لہٰذا ہمیں تسلیم کرنا پڑتا ہے عثمان کے زمانہ میں آپؑ کو ایسے مال میں سے کچھ حصہ ملنا شروع ہوا تھا جو آپؑ کے خاندان کے حضرات پر جائز تھا اور معلوم و ثابت ہے کہ حضور علیہ السلام کو قریش نے منت سماجت کر کے اپنا خلیفہ بنایا اور حکومت و خلافت سپرد کر دی تھی اور یہی پوری میراث کا خود بخود ملنا تھا اور آنحضرت علیہ السلام کے اختیار میں تمام ضبط شدہ جائیدادیں، فدک وغیرہ، آ گئی تھیں اور برابر پانچ سال تک ان پر بھی اختیار و قدرت و تسلط رکھتے تھے۔

Presented by Ziaraat.Com

4۔ عثمان کا خلیفہ بنتے ہی ایک ہفتہ کے اندر اندر ہی عوام الناس کے وظائف میں اضافہ کرنا حالانکہ کوئی مال غنیمت نہ آیا تھا۔

علامہ ڈاکٹر طہٰ حسین نے اپنی مخصوص کتاب الفتنۃ الکبریٰ میں حیرانی اور معنی خیز انداز میں لکھا ہے کہ:

''عثمان نے جو سب سے پہلا کام کیا وہ لوگوں کے عطیوں اور وظائف میں سو سو درہم بڑھا دیئے۔ حالانکہ ابھی حضرت عمر کی وفات اور حضرت عثمان کو خلیفہ بنے ہوئے پورا ایک ہفتہ بھی نہ ہوا تھا اور کوئی ایسی نئی صورتحال پیدا نہ ہوئی تھی، نہ لوگوں کی ضرورتوں میں نہ بیت المال کی آمدنی میں اور نہ لوگوں کی ضرورتوں میں کوئی اضافہ ہوا تھا جو وظائف کے اس اضافہ کا جواز پیدا ہوتا۔ اس سیاست کے متعلق کم سے کم جو کچھ کہا جا سکتا ہے وہ یہ ہے کہ اس طریقہ میں حضرت عمر کی بیت المال سے متعلق روش سے قدرے انحراف پایا جاتا ہے خواہ وہ انحراف کتنا ہی تھوڑا کیوں نہ ہو۔ کیونکہ حضرت عمر کا اصول یہ تھا کہ بیت المال سے صرف اُتنی ہی رقم خرچ کرتے تھے جس کی ضرورت ہوتی تھی۔ اس اضافہ سے یہ سمجھا جا سکتا ہے کہ حضرت عثمان کے خیال میں حضرت عمر مالی سیاست میں تشدّد سے کام لیتے تھے اور حضرت عثمان اپنی جانب سے اُس تشدد کو پسند نہ کرتے تھے۔ حضرت عثمان کا خیال تھا کہ بیت المال میں جو کچھ ہے اس سے لوگوں کو ایسی خوشحالی بخشی جا سکتی ہے جو انہیں عہد عمر میں میسر نہ تھی۔ گویا اضافہ کا یہ عمل بالواسطہ ایک تنقید تھی جو عثمان حضرت عمر کی بیت المال کی متعلقہ پالیسی پر کر رہے تھے''۔ (فتنۃ الکبریٰ صفحہ 160)

5۔ علامہ ایک کھری بات کہتے ہیں کہ اصل مقصد لوگوں کے دلوں میں جگہ اور مقبولیت پیدا کرنا تھا۔

اگلے صفحہ پر علامہ مسلسل لکھتے ہیں کہ:

''لیکن ہم کھری بات کیوں نہ کہہ دیں؟ یہ کیوں نہ کہیں کہ: حضرت عثمان اپنی جدید حکمت عملی سے عوام میں مقبولیت اور ان کے دلوں میں جگہ پیدا کرنا چاہتے تھے۔ اور یہ اُن ہی عوام کی دولت کے بل بوتہ پر۔ اِس لئے کہ بیت المال خلیفہ کی ذاتی ملکیت نہیں بلکہ وہ مسلمانوں کی ملکیت ہے۔ یہ واضح ہے کہ حضرت عثمان نے اس ضمن میں بھی اپنے اختیارات سے تجاوز نہیں کیا تھا۔ اگر مسلمانوں کو یہ تسلیم تھا کہ خلیفہ کو وظائف مقرر کرنے کا حق ہے تو یہ بھی انہیں تسلیم تھا کہ بیت المال میں کمی واقع ہونے پر خلیفہ وظیفہ میں کمی بھی کر سکتا ہے۔ اور اسی طرح بیت المال میں وسعت ہونے پر وہ وظائف میں اضافہ بھی کر سکتا ہے۔ تاہم یہ بات بھی واضح ہے کہ وظائف میں اس اضافہ نے ایک ایسا دروازہ کھول دیا جس کے بند کرنے کی کوئی شکل پیدا نہ ہو سکی۔ کیونکہ خلیفہ کو یہ اختیار ہو گیا کہ وہ لوگوں کے وظائف اور عطیوں میں اضافہ کرے تو پھر ان اضافوں اور وسعتوں میں اس پر کوئی پابندی نہیں لگائی جا سکتی۔ اگر آج وہ عوام کے وظائف میں اضافے کر رہا ہے تو کل اُسے یہ بھی حق حاصل ہے کہ وہ اسی قسم کی توسیع خواص کے ساتھ بھی کرے۔ اور اس کا لازمی نتیجہ یہ ہوگا کہ امتیازی سلوک، خصوصی رعایت اور جانبداری کی طرح پڑ جائے گی۔ جس کے بعد عوام کی دولت پر قابض ہونے کے لئے باہمی کشمکش اور رقابت اور ایک دوسرے سے بڑھ جانے کے لئے مقابلہ کے جذبات پیدا ہو جائیں گے''۔ (صفحہ 161)

ہم اور ہمارے قارئین سمجھتے ہیں کہ طہٰ حسین عثمان کے مالی تصرف پر کنبہ پروری کی تمہید قائم کر رہے ہیں لیکن عثمان کے اس مقصد میں کوئی خرابی نہیں ہے کہ وہ لوگوں کو خلیفہ دوئم کی سخت گرفت سے نکالنے اور انہیں وہ جائز آسودہ حالی فراہم کرنے میں اس لئے کوشاں ہوا کہ جو لوگ عمر کے شکنجے میں تکلیف اٹھا رہے تھے انہیں سہولت فراہم کر کے ان کے دلوں کو عمر کی طرف سے موڑ کر اپنے ساتھ وابستہ کر لے۔ اور انہیں چین کا سانس لینے کا موقع

Presented by Ziaraat.Com

فراہم کرے۔اور ظاہر ہے کہ جب عثمان کا منشاء ہی یہ تھا کہ عمر کے ہاتھوں مصیبت زدہ اور تنگ حال لوگوں کوآسودہ حالی فراہم کرے تو یقیناً اس نے گزشتہ بارہ سال سے محروم چلے آنے والے ان لوگوں کو ضرور سہولت فراہم کی ہوگی جنہیں اس لئے تنگ حالی کے شکنجے میں کَس رکھا تھا کہ وہ ابتدا سے حضرت علی علیہ السلام کے طرفدار اور ان کی خلافت چاہتے تھے اور اس نے یہ بھی دیکھا تھا کہ حضرت علی علیہ السلام اور ان کے طرفدار لوگ برابر پُرامن رہتے آئے ہیں نہ کوئی بغاوت کی نہ کوئی پارٹی بنائی، ہمیشہ حق بات کہتے اور صبر کرتے رہے۔لہٰذا انہیں زندگی کا حق دینے اور دوسروں کے برابر لانے میں کوئی خرابی نہیں ہوسکتی تھی۔یہی وہ دَور تھا کہ قبیلہ بنی امیہ کے خلیفہ نے جہاں باقی محروم لوگوں کو دوسروں کے برابر کیا وہیں خاندان علی و محمد علیہم السلام کو بھی باقی رعایا کی طرح کچھ وظائف و رعایات دینا شروع کیں۔عثمان یہ بھی جانتا تھا کہ جس مال میں حضرت علی علیہ السلام کو حرام کا شائبہ بھی نظر آئے گا وہ اُسے قبول ہی نہ کریں گے۔اور عثمان ان حضرتؑ کو خوش رکھنے کی ضرورت اور اہمیت کو نظر انداز نہ کرسکتا تھا۔وہ جانتا تھا کہ خلافت الٰہیہ کے روز اوّل سے وہی تنہا حقدار ہیں۔رہ گئے باقی اہل شوریٰ، طلحہ، زبیر، سعد بن ابی وقاص اور عبدالرحمٰن بن عوف، نہ یہ حقدار تھے نہ ہو سکتے تھے۔مگر پھر بھی عثمان نے انہیں کروڑوں کی تعداد میں درہم و دینار دیئے تھے۔اگر علیؑ حلال وحرام کی شرط کے بغیر لیتے تو وہ ان حضرت کو ان سب سے زیادہ دیتا چلا جاتا۔اُس نے ذرا دیر کے لئے بھی کبھی خود کو یا کسی اور کو حضرت علی علیہ السلام سے افضل اور اَحَق نہیں سمجھا تھا۔اُس کے پاس فدک ہی کی عظیم الشان آمدنی ایسی تھی جس میں سے کچھ لینے میں حضرت علی حرام وحلال کا عذر نہ کرسکتے تھے۔قریش کے دباؤ کی بناپر وہ ساری آمدنی دے نہ سکتا تھا۔یہی وجہ تھی کہ شکایت کمی کی تھی۔وہ حضورؑ ساری خلافت چاہتے تھے۔اور عثمان دے نہ سکتا تھا۔

Presented by Ziaraat.Com

مفتی جعفرحسین: خطبہ نمبر: 39

علی نقی طہرانی: خطبہ نمبر: 39

خُطبہ ﴿81﴾

1۔قریشی صحابہ کیسے چپ سادھے رہتے تھے؟۔2۔قریش کا نطفہٴ ناتحقیق ہونا، بے غیرت و بے دین ہونا۔

3۔اللہ کے کاموں میں نصرت سے جان چرانے والے۔4۔بے دین و بے غیرت مومنین۔

5۔اپنے مسلمان بھائیوں کی مدد نہ کرنے والے مسلمان۔6۔خود بھی قابل نفرت اور اُن کی فوج بھی قابلِ نفرت۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡم

مُنِیتُ بِمَنۡ لَّایُطِیۡعُ اِذَا اَمَرۡتُ ؛	1	میں ایسے لوگوں کے ہاتھ میں پڑ گیا ہوں جنہیں جب بھی حکم دیتا ہوں تو وہ اطاعت نہیں کرتے۔
وَلَا یُجِیۡبُ اِذَا دَعَوۡتُ ؛	2	اور جب مدد کے لئے بلاتا ہوں تو جواب نہیں دیتے۔
لَا اَبَالَکُمۡ مَاتَنۡتَظِرُوۡنَ بِنَصۡرِکُمۡ رَبَّکُمۡ ؟	3	اے بے پدرو (حرامیو) تم اپنے پروردگار کی نصرت کیلئے کس چیز کا انتظار کر رہے ہو؟
اَمَا دِیۡنٌ یَّجۡمَعُکُمۡ ؛	4	کیا دین تمہیں اتحاد کا حکم نہیں دیتا؟
وَلَاحَمِیَّۃَ تُحۡمِشُکُمۡ ؛	5	اور نہ حمیت و شرم تمہیں ابھارتی ہے۔
اَقُوۡمُ فِیۡکُمۡ مُسۡتَصۡرِخًا ؛	6	میں تمہارے اندر کھڑا مدد کے لئے چیختا رہتا ہوں۔
وَاُنَادِیۡکُمۡ مُتَغَوِّثًا ؛	7	اور تمہیں مددگار سمجھ کر فریاد کرتا ہوں۔
فَلَاتَسۡمَعُوۡنَ لِیۡ قَوۡلًا ؛	8	مگر تم میری بات ہی نہیں سنتے۔
وَلَاتُطِیۡعُوۡنَ لِیۡ اَمۡرًا ؛	9	اور میرے حکم کی تعمیل ہی نہیں کرتے۔
حَتّٰی تَکَشَّفَ الۡاُمُوۡرُ عَنۡ عَوَاقِبِ الۡمَسَآءَۃِ	10	یہاں تک کہ تمہارے ٹالے ہوئے کاموں کے برے نتائج کھل کر سامنے آ کھڑے ہوں۔
فَمَا یُدۡرَکُ بِکُمۡ ثَارٌ	11	چنانچہ تمہاری قوت سے نہ تو خون کا بدلہ لیا جا سکتا ہے۔
وَلَا یُبۡلَغُ بِکُمۡ مَرَامٌ	12	اور نہ کسی مقصد میں کامیابی حاصل کی جا سکتی ہے۔
دَعَوۡتُکُمۡ اِلٰی نَصۡرِ اِخۡوَانِکُمۡ فَجَرۡجَرۡتُمۡ	13	میں نے تمہیں خود تمہارے مسلمان مظلوم بھائیوں کی نصرت کے لئے بلایا تو تم

Presented by Ziaraat.Com

جَرْجَرَۃَ الْجَمَلِ الْاَسَرِّ؛		اس اونٹ کی طرح بلبلانے لگے جس کی ناف میں درد ہو رہا ہو۔
وَتَثَاقَلْتُمْ تَثَاقُلَ النِّضْوِ الْاَدْبَرِ ؛	14	اور اس ناتوان ولاغر اونٹ کی طرح بھاری پڑ گئے جس کی پشت زخمی ہو۔
ثُمَّ خَرَجَ اِلَیَّ مِنْکُمْ جُنَیْدٌ مُّتَذَائِبٌ ضَعِیْفٌ '' کَاَنَّمَا یُسَاقُوْنَ اِلَی الْمَوْتِ وَھُمْ یَنْظُرُوْنَ (انفال 8/6)	15	آخر تم میں سے ایک نہایت حقیر وقلیل سی فوجی ٹولی تیار ہو کر اس طرح حاضر ہوئی جیسا کہ اسے دیکھتے بھالتے موت کے منہ میں ھانکا جا رہا ہو''۔

تشریحات:

سورہ انفال بتاتی ہے کہ عہدِ رسولؐ میں قریش کے مومنین حقیقی مومنین سے الگ ایک ایسا فرقہ بنائے ہوئے تھے جو خود رسولؐ سے برسرِ پیکار رہا کرتا تھا۔اور جہاد سے اس طرح جان چراتے تھے گویا وہ موت کی طرف ھانکے جارہے ہیں اور وہ موت کو سامنے دیکھ رہے ہیں۔(8/5-6) ۔

قریشی مسلمانوں کا قریشی فوجوں سے مقابلے کے لئے نکلنا ہمیشہ یکساں رہا۔

ہم نے قریشی مومنین کی پالیسی، ان کا طرزِ عمل اور منصوبہ بڑی تفصیل سے **بیان الامامۃ** میں عموماً اور اپنی تمام تصنیفات میں خصوصاً بار بار بیان کر دیا ہے۔اور ہر خطبہ کی ذیل میں بھی حضور علیہ السلام کے جملوں کے تقاضے کی نسبت سے بیان کیا جارہا ہے تاکہ تجدیدِ حالات ہوتی رہے اور نگاہیں قریش پر جمی رہیں۔یاد رکھو کہ قریش کو نظر سے اوجھل نہ ہونے دینا ہی دین اور شیعت کی بُنیاد ہے۔

2۔ شیعت اور نظام تشیع اور تحریک تشیع کا کام،منشاء اور مقصد ہی یہ ہے کہ اسلام میں تفرقہ ڈالنے والوں کا تعارف کراتا رہے۔

قارئین قرآن کو صاحبِ قرآن کے ساتھ دیکھیں اللہ فرماتا ہے کہ:

کَمَآ اَخْرَجَکَ رَبُّکَ مِنْ بَیْتِکَ بِالْحَقِّ وَاِنَّ فَرِیْقًا مِّنَ الْمُؤْمِنِیْنَ لَکٰرِھُوْنَ O یُجَادِلُوْنَکَ فِی الْحَقِّ بَعْدَ مَاتَبَیَّنَ کَاَنَّمَا یُسَاقُوْنَ اِلَی الْمَوْتِ وَھُمْ یَنْظُرُوْنَ O (سورہ انفال 8/5-6)

۔''اے نبیؐ دیکھو کہ اِس وقت بھی وہی حالت سامنے ہے جیسی کہ اُس وقت تھی جب اللہ نے حق کو قائم کرنے کے لئے تمہیں جنگ کے لئے تمہارے گھر سے نکالا تھا اور مومنین میں سے ایک مومن فرقہ حق کے واضح ہو جانے کے بعد بھی حق کی مخالفت میں تم سے بحث ومباحثہ اور جھگڑا کر رہا تھا اس لئے کہ جنگ کے لئے تمہارا نکلنا ان کو ناپسند تھا۔اور انہیں ایسا محسوس ہو رہا تھا کہ گویا موت منہ کھولے سامنے کھڑی ہے اور انہیں دھکیل کر ھانک کر موت کے مُنہ میں پھینکا جارہا ہے''۔

قارئین غور فرمائیں کہ حضرت علی علیہ السلام اُسی حق کے مخالف مومن فرقے کا ذکر فرما رہے ہیں اور جو کچھ آیت میں پس انداز کر لیا گیا تھا اُسے بیان فرما رہے ہیں۔یعنی تم اُسی طرح میرا حکم نہیں مانتے جس طرح رسوؐل کا حکم نہیں مانتے تھے (خطبہ 81، جملہ 9)۔میں بھی تمہارے ہاتھوں میں اُسی طرح پھنسا ہوا ہوں جیسے رسوؐل اللہ پھنسے ہوئے تھے کہ تمہیں حکم دیا جاتا ہے مگر تم حکم کی تعمیل نہیں کرتے (خطبہ 81، جملہ 1)۔دین تم نے اختیار کر لیا ہے اور دین کے احکام تمہیں معلوم ہیں مگر تم متحد الخیال نہیں ہوتے بلکہ فرقہ واریت پھیلا رہے ہو (خطبہ 81، جملہ 4)۔اور یہ کہ تم صحیح النسب ہوتے تو تم کو غیرت وشرم عمل پر اُبھارتی (جملے 5,3)۔تمہاری یہ حالت یہ بتاتی ہے کہ تم حق کو جانتے پہچانتے ہوئے بھی حق کی طرفداری کی جگہ حق کی مخالفت

Presented by Ziaraat.Com

کرتے ہو(6-8/5سورہ انفال)۔تو تم سے یہ امید کیسے کی جا سکتی ہے کہ تم دشمن سے کسی قتل کا انتقام لے سکو گے(جملہ 11)۔اور یہ کیسے سوچا جا سکتا ہے کہ تم اسلام کو کامیابی کے مراحل تک پہنچا دو گے؟(جملہ 12)اور یہ فوج جو میرے سامنے ہے اس کا تو وہی حال ہے جو عہد رسولؐ میں ہوا کرتا تھا تم بھی نہ اللہ کی مدد کا بھروسہ کرتے ہو نہ اُسکے وعدوں کو سچا سمجھتے ہو اور یہ یقین رکھتے ہو کہ دشمن کے سامنے جاتے ہی تمہیں موت نگل جائے گی (جملہ 15)۔یہ بھی نہیں سوچتے کہ ہم تمہیں قتل کرانے کے لئے جنگ پر لے جانا نہیں چاہتے یعنی نہ تمہیں اللہ ورسولؐ کا اعتبار وبھروسہ ہے نہ مجھے قابلِ اعتماد سمجھتے ہو(جملہ 15)۔ اِذْ تُصْعِدُوْنَ وَلَا تَلْوٗنَ عَلٰٓی اَحَدٍ وَّالرَّسُوْلُ یَدْعُوْکُمْ فِیْٓ اُخْرٰکُمْ ...(آل عمران3/153)

تم تو رسولؐ کو بھی کافروں میں گھرا چھوڑ کر بھاگ جاتے تھے اور جس طرح رسولؐ اللہ دشمنوں میں گھرے ہوئے مدد کے لئے بلاتے تھے اُسی طرح میں تم کو مدد کے لئے بلاتا ہوں(جملہ 2)۔مدد کیلئے چیختا اور فریاد کرتا ہوں مگر تم امن کی حالت میں بھی نہ مجھے جواب دیتے ہو(81/2خطبہ)۔ اور نہ میری بات سنتے ہو نہ میرا حکم مانتے ہو(جملے 7۔9)۔کیا تم اس انتظار میں ہو کہ اللہ تمہاری نصرت کے لئے سامنے آکر کھڑا ہو جائے یا تمہارے سامنے فرشتوں کی فوج بھیج دے(جملہ 3)۔اگر اُسے ایسا کرنا ہوتا تو تم سے کہنے کی اور تمہاری موجودگی کی کوئی ضرورت ہی نہ تھی۔

وَمَا لَکُمْ لَا تُقَاتِلُوْنَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ وَالْمُسْتَضْعَفِیْنَ مِنَ الرِّجَالِ وَالنِّسَآءِ وَالْوِلْدَانِ الَّذِیْنَ یَقُوْلُوْنَ رَبَّنَآ اَخْرِجْنَا مِنْ ھٰذِہِ الْقَرْیَةِ الظَّالِمِ اَھْلُھَا وَاجْعَلْ لَّنَا مِنْ لَّدُنْکَ وَلِیًّا وَّاجْعَلْ لَّنَا مِنْ لَّدُنْکَ نَصِیْرًا O(4/75)

اور یہ تو بتاؤ کہ تمہیں کیا ہو گیا ہے کہ تم ایسی حالت میں بھی جنگ کے لئے تیار نہیں ہوتے اور اللہ کی راہ میں اُن مظلوم بچوں،عورتوں اور بے کس مردوں کی مدد بھی نہیں کرنا چاہتے جو دن رات فریاد کر رہے ہیں کہ ہمیں اس بستی سے نکال لے۔یہاں کے لوگ برابر مظالم کر رہے ہیں اور اپنی مدد اور نصرت کے لئے ایک حاکم اور ناصر اللہ کی جانب سے مانگ رہے ہیں اور میں خود تمہیں تمہارے اپنے بھائیوں کی مدد کے لئے دعوت دے رہا ہوں(جملہ 13)۔

یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مَا لَکُمْ اِذَا قِیْلَ لَکُمُ انْفِرُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ اثَّاقَلْتُمْ اِلَی الْاَرْضِ اَرَضِیْتُمْ بِالْحَیٰوةِ الدُّنْیَا مِنَ الْاٰخِرَةِ فَمَا مَتَاعُ الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا فِی الْاٰخِرَةِ اِلَّا قَلِیْلٌ Oاِلَّا تَنْفِرُوْا یُعَذِّبْکُمْ عَذَابًا اَلِیْمًا وَّیَسْتَبْدِلْ قَوْمًا غَیْرَکُمْ وَلَا تَضُرُّوْہُ شَیْئًا....(توبہ39-9/38)

ارے تم یہ بتاؤ کہ مومن ہوتے ہوئے جنگ کی خبر سنتے ہی تمہارے پیر کیوں بوجھل ہو جاتے ہیں جیسے کہ زخمی کمر والے اونٹ کے پیر بھاری ہو جایا کرتے ہیں(جملہ 14)۔کیا تم لوگوں نے آخرت کے مقابلہ میں دنیا کو پسند کر لیا ہے حالانکہ دنیا کا سارا سامان آخرت کے سامان کے مقابلہ میں ایک حقیر وقلیل سامان ہے۔جس پر تم یوں بلبلانے لگتے ہو جیسا کہ وہ اونٹ چلّایا کرتا ہے جس کی ناف میں درد اُٹھ رہا ہو(جملہ 13)۔کیا تم اُس وقت تک جنگ کیلئے نہ نکلو گے جب تک تمہاری ٹال مٹول اور بہانہ بازیوں کے بُرے نتائج سامنے نہ آجائیں(جملہ 10)۔بہر حال اگر تم جنگ کیلئے نہیں نکلتے تو نوٹ کر لو کہ اللہ تمہیں بہت دردناک عذاب دیگا اور تمہارے بدلے میں ایک فرمانبردار قوم کو لے آئے گا اور تم اُس قوم کا کچھ نہ بگاڑ سکو گے(توبہ39-9/38)۔

یہ تھے قریشی مسلمان جن کا تذکرہ قرآن اور صاحب قرآن علیہ السلام ہم زبان ہو کر کرتے رہے ہیں۔اور نہ عہد رسولؐ میں ان ملاعین نے جہاد میں حصہ لیا اور نہ عہد مرتضویؑ میں یہ لوگ اپنے منصوبے سے باز آئے۔

Presented by Ziaraat.Com

مفتی جعفر حسین: خطبہ نمبر: 67

علی نقی طہرانی: خطبہ نمبر: 68

خُطبہ ﴿82﴾

1۔صحابہ کے ساتھ حضرت علی علیہ السلام کی نرمی اور مدارات۔2۔قریشی صحابہ کو قریب المرگ اونٹ اور بوسیدہ کپڑے سمجھا گیا۔

3۔بجّو اور گوہ کی طرح ڈر کر مسکنوں میں دُبک کر رہنا۔4۔رُسوائی سے دوچار کرنے والے ناصر یا بلا بھال کے تیر۔

5۔جلسوں، جلوسوں اور مجلسوں میں بے شمار، مگر جنگی پرچموں کے نیچے گنے چُنے۔

6۔ایسے مومن صحابہ جنہیں اُٹھتے جوتا اور بیٹھتے لات کی ضرورت تھی۔

7۔حق کو مٹانے میں قوی اور باطل کو مٹانے میں کمزور۔

8۔باطل سے بالکل آشنا مگر حق سے قطعی اجنبی۔

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

كَمۡ اُدَارِيۡكُمۡ ؟	1	میں کب تک تمہاری ایسی خاطر مدارات کرتا رہوں۔
كَمَا تُدَارَى الۡبِكَارُ الۡعَمِدَةُ ؟	2	جیسی دیکھ بھال اور مدارات ان اونٹوں کی کی جاتی ہے جن کے کوہانوں کی چربی محنت ومشقت سے پگھل گئی ہو؟
وَالثِّيَابُ الۡمُتَدَاعِيَةُ ؛	3	اور جیسی دیکھ بھال ان کپڑوں کی کی جاتی ہے۔
كُلَّمَا حِيۡصَتۡ مِنۡ جَانِبٍ تَهَتَّكَتۡ مِنۡ آخَرَ ؛	4	جب انہیں ایک طرف سے مرمت کیا جائے تو وہ دوسری طرف سے چھد (پھٹ) جائیں۔(مطلب یہ کہ جن میں کھینچے جانے کی برداشت نہ ہو)۔
كُلَّمَا اَطَلَّ عَلَيۡكُمۡ مَنۡسِرٌ مِّنۡ مَنَاسِرِ اَهۡلِ الشَّامِ اَغۡلَقَ كُلُّ رَجُلٍ مِنۡكُمۡ بَابَهٗ ؛	5	جب بھی اہل شام کے فوجی دستوں میں سے کوئی دستہ لوٹ مار کے لئے تم پر تاک لگاتا ہے تو تم میں سے ہر شخص اپنے اپنے گھروں کے دروازے بند کر کے اسی طرح دبک جاتا ہے۔
وَانۡجَحَرَ انۡجِحَارَ الضَّبَّةِ فِيۡ جُحۡرِهَا ؛	6	جس طرح گوہ اپنے بھٹ میں دبک جاتی ہے۔
وَالضَّبُعِ فِيۡ وِجَارِهَا ؛	7	اور بجو اپنے کھڈ میں جا دبکتا ہے۔
اَلذَّلِيۡلُ وَاللّٰهِ مَنۡ نَصَرۡتُمُوۡهُ ؛	8	خدا کی قسم اس نے تو ذلیل ہو کر رہنا ہی ہے جس کی مدد کرنے والے تمہارے ایسے لوگ ہوں۔

Presented by Ziaraat.Com

وَرَمٰی بِکُمْ فَقَدْ رَمٰی بِاَفْوَقَ نَاصِلٍ ؛	9	اور اگر تمہارے ذریعہ سے تیر بارانی کی جائے تو اُس تیر بارانی کو بلا بھال کے اور ٹوٹے ہوئے تیروں کی سمجھو۔
اِنَّکُمْ وَاللّٰہِ لَکَثِیْرٌ فِی الْبَاحَاتِ ؛	10	بخدا تم لوگ چھتوں کے نیچے اور چار دیواریوں میں تو بے شمار نظر آتے ہو۔
قَلِیْلٌ تَحْتَ الرَّایَاتِ ؛	11	مگر جنگی پرچموں کے نیچے میدان جنگ میں گنے چُنے رہ جاتے ہو۔
وَاِنِّیْ لَعَالِمٌ بِمَایُصْلِحُکُمْ وَیُقِیْمُ اَوَدَکُمْ ؛	12	اور یقیناً تمہیں سیدھا کرنے اور بھلا آدمی بنانے اور تمہارے بَل نکالنے کا طریقہ مجھے معلوم ہے۔
وَلٰکِنِّیْ وَاللّٰہِ لَا اَرٰی اِصْلَاحَکُمْ بِاِفْسَادِ نَفْسِیْ ؛	13	ولیکن بخدا میں یہ پسند نہیں کرتا کہ تمہاری اصلاح کے لئے اپنی ذات کے اندر فساد پیدا کرلوں (یعنی۔خود دینی معیار سے گرجاؤں)۔
اَضْرَعَ اللّٰہُ خُدُوْدَکُمْ وَاَتْعَسَ جُدُوْدَکُمْ ؛	14	خدا تمہارا منہ کالا کرے۔تمہیں بے آبرو اور بدنصیب رکھے۔
لَاتَعْرِفُوْنَ الْحَقَّ کَمَعْرِفَتِکُمُ الْبَاطِلَ ؛	15	تم حق کی اُتنی معرفت بھی نہیں رکھتے جتنی تمہیں باطل کی معرفت ہے۔
وَلَاتُبْطِلُوْنَ الْبَاطِلَ کَاِبْطَالِکُمُ الْحَقَّ ؛	16	اور تم باطل کی اتنی مخالفت بھی نہیں کرتے جتنی حق کی مخالفت کرتے ہو۔

تشریحات:

خداپرستوں، دینداروں اور شریفوں کے ساتھ بے دینوں، سنگدلوں اور حرامکاروں کے مظالم اور کمینہ حرکات۔

دین اور بے دینی، اخلاق اور بداخلاق، شرافت و بدمعاشی، قریش اور انسانیت اور تمام اچھی اور بُری چیزوں کو سمجھنے کے لئے حضرت علی علیہ السلام کا یہ جملہ کافی ہے کہ: ''میں یہ پسند نہیں کرتا کہ تمہاری اصلاح کے لئے اپنی ذات کے اندر فساد پیدا کرلوں۔'' (خطبہ 82، جملہ 13) مطلب واضح ہے کہ قریش کی اصلاح تب ہوسکتی تھی کہ جب اصلاح کرنے کے لئے پہلے حضرت علی علیہ السلام خود کو خراب کرلیں۔لیکن حضرت علیؑ نے یہ پسند نہ فرمایا کہ خود کو خراب کرکے قریش کو اچھا کریں۔اِس سے پہلے جملہ میں یہ بتایا ہے کہ:

''میں یہ جانتا ہوں کہ تمہیں فتنہ وفساد سے کیسے نکالا جاسکتا ہے اور تمہاری پیچیدگیاں، بَل شَل اور کجی کس طرح دُور کرکے تمہیں سیدھا کیا جا سکتا ہے؟۔'' (خطبہ 82، جملہ 12)

معلوم ہوا کہ قریش نسلی طور پر، سر سے پیر تک، اندر سے باہر تک تہہ در تہہ فتنہ فساد میں راسخ تھے۔اور ان میں پیچیدگیاں اور موڑ خم اس طرح حاوی تھے کہ راستی اور سیدھائی کا کہیں نشان نہیں ملتا تھا۔یعنی صورت حال اگر ایسی ہوتی کہ پورا جسم ٹھیک ہوتا اور صرف ایک عضو زہریلا ہوکر گل رہا ہوتا تو اُس عضو کو کاٹ کر باقی جسم کو گلنے سڑنے سے بچانا آسان ہوتا اور یہ کام حضرت علی علیہ السلام بھی اور ہر مُصلح کرسکتا تھا۔مگر قریش کا تو ہر عضو، تمام اعضا کاٹنے کا تقاضا کررہا ہے۔ایک قتلِ عام درکار ہے۔انہیں حضرت علیؑ نہیں ایک ہلاکو خان درکار ہے۔ایک حجاج کی ضرورت ہے جو جائز اور صحیح عذر کو سن کر یہ کہہ سکے کہ: ''مجھے تمہارا عذر صحیح معلوم ہورہا ہے اور یقیناً تم سچ بول رہے ہو مگر اس معاشرہ کی اصلاح کیلئے ضروری ہے کہ تمہیں قتل کر دیا جائے۔'' (اور فوراً قتل کردیا گیا)

Presented by Ziaraat.Com

مطلب یہ ہے کہ یہ وہی معاشرہ تھا جس میں سچوں اور جھوٹوں دونوں کوقتل کرنا ضروری تھا۔اورحضرت علی علیہ السلام ایسی اصلاح کو پسند نہ کرتے تھے جس کی تعمیر فساداورفتنہ کی بنیادوں پر کی جائے۔مختصر طور پر بات یہ ہوئی کہ حضرت علی علیہ السلام تمام اچھائیوں،نیکیوں اور بھلائیوں کے نمائندہ تھے۔ اوران کے مخالف تمام برائیوں،تمام گناہوں اور بدکاریوں کے نمائندہ تھے۔اوران کا علاج وتدارک واصلاح یہ تھی کہ انہیں رُوئے زمین سے صاف کردیا جائے۔ان کا نام ونشان مٹا دیا جائے۔رحم وکرم ورعایت ومہلت وموقع وتحمل کو خیر باد کہہ دیا جائے۔لیکن اگر حضرت علی علیہ السلام نے اپنی قوت اورتلوار سے یہ اصلاح کی ہوتی تو آج اُنؑ کا نام ھلاکوخان وحجاج کے زمرہ میں آ گیا ہوتا۔یعنی وہ اپنے مقامِ بلند سے گر گئے ہوتے اور یہی مطلب تھا حضوؐر کے اس فرمان کا کہ: ''میں خودکومفسدہ میں ڈال کراُن کی اصلاح پسند نہیں کرتا۔''(جملہ)

2۔ معاویہ کی پالیسی اورعمل درآمد کانمونہ طٰہٰ حسین سے سنیئےاور پھر معاویہ کی روک تھام پرسوچیئے۔

ڈاکٹر طٰہٰ حسین کے بیان کو پڑھ کرہمیں یہ بتائیے کہ معاویہ کوشکست دینے کے لئے حضرت علی علیہ السلام کو کیا اقدامات کرنا ضروری تھے؟ وہ لکھتے ہیں کہ:

''چنانچہ امیر معاویہ نے فوج میں سے چھوٹے چھوٹے دستے بنا کر میدان جنگ کے کسی آزمودہ کارافسر کے ماتحت عراق کے حدود میں کچھ یہاں کچھ وہاں بھیج دیئے۔اوراُن کو لوٹ اور غارت کا حکم دے دیا۔بعض اوقات اُن دستوں کو حدود میں کافی دُور تک گھُس جانے کا اور ممکنہ حد تک لوٹ مار کرنے کا حکم دیا جاتا۔اسکے بعد یہ دستے اُلٹے پاؤں غنیمت کا مال لے کر واپس آجاتے۔ضحاک ابن قیس کو معاویہ ایک فوجی دستے کے ساتھ کر کے شام کے متصل صحرائے عراق میں بھیجتے ہیں۔اسی طرح سفیان ابن عوف کو ایک دوسری طرف روانہ کرتے ہیں۔اوراس کو حکم دیتے ہیں کہ وہ حدود میں گھستے گھستے مقام انبار تک چلا جائے اور وہاں کے باشندوں کو تاراج کر کے کافی غنیمت ساتھ لائے۔پھر نعمان بن بشیر کو تیسری سمت اور مُسعد فزاری کو چوتھی سمت روانہ کرتے ہیں(صفحہ 266-267)امیر معاویہ نے ایک سخت گیر، سنگدل اوراَکھڑ قسم کے قریشی بُسر بن اَرطاۃ کو منتخب کیا اور حکم دیا کہ اپنی فوج کے لئے افراد کا انتخاب خود کرلے۔چنانچہ اُس نے کیا۔اس کے بعد اس کو روانہ کیا اور ہدایت کردی کہ دیہاتوں میں حضرت علیؑ کے جو حامی ملیں ان پر اتنی سختی کرنا کہ انکے دل خوف ودھشت سے بھر جائیں اور مدینہ پہنچ کر وہاں کے باشندوں کو اس طرح لرزہ براندام کردینا کہ ان کو موت نظر آنے لگے۔بُسر بن ارطاۃ گیا۔اورامیر معاویہ کی ہدایتوں پر عمل کیا۔بلکہ سختی،سنگدلی اورلوٹ مار اور بے حرمتی میں اپنی طرف سے بہت کچھ اضافہ کیا۔چنانچہ دیہاتوں پر بُری طرح جھپٹ پڑا اور زیادتیاں کیں۔مدینہ آیا تو لوگوں کو اس طرح مرعوب اور خوف زدہ کیا کہ مصائب کی تصویریں ان کی آنکھوں میں پھر گئیں۔ یمن کی طرف روانہ ہوا یمن سے حضرت علیؑ کی طرف سے مقرر کیا ہوا حاکم اوراسکے ساتھی نکل بھاگے۔یہاں آکر بُری طرح خونریزی کی لوگوں کو خوفزدہ کردیا۔حضرت علیؑ کو جب بُسر بن ارطاۃ کی خبر ملی توانہوں نے جاریہ بن قدامہ کو دو ہزار آدمیوں کی جمعیت کیساتھ بھیجا کہ بُسر کو یمن سے نکال دے۔جاریہ کے یمن پہنچتے ہی بُسر وہاں سے بھاگا اور شام واپس آیا۔راستے میں بہت لوٹ مار کی لوگوں کو بڑی بیدردی سے قتل کیا۔حد یہ کردی کہ عبیداللہ بن عباس کے دونوں لڑکوں کو بھی ذبح کردیا حالانکہ وہ ابھی چھوٹے بچے تھے''۔

(کتاب علیؑ،صفحات 272,271,267,266)

3۔ معاویہ ہی کو نہیں بلکہ ہر قریشی وغیر قریشی کو معلوم ویقین کامل تھا کہ حضرت علیؑ بے قصور انسانوں کو ہرگز قتل نہیں کرسکتے۔ لہٰذا معاویہ وغیرہ قتل عام کرتے تھے۔

معاویہ نے لوٹ مار وقتل وغارت کا یہ طریقہ اِس لئے اختیار کیا تھا کہ اس کے جواب میں حضرت علی علیہ السلام اپنے ہزار درجہ بہادر اور فدا کار فوجی دستوں کو قتل وغارت اور لوٹ مار کی اجازت دے کر ملک شام میں اور شامی مملکت کے تمام دیار وامصار میں ہرگز نہ بھیجیں گے۔ اس لئے کہ حضرت علی علیہ السلام دین اسلام کے پابند ہیں اور کوئی ایسا کام نہیں کرسکتے جو قرآن اور رسولؐ کے خلاف ہو۔ لیکن اگر حضور علیہ السلام ایسا کر سکتے اور معاویہ اور قریش کو یقین ہوتا کہ حضرت علیؑ ہمارے جواب میں ایسا کریں گے تو وہ ہرگز بے گناہ، خالی ہاتھ مردوں اور عورتوں اور بچوں کو قتل و غارت کرانے اور لوٹ مار کرنے کی یہ اسکیم نہ بناتے اور بے دھڑک اس پر عمل کر کے پوری مملکت اسلامیہ میں یوں خونریزی نہ کرتے۔ یعنی حضرت علی علیہ السلام کی صرف یہی خطا، غلطی اور کمزوری تھی کہ وہ بے دین نہ تھے۔ وہ دشمنوں کے ساتھ بھی دینی سلوک کرتے تھے۔ اور یہ وہ مستقل صورت حال تھی جس پر ان تمام لوگوں کو جہنم واصل ہونا پڑے گا جو قریش اور قریشی لیڈروں یا خلفا کے پرستار اور ہم مذہب رہتے چلے آئے ہیں اور اُن کی طرفداری میں دن رات عذرات کرتے رہے ہیں۔۔ سوچئے کہ حضرت علی علیہ السلام کا سردار جاریہ بن قدامہ یمن ابھی پہنچا بھی نہیں۔ اُس کے آنے کی خبر سن کر معاویہ کا فوجی سردار بُسر بن ارطاۃ یمن سے بھاگا اور شام میں جا کر سانس لیا۔ یہ وہی سردار تھا جسے بقول طٰہٰ حسین معاویہ نے خود انتخاب کیا تھا اور جو بڑا ہی سخت گیر، سنگدل اور اکھڑ قسم کا قریشی سردار تھا۔ مگر ایسا بزدل کہ جاریہ بن قدامہ کی صورت دیکھنے کا متحمل نہ ہوا۔ اور اس خود منتخبہ فوج نے بھی نہ کہا کہ ذرا جاریہ بن قدامہ کی فوج سے دو دو ہاتھ ہو جائیں۔ معلوم ہوا کہ تمام قریش اور قریش کے بہادر خالص نامرد و بزدل تھے۔ اور خالی ہاتھ مردوں، عورتوں اور بچوں کے قتل وغارت اور لوٹ مار میں بڑے بہادر تھے۔ خُدا اُن سب پر لعنتوں کی بوچھاڑ کرتا رہے۔ ایسے ہی بہادر وہ قریشی صحابہ تھے جن کا تذکرہ حضرت علی علیہ السلام اس خطبہ میں کر رہے ہیں۔ جو ہر وقت اپنی خاطر و مدارات کرانا چاہتے ہیں (خطبہ 82، جملے 1 تا 2)۔ جو بیمار اونٹوں کی طرح پڑے رہتے ہیں۔ جو پھٹے پُرانے اور بےکار کپڑوں کی طرح مرمت کے قابل بھی نہیں رہے ہیں (خطبہ 82، جملے 3 تا 4)۔ یہ وہی لوگ ہیں جو مسلح ہوتے ہوئے شامی لُٹیروں کی خبر پاتے ہی دروازے بند کر کے گوہوں اور بجُّوؤں کی طرح اپنے اپنے گھروں میں دُبک جاتے ہیں (جملے 5 تا 7)۔ تاکہ معاویہ کے بھیجے ہوئے قریشی فوج کے دستے آرام سے بلامزاحمت لوٹ مار اور قتل وغارت کر کے چلے جائیں تو یہ باہر نکلیں۔ ایسے لوگوں کو ناصر ومددگار سمجھنے والے کے لئے تو واقعی ذلت وشکست ورسوائی ضرور ہونا چاہئے تھی۔ اس لئے کہ یہ خبیث لوگ تو ٹوٹے ہوئے اور بلا پیکان کے تیر چلاتے تھے تاکہ ان کی قوم کے لشکر کو گزند نہ پہنچے (جملے 8 تا 9)۔ مگر حضرت علی علیہ السلام نے ان قریشی ملاعین کو نہ اپنا ناصر ومددگار سمجھا نہ ان کے بھروسہ پر کوئی کام کیا۔ اُن کے پاس تو آپ نے دیکھا کہ جاریہ بن قدامہ ایسے بہادر جوان تھے جن سے صرف عزت وفتح ہی ہوتی تھی۔ البتہ مذمت کے لئے ان قریشی صحابہ کو بھی رکھا ہوا تھا۔ مذمت ان خبیثوں کی کرتے تھے اور خامیاں دور ہو جاتی تھیں حقیقی مومن سپاہیوں کی۔ یعنی اِن کی بھرپور مذمت سے بھی فائدہ ہی فائدہ حاصل کرتے تھے۔ اِن کی مذمت سے اپنے بہادروں کے سامنے اپنی ناپسندیدہ حرکات رکھ دیتے تھے تاکہ وہ ہر مذمت سے بلندتر رہیں۔ اگر یہ ملاعین نہ ہوتے تو خود اپنے وفاداروں اور شہہ سواروں کو مخاطب کرنا پڑتا اور بلا نام لئے بری باتوں کا ذکر کرنا پڑتا۔ مگر اب تو حضور علیہ السلام قریشی صحابہ کو نام بنام جھٹک جھٹک کر اور ہلا ہلا کر مذمت کرسکتے تھے۔ اُن ہی سے فرما رہے ہیں کہ جنگ اور حرب وضرب کے مواقع پر تم بہت کم نظر آتے ہو۔ یعنی تم یا تو خیموں میں چھپے پڑے رہتے ہو یا اپنی قوم کے لشکر کو

Presented by Ziaraat.Com

ہماری فوج کے کمزور پہلو بتانے اور جاسوسی کرنے میں لگے رہتے ہو۔مگر تفریح کے اوقات میں،امن کی حالت میں تم غول کے غول نظر پڑتے ہو(جملے10 تا11) اُن کو وہی بات بتائی ہے جو ابھی معاویہ کے طرزِ عمل سے دکھائی گئی ہے یعنی تمہیں اُٹھو تو جوتا مارا جائے،بیٹھو تو لات ماری جائے۔تم کو ڈنڈے اور تلوار سے درست کیا جائے ایک خبیث کو الٹا لٹکا یا جائے اور آج اس کے ایک ہاتھ کی انگلیاں کاٹ لی جائیں۔کل دوسرے ہاتھ کی اُنگلیاں کاٹی جائیں اور لٹکنے دیا جائے۔کبھی کلائی سے ہاتھ کاٹا جائے۔کبھی ایک آنکھ نکال لی جائے،اس طرح چوراہوں اور شارع عام پر مسلسل سلوک کیا جائے تو تم تیر کی طرح سیدھے ہو سکتے ہو میں تمہارا یہ علاج جانتا ہوں (جملہ 12)۔مگر یہ پسند نہیں کرتا کہ خود کو بگاڑ کر تمہیں سنواروں (جملہ 13)۔اس کے بعد رُوسیاہی کی بدعادے کر اعلان کیا ہے کہ تم صرف باطل پر مطلع ہو اور تمہارا علاج بھی باطل ہی سے کرنا چاہئے (جملے14 تا15)۔تم حق کو قائم کر ہی نہیں سکتے اور تمہارے ساتھ حق کا سلوک کرنا تمہیں اسی لئے بگاڑتا ہے (جملہ 16) کہ تمہارا دین و مذہب ہی باطل ذخیرے سے بنا ہے تمہاری نیکیاں بھی باطل ہی کی سنواری ہوئی صورت ہوتی ہیں۔تمہاری نمازیں اور عبادتیں بھی باطل کے قیام واستحکام کے ذرائع ہیں (جملے15 تا16)۔

یہاں یہ بات نوٹ کرلیں کہ حضرت علی علیہ السلام کے پاس تنخواہ دار مستقل فوج نہ کبھی تھی نہ آپؑ نے ایسی فوج رکھنا کبھی جائز سمجھا۔اس لئے جب کبھی معاویہ کے لوٹ مار کرنے والے دستوں کی حضورؑ کو اطلاع ملتی تھی تو آپؑ رضا کارانہ جمع شدہ بہادروں کو اسی طرح حملے کے لئے بھیجتے تھے جیسا کہ طٰہٰ حسین نے جاریہ بن قدامہ کا حال لکھا ہے۔ورنہ آپؑ نے رضا کاروں ہی کو دیہاتوں میں محلّوں میں ایسے حملہ آور دستوں کی روک تھام کے لئے متعین فرما رکھا تھا۔لیکن قریشی صحابہ مستقلاً ساتھ رہتے تھے اور اپنے اخراجات بھی حضورؑ سے وصول کرتے تھے لیکن ہرگز دفاع اور تحفظ میں مدد نہ کرتے تھے۔اِن ملاعین کو مستقل فوج سمجھنا یا کہنا بڑا مغالطہ ہے۔یہی خبیث قریشی پارٹی ہے جو طرح طرح کے بہانے اور عذرات تراشا کرتی تھی اور ہر وقت موجود ہونے کی بنا پر پہلی مخاطب پارٹی ہوتی تھی۔تمام مترجمین و شارحین نے انہیں مستقل فوج (Standing Army) سمجھا ہے اور قریش کے پیدا کردہ مغالطہ میں پھنس گئے ہیں۔اگلے خطبے میں اسی خبیث پارٹی نے یہ شرط لگائی ہے کہ ہم لوٹ مار کرنے والے فوجی دستوں کے مقابلہ میں جانے کو تیار ہیں۔بشرطیکہ آپؑ اپنی قیادت میں لے کر چلیں۔اسی حقیقت حال کو سمجھ لینے کے بعد خطبات میں کوئی الجھن باقی نہیں رہتی ہے۔الجھن اسی صورت میں ہوتی ہے۔جب کہ آپ انہیں عام فوجی سمجھ کر خطبہ پڑھیں۔حالانکہ یہ عام لوگ نہیں قریشی صحابہ ہیں جو ہر وقت ساتھ رہتے ہیں۔

Presented by Ziaraat.Com

مفتی جعفرحسین: خطبہ نمبر: 117

علی نقی طہرانی : خطبہ نمبر: 118

خُطبہ «83»

1۔ حضرت علیؑ کا مقام ''مرکز ومحورِ کائنات'' اور قطب اُمت ہے۔

2۔ مرکز ومحور کا اپنے مقام سے ہٹنا پورے نظام کو درہم وبرہم کرے گا۔

3۔ قریشی صحابہ کی جنگ سے بچنے کی ترکیب اور جوابی سرزنش۔

4۔ مخصوص حالات میں حضرت علیؑ کا دارالخلافہ میں قیام کیوں ضروری تھا؟

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

وَقَدْجَمَعَ النَّاسَ وَحَضَّهُمْ عَلَى الْجِهَادِ فَسَكَتُوا مَلِيًّا؛	1	اور حضرت علیؑ نے لوگوں کو جمع کیا اور پہلے سے گئے ہوئے لشکر کی کمک کیلئے جہاد کی غرض سے لوگوں کو اکسایا۔ مگر کافی دیر تک خاموشی رہی کسی نے جواب نہ دیا۔
فَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَام :أَمُخْرَسُونَ أَنْتُمْ ؟	2	چنانچہ علی علیہ السلام نے پوچھا کہ کیا تم لوگ گونگے ہو جو بولتے نہیں؟
فَقَالَ قَوْمٌ مِّنْهُمْ :	3	حاضرین میں سے ایک قوم نے کہا:
يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ إِنْ سِرْتَ سِرْنَا مَعَكَ :	4	اے امیر المومنینؑ اگر آپ بھی چلیں تو ہم بھی آپؑ کے ساتھ جہاد کیلئے چلتے ہیں۔
فَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَام مَابَالُكُمْ لَاسُدِّدْتُمْ لِرُشْدٍ ؛	5	علی علیہ السلام نے فرمایا کہ تمہیں کیا ہو گیا ہے کیا تمہیں راہ راست کی ہدایت نہیں کی گئی ہے؟
وَلَا هُدِيتُمْ لِقَصْدٍ ؟	6	کیا تمہیں موقع ومحل سمجھنا نہیں سکھایا جا چکا ہے؟
أَفِي مِثْلِ هٰذَا يَنْبَغِي لِي أَنْ أَخْرُجَ ؟	7	کیا یہ ایسا وقت ہے کہ میں بھی جنگ کے لئے دارالخلافہ سے باہر چلا جاؤں؟
إِنَّمَا يَخْرُجُ فِي مِثْلِ هٰذَا رَجُلٌ مِمَّنْ أَرْضَاهُ مِنْ شُجْعَانِكُمْ وَذَوِي بَأْسِكُمْ ؛	8	اس وقت اسکے سوا اور کچھ بھی ضروری نہیں ہے کہ اس فوج کا سردار ایسے بہادر کو بنایا جائے جس کو میں تمہارے بہادروں اور فداکاروں میں سے انتخاب کروں۔
وَلَا يَنْبَغِي لِي أَنْ أَدَعَ الْجُنْدَ وَالْمِصْرَ وَبَيْتَ الْمَالِ وَجِبَايَةَ الْأَرْضِ وَالْقَضَاءَ بَيْنَ الْمُسْلِمِينَ وَالنَّظَرَ فِي حُقُوقِ الْمُطَالِبِينَ ؛	9	اور میرے لئے اس وقت یہ ضروری ہے کہ میں مرکزی افواج کا بندوبست، دارالخلافہ کا تحفظ، صیغہ مال اور بیت المال کے نظام کی نگرانی، اراضی کے اور دیگر عدالتی مقدمات کے فیصلے اور مسلمانوں کے آپس کے جھگڑوں اور لوگوں کے دیگر مطالبات اور حقوق پر قریب سے نظر رکھوں اور فوراً ضروری اقدامات کروں۔

Presented by Ziaraat.Com

ثُمَّ اَخرُجَ فِیْ کَتِیبَةٍ اَتبَعُ اُخرٰی ؛	10	ان تقاضوں کو چھوڑ کر میرا کسی ایک فوجی دستے کے ساتھ نکل کھڑا ہونا اور دوسرے فوجی دستوں کی تلاش اور انتظام میں مارا مارا پھرنا ایسا ہی ہوگا ،
اَتَقَلْقَلُ تَقَلْقُلَ الْقِدحِ فِی الْجَفِیرِ الْفَارِغِ ؛	11	جیسا کہ ایک خالی ترکش میں ایک ٹوٹا پھوٹا تیر ادھر سے ادھر ہلتا اور ٹکریں کھاتا رہا کرتا ہے۔
وَاِنَّمَا اَنَا قُطبُ الرَّحٰی ؛	12	اور میرا مقام چکی کی کیلی کی طرح سے ہے کہ:۔
تَدُوْرُ عَلَیَّ وَاَنَا بِمَکَانِیْ ؛	13	میں اپنی جگہ پر قائم رہتا ہوں اور چکی میرے چاروں طرف گھومتی رہتی ہے۔
فَاِذَا فَارَقْتُهُ اسْتَحَارَ مَدَارُهَا ؛	14	اگر میں اپنی جگہ سے ہٹ جاؤں تو چکی اپنے مدار پر ڈانواڈول ہو جائے۔
وَاضْطَرَبَ ثُقَالُهَا ؛	15	اور اس کی کشش ثقل مضطرب اور بے قابو ہو جائے۔
هٰذَا۔ لَعَمرُ اللّٰهِ۔الرَّأیُ السُّوْءُ ؛؛	16	یہ تمہاری رائے مذکورہ وجوہات کی بنا پر بہت بُری اور مضر رائے ہے۔
وَاللّٰهِ لَوْلَا رَجَائِی الشَّهَادَةَ عِندَ لِقَائِی الْعَدُوَّ لَوْ قَدْحُمَّ لِیْ لِقَاؤُهُ لَقَرَّبْتُ رِکَابِیْ ؛	17	خدا کی قسم اگر میری تمنا یہ نہ ہوتی کہ میں جہاد میں دشمنوں سے جنگ کرتے کرتے شہید ہو جاؤں تو دشمنوں سے مقابلہ میں اتنا کوشاں نہ رہتا اگر معلوم ہو جاتا کہ شہادت مقدر نہیں تو میں پا بہ رکاب ہو جاتا اور
ثُمَّ شَخَصْتُ عَنْکُمْ؛	18	پھر تم سے جدا ہو کر چلا جاتا یعنی کبھی تم سے نہ ملتا۔
فَلَا اَطْلُبُکُمْ مَّااخْتَلَفَ جَنُوْبٌ وَّشَمَالٌ ؛	19	اور کبھی تم سے اس وقت تک نصرت کا مطالبہ نہ کرتا جب تک شمالی اور جنوبی ہوائیں ادل بدل کر چلتی رہتیں۔
طَعَّانِیْنَ عَیَّابِیْنَ حَیَّادِیْنَ رَوَّاغِیْنَ ؛	20	تم بہت طعنہ زنیاں کرنے والے ہو، بڑے عیب جو ،حق سے رُوگرداں اور بڑے مکار و حیلہ ساز لوگ ہو۔
اِنَّهُ لَاغَنَاءَ فِیْ کَثْرَةِ عَدَدِکُمْ مَّعَ قِلَّةِ اجْتِمَاعِ قُلُوْبِکُمْ ؛	21	تمہاری اس کثرت سے کوئی خود کفیلی اور فارغ البالی حاصل نہیں ہو سکتی جب تک تمہارے دلوں کی ہم آہنگی میں یہی قلت اور کمی برقرار ہے۔
لَقَدْ حَمَلْتُکُمْ عَلَی الطَّرِیْقِ الْوَاضِحِ الَّتِیْ لَایَهْلِکُ عَلَیْهَا اِلَّاهَالِکٌ ؛	22	میں نے تمہیں ایک ایسے واضح راستے پر ڈال دیا تھا جس پر چلنے والا کوئی شخص ہلاک نہیں ہو سکتا سوائے ایسے شخص کے جس نے خود ہی ہلاکت کو اختیار کر لیا ہو
مَنِ اسْتَقَامَ فَاِلَی الْجَنَّةِ ؛	23	جو اس راستے پر قائم رہے اسے جنت میں جانا ہی ہے۔
وَمَنْ زَلَّ فَاِلَی النَّارِ ؛	24	جو اس راستے پر ڈگمگائے اسے جہنم واصل ہونا ہے۔

Presented by Ziaraat.Com

تشریحات:

قریشی صحابہ کی چالاکیاں مکاریاں اور جہاد سے بچنے کے حربے اور قریشی مرکز سے ہمدردیاں۔

جنگ صفین کے بعد معاویہ نے اپنی افواج کی چھوٹی چھوٹی ٹولیاں بنا کر ملک میں لُوٹ مار کے لئے پھیلا دی تھیں۔اُن کی روک تھام کے لئے حضورؑ بار بار اور جگہ جگہ مسلح دستے بھیجتے رہتے تھے۔ظاہر ہے کہ ہر دستے کے ساتھ آپؑ نہ جاسکتے تھے نہ مستقلاً مرکز سے باہر رہ سکتے تھے ورنہ دارالخلافہ میں بھی لوگ لُوٹ مار کا شکار ہوجاتے اور فوجی دستوں کی فراہمی وترسیل بھی رُک جاتی۔اور جیسا کہ سابقہ خطبہ کی تشریحات میں یہ بیان ہو چکا ہے کہ جنگ صفین کی شکست کے بعد معاویہ کو یقین تھا کہ حضرت علی علیہ السلام حکمین کے فیصلہ کے بعد ملک شام پر ایک تباہ کن حملہ کریں گے ۔اُس حملے سے بچنے اور حضرت علی علیہ السلام کی توجہات کو منتشر رکھنے اور حضورؑ کی رعایا کو بددل کرنے کے لئے اُس نے مملکتِ مرتضوی میں لوٹ مار اور قتل وغارت کے لئے اپنی فوج کو چھوٹے چھوٹے لٹیرے دستوں کی صورت میں پھیلا دیا تھا اور حضرت علیؑ کے پاس دن رات رعایا کے قتلِ عام اور لوٹ کی خبریں آتی رہتی تھیں۔لہٰذا معاویہ کی ان فوجی ٹولیوں سے بچاؤ کے لئے آپؑ نے بھی ملک میں چاروں طرف اپنی فوجیں بھیج کر دفاعی مہم چلا رکھی تھی۔لیکن آپؑ نہ اپنے سرداروں کو قتل عام کی اجازت دیتے تھے اور نہ لوٹ مار کو حلال سمجھتے تھے۔اسی مہم کے لئے آپ دارالخلافہ میں رضا کاروں کو بلاتے تھے اور مختلف علاقوں میں فوجی دستے بھیجتے تھے۔اسی ضرورت کے لئے ایک دن لوگوں کو اور رضا کاروں کو جمع فرمایا اور انہیں جنگ پر جانے اور دشمن کے دستوں کی روک تھام کی تدبیریں بتا رہے تھے۔اس دوران قریشی قوم کے لوگوں نے معنی خیز خاموشی اختیار کر رکھی تھی تو حضرت علی علیہ السلام نے انہیں خاص طور پر مخاطب فرما کر کہا کہ کیا تم گونگے ہو؟ تو اُنہوں نے کہا کہ ہم آپ کے ساتھ جنگ پر چلنے کے لئے تیار ہیں۔ان کا مطلب یہ تھا کہ دارالخلافہ بھی معاویہ کے لوٹ مار کرنے والے دستوں کی زد میں آجائے اور وہ اطمینان سے نظامِ حکومت کو درہم برہم کر دیں۔بیت المال لٹ جائے اور عدالتیں اور ریکارڈ تباہ ہوجائے۔اور اگر حضرت علی علیہ السلام صورتِ حال کی اہمیت کی بنا پر دارالخلافہ سے باہر نہ جائیں تو انہیں بھی چین سے رہنے کا موقع بخوشی ملے گا۔حضورؑ اُن کی چالبازیوں اور سیاسی حربوں سے کماحقہٗ واقف تھے اس لئے ان کو وہی پہلو بتائے جن سے وہ آپؑ کو غافل رکھنا چاہتے تھے۔آپؑ نے پہلے ان پر یہ اعتراض فرمایا کہ ہم نے تو تمہیں تمام حالات پر مطلع رکھا ہے۔جانتے بوجھتے تم نادان بنتے ہو کیا تم یہ چاہتے ہو کہ ایسے سنگین حالات میں بھی دارالخلافہ کو غیر محفوظ چھوڑ کر کسی ایک دستے کی قیادت کے لئے نکل کھڑا ہوں؟ اور کیا ایسے دستوں کے لئے ان ہی میں سے بہادر ترین شخص کو سردار بنا کر بھیجنا مفید تر نہ ہوگا؟ مطلب یہ کہ مجھے ایک مُلکی پیمانے پر ہونے والی جنگ کی قیادت زیب دیتی ہے جب کہ دشمن کی تمام افواج میدان جنگ میں نکل آئیں اور لوٹ مار کرنے کی اسے نہ فرصت ملے نہ طاقت ہو۔یہ دستے تو صرف لٹیروں کو سرزنش کے لئے ارسال کئے جا رہے ہیں۔جن کا نہ نام معلوم ہے نہ آنے جانے کا رخ متعین ہے (خطبہ 83، جملے 1 تا 8)۔اس وقت ضروری ہے کہ دارالخلافہ کی حفاظت کی جائے ملکی مال و بیت المال کی دیکھ بھال، مال کی آمدنی کی نگرانی، جنگ کے لئے رضا کاروں کی طلبی، عدالتی فیصلے جاری کرنا۔لوگوں کے حقوق اور مطالبات کو پورا کرنا (جملہ 9) اور اگر میں تمہاری اس بدترین اور نقصان رساں رائے (جملہ 16) کے مطابق کسی حفاظتی دستے کے ساتھ نکل جاؤں تو پہلے نمبر پر تو معاویہ کو یہ موقع دے دوں کہ وہ حکومت کا سارا نظام درھم برھم کر دے اور دارالخلافہ کو بھی اپنی لوٹ مار وقتل وغارت کی آماجگاہ بنالے (جملے 14۔15)۔دوسرے یہی تو ہوسکتا ہے کہ میں ایک دستے کے ساتھ جاؤں اور باقی دستوں کی کھوج لگانے میں دہنے بائیں اور ادھر اُدھر اس طرح ٹکراتا پھروں جیسے خالی ترکش میں ایک تیر ٹکراتا رہتا ہے (جملے 10۔11)۔حالانکہ میرا مقام ایک مرکزی اور چکی

Presented by Ziaraat.Com

کی کیلی کی طرح قطب کا مقام ہے۔جس کے چاروں طرف مملکت کے نظام کی چکی گھومتی ہے(جملہ 13)۔اوراگر میں خود ہی اس مقام سے ہٹ جاؤں تو گویا جان بوجھ کر پورے نظام مملکت کو اُس مدار سے ہٹا کر ڈانواں ڈول اور اضطراب میں مبتلا کر دوں (جملے 12 تا 15)۔اور میں ایسا نہیں کر سکتا اور تمہارے فریب میں نہیں آ سکتا (جملہ 16)۔رہ گیا جہاد تو میں تو شہادت کے شوق واُمید کی بنا پر اس میں ہر ممکن کوشش کرتا رہا ہوں۔اور اگر اب بھی مجھے اپنا مقدر معلوم ہو جائے اور جہاد میں شہادت کی اطلاع مل جائے تو میں ایک لحہ بھی تمہاری قربت میں نہ رہوں اور چھوڑ کر پا بہ رکاب ہو کر چلا جاؤں اور دشمنانِ خدا سے جنگ کرتا ہوا شہید ہو جاؤں (جملے 17۔18)۔اور تم جیسے طعنہ بازوں،عیب گیروں اور دین سے منحرف لوگوں اور مکاروں وفریب کاروں سے اس وقت تک مدد طلب نہ کروں جب تک شمالاً اور جنوباً چلنے والی ہوائیں آپس میں ادل بدل کرتی رہیں یعنی کسی حال میں تمہیں اپنا مددگار بنانا پسند نہ کروں (جملے 19۔20)۔تمہاری یہ کثرت منتشر الحالی کی صورت میں کبھی کسی کو اطمینان اور فارغ البالی فراہم نہیں کر سکتی (جملہ 21)۔میں نے تمہیں ایسے واضح راستہ پر لگا دیا تھا کہ اگر تم اس پر برقرار رہے ہوتے تو تم میں کسی کی عاقبت تباہ نہ ہوئی ہوتی۔سوائے اس کے جو ازلی ہلاکت میں مبتلا ہوتا (جملہ 22)۔وہ تو ایسا راستہ ہے کہ جو اُس پر قائم رہے جنتی ہے۔اور اس پر ہوتے ہوئے بھی ڈگمگائے وہ جہنمی ہے(جملہ 24)۔

2۔ مرکز وقطب کی وضاحت حدیث معصومؑ سے بھی۔

خطبہ میں مرکزیت اور قطب کا ذکر سرسری طور پر کیا گیا ہے تا کہ قریشی صحابہ کو ان کی چالاکی کے اغراض ومقاصد پر مطلع کیا جائے اور دارالخلافہ کو چھوڑنے کا نتیجہ واضح کیا جائے۔ورنہ حضرت علی اور تمام آئمہ معصومین علیہم السلام اس زمین وآسمان اور پوری کائنات کے مرکز وقطب ہیں اور وہ نہ ہوں تو پوری کائنات فنا ہو جائے اس حقیقت کو ثابت کرنے کے لئے دو ایک مثالیں ملاحظہ فرمالیں چنانچہ ہماری سب سے معتبر ترین کتاب کافی کی کتاب الحجۃ میں چودھویں باب کا عنوان یہ ہے کہ:

۔"بَابٌ اَنَّ الْاَئِمَّۃَ ھُمْ اَرْکَانُ الاَرْضِ""وہ باب جس میں یہ بتایا جائے گا کہ آئمہ ہی زمین کو سنبھالنے والے ستون ہیں۔"

اس باب میں تین احادیث آئی ہیں اور تینوں چند ضروری فرق کے ساتھ اس عنوان پر بھرپور روشنی ڈالتی ہیں لہٰذا ہم پہلے پہلی حدیث مع عربی متن لکھتے ہیں۔پھر باقی دونوں احادیث کا فرق نوٹ کرائیں گے تا کہ اس باب کی مکمل تفہیم سامنے آجائے اور عنوان کی تکمیل ہو جائے:۔

عن مُفضّل بن عمر عن ابی عبدِاللّٰہ علیہ السلام قال: مَاجاء بہ علی علیہ السلام آخذبہ وما نھی عنہ انتھی عنہ، جری لہ مِنَ الفضل مِثل ماجری لمحمد صلی اللّٰہ علیہ وآلہ ولمحمدٍ الفضل عَلٰی جمیع مِنْ خلقِ اللّٰہ عزّوجلّ،المتعقّب علیہ فِی شیءٍ مِنْ احکامہ کالمتعقّب عَلَی اللّٰہِ وعَلٰی رسوْلہ والرَّاد علیہِ فِیْ صَغیرۃ اَوْکبیرۃ عَلٰی حَدِّ الشِرّک باللّٰہ کَانَ امیرالمؤمنینُ علیہ السلام بَابَ اللّٰہِ الَّذی لا یؤتی اِلّا منہ وسبیلہ الذی مَنْ سَلَکَ بغیرہ ھَلَکَ۔وَکَذٰلک یَجْرِی لِاَئِمَّۃِ الھدٰی وَاحِدًا بَعْدَ وَاحِدًا۔جَعَلَھُمُ اللّٰہ اَرْکَان الاَرض اَن تَمید بِاَھْلِھَا وَحجتہُ البالغۃ عَلٰی مَنْ فوق الارض وَ مَنْ تحت الثریٰ۔وکان امیر المومنین صلوات اللّٰہ علیہ کَثِیرًا مَّا یقول:اَنَا قَسِیم اللّٰہ بین الجنّۃ والنار، وَاَنَا الفاروق الاکبر وَاَنَا صاحب العصا و المیسم ولَقَدْ اَقَرَّتْ لِیْ جمیع الملائکۃ والرُّوح والرّسل بمِثلِ مَااَقَرُّوابہ لمحمد صلی اللّٰہ علیہ وآلہ،ولقد حملت عَلٰی مثل حمولتہ وھِیَ

Presented by Ziaraat.Com

حـمولة الرَّبّ وَاِنَّ رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه و آله یدعی فیکسی وَاُدعی فَاُکسی ویستنطق وَاُستنطق فانطق عَلٰی حدّ منطقه وَلقد اُعطیت خصالًا مَاسبقنی اِلَیْھَا احدٌ قبلی، عَلِمتُ المنایا والبلایا والانساب وفصل الخطاب ،فَلَمْ یفتنی مَا سبقنی ولَم یعزب عَنّی مَاغاب عنّی، اُبشّر بِاِذْن اللّٰہ واُؤدّی عنه، کُلّ ذٰلک مِنَ اللّٰہ مَکّنِنیُ فِیْهِ بِعلمِهٖ۔

حضرت مفضل رضی اللہ عنہ نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کیا ہے کہ حضورؑ نے فرمایا کہ: ہر وہ چیز وحقیقت جو حضرت علی علیہ السلام ساتھ لائے ہم اسے مانتے اور اختیار کرتے ہیں اور ہر اس چیز سے علیحدگی اختیار کرتے ہیں جس سے علیحدہ رہنے کا انہوںؑ نے حکم دیا ہے۔حضرت علی علیہ السلام کے لئے ہر وہ فضیلت لائی گئی ہے جو محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے لائی گئی تھی۔اور محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ساری مخلوقاتِ خداوندی پر بزرگی رکھتے تھے۔ہر وہ شخص جو علیؑ کے بیان کردہ یا ان کے لائے ہوئے کسی ایک حکم میں چون وچرا کرے یا اس سے منہ موڑے وہ اللہ ورسوؐل کے احکام میں چون و چرا کرنے اور منہ موڑنے کا مجرم ہے۔اور جو کوئی کسی ایک چھوٹی یا بڑی بات کو رد کردے وہ اللہ سے شرک کرنے اور مشرک ہونے کی حد میں داخل ہوگیا۔حضرت علی علیہ السلام اللہ کا وہی دروازہ ہیں کہ کائنات میں جس کسی کو جو کچھ بھی دیا جاتا ہے اسی دروازہ سے دیا جاتا ہے اور علیؑ اللہ کا وہ راستہ ہیں کہ جو کوئی اس راستے کے علاوہ کسی اور راہ پر چلتا ہے تباہ ہوجاتا ہے۔اور اسی طرح وہ سب کچھ ہدایت کرنے والے آئمہ علیہم السلام کے لئے یکے بعد دیگرے جاری ہوا ہے اور ان آئمہ علیہم السلام کو بھی اللہ نے اس زمین کو سنبھالنے والے ستون بنایا ہے تاکہ زمین اپنے باشندوں کے بلا ڈگمگائے برقرار رہتی چلی جائے۔اور انہیں بھی ان سب کے لئے اپنی پہنچنے والی حجت بنایا جو اس زمین پر ہوں یا اس کے نیچے دور دور کی آبادیوں میں ہوں۔اور حضرت علی علیہ السلام بہت کثرت سے یہ بات فرمایا کرتے تھے کہ میں خدا کی طرف سے جنت اور دوزخ کو تقسیم کرنے والا ہوں اور میں ہی فاروق اکبر ہوں اور میں ہی اُس ڈنڈے والا ہوں جس سے سب کو ہانکا جائے گا۔اور میں ہی ہر چیز کو الگ الگ شناخت کے لئے نشان لگانے والا ہوں۔یقیناً میرے لئے بھی تمام ملائکہؑ اور ارواحؑ اور رسوؐلوں نے اُسی طرح اقرار واعلان کیا تھا جس طرح محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے اقرار کیا تھا۔اور وہ سب کے سب میرے لئے بھی اُن تمام ذمہ داریوں کو اپنے سر لیتے ہیں جو محمدؐ کے لئے برداشت کی تھیں۔اور وہ تمام ذمہ داریاں اللہ کی ذمہ داریاں ہیں۔بلاشبہ وہ رسوؐل اللہ کے سامنے حاضر رہتے تھے انہیں لباس سے آراستہ کرتے تھے۔اُسی طرح میرے سامنے حاضر رہتے ہیں اور مجھے لباس سے آراستہ کرتے ہیں۔اور انؐ حضرت سے بھی باتیں کرتے تھے اور مجھ سے بھی باتیں کرتے ہیں۔ اور میں بھی رسوؐل اللہ کی حد تک اُنؐ سے باتیں کرتا ہوں۔مجھے وہ خصلتیں اور فضائل عطا کئے گئے ہیں جن میں مجھ سے کوئی بھی سبقت نہیں لے گیا۔میں مَنّوں کے اور مَنّوں کو پورا کرنے کا اور موت وزیست کے قوانین کا اور بلاؤں اور آزمائشوں کا اور ان میں کامیاب ہونے کا علم رکھتا ہوں۔میں نوع انسان کے تمام نسبوں اور سلسلوں کا عالم ہوں۔میں تمام واقعی احکام اور فیصلوں کو جانتا ہوں۔جو کچھ میری اس ظاہری پیدائش سے پہلے وقوع میں آیا تھا وہ مجھ پر سبقت نہیں رکھتا ہے اور میری دسترَس سے باہر نہیں نکلا ہے۔اور بظاہر جو مجھ سے غائب معلوم ہوتا ہے وہ مجھ پر اُوجھل نہیں ہے۔میں اللہ کی اجازت کے ماتحت خوش خبریاں دینے اور اُس کی طرف سے واجب الادا چیزوں کو ادا کرنے والا ہوں۔یہ میری تمام قدرتیں اور اختیارات اللہ نے اپنے علم کے ماتحت عطا کئے ہیں۔

Presented by Ziaraat.Com

دوسری حدیث کا فرق:

پہلی حدیث میں حضرت علیؑ کے احکام کے متعلق لفظ متعقب آیا تھا۔اب لفظ معیّب آیا ہے۔یعنی جو عیب جوئی کرے وہ اللہ ورسوؐل کے احکام میں عیب جوئی کرتا ہے''۔اوراس حدیث میں رسوؐلوں کو ملائکہ اور ارواح کے اقرار میں شامل نہیں کیا گیا یعنی یہ اقرار اُس وقت لیا گیا تھا جب کہ رسوؐل اقرار کرنے کی پوزیشن تک نہ پہنچے تھے یعنی کچھ پہلے کا پہلا اقرار تھا۔اس کے علاوہ راوی دوسرے لوگ ہیں۔

تیسری حدیث میں الفاظ کی نشست وبرخاست کے علاوہ جو خاص ہے وہ یہ ہے کہ حدیث کے آخر میں فرمایا ہے کہ:۔

''وَاِنِّی لَصَاحِبُ الْکَرَّاتِ وَدَوْلَۃُ الدُّوَلِ''

'اور یقیناً میں بار بار پلٹ کر آنے پر قدرت رکھتا ہوں اور بار بار پلٹ کر آؤں گا اور دنیا کی مملکتوں کا حکمران بنوں گا''۔

کتاب بصائر الدرجات میں حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے حضرت علی علیہ السلام کے ایک طویل خطبے سے بیان فرمایا ہے کہ حضرت علی علیہ السلام فرماتے ہیں کہ:۔

''میرے لئے مسلسل اور لگاتار پلٹنا ہے اور میرے لئے پیہم رجعت ہے اور میں ہی رجعتوں والا ہوں، میں ہی رعب وداب ودبدبے کا مالک ہوں''

اس سلسلے میں بھی فرماناتِ معصومین علیہم السلام کے انبار موجود ہیں کائنات کی ہر چیز ان کے توسط سے زندگی حاصل کرتی ہے وہ نہ ہوں تو ہر چیز فنا ہو جائے (دیکھو باب نمبر 15 کافی) وہ نہ ہوں تو نہ درخت پیدا ہوں نہ پھل لائیں۔وہ حضرات ہی تمام جانداروں کو زندگی عطا فرماتے ہیں۔ان ہی کے ذریعہ سے اللہ کی تقدیریں جاری ہوتی ہیں۔'' (کافی باب 15)

Presented by Ziaraat.Com

مفتی جعفرحسین: خطبہ نمبر:115

علی نقی طہرانی : خطبہ نمبر: 116

خُطبہ ﴿84﴾

1۔ تمہیں جان و مال وقوت واختیار واقتدار بخشا گیا ہے۔ بخشی ہوئی اور مفت ملی ہوئی چیزوں کو بھی نہ بخشنا اور مفت نہ دینا شریفوں کا کام تو نہیں ہے۔ 2 ۔ اللہ کے وسیلے سے اپنی عزت تو بندوں میں بڑھائی مگر اللہ کی بزرگی بندوں میں نہیں بڑھائی۔ 3۔ تم نے دوسروں کی جگہ لی ہے تو کوئی تمہاری جگہ بھی لے گا جگہ چھوڑنے سے پہلے پہلے عبرت حاصل کرلو۔

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

فَلَا اَمۡوَالَ بَذَلۡتُمُوۡهَا لِلَّذِیۡ رَزَقَهَا ؛	1	جس نے تمہیں مال و دولت عطا کئے تم نے اس کے لئے مال صرف نہیں کئے یعنی ضرورت مند غرباء کو نہیں دیئے۔
وَلَا اَنۡفُسَ خَاطَرۡتُمۡ بِهَا لِلَّذِیۡ خَلَقَهَا ؛	2	اور نہ تم نے اپنی جانوں کو اس ہستی کے لئے خطرات میں ڈالا جس نے تمہیں جسم و جان عطا کی ہوئی ہے۔
تَكۡرُمُوۡنَ بِاللّٰهِ عَلٰی عِبَادِهٖ ؛	3	تم نے اللہ کی وجہ اور ذریعہ سے بندوں میں اپنی افادیت اور بزرگی تو بڑھالی ہے۔
وَلَا تُكۡرِمُوۡنَ اللّٰهَ فِیۡ عِبَادِهٖ ؛	4	مگر لوگوں کے اندر اللہ کی افادیت اور بزرگی نہیں بڑھائی ہے یعنی اللہ کا تعارف نہیں کرایا ہے۔
فَاعۡتَبِرُوۡا بِنُزُوۡلِكُمۡ مَنَازِلَ مَنۡ كَانَ قَبۡلَكُمۡ ؛	5	اپنے سے پہلے لوگوں کے مکانوں اور زمینوں پر قبضہ کر کے سبق حاصل کرو اور سوچو کہ مکان اور زمین ساتھ نہیں جاتی ہے۔
وَانۡقِطَاعِكُمۡ عَنۡ اَوۡصَلِ اِخۡوَانِكُمۡ ؛	6	اور نزدیکی عزیزوں اور بھائیوں سے رشتہ کا منقطع ہو جانا بھی سامنے رکھا کرو۔

تشریحات:

امام علیہ السلام اپنے صحابہ سے کیا چاہتے تھے؟؟؟

یہ چند جملے اپنے صحابہ کو یہ بتانے کے لئے فرمائے ہیں کہ انسان یہاں اللہ کا امین ہے۔ اللہ کی عطا کردہ ہر چیز امانت ہے اور لازم ہے کہ امانت اُس کے اہل کے سپرد کی جاتی رہے۔ اور اس خطبے میں جو زاویہ نظر حضور علیہ السلام نے اختیار فرمایا ہے وہ ایسی حقیقت ہے کہ ایک دیندار اور بے دین بھی شرمائے بغیر نہیں رہ سکتا۔ مطلب یہ ہے کہ جو چیزیں تم نے اپنی محنت ومشقت سے حاصل کی ہیں اُن کو اگر راہِ خدا میں صَرف نہ کرو تو کم از کم اُن چیزوں کو راہ خدا میں صَرف کرنے سے دریغ نہ کیا کرو جن میں تمہاری کوئی محنت ومشقت صرف نہیں ہوئی ہے۔ بلکہ مُفت اور بلا طلب عطا کی گئی ہیں۔ قرآن کریم میں اللہ نے بار بار مفت عطا کی جانے والی چیزوں کو خرچ کرنے کا تقاضا فرمایا ہے:

Presented by Ziaraat.Com

يَآ يُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَنْفِقُوْا مِمَّا رَزَقْنٰكُمْ مِّنْ قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَ يَوْمٌ لَّا بَيْعٌ فِيْهِ وَلَا خُلَّةٌ وَّلَا شَفَاعَةٌ وَالْكٰفِرُوْنَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَO (بقرہ 2/254)

''اے لوگو جو ایمان لائے ہو تم ان چیزوں میں سے تو راہِ خدا میں خرچ کر لو جو خود ہم نے تم کو عطا کی ہوئی ہیں اس دن کے آنے سے پہلے پہلے جس دن نہ تو کوئی خرید وفروخت ہو سکے گی نہ یارانہ کام آئے گا۔ اور نہ سفارش چل سکے گی۔ اور حق بات کو چھپانے والے ہی حقیقی ظالم لوگ ہوں گے''

اِسی طرح اللہ نے ان لوگوں کی تعریف فرمائی ہے جو عطیات خداوندی میں سے راہِ خدا میں خرچ کرتے ہیں۔ چنانچہ فرمایا ہے کہ:

اِنَّ الَّذِيْنَ يَتْلُوْنَ كِتٰبَ اللّٰهِ وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاَنْفَقُوْا مِمَّا رَزَقْنٰهُمْ سِرًّا وَّعَلَانِيَةً يَّرْجُوْنَ تِجَارَةً لَّنْ تَبُوْرَO (فاطر 35/29)

''یقیناً جو لوگ اللہ کی کتاب کی تلاوت کرتے ہیں اور نماز قائم رکھتے ہیں جو کچھ ہم نے ان کو عطا کیا ہے اس میں سے پوشیدہ اور اعلانیہ راہِ خدا میں صرف کرتے رہتے ہیں وہ ایسی تجارت کرتے ہیں جس کے تباہ ہونے کی اُمید نہیں کرتے۔'' (سورہ فاطر 35/29)

یہاں یہ بات بھی یاد رکھنے اور سمجھنے کی ہے کہ انسان جو کچھ اپنی محنت ومشقت اور عقلی تدبر وانتظام سے کماتا ہے وہ بھی عطیہ خداوندی ہوتا ہے اس لئے کہ اُس کی عقل وتدبر اور انتظامی قوت بھی عطیۂ خداوندی ہے اُس کی اپنی پیدا کردہ چیزیں نہیں اور جس بدن سے یا جس قوت سے وہ محنت ومشقت کرتا ہے وہ بھی اس کا اپنا پیدا کردہ سامان نہیں ہے اللہ نے نہ دیا ہوتا یا بیمار ومحتاج ہوتا تو کیسے محنت کرتا؟ چنانچہ جو لوگ اپنی دولت و جائیداد ومال ومتاع کو اپنی محنت کی کمائی سمجھ کر اسکے مالک بن بیٹھتے ہیں وہ اِس حقیقت کو نظر انداز کر دیتے ہیں یا چھپا لیتے ہیں کہ ان کی ہر چیز عطیۂ خداوندی ہے ایسے ہی لوگ کافر کی تعریف میں داخل ہو کر ظالم کہلانے کے حقدار ہوا کرتے ہیں (بقرہ 2/254) اور یہ بھی نہ بھولنا چاہئے کہ مال و دولت واولاد وازواج وغیرہ میں سب سے قیمتی چیز انسان کی اپنی جان ہے اور جو کوئی راہِ خدا میں اپنی جان فدا کرتا ہے اسے موت کی اور مُردوں کی فہرست سے نکال کر حیاتِ ابدی اور تمام نعماتِ الٰہی بلا محنت ومشقت تا قیامت اور بعد قیامت بھی عطا کرتے رہنے کا انتظام کر دیا جاتا ہے (بقرہ 2/154، آل عمران 3/169، محمدؐ 6-47/4)۔

2۔ قرآن میں وعدے پڑھنے کے بعد بھی مفت ملی ہوئی جان قربان نہ کی۔

لہٰذا حضور علیہ السلام اپنے دوسرے جملے میں ان لوگوں پر اعتراض فرما رہے ہیں جنہوں نے اللہ کی راہ میں اللہ کی عطا کی ہوئی زندگی کو قربان کرنے سے گریز کیا تھا۔

3۔ مذہبی پوزیشن بنا کر اپنی عزت واقتدار بڑھانا اور اللہ پر لوگوں کا یقین وبھروسہ بڑھانا۔

پھر دنیا میں جو لوگ اللہ کے عطیات کو استعمال کر کے اپنی عزت ووقار بڑھاتے ہیں یا مذہب اور اللہ کے نام کو آلۂ کار بنا کر اقتدار حاصل کر لیتے ہیں ان کی ذمہ داری یہ بتائی ہے کہ وہ اپنی دولت اور اللہ کے عطا کردہ ذرائع کو اللہ کی پوزیشن اور بزرگی ثابت کرنے پر بھی صرف کریں۔ اللہ پر لوگوں کے ایمان ویقین میں اضافہ کریں اور اُنہیں ایسے اعمال سکھائیں جن سے اللہ ان پر اپنے انعامات کی بارش کرے انہیں آسودہ حال بنائے۔ جو لوگ یہ سب کچھ تو کرتے نہیں اور اپنی عزت وحیثیت ووقار واقتدار بڑھانے میں اللہ اور اس کی عطا کردہ چیزوں کو استعمال کرتے ہیں ان کی مذمت جملے تین وچار میں کی گئی ہے (خطبہ 84، جملے 3-4)۔

4۔ اللہ نے قریش سے یہی کچھ فرمایا ہے جو حضورؐ نے (خطبہ 84، جملے 5-6) دنیا میں قیام پر فرمایا ہے۔

اور آخر میں یہ یاد دلایا ہے کہ اس دنیا میں مسلسل ایک آدمی کے بعد دوسرا آدمی اور ایک قوم کے بعد دوسری قوم جگہ بدلتے چلے آئے

Presented by Ziaraat.Com

ہیں۔لہٰذا تمہیں بھی اس آمد ورفت پر متوجہ رہنا چاہئے اور روزمرہ کے حالات دیکھ دیکھ کر یہ یقین کر لینا چاہئے کہ تمہیں بھی موت آنا ہے اور واقعات کے مطابق موت کسی وقت اور کسی عمر میں بھی آسکتی ہے۔وہ نہ یہ دیکھتی ہے کہ ابھی ٹھہر جاؤں کہ اس کے بچے جوان ہولیں۔یا یہ فلاں مہم میں کامیابی حاصل کر لے۔لہٰذا ہر لمحہ موت کو اپنے ساتھ ساتھ محسوس کرو اور جلد جلد اُن ذمہ داریوں کو پورا کرلو جن پر کل تمہیں ماخوذ کیا جانا ہے۔اور اپنے بعد آنے والوں اور اپنی جگہ لینے والوں کے لئے سہولتیں پیدا کرو تاکہ وہ نیکیاں کرنے میں کوئی دِقت محسوس نہ کرنے پائیں۔اور اگر قریش اینڈ کمپنی حضرت علی علیہ السلام کی اس نصیحت (جملہ نمبر 5-6) پر عمل نہیں کرتے تو پھر تمہیں اللہ کے فرمان کے ماتحت رہنا ہوگا جس میں فرمایا گیا ہے کہ:

وَلَقَدۡ اَهۡلَكۡنَا الۡقُرُوۡنَ مِنۡ قَبۡلِكُمۡ لَمَّا ظَلَمُوۡا وَجَآءَتۡهُمۡ رُسُلُهُمۡ بِالۡبَيِّنٰتِ وَمَا كَانُوۡا لِيُؤۡمِنُوۡا كَذٰلِكَ نَجۡزِى الۡقَوۡمَ الۡمُجۡرِمِيۡنَ O (سورہ یونس 10/13)

''اور اے اس زمانے کی سر بر آوردہ قریشی قوم یہ سُن لو کہ ہم نے تم سے پہلے زمانوں کی سر بر آوردہ اقوام کو اس لئے ہلاک و تباہ کر دیا تھا کہ انہوں نے ہمہ گیر خلاف ورزیوں کے منصوبوں پر عمل شروع کر دیا تھا اور ان کے پاس ان کے رسُولوں نے آکر ان کے منصوبوں کے بُرے اور مہلک نتائج پیش کئے اور ہر طرح وضاحتیں کیں لیکن وہ اپنے پروگرام کے خلاف کوئی بات ماننے والے تھے نہیں۔لہٰذا ہم اُس قسم کی مجرم اقوام کو تباہ کُن جزا دینا ضروری سمجھتے ہیں۔''

مطلب صاف ہے کہ قریش سابقہ سر بر آوردہ اقوام کی طرح مجرمانہ سرکشیوں میں مبتلا ہو چکے تھے اور ضروری ہو گیا تھا کہ اُنہیں چوکنا کر دیا جائے تاکہ قریش کو اپنی اصلاح کا کافی موقع مل جائے۔چنانچہ ان کے لئے رسُول مبعوث کیا گیا،انہیں ایک مکمل ومفصل کتاب دی گئی اور ساتھ ہی ان سے فرمایا گیا کہ:

ثُمَّ جَعَلۡنٰكُمۡ خَلٰٓئِفَ فِى الۡاَرۡضِ مِنۡۢ بَعۡدِهِمۡ لِنَنۡظُرَ كَيۡفَ تَعۡمَلُوۡنَ O وَاِذَا تُتۡلٰى عَلَيۡهِمۡ اٰيَاتُنَا بَيِّنٰتٍ قَالَ الَّذِيۡنَ لَا يَرۡجُوۡنَ لِقَآءَنَا ائۡتِ بِقُرۡاٰنٍ غَيۡرِ هٰذَاۤ اَوۡ بَدِّلۡهُ قُلۡ مَا يَكُوۡنُ لِىۡۤ اَنۡ اُبَدِّلَهٗ مِنۡ تِلۡقَآئِ نَفۡسِىۡ اِنۡ اَتَّبِعُ اِلَّا مَا يُوۡحٰۤى اِلَىَّ اِنِّىۡۤ اَخَافُ اِنۡ عَصَيۡتُ رَبِّىۡ عَذَابَ يَوۡمٍ عَظِيۡمٍ O (سورہ یونس 15-10/14)

''پھر ہم نے تم میں سے بہت سارے خلفاء تجویز کر دیئے ہیں تاکہ یہ دیکھیں کہ تم اپنے سے پہلی والی قوم کے بعد کیسے کام کرتے ہو؟ پھر جب تمہاری قوم کے سامنے ہماری واضح آیات کی تلاوت کی جانے لگی تو ان میں سے جن لوگوں کو ہمارے نظامِ حکومت پر نتیجہ خیز ہونے کا یقین اور امید نہ تھی انہوں نے تجویز کیا یا تو اس قرآن کی جگہ کوئی دوسرا قرآن لے آؤ جو نتیجہ خیزی کو یقینی بنادے یا اسی قرآن میں معنوی تبدیلی کا اصول منظور کرلیں۔''

5۔ قریش کو تنبیہہ کی گئی،انہیں کتاب اور رسُول دیا گیا،جانچنے کے لئے سلسلۂ خلافت سونپا گیا تھا؟؟

اللہ نے فرمایا کہ اُن قریشی لیڈروں سے کہہ دو کہ میرے لئے اس کی گنجائش ہی نہیں رکھی گئی کہ میں خود ہی اپنی عقل وبصیرت اور رائے سے قرآن میں کسی بھی قسم کی تبدیلی کرسکوں۔میں تو لفظ بلفظ اس وحی کا پیرو ہوں جو میرے پاس بھیجی جاتی ہے۔اگر میں تغیر وتبدل کروں تو یہ اللہ کی نافرمانی ہوگی اور نافرمانی کے لئے تو مجھے ایک بڑے ہولناک دن کے عذاب کا خوف ہے''

6۔ خلافت قائم کرنے سے پہلے ہی قریش نے قرآن میں ہر طرح معنوی تبدیلیوں کی اسکیم جاری کردی اور قرآن کو مہجور کر دیا تھا۔

یہ جواب قریشی دانشوروں کے لئے کافی نہ ہوا کہ وہ لفظ بلفظ وحی کی پیروی کر کے بھی حکومت قائم کر سکتے ہیں اور مسلسل حکومت اور پبلک

Presented by Ziaraat.Com

کی تمام ضروریات بلا اجتہاد واستنباط پوری کر سکتے ہیں۔لہٰذا انہوں نے ہر آنے اور سنائے جانے والی آیت کو قوم کے مفادِ عمومی کے سامنے رکھ کر تبدیل کرنا شروع کیا اور قوم کے لئے بہترین معنوی تبدیلیاں کر کے نئے قوانین واصول مرتب کر کے رکھ دیئے۔اور وحی کے الفاظ وحقیقی معنی سے کوئی سروکار نہیں رکھا۔

7۔ قریش نے قرآن کو مہجور کر کے وہ جرم کر لیا جس کی وجہ سے سابقہ اقوام کو مجرمین کی ذیل میں ہلاک کیا تھا(10/13)۔

چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ نے اللہ سے اپنی قوم کی شکایت میں فرمایا کہ ''اے میرے پروردگار میری قوم نے اس قرآن کو مہجور کر ڈالنے کے بعد اپنایا ہے۔

وَقَالَ الرَّسُوْلُ يٰرَبِّ اِنَّ قَوْمِی اتَّخَذُوْا هٰذَا الْقُرْاٰنَ مَهْجُوْرًا Oوَكَذٰلِكَ جَعَلْنَا لِكُلِّ نَبِیٍّ عَدُوًّا مِّنَ الْمُجْرِمِيْنَ وَكَفٰى بِرَبِّكَ هَادِيًا وَّنَصِيْرًاO(25/30-31)

''اللہ نے جواب میں فرمایا کہ اے محمدؐ ہم نے تو تیری قوم ہی کی طرح مجرموں کو ہر نبیؑ کا دشمن بنائے رکھا ہے۔اور تمہاری قرآنی ہدایت کاری کے لئے اور قریش کے نظام تغیر وتبدل کے مقابلہ میں تمہاری مدد کے لئے تیرا پروردگار بہت کافی ہے۔یعنی قرآن کی صحیح تعلیم دنیا میں پھیل کر رہے گی اور قریشی نظام ناکام ہو جائے گا۔''

یوں قریش کے لئے بھی لَقَدْ اَهْلَكْنَا الْقُرِيش كَمَّا اَهْلَكْنَا الْقُرُوْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ۔فیصلہ ہو گیا کہ ہم نے قریش کو بھی اسی طرح ہلاک کر دیا جس طرح کہ ان سے پہلے زمانہ کی سربرآوردہ اقوام کو ہلاک کیا تھا اس لئے کہ وہ بھی جرائم پیشہ ہو گئے تھے كَذٰلِكَ نَجْزِی الْقَوْمَ الْمُجْرِمِيْنَO (10/13)

بہرحال حضرت علی علیہ السلام یہ چاہتے رہے کہ قریش نہ دنیا میں تباہ وبرباد ہوں نہ ان کی عاقبت خراب ہو۔مگر قریش کو آلِ ابراہیم علیہم السلام کا حسد لے ڈوبا (نساء 4/54)۔

Presented by Ziaraat.Com

مفتی جعفر حسین: خطبہ نمبر:121

علی نقی طہرانی : خطبہ نمبر: 123

خُطبہ ﴿85﴾

1۔معرکہ جنگ میں شوروغوغا ناپسندیدہ عمل ہے۔

2۔اپنا حق لے کر چھوڑنے کا تقاضا کیا گیا ہے۔

3۔توہین برداشت کرنا غلط ہے۔

4۔جنگ میں کودنا نجات کا اور جنگ سے ہچکچانا ہلاکت کا باعث ہوگا۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

وَكَانِّىۡ اَنۡظُرُ اِلَيۡكُمۡ تَكِشُّوۡنَ كَشِيۡشَ الضِّبَابِ ؛	1	میں تمہیں جنگ کی سختی کی حالت میں اس طرح دیکھ رہا ہوں گویا تم ایسی آوازیں نکال رہے ہو جیسے گوہوں کی بھیڑ کے وقت ان کی آپس میں رگڑ کھانے سے پیدا ہوا کرتی ہے
لَاتَأۡخُذُوۡنَ حَقًّا وَلَا تَمۡنَعُوۡنَ ضَيۡمًا ؛	2	نہ تم اپنا حق چھینتے ہو اور نہ توہین انگیز زیادتیوں کی روک تھام کرتے ہو۔
قَدۡخُلِّيۡتُمۡ وَالطَّرِيۡقَ ؛	3	یقیناً تمہارا حال یہ ہے کہ گویا تمہیں راستہ پر آزاد و خود مختار چھوڑ دیا گیا ہو۔
فَالنَّجَاةُ لِلۡمُقۡتَحِمِ ؛	4	نجات جنگ میں کود پڑنے والوں کے لئے مقرر ہے۔
وَالۡهَلَكَةُ لِلۡمُتَلَوِّمِ ؛	5	اور ہچکچاتے رہ جانے والوں کے لئے تباہی ہے۔

تشریحات:

جنگ اور متعلقات جنگ پر عبور اور گہری نظر و تنقیدی پہلو

قارئین نے بار بار نوٹ کیا ہے کہ حضرت علی علیہ السلام فنِ جنگ اور ضروریاتِ جہاد کے ہر پہلو پر گہری نظر رکھتے ہیں اور اپنے ساتھیوں اور فوجیوں میں معمولی سے معمولی خامی بھی برداشت نہیں فرماتے ہیں۔ یہاں یہ بتایا ہے کہ دورانِ جنگ اور میدانِ جنگ میں بات کرنا یا شوروغوغا مچانا مفید نہیں ہے۔اس سے نہ صرف لوگوں کی توجہ پر بُرا اثر پڑے گا بلکہ احکامات صادر کرنے والے سرداروں کو بھی دِقّت پیش آئے گی۔آپؑ نے اپنے دوسرے خطبات میں نہ صرف خاموشی کا تقاضا فرمایا ہے بلکہ دانت بھینچ کر رکھنے کی بھی تاکید کی ہے اور بتایا ہے کہ اگر سختی سے دانت بھینچے ہوئے ہوں تو دشمن کی سر پر ماری ہوئی تلوار سر سے اچٹ جائے گی۔آپؑ نے بتایا ہے کہ نظریں قد کی اونچائی کے برابر بلند رکھی جائیں۔سامنے والے دشمنوں پر ہی نہیں بلکہ دہنے بائیں والوں پر بھی نگاہ رکھنا چاہئے۔

Presented by Ziaraat.Com

2۔ بدلہ لینا ضروری ہے ورنہ ظالموں کی ہمت بڑھ جائے گی۔

اگر ظلم کرنے والوں کو یہ یقین ہو کہ اُن سے اُن کے ظلم وستم اور زیادتیوں کا بدلہ ضرور لیا جائے گا تو وہ ظلم وستم وزیادتی سے باز رہیں گے ورنہ ان کے مظالم روزانہ بڑھتے جائیں گے۔اور کمزوروں کے لئے یہ دنیا مصیبت بن کر رہ جائے گی۔اور اگر دشمن کو یہ بھی یقین ہو کہ ہم پر ہمارے مظالم اور زیادتیوں سے کہیں بڑھ کر ظلم وزیادتی بھی کی جاسکتی ہے تو وہ بہت محتاط رہے گا اور خوف اس پر غالب رہے گا۔حضوؐر نے بدلہ لینے کے اس جذبے کو ابھارنے کے لئے فرمایا تھا کہ:

فَمَا يُدْرَكُ بِكُمْ ثَارٌ ،وَلاَ يُبْلَغُ بِكُمْ مَرَامٌ ۔(خطبہ 81، جملے 11-12)

''چنانچہ تمہارے ذریعہ سے نہ تو کسی کے قتل کا بدلہ (انتقام) لیا جاسکتا ہے اور نہ ہی کسی منصوبے میں کامیابی تک پہنچا جاسکتا ہے۔''

اوراسی جذبے کو پیدا کرنے کے لئے اللہ نے قرآن میں فرمایا ہے کہ۔

3۔ بدلہ وانتقام لینے کے لئے قرآن میں اللہ کے کئی طریقے اور احکام۔

پہلا طریقہ:

وَالَّذِيْنَ اِذَآ اَصَابَهُمُ الْبَغْىُ هُمْ يَنْتَصِرُوْنَ Oوَجَزٰٓؤُا سَيِّئَةٍ سَيِّئَةٌ مِّثْلُهَا فَمَنْ عَفَا وَاَصْلَحَ فَاَجْرُهٗ عَلَى اللّٰهِ اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الظّٰلِمِيْنَ O(شوریٰ 40-42/39)

''ایک وہ لوگ ہیں جن کے ساتھ جب بھی باغیانہ ظلم وزیادتی کی جاتی ہے تو اس ظلم وزیادتی اور بغاوت کا بدلہ لیتے ہیں اور یہ بات بالکل صحیح ہے کہ بُرے کام کی جزا اور بدلہ بھی یہی ہے کہ بُرا سلوک کرنے والوں کے ساتھ اُسی قسم کا اور اتنا ہی بُرا سلوک کیا جائے۔اور اصلاح حال کے لئے اگر کوئی معاف کردے تو اس کا بدلہ اللہ کے ذمہ ہے اور یقیناً اللہ ظالموں کو پسند نہیں کرتا۔''

دوسرا طریقہ:

فَمَنِ اعْتَدٰى عَلَيْكُمْ فَاعْتَدُوْا عَلَيْهِ بِمِثْلِ مَا اعْتَدٰى عَلَيْكُمْ وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ مَعَ الْمُتَّقِيْنَ O(2/194)

''جو اپنی ظلم وزیادتی میں تم پر حد سے بڑھ جائے تم بھی اس کے جواب میں اُسی قدر اور اتنا ہی حد سے بڑھ جایا کرو اور اللہ کا تقویٰ جاری رکھو اور یہ جان لو کہ اللہ متقی لوگوں کے ساتھ ہے۔''(2/194)

بدلہ لینے کا کمرتوڑ طریقہ:

یہ دونوں طریقے یہ بتاتے ہیں کہ مسلمانوں کو اسلام دشمن لوگوں کے لئے نرم چارہ نہ بن جانا چاہئے۔ بلکہ دشمن کو یہ محسوس کرانا اور یقین دلانا چاہئے کہ مسلمانوں کی طرف سے نرمی اللہ کو خوش کرنے کے لئے کی جاتی ہے کسی کمزوری کی وجہ سے وہ ہرگز نرم نہیں ہوتے۔وہ قوت وغلبہ رکھتے ہوئے معافی اوررحم کا سلوک کرتے ہیں تاکہ اللہ کی عطا کردہ قوت کا شکرادا کریں اور اپنے ذمہ ذرہ برابر زیادتی کرنے کا الزام عائد نہ ہونے دیں مگران کو یہ بتادیا گیا ہے کہ: وَقٰتِلُوْهُمْ حَتّٰى لَا تَكُوْنَ فِتْنَةٌ وَّيَكُوْنَ الدِّيْنُ لِلّٰهِ فَاِنِ انْتَهَوْا فَلَا عُدْوَانَ اِلَّا عَلَى الظّٰلِمِيْنَ O(2/193)

''اور تم اُن سے برابر لڑتے رہو یہاں تک کہ فتنہ وفساد مٹ جائے اور دین صرف اللہ کے لئے ہوجائے چنانچہ اگر وہ باز آجائیں تو تم بھی جنگ روک دو۔اس لئے کہ ہر قسم کی زیادتی اور دست درازی تو صرف ظالموں کے لئے جائز ہے۔''

Presented by Ziaraat.Com

یہاں سوچنے کی بات یہ ہے کہ قریش کے تمام لیڈر اپنے اپنے اَدوار میں اس دُنیا کے تمام ظالموں، درندوں، سنگ دلوں، کمینہ خصلت بے دینوں سے کئی گنا بڑھے ہوئے تھے۔ مگر حضرت علی علیہ السلام نے ان تینوں طریقوں کی موجودگی میں بھی اُن خبیثوں سے رحم وکرم ہی کا سلوک کیا اوراس رحم وکرم کے سلوک ہی نے انہیں ہر ظلم وزیادتی کی ہمت دلائی۔ یہ حضرت علی علیہ السلام کے حقیقی صحابہ کا کام تھا کہ وہ قرآن کے احکامات کو استعمال کر کے معاویہ وغیرہ دشمنانِ خدا ورسوؐل سے ایسا انتقام لیتے کہ اُن کی کمر ٹوٹ جاتی۔ حضرت علی علیہ السلام خود کو اِن قرآنی اختیارات کو استعمال کرنے سے بلندتر رکھنا چاہتے تھے۔ مگر صحابہ تو ہماری طرح خاطی تھے انہیں تو خود کسی معصوؑم معیار پر قائم رہنے کی شرط نہ تھی۔ وہ تو ایک ہاتھ کے بدلے میں دو چار ہاتھ توڑ سکتے تھے۔ ایک آدمی کے بدلے میں چار قریشی لیڈروں کو قتل کرنے میں مختار تھے (2/193)

4۔ مظلوم کو بلند آواز سے ظالم کو گالیاں دینے اور اُس پر الزامات لگانے اور مذمت کرنے کا اختیار ہے۔

اللہ نے فرمایا ہے کہ:

لَا یُحِبُّ اللّٰہُ الْجَھْرَ بِالسُّوْٓءِ مِنَ الْقَوْلِ اِلَّا مَنْ ظُلِمَ ..(نساء 4/148)

''جس شخص پر ظلم کیا گیا ہو اس کے علاوہ اور کسی کا بلند آواز سے مذمت کرنا اور بُرا کہنا اللہ کو پسند نہیں ہے۔ اور اللہ تو سننے والا علیم ہے۔''

بڑے ہی مردود وملعون تھے وہ قریشی صحابہ جو حضرت علی علیہ السلام کو ناحق خون کا بدلہ لینے میں بھی مددگار نہ تھے (خطبہ 81، جملے 11۔12)

Presented by Ziaraat.Com

مفتی جعفر حسین: خطبہ نمبر:129

علی نقی طہرانی : خطبہ نمبر: 131

خُطبه «86»

1۔پراگندہ دل و دماغ رکھنے والے مومنین سے تعلق رکھنا۔2۔سامنے موجود مگر عقلیں مراقبہ میں گم ۔3۔نرمی اور شفقت اگر وحشت پیدا کردے تو چہ باید کرد؟4۔عدل کو بڑی کوششوں سے چھپایا گیا اور حق کو بڑی محنت سے ٹیڑھا کیا گیا تھا۔ 5۔جنگ،اقتدار و مال و دولت کے لئے نہیں،قیام حق اور دین کے نفوذ اور امن وامان کی بحالی کے لئے جائز ہے۔6۔احکام دین کو معطل و بے کار نہیں رکھا جاسکتا۔انسانوں کو ظلم وستم سے محفوظ کرنا لازم ہے۔7 ۔مسلمانوں کا سربراہ بخیل،جاہل،بداخلاق اور طبقہ واریت کا پسند کرنے والا نہ ہونا چاہیئے۔

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡم

اَيَّتُهَا النُّفُوۡسُ الۡمُخۡتَلِفَةُ ؛	1	اے بنیادی حقائق سے اختلاف رکھنے والے لوگو۔
وَالۡقُلُوۡبُ الۡمُتَشَتِّتَةُ ؛	2	اور اے وہ مومنین جن کے دل پراگندہ اور منتشر رہتے ہیں۔
الشَّاهِدَةُ اَبۡدَانُهُمۡ ؛	3	اے وہ لوگو جن کے بدن تو موجود ہوتے ہیں۔
وَالۡغَائِبَةُ عَنۡهُمۡ عُقُوۡلُهُمۡ ؛	4	اور جن کی عقلیں ان سے غائب رہتی ہیں۔
اَظْأَرُكُمۡ عَلَى الۡحَقِّ وَاَنۡتُمۡ تَنۡفِرُوۡنَ عَنۡهُ نُفُوۡرَ الۡمِعۡزٰى مِنۡ وَّعۡوَعَةِ الۡاَسَدِ ؛	5	میں تمہیں حق کے قریب لاتا ہوں اور تم حق سے اس طرح بدکتے اور بھاگتے ہو جیسے بکریاں شیر کے دھاڑنے سے بھاگتی اور بدکتی ہیں۔
هَيۡهَاتَ اَنۡ اَطۡلِعَ بِكُمۡ سَرَارَ الۡعَدۡلِ ؛	6	افسوس میں تمہارے ذریعہ سے کیسے چھپائے ہوئے اور بدلے ہوئے حق کو منظر عام پر لاؤں؟
اَوۡ اُقِيۡمَ اعۡوِجَاجَ الۡحَقِّ؛	7	یا حق میں داخل کی ہوئی کجیوں کو الگ اور سیدھا کروں۔
اَللّٰهُمَّ اِنَّكَ تَعۡلَمُ اَنَّهُ لَمۡ يَكُنِ الَّذِىۡ كَانَ مِنَّا مُنَافَسَةً فِىۡ سُلۡطَانٍ وَلَا الۡتِمَاسَ شَىۡءٍ مِّنۡ فُضُوۡلِ الۡحُطَامِ ؛	8	اے اللہ یقیناً تجھے علم ہے کہ ہم نے جو کچھ کیا اس میں نہ اقتدار اور سلطانی میں مقابلہ منظور تھا اور نہ مال و دولت کا حصول مدنظر تھا۔یعنی کوئی دنیاوی غرض اور لالچ ہمارے اندر نہ تھی۔
وَلٰكِنۡ لِّنَرُدَّ الۡمَعَالِمَ مِنۡ دِيۡنِكَ ؛	9	سوائے اس کے کہ ہم تیرے دین کی مٹائی ہوئی تعلیمات اور نشانیاں واپس لاکر قائم کرنا چاہتے تھے اور ان کے مٹانے والوں پر مواخذہ چاہتے تھے۔

Presented by Ziaraat.Com

وَنُظْهِرَ الْاِصْلَاحَ فِیْ بِلَادِکَ ؛	10	اور یہ کہ تیری مملکت اور آبادیوں میں لوگوں کی اصلاح حال کرنا مطلوب و مقصود تھا۔
فَیَأْمَنَ الْمَظْلُوْمُوْنَ مِنْ عِبَادِکَ ؛	11	تاکہ تیرے ظلم رسیدہ بندوں کو امن وچین نصیب ہوجائے۔
وَتُقَامَ الْمُعَطَّلَةُ مِنْ حُدُوْدِکَ ؛	12	اور تیری معطل اور بے کار کی ہوئی قانونی حدود کو از سرنو قائم کر دیا جائے۔
اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَوَّلُ مَنْ اَنَابَ وَسَمِعَ وَاَجَابَ ؛	13	اے اللہ تجھے یہ بھی علم ہے کہ میں ہی وہ پہلا شخص ہوں جس نے نیابت اختیار کی اور جس نے احکام سنے جواب دیا اور تعمیل کی۔
لَمْ یَسْبِقْنِیْ اِلَّا رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی الله علیه و آلهٖ بِالصَّلَاةِ ؛	14	نماز میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ کے علاوہ مجھ پر کوئی سبقت نہ لے جاسکا۔
وَقَدْ عَلِمْتُمْ اَنَّهٗ لَایَنْبَغِیْ اَنْ یَّکُوْنَ الْوَالِیَ عَلَی الْفُرُوْجِ وَالدِّمَآءِ وَالْمَغَانِمِ وَالْاَحْکَامِ وَاِمَامَةِ الْمُسْلِمِیْنَ ؛	15	اور تمہیں یہ اچھی طرح معلوم ہے کہ لاقانونیت کو روکنے اور جان و مال کی حفاظت کرنے اور جنگوں اور مال غنیمت کا بندوبست کرنے اور اللہ کے احکام نافذ کرنے اور مسلمانوں کی ہمہ قسمی راہنمائی کرنے والا حاکم نہ تو بخیل
اَلْبَخِیْلُ فَتَکُوْنَ فِیْ اَمْوَالِهِمْ نَهْمَتُهٗ ؛	16	ہونا چاہیئے اس لئے کہ ایک بخیل حاکم ہر وقت لوگوں کے اموال کی تاک میں لگا رہے گا۔
وَلَاالْجَاهِلُ فَیُضِلَّهُمْ بِجَهْلِهٖ ؛	17	اور نہ جاہل ہونا چاہیئے ورنہ وہ جہالت کی بنا پر لوگوں کو گمراہ کر دے گا۔
وَلَا الْجَافِیْ فَیَقْطَعَهُمْ بِجَفَائِهٖ ؛	18	نہ اسے جفا کار ہونا چاہیئے ورنہ وہ لوگوں پر جفائیں کرتا رہے گا۔
وَلَاالْخَائِفُ لِلدُّوَلِ فَیَتَّخِذَ قَوْمًا دُوْنَ قَوْمٍ ؛	19	اور نہ دولت مندوں اور سرمایہ داروں سے ڈرنے والا ہو ورنہ طبقہ واریت پھیلا دے گا۔
وَلَا الْمُرْتَشِیْ فِی الْحُکْمِ فَیَذْهَبَ بِالْحُقُوْقِ ؛	20	نہ رشوت خور ہونا چاہیئے ورنہ لوگوں کی حق تلفیاں اور فیصلوں میں بے انصافیاں کرے گا،
وَیَقِفَ بِهَادُوْنَ الْمَقَاطِعِ ؛	21	اور حدود الٰہی دوٹوک نافذ نہ ہوں گی۔
وَلَا الْمُعَطِّلِ لِلسُّنَّةِ فَیُهْلِکَ الْاُمَّةَ ؛	22	اور نہ حاکم ایسا ہو جو سنت رسولؐ کو ملتوی اور معطل کر دے ورنہ امت تباہ ہو جائے گی۔

Presented by Ziaraat.Com

تشریحات:

حضرت علیؑ کے صحابہ میں ذہنی طور پر دیوالیہ یا بے پرواہ لوگ بھی تھے۔

حضور علیہ السلام نے بار بار اپنے صحابہ میں ایسے لوگوں کا وجود بتایا ہے جو قلبی اور ذہنی طور پر دیوالیہ تھے۔ یا جنہیں نہ دین کی پرواہ تھی نہ نوعِ انسان کے مفاد پر نظر تھی اور نہ خود اپنی اور اپنے اہل وعیال کی فکر تھی۔ اور یہ حال صرف ان لوگوں کا تھا جن کی ہر ذمہ داری قریشی مرکز نے لے رکھی تھی نہ کھانے اور کپڑے کی ان کو فکر تھی نہ روپے پیسے کی پرواہ تھی ہر سہولت وآسودگی قریشی مرکز فراہم کرتا تھا کہ یہ لوگ بڑے اطمینان سے حضرت علی علیہ السلام کی روزانہ کی تمام (day to day) پالیسیاں اور اقدامات مخالف مرکز کو پہنچاتے رہیں اور جہاں جہاں خود خرابی پیدا کرسکیں کرتے رہیں۔ لہٰذا یہ لوگ بظاہر اس طرح بیٹھتے تھے کہ گویا وہ قطعی طور پر غافل لوگ ہیں۔ لیکن وہ ماحول کی ہر چیز پر گہری نظر رکھتے تھے۔ سرسری طور پر دیکھنے والوں کو ایسا محسوس ہوتا تھا کہ وہ کچھ سن نہیں رہے ہیں۔ مگر ان کے کان گردوپیش کی اور نزدیک ودُور کی ہر چیز پر لگے رہتے تھے۔ وہ گوشۂ چشم اور دُزدیدہ نگاہوں سے اس طرح دیکھتے تھے کہ کسی کو پتہ نہ چلتا تھا کہ کب دیکھ لیا اور کیا دیکھ لیا؟ دیکھنے میں بھولے بھالے اور سیدھے سادے نظر آتے تھے لیکن وہ کوّے سے زیادہ چوکنا اور لومڑی سے بڑھ کر چالاک اور سانپ سے زیادہ نرم چکنے اور زہریلے تھے۔ ان لوگوں کو قریشی حکومتوں اور قریشی علمانے ہمیشہ چھپانے کی یا کسی بدلی ہوئی صورت میں پیش کرنے کی دن رات کوششیں کی ہیں۔

2۔ خطبہ 86 میں مذکور لوگوں کو قرآن سے سمجھنے کی ضرورت ہماری سامنے ہے۔

اور اس لئے کہ وہ لوگ خود قریش تھے قریش کے اولین لیڈر، سرپرست اور ماہر لوگ تھے۔ انہوں نے اپنے اُن بزرگوں پر نفاق کی چادر ڈال کر چھپا دیا۔ منافق کہہ کر یا دو چار مذمت کے جملے لکھ کر حقیقی صورتِ حال کو چھپا دیا۔ عہدِ رسوؐل میں منافقوں کا خوب چرچا کیا لیکن بعدِ وفاتِ رسوؐل تمام منافقوں کو غائب کر دیا۔ تاکہ یہ پتہ نہ چلے کہ ان ہی منافقوں نے مل کر قریشی حکومت وخلافت قائم کی تھی۔ اُس قریشی خلافت کا ہر عہدیدار ہر سردار، ہر سپہ سالا اور ہر قاضی ومفتی اور گورنر کوئی نہ کوئی منافق تھا۔ خلیفہ دوم کا قول مشہور ہے انہوں نے بار بار ابو حذیفہ سے معلوم کیا کہ آیا ان کا نام رسوؐل اللہ نے منافقوں کی فہرست میں ابو حذیفہ کو بتایا تھا یا نہیں؟ اور جب ابو حذیفہ برابر بتانے سے انکار کرتے رہے تو عمر نے خود ہی اعلان کر دیا کہ: ''یَاحُذَیْفَۃُ بِاللّٰہِ اَنَا مِنَ الْمُنَافِقِیْنَ''

''اے حذیفہ بخدا میں منافقین میں سے ایک ہوں'' (میزان الاعتدال، علامہ ذھبی، جلد اول صفحہ 326)

یہاں یہ بھی نوٹ کر لیں کہ قریش کا ہر دانشور شخص منافق تھا اور اسی گروہ سے تعلق رکھتا تھا جس کا تذکرہ خطبہ نمبر 86، جملے 1 تا 4 میں کیا گیا ہے۔

اول۔ وہ لوگ بڑے حَسین، دلوں میں اُتر جانے والے، دیدہ زیب تھے، باتیں اثر انگیز، بَن ٹھن کر سنجیدہ رہنے والے، خاموش، بلند آوازی ناپسند کرنے والے۔

اب ہم اُس گروہ کے لئے چند آیات پیش کرتے ہیں اور پہلے مودودی کا ترجمہ لکھیں گے اور پھر ان کے ترجمہ کو قریشی مذمت اور تصور سے پاک کر کے قرآن اور فطرت کے مطابق ترجمہ لکھیں گے۔ تاکہ وہ فریب دُور ہو جائے جو قریشی علما دیتے چلے آئے ہیں اور وہ صورتِ حال نکھر کر سامنے آجائے جو قرآن کے الفاظ کا تقاضا ہے سنئے:۔

Presented by Ziaraat.Com

وَاِذَارَاَیۡتَھُمۡ تُعۡجِبُکَ اَجۡسَامُھُمۡ وَاِنۡ یَّقُوۡلُوۡا تَسۡمَعۡ لِقَوۡلِھِمۡ کَاَنَّھُمۡ خُشُبٌ مُّسَنَّدَۃٌ یَحۡسَبُوۡنَ کُلَّ صَیۡحَۃٍ عَلَیۡھِمۡ ھُمُ الۡعَدُوُّ فَاحۡذَرۡھُمۡ قٰتَلَھُمُ اللّٰہُ اَنّٰی یُؤۡفَکُوۡنَO(سورہ منافقون 63/4)

مودودی ترجمہ: ''انہیں دیکھو تو ان کے جُثے تمہیں بڑے شاندار نظر آئیں۔ بولیں تو تم ان کی باتیں سنتے رہ جاؤ، مگر اصل میں یہ گویا لکڑی کے کُندے ہیں جو دیوار کے ساتھ چُن کر رکھ دیئے گئے ہوں۔ ہر زور کی آواز کو یہ اپنے خلاف سمجھتے ہیں۔ یہ پکے دشمن ہیں۔ ان سے بچ کر رہو، اللہ کی مار اُن پر، یہ کدھر الٹے پھرائے جا رہے ہیں۔'' (تفہیم القرآن جلد 5 صفحہ 517 تا 519)

قارئین پر اُس ترجمہ کا بے تکا اور الفاظ و ماحول کے خلاف ہونا چھپا نہیں رہ سکتا۔ اور علامہ کی یہ کوشش تو اُن کے ہر لفظ سے ٹپکی پڑتی ہے کہ وہ قارئین کو مذکورہ لوگوں سے متنفر کرنا چاہتے ہیں۔

ہمارا ترجمہ قرآن کے الفاظ اور انسانی فطرت کی رعایت و گنجائش کے ساتھ۔

''اے رسولؐ اگر تم انہیں ذرا آنکھ بھر کر دیکھو تو تمہیں اُن کے اعضاء و جوارح اور خدو خال و حرکات و سکنات اور جسمانی موزونیت تعجب کی حد تک پسند آئے گی۔ اور جب وہ کسی موضوع پر بات کریں تو باتوں کی شیرینی، اثر انگیزی اور دلفریبی تمہیں یکسر محو کر لے گی۔ اور اگر تم انہیں اُن کی محفلوں میں مسندوں پر تکیہ لگائے ہوئے بیٹھا دیکھو تو اُن کی سنجیدگی اور بے حس و حرکت با وقار نشست سے ایسا معلوم ہونے لگے گا کہ گویا وہ لکڑی کے تراشے ہوئے مجسمے (STATUE) ہوں جو پوشاک پہنا کر مسندوں پر آراستہ کر دئے گئے ہوں۔ انہیں ہر بلند آواز ناگوار گزرتی ہے (اُن کی گفتگو میں شور و غوغا بدتمیزی شمار ہوتا ہے) اے رسولؐ یہ سمجھ لو کہ تمہارے حقیقی دشمن یہی لوگ ہیں تم اُن سے بچ کر رہا کرو۔ اللہ انہیں قتل کرے گا یہ قریشی مرکز کی طرف سے تمہارے مشن کی مخالفت میں اسلام کو الٹ کر پیش کرنے پر تعینات ہیں۔''

دوم۔ زیرِ نظر گروہ کا عقیدہ خالص توحید پرستانہ ہے۔ وہ رسولؐ کو یہ حق نہیں دیتے کہ رسولؐ کسی کی مغفرت کرا سکتا ہے۔

اگلی آیت میں فرمایا ہے کہ:۔

وَاِذَا قِیۡلَ لَھُمۡ تَعَالَوۡا یَسۡتَغۡفِرۡ لَکُمۡ رَسُوۡلُ اللّٰہِ لَوَّوۡا رُءُوۡسَھُمۡ وَرَاَیۡتَھُمۡ یَصُدُّوۡنَ وَھُمۡ مُّسۡتَکۡبِرُوۡنَO(63/5)۔

مودودی ترجمہ: اور جب اُن سے کہا جاتا ہے کہ آؤ تا کہ اللہ کا رسولؐ تمہارے لئے مغفرت کی دعا کرے، تو سر جھٹکتے ہیں اور تم دیکھتے ہو کہ وہ بڑے گھمنڈ کے ساتھ آنے سے رُکتے ہیں۔'' (تفہیم القرآن جلد 5 صفحہ 519)

قارئین نوٹ کریں کہ مودودی کا بھی وہی عقیدہ ہے جو زیرِ بحث لوگوں کا یا قریش کا تھا۔ اس لئے مودودی نے (مغفرت کی دعا) کا جملہ اپنی جیب خاص سے بڑھا کر یہ دکھایا ہے کہ رسولؐ اللہ خود مغفرت نہیں کر سکتے تھے۔ ایک جاہل شخص بھی یہ سمجھ سکتا ہے کہ اُن لوگوں کو رسولؐ کے پاس بلانے کی ضرورت ہی نہیں تھی اگر صرف اللہ سے دعا کرنا مقصود ہوتا۔ وہ کہیں بھی ہوتے مغفرت کی دعا کی جا سکتی تھی۔ اور لفظ ''دُعا'' تو خود عربی زبان کا لفظ ہے جو اس آیت (63/5) میں نہیں ہے۔ مودودی کو ٹھیک سے سمجھنے کے لئے علامہ اشرف علی کا ترجمہ پڑھیں:

''اور جب اُن سے کہا جاتا ہے کہ (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس) آؤ تمہارے لئے رسولؐ اللہ استغفار کر دیں۔۔۔'' (صفحہ 503)

اور مودودی نے رسولؐ پر درود و سلام بھی نہیں لکھا ہے۔ ہم نے (ؐ) بنایا ہے۔

Presented by Ziaraat.Com

سوم۔ زیر بحث لوگ رسولؐ کے بے سہارا حقیقی مومنین کے تمام اخراجات برداشت کرتے اوراُن کی عزت ووقار بڑھاتے تھے، یعنی صاحبان مال وعزت لوگ تھے۔

جو آیات اب آرہی ہیں اُن سے معلوم ہوگا کہ زیر بحث لوگ صاحبان مال و دولت وعزت وحشمت لوگ تھے۔اور یہ بات سابقہ آیات (63/4)میں مذکوراُن کے لباس اورمسند نشینی اورشان وشوکت سے ثابت ہوچکی ہے۔آیات پڑھیئے:

هُمُ الَّذِيْنَ يَقُوْلُوْنَ لَا تُنْفِقُوْا عَلٰى مَنْ عِندَ رَسُوْلِ اللّٰهِ حَتّٰى يَنْفَضُّوْا وَلِلّٰهِ خَزَآئِنُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَلٰكِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ لَا يَفْقَهُوْنَ O يَقُوْلُوْنَ لَئِنْ رَّجَعْنَآ اِلَى الْمَدِيْنَةِ لَيُخْرِجَنَّ الْاَعَزُّ مِنْهَا الْاَذَلَّ وَلِلّٰهِ الْعِزَّةُ وَلِرَسُوْلِهٖ وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ وَلٰكِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ O(سورہ منافقون 63/7-8)

''وہی لوگ یہ بھی کہتے ہیں کہ رسولؐ کے بے سہارا مومن ساتھیوں کا خرچہ اُس وقت تک بند کردو جب تک وہ رسولؐ کو چھوڑ کر چل نہ دیں۔ اور حقیقی صورت حال یہ ہے۔کہ آسمانوں اورزمینوں کے تمام خزانوں کا مختار و مالک اللہ ہے۔خرچہ بند کرلینے کی صورت میں بھی رسولؐ اللہ کے حقیقی مومن بے سہارا ساتھیوں کو تنگ نہ رہنے دے گا لیکن یہ منافق گروہ اُن خزانوں سے دیا جانا سمجھتا نہیں ہے۔وہ یہ بھی کہتے ہیں کہ اگر ہم لوگ مدینہ پہنچے تو ہمارا صاحب عزت وغلبہ گروہ اُن حقیر وذلیل مومنین کو مدینہ سے خود ہی نکال باہر کرے گا۔ولیکن صورت حال یہ ہے کہ عزت تو ہے اللہ کی اوراُس کے رسولؐ کی اوراُن دونوں پرایمان لانے والوں کی ولیکن منافق اس حقیقت سے بھی لاعلم ہیں کہ اللہ اُن کو دولت کے ساتھ ساتھ عزت ووقار وغلبہ بھی عطا کردے گا۔''

چہارم۔ زیر بحث گروہ کے لئے الفاظ ''لَا يَفْقَهُوْنَ''اور'' لَا يَعْلَمُوْنَ'' ناسمجھی اورلاعلمی کے لئے استعمال نہیں ہوئے ہیں۔

ان دونوں آیات میں اوراس سے پہلے کی دونوں آیات (63/4-5) سے یہ ثابت ہوگیا کہ زیر بحث لوگوں کو جاہل وبے وقوف وناسمجھ کہنا یا سمجھنا جہالت وبے وقوفی وناسمجھی ہے۔وہ اعلیٰ درجہ کی عقل وفہم وفراست کے مالک لوگ تھے۔جو لاکھوں آدمیوں کو بے وقوف بنانے کا مشن چلاتے رہے۔اورانہوں نے عقل وفہم وفراست رکھنے والے کروڑوں انسانوں کو گمراہ کرکے چھوڑا ہے۔لہٰذا جہاں جہاں اللہ یا رسولؐ یا علی علیہم السلام اُن کے لئے الفاظ '' لَا يَفْقَهُوْنَ '' یا '' لَا يَعْلَمُوْنَ '' فرمائیں وہاں بلاکسی توضیحی لفظ کے صرف ''وہ نہیں سمجھتے'' یا ''وہ نہیں جانتے'' یا ''وہ عقل سے کام نہیں لیتے (لَا يَعْقِلُوْن) ترجمہ کرنے کے بعد خاموشی سے گزرجانا صرف قریش ہی کا کام ہے۔ذرا سوچئے کہ جو شخص ''نہ جانتا ہے نہ سمجھتا ہے نہ عقل رکھتا ہے'' اُس پرکوئی عقل کوئی قانون اورکوئی شریعت کوئی جرم عائد نہیں کرسکتی ہے۔حالانکہ اللہ نے جن لوگوں کے لئے یہ تینوں الفاظ استعمال کئے ہیں۔اُن کو مجرم قرار دیا ہے۔جہنمی فرمایا ہے۔مگر قریش ہی ایک طبقہ گزرا ہے جو ہرمجرم کو بری الذمہ قرار دیتا ہے۔اورلوگوں کو دین کے خلاف جرأت دلاکر دین کی مخالفت کراتا اورمخالفان دین کو رضی اللہ عنھم قرار دیتا رہا ہے۔

پنجم۔ قرآن کریم میں اورخطبہ 86 میں مذکورلوگ اعلیٰ درجہ کے مجرم اورجہنمی تھے۔انہوں نے عقل وفہم وادراک کے وسائل کو بدل دیا تھا۔

جن لوگوں کا تذکرہ حضرت علی علیہ السلام نے اس خطبہ 86 کے اولین چار جملوں (1 تا 4) میں فرمایا ہے،اُن کی حالت پرمزید روشنی ڈالنے والی آیت ملاحظہ فرمائیں۔ارشاد ہوا تھا۔

وَلَقَدْ ذَرَاْنَا لِجَهَنَّمَ كَثِيْرًا مِّنَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ لَهُمْ قُلُوْبٌ لَّا يَفْقَهُوْنَ بِهَا وَلَهُمْ اَعْيُنٌ لَّا يُبْصِرُوْنَ بِهَا وَلَهُمْ اٰذَانٌ لَّا

Presented by Ziaraat.Com

يَسۡمَعُوۡنَ بِهَا اُولٰٓـئِكَ كَالۡاَنۡعَامِ بَلۡ هُمۡ اَضَلُّ اُولٰٓـئِكَ هُمُ الۡغٰفِلُوۡنَ O(سورہ اعراف 7/179)

مودودی ترجمہ ''اور یہ حقیقت ہے کہ بہت سے جن اور انسان ایسے ہیں جن کو ہم نے جہنم ہی کے لئے پیدا کیا ہے۔ اُن کے پاس دل ہیں مگر وہ اُن سے سوچتے نہیں اُن کے پاس آنکھیں ہیں مگر وہ اُن سے دیکھتے نہیں۔ اُن کے پاس کان ہیں مگر وہ اُن سے سنتے نہیں۔ وہ جانوروں کی طرح ہیں بلکہ اُن سے بھی زیادہ گئے گزرے، یہ وہ لوگ ہیں جو غفلت میں کھوئے گئے ہیں'' (تفہیم القرآن جلد 2 صفحہ 102)

ششم۔ مودودی نے چونک کر آیت کے الفاظ کے صحیح مطلب کو بیان کرنے کی کوشش کی ہے مگر صرف اُن الفاظ کی جو مودودی کو پسند تھے ورنہ خاموش گزر گئے۔

آپ نے مودودی کا ترجمہ دیکھ لیا اُسے بار بار دیکھیں اور پھر مودودی کی ایک تشریح پڑھیں جس میں مولانا نے آیت کے الفاظ کا ایسا مطلب بیان کیا ہے جس سے اللہ پر قائم ہونے والا اعتراض رفع ہو گیا ہے۔ لیکن ابھی اس آیت میں بہت سے الفاظ اور بیان ہے جن سے اللہ پر زیادہ بڑے اعتراضات قائم ہوتے ہیں جو ہم آپ کو دکھائیں گے۔ مگر مودودی نے آیت کے اُن الفاظ اور بیانات کا صحیح مطلب اس لئے بیان نہیں کیا کہ بیان نہ کرنے سے مودودی کے مذہب کو تقویت اور سہارا ملتا ہے اور ہم یہ سب کچھ واضح کریں گے تاکہ اللہ کے اوپر سے وہ اعتراض ختم ہو جائے جو مودودی کو فائدہ پہنچاتا ہے اور پلٹ کر مودودی کی پول کھل جائے اور اُن کے عقیدہ کو نقصان پہنچے اور صحیح عقیدہ اور اللہ کا مقصد سامنے آجائے۔ تشریح سنئے مودودی لکھتے ہیں کہ:

مودودی کی تشریح: ''140 اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ ہم نے اُن کو پیدا ہی اس غرض کے لئے کیا تھا کہ وہ جہنم میں جائیں اور اُن کو وجود میں لاتے وقت یہ ارادہ کر لیا تھا کہ انہیں دوزخ کا ایندھن بنانا ہے، بلکہ اس کا صحیح مفہوم یہ ہے کہ ہم نے تو اُن کو پیدا کیا تھا دل، دماغ، آنکھیں اور کان دے کر مگر ظالموں نے اُن سے کوئی کام نہ لیا اور اپنی غلط کاریوں کی بدولت آخر کار جہنم کا ایندھن بن کر رہے۔ اس مضمون کو ادا کرنے کے لئے وہ اندازِ بیان اختیار کیا گیا ہے جو انسانی زبان میں انتہائی افسوس اور حسرت کے موقع پر استعمال کیا جاتا ہے۔ مثال کے طور پر اگر کسی ماں کے متعدد جوان جوان بیٹے لڑائی میں جا کر لقمہ اجل ہو گئے ہوں تو وہ لوگوں سے کہتی ہے کہ ''میں نے انہیں اس لئے پال پوس کر بڑا کیا تھا کہ لوہے اور آگ کے کھیل میں ختم ہو جائیں۔'' اس قول سے اُس ماں کا مدعا یہ نہیں ہوتا کہ ''واقعی اس کے پالنے پوسنے غرض یہی تھی۔'' بلکہ اس حسرت بھرے انداز میں دراصل وہ کہنا یہ چاہتی ہے کہ ''میں نے تو اتنی محنتوں سے اپنا خون جگر پلا پلا کر اُن بچوں کو پالا تھا مگر خدا اُن لڑنے والے فسادیوں سے سمجھے کہ میری محنت اور قربانی کے ثمرات یوں خاک میں ملا دیئے۔''

(تفہیم القرآن جلد 2 صفحہ 102-103)

مولانا وہ کام نہ کر سکے جو چاہتے تھے بہر حال غلط مثال دینے کے طریقے سے بھی یہ تو مان لیا کہ اللہ کا صحیح مطلب وہ نہیں ہے جو اُس نے الفاظ میں کہا ہے۔

قارئین مودودی کی ماں والی مثال کو دیکھیں کہ اُس سے ہرگز وہ مطلب برآمد نہیں ہوتا جو مولانا نے اُس کے ساتھ چپکا دیا ہے۔ مودودی کی ماں کا یہ بیان تو ثابت کرے گا کہ: ''یہ عورت حکومت کی انتہائی طرفدار ہے اور اُسے اپنے بیٹے جنگ میں قربان کرنے پر فخر ہے۔''

مولانا کے مسلمات پر تنقید۔

قارئین سوچیں کہ کیا کبھی دنیا میں کوئی ایسا آدمی گزرا ہے؟ یا آج کوئی موجود ہے کہ جسے اللہ نے تندرست آنکھیں دی ہوں اور اُس نے

آنکھیں بند رکھی ہوں اور پوری زندگی اور زندگی کا ہر لمحہ آنکھوں سے دیکھنے کا کام لئے بغیر گزار دیا ہو؟ یا جس نے کبھی کانوں سے سُنا ہی نہ ہو؟ یا جس نے کبھی بھی دل و دماغ سے سوچا اور سمجھا ہی نہ ہو۔ لہٰذا مودودی کا قائم کردہ تصور نہ صرف باطل ہے۔ بلکہ خلاف فطرت، خلاف واقعہ اور مضحکہ خیز بھی ہے۔ اور ظاہر ہے کہ اللہ کا کوئی بیان نہ حقیقت واقعی کے خلاف ہوسکتا ہے نہ فطرت انسانی کا مخالف ہوسکتا ہے اور نہ مضحکہ خیز ہوسکتا ہے لہٰذا آیت میں بیان کردہ الفاظ کو بحال رکھتے ہوئے اللہ کا صحیح مفہوم سمجھنا اور سمجھانا ضروری ہے۔ لہٰذا آیت کے الفاظ پر غور فرمائیں اور ہمارا بیان پڑھتے چلیں:

ہفتم۔ آیت (7/179) پر ایک فطری، واقعاتی اور عملی اور قابل تحقیق نظر ڈال کر مطلب سمجھئے:

اس آیت کا تقاضا ہے کہ آپ دو حقیقتوں کو تسلیم کر کے آگے بڑھیں پہلی حقیقت یہ مانیں کہ جن جہنمی لوگوں کی بات ہو رہی ہے انہوں نے واقعی دل و دماغ و آنکھوں اور کانوں سے کام نہیں لیا۔ اور دوسری حقیقت یہ مانیں کہ ان تینوں چیزوں سے کام نہ لینا ممکن ہی نہیں ہے یعنی کام ضرور لیا گیا ہے۔ تو بات یہ ہوئی کہ جو کام لیا گیا ہے وہ اللہ کے یہاں نفی یعنی کام نہ لینے کے برابر ہے۔ اس لئے کہ نفی کے الفاظ موجود ہیں اُن کا انکار ناممکن ہے پھر اُن لوگوں کو چوپایوں کی مانند فرما کر یہ واضح کر دیا ہے کہ چوپائے بھی دل، آنکھیں اور کان رکھتے ہیں اور اُن سے زندگی بھر کام بھی لیتے ہیں۔ لہٰذا مذکورہ جہنمی لوگوں نے دلوں، آنکھوں اور کانوں سے جو کام لیا ہے وہ جانوروں کی مانند ہے۔ جسے انسانوں کے معیار پر شمار نہیں کیا جاسکتا لہٰذا نفی کی تصدیق ہوجاتی ہے۔ پھر آخر میں یہ اضافہ فرمایا ہے۔ کہ وہ جہنمی لوگ جانوروں سے بھی زیادہ گمراہ ہیں (بَلْ هُمْ اَضَلُّ (7/179)) اور یہ حقیقت روشن ترین حقیقت ہے کہ جانور عقل و اختیار و ارادہ نہ رکھنے کی بنا پر نہ گمراہ کہلا سکتے ہیں اور نہ ہی اُن پر راہ راست پر چلنے کا اطلاق ہوسکتا ہے۔ اس لئے کہ وہ وہی کچھ کرتے اور کر سکتے ہیں جو کچھ اللہ نے اُن کی جبلت میں ودیعت کیا ہے۔ دوسرے الفاظ میں یہ کہئے کہ وہ اپنے دلوں دماغوں اور آنکھوں اور کانوں سے اللہ کے ودیعت کردہ قانون جبلت کی حدود کے اندر اندر رہتے ہوئے کام لیتے ہیں۔ لہٰذا زیر بحث لوگوں کو چوپایوں کی مانند ہونا بتاتا ہے کہ وہ لوگ بھی اپنے دلوں، دماغوں، آنکھوں اور کانوں سے چوپایوں کی طرح کسی خاص قانون کے ماتحت اسی پابندی سے کام لیتے ہیں جس پابندی سے چوپائے کام لیتے ہیں۔ اور یہ حقیقت بھی سب کو معلوم ہے کہ جانوروں کے لئے نہ کوئی ایسا ہادی یا راہنما مقرر ہے جیسا انسانوں کے لئے مقرر ہوتا ہے اور نہ کوئی ضابطہ ہدایت ہے جیسا کہ انسانوں کے لئے کتبہائے خداوندی موجود رہتی چلی آئی ہیں اس صورت حال سے یہ معلوم ہوا کہ زیر بحث لوگ جس قانون کے ماتحت دل و دماغ و آنکھوں اور کانوں سے کام لیتے ہیں وہ قانون نتیجہ میں جانوروں سے زیادہ گمراہ کرنے والا قانون ہے۔ لہٰذا اس بیان سے ثابت ہوا کہ وہ جانوروں والے خداداد قانون جبلت کے ماتحت اپنے دلوں، دماغوں اور آنکھوں و کانوں سے کام نہیں لیتے بلکہ وہ کسی اور قانون کے پابند ہیں جو سراسر گمراہی ہے اور فطرت انسانی کا بھی مخالف ہے اور ضابطۂ ہدایت (قرآن) کا بھی مخالف ہے حتیٰ کہ جانوروں کے قانون جَبلّت کا بھی مخالف ہے۔ اور زیر بحث لوگ اُس قانون کو فطرت و قرآن و جَبلّت پر ترجیح دیتے ہیں اور اُس نہ معلوم قانون کی سو فیصد اطاعت و پابندی کرتے ہیں۔ اور ذرہ برابر اُس کی مقررہ حدود سے تجاوز نہیں کرتے ہیں۔ سوال یہ ہے کہ اُس قانون کا نام کیا ہے؟ وہ قانون کس نے بنایا ہے؟۔

ہشتم۔ قانون کا نام ''قانون اجتہاد'' ہے۔ اُس کا اولین بنانے والا ابلیس ہے اور ترقی و تفاصیل مجتہدین کی ذمہ داری ہے۔

ان دونوں سوالوں کو سمجھنے اور اُن پر مکمل عبور حاصل کرنے کے لئے ہماری کتاب ''اسلام اور علمائے اسلام'' کا پڑھنا ضروری ہے۔ مگر یہاں ضرورت کے مطابق اور بنیادی طور پر کتاب مذکور سے چند چیزیں لکھتے ہیں تا کہ زیر بحث لوگوں کا عمل درآمد روشنی میں آجائے۔

Presented by Ziaraat.Com

تمہید وتعارف:

علامہ حائری جو پنجاب میں ایک مشہور معروف مجتہد اور مناظر گزرے ہیں انہوں نے اپنے والد علامہ ابو القاسم سے اجتہاد اور تقلید پر ایک کتاب لکھنے کی درخواست کی تھی اور اُس کتاب میں چند سوالات کے جوابات دینے کا تقاضا کیا تھا۔ لہٰذا اُن کے والد نے وہ کتاب لکھی تھی اور اس کا نام یہ رکھا تھا ''رِسَالَۃُ التَّنۡقِیۡدِ فِیۡ اِثۡبَاتِ الۡاِجۡتِہَادِ وَالتَّقۡلِیۡدِ بِالۡقُرآنِ الۡمَجِیۡدِ''

یہ کتاب فارسی اور عربی میں لکھی گئی تھی اور ہمارے پاس نہ صرف موجود ہے بلکہ ہم نے اُسے اپنی کتاب ''اسلام اور علمائے اسلام'' میں نقل کر کے اُس کی پول کھولی ہے اور دکھایا ہے۔ کہ مجتہد حضرات کس طرح عوام وخواص کو فریب دیتے ہیں اور کس طرح مردود سامان کو دلیل میں پیش کرتے ہیں۔ بہر حال ہم آپ کو آپ ہی کے ملک کے مجتہد کی کتاب سے آپ کی پوزیشن دکھاتے ہیں تا کہ زیر بحث لوگوں کا عمل درآمد اور طریقہ کار واضح ہو جائے۔

<u>قرآن کریم نے چند لوگوں کو چوپاؤں کی مانند فرمایا تھا۔ لیکن نظام اجتہاد میں مجتہدین اپنے علاوہ پوری نوع انسان کو چوپائے اور کیڑے مکوڑے قرار دیتے ہیں۔</u> حائری صاحب کی کتاب میں یہ سوال اٹھایا گیا ہے کہ:

العوام کالا نعام چگونہ اجتہاد وصحتِ عقاید واعمال وعدالت وامانت ودیانت وَبَرَاءَ ت وَتنزّہِ اُوازَ نَتائج ثابت وواضح شود تاواجب الاتباع درفتوٰی ومَرُجَع در اخذ احکامِ دین ودراقتداو امامتِ جماعتِ مومنین گردد۔ چہ عوام چوں حشرات الارض اند لیاقتِ ادراک ندارند؟(رسالۃ التنقید)

''عوام تو چوپایوں کی مانند ہوتے ہیں وہ کس طرح کسی مجتہد کے اجتہاد کا اور اُس کے عقاید اور اعمال کا اور اُس عدالت وامانت اور دیانت کا پتہ لگائیں گے۔ اور کس طرح یہ یقین حاصل کریں گے کہ فلاں مجتہد بُرائیوں سے پاک ہے اور اُن پر کیسے ثابت ہوگا کہ وہ مجتہد فتوٰی دینے اور احکام تیار کرنے اور مومنین کو نماز جماعت پڑھانے کا اہل ہے یا نہیں کیونکہ عوام تو حشرات الارض (کیڑے مکوڑے) ہوتے ہیں جن کو سمجھنے بوجھنے کی عقل وقوت نہیں ہوتی ہے؟''

زیر بحث آیت (7/179) میں اللہ مانتا ہے کہ وہ جہنمی لوگ سوچنے سمجھنے، دیکھنے بھالنے اور سننے ومحسوس کرنے کی قوتیں رکھتے ہیں مگر اُن قوتوں کو استعمال نہیں کرتے۔ مگر مجتہد اس بیان میں ساری نوع انسان کے عوام کو جانوروں کی طرح کہہ کر انہیں زمین کے کیڑے اور مکوڑوں کی طرح سوچنے سمجھنے اور دیکھ بھال کرنے اور سننے کی قوتوں سے عاری اور محروم قرار دیتا ہے۔ عوام الناس کو جو چوپاؤں اور حشرات الارض کی مانند ہوتے ہیں لہٰذا انہیں مجتہد کی پیروی کا پٹہ گلے میں پہن کر رسی میں بندھے ہوئے جانور کی طرح رہنا ہوگا۔

<u>مجتہد عوام الناس کو سچ مچ جانوروں کی طرح اپنی اطاعت اور پیروی کی رسی میں باندھ کر رکھے گا۔ تا کہ عوام اُس حد کے اندر اندر حرکت کریں جو رسی کی لمبائی فراہم کرتی ہو۔</u> مجتہد کا بیان سنئے:

(1) تقلید کے معنی اور اُس کا عمل درآمد۔ ''**الاول :یعنی تَقۡلِیۡد در علمِ اشتقاق مصدر تفعیل از قلادہ ودر لغت : تعلیق القلادہ فی العُنق باشد یعنی آو یختن گردن بند .چوں حلقہ در گر دن حیوان .تاآں بستہ از جائے خود حرکت نہ کند .چونکہ اُمِّیۡ عَامّی حلقۂ تَقلید در گردن خود میانداز د لھٰذاخلاف وحرکت منافی از حلقۂ تقلید نمی تواند کرد.''**

Presented by Ziaraat.Com

''پہلی بات تقلید کے متعلق یہ کہ لفظ تقلید الفاظ بنانے کے علم میں تفعیل کے مصدر سے بنتا ہے۔اور لغت میں اُس کے معنی گردن میں پٹہ پہننے کے ہیں جیسے کہ گردن میں گلوبند پہن لیا جاتا ہے جیسا کہ جانور کی گردن میں پٹہ اور رسی باندھی جاتی ہے تا کہ جانور اُس رسی سے بندھا ہوا ہونے کی وجہ سے اپنے مقام سے حرکت نہ کر سکے۔چونکہ ان پڑھ عوام اپنی گردن میں مجتہد کی تقلید کا پٹہ پہن لیتے ہیں لہٰذا مجتہد کے خلاف اور تقلید کے پٹہ کے برعکس حرکت نہیں کرسکتے ہیں۔''

تقلید کی تعریف Definition:

اب یہ بھی سن لیں کہ نظام اجتہاد میں تقلید کی صورت یا تعریف کیا ہے اور تقلید کرنے والے کا اُس میں کیا مقام ہوتا ہے ارشاد ہے کہ:

اَمّا درعُرف اَشهَر تعريفش .اَلتَّقلِيدُ هُوَالاخذُ بِقَولِ الْغَيرِ .وَبقول المفتى فِى امور الدين مِن غَيرِ دَلِيل باشد . چه اُمِّيِّ عَـامِّي به بے سوادی و نادانی لاچاراست .لهٰذا احكام شرعيه فرعيه دينِ خود را از مجتهد عينى بلا استدلال دريافته و پُرسيده عمل بآں مى كُند و آن را عينِ حُكم اللّٰه مى پندارد۔

''عام طور پر تقلید کی مشہور و معروف تعریف یہ ہے کہ ''تقلید کسی دوسرے شخص کے قول کو اختیار کر لینا ہے'' اور مفتی کے قول کے مطابق ''دینی امور میں کسی دوسرے کے قول کی بلا دلیل مانگے پیروی کرنا تقلید ہے۔'' یہ اس لئے کہ جاہل عوام اپنی نادانی اور بے بضاعتی کی وجہ سے مجبور ولاچار ہوتے ہیں لہٰذا انہیں اپنے دین کے شرعی اور فروعی احکام مجتہد سے بلا دلیل مانگے پوچھنا اور اُن پر عمل کرنا واجب ہے اور مجتہد کے احکام کو سو فیصد اللہ کے احکام سمجھنا چاہیئے۔''

3۔ خطبہ 86 میں مذکور لوگوں کو قرآن کریم سے سمجھنے میں ہمیں کیا کچھ معلوم ہوا ہے اور نظام اجتہاد (حائری صاحبان) نے ہمیں کیا بتایا؟

سب سے پہلے قرآن نے ہمیں بتایا کہ وہ لوگ بڑے حسین وشاندار و دلفریب ہوتے تھے۔اُن کی باتیں بڑی لچھے دار و اثر انگیز ہوتی تھیں اور وہ خوش پوش و سنجیدہ اور باوقار لوگ تھے۔اور رسولؐ کے حقیقی اور واجب القتل دشمن وہی تھے اور ضرورت تھی کہ اُن سے رسولؐ خود کو اور اپنے مشن کو بچا کر رکھیں۔اور یہ کہ وہ قریشی مرکز کی طرف سے مخالفت پر مامور لوگ تھے اور اُن کا کام تھا کہ وہ اسلام کی تفہیم الٹ کر لوگوں میں پھیلائیں (63/4 سورہ منافقون)۔پھر یہ معلوم ہوا کہ وہ رسولؐ سے مغفرت کرانا شرک خیال کرتے تھے اور رسولؐ کے پاس آنے میں اپنی توہین سمجھتے تھے اور رسولؐ کے مشن کو روک دینا چاہتے تھے (63/5 سورہ منافقون) پھر قرآن نے بتایا کہ وہ خود کو غریب مسلمانوں کا پالنے والا اور اُن کو عزت فراہم کرنے والا سمجھتے تھے اور انہیں قلاش و بے سہارا کر کے مدینہ سے نکال دینا چاہتے تھے اور اللہ کے نظام و دولت وعزت کو اپنی فقہ اور علم میں کوئی مقام نہ دیتے تھے (8-63/7 سورہ منافقون) اور قرآن نے اُن کیلئے الفاظ لَا يَفْقَهُوْنَ یا لَايَعْلَمُوْنَ ناسمجھی اور جہالت کے معنوں میں استعمال نہیں کئے ہیں۔اس لئے کہ ناسمجھوں اور جاہلوں اور بے عقلوں (لَا يَعْقِلُوْنَ) پر کوئی جرم عاید نہیں ہوتا حالانکہ اللہ نے یہ تینوں الفاظ مجرموں کے لئے فرمائے ہیں۔انہیں دشمن خدا اور رسولؐ قرار دیا ہے انہیں اسلام کو الٹنے اور روکنے کا مجرم بتایا ہے انہیں شاندار عقل و فہم رکھنے والے کہا ہے۔لہٰذا لَا يَفْقَهُوْنَ اور لَايَعْلَمُوْنَ اور لَا يَعْقِلُوْنَ کے معنی ناسمجھ و جاہل بے عقل نہیں کئے جاسکتے بلکہ ان تینوں الفاظ کے خاص معنی کرنا پڑیں گے۔جو آگے آنے والی آیت (7/179) میں قلوب اور آنکھوں اور کانوں کے استعمال کی ذیل میں بیان ہوئے ہیں۔اور بتایا گیا ہے کہ انہوں نے اپنے قلوب واذهان اور بصارت و بصیرت اور سماعت کو نظام اجتہاد کے قوانین کے ماتحت کر دیا ہے۔وہ قلب و ذہن سے وہی کچھ سوچتے اور سمجھتے ہیں جو

Presented by Ziaraat.Com

قانون اجتہاد کا تقاضا ہوتا ہے وہ اپنی بصیرت وبصارت وسماعت کو بھی سو فیصد پابندی کے ساتھ، اتنی ہی پابندی کے ساتھ جتنی پابندی کے ساتھ جانور، نظام اجتہاد کے ماتحت رکھتے ہیں اور سر مو تجاوز نہیں کرتے۔ ادھر مجتہدین حائرین نے بتایا ہے کہ عوام الناس نے تقلید کا پٹہ پہن رکھا ہے وہ مجتہد کی تقلید کی رسی میں بندھے ہوئے ہیں اور جانوروں کی طرح اُس دائرے اور حد کے اندر اندر رہتے ہیں جو تقلید کی رسی نے مقرر کر رکھی ہے اُن کی سوچ اور سمجھ، بصیرت وبصارت وسماعت جانوروں کی طرح نظام اجتہاد وتقلید کی پابند ہے۔

4۔ خطبہ (86) میں حضرت علیؑ کے مخاطب لوگ بھی نظام اجتہاد کے پابند و مُقلّد لوگ تھے۔

لہٰذا قرآن کریم اور مجتہدین نے ثابت کر دیا کہ جن لوگوں کو حضرت علی علیہ السلام نے مخاطب فرمایا (خطبہ 86، جملے 1 تا 4) وہ بلاشبہ نظام اجتہاد کے مُقلّد یا پیرو تھے۔ اور یہ ساری دنیا جانتی ہے کہ نظام اجتہاد قریشی مسلمانوں نے اسلام میں شروع کیا تھا لہٰذا وہ لوگ قریشی تھے اور قریشی مجتہدین کی تقلید اور پیروی میں حضرت علی علیہ السلام کی مخالفت میں اُلٹے چلتے تھے اور یہ بھی کہ اُن کے لیڈر و راہنما یا مجتہد اُسی گروہ کے لوگ تھے جس کا تذکرہ سورہ منافقون (8 تا 63/4) میں ہوا ہے۔ جن کے حالات وصفات بیان کرتے ہوئے اللہ نے فرمایا ہے کہ ''اَنّٰی یُؤْفَکُوْنَ'' ''یہ لوگ کدھر اُلٹے پھرائے جا رہے ہیں؟'' یعنی یہ ایسے لوگ ہیں جو دوسروں کے آلۂ کار ہیں۔ انہیں کٹھ پتلی کی طرح گھمانے والا ہاتھ جدھر چاہتا ہے گھماتا رہتا ہے اور یہ لوگ اپنے دلوں اور آنکھوں اور کانوں سے آزادانہ کام لئے بغیر گھومتے رہتے ہیں۔

لہٰذا خطبہ 86 والی بات بلاشبہ واضح ہوگئی کہ قریشی مرکز نے حضرت علی علیہ السلام کے ساتھ اپنے مشن کے ماہرین کو لگا رکھا تھا کہ وہ نہایت احتیاط اور خاموشی وتدبر سے حضرت علی علیہ السلام کی ہر پالیسی اور اقدام کو الٹتے رہنے کا انتظام کرتے رہیں۔

5۔ علامہ مودودی بھی اَنّٰی یُؤْفَکُوْنَ کی تشریح میں نام لئے بغیر وہی کچھ کہتے ہیں جو ہم نے نام لے کر کہا ہے۔

علامہ مودودی کی تشریح سنئے جس میں مولانا نے قریش کو چھپانے کے لئے کئی ایک پردے ڈال دیئے ہیں۔ دیکھئے:

''11۔ یہ نہیں بتایا گیا کہ اُن کو ایمان سے نفاق کی طرف اُلٹا پھرانے والا کون ہے؟۔ اس کی تصریح نہ کرنے سے خود بخود یہ مطلب نکلتا ہے کہ اُن کی اس اوندھی چال کا کوئی ایک محرّک نہیں بلکہ بہت سے محرّکات اس میں کارفرما ہیں۔ ا۔ شیطان ہے۔ ۲۔ بُرے دوست ہیں۔ ۳۔ اُن کے اپنے نفس کی اغراض ہیں۔ ۴۔ کسی کی بیوی اس کی محرک ہے۔ ۵۔ کسی کے بچے اس کے محرک ہیں۔ ۶۔ کسی کی برادری کے اشرار اس کے محرک ہیں۔ ۷۔ کسی کو حسد وبغض اور تکبر نے اس راہ پر ہانک دیا ہے۔'' (تفہیم القرآن جلد 5 صفحہ 520)

علامہ نے قارئین کو وہم تک نہیں ہونے دیا کہ مکہ میں بیٹھے ہوئے مشرک محاذ کے لوگ اس کے محرک ہیں۔ حالانکہ یہ ایک تاریخی حقیقت ہے کہ ہجرت کے بعد قریش نے اہل مدینہ کے مختلف قبائل کو محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ کی مخالفت کے لئے تیار کر لیا تھا۔ اور وہ مکی مرکز کی ہدایات کے مطابق اسلام اور رسولِ اسلام کے خلاف اسکیمیں بناتے رہتے تھے۔ تاریخ میں یعنی خود قریش کی تیار کردہ تاریخ میں وہ خطوط نقل کئے گئے ہیں جو مکہ کے قریشی مرکز نے مدینہ کے پسندیدہ لوگوں کو اس سلسلے میں لکھے تھے اور مودودی کو معلوم ہے مگر مولانا نے قریش پر پردہ ڈال دیا ہے۔

6۔ خطبہ 86 کے اولین چار جملوں میں مخاطب لوگوں کا قریشی مرکز کے مقلد اور پیرو ہونا ثابت ہوگیا، تو قریش کا مزید تعارف بھی ہو جائے۔

یہاں ہم چاہتے ہیں کہ قریش کا اور مودودی کا تھوڑا سا تعارف اور ہو جائے چنانچہ ہم وہ تمام آیات سامنے لاتے ہیں جن میں اللہ نے یہی جملہ ''اَنّٰی یُؤْفَکُوْنَ'' اور ''اَنّٰی تُؤْفَکُوْنَ'' استعمال کیا ہے اور جہاں جہاں اللہ نے جملہ لَا یَفْقَھُوْنَ فرمایا ہے۔ اس سے جہاں قریش کا

Presented by Ziaraat.Com

مزید تعارف ہوگا وہیں مودودی کے ترجمہ اور تفہیم کی دیانت بھی معلوم ہوگی۔ لہٰذا قرآن سنئے:

اُنۡظُرۡ کَیۡفَ نُبَیِّنُ لَهُمُ الۡاٰیٰتِ ثُمَّ انۡظُرۡ اَنّٰی یُؤۡفَکُوۡنَ O (مائدہ 5/75)

مودودی ترجمہ: ''دیکھو ہم کس طرح اُن کے سامنے حقیقت کی نشانیاں واضح کرتے ہیں، پھر دیکھو یہ کدھر اُلٹے پھرے جاتے ہیں۔''
(تفہیم القرآن جلد 1 صفحہ 490)

یہ بات تو قاری سمجھ جائے گا کہ یہاں بھی تذکرہ قریش کا ہو رہا ہے اور علامہ کے سابقہ ترجمہ (63/4 تفہیم القرآن جلد 5 صفحہ 519) کے مطابق یہاں بھی کوئی اور ہاتھ زیرِ بحث قریش کو الٹا گھمارہا ہے۔ مگر مودودی نے ترجمہ میں بددیانتی کرکے اس محرّک کو چھپا لیا ہے جسے سات صورتوں میں لکھا تھا۔ (تفہیم القرآن جلد 5 صفحہ 520)

7۔ امت گمراہی سے کیسے بچ سکتی ہے جب کہ علامہ مودودی جیسے بڑے علما ایک ہی جملے کے دو دو اور متضاد اور الٹے معنی کرنے لگیں؟

قارئین نے دیکھ لیا کہ مودودی نے قرآن میں آئے ہوئے ایک ہی جملے کے دو متضاد اور مخالف معنی کرکے خود اپنے بیان کئے ہوئے معنی ومفہوم کو الٹ دیا۔ اَنّٰی یُؤۡفَکُوۡنَ (منافقون 63/4)

مودودی ترجمہ ''یہ کدھر الٹے پھرائے جارہے ہیں۔'' (جلد 5 صفحہ 519)

مودودی ترجمہ: ''یہ کدھر الٹے پھرے جاتے ہیں (5/75)۔'' (جلد اول صفحہ 490)

دیکھنا صرف یہ ہے کہ مودودی نے پانچویں جلد کے صفحہ 519 اور صفحہ 520 پر اُسی جملے کے ترجمہ اور تشریح سے زیرِ نظر لوگوں کو دوسروں کا آلۂ کار بنا کر اُن کو حرکت میں رکھنے والے سات محرک نام بنام لکھے تھے۔ لیکن اُسی جملے کے دوسرے ترجمہ میں اُن آلۂ کار اور دوسروں کے قابو میں رہنے والوں کو خودمختار اور خود حرکت کرنے والا بنا دیا۔ یعنی جو لوگ ایک ترجمہ میں مفعول تھے اُن کو دوسرے ترجمہ میں فاعل بنا دیا ہے۔ قرآن کریم کی یہی ترجمانی اور تفہیم کا یہی طریقہ تھا جو عہدِ رسولؐ میں قریش نے جاری کیا تھا اور رسولؐ نے اللہ سے اپنی قوم کی شکایت کی تھی (فرقان 25/30-31 انعام 6/66) اور یہی ترجمانی اور تفہیم قریشی مذہب کے لیڈروں اور علما نے مودودی تک برابر چودہ سو سال سے جاری رکھی ہے اور افسوس اس پر ہے کہ ایک ہزار سال سے شیعہ لیبل کے مجتہدین بھی اس ترجمانی اور تفہیم کی تائید کرتے چلے آئے ہیں۔ ہم پہلے شخص ہیں جس نے قریش کی اس سازش کو بیان کرنا شروع کیا ہے۔

8۔ مودودی نے قرآن کی تفہیم کا یہ طریقہ جو تفہیم القرآن کی چھ (6) جلدوں میں جاری رکھا ہے قرآن کو مجبور کرنے کا کارگر طریقہ تھا۔

ہم نے اپنی تفسیر '' اَحۡسَنُ التَّعۡبِیۡر '' میں باقاعدہ، مودودی کی نقاب کشائی کی ہے اور لکھا ہے کہ مودودی اس دنیا میں اپنے زمانہ کا سب سے بڑا دشمنِ قرآن تھا۔ اس نے ہر مناسب موقع پر قرآن کی ترجمانی میں خیانت اور بددیانتی سے کام لیا ہے۔ اور خیانت ہی کو دکھانے کے لئے ہم نے مذکورہ بالا ایک ہی جملے کو پانچ مرتبہ لکھنے اور قارئین کو خبردار کرنے کی پالیسی اختیار کی ہے۔ تاکہ وہ خود اپنی آنکھوں سے دیکھیں کہ اس تفسیر میں مودودی نے دو بڑے مقاصد کو انجام دیا ہے پہلا مقصد یہ ہے کہ انہوں نے قریش ایسی دشمن خدا اور رسولؐ قوم (25/31) کو حق پرستوں کے لباس میں پیش کیا ہے اور دوسرا مقصد یہ انجام دیا ہے کہ قرآن کے معنوی استقلال کو مشکوک و باطل کرکے دکھایا ہے۔ چنانچہ وہ مذکورہ بالا جملے کے دوسرے معنی پر بھی برقرار نہیں رہتے بلکہ اب اُسی جملہ کے تیسرے معنی لکھتے ہیں سنئے اللہ نے پھر فرمایا کہ:۔

Presented by Ziaraat.Com

وَلَئِنۡ سَاَلۡتَھُمۡ مَّنۡ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضَ وَسَخَّرَ الشَّمۡسَ وَالۡقَمَرَ لَیَقُوۡلُنَّ اللّٰہُ فَاَنّٰی یُؤۡفَکُوۡنَ O (29/61)

''اگر تم ان لوگوں سے پوچھو کہ زمین اور آسمانوں کو کس نے پیدا کیا ہے اور چاند اور سورج کو کس نے مسخر کر رکھا ہے، تو ضرور کہیں گے کہ ''اللہ نے''۔ پھر یہ کدھر سے دھوکا کھا رہے ہیں؟'' (تفہیم القرآن جلد 3 صفحہ 718)

لیجئے جملہ لفظ بلفظ وہی ہے۔ مگر اب نہ ''الٹے پھرائے جانا'' اس کے معنی ہیں نہ اب ''الٹے پھرنا'' باقی ہیں بلکہ اب ''دھوکا کھانا'' معنی کر دیئے گئے ہیں اور سنئے:

وَیَوۡمَ تَقُوۡمُ السَّاعَۃُ یُقۡسِمُ الۡمُجۡرِمُوۡنَ مَا لَبِثُوۡا غَیۡرَ سَاعَۃٍ کَذٰلِکَ کَانُوۡا یُؤۡفَکُوۡنَO (روم 30/55)

''جب وہ ساعت برپا ہوگی تو مجرم قسمیں کھا کھا کر کہیں گے کہ ہم ایک گھڑی بھر سے زیادہ نہیں ٹھیرے ہیں، اسی طرح وہ دنیا کی زندگی میں دھوکا کھایا کرتے تھے۔'' (تفہیم القرآن جلد 3 صفحہ 766)

یہاں ''دھوکا کھانا'' تو برقرار رکھا مگر اب حال کو ماضی میں بدل دیا ہے اور ملاحظہ فرمائیں۔

وَلَئِنۡ سَاَلۡتَھُمۡ مَّنۡ خَلَقَھُمۡ لَیَقُوۡلُنَّ اللّٰہُ فَاَنّٰی یُؤۡفَکُوۡنَO (زخرف 43/87)

''اور اگر تم اُن سے پوچھو کہ انہیں کس نے پیدا کیا ہے تو یہ خود کہیں گے کہ اللہ نے۔ پھر کہاں سے یہ دھوکا کھا رہے ہیں؟'' (تفہیم القرآن جلد 4 صفحہ 552 وصفحہ 553) یہاں مودودی نے دھوکا تو برقرار رکھا مگر لفظ ''لَیَقُوۡلُنَّ'' کے معنی کو ''ضرور کہیں گے'' کی جگہ ''خود کہیں گے'' میں تبدیل کر دیا ہے۔ یعنی الفاظ کے معنی میں ردّ و بدل ضرور جاری رکھیں گے۔

9۔ پردہ اٹھتا ہے رخ یار سے سنبھلے رہنا لفظ اور جملہ وہی ہے مگر اس جھٹکے میں مودودی صاحب بھٹکنے یا امت کو بہکانے کا کام کریں گے۔

قارئین اگر عربی زبان جانتے ہیں تو خود بخود سمجھ جائیں گے ورنہ کسی بھی قرآن کے ترجمہ کو اٹھا کر دیکھنے سے یہ معلوم ہو جائے گا کہ لفظ یُؤۡفَکُوۡنَ کے معنی ''وہ کدھر اُلٹے پھرائے جا رہے ہیں''۔ اور لفظ تُؤۡفَکُوۡن کے معنی ''تم کدھر الٹے پھرائے جا رہے ہو''۔ بہر حال معنی کسی نے کچھ بھی کئے ہو اس لئے کہ وہ سب قریش کے مرید ہیں۔ مگر دونوں میں جو بات متفقہ طور پر ملے گی وہ الفاظ ''وہ'' اور ''انہیں'' یُؤۡفَکُوۡنَ کے لئے اور الفاظ ''تم اور تمہیں'' تُؤۡفَکُوۡنَ کے لئے ملیں گے یعنی ماضی مذکر جمع کا اور حاضر مذکر جمع کا فرق ہے معنی میں کوئی فرق یا تبدیلی ممکن نہیں ہے۔ لہٰذا لفظ تُؤۡفَکُوۡنَ کے ساتھ مودودی کی بازی گری ملاحظہ ہو۔

اِنَّ اللّٰہَ فٰلِقُ الۡحَبِّ وَالنَّوٰی یُخۡرِجُ الۡحَیَّ مِنَ الۡمَیِّتِ وَمُخۡرِجُ الۡمَیِّتِ مِنَ الۡحَیِّ ذٰلِکُمُ اللّٰہُ فَاَنّٰی تُؤۡفَکُوۡنَO (انعام 6/95)

پھر مودودی ترجمہ:

''دانے اور گٹھلی کو پھاڑنے والا اللہ ہے۔ وہی زندہ کو مردہ سے نکالتا ہے اور وہی مردہ کو زندہ سے خارج کرتا ہے۔ یہ سارے کام کرنے والا تو اللہ ہے، پھر تم کدھر بہکے چلے جا رہے ہو'' (تفہیم القرآن جلد اول صفحہ 566-565)

لہٰذا مودودی کے نزدیک یُؤۡفَکُوۡنَ اور تُؤۡفَکُوۡنَ کے معنی 1 ''اُلٹے پھرائے جانا'' بھی ہیں اور۔ 2۔ ''اُلٹے پھرنا'' بھی ہیں اور۔ 3۔ ''دھوکا کھانا بھی ہیں'' اور۔ 4۔ ''دھوکا کھاتے رہنا بھی ہیں''۔ اور۔ 5۔ ''بہکے چلے جانا بھی ہیں''۔ یہ ہے قرآن کو پاژند بنا کر مجبور کر دینا (25/30)۔

Presented by Ziaraat.Com

10۔ پانچ مختلف معنی کرنے کے بعد مولانا پھر پہلے معنی کی طرف اُلٹے واپس آرہے ہیں۔

بہرحال مولوی صاحب پھر اُلٹے چلے آرہے ہیں ملاحظہ ہو:

قُلْ هَلْ مِنْ شُرَكَآئِكُمْ مَّنْ يَّبْدَؤُا الْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيْدُهٗ قُلِ اللّٰهُ يَبْدَؤُا الْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيْدُهٗ فَاَنّٰى تُؤْفَكُوْنَ O (یونس 10/34)

''اِن سے پوچھو، تمہارے ٹھیرائے ہوئے شریکوں میں کوئی ہے جو تخلیق کی ابتداء بھی کرتا ہو، پھر اس کا اعادہ بھی کرے؟ کہو کہ وہ صرف اللہ ہے جو تخلیق کی ابتدا بھی کرتا ہے اور اُس کا اعادہ بھی، پھر تم یہ کس الٹی راہ پر چلائے جارہے ہو؟'' (تفہیم القرآن جلد 2 صفحہ 283)

آخر مودودی صاحب اُلٹے چلتے چلتے اور دھوکا دیتے دیتے اور مسلمانوں کو بہکاتے بہکاتے حق کی طرف پلٹ آئے ہیں اور مان لیا ہے کہ قریش کو غلط اور الٹی راہ پر چلنے کی تعلیم دی جارہی تھی۔ مگر جو کچھ مودودی کو اس آیت (یونس 10/34) کی تشریح میں کہنا چاہئے تھا وہ اگلی آیت (10/35) کی تشریح میں لکھا ہے۔

11۔ مولانا کو اُن کی تشریح سمجھانے کیلئے اور قریشی مرکز کی اُلٹی راہ واضح کرنے کیلئے اور حقیقی اور واجب الاتباع ہستیؑ سے تعارف کے لئے اگلی آیت دیکھئے۔

فی الحال تُؤْفَكُوْنَ کے سلسلے کو یہاں روک کر حقیقی ھادی علیھم السلام کی پوزیشن اور قریشی مسلمانوں کے ھادیانِ دین کا فرق خود مودودی کے قلم سے نوٹ کرنے کے لئے مسلسل قرآن کی اگلی آیت پڑھئے ارشاد ہے کہ:۔

قُلْ هَلْ مِنْ شُرَكَآئِكُمْ مَّنْ يَّهْدِيْٓ اِلَى الْحَقِّ قُلِ اللّٰهُ يَهْدِيْ لِلْحَقِّ اَفَمَنْ يَّهْدِيْٓ اِلَى الْحَقِّ اَحَقُّ اَنْ يُّتَّبَعَ اَمَّنْ لَّا يَهِدِّيْٓ اِلَّآ اَنْ يُّهْدٰى فَمَا لَكُمْ كَيْفَ تَحْكُمُوْنَ O وَمَا يَتَّبِعُ اَكْثَرُهُمْ اِلَّا ظَنًّا اِنَّ الظَّنَّ لَا يُغْنِيْ مِنَ الْحَقِّ شَيْئًا اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌ بِمَا يَفْعَلُوْنَ O وَمَا كَانَ هٰذَا الْقُرْاٰنُ اَنْ يُّفْتَرٰى مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَلٰكِنْ تَصْدِيْقَ الَّذِيْ بَيْنَ يَدَيْهِ وَتَفْصِيْلَ الْكِتٰبِ لَا رَيْبَ فِيْهِ مِنْ رَّبِّ الْعٰلَمِيْنَ O اَمْ يَقُوْلُوْنَ افْتَرٰىهُ قُلْ فَاْتُوْا بِسُوْرَةٍ مِّثْلِهٖ وَادْعُوْا مَنِ اسْتَطَعْتُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ O بَلْ كَذَّبُوْا بِمَا لَمْ يُحِيْطُوْا بِعِلْمِهٖ وَلَمَّا يَاْتِهِمْ تَاْوِيْلُهٗ كَذٰلِكَ كَذَّبَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ فَانْظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الظّٰلِمِيْنَ O وَمِنْهُمْ مَّنْ يُّؤْمِنُ بِهٖ وَمِنْهُمْ مَّنْ لَّا يُؤْمِنُ بِهٖ وَرَبُّكَ اَعْلَمُ بِالْمُفْسِدِيْنَ O (یونس 40 تا 10/35)

مودودی ترجمہ:

''ان سے پوچھو کہ تمہارے ٹھیرائے ہوئے شریکوں میں کوئی ایسا بھی ہے جو حق کی طرف راہنمائی کرتا ہو؟ کہو کہ وہ صرف اللہ ہے جو حق کی طرف راہنمائی کرتا ہے۔ پھر بھلا بتاؤ کہ جو حق کی طرف راہنمائی کرتا ہے وہ اس کا زیادہ مستحق ہے کہ اُس کی پیروی کی جائے یا وہ جو خود راہ نہیں پاتا اِلّا یہ کہ اُس کی راہ نمائی کی جائے؟ آخر تمہیں ہو کیا گیا ہے؟ کیسے اُلٹے اُلٹے فیصلے کرتے ہو؟ حقیقت یہ ہے کہ ان میں سے اکثر لوگ محض قیاس و گمان کے پیچھے چلے جارہے ہیں حالانکہ گمان حق کی ضرورت کو کچھ بھی پورا نہیں کرتا ہے۔ جو کچھ یہ کررہے ہیں اللہ اس کو خوب جانتا ہے۔ اور یہ قرآن وہ چیز نہیں ہے جو اللہ کہ وحی و تعلیم کے بغیر تصنیف کرلیا جائے۔ بلکہ یہ تو جو کچھ پہلے آچکا تھا اس کی تصدیق اور الکتاب کی تفصیل ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ یہ فرمانروائے کائنات کی طرف سے ہے۔ کیا یہ لوگ کہتے ہیں کہ اُسے پیغمبرؐ نے خود تصنیف کرلیا ہے؟ کہو، ''اگر تم اپنے اس الزام میں سچے ہو تو ایک سورت اس جیسی تصنیف کرلاؤ اور ایک خدا کو چھوڑ کر جس جس کو بلا سکتے ہو

Presented by Ziaraat.Com

مدد کے لئے بلا لو۔اصل یہ ہے کہ جو چیز ان کے علم کی گرفت میں نہیں آئی اور جس کا مآل بھی اُن کے سامنے نہیں آیا، اس کو انہوں نے (خوامخواہ اٹکل پچّو) جھٹلا دیا۔اسی طرح تو ان سے پہلے کے لوگ بھی جھٹلا چکے ہیں۔پھر دیکھ لو ان ظالموں کا کیا انجام ہوا۔ان میں سے کچھ لوگ ایمان لائیں گے اور کچھ نہیں لائیں گے اور تیرا رب اُن مفسدوں کو خوب جانتا ہے۔''(تفہیم القرآن جلد 2 صفحہ 283 تا 287)

12۔ مودودی کی تشریح جو آیات (10/34-35) سے یا قریشی مسلمانوں سے تعلق رکھتی ہے اور وہ گفتگو جو مودودی پر تنقید میں ہوگی۔

یہاں بلا تمہید آپ مودودی کی تشریح پہلے پڑھیں: لکھتے ہیں کہ:

''43؎ یہ ایک نہایت اہم سوال ہے جس کو ذرا تفصیل کے ساتھ سمجھ لینا چاہئے۔دنیا میں انسان کی ضرورتوں کا دائرہ صرف اسی حد تک محدود نہیں ہے کہ اُس کو کھانے پینے پہننے اور زندگی بسر کرنے کا سامان بہم پہنچے اور آفات، مصائب اور نقصانات سے وہ محفوظ رہے۔بلکہ اُس کی ایک (ضرورت اور درحقیقت سب سے بڑی ضرورت) یہ بھی ہے کہ اُسے دنیا میں زندگی بسر کرنے کا صحیح طریقہ معلوم ہو اور وہ جان لے کہ اُسے اپنی ذات کے ساتھ اپنی قوتوں اور قابلیتوں کے ساتھ، اس سروسامان کے ساتھ جو کہ روئے زمین پر اُس کے تصرف میں ہے اُن بے شمار انسانوں کے ساتھ جن سے مختلف حیثیتوں میں اُس کو سابقہ پیش آتا ہے، اور مجموعی طور پر اس نظام کائنات کے ساتھ جس کے ماتحت رہ کر ہی بہرحال اس کو کام کرنا ہے، وہ کیا اور کس طرح معاملہ کرے جس سے اُس کی زندگی بحیثیت مجموعی کامیاب ہو اور اس کی کوششیں اور محنتیں غلط راہوں میں صرف ہو کر تباہی و بربادی پر منتج نہ ہوں۔اسی صحیح طریقہ کا نام ''حق'' ہے اور جو راہنمائی اس طریقے کی طرف انسان کو لے جائے وہی ''ہدایت حق'' ہے۔اب قرآن تمام مشرکین سے اور اُن سب لوگوں سے جو پیغمبرؑ کی تعلیم کو ماننے سے انکار کرتے ہیں، پوچھتا ہے کہ تم خدا کے سوا جن جن کی بندگی کرتے ہو اُن میں کوئی ہے جو تمہارے لئے ''ہدایت حق'' حاصل کرنے کا ذریعہ بنتا ہو یا بن سکتا ہو؟ ظاہر ہے کہ اس کا جواب نفی کے سوا اور کچھ نہیں ہے۔اس لئے کہ انسان خدا کے سوا جن کی بندگی کرتا ہے وہ دو بڑی اقسام پر منقسم ہیں۔ایک وہ دیویاں، دیوتا اور زندہ یا مردہ انسان جن کی پرستش کی جاتی ہے۔سو اُن کی طرف تو انسان کا رجوع صرف اس غرض کے لئے ہوتا ہے کہ فوق الفطری طریقے سے وہ اس کی حاجتیں پوری کریں اور اس کو آفات سے بچائیں۔رہی ''ہدایت حق'' تو وہ نہ کبھی اُن کی طرف سے آئی ہے نہ کبھی کسی مشرک نے اس کے لئے اُن کی طرف رجوع کیا، اور نہ کوئی مشرک یہ کہتا ہے کہ اُس کے یہ معبود اسے اخلاق، معاشرت، تمدن، معیشت، سیاست، قانون، عدالت وغیرہ کے اصول سکھاتے ہیں۔دوسرے وہ انسان جن کے بنائے ہوئے اصولوں اور قوانین کی پیروی کی جاتی ہے۔سو وہ راہنما تو ضرور ہیں مگر سوال یہ ہے کہ کیا فی الواقع وہ ''راہنمائے حق'' بھی ہیں یا ہو سکتے ہیں؟ کیا اُن میں سے کسی کا علم بھی اُن تمام حقائق پر حاوی ہے جن کو جاننا انسانی زندگی کے صحیح اصول وضع کرنے کے لئے ضروری ہے؟ کیا اُن میں سے کسی کی نظر بھی اس پورے دائرہ پر پھیلتی ہے جس میں انسانی زندگی سے تعلق رکھنے والے مسائل پھیلے ہوئے ہیں؟ کیا اُن میں سے کوئی بھی اُن کمزوریوں سے، اُن تعصّبات سے، اُن شخصی یا گروہی دلچسپیوں سے، اُن اغراض و خواہشات سے، اور اُن رجحانات و میلانات سے بالاتر ہے جو انسانی معاشرے کیلئے منصفانہ قوانین بنانے میں مانع ہوتے ہیں؟ اگر جواب نفی میں ہے اور ظاہر ہے کہ کوئی صحیح الدماغ آدمی اُن سوالات کا جواب اثبات میں نہیں دے سکتا، تو آخر یہ لوگ ''ہدایت حق'' کا سرچشمہ کیسے ہو سکتے ہیں؟ اسی بنا پر قرآن یہ سوال کرتا ہے کہ لوگو تمہارے ان مذہبی معبودوں اور تمدنی خداؤں میں کوئی ایسا بھی ہے جو راہ راست کی طرف تمہارے

Presented by Ziaraat.Com

راہنمائی کرنے والا ہو؟ اوپر کے سوالات کے ساتھ مل کر یہ آخری سوال دین ومذہب کے پورے مسئلے کا فیصلہ کر دیتا ہے۔انسان کی ساری ضرورتیں دو ہی نوعیت کی ہیں۔ایک نوعیت کی ضروریات یہ ہیں کہ کوئی اس کا پروردگار ہو کوئی ملجا و ماوٰی ہو کوئی دعاؤں کا سننے والا ہو اور حاجتوں کا پورا کرنے والا ہو۔جس کا مستقل سہارا اس عالم اسباب کے بے ثبات سہاروں کے درمیان رہتے ہوئے وہ تھام سکے۔سو اُوپر کے سوالات نے فیصلہ کر دیا کہ اس ضرورت کو پورا کرنے والا خدا کے سوا کوئی نہیں۔دوسری نوعیت کی ضروریات یہ ہیں کہ کوئی ایسا راہنما ہو جو دنیا میں زندگی بسر کرنے کے صحیح اصول بتائے اور جس کے دیئے ہوئے قوانینِ حیات کی پیروی پورے اعتماد و اطمینان کے ساتھ کی جا سکے۔سو اس آخری سوال نے اُس کا فیصلہ بھی کر دیا کہ وہ بھی صرف خدا ہی ہے۔اس کے بعد صرف ضد اور ہٹ دھرمی کے سوا کوئی چیز باقی نہیں رہ جاتی جس کی بنا پر انسان مشرکانہ مذاہب اور لادینی (Secular) اصول تمدن و اخلاق و سیاست سے چمٹا رہے۔''

(تفہیم القرآن جلد 2 صفحہ 283 تا 285)

13۔مولانا کی وہابیانہ اور حقیقی مشرکانہ تشریح پر اسلامی اور مومنانہ تنقید، اور نتیجہ میں ثلاثہ اینڈ کمپنی اور چاروں اماموں کے مذاہب باطل ہوتے ہیں۔

قارئین پہلے اس قریش ساز مغالطہ سے باہر نکل آئیں کہ قریش ہندوؤں کی طرح کے مشرک تھے وہ ہرگز بت پرست نہ تھے۔وہ اللہ کو ساری کائنات اور تمام مخلوقات کا خالق و مالک ومختار مانتے تھے۔انہیں مشرک کہنے کا سبب یہ نہیں ہے کہ وہ کسی کو اللہ کی قوت و قدرت و اختیارات اور کائناتی بادشاہی میں شریک مانتے ہوں۔انہیں مشرک کہنے کے دو بڑے سبب ہیں۔پہلا یہ کہ وہ نظام اشتراک کے اسی طرح قائل تھے جس طرح پرانے زمانے کے فلاسفر افلاطون وغیرہ یا آج کل کے کمیونسٹ اشتراکیت کے قائل ہیں۔افلاطون نے اعلیٰ طبقہ کے لوگوں میں مستورات کو بھی مشترک قرار دیا ہے یعنی ہر عورت سارے ملک کی زوجہ اور ہر مرد تمام عورتوں کا شوہر اور ہر بچہ پورے ملک کا بچہ تاکہ طبقہ واریت مٹ جائے۔افلاطونی اشتراکیت کو جس طرح سنوار کر یا بگاڑ کر مارکس اور اینجلس اور لینن واسٹالن اور ماؤزے تنگ نے مُفید بنا کر اختیار کیا تھا اسی طرح قدیم زمانے کے عربوں نے عموماً اور قریش نے خصوصاً اُسے اپنایا تھا۔دوسرا سبب یہ تھا کہ وہ شخصی حکومت کو ناپسند کرتے تھے اور نظام مشاورت اور لیڈروں کی مشترکہ حکومت کو پسند کرتے تھے اور یہی وجہ تھی کہ قریش نے خاندان رسوؐل کی شخصی حکومت کو ناپسند کیا اور لیڈروں کی مشترکہ قومی حکومت بنائی (الفاروق وطبری)

لہٰذا مودودی کی تشریح ثابت کرتی ہے کہ قریشی خلفا کے بنائے ہوئے قوانین اور اُن کی جانشین حکومتوں کے مرتب کئے اصول وقوانین اور قریش کے تیار کئے ہوئے علما ومجتہدین، ابوحنیفہ، مالک، شافعی اور احمد بن حنبل کے تیار کئے ہوئے مذاہب اور قوانین ہرگز اس وسعت نظر کے ماتحت نہیں بنائے گئے اور نہ بنائے جاسکتے تھے جس وسعتِ نظر پر مودودی نے زور دیا ہے۔اور نہ وہ اُن کمزوریوں سے پاک ومنزہ تھے جن سے پاک ہونے کی علامہ نے شرط لگائی ہے۔خلفائے ثلاثہ اور اُن کے مذہب کے باقی خلفا انتہائی درجے کے بدچلن، ظالم وغادر وخائن لوگ تھے۔اور اُن ہی نے قرآن کو مہجور کیا تھا، جھٹلایا تھا، اُن کے ہم مذہب وہم مسلک علما، مودودی، نے قرآن کو برابر مہجور کیا، اللہ ورسوؐل اور قرآن اور نائب خدا ورسول علیہ السلام سے غداریاں بددیانتیاں اور خیانتیں کیں جو سامنے آتی رہی ہیں۔لہٰذا ہدایت حق کے لئے جو کچھ ضروری ہونا مودودی نے لکھا ہے وہ سب کچھ محمد وعلی وآئمہ معصومین علیہم السلام میں قرآن وحدیث سے ثابت ہے۔وہ انسانوں کا مستقل سہارا تھے، اُن کے مولا وآقا تھے۔اُن کے

Presented by Ziaraat.Com

مشکل کشا تھے۔ ان حقائق کو نہ ماننے والوں ہی کو قرآن میں مشرک اور حقیقی کافر قرار دیا گیا ہے۔ یہ حضرات صلوٰۃ اللہ علیھم پوری کائنات کی تفصیلات پر اُسی طرح مطلع و عبور و قابو رکھتے تھے جس طرح ہم اپنے ہاتھوں سے واقف و قادر ہیں۔ یاد رکھیئے کہ جو کچھ ہم نے ان سطور پر جلدی جلدی لکھا ہے اس کے ہر لفظ پر قرآن و حدیث سے ثبوت دے چکے ہیں۔ لہٰذا یاد رکھیئے کہ ہم دلائل قطعیہ کے ساتھ عوام الناس کو چھوڑ کر مودودی اور اُن کے ہم مسلک و ہم مذہب علما کو آج بھی مشرک و کافر ظالم اور دشمنانِ خدا اور رسوؐل دشمنانِ اہلبیتؑ اور دشمنانِ انسانیت سمجھتے ہیں۔

14۔ عنوان نمبر 11 کی روشنی میں آیت (40 تا 10/35) پر ایک نظر اللہ کی پیروی شرک ہے اللہ کی ہدایت کا مطلب؟

مودودی نے ہدایت حق کو مشرکانہ اصول پر فٹ کر دیا ہے۔ مودودی اینڈ کمپنی یہاں سے لے کر ثلاثہ اینڈ کمپنی تک قرآن کی تعلیمات کو مضحکہ خیز بناتی رہی ہے اور خود قرآن کے الفاظ کا سہارا لے کر اُس سے باطل عقائد کا پیوند لگاتی رہی ہے۔ قارئین غور سے سنیں اور سب کو بتائیں کہ ہم ایسا عقیدہ رکھنے والوں کو بھی مشرک کہتے ہیں جو اللہ کی پیروی کرنے کے قائل ہوں۔ پیروی اور اتباع اللہ کی ہو ہی نہیں سکتی جب تک اُس کے پیر نہ ہوں۔ جب تک وہ سامنے آ کر کچھ کر کے نہ دکھائے اور یہی مشرکانہ عقائد ہیں۔ مگر مودودی شیطان والی توحید کے قائل ہیں وہ جہاں موقع ملتا ہے اللہ کی پیروی اور اتباع کی بات ضرور کرتے ہیں۔

الف۔ سورہ یونسؑ آیت (35) کا ترجمہ ہمارے قلم سے پہلے دیکھیں تاکہ آیت کا حقیقی منشا ترجمہ ہی سے معین ہو جائے۔

مودودی الفاظ اِلَی الۡحَقِّ اور لِلۡحَقِّ میں کوئی فرق نہیں کرتے۔ اور اللہ کی اتباع کا پردہ ڈال کر رسوؐل کی ہدایت کاری اور اتباع کو چھپا دیتے ہیں۔ اللہ نے یہ پوچھا تھا کہ کیا تمہارے لیڈروں میں سے کوئی ایسا ہے جو حق کی طرف (اِلَی الۡحَقِّ) ہدایت کرتا یا کر سکتا ہو؟ چونکہ قریش کے لیڈروں میں سے کوئی بھی حق کی طرف ہدایت کرنے کا مدعی بھی نہ تھا اور اِدھر اللہ کا رسوؐل، اللہ کی طرف سے قریش اور قریشی لیڈروں کو حق کی طرف ہدایت کرنے کے لئے موجود تھا۔ اور قریشی لیڈر نہ رسوؐل کی بات مانتے تھے نہ اُس کی پیروی کرتے تھے۔ اس کا فیصلہ کرنے کے لئے اللہ نے اپنے رسوؐل کو حکم دیا کہ: قُلِ اللّٰهُ يَهۡدِىۡ لِلۡحَقِّ اَفَمَنۡ يَّهۡدِىۡۤ اِلَى الۡحَقِّ اَحَقُّ اَنۡ يُّتَّبَعَ اَمَّنۡ لَّا يَهِدِّىۡۤ اِلَّاۤ اَنۡ يُّهۡدٰى فَمَا لَـكُمۡ كَيۡفَ تَحۡكُمُوۡنَ O (یونس 10/35)

''اے نبیؐ، قریشی لیڈروں کے سامنے یہ بات پیش کرو کہ اللہ ہی وہ ہستی ہے جو حق مطلق، حقِ کُل اور حق مجسم کے لئے ہدایت فراہم کرتی ہے۔ اب سوال یہ ہے کہ جب تم لوگ نہ حق کی طرف ہدایت کرتے ہو نہ کر سکتے ہو اور نہ تم حق کی طرف ہدایت کرنے کے دعویدار ہی ہو تو بتاؤ کہ جو شخص حق کی طرف ہدایت کرنے کا مدعی بھی ہے اور حق کی طرف ہدایت کر بھی رہا ہے۔ وہ پیروی، اتباع اور اطاعت کرانے کا زیادہ حقدار ہے یا تم لوگ پیروی اتباع اور اطاعت کرانے کے حقدار ہو؟ جب کہ صورت حال یہ ہے تم خود حق کی طرف ہدایت کے محتاج ہو اور جب تک تمہیں پہلے راہنمائی نہ ملے تم کسی کی بھی کسی معاملے میں بھی راہنمائی نہیں کر سکتے ہو۔'' (سورہ یونس، 10/35)

یہ وہ طرزِ تبلیغ تھا کہ قریش کے پاس اس کو ٹالنے یا رد کرنے کی کوئی عقلی دلیل نہ تھی اور اُن پر لازم ہو جاتا تھا کہ وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ کی بات مانیں اُن کی اتباع، پیروی اور اطاعت شروع کر دیں۔ یعنی بات رسوؐل اللہ کی تھی اللہ اُن کی پیروی کرانا چاہتا تھا۔ مگر آپ مودودی کے ترجمہ کو پھر دیکھیں اور اُن کی تشریح کو پڑھیں تو آپ پر واضح ہو جائے گا کہ مودودی اس آیت میں اللہ کے سوا نہ کسی اور کو حق کی طرف ہدایت کر سکنے والا ماننا چاہتے ہیں اور نہ ہی اللہ کے سوا کسی اور کی اتباع کو جائز کرنا چاہتے ہیں۔ حالانکہ رسوؐل اللہ صلی علیہ وآلہ کی اتباع کو پوری نوع انسان پر فرض کیا ہے۔

Presented by Ziaraat.Com

(آل عمران 32-3/31) اور حضور علیہ الصلوۃ والسلام کو صراط مستقیم کی طرف یقینی راہنمائی کرنے والا قرار دیا ہے (شوریٰ 42/52)۔

ب۔ اللہ کو ہادی بنانے اور قابل اتباع سمجھنے کی بدعقیدگی کیسے پیدا کی گئی ہے؟ غلط ترجمانی سے۔

ہم نے عرض کیا تھا کہ مودودی نے اِلَی الْحَقِّ اور لِلْحَقِّ کو ایک ہی بات سمجھا ہے۔ حالانکہ اِلَی الْحَقِّ کے معنی ''حق کی طرف' اور لِلْحَقِّ کے معنی ہیں ''حق کے لئے''۔ سوچئے کہ مودودی صاحب حق کی طرف اور حق کے لئے میں کوئی فرق نہیں کرتے اور اسی بنا پر گمراہ ہوئے ہیں۔ اس آیت (10/35) میں یہ دونوں جملے آئے ہیں۔ دونوں کو پاس پاس رکھ کر معنی کیجئے۔

يَهْدِي إِلَى الْحَقِّ ''وہ حق کی طرف ہدایت کرتا ہے۔''

اللّٰهُ يَهْدِيْ لِلْحَقِّ ''اللہ حق کے لئے ہدایت کرتا ہے''

پہلے جملے میں: ''کسی شخص کو حق تک پہنچانا مقصود ہے''

دوسرے جملے میں: ''حق کی خاطر کسی کی ہدایت کی جارہی ہے''

پہلے جملے میں ہدایت کی ضرورت کسی اور شخص کو یا گمراہ کو ہے۔

دوسرے جملے میں ہدایت کی ضرورت خود حق کو ہے۔ اس بیان سے جو مطلب برآمد ہوتا ہے اُسے اس آیت یا جملے کے ہم پلہ آیت یا جملے سے سمجھیں۔ اللہ نے ارشاد فرمایا ہے کہ:

اَللّٰهُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ مَثَلُ نُوْرِهٖ كَمِشْكٰوةٍ فِيْهَا مِصْبَاحٌ اَلْمِصْبَاحُ فِيْ زُجَاجَةٍ اَلزُّجَاجَةُ كَاَنَّهَا كَوْكَبٌ دُرِّيٌّ يُّوْقَدُ مِنْ شَجَرَةٍ مُّبٰرَكَةٍ زَيْتُوْنَةٍ لَّا شَرْقِيَّةٍ وَّلَا غَرْبِيَّةٍ يَّكَادُ زَيْتُهَا يُضِيْٓءُ وَلَوْلَمْ تَمْسَسْهُ نَارٌ نُوْرٌ عَلٰى نُوْرٍ يَهْدِى اللّٰهُ لِنُوْرِهٖ مَنْ يَّشَآءُ وَيَضْرِبُ اللّٰهُ الْاَمْثَالَ لِلنَّاسِ وَاللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌO (نور 24/35)

''آسمانوں اور زمینوں اور پوری کائنات کا روشن اور ظاہر کرنے اور برقرار رکھنے والا اللہ کا نورؐ ہی تو ہے اللہ کے نورؐ کی مثال اس طرح دی جاسکتی ہے کہ ایک طاق میں ایک چراغ رکھا ہوا ہو اور وہ چراغ ایک ایسے شیشہ کے فانوس میں ہو جو موتیوں کی طرح دمکنے والا استارہ معلوم ہوتا ہو۔ اور وہ چراغ زیتون کے ایک ایسے مبارک درخت کے تیل سے روشن رکھا جاتا ہو جو مشرق اور مغرب شمال جنوب کی نسبتوں سے مبرا ہو۔ جس کا تیل بلا آگ کی مدد کے خو بخود بھڑکتا رہتا ہو جو اللہ کے اُس نورؐ میں نورؐ ہی کا اضافہ کرتا چلا جاتا ہو۔ اللہ جسے چاہتا ہے اُسے اپنے نورؐ کے لئے ہدایت کرتا رہتا ہے۔ اور اللہ لوگوں کے لئے مثالیں بیان کرتا رہتا ہے۔ اور اللہ ہر چیز کا ذاتی طور علم رکھتا ہے۔''

(ج)۔ مقام نبوت کا منکر ابلیس تھا۔ ابلیس کے حقیقی شاگردوں نے مقام محمدؐ و آل محمدؐ کا انکار کر کے خود کو ابلیس سے بڑھا دیا ہے۔

قارئین یہ نوٹ کرلیں کہ تمام علمائے صالحین نے اس آیت (24/35) میں اللہ کے نورؐ سے محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ کو مراد لیا ہے۔ اور تمام مشرک علما یعنی قریشی علما نے خود اللہ کو مانا ہے۔ اور یہ اس لئے وہ لوگ محمد و آل محمد صلوٰۃ اللہ علیہم کے مقام بلند کو شرک کہتے لکھتے اور سمجھتے ہیں۔ اور اُن حضرات کی ضد میں اللہ کو مخلوق بنا دینے کی بھی پرواہ نہیں کرتے ہیں۔ اُن کی ترجمانی کے باطل ہونے کے لئے آپ اللہ کے یہ الفاظ سامنے رکھیں فرمایا ہے کہ:۔ لَيْسَ كَمِثْلِهٖ شَيْءٌ (شوریٰ 42/11)

اشرف علی ''کوئی چیز اُس کی مثل نہیں ہے'' اب اس آیت (24/35) میں دیکھئے کہ اللہ نے خود ہی کئی ایک مثالیں فرما دی ہیں ''طاق'' کے اندر

Presented by Ziaraat.Com

محدود۔2۔فانوس کے اندر رکھا ہوا چراغ۔3۔زیتون کے تیل پر منحصر رہنے والا۔آیت میں صاف دکھائی دے رہا ہے کہ وہ تمام صفات مخلوق کی بیان ہوئی ہیں۔اورخاص بات یہ ہے کہ''مَثَلُ نُورِہٖ''اُسے اپنا نور کہہ کر اپنے نور کی مثالیں دی ہیں۔اگر وہ نور خود اللہ ہوتا تو کہنا چاہئے تھا کہ ''میری مثال''ایسی ہے کہ گویا میں ایک طاق میں رکھا ہوا ہوں جیسے کہ طاق میں چراغ رکھا ہوتا ہے۔وغیرہ وغیرہ۔یہ سب باتیں اورصفات مخلوق کی ہیں اللہ کی نہیں۔لہٰذا یہ مثال اللہ کی نہیں ہے اللہ کے نور کی مثال ہے۔اور وہ نور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ ہیں۔اور قرآن واحادیث سے ثابت ہے حضورعلیہ السلام باعث تخلیق کائنات ہیں اُن ہی کی وجہ سے زمین وآسمان اور کائنات قائم وموجود ہیں اور جس غرض کے لئے اس آیت کو سامنے لایا گیا ہے وہ اس آیت کا یہ جملہ ہے کہ: یَھْدِی اللّٰہُ لِنُوْرِہٖ مَنْ یَّشَآءُ۔''اللہ اپنے نوؔر کے لئے جس کو چاہتا ہے ہدایت کردیتا ہے۔''معلوم ہوا کہ اللہ کی ذات اور ہے اور اللہ کا نوؔر اور ہے اور ہدایت اُس نوؔر ہی کے لئے کی جاتی ہے اور یہی بات سورہ یونس(10/35) میں کہی گئی تھی کہ قُلِ اللّٰہُ یَھْدِیْ لِلْحَقِّ (10/35) کہدو کہ اللہ حقؔ کے لئے ہدایت کرتا ہے''لہٰذا اللہ کا نوؔر ہی''الحق''اور حق مطلق ہے اور ہدایت خداوندی اُسی حقؔ مطلق اور نوؔر خداوندی کے لئے کی جاتی ہے اور اسی حقؔ مطلق اور نوؔر خداوندی کی اتباع وپیروی تمام مخلوقات پر واجب ہے اور وہی نمائندؔہ خداوندی ہے اس کی نقل وحرکت اور گفتگو سراسر حق ہے۔اُس کی اطاعت اللہ کی اطاعت ہے اس کی نافرمانی اللہ کی نافرمانی ہے۔وہی وہ اوّلین مخلوق ہے جس سے اور جس کے لئے یہ کائنات وموجودات پیدا کی گئیں وہی اِسی لئے رحمت ہے ساری کائنات کے لئے اور نذیر ہے تمام مخلوقات کے لئے۔اور اللہ کی صفات کا نمائندہ ہے۔جس پر تمام ہی ملائکہ اور خود اللہ درودوسلام بھیجتے ہیں۔اَللّٰھُمَ صلی علیٰ محمدؐ و آلِ محمدؐ۔اور لعنت ومحرومی بر قرار رکھ دشمنان محمدؐ وآل محمدؐ کے لئے۔آمین بحق معصوؐمین۔

15۔قرآن کے جملے'' یُؤْفَکُوْنَ اور تُؤْفَکُوْن'' کا سلسلہ اور قرآن کی معنوی تحریف پر دوبارہ متوجہ ہوں اور مودودی کی دیانت دیکھیں۔

سابقہ عنوانات میں مودودی نے الفاظ **یُؤْفَکُوْن اور تُؤْفَکُوْن** کے معنی یوں لکھے تھے کہ: 1،الٹے پھرائے جانا۔2،الٹے پھرنا۔3،دھوکا کھانا۔ 4،دھوکا کھاتے رہنا۔5،بہکے چلے جانا۔6،الٹی راہ پر چلائے جانا یہاں تک ہو چکے ہیں۔

(الف) **ایک ہی لفظ کے ساتویں معنی یعنی تیسرے اور چوتھے معنی کی طرف واپسی۔**

پھر قرآن پڑھئے ارشاد ہے کہ:

هَلْ مِنْ خَالِقٍ غَيْرُ اللّٰهِ يَرْزُقُكُمْ مِّنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ فَاَنّٰى تُؤْفَكُوْنَ O (سورہ فاطر 35/3)

مودودی ترجمہ:''کیا اللہ کے سوا کوئی اور خالق بھی ہے جو تمہیں آسمان اور زمین سے رزق دیتا ہو؟ کوئی معبود اُس کے سوا نہیں،آخر تم کہاں سے دھوکا کھا رہے ہو؟''(تفہیم القرآن جلد 4 صفحہ 219) یہ تیسرے چوتھے معنی کو پھر دہرادیا ہے۔

(ب) **پانچویں معنی کو پھر لائے ہیں۔**

اس سلسلے کی آخری مثال دیکھیں اللہ نے فرمایا تھا کہ: ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمْ خَالِقُ كُلِّ شَيْءٍ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ فَاَنّٰى تُؤْفَكُوْنَ O (مومن 40/62)

مودودی ترجمہ:

''وہی اللہ (جس نے تمہارے لئے یہ کچھ کیا ہے) تمہارا رب ہے۔ہر چیز کا خالق۔اس کے سوا کوئی معبود نہیں۔پھر تم کدھر سے بہکائے جا رہے ہو؟''(تفہیم القرآن جلد 4 صفحہ 422-423)

Presented by Ziaraat.Com

قارئین یقین فرمالیں کہ اس زمانہ تک مودودی سے بڑا بد دیانت کوئی اور مترجم ومفسر قریشی علما میں بھی نہیں گزرا ہے۔اس نے قریش کے مشن کو حدِ کمال تک پہنچا دیا ہے۔اور قرآن کریم کے تمام کلیدی الفاظ کو الٹ کر بدل کر اور مشکوک کر کے رکھ دیا۔

16۔ حضرت علیؑ کے مخاطب وہی صحابہ تھے جو عہدِ رسولؐ میں سازش تیار کر رہے تھے۔

وہ حضرات جو علی علیہ السلام کے مخاطب لوگ ہیں مودودی کے راہنما اور بزرگ ہیں جو اپنے قلب وذہن کو نظامِ اجتہاد کے قوانین کے حوالے کر کے عام انسانوں سے مختلف انداز میں سوچتے اور مختلف طریقوں سے حصولِ علم کرتے ہیں اور اللہ اُن کے علم وفہم کی نفی کرتا ہے۔قرآن سے ازسرِ نو اُن کی جھلک دیکھئے ارشاد ہے کہ:۔

اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ نَافَقُوْا يَقُوْلُوْنَ لِاِخْوَانِهِمُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ لَئِنْ اُخْرِجْتُمْ لَنَخْرُجَنَّ مَعَكُمْ وَلَا نُطِيْعُ فِيْكُمْ اَحَدًا اَبَدًا وَّاِنْ قُوْتِلْتُمْ لَنَنْصُرَنَّكُمْ وَاللّٰهُ يَشْهَدُ اِنَّهُمْ لَكٰذِبُوْنَ O..........................لَاَنْتُمْ اَشَدُّ رَهْبَةً فِيْ صُدُوْرِهِمْ مِّنَ اللّٰهِ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ قَوْمٌ لَّا يَفْقَهُوْنَO........تَحْسَبُهُمْ جَمِيْعًا وَّقُلُوْبُهُمْ شَتّٰى ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ قَوْمٌ لَّا يَعْقِلُوْنَO كَمَثَلِ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ قَرِيْبًا ذَاقُوْا وَبَالَ اَمْرِهِمْ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌO(حشر 15-59/11)

''اے نبیؐ! کیا آپ نے جاسوسوں اور مخبروں کے اُس گروہ کو غور سے نہیں دیکھا جنھوں نے اپنے اُن بھائیوں سے یہ معاہدہ کیا ہے جو اہل کتاب ہیں حق پوشی میں اُن کے شریک ہیں کہ اگر تم جنگ کے لیے نکلو گے تو ہم بھی تمہاری طرفداری میں جنگ کرنے کو نکلیں گے اور ہم تمہارے خلاف کسی اور کی اطاعت اور مدد ہرگز نہ کریں گے اور اگر تمہیں جنگ پیش آئی تو ہم تمہاری نصرت کریں گے اور اللہ گواہی دیتا ہے کہ یہ لوگ اس معاہدہ اور اس وعدے میں جھوٹے ہیں۔اور اگر اہل کتاب کا حق پوش گروہ جنگ کے لئے نکلا بھی تو یہ جاسوسوں اور مخبروں کا گروہ اُن کی طرفداری میں نہ جنگ کے لئے نکلے گا اور نہ اُن کی نصرت کرے گا۔اور اگر اُن کو جنگ پیش آ گئی تو یہ اُن کی مدد بھی نہ کرے گا۔اور اگر مدد کے لئے آ گئے تو میدان جنگ سے بھاگنے کے لئے آئیں گے بہرحال اُن کی کوئی مدد نہ ہو سکے گی۔البتہ تم لوگوں کا خوف اُن کے دلوں میں اللہ سے بھی بڑھا ہوا ہے یہ اس لئے کہ جاسوسوں اور مخبروں کی قوم وہی ہے جو اجتہادی فقہ کے ماتحت سمجھتے بوجھتے ہیں۔یہ سب لوگ مل کر بھی تمہارا مقابلہ نہ کر سکیں گے اس لئے کہ وہ تو قلعوں اور مورچوں کے پیچھے رہ کر لڑنے والے لوگ ہیں۔اُن کی آپس کی جنگ البتہ سخت ہوتی ہے اور تم انہیں متحد اور متفق لوگ سمجھتے ہو حالانکہ اُن کے دل اجتہادی سوچ کی بنا پر پراگندہ ومنتشر رہتے ہیں۔اور یہ بھی اس لئے کہ وہ اپنی عقل کو بھی اجتہاد کے ماتحت رکھتے ہیں۔''

حضرت علی علیہ السلام نے اُن کی ان ہی صفات کو سامنے رکھا تھا کہ:

اَيَّتُهَا النُّفُوْسُ الْمُخْتَلِفَةُ ؛وَالْقُلُوْبُ الْمُتَشَتِّتَةُ ؛الشَّاهِدَةُ اَبْدَانُهُمْ؛ وَالْغَائِبَةُ عَنْهُمْ عُقُوْلُهُمْ ؛

''اے بنیادی حقائق سے اختلاف کرنے والو۔اور اے وہ لوگو جن کے دل منتشر اور پراگندہ ہیں۔اور اے وہ لوگو جو بظاہر خود تو موجود معلوم ہوتے ہو مگر جن کی عقلیں غیر حاضر رہتی ہیں(خطبہ 86، جملے 6۔7)

17۔ حق کو بدل کر چھپا دیا گیا تھا اور اُس کو منظر عام پر لانے کی ضرورت تھی مگر وسائل موجود نہ ہونے کی اطلاع۔

آگے چل کر حضور علیہ السلام یہ بتاتے ہیں کہ سابقہ خلفاء کے عہد میں عدل وانصاف کو چھپا دیا گیا تھا اور حق کو ٹیڑھا اور پیچیدہ کر کے رکھ دیا گیا تھا اور حضورؑ عدل وحق کو اُن کی حقیقی اور قابل عمل صورت میں منظر عام پر عوام کے سامنے لانا چاہتے تھے۔اور ایسا کرنے میں جس معاشرہ کی اور

Presented by Ziaraat.Com

جن صفات کے مومنین کی ضرورت تھی وہ موجود نہ تھے (خطبہ 86، جملے 1 تا 4)

یہ دونوں جملے نہایت غور وفکر کا تقاضا کرتے ہیں۔اور ہم دیکھتے ہیں کہ وہ تمام بنیادیں بھی تہہ در تہہ پردوں میں پوشیدہ کردی گئی ہیں جن پر غور وفکر کی تعمیر کر کے صحیح نتیجے پر پہنچا جاسکتا ہے۔تا کہ یہ سمجھنا آسان ہوجائے کہ عدل قائم کردیا گیا؟ قائم ہوچکنے کے بعد عدل کیوں چھپ گیا؟ کیا عدل خود بخود قائم ہوا تھا؟ یا کسی نے اُسے قائم کیا تھا؟ اور کیا عدل خود بخود چھپ گیا تھا؟ یا کسی نے اسے چھپایا تھا؟ اور کیوں چھپایا تھا؟ کیا عدل وانصاف سے کسی کا نقصان بھی ہوتا تھا کہ کسی کو اُسے چھپانے کی ضرورت ہو؟ اور یہ کہ عدل بذات خود کیا ہے؟ اور اُس کو قائم کرنے اور چھپانے میں کن چیزوں کی ضرورت ہے؟

18۔عدل وحق پر غور وفکر کا انداز غیر جانبدارانہ اور تمام عدل وحق پرستوں کے لئے قابل قبول ہونا چاہئے۔

خطبے سے دو باتیں صاف طور پر ثابت ہیں۔اوّل یہ کہ عدل چھپانے اور حق کو ٹیڑھا کرنے والا کوئی اور ہے علیؑ نہیں ہیں دوئم اور جس زمانہ میں خطبہ دیا گیا ہے حق اور عدل پر اس زمانے سے پہلے پہلے دونوں حادثات گزر چکے ہیں حضرت علیؑ علیہ السلام اسی خطبہ کی رو سے عدل کو قائم کرنے فتنہ وفساد کو مٹانے اور حق کو واضح کرنے میں کوشاں رہے ہیں (خطبہ 86، جملہ 5) اس خطبہ سے پہلے پہلے جو کچھ بھی انہوں نے کیا ہے اس میں وہ اصلاح کرتے رہے، مظلوموں کو مظالم سے بچانے میں مصروف رہے۔امن عامہ کا قیام مدنظر رہا۔قانون خداوندی جو پہلے سے معطل تھا اُسے نافذ کرنے کا انتظام کرتے رہے، تعلیمات خداوندی دوبارہ جاری کرنے میں مشغول رہے (خطبہ 86، جملے 8 تا 12) دولت دنیا اور حصولِ اقتدار کا ذرہ برابر خیال نہ تھا (جملہ 8) علامہ مودودی نے اپنی کتاب خلافت وملوکیت میں حضرت علی علیہ السلام کے برحق ہونے کی اور ان جملوں (8 تا 12) کی سو فیصد تصدیق کی ہے۔لہٰذا یہ مان کر آگے بڑھنا ہوگا کہ عدل کو چھپانے اور عدل وحق کو ٹیڑھا کرنے میں حضرت علیؑ کا بالکل ہاتھ نہ تھا۔بلکہ انہوں نے قیام عدل وحق کیلئے اپنی جان لڑادی تھی۔اور یہ کہ اُن کے خلافت سنبھالنے سے پہلے پہلے عدل کو چھپادیا گیا تھا اور حق کو ٹیڑھا کر دیا گیا تھا۔ حضرت علی علیہ السلام سے پہلے پہلے تین تاریخی خلفا گزر چکے تھے۔اب یہ دیکھنا ہوگا کہ اُن میں سے کس نے حق کو ٹیڑھا کیا اور عدل کو چھپایا تھا؟

19۔تینوں تاریخی خلفا حق اور عدل کے متعلق نہ نفی ہی کرتے ہیں اور نہ ہی حق وعدل کے اثبات پر بیان دیتے ہیں۔

ابوبکر عمر وعثمان کا کوئی ایسا بیان نہیں ملتا جیسا کہ حضرت علی علیہ السلام نے واضح کیا ہے۔خلفائے ثلاثہ کی خاموشی کے سہل ترین معنی یہ کرنا چاہئیں کہ جب انہوں نے خلافت کی باگ ڈور سنبھالی تو عدل وحق قائم تھا۔یہ مانتے ہی حضرت علیؑ کو جھٹلائے بغیر یہ ماننا پڑے گا کہ تیسرے خلیفہ کے عہد میں حق کو ٹیڑھا کیا گیا اور عدل کو چھپایا گیا۔اور علمائے اہلسنت بھی یہی کچھ چاہتے ہیں کہ پہلے دو خلفا کے زمانوں میں اسلام کو اپنی حقیقی شکل میں دکھائیں اور تیسرے خلیفہ کو بے قصور ومعذور دکھا کر عثمان کے زمانے کو بگاڑ کا زمانہ بنادیں اس طرح حضرت علیؑ کو بے قصور ومعذور دکھا کر ایک دم خلافت راشدہ کو معاویہ کے ہاتھوں ملوکیت بنوادیں اور پھر معاویہ کو بھی ذرا اور سا ملزم قرار دے کر اُسے بھی رضی اللہ عنہ کی خلعت دے کر یزید پر سارا جرم عائد کردیں اور پھر مصلحتوں کے ماتحت اس کے لئے بھی بخشش کا امکان پیدا کر کے اس کی مذمت اور لعنت ملامت کو بھی منع کردیں۔مگر ساری دنیا جانتی ہے یہ سب جانبداری ہے۔تحقیق نہیں ہے۔اُن خود ساختہ اصولوں کی پاسداری ہے جن کا قرآن کریم سے کوئی تعلق نہیں ہے اور ہم کسی ایسی بات کو ماننے کے لئے ہرگز تیار نہیں ہوسکتے جس کا قرآن کریم سے تعلق ہی نہ ہو۔لہٰذا فی الحال بات یہاں روک دیں کہ حضرت علی علیہ

السلام کے پاس جب خلافت پہنچی تو عدل وانصاف چھپا ہوا تھا اور حق کو ٹیڑھا کیا جا چکا تھا۔

20۔ خلفائے اربعہ کے طرفداروں، جانبداروں اور عقیدت مندوں کے ڈالے ہوئے پردوں میں سے ٹٹول کر حق کو باہر نکالنا ہوگا۔

یہ بات تو تحقیق طلب ہے کہ عہد مرتضوی میں حق وعدل بگڑا یا بگاڑا ہوا تھا یا نہیں؟ انہیں کس نے چھپایا یا ٹیڑھا کیا تھا؟ مگر یہ بات تو تاریخ وحدیث کی چیختی ہوئی حقیقت ہے کہ قریشی علما نے عدل وحق پر ہزاروں پردے ڈال دیئے ہیں اور وہ ابھی فارغ نہیں ہوئے ہیں یعنی جب جس کو موقع ملتا ہے وہ اُن پردوں میں اضافہ کرتا چلا جاتا ہے۔

(الف) علامہ مودودی، رسولؐ اللہ اور خلفائے اربعہ کے زمانوں اور اسلام پر ایک فیصلہ کن بیان دیتے ہیں۔

آیئے پہلے مودودی کا ایک بڑا تحقیقی بیان پڑھیئے اور اُسے بنیاد بنا کر حق وعدل تک پہنچنے کی راہ نکالئے۔ علامہ اپنی کتاب ''تجدید واحیائے دین'' میں خلافت راشدہ کا عنوان قائم کر کے لکھتے ہیں کہ:

''خلافت راشدہ'' ''خاتم النبین سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ سارا کام 23 سال کی مدت میں ''پایہ تکمیل'' کو پہنچا دیا۔ آپؐ کے بعد ابوبکر صدیق اور عمر فاروق رضی اللہ عنہما دو ''ایسے کامل لیڈر'' اسلام کو میسر آئے جنہوں نے ''اُسی جامعیت'' کے ساتھ آپؐ کے کام کو جاری رکھا۔ پھر زمام قیادت حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی طرف منتقل ہوئی۔ اور ابتداءً چند سال تک وہ پورا نقشہ بدستور جما رہا۔ جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے قائم کیا تھا۔ (دوسرا عنوان آتا ہے)

''جاہلیت کا حملہ'' ''مگر ایک طرف حکومت اسلامی کی ''تیز رفتار وسعت'' کی وجہ سے کام روز بروز زیادہ سخت ہوتا جا رہا تھا اور دوسری طرف حضرت عثمان جن پر کار عظیم کا بار رکھا گیا تھا اُن تمام خصوصیات کے حامل نہ تھے جو اُن کے جلیل القدر پیش روؤں کو عطا ہوئی تھیں۔ اس لئے اُن کے زمانہ خلافت میں جاہلیت کو اسلامی نظامِ اجتماعی کے اندر گھس آنے کا موقع مل گیا۔ حضرت عثمان نے اپنا سر دے کر اس خطرے کا راستہ روکنے کی کوشش کی مگر وہ نہ رکا۔ اسکے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ آگے بڑھے اور انہوں نے اسلام کے سیاسی اقتدار کو جاہلیت کے تسلط سے بچانے کی انتہائی کوشش کی مگر اُن کی جان کی قربانی بھی اُس انقلاب معکوس (Counter Revolution) کو نہ روک سکی۔ آخر کار خلافت علیٰ منہاج النبوۃ کا دور ختم ہو گیا ملک عضوض (Tyrant Kingdom) نے اُس کی جگہ لے لی اور اس طرح اسلام کی اساس اسلام کے بجائے پھر جاہلیت پر قائم ہوگئی۔'' (صفحہ 36-35)

فی الحال ہم اس بیان پر تنقید نہیں کرتے بلکہ یہ کہتے ہیں کہ علامہ نے اُن چاروں میں سے کسی خلیفہ کو قصوروار قرار نہیں دیا۔ یہ عقیدتمندی تھی۔ حالانکہ اس نقاب پوش بیان میں اہل نظر کو قصور نظر آ رہا ہے۔ بہر حال ہم تنقید سے صرفِ نظر کر کے آپ کو اسی سلسلے اور اسی مقصد پر ڈاکٹر طٰہ حسین کا بیان سناتے ہیں۔ اُن کا بڑا معنی خیز عنوان ہے:

(ب) حضرات ابوبکر وعمر اور عدل اجتماعی کا جرأت مندانہ تجربہ؟

''انسانیت نے صالح حکومت کی تلاش میں یہ (مندرجہ بالا) سب مراحل طے کئے اور اُن تمام نظامہائے کو آزمایا لیکن بایں ہمہ مقصد تک نہ پہنچی۔ ظلم وجور کا شکوہ بدستور اپنی جگہ رہا۔ ذلت وغلامی میں جکڑی رہی۔ اور مسلسل کسی ایسے صحیح نظام کی جستجو اور تلاش میں لگی رہی جو عامۃ الناس کو حریت اور عدل دونوں کی نعمتوں سے ہمکنار کر سکے۔ یہی وہ صحیح نظام تھا جس کی نشو ونما کے لئے خلافت اسلامیہ ابوبکر وعمر

Presented by Ziaraat.Com

کے عہد میں سرگرم عمل رہی۔ مگر حضرت ابوبکر ابھی اس تجربہ کو شروع بھی نہ کرنے پائے تھے کہ وفات پا گئے۔ حضرت عمر جب شہید ہوئے تو وہ اس تجربہ کی راہ میں کئی قدم آگے بڑھا چکے تھے۔ مگر اولاً تو وہ خود اپنے آپ مطمئن نہ تھے۔ بیان کیا جاتا ہے کہ وہ اپنی خلافت کے آخری ایام میں فرمایا کرتے تھے کہ ''جو کچھ میں نے بعد میں معلوم کیا اگر اس کا علم پہلے ہو جاتا تو میں سرمایہ داروں سے فالتو دولت ''چھین'' کر فقراء میں بانٹ دیتا'' اس کا مطلب یہ ہوا کہ حضرت عمر خود بھی ایسا اجتماعی عدل قائم نہ کر سکے جس کے وہ آرزومند تھے۔ جب حضرت عمر کا یہ حال ہے حالانکہ آپ وہ خلیفہ ہیں جس سے زیادہ عدل پرور و عدل گستر امیر مسلمانوں اور غیر مسلموں کو کبھی میسر نہیں ہوا تو پھر دوسروں کا ذکر ہی عبث ہے۔ ثانیاً یہ ہے کہ حضرت عمر کے اس تجربہ سے خود حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ہم عصر بھی خوش نہ تھے۔ اس لئے کہ وہ اُن کے اقتدار و دبدبہ سے خائف و لرزاں رہتے تھے۔ اور اُن میں اکثر افراد اُن کی اطاعت خوف و ہیبت کی بنا پر کرتے تھے۔ چنانچہ وہ افراد جنہیں حضرت عمر سے بے پناہ محبت تھی یا جن سے حضرت عمر کو بے حد الفت تھی وہ حضرت عمر کو یہ تلقین کیا کرتے تھے کہ وہ اپنے اور عامۃ الناس کے حق میں نرمی اختیار کریں۔ لیکن وہ ایک نہ مانتے تھے۔ کیوں کہ اُن کی نظر میں عدل ہر شے سے زیادہ تھا۔ علاوہ ازیں اس تجربے سے مفتوحین بھی راضی نہ تھے۔ وہ یہ محسوس کرتے تھے کہ اُن سے جو کچھ کرایا جاتا ہے وہ اُن کے لئے ناگوار و ناقابل برداشت تکلیف ہے۔ یہ لوگ خود کو تہذیب و تمدن میں بہت آگے سمجھتے تھے۔ اور اُن کے خیال میں عربوں نے اُن کی ثقافت پر ڈاکہ ڈالا تھا۔ لہٰذا انہیں ہرگز گوارا نہ تھا کہ عرب کے بادیہ نشین اس متمدن قوم پر مسلط ہو جائیں۔ حضرت عمر کی شہادت اسی غم و غصہ کا نتیجہ ہے۔ کیونکہ اُن ہی مفتوحین میں سے ایک شخص نے آپ کو شہید کر دیا۔ یہ شخص مغیرہ بن شعبہ کا غلام تھا۔ اس نے حضرت عمر کے پاس مغیرہ بن شعبہ کی سخت گیری کا شکوہ کیا تھا۔ لیکن جب حضرت عمر نے تحقیق کی تو اُس کی شکایت بجا ثابت نہ ہوئی۔ اور حضرت عمر نے اس آقا کے خلاف کوئی کارروائی نہ کی۔ نتیجہ یہ ہوا کہ آپ کو نماز ادا کرتے ہوئے اس نے نیزہ مار کر شہید کر دیا۔ تاہم اگر ہم اس جرات مندانہ تجربے کے بارے میں یوں ہی سرسری طور پر فیصلہ کر دیں تو یہ زیادتی ہوگی۔ یہ معاملہ اس کا مستحق ہے کہ ذرا توقف کر کے اس پر ٹھنڈے دل سے غور کیا جائے۔ اور دیکھا جائے کہ آیا اس تجرباتی نظام کی بقا، کامیابی اور فائز المرامی ممکن بھی تھی؟ اس غور و تامل کے وقفہ میں ہم اس انصاف پر پابند رہ کر جسے ابتدا میں ہم نے اپنے اوپر لازم کیا ہے۔ اس بات کو پایہ تحقیق تک پہنچانا چاہتے ہیں۔ دوسرے یہ غور و تامل ہماری اس ضمن میں بھی اعانت کرتا ہے کہ ہم اُن بے شمار مشکلات کو سمجھنے کی کوشش کریں جو عہد عثمان میں خود بخود رونما ہوئیں یا پیدا کی گئیں؟ اور جن کا باعث فقط یہ نہ تھا کہ خلیفہ حضرت عثمان تھے بلکہ درحقیقت خود وہ وقت ہی آ پہنچا تھا جو اُن مشکلات سے بعض کو ابھار کر سامنے لاتا اور رہی سہی کسر لوگ پوری کر دیتے۔''

(صفحہ 10 تا 13)

مجھے اس اعتقاد کے اظہار میں بھی باک نہیں کہ خلافت اسلامیہ کا جو مفہوم حضرات ابوبکر و عمر رضوان اللہ علیہما کے یہاں تھا وہ ایک بہت بڑا جرأتمندانہ تجربہ تھا جو تقریباً جان کی بازی لگانے کے مترادف تھا۔ لیکن یہ جان آزما مہم اپنے انجام تک پہنچی نہ ہی اس کا انجام تک پہنچنا ممکن تھا۔ کیونکہ اس کی داغ بیل ایک ایسے دور میں ڈالی گئی جو اس کے لئے موزوں و مناسب نہ تھا۔'' (صفحہ 5) (کتاب الفتنۃ الکبریٰ)

(ج)۔ علامہ مودودی کی خلافت راشدہ اور ''جاہلیت کا حملہ'' تنقید کے لئے دوبارہ دیکھئے۔

مولانا مودودی نے گو اپنے دونوں بیانات کو عقیدت کے سربند ڈبے میں بند کر دیا ہے۔ اس لئے قارئین کو اس ڈبے کے اندر سے وہ

Presented by Ziaraat.Com

سامان نکالنا ہوگا جو اس میں چھپائے ہوئے حقائق کو منظر عام پر پھیلا کر رکھ سکے۔سب سے پہلے یہ سوچئے کہ اللہ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ کی تئیس (23) سال کی کارکردگی اور اسلامی پروگرام کو ابوبکر وعمر جیسے کامل لیڈروں نے تیرہ سال تک اُسی شان اور معیار سے جاری رکھا جو عملاً اللہ ورسوؐل نے قائم کیا تھا۔مگر یہ چھتیس (36) سالہ محنت جاہلیت کے حملہ نے چند سال میں تباہ و برباد کردی۔یعنی نظام جاہلیت اللہ، رسوؐل، قرآن اور ابوبکر وعمر جیسے کامل لیڈروں پر صرف بارہ سال میں غالب آ گیا۔اور خلافت علیٰ منہاج النبوۃ کو ختم کر دیا۔ذرا سوچئے کہ چھتیس سال کی محنت وکمال کو جو نظام (12) بارہ سال میں تباہ کردے وہ تو اللہ اور رسوؐل اور ابوبکر وعمر سے تین گنا علم و دانش وبصیرت میں بڑھ کر ثابت ہوتا ہے۔

2۔ پھر یہ سوچئے کہ عمر ایسے کامل لیڈر پر لازم تھا کہ:

(1) حکومت اسلامی کی تیز رفتار وسعت کو اپنے ہی زمانہ میں قابو میں رکھنے کا انتظام کرتے۔یا

(2) اپنا جانشین ایسا شخص مقرر کرتے جو اس تیز رفتار وسعت کو قابو میں رکھ کر آگے بڑھاتا۔اور

(3) اُن راہوں کو بند کرتا جن سے جاہلیت حملہ آور ہوسکتی تھی۔لہٰذا عمر کو کامل لیڈر قرار دینا محض عقیدتمندی ہے۔پھر یہ سوچئے کہ حکومت اسلامی کی وسعت کی تیز رفتاری اچانک کہیں سے نازل نہ ہوگئی تھی اور نہ ہی جاہلیت کہیں باہر سے اچانک آ گئی تھی۔یہ دونوں تو عہدِ رسوؐل اور دونوں کامل لیڈروں ابوبکر وعمر کے زمانوں میں بھی موجود تھی اور لازم ہے کہ جس طرح اور جس طریقہ سے اسلامی حکومت کی وسعت میں تیز رفتاری بے قابو ہو جانے کی طرف بڑھ رہی تھی اُسی طرح اور اُسی طریقے سے نظام جاہلیت کے کرتا دھرتا جاہلیت کی حملہ آوری اور غلبہ کو تین گنا زیادہ طاقت فراہم کررہے تھے۔اور یہ ماننا پڑے گا کہ ابوبکر وعمر جیسے کامل لیڈر جاہلیت کی اُس خوفناک وتباہ کن تیاری کی طرف سے آنکھیں بند کئے ہوئے اپنے پروگرام میں مصروف تھے۔

پھر یہ سوچنا ہوگا کہ مودودی نے اس ڈبہ بند بیان کو دلیل وبرہان وقرآن کی احتیاج سے بلند رکھا ہے۔نہ یہ بتایا ہے کہ ابوبکر وعمر کو کس نے درجہ کمال کی سند عطا کی تھی؟ اور نہ یہ بتایا ہے کہ اُن دونوں کو اُس خلافت علیٰ منہاج النبوۃ کے انتظام وانصرام پر کس نے تعینات کیا تھا؟ اور نہ یہ بتایا ہے کہ وہ اسلامی حکومت کی تیز رفتار وسعت کیا تھی؟ جو جاہلیت کو ختم نہ کرسکی بلکہ اُسے موٹا، تازہ اور طاقت ور بن جانے میں مددگار رہی؟ اور نہ یہ بتایا کہ وہ دونوں کامل لیڈر اُس خلافت علیٰ منہاج النبوۃ کو نبی صلی اللہ وعلیہ وآلہ کے طریقہ پر وُسعت دے رہے تھے؟ اور نہ یہ بتایا کہ عہدِ رسوؐل میں جاہلیت ختم ہوگئی تھی یا نہیں؟ اگر ہاں؟ تو پھر جاہلیت کے پیدا ہونے اور پر پُرزے نکالنے اور خطرناک حد تک طاقتور بننے کا زمانہ وہی ماننا ہوگا، جو اُن دونوں کامل لیڈروں کا زمانہ تھا اور اُن کا کمال یہی ہوگا کہ انہوں نے تیرہ سال میں ایسی جاہلیت تیار کردی جس نے اللہ ورسوؐل کی عمر بھر کی کوشش ومحنت وبصیرت کو تباہ کر دیا۔اور اگر نہیں؟ یعنی اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ اپنے 23 سالہ دور میں جاہلیت کو ختم نہ کرسکے تھے تو یہ جملہ بالکل بے معنی ہو جاتا ہے کہ:

"خاتم النبین سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ سارا کام 23 سال کی مدت میں" پایہ تکمیل" کو پہنچا دیا تھا۔(تجدید واحیائے دین صفحہ 35)

یہ کہنا اس سے بھی بڑی غلطی ہوگی کہ اللہ نے قرآن میں دین کی تکمیل اور نعمتوں کے اتمام کی سند دی ہے۔اور اسلام دین پر راضی ہو جانے کا ثبوت دیا ہے (مائدہ 5/3) اس لئے یہ کہتے ہی اس سر بند ڈبے کو قرآن کے سامنے رکھنا پڑے گا اور قرآن کے سامنے ہر باطل بھاپ بن کر اڑ جاتا ہے۔لہٰذا مودودی اور اُن کا ڈبہ مع اُن کی عقیدت اور مذہب کے ایک فریب وفراڈ بن کر رہ جائیں گے۔اور حضرت علی علیہ السلام کا اعلان سو فیصد صحیح

Presented by Ziaraat.Com

ثابت ہو جائے گا کہ:

سابقہ قریشی خلفا نے عدل کو چھپا دیا تھا۔یعنی ظلم پر قریشی پالیسیوں کی چادریں ڈال کر ظلم کو عدل بنا دیا تھا۔اور حق کو موڑ موڑ کر مستقل خمیدہ کر دیا تھا۔یعنی باطل کو اپنے تدبر سے حق کی صورت دے دی تھی۔

(د) ڈاکٹر طٰہٰ ابوبکر و عمر کے جرأتمندانہ تجربہ کو پوری جرأت سے بیان کرتے تو یقیناً واضح ہو جاتا۔

قارئین ڈاکٹر طٰہ مودودی کی بہ نسبت زیادہ جراتمند ہیں کہ ہم اُن کے بیانات کو سربند ڈبہ نہیں کہہ سکتے۔اس میں ڈاکٹر صاحب نے اہل تحقیق کے لئے خود ہی وہ پہلو رکھ دیئے ہیں کہ جن کی مدد سے ایک غیر جانبدار شخص حق اور اصلیت تک پہنچ سکتا ہے لیکن یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ ڈاکٹر صاحب بہر حال قریش کے مذہب پر ہیں۔انہیں بھی حقائق کو الفاظ کے پردوں میں لپیٹنا پڑتا ہے ورنہ اُن کا سو فیصد بائیکاٹ ہو جاتا۔انہوں نے اپنے بیان کو پٹا ہوا اور فرسودہ ہیڈنگ (عنوان) ''خلافت راشدہ'' نہیں دیا۔بلکہ ایک معنی خیز اور حقیقت انگیز عنوان دیا ہے۔یعنی:

''حضرات ابوبکر و عمر اور عدل اجتماعی کا جرأتمندانہ تجربہ''

اس عنوان کو قائم کرنے سے پہلے ڈاکٹر صاحب نے تمہید میں اُن نظامہائے زندگی پر مختصر سی نظر ڈالی ہے جو سوشلزم اور کمیونزم تک بڑھتے ہوئے آئے ہیں۔جس سے یہ معلوم کرنا آسان ہے کہ ابوبکر اور عمر کے اذھان میں انسانیت کے وہ تجربات موجود تھے جو اُن کے زمانہ تک کئے جا چکے تھے اور جن سے سابقہ لیڈر اُن دونوں کے زمانے تک بقول ڈاکٹر صاحب: ''عامۃ الناس کو حریت اور عدل دونوں کی نعمتوں سے ہمکنار نہ کر سکے تھے۔'' (صفحہ 11 فتنۃ الکبریٰ)

لہٰذا ابوبکر و عمر نے کسی ایسے نظام کا نقشہ اپنے دماغوں میں تیار کر رکھا تھا جو انسانوں کو حریت اور عدل سے ہمکنار کر سکتا تھا۔لیکن اُس نظام کو برسر کار لانے کے لئے نہ صرف یہ کہ صورت حال کے اور تقاضائے وقت کے خلاف بہت بڑی جرات اور مخالفت کی ضرورت تھی بلکہ سر دھڑ کی بازی لگا دینا بھی ضروری تھا۔چنانچہ ابوبکر و عمر نے یہ جرأت کی اور حکومت کو نہایت خطرناک و مخالف حالات میں قابو میں لائے۔اور ذہنی تجربہ شروع کرنے سے پہلے مگر حکومت پر تسلط پالینے اور مخالفت کو کچل دینے کے بعد ابوبکر وفات پا گئے۔یعنی بقول طٰہ انہیں اپنے ذہنی نظام عدل کو آزمانے اور برسرِ کار لانے کا موقع نہ ملا۔اُن کے بعد عمر نے اُس نظام کو قائم کرنے کے سلسلے میں کئی قدم آگے بڑھائے کہ وہ بھی قتل ہو گئے۔اس کے بعد طٰہ صاحب بتاتے ہیں کہ حضرت عمر خود بھی اپنے تجربہ سے مطمئن نہ تھے۔2۔اور عمر کے ہم عصر مسلمان صحابہ بھی خوش نہ تھے۔3۔اور مفتوحین بھی راضی نہ تھے۔

قارئین سوچیں کہ جس نظام حکومت کے لئے ابوبکر و عمر نے جان کی بازی لگائی تھی اُس سے نہ رعایا کو فائدہ ہوا نہ وہ خوش ہوئی اور نہ ہی اُس نظام کو قائم کرنے اور جان کی بازی لگانے والا عمر مطمئن ہوا تو اُس نظام کی کیا پوزیشن رہ گئی کہ اُس کو قرآن و اسلام اور اللہ کے پیش کردہ نظام حکومت پر ترجیح دینے کے لئے یہ نام نہاد جرأتمندانہ تجربہ شروع کیا گیا؟ اور جب کہ اپنے دور حکومت کے آخر میں عمر کو یہ کہنا پڑا کہ:

''اپنی خلافت کے آخری ایام میں فرمایا کرتے تھے کہ ''جو کچھ میں نے بعد میں معلوم کیا اگر اُس کا علم پہلے ہو جاتا تو میں سرمایہ داروں سے فالتو دولت چھین کر فقرا میں بانٹ دیتا'' اس کا مطلب یہ ہوا کہ حضرت عمر خود بھی ایسا اجتماعی عدل قائم نہ کر سکے جس کے وہ آرزومند تھے۔ (صفحہ 11) یہ مطلب تو طٰہ صاحب نے سمجھا ہے لیکن غیر جانبدار شخص تو یہ مطلب لے گا کہ:

Presented by Ziaraat.Com

اول: جونظام عدل ابوبکر وعمر کے ذہن میں تھا اور جسے قائم کرنے کے لئے اُن دونوں نے اللہ ورسوؐل کے اور تعلیمات قرآن کے اور تقاضائے وقت وزمانہ کے خلاف جان لیوا تجربہ کیا وہ خود انہیں مطمئن نہ کرسکا اور جس نے تمام صحابہ اور مسلمانوں کو ناراض کیا اور سارے مفتوحین بھی دشمن ہوگئے اور نماز میں قتل کردیئے گئے اُس نظام نے:

دوم۔ مملکت میں ایسے سرمایہ دار پیدا کردیئے جن سے اُن کا روپیہ اور دولت چھین لینا جائز تھا لیکن عمر بے بس ہوکر رہ گئے اور سرمایہ داروں کی دولت چھین نہ سکے اور

سوم۔ فقیروں اور غریبوں کی کثرت ہوگئی اور عمر کے لئے اس خود پیدا کردہ غربت اور فقیری کا علاج ناممکن ہوگیا۔ اور

چہارم۔ یہ کہ ابوبکر وعمر کے عقید تمندوں نے بلا دلیل وسند کے یہ لکھ دیا ہے کہ وہ دونوں کوئی نظامِ عدل قائم کرنا چاہتے تھے جس میں ناکامیاب ہوگئے تاکہ ابوبکر وعمر کا صحیح مقصد چھپ جائے یعنی یہ نہ کہا جائے کہ وہ دونوں دراصل قرآن واسلام اور اللہ ورسوؐل کے خلاف جو کچھ کرنا چاہتے تھے وہ یہی کچھ تھا جو وہ کرسکے یعنی سرمایہ داری کا قیام، انسانوں کی کثرت کو افلاس وتنگدستی میں گرفتار کرکے سرمایہ داروں کے ہاتھ میں غلام بنانا اور قرآن کے نظام عدل وحق کو تباہ کرنا اور حضرت علیؑ کو حکومت سے محروم کرنا اور خاندانؑ رسالت کو حکومت واقتدار سے ہمیشہ کے لئے دور رکھنا اور رفتہ رفتہ اس خاندانؑ کو مٹادینا۔ ورنہ

پنجم۔ ہمیں ابوبکر وعمر کے ایسے بیانات ملنا چاہئیں تھے جن میں وہ اپنی زبان سے یہ کہتے ہوئے ملتے کہ:

''ہم دونوں ایک ایسا نظام عدل وحریت قائم کرنے کا منصوبہ رکھتے ہیں یا رکھتے تھے جو ہم سے پہلے کبھی قائم نہیں کیا جاسکا ہے۔ جس میں انسانیت کُلّیتاً ظلم وجور اور ذلت اور غلامی، ناداری ومفلسی اور طبقہ واریت سے سوفیصد محفوظ ہوجائے اور جو ہمارے زمانہ میں تجویز کئے ہوئے تمام ہی نظامہائے حکومت سے بہتر ومفید تر ہے۔''

ششم۔ چونکہ اُن کا ایسا بیان موجود نہیں بلکہ اس کے برعکس اُن کے بیانات میں تمنا ہے کہ کاش ہم درخت ہوتے۔ کاش ہم چڑیا ہوتے کاش گدھا ہوتے وغیرہ اور قیامت کی باز پرس ومواخذہ سے محفوظ رہ جاتے۔ لہٰذا یہ ماننا پڑے گا کہ وہ دونوں دوست ہی وہ پہلے افراد تھے جنہوں نے اللہ ورسوؐل اور قرآن کے خلاف محاذ بنایا اور اسلامی نظام حق وعدل کو برباد کیا اور اُن کے نظام ظلم وجور وجفا نے پوری قریشی قوم کو اور سارے عرب وعجم کو اپنی تائید وتوفیق پر لگایا چنانچہ اُن دونوں کے بعد عثمان اور قریش اُن کے نظام کی اصلاح وتائید پر عمل کرتے چلے گئے لہٰذا عدل کو چھپانے والے اور حق کو ٹیڑھا کرنے والے یہی لوگ اور اُن کی قوم تھی اور اس حقیقت کو واضح وآشکار کرنا حضرت علی علیہ السلام کا مشن تھا اور لوگ اس مشن کے مخالف تھے جو خطبہ 86 میں مخاطب ہیں۔ اس لئے کہ وہ خود قریشی تھے۔

(ہ)۔ ابوبکر وعمر کی یاری اور دوستانہ، تخریب اسلام کا باعث ہوا۔

قرآن کریم نے ابوبکر وعمر کی مذکورہ بالا پالیسی اور اللہ ورسوؐل کے مخالف نظام کا تذکرہ بھی محفوظ رکھا ہے۔ چنانچہ مندرجہ بالا بیان ذہن میں رکھیں اور یہ نوٹ کرلیں کہ ساری امت میں عموماً اور قریشی ریکارڈ ومذہب میں خصوصاً ابوبکر وعمر کو یار دوست مانا گیا ہے پھر سورہ فرقان کی ستائیسویں (27) آیت سے مطالعہ شروع کیجئے اور قرآن کے الفاظ کو اور ہمارے پیش کردہ مندرجہ ذیل نظارہ کو سامنے رکھ کر دیکھئے کہ اُس میں آپ کو ابوبکر وعمر کے سوا اور کوئی نظر نہ آئے گا۔ وہ مقام بتاتا ہے کہ:

Presented by Ziaraat.Com

''قیامت قائم ہوچکی ہے۔اللہ کی مکمل اور حقیقی حکومت کا اعلان ہو چکا ہے۔باز پرس حساب کتاب اور مواخذے کے تمام انتظامات ہو چکے ہیں اور ایک حقیقی مجرم اور ظلم کا بانی مبانی پہلا مجرم اللہ کے سامنے مواخذہ کے لئے پیش کیا گیا ہے۔وہ ظالم شخص اپنے دونوں ہاتھوں کو افسوس وندامت سے کاٹتا اور چباتا ہوا کہتا ہے کہ اے کاش میں نے رسوؐل اللہ والا نظام اختیار کرلیا ہوتا۔ہائے افسوس اے کاش میں نے فلاں شخص کو اپنا یار نہ بنایا ہوتا۔یقیناً مجھے میرے اُسی یار نے ایسی حالت میں بھی رسوؐل اللہ کے نظام کے خلاف اپنا نظام قائم کرنے کے لئے گمراہ کردیا جب کہ خود رسوؐل اللہ (الذکرؐ) نے میرے پاس آکر اپنا نظام مجھ سے بیان کردیا تھا اور اُس شیطان یار کا کام تو یہی ہے کہ وہ اپنے یاروں کو بے یار و مددگار چھوڑ کر الگ ہو جائے یعنی اس مواخذہ میں میں اُسے موجود نہیں پاتا ہوں اور محمد رسوؐل اللہ نے پہلے ہی کہہ دیا تھا کہ اے میرے پروردگار میری قوم نے اس قرآن کو تبدیل وتحریف وتکذیب کرنے کے بعد اختیار کیا ہے۔اور اللہ نے وعدہ فرمالیا تھا کہ تیری مدد اور راہنمائی کیلئے تیرا پروردگار کافی ہے رہ گیا تیری قوم کا قرآن کی تکذیب وتحریف تبدیل کے بعد اُسے اختیار کرنا یہ اس لئے ہے کہ ہم نے ہر قوم کے مجرموں میں سے کچھ لوگوں کو ہر نبیؐ کا مخالف اور دشمن بنائے رکھا ہے لہٰذا تیری قوم بھی حسب سابق تیری دشمن ہے۔''

(سورہ فرقان 31 تا 25/25)

اور یہ بات سورج سے بھی زیادہ نمایاں ہے کہ ابوبکر نے اپنی حکومت کے قیام اور استحکام کے لئے لوگوں سے بیعت لی تھی اور بیعت ہاتھوں سے کی اور لی جاتی ہے لہٰذا ابوبکر نے اللہ ورسوؐل کی مخالفت ہاتھوں سے کی تھی اس لئے وہ قیامت میں اپنے ہاتھ چباتا ہوا دکھایا گیا ہے۔

(و) ابوبکر وعمر کے جرأتمندانہ تجربے کی صحیح اسپرٹ اور مطلب طٰہٰ سے ہی سمجھئے۔

پہلے یہ اعتراف کیا گیا کہ طٰہٰ حسین نے مودودی وغیرہ سے بڑھ کر حقائق کو سمجھنے کا سامان فراہم کیا ہے۔اب ہم اُن ہی کے قلم سے ایک ایسا بیان لکھتے ہیں جس سے نہ صرف ہمارے زیرتنقید بیانات کی تصدیق ہوجائے گی بلکہ عمر ابوبکر اور قریش کی قومی خصلتیں اور عادتیں بھی سامنے آجائیں گی۔ابوبکر وعمر کا نظام بھی سمجھا جاسکے گا اور اُس کے بہت سے وہ پہلو اُجاگر ہوجائیں گے جو ہمیشہ چھپائے جاتے رہے ہیں

(ز) ابوبکر وعمر اور اُن کی قوم کی مستقل فطرت وعادت اور اُن کے اعمال کی حالت۔

اس فطرت وعادت کے بیان کرنے سے پہلے پہلے طٰہٰ صاحب نے یہ بھی لکھا ہے کہ:

۔''عمر جانتے تھے کہ گو وہ اُن صحابہ پر والی مقرر ہوئے ہیں لیکن وہ اُن سب سے فائق وبہتر نہیں ہیں۔'' (الفتنۃ الکبریٰ صفحہ 31)

یہ بیان تو عمر کا تھا ایسا ہی بیان ابوبکر کی طرف سے تمام تاریخوں میں موجود ہے جس میں انہوں نے باقی صحابہ سے افضل واعلیٰ نہ ہونے کا بار بار اعلان کیا ہے۔لہٰذا اب خود طٰہٰ حسین کا یا مودودی وغیرہ کا ابوبکر وعمر کو کامل لیڈر یا بزرگ ترین کہنا محض بکواس اور قومی پالیسی کو نباھنا ہوگا۔دوسرا بیان سنئے (مسلسل اسی صفحہ پر) ''ان امور کے باوجود انہیں (عمر کو) یہ فکر دامن گیر رہتی تھی کہ ان افراد (صحابہ) کیساتھ کونسا طرز عمل روا رکھا جائے؟ چنانچہ انہوں نے اُن صحابہ کرام کے حق میں نرمی بھی برتی اور احتیاط بھی۔انہیں اپنا جلیس و مصاحب،مقرب وہمدم اور مشیر بنالیا لیکن اُن سے ہمیشہ محتاط بھی رہے کہ ان صحابہ کے خلاف یا خود صحابہ کی جانب سے کوئی فتنہ برپا نہ ہوجائے۔چنانچہ حضرت عمر نے اُن سب صحابہ کو مدینہ میں روک لیا تھا اور بغیر اجازت انہیں مدینہ سے باہر جانے کی آزادی نہ دی۔انہیں اسلامی مفتوحہ علاقوں میں بھی بغیر اجازت جانے سے منع کردیا۔وہ (عمر) ڈرتے تھے کہ مبادا لوگ اُن صحابہ کرام کے حلقہ بگوش ہوکر کسی آزمائش میں نہ پڑجائیں۔نیز خود ان صحابہ کو لوگوں کی عقیدت سے غلط فہمی نہ ہوجائے۔اُن

Presented by Ziaraat.Com

(عمر) کو خطرہ تھا کہ ان صورتوں میں امت کے لئے نقصان دہ نتائج پیدا ہو سکتے ہیں۔عمر کا یہ طریقہ اکثر صحابہ خصوصاً مہاجرین کو سخت ناگوار گزرتا تھا۔''(ایضاً صفحہ 32-31)

طٰہٰ حسین نے ثابت کر دیا کہ تمام صحابہ ابوبکر وعمر کے نزدیک نہ صرف ناقابل اعتبار و اعتماد تھے بلکہ اُن دونوں کے لئے نہایت خطرناک ثابت ہو سکتے تھے۔لہٰذا احتاطاً رہ کراُن کو اپنا مقرب اور جلیس اور مشیر بنانا منافقانہ مصلحتوں کے ماتحت تھا۔اور یہ کہ وہ صحابہ اگر مدینہ میں نظر کے سامنے مقید و نظر بند نہ رکھے گئے تو وہ اُس نظام کو الٹ دیں گے جو ابوبکر وعمر دلوں میں رکھ کر چل رہے تھے۔اب طٰہٰ حسین کا قریش کے متعلق ایک اور بیان ملاحظہ ہو:

''طبری نے لکھا ہے کہ جس وقت حضرت عمر کی وفات ہوئی تو اس وقت قریشی اُن سے دل برداشتہ ہو چکے تھے۔کیونکہ حضرت عمر نے انہیں مدینہ میں بند کر رکھا تھا۔اور وہاں سے باہر نکلنے سے روک رکھا تھا۔وہ (عمر) کہا کرتے تھے کہ''میرے نزدیک اس امت کے حق میں سب سے زیادہ خوفناک چیز تم لوگوں کا اکنافِ سلطنت میں پھیل جانا ہے۔''اگر ان پابند مدینہ مہاجرین حضرات سے میں سے کبھی کوئی جنگوں میں حصہ لینے کے لئے اُن سے اجازت طلب کرتا تو حضرت عمر یہ جواب دیا کرتے تھے کہ''آپ نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جو جہاد کئے ہیں وہ آپ کے لئے کافی ہیں آج آپ کے لئے جہاد سے یہ بدرجہا بہتر ہے کہ نہ آپ دنیا کو دیکھیں اور نہ دنیا آپ کو دیکھے۔''

اس پالیسی کا مطلب صرف یہ تھا کہ ابوبکر وعمر نے مدینہ سے باہر دینی مسائل اور عمل درآمد میں جو تبدیلیاں اپنے نظام کو قائم اور مستحکم کرنے میں کی ہیں صحابہ اُن پر مطلع نہ ہو جائیں اور زبان بند رہے۔اگر صحابہ مدینہ میں نظر بند و قید نہ ہوتے تو اُن میں سے بعض لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ کی وہ حقیقی پوزیشن بھی بیان کر دیتے جو ابوبکر وعمر کے اُس جرأتمندانہ تجربہ کی جڑیں کھود ڈالتی۔اب تو صرف اُن صحابہ کو باہر بھیج رکھا تھا جو عمر کی زبان سے بولتے تھے۔بہرحال اب عنوان کے ساتھ طٰہٰ کا ایک اور بیان سنئے:

<u>قریش کا تعارف</u> ''حضرت عثمان کی رعایا میں سے ہم سب سے پہلے قریش کا ذکر کرتے ہیں۔اور تمہیداً حضرت عمر کا قریش کے ساتھ طرزِ عمل اپنی آج کی زبان میں بیان کرتے ہیں۔حضرت عمر کو قریش کی جانب سے اور قریش کے حق میں جس قدر آزمائش و فتنہ کا خطرہ تھا اتنا کسی اور سے نہ تھا۔کیونکہ حضرت عمر قبائل عرب میں قریش کے مقام کو کماحقہ جانتے تھے۔وہ قریش کے مضبوط اور کمزور جملہ پہلوؤں سے بخوبی آگاہ تھے قبیلہ قریش جس میں خود حضرت عمر نے پرورش پائی تھی۔دعوت اسلام سے قبل اپنی قوت اور کمزوری کی وجہ سے ممتاز تھا۔قریش کی قوت کا سرچشمہ خانہ کعبہ کے اردگرد اُن کی آبادی (جو سب کو معلوم ہے کہ حضرت قصیؑ نے آباد کا کیا تھا) اور مناسک حج کی تولیت تھا (چونکہ یہ حضرت قصیؑ کو قریش کہتے تھے) جس کے باعث وہ تمام عربوں پر تسلط اور حکمرانی کیا کرتے تھے (یہ بھی حضرت قصیؑ خاندان کا صدقہ تھا) اور ان امور کی بدولت وہ خود میں ایک ایسی امتیازی شان پاتے تھے جس میں دوسرا کوئی قبیلہ اُن کا شریک نہ تھا (یہ شان حضرات ہاشمؑ اور عبدالمطلبؑ نے عطا کی تھی) انہیں اپنی برتر ارستقراطیت (اشرف) (Aristocracy) پر گھمنڈ اور ناز تھا۔پھر تمام عرب نے بھی اُن کی اس برتری اور ارستقراطیت کو متفقہ طور پر تسلیم کر لیا تھا (حضرت عبدالمطلبؑ نے عرب کے دورے کر کے اس کو منوایا تھا) اس برتری کا سبب اُن کی جنگی تفوق یا تلوار کی طاقت میں امتیاز نہ تھا۔کیونکہ قریش کوئی جنگجو قبیلہ نہ تھا۔بلکہ اُن کی اس سیادت کا منبع دین تھا اور دین کے چھوٹے بڑے مسائل کی واقفیت پر مبنی تھا (جو صرف خاندانِ رسالت کو حاصل تھا) اُن کی قوت کا دوسرا سرچشمہ اُن کی وہ وسیع تجارت تھی جو عربوں کی تمام تجارتوں پر حاوی و غالب تھی (یہ بھی خاندانؑ رسالت نے تمام بیرونی

Presented by Ziaraat.Com

حکمران طاقتوں سے حاصل کی تھی) یہ وسیع تجارت بھی انہیں امن حرم اور کعبہ کے نواح میں آباد ہونے کی وجہ سے حاصل ہوئی تھی (اور قصیؑ نے دلائی تھی) اُن سہولتوں نے (جو خاندانِ رسالت نے عطا کی تھیں) اس قبیلے کو ایسی ذہانت، تدبر، دوراندیشی اور اولوالعزمی بخش دی تھی جو قبیلہ ثقیف کے سوا باقی تمام عرب کے باشندوں میں سے کسی اور کو میسر نہ تھی ۔قریش مشرق بعید اور مشرق قریب کے مابین تجارت کی وجہ سے ایک رشتہ قائم کئے ہوئے تھے ۔اور اسی بنا پر وہ مشرق ومغرب بلکہ روم وہند کے مابین تعلقات قائم کئے ہوئے تھے ۔اس تجارت نے قریش کو بہت عظیم مالی فائدوں سے زیادہ دنیاوی تجربے سکھائے ۔ کثرت دولت نے قریش کو حرص، محافظتِ زر، خوش تدبیری اور مال سے زیادہ نفع حاصل کرنا سکھایا۔ مسلسل تجربات اور اقوام عالم سے ارتباط واختلاط نیز مختلف دور دراز کے علاقوں کی سیر وسیاحت نے انہیں مشکلات کا مقابلہ کرنے اور اُن پر قابو پالینے میں ماہر بنادیا۔اور اس میں کوئی شک نہیں کہ بالآخر اسی کا نتیجہ تھا کہ قریش نہایت پختہ کار، بڑا چالاک و ہوشیار اور حیلہ ساز قبیلہ بن گیا تھا۔اُن تمام امور نے قریش کو بے حد بلند ہمت اور طامع بنا دیا تھا۔اسی چیز نے انہیں ناموافق وناسازگار حالات میں استقلال سے کام لے کر مشکلات پر قابو پانے اور دشواریوں کو مسخر کرنے کا خوگر بنالیا تھا۔یہی نہیں بلکہ ان امور نے قریش کو اس سے بھی زیادہ خطرناک حد تک بڑھا دیا تھا۔جس پر پہنچنے کے بعد انہوں نے مسلمہ اقدار کو حقیر سمجھنا شروع کر دیا تھا۔وہ لوگوں کے محترم عقائد ورسوم کا تمسخر اڑانے لگے تھے ۔وہ فوری یا دیرپا منفعت کی خاطر ہر شے کو جائز قرار دے رہے تھے ۔اُن کی چالبازی اس حد تک وسعت اختیار کر چکی تھی کہ باوجود اس کے انہیں دین سے قطعاً کوئی اور لگاؤ نہ تھا وہ عرب والوں کو یہی بتاتے رہے کہ وہی اکیلے دین کے محافظ وامین ہیں (یعنی وہ خاندانِ رسالت کی آڑ میں دین کے چودھری بنے رہے) سرداران قریش کے نزدیک اگر دین کی وقعت تھی تو یہ کہ وہ وسیلہ ہے غایت نہیں ۔اُن نصب شدہ بتوں کے بارے میں اُن کا یہی خیال تھا کہ وہ روزی کمانے اور اقتدار پھیلانے کے ذرائع ہیں اور بس (یہی کچھ انہوں نے اللہ ورسوؐل اور قرآن کے لئے سمجھا تھا) گویا ہر قریشی سردار ایک خودغرض حریص، دوراندیش، چالاک اور انتہائی مدبر سیاستدان تھا۔وہ جانتا تھا کہ ہجوم مشکلات کا کیونکر سامنا کرے اور کس طرح ابتلا اور محن کے چنگل سے صحیح وسالم نکل آئے ؟ (چنانچہ اللہ، رسوؐل اور قرآن نے قریشی مشرکین کے سامنے جو مشکلات رکھی تھیں وہ اُن کو توڑ کر باہر نکل آئے اور بقول مودودی اسلام کو تباہ کر دیا) حضرت عمر قریش کی اس نفسیات اور جملہ حالات سے آگاہ تھے ۔لہٰذا قریش اپنے بارے میں انہیں کوئی فریب نہ دے سکے ۔ بلکہ قریش کا قبول اسلام اور حکومت اسلام کے ساتھ اُن کی وفاداری بھی حضرت عمر کو اُن کی رائے سے نہ ہٹا سکی (حالانکہ حضرت علیؑ ظاہری حالت کو دلیل بنا کر اُن کے اسلام ووفاداری کو قبول کرتے اور بہتر سلوک کرتے رہے) یہی سبب ہے کہ حضرت عمر نے قریش کی سیاست میں انتہائی احتیاط سے کام لیا۔ اُن کے حق میں نرمی اور مہربانی کو روا نہ رکھا۔اور انہیں ہرگز یہ اجازت نہ دی کہ وہ من مانے طریق پر اپنی بے پناہ حرص اور دُور رس ارادوں پر قادر ہو جائیں۔اور نہ یہ موقع دیا کہ وہ برخود غلط ہو کر دوسروں کی توہین کریں ۔ ویسے حضرت عمر فضیلت مہاجرین کے اتنے ہی معترف تھے جتنے کہ رسوؐل اللہ اُن کے مراتب کو بیان کرتے تھے چنانچہ وہ حسب مراتب اُن کا اعزاز واحترام ملحوظ رکھتے تھے اپنی رعایات وعنایات سے انہیں سرفراز کرتے تھے ۔ (اُس میں اُن کی سیاست ومصلحت کو فائدہ پہنچتا تھا جیسا کہ قصاب کو بکرے کی اچھی خوراک سے فائدہ ہوتا ہے اور وہ بے تکلفانہ بکرے کی خدمت کرتا ہے) لیکن اپنی خلافت کے دوران میں انہوں نے کوئی ایسی شکل پیدا نہ ہونے دی جس سے قریش کو اپنی آرزوئیں برلانے کا موقع ملتا۔وہ قریش کی طرف سے بدگمانی رکھتے تھے ۔کہ وہ قوت کا غلط استعمال کریں گے اور اس سے ناجائز فائدہ اٹھانے سے باز نہ رہیں گے وہ آگاہ تھے کہ قریش میں اپنی کمزوریوں پر قابو پانے کی قدرت موجود نہیں تھی ۔ یہی چیز قریش کا کمزور پہلو تھی ۔ کیونکہ اس کے سبب وہ اپنے آپ کو بڑا سمجھنے لگتے اور

Presented by Ziaraat.Com

غرور وکبریائی کا شکار ہو جاتے تھے۔ اسی کے باعث وہ مال کی محبت اور لالچ کرنے لگتے۔ اور اُسے ناحق لینے کے درپے ہو جاتے تھے۔ یہی چیز انہیں خودغرضی کا سبق سکھاتی تھی۔ نتیجہ یہ ہوتا تھا کہ وہ زودیاب منافع اور لذّات پر اُمڈ پڑتے تھے۔ حالانکہ کبھی کبھی وہ لذّات گناہ سے بھی ملوث ہوتی تھیں۔ یہی چیز انہیں حرص بے پایاں کی راہ دکھاتی تھی جس کے باعث وہ ہر حد کو عبور کر کے دوسروں کے مال پر نگاہ ڈالنے کا عادی اور ظلم واستبداد کا مرتکب کر دیتی تھی۔ جب کہ حضرت عمر اُن مہاجرین سے خائف تھے جو عرصہ تک رسوؐل خدا کی صحبت میں رہے اور جنہوں نے ہر مقام پر اور ہر مصیبت کے موقع پر نہایت پامردی کا ثبوت دیا تو ظاہر ہے کہ اُن قریشیوں سے جو بعد میں اسلام لائے حضرت عمر کو لازماً اتنا ہی بلکہ اس سے زیادہ خطرہ ہوگا۔ کیونکہ اُن میں وہ بوڑھے اور وہ جوان بھی شامل تھے جنہوں نے برضا ورغبت اسلام قبول نہیں کیا تھا۔ وہ یا تو اسلام کے پلڑے کو جھکتا ہوا دیکھ کر طمع اور لالچ کی وجہ سے مسلمان ہوئے تھے۔ یا پھر جب وہ مکہ میں چاروں طرف سے گھر گئے تو کرہاً (مجبوراً) اسلام قبول کر لیا۔

قریش جرأتمندانہ تجربے کرنے کے عادی تھے اسلام اختیار کرنا بھی جرأتمندانہ تجربہ تھا۔

اِن دونوں اسباب کی بنا پر اسلام لانے والوں نے دین اسلام کو اس نقطہ نظر سے نہیں دیکھا کہ وہ ایک ایسا دین ہے۔ جس کا تعلق قلوب وضمائر سے ہے۔ اور جس میں اللہ کے حقوق وفرائض کی پابندی لازم ہوتی ہے۔ بلکہ انہوں نے اسلام کو ایک بڑے سودے کی حیثیت سے دیکھا جیسے سودے وہ کرتے رہتے تھے۔ انہوں نے اسے (اسلام کو) بھی ایک خطرناک اور جرأتمندانہ اقدام (تجربہ کے لئے) خیال کیا جیسے اقدامات وہ عموماً اندرون وبیرون عرب میں کرتے رہتے تھے۔'' (الفتنة الکبریٰ صفحہ 172 تا 178)

یہ معلوم کرنا ذرہ برابر مشکل نہیں کہ: ابوبکر وعمر کا خطرناک وجان لیوا جرأتمندانہ تجربہ قریش کے اسلام اختیار کرنے کا خطرناک تجربہ تھا۔ جس کے ذریعہ انہوں نے دنیا کما کر جہنم کو خرید لیا تھا۔

(ح) ابوبکر وعمر نے کیسی حکومت بنانا چاہی تھی طٰہٰ صاحب حضرت علیؑ کی آڑ میں بیان کر چکے۔

طٰہٰ حسین کا ایک اور بیان سنئے جس میں وہ خلفائے ثلاثہ کو بنیادی طور پر اسلام کو تباہ کرنے والا ثابت کرنے کے لئے حضرت علی علیہ السلام کو آڑ بناتے ہیں چنانچہ الفتنۃ الکبریٰ کے دوسرے حصہ کے صفحہ 307 پر اس عنوان کے ماتحت ایک چونکا دینے والا اور حقیقت نواز بیان دیتے ہیں۔

''**نظام خلافت**''

''اس میں شک نہیں کہ حضرت علیؑ اسلامی مقبوضات کے تمام حدود تک اپنی خلافت پھیلانے میں کامیاب نہیں ہوئے۔ اور نہ صرف خود ناکام رہے بلکہ آپ کے ساتھ پورا نظام خلافت ناکام رہا۔ اور ظاہر ہو گیا کہ یہ نئی حکومت بھی، جس سے توقع تھی کہ سیاسی نظاموں اور حکومت کی قسموں میں ایک نئے قسم کا نمونہ ہوگی، بالآخر پہلی حکومتوں کی راہ چلنے پر مجبور ہو گئی۔ اس کو بھی پہلی حکومتوں کی طرح اپنی بنیاد مفاد پرستی اقتدار پسندی اور طبقاتی نظام پر رکھنی پڑی۔ جس میں متعدد مِلّتوں کی ایک بڑی اکثریت کو ایک ملّت کے لوگوں کی چھوٹی سی اقلیت اپنا آلۂ کار بنا رکھتی ہے۔'' (علیؑ صفحہ 307)

اس بیان میں دیکھنے اور سمجھنے کے وہی باتیں ہیں جو حضرت علی علیہ السلام نے اپنے خطبہ 86 میں فرمائی ہیں اور ظلم کو عدل کے غلاف میں لپیٹنے اور باطل کو حق کا لباس پہنانے میں سابقہ حکومتوں کو مجرم فرمایا ہے۔ لہٰذا دیکھ لیجئے کہ حضرت علی علیہ السلام کے پہلے والے تین خلفا کن راہوں پر چلے؟ اور دوسرے خلیفہ نے سرمایہ داری اور گداگری کا کیسا بھیانک منظر پیش کیا اور اُن کے قائم کردہ یہ دونوں طبقات آج تک مسلمانوں میں موجود

Presented by Ziaraat.Com

ہیں انہوں نے ایک کروڑ پتیوں کا گروہ پیدا کیا اور دوسری طرف کثرت کو بھکاری بنا کر چھوڑ دیا اور اس حسرت ویاس کو سینے سے لگائے دم توڑ دیا کہ اگر مجھے اپنے عمل درآمد اور نظام کا یہ دولت اندوزی کا نتیجہ پہلے معلوم ہوتا تو میں سرمایہ داروں کی دولت چھین لیتا اور فقرا میں بانٹ دیتا۔ بالکل اُسی طرح جس طرح ابوبکر وعمر نے غیر مسلم اقوام سے دن رات اُن کا مال و دولت چھینی اور چوتھائی صدی تک دنیا کو لوٹ مار قتل وغارت کا اکھاڑہ بنائے رکھا (بقرہ 2/205) ابوبکر نے دولت ہی کے لئے ایک سال تک مسلمانوں کا قتل عام کرایا۔ مساجد میں نماز کے دوران انہیں قتل کرایا لونڈی غلام بنایا۔ لہٰذا سابقہ حکومتوں کا قریشی تاریخ سے بھی ڈاکو، لٹیرے اور مفاد پرست ہونا ثابت ہے۔ انہوں نے سات آٹھ سو سال تک ہزاروں طبقات اور فرقے پیدا کئے اور قریش کے چند لوگوں نے مسلمانوں کی کثرت کو آلہ کار و غلام بنائے رکھا۔ طہٰ حسین سابقہ خلفا کی پول حضرت علیؑ کو ناکام قرار دیئے بغیر نہ کھول سکتے تھے۔ اُن کو قریش پرست لوگ قتل کر دیتے۔ لیکن طہٰ حسین اپنی ادبی اور میٹھی پالیسی سے قریشی مسلمانوں میں عزت بحال رکھتے رہے۔

(ط) حضرت علیؑ کو ناکام کہنا خلفائے ثلاثہ کی قبر کھودنا ہے اور علیؑ کو ناکام سمجھنا کافروں کی زبان میں صحیح ہے۔

حضرت علی علیہ السلام کی ناکامی دین میں سو فیصد کامیابی کا ثبوت ہے طہٰ ہی کی زبان میں اور اُن کی اسی کتاب سے حضرت علی علیہ السلام کی کامیابی سنئے لکھتے ہیں: ''دوسری طرف معاویہ عراق میں اپنے مقابل حضرت علیؑ سے لڑ رہے تھے۔ اس سلسلے میں معاویہ کے لئے ضروری تھا کہ (سابق خلفا کی طرح۔ احسنؔ) چالبازی سے کام لیں، حریف کو فریب دیں، لوگوں کو اُن کے تعاون سے روکیں اُن کے گرد و پیش جمع ہونے والوں کو منتشر کریں۔ پس اس کام کے لئے تمام تدبیریں مستحب بلکہ فرض ہیں (دیکھو قریش سے تعارف۔ احسنؔ) اور اُن کے اختیار کرنے میں تامل نہیں کرنا چاہئے۔ چنانچہ امیر معاویہ اس کام کے لئے خرچ کرنے لگے۔ انہوں نے دولت سے لوگوں کی دل جوئی شروع کی اور مخالفین کے خلاف داؤ پیچ میں مصروف ہو گئے ماحول کی یہ تمام باتیں اکٹھا ہو کر حضرت علیؑ کے دل میں یہ تاثر سکتی تھیں کہ وہ زندگی کے اس دور میں ایک اجنبی کی طرح جی رہے ہیں۔ جس نسل کی زندگی کے معاملات کا وہ نظم کرنا چاہتے ہیں اُس نسل سے اُنکا کوئی میل نہیں ہے۔ اور جو کچھ وہ کرنا چاہتے ہیں اُس کی کوئی سبیل نہیں ہے (خطبہ 86 جملے 1 تا 7) یہ ابن عباس (معاذ اللہ) آپکے چچا زاد بھائی آپؑ کے مخالف بن کر مکے میں خوشحالی اور عیش کی زندگی بسر کر رہے ہیں۔ یہ آپؑ کے گورنر بعضوں کو چھوڑ کر سب کے سب چوری چھپے (معاویہ سے رشوت کا) مال لے لیتے ہیں۔ اور یہ قوم کے سردار اور چودھری امیر معاویہ سے رقمیں پاتے ہیں۔ اور عراق میں معاویہ کے لئے زمین ہموار کرتے ہیں۔ اگر حضرت علیؑ دل کی اندرونی آواز (طہٰ کے خیال میں) پر کان دھرتے تو اپنے ساتھیوں کی بیعت سے مستعفی ہو کر زندگی کے باقی دن اللہ کی عبادت میں گزار دیتے۔ لیکن یہ نہ ہو سکا آپؑ حق پر ایمان رکھتے تھے۔ اور حق کی امداد سے بیٹھ رہنا بزدلی اور معصیت تھا۔ اور پھر آپ کی شخصیت ایسی نہ تھی کہ بہت جلد مایوس ہو جائے اور دشمن کے مقابلہ سے ہٹ جائے۔ خواہ حالات کیسے ہی ہوں یہی وجہ ہے کہ جب آپؑ اپنے ساتھیوں کی نافرمانی اور کنارہ کشی سے تنگ آ گئے تو اُن سے صاف صاف کہہ دیا کہ تمہیں میرے ساتھ شامیوں سے جنگ کے لئے چلنا پڑے گا ورنہ میں تنہا جنگ کے لئے چلا جاؤں گا۔ پس جدید زندگی کے حالات سراسر معاویہ کے حق میں اور حضرت علیؑ کے خلاف تھے۔ لیکن اس کے باوجود ماحول آپؑ کو کمزور نہیں کر سکا اور نہ کسی دن آپؑ کو آپے سے باہر کر سکا۔ چنانچہ آپؑ زندگی بھر تمام حالات میں اعتدال (عدل) کے ساتھ اپنی طبیعت، مزاج اور سیرت پر قائم رہے۔'' (علی صفحہ 324 تا 326)

''حضرت علیؑ خلافت چلا رہے تھے اور معاویہ حکومت چلا رہا تھا (ایضاً صفحہ 327) اور ''جس کو حق بات اور ہدایت اچھی معلوم ہوئی وہ علیؑ

کے ساتھ ہولیا اور جسے باطل اور گمراہی بھلی معلوم ہوئی وہ امیر معاویہ سے جاملا۔'' (ایضاً302)

لہٰذا طہٰ حسین کا سابقہ بیان خلفائے ثلاثہ کی باطل اسکیم اور خدا اور رسولؐ اور اسلام کے خلاف جرأت کے ساتھ ایام جاہلیت کے منصوبے کو ثابت کرنے اور یہ بتانے کے لئے تھا کہ حضرت علی علیہ السلام کے ہٹتے ہی خلافت الٰہیہ ختم ہوگئی اور ثلاثہ اینڈ کمپنی کا نظام کھل کر سامنے آگیا۔اور حضور علیہ السلام کی وفات پر عائشہ نے کہا کہ وہ شخص دنیا سے اُٹھ گیا جس نے عربوں کی ناک میں نکیل ڈال رکھی تھی۔اب عرب آزاد ہیں جو چاہیں کریں۔انہیں روکنے ٹوکنے والا اب کوئی نہیں ہے۔

(ی) قریشی مذہب کے تمام علما ابوبکر و عمر کی پردہ پوشی وغیرہ کرنے اور اُن کی عظمت لوگوں کے دلوں میں قائم کرنے کے لئے فریب دیتے رہے۔

جس طرح مودودی نے بلا کسی دلیل کے ابوبکر و عمر کو کامل لیڈر لکھ کر فریب دیا اور ہم نے اُس فریب کو واضح کر دیا۔اُسی طرح طہٰ حسین بھی کثرت کے دباؤ سے بلا کسی ثبوت کے اُن کی عظمت کا راگ الاپتے رہے ہیں۔اس جھوٹی عظمت کو اور اس سلسلے کے فریب کو ایک مثال سے ثابت کر کے اس خطبہ کی تشریحات کو چھوڑ کر اگلے خطبے کو سامنے لائیں گے۔

عمر کے زمانہ میں عمر کے دینی کردار کی بنا پر مسلمانوں کے دلوں میں دین کا غلبہ تھا۔

ڈاکٹر طہٰ صاحب حضرت علی علیہ السلام کے زمانہ کی بات کرتے ہوئے عمر کے زمانہ کا تذکرہ کرتے ہیں اور اُس وقت کے مسلمانوں کی حالت دکھانے کیلئے ایک جملہ لکھتے ہیں۔سنئے:''پس ہر بات سے پتہ چلتا ہے کہ طبیعتوں پر دین کے غالب رہنے کی وہ کیفیت جو حضرت عمر کے زمانے میں تھی اب باقی نہ تھی۔'' (کتاب علی صفحہ 319)

اس بیان سے قارئین یہ نوٹ کرلیں کہ طہٰ حسین اپنے قاریوں کو یہ تصور دینا چاہتے ہیں کہ عمر کے دیندارانہ انتظام اور کردار نے مسلمانوں کے دلوں کی گہرائی میں دین کی عظمت کا غلبہ پیدا کر رکھا تھا اور سب مسلمان پرخلوص دیندار تھے اور اس زمانہ میں ہر بات سے یہ پتہ چلتا تھا کہ مسلمانوں کی طبیعتوں پر دین غالب ہے۔

عمر کے زمانے میں سارے مسلمان عیش پرست تھے اُن پر دین کا اثر نہ تھا اور عمر کو مصنوعی دینداری دکھا کر اپنی بے دینی کو چھپایا کرتے تھے

اب یہ بیان عمر کا اور عمر کے زمانے کے مسلمانوں کا پردہ فاش کرتا ہے اور صرف دوسرے صفحہ پر لکھا ہے کہ:

''اُن میں جو بھی مدینہ آتا اور حضرت عمر سے ملتا تصنع کے ساتھ آپ جیسی کیفیت بنا کر کہ کہیں اصلی حالت کا پتہ نہ چل جائے۔دنیا سے بیزاری کا،خشک اور بے لطف زندگی کا مظاہرہ کرتا کہ وہ مطمئن ہو جائیں۔اور خوش ہوں اور جب اُن سے الگ ہوتا یا دوستوں میں پہنچتا تو اُسی خوشحال زندگی سے ہم آغوش ہو جاتا جس سے اب مانوس ہو چکا ہے۔پھر جب حضرت عثمان کی خلافت کا دور آیا تو اُن کو اس تصنع کی زندگی سے بھی نجات مل گئی۔اس لئے کہ حضرت عثمان دنیا سے بیزاری اور خشک زندگی پسند نہیں کرتے تھے۔'' (صفحہ 321-322)

یقین کیجئے کہ صفحہ 319 پر بھی اس حقیقت سے واقف تھے جو (صفحہ 321-322) پر لکھی ہے مگر ایک قومی رواج اور سنت شیخین تھی جس کی رو سے دل چاہے یا نہ چاہے، صحیح ہو یا غلط ہو۔ابوبکر و عمر کے لئے احترام و بزرگی کے جملے لکھنا اور عوام الناس کو فریب دینا لازم تھا۔ذرا سوچئے کہ عثمان اُن ہی دونوں کے یار اور رفیق کار تھے لیکن مذکورہ جرأتمندانہ تجربہ کی اسکیم کے ماتحت یہ لازم سمجھا گیا کہ جو حضرت علیؑ کو محروم کرنے کے فوراً بعد خلیفہ بنے وہ حضرت علیؑ کی حقیقی زندگی کو بطور تصنع اپنے اوپر سو فیصد اوڑھ لے گا دوسرا خلیفہ دوسرے مسلمانوں کو ڈھیل دے گا اور تیسرا اُس مقام پر کھل کر

Presented by Ziaraat.Com

سامنے آئے گا جس مقام کی طرف جرأتمندانہ تجربہ سے لانا طے کیا گیا تھا۔یعنی بے دینی اور جاہلیت کو تین قسطوں میں پوری طرح نافذ کردینا مقصود تھا۔اور اس بے دینی تک پہنچنے کے لئے قرآن سے ہجرت ضروری تھی (25/30)اور شانِ نزول کی آڑ میں جھوٹے افسانوں کے ذریعہ (6/66)ایسے مسائل تراشنا اور گھڑنا لازم تھا۔جن سے بعد میں آنے والے لوگ ابوبکر وعمر وعثمان کو نہ صرف دیندار سمجھنے لگیں بلکہ اُن کی عظمت قائم کرنے کی تدابیر کی جائیں۔ایک خودساختہ تاریخ اور اسلام پھیلایا جائے تائید کرنے والی احادیث مرتب کی جائیں۔

مفتی جعفرحسین: خطبہ نمبر:164

علی نقی طہرانی : خطبہ نمبر: 165

خُطبہ ﴿87﴾

1۔ بزرگوں کا چھوٹوں سے اور چھوٹوں کا بزرگوں سے کیسا سلوک ہونا چاہئے؟۔

2۔ نبوّت سے پہلے کے لوگوں کی بے دینی اختیار کرنے کی ممانعت۔

3۔ تحریک تشیع کے برسرکار آنے کی پیش گوئی اور تحریک کی ابتدائی و انتہائی حالت۔

4۔ سازشی صحابہ نے دُوروالوں سے اچھا تعلق برابر جاری رکھا اور ساتھ والوں سے مخالفانہ رویہ کبھی نہ چھوڑا۔

5۔ سازشی صحابہ کو سازش کرنے والے بنی اسرائیل کی مانند قرار دیا ہے۔

6۔ حضرت علی علیہ السلام کی تعلیمات کو نام نہاد صحابہ نے کبھی اختیار نہیں کیا تھا۔ اُن کی حالت ہدایات کو اختیار نہ کرنے کا ثبوت تھی۔

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡم

لِيَتَأَسَّ صَغِيرُكُمْ بِكَبِيرِكُمْ ؛	1	تمہارے چھوٹوں کو اپنے بڑوں کے قدم بقدم چلنا چاہئے۔
وَلْيَرْأَفْ كَبِيرُكُمْ بِصَغِيرِكُمْ ؛	2	اور تمہارے بزرگوں کو اپنے چھوٹوں سے نرمی اور شفقت سے پیش آنا چاہئے''
وَلَا تَكُونُوا كَجُفَاةِ الْجَاهِلِيَّةِ ؛لَا فِي الدِّينِ يَتَفَقَّهُونَ وَلَا عَنِ اللهِ يَعْقِلُونَ ؛	3	اعلان نبوت کے قبل والے ستم گاروں کی طرح ہو کر نہ رہ جانا چاہئے اس زمانے کے لوگ نہ حقیقی دین کو اپنی فقہ یا قانون بناتے تھے اور نہ ہی وہ لوگ اللہ کے متعلق عقل سے کام لیتے تھے۔
كَقَيْضِ بَيْضٍ فِي أَدَاحٍ ؛	4	ان لوگوں کی نسل کی مثال اس مُوذی حیوان کے انڈے کی ہے جسے آشیانہ ہی میں توڑ ڈالا گیا ہو۔
يَكُونُ كَسْرُهَا وِزْرًا؛	5	اور اس کا توڑنا بُرا معلوم ہورہا ہو۔
وَيَخْرُجُ حِضَانُهَا شَرًّا ؛	6	اور اس میں سے کوئی مُوذی جانور نکلتا۔
اِفْتَرَقُوا بَعْدَ أُلْفَتِهِمْ ؛ وَتَشَتَّتُوا عَنْ أَصْلِهِمْ ؛	7	ان لوگوں میں الفت کے بعد تفرقہ ہو گیا ہے۔ اور اپنی اصل سے منتشر ہو کر رہ گئے ہیں۔
فَمِنْهُمْ آخِذٌ بِغُصْنٍ أَيْنَمَا مَالَ مَالَ مَعَهُ ؛	8	مگر ان ہی میں وہ لوگ بھی ہیں جنہوں نے اب تک اصل شاخ کو پکڑ رکھا ہے۔ چنانچہ جدھر وہ شاخ جھکتی ہے وہ بھی اس کے ساتھ ساتھ اُدھر ہی کو جھکتے ہیں۔

Presented by Ziaraat.Com

عَلٰى اَنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى سَيَجْمَعُهُمْ لِشَرِّ يَوْمٍ لِبَنِىْ اُمَيَّةَ كَمَا تَجْتَمِعُ قَزَعُ الْخَرِيْفِ ؛	9	یہاں تک کہ ایک ایسا دن آجائے گا جو بنی اُمیہ کے لئے مصیبت کا دن ثابت ہو گا اس دن اللہ اُن سب کو اس طرح متحد اور جمع کر دے گا جس طرح برسات کے موسم میں بادل کے ٹکڑے جمع ہو جاتے ہیں۔
يُؤَلِّفُ اللّٰهُ بَيْنَهُمْ ثُمَّ يَجْعَلُهُمْ رُكَامًا كَرُكَامِ السَّحَابِ ؛	10	پھر اللہ اُن میں الفت اور ہم آہنگی پیدا کر کے اُنہیں بادلوں کی طرح مضبوط گروہ بنا دے گا۔
ثُمَّ يَفْتَحُ اللّٰهُ لَهُمْ اَبْوَابًا يَسِيْلُوْنَ مِنْ مُسْتَثَارِهِمْ كَسَيْلِ الْجَنَّتَيْنِ حَيْثُ لَمْ تَسْلَمْ عَلَيْهِ قَارَةٌ ؛	11	پھر اللہ اُن کے لئے ایسے دروازے کھول دے گا کہ وہ اپنے بلند ہونے کے مقام سے اُس سیلاب کی طرح بہہ نکلیں گے جو ملک سباء کے دو باغوں سے بہہ کر پھیلا تھا۔ اور جس سے نہ کوئی چٹان بچی تھی۔
وَّلَمْ تَثْبُتْ عَلَيْهِ اَكَمَةٌ ؛	12	اور نہ کوئی ٹیلہ ٹھہر سکا تھا۔
وَلَمْ يَرُدَّ سَنَنَهٗ رَصُّ طَوْدٍ وَّلَا حِدَابُ اَرْضٍ ؛	13	اور نہ اسے مستحکم پہاڑ پلٹا سکے تھے نہ زمین کی بلندیاں اس کے بہاؤ کو روک سکی تھیں۔ یعنی اُن لوگوں کا سیلاب بھی سب کو بہا لے جائے گا۔
يُذَعْذِعُهُمُ اللّٰهُ فِىْ بُطُوْنِ اَوْدِيَتِهٖ ؛	14	خداوند عالم ان لوگوں کو اپنے پیدا کئے ہوئے ذرّوں اور وادیوں میں پھیلا دے گا
ثُمَّ يَسْلُكُهُمْ يَنَابِيْعَ فِى الْاَرْضِ يَأْخُذُبِهِمْ مِنْ قَوْمٍ حُقُوْقَ قَوْمٍ ؛	15	پھر اُنہیں سیراب کرنے والے چشموں کی طرح زمین میں رواں کرے گا اور ان کے وسیلے اور ذریعہ سے ستم رسیدہ اقوام کو ظالم اقوام سے ان کے حقوق دلوائے گا۔
وَيُمَكِّنُ لِقَوْمٍ فِىْ دِيَارِ قَوْمٍ ؛	16	اور کمزور اقوام کو زبردست اقوام کے شہروں پر تسلّط دلائے گا۔
وَايْمُ اللّٰهِ لَيَذُوْبَنَّ مَا فِىْ اَيْدِيْهِمْ بَعْدَ الْعُلُوِّ وَالتَّمْكِيْنِ كَمَا تَذُوْبُ الْاَلْيَةُ عَلَى النَّارِ ؛	17	خدا کی قسم کہ اس عروج کے بعد جو کچھ بھی اُنکے ہاتھوں میں ہوگا وہ تسلط اور رفعتِ شان کے باوجود اس طرح پگھل جائے گا جس طرح آگ پر چربی پگھل جایا کرتی ہے۔
اَيُّهَا النَّاسُ لَوْلَمْ تَتَخَاذَلُوْا عَنْ نَصْرِ الْحَقِّ ؛	18	اے لوگو سنو کہ اگر تم نے مجسمۂ حق کو بے یار و مددگار نہ چھوڑا ہوتا۔
وَلَمْ تَهِنُوْا عَنْ تَوْهِيْنِ الْبَاطِلِ ؛	19	اور تم نے باطل کو کمزور کرنے میں کمزوری نہ دکھائی ہوتی تو،
لَمْ يَطْمَعْ فِيْكُمْ مَّنْ لَّيْسَ مِثْلَكُمْ ؛	20	جو تمہارا ہم پلہ نہ تھا اسے تمہیں زیر کرنے کی طمع نہ ہوئی ہوتی۔ (یعنی تم سے گھٹیا لوگ تم پر غلبہ پانے کی جرأت نہ کرتے)۔
وَلَمْ يَقْوَمَنْ قَوِىَ عَلَيْكُمْ ؛	21	اور جس نے تم پر قابو پا لیا ہے وہ تم پر غلبہ نہ پاتا۔
لٰكِنَّكُمْ تُهْتُمْ مَتَاهَ بَنِىْ اِسْرَائِيْلَ ؛	22	لیکن تم تو بنی اسرائیل کی طرح گمراہی کے بیابان میں گم ہو کر رہ گئے ہو۔ یعنی اپنے راہنما کی راہنمائی ترک کر دی۔

وَلَعَمرِیْ لَیُضَعَّفَنَّ لَکُمُ التِّیْہُ مِنْ بَعْدِیْ اَضْعَافًا بِمَا خَلَّفْتُمُ الْحَقَّ وَرَآءَ ظُھُوْرِکُمْ ؛	23	اپنی جان کی قسم کہ میرے بعد بیابان گمراہی میں تمہاری سرگردانی اور گُم گشتگی کئی گنا بڑھتی چلی جائے گی یہ اس لئے کہ تم نے مجسمۂ حق کو پس پشت چھوڑ دیا ہے۔
وَقَطَعْتُمُ الْاَدْنٰی وَ وَصَلْتُمُ الْاَبْعَدَ !!	24	اور جو نزدیکی لوگ تھے ان سے تم نے قطع تعلق کر رکھا ہے۔ اور جو دُور ترین لوگ ہیں تم نے ان سے گٹھ جوڑ اور دوستی کر رکھی ہے۔
وَاعْلَمُوْا اَنَّکُمْ اِنِ اتَّبَعْتُمُ الدَّاعِیَ لَکُمْ سَلَکَ بِکُمْ مِنْھَاجَ الرَّسُوْلِ ؛	25	اور یہ جان رکھو کہ اگر تم نے اپنے دعوت دینے والے کی پیروی کی ہوتی تو وہ تمہیں یقیناً رسولؐ اللہ کے طریقے اور راستے پر چلاتا۔
وَکُفِیْتُمْ مَّعُوْنَۃَ الْاِعْتِسَافِ ؛	26	اور تم غلط روش کی تمام زحمتوں سے محفوظ ہو جاتے۔
وَنَبَذْتُمُ الثِّقْلَ الْفَادِحَ عَنِ الْاَعْنَاقِ ؛	27	اور تم اپنی گردنوں سے یہ کچل ڈالنے والا بوجھ اور خم کر دینے والی قوت اتار پھینکتے۔

تشریحات:

تحریکِ تشیُّع کا محتاط بیان:

آپؑ نے ایک ایسی قوم کا اٹھنا اور تمام اقوام پر چھا جانا بیان فرما دیا ہے جو ہر پست و بلند کو سیلاب کی طرح بہا لے جائے گی۔ اور جس کے ہاتھوں اللہ مظلوم اقوام کے حقوق واپس دلائے گا۔ جو کمزوروں کو غلبہ عطا کرے گی۔ اور دنیا کو سرسبز و شاداب کر کے رہے گی۔ یعنی ایک ایسا انقلاب پیدا کرے گی جو قریشی حکومت واقتدار کو تباہ کر کے رکھ دے گا۔ اس قوم کا ذکر ایام جاہلیت کے عربوں سے اس طرح ملا دیا ہے کہ حضورؐ کے زمانہ کے سیاسی لیڈر حقیقت حال سمجھنے سے قاصر رہ جائیں اور مستقبل پر اپنی شاطرانہ نگاہ جما کر نہ بیٹھ سکیں۔ لیکن کوفہ سے اُٹھنے والی تحریک آخر خود بخود دُور وشناس بن گئی تھی۔

نئی نسل کو اطاعت شعاری اور کامیابی تک پہنچانا پرانی نسل کی ذمہ داری ہے۔

حضور علیہ السلام نے اس خطبے کی ابتدا میں جس اصول کی طرف اشارہ فرمایا ہے اگر اس پر توجہ دی جائے تو وہ تمام خرابیاں دور ہو سکتی ہیں جن خرابیوں کا شکوہ تمام بزرگانِ وقت کو عموماً رہتا چلا آیا ہے اور حضرت علی علیہ السلام خصوصاً اُن خرابیوں کا تذکرہ اپنے ہر خطبہ میں فرماتے رہے ہیں۔ یعنی ہر آنے والی نسل اپنے پالنے والی نسل کی مخالفت کرتی چلی آرہی ہے اور یوں پرانی نسل اور نئی نسل میں تصادم رہتا چلا آرہا ہے چنانچہ آج بھی بزرگوں اور بوڑھوں کو اپنے جوانوں سے بہت سی شکایتیں ہیں۔ اور کوئی زمانہ ایسا نہیں گزرا جس نے یہ تصادم نہ دیکھا ہو اور پرانی نسل نئی نسل سے مطمئن رہی ہو۔

2۔ حضرت علیؑ نئی اور پرانی نسلوں سے کیا کوئی ایسی چیز چاہتے ہیں جو معلوم نہیں؟

وہؑ چاہتے ہیں کہ پرانی نسل نئی نسل کے ساتھ نرمی اور شفقت سے پیش آئے یعنی اگر پرانی نسل حضرت علی علیہ السلام والا رویہ اختیار کر لے تو نتیجہ یہ ہوگا کہ نئی نسل پرانی نسل کے قدم بقدم چلے گی۔ مطلب یہ ہوا کہ پرانی نسل کے غلط عمل درآمد کی وجہ سے نئی نسل اُن کے قدم بقدم نہیں چلتی اور تصادم کا سبب خود پرانی نسل ہوتی ہے۔ اور اس لئے حضرت علی علیہ السلام کے نزدیک نئی نسل بے قصور ہوتی ہے اور اُسے بگاڑنے اور

Presented by Ziaraat.Com

سنوارنے کا دارومدار پرانی نسل پر ہوا کرتا ہے۔(خطبہ 87، جملے 1 تا 2)

3۔ حضرت علیؑ جو سلوک چاہتے ہیں اس کے لئے صرف ایک ہی لفظ فرمایا ہے۔

آپؑ کا جملہ یہ ہے کہ: ''وَلْیَرْأَفْ کَبِیْرُکُمْ بِصَغِیْرِکُمْ ''(خطبہ 87، جملہ 2) ہم نے اس لفظ'' یَرْأَفْ'' کے معنی عام فہم زبان میں ''نرمی اور شفقت'' کر دیئے تھے تا کہ قارئین ایک دم چونک نہ پڑیں اور چونکنے اور وحشت میں مبتلا ہونے سے بچائے رکھنا بھی حضرت علیؑ کے بولے ہوئے لفظ'' یَرْأَفْ'' کے معنی میں داخل ہے کہنا یہ ہے کہ اس لفظ یَرْأَفْ کا مادہ (بنیاد) (ر۔الف۔ف) ہے اور اس کا مصدر رَاْفَۃٌ ہے۔ اور اس مصدر میں جو تصور ہے وہ ''مختلف صورتوں، چیزوں، حالتوں کو مربوط رکھنا'' مثلاً دوسروں کا دل ہاتھ میں رکھنا۔منانا۔راضی کرنا۔خود نرم رہنا۔اصلاح کی تدبیریں کرنا۔مطلب یہ ہوا کہ ہر وہ کام کرنا جس سے پراگندگی دور رہے۔یگانگت اور ہم آہنگی برقرار رہے۔یعنی پرانی نسل کی ذمہ داری یہ ہے کہ وہ نئی نسل کی پرورش اور تربیت اس طرح کرے کہ اُس کا دل ہاتھوں میں رہے۔اُسے آنے والے زمانے اور اس کے تقاضوں سے اور اپنے زمانے اور تقاضوں سے مربوط رکھے اور جس ماحول میں پرورش اور تربیت کی جا رہی ہے اس میں اور آنے والے حالات میں کوئی زقند لگانے کی ضرورت نہ پڑے اور نہایت غیر محسوس طریقے سے بلند تر سطح پر چڑھتا چلا جائے اور خود پرانی نسل خود کو بھی آنے والے حالات اور تقاضوں سے مربوط رکھے۔

4۔ رسولؐ اللہ کی صفات میں سے دو صفات رؤفیت اور رحیمی پوری کائنات کو مربوط رکھنا۔

اللہ نے رسولؐ اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے لئے فرمایا ہے:

لَقَدْ جَآءَ کُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِکُمْ عَزِیْزٌ عَلَیْہِ مَاعَنِتُّمْ حَرِیْصٌ عَلَیْکُمْ بِالْمُؤْمِنِیْنَ رَءُ وْفٌ رَّحِیْمٌO (توبہ 9/128)

''اے لوگو تمہارے پاس تمہارے ہی اندر سے یقیناً ایک ایسا رسولؐ آ گیا ہے جسے تمہیں تکلیف پہنچانے والی ہر بات گراں گزرتی ہے۔ جو تمہاری اصلاح اور بہبودی کی بڑی حرص رکھتے ہیں اور ایمان لے آنے والوں کے لئے تو رُؤوف اور رحیم ہیں۔''

5۔ آج بھی بچوں کی پرورش اور تربیت ایک اہم ترین مسئلہ بنا ہوا ہے۔

وہ لوگ جو دنیا کے مختلف نظامہائے تعلیم سے واقف ہیں وہ جانتے ہیں کہ دنیا کے دانشور بچوں کی تعلیم و تربیت کو انسانیت کا سب سے اہم اور پیچیدہ مسئلہ سمجھتے اور اُس کے حل کرنے میں مشغول چلے آتے ہیں۔اور علم النفس (Psychology) نے اسے اور بھی اہمیت دے دی ہے۔ چنانچہ یہ حقیقت محمد وآل محمد صلی اللہ علیہ علیہم نے واضح کر دی ہے کہ عمدہ نسل کا پیدا کرنا اور اسے انتہائی ترقی کے قابل بنانا خود انسانوں کے اپنے اختیار میں ہے اور اس کے ثبوت میں خود رسولؐ اللہ اور اُن کے بعد ان کی بارہ نسلوں کو دیکھیں تو افکار اعمال و کردار و تصورات ہی میں نہیں بلکہ اُن کی صورتوں تک میں پراگندگی و اختلاف کا نشان تک نہ ملے گا۔وہ سب اندر اور باہر سے محمدؐ تھے وہ سب علیؑ تھے۔اور چاہتے تھے کہ عرب کے لوگ اُن کی پیروی کریں اُن کی ہدایات پر کاربند رہیں اور مُنتہائے ترقی تک پہنچیں۔اسی کی طرف راہ نمائی کے لئے تاکید فرمائی تھی کہ:

6۔ نسلوں میں پراگندگی اور انتشار کو روکنے کیلئے ایک بنیادی اصول:

''وَلَا تَکُوْنُوْا کَجُفَاۃِ الْجَاھِلِیَّۃِ ''خطبہ 87، جملہ 3) حضرات ابراہیم واسماعیل علیہما السلام کے بعد تین ہزار سال کے عرصہ میں نظام

Presented by Ziaraat.Com

اجتہاد کو عربوں نے اُس مقام پر پہنچا دیا تھا کہ زندگی کے ہر شعبہ میں جبر وستم، آزادی اور عدل کا لباس پہن کر چھا گیا تھا۔ یعنی اُس زمانہ کی ہر نیکی گناہ اور عدل وانصاف ظلم وستم بن کر رہ گیا تھا۔ قوانینِ خداوندی پر مجتہدانہ قوانین کا غلاف چڑھا دیا گیا تھا۔ لہٰذا لوگ اللہ کے احکام وہدایات کو اجتہاد کی چھلنی میں سے چھان کر سمجھتے تھے۔ اور اسی طرح عقل کے فیصلوں کو بھی جوں کا توں اختیار نہ کرتے تھے بلکہ جو کچھ مجتہد نے کہہ دیا تھا اسی کے ماتحت رکھتے تھے۔ یعنی وہ قلب وذہن رکھتے ہوئے عقل وبصیرت سے کوئی تعلق نہ رکھتے تھے۔ اور یہی وجہ تھی کہ ان کی ہر آنے والی نسل میں اور ہر گزشتہ و موجودہ نسل میں کوئی ہم آہنگی نہ تھی۔ اُن کی نسلی پوزیشن کو موذی جانوروں کی نسل سے ہم رنگ فرمایا ہے۔ اور اُن کی نسل کو منقطع کرنا بھی ایک بُری بات کے مانند قرار دیا ہے اور اُن کی نسل کو جاری رہنے دینا بھی شر وفساد کی حفاظت فرمایا ہے (ایضاً جملے 4 تا 6)۔ اور یہ کہ ہر نسل اپنے پالنے والوں سے الفت ومحبت کرتے کرتے افتراق وانتشار میں مبتلا ہو جاتی ہے اور سابقہ بنیادوں سے منقطع ہو جاتی ہے (ایضاً جملہ 7)۔ مطلب یہ ہوا کہ اگر ایک مسلسل ترقی پذیر نسل دنیا میں برقرار رکھنا چاہتے ہو جس میں محبت ویگانگت اور اصل سے اتصال رہے تو چاہئے کہ نظام اجتہاد کو دور رکھا جائے اور دین خداوندی کو عقل کے تقاضوں سے جدا نہ ہونے دیا جائے (خطبہ 87، جملے 1 تا 7)۔

7۔ عربوں کی اس پراگندہ اور اجتہاد زدہ نسل کے ساتھ ساتھ عربوں ہی میں اور بھی کچھ لوگ ہیں جو برابر اپنی سابقہ نسل سے وابستہ رہنے میں کوشاں ہیں۔

اس کے بعد حضور علیہ السلام کچھ ایسے عربوں کا ذکر فرماتے ہیں جو ملکی کثرت کے اثر اور دباؤ سے انتشار کے باوجود کوشش کرتے چلے آرہے ہیں کہ اپنی اصلیت برقرار رکھیں اور کثرت کے دباؤ اور اثر سے بچ نکلیں اور اپنی سابقہ نسلوں کے نقش قدم پر چلیں اور اجتہاد اور جاہلیت کی پیروی کے بجائے اللہ کے دین کو اپنی عقل کے تقاضوں سے مفید بنا کر استعمال کریں۔ اور ڈانواں ڈول ہونے اور اپنی حقیقت اور اصلیت سے ڈگمگانے سے محفوظ ہو جائیں اور ملکی کثرت کے دھکیلنے کو بے اثر کر دیں۔

8۔ ایک طوفانی اور ہمہ گیر انقلاب کی پیشنگوئی جو عربوں کے نظام اور انتظام حکومت کو تباہ کرے گا۔

لہٰذا اللہ اُن لوگوں کی مدد کا انتظام کرے گا۔ اور اُن میں ویسی ہی ہم آہنگی پیدا کر دے گا جیسی بکھرے ہوئے بادلوں کے جمع ہو کر ایک ہمہ گیر بادل بن جانے میں ہوتی ہے اور جس دن اللہ اُن کی تالیف وربط کا حکم دے گا وہ دن بنی اُمیہ کے لئے مصیبت کا دن ہوگا۔ (ایضاً، جملے 8 تا 10)

9۔ بنی اُمیہ ہی نہیں تمام دشمنانِ محمدؐ وآل محمدؐ کے لئے مصیبت کے بہت دن آنا ہیں۔

حضور علیہ السلام کے اس جملے (خطبہ 87، جملہ 9) میں صرف بنی امیہ کی مصیبت کا ذکر مصلحتاً فرمایا ہے تاکہ خطبہ کو سننے والے سیاسی لیڈر تدارک کی فکر میں نہ لگ جائیں ورنہ حقیقت یہ ہے کہ تمام دشمنان اسلام، دشمنان قرآن، دشمنان محمدؐ وآل محمدؐ اور دشمنان انسانیت کے لئے کئی ایک مصیبت کے دن آنا تھے۔ اور ابھی آنا ہیں۔ چونکہ بنی اُمیہ سے عوام عہد عثمان ہی میں متنفر ہو چکے تھے اور عہد مرتضوی میں تو انہیں واضح انداز میں مخالفِ خدا ورسولؐ اور دشمنان اسلام ثابت کر دیا گیا تھا۔ اس لئے اُن کی مذمت پر کوئی برا نہ مانتا تھا۔ اس لئے آنے والے دنوں کو صرف بنی امیہ کی مصیبت کہنا کافی سمجھا اگر کہیں یہ فرما دیا ہوتا کہ پورے قبیلہ قریش کے لئے مصیبت کا دن ہوگا تو قریشی مدبرین چوکنا ہو جاتے اور چونکہ وہ تجربہ رکھتے تھے کہ حضرات محمدؐ وعلی علیہما السلام نے جو کچھ فرمایا وہ لفظاً صحیح نکلتا رہا ہے لہٰذا وہ حضرت علی علیہ السلام کے اقدامات اور نقل وحرکت پر سختی اور باریک بینی سے نظر رکھنا شروع کر دیتے۔ اور چونکہ آپؑ نے اپنے ان ہی بیانات وخطبات میں قریشی حکومتوں کی تباہی کے لئے تحریک تشیع بیان کرنا

Presented by Ziaraat.Com

تھی تاکہ مخصوصین آپؑ کے بیانات سے وہ پہلو اخذ کرتے جائیں جن پر تحریک کو تعمیر و تیار کرنا تھا۔ لہٰذا قریشی ماہرین بھی ساتھ کے ساتھ مطلع ہوتے اور پیش بندیاں کرتے چلے جاتے اور تحریک کامیابی تک نہ پہنچتی۔ اور اسی احتیاط کی وجہ سے آپ نے اس بیان کو (خطبہ 87، جملے 3 تا 8) ایام جاہلیت سے متصل کر کے پیش کیا ہے کہ قریشی لیڈر غافل رہیں۔ بہر حال آپؑ آگے چل کر فرماتے ہیں کہ:

''اللہ اُن لوگوں کیلئے ایسے دروازے اور راہیں کھول دیگا جو اپنی اصل سے وابستہ رہنے میں کوشاں تھے، کہ وہ لوگ طوفانی سیلاب کی طرح قریشی نظام کو بہالے جائیں گے۔ اور انہیں قریشی حکومت کی کوئی طاقت روک نہ سکے گی وہ اُس حکومت کی ہر چیز کو تباہ کردیں گے (خطبہ 87، جملے 11 تا 13) یہ بات بھی اس طرح فرمائی ہے کہ مدبرین قریش سوچتے اور ٹاپتے رہ جائیں اس لئے کہ اس بات کو ملک سبا کے بند ٹوٹنے اور طوفانی سیلاب کے ساتھ ملا دیا ہے اور بجائے اس کے کہ حکومت کی فوجی چھاؤنیوں اور فوجوں اور مال و خزانوں کی تباہی کا ذکر فرماتے آپ نے اُس سیلاب کے سامنے ٹیلوں چٹانوں، پہاڑوں اور زمین کے نشیب و فراز کو رکھ دیا ہے (خطبہ 87، جملے 11 تا 13) پھر یہ تذکرہ نہیں فرماتے کہ وہ لوگ جو اپنی اصل (یعنی محمدؐ و آل محمدؐ) سے وابستہ رہے قریشی حکومت کو تہہ و بالا کر کے اپنے مفتوحہ شہروں اور قریشی محلات میں آباد ہو جائیں گے بلکہ یہ فرماتے ہیں کہ:

''پھر اللہ انہیں اپنے پیدا کئے ہوئے دَرّوں اور وادیوں میں پھیلا دے گا۔ (خطبہ 87، جملہ 14) '' پھر انہیں سیراب کرنے والے چشموں کی طرح ساری زمین میں رواں کرے گا (جملہ 15) مطلب واضح ہے کہ اپنے مفتوحہ شہروں میں آباد ہو کر اس ساری زمین کو عدل و انصاف سے سیراب کردیں گے اور قریشی مظالم اور جبر و ستم سے ستائی گئی تمام اقوام عالم کو نجات دے کر اُن کے غصب شدہ حقوق اُنہیں واپس کردیں گے اور اس طرح کمزور اقوام کو جابر اقوام یعنی قریش پر مسلط کردیں گے (خطبہ 87، جملے 14 تا 16)۔

10۔ <u>کتاب ''مذہب شیعہ ایک قدیم تحریک اور ہمہ گیر قوت'' تحریک تشیع کی پوری کارکردگی پیش کرتی ہے اس کا مطالعہ ضروری ہے۔</u>

ہم نے اس عنوان پر ایک مکمل و مفصل کتاب لکھ دی ہے لہٰذا تفصیلات اس میں ملاحظہ ہوں یہاں اتنا سن لیں کہ ''مذہب شیعہ'' ایک تحریک ہے۔ جو متمدن زمانے کے انبیاء علیہم السلام (نوحؑ و ابراہیمؑ) کے زمانوں سے برسرِ کار لائی گئی تھی۔ اس تحریک کا مقصد اس کے نام سے واضح ہے۔ <u>یعنی وہ تحریک جو اللہ و انبیاءؑ کے حقیقی مقاصد کی اشاعت کرتی رہے گی</u>۔ اور <u>اسلام کے مخالفوں کی پوزیشن عوام کے سامنے واضح کرے گی اور سربراہ تحریک کے حکم اور حدود کے مطابق دشمنوں کے منصوبوں کو بے اثر اور برباد کرے گی</u>۔ آپ جانتے ہیں کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو حکومت کے منصوبہ قتل کی اطلاع بروقت اسی تحریک نے دی تھی (قصص 28/20-21) عہد محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ و آلہ میں ساری دنیا جانتی ہے کہ چار سو سے زیادہ اصحاب صُفّہ، سقیفہ بنی ساعدہ کے فیصلے کے بعد ایسے غائب ہوگئے کہ پھر اُن کا پتہ نہ چلا تاریخیں حیران و ششدر تاکتی اور ٹاپتی رہ گئیں۔ وہ سب تحریک تشیّع کے ممبران تھے۔ سب کو مدت دراز سے اپنے اپنے کرنے کا کام معلوم تھا۔ سب نے زیر زمین (Underground) خفیہ کام شروع کردیا۔ جو کھل کر سامنے رہے انہوں نے بھی اپنا اپنا کام شروع کردیا۔ مثلاً ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے ذمہ تحریری ریکارڈ کے کچھ حصہ کو محفوظ رکھنا تھا۔ چنانچہ انہیں تحریر شدہ ہدایات اور پالیسیاں دو عدد بوریاں بھر کر دی گئی تھیں (صحیح بخاری پارہ نمبر ا باب العلم) اس طرح وہ لاکھوں حدیثیں محفوظ رکھ کر آگے بڑھانے کا انتظام اسی تحریک تشیع کے سپرد کیا تھا۔ اُسی ذخیرہ میں سے محمد اسماعیل بخاری تک سات لاکھ حدیثیں پہنچی تھیں وغیرہ وغیرہ۔ اُسی تحریک نے بنی امیہ کی حکومت کو تباہ کیا تھا۔ اسی نے قریشی مملکت کے چاروں طرف ایسی حکومتیں قائم کی تھیں جو دن رات قریشی حکومتوں کو بتدریج

Presented by Ziaraat.Com

تباہی کی طرف دھکیل رہی تھیں اسی تحریک نے عضدالدولہ ومعزالدولہ جیسے لوگوں کے ہاتھوں عباسی حکومتوں کو بے بس کیا۔اسی تحریک نے آخر عباسی خلافت کا دنیا سے نام ونشان مٹا دیا۔یہی تحریک انقلاب آفرین ریکارڈ تیار کرتی چلی آئی ہے اور یہی تحریک تمام قریش کو زمانہ رجعت میں سب سے پہلے ترتیب وار حضرت حجۃ قائم قیامت علیہ السلام کے حضور میں حساب اور سزاؤں کے لئے پیش کر کے دردناک ورُسوا کن سزائیں دے گی۔اور یہ آخری مصیبت ہوگی۔درمیانی مصیبتوں میں سے ایک وہ مصیبت ہوگی جو تحریک تشیع کے اشارہ پر بنی عباس کے ہاتھوں آئی تھی اور اُس میں بنی اُمیہ کو اُن کے ناوے (99) سال کے مظالم کی کچھ سزائیں دی گئی تھیں اس سلسلے میں ایک خارجی کا بیان سُنتے چلیں:

11۔بنی اُمیہ کی ایک درمیانی گرفت اور مصیبت کی جھلک:

اسلم جیراج پوری اپنی خودساختہ تاریخ امت جلد ہشتم میں عنوان لکھتے ہیں:

"بنی امیہ سے انتقام" "عباسیوں نے بنی امیہ سے جواُن کے ایک جدّی بھائی تھے انتقام لینے میں جس قساوتِ قلبی اور بے رحمی کا اظہار کیا۔اس کی مثال اسلامی تاریخ میں نہیں ملتی داؤد نے مکہ اور مدینہ میں جس قدر بنی امیہ تھے سب کو قتل کر ڈالا اس کے بھائی سلیمان نے بصرہ میں یہی کیا تھا۔جن کو قتل کرتا اُن کو کھنچوا کر راستوں میں ڈال دیتا۔عبداللہ بن علی نے ملک شام میں ڈھونڈ ڈھونڈ کر بنی امیہ کے ایک ایک فرد کو مار ڈالا۔یہاں تک کہ جوشِ انتقام میں اُن کے خلفاء امیر معاویہ۔یزید اور عبدالملک وغیرہ کی قبریں کھدوا ڈالیں اور اُن کی بوسیدہ ھڈیوں کو نکال کر پھینک دیا۔مؤرخوں کا بیان ہے کہ ہشام کی لاش صحیح سالم نکلی تھی صرف ناک گل گئی تھی اُس کو کوڑوں سے پٹوا کر سولی چڑھا دیا۔پھر آگ میں جلا کر راکھ ہوا میں اڑا دی۔عراق میں سفاح نے خود بنی اُمیہ کے افراد کو قتل کیا۔" (صفحہ 93-94)

یوں تحریک تشیع نے قریشی تلواروں کو قریشی گردنوں پر استعمال کیا اور دشمنوں کو دشمنوں کے ہاتھوں تباہ وفنا کرتی چلی آئی ہے۔اور برابر ہر دشمن ادارے پر نظر رکھتی اور اُن کے مخالف منصوبوں کو الٹتی اور بے اثر کرتی چلی جارہی ہے یہی تحریک ہے جو دشمنوں کو ہر ہر میدان میں شکست دینے کی ذمہ دار ہے۔ساتھ ہی دیگر مذاہب اور اقوام کو ترقی دینے اور حقیقی اسلام کے قریب لانے میں حضرت حجۃ امام عصر والزمان علیہ السلام کی ہدایات کے ماتحت کوشاں رہتی ہے۔اور مسلمان عوام کی ہدایت وتعلیم کی ذمہ داری لیتی ہے اور دشمنوں کے خودساختہ اسلام وعقائد سے محفوظ رکھتی ہے۔

قارئین نوٹ کرلیں کہ حضرت علی علیہ السلام نے خلفائے ثلاثہ کی تباہی کے لئے جو بھرپور انتظام کیا تھا وہ بلا تصادم جاری ہوا جاری رہا اور جاری ہے اور قیامت تک معصومؑ ہدایات کے ماتحت جاری رہتا چلا جائے گا۔ہمارے لئے بیان الامامۃ میں حضور علیہ السلام کے خطبات کی تشریح کے لئے اس انتظام وتحریک کا محتاط بیان جائز کر دیا گیا ہے۔ورنہ یہ تحریک اتنے دبے پیروں اور ایسے انتظام کے ماتحت چلتی رہی ہے کہ دشمنوں کو نہ کانوں کان خبر ہوئی نہ محاذ بنانے کا موقع ملا۔

12۔تحریک تشیع اپنی پالیسی کے مطابق کسی سے بھی کام لینے میں تکلف نہیں کرتی گڑبڑ کرنے والے ناکام ہو جاتے ہیں۔

یہ تحریک ہر اُس فرد یا افراد سے کام لے لیتی ہے جو تحریک کی اطاعت اور ہدایات پر عمل کرنے کو تیار ہو جائے وہ فرد نیک ہو یا بدکردار ہو مسلم ہو یا غیر مسلم ہو۔عورت ہو یا مرد ہو۔قدآور ہو یا کوتاہ قد ہو۔اندھا، کانا، لنگڑا، کالا، گورا، ہنرمند یا بے ہنر، پڑھا لکھا یا اَن پڑھ ہو۔کوئی ذات ہو کوئی پیشہ کرتا ہو۔تحریک کے کاموں اور خدمات کی لامحدود وسعتوں میں مذکورہ بالا اور ہر قسم کے انسان کھپ سکتے ہیں۔ہر شخص کو اُس کی حالت وبضاعت کے مطابق بہترین اور موزوں کام دیا جاتا ہے۔کتاب مذہب شیعہ مذکورہ پڑھتے ہوئے آپ دیکھیں گے کہ یہیں سندھ کے علاقہ میں

Presented by Ziaraat.Com

ایک شخص ہندوشکل وصورت میں بیس سال تک ایک راجہ کے باورچی خانہ میں ملازم رہا اور آخر راجہ اور تمام متعلقین کو مسلمان اور غلامانِ محمدؐ وآل محمدؐ بنا کر واپس آیا۔ روزانہ مندر میں جاکر ہندوانہ عبادت کا پابند تھا اور کوئی نہ جانتا تھا کہ وہ مسلم اور صاحبِ کرامات شخص ہے۔ بہر حال اوپر حضور علیہ السلام نے جن لوگوں سے کام لیا۔ جن کو بامِ عروج پر پہنچایا جن کو اقوام عالم کی ترقی، انصاف اور قسمت سونپ دی تھی۔ اُن سے بدعنوانیاں ہونے لگیں تو اُن کے ہاتھ سے اقتدار واختیار ودولت اور حکومت اس طرح پگھل کر نکل گئی جس طرح آگ پر رکھنے سے چربی پگھل کر نکل جاتی ہے (خطبہ 87 جملہ 17)۔ یعنی جو شخص تحریک کی پالیسی کی خلاف ورزی کرتا ہے وہ اپنے افکار واعمال کو سربراہ تحریک علیہ السلام سے چھپا نہیں سکتا اُس کے اعمال وافکار بھی اُسی طرح امام زمانہ علیہ السلام کے سامنے سے گزرتے اور ریکارڈ ہوتے جاتے ہیں جس طرح باقی نوع انسان کے اعمال وافکار ریکارڈ ہوتے ہیں اور انہیں مہلت اور ڈھیل دینے کے لئے بھی عام قوانین وقواعد جاری ہوتے ہیں اور مناسب ترین مرحلہ پر اُن کو بے دست و پا کر کے خدمات واپس لے لی جاتی ہیں۔ ندامت اور توبہ بھی تمام قانون کے ماتحت ہے اور معافی وتلافی کے مواقع بھی ملتے ہیں دورانِ کار انہیں اُن کی غلطیاں اور کوتاہیاں بھی بتائی جاتی ہیں۔ لہٰذا حضرت علی علیہ السلام اپنے نام نہاد ساتھیوں کو یعنی قریش کی طرف سے آئے ہوئے سازشی صحابہ کو بتا رہے ہیں کہ اگر تم نے الحق کو بے یارومددگار نہ چھوڑ دیا ہوتا اور باطل کو کمزور کرنے میں تم نے کمزوری نہ دکھائی ہوتی (خطبہ 87، جملے 18 تا 19) تو تم پر یہ گھٹیا درجہ کے لوگ قابو پانے کی طمع نہ کرتے اور جو لوگ تم پر غالب آیا چاہتے ہیں وہ کبھی تم پر غالب نہ آتے (ایضاً جملے 20 تا 21) پھر انہیں بنی اسرائیل کی گمراہی اور ناکامی اور بدبختی کی طرف متوجہ کیا ہے (ایضاً جملہ 22) اور یہ انتباہ کیا ہے کہ حضورؐ کے انتقال کے بعد اُن لوگوں کی گمراہی اور گم گشتگی میں دن دونا اور رات چوگنا اضافہ اس لئے ہوتا چلا جائے گا کہ اُنہوں نے الحق کو پس پشت ڈال دیا تھا (ایضاً جملہ 23)۔ پھر بات واضح فرمادی ہے کہ تم لوگ از اول تا آخر قریشی مرکز کے وفادار رہے ہو جو تم سے دور بیٹھا اپنا کام تم سے لے رہا ہے اور تم نے کبھی بھی اُن لوگوں سے وفا نہیں کی ہے جس کے پاس تم رہتے ہو۔ لہٰذا اس مرکز سے دور رہتے ہوئے بھی تم اس سے وابستہ رہے ہو اور جو تمہارے قریب رہنے والے لوگ ہیں اُن سے قریب ہوتے ہوئے منقطع رہے ہو (ایضاً جملہ 24) اور خطبے کے آخر میں یہ بتا دیا گیا کہ اگر تم نے میری نصرت سے ہاتھ نہ اٹھایا ہوتا اور مجھے بے یارومددگار نہ چھوڑ دیا ہوتا اور میری پیروی کی ہوتی تو میں تمہیں رسوؐل اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ کے راستے پر لئے چلتا (ایضاً جملہ 25) اور اس طرح تم تمام غلط راستوں پر چلنے اور ناکام رہنے کی زحمتوں سے محفوظ ہو جاتے (ایضاً جملہ 26) اور تمہاری گردنوں سے یہ جہالت وگمراہی کے طوق نکل جاتے اور بے راہ روی کے عذاب سے بچ جاتے (ایضاً جملہ 27)۔

پھر نوٹ کریں کہ حضرت علی علیہ السلام جن لوگوں سے مخاطب رہے ہیں وہ منہاج رسول صلی اللہ علیہ وآلہ پر نہ قائم تھے اور نہ قائم ہونا چاہتے تھے۔ اور یہ وہ لوگ تھے جنہوں نے کبھی بھی حضرت علی علیہ السلام کی نہ نصرت کی تھی نہ اطاعت کرتے تھے اور انہوں نے جو مذہب اختیار کر رکھا تھا اس میں حق وحقانیت اور اسلام وقرآن وسنت کو پس پشت پھینک رکھا تھا۔ لہٰذا یقیناً وہ قریشی قسم کے مسلمان تھے۔

Presented by Ziaraat.Com

مفتی جعفرحسین: خطبہ نمبر:166

علی نقی طہرانی : خطبہ نمبر: 167

خُطبہ ﴿88﴾

1۔حضرت علی علیہ السلام کی بیعت مکمل ہوتے ہی صحابہ کی ایک قوم نے علیؑ پر تقاضا کیا تھا کہ عثمان پر جمگھٹا کرنے والوں سے باز پرس کریں۔2۔جمگھٹا کرنے والوں کے اقتدار وشوکت وقدرت وتسلّط پر متوجہ نہ ہونے والے کتنے کوتاہ اندیش یا سازشی صحابہ ہو سکتے ہیں؟3۔اس مطالبہ کو ایام جاہلیت کا مطالبہ کیوں قرار دیا گیا؟4۔عثمان کے معاملے میں جوشورش وسازش کی گئی تھی اس کا ذکر مطالبہ ہوتے ہی فرمادیا تھا۔5۔یہ مطالبہ اوراس مطالبے کے متعلقات دراصل حضرت علیؑ کی حکومت کو کمزوراور متزلزل کرنے والے تھے۔6۔اوراس کا آخری تدارک سازش کرنے والوں کو اسی طرح داغنا تھا جس طرح جانوروں کو شناخت کے لئے داغا جایا کرتا ہے۔7۔شورش وسازش کرنے والوں کو متعلقہ احکام کا انتظار کرنے کا مشورہ دیا گیا تھا۔

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

بَعۡدَ مَا بُوۡيِعَ بِالۡخِلَافَةِ ؛	1	حضرت علیؑ سے خلافت کی بیعت ہو چکنے کے بعد ہی۔
وَقَدۡ قَالَ لَهٗ قَوۡمٌ مِّنَ الصَّحَابَةِ ؛	2	صحابہ کی ایک قوم نے حضرت علیؑ سے یہ کہا کہ:
لَوۡعَاقَبۡتَ قَوۡمًا مِّمَّنۡ اَجۡلَبَ عَلٰى عُثۡمَانَ ؟ فَقَالَ عَلَيۡهِ السَّلَامُ :	3	یہ ضروری تھا کہ آپ اُس قوم سے باز پرس کرتے جس نے عثمان پر جمگھٹا کیا تھا؟ علی علیہ السلام نے فرمایا کہ:
يَا اِخۡوَتَاهُ اِنِّىۡ لَسۡتُ اَجۡهَلُ مَاتَعۡلَمُوۡنَ ؛	4	بھائیو جو کچھ تم جانتے ہومیں اُس سے جاہل نہیں ہوں۔
وَلٰكِنۡ كَيۡفَ لِىۡ بِقُوَّةٍ وَالۡقَوۡمُ الۡمُجۡلِبُوۡنَ عَلٰى حَدِّشَوۡكَتِهِمۡ يَمۡلِكُوۡنَنَا وَلَا نَمۡلِكُهُمۡ ؟	5	وَلیکن وہ قوم تو شان وشوکت کی حد تک اب بھی جمگھٹا کئے ہوئے ہے۔وہ ہم سب پر مسلّط ہیں اور ہم کواُن پر تسلط حاصل نہیں ہے ایسی صورت میں میرے پاس کون سی قوت ہے جس سے باز پرس کی جائے؟
وَهَاهُمۡ هٰٓؤُلَآءِ قَدۡ ثَارَتۡ مَعَهُمۡ عُبۡدَانُكُمۡ ؛	6	اور یہ بھی سن لوکہ تمہارے تمام نوکر چاکراور غلام وکنیزیں بھی ان کے ساتھ شامل اوران کے ہم نوا ہیں۔
وَالۡتَفَّتۡ اِلَيۡهِمۡ اَعۡرَابُكُمۡ ؛	7	ساتھ ہی تمہارے تمام دیہاتی لوگ ان کی طرف ہی التفات رکھتے ہیں۔
وَهُمۡ خِلَالَكُمۡ يَسُوۡمُوۡنَكُمۡ مَاشَآؤُا ؛	8	اوران ہی کے تعاون سے وہ تم کو جب چاہیں اور جو چاہیں تکلیف پہنچاسکتے ہیں۔
وَهَلۡ تَرَوۡنَ مَوۡضِعًا لِّقُدۡرَةٍ عَلٰى شَىۡءٍ	9	اور کیا ان حالات میں تمہیں کوئی ایسا موقع نظر آتا ہے کہ جو کچھ تمہارا ارادہ ہے

Presented by Ziaraat.Com

تُرِیْدُوْنَہٗ ؟؛		اس پر قدرت پا سکو؟ یعنی تمہیں اتنی قدرت تو ہے نہیں کہ تم اپنے غلاموں اور دیہاتی کمیروں کو الگ کرلو۔
وَاِنَّ ھٰذَا الْاَمْرَ اَمْرٌ جَاھِلِیَّۃٌ، وَاِنَّ لِھٰؤُلَاءِ الْقَوْمِ مَادَّۃً ؛	10	لہٰذا تمہارا یہ مطالبہ اور یہ سوچ ایام جاہلیت والا مطالبہ اور بے دینوں ایسی طرز فکر ہے۔ اور یقیناً اس قوم کو پشت پناہی اور قوت حاصل ہے۔
اِنَّ النَّاسَ مِنْ ھٰذَا الْاَمْرِ، اِذَا حُرِّکَ، عَلٰی اُمُوْرٍ :	11	جب اُس اسکیم کے پشت پناہ تحریک شروع کریں گے تو یہ معاملہ لوگوں کو کئی فرقوں میں تقسیم کر دے گا۔
فِرْقَۃٌ تَرٰی مَا تَرَوْنَ ؛	12	ایک فرقہ تمہارا ہم خیال ہوگا۔
وَفِرْقَۃٌ تَرٰی مَالَا تَرَوْنَ ؛	13	اور ایک فرقہ تمہارے خلاف ہوگا۔
وَفِرْقَۃٌ لَاتَرٰی ھٰذَا وَلَاذَاکَ ؛	14	اور ایک فرقہ بالکل مختلف رہے گا۔ یعنی وہ تمہارا بھی مخالف ہوگا اور تمہارے مخالفوں کا بھی مخالف ہوگا۔
فَاصْبِرُوْا حَتّٰی یَھْدَاَ النَّاسُ ؛	15	لہٰذا اتنا صبر کرو کہ لوگ مذکورہ اسکیم سے راہنمائی حاصل کرلیں۔
وَتَقَعَ الْقُلُوْبُ مَوَاقِعَھَا ؛	16	اور جو ہدایات وہاں سے ملیں ان پر موقع کے لحاظ سے دلجمعی ہو جائے۔
وَتُؤْخَذَ الْحُقُوْقُ مُسْمِحَۃً؛	17	اور حقوق بےفکری اور فراخدلی سے حاصل ہونے کا وقت آ جائے۔
فَاھْدَأُوْا عَنِّیْ ؛	18	چنانچہ میرے خلاف بھی ہدایات سنتے رہو۔
وَانْظُرُوْا مَاذَا یَأْتِیْکُمْ بِہٖ اَمْرِیْ؛	19	اور یہ بھی دیکھو کہ میری طرف سے کیا حکم نافذ ہوتا ہے؟
وَلَاتَفْعَلُوْا فَعْلَۃً تُضَعْضِعُ قُوَّۃً ؛	20	اور ایسا کوئی فعل نہ کرنا جس سے نااتفاقی پیدا ہوا اور قوۃ متزلزل ہو جائے۔
وَّتُسْقِطُ مُنَّۃً ؛	21	اور نظامِ حکومت کا استحکام ساقط ہو جائے۔
وَتُوْرِثُ وَھْنًا وَّذِلَّۃً ؛	22	اور جو نتیجہ میں ذلت اور حقارت و کمزوری سے دوچار کر دے۔
وَسَاُمْسِکُ الْاَمْرَ مَا اسْتَمْسَکَ ؛	23	میں اس سازشی منصوبے کو جہاں تک ہو سکا دبانے میں کوشاں رہوں گا۔
وَاِذَا لَمْ اَجِدْ بُدًّا فَاٰخِرُ الدَّوَآءِ الْکَیُّ ؛	24	اور جب چارۂ کار نہ پاؤں گا تو آخری دوا تو گرم لوہے سے داغنا ہی ہے۔

تشریحات:

خلافت و حکومت کا حضرت علیؑ کے قدموں میں پہنچنا، قریش کی بدحواسی۔

یہ حقیقت بار بار اور طرح طرح بیان کی جاتی رہی ہے کہ قریش نے دعوت ذوالعشیرہ میں خلافت و وزارت و اخوت کو ٹھکرانے اور تجربہ کرنے کے بعد اس بدترین سیاسی غلطی کا تدارک کرنے کے لئے یہ فیصلہ کرلیا تھا کہ جسطرح اور جس قیمت پر بھی ہو خلافت و حکومت کو خاندان

Presented by Ziaraat.Com

رسوؑل سے نکال کر رہیں گے۔ لہٰذا انہوں نے نہایت تدبر اور تدارج کے ساتھ خلافت وحکومت سے علی علیہ السلام کو محروم کیا، اپنی قومی حکومت بنائی اور قوت واستحکام حاصل کیا اور ہر مخالفت کو کچل کر من مانی رفتار سے چلنے لگے۔ رفتہ رفتہ ہر پہلو پر مطمئن ہو گئے۔ اور اُن تمام وسائل اور ذرائع کا سدّ باب کر دیا جن سے اُن کی کسی بدکرداری، غداری یا ظلم وستم کا پتہ لگ سکتا تھا۔ اور ایسا مواد وسامان جمع کر لیا جس سے اُن کے تمام اقدامات علیٰ مِنھَاجِ الرِّسَالَۃ کہلائیں چنانچہ انہوں نے اپنی حکومت کا نام بھی خلافۃ راشدہ رکھ دیا۔ مگر اُن کی بدقسمتی یہ تھی کہ انہیں یہ معلوم نہ تھا کہ اُن کو اُن کے اعمال وافکار واقدامات میں پوری پوری آزادی اور ڈھیل دی گئی ہے اور یہ قوت واختیار وآزادی اور مہلت اس لئے دی گئی ہے کہ وہ کسی طرح بھی اللہ ورسوؑل کے قابو سے نہیں نکل سکتے اور اُن سے اپنی تدابیر وفکر وعمل کو پوشیدہ نہیں رکھ سکتے اور یہ کہ اللہ ورسوؑل سے اُن کا ماضی وحال اور اُن کا مستقبل اوجھل نہیں ہوسکتا چنانچہ اللہ ورسوؑل نے اُن کی مستقبل کی کارروائیوں کو جانتے ہوئے مستقبل کے لئے تحفظ کا انتظام بھی ساتھ کے ساتھ جاری کر دیا۔ مثلاً اللہ ورسوؑل کو معلوم تھا کہ قریش تمام سابقہ ریکارڈ کو غائب کر کے خودساختہ ریکارڈ پھیلائیں گے۔ اور پھیلاتے جائیں گے اس لئے اللہ ورسوؑل نے حقیقی ریکارڈ کے تیار ہوتے رہنے اور مسلسل محفوظ رہنے کا معصوم (Fool Proof) انتظام کر دیا تھا جو قیامت تک جاری رہے گا۔ اسی طرح قریش کو گھیرے میں رکھنے کا فطری اور غیر محسوس انتظام تھا۔ وہ خلافت وحکومت پر قبضہ کر کے خوش ومطمئن تھے کہ خدائی انتظام نے رسی کھینچ لی اور قریش منہ کے بل آ گرے۔ حکومت دوڑ کر حضرت علیؑ کے قدموں میں سجدہ ریز ہوگئی اور قریش حیران وششدر وبدحواس ہو گئے انہیں عوام کے ساتھ مل کر جُوق در جُوق حضرت علی علیہ السلام کی بیعت کرنا پڑی۔ بیعت کر چکنے کے بعد تمام راستے بند پائے۔ اس خطبے میں حضرت علی علیہ السلام کے سامنے جو تجویز رکھی گئی تھی گو وہ بدحواسی میں رکھی گئی تھی یعنی قریش نے حواس باختگی کے عالم میں حضرت علی علیہ السلام کی بصیرت اور تدبر کو بھلا دیا تھا۔ مگر بدحواسی میں پیش کی گئی تجویز بھی قریش کی مہارت کا ثبوت تھی۔ اگر حضرت علی علیہ السلام کے علاوہ کوئی قریشی لیڈر بھی خلیفہ ہوتا تو جیتی ہوئی بازی ہار جاتا۔ یعنی عثمان کے مخالف محاذ سے بازپرس کا اعلان کر دیتا۔ اور یہ اعلان طلحہ وزبیر کے حق میں مفید بن جاتا۔ یعنی بازپرس اور مقدمہ کا خوف لوگوں کو مجبور کر دیتا کہ وہ علیؑ کے چنگل سے نکلنے کے لئے طلحہ یا زبیر کو خلیفہ بنالیں اور وہ بلاکسی دِقّت کے ایسا کر سکتے تھے۔ اور یوں قریش اپنے قدیم قومی مقصد میں پھر کامیاب ہو جاتے۔ مگر حضرت علی علیہ السلام نے صرف اس تجویز ہی کو نہیں بلکہ قریش کی آنے والے تمام تدبیروں کو سامنے رکھا ہوا تھا اور انہیں اسی خطبے میں بتا دیا تھا کہ اپنی اس تجویز پر تم تنہا نہیں ہو بلکہ تمہارا ایک ہم خیال پورا فرقہ موجود ہے (خطبہ 88، جملہ 12)۔ جو تمہیں استعمال کر رہا ہے اور تمہاری اور اس فرقہ کی یہ تجویز اپنی جڑیں ایام جاہلیت کے اندر رکھتی ہے یعنی قریشی پالیسی بڑی قدیم ہے کہ علیؑ اور خاندان نبوّت کو خلافت سے محروم اور دور رکھنا ہے اور اس سلسلے میں تمہیں اور اس فرقہ کو پوری قوم کی اندھی پشت پناہی حاصل ہے (ایضاً، جملہ 10)۔ لہٰذا اس وقت تم چاروں طرف گھرے ہوئے مجبور ہو کر رہ گئے اور میرے خلاف تمہیں نہ اپنے اہل وعیال کا تعاون مل سکتا ہے نہ اپنے نوکروں چاکروں اور غلاموں اور کنیزوں سے مدد مل سکتی ہے نہ تمہارے کاشتکار وباغبان کام آ سکتے ہیں اس لئے کہ وہ سب عثمان کے مخالفوں کے ہم نوا ہیں اور تم سب اُن کے رحم وکرم کے محتاج ہو اور ذرا سی حرکت کرنے پر عثمان کے مخالف تمہارا کچومر نکال دیں گے اور اپنی پوری قوت وشوکت اور تسلط کو میری طرفداری میں تمہیں اور تمہاری مخالفانہ حرکت کو کچل کر رکھ دیں گے (ایضاً، جملے 5 تا 9) اِن حالات میں تم اپنی قومی اسکیم اور قلبی ارادہ کو پورا کرنے کا کوئی موقع نہ پا کر مجھے استعمال کرنا چاہتے ہو (ایضاً، جملہ 9) تاکہ میں صرف بازپُرس کے دو لفظ کہہ کر پورا ماحول تمہارے حق میں تبدیل کر دوں۔ اور یوں جیتی ہوئی بازی تمہارے مقصد کو پروان چڑھانے کیلئے ہار جاؤں (خطبہ 88، جملے 1 تا 12)۔

Presented by Ziaraat.Com

لہٰذا جس طرح تم حالات سے مجبور ہو کر مجھے فریب دینے اور استعمال کرنے آئے ہو اسی طرح میں اُن ہی حالات کو تمہارے سامنے رکھ کر تمہیں مایوس کرنا چاہتا ہوں (خطبہ 88، جملے 1 تا 12) اور تمہیں یہ بتانا چاہتا ہوں کہ تم اور تمہارا فرقہ اپنے منصوبہ میں فی الحال ناکام ہو گیا ہے اور ایک دوسرا فرقہ بھی موجود ہے جو تمہارے خلاف تصورات اور پالیسیاں رکھتا ہے (جملہ 13) اور ایک تیسرا فرقہ بھی ہے جو نہ تمہارا طرف دار ہے نہ تمہارے مخالف فرقہ کا طرفدار ہے (جملہ 14) یعنی وہ فرقہ تمہارا بھی اور تمہارے مخالفوں کا بھی مخالف ہے۔ لہٰذا تم اور تمہارا فرقہ اُس وقت تک بے بس خاموش اور مایوس بیٹھے رہو۔ جب تک مذکورہ فرقے اپنی اندرونی حالت کو زبان پر نہ لے آئیں۔ (ایضاً، جملے 12 تا 15) اور ہر فرقہ جو فیصلہ کرے اور اس پر مطمئن نہ ہو جائے (جملہ 16) اور یہ بھی دیکھتے رہو کہ وہ فرقے میرے خلاف کیا پروگرام بناتے ہیں۔ اور اپنے اپنے خیال میں کس طرح سہولت سے اپنے اپنے حقوق نکالنے اور حاصل کرنے کی راہیں اختیار کرتے ہیں؟ (ایضاً جملے 15 تا 18) اور ساتھ ہی یہ بھی زیر نظر رکھو کہ میری طرف سے اُن سب کے تدارک میں کیا کیا احکام اور اقدامات جاری کئے جاتے ہیں (جملہ 19) یہ سب کچھ بتا کر اُن پر اپنی معلومات کا رعب ڈال کر انہیں یہ مشورہ یا دھمکی بھی دے دی کہ تم بھول کر بھی ایسا کوئی کام نہ کرنا جو قوت کو متزلزل کر دے اور استحکام و مضبوطی کو اُکھیڑ پھینکے اور جس کے نتیجے میں ذلت ورسوائی اور حقارت سے دوچار ہونا پڑے (ایضاً جملے 20 تا 22) لطف کی بات یہ ہے کہ آپؑ نے یہ نہیں فرمایا کہ کس کی قوت کو متزلزل نہ کر دے اور کس کا استحکام و مضبوطی مقصود ہے اور کس کو ذلت ورسوائی سے بچانا مطلوب ہے؟ اور یہ بتانے سے قریش کے حاضر وغائب لیڈروں کو بخار چڑھانا منظور تھا۔ پھر فرمایا کہ میں کوشش کروں گا کہ تم اور تمہارا فرقہ اور باقی سازش سے متعلق لوگوں کو سہولتیں دے کر سیدھا کر دوں اور اگر وہ اس طرح راہ راست پر نہیں آتے تو اُن کی آخری دوا وہی ہے جو قرآن کریم نے تجویز کی ہوئی ہے۔ يَوْمَ يُحْمٰى عَلَيْهَا فِيْ نَارِ جَهَنَّمَ فَتُكْوٰى (کیُّ) بِهَا جِبَاهُهُمْ وَجُنُوبُهُمْ وَظُهُوْرُهُمْ.. لہٰذا بھڑکتی ہوئی آگ میں نشان لگانے والا آلہ لال سرخ کر کے اُن سب کی پیشانیاں اور لیٹنے کے پہلو آگے اور پیچھے سب کو جلا دیا جائے گا۔ (توبہ 9/35) لہٰذا مجھے انہیں اسی سزا کے لئے تیار کرنا پڑے گا (خطبہ 88، جملہ 24)۔

یہ تھی خطبہ 88 کی لفظ بلفظ اور جملہ بجُملہ تشریح جسے کوئی مترجم نہیں سمجھا اور اگر کوئی کچھ سمجھا تو یہ سمجھا کہ خود حضرت علی علیہ السلام عثمان کے مخالف گروہ کے قابو میں مجبور تھے۔ لیکن یہ خطبہ اس تصور کے خلاف حضرت علی علیہ السلام کے اقتدار واختیار کا ثبوت ہے۔ جس جملہ سے لوگوں کو شبہ ہوا ہے خطبہ (88) کا وہ جملہ یہ ہے کہ: اِنِّيْ لَسْتُ اَجْهَلُ مَاتَعْلَمُوْنَ ؛وَلٰكِنْ كَيْفَ لِيْ بِقُوَّةٍ وَالْقَوْمُ الْمُجْلِبُوْنَ عَلٰى حَدِّشَوْكَتِهِمْ يَمْلِكُوْنَنَا وَلَا نَمْلِكُهُمْ (جملہ 4-5).

''جو کچھ تم جانتے ہو میں اُس سے جاہل نہیں۔ ولیکن بات یہ ہے کہ وہ جمگھٹا کرنے والی قوم تو نہایت شان وشوکت اور پوری قوت کے ساتھ ہم سب پر مسلط ہے اور ہمیں اُن پر کوئی تسلط حاصل نہیں ہے لہٰذا میرے پاس وہ کون سی طاقت ہے جس سے میں اُن سے باز پرس کروں؟''

اگر واقعی ایسا ہوتا کہ حضرت علی علیہ السلام اُن حملہ آور لوگوں کے سامنے بے بس تھے اور وہ لوگ حضرت علی پر مسلط تھے تو اُن کا آخری جملہ ایسے سنگین اور بھیانک دوا کا ذکر ہر گز نہ کر سکتا تھا۔ بات سیدھی سیدھی اور عام فہم یہ ہے کہ قریشی لیڈر حملہ آوروں اور عوام کے عمل درآمد سے مجبور ومغلوب تھے اور چاہتے تھے کہ حضرت علیؑ سے باز پرس کے دو لفظ کہلوا کر سارا پانسہ اپنے حق میں پلٹوالیں مگر حضورؑ نے اُن کی مجبوری کو اپنی مجبوری کہہ کر اُن کی گوٹ (Goat) پیٹ دی اور اُن ہی کی مجبوریاں اُن کے سامنے رکھ دیں اور بتا دیا کہ تمہارا ساتھی اور طرفدار کوئی نہیں ہے

(خطبہ 88، جملے 6 تا 8) اس بیان میں یہ مطلب تو پوشیدہ ہے کہ اگر میں چاہوں تو حملہ آور قوم سے تمہارا ستیاناس کرادوں یعنی اگر اُن سے یہ کہہ دوں کہ تم سے بازپرس کرنے کا تقاضا قریش کی طرف سے ہورہا ہے تو وہ تمہیں بھی عثمان کے پاس پہنچادیں گے۔ خود مجبور ہوتے تو یہ کہتے کہ حملہ آور لوگ بیت المال پر قابض ہیں۔ مسجد پر قابض ہیں عثمانی افواج پر مسلط ہیں لہٰذا میں کیسے بازپرس کروں؟ بہرحال عثمان کے مخالف ہرگز حضرت علیہ السلام کے مخالف نہ تھے۔ اور عوام کے ساتھ وہ بھی مطیع تھے۔ بلکہ یہ کہئے کہ وہ سب قریش سے بہرحال بہتر و جان فروش لوگ تھے۔ اور یہ بات اُن مخالفوں کو بھی معلوم تھی اور ہم خطبات کی تشریح میں بھی دکھا چکے ہیں کہ عثمان کے ساتھ جو کچھ ہوا وہ اس کی اپنی بدکرداری کا نتیجہ تھا اور یہ کہ اُس کے قتل کو حضرت علی علیہ السلام نے قتلِ عمد کے ماتحت نہیں رکھا ہے۔ اور عثمان کے مخالفوں اور طرفداروں دونوں کو قصوروار قرار دیا ہے۔ دونوں کو زیادتی کرنے والا فرمایا ہے۔ رہ گئے عثمان تو خلافت سے پہلے بھی جہنمی تھا اور قتل ہو کر بھی اس کا مقام نہیں بدلا۔ اس کے کئی ایک ایسے جرائم ہیں جن میں سے ہر ایک اُسے اور اُس کے تمام نئے پرانے طرفداروں اور عقیدت مندوں کو جہنم میں لے جانے کے لئے کافی ہے۔ قریش کے ساتھ غصب حکومت میں شرکت، مروان اور اُس کے باپ کے ساتھ سلوک۔ عمار یاسر اور ابوذر غفاری رضی اللہ عنہما وغیرھم کے ساتھ اُس کا سلوک۔

Presented by Ziaraat.Com

مفتی جعفرحسین: خطبہ نمبر: 210

علی نقی طہرانی : خطبہ نمبر: 203

خُطبہ ﴿89﴾

1۔نصرت خداوندی سے منہ موڑنے والا اور دین کو ترقی دینے سے جی چرانے والا کون شخص کہلائے گا؟

2۔عدل سے لبریز اور ظلم سے خالی، دین و دنیا میں صرف اصلاح کرنیوالی اور شر سے خالی ہدایات کو سننے اور ان پر عمل نہ کرنے والا

3۔باشندگان سماوات کو اپنا گواہ بنا کر اتمام حجت کرنا اور بے دین کی مدد سے تبرّا کرنا۔

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

اَللّٰهُمَّ اَيُّمَاعَبۡدٍ مِنۡ عِبَادِکَ سَمِعَ مَقَالَتَنَا الۡعَادِلَةَ غَيۡرَ الۡجَائِرَةِ ؛	1	اے اللہ تیرے بندوں میں سے جو بندہ ہمارے ایسے اقوال کو سنے جو سراسر عدل سے معمور اور ظلم و جور سے پاک ہوں۔
وَالۡمُصۡلِحَةَ غَيۡرَ الۡمُفۡسِدَةِ فِي الدِّيۡنِ وَالدُّنۡيَا؛	2	اور ایسی اصلاح پر مبنی باتیں ہوں جن سے فساد نہ دین میں واقع ہوسکتا ہو نہ دنیا خراب ہوتی ہو۔
فَاَبٰى بَعۡدَ سَمۡعِهٖ،لَهَا اِلَّا النُّكُوۡصَ عَنۡ نُصۡرَتِکَ ؛	3	یہ سب کچھ سننے اور سمجھنے کے بعد بھی جان بوجھ کر ان کو ماننے سے انکار کردے تو اس کا مطلب تو یہی ہے نا کہ وہ تیری نصرت سے منہ موڑنے والا ہے۔
وَالۡاِبۡطَآءَ عَنۡ اِعۡزَازِ دِيۡنِکَ ؛	4	اور وہ تیرے دین کا غلبہ بڑھانے میں کوتاہی کرنے والا ہے۔
فَاِنَّا نَسۡتَشۡهِدُکَ عَلَيۡهِ يَا اَكۡبَرَ الشَّاهِدِيۡنَ شَهَادَةً؛	5	لہٰذا اے تمام گواہوں سے بڑے گواہ ہم تجھے بھی ایسے شخص پر شاہد قرار دیتے ہیں۔
وَنَسۡتَشۡهِدُ عَلَيۡهِ جَمِيۡعَ مَا اَسۡكَنۡتَهٗ اَرۡضَکَ وَسَمَاوَاتِکَ ؛	6	اور ہم اُن سب کو بھی ایسے شخص پر گواہ ٹھہراتے ہیں جن کو تو نے اپنی زمین میں اور اپنے آسمانوں میں آباد کیا ہوا ہے۔
ثُمَّ اَنۡتَ بَعۡدَهُ الۡمُغۡنِيۡ عَنۡ نَصۡرِهٖ وَالۡاٰخِذُلَهٗ بِذَنۡبِهٖ؛	7	اور پھر تُو ہی ہے جو اُس شخص پر اُس کے گناہ اور متعلقات پر مواخذہ کرے گا اور ہمیں ایسے شخص کی مدد سے مستغنی اور بے پرواہ رکھے گا۔

تشریحات:

یہ ایک شخص کی نہیں قریشی قوم کی حالت و شکایت ہے۔

یہ خطبہ کسی ایک شخص کی حالت اور شکایت نہیں ہے یہ تو پوری قریش کی ذھنیت اللہ کے سامنے رکھی گئی ہے۔اور اللہ سے قریش کی شکایت کا اس کے سوا اور کوئی مقصد نہیں ہے کہ حضرت علی علیہ السلام تمام مسلمانوں کو یہ بتائیں کہ قریش کا آج بھی وہی حال ہے جو نزول قرآن کے دوران

Presented by Ziaraat.Com

تھا۔اور یہ اسلام کا نقاب پہن لینے کے بعد بھی اُسی کافرانہ ومشرکانہ اور منافقانہ روّیے پر کاربند چلے جارہے ہیں۔ان کے متعلق جو کچھ فیصلہ ابتدا میں ہوا تھا وہ آج بھی اُس پر قائم ہیں۔اللہ نے بہرحال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ کو بتادیا تھا کہ خواہ تم انہیں اُن کے برے انجام سے ڈراوٗ یا نہ ڈراوٗ یہ ماننے والے نہیں ہیں۔سبب یہ ہے کہ اللہ نے اُن کے دلوں کے فیصلوں کو مہر لگا کر پختہ کردیا ہے اور اُن کے کانوں کی پسند کو بھی اور زاویہ نظر پر بھی اُن کے تصورات کے پردے لٹکادیئے ہیں۔لہٰذا اب تو انہیں عذاب عظیم تک پہنچ کر رہنا ہی ہے (سورہ بقرہ 2/7)۔

2۔ قریش کے مومنین بھی ناقابل اعتبار ہوں گے وہ دھوکے باز ہوں گے وہ صرف ایمان کو فریب کے لئے استعمال کریں گے۔

اسی جگہ یہ بھی بتادیا گیا تھا کہ قریش اگر ایمان کا اقرار بھی کرلیں اور مسلمانوں کے ساتھ شامل بھی ہوجائیں تب بھی نہ انہیں مومن سمجھنا ہے نہ اُن کا کسی معاملے میں اعتبار کرنا ہے (سورہ بقرہ،9-2/8) اور یہ بھی بتادیا گیا تھا کہ دراصل قریش پر اجتہاد کی بیماری کا پوری طرح قبضہ ہے اور اللہ نے دلوں پر مہر اور آنکھوں پر پردوں سے اُن کے مجتہدانہ دین کو اور بھی ترقی دے دی ہے۔اور دردناک عذاب تک پہنچنے کا پورا بندوبست کردیا ہے (سورہ بقرہ،2/10)۔

3۔ قریش کا مجتہدانہ دین اُن کے نزدیک اصلاح اور بہبودی کا آخری نظام ہے۔

قارئین نوٹ کریں کہ وہ صورتحال جو اللہ اور علیؑ کے بہترین لکچروں اور ہدایتوں کو نظرانداز کرادیتی تھی وہ اُن کے لکچروں اور ہدایات سے بہتر ہدایات اور طریق کار کا وجود چاہتی ہے۔یعنی اللہ اور علیؑ سے زیادہ سہل اور عملی اور طریق کار جب تک موجود نہ ہو کوئی اُن کی ہدایات کا انکار نہ کرسکے گا۔یہ بات قریش کے جواب سے معلوم ہوسکتی ہے۔چنانچہ جب اللہ نے فرمایا کہ تم اپنے نظام اجتہاد سے دنیا میں فساد مت پھیلاوٗ تو جواب ملا کر ''ہم ہی ہیں جو دنیا میں اصلاح اصلاح،صلاح وفلاح قائم کرتے ہیں۔اِنَّمَا نَحۡنُ مُصۡلِحُوۡنَ O (سورہ بقرہ،2/11)'' یہ جواب سن کر بھی اللہ نے یہی فرمایا کہ:۔

''خبردار ہوجاوٗ کہ اُن ہی کا نظام اجتہاد فساد پھیلاتا ہے۔بس یہ ہے کہ انہوں نے شعور سے دست برداری اختیار کررکھی ہے (سورہ بقرہ،2/12) ساتھ ہی اللہ نے یہ بھی بتادیا تھا کہ قریش کے نزدیک نظام اجتہاد سے ہٹ کر کسی دین پر ایمان لانا بے وقوفوں کا کام ہے۔اور اللہ کا فیصلہ یہ ہے کہ نظام اجتہاد کو ماننے ہی بے وقوف لوگ ہیں جنہیں درحقیقت دین کا علم نہیں ہوتا (سورہ بقرہ،2/13)۔

4۔ قریش کی اسلام اور ایمان کے سلسلے میں پالیسی ''بظاہر بطور تفریح ایمان لاوٗ''۔

قریش کی پالیسی یہ رہی ہے کہ مومنین سے ملاقات کریں ملتے جلتے رہیں اور خود کو مومن بتاتے اور دکھاتے رہیں لیکن یہ سب کچھ مسلمانوں کے حالات اور اقدامات کو قریب سے دیکھنے اور سمجھنے کے لئے کریں۔اور جب اپنے مرکز کے لیڈروں یعنی شیطانوں کے پاس اپنی فراہم کردہ خبروں اور جاسوسی کو لے کر جائیں تو یقین دلائیں کہ وہ اپنے مرکز کے دین پر ہیں اور جو اعمال ہم اُن کے ساتھ اتنے دن تک بجالاتے رہے وہ تو حصول مقصد کو دلچسپ بنانے اور ہنس کر کھیل کر دن گزارنے کا طریقہ تھا (سورہ بقرہ،2/14)۔

5۔ رفتہ رفتہ قریش نے وہ ماہرین تعینات کردیئے جو باقاعدہ مسلمانوں میں رہ کر کام کریں۔

مسلمانوں میں مستقل طور پر رہنے،نماز وروزہ اور دیگر عبادات بجالانے کے باوجود قریشی قسم کے مومنین کسی بھی اسلامی چیز پر ایمان نہ لائے تھے۔چنانچہ اُن سے کہا گیا کہ:

Presented by Ziaraat.Com

''اے نام نہاد مومنین تم لوگ اللہ پر ایمان لاؤ اور اللہ کے رسولؐ پر بھی ایمان لاؤ اور تم لوگ اس کتاب پر بھی ایمان لاؤ جو اللہ نے اپنے اس رسولؐ پر نازل کی ہے اور اُن تمام کتابوں پر بھی اور ان میں مذکورہ تعلیمات اور انبیاءؑ پر بھی ایمان لاؤ جو اللہ نے اس رسولؐ سے پہلے نازل کی تھیں اور یاد رکھو کہ جو کوئی تم میں سے ملائکہ اور اللہ کی تمام کتابوں اور اللہ کے تمام رسولوںؑ اور قیامت کی حقیقت کو چھپائے گا وہ بدترین اور بعید ترین گمراہ ثابت ہوگا'' (4/136، سورہ نساء)۔

6۔ مسلمانوں میں رہتے ہوئے قریش نے نظامِ اجتہاد پھیلانے، قومی مشترکہ اور جمہوری حکومت بنانے اور قرآن کی تعلیمات کو بدلنے اور خودساختہ اسلام جاری کرنے کا پروگرام بنایا۔

قریش نے جب یہ دیکھا کہ سارا عرب اسلام میں داخل ہوتا جا رہا ہے تو اُنھوں نے بھی اپنے آدمیوں کی اسلام میں بھرتی تیز تر کردی اُن کے داخلہ اور آمد و رفت کو بھی قرآن نے تفصیل سے اور بار بار بیان کیا ہے۔ ہم اختصار کی غرض سے براہ راست قریش کی وہ طرزِ فکر و عمل سامنے لاتے ہیں جو انھوں نے اسلام کا لبادہ پہن کر مسلمان امت میں جاری کرنے کا پروگرام چلایا تھا۔

(الف) مسلمان رہتے ہوئے تمام فیصلے قریشی مرکز سے کرانے کا طریقہ۔

چونکہ نظام اجتہاد میں تنہا شخص کے فیصلوں میں غلطی کا امکان ہوتا ہے اس لئے ماہرین کا مرکزی فیصلہ حاصل کرنے کی تبلیغ مسلمانوں میں جاری کردی گئی تو اللہ نے رسوؐل اللہ کو قریشی ذھنیت پر مطلع کیا کہ:۔ کیا آپؐ نے اُن مسلمانوں کو غور سے دیکھا ہے جو دعویٰ تو یہ کرتے ہیں کہ وہ اُس تمام تعلیم پر ایمان لے آئے ہیں جو آپؐ پر نازل ہوئی ہے اور اس تمام تعلیم پر بھی ایمان رکھتے ہیں جو آپؐ سے پہلے سابقہ انبیاؑ پر نازل ہوئی تھی مگر وہ اپنے تمام معاملات میں اپنے لئے آخری فیصلے طاغوت سے کرانا چاہتے ہیں۔ یعنی اُن کا انتظامی حاکم بہرحال نظامِ اجتہاد ہی رہے گا۔ حالانکہ انہیں کہا گیا تھا کہ وہ طاغوت کا کفر اختیار کریں۔ بات یہ ہے کہ ایک خاص شیطان نے یہ ارادہ کر رکھا ہے کہ انہیں بہت دور تک گمراہی میں پہنچا کر چھوڑ آئے (نسا 4/60)۔

یہاں جس شیطان کا ذکر کیا گیا ہے وہ حقیقی شیطان یعنی عزازیل نہیں ہے بلکہ یہ قریشی قوم کا سب سے بڑا لیڈر ہے جس کا حکم ماننا اُن قریش کے لئے رسوؐل سے بھی بڑھ کر ہے۔ اور اُس کی اجازت کے بغیر قریش رسوؐل کا حکم بھی تسلیم نہ کرتے تھے سُنیئے۔

(ب) قریش کا سب سے بڑا لیڈر جب تک نہ کہے رسوؐل کا حکم بھی نہیں مانا جائے گا۔

''قریشی مرکز کے لوگ قرآن کے معنی و مطالب اور مفاہیم کو اُن کے حقیقی معنی و مطالب و مفاہیم طے ہو جانے کے بعد بھی اپنی پالیسی کے مطابق بدلتے رہتے ہیں اور اپنے لوگوں سے کہتے رہتے ہیں کہ اگر رسوؐل اللہ تمہیں ایسے معانی و مطالب اور مفاہیم بتائیں تو انہیں قبول کرلیا کرو اور اگر اُن کے خلاف بتایا کریں تو بچ کر ٹال کر گزر جایا کرو'' (مائدہ 5/41)

(ج) قریش نے قرآن کی معنوی تحریف و تبدیل کرتے کرتے قرآن پر ایک خودساختہ دین جاری کردیا تھا۔

رفتہ رفتہ عہد رسوؐل ہی میں قریشی ماہرین نے قرآن میں معنوی تبدیلیاں کرتے کرتے جہاں قرآن کو بالکل مہجور کردیا تھا وہیں اپنی قوم میں اور اپنے خلیفوں میں ایک خودساختہ اسلام جاری کردیا تھا۔ اس تبدیلی کا پتہ اُس وقت کھل کر لگتا تھا جب کبھی کسی قریشی اور غیر قریشی کی قرآن کی کسی آیت پر بحث ہو جاتی تھی۔ یہ حالات دیکھ کر رسوؐل اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ نے اللہ سے شکایت فرمائی تھی کہ:

Presented by Ziaraat.Com

رسولؐ اللہ نے عرض کیا کہ اَے میرے پروردگار یقیناً میری اس قوم نے اس قرآن کو بدل کر اور اپنی پالیسی پر فٹ کر کے اختیار کیا ہے۔ اللہ نے فرمایا کہ ہم نے تمام نبیوںؑ کے لئے اُن کی قوم کے مجرموں میں سے دشمن بنا دیئے ہیں لہٰذا تیری قوم کے مجرموں اور دشمنوں نے بھی یہی کیا ہے مگر تیری ہدایت اور نصرت اور تعلیماتِ قرآن کے لئے تیرا پروردگار کافی ہے (25/30-31 فرقان)

(د) قریش نے خداداد مملکت اور ملکِ عظیم کے خلاف بھی محاذ بنایا یا اُسے غصب کرنا طے کیا اور قومی حکومت بنا لینے کا انتظام کیا۔

مطلب یہ کہ ایک روز قریش کی اسکیم برھنہ ہو جائے گی اور قرآن کی حقیقی تعلیم آگے بڑھے گی۔ پھر اللہ نے یہ بتایا کہ حضرت ابراہیمؑ و اسماعیلؑ کو اور اُن کی آل علیھم السلام کو ایک ملکِ عظیم عطا کیا گیا ہے اور اُس ملک عظیم ہی کے لئے تمام قریش اور عرب کے تمام کرتا دھرتا سرپنچ لوگوں کو دعوت دی گئی تھی اور اُن کے سامنے اس ملک عظیم کی نیابت و خلافت و امامت و وزارت پیش کر کے انہیں مختار بنایا تھا کہ جو ہمت کرے وہ رسوؐل اللہ کا وزیر و خلیفہ بن جائے مگر قریش اور اہل مکہ نے اللہ و رسوؐل کی اس پیشکش کو ٹھکرا دیا تھا۔ لیکن تھوڑے ہی عرصہ کے بعد انہیں اپنی غلطی کا احساس ہوا تو انہوں نے اب طے کیا کہ غداری اور فریب کاری سے اس خلافت و وزارت ہی کو نہیں بلکہ ساری حکومت پر قبضہ کر لیں گے بہر حال قرآن سے اس واقع کو سنیئے ارشاد ہے کہ:

''اے رسوؐل یہ سمجھ لو کہ جو ذکر آنے والا ہے اُس میں خالص پروردگار عالمین کی حکومت کا قیام مقصود ہے لہٰذا اس عمل درآمد میں ذرہ برابر بھی غیر خدا کی بات ہوئی تو آپ کو بھی عذاب سے دوچار ہونا پڑے گا۔ یہ تنبیہہ سننے کے بعد اور ذہن میں رکھتے ہوئے آپؐ معاملے سے قربت رکھنے والے تمام سرپنچوں کو برے انجام سے خبردار کر دیں اور تمام مومنین میں سے جو لوگ تیرے قدم بقدم چلنے والے مومن ہوں اُن کیلئے اپنا آغوش رحمت کھول دیں اور اگر وہ بھی تمہاری اس معاملے میں نافرمانی کریں تو اُن سے کہہ دو کہ میں تمہارے عمل درآمد سے بری الذمہ ہوں اور اس کے بعد آپؐ اپنے سب پر غالب رہنے والے رحیم پر بھروسہ کر لیں اور بس (سورہ شعراء 26/213 تا 217)۔ سمجھنا یہ ہے کہ:

(1) ان آیات میں خالص اللہ کا معاملہ زیر گفتگو ہے یعنی یہاں خود رسوؐل اللہ کی اپنی خیالی یا عملی شرکت بھی قابل برداشت نہیں ہے۔

(2) دوسری بات یہ ہے کہ تمام ان لوگوں کو برے انجام سے ڈرانا ہے جو زیر گفتگو معاملے میں سرپنچی کی قریبی پوزیشن رکھتے ہوں۔ یعنی یہ تنذیر تمام عوام الناس کو نہیں ہے بلکہ صرف اُن لوگوں کے لئے ہے جو زیر بحث خالص خدائی پوزیشن میں سرپنچی کی قربت رکھتے ہوں۔

(3) اور اس خدائی پوزیشن میں سارے مومنین بھی داخل نہیں ہیں بلکہ صرف اُن مومنین کیلئے اس خدائی پوزیشن میں آغوش پھیلانے کی اجازت ہے جن سے زیر گفتگو معاملے میں کبھی نافرمانی ظہور میں نہ آئے۔

(4) آخری بات یہ ہے کہ اُس خالص خدائی معاملے میں صرف وہ لوگ آغوش رحمت میں داخل ہوں گے جن سے کسی طرح نافرمانی وقوع میں نہ آئے گی اتنی تصریح اور تفصیل کے باوجود بھی وہ خالص خدائی معاملہ صرف اللہ و رسوؐل کے علم میں رہ گیا اور اُسے اتنا ہی سمجھ سکیں گے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عمل سے ظاہر و ثابت ہوگا۔

(ہ) حضوؐر نے دعوت ذوی العشیرہ میں سرپنچوں کو بلا کر اعلان حکومت کیا اور سب کے سامنے خلافت وغیرہ پیش کی۔

اس دعوت کا نام تاریخ میں دعوت ذوی العشیرہ لکھا گیا۔ اس کا انتظام و انصرام حضرت علی علیہ السلام کو سونپا۔ کھانا تیار کیا گیا۔ کھانے پر معجزہ پیش آیا۔ تمام سرپنچوں کے سامنے خلافت و وزارت واخوت پیش کی گئی۔ سب اس دعوت کو مذاق سمجھ رہے تھے، سامنے کسی حکومت کے آثار نہ

Presented by Ziaraat.Com

تھے۔آخر حضرت علی علیہ السلام کو رسولؐ نے اپنا زندگی اور موت کے بعد خلیفہ اور وزیر اور بھائی ہونے کا اعزاز بخشا اور فرمایا کہ یہ میرا خلیفہ، وزیر وبھائی ہے تمہیں چاہئے کہ اس کا حکم سنو اور اطاعت و تعمیل کرو۔سرپنچ مذاق اڑاتے ہوئے اٹھے اور ابوطالب علیہ السلام سے کہا کہ تم آج سے اپنے بیٹے کی اطاعت کیا کرنا۔قریش کے لئے تو بات ختم ہوگئی مگر یہ معلوم ہوگیا کہ علیؑ کی خلافت وحکومت ایسی خالص خدائی حکومت ہے کہ اُس میں اور تو اور ہیں خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شرکت اللہ کو منظور نہیں ہے۔اور جب حضورؐ کو عذاب کی دھمکی دے دی گئی ہے تو یقیناً حضرت علی علیہ السلام کو ملنے والی حکومت میں تو شرکت کا خیال کرنے والے کو بھی جہنم واصل ہونا پڑے گا۔یعنی حضرت علی علیہ السلام سے حکومت الٰہیہ کا نیا دور شروع ہوتا ہے۔اور یہی دور امامت ہے۔بہرحال حضرت علی علیہ السلام ہی کی کوششوں اور سرفروشیوں سے وہ وقت سامنے نظر آنے لگا کہ قریش کو حق الیقین ہوگیا کہ یہ دونوں بھائی واقعی ایک حکومت بنا کر چھوڑیں گے۔مگر اب قریش کی تمنا کے باوجود اُن کو اللہ کی طرف سے وزارت وخلافت نہ مل سکتی تھی اور وہ دیکھ رہے تھے کہ انہیں علی اور اولادِ علی علیھم السلام کے روبرو بھی اُسی اطاعت وادب واحترام سے پیش آنا پڑے گا جو اللہ کی حکومت کا تقاضا ہے۔یعنی رسولؐ سے تو ایک روز چھٹکارہ مل جانا تھا مگر علی واولادِ علی علیھم السلام سے تو تا قیامت چھٹکارے کی کوئی سبیل نہ نکلے گی۔اطاعت مرتضویؑ کا دباؤ اُن سے خیالوں میں بھی برداشت نہ ہوتا تھا۔انہوں نے اُن ہی سرپنچوں کو جمع کیا اور فیصلہ کرلیا کہ خاندان نبوت سے خلافت کو نکالنا قومی فریضہ ہے۔یہ فیصلہ انہوں نے کب کیا تھا؟ اُن کی اپنی تیار کردہ تاریخ اس فیصلے کی ابتدا نہیں بتاتی۔اسی لئے علامہ شبلی نے اس فیصلے کو ایک راز سربستہ قرار دیا تھا۔یہ راز نہایت احتیاط سے سربراہان قوم کے سروں میں رہتا چلا آرہا تھا۔یہاں تک کہ اسے دوسرے خلیفہ عمر نے اپنے زمانہ خلافت میں عبداللہ ابن عباس پر ظاہر کیا اور عبداللہ سے بحث کے دوران اپنی قریش کی پوری سازش کو کھول کر رکھ دیا۔عبداللہ سے بحث کرنے میں عمر کو بار بار زچ ہونا پڑا۔عبداللہ نے اُن کی اس سازش کے باطل ہونے پر قرآن کی آیت کو دلیل بنایا۔عمر کے پاس ناراض ہونے کے سوا کوئی جواب نہ تھا (الفاروق اور طبری) بہرحال سازش آخر ساری امت کے سامنے آگئی۔اور خود سازش کرنے والوں کے منہ سے بھی خلفاء ثلاثہ کا اور قریشی خلافتوں کا باطل ہونا پوشیدہ نہ رہا۔لیکن یہ تو مدت دراز کی بات ہے اللہ کے سامنے تو قریش کی ہر سانس اور ہر نقل وحرکت اور ہر سازش ومشورہ ظاہر تھا اور اللہ کا رسولؐ بھی ساتھ کے ساتھ قریش کو جانچتا اور پھٹکارتا چلا جارہا تھا۔اور اُن کی ہر جنبش نظر مومنین کے سامنے واضح کرتا جارہا تھا۔

(و) قریش کا ملک عظیم سے حسد اور حکومت کے خلاف قریشی منصوبہ معلوم تھا۔

چنانچہ قریش کی سازش اور سازش کی بنیاد واضح کردی گئی جب فرمایا کہ:

''کیا قریش اُن عنایتوں پر حسد کر رہے ہیں جو اللہ نے محمدؐ وآل محمدؐ کو عطا کی ہیں یہ بھی سن لو کہ اللہ نے تو آلؑ ابراہیمؑ کو مکمل قانون کی کتاب اور مکمل حکمت دی ہے اور انہیں تو ہم نے ایک عظیم الشان حکومت اور مملکت بھی دے رکھی ہے۔اور اُن ہی حسد کرنے والے میں سے وہ بھی ہیں جو اس پر ایمان لائے ہیں اور اُن ہی میں سے وہ بھی ہیں جو اس حکومت میں رکاوٹ ڈال رہے ہیں۔اور اُن سب کے لئے تو بس بھڑکتا ہوا جہنم ہی کافی ہے۔یقیناً جن لوگوں نے ہماری آیتوں کی حقیقت کو چھپایا ہے انہیں ہم بہت جلد آگ میں بھونیں گے اور جیسے ہی اُن کی کھالیں ایک طرف سے جلتی ہوئی آئیں گی تو ہم انہیں پوری طرح لطف اندوز کرنے کے لئے ساتھ کے ساتھ دوسری کھالیں پیدا کرتے چلے آئیں گے تا کہ وہ عذاب کا ذائقہ پوری طرح چکھیں یقیناً اللہ تو اپنی تمام حکمتوں پر غلبہ رکھتا ہے'' (سورہ نساء 56 تا 4/54)

سوچئے کہ جس اللہ کو قریش کی ایسی تفصیلات معلوم ہوں وہ اور اُس کا رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کوئی کمی چھوڑ سکتے تھے؟ اگر وہ چاہتے تو انہیں قوت

Presented by Ziaraat.Com

کے ساتھ تباہ کرسکتے تھے۔اُن پر آفات وحوادث کی بارشیں کرسکتے تھے۔لیکن انہیں اسی لئے جلدی نہ تھی کہ قریش بھی باقی مخلوقات کی طرح اُن کی قدرت اور قابو سے نکل کر کہیں بھاگ نہ سکتے تھے۔اس لئے طے ہوا کہ قریش کو پوری آزادی دی جائے اُن کے ساتھ بہترین شریفانہ سلوک کیا جائے اُن پر کہیں اور کسی قسم کی زیادتی نہ کی جائے۔اور پھر دیکھا جائے کہ وہ اپنے محسنوں کے ساتھ کیا کیا اور کیسا کیسا سلوک کرتے ہیں؟ قدم قدم پر انہیں نصیحت کی جائے اور حضرت علی علیہ السلام کی طرح انہیں بہترین و بے عیب نصیحت جاری رکھی جائے اور اُس وقت کا انتظار کیا جائے جب اُن پر اتمام حجت ہو چکے۔

(ز) **پوری قریشی قوم اللہ کے یہاں مردود ہو چکی تھی بار بار اعلان کیا تا کہ جلدی جلدی گناہ کرلے۔**

قریش نے حکومت الٰہیہ پر قبضہ کرنے کے لئے قرآن کی معنوی تحریف کی یعنی قرآن کی اُن تمام آیات کا مفہوم تبدیل کیا جہاں جہاں حضرت علی علیہ السلام کی شخصی اور مثلِ نبیؐ حکومت کا ذکر یا شائبہ تھا۔اور اُن تمام مقامات کو ہموار کیا جہاں جہاں قومی یا جمہوری حکومت کی گنجائش نکل سکتی تھی (فرقان 25/30) اور خود ساختہ افسانے بیان کر کے تمام آیات کے لئے ایک شان نزول تیار کر دیا۔جو آیت کو مجبور کرتا ہے کہ اُس افسانے کے قدم بقدم چلے اور وہی معنی دے جو افسانے میں پہلے سے تجویز کر دیئے گئے ہیں اور یہ شان نزول آج تک قرآن کا گلا پکڑے ہوئے ہے اور اُسے شیعہ وسنی دونوں علما سند کا مقام دیتے ہیں اور اللہ اس تمام کوشش کو دروغ بافی قرار دیتا ہے (انعام 6/66) ان دونوں آیات میں قوم کو بحیثیت مجموعی قرار دیا ہے۔اور یہیں سے تمام قریش قرآن کے معاملے میں ناقابل اعتبار ٹھہرتے ہیں اُس قوم کا کیسے اعتبار کیا جاسکتا ہے جو سارے قرآن کو جھٹلانے کے لئے قرآن کو اُس کے مقام سے ہٹا کر مجبور کر دے؟ لہٰذا پوری قوم کے لئے فرمایا گیا کہ:

''وہی وہ انبیاؑ گر ہیں جن کو ہم نے مکمل کتاب اور مکمل حکومت اور مکمل نبوت عطا کی ہے۔چنانچہ اگر یہ قریشی قوم حق پوشی کرے تو ہم نے قریش پر ایک ایسی قوم کو وکیل بنا رکھا ہے جو ہرگز حق کو نہ چھپائے گی'' (انعام 6/89)۔

(دوم) **قریش کو عذاب عظیم کے ساتھ پوری قوم کو بدلے میں لانے کی دھمکی بھی۔**

یعنی ایک ایسی زبردست قوم موجود تھی جو قریش پر بطور وکیل تعینات رہتی چلی آرہی تھی اور جو کسی حالت میں کفر نہ کرسکتی تھی۔قریش کو جہاد نہ کرنے پر عذاب کی دھمکی اور دوسری قوم سے بدل ڈالنے کی اطلاع پھر دی گئی۔ فرمایا گیا کہ:

''اگر تم جنگ کے لئے نہ نکلو گے تو تمہیں عذاب الیم سے دوچار کیا جائے گا اور تمہارے بدلے میں دوسری قوم کو لے آیا جائے گا۔اور تم اُس آنے والی قوم کا کچھ نہ بگاڑ سکو گے۔اور اللہ تو ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے''۔(توبہ 9/39)

(سوم) **حکومت بنانے سے روکنے کے لئے پوری قوم کو دوسری قوم سے بدلنا بھی۔**

قریش کو آزادی سے منع کیا جاتا رہا کہ تم اپنی قومی حکومت وولایت نہ بناؤ۔فرمایا تھا کہ:

''جو کوئی تم میں سے کنجوسی کرے گا تو اس کی کنجوسی خود اس کے سامنے آئے گی۔اور اللہ تو غنی ہے وہ تمہارا محتاج نہیں البتہ تم فقیر اور اُس کے محتاج ہو۔اگر تم نے ولایت وحکومت کی داغ بیل ڈالی تو تمہیں دوسری قوم سے بدل لیا جائے گا پھر وہ تمہارے ایسی بری قوم نہ ہوگی'' (سورہ محمدؐ 47/38)۔

Presented by Ziaraat.Com

(چہارم) یہ سارا قرآن آنحضرتؐ کے سلوک اور قریشی قوم کی بدسلوکی کی داستان ہے۔

قارئین اب قرآن کا ایک ایسا مقام نوٹ کریں جہاں پورے قرآن کو محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اور اُن کی نام نہاد قوم کا تذکرہ فرمایا گیا ہے یعنی جس طرح محمدؐ وآل محمدؐ اپنے فضائل واحسانات میں ہمہ گیر پوزیشن رکھتے ہیں اُسی طرح قریش اپنے مظالم اور غداریوں اور محسن کشیوں میں ہمہ گیری رکھتے ہیں ارشاد ہے کہ:۔

وَاِنَّهٗ لَذِكْرٌ لَّكَ وَلِقَوْمِكَ وَسَوْفَ تُسْئَلُوْنَO(زخرف43/44)

یقیناً یہ قرآن تو ضرور بالضرور تیرا اور تیری قوم کا ذکر ہے اور تم دونوں سے عنقریب باز پرس ہونا ہے۔(زخرف43/44)

(پنجم) رسوؐل کی قوم نبیوںؑ کا مذاق اڑایا کرتی تھی۔

مودودی کے ترجمہ سے قریش کا حال سنئے:

''اور جوں ہی کہ ابنِ مریم کی مثال دی گئی، تمہاری قوم نے اُس پر غل مچا دیا اور لگے کہنے کہ ہمارے معبود اچھے ہیں یا وہ؟''
(تفہیم القرآن جلد4 صفحہ 546)(زخرف58-43/57)

(ح) قریش کی مزید تبلیغ ونصیحت منع کردی گئی تھی۔

قریش کی طرف سے مزید تبلیغ وہدایت کا انکار پہلے کیا گیا تھا انہوں نے کہا تھا کہ: مودودی سے سنئے:

''کہتے ہیں''جس چیز کی طرف تو ہمیں بلا رہا ہے اُس کے لئے ہمارے دلوں پر غلاف چڑھے ہوئے ہیں، ہمارے کان بہرے ہوگئے ہیں، اور ہمارے اور تیرے درمیان ایک حجاب حائل ہوگیا ہے۔ تو اپنا کام کر ہم اپنا کام کئے جائیں گے۔''(حم سجدہ 41/5)، تفہیم القرآن جلد4 صفحہ 440-441)

قریش کے اس اعلان کے بعد اللہ نے فرمایا کہ:۔

فَاَعْرِضْ عَنْهُمْ وَانْتَظِرْ اِنَّهُمْ مُّنْتَظِرُوْنَO(32/30)

چنانچہ اے رسوؐل اُن کی طرف سے بالکل منہ پھرالو توجہ ہٹالو اور تم بھی انتظار کرو اور وہ بھی منتظر ہیں''۔

(ط) رسوؐل کی قوم نے قرآن کو حق ہوتے ہوئے جھٹلایا اور قرآن کو اپنے خودساختہ افسانوں پر فٹ کرنے کے لئے بحث ومباحثہ کرتے تھے۔

وہ محفلیں بھی قرآن میں مذکور ہیں جن میں قریشی علما قرآن کو اپنے خودساختہ قصوں پر فٹ کیا کرتے تھے اور خود رسوؐل اللہ کے سامنے قرآن کے معنی کا تعین کرتے تھے سنئے:

''اور تیری قوم نے اس قرآن کو برحق ہوتے ہوئے جھوٹے قصوں سے وابستہ کردیا ہے۔ ہر غیبی بات کے لئے ویسے تو ایک وقت مقرر ہے مگر یہ بہت جلد اپنی گھڑنت کا جواب دیں گے اور انہیں حقیقت معلوم ہوجائے گی۔ اور اے رسوؐل جب تم قریشی پارٹی کو ہماری آیات پر غور وخوض کرتے دیکھو تو اُن سے منہ پھرالو اور اس وقت تک جدا جدا رہو جب تک وہ قرآن کے علاوہ کسی اور موضوع پر بات نہ کرنے لگیں اور اگر تمہیں اُن کا لیڈر باتوں میں لگا کر بھلا دے تو یاد آجانے کے بعد اُن غلط کار لوگوں کے ساتھ بیٹھے نہ رہ جانا''(انعام 68 تا 6/66)۔

Presented by Ziaraat.Com

مفتی جعفر حسین: خطبہ نمبر: 238

علی نقی طهرانی : خطبہ نمبر: 211

خُطبہ ﴿90﴾

1۔ دین خداوندی کو وراثت میں لینے کے لئے اللہ کا شکریہ ادا کرنا لازم ہے۔

2۔ تمہیں سبقت لے جانے کے لئے مہلت دے کر میدان مقابلہ میں چھوڑ دیا گیا ہے۔

3۔ دامن کس کر اور کمر ہمت باندھ کر ہمیشہ تیار رہنا چاہیے۔

4۔ ترقی اور عروج کا تصور اور عیش وراحت کا خیال ساتھ ساتھ نہیں رہ سکتے۔

5۔ نیند ہر حال میں دن کے منصوبوں کو فراموش کرا دیتی ہے۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

وَاللّٰہُ مُسۡتَأۡدِیۡکُمۡ شُکۡرَہٗ ؛	1	اور اللہ تم سے شکر گزاری اور احسان شناسی کا طلب گار ہے۔
وَمُوَرِّثُکُمۡ اَمۡرَہٗ ؛	2	اور یہ اس لئے کہ اس نے اپنے دین کو تمہیں بطور میراث دے دیا ہے۔
وَمُمۡھِلُکُمۡ فِیۡ مِضۡمَارٍ مَّمۡدُوۡدٍ لِتَتَنَا زَعُوۡا سَبَقَہٗ ؛	3	اور شکر گزاری میں اضافہ کے لئے اس نے تمہیں بڑھتے چلے جانے والی مہلت دے کر مقابلے کے میدان میں اتار دیا ہے تاکہ تم ایک دوسرے پر سبقت لے جاؤ۔
فَشُدُّوۡا عُقَدَ الۡمَآزِرِ ؛	4	چنانچہ تم مقابلہ کے لئے اپنی کمریں کس لو اور دامن سمیٹ لو اور۔
وَاطۡوُوۡا فُضُوۡلَ الۡخَوَاصِرِ ؛	5	تیزی اور درستی سے کام کرنے میں رکاوٹ بننے والے سامان کو قابو میں کر لو۔
لَاتَجۡتَمِعُ عَزِیۡمَۃٌ وَّوَلِیۡمَۃٌ ؛	6	یاد رکھو کہ عیش و آرام اور مہم جوئی اور بلند ہمتی ساتھ ساتھ نہیں چلتیں۔
مَاانۡقَضَ النَّوۡمَ لِعَزَائِمِ الۡیَوۡمِ؛	7	دن کی سرگرمیاں رات کو سوتے ہوئے فراموش ہو جایا کرتی ہیں۔
وَاَمۡحَی الظُّلَمَ لِتَذَاکِیۡرِ الۡھِمَمِ؛	8	اور تاریکیاں ہمت اور جرأت کی یادداشتیں مٹا دیا کرتی ہیں۔

تشریحات۔

وارثانِ دین وکتاب خداوندی اور وارثانِ حکومت وخلافت خداوندی اور وارثانِ کائنات کون ہیں؟

یہ عنوان ساری کائنات کے تمام عنوانات کا سرتاج ہے اور اِس کی ذیل میں جو کچھ آنے والا ہے وہی تخلیق خداوندی کا ماحصل وثمرہ ہے۔

لہٰذا ٹھہر ٹھہر کر اور سمجھ سمجھ کر بات سنئے:

Presented by Ziaraat.Com

(اول) وراثت کا ایک بنیادی اور ہمہ گیر قانون۔

اللہ نے وراثت کے لئے جو قوانین سابقہ کتابوں یا قرآن میں دیئے ہیں اُن کا منشاء یہ ہوتا ہے کہ انسانوں کی کمائی اور اندوختہ کو اُن کی جگہ اور ذمہ داریاں سنبھالنے والا حاصل کرے۔اور ذمہ داریاں سنبھالنے والا ہی دراصل وارث کہلاتا ہے۔اور یہ وراثت اصل آدمی کے اس دنیا سے اٹھ جانے کے بعد ملتی ہے۔اور وہ تمام لوگ محروم الارث ہو جاتے ہیں جو مرنے والے کے قدم بقدم نہ چلے ہوں اور اس کی چھوڑی ہوئی ذمہ داریوں کو پورا کرنے کے قابل نہ ہوں۔لہٰذا اللہ نے انفرادی وراثت کے ساتھ ساتھ ایک ہمہ گیر وراثت بھی رکھی ہے یعنی اپنی کائنات، اپنے دین، اپنی تعلیمات و ہدایات یعنی اپنی کتابوں اور اپنی حکومت و اختیارات کی وراثت۔سوال یہی ہے کہ یہ ہمہ گیر وراثت کس کو ملنا چاہئے؟ اس کا سادہ سا جواب قرآن کریم میں یہ دیا گیا ہے کہ:

وَلَقَدۡ كَتَبۡنَا فِى الزَّبُوۡرِ مِنۡۢ بَعۡدِ الذِّكۡرِ اَنَّ الۡاَرۡضَ يَرِثُهَا عِبَادِىَ الصّٰلِحُوۡنَ O اِنَّ فِىۡ هٰذَا لَبَلٰغًا لِّقَوۡمٍ عٰبِدِيۡنَ O وَمَاۤ اَرۡسَلۡنٰكَ اِلَّا رَحۡمَةً لِّلۡعٰلَمِيۡنَ O (21/105 تا 107)

''اور بلاشبہ ہم نے زبور میں بھی ذکر کے بعد یہ لکھ دیا تھا کہ اس زمین کے مالک و وارث ہمارے صالح بندے ہوں گے۔یقیناً اس بیان میں اُس پوری قوم کے لئے ایک عظیم پیغام ہے جو ساری کی ساری عبادت گزار قوم ہے۔اور اے نبیؐ ہم نے تمہیں ارسال کیا ہی نہیں مگر صرف اس مقصد کے لئے بھیجا ہے کہ تم سارے جہانوں اور پوری کائنات پر ایک مستقل قائم رہنے والی رحمت بن جاؤ۔''

(دوم) وہ حضراتؑ جنت الفردوس کے بھی وارث ہیں۔

مندرجہ بالا آیات (21/105 تا 107) کی تشریح فی الحال محفوظ رکھ کر اس سلسلے کی چند اور آیات ملاحظہ ہوں۔ارشاد ہے:

وَالَّذِيۡنَ هُمۡ لِاَمٰنٰتِهِمۡ وَعَهۡدِهِمۡ رٰعُوۡنَ O وَالَّذِيۡنَ هُمۡ عَلٰى صَلَوٰتِهِمۡ يُحَافِظُوۡنَ O اُولٰٓئِكَ هُمُ الۡوٰرِثُوۡنَ O الَّذِيۡنَ يَرِثُوۡنَ الۡفِرۡدَوۡسَ هُمۡ فِيۡهَا خٰلِدُوۡنَ O (مومنون 23/8 تا 11)

''اور وہ لوگ جو اپنی امانتوں اور معاہدوں میں رعایتیں دیتے ہیں اور سخت گیری نہیں کرتے اور جو لوگ اپنی نمازوں کی حفاظت کرتے ہیں، وہی لوگ ہیں جو کہ مخصوص اور حقیقی وارث ہیں اور جو جنت الفردوس بھی ورثہ میں پائیں گے۔اور وہ ہمیشہ ہمیشہ اُس میں رہیں گے''۔

(سوم) بحثوں سے بچنے کے لئے مکمل وارثوں کا مقام سامنے لے آئیں۔

ہم نہیں چاہتے کہ خطبے کی تشریح کرتے کرتے آیات کی تشریح میں لگ جائیں۔بات تو یہ ہو رہی ہے کہ حضرت علی علیہ السلام اپنے مخاطبین پر شکرگزاری کا تقاضا فرما رہے ہیں اس لئے کہ وہ حضرت علیؑ کے ساتھ اس وراثت سے استفادہ کرنے کا موقع رکھتے ہیں جو حضرت علی علیہ السلام کو حاصل ہے لہٰذا حضرت علیؑ کے ساتھی وارثوں کا انتہائی مقام قرآن سے ملاحظہ فرمالیں تاکہ بحث کو اُلجھانے کا موقع ہی نہ رہے۔

(چہارم) اللہ ایسی مالک و خالق ہستی وارثوں میں شامل ہے۔

سنئے ارشاد ہے:۔

وَلَقَدۡ جَعَلۡنَا فِى السَّمَآءِ بُرُوۡجًا وَّزَيَّنّٰهَا لِلنّٰظِرِيۡنَ O وَحَفِظۡنٰهَا مِنۡ كُلِّ شَيۡطٰنٍ رَّجِيۡمٍ O اِلَّا مَنِ اسۡتَرَقَ السَّمۡعَ فَاَتۡبَعَهٗ شِهَابٌ مُّبِيۡنٌ O وَالۡاَرۡضَ مَدَدۡنٰهَا وَاَلۡقَيۡنَا فِيۡهَا رَوَاسِىَ وَاَنۡۢبَتۡنَا فِيۡهَا مِنۡ كُلِّ شَىۡءٍ مَّوۡزُوۡنٍ O وَجَعَلۡنَا لَكُمۡ فِيۡهَا مَعَايِشَ

Presented by Ziaraat.Com

وَمَنۡ لَّسۡتُمۡ لَهٗ بِرٰزِقِيۡنَOوَاِنۡ مِّنۡ شَىۡءٍ اِلَّا عِنۡدَنَا خَزَآئِنُهٗ وَمَا نُنَزِّلُهٗۤ اِلَّا بِقَدَرٍ مَّعۡلُوۡمٍOوَاَرۡسَلۡنَا الرِّيٰحَ لَوَاقِحَ فَاَنۡزَلۡنَا مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَاَسۡقَيۡنٰكُمُوۡهُ وَمَاۤ اَنۡتُمۡ لَهٗ بِخٰزِنِيۡنَOوَاِنَّا لَـنَحۡنُ نُحۡىٖ وَنُمِيۡتُ وَنَحۡنُ الۡوٰرِثُوۡنَOوَلَقَدۡ عَلِمۡنَا الۡمُسۡتَقۡدِمِيۡنَ مِنۡكُمۡ وَلَقَدۡ عَلِمۡنَا الۡمُسۡتَاۡخِرِيۡنَ O(سورہ حجر,24 تا15/16)

اور یقیناً ہم نے آسمانوں میں بہت سے بُرج بنائے ہیں اور ہم نے انہیں دیکھنے والوں کے لئے سجادیا ہوا ہے اور ہم نے انہیں ہر راندۂ درگاہ شیطان سے محفوظ کیا ہوا ہے اور اگر کوئی بات کسی کے کان لے اڑیں تو اُس کا تعاقب کرنے کے لئے ایک دہکتا ہوا شعلہ دوڑتا ہے اور ہم نے زمین کو پھیلایا ہے اور ہم نے زمین پر بھاری بھرکم پہاڑ قائم کردیئے ہیں اور ہم نے ہی زمین سے تمام موزوں اور مناسب چیزیں اُگائی ہیں۔اور ہم سب ہی نے زمین میں تمہارے لئے معاش وروزی مقرر کی ہے اور اُن کے لئے بھی روزی ومعاش فراہم کی ہے جنہیں تم روزی ومعاش فراہم نہیں کرتے ہو(یعنی جن کے تم رازق نہیں ہو)اور ایسی کوئی چیز نہیں ہے جس کے خزانے اور ذخیرے ہمارے پاس انبار در انبار موجود نہ ہوں۔اور ہم سب ہر چیز کو ایک معلوم ومقدّر مقدار میں نازل کرتے رہتے ہیں۔اور ہم سب ہی نے ہواؤں کو بلند کیا ہے جو کہ بادلوں کو پانی سے بھردیتی ہیں اس طرح ہم سب ہی نے آسمانوں سے پانی کو نازل کیا ہے چنانچہ ہم سب ہی تمہیں وہ پانی پینے کو دیتے ہیں اور تم اتنے پانی کو خزانے اور ذخیرے کی صورت میں جمع نہ کرسکتے تھے۔اور یقیناً ہم سب ہی ضرور بالضرور ہم سب ہی زندگی اور موت فراہم کرتے ہیں اور ہم سب ہی حقیقی اور مخصوص وارث ہیں۔اور ہم سب ہی کو وہ لوگ بھی معلوم ہیں جو اس وراثت کی طرف تم میں سے پیش قدمی کریں گے اور ہم سب ہی کو پیچھے رہ جانے والے بھی معلوم ہیں۔''

فَاسۡتَجَبۡنَا لَهٗ وَنَجَّيۡنٰهُ مِنَ الۡغَمِّ وَكَذٰلِكَ نُـنۡجِى الۡمُؤۡمِنِيۡنَOوَزَكَرِيَّاۤ اِذۡ نَادٰى رَبَّهٗ رَبِّ لَا تَذَرۡنِىۡ فَرۡدًا وَّاَنۡتَ خَيۡرُ الۡوٰرِثِيۡنَ O

''چنانچہ ہم سب ہی نے زکریّا کی دعا قبول کی اور ہم سب ہی نے اُسے غم سے نجات دی اور اُسی طریقے سے ہم سب ایمان لانے والوں کو نجات دیا کرتے ہیں اور جب زکریّا نے اپنے پروردگار کو ندا دی اور کہا کہ اے میرے پروردگار تو مجھے تنہا نہ چھوڑ دینا اور تُو تو تمام وارثوں سے بہتر وارث ہے۔''(21/88-89)

(پنجم) وارثانِ دین وکتاب خداوندی اور وارثانِ حکومت وخلافت خداوندی اور وارثانِ کائنات تخلیق کائنات وانتظام میں شامل رکھے گئے ہیں۔

اللہ کے مندرجہ بالا دونوں بیانات کے الفاظ تشریح وتوضیح وتفسیر کے محتاج نہیں ہیں۔اللہ نے سورہ حجر(24 تا15/16)میں اُنیس (19)مرتبہ جمع کا صیغہ استعمال فرمایا ہے اور ہر جگہ حقیقی وارثوں کو اپنے ساتھ شامل رکھا ہے پھر سورۂ انبیاً میں حضرت زکریا علیہ السلام کا ذکر کرتے ہوئے اُن وارثوں کو تین بار ساتھ بیان کیا ہے اور آخر میں حضرت زکریا کی زبان سے خود کو تمام حقیقی وارثوں سے بہتر کہلوایا ہے لہٰذا جن وارثوں علیہم السلام کی بات ہورہی ہے اُن سے بہتر اور حقیقی وارث صرف اللہ ہے اور کوئی نہیں ہے۔لہٰذا فریب سازوں کا منہ بند کرنے کیلئے یہ دونوں مقامات کافی ہیں۔ساتھ ہی یہ نوٹ کرلیں کہ جن وارثوں کی یہاں بات ہوئی ہے وہ اللہ کے حقیقی نمائندہ حقیقی جانشین ہیں اور تخلیق کائنات کے باعث وبانی ہیں۔اور ناظم ومدّبر کائنات ہیں۔عَنۡ عَبۡدُ اللّٰہِ بِن سِنَان عَن ابی عبداللّٰه علیه السلام قال: سَمِعۡتُهُ يَقُوۡلُ : اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى محمدٍ صَفِيِّكَ وَخَلِيۡلِكَ وَنَجِيِّكَ الۡمُدَبِّرُ لِاَمۡرِكَ۔(کافی کتاب الحجة باب مولدالنبیؐ،حدیث نمبر40)

''عبداللہ بن سنان نے بتایا کہ میں نے جناب امام جعفر صادق علیہ السلام کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ:''اے اللہ درود بھیج محمدؐ پر جو تیرے برگزیدہ

Presented by Ziaraat.Com

ہیں، جو تیرے خلیل ہیں، اور جو تیرے ہم راز ہیں اور جو تیرے معاملات اور انتظام کی تدابیر کرنے والے ہیں (کافی کتاب الحجۃ باب مولد النبیؐ)

2۔ ہر نعمت پر شکر خداوندی لازم ہے شکر سے نعمت میں اضافہ کا وعدہ ہے۔

اب حضرت علی علیہ السلام کی طرف سے اللہ کے لئے شکر گزاری کی پوزیشن پر اللہ نے فرمایا ہے کہ:

وَاِذْ تَاَذَّنَ رَبُّکُمْ لَئِنْ شَکَرْتُمْ لَاَزِیْدَنَّکُمْ وَلَئِنْ کَفَرْتُمْ اِنَّ عَذَابِیْ لَشَدِیْدٌ O(ابراہیمؑ 14/7)

''یادرکھو تمہارے پروردگار نے اعلان کر دیا تھا کہ اگر شکر گزار بنو گے تو میں تم پر اور زیادہ نوازشیں کروں گا اور اگر نعمتوں کو چھپاؤ گے یا ناشکری کرو گے تو میرا عذاب بہت ہی سخت ہے۔''

3۔ اللہ کی اطاعت وعبادت کرنے والے اللہ کی نعمتوں کا شکر ضرور ادا کرتے ہیں۔

پھر فرمایا کہ: فَکُلُوْا مِمَّا رَزَقَکُمُ اللّٰہُ حَلٰلاً طَیِّبًا وَّاشْکُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰہِ اِنْ کُنْتُمْ اِیَّاہُ تَعْبُدُوْنَ O(سورہ نحل 16/114)

''چنانچہ اللہ نے جو عمدہ اور حلال رزق تمہیں دے رکھا ہے اُس میں سے کھایا کرو اور اگر تم واقعی اللہ کی عبادت اور اطاعت کرتے ہو تو اللہ کی نعمتوں کا شکر ادا کیا کرو''

4۔ دنیا میدان عمل وآزمائش ہے یہاں کی ولایت وخلافت وحکومت کی پوزیشن۔

یہاں سے دنیا میں مومنین کے عملدرآمد پر قرآن کریم سے چند پہلو سامنے لائے جائیں گے تاکہ حضرت علی علیہ السلام کی تنبیہہ وتاکیدِ عمل سامنے آجائے اور اس سلسلے میں اللہ کی مرضی معلوم ہوجائے۔ اللہ قریش کو مخاطب کر کے فرماتا ہے کہ:

وَلَقَدْ اَھْلَکْنَا الْقُرُوْنَ مِنْ قَبْلِکُمْ لَمَّا ظَلَمُوْا وَجَآءَتْھُمْ رُسُلُھُمْ بِالْبَیِّنٰتِ وَمَا کَانُوْا لِیُؤْمِنُوْا کَذٰلِکَ نَجْزِی الْقَوْمَ الْمُجْرِمِیْنَ Oثُمَّ جَعَلْنٰکُمْ خَلٰٓئِفَ فِی الْاَرْضِ مِنْ بَعْدِھِمْ لِنَنْظُرَ کَیْفَ تَعْمَلُوْنَ O(یونسؑ 14-10/13)

''اے قریشی قوم ہم نے تم سے پہلے کی اقوام اور اُن کے تمدن کو تباہ کردیا تھا۔ جب کہ انہوں نے ظلم وستم کی روش کو اپنا لیا تھا۔ اور اُن کے پاس اُن کے رسوؐل کھلی کھلی تنبیہات وہدایات لے کر آئے تھے مگر انہوں نے مان کر ہی نہ دیا لہٰذا اسی طریقہ پر ہم مجرم اقوام کو بدلہ دیا کرتے ہیں۔ اب اُن کے بعد ہم سب نے تمہیں خلیفہ بنادیا ہے تاکہ ہم سب یہ دیکھیں کہ تم کیسا عمل درآمد کرتے ہو؟''

(الف) مودودی کی چند تشریحات۔

یہاں یہ بات تو نوٹ کر لی ہوگی کہ اللہ نے جمع کا صیغہ بولا ہے اور یہ کہ جہاں جہاں اللہ جمع کا صیغہ بولتا ہے وہاں اللہ اپنے ساتھ ساتھ اپنے مُدَبِّرٰتُ الامور کو شامل رکھتا (نازعات 79/5) اور یہ بہت بڑی بات ہے جس سے قریش ساز تصورات باطل ہوجاتے ہیں اب آپ ان آیات (14-10/13) پر مودودی کی تشریحات دیکھئے:

''۱۶ اصل میں لفظ ''قرن'' استعمال ہوا ہے جس سے مراد عام طور پر تو عربی زبان میں ایک ''عہد کے لوگ'' ہوتے ہیں، لیکن قرآن مجید میں جس انداز سے مختلف مواقع پر اس لفظ کو استعمال کیا گیا ہے اس سے ایسا محسوس ہوتا ہے کہ ''قرن'' سے مراد وہ قوم ہے جو اپنے دور میں برسرِ عروج اور کلی یا جزئی طور پر امامت عالم پر سرفراز رہی ہو۔ ایسی قوم کی ہلاکت لازماً یہی معنی نہیں رکھتی کہ اُس کی نسل کو بالکل غارت ہی کر دیا جائے۔ بلکہ اُس کا مقام عروج وامامت سے گرادیا جانا، اُس کی تہذیب وتمدن کا تباہ ہوجانا، اُس کے تشخص کا مٹ جانا اور اُس کے

Presented by Ziaraat.Com

اجزاء کا پارہ پارہ ہوکر دوسری قوموں میں گم ہوجانا، یہ بھی ہلاکت ہی کی ایک صورت ہے۔'' (تفہیم القرآن جلد 2 صفحہ 270)

(ب) دوسری تشریح، کمرِ ہمت باندھنا دامن کسنا اور مقابلہ جیتنا ہے۔

اور سنئے ''۱۸؎ خیال رہے کہ خطاب اہل عرب سے ہورہا ہے۔اور اُن سے کہا یہ جارہا ہے کہ پچھلی قوموں کو اپنے اپنے زمانوں میں کام کرنے کا موقع دیا گیا تھا۔مگر انہوں نے آخر کار ظلم و بغاوت کی روش اختیار کی اور جو انبیاؑ اُن کو راہ راست دکھانے کے لئے بھیجے گئے تھے اُن کی بات انہوں نے نہ مانی،اس لئے وہ ہمارے امتحان میں ناکام ہوئیں اور میدان عمل سے ہٹادی گئیں۔اب اے اہل عرب تمہاری باری آئی ہے۔تمہیں اُن کی جگہ کام کرنے کا موقع دیا جاتا ہے۔تم اُس امتحان گاہ میں کھڑے ہو جس سے تمہارے پیش رونا کام ہوکر نکالے جاچکے ہیں اگر تم نہیں چاہتے کہ تمہارا انجام بھی وہی ہو جو اُن کا ہوا تو اس موقع سے، جو تمہیں دیا جارہا ہے صحیح فائدہ اٹھاؤ۔پچھلی قوموں کی تاریخ سے سبق لو اور اُن غلطیوں کا اعادہ نہ کرو جو اُن کی تباہی کی موجب ہوئیں۔'' (تفہیم القرآن جلد 2 صفحہ 271)

مطلب یہ ہے کہ جو کچھ قرآن کریم نے قریش سے کہا تھا وہی کچھ حضرت علی علیہ السلام اپنے مخاطبوں سے فرماتے اور انہیں سنبھالتے رہے ہیں۔

5۔ خلافت کی آزمائشوں اور ذمہ داریوں پر ایک اور بیان۔

میدان عمل میں کمر کس کر اترنے پر ایک معنی خیز بیان سنئے،اللہ فرمارہا ہے کہ:

وَهُوَ الَّذِىْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ فِىْ سِتَّةِ اَيَّامٍ وَّكَانَ عَرْشُهٗ عَلَى الْمَآءِ لِيَبْلُوَكُمْ اَيُّكُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا وَلَئِنْ قُلْتَ اِنَّكُمْ مَّبْعُوْثُوْنَ مِنْۢ بَعْدِ الْمَوْتِ لَيَقُوْلَنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اِنْ هٰذَآ اِلَّا سِحْرٌ مُّبِيْنٌO (سورہ ھود 11/7)

''اللہ وہی ہستی ہے جس نے زمینوں اور آسمانوں کو چھ دنوں میں پیدا کیا تھا۔اور اس کا عرش پانی کے اوپر تھا تاکہ تمہیں آزمائے کہ تم میں سے کون بہترین عمل کرتا ہے اور اگر اے نبیؐ تم نے اُن سے یہ بتادیا کہ یقیناً تمہیں مرنے کے بعد فوراً ہی برسرکار لے آیا جائے گا۔تو اُن میں سے وہ لوگ جو حقیقتوں کو چھپایا کرتے ہیں ضرور کہہ دیں گے کہ اگر ایسا ہوا تو یہ تو کُھلے جادو کی بات ہوگی۔''

اس آیت کی رُو سے یہ بات نوٹ کرلیں کہ جس زمانہ میں زمین و آسمان کو پیدا کیا گیا تھا اُس وقت اور اُس سے پہلے بھی عرش یعنی مرکزِ حکومتِ خداوندی پانی پر بتایا گیا ہے اور پانی پر مرکز حکومتِ خداوندی کے ہونے کا سبب کچھ مخاطب ہستیوں کے اعمال کی جانچ پڑتال قرار دیا گیا ہے۔ظاہر ہے یہ بات نوع انسان کے وجود میں لانے سے کروڑوں اربوں سال پہلے کی ہے لہٰذا یہاں وہی انسان مخاطب ہوسکتے ہیں جو نُورِ خداوندی و اولین مخلوق مشہور ہیں۔

6۔ مودودی خلفائے ثلاثہ کی خلافت سے ہٹ کر ایک دائمی، ہمہ گیر خلافتِ الٰہیہ کا تصور قبول کرتے ہیں۔

یہاں خطبے کی آخری تشریح کو قرآن کی ایک آیت اور مودودی کے ترجمے اور تشریح پر ختم کرنا مناسب سمجھتے ہیں سنیے:

وَمَنْ اَعْرَضَ عَنْ ذِكْرِىْ فَاِنَّ لَهٗ مَعِيْشَةً ضَنْكًا وَّنَحْشُرُهٗ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ اَعْمٰىO(سورہ طٰہٰ 20/124)

مودودی ترجمہ۔''اور جو میرے ''ذکر'' (درسِ نصیحت) سے منہ موڑے گا اُس کے لئے دنیا میں تنگ زندگی ہوگی اور قیامت کے روز ہم اسے اندھا اُٹھائیں گے۔'' (تفہیم القرآن جلد 3 صفحہ 134)

Presented by Ziaraat.Com

مودودی کی تشریح جنت کی دائمی زندگی میں مستقل اور باعمل خلافتِ الٰہیہ:

اس آیت کی تشریح کے سلسلے میں لکھتے ہیں کہ:

''اس جگہ آدم علیہ السلام کا قصہ ختم ہوجاتا ہے۔

یہ قصہ جس طریقے سے یہاں، اور قرآن کے دوسرے مقامات پر بیان ہوا ہے اس پر غور کرنے سے میں یہ سمجھا ہوں (واللہ اعلم بالصواب) کہ زمین کی اصل خلافت وہی تھی جو آدم علیہ السلام کو ابتداءً جنت میں دی گئی تھی۔ وہ جنت ممکن ہے کہ آسمانوں میں ہو اور ممکن ہے کہ اسی زمین پر بنائی گئی ہو۔ بہرحال وہاں اللہ تعالٰی کا خلیفہ اس شان سے رکھا گیا تھا کہ اس کے کھانے پینے اور لباس و مکان کا سارا انتظام سرکار کے ذمہ تھا اور خدمتگار (فرشتے) اُس کے حکم کے تابع تھے۔ اُس کو اپنی ذاتی ضروریات کے لئے قطعاً کوئی فکر نہ کرنا پڑتی تھی، تاکہ وہ خلافت کے بزرگ تر اور بلند تر وظائف ادا کرنے کے لئے مستعد ہوسکے۔ مگر اس عہدے پر مستقل تقرر ہونے سے پہلے امتحان لینا ضروری سمجھا گیا، تاکہ امیدوار کی صلاحیتوں کا حال کھل جائے اور یہ ظاہر ہوجائے کہ اُس کی کمزوریاں کیا ہیں اور خوبیاں کیا۔ چنانچہ امتحان لیا گیا اور جو بات کھلی وہ یہ تھی کہ یہ امیدوار تحریص و اطماع کے اثر میں آکر پھسل جاتا ہے، اطاعت کے عزم پر مضبوطی سے قائم نہیں رہتا، اور اس کے علم پر نسیان غالب آجاتا ہے۔ اس امتحان کے بعد آدم اور اُن کی اولاد کو مستقل خلافت پر مامور کرنے کے بجائے آزمائشی خلافت دی گئی، اور آزمائش کے لئے ایک مدت (اجل مسمّٰی، جس کا اختتام قیامت پر ہوگا) مقرر کردی گئی۔ اس آزمائش کے دور میں امیدواروں کے لئے معیشت کا سرکاری انتظام ختم کردیا گیا۔ اب اپنی معاش کا انتظام انہیں خود کرنا ہے۔ البتہ زمین اور اس کی مخلوقات پر اُن کے اختیارات برقرار ہیں۔ آزمائش اس بات کی ہے کہ اختیار رکھنے کے باوجود یہ اطاعت کرتے ہیں یا نہیں، اور اگر بھول لاحق ہوتی ہے، یا تحریص واطماع کے اثر میں آکر پھسلتے ہیں، تو تنبیہہ، تذکیر اور تعلیم کا اثر قبول کرکے سنبھلتے بھی ہیں یا نہیں؟ اور اُن کا آخری فیصلہ کیا ہوتا ہے، طاعت کا یا معصیت کا؟ اس آزمائشی خلافت کے دوران میں ہر ایک کے طرزِ عمل کا ریکارڈ محفوظ رہے گا۔ اور یوم الحساب میں جو لوگ کامیاب نکلیں گے اُنہی کو پھر مستقل خلافت، اُس دائمی زندگی اور لازوال سلطنت کے ساتھ جس کا لالچ دے کر شیطان نے حکم کی خلاف ورزی کرائی تھی، عطا کی جائے گی۔ اس وقت یہ پوری زمین جنت بنادی جائے گی اور اسکے وارث خدا کے وہ صالح بندے ہوں گے جنہوں نے آزمائشی خلافت میں طاعت پر قائم رہ کر، یا بھول لاحق ہونے کے بعد بالآخر طاعت کی طرف پلٹ کر اپنی اہلیت ثابت کردی ہوگی۔ جنت کی اُس زندگی کو جو لوگ محض کھانے پینے اور اینڈنے کی زندگی سمجھتے ہیں اُن کا خیال صحیح نہیں ہے۔ وہاں پیہم ترقی ہوگی بغیر اس کے کہ اس کے لئے کسی تنزل کا خطرہ ہو۔ اور وہاں خلافت الٰہیہ کے عظیم الشان کام انسان انجام دے گا۔ بغیر اس کے کہ اسے پھر کسی ناکامی کا منہ دیکھنا پڑے۔ مگر اُن ترقیات اور اُن خدمات کا تصور کرنا ہمارے لئے اتنا ہی مشکل ہے جتنا ایک بچے کے لئے یہ تصور کرنا مشکل ہوتا ہے کہ بڑا ہوکر جب وہ شادی کرے گا تو ازدواجی زندگی کی کیفیات کیا ہوں گی۔ اسی لئے قرآن میں جنت کی زندگی کے صرف اُن ہی لذائذ کا ذکر کیا گیا ہے جن کا ہم اس دنیا کی لذتوں پر قیاس کرکے کچھ اندازہ کرسکتے ہیں۔'' (تفہیم القرآن جلد 3 صفحہ 134 تا 135)

Presented by Ziaraat.Com

7۔ مودودی کا مذہب بے خدا و بے راہنما مذہب ثابت ہو گیا حقیقت ایک باطل خواب بن گئی۔

مودودی اپنے قیاسات کے زینہ پر کئی قدم اوپر چڑھے لیکن آخر جہنم کے پست ترین طبقہ میں جا گرے۔انہوں نے قرآن کے خلاف حضرت آدمؑ کو گناہگار اور حکم خداوندی کی نافرمانی کرنے والا مانا۔حالانکہ حضرت آدم علیہ السلام جنت سے کامیاب و مجتبیٰ بنا کر بھیجے گئے تھے اور اُن کے ذمہ کوئی باقی امتحان بیان نہیں ہوا ہے۔مودودی نے قرآن کے خلاف تمام جنت میں جانے والوں کو خلیفہ بنا دیا اور یہ بتانے سے قاصر رہے کہ اُن کروڑوں اربوں جنتیوں کو خلیفہ مان کر اُن کی رعایا کون ہوں گے۔جہنمیوں کو قطعاً غائب کر گئے۔انہیں قرآن کے باوجود اس جنت میں شبہ رہا جس میں حضرت آدمؑ علیہ السلام کو ٹھہرایا گیا تھا انہوں نے اس زمین کو جنت بنا کر قرآن والی جنت اور جنتوں کو بہت چھوٹا کر دیا قرآن کی رو سے وَجَنَّةٍ عَرْضُهَا السَّمٰوٰتُ وَالْاَرْضُ (آل عمران 3/133 حدید 57/21)

مودودی کا ترجمہ: ''اُس جنت کی طرف جاتی ہے جس کی وسعت زمین اور آسمانوں جیسی ہے۔'' (تفہیم القرآن جلد اول صفحہ 288)

اس ملعون نے یہ ترجمہ غلط کیا ہے آیت میں لفظ ''عرض'' ہے جس کے معنی ''چوڑائی'' ہوتے ہیں یعنی صرف ایک جنت کی چوڑائی ساتوں آسمانوں اور ساتوں زمینوں کے برابر ہے اور باقی جنتیں الگ رہتی ہیں۔ پھر اس شخص نے تمام انبیاءؑ و رُسُلؑ کو عموماً اور آنحضرتؐ کو خصوصاً غائب کر دیا ہے۔ بہر حال مودودی مر گئے ورنہ ہم اُسے معصومین علیہم السلام کے یہاں سے اُس دائمی خلافت تک پوری مسلسل تعلیم سے روشناس کرا دیتے۔وہ ہم سے دُور دُور اور بچ کر رہا اور جناب السیّد ناصر حسین صاحب قبلہ کی مفت بلا خرچ دعوت پر بھی بیماری کا بہانہ کر کے نہ آیا۔

Presented by Ziaraat.Com

مفتی جعفرحسین: خطبہ نمبر: 72

علی نقی طہرانی : خطبہ نمبر: 73

خُطبہ ﴿91﴾

1۔حضرت علیؑ ابوبکر وعمر کی پیروی سے انکار کر کے خلافت وحکومت کو ٹھکرا چکے ،لوگ عثمان کی بیعت کا ارادہ کر رہے ہیں اور

2۔حضرت علیؑ ،قریش کے منصوبوں اور جبری اسکیموں پر روشنی ڈال کر اپنا مقام بیان فرمارہے ہیں۔

3۔عہدِ رسوؐل اور بعدِ رسوؐل کے تمام مسلمانوں کو یہ علم تھا کہ حضرت علیؑ سے زیادہ حکومت وخلافت کا اور کوئی بھی حقدار نہ تھا۔

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

لَقَدۡ عَلِمۡتُمۡ اَنِّیۡ اَحَقُّ بِهَامِنۡ غَیۡرِیۡ ؛	1	تم سب کو اچھی طرح معلوم ہے کہ میں حکومت وخلافت کا سب سے زیادہ حقدار ہوں۔
وَوَاللّٰهِ لَاُسَلِّمَنَّ مَاسَلِمَتۡ اُمُوۡرُ الۡمُسۡلِمِیۡنَ ؛	2	خدا کی قسم جب تک مسلمانوں کیساتھ ظلم نہ ہوگا اوران کے حالات و معاملات محفوظ رہیں گے۔
وَلَمۡ یَکُنۡ فِیۡهَا جَوۡرٌ اِلَّاعَلَیَّ خَاصَّةً ؛	3	اور اُن کے ساتھ جبر اور زبردستی کے بجائے صرف مجھ پر جبر وجور وستم مخصوص رہے گا میں برداشت کرتا رہوں گا۔
اِلۡتِمَاسًالِاَجۡرِ ذٰلِکَ وَفَضۡلِهٖ ؛	4	تاکہ اللہ سے اجر وثواب طلب کرتا رہوں
وَزُهۡدًا فِیۡمَا تَنَا فَسۡتُمُوۡهُ مِنۡ زُخۡرُفِهٖ وَزِبۡرِجِهٖ ؛	5	اور دنیاوی ٹھاٹھ اور زیبائش کو ٹھکراتا رہوں گا جس کے حصول میں تم ایک دوسرے سے بڑھ جانے میں لگے ہوئے ہو“

تشریحات:

صبر کی حد اور معیار۔

نہج البلاغہ پڑھنے والوں کو نہ قریش کے ظالم وجابر وفریب ساز ہونے میں شبہ رہ سکتا ہے۔اور نہ حضرت علی علیہ السلام کی حقانیت اور افضلیت اور ہمدردیٔ انسانیت میں کوئی شک رہ سکتا ہے۔قارئین کے کام کی اور سمجھنے کی بات یہ ہے کہ حضرت علی علیہ السلام عوام الناس پر کھلا جبر وظلم ہونے تک صبر کر کے زندگی بسر کرنے کا وعدہ فرماتے ہیں۔اور اپنی ذاتی حق تلفی کو ساری زندگی برداشت کرتے چلے جانے کا اعلان کرتے ہیں یعنی اگر حضورؑ نے تلوار اٹھائی تو وہ مسلح مزاحمت اور قریش سے جنگ اپنی ذات اور اپنی حکومت کے لئے نہ ہوگی بلکہ عوام الناس کے حقوق اور سلامتی کے لئے ہوگی۔(خطبہ 91، جملہ 2 تا 3) اور حضور علیہ السلام نے اپنے صبر کرنے، تلوار نہ اٹھانے اور پُراَمن زندگی بسر کرنے کا مقصد یہ بتایا کہ وہ اللہ سے اَجر وثواب اور اُس کے فضل وکرم کو حاصل کرنے میں مصروف رہیں گے (خطبہ 91، جملہ 4) اور اُن تمام دنیاوی فوائد کو نظر انداز

Presented by Ziaraat.Com

کر دیں گے جن پر قریش اینڈ کمپنی کی نظریں جمی ہوئی ہیں (خطبہ 91، جملہ 5) حضرت علیؑ نے تمام حاضرین کو اُس حقیقت پر گواہ بنایا ہے کہ اللہ، رسوؐل، قرآن اور اسلامی تقاضوں کی رُو سے خلافت وحکومت کا حق صرف آپؑ کا ہے اور یہ صبر وقربانی اور اس کا مقصد بھی یہی ثابت کرتا ہے کہ حضرت علیؑ کے علاوہ کوئی اور شخص نہ حکومت وخلافت کا حقدار تھا اور نہ اُس ذمہ داری کو پورا کر سکتا تھا۔ (خطبہ 91، جملہ 1)

2۔ اگر حضرت علیؑ نے ابوبکر وعمر کی سنت اور طرزِ فکر وعمل کو قبول کر لیا ہوتا تو عثمان خلیفہ نہ بنتا۔

جیسا کہ حضور علیہ السلام کے پہلے جُملے سے ثابت ہے کہ حضرت علیؑ کے علاوہ کوئی اور ہرگز خلافت کا حقدار نہ تھا۔ اور آپؑ کا حقِ خلافت وحکومت روزِ اوّل سے ثابت ومعلوم تھا۔ اور اس کا اعتراف خود ابوبکر وعمر اور تمام قریش طرح طرح کرتے چلے آئے تھے۔ اور کہیں باہر جانے کی صورت میں حضرت علی علیہ السلام ہی کو حکومت سونپ کر جاتے تھے۔ اور تمام عوام الناس کو یہ امید رہتی چلی آئی تھی کہ وہ اپنے بعد حضوؐر ہی کو اپنی جگہ خلیفہ بنائیں گے۔ مگر قریش کے مخصوص اور بڑے لیڈروں کو یہ معلوم تھا کہ قومی پالیسی کے ماتحت حضرت علیؑ کو ہرگز خلافت نہیں دینا ہے۔ بقول شبلی نعمانی یہ راز سربستہ جن کو معلوم نہ تھا وہ ہمیشہ یہ آس لگائے چلے آ رہے تھے کہ اس دفعہ حضرت علی علیہ السلام کو خلیفہ بنایا جائے گا۔ مگر جب ابوبکر نے عمر کی خلافت کا عہد نامہ لکھ دیا تو معدودے چند راز دانوں کے تمام صحابہ نے سخت برہمی کا اظہار کیا تھا اور ابوبکر کو نہایت سختی سے ماخوذ کیا تھا۔ اور تند و تلخ گفتگو پیش آئی تھی۔ بہر حال عمر خلیفہ بن گئے اب پھر برابر یہ تصور جاری رہا کہ اس دفعہ حضرت علیؑ کو ضرور خلیفہ بنایا جائے گا۔ اور خود عمر کا قول بھی یہ تھا کہ اگر علیؑ خلیفہ ہو گئے تو تمہیں سو فیصد حق پر چلائیں گے۔ لیکن جب وقت آیا یعنی عمر زخمی ہو گیا تو اُس نے اُسی قومی پالیسی کو مدنظر رکھا اور قریش میں سے ایک ایسی جماعت منتخب کی جو آپس میں رشتہ دار تھی اور ہرگز ایک دوسرے کے خلاف نہ جا سکتی تھی۔ اس جماعت کے ساتھ حضرت علی علیہ السلام کو بھی ایک ممبر بنا دیا اور اُن سب کو خلافت میں برابر کا حق دے دیا۔ اور کہہ دیا کہ وہ جماعت آپس میں مشورہ کر کے اتفاق رائے سے ایک موزوں فرد کو خلیفہ بنا لے۔ اور ایسی اور اس قسم کی شرطیں لگا دیں کہ یا تو حضرت علی علیہ السلام اختلاف کی بنا پر قتل ہو جائیں یا اگر بچ جائیں تو ہرگز خلیفہ نہ بننے پائیں بلکہ خلافت عثمان کو مل جائے۔ اس انتظام کو عمر نے شوریٰ قرار دیا تھا۔ اور تاریخ میں اس شوریٰ کے حالات پڑھنے والا ہر غیر جانب دار اُسے دنیا کی سب سے بڑی دھاندلی اور بے ایمانی قرار دیتا رہا ہے۔ عمر کے اس انتظام کے باوجود حضرت علی علیہ السلام کا پلّہ بھاری رہا اور اب نظامِ شوریٰ کے پاس کوئی ایسی شرط یا ترکیب باقی نہ تھی جس سے حضرت علیؑ کو نظر انداز کر کے عثمان کو خلیفہ نامزد کیا جا سکے۔ شوریٰ کا ثالث عبدالرحمٰن بن عوف شوریٰ کی شرائط کے خلاف فیصلے میں تاخیر کرتا جا رہا تھا۔ اور گھر گھر جا کر قریشی ماہرین سیاست سے مشورے کر رہا تھا۔ آخر کسی نے اُسے حضرت علی علیہ السلام کی ایک دینی کمزوری بتا دی اور اُس نے حضرت علیؑ کے سامنے ابوبکر وعمر کی سنت پر عمل کرنے کی شرط رکھ دی۔ جسے حضرت علیؑ ایسا دیندار ہرگز قبول نہ کر سکتا تھا۔ آپؑ نے صاف الفاظ میں اعلان کر دیا کہ میں قرآن اور سنت رسوؐل کے سوا کسی اور کی سنت پر عمل کر ہی نہیں سکتا۔ یعنی وہ تو میری ہی زبانی غاصب وغادر وخائن اور ہزاروں بدعتوں کے بانی ہیں۔ عثمان نے اس شرط کو قبول کر لیا۔ اول اس لئے کہ حکومت واقتدار مل رہا تھا۔ دوم اس لئے کہ وہ ابوبکر وعمر کا ہم قوم وہم مذہب اور دوست تھا۔ سوم اس لئے کہ وہ قرآن وسنت سے جاہل تھا۔ چہارم اس لئے کہ زبانی وعدہ کرنا تھا نہ کوئی تحریر لکھنا تھی نہ خلاف ورزی پر کوئی سزا مقرر تھی۔ وعدہ کیا اور خلیفہ بن گیا۔ اور برابر ابوبکر وعمر کی سنت اور طرزِ عمل کی مخالفت کرتا رہا خلیفہ بنانے والے عبدالرحمٰن بن عوف کو پٹوا کر دربارِ خلافت سے نکلوا دیا اور وہ ملعون ساری عمر پچھتاتا ہوا جہنم واصل ہوا۔

3۔ شوریٰ کے دوران حضرت علی علیہ السلام کی اپنے حقِ خلافت پر تقریر۔

جب جماعت شوریٰ کا بند دروازے پیچھے اجلاس شروع ہوا تو حضرت علی علیہ السلام نے اپنا اور حقِ خلافت کا تعارف کرایا ''عامر بن واثلہ کہتا ہے کہ میں شوریٰ والے دن اُس مکان کے دروازے پر تھا۔ اندر لوگوں کی آوازیں بلند ہوئیں میں نے حضرت علیؑ کو کہتے سنا، آپؑ فرما رہے تھے کہ لوگوں نے ابوبکر کی بیعت کر لی درآں حالیکہ قسم بخدا میں ابوبکر کی نسبت خلافت کا زیادہ حق دار تھا۔ مگر میں خاموش رہا اس ڈر سے کہ لوگ مرتد ہو جائیں گے۔ اور ایک دوسرے کو قتل کرنے لگیں گے۔ پھر ابوبکر نے عمر کی بیعت کرائی اور قسم بخدا میں عمر کی نسبت خلافت کا زیادہ حقدار و اہل تھا۔ پھر بھی میں اُسی ڈر سے خاموش رہا کہ لوگ کافر نہ ہو جائیں۔ اب تم عثمان کی بیعت کرنے کا ارادہ رکھتے ہو۔ اب میں تم کو حق باتیں سناؤں گا۔ عمر نے اس امر خلافت کو پانچ آدمیوں میں ڈال دیا اور میں اُن کا چھٹا ہوں۔ نہ عمر نے میرے شرف و بزرگی کو سمجھا اور نہ یہ لوگ سمجھتے ہیں۔ اور قسم بخدا اگر میں اپنی فضیلتیں بیان کرنی شروع کروں تو اُن میں سے ایک کی بھی کوئی شخص خواہ وہ عربی ہو یا عجمی، دشمن ہو یا کافر تردید نہیں کر سکتا۔ پھر فرمایا اے پانچ لوگوں کی جماعت میں تم کو خدا کی قسم دے کر پوچھتا ہوں کہ کیا تم میں میرے سوا کوئی رسولؐ کا بھائی ہے؟ انہوں نے جواب دیا کہ نہیں۔ پھر اسی طرح آپؑ نے اپنے قریبی رشتہ داروں کی نسبت دریافت کیا، حمزہؓ، جعفرؓ، فاطمہؑ اور حسنینؑ اور وہ سب جواب دیئے گئے کہ ہم میں آپ کے سوا کوئی ایسا نہیں ہے جس کے قریبی رشتے دار آپ کے رشتہ داروں ایسے ہوں۔ پھر آپؑ نے فرمایا کہ کیا تم میں کوئی ایسا ہے کہ جس نے مجھ سے پہلے مشرکین کو قتل کیا ہو؟ یا مجھ سے پہلے اسلام لایا ہو یا میری طرح دونوں قبلوں کی طرف نماز پڑھی ہو؟ سب نے جواب دیا کہ ہم میں آپ کے سوا کوئی ایسا نہیں ہے۔ پھر فرمایا کہ کیا تم میں کوئی ایسا ہے جس کی محبت اللہ نے امت اسلامیہ پر واجب کی ہو؟ یا جس نے رسولِ خدا کو غسل دیا ہو؟ سب نے جواب دیا نہیں۔ پھر آپؑ نے مسجد سے دروازوں کے بند کئے جانے، ردِ شمس اور حدیث طیر کے ذریعہ سے اپنی فضیلت بیان کی اور وہ لوگ جواب دیتے گئے کہ ہم میں آپؑ کے سوا اور کوئی ایسا نہیں پھر آپؑ نے فرمایا کہ کیا تم میں کوئی ایسا ہے جس نے میری طرح رسولؐ خدا کو ہر ایک لڑائی اور کٹھن موقع پر بچایا ہو؟ اور اُن کی حفاظت کی ہو؟ انہوں نے کہا کہ نہیں۔ پھر آپ نے فرمایا کہ آیا تم میں کوئی اور ایسا ہے جس نے میری طرح اپنی جان رسولؐ خدا پر قربان کی ہو؟ اور اُن کے فرش پر سویا ہو؟ انہوں نے جواب دیا کہ نہیں۔ پھر فرمایا کہ تم میں کوئی اور میرے اور میری زوجہ فاطمہؑ کے سوا ایسا ہے جس کو خمس ملا ہو؟ سب نے کہا نہیں۔ پھر فرمایا کہ تم میں میرے سوا کوئی اور ایسا ہے جس کو خاص و عام دونوں میں حصہ ملا ہو؟ سب نے کہا نہیں پھر فرمایا کہ کیا تم میں کوئی ایسا ہے جس کی قرآن سے مطلق طہارت ثابت ہو؟ سب نے جواب دیا کہ نہیں۔ پھر آپ نے سدّ ابواب پر رسولؐ اللہ کا جواب سنایا کہ تمہارے دروازے اللہ نے بند کئے ہیں اور علیؑ کا دروازہ کھلا رکھا ہے۔ سب نے تصدیق کی۔ پھر آپؑ نے آیت ذی القربیٰ اور جناب رسولؐ خدا کی رازداری اور درازگوئی کا ذکر کیا اور سب نے تصدیق کی۔ پھر آپ نے پوچھا کہ کیا تم میں کوئی ایسا ہے جو رسولؐ اللہ کے ساتھ سب سے آخر تک رہا ہو؟ اور اُن کو قبر میں اتارا ہو۔ سب نے کہا کہ ہم میں کوئی اور ایسا نہیں ہے''۔

(کتاب المناقب اخطب خوارزمی اور صواعق محرقہ، علامہ ابن حجر مکی باب 11 فصل اول)

4۔ اہل شوریٰ پر اتمام حجت۔

ابن حجر صواعق محرقہ میں یہ بھی لکھتے ہیں کہ (عربی عبارت کا ترجمہ):

''دارقطنی نے اپنی سندوں سے لکھا کہ حضرت علیؑ نے بروز شوریٰ اہل شوریٰ کے سامنے جنہیں عمر نے خلافت کے فیصلے کا اختیار دیا تھا ایک

Presented by Ziaraat.Com

طولانی تقریر کی اور اس کے دوران یہ بھی فرمایا کہ میں تمہیں خدا کی قسم دے کر پوچھتا ہوں کہ تمہارے درمیان میرے سوا کوئی اور بھی ہے جس کو رسوؐل خدا نے کہا ہو کہ اے علیؑ، تم جنت اور دوزخ کے تقسیم کرنے والے ہو؟ سب نے کہا کہ بخدا ہم میں آپؑ کے سوا اور کوئی ایسا نہیں ہے۔'' (باب 9 فصل 2 صفحہ 75)

''دارقطنی نے اپنی سند سے بیان کیا ہے کہ شوریٰ والے دن حضرت علیؑ نے اہل شوریٰ سے بطور اتمام حجت گفتگو کی جس میں آپ نے یہ بھی فرمایا تھا کہ میں تمہیں خداوند عالم کی قسم دے کر پوچھتا ہوں کہ کیا تمہارے اندر میرے سوا کوئی اور ایسا ہے جو رسوؐل خدا سے رشتہ میں مجھ سے زیادہ قریب ہو؟ جس کو رسوؐل خدا نے اپنا نفس فرمایا ہو؟ اور جس کی اولاد کو اپنی اولاد قرار دیا ہو؟ اور جس کی عورتوں کو اپنی عورتیں کہا ہو؟ انہوں نے جواب دیا کہ آپؑ کے سوا اور کوئی ایسا نہیں ہے۔'' (صواعق باب 9 فصل 2 صفحہ 93)

5۔ عثمان کو خلیفہ بنانے پر حضرت علیؑ کا بیان۔

جب عبدالرحمٰن بن عوف نے عثمان کی بیعت کر لی تو حضرتؑ نے اُس سے کہا کہ:۔

''آج یہ پہلا دن نہیں ہے کہ تم نے ہماری حق تلفی کر کے ہم پر غلبہ پایا ہو۔ ہمارے لئے صبر جمیل اختیار کرنا ہی بہتر ہے تمہاری اس روش پر اللہ ہمارا معین و مددگار رہے۔ تم نے عثمان کو اس لئے خلیفہ بنایا کہ خلافت تمہارے قابو میں رہے۔''

اس کے بعد حضرت علیؑ یہ کہتے ہوئے چلے گئے کہ: ''بہت جلد لکھی ہوئی بات اپنی مقررہ مدت تک پہنچ جائے گی۔'' (طبری ترجمہ حصہ سوم صفحہ 300)

6۔ اُدھر اہل شُوریٰ شور با تیار کر رہے تھے اِدھر قریش تیغ بکف پھر رہے تھے۔

یعنی حضرت علی علیہ السلام کے سامنے عثمان کا پورا مستقبل ہاتھ باندھے کھڑا تھا وہ سامنے اُس کی لاش کو کتے پھاڑ رہے تھے۔ اور حضرت علی علیہ السلام نہایت اطمینان سے تشریف لے جا رہے تھے۔ اس سے پہلے حضوؑر یہ فرما چکے تھے کہ ''اللہ ہی حمد وثنا کا مستحق ہے جس نے ہم میں سے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو ہماری طرف رسول اور پیغمبر بنا کر بھیجا۔ ہم مرکزِ نبوت، معدنِ حکمت اور اہل زمین کے لئے باعثِ امن وامان ہیں اور طالبِ نجات کے لئے باعثِ نجات ہیں۔ یہ خلافت ہمارا حق ہے اگر تم اسے دو گے تو ہم قبول کریں گے اور اگر نہ دو گے تو ہم اونٹوں کی پشت پر سوار ہو کر ساتھ چلیں گے۔ خواہ ہماری شب اوّل کتنی ہی طویل ہو۔ اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے لئے کوئی معاہدہ کرتے تو ہم اُس معاہدہ کو نافذ کراتے اور اگر ہم سے کوئی بات کہتے تو ہم مرتے دم تک اس قول پر ڈٹے رہتے۔ دعوتِ حق اور صلہ رحمی میں کوئی مجھ سے آگے نہیں بڑھ سکتا تاہم قدرت اور اختیار صرف اللہ ہی کو حاصل ہے۔ تم میرا کلام سنو اور میری بات کو اچھی طرح ذہن نشین کر لو کیونکہ ممکن ہے کہ اس اجتماع کے بعد تم یہ دیکھو کہ تلواریں بے نیام ہوگئی ہیں۔ اور امانت میں خیانت ہونے لگی ہے اور یہ بھی ممکن ہے کہ تم ایک ایسی جماعت بنالو جن میں سے بعض لوگ گمراہوں کے سردار ہو جائیں اور کچھ جاہل لوگوں کے پیرو بن جائیں۔ (ترجمہ طبری حصہ 3 صفحہ 306)

7۔ قریش کا دنیاوی اقتدار پر نگاہ جما کر حکومت پر مستقل قبضے کے لئے خلافت کو علیؑ سے دُور رکھنا۔

حضرت علی علیہ السلام نے قریش کا قلبی حال بیان فرما دیا تھا اور شوریٰ کے جلسے میں کہا تھا کہ:

''لوگوں کی نظریں قبیلہ قریش پر لگی ہوئی ہیں اور قریش آپس میں سوچ رہے ہیں کہ ''اگر بنو ہاشم خلیفہ ہو گئے تو خلافت اُنکے خاندان سے ہرگز نہیں نکلے گی اور اگر قریش کے دوسرے خاندانوں میں رہی تو وہ اُن ہی کے خاندانوں میں باری باری گردش کرتی رہے گی۔'' (ایضاً صفحہ 301)

Presented by Ziaraat.Com

8۔ شوریٰ کے انتظام کے باوجود قریش کو عثمان کی ناکامی کا اندیشہ تھا اس لئے وہ تیغ بکف تیار تھے، دشمن یعنی علیؑ پر حملہ آور ہو جائیں۔

عبدالرحمٰن بن عوف نے اپنی مدد کیلئے قریش پر لازم کر دیا تھا کہ وہ تلواروں کو میان میں نہ رکھیں ہر وقت خطرے کے لئے تیار رہیں چنانچہ اُس نے شوریٰ کے جلسے کا آغاز یوں کیا تھا کہ:

''اے لوگو میری ایک رائے ہے تم اُسے سنو اُس پر غور کر کے جواب دو، تم راہنما اور پیشوا ہو، عوام تمہارے ذریعہ سے ہدایت حاصل کرتے ہیں۔ اور تمہارے علمی مرکزوں میں آتے ہیں۔ تم باہمی اختلاف سے اپنی حالت خراب نہ کرو اور اپنے دشمن کے مقابلے میں اپنی تلواریں نیام میں نہ رکھو۔ دشمن سے مقابلہ کرنے کے بجائے باہمی اختلاف میں نہ پڑ جاؤ۔ ہر چیز کا ایک وقت مقرر ہوتا ہے۔ ہر قوم وملّت کا ایک سربراہ ہوتا ہے۔ جس کے حکم کو سب تسلیم کرتے ہیں اور اُس کے منع کرنے پر کسی بھی کام سے باز آجاتے ہیں۔'' (ایضا صفحہ 303)

یہ ہے عبدالرحمٰن بن عوف کی تمہید جس نے قریش کو تیغ بکف رکھا تاکہ جس طرح ہو سکے عثمان کو خلیفہ بنایا اور حضرت علیؑ کو محروم کیا جائے۔ اور اُسی انتظام کو حضرت علی علیہ السلام نے عنوان نمبر 6 کے آخر میں بیان کیا ہے اور جنگ وجدل سے اُمت کو بچایا ہے۔

Presented by Ziaraat.Com

مفتی جعفر حسین: خطبہ نمبر: 237

علی نقی طہرانی : خطبہ نمبر: 235

خُطبہ ﴿92﴾

1۔خلیفہ عثمان نے عبداللہ ابن عباس کی معرفت حضرت علی علیہ السلام سے درخواست کی کہ آپؑ کچھ دن کیلئے مدینہ سے باہر چلے جائیں تا کہ عثمان کے مخالف حضرت علیؑ کو خلیفہ بنانے کی جلدی میں عثمان پر معزولی کا زیادہ دباؤ نہ ڈالیں۔

2۔اس سے پہلے بھی عثمان کو یہی وہم ہوتا تھا اور حضرت علیؑ اس کی درخواست پر مدینہ چھوڑ گئے تھے۔لیکن آپؑ کے چلے جانے سے خطرہ زیادہ بڑھا تو اپنی جان چھڑانے کے لئے حضورؑ کو واپس بُلا لیا تھا۔

3۔عثمان کا دفاع کرنے میں حضرت علی علیہ السلام کو گناہ کا خطرہ محسوس ہونے لگا تھا۔یعنی عثمان کو اُن کے مخالفوں سے محفوظ رکھنا سو فیصد اللہ کو پسند نہ تھا۔

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

يَابۡنَ عَبَّاسٍ مَّايُرِيۡدُ عُثۡمَانُ اِلَّآ اَنۡ يَّجۡعَلَنِىۡ جَمَلًا نَّاضِحًا بِالۡغَرۡبِ اُقۡبِلُ وَاُدۡبِرُ بَعَثَ اِلَىَّ اَنۡ اَخۡرُجَ ؛	1	اَے عباس کے بیٹے عثمان کا ارادہ اس کے سوا اور کچھ نہیں کہ وہ مجھے آبپاشی کرنے والا اونٹ بنا دے جو خالی اور بھرے ہوئے چرس (پانی کا بڑا ڈول) کو لئے ہوئے کبھی آگے بڑھتا ہے اور کبھی پیچھے ہٹتا آتا ہے۔اس نے پہلے مجھے پیغام بھیجا تھا کہ مدینہ سے چلا جاؤں۔
ثُمَّ بَعَثَ اِلَىَّ اَنۡ اَقۡدُمَ ؛	2	پھر مجھے پیغام بھیجا کہ جلد سے جلد مدینہ میں چلا آؤں۔
ثُمَّ هُوَالۡاٰنَ يَبۡعَثُ اِلَىَّ اَنۡ اَخۡرُجَ ؛	3	اب پھر اُس نے مجھے پیغام بھیج دیا کہ مدینہ سے چلا جاؤں۔
وَاللّٰهِ لَقَدۡ دَفَعۡتُ عَنۡهُ حَتّٰى خَشِيۡتُ اَنۡ اَكُوۡنَ آثِمًا ؛	4	خدا کی قسم عثمان کا بچاؤ کرتے کرتے مجھے خوف معلوم ہونے لگا ہے کہ کہیں میں گنہگار نہ ہو جاؤں۔

تشریحات:

حضرت علی علیہ السلام نے اپنے دشمن سے تعاون اور مدد میں حد کر دی۔

قارئین سب سے پہلے یہ سوچئے کہ یوں تو سارے قریش بالعموم حضرت علی علیہ السلام کے جانی دشمن تھے مگر ابو بکر وعمر وعثمان اور تمام قریشی لیڈر حضرت علیؑ کے بالخصوص دشمن تھے۔لیکن عثمان پر جو کچھ گزر رہی تھی اُس میں عثمان کو اپنی قوم اور قوم کے دوستوں سے ذرہ برابر رحم اور عمدہ سلوک کی قطعاً امید نہیں ہے۔اور اس کے برعکس حضرت علی علیہ السلام سے ایسی صورت میں تعاون اور مدد کی امید ہے جب کہ عثمان بار بار حضرت علیؑ سے وعدے کر کے خلاف ورزیاں کرتا چلا آ رہا ہے۔وہ حضرت عثمان کے مخالفوں کو سمجھا بُجھا کر عثمان کے وعدوں پر یقین لا کر ٹھنڈا کرتے ہیں

Presented by Ziaraat.Com

سخت اقدامات سے روکتے ہیں اور عثمان اور مروان وعدوں کے خلاف عوام الناس کو بُرا بھلا کہتے ہیں اور اُن پر سختیاں کرتے ہیں اور لوگ حضرت علیؑ سے جواب طلب کرتے ہیں اور انہیں معافی دلانے میں قصور وار گردانتے ہیں۔ حضرت علی علیہ السلام کو مدینہ سے باہر جانے کے لئے کہتے ہیں وہ حضورؑ بال بچوں کو تنہا چھوڑ کر مدینہ سے چلے جاتے ہیں۔ اور جب مخالفین عثمان پر اس لئے تشدد کرتے ہیں کہ تم نے حضرت علیؑ کو مدینہ سے کیوں نکال دیا؟ تو تشدد سے بچنے کے لئے واپس آجانے کا تقاضا کرتے ہیں۔ ابھی چند روز پہلے عبداللہ بن عباس کے ہاتھ پیغام بھیج دیا کہ حضرت علی علیہ السلام پھر مدینہ سے باہر اپنی زمین پر چلے جائیں تا کہ نہ علیؑ موجود ہوں گے اور نہ مخالف عثمان کو خلافت سے معزول کرنے میں شدت برتیں گے۔ اس مرتبہ حضرت علیؑ نے انکار کردیا اور کہہ دیا کہ عثمان انہیں ایک آبکش اونٹ کی طرح استعمال کرنا چاہتا ہے۔ چنانچہ آپؑ نے عبداللہ بن عباس کو ناکام واپس بھیج دیا تھا۔ یہ یاد رہے کہ یہ وہ زمانہ ہے جب مخالفوں نے عثمان کی صرف نقل وحرکت پر پابندی لگا رکھی ہے۔ عثمان کے محل کا پوری طرح محاصرہ ابھی نہیں ہوا تھا۔ ابھی ماہ ذی الحجہ آئے گا اور عثمان عبداللہ بن عباس کو امیر حج بنا کر مکہ بھیجے گا انہیں ایک خط بھی دے گا جس میں حج کے لئے آنے والے گورنروں کو مدد کے لئے لکھے گا ابھی عائشہ نے بھی حج کے لئے روانہ ہونا ہے۔ یعنی خطرہ پوری طرح سامنے نہیں ہے مگر عثمان پھر بھی حضرت علی علیہ السلام کو استعمال کرتا چلا جارہا ہے۔ اور حضورؑ اس حدتک اس کا تحفظ کرتے رہے ہیں کہ جو گناہ کی حدتک جارہا ہے۔ اور قریش کی بے غیرتی مطلب پرستی اس حد پر پہنچے گی کہ وہ اس قدر بچاؤ کرنے والی ہستی ہی کو عثمان کا قاتل قرار دے کر قتل عثمان کا قصاص وانتقام طلب کریں گے۔

2۔ جَمَلًا نَاضِحًا بِالْغَرْبِ اُقْبِلُ وَاُدْبِرُ، آبکش اونٹ جو چَرس کے ساتھ آگے اور پیچھے چلتا ہے۔

قارئین اگر نہ سمجھے ہوں تو سنیں کہ کھیتی یا باغوں کی آبپاشی یا سینچائی اور نہروں یا چشموں سے پانی کو نالوں اور نالیوں سے لا کر کی جاتی ہے جہاں نہروں یا چشموں سے پانی خود بہہ کر نہ آتا ہو یا جہاں صرف کنویں ہوں وہاں نہروں، چشموں اور کنوؤں سے پانی نالیوں میں پہنچانے کے لئے خود کاشتکاروں کو پانی نالیوں تک پہنچانا پڑتا ہے۔ اس کے لئے تین قسم کا انتظام کیا جاتا ہے جس کی عمر بہت قدیم ہے۔ آج کل تو ٹیوب ویل سے کام لیا ہے یعنی انجن کے ذریعہ پانی کھینچ کر پہنچا دیا جاتا ہے۔ اس سے پہلے ایک مکینیکل انتظام جاری تھا اور جو آج بھی کہیں کہیں جاری ہے اس کا نام ''رہٹ'' تھا۔ اس میں لکڑی یا لوہے کی غراریوں کے ذریعہ بہت سے ڈول یکے بعد دیگرے پانی سے بھر بھر کر اوپر لائے اور اوندھائے جاتے ہیں اور یہ کام بیلوں، اونٹوں اور گھوڑوں سے کرلیا جاتا ہے۔ ایک اور انتظام کا نام ''ڈھینکلی'' ہے اور یہ ویسا ہی ہے جیسے آج کل سڑک روکنے کا انتظام ہے۔ ایک بلی کے ایک کنارے پروزن ہوتا ہے دوسرا سرا خالی ہوتا ہے۔ خالی سرے کو دبانے سے بلی پوری سڑک کو گھیر لیتی ہے اور گاڑیاں موٹریں لامحالہ رک جاتی ہیں۔ جب خالی سرے کو آزاد چھوڑا جاتا ہے وزن والا سرا نیچے چلا جاتا ہے اور بلی کا خالی سرا اوپر اٹھ کر سڑک کو آزاد کردیتا ہے۔ اور گاڑیاں گزرنے لگتی ہیں۔ اگر اس خالی سرے میں رسی اور ڈول باندھ دیا جائے تو بلی کو دبانے سے ڈول کو پانی تک پہنچا کر جھکولا دے کر لبریز کیا جاسکتا ہے اور ڈول بھر جانے کے بعد بلی کو چھوڑنے سے دوسرے سرے کا وزن بلی کو اوپر لے جائے گا اور ڈول کو الٹا کر کے خالی کردیا جائے گا لہٰذا بلی کو بار بار جھکانے اور چھوڑنے سے پانی نالی میں رواں کیا جاتا ہے مگر یہ طریقہ چھوٹی سی آبپاشی کے لئے قدیم عرصہ سے جاری ہے۔ وہ طریقہ جس کا ذکر حضورؑ نے فرمایا ہے اُسے چَرس کہتے ہیں اور اُس میں کنویں کے پاس سے دور کو ڈھلوان نما گڑھا کھودا جاتا ہے تا کہ جب بیل، گھوڑا یا اونٹ اُس میں چلایا جائے تو وہ خود اپنے وزن سے بلامحنت اُسی طرح اُترتا چلا جائے جیسے پہاڑ سے اُترتے ہیں۔ ہوتا یہ ہے کہ چَرس (عظیم ڈول) کو پانی تک پہنچا کر جھکولے دے کر بھرلیا جاتا ہے۔ اور اس کے بعد اس کا سرا اونٹ کی زین میں اٹکا دیا جاتا ہے اور اونٹ کو ڈھلوان میں ہانکا جاتا ہے وہ کم

Presented by Ziaraat.Com

سے کم زور لگائے نیچے اترتا چلا جاتا ہے اور بھرا ہوا ڈول اوپر آجاتا ہے ایک شخص ڈول کو اوندھا کر کے خالی کرتا اور پھر پانی سے بھرتا ہے۔ اتنی دیر میں اونٹ کو واپسی کے راستے سے پھر ڈھلوان پر لایا جاتا ہے اور لانے والا پھر چرس کا سرا اٹکا کر اونٹ کو نیچے لے جاتا ہے۔ یوں یہ دونوں آدمی پانی نالی میں جاری رکھتے ہیں۔ اس سے بہت بڑی مقدار میں آبپاشی کی جاتی ہے۔ حضرت علی علیہ السلام اس اونٹ کی بات فرما رہے تھے۔ جو ہر وقت آگے پیچھے لایا اور لے جایا جاتا ہے۔ اور اس کی منزل آتی ہی نہیں اور اونٹ بے بس رہ کر اشاروں پر کام کرتا چلا جاتا ہے۔

3۔ کیا عثمان ابو بکر وعمر کی سنت پر گامزن رہا؟ کیا اُس نے وہ وعدہ پورا کیا جس سے خلافت حاصل کی تھی؟

اس سوال کا جواب قریشی علما کی کثرت نے یہی دیا ہے کہ عثمان ہی وہ شخص ہے جس نے ابو بکر وعمر کی تمام مصلحتوں، پالیسیوں اور تدبیروں کا ستیاناس کر کے رکھ دیا۔ اگر یہ جواب صحیح ہے تو یہ ماننا پڑے گا کہ عثمان نے عبدالرحمٰن بن عوف کو اور قریش کی کثرت کو فریب دے کر خلافت حاصل کی تھی یا یہ کہا جائے گا نہ دھوکا دیا نہ دھوکا دینے کا ارادہ تھا۔ بلکہ ارادہ تو یہی تھا کہ وہ ابو بکر وعمر کی سنت پر عمل کرے گا۔ لیکن حالات ایسے پیدا ہو گئے کہ غریب عمل کر نہ سکا۔ یہ جواب بھی بہت سے قریشی علما نے دیا ہے۔ ان دونوں جوابات میں سے کوئی ایک بھی سو فیصد صحیح نہیں ہے۔ صحیح یہ ہے کہ اُس نے دونوں کام کئے۔ اور اپنی سوجھ بوجھ کے مطابق جہاں ضروری سمجھا ابو بکر وعمر دونوں کی یا کسی ایک کی سنت کے خلاف عمل کیا اور جہاں ضروری سمجھا ابو بکر وعمر دونوں کی یا دونوں میں سے کسی ایک کی سنت کے مطابق عمل کیا۔ اس کے سامنے ضروری یہ تھا کہ ہر وہ کام کرے جس سے خلافت وحکومت حضرت علیؑ سے دور ہوتی چلی جائے۔ اس لئے کہ اُسے ابو بکر وعمر اور قریش کے بزرگ لیڈروں کی خفیہ پالیسی یا بقول شبلی سربستہ راز معلوم تھا کہ خلافت وحکومت کو خاندان نبوت میں نہ جانے دیا جائے۔ ابو بکر وعمر نے بھی ہر وہ کام واقدام کیا تھا جس سے خلافت وحکومت حضرت علی علیہ السلام سے دور ہوتی چلی جائے۔ یعنی اُن دونوں کی بھی کوئی مستقل سنت یا لگا بندھا طریقہ نہ تھا۔ یعنی وہ کسی ایک ضابطہ یا قانون کے نہ تو پابند تھے نہ پابند رہ سکتے تھے۔ بس جو چیز اُن کے یہاں ضروری لازمی اور مستقل تھی وہ یہی کہ حضرت علی علیہ لسلام کو حکومت سے دُور اور محروم رکھا جائے''ابو بکر وعمر کی سنت'' کا جملہ اُسی قسم کا مقدس جملہ یا نعرہ یا سلوگن (SLOGAN) ہے جیسے کہ ''کتاب وسنت'' یعنی عوام کو فریب دینے کے لئے ایک بے معنی جملہ، جس سے عوام خواہ مخواہ ''قرآن اور سنت'' سمجھ لیتے ہیں حالانکہ لفظ کتاب ہر کتاب کے لئے بولا جاتا ہے اور سنت ہر طریقہ کو کہتے ہیں۔ یہ لوگ بھول کر بھی ''قرآن اور سنت رسوؐل'' نہیں کہتے۔ ''کتاب وسنت'' کے حقیقی معنی اُن کے مافی الضمیر میں یہ ہوتے ہیں کہ ''کتاب یعنی جو کچھ قریشی لیڈروں نے قرآن سے سمجھا اور قبول کیا'' اور ''سنت یعنی جو کچھ قریشی لیڈروں نے عمل کیا'' دوسرے الفاظ میں نہ وہ قرآن سے تعلق رکھتے ہیں نہ انہیں سنت رسوؐل سے مطلب ہے۔ یہ جملہ تو حضرت علی علیہ السلام کو خلافت سے دُور رکھنے کے لئے بولا اور گھڑا گیا تھا۔ انہیں معلوم تھا کہ وہ شخص ہرگز ''سنت شیخین'' کو قبول نہ کرے گا جو ابو بکر وعمر کو اُن کے منہ پر غاصب وغادر وخائن کہتا رہا ہو۔ کیا وہ یہ اقرار کر سکتا تھا کہ میں غصب وغدر وخیانت پر عمل کروں گا؟ لہٰذا عثمان نے حقیقت کو سمجھا اور اقرار کیا عثمان کے اقرار یا وعدہ کا قریشی پالیسی کے ماتحت یہ مطلب سو فیصد صحیح ہے کہ: ''ہاں ہاں میں ابو بکر عمر کی طرح ہر وہ کام کروں گا جس میں بلا ناغہ حضرت علی کے خلاف غصب وغدر وخیانت برقرار رہے۔''

آپ ان معنی کے ماتحت اگر عثمان کو اور عثمان کے عمل درآمد کو جانچیں گے تو ہرگز اُس کو وعدہ خلاف نہ کہہ سکیں گے۔ اور اُس کی بات پر نکتہ چینی اور شکوے کی صورت ڈھونڈے نہ ملی گی۔ اور وہ تمام بحثیں فضول وعبث ہو کر رہ جائیں گی جو عثمان کے ناقدوں مثلاً ڈاکٹر طہٰ حسین نے لکھی ہیں۔ پھر ابو بکر وعمر کے ادوار مستقل ادوار نہ تھے وہ بھی قریشی پالیسی اور منصوبوں کے تقاضوں کے ماتحت کام کرتے رہے۔ کسی ایک چیز کا نام لے کر

Presented by Ziaraat.Com

ہمیں بتائیں جسے انہوں نے بطورِ اصول مستقل طریقہ پر کیا ہو اور کبھی اور کسی حالت میں اور کسی مقدار میں اس کی خلاف ورزی نہ کی ہو۔لیکن جو بات ہمیں بتائی جائے وہ کہانی نہ ہو۔افسانہ نہ ہو۔ہمارا دعویٰ ہے کہ اُن دونوں کی کوئی ایک بات بھی مستقل اصول کی حیثیت سے نہ تھی۔وہ نہایت موقع شناس تھے اور جیسا موقع پاتے تھے عین اُس موقع کے مطابق عمل کرتے تھے۔بس اُن کی جو چیز مستقل اور غیر متبدل تھی وہ ایک ہی تھی کہ ہر وہ کام کرو جس سے حضرت علی علیہ السلام حکومت سے محروم رہیں اور تو اور ابوبکر وعمر کی تو نماز و اذان بھی مستقلاً ایک نہیں رہی ہے (بخاری) بہر حال عثمان نے اس پالیسی پر بلا شبہ سو فیصد عمل کیا یہاں تک کہ جان دے دی اور بڑی ذلت وخواری سے دنیا سے رخصت ہوئے۔خلافت کا جنازہ چرند و پرند وسگ وخوک کی ضیافت کے ساتھ نکلا اور حضرت علی علیہ السلام کے دباؤ سے دفن ہوسکا اور اُن ہی لوگوں کے قبرستان میں دفن ہوا جن کی درسگاہ سے نظام اجتہاد ومشاورت حاصل کی تھی۔

4۔جماعت شوریٰ میں صرف حضرت علیؑ بے زر تھے ورنہ تمام امیدوارانِ خلافت کروڑ پتی لوگ یا صحابہ تھے۔

عثمان خود ایک کروڑ پتی سرمایہ دار شخص تھے اور دیکھ رہے تھے کہ ابوبکر وعمر کی سنت یہی ہے کہ کروڑ پتی تیار کئے جائیں اور حکومت کروڑ پتیوں میں رکھی جائے اور رعایا کو چاروں طرف سے گھیر کر کروڑ پتیوں سے وابستہ کر دیا جائے یہ ایک ہی پالیسی علیؑ کو خلافت سے دور رکھنے کے لئے کافی ہے۔عثمان نے بہت قریب سے اور بہت غور سے دیکھا تھا کہ ابوبکر وعمر نے دولتمندوں، سرمایہ داروں اور تاجروں کا ایک خاص طبقہ تیار کرنے میں بڑی محنت کی تھی۔قارئین سوچیں کہ عائشہ کے پاس نہ کوئی بچہ تھا جسے پالنے اور بڑھانے پر روپیہ خرچ ہوتا۔اُسے اور اسی قسم کی بے اولاد ازواج رسولؐ کو بارہ ہزار سالانہ کا وظیفہ مستقلاً ملتا رہا اور ساتھ ہی دوسو سالانہ وظیفہ والے مسلمان بھی اسی وظیفہ کے رجسٹر میں موجود تھے۔جن کو پورے خاندان، بیویوں اور بچوں کو پالنا پڑتا تھا۔سوال یہ ہے کہ ان خاندانوں کے ماہانہ وظیفہ سترہ درھم کے مقابلہ میں عائشہ کو ایک ہزار درھم ماہانہ کیوں دیئے جاتے رہے؟ اور وہ اتنی رقم کا کیا کرتی تھی؟ تیس بتیس (30یا32) سال کی جوان عورت کو یہ رقم کس قسم کی تحریکات میں الجھا سکتا تھا؟ وہ عورتیں جو شوہر کی زندگی میں گھر میں نہ بیٹھتی تھیں۔جو نمائشِ حسن کے لئے آوارہ گردی کرتی تھیں جو اپنی پسند کے لوگوں کو شوہر کی اطلاع واجازت کے بغیر اپنے گھروں میں بلاتی اور لطف صحبت اڑاتی رہتی تھیں۔جو معاشقہ اور جذبات انگیز باتیں کرتی تھیں (قرآن) جو شوہر سے خرچہ بڑھانے کا تقاضا کرتی رہتی تھیں (قرآن) وہ رقم کی اس بہتات اور فراوانی میں کیا کچھ نہ کرتی ہوں گی؟ اِدھر یہ حال تھا اور اُدھر حضرت علیؑ اور اُن کے گھر والے علیھم السلام کو پیسے پیسے سے مجبور کر رکھا تھا۔وہ تمام وسائل آمدنی چھین لئے گئے تھے جو رسولؐ نے دے رکھے تھے جو پھٹے پرانے کپڑوں میں چلتے پھرتے اور اپنی زندگی بسر کرتے تھے جن کے گھروں میں فاقہ کا ڈیرہ لگا رہتا تھا جو بھوکے پیاسے اور پھٹے کپڑوں میں جماعت شوریٰ کے کروڑ پتیوں میں آکر بیٹھنے پر مجبور کئے گئے اور زرق و برق لباس پہنے ہوئے سرمایہ داروں کی چکا چوند میں خلافت کے استحقاق کی بحث کیلئے مجبور کئے گئے تھے۔

5۔جماعت شوریٰ کے پانچ کروڑ پتی۔

(اول) طلحہ بن عبیداللہ۔ان کی روزانہ آمدنی کا حساب خود قریشی تاریخوں میں یوں لکھا گیا ہے کہ صرف عراق سے ایک ہزار دینار (اشرفیاں) روزانہ۔اس سے زیادہ بھی لکھی گئی ہے۔اور سراۃ کے علاقہ کی روزانہ آمدنی ایک ہزار دینار سے زیادہ لکھی گئی ہے۔کوفہ میں اُن کا ایک عالیشان محل تھا جو مورخ مسعودی نے خود دیکھا تھا۔ایک محل خود مدینہ میں تھا۔وفات کے وقت اُن کے پاس بائیس لاکھ (2200000) درہم اور دو لاکھ (200000) دینار تھے۔جائیداد کی کل قیمت تین کروڑ (30000000) درہم تھی (مروج الذہب مسعودی حصہ دوم صفحہ 223 اور استیعاب

Presented by Ziaraat.Com

ابن عبدالبر حصہ اول صفحہ 215 اور پولیٹکس ان اسلام مسٹر خدا بخش صفحہ 151)

(دوم) زبیر بن العوام ۔ یہ ابوبکر کے داماد تھے ۔عمر کی حکمت عملی اور عائشہ کی کوششوں سے یہ حضرت علی علیہ السلام کے دشمن ہو گئے تھے ۔اُن کی سرمایہ داری کا یہ عالم تھا کہ اُن کے عالیشان محلات بصرہ میں مصر میں کوفہ اور اسکندریہ میں تھے ۔وفات کے وقت انہوں نے پچاس ہزار دینار نقد چھوڑے تھے ۔ایک ہزار گھوڑے ،سینکڑوں غلام اور کنیزیں چھوڑیں اور ایک ہزار ایسے مملوک چھوڑے جو خراج ادا کرتے تھے (مروج الذہب مسعودی جلد 2 صفحہ 222 اور استیعاب ابن عبدالبر جلد اول صفحہ 208 پالیٹکس ان اسلام مسٹر خدا بخش صفحہ 181)

(سوم) عبدالرحمٰن بن عوف ۔ بہت بڑے سرمایہ دار تھے ۔وادی عقیق میں نہایت شاندار محل تھا ۔اُن کے اصطبل میں سو گھوڑے ایک ہزار اونٹ اور دس ہزار بکریاں تھیں ۔مرنے سے پہلے بہت روئے پوچھا تو جواب دیا کہ مصعب بن عمیر اور حمزہ بن عبدالمطلب دونوں مجھ سے بہتر تھے ۔دونوں کا انتقال عہد رسولؐ میں ہوا تھا ۔انہوں نے اتنا بھی نہ چھوڑا کہ کفن کے لئے کافی ہوتا ۔عبدالرحمٰن کے پاس اتنا نقد روپیہ تھا کہ چاروں بیویوں کو ایک ایک لاکھ درہم ورثہ ملا (مروج الذہب مسعودی جلد 2 صفحہ 222 اور استیعاب جلد 2 صفحہ 560 پالیٹکس صفحہ 151)

(چہارم) سعد بن ابی وقاص ۔ بڑے سرمایہ داروں میں شمار تھے ان کا محل بھی وادی عقیق میں تھا ۔مرنے پر دولاکھ پچاس ہزار (250000) درھم ترکہ میں چھوڑے (طبقات ابن سعد جلد 3 صفحہ 105 مروج الذہب جلد 2 صفحہ 434,222، استیعاب جلد 2 صفحہ 5010 پالیٹکس صفحہ 151)

(پنجم) خود عثمان ۔ یہ تو غنی مشہور ہیں مدینہ میں شاندار بلند و بالا محل تھا ۔پتھر اور چونے سے بنایا تھا ۔آبنوس اور صندل کی لکڑی کے دروازے تھے ۔ سینکڑوں باغات اور چشمے مدینہ کے نزدیک تھے ۔قتل ہوئے تو ایک لاکھ پچاس ہزار دینار اور دس لاکھ درہم چھوڑے ۔وادی القریٰ وحُنین میں اُن کی جائیداد کی قیمت ایک لاکھ دینار تھی ۔بے شمار اونٹ اور گھوڑے تھے ۔(مروج الذھب جلد 2 صفحہ 222)

ہزاروں سرمایہ داروں میں عمر نے اپنے تیار کردہ کروڑ پتیوں میں سے مذکورہ بالا پانچ سرمایہ دار ،حضرت علی علیہ السلام ایسے بے زر انسان کے مقابلے پر رکھے تھے اور ساری امت جانتی تھی کہ حضرت علیؑ سرمایہ داری اور طبقہ واریت کے سب سے بڑے دشمن تھے اور مقابلے پر آنے والے یہ پانچوں سرمایہ دار جانتے تھے کہ اگر علیؑ خلیفہ ہو گئے تو اُن کی سرمایہ داری خاک میں مل جائے گی ۔لہٰذا اُن سب پر لازم تھا کہ وہ سرمایہ داری کے تحفظ میں بھی حضرت علیؑ کو خلافت سے دور رکھیں اور ضرورت پڑے تو جان و مال کی بازی لگا دیں ۔عثمان جو چادر اوڑھتے تھے وہ ایک سو اشرفی قیمت کی ہوتی تھی ۔(استیعاب جلد 2 صفحہ 476) (طبقات ابن سعد جلد 3 صفحہ 40)

سرمایہ داری اور دولت غربا کو باندھ کر رکھنے کا ذریعہ ہے چنانچہ آج بھی دیکھ لیں کہ رعایا کی کثرت رؤسا کے ساتھ رہتی ہے اور جن کے ساتھ کثرت ہوتی ہے وہ حکومتِ وقت کے دست بازو ہوتے ہیں ۔اُن ہی کے ہاتھ میں فلاح عامہ اور دولت کی کنجیاں ہوتی ہیں ۔ برخلوص دینداروں کو نہ حکومت پوچھتی ہے نہ عوام گھاس ڈالتے ہیں ۔

6۔ طٰہٰ حسین اور جماعت شوریٰ، اُن کی دولت اور دوستی و دشمنی۔

جماعت شوریٰ کی پوزیشن ڈاکٹر صاحب کی کتاب الفتنۃ الکبریٰ سے دیکھ لیں مگر ڈاکٹر صاحب نے یہ تاثر پیدا کرنے کے لئے کہ عمر نے بہترین لوگوں کو خلافت کا امیدوار بنایا تھا جماعت شوریٰ کے ہر فرد کی گویا مختصر سوانح عمر لکھدی ہے جسے ہم پوری کی پوری نقل نہ کریں گے اس لئے بھی کہ ہمیں اختصار مطلوب ہے اور اس لئے بھی کہ اُن کے حالات میں غپ شپ والی روایات بھی گڈمڈ کر دی ہیں ۔لیکن ہم جو کچھ لکھیں گے وہ طٰہٰ

Presented by Ziaraat.Com

حسین کے الفاظ میں واوین کے اندر ہوگا سنئے:

(اول) عبدالرحمٰن بن عوف۔ ''مدینہ میں آئے ہوئے ابھی تھوڑا ہی عرصہ گزرا تھا کہ ان کا شمار اغنیاء میں ہونے لگا۔ ہم یہ بھی قبل ازیں بتا چکے ہیں کہ عبدالرحمٰن نے بیش بہا ترکہ چھوڑا تھا۔ جس میں ایک ہزار اونٹ، تین ہزار بھیڑیں بکریاں، ایک سو گھوڑے اور اتنی زمین بھی شامل تھی جسے بیس اونٹ سیراب کرتے تھے۔ اُن کی چار بیویوں میں سے ہر ایک بیوی کا حصہ جو ترکہ کے ثمن (1/8) کا چوتھائی تھا اَسی (80) ہزار اور ایک لاکھ کے درمیان بنا تھا۔ ان تفاصیل سے اگر کسی چیز کی عکاسی ہوتی ہے تو وہ یہی ہے کہ اُن کے پاس بے شمار دولت تھی۔ حضرت عبدالرحمٰن نے جو سونا چھوڑا تھا اسے کلہاڑیوں سے توڑا گیا تھا اور اسے کاٹنے والوں کے ہاتھوں میں آبلے پڑ گئے تھے۔ ساتھ ہی یہ بھی ذہن نشین رہے کہ عبدالرحمٰن ہی واحد شخصیت نہ تھے جو اس قدر عظیم سرمایہ کے مالک تھے۔ تمام صحابہ کبار اور رؤسا قریش کا یہی حال تھا (فتنۃ الکبریٰ صفحہ 234) مگر عبدالرحمٰن آخر قریشی تھے اور زندگی اُسی انداز سے بسر کرتے تھے جو قریش کو پسند تھا۔ وہ زہد پر کاربند نہ تھے۔ نہ خشک زندگی کے قائل تھے۔'' (فتنۃ الکبریٰ صفحہ 299 تا 301)

(الف) عثمان سے تعلقات۔ ''عثمان کی خلافت کے ابتدائی ایام میں عبدالرحمٰن عثمان کے مخالف نہ تھے۔۔۔۔۔ آخر ایک روز لوگوں نے دیکھا کہ عبدالرحمٰن دین اور سیاست دونوں معاملوں میں عثمان کے مخالف ہوگئے۔ پھر وہ دن بھی لوگوں نے دیکھا کہ عبدالرحمٰن نے صرف مخالفت ہی پر بس نہ کی بلکہ عثمان سے قطع تعلق بھی کر لیا۔ نہ اُن سے ملاقات کا سلسلہ باقی رکھا نہ بات چیت کا۔۔۔ عبدالرحمٰن عثمان کو خلیفہ بنانے پر اظہار ندامت کیا کرتے تھے۔ نیز انہوں نے ایک روز حضرت علیؑ سے کہا کہ اگر منظور ہے تو آپ اپنی تلوار سنبھالیں اور میں اپنی تلوار سنبھالوں اور آئیے ہم عثمان کے خلاف جہاد کریں۔ (صفحہ 306-305)

(دوم) سعد بن ابی وقاص۔ ''حضرت سعد نے اپنے بعد کوئی بڑی دولت نہیں چھوڑی انہوں نے دو اور تین لاکھ کے درمیان سرمایہ چھوڑا جو اُن کے دوسرے ساتھیوں کی نسبت کوئی حیثیت نہیں رکھتا''۔ (صفحہ 312)

(الف) تعلقات: گو سعد بن وقاص کو عثمان نے معزول کر دیا تھا۔ لیکن اُس نے نہایت ثبات قدم سے عثمان سے وفاداری کی اور حضرت علی علیہ السلام سے بے وفائی اور غداری کی اور اسی کے بیٹے عمر سعد نے اولاد رسولؐ و علیؑ کو کربلا میں قتل کیا تھا۔

(سوم) زبیر بن العوام: ''عثمان خلافت ملنے کے بعد انہیں بہت عزیز رکھتے تھے۔ عثمان نے زبیر کو چھ لاکھ درہم عطا کئے تھے۔۔۔ زبیر کی دولت اتنی بڑھ گئی کہ وہ امیری میں ضرب المثل ہوگئے۔ زبیر کے وارثوں میں کم از کم ساڑھے تین کروڑ درہم تقسیم ہوئے اور زیادہ بتانے والوں کی رُو سے سَوا پانچ کروڑ درہم تقسیم ہوئے۔ لیکن اعتدال پسندوں کا بیان ہے کہ کل چار کروڑ درہم رقم تھی۔ اس میں اچنبھے کی کوئی بات نہیں کیونکہ زبیر کی ملکیت میں کئی قطعات اراضی منسطاط میں تھے۔ کئی اسکندریہ میں تھے۔ کئی بصرے میں اور کئی کوفہ میں پھیلے ہوئے تھے۔ اکیس (21) مکان مدینہ میں تھے۔ علاوہ ازیں متعدد ذرائع آمدنی اور دیگر جائیدادیں اور ساز و سامان بھی تھا۔

(الف) تعلقات: ''ابتداءً زبیر نے عثمان کی مخالفت میں کوئی سختی اختیار نہ کی تھی کیونکہ عثمان زبیر کے ساتھ ترجیحی سلوک کرتے تھے۔ انہیں انعامات عطا کرتے رہتے تھے۔ یہ ٹھیک ہے کہ زبیر بھی دیگر صحابہ کے ساتھ عثمان کی تنقید اور فضیحت میں شریک تھے۔'' (صفحہ 315 تا 317)

(چہارم) طلحہ بن عبیداللہ ''طلحہ نے عثمان سے پچاس ہزار درہم قرض لئے تھے۔ ایک روز انہوں نے عثمان سے کہا کہ آپ کا مال حاضر ہے کسی کو بھیجئے کہ لے آئے۔ عثمان نے کہا کہ وہ آپ کا ہو چکا ہے۔ عثمان نے طلحہ کو دو لاکھ درہم دیئے تھے۔ تمام اخراجات کے باوجود طلحہ کے پاس بڑی

Presented by Ziaraat.Com

دولت تھی جب وہ فوت ہوئے تو اُن کا ترکہ تین کروڑ درہم تھا۔ جس میں (22) بائیس لاکھ درہم اور دو لاکھ دینار نقد تھے باقی دیگر ساز وسامان جائیدادیں اور املاک تھیں۔''

(الف) تعلقات ''حضرت طلحہ خلافت عثمان کے پہلے دن سے مخالف تھے۔ عثمان نے انہیں مال ودولت سے نوازا تو تعلقات مستحکم ہوگئے۔ لیکن کچھ مدت بعد جب عثمان کے بارے میں مخالفانہ سرگرمیاں ظہور میں آئیں تو طلحہ بھی ان میں شریک ہوگئے۔ جب یہ مخالفت شدت اختیار کرگئی تو طلحہ اس مخالفت کے سرغنوں میں تھے۔ جب عثمان کا محاصرہ کیا گیا تو طلحہ محاصرین میں شامل تھے۔ طلحہ کی دشمنی ایک خاص نوعیت کی تھی۔ جب تک ان کی قدر ومنزلت ہوتی رہی اور انہیں دولت ملتی رہی وہ راضی رہے۔ مگر جب طمع کا دامن دراز ہوا تو عداوت اختیار کرلی۔ نتیجہ یہ ہوا کہ دوسروں کو بھی ہلاک کیا اور خود بھی ہلاک ہوئے (صفحہ 322 تا 324)

(پنجم) حضرت علی علیہ السلام۔ ''حضرت علیؑ کا طرز زندگی فتوحات اسلامیہ کے بعد بھی وہی رہا جو اس سے قبل تھا۔ یعنی ایسی زندگی جو راحت طلبی اور تن آسانی کی بہ نسبت خشونت وجفاکشی سے قریب تر تھی۔ انہوں نے نہ تجارت کی اور نہ مال ودولت کو بڑھایا۔ جب وہ فوت ہوئے تو اُن کا ترکہ ہزاروں میں شمار نہ کیا جاسکا چہ جائیکہ لاکھوں یا کروڑوں میں محسوب ہوتا۔ اُن کا ترکہ جیسا کہ حضرت حسنؑ نے ایک خطبہ میں بیان کیا تھا سات سو درہم تھے اپنی قلیل مدت خلافت میں حضرت علیؑ موٹے جھوٹے اور پیوند لگے ہوئے کپڑے پہنتے تھے۔ (صفحہ 332-333) حضرت عمر نے حضرت علیؑ کو رکن شوریٰ تو مقرر کردیا مگر اُن کے حق میں کوئی خصوصی وصیت نہ کی۔ تاہم انہوں نے ضرور فرمایا کہ اگر لوگ علیؑ کو خلیفہ منتخب کرلیں تو وہ انہیں راہ راست سے منحرف نہ ہونے دیں گے۔ حضرت عمر نے دووجوہ سے حضرت علیؑ کے حق میں وصیت نہ کی تھی۔ ایک یہ کہ بقول عمر وہ یہ نہیں چاہتے تھے کہ زندگی اور موت دونوں حالتوں میں اُن پر مسلمانوں کے معاملات کا بار پڑ جائے دوسرا مطلب یہ تھا کہ قریش کی اکثریت اس خوف سے خلافت کو بنی ہاشم سے دور رکھنا چاہتی تھی کہ کہیں وہ وراثتاً اُن ہی میں منتقل نہ ہوتی جائے۔ اور پھر کبھی بھی وہ قریش کے کسی قبیلے کے حصہ میں نہ آئے لہٰذا بنی ہاشم کو خلافت سے دانستہ دُور رکھا گیا قریش نے بنی ہاشم کو اس لئے بھی خلافت سے دُور رکھا کہ کہیں وہ بنی ہاشم کی رعایا نہ بن جائیں۔ اور اس لئے بھی کہ پھر کبھی قریش کے گھرانے میں خلافت نہ آسکے گی۔ (صفحہ 328 تا 329)

7۔ مورخین نے اپنی تاریخی خیانتوں بددیانتیوں کا خود اقرار کیا ہے اور خیانت وبددیانتی جان بوجھ کر قریش کے لئے کی ہے۔

ہم نے قریشی تاریخ کے فراڈ کا ہر پہلو اپنی تصنیفات میں واضح طور پر ریکارڈ کردیا ہے یہاں مورخین کے چند بیانات لکھے جاتے ہیں تاکہ ہمارے قارئین کو مورخین کے وہ عذرات بھی معلوم ہوجائیں جن کی بنا پر انہوں نے قریش کی بدکاریوں پر پردہ ڈالنا ضروری سمجھا ہے۔

(اول) تاریخ طبری

علامہ طبری اپنی تاریخ میں لکھتے ہیں کہ: ''واقدی نے مصریوں کے عثمان کے پاس آنے کے بہت سے اسباب لکھے ہیں۔ بعض باتیں تو بیان کی گئی ہیں اور بعض کے ذکر سے میں نے خود پہلوتہی کی ہے۔ ایسی باتیں کہ اُن کا تذکرہ مجھے گوارا نہ ہوا۔'' (طبری جلد 5 صفحہ 108)

اور طبری کے ترجمہ حصہ سوم باب 20 صفحہ 474 پر لکھا ہے کہ:

2۔ ''ابوجعفر طبری فرماتے ہیں کہ قاتلین عثمان نے جن اسباب کو قتل کا ذریعہ بنایا تھا ہم نے اُن میں سے بعض کا تذکرہ کردیا ہے اور اکثر روایات ہم نے نظرانداز کردی ہیں۔''

Presented by Ziaraat.Com

3۔ ابو جعفر طبری لکھتے ہیں۔

''ہشام نے ابو مخنف کے حوالے سے یزید بن ظبیان الھمدانی کا یہ بیان ذکر کیا ہے کہ محمد بن ابی بکر نے والی مصر بننے کے بعد امیر معاویہ بن ابی سفیان کو متعدد خطوط لکھے اور کافی عرصہ تک دونوں میں خط وکتابت کا سلسلہ جاری رہا کیوں کہ عام لوگ اُن خطوط کا سننا برداشت نہیں کر سکتے اس لئے میں نے انہیں نظر انداز کر دیا ہے۔'' (ترجمہ طبری خلافت حضرت علی صفحہ 260-261)

(دوم) **مروج الذہب جلد 1 صفحہ 438 اور واقدی نے بیان کیا کہ:**

''حضرت علیؑ کی اس بات کا عثمان نے بہت سخت و نا مناسب جواب دیا جس کا ذکر میں پسند نہیں کرتا اور حضرت علیؑ نے بھی عثمان کو ویسا ہی جواب دیا''

(سوم) **علامہ ابن اثیر لکھتے ہیں کہ:**

''حضرت عثمان کے واقعہ قتل کے اسباب بہت سے میں نے ترک کر دئے کیونکہ کچھ مصلحتیں اسی کی مقتضی تھیں۔'' (تاریخ کامل جلد 3 صفحہ 170)

(چہارم) **ابن کثیر بدایہ و نہایہ جلد 7 صفحہ 177 میں لکھتے ہیں کہ:**

''حضرت عثمان کے زمانہ خلافت میں بہت سے واقعات پیش آئے جتنا ممکن ہوگا ہم اُن واقعات کو بیان کریں گے''

اس کے بعد مورخین نے ہر اُس بات کو چھپایا یا ہلکا کر کے اور صورت بدل کے یا کمی بیشی کر کے لکھا جس کے لکھنے سے قریش کے مظالم، غداریاں اور خیانت و مکر و فریب ظاہر ہو جاتا۔ اور اکثر نے جھوٹے افسانے گھڑ کر تاریخ میں سجا دیئے۔ چنانچہ اسی ابن کثیر نے سینکڑوں کہانیاں گھڑ کر لکھی ہیں جن کی تائید خود قریشی کتب سے نہیں ہوتی ہے۔ ہر وہ شخص جو حق و باطل کی تلاش کرے گا اُسے یقین ہو جائے گا کہ صرف تواریخ ہی نہیں قریش کی تیار کردہ تمام کتب حدیث تمام تفاسیر، تمام سوانح عمریاں، تمام مغازی فراڈ اندر فراڈ ہیں یہی نہیں بلکہ تمام لغات، علم الکلام اور تمام اصول فقہ، اصول حدیث، منطق و فلسفہ، علم المعانی و بیان الغرض اُن کی لکھی ہوئی تمام کتابیں محض بکواس ہیں۔

مفتی جعفر حسین: خطبہ نمبر: 215

علی نقی طہرانی : خطبہ نمبر: 208

خُطبہ ﴿93﴾

1۔قریش اور قریش کے مددگاروں کے مقابلے میں اللہ سے مدد کا ہاتھ طلب کرنا یہ بھی ثابت کرتا ہے کہ آپؑ خود قریش کے قبیلے سے نہ تھے۔2۔قریش نے حضرات علیؑ و محمدؐ کی نسل کو فنا کرنے کی اسکیم جاری کی تھی (بقرہ۔2/205)اور (خطبہ 72، جملے 10 تا 14)۔

3۔علیؑ کی مخالفت پر قریش کا اجماع تھا۔ 4۔خلافت کے غصب ہوتے چلے آنے پر حضورؐ کے تاثرات واقدامات۔

5۔منصوبۂ صبر وضبط آگے بڑھا تو قریشی خلافت کا جنازہ نکل گیا۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡم

اَللّٰھُمَّ اِنِّیۡ اَسۡتَعۡدِیۡکَ عَلٰی قُرَیۡشٍ وَّمَنۡ اَعَانَھُمۡ ؛	1	اے اللہ، تو قریش کے اور ان کے مددگاروں کے اور ان کے ہم مذہبوں کے مقابلے میں میری مدد کے لئے اپنا بازو بڑھادے۔
فَاِنَّھُمۡ قَدۡقَطَعُوۡا رَحِمِیۡ ؛	2	اسلئے کہ اُن سب نے میری نسل کو منقطع کرنے کی پالیسی اختیار کی ہوئی ہے (بقرہ 2/205)
وَاَکۡفَوۡٔا اِنَائِیۡ ؛	3	اور انہوں نے ہمارے ظرف (مقام بلند) کو اُلٹادیا ہے۔
وَاَجۡمَعُوۡا عَلٰی مُنَازَعَتِیۡ حَقًّاکُنۡتُ اَوۡلٰی بِہٖ مِنۡ غَیۡرِیۡ ؛	4	اور میرے اس حق پر تنازع کرنے کے لئے اجماع کرلیا ہے جس کے لئے تمام دوسرے لوگوں سے میں اولیٰ وارفع اعلیٰ ہوں۔
وَقَالُوۡا اَلَآاِنَّ فِی الۡحَقِّ اَنۡ تَاۡخُذَہٗ ؛	5	اور وہ یہ سب بھی مانتے ہیں کہ حکومت کو لے لینا بھی تمہارا حق ہے یعنی تم جب چاہے حکومت لے سکتے ہو،
وَفِی الۡحَقِّ اَنۡ تُمۡنَعَہٗ ؛	6	اور بڈھوں کے پاس اجماع کی وجہ سے خلافت رہنے دینا اور تمہیں منع کردینا بھی حق ہے۔
فَاصۡبِرۡ مَغۡمُوۡمًا اَوۡمُتۡ مُتَاَسِّفًا ؛	7	اب یا تو تم غم واندوہ کے عالم میں صبر کرلو اور نہیں تو افسوس کی حالت میں مرو۔
فَنَظَرۡتُ فَاِذَا لَیۡسَ لِیۡ رَافِدٌ ؛	8	چنانچہ میں نے غور سے حالات پر نظر ڈالی تو پتہ چلا کہ مجھے میرے مقصد میں نہ تو کوئی فائدہ پہنچانے والا ہے۔
وَلَاذَابٌّ ؛	9	اور نہ کوئی میرے مخالفوں کی روک تھام ہی کرنے والا ہے۔
وَلَا مُسَاعِدٌ اِلَّآ اَھۡلَ بَیۡتِیۡ ؛	10	اور نہ ہی میرے اہل بیتؑ کے علاوہ کوئی اور دست بازو سے میرے مقصد کا دفاع کرنے والا ہے۔

Presented by Ziaraat.Com

فَضَـنَـنْتُ بِهِمْ عَنِ الْمَنِيَّةِ فَاَغْضَيْتُ عَلَى الْقَذىٰ ؛	11	چنانچہ میں نے اہلبیتؑ کی قوت ضائع کرنے میں کنجوسی برتی لہٰذا میں نے گردوغبار کے بلند ہونے پرچشم پوشی کر لی تھی۔
وَجَرِعْتُ رِيقِيْ عَلَى الشَّجٰى ؛	12	اور میں نے اپنے جوش اوراُکساہٹ پر مہلت کا جام پی لیا۔
وَصَبَرْتُ مِنْ كَظْمِ الْغَيْظِ عَلٰى اَمَرَّ مِنَ الْعَلْقَمِ ؛	13	اوراپنے غیظ وغضب کو پی کرایک تلخ ترین حقیقت کا صبر سے مقابلہ کرنا طے کرلیا۔
وَآلَمَ لِلْقَلْبِ مِنْ حَزِّ الشِّفَار ؛	14	اورایسی حالت سے گزرجانا برداشت کرلیا جودل میں برچھی کے کچوکوں سے زیادہ الم انگیزتھی۔

تشریحات:

قریش نام کی قوم کا بنی ہاشم یا خاندان رسولؐ سے کوئی نسبی رشتہ نہ تھا۔

یہ حقیت بار بار سامنے لائی اور دُہرائی جاتی رہی ہے کہ قریش حضرت اسماعیل علیہ السلام کی اولاد اورنسل سے ہرگز نہیں ہیں۔دوسرے تاریخی، منطقی اورنفسیاتی ثبوت سے قطع نظر کرکے خود حضرت علی علیہ السلام اپنے بیانات میں قریش کو بحیثیت مجموعی ایک قوم اور وہ بھی ایک دشمن قوم کہہ کرمخاطب فرماتے رہے ہیں۔ چنانچہ اس خطبے میں بھی اُسے دشمن قرار دے کراللہ سے اُس پوری قوم کے مقابلے میں مدد طلب فرمائی ہے۔اگر حضورؐ خود بھی قریش میں سے ہوتے تو ہرگز پوری قوم فرمانے کا موقع نہ ہوتا اور کچھ لوگوں کے استثنا کی ضرورت تھی۔مثلاً پوری قوم کے بجائے حضورؐ کو یوں کہنا چاہیے تھا کہ:

''اے اللہ تو میری قوم کے اورمیری قوم کے اُن مددگاروں اورہم مذہبوں کے مقابلے میں میری مدد کے لئے اپنا بازو بڑھادے جو میری نسل کو منقطع کرڈالنے کی پالیسی پرعمل کرر ہے ہیں۔''

حضور علیہ السلام کا ایسا جملہ نہ بولنا ثابت کرتا ہے کہ وہ پوری قوم کو اپنا دشمن فرمار ہے ہیں اور قریش کی قوم میں سے کسی فرد کو مستثنیٰ نہیں کرتے اورقوم کے ہرفرد مردوں،عورتوں، جوانوں، بڈھوں اور بچوں کے مقابلے میں اللہ سے مدد طلب کرتے ہیں۔ساتھ ہی یہ فرمانا کہ:

''قریش میری نسل کو منقطع کرنے میں لگے ہوئے ہیں۔''

اس جملے میں بھی حضرت علی علیہ اسلام کی نسل،قریش کی نسل سے نہیں ہے۔ورنہ اس کے معنی یہ ہوں گے کہ قریش ''خود اپنی نسل کُشی میں لگے ہوئے ہیں'' یہ معنی نہ صرف بے معنی ہیں بلکہ کوئی نسل اپنی نسل کُشی نہیں کرتی۔علاوہ ازیں خطبے کے تمام جملے طرح طرح قریش کی اجتماعی دشمنی کا ثبوت ہیں اور ہر جگہ قریش کا ایک غیرنسل غیرقوم اور جانی ونسلی وقدیم دشمن ہونا ظاہر ہوتا ہے۔اور ہم سابقہ خطبات کی تشریحات میں اور دیگر متعدد تصنیفات میں ثابت کرچکے ہیں کہ قریش قحطانی نسل سے ہیں اور حضرت اسماعیل علیہ السلام کی مکہ میں آمد کے زمانہ سے نسل ابراہیمؑ کے دشمن ہیں۔

Presented by Ziaraat.Com

2۔ قریش اُن لوگوں کو کہا جاتا تھا جن کے ماں باپ اور خاندان اور پالنے والوں کا پتہ نہ ہو۔ جھاڑی کے پیچھے ملے ہسپتال میں پالے گئے

ہم نے قریش کے لئے "مخلوط النسل" لوگ لکھا ہے اور حضرت علی علیہ السلام نے اُن کے لئے "لَا اَبَا لَهُم" فرمایا ہے اور اللہ نے فَاِنۡ لَّمۡ تَعۡلَمُوۡۤا اٰبَآءَهُمۡ "(سورہ احزاب 33/5) قریش کو باپ کی شرط سے مستثنٰی کر کے دینی بھائی کہنے کی رعایت دی (فَاِخۡوَانُكُمۡ فِى الدِّيۡنِ) (33/5) ہے۔ اور انہیں اپنا پیرو کار بنا لینے کی اجازت دی ہے (وَمَوَالِيۡكُمۡ)(33/5) اور سب سے بڑی قریش کی تیار کی ہوئی تاریخ میں یہ لکھا گیا ہے کہ:

"ابن کلبی کہتا ہے کہ قریش کے معنی نسب کا دیوان ہیں۔ یہ نہ کوئی باپ ہے۔ نہ ماں نہ مُربّی نہ مُربّیہ ہے۔" (طبری ترجمہ جلد اول صفحہ 46)

3۔ مخلوط النسل اور نطفہ نا تحقیق لوگوں نے ایک قوم بننے کا فراڈ اور فریب کیا تو قریش بن گئے۔

تاریخ طبری ہی نے اُس سازش کا اَتا پتا بتایا ہے جو قریش بننے والوں نے کی تھی۔ اُن لوگوں نے پہلے ایک شخص کو قریش مشہور کرنا چاہا جس کا نام فہر بن مالک تھا۔ پھر کسی نامعلوم وجہ سے انہوں نے ایک اور شخص کو قریش مشہور کرنا چاہا جس کے باپ کا نام بدر بن یخلد گھڑا گیا ہے۔ پھر اُسے بھی نہ معلوم کیوں چھوڑ دیا اور کہا کہ نضر بن کنانہ کا لقب قریش تھا۔ پھر یُوں بھی سازش آگے نہ بڑھی تو اُن لوگوں نے قصی بن کلاب کے ساتھ قریش کا لقب چپکا دیا۔

4۔ سازش پکڑی گئی اور ثابت ہو گیا کہ نہ فہر قریش تھا نہ بدر قریش تھا نہ نضر ہی قریش تھا۔

معلوم ہوا کہ فہر و بدر و نضر سب مصنوعی کردار تھے آخری سہارا قصی سے لیا گیا۔ (طبری صفحہ 45-46)

طبری نے یہ بھی لکھا ہے کہ:

1 "یہ بھی کہا گیا ہے کہ نضر بن کنانہ کا نام ہی "قریش" تھا۔ اور یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ جب تک قصی بن کلاب نے تمام بنونضر بن کنانہ کو ایک جا جمع نہیں کر دیا یہ بدستور بنونضر ہی کہلاتے رہے۔ جب سب جمع ہو گئے تو اب اُن کو اس لئے قریش کہا جانے لگا کہ تجمّع ہی تقرش ہے۔" (صفحہ 47) مسلسل لکھا ہے کہ:

2۔ "عبد الملک بن مروان نے محمد بن جبیر بن مطعم سے دریافت کیا کہ قریش کا یہ نام قریش کس وقت سے ہوا؟ اُس نے کہا کہ جب انتشار کے بعد قریش حرم میں جمع ہوئے اور یہ اجتماع تقرش ہے۔ عبد الملک نے کہا کہ میں نے یہ بات نہیں سنی مجھے تو یہ معلوم ہے کہ قصی کو قرشی پکارا جاتا تھا اور اُس سے پہلے قریش کا یہ نام نہیں تھا۔" (صفحہ 47)

معلوم ہوا کہ عبد الملک بن مروان تک بھی سابقہ و مذکورہ سازش آگے نہ بڑھی تھی۔ اور سنئے:

3۔ "۔ابوسلمہ بن عبدالرحمٰن بن عوف سے مروی ہے کہ جب قصی نے حرم آ کر اُس پر اپنا قبضہ اور تسلط قائم کیا اور بہت سے مفید اور نیک کام کئے۔ تو قصی کو قرشی کہنے لگے سب سے پہلے اُسی کا یہ نام ہوا۔" (صفحہ 47)

یعنی قریش بننے اور بنانے میں سازش کی گئی جو برابر آج تک پٹتی چلی آ رہی ہے۔

Presented by Ziaraat.Com

5۔ لفظ قریش بے معنی، مہمل اور خود ایک گھڑا ہوا لفظ ہے جسے پروپیگنڈے کے ذریعہ چالو کیا گیا تھا۔

علامہ طبری لفظ قریش سے قارئین کو کیا بتانا چاہتے ہیں۔ دلچسپ باتیں سنئے:

1۔ ''نضر بن کنانہ کو'' بڑا زبردست اونٹ'' قرار دیا گیا تھا اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ قریش کا یہ نام ایک بحری جانور کے نام پر رکھا گیا ہے جسے قِرش کہتے ہیں اور جو تمام دوسرے بحری جانداروں کو کھا لیتا ہے۔ اور چونکہ وہ تمام بحری جانوروں میں سب سے زیادہ قوی اور طاقتور ہے اس لئے نضر بن کنانہ کو اُس سے مشابہت دی گئی ہے۔ (صفحہ 47)

2۔ ''قریش کے معنی اُن کے بیان کے مطابق تفتیش کے ہیں اور نضر بن کنانہ کے بیٹے بھی حاجیوں کے حالات کی تفتیش کر کے اپنی استطاعت کے مطابق اُن کی حاجت براری کرتے تھے اُن کا یہ لقب ہوا۔ (صفحہ 47)

3۔ ''انہوں نے تقریش کے معنی جو تفتیش کے لئے ہیں اُن پر وہ کسی شاعر کا یہ شعر شہادت میں پیش کرتے ہیں۔

اَیُّھَا النَاطِقُ الْمُقَرّشُ عنّا + عِند عمر وفھل لھن انتھاء

''اے شخص جو ہمیں عمر کے ہاں دریافت کر رہا ہے؟ کچھ ہماری محبوباؤں کی خبر ہے؟

3۔ ''یہ بھی کہا گیا ہے کہ بنونضر کو قریش اس لئے کہا گیا ہے کہ اب انہوں نے غارت گری چھوڑ دی۔'' (صفحہ 47)

4۔ ''تقرش کے معنی تجمع ہیں۔'' (صفحہ 47)

معلوم ہوا کہ؛ 1۔ قرش کے معنی زبردست بڑا اونٹ ہیں۔

2۔ تقرش کے معنی تفتیش کرنا ہے۔

3۔ تقرش کے معنی جمع کرنا۔ تجمع ہیں۔

4۔ تقرش کے معنی غارت گری ترک کرنا ہیں۔ اور

5۔ قریش کے معنی نسب کا دیوان ہیں۔ اور

6۔ قریش کے معنی بلا باپ، بلا ماں اور پالنے والے اور بلا پالنے والی کے اولاد کا موجود ہونا ہیں۔ یعنی سادہ اور عام فہم زبان میں قریش حرامزادوں کو کہتے ہیں اور مشہور و متفق علیہ حدیث رسوؐل ہے کہ علیؑ کا دشمن یا منافق ہوگا یا حرامزدہ ہوگا۔ لہٰذا کلام رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر یہ بات مکمل کرتے ہیں۔

6۔ قریش نے نسلِ رسوؐل اور نسلِ علیؑ کو دنیا سے فنا کرنے کا انتظام کیا تھا۔

سب سے پہلے قرآن مجید کو اپنا راہبر بنائیے ارشاد ہوا تھا کہ:

وَاذْ یَمْکُرُ بِکَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا لِیُثْبِتُوْکَ اَوْ یَقْتُلُوْکَ اَوْ یُخْرِجُوْکَ وَیَمْکُرُوْنَ وَیَمْکُرُ اللّٰہُ وَاللّٰہُ خَیْرُ الْمٰکِرِیْنَ O وَاِذَا تُتْلٰی عَلَیْھِمْ اٰیٰتُنَا قَالُوْا قَدْ سَمِعْنَا لَوْنَشَآءُ لَقُلْنَا مِثْلَ ھٰذَآ اِنْ ھٰذَآ اِلَّآ اَسَاطِیْرُ الْاَوَّلِیْنَ O وَاِذْ قَالُوْا اللّٰھُمَّ اِنْ کَانَ ھٰذَا ھُوَ الْحَقَّ مِنْ عِنْدِکَ فَاَمْطِرْ عَلَیْنَا حِجَارَۃً مِّنَ السَّمَآءِ اَوِ ائْتِنَا بِعَذَابٍ اَلِیْمٍ O وَمَا کَانَ اللّٰہُ لِیُعَذِّبَھُمْ وَاَنْتَ فِیْھِمْ وَمَا کَانَ اللّٰہُ مُعَذِّبَھُمْ وَھُمْ یَسْتَغْفِرُوْنَ O (انفال 30 تا 8/33)

Presented by Ziaraat.Com

مودودی ترجمہ: ''وہ وقت بھی یاد کرنے کے قابل ہے جب کہ منکرین حق تیرے خلاف تدبیریں سوچ رہے تھے کہ تجھے قید کردیں یا قتل کر ڈالیں یا جلاء وطن کردیں۔ وہ اپنی چالیں چل رہے تھے اور اللہ اپنی چال چل رہا تھا اور اللہ سب سے بہتر چال چلنے والا ہے۔ جب اُن کو ہماری آیات سنائی جاتی ہیں تو کہتے تھے کہ ''ہاں سُن لیا ہم نے، ہم چاہیں تو ایسی ہی باتیں ہم بھی بنا سکتے ہیں، یہ تو وہی پرانی کہانیاں ہیں جو پہلے سے لوگ کہتے چلے آرہے ہیں۔'' اور وہ بات بھی یاد ہے جو انہوں نے کہی تھی کہ ''خدایا اگر یہ واقعی حق ہے اور تیری طرف سے ہے تو ہم پر آسمان سے پتھر برسادے یا کوئی دردناک عذاب ہم پر لے آ'' اُس وقت تو اللہ اُن پر عذاب نازل کرنے والا نہ تھا جب کہ تُو اُن کے درمیان موجود تھا اور نہ اللہ کا یہ قاعدہ ہے کہ لوگ استغفار کررہے ہوں اور وہ اُن کو عذاب دیدے۔'' (تفہیم القرآن جلد دوم صفحہ 140-142)

7۔ اُس قریشی ترجمانی سے بھی ہمارا عنوان ثابت ہے۔ مخاطب لوگ اللہ کو مانتے ہیں مگر حق پوش ہیں۔ ایک ایسا حق جس سے عذاب بہتر ہے

رسولؐ کی قوم رسولؐ کو قید یا قتل یا جلاء وطن کرنے کی راہیں نکال رہی ہے یعنی قریش رسولؐ اور خاندانِ رسولؐ کے بغیر اسی معیار پر اپنا کام چلا سکتے تھے جو معیار آیاتِ خداوندی میں تھا۔ اور جس حق کی بات ہورہی ہے اُس کو قریش کچھ زیادہ بہتر اور ماڈرن طریقہ پر انجام دے سکتے تھے جو پرانی کہانیوں میں مذکور ہوتا چلا آرہا تھا اور وہ اللہ سے کہتے تھے کہ اگر اُن کہانیوں کے مطابق اور اُسی آوٹ آف ڈیٹ طریقہ پر عمل کرنا ہی حق ہے؟ اور آوٹ آف ڈیٹ طریقہ کی پابندی تیری ہی طرف سے ہے تو ہمیں اُس حق کی ضرورت نہیں اُس سے بہتر پتھر برسائے جانا اور تیرے عذاب کو سہنا ہے۔ مگر آوٹ آف ڈیٹ طریقہ پر عمل کرنا منظور نہیں ہے۔ اور اسی قریشی ترجمانی سے ثابت ہے کہ قریش اللہ سے مغفرت چاہتے رہتے تھے اس لئے اُن پر عذاب نازل نہیں کیا جاسکتا تھا۔ حالانکہ انہوں نے اُس زیر بحث حق کو اختیار کرنے سے مرجانا بہتر ہونے کا اعلان کردیا تھا۔

8۔ قریشی ترجمانی جان بوجھ کر ہمیشہ غلط اور خودساختہ کی جاتی ہے تاکہ صورت حال کو قریش کے حق میں تبدیل کیا جاسکے۔

اگر آیت کے الفاظ کو ملحوظ رکھ کر ترجمہ کیا جاتا تو مندرجہ بالا صورت حال پیدا نہ ہوتی۔ لہٰذا غور فرمائیں کہ علامہ نے ترجمہ میں ''اَلَّذِیۡنَ کَفَرُوۡا'' سے منکرینِ حق لکھا ہے جو سراسر آیت کے الفاظ کے مخالف ہے۔ اس لئے کہ:

(1) ''منکرین'' عربی کا لفظ ہے اور آیت میں نہیں ہے لہٰذا غلط ترجمہ ہے پھر اَلَّذِیۡنَ کَفَرُوۡا میں صرف دو الفاظ ہیں اس میں سے کسی بھی لفظ کے ترجمہ میں حق داخل نہیں ہوسکتا۔ اَلَّذِیۡنَ کے معنی ''لوگ'' اور کَفَرُوۡا کے معنی مودودی سے سُن لیں لکھتے ہیں کہ ''کفر کے اصلی معنی چھپانے کے ہیں۔'' (تفہیم القرآن جلد اول صفحہ 129)

معلوم ہوا کہ جب کفر کے اصلی معنی چھپانے کے ہیں تو کافر کے اصلی معنی چھپانے والا ہوئے اور اَلَّذِیۡنَ کَفَرُوۡا کے اصلی معنی ''چھپانے والے لوگ'' ہوئے۔ لہٰذا جو لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ کو قید کرنے، قتل کرنے یا جلاء وطن کرنے کی اسکیم رکھتے تھے وہ منکرین حق نہ تھے۔ بلکہ کچھ چھپانے والے لوگ تھے۔ منکرین حق کہہ کر علامہ اینڈ کمپنی نے قارئین کو دھوکہ دے کر یقین دلایا کہ قید وقتل وجلاوطنی کی تدبیریں کرنے والے بہرحال مسلمان نہ تھے بلکہ منکرین حق ومنکرینِ اسلام تھے۔ اور حق یہ ہے کہ آنحضرتؐ کو قید وقتل کرنے کی پالیسی مسلمانوں کی تھی۔ جو ہم ذرا دیر بعد ثابت کریں گے اور قرآن سے ثابت کریں گے۔ فی الحال قارئین یہ نوٹ کرلیں کہ صرف ایک لفظ کا غلط ترجمہ کرکے قریشی علماء کس سہولت سے پورے مطلب کو اُلٹ دیتے ہیں۔ اور اس طرح اپنے اُن قریشی لیڈروں کو چھپالے جاتے ہیں جو ساری عمر رسولؐ کو قتل کرنے کی فکر میں رہے اور آخر دوا کے بہانے زہر پلا کر انہیں قتل کرہی دیا (بخاری ہماری ترجمانی کے ساتھ)۔ اور قتل نہ کیا ہوتا تو سوگ مناتے، کفن دفن کرتے۔ تختِ

Presented by Ziaraat.Com

حکومت پر قبضہ کرنے کے لئے خاندانِ رسولؐ کو روتا پیٹتا نہ چھوڑ جاتے۔کوئی سوگ کا دن مقرر کرتے اور ہر سال ہماری طرح سوگ مناتے خود صدمہ سے روتے اور دوسروں کو رُلاتے۔لیکن جو حقیقی قریشی ہیں اُن کی آنکھ سے آنحضرتؐ کے صدمہ میں کبھی ایک آنسو بھی نہیں نکلا۔وہ ملاعین تو صدمہ کرنے والوں کو محمدؐ کا بندہ اور مشرک پجاری کہہ کر چلے گئے تھے۔البتہ وہ محمدؐ کے غم میں جشن مناتے ہیں عیاشیاں کرتے ہیں۔وہ انہیں قتل کرنا اسی لئے چاہتے تھے کہ علیؑ کو حکومت سے محروم کریں اور رسولؐ کی خلافت ہڑپ کرلیں اور جس حق کو وہ کسی طرح بھی قبول کرنے کو تیار نہ تھے وہ مندرجہ بالا آیات (سورہ انفال 33 تا 8/30) میں حضرت علی علیہ السلام کی خلافت کا حق ہی تو تھا۔جس کے مقابلہ میں انہیں عذاب الیم پسند تھا اور پوری قوم نے فیصلہ کررکھا تھا کہ حکومت خاندان رسولؐ یعنی علیؑ سے چھین کر قریش میں لائیں گے۔انہوں نے اس معاملے میں نہ اللہ کے احکامات تسلیم کئے نہ رسول اللہ کی تاکیدوں اور احکام پر کان دھرا۔دوسری غلط ترجمانی اَسَاطِیْرُ الْاَوَّلِیْنَ کی ہے اس میں لفظ اَسَاطِیْرُ لفظ سطر کی جمع ہے اور اولین کے معنی ہیں ابتدائی زمانے کے۔یعنی قدیم سے چلی آنے والی سطریں۔وہ قریشی مسلمان تھے اور مانتے تھے کہ قرآن کی آیات قدیم زمانے سے تحریری اور سطروں کی صورت میں چلی آرہی ہیں۔مگر اُن کا اعتراض یہ تھا کہ زمانہ بدل چکا ہے زمانے کے تقاضے بدل چکے ہیں اب اس قرآن کو موجودہ زمانے کے تقاضوں کے ماتحت نافذ کرنا چاہئے۔الفاظ کی اسپرٹ کو استعمال کرنا چاہئے نہ کہ اُن ہی قدیم معنی اور محاورے کے ساتھ آؤٹ آف ڈیٹ انداز میں (یونس 10/15) معاملہ چونکہ خلافت وحکومت کا تھا اور قریش نیز اس وقت کے تمام سیاسی دانشور شخصی حکومت کو تباہ کن سمجھتے تھے اور کسی ایک خاندان میں حکومت کو موروثی ہوجانا ہرگز مفید نہ سمجھتے تھے اور اس سے بہتر عذاب خداوندی سے مرجانے کو پسند کرتے تھے۔الغرض اُن آیات (سورہ انفال 33 تا 8/30) میں قریشی مومنین مخاطب تھے جو خاندان رسولؐ کی خداداد عظمت وعصمت کو چھپاتے اور انہیں اپنے جیسا آدمی ظاہر کرکے اُن کی حکومت کو عام بادشاہوں اور لیڈروں کی حکومت کی طرح خطرناک سمجھتے تھے اس لئے انہیں اَلَّذِیْنَ کَفَرُوْا فرمایا گیا اور بتایا گیا کہ وہ قومی وجمہوری حکومت بنانے کے لئے رسولؐ کو قتل تک کرنے کے لئے تیار ہیں۔اور یہی ہمارا عنوان تھا (6) ظاہر ہے کہ جو لوگ اپنی پسند کی حکومت قائم کرنے کے لئے اپنے رسولؐ کو قتل کردیں وہ حاکم بننے کے بعد ہر اُس شخص کو قتل کردیں گے بلکہ اس نسل کو فنا کردیں گے جو رسولؐ والی حکومت کا تصور پھیلائے اور ویسی حکومت قائم کرنا چاہے۔چنانچہ قریشی مسلمانوں کے سب سے بڑے سیاسی لیڈر عمر بن خطاب کا منصوبہ قرآن سے پڑھئے اور دیکھئے کہ اُس کی اسکیمیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو حیران کردیتی تھیں اور اللہ نے حضورؐ کو خبردار کردیا تھا کہ وہ مدمقابل دشمن ہے۔جب کہ اُس کے یار ابوبکر نے رسول اللہ کی ہدایات وتاکیدات کے بعد بھی رسولؐ کا مشن چھوڑ کر اس کا مشن اختیار کرلیا تھا اور قیامت میں جہنم واصل ہوا تھا۔(فرقان 28 تا 25/27)۔بہرحال اللہ نے ہر وقت رسولؐ سے فرمایا کہ:

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يُّعْجِبُكَ قَوْلُهٗ فِی الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا وَیُشْهِدُ اللّٰهَ عَلٰی مَا فِیْ قَلْبِهٖ وَهُوَ اَلَدُّ الْخِصَامِO (بقرہ 2/204)

''اے رسولؐ اُن ہی صحابہ میں سے ایک وہ صحابی بھی ہے جو اسلام کی دنیاوی تنقید اس حُسن وشان سے بیان کرتا ہے کہ تجھے اُس کی ہر بات بہت ہی پسند آتی ہے مگر یاد رکھ کہ تیرا سب سے بے درد اور مدمقابل دشمن وہی ہے۔'' (بقرہ 2/204)

اور مسلسل فرمایا کہ:

وَاِذَا تَوَلّٰی سَعٰی فِی الْاَرْضِ لِیُفْسِدَ فِیْهَا وَیُهْلِكَ الْحَرْثَ وَالنَّسْلَ وَاللّٰهُ لَایُحِبُّ الْفَسَادَO وَاِذَا قِیْلَ لَهُ اتَّقِ اللّٰهَ اَخَذَتْهُ الْعِزَّةُ بِالْاِثْمِ فَحَسْبُهٗ جَهَنَّمُ وَلَبِئْسَ الْمِهَادُO (2/205-206)

Presented by Ziaraat.Com

ترجمہ رفیع الدین ''اور جب حکم ہوتا ہے کوشش کرتا ہے بیچ زمین کے تو کہ فساد کرے بیچ اس کے اور ہلاک کرے کھیتی کو اور جانوروں کو اور اللہ نہیں دوست رکھتا فساد کرنا اور جب کہا جاتا ہے واسطے اُس کے کہ ڈر اللہ سے پکڑتی ہے اُس کو عزت ساتھ گناہ کے پس کفایت ہے اُس کو دوزخ اور البتہ بُرا ہے بچھونا'' (صفحہ 40)

دونوں آیات کا مودودی ترجمہ: ''مودودی کا کافرانہ ترجمہ بھی دیکھیں کہ بات عہد رسولؐ کی اور رسولؐ کی پسند کی ہو رہی ہے مگر مودودی ترجمہ پردہ ڈال کر کرتے ہیں کہ:

''انسانوں میں کوئی تو ایسا ہے جس کی باتیں دنیا کی زندگی میں تمہیں بہت بھلی معلوم ہوتی ہیں، اور اپنی نیک نیتی پر وہ بار بار خدا کو گواہ ٹھیراتا ہے، مگر حقیقت میں وہ بدترین دشمن حق ہوتا ہے۔ جب اُسے اقتدار حاصل ہو جاتا ہے، تو زمین میں اُس کی ساری دوڑ دھوپ اس لئے ہوتی ہے کہ فساد پھیلائے، کھیتوں کو غارت کرے اور نسل انسانی کو تباہ کرے۔ حالانکہ اللہ (جسے وہ گواہ بنا رہا تھا) فساد کو ہرگز پسند نہیں کرتا۔ اور جب اُس سے کہا جاتا ہے کہ اللہ سے ڈر، تو اپنے وقار کا خیال اُس کو گناہ پر جما دیتا ہے۔ ایسے شخص کے لئے تو بس جہنم ہی کافی ہے اور وہ بہت بُرا ٹھکانا ہے۔'' (تفہیم القرآن جلد اول صفحہ 158-159)

9۔ یہاں ذرا سا غور کرنے سے عمر اور قریشی نظام حکومت کربلا تک تو مفصل انداز میں کھڑے نظر آجاتے ہیں۔

قریشی تاریخ میں بار بار دعویٰ کیا گیا کہ صحابہ میں آنحضرتؐ سے بے تکلفانہ بات کرنے میں عمر سب سے جری تھے اور پالیسی کے معاملات میں قبل از وقت حضورؐ کو ایسی باتیں بتا دیا کرتے تھے جو بعد میں وحی کے الفاظ میں نازل ہوا کرتی تھیں (الفاروق وغیرہ)۔ لہٰذا جس شخص کا ذکر ہوا ہے (2/204) وہ عمر بن خطاب کے علاوہ کوئی اور ہو ہی نہیں سکتا۔ اور اُن پسندیدہ باتوں کے کرنے والا اور کوئی ایسا شخص نہ ملے گا جسے اقتدار و حکومت بھی حاصل ہوئی ہو۔ اور جس نے نسل انسانی کو تلوار کی دھار پر اس طرح رکھا ہو کہ کئی لاکھ آدمی ایک ایک دن میں ذبح کئے گئے ہوں۔ جس کے نظام میں سچ مچ خون کی نہر (نَهْرُ الدَّم) بہائی گئی ہو (طبری) اور جس نے ساری دنیا کو فوج کشیوں اور جنگ کا اکھاڑہ بنا دیا ہو۔ ساری دنیا میں لوٹ مار و قتلِ عام کا بازار گرم رکھا ہو۔ یاد رکھو اس آیت (2/205) میں لفظ ''اَلنَّسل'' ہے اس کے معنی ایک خاص نسل بھی ہوتے ہیں۔ اور وہ خاص نسل نسلِ رسولؐ تھی۔ جس کے قتل عام کے لئے ابوسفیان کی اولاد کو ملک شام میں اقتدار دینے والا عمر بن خطاب ہی تھا۔ لہٰذا حضرت علی علیہ السلام نے اللہ کی ہمنوائی میں قریش کو اپنی نسل کا منقطع کرنے والا فرمایا ہے (خطبہ 93، جملہ 2)۔ اور اُنؑ کے حجاب کے بعد تاریخ بھی اس جملے اور اُن آیات پر گواہ ہے۔

10۔ رسولؐ اللہ کے قتل کرنے کی اسکیم قریشی مخصوص مومنین نے بنا رکھی تھی اس میں تمام لیڈر شامل تھے۔

ہم چاہتے ہیں کہ آپ قرآن کا ایک اور مقام دیکھیں جہاں اللہ فرماتا ہے کہ:

يَحْلِفُوْنَ بِاللّٰهِ مَا قَالُوْا وَلَقَدْ قَالُوْا كَلِمَةَ الْكُفْرِ وَكَفَرُوْا بَعْدَ اِسْلَامِهِمْ وَهَمُّوْا بِمَا لَمْ يَنَالُوْا وَمَا نَقَمُوْآ اِلَّآ اَنْ اَغْنٰهُمُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ مِنْ فَضْلِهٖ فَاِنْ يَّتُوْبُوْا يَكُ خَيْرًا لَّهُمْ وَاِنْ يَّتَوَلَّوْا يُعَذِّبْهُمُ اللّٰهُ عَذَابًا اَلِيْمًا فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ وَمَا لَهُمْ فِي الْاَرْضِ مِنْ وَّلِيٍّ وَّلَا نَصِيْرٍ O (توبہ 9/74)

''یہ لوگ خدا کی حلف اٹھا کر کہتے ہیں کہ ہم نے وہ بات نہیں کہی تھی حالانکہ انہوں نے ضرور حق پوشی کی بات کہی تھی اور انہوں نے اسلام

Presented by Ziaraat.Com

اختیار کر لینے کے بعد حق پوشی کی مہم شروع کی ہے اور انہوں نے وہ کچھ کر ڈالنے کی بھی ہمت کی تھی جسے وہ کر نہ سکے۔ اُن لوگوں کا منتقمانہ رویہ اسی قصور پر ہے نہ کہ اللہ اور اُس کے رسولؐ نے انہیں مالدار اور بے نیاز کر دیا اور اپنا فضل اُن سے وابستہ رکھا ہے؟ چنانچہ اگر وہ توبہ کر کے باز آجائیں تو اب بھی اُن کے لئے بہتر ہے لیکن اگر وہ اب بھی ولایت وحکومت بنانے میں کوشاں رہتے ہیں تو اللہ اُن سب کو دنیا اور آخرت میں دردناک عذاب دے گا اور اُن کے بچانے والا دنیا میں کوئی ہمدرد و حاکم و مددگار نہ ہوگا۔''

11۔ ایسی آیت جس پر قریشی علماء آئیں بائیں شائیں اور حیلے حوالے کرتے رہتے ہیں۔

اس آیت پر علامہ مودودی کی تشریح اور اُن کی گھبراہٹ ملاحظہ فرمالیں پھر ہم آیت کے الفاظ سے مودودی کے بیان پر نظر ڈالیں گے اور قریشی تاریخ سے واقعات کی تصدیق کریں گے۔ تشریح سنئے:

مودودی کی تشریح۔

''۸۴؎ یہ اشارہ ہے اُن سازشوں کی طرف جو منافقوں نے غزوہ تبوک کے سلسلے میں کی تھیں۔ اُن میں سے پہلی سازش کا واقعہ محدثین نے اس طرح بیان کیا ہے کہ تبوک سے واپسی پر جب مسلمانوں کا لشکر ایک ایسے مقام پر پہنچا جہاں سے پہاڑوں کے درمیان راستہ گزرتا تھا تو بعض منافقوں نے آپس میں طے کیا کہ رات کے وقت کسی گھاٹی میں سے گزرتے ہوئے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو کھڈ میں پھینک دیں۔ حضورؐ کو اس کی اطلاع ہوگئی۔ آپ نے تمام اہل لشکر کو حکم دیا کہ وادی کے راستے نکل جائیں۔ اور آپ خود صرف عمار بن یاسر اور حذیفہ بن یمان کو لے کر گھاٹی کے اندر سے ہو کر چلے۔ اثنائے راہ میں یکایک معلوم ہوا کہ دس بارہ منافق ڈھانٹے باندھے ہوئے پیچھے آرہے ہیں۔ یہ دیکھ کر حضرت حذیفہ اُن کی طرف لپکے تاکہ اُن کے اونٹوں کو مار مار کر اُن کے منہ پھیر دیں۔ مگر وہ دور ہی سے حضرت حذیفہ کو آتے دیکھ کر ڈر گئے اور اس خوف سے کہ کہیں ہم پہچان نہ لئے جائیں فوراً بھاگ نکلے۔'' (تفہیم القرآن جلد 2 صفحہ 216-217)

12۔ قرآن کے الفاظ سے آنحضرتؐ کو قتل کرنے والی پارٹی کی پوزیشن کو سمجھنا ضروری ہے۔

اس آیت (9/74) میں تلاش کرنے اور سمجھنے کی بات یہ ہے کہ آیا یہ پارٹی مسلمانوں کی ہے یا غیر مسلموں کی ہے؟ اور اگر یہ پارٹی مسلمانوں کی ہے تو ظاہر ہے کہ جو مسلمان اپنے رسولؐ کو قتل کرنے کے لئے دن رات کوشاں رہتے ہوں وہ عام مسلمانوں کی نظر میں اچھے مسلمان نہیں ہو سکتے۔ مگر جس بات کو عام مسلمان اور تمام لوگ برا سمجھتے ہوں وہ بات یقیناً اس پارٹی کے لئے بھی بُری ہوگی۔ اُس بُری بات کے کرنے میں ضرور کوئی فائدہ ہونا چاہئے ورنہ بلا فائدہ کوئی آدمی کسی بُری بات کو نہیں کرتا۔ اور کبھی بھی کسی انسان نے کوئی بُری بات یا کوئی گناہ یا کوئی جرم نہیں کیا جب تک اُس بُری بات میں یا اس گناہ میں یا اُس جرم میں اُسے کوئی نہ کوئی فائدہ نظر نہ آیا ہو۔ لہٰذا قارئین کو اُس پارٹی کی پوزیشن کے ساتھ ساتھ اُس فائدہ کا پتہ بھی لگانا ہوگا جو رسولؐ کو راہ سے ہٹانے کے بعد اس پارٹی کو ہونا تھا اور رسولؐ کی موجودگی اُس پارٹی کو اس فائدہ سے محروم کرتی تھی۔

(1) پارٹی کی پوزیشن۔

اول یہ کہ یہ پارٹی اللہ کا حلف اٹھاتی ہے۔ دوم یہ کہ وہ کافرانہ بات کہنے کا انکار قسمیہ کرتی ہے۔ سوم یہ کہ اللہ ورسولؐ کا فضل اُس کے ساتھ شامل حال رہتا چلا آیا ہے۔ چہارم یہ کہ اللہ ورسولؐ نے انہیں غنی و مستغنی و مالدار بنایا ہے۔ پنجم یہ کہ انہیں توبہ کا موقعہ دیا جا رہا ہے۔ یہ پانچوں باتیں صرف مسلمانوں سے تعلق رکھتی ہیں۔ غیر مسلموں اور اللہ، رسولؐ اور اسلام کے منکروں سے ان کا کوئی تعلق نہیں ہے لہٰذا قتل کی فکر میں رہنے والی

Presented by Ziaraat.Com

پارٹی بلاشبہ اللہ کے نزدیک بھی مسلمان ہے مگر گنہگار رہے۔اور گناہ ایسا ہے کہ اگر وہ توبہ نہ کریں تب بھی اور اگر اللہ توبہ قبول نہ کرے تب بھی وہ عذاب کے مستحق مگر مسلمان ہیں۔اسی آیت میں اُس پارٹی کو اس کا قابل عذاب گناہ بتادیا گیا ہے۔اس کو خاص طور پر سمجھنا چاہئے فرمایا یہ گیا ہے کہ:

فَاِنۡ یَّتُوۡبُوۡا یَکُ خَیۡرًا لَّهُمۡ وَاِنۡ یَّتَوَلَّوۡا یُعَذِّبۡهُمُ اللّٰهُ عَذَابًا اَلِیۡمًا .(9/74)

''۔۔چنانچہ اگر وہ پارٹی توبہ کرلے تو اس کے لئے بہتر ہے اور اگر وہ پارٹی ولایت سازی کرتی رہے تو اللہ اس پارٹی کو دردناک عذاب میں مبتلا کرے گا۔۔۔''

معلوم ہوا کہ یہ پارٹی اپنی ولایت وحکومت قائم کرنے میں فائدہ دیکھتی ہے اور اللہ اُن کی قائم کردہ حکومت وولایت میں نقصان سمجھتا ہے۔یعنی معاملہ اتنا سا ہے کہ: **حکومت وولایت کون سی مفید ہوگی؟ اللہ کی قائم کی ہوئی ، یا قومی حکومت؟**

ظاہر ہے کہ پارٹی ہی نہیں بلکہ ہر اللہ کو ماننے والا شخص مانے گا کہ اللہ کی قائم کی ہوئی حکومت ہی مفید نہ ہوگی بلکہ اللہ کا کیا ہوا ہر کام مفید ہوگا پھر اس پارٹی کو چاہئے کہ وہ اللہ کی قائم کی ہوئی حکومت کو قبول کرلے اور انکار کے عذاب کی مستحق نہ بنے۔مگر قارئین نے آیات کے پہلے سیٹ (Set) یا مجموعہ (33 تا 8/30) میں دیکھا تھا کہ پارٹی نے خود درخواست کی تھی کہ'' ہمارے اوپر پتھروں کی بارش برسا دے یا ہمیں دردناک عذاب میں مبتلا کردے۔'' فَاَمۡطِرۡ عَلَیۡنَا حِجَارَةً مِّنَ السَّمَآءِ اَوِ ائۡتِنَا بِعَذَابٍ اَلِیۡمٍO(سورہ انفال،8/32)

پارٹی کی ضد اور مستحکم ارادہ کسی بہت مضبوط اور معقول سبب کی موجودگی چاہتا ہے۔

سوچئے کہ یہ پارٹی توبہ کیوں کرے گی جبکہ وہ خود عذابِ الیم کو اور پتھروں سے سنگسار ہوجانے کو ترجیح دے رہی ہے؟ چنانچہ اُس نے اپنی قومی ولایت قائم کی تھی اور توبہ نہیں کی تھی اور عذاب الیم کو قبول کیا تھا۔یہ ضد اور مستحکم ارادہ تقاضا کرتا ہے کہ کوئی ایسا مضبوط و معقول سبب موجود ہونا چاہئے جو اس مسلمان پارٹی کو اپنے عمل پر مطمئن کردے اور یقین دلادے کہ وہ بالآخر عذاب کے بجائے ثواب حاصل کریں گے۔

وہ لوگ اللہ کے احکامات میں یقین رکھتے تھے۔مگر رسولؐ کو جذبات ومیلانات سے منزّہ نہ سمجھتے تھے۔

قریش کی یہ مسلمان پارٹی پاگلوں کی پارٹی نہ تھی۔یہ قریشی قوم کے دانشوروں کی پارٹی تھی۔یہ پوری قوم کی اجتماعی عقل کی نمائندہ پارٹی تھی۔وہ سمجھتی اور یقین رکھتی تھی کہ اللہ کی ہر بات صحیح ہوتی ہے اللہ سے کوئی غلطی نہیں ہوسکتی۔اللہ نے جو کچھ کہنا اور بتانا ہے وہ انسانی مجبوریوں کی بنا پر انسانی زبان اور الفاظ میں کہنا ہے اور انسانی الفاظ ہر مطلب کو سو فیصد اپنے اندر قید نہیں رکھتے کہ ہر شخص ہر لفظ سے ایک ہی مطلب سمجھے۔لہٰذا ضروری ہے کہ وحی کے الفاظ پر اجتماعی عقل سے غور کیا جائے اور مفید ترین مطلب اخذ کیا جائے اور اُس اخذ کردہ مفید ترین مطلب کو عملی دنیا کے بہترین تجربہ کاروں کے مشورے سے مفید ترین صورت میں نافذ کیا جائے۔تاکہ مفید ترین نتیجہ نکلے اور منشائے خداوندی بدرجہ احسن پورا ہوتا چلا جائے۔قریشی لیڈر اس اصول کو کسی حالت میں بھی ترک کردینا جائز نہ سمجھتے تھے اور جب کہ وہ اس بات پر ایمان ہی نہ لائے تھے کہ نبیؐ ایسا معصوم ہوتا ہے کہ اُس سے کوئی لغزش بھول چوک وخطا اور غلطی نہیں ہوسکتی ہے۔وہ تو یہ سمجھتے تھے کہ: (بقول مودودی)

قریشی اسلام میں نبیؐ کی پوزیشن، بشری کمزوری کا غالب آجانا ممکن ہے۔

''اصل بات یہ ہے کہ انبیاءؑ بھی انسان ہی ہوتے ہیں، اور کوئی انسان بھی اس پر قادر نہیں ہوسکتا کہ ہر وقت اس بلند ترین معیار کمال پر قائم رہے جو مومن کے لئے مقرر کیا گیا ہے۔بسا اوقات کسی نازک نفسیاتی موقع پر نبیؐ جیسا اشرف و اعلیٰ انسان بھی تھوڑی دیر کے لئے اپنی

Presented by Ziaraat.Com

بشری کمزوری سے مغلوب ہو جاتا ہے۔لیکن جوں ہی کہ اُسے یہ احساس ہوتا ہے، یا اللہ تعالیٰ کی طرف سے احساس کرادیا جاتا ہے کہ اُس کا قدم معیار مطلوب سے نیچے جا رہا ہے وہ فوراً توبہ کرتا ہے اور اپنی غلطی کی اصلاح کرنے میں اُسے ایک لمحہ کے لئے بھی تامل نہیں ہوتا۔''

(تفہیم القرآن جلد2 صفحہ 344-343)

13۔ انبیاؑء اور آئمہؑ کی حقیقی پوزیشن کو گرا کر اپنے برابر لانا اور عقل انسانی کو انتہائی مقام دینا ہی انسانی تباہی کا باعث ہوا ہے۔

قریش کی اور پوری نوع انسان کی دینی اور دنیاوی تباہی کا سب سے بڑا سبب خود عقل کی بدہضمی ہے۔یعنی قریش نے نبوّت اور امامت کے احکامات کو نظر انداز کرنے اور انسان کی عقل کے احکام کو ترجیح دینے کے لئے اور اپنے اس موقف کو معقول ومضبوط کرنے کے لئے خود عقل کا مخالف اصول اختیار کیا ہے بظاہر عقل اجتماعی سے وحی کو سمجھنے اور پھر عقل اجتماعی سے سمجھی ہوئی وحی کو اجتماعی تجربات کی روشنی میں عملی صورت دینے کی بات بڑی معقول اور پسندیدہ اور مفید ترین معلوم ہوتی ہے مگر یہ بہت بڑا فریب ہے جس میں عقلائے زمانہ ہی پھنستے اور تباہ ہوتے ہیں۔

(اول) **قریش کا معقول ترین اور مفید ترین اصول نہ معقول ہے نہ مفید ہوسکتا ہے۔**

آیئے قریش کے نام نہاد معقول ترین اور مفید ترین اصول کی معقولیت پر عاقلانہ نظر ڈالیں اور سوچیں کہ کیا اجتماعی عقل کسی وقت حاصل ہوسکتی ہے؟ یعنی کیا کسی وقت اور کسی طرح پوری نوع انسان ایک جگہ جمع ہوسکتی ہے؟ یعنی کیا وحی کا صحیح مطلب ومنشاء سمجھنے کے لئے سارے انسان اُسے سُن کر یا پڑھ کر اپنی اپنی رائے دے سکتے ہیں؟ بیک وقت نہ سہی باری باری ہی سہی کیا تمام انسانوں کو دکھا کر یا سُنا کر اُن کی رائے لی جاسکتی ہے؟ ہر شخص بلا کسی غور خوض اور سوچ بچار کے کہہ دے گا کہ یہ دونوں صورتیں ناممکن ہیں۔لہٰذا ''عقل اجتماعی'' کا جملہ اور تصور ایک فریب خیال سے زیادہ کچھ نہیں ہے۔پھر یہ سوچئے کہ ساری نوع انسان نہ کسی زمانہ میں عربی زبان جانتی تھی نہ جان سکتی ہے لہٰذا یوں بھی ''عقل اجتماعی'' سے عربی وحی کی تفہیم صرف خوبصورت فریب سے زیادہ کچھ نہیں۔پھر اگر ہم ''عقل اجتماعی'' کو چھوٹا کر کے ملک عرب کی پوری آبادی تک لے آئیں تو پھر وہی سوالات پیدا ہوں گے یعنی کیا ہم ہر ہر وحی کو سمجھنے کے لئے تمام ملک عرب کے باشندوں کو ایک جگہ جمع کرسکتے ہیں؟ اس کا جواب بھی وہی ہوگا جو تمام انسانوں کے لئے تھا۔یہ بھی عقلاً ناممکن ہوگا۔یعنی ایک ملک کی ''عقل اجتماعی'' سے استفادہ بھی محض فریب ہے۔پھر یہ سوچئے کہ قریشی موقف کو مدلّل بنانے کے لئے کہا گیا تھا۔

''اللہ نے جو کچھ کہنا یا بتانا ہے وہ انسانی مجبوریوں کی بنا پر انسانی زبان اور انسانی الفاظ میں کہنا ہے۔اور انسانی الفاظ ہر مطلب کو سو فیصد اپنے اندر قید نہیں رکھتے کہ ہر ایک شخص ہر لفظ سے ایک ہی مطلب سمجھے لہٰذا ضروری ہے کہ وحی کے الفاظ پر اجتماعی عقل سے غور کیا جائے اور مفید ترین مطلب اخذ کیا جائے۔''

یہ بیان خود اپنے دباؤ سے باطل ہو جاتا ہے اس لئے کہ جب ''انسانی الفاظ ہر مطلب کو سو فیصد اپنے اندر قید نہیں رکھتے اور ہر شخص ہر لفظ سے ایک ہی مطلب نہیں سمجھتا'' تو تمام انسان ہوں یا ایک ملک کے تمام انسان ہوں اُن سب کا الفاظ سے ایک ہی مطلب سمجھنا ناممکن ہوگا لہٰذا تمام انسانوں کی عقل اجتماعی یا ملک عرب کی عقل اجتماعی بھی کسی ایک مطلب پر متفق نہیں ہوسکتی۔لہٰذا قریشی اصول باطل اور صرف فریب ہے۔پھر یہ سوچئے کہ یہ تسلیم شدہ عقلی حقیقت ہے کہ انسانی عقل ایک ترقی پذیر قوت ہے فرداً فرداً بھی ہر شخص کی عقل ترقی کرتی جاتی ہے۔چنانچہ پوری نوع انسان کی عقل بھی ترقی پذیر ہے اور ہر آنے والی صدی کی اجتماعی عقل سابقہ صدیوں اور صدی سے زیادہ بڑھتی جارہی ہے۔عقلی میدان میں اس صدی کے لوگ

Presented by Ziaraat.Com

پچھلی صدی یا صدیوں کے لوگوں پر ہنستے ہیں لہٰذا نتیجہ یہ ہوگا کہ عقل اجتماعی اگر آج ایک آیت کے کچھ معنی پر کسی طرح متفق بھی ہو جائے تو اگلی صدی کی عقل اجتماعی ان ہی معنی پر عقلاً متفق نہ ہوگی اور ترقی یافتہ معنی کر کے سابقہ معنی کو کولڈ سٹورتیج یا عجائب خانہ میں رکھ دے گی یعنی کبھی اور کسی صدی میں قرآن کے ایک معنی نہ ہوں گے۔یعنی اگر قریش کو تمام فرضی رعایات دے کر اُن کے موقف اور قاعدہ کو صحیح بھی مان لیا جائے اور اس پر عمل کرنا کسی جادو یا ڈنڈے سے ممکن بھی ہو جائے۔تب بھی قرآن کے معنی بدلتے چلے جانے کو روکنا ناممکن ہو جائے گا۔یعنی اللہ کے نازل کئے ہوئے ہر لفظ کے سیکڑوں مختلف معنی ومفہوم بنتے بنتے قرآن پاژند بن جائے گا۔اور قرآنی قوانین چوں چوں کا مربہ بن کر بکواس بن جائیں گے۔اور قریش کا مطلب یہی تھا کہ قرآن کا معنوی استقلال تباہ کر دیا۔چنانچہ انہوں نے رسوؐل اللہ سے معنوی تبدیلی کی درخواست کی تھی اور حضورؐ نے بلا حکم الٰہی کے تبدیلی کرنے کو قابل عذاب جرم فرمایا تھا (یونس 10/15)۔لیکن قریشی لیڈروں اور قریشی مرکز نے خود اجتماعی حیثیت سے ہر وحی پر غور کر کے اُس کے مفید ترین معنی اختیار کر لئے تھے (فرقان 25/30)۔اور رسوؐل کی شکایت پر اللہ نے قریش کو دشمن خدا اور رسوؐل اور مجرم قرار دے دیا تھا (25/31)۔اور اللہ نے قریش کو اس طرزِ عمل کی بنا پر تکذیبِ قرآن کا مجرم بتا دیا تھا (انعام 6/66)۔

(دوم) **قریش کا انبیاؑ کو عام اور غلط کار انسان قرار دینے پر عقل سے فیصلہ طلب کرنا چاہئے۔**

قریش کو یقین تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خلافت وحکومت کے طریق کار میں انسانی میلانات وجذبات کے ماتحت غلط طرز فکر جاری کر دیں گے یعنی اُن کا علیؑ کو خلیفہ، حاکم، والی اور نائب خداوندی مقرر کرنا اور شخصی وموروثی حکومت جاری کرنا نوع انسان کے لئے تباہی کا باعث ہوگا۔اور اتنی بڑی غلطی کی وجہ یہ ہے کہ رسول اللہ (معاذ اللہ) اپنے خاندان کی طرفداری میں اُن کا اقتدار چاہتے ہیں۔اور اس معاملہ میں اُن پر بقول مودودی ''بشری کمزوری غالب آ گئی ہے۔'' لہٰذا وہ مفاد انسانیت کے خلاف شخصی حکومت لوگوں پر مسلط کرنا چاہتے ہیں اور قریش کے نزدیک چونکہ شخصی حکومت غلط اور تباہ کن تھی لہٰذا انہوں نے فیصلہ کیا کہ ہم شخصی حکومت کو قائم نہ ہونے دیں گے۔لہٰذا انہوں نے حضرت علی علیہ السلام کو محروم کرنا جائز سمجھا اور محروم کر دیا اور قومی حکومت بنا لینے اور اپنا فلسفہ جاری کر دینے کے بعد بطور رعایت یہ بھی کہہ دیا کہ:

وَقَالُوْا اَلَآ اِنَّ فِی الْحَقِّ اَنْ تَاْخُذَهٗ ؛وَفِی الْحَقِّ اَنْ تُمْنَعَهٗ ؛(خطبہ 93، جملے 5 تا 6)

''آگاہ ہو جاؤ کہ اب یہ بھی حق کے اندر داخل ہے کہ تم خلافت کو لے لو اور یہ بھی حق ہے کہ خلافت قائم ہو چکی ہے لہٰذا تمہیں منع کر دیا جائے۔''

قریش کی اس فلاسفی اور عملی اقدام کو عقل کے سامنے رکھ کر دیکھیں:

قریش کی اس سوچ اور عملدر آمد کو عقل کے سامنے رکھ کر عقل کا فیصلہ حاصل کریں۔چنانچہ قارئین سوچیں کہ قریش انبیاء علیہم السلام کو خلفائے خداوندی اور جانشینان ونائبانِ خداوندی ونمائندگان الٰہی مانتے ہیں اور سابقہ کتبہائے خداوندی اور قرآن کریم کا بھی یہی فیصلہ ہے۔اب ہمیں یہ بتائیے کہ کیا کوئی صاحب عقل ہستی یا انسان ایسا ہو سکتا ہے کہ وہ اپنا نائب ایسے شخص کو خوشی اور آزادی سے بنانا پسند کرے جو اُس کی نیابت یا نمائندگی سو فیصد نہ کر سکے اور اُسے اپنا نمائندہ مقرر کرنے سے پہلے یہ معلوم ہو کہ وہ شخص اس کی نیابت یا نمائندگی میں غلطیاں کرے گا؟ یا اُس کی بات یا حکم کو غلط سمجھے گا اور اُس کے نام سے غلط احکام وفرامین جاری کرے گا؟ یقیناً کوئی صاحب عقل ایسا نائب پسند نہ کرے گا اور اپنی پوری سوجھ بوجھ، بصیرت وفراست اور قوت وقدرت ایسا نائب مقرر کرنے پر صرف کر دے گا جو اُس کی پوری پوری نیابت ونمائندگی کر سکے۔بس بات مکمل ہوگئی اب سوال یہ ہے کہ کیا اللہ اس عقلی مسلّمہ کے خلاف عمل کو پسند کرے گا؟ کیا وہ ایسا نمائندہ تیار نہ کر سکے گا جو سو فیصد اس کی نمائندگی اور نیابت کر

Presented by Ziaraat.Com

سکے؟عقل کا جواب یہ ہے کہ یقیناً اللہ کا ہر خلیفہ، ہر نمائندہ اور ہر نبیؑ و رسولؐ اور ہر امامؑ سو فیصد اللہ کا نمائندہ ہوتا ہے اور سو فیصد اللہ کی نیابت اور نمائندگی کا فرض ادا کرتا ہے۔لہٰذا قریش کی یہ سوچ نامعقول اور خلافِ قرآن ہے۔اور اللہ نے طرح طرح اس حقیقت کو بیان اور واضح کیا ہے مثلاً فرمایا کہ:۔وَمَا یَنطِقُ عَنِ الْھَوٰیO اِنْ ھُوَ اِلَّا وَحْیٌ یُوْحٰیO (سورہ نجم 4-53/3)

مودودی ترجمہ: ''وہ اپنی خواہش نفس سے نہیں بولتا، یہ تو ایک وحی ہے جو اُس پر نازل کی جاتی ہے۔'' (تفہیم القرآن جلد 5 صفحہ 193)

مولانا رفیع الدین کا ترجمہ: ''نہیں بولتا خواہش اپنی سے نہیں وہ مگر وحی کہ بھیجی جاتی ہے۔(صفحہ 632)

مودودی کا ترجمہ ہمیشہ غلط ہوتا ہے۔اس کے باوجود اس میں اپنی خواہش سے بولنے کی نفی مان لی گئی۔لہٰذا طے کر لینا چاہئے کہ رسولؐ کے منہ سے جو کچھ بھی نکلے اس میں انسانی میلانات وجذبات ورجحانات نہیں ہوتے۔مودودی اور اکثر قریشی ان آیات سے یہ تاثر دینا چاہتے ہیں کہ رسولؐ وحی کے دوران اپنی ذاتی خواہش کو داخل نہیں کرتا بلکہ وحی کو جوں کا توں بیان کرتا ہے۔یہ کرتا بھی غلط ہے اور وہ ترجمہ غلط ہے اس لئے کہ آیت میں ''مَایَتْلُوْا'' (نہیں تلاوت) نہیں فرمایا گیا جس سے قرآن کی بات سمجھی جاتی وہاں تو مَا یَنطِقُ (نہیں بولتا) فرمایا گیا ہے لہٰذا رسولؐ کی ہر بات اور بولنے کی ہر صورت کی ذمہ داری لی گئی ہے۔لہٰذا مودودی حسب عادت وسنتِ قریش یہاں بھی دھوکا دے گئے ہیں۔پھر آیت میں لفظ ھُـوٰہٗ (اپنی خواہش) نہیں آیا یعنی یہ نہیں فرمایا کہ مـا یـنـطق عَنْ ھوہٗ ۔نہیں بولتا وہ اپنی خواہش سے' وہاں اپنی اور پرائی اور خواہش کی بات ہی نہیں ہے۔ ترجمہ تو یہ ہونا چاہئے تھا کہ: وَمَا یَنطِقُ عَنِ الْھَوٰیO اِنْ ھُوَ اِلَّا وَحْیٌ یُوْحٰیO

''وہ گھٹیا میلانات کے ماتحت کچھ بولتا ہی نہیں۔جو کچھ بولتا ہے وہ وہی وحی ہوتی ہے جو اُسے بھیجی جاتی ہے۔''

اور عقلی اور دینی تقاضا بھی یہی ہے کہ وہی کچھ بولے جو اللہ کی نمائندگی کرتا ہو۔اور یہی نہیں بلکہ اللہ نے تو اُنؑ کے اور باقی نمائندگان کیلئے ذمہ داری لی ہے کہ صرف بولنا ہی نہیں بلکہ اُن کا تو سوچنا اور چاہنا بھی وہی ہوتا ہے جو اللہ کا سوچنا اور چاہنا ہوتا ہے یعنی وَمَا تَشَآءُ وْنَ اِلَّآ اَنْ یَّشَآءَ اللّٰہُ اِنَّ اللّٰہَ.... (76/30دھر، 81/29 تکویر) اور تم تو چاہتے بھی کچھ نہیں جب تک اللہ نہ چاہے۔یعنی تمہارا چاہنا بھی اللہ کا چاہنا اور تمہارا بولنا بھی اللہ کا بولنا اور تمہارا کام بھی اللہ کا کام ہوتا ہے لہٰذا عقل و وحی کی رو سے قریش عذاب الیم کے منہ مانگے مستحق تھے اس لئے کہ انہوں نے اعلان کر دیا تھا کہ اگر وہ طرز حکومت حق ہے اور تیری ہی طرف سے حق ہے تو ہم پر آسمان سے پتھر برسا اور ہمیں عذاب الیم میں مبتلا کر۔'' (انفال 33 تا 8/30)

14۔تاریخ سے وہ نظارہ جس میں قریش نے قرآن کے مطابق (توبہ 9/74) آنحضرتؐ کو قتل کرنے کی ناکام کوشش کی۔

خاندانِ رسولؐ کو دنیا سے مٹا دینے کے سلسلے کی آیت اور مودودی کی تشریح گزر چکی اور یہ گفتگو ہو چکی کہ قریش کیوں نسلِ علیؑ ومحمدؐ کو ختم کر دینا چاہتے تھے۔اب قریش کی خودساختہ تاریخ سے قریشی لیڈروں کا اقدام دیکھیں۔تاریخ اسلام میں ایس ذاکر حسین جعفر نے لکھا ہے کہ:

''درمنثور، روضۃ الاحباب، تاریخ الخمیس، معارج النبوۃ اور شواہد النبوۃ میں ہے کہ تبوک سے واپسی کے وقت عقبہ گھاٹی پر رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ نے فرمایا کہ منادی کر دی جائے کہ کوئی شخص آج شب کو عقبہ کی گھاٹی پر اس وقت تک نہ جائے جب تک آنحضرتؐ اس گھاٹی سے گزر نہ جائیں۔چنانچہ حضورؐ اُونٹ پر سوار ہو کر اس طرح چلے کہ حذیفہ بن الیمان اونٹ کی مہار پکڑے ہوئے تھے اور عمار یاسر پیچھے سے اونٹ کو ھانک رہے تھے۔حذیفہ کہتے ہیں کہ یکایک بجلی چمکی اور میں نے دیکھا کہ بارہ یا چودہ سوار حضرت کی طرف متوجہ ہوئے کہ اونٹ کو بدکا کر حضورؐ کو نیچے گرا دیں۔میں نے آپ کو آگاہ کیا آپؐ نے اُن کو ڈانٹا اور وہ بھاگ گئے۔اور ایک روایت میں ہے کہ عمار نے بڑھ کر

Presented by Ziaraat.Com

اُن کے اونٹوں کے منہ پر مارا۔حضرت نے پوچھا کہ تم نے پہچانا یہ کون کون تھے؟ کہا کہ یارسولؐ اللہ اُن کے منہ کھلے ہوئے نہ تھے ہم نے نہ پہچانا۔اور رات کا اندھیرا بھی پہچاننے سے مانع تھا۔فرمایا کہ یہ وہ لوگ ہیں کہ قیامت تک منافق رہیں گے۔جانتے ہو کہ اُن کا کیا ارادہ تھا؟ چاہتے تھے کہ میرے اونٹ کو بھڑ کائیں اور مجھے گرا کر ہلاک کر ڈالیں۔حذیفہ نے کہا کہ یارسولؐ اللہ آپ کیوں حکم نہیں دیتے کہ اُن کا سر کاٹ ڈالیں۔فرمایا میں نہیں چاہتا کہ عرب یہ کہیں کہ محمدؐ نے کچھ لوگوں کی مدد سے اپنے دشمنوں سے جنگ کی۔غالب ہوئے تو اب اُن کو قتل کرتے ہیں۔بعد ازآں اُن کے اور اُن کے باپوں کے نام حذیفہ کو بتائے اور فرمایا کہ پوشیدہ رکھو اور اُن کو رسوا نہ کرو۔اسی لئے حذیفہ اصحاب رسولؐ میں صَاحِبُ السِّرِّ الَّذِی لَا یَعْلَمُہٗ غَیْرَہٗ۔یعنی ایسے راز پر مطلع جسے اُن کے سوا اور کوئی صحابی نہ جانتا تھا مشہور ہو گئے۔چونکہ وہ منافق منہ ڈھکے ہوئے تھے اس لئے عمر کو یہ خیال ہوا کہ کہیں رسولؐ اللہ نے مجھے بھی اُن لوگوں میں نہ سمجھ لیا ہو۔چنانچہ معارج النبوۃ میں ہے کہ امیر المومنین عمر کچھ عرصے تک حذیفہ کے پاس جاتے اور قسمیں دے دے کر پوچھتے رہے کہ مجھ کو تو رسولؐ اللہ نے منافقوں کے گروہ میں شامل نہیں کیا؟ حذیفہ کہتے تھے۔نہیں نہیں۔اور کتاب سواد و بیاض میں ہے کہ چونکہ رسولؐ اللہ نے فرمایا تھا کہ سب سے زیادہ منافقوں کے احوال سے حذیفہ واقف ہے۔اس لئے امیر المومنین عمر نے دو مرتبہ اُن کے پاس جا کر اور دو مرتبہ اُن کو اپنے پاس بلا کر کہا کہ تو منافقوں کو پہچانتا ہے۔بتلا کہ میں بھی اُن میں شامل ہوں یا نہیں؟ حذیفہ ہر بار یہی کہتے تھے کہ میں رسولؐ اللہ کا راز ظاہر نہ کروں گا۔اس پر آخر حضرت عمر نے بروایت میزان الاعتدال فرمایا یَاحُذَیْفَۃُ اَنَا بِاللّٰہِ مِنَ الْمُنَافِقِیْنَ، یعنی اے حذیفہ قسم بخدا میں اُن مفافقوں میں سے ہوں۔''

روضۃ الاحباب میں مسلم سے ایک روایت میں یہ بھی درج ہے کہ اہل عقبہ میں سے ایک شخص نے حذیفہ سے قسم دے کر پوچھا کہ اصحابِ عقبہ کتنے آدمی تھے؟ حُضّار مجلس نے کہا اے حذیفہ جب یہ قسم دے کر پوچھتا ہے تو بتادو۔حذیفہ نے کہا کہ مجھے یہ خبر دی گئی ہے کہ وہ چودہ آدمی تھے اور تجھ سمیت پندرہ ہوتے ہیں۔قسم خدا کی اُن میں سے بارہ (12) دنیا اور دین میں خدا اور رسولؐ کے دشمن ہیں اور اُن میں سے تین نے عذر کیا کہ اُن کو آنحضرتؐ کی منادی کی اطلاع نہ ہوئی تھی اور نہ انہیں منافقوں کے ارادہ کی خبر تھی۔اور نیز مسلم میں عمار سے روایت ہے کہ حضرتؐ نے فرمایا کہ میرے اصحاب میں بارہ منافق ہیں کہ بہشت کی صورت نہ دیکھیں گے اور اس کی بُو تک نہ سونگھیں گے جب تک کہ اونٹ سوئی کے ناکہ سے نہ نکل جائے۔اور اُن میں آٹھ مرض دبیلہ سے مریں گے۔انسان العیون میں ہے کہ **لیلۃ العقبہ** کی صبح اُسید بن حضیر کو رسولؐ اللہ سے اُن منافقین کا حال معلوم ہوا تو اُسید نے عرض کی کہ یا حضرت آپ حکم دیجئے کہ جو منافق جس قبیلہ کا تھا اُس کو قتل کریں اگر مناسب ہو تو اُن کے نام مجھے بتائیے بخدا ابھی اُن کے سر لاتا ہوں۔حضرتؐ نے فرمایا کہ میں اس سے کراہت کرتا ہوں کہ لوگ کہیں کہ جن کی بدولت کفار سے جہاد کیا اور فتح وغلبہ پایا اب اُن ہی کو قتل کرتے ہیں۔اُسید نے کہا یارسولؐ اللہ وہ آپؐ کے اصحاب نہیں ہو سکتے۔آپؐ نے فرمایا کہ کیا وہ لوگ اظہار شہادتیں نہیں کرتے؟ افسوس ہے کہ اصحاب عقبہ کے نام کسی بھی مورخ نے نہیں لئے۔اس سبب سے مسلمانوں کے ایک فریق کو بہت بڑی جرأت حاصل ہو گئی۔وہ کہتے ہیں کہ مورخین نے جان بوجھ کر اُن کے ناموں کو نہیں لکھا۔حالانکہ یہ لکھا ہے کہ حضرتؐ کی دعا کے موافق اُن میں سے آٹھ بمرض دبیلہ فوت ہوئے۔اور تین نے عذر کیا کہ ہم نے منادی نہ سنی تھی۔اور منافقوں کے مشورے سے آگاہ نہ تھے۔غلطی سے عقبہ پر چلے گئے تھے۔جیسا کہ روضۃ الاحباب میں ہے۔وہ کہتے ہیں کہ نام نہ لینے

Presented by Ziaraat.Com

کی یہی وجہ تھی کہ وہ اکابر صحابہ میں سے تھے۔ کیوں کہ عوام میں سے جو منافق گزرے ہیں اُن کی تشہیر و ملامت میں مورخینِ اہلسنت نے درگزر نہیں کی ہے اور اُن کی مالداری اور قوم میں رسوخ ہی کی وجہ تھی کہ رسولؐ اللہ نے حذیفہ اور عمار کو اُن کے نام ظاہر کرنے کی ممانعت فرمائی تھی۔ کبھی عام منافقین کی نسبت حضرتؐ نے ایسا نہیں فرمایا۔ اسی بنا پر اس فریق کے عالم ابن بابویہ نے حذیفہ بن الیمان کی زبانی اہلسنت کے جلیل القدر صحابیوں کا نام لکھا ہے مگر ہم ترکِ ادب سمجھ کر اعراض کرتے ہیں۔''

(تاریخ اسلام جلد دوم دفعہ 102 واقعہ عقبہ صفحہ 146-147)

لہٰذا بات صاف و ثابت ہوگئی کہ قریش کے تمام بڑے بڑے لیڈر حضرت علی علیہ اسلام سے خلافت چھیننے اور خاندان رسولؐ کو دنیا سے مٹانے کے لئے ہی رسولؐ کو قتل کرنے کی کوشش میں لگے رہے۔

15۔ علیؑ و محمدؐ اور اُن کی معصومؑ اولاد علیھم السلام کے مرتبوں کو اُلٹنا ثابت ہو چکا۔

حضرت علی علیہ السلام نے اللہ سے یہ شکایت بھی کی ہے کہ قریش نے ہمارے برتن کو اوندھا کر دیا ہے۔ وَاَكْفَؤُا اِنَائِىْ؛ (خطبہ 93، جملہ 3) اور قریش نے میرے حق خلافت وحکومت مجھ سے جدا کرنے کے لئے آپس میں اجماع کرلیا ہے حالانکہ میں خلافت وحکومت کے لئے سب سے پہلے نمبر پر حق دار اور اعلیٰ وارفع تھا۔ وَاَجْمَعُوْا عَلٰى مُنَازَعَتِىْ حَقًّا كُنْتُ اَوْلٰى بِهٖ مِنْ غَيْرِىْ (خطبہ 93، جملہ 4)

یہ دونوں جملے سابقہ عنوانات میں ثابت ہو چکے ہیں مقام بلند کو اس سے زیادہ اور کیا گرایا جا سکتا ہے کہ قریش نے نبوت وامامت کو عام عقلائے قریش سے بدتر کر دکھایا۔ اُن کی عصمت کو اُن سے جدا کر کے اُن کو خطا کار و گناہگار بنایا اُن پر توبہ کو لازم کیا اور اُن کے فیصلے کو اللہ کی طرف سے برحق ہونے کے باوجود اس شدت سے جھٹلایا کہ اس پر عمل کرنے سے بہتر سنگسار اور معذب ہو جانے کی درخواست کی تھی (33 تا 8/30) اور حضرت علی علیہ السلام پر ابوبکر وعمر وعثمان کو بزرگ بنایا عثمان نے مروان کو حضرت علیؑ کے برابر قرار دیا اور پورے خاندان رسولؐ پر ننانوے سال تک لعنت کرائی اور پوری مملکت اسلامیہ میں ہر منبر سے پابندی کے ساتھ خطبوں میں نام بنام علیؑ و اولادِ علیؑ پر لعنت اور تبرا کیا جاتا تھا پیروانِ علی علیہ السلام سے جو لعنت وتبرا نہ کرتا تھا اُسے تلوار کے گھاٹ اُتار دیا جاتا تھا۔ یعنی ساری امت میں حضرت علی، حسن، حسین اور دیگرا فرادِ خاندان علیھم السلام کو سب سے حقیر درجہ میں اتار دیا گیا تھا۔

16۔ ساری امت ہی میں نہیں بلکہ تمام انبیاؑئے سابقہ اور امتوں میں علیؑ سے بلند مرتبہ کوئی نہ تھا۔

اللہ، رسولؐ اور صحابہ رسولؐ کے نزدیک حضرت علی علیہ السلام کا مرتبہ ساری مخلوقات میں سے سب بلند تھا۔

(1) اللہ نے علیؑ کو رسالت محمدؐیہ پر اپنے برابر کا شہید اور عالم فرمایا تھا۔

یہاں سب سے پہلے قارئین یہ نوٹ کریں کہ اللہ تعالیٰ نے براہ راست قرآن میں حضرت علی علیہ السلام کو الکتاب کا عالم فرمایا ہے اور منکرین رسالت کے سامنے حضورؐ کو اپنے برابر کا چشم دید گواہ (شہید) فرمایا ہے۔ چنانچہ ارشاد ہوتا کہ:

وَيَقُوْلُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَسْتَ مُرْسَلًا قُلْ كَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيْدًا بَيْنِىْ وَبَيْنَكُمْ وَمَنْ عِنْدَهٗ عِلْمُ الْكِتٰبِO (الرعد 13/43)

''اور حقیقت حال کو چھپانے والے لوگ کہتے ہیں اور کہیں گے کہ اے نبیؐ تم رسولؐ نہیں ہو اُن سے کہہ دو کہ میرے اور تمہارے درمیان میرے رسولؐ ہونے پر اللہ اور وہ شخص ہر طرح کافی اور چشم دیدہ گواہ ہیں جس کے پاس مکمل کتاب کا علم ہے۔'' (الرعد 13/43)

Presented by Ziaraat.Com

(2) شہید کی پوزیشن ہر وقت ہر جگہ اپنے علمی ذرائع کے ساتھ موجود ہر شے علمی ذرائع کے سامنے عیاں۔

لوگوں کا کسی بات یا صورت حال کو نہ سمجھنا اُن کے علم وفہم کی کمی اور جہالت کی دلیل کے سوا اور کسی بات کی دلیل نہیں ہوتا۔ یاد رکھیں کہ اللہ وہ ذات پاک ہے جو ہر جگہ ہر وقت موجود ہے اور ساری کائنات کی تمام مخلوقات پر محیط و مطلع ہے اور ہر چیز کے اندر اور باہر اور قریب تر ہے اور اُن تمام حالات وصفات کو ایک لفظ ''شہید'' ظاہر کرتا ہے۔ اور یہ لفظ کم از کم اُس کے لئے بولا جائے گا جو کہیں بذاتِ خود موجود ہو اور اپنے وجود کی حدود میں آنے والی تمام چیزوں پر اپنے علمی ذرائع سے حاوی، محیط اور مطلع ہو۔ لہٰذا عام زبان میں لفظ ''شاہد'' اُس شخص کے لئے بولا جاسکتا ہے جس کا کوئی علمی ذریعہ کسی چیز پر حاوی محیط اور مطلع ہو اور اُس کا وجود اور زبانی علمی ذرائع وہاں موجود نہ ہوں۔ یہی فرق ہے ''شہید'' اور ''شاہد'' میں۔ یعنی کئی ایک شاہد مل کر بھی ممکن ہے کہ ایک شہید کے برابر نہ ہوسکیں۔ شہید موقعہ واردات پر اپنے ہوش وحواس (کانوں، آنکھوں، ہاتھوں اور زبان اور ناک) کے ساتھ موجود ہوتا ہے مگر شاہد اپنے گھر میں بیٹھا ہوا ایک چیخ سنتا ہے۔ دوسرا شاہد ایک شخص کو دوڑتا ہوا دیکھتا ہے۔ ایک اور شاہد ہاتھ میں چاقو دیکھتا ہے۔ اور کوئی شاہد لاش پڑی ہوئی دیکھتا ہے۔ وغیرہ وغیرہ۔ یعنی تمام شاہد واقعہ قتل کے جزوی گواہ ہوتے ہیں۔ اور ایک شہید مکمل گواہ ہوتا ہے۔ اندھا شخص مکمل گواہ یا شہید نہیں ہوسکتا۔ یعنی اُس کے حصول علم کا ایک ذریعہ مفقود ہے۔ اللہ نے زنا کے لئے چار چشم دید گواہ یعنی شہید مقرر فرمائے ہیں اور یہ اس لئے کہ ہوسکتا ہے کہ کسی کے کسی حواس میں نقص ہو مثلاً نظر کمزور یا ناقص ہو۔ اس صورتحال کو سمجھنے کے بعد قرآن کریم سے شہید کی پوزیشن پر آیات وبیانات سنئے:

(3) اللہ کائنات کی ہر چیز پر شہید ہے۔

الَّذِیْ لَہٗ مُلْکُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاللّٰہُ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ شَہِیْدٌO (بروج 85/9)

اللہ وہ ہستی ہے کہ آسمانوں اور زمینوں کی حکومت وبادشاہت اُسی کے لئے ہے اور ہر چیز پر شہید ہے''۔

اللہ کے ہر چیز کے اوپر شہید ہونے کا ذکر بارہا قرآن میں ہوا ہے۔ (58/6,4/33,34/47,22/17 وغیرہ)

(4) اللہ انسانوں کے تمام اعمال پر بھی شہید ہے

ثُمَّ اللّٰہُ شَہِیْدٌ عَلٰی مَایَفْعَلُوْنَ O (یونس 10/46)(3/98)

(5) اللہ ایسا کافی شہید ہے جو زمینوں اور آسمانوں ہر چیز کا عالم ہے۔ بہرحال اللہ کی پوزیشن پر قریشی علما متفق ہیں۔

قُلْ کَفٰی بِاللّٰہِ بَیْنِیْ وَبَیْنَکُمْ شَہِیْدًا یَعْلَمُ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ.. (عنکبوت 29/52)

(6) شہید، مقام واردات پر موجود و مطلع عیسیٰ علیہ السلام۔

مَاقُلْتُ لَھُمْ اِلَّا مَآ اَمَرْتَنِیْ بِہٖٓ اَنِ اعْبُدُوا اللّٰہَ رَبِّیْ وَرَبَّکُمْ وَکُنْتُ عَلَیْھِمْ شَہِیْدًا مَّادُمْتُ فِیْھِمْ فَلَمَّا تَوَفَّیْتَنِیْ کُنْتَ اَنْتَ الرَّقِیْبَ عَلَیْھِمْ وَاَنْتَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ شَہِیْدٌ O(5/117)

''میں نے اُن سے اور کچھ نہیں کہا سوائے اس کے جس کا تو نے مجھے حکم دیا تھا کہ میرے اور اپنے رب اللہ کی عبادت کرو۔ اور جب تک میں اُن میں موجود رہا ایک شہید کی حیثیت رکھتا تھا۔ لیکن جب تُو نے میری موجودگی اُن میں پوری کردی پھر تو تُو ہی اُن پر نگہبان تھا اور تُو تو ویسے بھی ہر چیز پر شہید ہے۔'' (مائدہ 5/117)

Presented by Ziaraat.Com

(7) شہید حاضر وموجود شامل رہنے والا۔

شہید یعنی موجود برسر کار ہی نہ ہو تو اُس سے موقعۂ واردات کا کوئی سروکار نہ ہوگا۔شہید کے معنی سنئے؛

وَاِنَّ مِنکُم لَمَنْ لَّیُبَطِّئَنَّ فَاِنْ اَصَابَتکُمْ مُّصِیبَۃٌ قَالَ قَدْ اَنعَمَ اللّٰہُ عَلَیَّ اِذْ لَمْ اَکُنْ مَّعَھُمْ شَھِیدًا O (نسا4/72)

’’اور یقیناً تمہارے اندر وہ شخص بھی ہے جو عملی مہمات سے ہٹ کر بچ کر رہتا ہے چنانچہ جب کسی مہم میں تم پر کوئی مصیبت آتی ہے تو وہ شخص کہا کرتا ہے کہ یقیناً اللہ نے میرے اوپر انعام بھیجا جب کہ میں اُن لوگوں کے ساتھ عملی مہم میں شامل و برسرکار نہ تھا۔یعنی شہید نہ تھا۔‘‘

(8) قلب وذہن اور کانوں سے پوری طرح متوجہ رہنا۔

شہید کے لئے ضروری ہے کہ وہ قلب وذہن وبصارت وسماعت وغیرہ سے متوجہ رہے:

اِنَّ فِیْ ذٰلِکَ لَذِکْرٰی لِمَنْ کَانَ لَہٗ قَلْبٌ اَوْ اَلْقَی السَّمْعَ وَھُوَ شَھِیدٌ O (50/37)

’’اُن معاملات میں ہدایت ونصیحت صرف اُس شخص کے لئے ہے جس کا قلب وذہن برسرکار ہوں اور وہ چوکنا اور کان لگائے ہو یا شہید کی حیثیت میں رہتا ہے۔‘‘(سورہ ق،50/37)

(9) سب شہادت دینے والوں میں سب سے بڑا شہادت دینے والا شہید اللہ ہے۔

جن جن حضرات کے لئے اللہ نے لفظ شہید فرمایا ہے اُن سب سے بڑا شہید خود اللہ ہے اور باقی شہید اپنے دائرۂ شہادت کی وسعت کی گنجائش کے مطابق چھوٹے اور بڑے شہید کہلائیں گے۔اللہ کی بات سنئے اور شہادت کی وسعت پر غور کیجئے:

قُلْ اَیُّ شَیْءٍ اَکْبَرُ شَھَادَۃً قُلِ اللّٰہُ شَھِیدٌ بَیْنِیْ وَبَیْنَکُمْ وَاُوحِیَ اِلَیَّ ھٰذَاالْقُرْاٰنُ لِاُنْذِرَکُمْ بِہٖ وَمَنْ بَلَغَ اَئِنَّکُمْ لَتَشْھَدُوْنَ اَنَّ مَعَ اللّٰہِ اٰلِھَۃً اُخْرٰی قُلْ لَّآ اَشْھَدُ قُلْ اِنَّمَا ھُوَ اِلٰہٌ وَّاحِدٌ وَّاِنَّنِیْ بَرِیْٓءٌ مِّمَّا تُشْرِکُوْنَO (انعام6/19)

’’آپ اُن سے پوچھئے کہ شہادت دینے والی سب سے بڑی ہستی کون سی ہے؟ اور اُن کو بتا دیجئے کہ وہ اللہ ہے جو میرے اور تمہارے درمیان شہید ہے۔اور وہی میری طرف یہ قرآن وحی کرتا ہے۔تاکہ میں اس قرآن کے ذریعہ سے تم کو اور تمام پہنچنے والوں کی تنذیر کروں۔ کیا تم لوگ یہ گواہی دے سکتے ہو کہ تم نے ایک شہید کی حیثیت میں یقین کرلیا ہے کہ اللہ کے ساتھ اور بھی معبود ہیں۔آپ کہہ دیں کہ میں تو ایسی گواہی نہیں دے سکتا۔اور بتادو کہ حقیقت اس کے سوا اور ہے ہی نہیں کہ وہ اللہ واحد ہے اور میں یقیناً اُن سے بری ہوں جن کو تم اللہ کا شریک کرتے ہو۔‘‘

یہ معلوم تھا کہ اللہ سب سے بڑا شہید ہے مگر یہ رسالت محمدؐیہ کی بات ہوئی ہے تو اس سلسلے میں اللہ نے فی الحال اپنی شہادت کی گنجائش پوری رسالت پر محیط بتادی ہے اور اس میں وحی کے ارسال ونظام ترسیل وتحفظ اور تنذیر پر اور جن کی تنذیر کی جانا ہے اُن پر اور مشرکین کے تصورات کا نظام شامل کیا۔لہٰذا ماننا ہوگا کہ حضرت علی علیہ السلام کو برابر کا شہید فرمانے (13/43) سے آپؑ کا دائرہ شہادت بھی پوری رسالت پر محیط ہو اور ارسال و ترسیل وحی اور وحی کے تحفظ اور تنذیر کی حدود اور مشرکین پر بھی حاوی ہو۔

(10) رسالت کے کچھ اور اجزا کا بھی تذکرہ جو شہادت میں داخل ہیں۔

اِنَّـآ اَوْحَیْنَـآ اِلَیْکَ کَمَـآ اَوْحَیْنَـآ اِلٰی نُوْحٍ وَّالنَّبِیّٖنَ مِنْ بَعْدِہٖ وَاَوْحَیْنَـآ اِلٰٓی اِبْرٰھِیْمَ وَاِسْمٰعِیْلَ وَاِسْحٰقَ وَیَعْقُوْبَ

Presented by Ziaraat.Com

وَالۡاَسۡبَاطِ وَعِیۡسٰی وَاَیُّوۡبَ وَیُوۡنُسَ وَھٰرُوۡنَ وَسُلَیۡمٰنَ وَاٰتَیۡنَا دَاوٗدَ زَبُوۡرًا Oوَرُسُلًا قَدۡ قَصَصۡنٰھُمۡ عَلَیۡکَ مِنۡ قَبۡلُ وَرُسُلًا لَّمۡ نَقۡصُصۡھُمۡ عَلَیۡکَ وَکَلَّمَ اللّٰہُ مُوۡسٰی تَکۡلِیۡمًا Oرُسُلًا مُّبَشِّرِیۡنَ وَمُنۡذِرِیۡنَ لِئَلَّا یَکُوۡنَ لِلنَّاسِ عَلَی اللّٰہِ حُجَّۃٌ بَعۡدَ الرُّسُلِ وَکَانَ اللّٰہُ عَزِیۡزًا حَکِیۡمًا Oلٰکِنِ اللّٰہُ یَشۡھَدُ بِمَاۤ اَنۡزَلَ اِلَیۡکَ اَنۡزَلَہٗ بِعِلۡمِہٖ وَالۡمَلٰٓئِکَۃُ یَشۡھَدُوۡنَ وَکَفٰی بِاللّٰہِ شَھِیۡدًاO (نسا166 تا4/163)

’’یقیناً ہم نے تیری طرف بھی اُسی طرح وحی کیا ہے جس طرح ہم نے نوحؑ کی طرف اور نوحؑ کے بعد والے نبیوںؑ کی طرف وحی کیا تھا اور ہم نے وحی کیا ابراہیمؑ کی طرف اور اسماعیلؑ واسحٰقؑ ویعقوبؑ کی طرف اور اُن کی اولادوں کی طرف اور عیسٰیؑ اور ایوبؑ اور یونسؑ اور ہارونؑ اور سلیمٰنؑ کی طرف اور داوٗدؑ کو ہم نے زبور دی۔اور ایسے رسولؑ بھی بنائے جن کا ہم نے آپ کو قصہ پہلے بھی سنا رکھا ہے اور ایسے رسولوںؑ کو بھی وحی بھیجی تھی جن کا قصہ ہم نے تمہیں نہیں سنایا ہے۔اور موسٰیؑ سے اللہ نے خاص طور پر کلام کیا ہے۔اُن تمام رسُولوں کو خوشخبریاں سنانے کے لئے اور بُرے انجام سے خبردار کرنے کے لئے عذر باقی نہ رہ جائے اور اللہ تو غالب رہنے والی حکمتوں کا مالک ہے ہی۔لیکن اللہ نے جو کچھ آپؐ کے اوپر نازل کیا ہے اس پر یہ شہادت دیتا ہے کہ وہ سب کچھ اپنے علم کے ماتحت نازل کیا ہے اور اُس پر ملائکہ بھی شہادت دیتے ہیں اور اللہ کا شہید ہونا بھی کافی ہے۔‘‘

(11) اللہ کی شہادت میں یا اللہ کے شہید ہونے میں حضرت علیؑ ہر جگہ نہ صرف برابر کے شہید رکھے گئے ہیں بلکہ آپؑ کو ارسال وحی میں بھی شامل رکھا ہے۔

قارئین کرام ان آیات کو غور وفکر سے پڑھیں اور دیکھیں کہ اللہ نے اپنی سنت کے مطابق یہاں بھی رسالت کے متعلق جمع کے صیغے اُسی طرح بے تکلفانہ استعمال فرماتے ہیں جس طرح تخلیق کائنات کے متعلق آیات (24 تا15/16) میں فرمائے تھے (خطبہ 90)۔اور حضرت علی علیہ السلام رسالت محمدؐیہ پر برابر کے شہید ہو بھی نہ سکتے تھے اگر حضورؐ کو رسالت کی ہر منزل میں اُسی طرح ساتھ نہ رکھا جاتا جس طرح تخلیق کائنات میں ساتھ رکھا گیا تھا۔لہٰذا دیکھئے کہ نبوت محمدؐیہ پر شہادت دینے کے معنی یہ ہیں کہ تمام انبیا ورسل علیھم السلام کی رسالت سے کماحقہٗ واقفیت ہو اِس لئے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نبوت ورسالت تمام انبیاءؑ ورسلؑ کو اپنے ماتحت رکھتی ہے اور وہ سب نبوت محمدؐیہ کی تمہید ہیں اور تعلیمات محمدؐیہ کی مختلف قسطوں کو پہنچانے والے ہیں (آل عمران 82-3/81)۔اور انبیاءؑ اُن کی تائید کرنے والے اور اُن پر ایمان لانے والے اور اُن کی نصرت کرنے والے ہیں۔چنانچہ حضرت علی علیہ السلام اُن کی رسالت ونبوت کے ہر پہلو پر مطلع تھے اور عوام الناس کے سامنے مادّی طور پر تصدیق و شہادت کی تمام ذمہ داریوں کو پوری کرسکنے کی قدرت دیئے گئے تھے۔

17۔ محمدؐ علیؑ اور آئمہ معصومینؑ پوری نوع انسان کے اعمال وافکار واقدامات پر شہادت دیں گے۔

قارئین یہاں چونکہ شہادت کی بات ہو رہی ہے۔اس لئے یہ بھی سمجھ لیں کہ قرآن کریم کی رو سے محمدؐ علیؑ اور اُن کے جانشین آئمہ معصومین علیھم السلام نہ صرف تمام انسانوں کے اعمال وکردار وافکار پر قیامت کے روز چشم دید گواہ (شہید) کی حیثیت سے پیش ہوں گے بلکہ وہ ساری مخلوقات پر شہید ہوں گے اور جنت وجہنم کا فیصلہ اُن کے بیان پر منحصر ہوگا۔اگر ایسا ہے؟ جو قرآن سے دکھایا جائے گا تو یہ ماننا پڑے گا کہ تمام انسان ہر زمانہ میں اُن حضراتؑ کے سامنے حاضر تھے اور ایک لمحہ کے لئے اُن حضراتؑ کی نظر سے اوجھل وغائب نہ ہوسکے اُسی طرح جس طرح کوئی مخلوق

Presented by Ziaraat.Com

اللہ سے چھپ نہیں سکتی ۔مگر اللہ مادی طریقہ پر سامنے رہ کر نہ دیکھ سکتا ہے ۔نہ مادی طریقہ پر گواہی دے سکتا ہے ۔یہ وجہ ہے کہ اللہ کافی وانتہائی اور سب سے بڑا شہید ہوتے ہوئے ایسے حضرات تیار کرتا ہے جن کی شہادت کو رد نہ کیا جاسکے جنؑ کو دیکھتے ہی تمام مخلوقات پہچان سکے اور وہؑ سب سے متعارف ہوں جیسا کہ فرمایا گیا ہے کہ:۔۔وَعَلَی الۡاَعۡرَافِ رِجَالٌ یَّعۡرِفُوۡنَ کُلًّاۢ بِسِیۡمٰهُمۡ...۔الخ (اعراف 48-7/46)

’’مقام تعارف پر ایسے مرد موجود ہوں گے جو تمام جنتیوں اور تمام جہنمیوں کو اُن کے چہروں سے پہنچانتے ہوں گے۔۔۔۔‘‘

قارئین سوچیں اور غور فرمائیں کہ یہ غور کرنے اور فیصلہ کرنے کا مقام ہے کہ جہنم اور جنت میں ساری نوع انسان موجود ہوگی اور حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر قیامت تک لاتعداد انسان پیدا ہو کر جنت یا جہنم کے حقدار بن ہو چکے ہوں گے ۔اُن سب کو اُن کے چہروں سے پہچاننے والے مردوں کا وجود ثابت ہے ۔سوال یہ ہے کہ کون سے مرد ہو سکتے ہیں؟ کیا کوئی یہ وہم کر سکتا ہے کہ وہ ابوبکر وعمر وعثمان ہو سکتے ہیں؟ کیا کوئی یہ کہہ سکتا ہے کہ وہ مردؑ جو ساری نوع انسان کو جانتے پہچانتے ہوں کسی ایک صدی یا کسی ایک زمانہ کے ہو سکتے ہیں؟ وہ تو ایسے مرد ہونا چاہئیں جو نہ صرف ہر زمانہ میں موجود وزندہ سلامت رہے ہوں بلکہ ہر آدمی کے ساتھ ساتھ رہے ہوں ۔یہی نہیں بلکہ اُن سے تو ہر قسم کی غفلت اور بھول چوک اور غلطی وغلط فہمی وغلط بینی کی بھی نفی کرنا پڑے گی ۔بتائیے کہ اُن مردوں سے کوئی افضل ہو سکتا ہے؟ کوئی اُن کے مقابلے میں لایا جاسکتا ہے؟ مانیں یا نہ مانیں یہ مردؑ ہیں **محمدؐ ، علیؑ ، حسنؑ ، حسینؑ ، زین العابدؑین، محمدؑ باقر، جعفر صادقؑ، موسیٰؑ کاظم، موسیٰؑ رضا، محمدؑ تقی، علیؑ نقی، حسنؑ عسکری** اور اُن کے فرزند **امام عصر و الزمان قائم قیامت صلوٰۃ اللہ علیہم اجمعین** ۔یہ حقیقی شیعوں کا ایمان ہے ۔پسند ہو تو ایمان لے آئیں۔

(الف) اللہ نے ان حضرؑات کو اپنے اور ساری مخلوقات کے درمیان واسطہ بنایا ہے۔

تا کہ تمہیں اللہ سے مربوط ہونے کا موقع مل جائے ۔اُن کے لئے فرمایا گیا کہ:۔

وَکَذٰلِکَ جَعَلۡنٰکُمۡ اُمَّةً وَّسَطًا لِّتَکُوۡنُوۡا شُهَدَآءَ عَلَی النَّاسِ وَیَکُوۡنَ الرَّسُوۡلُ عَلَیۡکُمۡ شَهِیۡدًا ...(2/143)

’’جس طرح ہم نے تمہیں ایسا بنایا ہے اُسی طرح تمہیں اپنے اور ساری مخلوق کے درمیان واسطہ بننے والی امت بنایا ہے تا کہ تم پوری نوع انسان پر چشم دید گواہ (شہید) رہو اور تم پر محمدؐ شہید رہیں۔‘‘(سورہ بقرہ ،2/143)

یہ ہیں وہ مردؑ جو ساری انسانیت پر شہید ہیں اور قیامت میں جو سب کو پہچان کر اُن کے اعمال وافکار کردار پر سند ہوں گے اور ظاہر ہے کہ تمام حضرات نور محمدیؐ کے متبرک اجزاؑ ہیں جو ظہور خداوندی کا سبب بنے جن کیلئے یہ کائنات پیدا کی گئی تھی اور جن کی وجہ سے یہ زمین وآسمان باقی وموجود ہیں۔

(ب) ہر امت پر ایک شہید اُن کے زمانہ کی شہادت دے گا اور ایک ہمہ گیر شہید اُن پر آخری سند ہوگا۔

بہر حال قرآن کریم نے بار بار محمدؐ اور علیؑ وآئمہ معصومین علیہم السلام کی ہمہ گیری ثابت فرمائی ہے ۔چنانچہ ارشاد ہوا تھا کہ:

فَکَیۡفَ اِذَا جِئۡنَا مِنۡ کُلِّ اُمَّةٍۭ بِشَهِیۡدٍ وَّجِئۡنَا بِکَ عَلٰی هٰۤؤُلَآءِ شَهِیۡدًا O یَوۡمَئِذٍ یَّوَدُّ الَّذِیۡنَ کَفَرُوۡا وَعَصَوُا الرَّسُوۡلَ لَوۡ تُسَوّٰی بِهِمُ الۡاَرۡضُ ؕ وَلَا یَکۡتُمُوۡنَ اللّٰهَ حَدِیۡثًا O (نساء 42-4/41)

’’چنانچہ اس وقت تمہاری کیا کیفیت ہوگی جب ہم ہر اُمت میں سے ایک ایک شہید اُن پر شہادت کے لئے پیش کریں گے اور تمہیں امتوں کے شہیدوں پر تصدیق وتردید کے لئے بلائیں گے؟ کیفیت یہ ہوگی کہ حقیقت کو چھپاتے رہنے والے تمام لوگ اور نافرمانیاں کرنے

Presented by Ziaraat.Com

والے تمام افراد یہ چاہیں گے کہ زمین پھٹ جائے اور وہ اس میں سما جائیں اور اُس دن وہ حق کو چھپانے والے لوگ کوئی بات اور حدیث چھپا نہ سکیں گے۔''

(ج) ہمہ گیر کتاب بھی اُن حضرات کو اُن کی ہمہ گیر پوزیشن کی بنا پر دی گئی ہے۔

اللہ نے اُسی سلسلے کو برقرار رکھتے ہوئے پھر یوم حساب کی ضروریات کا تذکرہ فرمایا ہے اور اُن حضرات علیہم السلام کی کائناتی ضروریات کے ساتھ قرآن کریم کی ہمہ گیری کو وابستہ کر دیا ہے۔ ارشاد ہے کہ:

وَيَوْمَ نَبْعَثُ فِي كُلِّ أُمَّةٍ شَهِيدًا عَلَيْهِم مِّنْ أَنفُسِهِمْ وَجِئْنَا بِكَ شَهِيدًا عَلَىٰ هَٰؤُلَاءِ وَنَزَّلْنَا عَلَيْكَ الْكِتَابَ تِبْيَانًا لِّكُلِّ شَيْءٍ وَهُدًى وَرَحْمَةً وَبُشْرَىٰ لِلْمُسْلِمِينَ O (نحل 16/89)

''اور وہ دن آنے والا ہے جس دن ہم ہر اُمت کے افراد ہی میں سے ایک ایک شہید مبعوث کریں گے اور تجھے اُن تمام امتوں کے تمام شہیدوں پر شہید لائیں گے۔ اور ہم نے تم پر ایک ایسی مکمل کتاب نازل کی ہے جو ہر ہر چیز کا بیان کرتی ہے جو اسلام لانے والوں کے لئے ہدایت اور رحمت اور خوشخبریوں کی حامل ہے۔''

مطلب یہ ہے کہ اس مکمل کتاب کا عالم اس کائنات کی ہر ہر چیز کا عالم ہوتا ہے اور یہ بات حضرت علی علیہ السلام کو اپنے برابر کا شہید ثابت کرنے کے لئے پہلے فرما دی گئی تھی کہ وہ جو میرے برابر کا رسالت محمدؐ یہ پر شہید ہے وہ مکمل کتاب کا مکمل علم بھی رکھتا ہے۔

18۔ مکمل کتاب کے عالم کی پوزیشن جب کہ مکمل و ہمہ گیر کتاب میں سے ذرا سا علم رکھنے والا حیرت انگیز قدرت رکھتا تھا۔

یہاں قارئین کو معلوم ہوگا کہ حضرت علی علیہ السلام کو ید اللہ، قوتِ پروردگار اور مشکل کشاء کیوں کہا گیا ہے؟ سنئے قرآن سے وہ واقعہ دیکھئے جو عوام وخواص کی زبانوں پر بطور کہانی مشہور ہے۔

حضرت سلیمان علیہ السلام اپنے درباریوں سے یہ سوال کر چکے ہیں کہ تم میں کون ہے جو بلقیس کے تخت کو اُس کے یہاں پہنچنے سے پہلے پہلے لے آئے (نمل 27/38) ایک زبردست جن نے کہا کہ میں دربار برخواست ہونے کے وقت سے پہلے لا سکتا ہوں (27/39) لیکن حضرت سلیمان اس پر بھی مطمئن نہ ہوئے تو ایک اور آدمی کا بیان قرآن سناتا ہے کہ:۔

قَالَ الَّذِي عِندَهُ عِلْمٌ مِّنَ الْكِتَابِ أَنَا آتِيكَ بِهِ قَبْلَ أَن يَرْتَدَّ إِلَيْكَ طَرْفُكَ فَلَمَّا رَآهُ مُسْتَقِرًّا عِندَهُ قَالَ هَٰذَا مِن فَضْلِ رَبِّي لِيَبْلُوَنِي أَأَشْكُرُ أَمْ أَكْفُرُ.. ۔(نمل 27/40)

''جس شخص کے پاس مکمل کتاب میں سے کچھ علم تھا اس نے عرض کیا کہ میں آپؑ کے پلک جھپکنے سے پہلے پہلے اُس تخت کو یہاں لائے دیتا ہوں جوں ہی کہ سلیمانؑ نے وہ تخت اپنے پاس رکھا ہوا دیکھا تو کہا کہ یہ میرے پروردگار کا فضل ہے کہ وہ دیکھے کہ میں شکر گزار ہوں یا ناشکرا ہوں۔''

19۔ مودودی کی تشریح۔ زمان و مکان اور انسانی، علوم و عقل و تجربہ کو علمائے خداوندی کے سامنے لانا حماقت ہے۔

مودودی صاحب پہلو بدل کر ایمان لائے ہیں اُن کی تشریح کا آخری ریمارکس یہ ہے کہ:

''اب رہی یہ بات کہ ڈیڑھ ہزار میل سے ایک شاہی تخت پلک جھپکتے کس طرح اُٹھ کر آ گیا، تو اس کا مختصر جواب یہ ہے کہ زمان و مکان اور مادّہ و حرکت کے جو تصورات ہم نے اپنے تجربات و مشاہدات کی بنا پر قائم کئے ہیں اُن کے جملہ حدود صرف ہم ہی پر منطبق ہوتے ہیں۔

Presented by Ziaraat.Com

خدا کے لئے نہ یہ تصورات صحیح ہیں اور نہ وہ اِن حدود سے محدود ہے۔ اُس کی قدرت ایک معمولی تخت تو درکنار، سورج اور اُس سے بھی زیادہ بڑے سیاروں کو آن کی آن میں لاکھوں میل کا فاصلہ طے کرا سکتی ہے۔ جس خدا کے صرف ایک حکم سے عظیم کائنات وجود میں آ گئی ہے اس کا ایک ادنیٰ اشارہ ہی ملکہ سبا کے تخت کو روشنی کی رفتار سے چلا دینے کے لئے کافی تھا۔ آخر اسی قرآن میں یہ ذکر بھی تو موجود ہے کہ اللہ تعالیٰ ایک رات اپنے بندے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو مکہ سے بیت المقدس لے بھی گیا اور واپس لے بھی آیا۔''

(تفہیم القرآن جلد 3 صفحہ 577-578)

مودودی کے بیان پر ایک نظر:

مودودی قسم کے علما نے جیسے مسلمان تیار کئے ہیں اُن میں جُودتِ طبع اور تحقیقی نظر فنا ہو کر رہ جاتی ہے وہ اپنے ان علما کی ہر بات کو بلا غور و فکر تسلیم کرتے گزر جاتے ہیں اور یہ نہیں سمجھتے کہ انہیں اللہ کے نام پر فریب دیا جاتا ہے۔ تمام مذاہب کے ماننے والے یہ مانتے ہیں کہ تمام قوتوں، قدرتوں اور طاقتوں کا مالک اللہ ہے۔ چنانچہ مسلمانوں میں روزمرہ عموماً اور شیطان کے ذکر و عمل پر خصوصاً قرآن کریم کی یہ آیت پڑھی جاتی ہے کہ:۔

لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِي الْعَظِيْم۔

''عظیم الشان علی کے علاوہ نہ کوئی صاحبِ قوۃ ہے نہ کوئی احاطہ رکھتا ہے۔''

اور سینکڑوں آیات بتاتی ہیں کہ قوت و غلبہ اور قدرت کا مالک اللہ ہے لیکن ساتھ ہی یہ بھی قرآن میں بتایا گیا ہے کہ اللہ نے مختلف مخلوقات کو قوت و قدرت دی ہے۔ اور مختلف جڑی بوٹیوں میں، پھلوں میں، اناج میں قوت و قدرت ودیعت کی۔ مختلف علوم میں، مختلف تاثیرات رکھی ہیں اور یہ کہ مختلف انسانوں کو مختلف چیزوں پر قدرت اور غلبہ دیا ہے۔ لہٰذا مودودی کو اپنے اس بیان میں اللہ اور اللہ کی قدرت و قوۃ کو لا کر علوم خداوندی کی تاثیرات و علما کی قدرت و قدر و قیمت پر پردہ نہ ڈالنا چاہئے تھا بلکہ یہ ماننا چاہئے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کے زمانہ میں جو بھی مکمل کتاب تعلیمات و ہدایت و قوانین کو پیش کرتی تھی جو اُن کے زمانہ کا دستور العمل تھی اور جس سے حضرت سلیمانؑ نے جنات جیسی سرکش و صاحبِ قوت مخلوق کو اپنا مطیع و فرماں بردار بنا لیا تھا۔ اُسی کتاب میں سے کچھ جزوی علم ایسا تھا جس کے عالم نے آنکھ جھپکنے سے پہلے پہلے ایک ہزار پانچ سو میل کے فاصلے سے ایک بھاری بھرکم تخت کو منگوا لیا تھا۔ اور اگر اُن کا ایمان قرآن جیسی انتہائی اور کامل ترین کتاب پر بھی ہوتا تو وہ ضرور کہتے کہ اس قرآن کے عالم لاکھوں کروڑوں میل سے جس چیز کو چاہتے روشنی کی رفتار (186000) سے جلد تر منگوا سکتے تھے۔ اور اگر مودودی محمدؐ و آل محمدؐ کے علوم پر ایمان رکھتے ہوتے تو کبھی اُن کو عام انسانوں جیسا خطا کار و بشری کمزوری سے مغلوب ہو جانے والا نہ لکھتے۔ مگر وہ تو قریش کے طاغوتی اسلام پر ایمان لائے اور اُسی کی پیروی کرتے کرتے جہنم واصل ہو گئے۔ اُن کا فرض تو اُمت کو گمراہ کرنا تھا اور وہ اس فرض کو برابر انجام دیتے رہے۔ اللہ اُن پر اور ان کے راہنماؤں پر ہمیشہ لعنت کرتا رہے۔ آمین۔

وہ وہی ملاعین تھے جنہوں نے حضرت محمد و علی علیہما السلام کے ظرفِ علم و حکمت و قدرت کو اُلٹا کیا تھا (خطبہ 93، جملہ 3) اور ننانوے (99) سال تک منبروں سے اُن پر لعنت و تبرا کرایا تھا۔ اور امت میں انہیںؑ پہلی ہی صدی میں باغی اور قابلِ نفرت مشہور کر کے اُن کے خاندان اور اُن کے ماننے والوں کا قتل عام کیا اور رسوؐل کی بیٹیوں اور اولاد کو دربدر پھرایا اور سوا سال تک قید رکھا تھا اور برابر چودہ سو سال سے انہیں تمام انسانی حقوق سے محروم اور قتل کرتے چلے آئے ہیں (خطبہ 93، جملہ 2)۔

Presented by Ziaraat.Com

20۔اللہ، محمدؐ وعلیؑ کی قوتِ قاہرہ نے قریش اور قریشی حکومتوں کو تباہ کیا۔انہیں محتاج وملعون کیا اور اپنا مقام حاصل کر لیا۔

قریش ہی کو نہیں بلکہ کسی اور کو بھی یہ وہم وگمان نہ تھا کہ اس قدر رتباہی، بربادی، قتلِ عام اور بدنامی کے بعد بھی اللہ، محمدؐ اور علیؑ وہی مقام حاصل کر لیں گے جو قرآن نے انہیں عہد رسولؐ میں دیا ہوا تھا اور کمال بالائے کمال یہ ہوگا کہ خود اُن ملاعین کے مذہب والے اُن پر لعنت کریں گے اور محمدؐ وآل محمدؐ اور اُن کے پیروؤں کو صاحبان کرامات ومعجزہ مانیں گے اور اُن کے تیار کردہ عام لوگوں کو اولیاء اللہ کہیں گے اور زندگی میں اُن کے در سے اور وفات کے بعد اُن کی قبروں سے نجات وحیات ومنتیں حاصل کریں گے۔لہٰذا یہاں سے ہم خود اہلسنت علما کے مسلّمات سامنے لائیں گے اور دکھائیں گے کہ مقام محمد وعلی وآئمہ علیھم السلام سُنّی ریکارڈ میں کیا ہے؟ لہٰذا بات وہیں سے شروع کرتے ہیں جہاں ختم کی گئی تھی۔

(الف) **حضرت علیؑ کا علمی مقام سُنی ریکارڈ میں۔**

''ابوسعید خُدری سے مروی ہے کہ میں نے جناب رسولؐ خدا سے اس آیت کے متعلق پوچھا جس میں فرمایا گیا ہے کہ:۔

عَنْ عَطِیّۃ العوفی عَن ابی سعید الخدری رضی اللّٰہ عنہٗ قال سئلتُ رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ و آلہ وسلم عن ھٰذہ الاٰیۃَ الّذی عندہ علمٌ مِنَ الکتاب قَال ذَاکَ وزیراَ خی سلیمان بن داوٗد علیھما السلام وسئلتُہٗ عَنْ قول اللّٰہ عزوجلّ قل کفٰی باللّٰہ شھیدًا بینی و بینکم و مَن عندہ علم الکتاب قال ذَاکَ اخی علیؑ بن ابیطالبؑ۔

''شخص جس کے پاس کتاب میں سے کچھ علم تھا (27/40) حضورؐ نے فرمایا کہ وہ میرے بھائی سلیمان بن داؤد علیھما السلام کا وزیر تھا۔ پھر میں نے اس آیت کے متعلق پوچھا جس میں اللہ نے فرمایا ہے کہ'' کہہ دو کہ میرے اور تمہارے درمیان اللہ اور وہ شخص جس کے پاس کتاب کا علم ہے کافی گواہ ہیں۔'' حضورؐ نے جواب دیا کہ وہ میرا بھائی علیؑ بن ابیطالبؑ ہے۔'' (ینابیع المودۃ باب 30 صفحہ 102 شیخ سلیمان ابن ابراہیم مفتی اعظم قسطنطنیہ) (ارجح المطالب باب 2 صفحہ 110 علامہ عبیداللہ امرت سری) (تفسیر ثعلبی)

اس حدیث پر مودودی نے پردہ ڈالا دروغ بافی کی۔

یہ حدیث اہلسنت کے ریکارڈ میں جگہ جگہ لکھی گئی ہے لیکن یہ ملعون مودودی کہتا ہے کہ:

''ان امور کی کوئی وضاحت نہ قرآن میں ہے نہ کسی حدیث صحیح میں ہے۔'' (تفہیم القرآن جلد 3 صفحہ 576)

(ب) **مودودی کے ملعون بزرگوں کی کوشش علیؑ کی جگہ فرضی ہیرو لانا اور محققین اہلسنت کا منہ توڑ جواب دینا۔**

علمائے اہل سنت نے اس حقیقت کو تسلیم کیا ہے کہ معاویہ نے تاریخ اور حدیث کی کتابیں لکھوائی تھیں (علامہ شبلی وغیرہ) اور ہزاروں روایات ابوبکر وعمر وعثمان کے فضائل میں گھڑوائی تھیں۔اور حضرت علی علیہ السلام کے مقابلہ میں بہت سی روایات لکھوائی تھیں۔چنانچہ ہم یہاں یہ دکھائیں گے کہ معاویہ اینڈ کمپنی نے مندرجہ بالا آیت (13/43) قُلْ کَفٰی بِاللّٰہِ شَھِیْدًا کو عبداللہ بن اسلام کی شان میں لکھ دیا تھا۔جو ہجرت کے بعد مسلمان ہوا تھا۔شیخ سلیمان بن ابراہیم قندوزی بلخی مفتی اعظم قسطنطنیہ نے مندرجہ بالا روایت لکھنے کے بعد اُسی کتاب ینابیع المودۃ میں دشمنان علیؑ کو جواب دیا ہے۔ہم اُسے عربی عبارت چھوڑ کر ترجمہ لکھتے ہیں سنئے:

''محققین اس نتیجہ پر پہنچے ہیں کہ اللہ نے اپنے انبیاء میں سے آخری اور اُن سب سے بہترین اور افضل ترین نبیؐ کو اپنے لطف وفضلِ عظیم کے ساتھ مبعوث کیا۔بعد اس کے اس سے متعلق انبیاؑء اور تمام مخلوق سے عہد لیا کہ وہ محمدؐ مصطفیٰ پر ایمان لائیں اور اُن کی نصرت کریں، جو

Presented by Ziaraat.Com

لتومنن بہ و لتنصرنہ (3/81) سے ثابت ہے۔ جب اللہ نے سعادت اور ہدایت کے دروازے عرب وقریش اور خصوصاً بنی ہاشم پر رسالت محمدؐ مصطفٰی کے ذریعہ کھول دیئے اور وانذر عشیرتک الاقربین فرمادیا تو اب عقل کا تقاضا یہ ہے کہ کتاب خدا کے تمام اسرار کا جاننے والا بنی ھاشم میں سے ہو۔ کیونکہ وہ تمام قریش میں آنحضرتؐ کے قریب تر ہوگا۔ اور یہ کہ اُس کا اسلام سب سے پہلے ہونا چاہیئے تاکہ وہ اسرار رسالت اور ابتدائی وحی کے سارے رموز سے واقف ہو۔ اور یہ کہ وہ تمام اوقات میں آنحضرتؐ کے ساتھ رہ کر اُن کی متابعت کرے تاکہ آنحضرتؐ کے تمام اقوال وافعال سے خبردار ہو۔ اور یہ کہ طفولیت ہی سے وہ افعالِ جاہلیت سے پاک ہو، تاکہ وہ آنحضرتؐ کے اخلاق سے متصف اور آپؐ کے آداب سے تادیب شدہ ہو۔ اور وہ آنحضرتؐ کا نظیر ہدایت میں مثل اولاد کے ہو۔ اور یہ تمام شرائط سوائے حضرت علی علیہ السلام کے اور کسی میں نہیں پائے جاتے۔ اور عبداللہ بن سلام تو ہجرت کے بعد ایمان لایا۔ وہ تمام سورتیں جو اُس سے پہلے نازل ہو چکی تھیں۔ ان کی شان اور موقع نزول اُس کو معلوم نہ تھا۔ اور جب یہ حالت تھی تو وہ اُن کی صحیح تاویل سے بھی واقف نہ تھا۔ حالانکہ سلمان فارسی نے اپنی تین سو پچاس (350) برس کی ساری طویل عمر انجیل وتورات وزبور ودیگر کتب الٰہیہ کی تعلیم میں گزاری تھی اور پھر بھی وہ شخص مقصود آیہ مبارکہ من عندہ علم الکتاب کے نہیں تھا کیوں کہ اُن میں شرائط پوری نہیں ہوتیں۔ تو پھر عبد اللہ بن سلام کیوں کر وہ شخص کہلا سکتے ہیں جس کے پاس علم کتاب تھا۔ انہوں نے تو انجیل بھی نہیں پڑھی تھی۔ اُن میں ان شرطوں میں سے ایک شرط بھی نہیں تھی۔ اور جو اسرار الٰہی اور حقائق حضرت علیؑ نے لوگوں میں بیان کئے ہیں مثل سَلُونی وغیرہ اور جو جو علوم کے بحرِ مواج اُن کی اولادؑ نے بہادیئے وہ ابن سلام میں نہ تھے۔" (ینابیع المودۃ باب 30 صفحہ 102-103)

علامہ سلیمان کے بیان سے قریش کی ناکام سازش واضح ہو جاتی ہے۔ اور حضرت علی علیہ السلام کی علمی معراج ثابت ہو جاتی ہے۔ اور آپؑ کا رسالت ونبوت پر اللہ کی طرح چشم دید شہید ہونا اہل سنت کے ریکارڈ میں بھی قبول کر لیا جاتا ہے اور ثلاثہ اینڈ کمپنی کی فضائل مرتضوٰی کو مٹانے کی سازش ناکام ہو جاتی ہے۔

(ج) قریشی لیڈر استغفار کر کے اور رسولؐ کی موجودگی کی بنا پر عذاب سے بچ گئے ایک شخص علیؑ کی حکومت کو نہ ماننے کی وجہ سے عذاب سے مرا۔

قرآن کریم سے یہ واقعہ بیان کیا جا چکا ہے کہ قریش حضرت علیؑ کی خدائی حکومت سے بچنے اور اپنی قومی حکومت بنانے کے لئے خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو قتل کر دینے کی سازشیں کرتے رہتے تھے (انفال 33 تا 8/30) اور (توبہ 9/74)۔ اور اللہ سے عذاب بھی طلب کرتے رہتے تھے (33 تا 8/30)۔ اور ساتھ ہی استغفار بھی کرتے رہتے تھے اس لئے اللہ نے خلافت مرتضوٰی کے انکار کے باوجود اُن پر عذاب نازل نہ کیا۔ لیکن اُن ہی کا ہم عقیدہ ایک شخص کھل کر اللہ کو چیلنج کرتا ہے اور عذاب طلب کرتا ہے تو اللہ نے اس پر بلا تکلف عذاب نازل کر دیا تھا۔ یہ واقعہ قرآن اور سنی ریکارڈ سے پڑھیے۔

سَاَلَ سَآئِلٌ بِعَذَابٍ وَّاقِعٍ لِّلْکٰفِرِیْنَ لَیْسَ لَهٗ دَافِعٌ مِّنَ اللّٰهِ ذِی الْمَعَارِجِ (معارج 3 تا 70/1) نقَلَ الامام ابو اسحاق الثعلبی فی تفسیرہ اِنَّ سفیان بن عُیَیْنَة سئل عن قوله تعالیٰ ۔سَال سائل بعذاب واقع ۔ الخ، فِی مَنْ نزلت فقال للسائل لقدسَألتی عن مسئلة ماسألنی احد عنها قبلک حدثنی الامام ابو جعفرؑ محمدؑ عن اٰبائه علیهم السلام اِنَّ رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم لَمَّا نادی الناس فاجتمعوا فاخذ بید علیؑ وقال من کنت مولاہُ فعلیؑ مولاہُ

Presented by Ziaraat.Com

فشاع فطار فی البلادِ وبلغ ذلک لحارث ابن نعمان الفهری فاتی رسوّل اللّٰه فاناخ راحلته فَنزَل عنها فقال یا محمدً اَمَرْتَنَا عَنْ اللّٰه عزّوجلّ اَن نشهد ان لا اله الا اللّٰه وانک رسوّل اللّٰه فَقبلنا ہ مِنکَ . ۲. وَاَمَرْتَنا اَن نُصَلّی خمسًا فَقبلناهُ مِنکَ. ۳.وَاَمَرْتَنَا بالزکوة فقبلنا مِنکَ وَامرتنا اَن نصوم رمضان فقبلنا مِنکَ واَمَرْتَنا بالحج فقبلناه مِنکَ ثُمَّ لَمْ تَرضَ بِهٰذَا حَتّٰی رَفَعْتَ بضیعی ابن عَمّک تفضله علینا فَقُلْتَ مَنْ کُنْتُ مَوْلَاهُ فَعَلِیٌّ مولاهُ فَهٰذا شَیْءٍ مِنکَ ام مِنَ اللّٰهِ ؟ فقال النبی صلی اللّٰه علیه وسلم وَالَّذی لا اله الا هُوَ اَنَّ هٰذَا مِنَ اللّٰه عزّوجَلَّ فوَلی الحارث بن نعمان الفهری یرید راحلته وهُوَ یقول اَللّٰهُمَّ اِنْ کَانَ مَایَقُوْلُ محمدً حَقًّا فَامْطِر عَلَیْنَا حجارة من السماء وَائتِنَا بعذاب اَلِیم (8/32)فَمَا وَصَلَ راحلته حَتّٰی اماهُ اللّٰهُ عَزّوجّل بِحَجَر سقط علٰی هامته فخرج مِن دُبره فقتله فانزل اللّٰه ”سَاَلَ سَآئِلٌ بِعَذَابٍ وَّاقِعٍ لِّلْکٰفِرِیْنَ لَیْسَ لَهُ دَافِعٌ مِّنَ اللّٰهِ ذِی الْمَعَارِجِ“.

”ایک سوال کرنے والے نے اللہ سے عذاب مانگا جوفوراً نازل ہوگیا۔حق کو چھپانے والوں کے لئے اس عذاب کودور کرنے والا کوئی نہ تھا اوروہ عذاب عروج عطا کرنے والے کی طرف سے تھا“امام ابواسحاق ثعلبی نے اپنی تفسیر میں نقل کیا ہے کہ یقیناًسفیان بن عُیَینة نے اللہ کے اسی قول (سال سائل) کے متعلق مجھ سے معلوم کیا کہ یہ آیت کس کے لئے نازل ہوئی تھی؟ میں نے سائل سے کہا کہ تم نے ایسا سوال پوچھا ہے جواس سے پہلے کسی ایک نے بھی نہ پوچھا تھا۔مُجھ سے امام محمدؑ باقر نے اپنے باپؑ دادوں سے حدیث بیان کی تھی کہ جب رسوّل اللہ نے مقام غدیر پرلوگوں کوآنے کے لئے پکارااوروہ سب جمع ہوگئے توحضوؐر نے حضرت علیؑ کا بازوپکڑااورفرمایا کہ تم میں سے جس کا میں مولا ہوں یہ علیؑ بھی اُس کا مولا ہے۔چنانچہ حضوؐر کا یہ اعلان چاروں طرف پھیلتا چلا گیا۔دیہاتوں اورشہروں کی آبادیوں میں مشہور ہوگیا چنانچہ اس کی اطلاع حارث بن نعمان فہری کوبھی ہوگئی چنانچہ وہ رسوّل اللہ کے پاس پہنچااونٹ کوبٹھا کراُتر کرحضوؐر کے سامنے آیااورکہا کہ تم نے ہمیں حکم دیا کہ ہم اللہ کے ایک ہونے اورتمہارے رسوّل ہونے کی شہادت دیں ہم نےتم سے یہ حکم قبول کرلیا۔تم نے پانچ نمازوں کا حکم دیا ہم نے تمہارا حکم قبول کرلیا۔تم نے زکوٰۃ کاحکم دیا۔مان لیا۔رمضان کے روزوں کاحکم دیا۔مان لیا۔تم نے حج کاحکم دیا ہم نے مان لیا۔مگرتم اُن تمام احکام کے منوالینے پربھی راضی اورمطمئن نہ ہوئے۔اب تم نے علیؑ کا ہاتھ پکڑ کے بلند کیااور ہمارے اُوپراُسے فضیلت دی اوراعلان کیا کہ جس جس کا میں مولا ہوں یہ علیؑ بھی اس کا مولا ہے۔بتائیے کہ یہ سب کچھ تمہاری طرف سے ہے یااللہ کی طرف سے ہے؟ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کہا کہ اُس ہستی کی قسم جس کے سوااورکوئی معبودنہیں یہ اللہ ہی کی طرف سے حکم ہے۔یہ سن کہ حارث بن نعمان فہری پلٹااوراپنی سواری کی طرف جانے کاارادہ تھااورکہتا جاتا تھا کہ خدایا اگر جوکچھ محمدؐ نے کہاہے وہ حق ہےتو تُو ہمارےاوپر پتھروں کی بارش کراورہمیں عذاب الیم میں مبتلا کردے وہ یہ کہتا ہوا ابھی اپنی سواری تک بھی نہ پہنچا تھا کہ اللہ نے اس پرایک پتھر پھینک ماراجواُس کے سرپرلگااورچوتڑوں کے راستے سے نکل کراُسے قتل کرگیا اُس پراللہ نے یہ آیات نازل کیں کہ ایک شخص نے عذاب کا تقاضا کیا تو عذاب نازل ہوگیااورحق چھپانے والوں میں سے اُسے کوئی روکنے والا نہ تھااوروہ عذاب عروج کے ذرائع کے مالک اوراللہ کی طرف سے نازل ہوا تھا“(ارجح المطالب باب 2 صفحہ 77-78)

Presented by Ziaraat.Com

(د) اللہ کا وہ حکم جس کی تعمیل میں مزید تاخیر کرنے میں رسولؐ کی رسالت خطرہ میں تھی فوراً علیؑ کی ولایت وخلافت قائم کی جائے۔

حضرت علی علیہ السلام کی حکومت اور ولایت قائم کئے جانے پر تمام قریش نے اللہ سے احتجاج کیا تھا اور خود کو سنگسار کرانے اور عذاب الیم کے لئے پیش کیا تھا (انفال 33 تا 8/30) مگر وہ ڈر ڈر کر استغفار بھی کرتے رہتے تھے اس لئے اُن پر عذاب کو ملتوی کر دیا تھا۔لیکن ایک زیادہ جرأت مند مخالف نے باقاعدہ آنحضرت صلی اللہ علیہ والہ وسلم کو چیلنج کر کے اللہ سے عذاب مانگا (3 تا 70/1)۔اور قریش والا جملہ استعمال کیا اور فوراً سنگسار کر دیا گیا۔اب قرآن سے اللہ کا حکم سنئے جس کے ماتحت رسولؐ اللہ نے حضرت علی علیہ السلام کی ولایت وخلافت قائم کی تھی اور قریشیوں نے یہ سمجھا تھا کہ رسولؐ اللہ نے علیؑ کی محبت میں خود ہی یہ اعلان کر دیا تھا۔اللہ نے فرمایا تھا کہ:۔

یٰۤاَیُّهَا الرَّسُوۡلُ بَلِّغۡ مَاۤ اُنۡزِلَ اِلَیۡکَ مِنۡ رَّبِّکَ وَاِنۡ لَّمۡ تَفۡعَلۡ فَمَا بَلَّغۡتَ رِسٰلَتَهٗ وَاللّٰهُ یَعۡصِمُکَ مِنَ النَّاسِ اِنَّ اللّٰهَ لَا یَهۡدِیۡ الۡقَوۡمَ الۡکٰفِرِیۡنَ O (مائدہ 5/67)

''اے رسولؐ تم اُس حکم کی تبلیغ کر دو جو تمہارے رب کی طرف سے تمہارے پاس نازل ہوا پڑا ہے اور گرتم نے اس حکم کی عملاً تبلیغ نہ کی تو سمجھ لو کہ تم نے اپنی ذمہ داری اللہ کی رسالت میں کوئی بھی انجام نہیں دی ہے۔رہ گیا مخالفین کی طرف سے خطرہ تو یقین رکھو کہ اللہ تمہیں اُن لوگوں سے محفوظ رکھے گا۔اور بلاشبہ اللہ حقیقت کے چھپانے والوں کو ہدایت نہ کرے گا۔''

عن ابی سعید الخدری قال نزلَتْ هذه الآية یٰۤاَیُّهَا الرَّسُوۡلُ بَلِّغۡ مَاۤ اُنۡزِلَ اِلَیۡکَ مِنۡ رَّبِّکَ یوم غدیر خم اخرجه الامام ابو الحسن الواحدی فی کتابه المسمی بأسباب النزول وقال الحافظ ابو عبداللّٰه محمد بن یوسف الکنجی الشافعی هکذا ذکره الشیخ محی الدین النووی وقال ابو بکر النفاس انها نزلت بیان الو لایة لعلیؑ (اخرجه ابن ابی حاتم و ابو نعیم فی کتاب مانزل مِن القران فی علیؑ)

''ابوسعید خدری روایت کرتے ہیں کہ یہ آیت کہ ''اے رسولؐ پہنچا دے اس چیز کو جو نازل ہوئی ہے تیری طرف تیرے رب سے''، غدیر خم کے روز نازل ہوئی تھی امام ابوالحسن واحدی نے کتاب اسباب النزول میں اس کو روایت کیا ہے اور حافظ ابوعبداللہ محمد بن یوسف الکنجی الشافعی اپنی کتاب مسمی بکفایت المطالب میں لکھتے ہیں کہ شیخ محی الدین النووی علامہ الرحمۃ نے بھی ایسا ہی ذکر کیا ہے اور ابوبکر بن مردویہ کہتے ہیں کہ یہ آیت جناب امیر علیہ السلام کی ولایت کو بیان کرنے میں نازل ہوئی ہے۔''

(2) عن عبداللہ مسعود قال کُنّانقرء علیٰ عهد رسولؐ اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم یٰۤاَیُّهَا الرَّسُوۡلُ بَلِّغۡ مَاۤ اُنۡزِلَ اِلَیۡکَ مِنۡ رَّبِّکَ اَنّ عَلِیّا مولی المومنین فاِنۡ لَّمۡ تَفۡعَلۡ فَمَا بَلَّغۡتَ رِسٰلَتَهٗ وَاللّٰهُ یَعۡصِمُکَ (اخرجه الواحدی تفسیره والرازی فی التفسیر الکبیر ونظام الاعرج فی تفسیر النیسا بوری والحافظ ابن کثیر وابونعیم فی الحلیة الاولیاء وابن مردویه وعینی فی شرح البخاری والسیوطی فی الدرالمنثور .

عبداللہ بن مسعود سے روایت ہے کہ ہم جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد فرخ مہد میں اس آیت کو اس طرح پڑھتے تھے۔اے رسولؐ پہنچا دے اس چیز کو کہ تیری طرف تیرے رب سے اتاری گئی ہے یہ کہ علیؑ مومنوں کا مولیٰ ہے اور اگر تُو نے نہ کیا تو تُو نے اس کی رسالت کو نہیں پہنچایا اور اللہ تجھے لوگوں سے بچا رکھے گا۔''

Presented by Ziaraat.Com

اس کے ساتھ ہی مسلسل ابن عباس سے اور براء بن عازب سے اسی واقعہ کو روایت کیا ہے اور عمر کا یہ جملہ بھی لکھا ہے کہ:۔
فَقَالَ عُمر بَخٍ بَخٍ یاعلیؑ اَصبَحتَ مَولا ئی وَ مَولیٰ کُلّ مومن و مومنة۔عمر رضی اللہ عنہ کہنے لگے کہ مبارک ہو تجھے یا علیؑ، تو میرا اور ہر ایک مومن اور مومنہ کا مولا ہے۔''(ارجح المطالب (صفحہ 78 تا80)

(ہ) جو اہلسنت کی کتابوں میں حضرت علیؑ کا مقام تلاش کرے گا اُسے کئی لاکھ ایسے فضائل ملیں گے جو ولایت و حکومت علوؑیہ پر یقین پیدا کر دیں گے

ہم اختصار کی غرض سے چند بنیادی فضائل کی طرف اشارہ کر کے گزر جانا چاہتے ہیں تاکہ کتابوں میں جو فضائل کے بیان ملیں وہ اُن بنیادوں میں سمٹ آئیں۔

1۔کسی انسان کے اتنے زیادہ اور اتنے عظیم الشان فضائل بیان نہیں ہوئے جتنے حضرت علی علیہ السلام کے فضائل ہیں۔''

2۔قرآن و حدیث کا حضرت علیؑ سے زیادہ کوئی عالم نہ تھا۔''

3۔حضرت علیؑ کو علم کے ننانوے حصے ملے اور ساری نوع انسان کو ایک حصہ ملا اور حضرت اُس ایک حصہ میں بھی اُن سے زیادہ عالم تھے۔''

4۔نزول قرآن کے دوران بھی مکمل قرآن حضرت علیؑ و فاطمہؑ اور حسنؑ اور حسینؑ کے سینوں میں آیتوں کی صورت میں لکھا ہوا موجود تھا۔ (عنکبوت 29/48-49)

21۔حضرت علیؑ اللہ کی طرح رسولؐ اللہ کو پوری کائنات کی خبریں دینے والے عالم اور خبیر تھے۔

اللہ تعالیٰ نے حضرت علی علیہ السلام کو رسالتِ محمدؐیہ پر اپنے برابر کا شہید ہی نہیں فرمایا ہے بلکہ حضوؐر کو ساری کائنات کا خبیر بھی فرمایا ہے اور رسولؐ کو خبریں حاصل کرنے کا ذریعہ بھی حضرت علیؑ کو قرار دیا ہے چنانچہ کائنات کا تذکرہ کرتے ہوئے فرمایا تھا کہ:

وَتَوَکَّلْ عَلَی الْحَیِّ الَّذِیْ لَا یَمُوْتُ وَسَبِّحْ بِحَمْدِہٖ وَکَفٰی بِہٖ بِذُنُوْبِ عِبَادِہٖ خَبِیْرًاO الَّذِیْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَمَا بَیْنَھُمَا فِیْ سِتَّةِ اَیَّامٍ ثُمَّ اسْتَوٰی عَلَی الْعَرْشِ اَلرَّحْمٰنُ فَسْئَلْ بِہٖ خَبِیْرًا O (فرقان 25/58-59)

''اے رسولؐ تم اس پر بھروسہ رکھو جو زندہ ہے اور جو کبھی نہ مرے گا۔ اور اُسی کی ہمہ گیری بیان کرتے رہو جو اپنے بندوں کے گناہوں سے واقف اور خبردار رہتا ہے۔ وہی جس نے آسمانوں اور زمینوں کو اور جو کچھ آسمانوں اور زمینوں کے درمیان ہے سب کو چھ دن میں پیدا کر کے عرش کو مرکز بنایا تھا وہ بڑا رحمان ہے چنانچہ تمام متعلقہ باتیں، باتوں سے خبردار رہنے والے سے پوچھ لیا کرو۔''

قارئین سوچیں کہ ایسا خبیر عہد رسولؐ میں کون ہوسکتا تھا؟ جس سے سوال کرنے اور پوچھنے کا حکم خود رسولؐ اللہ کو دیا گیا ہے؟ اور قرآن نے ساری نوع انسان کو یہ حکم بھی دیا ہے اور دو مرتبہ دیا ہے کہ جو کچھ نہیں جانتے اور جاننا چاہتے ہو تو اہل ذکرؑ یعنی قرآن اور رسولؐ والوں سے پوچھ لیا کرو۔ (سورہ نحل 16/43-44، سورہ انبیاءؑ 21/7)

Presented by Ziaraat.Com

مفتی جعفر حسین: خطبہ نمبر: 102

علی نقی طہرانی : خطبہ نمبر: 103

خُطبہ ﴿94﴾

1۔رسولؐ کی بعثت کے زمانہ میں ان عربوں میں سے یا ان کے آباؤ اجداد میں سے کوئی نہ تو کسی الہامی کتاب کی تلاوت کرتا تھا نہ کسی نبیؐ کی نبوت کا دعویدار تھا یعنی عرب خالص بے دین اور بے دینوں کی اولاد تھے۔2۔رسولؐ نے اطاعت شعار لوگوں کو لے کر نافرمان عربوں سے جنگ کی تھی اور انہیں ہانکتے ہانکتے وہاں تک لے آئے تھے جہاں سے عرب چاہتے تو نجات حاصل کر سکتے تھے۔3۔عربوں کو ہانکنے اور اُن کو جنگ کر کے مغلوب کرنے میں مَیںؑ بھی آنحضرتؐ کے ساتھ ساتھ اس طرح رہا کہ نہ میں نے کبھی سُستی کی نہ بُزدلی دکھائی اور نہ احکامِ خداوندی میں خیانت کی۔4۔میں اب بھی باطل کا پردہ چاک کرنے اور چھپائے ہوئے حق کو آشکار کرنے میں مصروف ہوں اور حق کو ظاہر کر کے چھوڑوں گا۔(خطبہ 33، جملے 1 تا 11)

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

اَمَّـا بَـعۡدُ فَاِنَّ اللّٰهَ بَعَثَ مُحَمَّدًا صَلَّى اللّٰهُ عَلَيۡهِ وَ آله وَلَيۡسَ اَحَدٌ مِنَ الۡعَرَبِ يَقۡرَأُ كِتَابًا ؛	1	حمد و ثنائے خداوندی کے بعد واضح ہو کہ اللہ نے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ کو ایسے زمانہ میں مبعوث فرمایا تھا کہ ان عرب کہلانے والوں میں سے کوئی ایک شخص بھی ایسا نہ تھا جو کسی الہامی کتاب کی قرات کرتا ہوتا۔
وَلَا يَدَّعِيۡ نُبُوَّةً وَلَا وَحۡيًا ؛	2	اور نہ کوئی ایسا شخص تھا جو کسی نبیؐ کی نبوت کا دعویدار ہوتا اور نہ کوئی سلسلہ وحی کو ماننے والا تھا۔
فَقَاتَلَ بِمَنۡ اَطَاعَهُ مَنۡ عَصَاهُ ؛	3	چنانچہ آنحضرتؐ نے اطاعت کرنیوالوں کو ساتھ لیکر ان لوگوں سے جنگ کی جو نافرمان تھے۔
يَسُوۡقُهُمۡ اِلٰى مَنۡجَاتِهِمۡ ؛	4	اور انہیں ہانکتے ہانکتے وہاں تک لے گئے جہاں سے وہ نجات حاصل کر سکتے تھے۔
وَيُبَادِرُ بِهِمُ السَّاعَةَ اَنۡ تَنۡزِلَ بِهِمۡ ؛	5	اور تباہی کی گھڑی آنے سے پہلے پہلے انہیں آگے بڑھا رہے تھے۔
يَحۡسِرُ الۡحَسِيۡرُ ؛	6	انہیں اسی طرح ہانکتے جاتے تھے جس طرح تھکے ہوئے اونٹوں کو،
وَيَقِفُ الۡكَسِيۡرُ ؛	7	اور زیادہ لدے ہوئے اونٹوں کو آگے بڑھاتے ہیں۔
فَيُقِيۡمُ عَلَيۡهِ حَتّٰى يُلۡحِقَهُ غَايَتَهُ ؛	8	ان کی دیکھ بھال کے لئے راہ میں کھڑے ہو جاتے تھے تاکہ ان کو منزل تک لے جائیں۔
اِلَّا هَالِكًا لَا خَيۡرَ فِيۡهِ ؛	9	سوائے ان کے جن میں کوئی بھلائی نہ ہوتی تھی اور جنہیں تباہ ہی ہونا ہوتا تھا۔
حَتّٰى اَرَاهُمۡ مَنۡجَاتَهُمۡ ؛	10	یہاں تک کہ انہیں ان کی نجات کے ٹھکانے دکھا دیئے اور

Presented by Ziaraat.Com

وَبَوَّاَهُمْ مَحلَّتَهُمْ ؛	11	انہیں ان کے ٹھکانوں میں آباد کر دیا۔
فَاسْتَدَارَتْ رَحَاهُمْ ؛	12	چنانچہ ان کی چکی گھومنے لگی، یعنی وہ جم گئے۔
وَسْتَقَامَتْ قَنَاتُهُمْ ؛	13	اور ان کی چار دیواریاں مستحکم ہو گئیں۔
وَایْمُ اللّٰهِ لَقَدْ كُنْتُ مِنْ سَاقَتِهَا حَتّٰى تَوَلَّتْ بِحَذَافِيْرِهَا ؛	14	بخدا میں ان کو ہانکنے والوں میں تھا یہاں تک کہ وہ سب ولایت وحکومت کے پابند ہو گئے۔
وَاسْتَوْسَقَتْ فِيْ قِيَادِهَا ؛	15	اور قیادت کے بندھنوں اور پابندیوں میں بندھ کر رہ گئے۔
مَاضَعُفْتُ وَلَا جَبُنْتُ وَلَاخُنْتُ وَلَاهَنْتُ ؛	16	اس مہم میں نہ میں نے کمزوری دکھائی نہ بزدلی ظاہر کی۔ نہ خیانت کی اور نہ کمزور ثابت ہوا۔
وَایْمُ اللّٰهِ لَاَبْقُرَنَّ الْبَاطِلَ حَتّٰى اُخْرِجَ الْحَقَّ مِنْ خَاصِرَتِهِ ؛	17	خدا کی قسم میں عہد رسولؐ ہی کی طرح اب بھی باطل کی پردوں کو چاک کر کے اس میں چھپائے ہوئے حق کو آشکار کر کے چھوڑوں گا۔

تشریحات:

اس خطبے کے اصولی اور بُنیادی جملے پہلے خطبہ (33، جملے 1 تا 11) میں آچکے ہیں۔

نوٹ کرنے کی بات یہ ہے کہ جو لوگ قریشی تاریخ اور افسانوں سے متاثر ہیں اُنہوں نے اپنے ذاتی تاثرات کو خطبے کے ترجمہ میں لکھ دیا ہے۔ اس خطبہ میں کوئی بھی لفظ ایسا نہیں ہے جس سے یہ معلوم ہوتا کہ جن لوگوں کا ذکر ہوا ہے آنحضرتؐ نے اُن کی ہدایت کی تھی اور ہدایت کا اثر لے کر وہ مسلمان ہو گئے تھے یا سب کے سب مطیع وفرماں بردار ہو گئے تھے۔ یا وہ احکام خداوندی' نماز' روزہ وغیرہ پر عمل کرنے لگے تھے۔ یا وہ ہدایت یاب ہو گئے تھے۔ ہمارا ترجمہ خطبے کے الفاظ کی حد تک لے جائے گا۔ اور زیادہ سے زیادہ یہ معلوم ہو سکے گا کہ جیسے کیسے کر کے انہیں قوانین اور امن وامان کا پابند کر لیا گیا تھا اور بس۔ بہر حال مذہب اسلام اور عقائد اسلام سے اُن کا کوئی تعلق نہ تھا اور یہ کہ عہد رسولؐ سے لے کر عہد مرتضویؑ تک سارے عرب بے دین تھے۔ حالانکہ ملک عرب میں تمام انبیاؑ کو اور اُن کی کتابوں کو ماننے والے لوگ اور مذاہب موجود تھے۔

قریش کی پوزیشن بعثت رسولؐ سے لے کر وفات رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تک۔

ہم نے (33) تینتیسویں خطبے کی تشریح میں 1 تا 11 جملوں پر بھرپور نظر ڈالی ہے اور قریش کو بڑی تفصیل سے ایک مخلوط النسل گروہ ثابت کیا ہے اور قریش کی وہ تمام سازشیں کھول کر بیان کر دی ہیں جن میں انہوں نے اسماعیلی بننے کی کوشش کی تھی اور خاندان رسولؐ کے شجرے میں داخل ہو جانا چاہا تھا۔ ساتھ ہی حضرت اسماعیل علیہ السلام کی نسل کے تفصیلی حالات اور اُن کی حکومتوں پر روشنی ڈالی ہے۔ اُمتِ مسلمہ، ملتِ ابراہیمؑ اور رسولؐ اللہ کا آپس کا مقام ورشتہ لکھا ہے۔ بہر حال خطبہ 33 کی تشریح کے بعد قارئین کو یہ معلوم ہونے لگے گا کہ اب قریش کے لئے مزید کچھ لکھنے کی کوئی ضرورت اور گنجائش نہیں رہتی ہے لیکن یاد رکھئے کہ اللہ نے قریش کے لئے اُسی وسعت کا ذکر فرمایا ہے جو وسعت رسولؐ اللہ کے لئے اور قرآن کے لئے مذکور ہوئی ہے یعنی جس قدر قرآن اور رسولؐ کے لئے لکھا جائے گا اُسی قدر قریش کے لئے لکھنا پڑے گا۔ چنانچہ فرمایا کہ:-

Presented by Ziaraat.Com

فَاِمَّا نَذْهَبَنَّ بِکَ فَاِنَّا مِنْهُم مُّنتَقِمُوْنَ Oاَوْ نُرِيَنَّکَ الَّذِیْ وَعَدْنٰهُمْ فَاِنَّا عَلَيْهِم مُّقْتَدِرُوْنَ Oفَاسْتَمْسِکْ بِالَّذِیٓ اُوْحِیَ اِلَيْکَ اِنَّکَ عَلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍOوَاِنَّهٗ لَذِکْرٌ لَّکَ وَلِقَوْمِکَ وَسَوْفَ تُسْئَلُوْنَ O(زخرف 44-43/41)

''خواہ ہم آپ کو قریش کے پاس سے لے جائیں یا نہ لے جائیں ہمیں بہر حال ان سے انتقام لینا ہی ہے اور ہم نے قریش سے جس انتقام کا وعدہ کیا ہے ہوسکتا ہے کہ اُس کی کارروائی تمہیں بغیر لے جائے ہی دکھا دیں بہر حال ہم قریش پر پوری قدرت وتسلط رکھتے ہیں۔آپؐ تو قریش کی فکر کیئے بغیر اُسی حکم پر قائم رہیں جو آپ کو وحی کیا جا چکا ہے اور بلاشبہ تم اپنے فیصلے اور تہیہ میں برسرِ حق ہو۔اور یہ قرآن تو یقیناً آپ کا اور آپ کی قوم ہی کا ذکر ہے اور بہت جلد تم دونوں سے باز پرس ہونا ہے۔''(سورہ زخرف 44-43/41)

قارئین بڑی آسانی سے اتنا سمجھ سکتے ہیں کہ قریش رسوؐل اللہ کے کسی فیصلے پر متفق نہیں ہیں اور اللہ اُس فیصلے کو اپنی وحی کے مطابق قرار دے رہا ہے اور تقاضا کر رہا ہے کہ رسوؐل اُس فیصلے پر قائم رہیں۔اور اطمینان رکھیں کہ قریش سے اُس فیصلے کی خلاف ورزی کرنے کا بدلہ یا انتقام ضرور لیا جانے والا ہے اور یہ کہ اللہ کو قریش کے منصوبوں اور عملدرآمد کو تباہ کرنے کی پوری قدرت حاصل ہے وہ اللہ سے بچ کر نہیں نکل سکتے۔لہٰذا ہوسکتا ہے قریش سے انتقام کا لیا جانا رسوؐل کی موجودگی میں ہو جائے یا اُن کی عدم موجودگی میں انتقام لیا جائے اور چلتے چلتے یہ بھی بتا دیا کہ یہ قرآن تو رسوؐل کے اور قریش کے آپس کے تعلق ہی کا دوسرا نام ہے یعنی قرآن میں جو کچھ ہے وہ کسی نہ کسی طرح اِن ہی دونوں کا تذکرہ ہے یعنی اُن کا قصہ ساتھ ساتھ چلتا رہے گا ختم ہونے والا نہیں ہے اور آخر میں اُن دونوں سے باز پرس ہونا ہے۔اور ان آیات میں جو فیصلہ زیرِ بحث ہے وہ خود قیامت یا رجعت سے اِدھر ختم ہونے والا نہیں ہے وہ رسوؐل کے چلے جانے کے بعد بھی جاری رہے گا اور جاری ہے۔فرق یہ ہوا ہے کہ پہلے محمدؐ کی جگہ دوسرے محمدؐ آتے رہے ہیں اور آج آخری محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ کے سامنے ہے اور باز پرس کو قریب لایا جا رہا ہے لہٰذا قریش کے متعلق ہماری تشریحات کبھی بھی ختم اور مکمل نہ ہوں گی۔اور جب تک قرآن کریم موجود ہے قریش کا قصہ بھی موجود اور جاری رہے گا بہر حال خطبہ 33 آپ کو بہت سی معلومات فراہم کرے گا۔

2۔اللہ نے رسوؐل کی پوری قوم سے ہر حال میں انتقام لینے کا اعلان فرمایا ہے۔جس بنا پر انتقام لازم ہے وہ خلافت پر اللہ کے حکم کو نہ ماننا ہے

سابقہ خطبہ نمبر 93 کی بحث اور آیات (33 تا 8/30 اور توبہ 9/74) میں خود قریش کی زبان سے ثابت ہو گیا کہ اگر علیؑ کی خلافت کا حکم حق ہو اور حق اللہ کی طرف سے بھی ہو تو قریش کو اُس حق کو قبول کرنے اور ایسے حکم کو ماننے کے مقابلے میں سنگسار ہو کر عذاب الیم میں مبتلا ہو جانا زیادہ پسند تھا اور قریش کے اسی موقف پر ان کا ایک اہم عقیدہ مسلمان عذاب مانگ کر پتھر سے قتل کیا گیا تھا (معارج 3 تا 70/1)۔اس صورت حال کو اور قرآن کی آیات کو ذہن میں رکھیئے اور اللہ کے انتقام کو عملی صورت میں ملاحظہ فرمایئے ارشاد ہوا ہے کہ:

(الف) انتقام کے ہیرو اللہ نے نام بنام قرآن میں بیان کر دیئے

اَمَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ فَلَهُمْ جَنّٰتُ الْمَاْوٰی نُزُلًا بِمَا کَانُوْا يَعْمَلُوْنَ Oوَاَمَّا الَّذِيْنَ فَسَقُوْا فَمَاْوٰهُمُ النَّارُ کُلَّمَآ اَرَادُوْٓا اَنْ يَّخْرُجُوْا مِنْهَآ اُعِيْدُوْا فِيْهَا وَقِيْلَ لَهُمْ ذُوْقُوْا عَذَابَ النَّارِ الَّذِیْ کُنْتُمْ بِهٖ تُکَذِّبُوْنَ O وَلَنُذِيْقَنَّهُمْ مِّنَ الْعَذَابِ الْاَدْنٰی دُوْنَ الْعَذَابِ الْاَکْبَرِ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُوْنَ Oوَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ ذُکِّرَ بِاٰيٰتِ رَبِّهٖ ثُمَّ اَعْرَضَ عَنْهَا اِنَّا مِنَ الْمُجْرِمِيْنَ مُنْتَقِمُوْنَ O(سجدہ 22 تا 32/19)

''رہ گئے وہ لوگ جو ایمان لائے اور اصلاحی کام کرتے رہے اُن کے لئے دائمی جنتیں تیار ہیں۔اور رہ گئے لاقانونیت پر کاربند لوگ ان کا

ٹھکانا آگ میں ہے۔ جب لاقانون لوگ آگ سے نکلنے کا ارادہ کریں گے تو انہیں آگ میں واپس کر دیا جائے گا اور اُن سے آگ کا عذاب سہنے کے لئے کہا جائے گا۔ اس لئے کہ تم تو آگ کے عذاب کو جھٹلاتے رہتے تھے۔ اور یہی نہیں بلکہ ہم تو اس سے پہلے لاقانون لوگوں کو ایک قریبی اور چھوٹے عذاب میں بھی مبتلا کریں گے پھر یہ آگ والا بڑا عذاب دیا جائے گا تاکہ وہ واپس لائے جاسکیں اور یہ قصہ اُن لوگوں کا ہے جن کو برابر اُن کے پروردگار کی آیات یاد دلائی جاتی رہی تھیں۔ لیکن وہ پھر بھی اپنی غلط کاریوں میں سب سے بڑھتے چلے گئے اور اُن آیات سے روگردانی کرتے رہے لہٰذا یقیناً یہ وہی لوگ ہیں جن کو انتقام لینے کے لئے ہم نے مجرموں کی فہرست میں شمار کیا تھا''۔

یہاں قارئین اگر ان آیات کے آخری جملے (اِنَّا مِنَ الْمُجْرِمِیْنَ مُنْتَقِمُوْنَ) کے اعداد نکالیں گے تو یہ اعداد ابوبکر، عمر اور عثمان کے ناموں کا پتہ دیں گے۔ یعنی اس جملے کے اعداد بارہ سو دو (1202) ہیں اور ثلاثہ کے اعداد بھی یہی ہیں اور اُن ہی اعداد سے اُن حضرات صلوٰۃ اللہ علیہم کی تعداد معلوم ہو جاتی ہے جن کے خلاف ملاعین نے اپنی قوم سے مل کر مہم چلائے رکھی۔ یعنی بارہ سو دو کی متوازی تعداد چودہ معصومین علیہم السلام ہے یعنی صفر کی وجہ سے بارہ الگ اور دو الگ رہتے ہیں اور 12+2 چودہ ہوتے ہیں اور گنتی کے حساب سے 1+2+2=پانچ ہوتے ہیں اور یہی مشہور عالم پنجتن پاک علیہم السلام ہیں۔

3۔ رسوؐل کی یہی قوم اللہ اور اللہ کے متعلقات پر ایمان رکھتی تھی مگر وہ رسوؐل کی حقیقی پوزیشن نہ مانتی تھی۔

حضرت علی علیہ السلام کے تینتیسویں خطبے میں بھی اور اس خطبہ 94 میں بھی قریش کے ایمان لانے کا تذکرہ نہیں کیا گیا ہے بلکہ اس قوم کو ھانکنے کا ذکر تفصیل سے کیا گیا ہے (خطبہ 94، جملہ 4 تا 7) اور قرآن میں اس تفصیل سے متعلق آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ قول ریکارڈ کیا گیا ہے کہ:

وَلَئِنْ سَاَلْتَهُمْ مَّنْ خَلَقَهُمْ لَيَقُوْلُنَّ اللّٰهُ فَاَنّٰى يُؤْفَكُوْنَ Oوَقِيْلِهٖ يٰرَبِّ اِنَّ هٰٓؤُلَآءِ قَوْمٌ لَّا يُؤْمِنُوْنَ Oفَاصْفَحْ عَنْهُمْ وَقُلْ سَلٰمٌ فَسَوْفَ يَعْلَمُوْنَO (زخرف 89-43/87)

''اور اے رسوؐل جب تم اُن سے اللہ پر ایمان کے متعلق یہ دریافت کرو گے کہ تمہیں کس نے پیدا کیا ہے تو اُن کا یقینی اور لازمی جواب یہ ہوگا کہ ہمیں اللہ نے پیدا کیا ہے اور رسوؐل یہ بات کہہ چکا تھا کہ اے میرے پالنے والے یہ قوم حقیقی ایمان لانے والی نہیں ہے اور اللہ نے رسوؐل سے فرمایا تھا کہ اُن کے حالات کو صفحات وقلم کے سپرد کرتے رہیں اور انہیں سلام رخصت کر لو چنانچہ انہیں جلد ہی صفحات میں لکھے ہوئے حالات کا علم ہو جائے گا۔'' (زخرف 89-43/87)

چنانچہ معلوم ہوا کہ قریش اللہ کو اپنا اور ساری کائنات کا خالق سمجھتے تھے مگر اس کے باوجود وہ رسوؐل کو عام انسانوں سے بلند و معصوم نہ مانتے تھے اُن کے ایمان نہ لانے کی شکایت نبوی پوزیشن ہی سے متعلق تھی نہ کہ کلّی ایمان نہ لانے کی۔

(الف) قریش رسوؐل کو آخری اور من جانب اللہ فیصلہ کرنے کا مجاز نہ مانتے تھے۔

قریش رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خطا ولغزش اور غلطی سے پاک ہستی نہ مانتے تھے۔

اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ يَزْعُمُوْنَ اَنَّهُمْ اٰمَنُوْا بِمَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ وَمَآ اُنْزِلَ مِنْ قَبْلِكَ يُرِيْدُوْنَ اَنْ يَّتَحَاكَمُوْٓا اِلَى الطَّاغُوْتِ وَقَدْ اُمِرُوْٓا اَنْ يَّكْفُرُوْا بِهٖ وَيُرِيْدُ الشَّيْطٰنُ اَنْ يُّضِلَّهُمْ ضَلٰلًا بَعِيْدًا O وَاِذَا قِيْلَ لَهُمْ تَعَالَوْا اِلٰى مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ وَاِلَى الرَّسُوْلِ رَاَيْتَ الْمُنٰفِقِيْنَ يَصُدُّوْنَ عَنْكَ صُدُوْدًا Oفَكَيْفَ اِذَآ اَصَابَتْهُمْ مُّصِيْبَةٌ بِمَا قَدَّمَتْ اَيْدِيْهِمْ ثُمَّ جَآءُوْكَ

Presented by Ziaraat.Com

یَحلِفُونَ بِاللّٰہِ اِنۡ اَرَدۡنَاۤ اِلَّاۤ اِحۡسَانًا وَّتَوۡفِیۡقًا O اُولٰٓئِکَ الَّذِیۡنَ یَعۡلَمُ اللّٰہُ مَا فِیۡ قُلُوۡبِہِمۡ فَاَعۡرِضۡ عَنۡہُمۡ وَعِظۡہُمۡ وَقُلۡ لَّہُمۡ فِیۡۤ اَنۡفُسِہِمۡ قَوۡلًۢا بَلِیۡغًا O وَمَاۤ اَرۡسَلۡنَا مِنۡ رَّسُوۡلٍ اِلَّا لِیُطَاعَ بِاِذۡنِ اللّٰہِ وَلَوۡ اَنَّہُمۡ اِذۡ ظَّلَمُوۡۤا اَنۡفُسَہُمۡ جَآءُوۡکَ فَاسۡتَغۡفَرُوا اللّٰہَ وَاسۡتَغۡفَرَ لَہُمُ الرَّسُوۡلُ لَوَجَدُوا اللّٰہَ تَوَّابًا رَّحِیۡمًا O فَلَا وَرَبِّکَ لَا یُؤۡمِنُوۡنَ حَتّٰی یُحَکِّمُوۡکَ فِیۡمَا شَجَرَ بَیۡنَہُمۡ ثُمَّ لَا یَجِدُوۡا فِیۡۤ اَنۡفُسِہِمۡ حَرَجًا مِّمَّا قَضَیۡتَ وَیُسَلِّمُوۡا تَسۡلِیۡمًا O (نساء65 تا4/60)

’’اے نبیؐ کیا آپؐ نے اُن لوگوں کو غور سے نہیں دیکھا ہے جو دعویٰ تو یہ کرتے ہیں کہ وہ اُس تمام سامان پر ایمان لائے ہیں جو اللہ نے آپؐ پر نازل کیا ہے اور اس سامان پر بھی ایمان لاچکے ہیں جو آپ سے پہلے سابقہ انبیاءؑ پر نازل ہوا تھا مگر وہ اس ایمان کے باوجود بھی اپنے لئے فیصلوں کا حاکم نظام اجتہاد یا طاغوت کو بنانا چاہتے ہیں۔ حالانکہ اللہ نے اُن کو یہ حکم دیا تھا کہ وہ طاغوت کے عقیدہ کو دنیا سے غائب کردیں۔ بات یہ ہے کہ اُن کے سب سے بڑے لیڈر (شیطان) نے یہ منصوبہ بنا رکھا ہے کہ اُنہیں گمراہ کرکے دُور سے دُور لے جائے۔ اور جب انہیں یہ دعوت دی جاتی ہے کہ اللہ نے جو کچھ نازل کیا ہوا ہے اور جس پر ایمان رکھنے کا تم دعویٰ بھی کرتے ہو اُس کو اور اللہ کے رسولؐ کے فیصلوں کو مانو تو تم اُن ظاہر میں کچھ اور باطن میں کچھ اور لوگوں کو دیکھتے ہو کہ وہ تم سے خاص طور پر دانشورانہ پہلوتہی اختیار کرتے رہتے ہیں۔ اور جب پہلوتہی کی بنا پر اُن پر کوئی مصیبت آجاتی ہے تو اللہ کی قسمیں کھاتے ہوئے تیرے پاس آتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہم نے تو اجتہاد صرف اس غرض سے کیا تھا کہ اچھا نتیجہ نکلے اور مزید غور وفکر کرنے کی توفیق ملے۔ اے نبیؐ یہ وہی لوگ ہیں جن کے دلوں کے اندر پوشیدہ منصوبے کو اللہ خوب جانتا ہے کہ نہ وہ احسان چاہتے تھے نہ توفیق اُن کا مقصد تھا لہٰذا اے رسولؐ آپؐ اُن کی طرف سے توجہ ہٹالیں اور بے توجہی سے انہیں وعظ کرتے رہیں اور اُن سے ایسی دل نشین باتیں کہا کریں جو اُن کے دلوں میں پوشیدہ منصوبے کو پسند رہیں اور ہم نے تو کوئی رسولؐ بھیجا ہی نہیں ہے سوائے اس کے کہ حکم خداوندی سے اس کی اطاعت کی جائے۔ اور اگر وہ مجتہدانہ غلطی کرتے ہی اور اپنے حق میں ظلم کرنے کے فوراً بعد اقبال جرم کرتے ہوئے تمہارے پاس آئے ہوتے اور تم سے اپنے جرم اجتہاد کی مغفرت طلب کرتے اور رسولؐ بھی اُن کو بخشوانے کی سفارش کرتا تو یقیناً وہ اللہ کو اصلاح کے لئے پلٹنے والا (توّاب) اور رحیم پاتے مگر نہ آنے کی صورت میں اللہ نہ اُن کو بخشے گا نہ اُن پر رحم کرے گا۔ چنانچہ تیرا پروردگار اپنی قسم کھا کر اعلان کرتا ہے کہ بخش ورحم تو کُجا اُن کو تو مومن بھی سمجھا نہیں جاسکتا جب تک وہ اپنے تمام جھگڑوں اور مختلف شاخوں پر تجھے اپنا حاکم نہ بنالیں اور طاغوت کو نہ چھوڑ دیں اور جو تیرا فیصلہ ہو اُس پر دل وجان سے تسلیم ورضا کا اعلان نہ کریں اور اپنے دلوں کے اندر بھی کوئی تنگی وناگواری محسوس نہ کریں۔‘‘ (نسا65 تا4/60)

ان چھ آیتوں میں ثابت ہوگیا کہ قریش رسولؐ کو خاطی انسان سمجھتے تھے اس لئے اُن کے ذاتی اور تنہا فیصلوں کو غلط سمجھتے تھے اور وہ نظام اجتہاد ومشاورت پر ایمان رکھتے تھے اور قریش کے لیڈروں کے فیصلوں پر ایمان رکھتے تھے اور اپنے اس عقیدے کو ہی قرآن اور دیگر کتبہائے خداوندی کے مطابق سمجھتے تھے لیکن اللہ نے ان ہی آیات میں قریش کے ایمان واسلام کی نفی کردی ہے اور اُن پر اور تمام انسانوں پر لازم کردیا ہے کہ وہ رسولؐ کو اللہ کی جگہ سمجھیں اُن کی ہر حالت میں اطاعت کریں۔ اُن کے فیصلوں اور احکام کو غلطی کا امکان نہ سمجھیں دعائیں اور مغفرت رسولؐ کے وسیلے سے طلب کریں ورنہ نہ اللہ سے رحم وکرم کی امید رکھیں نہ بخشے جانے کی توقع رکھیں اور نظامِ اجتہاد ومشاورت واجماعی فیصلوں کو باطل سمجھیں۔

Presented by Ziaraat.Com

(ب) مووددی اور طاغوت اور طاغوتی فیصلے و احکام۔

اب آپ قریش کے عقائد اور طاغوت کے متعلق مووددی کی تحقیق بھی سن لیں لکھا ہے کہ:

''91 یہاں صریح طور پر ''طاغوت'' سے مراد وہ حاکم ہے جو قانون الٰہی کے سوا کسی دوسرے قانون کے مطابق فیصلہ کرتا ہو۔اور وہ نظام عدالت ہے جو نہ اللہ کے اقتدار اعلیٰ کا مطیع ہو اور نہ اللہ کی کتاب کو آخری سند مانتا ہو۔لہٰذا یہ آیت اس معنی میں بالکل صاف ہے کہ جو عدالت ''طاغوت'' کی حیثیت رکھتی ہو اس کے پاس اپنے معاملات کے فیصلے کے لئے لے جانا ایمان کے منافی ہے۔اور خدا اور اُس کی کتاب پر ایمان لانے کا لازمی اقتضایہ ہے کہ آدمی ایسی عدالت کو جائز عدالت تسلیم کرنے سے انکار کردے۔قرآن کی رو سے اللہ پر ایمان اور طاغوت سے کفر، دونوں لازم وملزوم ہیں،اور خدا اور طاغوت دونوں کے آگے بیک وقت جھکنا عین منافقت ہے۔''

(تفہیم القرآن جلد اول صفحہ 367)

(ج) مووددی طاغوت پر ایمان رکھتے ہیں اس لئے طاغوت کی قرآن کے خلاف تعریف کرکے اُسے گھناؤنا بناتے ہیں۔

ہم نے قریش اور قریشی علما کے اکثر فریبوں اور فراڈوں کی نقاب کشائی کی ہے اور مسلمانوں کو اُن کی دھوکہ بازیوں سے خبردار کیا ہے اس لئے یہاں اُن کی ایک بڑی پالیسی کی طرف متوجہ کرنا چاہتے ہیں۔پالیسی کا اصول یہ ہے کہ جس جرم کو قریش پابندی سے کرنا چاہتے تو اُس کی ایسی تعریف (Definition) بیان کردیتے ہیں کہ وہ جرم اتنا گھناؤنا اور حد سے بڑھا ہوا معلوم ہونے لگے کہ قریش پر صادق نہ آسکے اور قاری قریش کے بجائے کسی اور کو اس جرم کی تلاش یا متعین کرنے میں لگ جائیں اس کی بہت آسانی سے سمجھ میں آجانے والی مثال لفظ ''کفر'' کی تعریف یا ڈیفی نیشن ہے۔چنانچہ انہوں نے کفر کی تعریف میں لکھا ہے کہ:

''ایمان کے معنی ہیں ''ماننا،قبول کرنا،تسلیم کرلینا'' اس کے برعکس ''کفر'' کے معنی ہیں ''نہ ماننا،رد کردینا انکار کرنا'' قرآن کی رو سے کفر کے رویہ کی مختلف صورتیں ہیں:

1۔''ایک یہ کہ انسان سرے سے خدا ہی کو نہ مانے یا اُس کے اقتدار اعلیٰ کو تسلیم نہ کرے اور اُس کو اپنا اور ساری کائنات کا مالک اور معبود ماننے سے انکار کردے یا اسے واحد مالک اور معبود نہ مانے۔''

2۔''دوسرے یہ کہ اللہ کو تو مانے مگر اُس کے احکام اور اُس کی ہدایات کو واحد منبع علم وقانون تسلیم کرنے سے انکار کردے۔''

3۔''تیسرے یہ کہ اصولاً اس بات کو بھی تسلیم کرلے کہ اُسے اللہ ہی کی ہدایت پر چلنا چاہئے مگر اللہ اپنی ہدایات اور اپنے احکام پہنچانے کیلئے جن پیغمبروں کو واسطہ بناتا ہے،انہیں تسلیم نہ کرے۔'' (تفہیم القرآن جلد اول صفحہ 129)

قارئین کرام کفر کی اس تعریف کو اور کفر کی ان تشریحات کو بار بار غور سے سمجھ کر پڑھیں اور سوچیں کہ جہاں کہیں بھی قرآن میں الفاظ ''کَافِرُ کَافِرُوْن کُفَّار ،کَافِرِیْنَ ،یَکْفُرُ ،یَکْفُرُوْن ،تکفرُ ،تَکْفُرُوْن وغیرہ آئیں گے کیا آپ اِن الفاظ کے اندر مسلمانوں کو داخل کریں یا سمجھیں گے؟ آپ کا اور تمام مسلمانوں کا جواب ہوگا کہ ہرگز نہیں۔ان الفاظ میں تو صرف وہ لوگ داخل ہوں گے جو منکر خدا ہوں جو منکر اسلام ہوں یا جو منکر قرآن ہوں یا منکر قیامت ہوں منکر انبیاءؑ ہوں منکر وحی ہوں۔اس میں مسلمان ہرگز داخل نہیں ہوسکتے۔مسلمان اچھا ہو یا برا ہو وہ منکر نہیں ہوتا۔آپ کا یہ جواب سو فیصد صحیح ہے اور مندرجہ بالا مووددی اینڈ کمپنی کی تعریف کے عین مطابق ہے اور یہی سبب ہے کہ شیعہ اور سنی مترجمین کے

Presented by Ziaraat.Com

ترجموں میں جہاں کہیں کافر یا کفر سے متعلق مندرجہ بالا الفاظ آئے ہیں اُن کے ترجموں میں مسلمانوں کو کہیں داخل وشامل نہیں سمجھا گیا ہے۔اور یہ اسی لئے کہ لفظ کفر کی تعریف کو اتنا گھناؤنا بنادیا گیا ہے کہ مسلمان اس سے باہر نکل جاتے ہیں کیونکہ یزید وشمر میں بھی وہ گھناؤنا پن نہیں ملتا۔لہٰذا انہیں تمام مسلمانوں نے مسلمان مانا ہے۔بُرا مسلمان مانا ہے۔کثرت نے انہیں جہنمی مسلمان لکھا ہے مگر کافر کسی نے نہیں لکھا اس لئے کہ وہ کلمہ پڑھتے تھے۔نمازیں پڑھتے تھے۔قرآن حفظ یاد کرتے تھے یعنی منکر خدا اور رسوؐل وغیرہ نہ تھے۔

(د) ہم ایسے مسلمان ہیں اور ایسے مسلمان تیار کر رہے ہیں جو سو فیصد مسلمانوں کو کافر سمجھتے ہیں اور ہر کافر کو گنہگار نہیں مانتے۔

یہ اس لئے کہ ہم قریشی نہیں ہیں اور یہ اس لئے کہ ہم لفظ ’’کافر‘‘ کو ڈکشنری کا ایک لفظ سمجھتے ہیں اُسے گالی نہیں سمجھتے۔اور یہ اس لئے کہ ہم قرآن کے ہر لفظ کے وہ معنی کرنے پر اصرار کرتے ہیں جو اس لفظ کے مادہ اور مصدر کے تحت ہو۔اور یہ اس لئے کہ ہم عربی زبان کو اللہ کی تیار کردہ ایک انتہائی قانونی یا سائنٹیفک زبان مانتے ہیں۔اور یہ اس لئے کہ عربی زبان میں ہرگز ایک لفظ کے ایک سے زیادہ معنی نہ ہوتے ہیں نہ ایک سے زیادہ معنی کرنے کی گنجائش ہے نہ ضرورت ہے۔اور یہ اس لئے کہ عربی زبان میں ہر تصور کے لئے ایک لفظ موجود ہے اور الفاظ تیار کرنے کے قواعد موجود ہیں۔اور آخری بات یہ کہ ہم ان لوگوں کے دشمن ہیں جنہوں نے قرآنی الفاظ کے معنی کے استقلال کو تباہ کر کے ایک ہی قرآن کے سیکڑوں ترجمے تیار کر کے اسلام کو تباہ اور پارہ پارہ کر دیا ہے۔

(ہ) مودودی اینڈ کمپنی قرآن کو مجبور رکھنے والا مشن چلا رہی ہے۔کفر کے معنی اور تعریف بقلم خود باطل ہیں۔

مودودی حق کی مار سے باہر نہیں نکل سکتے ہیں۔جادو وہ جو سر چڑھ کر بولے۔کفر کی اُسی تعریف والے صفحہ 129 پر مودودی یہ لکھ کر اپنے فریب کی بنیاد رکھتے ہیں کہ:’’۱۶۱؎ کفر کے اصلی معنی چھپانے کے ہیں۔‘‘(تفہیم القرآن جلد اول صفحہ 129)

لیکن نہ مودودی نے نہ مودودی کی کمپنی کے کسی اور عالم نے قرآن کے ترجموں میں کفر کے اصلی معنی کہیں اختیار کئے۔اگر اُن لوگوں نے ایسا کیا ہوتا تو قریش دو سو فیصد کافر ثابت ہو جاتے سنو اور یاد رکھو کہ دنیا کے کافروں کی پوری تعداد میں کم از کم پھر کم از کم مسلمان اَسی فیصد (80%) ہیں۔ہر وہ شخص کافر ہے جو کسی بات یا کسی چیز کو اس لئے چھپائے کہ اُس چھپانے سے اُسے یقیناً فائدہ ہوگا۔اور ہر وہ کافر گنہگار ہے جو دوسروں کو نقصان پہنچانے کے لئے کسی بات یا چیز کو چھپائے۔ہم نے اس عنوان پر بھی بہت کچھ لکھا ہے اور قرآن سے لکھا ہے یہاں تو بطور مثال یہ عنوان سامنے آگیا ہے بہر حال اللہ قرآن میں کسانوں یا کھیتی کرنے والوں کو کفار کہتا ہے (حدید 57/20)۔نیک لوگوں کی برائیاں چھپا دینے کے لئے لفظ کفر کو استعمال کرتا ہے (نساء 4/31 بہت سے مقامات) کسان بیج کو سال بھر کنبہ سے بچا کر تنگی اٹھاتا ہے اور پھر زمین میں چھپا دیتا ہے۔قریش نے ہمیشہ حق کو چھپایا خود فائدہ اٹھایا اور دوسروں کو نقصان پہنچایا اُن کو سو فیصد حق پوش یا کافر فرمایا گیا ہے۔لیکن تعریف اس اصول پر تیار کی گئی کہ لفظ کافر دیکھتے ہی،نظر بلند ہو کر قریش کے اوپر سے گزرتی رہی اور ہر جگہ منکرین اسلام مراد لئے جاتے رہے۔اسی طرح مشرک کی تعریف میں کیا گیا حالانکہ قرآن میں سو فیصد مشرک قریش ہیں۔اور یوں ہی قریشی علما نے طاغوت کی تعریف میں فریب دیا ہے۔طاغوت نظام اجتہاد و مشاورت کے مرکز کو فرمایا گیا ہے۔اور ہرگز طاغوت سے وہ لوگ مراد نہیں جن پر مودودی اینڈ کمپنی نے زور دیا ہے۔مودودی نہیں چاہتے کہ ابوبکر وعمر وعثمان اور قریشی خلفا اور قریشی قاضی ومفتی وقریشی عدالتیں اور قریشی فقہا ومجتہدین کی تعریف میں داخل ہو کر لفظ کافر کی طرح پٹ جائیں۔اس لئے کہا گیا کہ:

1۔ ’’یہاں صریح طور پر ’’طاغوت‘‘ سے مراد وہ حاکم ہے جو قانون الٰہی کے سوا کسی دوسرے قانون کے مطابق فیصلہ کرتا ہو۔‘‘

Presented by Ziaraat.Com

2۔ اور ’’وہ نظام عدالت ہے جو نہ اللہ کے اقتدارِ اعلیٰ کا مطیع ہو اور نہ اللہ کی کتاب کو آخری سند مانتا ہو‘‘ (ایضًا جلد اول صفحہ 367)

یہ دونوں اتنی گھناؤنی تعریفیں (Definitions) ہیں کہ قاری کی نظر کو اتنا اوپر اٹھا دیتی ہیں کہ مسلمان اس کے نیچے چھپ جاتے ہیں۔ لیکن آپ طاغوت والی مندرجہ بالا آیت (نسا 4/60) بار بار پڑھیں اور تلاش کریں کہ کیا مودودی کی یہ دونوں تعریفیں اس آیت سے اخذ کی گئی ہیں؟ اس آیت میں تو طاغوت سے فیصلہ کرانے والے لوگ تمام کتبہائے خداوندی پر ایمان لائے ہیں اور انہیں اعلانیہ آخری سند مانتے ہیں اور وہ ہرگز اللہ کے اقتدارِ اعلیٰ کے منکر نہیں ہیں بلکہ مومن ہیں۔ اور اس آیت میں یہ بھی نہیں ہے کہ وہ طاغوت پر ایمان رکھتے ہیں البتہ یہ ہے کہ انہوں نے طاغوت کی پوزیشن کو چھپایا یا پوشیدہ نہیں کیا ہے۔ اور نہ آیت میں یہ الزام ہے کہ وہ مومنین طاغوت کو منکر خداوندی سمجھ کر اور اس غرض سے اُس کا فیصلہ چاہتے ہیں کہ طاغوت کسی غیر خدا کے قانون سے فیصلہ کرے گا۔ اور آیت میں یہ بھی نہ ملے گا کہ طاغوت اللہ کو یا اللہ کے اقتدارِ اعلیٰ کو نہیں مانتا اس لئے اس کا فیصلہ باطل ہوگا۔ اور نہ وہاں یہ ہے کہ طاغوت اور طاغوت کے فیصلے کو پسند کرنے والے اللہ کی کتاب کو سند یا آخری نہیں مانتے۔ اس صورت میں علامہ کی اور علامہ کی کمپنی کی تمام تعریفیں نہ صرف خود ساختہ اور باطل ہیں بلکہ قریشی لیڈروں کو اللہ کی مار سے بچانے کے لئے گھناؤنی بنا کر گھڑی گئی ہیں۔ ہمارے نزدیک ہر وہ فیصلہ طاغوتی فیصلہ ہے جو قرآن کے من وعن الفاظ میں نافذ نہ کیا جائے ایسے فیصلے کرنے والے تمام لوگ ظالم وفاسق وکافر ہوتے ہیں (مائدہ 47 تا 5/44)۔ اور تفہیم القرآن جلد اول صفحہ 476,475۔

(و) <u>طاغوت کو ٹھیک سے سمجھنے کے لئے قرآن کی دوسری آیات اور مودودی کے دوسرے بیانات بھی دیکھیں۔</u>

اللہ نے طاغوت کا صرف ایک بار ذکر نہیں کیا ہے کہ قاری کی سمجھ پر تالا ڈال دیا ہو۔ ایک اور مقام دیکھیں فرمایا گیا ہے کہ:

اَللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْحَیُّ الْقَیُّوْمُ لَا تَاْخُذُهٗ سِنَةٌ وَّلَا نَوْمٌ لَهٗ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ مَنْ ذَا الَّذِیْ یَشْفَعُ عِنْدَهٗٓ اِلَّا بِاِذْنِهٖ یَعْلَمُ مَا بَیْنَ اَیْدِیْهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ وَلَا یُحِیْطُوْنَ بِشَیْءٍ مِّنْ عِلْمِهٖٓ اِلَّا بِمَا شَآءَ وَسِعَ كُرْسِیُّهُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَلَا یَئُوْدُهٗ حِفْظُهُمَا وَهُوَ الْعَلِیُّ الْعَظِیْمُ O لَآ اِكْرَاهَ فِی الدِّیْنِ قَدْ تَّبَیَّنَ الرُّشْدُ مِنَ الْغَیِّ فَمَنْ یَّكْفُرْ بِالطَّاغُوْتِ وَیُؤْمِنْ بِاللّٰهِ فَقَدِ اسْتَمْسَكَ بِالْعُرْوَةِ الْوُثْقٰى لَا انْفِصَامَ لَهَا وَاللّٰهُ سَمِیْعٌ عَلِیْمٌ O اَللّٰهُ وَلِیُّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا یُخْرِجُهُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ وَالَّذِیْنَ كَفَرُوْٓا اَوْلِیٰٓئُهُمُ الطَّاغُوْتُ یُخْرِجُوْنَهُمْ مِّنَ النُّوْرِ اِلَى الظُّلُمٰتِ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ هُمْ فِیْهَا خٰلِدُوْنَ O (بقرہ 257 تا 2/255)

’’اللہ وہی ہے جس کے علاوہ کوئی اور معبود نہیں ہے وہ زندہ ہے اور ہر مخلوق کو قائم رکھنے والا ہے۔ اس پر نیند اور اونگھ غالب نہیں آسکتی، آسمانوں اور زمینوں میں جو کچھ بھی ہے اللہ ہی کے لئے ہے۔ کون ہے جو اُس کے حضور میں اُس کی اجازت کے بغیر کسی کی سفارش کر سکے؟ وہ اُس سب کا عالم ہے جو قریش کے اور سارے انسانوں کے سامنے موجود۔ اور اُس کا بھی عالم ہے جو کچھ اُن کے پیچھے اور اُن سے پوشیدہ ہے۔ اور اللہ کے علم میں جو کچھ ہے اُس میں سے کوئی چیز بھی انسانوں کی گرفت اور ادراک میں اُس وقت تک نہیں آسکتی جب تک خود اللہ نہ چاہے۔ اللہ کی حکومت کی کرسی آسمانوں اور زمینوں سب پر چھائی ہوئی ہے اور اتنی لامحدود وسیع حکومت کی حفاظت اور نگرانی اور تدبر اللہ کو تھکاتے نہیں ہیں اور وہ تو عظیم ترین علی ہے۔ دین کے معاملے میں کسی قسم کی زبردستی وناگوار گزرنے والی چیز نہیں ہے۔ یقیناً دین میں صحیح باتیں غلط باتوں سے چھانٹ کر الگ اور واضح کر دی گئی ہیں۔ چنانچہ جو کوئی بھی طاغوت کی پوزیشن کو چھپا کر اللہ پر ایمان لے آیا تو بلاشبہ

Presented by Ziaraat.Com

اُس نے ایک مضبوط ترین سہارا تھام لیا جو کبھی بھی جدا ہونے والا نہیں ہے۔اور اللہ تو سننے والا علیم ہے اللہ تو مومنین کا حاکم ہے جو مومنین کو اندھیروں سے نکال کر ایک خاص نوؔر کی طرف لے جاتا ہے اور حقائق کے چھپانے والے گروہ کے حکمران (اولیاء) طاغوت ہیں جو انہیں اُس خاص نوؔر سے نکال کر اندھیروں کی طرف لے جاتے ہیں۔یہی گروہ جہنمی صحابہ ہیں جو ہمیشہ جہنم ہی میں رہیں گے۔‘‘

تینوں آیات کا خلاصہ اور اُن کا بنیادی مقصد۔

اِن آیات میں اللہ نے دو گروہوں کا ذکر فرمایا ہے۔ایک گروہ مومنوں کا ہے جسے اللہ اپنی رعیت قرار دیتا ہے اور خود کو اُن کا ولی یا حکمران فرماتا ہے۔دوسرا حقائق کو چھپانے والوں کا گروہ ہے جسے اللہ نے طاغوت کی رعایا فرمایا ہے اور اُن کے حکمران یا اولیاء طاغوت نام کے کئی افراد کو قرار دیا ہے۔پھر ایک خاص نوؔر کو مرکزی حیثیت دی ہے اور اللہ نے اپنا کام مومنین کو اُس خاص نوؔر کی طرف راہنمائی کرنا بتایا ہے اور طاغوت نام کے افراد کا کام حق پوش لوگوں کو اُس خاص نوؔر سے دور لے جانے میں راہنمائی کرنا بتایا ہے۔اور اللہ نے اپنی حکومت و مملکت اور حکمرانی کو ساری کائنات میں پھیلی ہوئی بتایا ہے اور طاغوت کی حکمرانی و مملکت کو صرف حق پوشوں تک محدود رکھا ہے۔

مودودی نے اب طاغوت کی پوزیشن کو عدالت اور حاکم سے بڑھا کر خدائی اور بندگی کا دعویدار بنا دیا ہے۔

اب ہمارے قارئین مودودی کی تشریح پڑھیں جو سابقہ تشریح کے خلاف ہے وہاں (تفہیم القرآن جلد اول صفحہ 367) طاغوت کو حاکم اور نظام عدالت کہا تھا اور اب طاغوت خدائی کے دعویدار کو کہا جائے گا سنئے:

’’۲۸۶؎ ’’طاغوت‘‘ لُغت کے اعتبار سے ہر اُس شخص کو کہا جائے گا جو’ اپنی جائز حد سے تجاوز کر گیا ہو‘ قرآن کی اصطلاح میں طاغوت سے مراد وہ بندہ ہے’’جو بندگی کی حد سے تجاوز کر کے خود آقائی و خداوندی کا دم بھرے۔اور خدا کے بندوں سے اپنی بندگی کرائے۔‘‘خدا کے مقابلے میں ایک بندے کی سرکشی کے تین مرتبے ہیں۔پہلا مرتبہ یہ ہے کہ بندہ اصولاً اس کی فرمانبرداری ہی کو مانے،مگر عملاً اُس کے احکام کی خلاف ورزی کرے۔اس کا نام فسق ہے۔دوسرا مرتبہ یہ ہے کہ بندہ اللہ کی فرماں برادری سے اصولاً منحرف ہو کر یا تو خود مختار بن جائے یا اللہ کے سوا کسی اور کی بندگی کرنے لگے۔یہ کفر ہے۔تیسرا مرتبہ یہ ہے کہ وہ مالک سے باغی ہو کر اللہ کے ملک اور اُس کی رعیت میں خود اپنا حکم چلانے لگے۔اس آخری مرتبے پر جو بندہ پہنچ جائے اُسی کا نام طاغوت ہے اور کوئی شخص صحیح معنی میں اللہ کا مومن نہیں ہوسکتا، جب تک کہ وہ اُس طاغوت کا منکر نہ ہو۔‘‘(تفہیم القرآن جلد اول صفحہ 196)

علامہ کی اس تشریح اور تعریف پر ایک نظر۔

پہلی نظر میں تو یہ بات سمجھ میں آجانا چاہیے کہ کافر کی تعریف کی طرح طاغوت کی تعریف میں بھی کسی مسلمان کو داخل کو نہیں کیا جاسکتا۔یعنی مودودی نے طاغوت کی تعریف کو بھی کافر کی تعریف کی طرح اتنا گھناؤنا بنادیا کہ ابوبکر و عمر و عثمان وغیرہ تمام مسلمان لیڈر محفوظ ہوگئے اور جہاں جہاں کافر کی طرح طاغوت کی لفظ قرآن میں آئے گی تمام قاری طاغوت سے منکرین اسلام مراد لیں گے۔مسلمانوں یا قریشی لیڈروں پر طاغوت ہونے کا شبہ نہ کریں گے حالانکہ اللہ نے صاف و صریح الفاظ میں طاغوت سے وابستہ ہونے والوں کو یا طاغوت سے فیصلہ چاہنے والوں کو مسلمان اور تمام کتبہائے خداوندی پر ایمان رکھنے والے فرمایا ہے(نساء 4/60)۔یعنی جب قرآن میں طاغوت کی لفظ آئے تو طاغوت کی تلاش منکروں میں نہیں بلکہ مسلمانوں میں کی جانا چاہئے اس لئے کہ بقول مودودی’’طاغوت‘‘لغت کے اعتبار سے ہر اُس شخص کو کہا جائے گا جو اپنی حد سے تجاوز کر گیا ہو۔‘‘

Presented by Ziaraat.Com

اور ہم پر لازم ہے کہ قرآن کے الفاظ کے وہی معنی اختیار کریں جولغت اور مادّہ مصدر سے بنتے ہوں اور قریشی علما کی خود ساختہ اصطلاحات کوشیطان کے سپرد کردیں تاکہ قرآن کی ترجمانی میں شیطان یا قریش کی مداخلت ناممکن ہوجائے یہ بھی نوٹ کریں کہ مودودی کی خودساختہ اصطلاح نمبر 2 میں میں کفر بھی داخل ہے۔مگر سوال یہ ہے کہ مودودی نے کفر کے معنی اور اصطلاحات میں (تفہیم القرآن جلد اول صفحہ 129) طاغوت کو شامل نہیں کیا تھا۔لہٰذا طاغوت اور کافر کی اصطلاحات بالکل باطل اور قریشی فریب ہیں۔

اور یہ نوٹ کریں کہ مودودی نے لغت کے اعتبار سے لفظ طاغوت کے معنی ''حد سے تجاوز کرنا'' بھی غلط بتائے ہیں۔اس لئے کہ حد سے تجاوز کرنا تو بقول مودودی لفظ مُعۡتَدِیۡن۔کے معنی بنتے ہیں۔لہٰذا مودودی کا بیان اور ترجمہ دیکھئے۔اللہ نے فرمایا تھا کہ:

اِنَّ اللّٰہَ لَا یُحِبُّ الۡمُعۡتَدِیۡنَO (بقرہ 2/190)

مودودی ترجمہ ہے۔''اللہ زیادتی کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔'' (تفہیم القرآن جلد اول صفحہ 150)

مودودی کی تشریح

''۱۰۲؎ یعنی تمہاری جنگ نہ تو اپنی مادی اغراض کے لئے ہو، نہ اُن لوگوں پر ہاتھ اٹھاؤ جو دین حق کی راہ میں مزاحمت نہیں کرتے، اور نہ لڑائی میں جاہلیت کے طریقے استعمال کرو۔عورتوں اور بچوں اور بوڑھوں اور زخمیوں پر دست درازی کرنا، دشمن کے مقتولوں کا مُثلہ کرنا، کھیتوں اور مویشیوں کو خواہ مخواہ برباد کرنا اور دوسرے تمام وحشیانہ اور ظالمانہ افعال ''حد سے گزرنے'' کی تعریف میں آتے ہیں۔'' (ایضًا جلد اول صفحہ 150)

قارئین نے مودودی کے قلم سے دیکھ لیا کہ ''حد سے گزرنے'' یا حد سے تجاوز کرنے'' کے لئے عربی زبان اور قرآن میں الفاظ، تَعۡتَدُوۡا ،مُعۡتَدِیۡن عُدۡوَان ،اَعۡتَدٰی ،فَاعۡتَدُوۡا آتے ہیں (بقرہ 2/190,193,194) اور مودودی صاحب خود اُن کا ترجمہ حد سے گزرنا۔تجاوز کرنا کرتے ہیں (تفہیم القرآن جلد اول صفحہ 149,150,151,152) لہٰذا معلوم ہوا کہ مودودی نے طاغوت کی تعریفوں اور معنی میں کھلا فریب دے کر اپنے راہنماؤں کو محفوظ کیا ہے۔اور یہ بھی نوٹ کریں کہ ان ہی آیات (2/255 تا 257) میں جہاں لفظ ''طاغوت'' جمع کی حیثیت میں استعمال ہوا ہے (2/257) وہاں علامہ نے الگ سے تشریح میں لکھا ہے کہ:

طاغوت پر علامہ کی تیسری تشریح جو سابقہ تشریحات کو باطل کرتی ہے۔

''288؎ ''طاغوت'' یہاں طواغیت کے معنی میں استعمال کیا گیا ہے، یعنی خدا سے منہ موڑ کر انسان ایک ہی طاغوت کے چنگل میں نہیں پھنستا، بلکہ بہت سے طواغیت اس پر مسلط ہوجاتے ہیں۔ایک طاغوت شیطان ہے، جو اُس کے سامنے نت نئی ترغیبات کا سدا بہار سبز باغ پیش کرتا ہے، دوسرا طاغوت آدمی کا اپنا نفس ہے، جو اُسے جذبات وخواہشات کا غلام بنا کر زندگی کے ٹیڑھے سیدھے راستوں میں کھینچے کھینچے لئے پھرتا ہے۔اور بے شمار طاغوت باہر کی دنیا میں پھیلے ہوئے ہیں۔بیوی اور بچے، اعزّہ واقربا، برادری اور خاندان، دوست اور آشنا، سوسائٹی اور قوم، پیشوا اور راہنما، حکومت اور حکام، یہ سب اُس کے لئے طاغوت ہی طاغوت ہوتے ہیں، جن میں سے ہر ایک اُس سے اپنی اغراض کی بندگی کراتا ہے۔اور بے شمار آقاؤں کا یہ غلام ساری عمر اسی چکر میں پھنسا رہتا ہے کہ کس آقا کو خوش کرے اور کس کی ناراضگی سے بچے۔'' (تفہیم القرآن جلد اول صفحہ 197)

مودودی کا یہ بیان جہاں یہ بتاتا ہے کہ مودودی کی سابقہ تمام اصطلاحات اور طاغوت کے معنی غلط اور باطل تھے۔وہیں یہ بھی بتایا ہے کہ علامہ کے

Presented by Ziaraat.Com

تمام طاغوتی معنی اور تعریفیں اور اصطلاحات اُن آیات (257 تا2/255) سے کوئی تعلق نہیں رکھتیں۔انہوں نے کہیں بھی یہ نہیں بتایا کہ وہ نور کیا ہے جس کی طرف اللہ مومنین کی راہنمائی کرتا اور لے جاتا ہے نہ یہ بتایا کہ طاغوت کس طرح اور کیوں حق پوشوں کو اُس نورؑ سے دور لے جاتے ہیں۔ اور وہ تاریکی کیا ہے جس سے اللہ نکالتا ہے اور جس میں طاغوت داخل کرتے ہیں اور یہ کہ اگر لوگ پہلے ہی سے بقول مودودی، منکرین خدا اور رسوؐل ہیں تو طاغوت ہو یا شیطان ہو یا دوسرے لوگ ہوں وہ انہیں اور کہاں لے جائیں گے اور کیوں لے جائیں گے؟ وہ تو پہلے ہی سے ظلمات یا اندھیرے یا تاریکی میں ہیں انہیں اور کس تاریکی یا ظلمات میں لے جایا جائے گا اور کیوں؟ صاف ظاہر ہے کہ طاغوت جن لوگوں کو نور سے تاریکی میں لیجاتا ہے وہ پہلے مسلمان ہوتے ہیں یعنی نوؑر کے اندر ہوتے ہیں۔لہٰذا طاغوت مسلمانوں کو نور سے نکالنے اور تاریکی میں لے جانے کا کام کرتا ہے یا کرتے ہیں اور نورانی حکومت و بادشاہی سے نکال کر اپنا مطیع بناتے اور اپنی حکومت میں لاتے ہیں۔اور لاتے اس بنا پر ہیں کہ نورانی حکومت میں رہتے ہوئے اور مسلمان ہوتے ہوئے بھی حقائق کو چھپانے کی بیماری رکھتے ہیں اس لئے طاغوت اُن پر تسلط پالیتا ہے یعنی بات ہورہی ہے قریشی قسم کے مسلمانوں کی اور قریشی لیڈروں کی یعنی جنہیں کافر کہا گیا ہے وہ قریشی حق پوش مسلمان ہیں اور جسے طاغوت کہا جاتا ہے وہ قریش کا مرکز یا سب سے بڑا لیڈر ہے اور جب جمع کا صیغہ بولا جاتا ہے تو طواغیت سے تمام قریشی لیڈر، جماعت شوریٰ سمجھا یا جاتا ہے۔اور جسے نور کہا گیا ہے وہ حضرت علی علیہ السلام ہیں جن کی ولایت و حکومت کی طرف اللہ و رسوؐل دونوں راہنمائی کرتے ہیں۔اور مومنین وہی لوگ ہیں جو حق پوشی نہیں کرتے اور اللہ و محمد و علی علیھم السلام کو اپنا حاکم، مولیٰ، والی اور آقا سمجھتے ہیں اور قریشی قسم کے مسلمان طواغیت کی رعایا ہوتے ہیں اور اپنا حقیقی حکمران طاغوت کو سمجھتے ہیں اور وحی خداوندی کو طاغوت سے سمجھنا اور فیصلہ کرانا حق قرار دیتے ہیں۔اُن کے نزدیک تمام انبیاء علیھم السلام اور کتبہائے خداوندی کی صحیح تعلیم یہ ہے کہ تنہا نبیؐ کا حکم نہ مانا جائے بلکہ نبیؐ اور لیڈروں کی مشاورت کے بعد احکام قبول کئے جائیں۔یہ ہے یہاں تک بیان شدہ آیات کا مطلب و مدعا۔ جسے مودودی ادھر اُدھر بکھیر کر صفحات کالے کرتے رہتے ہیں۔

(ز) مودودی کو یا قریشی علما کو طاغوت کے دربار میں کھڑا کر کے بے نقاب کردو۔

ہم نے طے کیا ہے کہ مودودی اور قریشی طرز ترجمانی اور انداز تفہیم کو بھی بے نقاب اور باطل کر دیا جائے اور قریشی لیڈروں کو بھی طاغوت ثابت کر دیا جائے لہٰذا ہمیں وہ تمام مقامات سامنے لانا ہوں گے جہاں جہاں اللہ نے طاغوت کا ذکر کیا ہے۔تاکہ ’’دروغ گورا حافظہ نہ باشد‘‘ والے اصول پر مودودی کو تھکا کر بٹھا دیا جائے ایک جھوٹ کو نبھانے کا احساس بھی ختم کر دیا جائے لہٰذا طاغوت سے متعلق ایک اور آیت سنئے:

اَلَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا یُقَاتِلُوۡنَ فِیۡ سَبِیۡلِ اللّٰہِ ۚ وَ الَّذِیۡنَ کَفَرُوۡا یُقَاتِلُوۡنَ فِیۡ سَبِیۡلِ الطَّاغُوۡتِ فَقَاتِلُوۡۤا اَوۡلِیَآءَ الشَّیۡطٰنِ ۚ اِنَّ کَیۡدَ الشَّیۡطٰنِ کَانَ ضَعِیۡفًا ۝ (4/76)

’’جو لوگ مومن ہیں وہ اللہ کی راہ میں جہاد کرتے ہیں۔اور جو حق کو چھپانے والے لوگ ہیں وہ طاغوت کی راہ میں جنگ کرتے ہیں۔ چنانچہ اے مومنین تم شیطان کے بنائے ہوئے حکمرانوں سے جنگ کرو حقیقت یہ ہے کہ شیطان کا مکروفریب کمزور ہوا کرتا ہے۔‘‘

یہاں پھر طاغوت کو مودودی کے آئینہ میں دیکھئے: طاغوت کے متعلق مودودی کی تشریح:

’’۱۰۵ ‘‘ یہ اللہ کا دوٹوک فیصلہ ہے کہ اللہ کی راہ میں اس غرض کے لئے لڑنا کہ زمین پر اللہ کا دین قائم ہو، یہ اہل ایمان کا کام ہے اور جو واقعی مومن ہے وہ اس کام سے کبھی باز نہ رہے گا۔اور طاغوت کی راہ میں اس غرض سے لڑنا کہ خدا کی زمین پر خدا کے باغیوں کا راج ہو، یہ

Presented by Ziaraat.Com

کافروں کا کام ہے اور کوئی ایمان رکھنے والا یہ کام نہیں کرسکتا۔'' (تفہیم القرآن جلداول صفحہ 373)

مودودی کی تشریح پر نظر۔

سب سے پہلے تو قارئین یہ تلاش کریں کہ لفظ طاغوت کی وہ اصطلاحات تعریفیں اور معنی کہاں گئے جن پر اتنی بکواس کی گئی تھی؟ پھر یہ دیکھیں کہ مودودی نے اپنے طاغوتی معنی، اصطلاحات اور تعریفوں میں طاغوت کو کافر بھی قرار دیا ہے پھر طاغوت کو شیطان بھی لکھا تھا (گذشتہ پیرے) اور اس تازہ بیان میں طاغوت کو کافروں سے الگ ہستی دکھایا ہے اور شیطان کو طاغوت سے الگ شخصیت قرار دیا ہے۔ پہلے بیانات کا مطلب یہ تھا کہ ''طاغوت اور شیطان اور کافر ایک ہی ہستی کے تین نام ہیں'' اور اب بوکھلا کر کہا گیا کہ نہیں شیطان و کافر و طاغوت الگ الگ تین ہستیاں ہیں۔ یہ قریش پرست فریب ساز مودودی ہیں۔ جو حق کے دباؤ سے جمورے کی طرح ناچتا ہے۔

(ح) مودودی اور طاغوت پر مودودی کا ایک اور ترجمہ: بہرحال ایک اور آیت پڑھئے اور مودودی کے ترجمہ سے طاغوت کے معنی پر غور کیجئے۔

وَجَعَلَ مِنۡهُمُ الۡقِرَدَةَ وَالۡخَنَازِيۡرَ وَعَبَدَ الطَّاغُوۡتَ اُولٰٓـئِكَ شَرٌّ مَّكَانًا وَّاَضَلُّ عَنۡ سَوَآءِ السَّبِيۡلِ O(5/60)

مودودی ترجمہ ''جن میں سے بندر اور سُور بنائے گئے، جنہوں نے طاغوت کی بندگی کی۔ ان کا درجہ اور بھی زیادہ برا ہے اور وہ سَوَآءُ السَّبِيۡلِ سے بہت زیادہ بھٹکے ہوئے ہیں۔'' (تفہیم القرآن جلداول صفحہ 484)

یہاں قارئین سوچیں کہ مودودی کے بیانات میں اُن کے نزدیک طاغوت کون ہے؟ کیا ہم مودودی کی طرف سے اُن ہی کے بیانات کی رو سے یہ نہیں کہہ سکتے کہ ''کافروں نے کافروں کی بندگی کی'' یا شیطان نے شیطان کی بندگی کی'' یا اُن کے نفسوں نے اپنے نفسوں کی بندگی کی'' وغیرہ بکواس یعنی طاغوت کے معاملے میں مودودی خود بکواس بن کر رہ گئے ہیں۔ اب ایک آخری مقام دیکھ کر یقین فرمالیں کہ مودودی کے کرتب اور فریب ختم ہوچکے ہیں اور اب انہیں یہ نہیں سوجھتا کہ طاغوت کے لئے کیا کہیں اور کیا نہ کہیں؟ اللہ نے فرمایا تھا کہ:

وَلَقَدۡ بَعَثۡنَا فِىۡ كُلِّ اُمَّةٍ رَّسُوۡلًا اَنِ اعۡبُدُوا اللّٰهَ وَاجۡتَنِبُوا الطَّاغُوۡتَ فَمِنۡهُمۡ مَّنۡ هَدَى اللّٰهُ وَمِنۡهُمۡ مَّنۡ حَقَّتۡ عَلَيۡهِ الضَّلٰلَةُ ۔۔۔الخ (نحل 16/36)

مودودی ترجمہ: ''ہم نے ہر امت میں ایک رسوؐل بھیج دیا، اور اُس کے ذریعہ سے سب کو خبردار کردیا کہ ''اللہ کی بندگی کرو اور طاغوت کی بندگی سے بچو''۔ اس کے بعد اُن میں سے کسی کو اللہ نے ہدایت بخشی اور کسی پر ضلالت مسلط ہوگئی۔'' (تفہیم القرآن جلد2 صفحہ 540-439)

اس آیت کی تشریح میں مودودی کی تھکن ابھر کر سامنے آتی ہے نہ یہاں شرک پر غپ شپ ہے نہ پیروں فقیروں پر تبرا کیا ہے۔ سنئے

مودودی کی تشریح:

''۳۲ ''یعنی تم اپنے شرک اور اپنی خود مختارانہ تحلیل و تحریم کے حق میں ہماری مشیت کو کیسے سند جواز بنا سکتے ہو؟ جب کہ ہم نے ہر امت میں اپنے رسوؐل بھیجے اور اُن کے ذریعہ سے لوگوں کو صاف صاف بتا دیا کہ تمہارا کام صرف ہماری بندگی کرنا ہے، طاغوت کی بندگی کے لئے تم پیدا نہیں کئے گئے ہو۔'' (تفہیم القرآن جلد2 صفحہ 540)

یہاں علامہ نے یہ بتانا غیر ضروری سمجھا کہ طاغوت کون ہے جو برابر ہر امت میں موجود رہتا اور اپنی بندگی کراتا چلا آیا ہے اور جس کی بندگی سے روکنے کے لئے ہر نبیؐ اور ہر امت کو تاکید کی جاتی رہی ہے۔؟

Presented by Ziaraat.Com

4۔ طاغوت کی تفہیم میں مودودی نے پلان بنا کر مسلمانوں کو فریب میں مبتلا کیا ہے۔

سابقہ عنوانات میں طاغوت کی پوزیشن پر اور قریشی مسلمانوں کے عملدرآمد پر گفتگو تھی اور یہ دکھایا گیا تھا کہ قریش نے خودساختہ معنی، اصطلاحات اور تعریفوں سے اپنی پوزیشن کو محفوظ کیا ہے اور مودودی اینڈ کمپنی نے بھی سارے مسلمانوں کو اُن ہی خودساختہ معنی ومفاہیم سے فریب دیا ہے۔ چنانچہ مودودی نے اپنے قریشی لیڈروں تک نظر پہنچنے سے روکنے کے لئے ہر ممکن دھوکہ دیا۔ ہر غلط معنی لکھے ہر غلط تعریف طاغوت کی ذیل میں لکھی مگر یہاں سے وہاں تک کہیں بھی نہ لفظ طاغوت کا مادہ لکھا نہ مصدر کو سامنے آنے دیا تا کہ لفظ طاغوت اتنا گھناؤنا بنا رہے کہ اُس سے صرف منکرین اسلام پر نظر جائے اور مسلمانوں پر عموماً اور ابوبکر وعمر وغیرہ پر خصوصاً طاغوت ہونے کا شبہ تک نہ ہو۔ لہٰذا قارئین کوئی ڈکشنری اٹھا کر دیکھیں وہاں لفظ طاغوت کا مادہ۔ ط۔ غ۔ ی'' ملے گا اور اس کا مصدر طُغوٌ، طُغوَانا اور طُغیَانًا ملیں گے اور اُس کے معنی حد سے بڑھنا (To exceed the bounds) اور سرکشی کرنا ہوں گے۔ لہٰذا ہر وہ شخص طاغوت کہلا سکتا ہے جو کسی جائز معقول حد سے بڑھ جائے یا اطاعت کی جگہ سرکشی کرے۔ اور اس مادہ اور مصدر سے بہت سے الفاظ قرآن میں استعمال ہوئے ہیں۔ (89/11،91/11،20/24،53/17،69/5،79/17,37 وغیرہ) اور مودودی نے صحیح معنی کئے ہیں۔ مگر طاغوت کی ذیل میں اس طرح دبے پاؤں گزر گئے جیسے کوئی چور اور مجرم گزرتا ہے۔ بہرحال یہ حقیقت تسلیم کرنا ہی پڑتی ہے کہ قریش اور قریشی علما قرآن کے صحیح معنی کبھی نہ کریں گے اگر اُن پر زد پڑتی ہو (25/30)

5۔ طاغوت ہی کو نہیں قریش تو دشمنان اسلام وخدا اور رسولؐ کو بھی اپنا ولی وحکمران بناتے رہے ہیں۔

قریش ایسے مومن تھے کہ اللہ نے اُن کو مومنین کہہ کر یوں اپیل کی تھی کہ:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوْا عَدُوِّيْ وَعَدُوَّكُمْ اَوْلِيَآءَ تُلْقُوْنَ اِلَيْهِمْ بِالْمَوَدَّةِ وَقَدْ كَفَرُوْا بِمَا جَآءَكُمْ مِّنَ الْحَقِّ ، يُخْرِجُوْنَ الرَّسُوْلَ وَاِيَّاكُمْ اَنْ تُؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ رَبِّكُمْ ، اِنْ كُنْتُمْ خَرَجْتُمْ جِهَادًا فِيْ سَبِيْلِيْ وَابْتِغَآءَ مَرْضَاتِيْ تُسِرُّوْنَ اِلَيْهِمْ بِالْمَوَدَّةِ وَاَنَا اَعْلَمُ بِمَآ اَخْفَيْتُمْ وَمَآ اَعْلَنْتُمْ ، وَمَنْ يَّفْعَلْهُ مِنْكُمْ فَقَدْ ضَلَّ سَوَآءَ السَّبِيْلِ O اِنْ يَّثْقَفُوْكُمْ يَكُوْنُوْا لَكُمْ اَعْدَآءً وَّيَبْسُطُوْٓا اِلَيْكُمْ اَيْدِيَهُمْ وَاَلْسِنَتَهُمْ بِالسُّوْٓءِ وَوَدُّوْا لَوْ تَكْفُرُوْنَ O لَنْ تَنْفَعَكُمْ اَرْحَامُكُمْ وَلَآ اَوْلَادُكُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ يَفْصِلُ بَيْنَكُمْ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ O (ممتحنہ 60/1 تا 3)

''اے وہ لوگو جو ایمان لا چکے ہو تم میرے اور اپنے دشمنوں کو اپنا ولی اور حکمران نہ بناؤ۔ تم اُن کے حضور میں احترام اور محبت کے جذبات پیش کرتے ہو اور وہ یقیناً اُس حق کو چھپاتے ہیں جو تمہارے پاس آچکا ہے اور انہوں نے تمہیں اور رسولؐ کو اس وجہ سے جلاء وطن کر دیا تھا کہ تم اپنے رب اللہ پر ایمان لے آئے تھے۔ اب اس صورت میں کہ تم میری راہ میں جہاد کرنے اور میری رضامندیاں حاصل کرنے کے لئے گھروں سے نکل آئے ہو پھر بھی رازدارانہ طور پر اُن سے احترام ومحبت کرتے ہو اور میں تمہارے خفیہ سلوک وعمل پر بھی اور ظاہری اور اعلانیہ تعلقات پر خوب واقف ہوں اور جو کوئی ایسا کر رہا ہے وہ یقیناً سیدھے رستے سے گمراہ ہو چکا ہے اور اُن کا رویہ تمہارے ساتھ یہ ہے کہ اگر وہ تم پر قابو پالیں تو تمہارے ساتھ کھل کر دشمنی کا سلوک کریں گے اور اپنے ہاتھوں سے بھی اور زبانوں سے بھی تمہارے ساتھ بدترین سلوک کریں گے۔ وہ تو یہ پسند کرتے ہیں کہ تم بھی اُن ہی کی طرح حقائق کو چھپانے لگو۔ اور یاد رکھو کہ قیامت کے روز تمہیں تمہارے رحمی رشتے فائدہ پہنچائیں گے نہ تمہاری اولاد تمہارے کام آئے گی۔ اللہ تمہاری حرکات کو دیکھ رہا ہے اور قیامت میں تمہارے مابین فیصلہ کردے گا۔''

Presented by Ziaraat.Com

6۔ قریش کے رویہ پرخود بھی نظر ڈالیں اور قریشی علما کی چالاکیاں بھی نوٹ کرلیں۔

چونکہ آیات میں رسوؐل اور ان مخاطبوں کو جلاوطن کرنے کا تذکرہ ہوا ہے لہٰذا یہ قریش کا تذکرہ ہے اور قریشی مسلمانوں نے جن لوگوں کو اپنا اولیاء یا حاکم بنا رکھا ہے وہ اُس حق کو چھپاتے ہیں یعنی اس حق کے کافر ہیں جو مسلمانوں کے پاس آیا ہے یعنی وہ حقائق اسلام کو چھپانے میں مصروف ہیں۔اور جس وقت اللہ اُن کی شکایت کررہا ہے اس وقت وہ اپنے گھروں سے روانہ ہوکر جہاد کے لئے کہیں باہر اثنائے راہ وغیرہ میں ہیں۔اور تمام تفصیلات سے یہ ثابت ہے کہ حق چھپانے والے قریشی ان مسلمان قریشیوں سے نہ ظاہر میں محبت کرتے ہیں اور نہ دلوں میں اِن کو اُن سے محبت وہمدردی ہے یعنی اُن کا رویہ صحیح بارعب حکمرانوں ایسا اور اتنا سخت ہے کہ وہ سلوک سچ مچ کے دشمنوں ایسا ہے۔اور اُن مسلمان قریشیوں کا رویہ بھی بالکل محکوموں ایسا ہے جس میں عاجزی واحترام پایا جاتا ہے اور ایسا رویہ رکھنے پر حکمرانی اور محکومی کی وجہ سے یہ مسلمان مجبور ہیں کہ خوشامد واحترام واطاعت کریں۔لہٰذا لفظ اولیاء کے صحیح معنی تحقیق ہوجاتے ہیں اور محکومی ادھر ثابت ہوجاتی ہے۔

(ب) قریشی علما نے پہلا فریب یہ کیا ہے کہ ولی اور اولیاء کے صحیح معنی پورے قرآن میں نہیں کئے ہیں۔حالانکہ لفظ ولی ہو یا اولیاء ہو اس کا مادہ ''و۔ل۔ی ہے'' اور مصدر وِلَایَۃً ہے اور معنی ''ہمدرد حاکم'' ہیں۔قریش نے ولی اور اولیاء اور مولیٰ وغیرہ کے خودساختہ معنی دوست کئے ہیں اور دوست کے لئے عربی زبان میں خلیل اور حمیم اور حبیب ہوتے ہیں۔دوسرا فراڈ یہ کیا ہے کہ ایک افسانہ کو شانِ نزول بنایا ہے جس میں ایک شخص قریش کو لکھتا ہے کہ رسوؐل اللہ مکہ پر حملہ کرنے کے لئے روانہ ہونے والے ہیں۔وہ خط روانہ ہوتے ہی پکڑا جاتا ہے اور راز کُھل جاتا ہے اس کے بعد رسوؐل اللہ فوج لے کر روانہ ہوتے ہیں۔وغیرہ وغیرہ۔مگر یہ افسانہ قرآن کی ان آیات کے خلاف ہے اول اس لئے کہ اس میں ایک یا دو یا تین شخص مخاطب نہیں بلکہ تمام مومنین مخاطب ہیں۔دوسرے اس لئے کہ یہ خطاب دوران سفر ہے مدینہ میں نہیں، پھر خطاب میں مستقل عملدرآمد کی بات ہے اتفاق سے ایک دفعہ کی شکایت نہیں ہے۔پھر خطاب میں کسی خط یا پیغام کا ذکر بھی نہیں ہے۔لہٰذا قرآن سے ثابت ہوا کہ قریشی مسلمان برابر اپنے مرکز کی رعایا رہے اور انہوں نے کبھی خود محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنا ولی یا حاکم تسلیم نہیں کیا اور اسی لئے وہ اپنے مرکز سے فیصلے کرانا چاہتے تھے اور اس مرکز ہی کو اللہ نے طاغوت قرار دیا ہے۔اور قریشی مسلمان آج تک اُسی عقیدے پر کاربند ہیں اور اجتہادی احکام، فتاوٰی اور فیصلوں کو اللہ ورسوؐل کے احکام وفتاوٰی اور فیصلے سمجھتے ہیں اور اُسی عقیدے کی بناپر اُن میں بہت سے مجتہدانہ مذہب بنتے چلے آئے ہیں اور آج بھی اُن میں سے کم ازکم چھ مستند مذاہب موجود ہیں۔ادھر شیعہ مجتہدین الگ ہیں۔

7۔ قریش نے اپنے مکی مرکز کو آخرتک اپناولی یا حکمران بنائے رکھا۔

ہم نے تفصیل سے ثابت کیا ہے کہ قریش نے اپنے اُن ماہرین سیاسات اور مذہبیات کو مدینہ کے یہودی مرکز میں بھیجا تھا جنہیں مسلمانوں میں داخل کرنا طے کیا ہوا تھا۔تاکہ وہ ماہرین یہودی مدرسے سے علم الاجتہاد حاصل کریں اور مسلمانوں کو اجتہادی راہ پر ڈال دیں۔چنانچہ سب سے پہلے عمر بن الخطاب مدینہ آئے اور یہودی مرکز سے رابطہ قائم کیا اور عبرانی زبان اور نظام اجتہاد کی تعلیم مکمل کی یہ صاحب رسوؐل اللہ سے بھی چھ سال پہلے مدینہ میں آچکے تھے اور عہد رسوؐل میں بھی برابر یہودی مرکز سے وابستہ رہے۔علم الاجتہاد پر کتابیں تیار کرتے رہے اور اسلامی تعلیمات اور آیات کو یہودی علما کی مدد سے اجتہادی صورت میں بدلتے رہے(فرقان 25/30)اور بہت کوشش کی کہ خود رسوؐل اللہ کو اجتہاد کی راہ پر ڈال دیں(بقرہ2/204،2/205)مگر رسوؐل کی طرف سے انکار ہوگیا(یونس10/15)عمر کے یہودی علما سے رابطہ اور حصول علم کا اقرار قریشی علما اور تاریخ نے

Presented by Ziaraat.Com

بھی کیا ہے(الفاروق اورطبری وغیرہ تواریخ)چنانچہ یہودی مرکز قومی وملکی رشتوں اورتجارتی تعاون کی وجہ سے برابر قریش کی علمی مدد کرتا رہا۔اس مدد میں وہ یہود قطعاً تعاون نہ کرتے تھے جونسل اسحاق علیہ السلام سے یا حضرت عیسو علیہ السلام کی اولاد تھے۔قریش کے مددگار عرب کے باشندے اور عرب کی نسل کے یہودی تھے جن کو قرآن میں یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ ھَادُوْ ''اے وہ لوگو جو یہودی بن گئے ہو'' کہا جاتا رہا ہے۔اوراُن ہی کو دشمنانِ اسلام قرار دیا گیا ہے اوراُن ہی کو قریش کے ساتھ برابر کا شریک ومخاطب کیا گیا ہے۔اورحقیقت یہ کہ مدت دراز تک قریشی مرکز یہودی مرکز کے ماتحت رہا ہے اوراُن کے اجتہادی احکام مِنْ وعَنْ یا قومی تبدیلی کیساتھ نافذ کرتا رہا ہے۔ذرا اس آیت پر غور فرمائیں جس میں مکی مرکز نے مدینہ کے قریشی مسلمانوں کو اختیار دیا تھا کہ وہ مدینہ کے یہودی مرکز سے عجلت کے وقت براہ راست مجتہدانہ احکام لے سکتے ہیں۔چنانچہ فرمایا گیا تھا کہ:

(الف) قریشی مسلمانوں کو مدینہ کے یہودی مرکز کو اپنا ولی یا حکمران بنانے کی ممانعت۔

یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوْا الْیَھُوْدَ وَالنَّصٰرٰٓی اَوْلِیَآءَ بَعْضُھُمْ اَوْلِیَآءُ بَعْضٍ وَمَنْ یَّتَوَلَّھُمْ مِّنْکُمْ فَاِنَّہٗ مِنْھُمْ اِنَّ اللّٰہَ لَا یَھْدِی الْقَوْمَ الظّٰلِمِیْنَ O(5/51)

''اے وہ لوگو جو ایمان لائے تم لوگ یہودیوں اورعیسائیوں کو اپنا حکمران (اولیاء) نہ بناؤ اُن کی حکمرانی آپس تک محدود ہے۔اوراگر اب کوئی تم میں سے اُن کی ولایت اختیار کرے گا تو اُسے یہود ونصاریٰ کی ہی رعیت سمجھا جائے گا اوراللہ غلط کار (ظالم) قوم کو ہدایت نہیں کرتا ہے۔''

(ب) قریشی مسلمان لیڈر اپنا پورا زور یہود ونصاریٰ سے استفادہ اوراصلاح پر لگاتے تھے۔

فَتَرَی الَّذِیْنَ فِیْ قُلُوْبِھِمْ مَّرَضٌ یُّسَارِعُوْنَ فِیْھِمْ یَقُوْلُوْنَ نَخْشٰٓی اَنْ تُصِیْبَنَا دَآئِرَۃٌ فَعَسَی اللّٰہُ اَنْ یَّاْتِیَ بِالْفَتْحِ اَوْ اَمْرٍ مِّنْ عِنْدِہٖ فَیُصْبِحُوْا عَلٰی مَآ اَسَرُّوْا فِیْٓ اَنْفُسِھِمْ نٰدِمِیْنَ O(5/52)

''اے نبیؐ کیا آپؐ نے اُن لوگوں کو غور سے دیکھا ہے جن کے دلوں میں اجتہادی بیماری ہے وہ تو سارا زور اورکوشش یہود ونصاریٰ سے استفادہ پر خرچ کرتے ہیں تاکہ کہیں وہ غیر اجتہادی احکام کے چکر میں نہ پھنس جائیں اورانہیں عاجزی سے دوچار ہونا پڑے۔چنانچہ قریب ہے کہ اللہ راہیں کھول دے یا اپنے پاس سے کوئی دوسری صورت پیدا کردے جس سے دلوں میں اجتہاد پوشیدہ رکھنے والوں کو ندامت سے دوچار ہونا پڑے۔''

(ج) حقیقی مومنین قریشی مومنین کو بھی مومن ہی سمجھتے رہے۔مگر وہ وقت آنے والا ہے جب راز کُھل جائے گا۔

وَیَقُوْلُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اَھٰٓؤُلَآءِ الَّذِیْنَ اَقْسَمُوْا بِاللّٰہِ جَھْدَ اَیْمَانِھِمْ اِنَّھُمْ لَمَعَکُمْ حَبِطَتْ اَعْمَالُھُمْ فَاَصْبَحُوْا خٰسِرِیْنَ O(5/53)

اورحقیقی مومنین کے لئے وہ وقت آنے والا ہے''جب وہ قریشی مومنین کے متعلق پوچھیں گے کہ کیا یہ وہی لوگ ہیں جو اللہ کی سخت قسمیں کھا کھا کر یقین دلاتے تھے کہ وہ بھی حقیقی مومنین کے ساتھ ہیں؟ اُن کے تمام نیک اعمال بھی ضائع ہوگئے اوروہ گھاٹے سے دوچار ہوئے۔''

(د) قریش اگر مرتد ہو جائیں تو ایک ایسی قوم کو لایا جائے گا کہ جو اللہ کی محبوب ہے اوراللہ کو چاہتی ہے۔

یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مَنْ یَّرْتَدَّ مِنْکُمْ عَنْ دِیْنِہٖ فَسَوْفَ یَاْتِی اللّٰہُ بِقَوْمٍ یُّحِبُّھُمْ وَیُحِبُّوْنَہٗٓ اَذِلَّۃٍ عَلَی الْمُؤْمِنِیْنَ اَعِزَّۃٍ عَلَی الْکٰفِرِیْنَ یُجَاھِدُوْنَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ وَلَا یَخَافُوْنَ لَوْمَۃَ لَآئِمٍ ذٰلِکَ فَضْلُ اللّٰہِ یُؤْتِیْہِ مَنْ یَّشَآءُ وَاللّٰہُ وَاسِعٌ عَلِیْمٌ O(مائدہ5/54)

''اے قریشی مومنین تم میں سے جو کوئی اپنے دین سے مرتد ہو جائے گا تو اللہ بہت جلد ایک ایسی مومن قوم کو لا کھڑا کرے گا جو اللہ کو محبوب

Presented by Ziaraat.Com

ہوگی اور اللہ سے پیار کرتی ہوگی جو مومنین کے سامنے حد بھر نرم رہیں گے۔ اور حق پوشوں پر حد بھر غلبہ اور تمکنت سے پیش آئیں گے۔ اور بے دھڑک اللہ کی راہ میں جہاد کریں گے اور کسی کی ملامت سے ہرگز خوفزدہ نہ ہوں گے۔ وہ تمام صفات اور مرتبہ اللہ کے فضل پر منحصر ہے وہ جسے چاہتا ہے یہ صفات و مرتبہ عطا کرتا ہے اور وہ اس سے بھی زیادہ وسعتیں دینے والا علیم ہے۔

(ہ) ولایت وحکمرانی کا حق صرف اللہ کو اور رسولؐ کو اور پھٹے حال میں رہنے اور زکوٰۃ دینے والے مومنین کو ہے۔

اِنَّمَا وَلِیُّکُمُ اللّٰہُ وَرَسُوْلُہٗ وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوا الَّذِیْنَ یُقِیْمُوْنَ الصَّلٰوۃَ وَیُؤْتُوْنَ الزَّکٰوۃَ وَ ھُمْ رٰکِعُوْنَO وَمَنْ یَّتَوَلَّ اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا فَاِنَّ حِزْبَ اللّٰہِ ھُمُ الْغٰلِبُوْنَ O یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوا الَّذِیْنَ اتَّخَذُوْا دِیْنَکُمْ ھُزُوًا وَّلَعِبًا مِّنَ الَّذِیْنَ اُوْتُوا الْکِتٰبَ مِنْ قَبْلِکُمْ وَالْکُفَّارَ اَوْلِیَآءَ وَاتَّقُوا اللّٰہَ اِنْ کُنْتُمْ مُّؤْمِنِیْنَO وَاِذَا نَادَیْتُمْ اِلَی الصَّلٰوۃِ اتَّخَذُوْھَا ھُزُوًا وَّلَعِبًا ذٰلِکَ بِاَنَّھُمْ قَوْمٌ لَّا یَعْقِلُوْنَ O (مائدہ 58 تا 5/55)

”تمہارے ولی اور حکمران تو صرف اللہ اور اُس کا رسولؐ ہیں اور وہ مومنین ہیں جو کہ نماز قائم رکھتے ہیں اور حالتِ رکوع میں زکوٰۃ دیتے ہیں۔ (یعنی پھٹے حال میں بھی زکوٰۃ دیتے ہیں) اور جو کوئی اللہ کو اور اُس کے رسولؐ کو پھٹے حال میں زکوٰۃ دینے والے مومنین کو اپنا ولی و حاکم بنائے تو بلاشبہ اللہ کی جماعت ہی غالب رہتی چلی جائے گی۔ اور اے لوگو جو ایمان لائے ہو تم سے پہلے جن لوگوں کو کتاب دی گئی تھی اُن کو اور حق کے چھپانے والوں کو اپنا ولی وحکمران نہ بنانا وہ تمہارے دین کو بطور مذاق و تفریح استعمال کرتے ہیں یہی تمہارے ایمان کی تصدیق ہے اور اس سلسلے میں اللہ سے بچ کر رہنا۔ اور جب تم نماز کے لئے ندا دیتے ہو تو وہ اذان اور نماز کو مذاق بنانے کے لئے بطور تفریح اُس کی نقل کرتے ہیں۔ اور یہ اس لئے کہ وہ ایک مجتہد قوم ہے جسے عقل کی جگہ قانونِ اجتہاد پر چلنا ہوتا ہے۔“

اگر نظامِ اجتہاد نے عقل کو ہی اپنا راہنما بنالیا ہوتا تو ممکن تھا کہ وہ جہنم سے بچ جاتے۔

(و) آیات اور عنوانات کا تسلسل ہمیں بڑھاتا ہوا قریش کی دُکھتی رگ یعنی ولایت وخلافت وحکومت تک لے آیا۔

ممکن ہے کہ قارئین کو الجھن ہوئی ہو اور وہ سمجھے ہوں کہ ہم نہ معلوم کہاں نکلے چلے جارہے ہیں؟ لیکن ذرا سا غور کرنے سے معلوم ہوگا کہ سارا قصہ ہی ولایت وحکومتِ الٰہیہ کا سامنے لایا جارہا ہے۔ چنانچہ

اول۔ قریش کا عملدرآمد بیان ہوا کہ وہ کس کس کو اور کیوں اپنا ولی وحاکم بنارہے تھے۔ بتایا گیا کہ وہ مسائل میں غلطی سے بچنے کے لئے اجتہاد اور مجتہدین کا دامن پکڑے ہوئے تھے اور اس سلسلے میں مدنی یہودی مرکز کو بھی ولی وحاکم بناتے تھے۔ (5/51-52)

دوم۔ پھر قریش کے ناکام ولاجواب ہونے کا نتیجہ بیان ہوا اور آخر مومنین نے انہیں پہچان لیا اور عاقبت خراب اور اعمال برباد ہوئے (5/53)

سوم۔ تمام مومنین کو مرتد ہونے کی چھوٹ دی گئی اور ایک محبوب قوم کا وجود اور صفات بتا کر ڈانٹ پلادی گئی۔ (5/54)

چہارم۔ پھر حقیقی والی اور اُن کی شناخت بیان ہوئی اور انجام کار اُن کے غلبہ کا ذکر ہوا۔ (5/55-56)

پنجم۔ اور بات پھر غلط ولی وحکمران بنانے کی ممانعت پر ختم ہوئی ہے۔ (5/57)

(ز) مندرجہ بالا دس آیات (5/51 تا 60) پر مختصر سی تنقیدی نظر اور قریشی علما کی بے قراری کا حال؟

قریشی علما عموماً اور مودودی خصوصاً لفظ وَلِیٌّ اور اَوْلِیَآءَ کے معنی ”۱۔ رفیق۔ ۲۔ دوست“ کیا کرتے ہیں تاکہ اِس مادہ اور مصدر کی جڑ ہی

Presented by Ziaraat.Com

کھود ڈالی جائے جو حضرت علی علیہ السلام کی ولایت وحکومت اور خلافت ووزارت کا ثبوت بنتا ہے۔اور جس پر پورے قرآن میں لفظی حیثیت سے ایک ہی آیت (5/55) آئی ہے۔اور اتفاق سے ہمارے نام نہاد شیعہ علما کو حضرت علی علیہ السلام کی خلافت وحکومت ثابت کرنے کے لئے قرآن کی ہزاروں آیات میں سے ایک آیت بھی نہیں ملتی۔شیعہ علما کی اس یتیمی و جہالت کو دیکھ کر اور قریشی علما کی دست درازی، مکاری اور فریب سازی سے تنگ آ کر ہی ہمیں قرآن کی تفسیر لکھنا پڑی تھی۔بہرحال ہمیں وہ تمام پہلو سامنے لانا پڑے جو علمائے شیعہ سمجھنے سے قاصر رہے۔لہٰذا پھر پہلی اور بنیادی بات سنیں اور یاد رکھیں کہ عربی زبان میں حکومت اور حکمرانی یا بادشاہت اور بادشاہی کے لئے الفاظ۔ا۔حاکم۔۲۔حکومت ہے اور مَلِک اور مملکت ہے اور سلطان اور سلطنت ہے۔خلیفہ اور خلافت ہے۔اور والی و ولایت ہے۔ان تمام الفاظ (حاکم، مَلِک، سلطان، خلیفہ، والی، ولی) میں سب سے زیادہ وسعت اور اختیار اور تسلط لفظ ''وَلِیٌّ'' یا ''وَالِیٌّ'' کو حاصل ہے۔جو انسان کی نہ صرف ظاہری حالت پر حاوی ہے بلکہ باطنی حالت پر بھی تسلط رکھتا ہے۔اور باقی الفاظ صرف انسانی جسم تک محدود ہیں۔انہیں قلب وضمیر وفکر وتخیل تک رسائی اور قابو حاصل نہیں ہوتا پھر ولی جس کا والی یا ولی ہوتا ہے ہر حال میں اس کا ہمدرد خیر اندیش ہوتا ہے۔اس کے برعکس باقی چاروں الفاظ میں نہ ہمدردی استقلال سے قائم رہتی ہے نہ خیر اندیشی بحال رہتی ہے۔وہ تشدد، ظلم وجبر اور بے رحمی بھی اپنے اندر رکھتے ہیں۔اسی لئے اللہ نے حاکمیت اور ہمدردی کو ظاہر کرنے کے لئے لفظ ولی کو استعمال کیا ہے اور خود اپنے لئے جہاں لامحدود حکمرانی اور ہمدردی کو ایک لفظ سے بیان فرمایا ہے وہاں لفظ ولی ہی کو استعمال فرمایا ہے۔اور اُن حضراتؑ کے لئے جن کو اپنی طرف سے حکمران قرار دیا ہے۔جنہیں اپنا مستقل نمائندہ اور اپنا ظہور فرمایا ہے اُن کے لئے بھی لفظ وَلِیٌّ ہی اختیار فرمایا ہے۔اور اپنے لئے اور اُن کے لئے دوسرے الفاظ کو کسی خاص صورت وحالت وصفت کو ظاہر کرنے کے لئے استعمال کیا ہے اور بہت کم استعمال فرمایا ہے۔چنانچہ ایک دو جگہ اگر اپنے لئے لفظ مَلِک وغیرہ استعمال کر دیا ہے تو اپنے مقرر کردہ نمائندہ حکمرانوں کے لئے بھی لفظ ملک وسلطان وغیرہ استعمال فرمادیا ہے۔مگر زیادہ زور لفظ وَلِیٌّ اور اَولیا پر دیا ہے۔اور یہی وجہ ہے کہ قریشی علما نے لفظ وَلی کو اپنا نشانہ بنا کر اُس کے مصدری معنی کو اس طرح متزلزل کیا ہے کہ قارئین قرآن کا ذہن اُن وسیع ترین معنی کی طرف جاتا ہی نہیں ہے چنانچہ لفظ ولی کے مادہ (و۔ل۔ی) اور مصدر (ولایۃ) سے نکلنے اور بننے والے الفاظ کے ساتھ ہر قسم کی بد دیانتی وخیانت اور چالاکی اور فریب سازی جائز رکھی ہے۔مثلاً لفظ مَولیٰ اسی مادہ اور مصدر سے نکلتا ہے اُس کے معنی غلام کر کے تاریخ وحدیث (کافی بخاری وغیرہ) کی کتابوں میں کروڑوں مرتبہ لکھا ہے یہاں تک کہ لفظ مولیٰ کے مصدری وحقیقی اور بنیادی معنی گم ہو کر رہ گئے ہیں۔اور یہ حال شیعہ مجتہدین اور قریشی علما دونوں کے یہاں موجود ہے۔

(ح) مودودی نے لفظ وَلِیٌّ، اَوْلِیَآء اور اُن کے مادّہ اور مصدر سے نکلنے والے الفاظ کے ساتھ قرآن میں کیا کیا؟

اگر ہم مودودی کی لفظ ''ولی''۔اولیاء اور اُن کے مادّہ (و۔ل۔ی) اور مصدر (ولایۃ) سے تمام بد دیانتیاں دکھائیں تو کم از کم سو صفحات درکار ہوں گے اور ہم عنوان سے بہت دور نکل جائیں گے۔اس لئے ہم اُن کی فریب کاریوں کی چند اور مختصر مثالیں دکھا کر آگے بڑھ جائیں گے۔

(اول) معنی کو بکھیرنے، متزلزل کرنے اور مشکوک کر ڈالنے کے نمونے

ولی کے معنی	سورہ اور آیت نمبر	تفہیم کی جلد اور صفحہ
حمایت	سورہ نساء 4/45	جلد اول صفحہ 357
خبرگیری کرنے والا	بقرہ 2/107	جلد اول صفحہ 102

Presented by Ziaraat.Com

دوست	بقرہ 2/120	جلداول صفحہ 107
حامی ومددگار	بقرہ 2/257	جلداول صفحہ 196
ذی اقتدار حامی ومددگار	انعام 6/51	جلداول صفحہ 543
حامی ومددگار	آل عمران 3/68	جلداول صفحہ 263
حامی ومددگار	انعام 6/70	جلداول صفحہ 550
پشتیبان	بنی اسرائیل 17/111	جلد2 صفحہ 651
خبرگیر	کہف 18/26	جلد3 صفحہ 21
سرپرست	عنکبوت 29/22	جلد3 صفحہ 690
حامی ومددگار	سجدہ 32/4	جلد4 صفحہ 38
ولی	شوریٰ 42/28	جلد4 صفحہ 504
حامی	شوریٰ 42/31	جلد4 صفحہ 505
سنبھالنے والا	شوریٰ 42/44	جلد4 صفحہ 512
ساتھی	جاثیہ 45/19	جلد4 صفحہ 587
وارث	مریم 19/5	جلد3 صفحہ 58
ساتھی	مریم 19/45	جلد3 صفحہ 70
ولیِ مُرشِد	کہف 18/17	جلد3 صفحہ 15
سرپرست	انعام 6/14	جلداول صفحہ 527
سرپرستی	نساء 4/173	جلداول صفحہ 430
سرپرست	اعراف 7/155	جلد2 صفحہ 83
حامی ناصر	اعراف 7/196	جلد2 صفحہ 109
سرپرست	یوسف 12/101	جلد2 صفحہ 433
سرپرست	نحل 16/63	جلد2 صفحہ 549
ولی	نمل 27/49	جلد3 صفحہ 584
حامی ومددگار	بقرہ 2/257	جلداول صفحہ 196-197

(دوم) مودودی کی چالاکیاں،فریب کاریاں اوراُسی کی تحریروں سے ولی اوراولیاء کے معنی کی وسعتیں اوراُن میں خیانت

مودودی سورہ شوریٰ کی آیت (42/6) کی تشریح کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ:

Presented by Ziaraat.Com

''٦۔ اصل میں لفظ'' اولیاء'' استعمال ہوا ہے جس کا مفہوم عربی زبان میں بہت وسیع ہے۔معبودانِ باطل کے متعلق گمراہ انسانوں کے مختلف عقائد اور بہت سے مختلف طرزِ عمل ہیں جن کو قرآن مجید میں ''اللہ کے سوا دوسروں کو اپنا ولی بنانے'' سے تعبیر کیا گیا ہے۔قرآن پاک کا تتبّع کرنے سے لفظ''۔ولی۔'' کے حسب ذیل مفہومات معلوم ہوئے ہیں:

1۔جس کے کہنے پر آدمی چلے، جس کی ہدایت پر عمل کرے، اور جس کے مقرر کئے ہوئے طریقوں، رسموں اور قوانین وضوابط کی پیروی کرے۔''

2۔جس کی راہنمائی پر آدمی اعتبار کرے اور یہ سمجھے کہ وہ اُسے صحیح راستہ بتانے والا اور غلطی سے بچانے والا ہے۔''

3۔جس کے متعلق آدمی یہ سمجھتا ہے کہ میں دنیا میں خواہ کچھ کرتا رہوں، وہ مجھے اس کے بُرے نتائج سے اور اگر خدا ہے اور آخرت بھی ہونے والی ہے، تو اس کے عذاب سے بچالے گا۔''

4۔جس کے متعلق آدمی یہ سمجھے کہ وہ دنیا میں فوق الفطری طریقے سے اُس کی مدد کرتا ہے، آفات ومصائب سے اُس کی حفاظت کرتا ہے۔اُسے روزگار دلواتا ہے۔اولاد دیتا ہے، مرادیں برلاتا ہے، اور دوسری ہر طرح کی حاجتیں پوری کرتا ہے۔''

بعض مقامات پر قرآن میں ولی کا لفظ ان میں سے کسی ایک معنی میں استعمال کیا گیا ہے اور بعض مقامات پر جامعیت کے ساتھ اُس کے سارے ہی مفہومات مراد ہیں۔آیت زیرِ تشریح انہی میں سے ایک ہے۔یہاں اللہ کے سوا دوسروں کو ولی بنانے سے مراد مذکورہ بالا چاروں معنوں میں اُن کو اپنا سرپرست بنانا اور حامی مددگار سمجھنا ہے۔''(تفہیم القرآن جلد 4 صفحہ 480-481)

قارئین غور فرمائیں کہ مودودی کے بیان کردہ مندرجہ بالا چاروں نمبروں میں لفظ'' ولی ''اور''اَولِیَاءُ'' کے معنی پھیلے ہوئے ہیں اور مودودی نے ان چاروں نمبروں کے ساتھ ساتھ قرآن کی سورتوں کے اور آیات کے نمبر بھی لکھے ہیں تاکہ اُن معنی میں شبہ کی گنجائش نہ رہے۔

(سوم) **مودودی کی باقی چالاکیوں اور فریب کاریوں کو فی الحال پس انداز وملتوی کر کے مندرجہ بالا چاروں معنی کو اللہ کے لئے، رسوؐل اور حقیقی ولیوں کے لئے تو مان لو۔**

قارئین یہ سوچیں کہ مودودی یہ نہیں چاہتے کہ گمراہ لوگ لفظ ولی کے اِن وسیع معنوں کو اپنے لیڈروں کے حق میں استعمال کریں مگر جہاں اللہ نے قرآن میں خود اپنی اور رسوؐل کی ذات کے لئے لفظ''ولی'' فرمایا ہے اور جن ''ولیوں'' کا اپنے اور اپنے رسوؐل کے ساتھ متصل اور بلا فاصلہ ذکر فرمایا ہے وہاں لفظ''ولی'' کے حقیقی وسیع اور مودودی کے مسلّمہ معنی کو کیوں استعمال نہ کیا جائے؟ چنانچہ سابقہ صفحات میں مذکور دس آیات کے سلسلے میں آئی ہوئی آیت (5/55) کو پھر سامنے لائیں اور اُس کے وہ معنی لکھیں جو ابھی ابھی ثابت کئے گئے ہیں سنئے:

اِنَّمَاوَلِیُّکُمُ اللّٰہُ وَرَسُوْلُہٗ وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوا الَّذِیْنَ یُقِیْمُوْنَ الصَّلٰوۃَ وَیُؤْتُوْنَ الزَّکٰوۃَ وَ ھُمْ رٰکِعُوْنَO (5/55)

''اس کے سوا اور کوئی دوسرے معنی نہیں لئے جاسکتے کہ''تمہاری فوق الفطری طریقے سے مدد کرنے والے، آفات وحادثات سے اور مصائب سے محفوظ رکھنے والے، تمہیں روزگار دلانے والے، مرادیں اور حاجتیں برلانے والے اور اولادیں دینے والے، بُرے نتائج اور عذاب سے بچانے والے، قابل اعتبار اور صحیح راستہ بتانے والے، غلطیوں سے بچانے والے، تمہاری راہنمائی کرنے والے اور صحیح راستہ بتانے والے، تمہیں دین کے طریقے، رسمیں اور قوانین اور دستور العمل دینے والے (ولی) اللہ اور رسوؐل اور وہ مومنین ہیں جو پھٹے اور ناداری کے حال (رکوع) میں رہتے ہوئے بھی نمازیں پڑھتے ہیں اور زکوٰۃ دیتے ہیں (ساتھ کے ساتھ بلا تاخیر زکوٰۃ دیتے رہتے ہیں)

Presented by Ziaraat.Com

مودودی کا خیانت کارانہ وکافرانہ ومنافقانہ ومجرمانہ وباغیانہ ترجمہ:

قارئین اسی آیت کا ترجمہ مودودی کے مذہب کی روشنی میں بھی دیکھ لیں اور دیکھ لیں کہ قریشی کس طرح علیؑ وآئمہؑ کی دشمنی میں اللہ و رسوؐل سے بھی ولی کے حقیقی معنی ومقام کی نفی کر دیتے ہیں:

۔''تمہارے رفیق تو حقیقت میں صرف اللہ اور اللہ کا رسوؐل اور وہ اہل ایمان ہیں جو نماز قائم کرتے ہیں، زکوٰۃ دیتے ہیں اور اللہ کے آگے جھکنے والے ہیں۔'' (5/55) (تفہیم القرآن جلد اول صفحہ 482)

سوچئے کہ اس ملعون نے وہ تمام معنی ساقط وبرباد کر دیئے جو خود ہی ولی کے ذیل میں لکھے تھے (تفہیم القرآن جلد 4 صفحہ 480-481)۔

(چہارم) مودودی کی چالاکیاں اور فریب کاریاں اور لفظ ولی کے معنی میں خیانتیں پھر سامنے لاتے ہیں۔

بہر حال ولی کے معنی اس ترجمہ میں اس ملعون نے ''ولی'' کے معنی رفیق کئے ہیں جب کہ لفظ ''رفیق'' خود عربی زبان کا لفظ ہے اور قرآن میں اللہ نے اس کو استعمال بھی کیا ہے۔ چنانچہ فرمایا گیا تھا کہ:

وَمَن يُطِعِ اللّٰهَ وَالرَّسُولَ فَاُولٰٓئِكَ مَعَ الَّذِينَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِم مِّنَ النَّبِيِّينَ وَالصِّدِّيقِينَ وَالشُّهَدَآءِ وَالصّٰلِحِينَ وَحَسُنَ اُولٰٓئِكَ رَفِيقًاO (نساء 4/69)

ملعون کا ترجمہ: ''جو اللہ اور رسوؐل کی اطاعت کرے گا وہ اُن لوگوں کے ساتھ ہوگا جن پر اللہ نے انعام فرمایا ہے، یعنی انبیاء اور صدیقین اور شہدا اور صالحین۔ کیسے اچھے ہیں یہ رفیق جو کسی کو میسر آئیں۔'' (تفہیم القرآن جلد اول صفحہ 369-370)

یہاں قارئین کو یہ سوچنا ہے کہ مندرجہ بالا اللہ و رسوؐل اور مومنین کی ولایت والی آیت (5/55) میں ''ولی'' کے معنی ''رفیق'' کر کے مودودی نے ہر نمازی کو ہر زکوٰۃ دینے والے کو اور ہر جھکنے والے کو انبیاءؑ وصدیقین اور شہدا وصالحین کا ''رفیق'' بنا دیا حالانکہ اللہ نے اس آیت (4/69) میں رفاقت کو مخصوص کیا تھا۔ لیکن ہوا یہ کہ ولایت والی آیت کے مومنین تمام نبیوں اور صدیقوں اور شہدا اور صالحین سے بڑھ گئے اس لئے کہ یہ آپس میں ایک دوسرے کے رفیق ہیں اور وہ اللہ کے رفیق ہیں۔

قرآن کے الفاظ سے مودودی کی بازی گری۔

قرآن کے الفاظ کے ساتھ مودودی کا کھیلنا ہم نے ٹیبل (جدول) کی صورت میں پیش کر دیا ہے اُس سے آپ ایک نظر میں وہ جگلری دیکھ سکتے ہیں جو مودودی نے کی ہے یعنی وہاں مختلف ومتضاد اور مصدروں کے مختلف ومتضاد الفاظ کو ولی کے معنی میں رگڑ دیا گیا ہے۔ اس مولوی نے لفظ ولی کے معنی ساتھی اور مددگار کئے ہیں مگر لفظ ظَهِيرٌ کے معنی بھی اس خبیث نے ساتھی اور مددگار کر دیئے ہیں (دیکھو تحریم آیت نمبر 4 سبا 34/22، فرقان 25/55، قصص 28/86، بنی اسرائیل 17/88) اور اردو دان حضرات بھی جانتے ہیں کہ مددگار کو عربی زبان میں مُعِين اور ناصر بھی کہتے ہیں قرآن میں مودودی نے ان الفاظ کے معنی خود بھی مددگار کئے ہیں۔ اگر ہمارے پاس کافی وقت ہوتا اور قاری حضرات کے بور ہو جانے کا خطرہ نہ ہوتا تو ہم لفظ ولی کے معنی کی جدول (ٹیبل) میں لکھے ہوئے ہر لفظ یا معنی کا الگ الگ ایک مادہ اور مصدر لکھ کر مودودی کو قطعی ننگا کر دیتے۔ یاد رکھیں کہ اگر ہم مودودی کی ساری جگلری کو ایک کتاب کی صورت میں پیش کریں تو وہ کم از کم پانچ سو صفحات کی کتاب بنے گی۔

Presented by Ziaraat.Com

(پنجم) مودودی نے لفظ ''ولی'' کی پوری معنوی وسعت کو ٹکڑے ٹکڑے کر کے توڑ توڑ کر ''ولی'' کے سامنے لکھ دیا۔

مودودی نے لفظ ''ولی'' کے سامنے جو جو معنی لکھے ہیں وہ لفظ ''ولی'' کے معنی تو نہیں ہیں مگر اُن معنی کا لفظ ''ولی'' سے کسی نہ کسی طرح تعلق ضرور ہے۔ یعنی اس شخص نے لفظ ''ولی'' کی وسعتوں کو توڑ کر جہاں لفظ ''ولی'' آیا کوئی نہ کوئی ٹکڑا بطور معنی لکھ دیا ہے۔

(ط) مودودی سے لفظ ولی کے صحیح معنی کرا کے چھوڑنا ہیں۔

مودودی نہیں چاہتے تھے کہ اللہ کسی انسان کے لئے لفظ ولی بولے تا کہ حضرت علی علیہ السلام کو اُن کے عہدے مرتبے، منصب اور نیابت خداوندی اور حکومت الہٰیہ سے دور رکھنا آسان ہو جاتا اس لئے اس شخص نے بلا کسی قرآنی (آیت) کی سند کے خود ہی بار بار لکھا کہ ''دراصل ولی تو اللہ ہے'' لیکن ہم تو خود کہتے اور قرآن سے ثابت کرتے ہیں کہ ولی خدا کا نمائندہ ہوتا ہے اس لئے اس سے وہ تمام کام وصفات ظہور میں آتے ہیں جو اللہ کرتا یا کر سکتا ہے۔ اللہ موت وحیات پر قادر ہے تو قرآن میں اللہ کے ولیؑ سے موت وحیات دونوں ظہور میں آئے ہیں (آل عمران 3/49 وغیرہ)۔ وہ ہستی اللہ کی نائب ونمائندہ اور ولی ہو ہی نہیں سکتی جو کہ اللہ کی تمام ممکنہ صفات واعمال کو ظہور میں نہ لا سکے۔ لہٰذا مودودی اور دیگر شیطانی توحید کے قائل قریشی علما کی حیرانی کو نظر انداز کر کے اُن ہی کے قلم سے لفظ ولی کی حقیقت کو ذہن نشین کر لیجیے اللہ نے اپنی قوت وقدرت سے بیان کرتے ہوئے اپنی شان میں لفظ ولی یوں استعمال کیا ہے کہ:

وَهُوَ الَّذِىْ يُنَزِّلُ الْغَيْثَ مِنْۢ بَعْدِ مَاقَنَطُوْا وَيَنْشُرُ رَحْمَتَهٗ وَهُوَ الْوَلِيُّ الْحَمِيْدُO (شوریٰ 42/28)

فراڈی ترجمہ: ''وہی ہے جو لوگوں کے مایوس ہو جانے کے بعد مینہ برساتا ہے اور اپنی رحمت پھیلا دیتا ہے۔ اور وہی قابل تعریف ولی ہے۔'' (تفہیم القرآن جلد 4 صفحہ 504)

فراڈی تشریح کرتا ہے۔

''۴۹؎ ''یہاں ولی سے مراد وہ ہستی ہے جو اپنی پیدا کردہ ساری مخلوق کے معاملات کی ''مُتَوَلّی'' ہے، جس نے بندوں کی حاجات وضروریات پوری کرنے کا ذمہ لے رکھا ہے۔'' (تفہیم القرآن جلد 4 صفحہ 504۔505)

یہ ترجمہ اور تشریح پڑھ کر اُسے من وعن سورہ مائدہ کی آیت (5/55) میں رسول اللہ صلی علیہ وسلم اور علی وآئمہ معصومین علیہم السلام کے ساتھ شامل کر لیں اس لئے کہ اللہ نے اُن حضرات کو اپنے ساتھ ولایت میں شامل کر رکھا ہے۔ اور بس۔ شیطان پر لاحول پڑھ دیں۔

2۔ ولی بنانا اور ولی سمجھنا اختیاری نہیں ہے۔

اُسی سورہ کی ایک اور آیت سنیں۔ اَمِ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِهٖٓ اَوْلِيَآءَ فَاللّٰهُ هُوَ الْوَلِيُّ وَهُوَ يُحْيِ الْمَوْتٰى وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَىْءٍ قَدِيْرٌ O (42/9)

فراڈی ترجمہ: ''کیا انہوں نے اُسے چھوڑ کر دوسرے ولی بنا رکھے ہیں؟ ولی تو اللہ ہی ہے وہی مُردوں کو زندہ کرتا ہے اور وہ ہر چیز پر قادر ہے۔'' (تفہیم القرآن جلد 4 صفحہ 482)

فراڈی کی تشریح۔

''۱۲؎ ''یعنی ''ولایت'' کوئی من سمجھوتے کی چیز نہیں ہے آپ جسے چاہیں اپنا ولی بنا بیٹھیں اور وہ حقیقت میں بھی آپ کا سچا اور اصلی ولی بن جائے اور ولایت کا حق ادا کر دے۔ یہ تو ایک امر واقعی ہے جو لوگوں کی خواہشات کے ساتھ بنتا اور بدلتا نہیں چلا جاتا، بلکہ جو حقیقت میں ولی

Presented by Ziaraat.Com

ہے وہی ولی ہے خواہ آپ اُسے ولی نہ سمجھیں اور نہ مانیں، اور جو حقیقت میں ولی نہیں ہے وہ ولی نہیں ہے خواہ آپ مرتے دم تک اُسے ولی سمجھتے اور مانتے چلے جائیں۔ اب رہا یہ سوال صرف اللہ ہی کے ولی حقیقی ہونے اور دوسرے کسی کے نہ ہونے کی دلیل کیا ہے؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ انسان کا حقیقی ولی وہی ہوسکتا ہے جو موت کو حیات میں تبدیل کرتا ہے، جس نے بے جان مادوں میں جان ڈال کر جیتا جاگتا انسان پیدا کیا اور جو حقِ ولایت ادا کرنے کی قدرت و اختیارات بھی رکھتا ہے۔ وہ اگر اللہ کے سوا کوئی اور ہو تو اُسے ولی بناؤ، اور اگر وہ صرف اللہ ہی ہے، تو پھر اُس کے سوا کسی اور کوئی اپنا ولی بنا لینا جہالت و حماقت اور خود کشی کے سوا کچھ نہیں۔'' (ایضاً صفحہ 483-484)

3۔ صحیح باتوں کے ذریعہ فراڈی نے دھوکہ دیا ہے۔

اس حقیقت سے مشرکین تک کو بھی انکار نہیں کہ حقیقی خالق، حقیقی مالک، حقیقی رازق، حقیقی عالم، حقیقی حاکم، اور حقیقی ولی صرف اور صرف اللہ ہے لیکن مودودی اور تمام شیاطین کی فریب کارانہ باتوں کا ہر عاقل و فہیم شخص انکار کرتا ہے۔ چنانچہ اللہ نے جن حضرات کو خود ''ولی'' فرمایا ہے (5/55 وغیرہ) انہیں یقیناً اس نے لفظ ولی کی متعلقہ صفات و قدرت و اختیارات دے کر ولی بنایا ہے۔ لہٰذا وہ حضرات علیھم السلام اللہ کے بنائے اور مقرر کئے ہوئے ولی ہیں اور مودودی اُن کا انکار کر کے خود اللہ کی ولایت کا بھی منکر ثابت ہوگیا ہے۔ لہٰذا مودودی کے نہ ماننے کے باوجود وہ بقولِ مودودی وَلی ہیں۔ اور اُن سے ولایت کی تمام مذکورہ شرائط ظہور ہوتے رہنا قرآن سے ثابت اور واضح ہے۔

لہٰذا قارئین نے دیکھ لیا کہ یہاں اس ملعون نے اللہ کے لئے کہیں بھی لفظ رفیق، دوست اور حامی و مددگار نہیں لکھا اور اپنے قلم سے لفظ ولایت اور ولی کے صحیح معنی و مفاہیم لکھ دیئے ہیں۔ اور معلوم و ثابت ہوگیا کہ اُس نے دیگر آیات میں عموماً اور آیت (5/55) میں خصوصاً دھوکہ دینے کے لئے لفظ ولی کے معنی بدلے تھے۔

(ی) ولی ولایت کے معنی حکومت و حاکم اور اقتدار و کارسازی ہوتے ہیں۔

ہم مودودی کو گھیرتے گھیرتے اور اُس کے چاروں طرف حلقہ تنگ کرتے کرتے اُسے اُس کونہ میں لے آئے ہیں۔ جہاں سے وہ نکل نہیں سکتا اور اُسے (HANDS UP) ھینڈز اَپ کر کے اقبالِ جرم کرنا اور حق کو اُگلنا پڑے گا۔ اور ساتھ ہی ساتھ اُسے پورے قریش کا جرم بھی ماننا پڑے گا اور حکومت الٰہیہ کو غصب کرنے کے بعد اُن کا دنیا میں ظلم و ستم کرنا، لوٹ مار و قتل عام جاری رکھنا، ساری دنیا کو جنگ کا اکھاڑہ بنا دینا نسلِ انسانی کو عموماً اور نسلِ رسوؐل کو خصوصاً تباہ کرنے میں کوشاں رہنا بھی تسلیم کرنا پڑے گا۔ چنانچہ اللہ نے فرمایا کہ:

وَ اِذَا تَوَلّٰی سَعٰی فِی الْاَرْضِ لِیُفْسِدَ فِیْهَا وَیُهْلِکَ الْحَرْ ثَ وَ النَّسْلَ وَاللّٰهُ لَا یُحِبُّ الْفَسَا دَ O (بقرہ 2/205)

مودودی کا اقبال۔

''جب اُسے اقتدار حاصل ہوجاتا ہے تو زمین میں اُس کی ساری دوڑ دھوپ اس لئے ہوتی ہے کہ فساد پھیلائے، کھیتوں کو غارت کرے اور نسل انسانی کو تباہ کرے۔ حالانکہ اللہ (جسے وہ گواہ بنا رہا تھا) فساد کو ہرگز پسند نہیں کرتا۔'' (تفہیم القرآن، جلد اول صفحہ 159)

یہ آدمی قرآن کی رو (2/204) سے ایسا شخص ہے جو بڑی جرأت کے ساتھ رسوؐل اللہ کے سامنے اپنی تجاویز پیش کیا کرتا تھا اور جس کی باتیں پُرخلوص اور رسوؐل اللہ کو پسند آتی تھیں اور اُسے بعدِ رسوؐل حکومت و اقتدار ملا تھا اور یہ عمر بن الخطاب تھا۔

الفاظ وَلِیٌّ اور وِلَایَۃٌ۔ یہاں یہ نوٹ کرنا چاہئے کہ اس آیت (2/205) میں جو لفظ ''تَوَلّٰی'' آیا ہے اس کا بھی بنیادی مادہ و۔ل۔ی ہے

Presented by Ziaraat.Com

اور گزشتہ صفحات پر فراڈی تشریح میں لفظ 'مُتَـوَلِّـی' کا بنیادی مادہ بھی و۔ل۔ی ہے۔اور مصدر وِلَایَۃُ ہے اور معنی حکومت کرنا ہیں۔اور یہاں مجبورا صحیح ترجمہ کیا گیا ہے۔اب اسی مادہ اور مصدر سے ایک اور لفظ تَوَلَّیتُم کے صحیح معنی دیکھئے:

2۔ قریش کے حکومت الٰہیہ کو غصب کر لینے اور عرب بھر میں قتل عام کرنے اور ساری دنیا میں فساد پھیلانے کی پیشگوئی۔

فَھَلْ عَسَیْتُمْ اِنْ تَوَلَّیْتُمْ اَنْ تُفْسِدُوْافِی الْاَرْضِ وَتُقَطِّعُوْٓ ا اَرْحَامَکُمْO (محمدؐ 47/22)

''اب کیا تم لوگوں سے اس کے سوا کچھ اور توقع کی جاسکتی ہے کہ اگر تم الٹے منہ پھر گئے تو زمین میں پر فساد برپا کرو گے اور آپس میں ایک دوسرے کے گلے کاٹو گے؟'' (تفہیم القرآن، جلد 5 صفحہ 26)

فراڈی کی تشریح اور دوبارہ اقبال جرم۔ مودودی نے یہ غلط ترجمہ کر کے اپنی چند لفظی تشریح میں مانا ہے کہ ترجمہ غلط کیا گیا ہے سنئے:

''۳۳ اصل الفاظ ہیں'' اِنْ تَـوَلَّیْتُـم'' ان کا ایک ترجمہ وہ ہے جو ہم نے اوپر متن میں کیا ہے اور دوسرا ترجمہ یہ ہے کہ'' اگر تم لوگوں کے حاکم بن گئے۔'' (تفہیم القرآن جلد 5 صفحہ 26)

ہم مودودی کے اس تازہ فراڈ پر بعد میں تنقید کریں گے پہلے مودودی کے ترجمہ کے ساتھ قریش پر لعنت اور قرآن سے اُن کا سلوک دیکھ لیں۔

حکومت الٰہیہ کو غصب کر کے قریش لعنتی اور دین سے مُرتد ہو گئے۔ چنانچہ مسلسل اگلی آیات میں فرمایا گیا تھا کہ:

اُولٰٓئِکَ الَّـذِیْـنَ لَعَنَھُمُ اللّٰہُ فَاَصَمَّھُمْ وَاَعْمٰٓی اَبْصَارَھُمْ Oاَفَلَا یَتَـدَبَّـرُوْنَ الْقُرْاٰنَ اَمْ عَلٰی قُلُوْبٍ اَقْفَالُھَا Oاِنَّ الَّذِیْنَ ارْتَدُّوْا عَلٰٓی اَدْبَارِھِمْ مِّنْ بَعْدِ مَا تَبَیَّنَ لَھُمُ الْھُدَی الشَّیْطٰنُ سَوَّلَ لَھُمْ وَاَمْلٰی لَھُمْO (سورہ محمدؐ 25 تا 47/23)

''یہ لوگ ہیں جن پر اللہ نے لعنت کی ہے اور اُن کو اندھا اور بہرا بنا دیا۔کیا ان لوگوں نے قرآن پر غور نہیں کیا، یا دلوں پر اُن کے قُفل چڑھے ہوئے ہیں؟ حقیقت یہ ہے کہ جو لوگ ہدایت واضح ہو جانے کے بعد اس سے پھر گئے اُن کے لئے شیطان نے اس روش کو سہل بنا دیا اور جھوٹی توقعات کا سلسلہ اُن کے لئے دراز کر رکھا ہے۔'' (تفہیم القرآن، جلد 5 صفحہ 27/26)

3۔ مودودی نے ان آیات (سورہ محمدؐ 25 تا 47/22) میں غلط ترجمہ کر کے کیا چاہا اور کیا کچھ کیا ہے؟

قریشی علما نہ تو قرآن کو غائب کر سکے اس لیے کہ حضرت علی علیہ السلام موجود تھے اور نہ قرآن کے الفاظ میں تبدیلی کر سکے اس لئے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قرآن کی تلاوت ایسے انداز سے اور اتنی مقدار میں کی کہ لوگ لکھ سکیں اور یاد کر سکیں لہٰذا قریش اگر کسی آیت یا لفظ کو بدلتے تو سننے والوں کی کثرت انہیں جھوٹا اور مجرم قرار دیتی۔لہٰذا وہ مجبور ہوئے کہ قرآن کے متن کو بحال و برقرار رکھیں اب اُن کے لئے ایک ہی راستہ رہ گیا تھا کہ آیات کی معنوی تحریف و تبدیل جاری کریں اور وہ انہوں نے جہاں ضروری سمجھا کرتے رہے اور سارے عوام کو عموماً اور قریشی عوام کو خصوصاً قرآن کا ایسا ترجمہ اور مفہوم دیا جس سے قرآن مہجور اور بدل کردہ گیا (فرقان 25/30 انعام 6/66) اور عہد رسوؐل کے بعد سے مودودی تک تحریف و تبدیل کا سلسلہ برابر چلا آیا ہے۔چنانچہ مودودی نے پہلی آیات (47/22) کا ترجمہ متن میں غلط کر دیا تا کہ قارئین متن والے ترجمہ کو ترجیح دیں اور قریش کا حکومت الٰہیہ کو غصب کرنا بالکل نہ سمجھ سکیں۔اور یہ بھی نہ سمجھیں کہ قریش اپنے سارے ملک (عرب) میں قتل عام کریں گے۔ اور وہ اس لئے کہ انہوں نے الفاظ تُقَطِّعُوْٓا اَرْحَامَکُمْ کا ترجمہ بھی غلط اور یہ کیا ہے کہ:۔'' آپس میں ایک دوسرے کے گلے کاٹو گے۔''

اس ترجمہ سے لازم ہے کہ قاری یہ سمجھے کہ قریش آپس میں لڑیں گے قریش کے کچھ لوگ قتل ہو جائیں گے مگر پہلے نمبر پر یہ ترجمہ غلط ہے۔

Presented by Ziaraat.Com

اس لئے کہ اردو ترجمہ میں الفاظ ''آپس میں'' آ ہی نہیں سکتے جب تک عربی جملے میں الفاظ ''بَیۡنَکُمۡ'' یا ''بَیۡنَھُمۡ'' نہ ہوں۔ دوسرے نمبر پر خلافت غصب کرنے کے بعد تاریخ میں یہ ہے بھی نہیں کہ قریش نے آپس میں ایک دوسرے کے گلے کاٹے تھے۔ پھر یہاں ایسا کوئی لفظ نہیں ہے جس کے معنی اردو میں ''گلا یا گلے'' کیے جاسکیں۔ وہاں تو لفظ '' اَرۡحَامَکُمۡ '' ہے۔ جو لفظ ''رحم'' کی جمع ہے یعنی تم بچہ دانیاں کاٹو گے۔ جس کا مفہوم ہے '' نسل کُشی'' کرنا چنانچہ پہلی خلافت کے زمانہ میں عرب میں قتل عام شروع ہوا اور ایک ڈیڑھ سال تک وہاں نسل کُشی ہوتی رہی۔

یہ تاریخی حقیقت بھی ہے اور قرآن نے بھی یہی کہا کہ '' تُقَطِّعُوٓا اَرۡحَامَکُمۡ '' لہٰذا جن لوگوں نے اس آیت کی تشریح نمبر 33 نہیں پڑھی اور غلط ترجمہ پڑھتے ہوئے گزر گئے یا تشریح تو پڑھی مگر علامہ کا عمامہ اور چار جامہ دیکھ کر متن کے ترجمہ کو ترجیح دی وہ ہرگز حضرت علی علیہ السلام سے حکومت چھین لینا اور عرب میں اور ساری دنیا میں قتل عام کرنا نہیں سمجھ سکتے۔

پھر مودودی نے آخری آیت (47/25) کے ترجمہ میں لفظ ''جو'' اپنی طرف سے بڑھا دیا جس سے اس آیت کا سابقہ تینوں آیات میں مذکور سے ربط ٹوٹ گیا جو ہمارے ترجمہ سے ظاہر ہوگا۔ پھر مودودی نے الفاظ ''ارۡتَدُّوۡا عَلٰٓی اَدۡبَارِھِمۡ ''کا ترجمہ غلط کیا ہے لہٰذا کوئی قاری یہ نہیں سمجھ سکتا کہ قریش مذکورہ تین آیات والی کارگزاری کر کے اسلام سے مرتد ہوکر پھر اپنے پچھلے ایام جاہلیت والے مذہب پر پلٹ گئے تھے۔ اس آیت کا لفظ بلفظ ترجمہ یہ ہے کہ:

''یقیناً یہ (زیر بحث) لوگ ہدایت کے واضح ہوجانے کے بعد مرتد ہوکر اپنے پچھلے مذہب کی طرف پلٹ گئے اور اُنہیں ایک خاص شیطان (عمر) نے آسان اور سجی ہوئی راہ پر لگا کر عمدہ توقعات کے طویل سلسلے میں الجھا دیا۔''

4۔ مودودی غلط ترجمہ کرنے یا ترجمہ بدلنے والوں کے لئے کیا کہتے ہیں۔

یہاں تک قریش اور قریشی علما کا حال کافی بیان ہوا ہے اور برابر بیان ہوتا رہے گا۔ اُن کا حضرت علی علیہ السلام کی حکومت کو غصب کرنا اور اسی مقصد کے لئے قرآن میں معنوی تحریف اور ردّ بدل کرنا بھی کافی مقدار میں سامنے آچکا ہے اور ابھی آتا رہے گا۔ اور ساتھ ہی چند عربی الفاظ کے مادوں اور مصدروں اور معنی کا تعین بھی ہوچکا ہے اب مودودی صاحب کی ذراسی وہ کوشش آپ کو دکھاتے ہیں جس سے وہ قارئین کو یہ تاثر دیتے رہے ہیں کہ وہ قرآن کی ترجمانی نہ غلط کرتے ہیں اور نہ کسی کی غلطی برداشت کرتے ہیں۔

5۔ لغت کے یا مصدری معنی کو بدلنا و چھپانا بے ایمان و منافق ہونے کی شناخت ہے۔

علامہ تنقید کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ:

''یہ تمام قرائن صاف بتا رہے ہیں کہ یہاں ہُد ہُد کا مفہوم وہی ہے جو ازرُوئے لغت اس لفظ کا مفہوم ہے، یعنی یہ کہ وہ انسان نہیں بلکہ ایک پرندہ تھا۔ اب اگر کوئی شخص یہ ماننے کے لئے تیار نہیں ہے کہ ایک ہُد ہُد وہ باتیں کرسکتا ہے جو قرآن اس کی طرف منسوب کررہا ہے تو اُسے صاف صاف کہنا چاہیئے کہ میں قرآن کی اس بات کو نہیں مانتا۔ اپنے عدم ایمان کو اس پردے میں چھپانا کہ قرآن کے صاف اور صریح الفاظ میں اپنے مَن مانے معنی بھرے جائیں، گھٹیا درجہ کی منافقت ہے۔'' (تفہیم القرآن، جلد 3 صفحہ 568)

قارئین نے مودودی کی یہ منافقت تفصیل سے دیکھی ہے۔

Presented by Ziaraat.Com